انسائیکلوپیڈیا

اولیائے کرام

سلسلہ عالیہ قادریہ

کے 200 بزرگان دین کی سوانح حیات کا حسین مرقع

تصنیف و تالیف

صاحبزادہ مقصود احمد صابری

عبداللہ اکیڈمی

الکریم مارکیٹ۔ اردو بازار، لاہور (پاکستان)

انسائیکلوپیڈیا

اولیائے کرام

سلسلہ عالیہ قادریہ

کے 200 بزرگان دین کی سوانح حیات کا حسین مرقع

تصنیف و تالیف

صاحبزادہ مقصود احمد صابری

عبداللہ اکیڈمی

الکریم مارکیٹ۔ اُردو بازار، لاہور (پاکستان)

ISBN-978-969-8904-08-1

نام کتاب ———— انسائیکلوپیڈیا اولیاء کرام
سلسلہ عالیہ ———— قادریہ
تصنیف وتالیف ———— صاحبزادہ مقصود احمد صابری
صفحات ———— 860
ایڈیشن: ———— دوئم جنوری 2015
ناشر اینڈ پبلشر: ———— عبداللہ اکیڈمی (الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور)
قیمت ————

مین اسٹاکسٹ
مشتاق بک کارنر
الکریم مارکیٹ۔ اُردو بازار، لاہور

نوٹ: کتاب ہذا میں اگر کہیں کوئی کمپوزنگ کی غلطی ہو تو ادارہ کو اطلاع فرما کر اپنا دینی فرض پورا کریں تاکہ ان شاء اللہ اگلے ایڈیشن میں اس کی تصحیح ہو سکے۔ شکریہ

عرض ناشر

اولیاء کرام رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی پاکیزہ زندگیوں اوران کی کرامات کے حوالے سے بہت سے مصنفین ومؤلفین نے اپنے اپنے انداز میں کتب مرتب کی ہیں مگراس کام میں ابھی بہت تشنگی باقی تھی اولیاء کرام کی سوانح حیات کے موضوع پرایک مستند اور جامع انسائیکلو پیڈیا کی ضرورت تھی چنانچہ اس عظیم سعادت کو حاصل کرنے کا شرف خادم الفقرا والاولیاء، محبّ الاصفیاء و الاتقیاء صاحبزادہ مقصود احمد صابری صاحب کو ہوا جنہوں نے شبانہ روز پندرہ برسوں کی مسلسل محنت، تحقیق، مشاہدے اورعرق ریزی کے بعد بزرگان دین کی سوانح حیات پر مشتمل ایک حسین مرقع انسائیکلو پیڈیا کی شکل میں تالیف کیا جو کہ اہل علم، متلاشیان حق اور اولیاء کرام سے محبت رکھنے والوں کے لیے ایک منفرد واعلیٰ تحفہ ہے جس کا مطالعہ ہرایک کے لیے سکون وراحت قلبی کا باعث ہے اس کے مطالعہ سے صراط مستقیم کی روشن شاہراہ دکھائی دیتی ہے جو منزل حقیقی کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

برصغیر کی تاریخ میں اولیاء کرام کی سوانح حیات کے بارے میں محققانہ انداز میں نہایت اچھے پیرائے واسلوب اور تحریر کی تمام تر خوبیوں کے ساتھ لکھے گئے اس عظیم الشان انسائیکلو پیڈیا کو دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ پہلی مرتبہ شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ یہ خوبصورت انسائیکلو پیڈیا چھ حصوں پر مشتمل ہے پہلے حصے میں سلسلہ قادریہ سے تعلق رکھنے والے اولیاء کرام کی زندگیوں اور انسانیت کی رہنمائی کے حوالے سے ان کی خدمات کا بیان کیا گیا ہے۔ دوسرے حصے میں سلسلہ نقشبندیہ کے اولیاء کرام کی حیات طیبہ کا نہایت متاثر کن اور جامع تذکرہ ہے۔ تیسرے حصے میں چشتیہ صابریہ و چشتیہ نظامیہ کے اولیاء کرام کی حیات مبارکہ کے روحانی پہلو اجاگر کیے گئے ہیں۔ چوتھے حصے میں سہروردیہ، قادریہ چشتیہ سلاسل کے اولیاء کرام کی سوانح حیات کو صفحات کی زینت بنایا گیا ہے۔ پانچواں حصہ قادریہ نوشاہیہ اور قلندریہ سلسلے کے اولیاء کرام کی سوانح حیات پر مشتمل ہے جبکہ چھٹے حصے میں چشتیہ تاجیہ، وارثیہ، اویسیہ سلاسل کے بزرگان دین کی پاکیزہ زندگیوں ان کی کرامات اور خدمات اسلام کا نہایت خوبصورت بیان کیا گیا ہے۔

بزرگان دین کی سوانح حیات کے اس حسین مرقع کو انسائیکلو پیڈیا کی شکل میں تصنیف کرنا بلاشبہ صاحبزادہ مقصود احمد صابری دامت برکاتہم العالیہ کی ایک بہت بڑی کاوش اور دینی خدمت ہے۔ برصغیر میں اردو زبان میں پہلی مرتبہ اس انسائیکلو پیڈیا کو پیش کرنے کی سعادت بھی حسب روایت ادارہ ہذا ''مشتاق بک کارنر'' کو حاصل ہوئی ہے جو صرف اور صرف اللہ رب العزت کے فضل و کرم اور قارئین کی محبت اوران کی ہماری کتب کی پسندیدگی و پذیرائی کے باعث ممکن ہوئی۔

ناشر

دعــــا

اے خالقِ ارض و سما، بہرِ جناب مصطفےٰؐ
ہر دو جہاں میں کر عطا مجھ کو ولائے مرتضےٰؑ

حسنینؑ کا طالب رہوں زین العباؑ کا نام لُوں
باقرؑ کی الفت میں مروں جعفرؑ کی ہو مجھ پہ عطا

کاظمؑ کے صدقے سے مرے حُبِّ رضاؑ دل میں رہے
سیّد تقیؑ کے جام سے دست نقیؑ سے مَے پلا

عسکری سیّد حسنؑ مجھ پر رہیں سایہ فگن
مہدیؑ امام ہر زمن کرتے رہیں جُود و سخا

امیر صابری کہہ برملا بارہ اماموں کی ولا
دیتی ہے اللہ سے مِلا ہے ضامنِ روز جزا

ازقلم: کشتۂ عشق صابر پاک
جناب حضرت امیر صابری صاحب لاہور

حمد باری تعالیٰ

مالک الملک لا شریک لہ
وحدہ لا الٰہ الا ھُو
عاشقان جان و دل نثار کنند
بردر لا الٰہ الا ھو
مصطفی یافت در شبِ معراج
خلعت لا الٰہ الا ھو
صوفیان گر بہشت می طلبند
ذکر شان لا الٰہ الا ھو
باغبانِ قدیم لم یزلی
منعکسِ لا الٰہ الا ھو
طوق لعنت فگند بر ابلیس
غیرتش لا الٰہ الا ھو
مومنان را نعیم شُد روزی
بردرش لا الٰہ الا ھو
خوش درختی امت درمیان جنان
میوہ اش لا الٰہ الا ھو
شمس تبریز گر خدا طلبی
خوش بخوان لا الٰہ الا ھو

کلام شاہ شمسؒ

نعت شریف

از حضرت سیدنا عزیز الدین المعروف پیر مکی رحمۃ اللہ علیہ

احد را صورتِ مقصود احمد بود احمد بود	نبود از حق نشاں در بود احمد بود احمد بود
احد کی صورتِ مقصود ہے صورتِ محمدؐ کی	نشانِ بے نشاں کا بس یہی صورت محمدؐ کی
کمالِ باطن و ظاہر جمالِ اوّل و آخر	ہمیشہ ہم چنیں موجود احمد بود احمد بود
کمالِ باطن و ظاہر جمالِ اوّل و آخر	ہیں سب موجود جس میں ہے یہی صورت محمدؐ کی
چہ دانی سِرّ ایں معنی کہ نزدست لا یعنی	بشکلِ عابد و معبود احمد بود احمد بود
یہ رازِ حق تو کیا جانے تجھے کہنے سے کیا فائدہ	ہے شکل عابد و معبود خود جلوت محمدؐ کی
چہ نورش در ظہور آمد بہ عشقِ خود بہ طور آمد	کلیم در آتش بے دود احمد بود احمد بود
یہی نورِ عشق کی خاطر ہوا تھا طور پہ ظاہر	کلیم اور شعلہ بے دود ہے وحدت محمدؐ کی

عزیزِ عاشقِ پاکم نہ بیش از ہستیٔ حاکم

کیا ہے نور جس نے خاک سے تجھ کو عزیز الدین

انیس جانِ غم آلود احمد بود احمد بود

یہی ہے راحتِ جانِ حزیں الفت محمدؐ کی

نذرانہ عقیدت

سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ کے عظیم ترجمان برصغیر پاک و ہند کی معروف روحانی خانقاہ

حیدرآباد دکن کے چشم و چراغ سیّدی و سندی آقائی و مولائی حضرت خواجہ

سید غلام حسین شاہ صابری رحمتہ اللہ علیہ

کے منظور نظر مرید خاص و خلیفہ مجاز صوفی باصفاء فارغ از قید مشائخیت

عالم باعمل، عاشق قرآن، حضرت فیض الملت، قبلہ والدِ گرامی

حافظ فیض محمد صابری نوراللہ مرقدہٗ

کے حضور پیش کرتا ہوں

جن کی انتھک محنت و کاوش اور نظر عرفان سے یہ حقیر چند اوراق

لکھنے کے قابل ہوا ہے

انتساب

مرد درویش، پیکر اخلاص و محبت

رونق گلشن صابریت، پیر طریقت

صاحبزادہ مدظلہ العالی

سعید احمد صابری

سجادہ نشین دربار حضرت منظور المشائخ اوکاڑہ

کے نام کرتا ہوں

گر قبول افتد زہے عز و شرف

قطعہ تاریخ اشاعت (اول)

انسائیکلوپیڈیا اولیائے کرام المعروف گلدستۂ اولیاء

(از قلم) نامور ادیب و محقق **صاحبزادہ پیر فیض الامین فاروقی سیالوی** ایم اے

اصدق التواریخ گلدستہ اولیاء

۲۰۱۰

گ ☆ گوہر کانِ عِلم و خلوصِ و وفا — پیر مقصود احمد خجستہ لقا

ل ☆ لائق داد و تحسین ہے ذات آپ کی — عاشقِ مصطفٰے ہیں محبِ خدا

د ☆ دولتِ دین و دانش سے ہیں مالا مال — عظمت کلک و قرطاس سے آشنا

س ☆ سامنے ہے مِرے اِک کتاب آپ کی — ہے صحیفہ یہ پاکیزہ احوال کا

ت ☆ تیرگی میں جہالت کی ہے شمعِ نُور — مثل نیّر ہر اک لفظ ہے پُرضیا

ہ ☆ ہوگی مقبول شرق و غرب یہ ضرور — روشنی اس سے پائیں گے شیخ و فتا

ا ☆ اک اضافہ ہے سیرت نگاری میں خوب — سب سلاسل کا نشان اِس سے ظاہر ہوا

و ☆ واقعی ہے یہ تالیف اِک شاہکار — ہے یہ احسان اہل سنت پر بڑا

ل ☆ لمحہ لمحہ رہیں دہر میں ارجمند — آپ کو حق سے عُمرِ خضر ہو عطا

ی ☆ یہ یقیناً ہو گی توشۂ آخرت — وجہِ غفران بنے گی یہ روزِ جزا

ا ☆ اس کا سالِ رسا کہہ دو فیض الامین — پُرتونور گلدستہ اولیاء ۱۴۳۱

صاحبزادہ پیر فیض الامین فاروقی سیالوی ایم اے

سجادہ نشین مونیاں شریف ضلع گجرات

قطعہ تاریخ اشاعت (دوئم)

انسائیکلوپیڈیا اولیائے کرام المعروف گلدستۂ اولیاء

(از قلم) نامور ادیب و محقق صاحبزادہ پیر فیض الامین فاروقی سیالوی ایم اے

''حدیقۂ فضیلت گلدستۂ اولیا''

2014ء

مرحبا ! مقصود احمد صابری ! صد مرحبا ! | آپ نے ترتیب جو گلدستہ تھا نادر دیا
بارگاہِ ایزدی میں ہوگیا مقبول وہ | سب ہی خاص و عام نے بے حد پسند اِس کو کیا
علم وحکمت سے مزیّن اِس کی ہر تحریر ہے | لفظ ہر ایک اِس کا مثلِ نیّر پُر ضیا
دوسری اِس کی اشاعت کا ہوا اب اہتمام | ہے خدا کی مہربانی ہے کرم اس کا بڑا
پیش کرتا ہوں مبارک اس قبولیت پہ میں | آپ کو رکھے سدا حفظ و اماں میں کبریا
آپ کی عظمت کا پرچم جگمگائے اوج پر | فیض پائے آپ سے دائم ہر اِک چھوٹا بڑا

فکر تھی سالِ اشاعت کی مجھے فیض آلامیں!
ہاتفِ حق نے ''زہے چمنِ فضیلت'' دی صدا

1435ھ

تقریظ از قلم

فخر العلماء والمشائخ ترجمان مسلک مجددیہ

حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر **صاحبزادہ ساجد الرحمٰن** صاحب نقشبندی مجددی

ڈائریکٹر ادارہ (دعوۃ اکادمی) پاکستان اسلام آباد

پاکیزگی قلب ونظر، جملہ انبیاء ورسل کا مطمحِ نظر رہی۔ان کی جہدِ مسلسل کی ایک ہی غرض وغایت تھی کہ اُن کے مخاطبین پاکیزگی نفس سے مزین ومنور ہوجائیں۔سید دو عالم ﷺ کے مقاصد بعثت کا مرکزی نقطہ "**ویزکیھم**" ہی تھا۔چنانچہ چشم فلک پیر نے یہ منظر دیکھا کہ اونٹوں کو پانی پلانے کی تقدیم وتاخیر پر جنگ وجدل کا لامتناہی سلسلہ شروع کرنے والے عرب کیسے باہم شیر وشکر ہوگئے۔مواخات مدینہ تاریخ اسلام کا ایک چمکتا دمکتا باب ہے۔شرک اور بت پرستی کی انتہاؤں کو چھونے والے عرب نورِ نبوت سے مستنیر ہوتے ہیں تو توحید پرستی کی ایک نئی تاریخ رقم کرتے نظر آتے ہیں۔اپنی راتیں میلوں ٹھیلوں اور عیش وطرب میں گزارنے والے تمام تر آلائشوں سے منہ موڑ کر اپنی راتوں کو سجدوں سے منور کرتے ہیں۔یہی سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت تھی اور اس کے یہ مظاہر تھے۔پاکانِ اُمت کا وہ گروہ جسے صوفیہ کے لقب سے ملقب کیا جاتا ہے ان کی تعلیم وتربیت کا بھی مرکز ومحور قلب وذہن کی پاکیزگی ہی رہا۔وہ کسی بھی سلسلے چشتی، نقشبندی، قادری، سہروردی، اویسی سے متعلق ہوں سب ایک ہی گھاٹ (شریعت محمدیؐ) کے آب زلال سے اپنے اور اپنے متوسلین کے قلب ونظر کو غسل دینے کے عملِ مبارک میں مصروف رہے۔جنید وبایزید، ہجویری واجمیری، سرہندی وسہروردی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سبھی منہج رسالت کے مطابق تعلیم وتربیت کا اہتمام کرتے نظر آتے ہیں۔الحمدللہ آج کے اس مادہ پرستی کے دور میں بھی بعض اہل اللہ کی خانقاہیں ذکر الٰہی سے معمور اور درود وسلام کے نور سے چمک دمک رہی ہیں۔آج اشد ضرورت ہے کہ صوفیہ کے منہج تعلیم وتربیت کو عام کیا جائے۔تحریر اور تقریر میں موعظۂ حسنہ کا وہی انداز اختیار کیا جائے جو صوفیہ کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔ساتھ ہی ساتھ صوفیہ کے انداز تعلیم وتربیت اور پاکیزہ زندگیوں کے خاکے منظم ومدون شکل میں عام کئے جائیں تاکہ ذوق سلیم رکھنے والے ان سے مستفید ہوسکیں۔

زیر نظر صاحبزادہ مقصود احمد صابری کی کاوش "انسائیکلو پیڈیا اولیائے کرام" جو پانچ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے اور جسے انہوں نے نقشبندی، قادری، چشتی، سہروردی، صابری، نظامی، وارثی اور اویسی سلسلے کے مشاہیر صوفیہ عظام کی پاکیزہ سیرتوں اور ان کی خدمات سے مزین کیا ہے، قابل ستائش ہے۔ان کا یہ کام کمیّت اور کیفیت دونوں اعتبارات سے لائق مبارکباد ہے۔انہوں نے جس محنت سے صوفیہ کے حالات کو جمع کیا اور جس شستگی کے ساتھ انہیں مدوّن کیا، یقیناً عنداللہ ماجور ہوں گے۔میری دلی دعا ہے اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔

پروفیسر ڈاکٹر صاحبزادہ ساجد الرحمٰن

خانقاہ نقشبندیہ مجددیہ بگھار شریف (28 جنوری 2008ء)

تقریظ از قلم

شیخ الحدیث وتفسیر، ادیب اہل سنت، استاذ العلما، معروف محقق و مدقق، مصنف کتب کثیرہ

حضرت علامہ الحاج **محمد منشاء تابش قصوری** صاحب مدظلہ العالی

مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

عرشی تحریک کے مبلغ

سید عالم مُخبر صادق، نبی مکرم، رسول معظم جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اپنے جس بندے سے محبت فرماتا ہے اس کے متعلق اللہ رب العزت حضرت جبریل امین علیہ السلام سے فرماتا ہے۔ جبریل۔ دیکھئے میرے اس بندے کو اور سُنیے میں نے اسے اپنا محبوب بنالیا ہے تم بھی اسے اپنا محبوب ٹھہراؤ۔ ایک مدت تک جبریل علیہ السلام بحکم باری تعالیٰ اس سے اپنی محبت کا اظہار کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پھر ارشاد ہوتا ہے جبریل، تمام آسمانوں کے ملائکہ میں اعلان کیجئے کہ اس بندہ سے اللہ تعالیٰ محبت فرماتا ہے میں نے بھی اسے اپنا محبوب بنالیا ہے اور جملہ ملائکہ کو حکم ہے کہ تمام اس بندۂ خدا سے پیار کریں، محبت کریں۔ ف

ایک مدت تک تمام فرشتے اس سے محبت کرتے رہے ہیں تو پھر حکم ہوتا ہے جبریل اب زمین پر رہنے والے میرے بندوں کے دل میں میرے اس محبوب بندے کی محبت ڈال دیں تا کہ روئے زمین پر بسنے والے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام سچے امتی اسے اپنا محبوب بنالیں۔ چنانچہ ارشاد کے مطابق جبرائیل علیہ السلام بندوں کے دلوں میں اس اللہ کے خاص بندے کی محبت ودیعت فرماتے ہیں اور پھر روئے زمین میں اس کی محبوبیت کے چرچے شروع ہو جاتے ہیں۔ دن، ہفتے، مہینے، سال، صدی کی قید نہیں ہوتی بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آنے والے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی اس بندہ خاص سے والہانہ عشق، محبت اور پیار کی نعمت سے سرفراز ہوتے جاتے ہیں۔ (مفہوم حدیث شریف)

اللہ تعالیٰ ایسے ہی اپنے بندوں کیلئے فرماتا ہے **وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَشَاءُ، وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْم** اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے جسے چاہتا ہے خاص فرمالیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی بڑی فضیلتیں عطا فرمانے پر مختار و قادر ہے۔

ایسے مختص بندوں کو دوسرے کلمات میں اولیاء اللہ کے القاب سے متعارف فرمایا۔ اور پھر روئے زمین پر ہر زمانے میں اولیائے کرام جلوہ افروز ہوئے جنہوں نے اپنے ظاہری و باطنی روحانی وجسمانی علوم وفنون سے رہنمائی فرماتے ہوئے لوگوں کو صراط مستقیم پر چلایا۔

انہی انعام یافتگان کو زمین پر اس لئے دوام حاصل ہے کہ یہ تحریک عرشی ہے فرشی نہیں۔ فرش پر چلنے والی تحریکیں ناکام ہوتی رہیں مگر عرش سے چلنے والی تحریک کبھی ناکامی کا منہ نہیں دیکھ سکتی۔ اُسی عرشی تحریک کے اس زمانے میں ایک ایسے مبلغ بھی ظہور پذیر ہیں جن کا کام اس عرشی تحریک کو پھیلانا ہے اور انہوں نے اسے پھیلانے کی یوں سکیم تیار کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایسے محبوب بندوں کو صحیفہ قرطاس کی

زینت بنا کر وہاں تک پہنچایا جائے جہاں ہر ایک شخص کی رسائی نہیں۔

چنانچہ اس وقت تک محبوبان الٰہ، بندگان خدا، اولیاء اللہ پر متعدد گرانقدر، علمی، روحانی، اصلاحی، اسلامی کتابیں تصنیف فرما چکے ہیں جن کی طلب میں روز بہ روز اضافہ ہوتا جارہا ہے اور پیش نظر کتاب مستطاب ''گلدستۂ اولیاء'' جو چھ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے اہل محبت و عقیدت کی نذر کر رہے ہیں۔

اس میں براعظم ایشیا کے مشہور بارہ سلاسل کا جامع تعارف وتذکرہ اور 1200 اولیاء کرام کی سوانح حیات کا قوم وملت کی خدمت میں عظیم روحانی تحفہ عطا فرمارہے ہیں جو ان کا بہت بڑا احسان اور ناقابل فراموش کارنامہ ہے۔

عجیب بات ہے کہ اتنا عظیم ذخیرہ مگران کی عاجزی اور تواضع کو ملاحظہ فرمایئے کہ کتاب مستطاب کا نام ''انسائیکلو پیڈیا اولیائے اکرام'' رکھا۔ حالانکہ یہ تو روحانیت کا چمنستان اسے گلستان اولیاء یا بوستان اولیا سے موسوم کیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ بر حال چھ جلدوں پر مشتمل یہ کتاب اس صدی کا عظیم وکبیر کارنامہ ہے۔ اور اس کارنامے کو انجام دینے والی یہ بلند مرتبت شخصیت کون ہے؟ تو سُنیے یہ بھی اُنہی اللہ تعالیٰ کے مخصوص بندوں میں سے ایک ہے جو عرشی تحریک سے وابستہ ہیں۔

زیارت کریں تو دل پکارے یہ تو کوئی قدیم زمانے کا درویش ہے جو جذب ومستی کی زندہ تصویر ہے۔ سادگی کا پُتلا، تواضع کا خوگر، محبت کا غلام، عشق سے پروردہ، پیار کی بہار، معدن خلوص، منبع نکھار، فاضل جلیل، عالم نبیل، صوفی باصفا، عاشق مصطفٰے، محبت اولیاء، حضرت مولانا علامہ صاحبزادہ مقصود احمد صابری دامت برکاتہم العالیہ۔

قارئین کرام! اگر آپ حضرت صاحبزادہ والا صفات کے تفصیلی احوال وآثار سے، آگاہی چاہتے ہیں تو آپ کی عدیم المثال کتاب ''کرامات اولیاء'' صابری انسائیکلو پیڈیا اور تجلیات خواجگان چشت اور دو جلدوں پر مشتمل کتاب، تذکرہ اولیائے پوٹھوہار اور مصنف کی دیگر کتابوں میں دیکھ سکتے ہیں۔ جو مطالعہ کے لائق ہے۔ تاہم کہ آپ نے فیضانِ اولیاء کرام کو خوب سمیٹا ہے۔ کیونکہ ارشاد ہے عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ صالحین کے ذکر کرتے وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ اور یہ ارشاد صادق اس پر بھی دلالت کرتا ہے کہ جو صاحب قلم اولیاء اللہ کے احوال وآثار اور اذکار کو موضوع بناتا ہے۔ یقیناً ہر ایک لفظ کے بدلے اس پر رحمت ہوتی ہے اور جب تک وہ کتاب موجود رہے گی وہ رحمت الٰہی کا مستحق رہے گا۔ لہٰذا ایسی بابرکت کتابیں پڑھتے وقت پڑھنے والے رحمت الٰہی سے فیضیاب ہوتے رہیں (انشاء اللہ العزیز)

میری خوشی میں اس وقت بہت زیادہ اضافہ ہوا جب یہ خبر سنی کہ انسائیکلو پیڈیا اولیاء کرام المعروف گلدستہ اولیاء دوسری مرتبہ پرنٹ ہوکر منظر عام پر آرہی ہے۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں کہ اتنا عظیم گلدستہ دوسری مرتبہ مصنف کی زندگی میں شائع ہوکر منصۂ شہود پر آرہا ہے۔ مالک کریم کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ صاحبزادہ صاحب کو مزید دوام عطا فرمائے۔ آمین

فیض ملتا نہیں حق سے نسبت کے بغیر ‌ ‌ ‌ ‌ بات بنتی نہیں مرشد کی عقیدت کے بغیر

فقط: محمد منشاء تابش قصوری خطیب مرید کے

مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

۸/ جمادی الاول ۱۴۳۱ھ بمطابق ۲۲/ اپریل ۲۰۱۰ء الجمعۃ المبارک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

روشنیوں کا سفر

انسائیکلوپیڈیا اولیائے اکرام

(کے مولف صاحبزادہ مقصود احمد صابری کا مختصر سوانحی خاکہ)

ازقلم: راشد حمید کلیامی

(قومی ایوارڈ یافتہ مصنف وفاقی وزارت تعلیم، حکومت پاکستان)

1

خدا کی بنائی کائنات بہت وسیع ہے۔ اس کائنات میں جاندار اور بے جان مخلوقات لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ ہر شے اپنے اپنے دائرے میں ہمیشہ حرکت کرتی اور اپنے اپنے مدار میں گھومتی رہتی ہے۔ حرکت زندگی کی علامت ہے اور سکون موت کی۔ لیکن جزوی اختیارات کی حامل مخلوق ''انسان'' کی چاہتیں اور آرزوئیں بھی انوکھی اور نرالی ہیں۔ انسان زندگی کا دوام بھی مانگتا ہے اور سکون کی چاہت بھی اسے سکون نہیں لینے دیتی۔ سب کچھ عطا کرنے کا وصف رکھنے والی ربّ کی ذات، انسان کی ان دونوں تمناؤں کی تکمیل اپنے جن خاص بندوں کے توسط اور توسل سے کرتی ہے، انہیں انبیاء اور اولیاء کے ناموں سے پہچانا جاتا ہے۔ یہ وہ ہستیاں ہیں جن کی حیات کا ہر ثانیہ اور جن کی شخصیت کا ہر زاویہ، جن کی تعلیمات کا ہر عقدہ اور جن کے پیغام کا ہر نکتہ بندے کو اس کے خالق سے ملوا کر اسے دائمی حیات اور ابدی سکون کی سوغات عطا کرتا ہے۔

زمانہ مصدّق اور انسانیت گواہ ہے کہ دنیا کی کسی بستی کے کسی کوچے میں اور کسی نگر کے کسی آنگن میں، کم نصیبی اور لاچارگی کا روگ

لے کر جب بھی انسانوں کا کوئی گروہ اپنی اُجڑی جھوک، اپنی ویران روح اور بے سکونی کی سلوں تلے پسے اپنے دل کے ٹکڑوں کو اپنے دریدہ دامن اور شکستہ و مجروح ہاتھوں میں سمیٹ کر کھلے آسماں کے نیچے کھڑا ہوا اور آسمانوں کے مولا کو اپنے رخساروں پہ سجے آنسوؤں کے ستارے پیش کیے تو ان ستاروں کی چمک ماند پڑنے سے پہلے ہی کریم رب نے اپنے کسی محبوب بندے کو سکون کا بیوپاری اور دلوں کا سوداگر بنا کر وہاں بھیج دیا۔ پھر کیا تھا؟ دیکھتے ہی دیکھتے ہجوم لگ گیا۔ نفرتوں کے مقابل محبتیں بٹنے لگیں۔ تشنگیوں کے ٹوٹے کاسے لے کر، سیرابیوں کے بھرے ساغر تقسیم ہونے لگے۔ جاں کُنی کے بجائے حیات آفرینی کے سودے ہونے لگے، شخصی امتیاز کی کرسیں، روحانی مساوات کی قمریوں سے مات کھانے لگیں۔ بے سکون، ٹوٹے دلوں کی دراڑوں پہ یادِ خدا کا مرہم رکھ دیا گیا اور روح کی اُجڑی کھیتیاں، فضلِ باری کی برکھا سے شاداب ہو کر لہلہانے لگیں۔

امام الانبیا ﷺ کے بعد اولیائے کرام کی ذواتِ اعلیٰ صفات ہی ہیں جنہوں نے دلوں کی دنیا میں قائم خیر کی حکومتوں کو دوام اور استحکام بخشا۔ یہی پاکانِ امت ہیں جو اپنی پوری پوری ظاہری حیات، گدڑیوں میں یا پھر پتھر کی سِلوں پہ بیٹھ کر، بارگاہِ صمدیت میں اپنی انا اور خواہشوں کو نثار کر، بے سکون دنیا کے باسیوں کو اطمنان کی جنتوں سے متعارف کرا گئے۔ یہی وہ سعید روحیں ہیں جن کی قبروں پر جلنے والے دیے آج بھی طالبانِ حقیقت اور تشنگانِ معرفت کے دلوں کی بے قرار بستیوں میں یادِ مولا اور اتباعِ سنّت کے چراغ اُجالتے ہیں۔ یہی وہ آشنائے نسخہ ہائے حیات ہیں جن کی قبریں جیتی ہے، جن کے مقبروں میں جمع دھول خاکِ شفا اور جن کے مزاروں پہ رکھے پھول اور پتھر بصارتوں کے حجاب اور دلوں کے آزار مٹا دیتے ہیں۔

2

راولپنڈی کنارے، ایک شخص خدامست، سجادہ بچھائے، چھوٹے سے بوسیدہ کمرے میں گذشتہ کئی سالوں سے بیٹھا اپنے بیگانے کو گلے لگاتا، ہر آنے والے کو کھانا کھلاتا، ہر دم مسکراتا اور اپنی دھن میں مگن ایک ہی گیت گاتا چلا جا رہا ہے کہ

دل کے ٹکڑوں کو بغل بیچ لئے پھرتا ہوں
کچھ علاج اس کا بھی اے چارہ گراں ہے کہ نہیں؟

یہ درویش مقصود احمد صابری ہے۔ اور کسی چارہ گر کو ڈھونڈنے نکلا تو اَن گنت بندگانِ پاک طینت کی زندگیوں کے روشن تر حوالے ساتھ ڈھونڈ لایا۔ بزرگانِ دین کی سیرۃ و سوانح جمع کرنے کا شوق دل میں اُٹھا تو اسے عشق کی چنگاری نے آن لیا۔ پھر پاکستان کے شہر اور دیہات، قصبے اور مضافات میں سے کوئی ایسا نہ تھا جہاں کی خاک اس درویش نے نہ چھانی ہو۔ پاکستان اور ملحقہ ممالک کا کوئی سجادہ ایسا نہ ہوگا جس پہ بیٹھنے والے شیخ نے درویش کو اپنے سامنے کھڑا نہ پایا ہو۔ وطن عزیز کی کوئی ایسی درگاہ نہ ہوگی جس کی چوکھٹ پہ درویش نے

محبت وادب کے نذارنے پیش نہ کیے ہوں۔روحانی دنیا کے بغدادی تاجدار سے لے کر '' پکھیوں والی سرکار'' جیسے ہزاروں سے پہچانے جانے والے لاتعداد بے نام شہنشاہان بے سریر و بے تاج کے احوال، روحانی تصرفات، نظری کمالات، شرعی پابندیوں، سالکانہ اداؤں اورخارق عادات وکرامات کوقرطاس وقلم کی زینت بناڈالا۔ایک دہائی کے محدود دورانیے میں تیرہ ہزار سے زائد صفحات صوفیۂ کاملین کے خداپرستانہ جذبوں کی نذرکردیئے درویش نے بزرگانِ دین کی پاکیزہ حیات اورمطہرزندگیوں پہ جتنا لکھا اردولکھائی کی تاریخ میں اس کی مثال ڈھونڈے سے نہ ملے گی۔

3

صاحبزادہ مقصوداحمد صابری کواپنے دل کے ٹکڑوں کے علاج کیلئے کسی چارہ گرکی تلاش ہوئی تو وہ تحصیل وضلع راولپنڈی کے دورافتادہ گاؤں ماڑی بنگیال پہنچے اور بابافریدالدین مسعودگنج شکرؒ سے اکتسابِ فیض کرنے والی عظیم ہستی، پیکرِصبرورضا، منبع رشدوہدیٰ حضرت صاحبزادہ حاجی منیراحمد صابری رحمتہ اللہ علیہ کی معہدِ تربیت میں وقت گزارنا شروع کیا۔عشق کی تپش دوآتشہ ہوئی تو 23 دسمبر 1995ء کوسلسلۂ چشتیہ میں شیخ کے ہاتھ پر بیعتِ توبہ کرلی۔یہ بیعت درحقیقت منزل تھی اُس راستے کی جس راستے کو آپ کے والدگرامی اوران کے پیر بھائی قمرالمشائخ الحاج حافظ قمرالدین چشتی صابری رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کے لیئے آپ کے بچپنے میں تلاشا تھا۔

مرشد کے ہاتھ ''بِک'' جانے کے بعد مرشد کی ایک نگاہ نے ہی دل کا قصہ تمام کردیا اور جذب وذوق اورعرفان وآگہی کے ایسے دروازے کھول دیئے جہاں سے ہمیشہ محبتِ اولیاء کی ہواؤں کا گزر ہوتا رہے گا۔صاحبزادہ مقصوداحمد صابری نے اپنے شیخ سے بے پناہ عقیدت اورمحبت وارادت کے بے پایاں جذبے اپنے دل میں سمیٹنا شروع ہی کیے تھے کہ آسمانِ طریقت کا یہ مہرِتاباں اورگلشنِ تصوف کا گلِ تازہ، طالبانِ راہِ ہدایت تک اپنی مہک اورروشنیوں کے ہمہ دم روشن اورصدابہار، اَن گنت ہالے چھوڑ کرداعیٔ اجل کولبیک کہہ گیا، مرشد سے جدائی نے آپ کوبے قرار و بے تاب کیا تو آپ جلوتوں کی گہماگہمی سے کنارہ کش ہوگئے۔اورخلوتوں کا نور سمیٹنا شروع کردیا۔ دیپ سے دیپ جلا، پروانے جمع ہوئے اوراصلاحِ نفس، تزکیہ ذات، تشکیلِ کرداراور ہدایتِ طالبانِ طریقت کے فریضہ کی ادائیگی شروع ہوگئی۔اس منصب کونبھانے کی باقاعدہ اجازت تو پیرسیددلدارحسین شاہ قادری گیلانی (نارووال) نے آپ کووالدگرامی کی وفات کے فوراً بعد ہی سلسلہ قادریہ کا خرقۂ خلافت عطا کر کے دے دی تھی لیکن جنابِ صابری اپنا حلقہ ارادت وسیع کرنے کیلئے کبھی متحرک دکھائی نہیں دیئے۔باطنی دنیا کے سفراورسلوک کی راہوں پہ چلتے ہوئے ہدایت کا علم اپنے اردگرد بیٹھے لوگوں کوتھماتے ہوئے جناب صابری نے حد درجہ احتیاط کواختیار کیا اور ہمیشہ اپنے مرشداوراولیائے کاملین سے استمداد کرتے رہے۔مشکلات سہیں اورتنگیوں کوکشادہ روئی سے برداشت کیا۔دکھوں اورآلام کوعزیزِ جان جانا۔فقرکی آزمائشوں سے خوب پنجہ آزمائی کی۔والدگرامی کی عنایات بھری روحانی نگاہ بھی

زیست کی الجھنوں اور حیات کی تلخیوں میں ہمیشہ جام وجلا کا کام دیتی رہی۔

راہ ہموار جو ہوتی تو بھٹک جاتے ہم
ہم کو چلنے کے ہنر، ٹھوکریں کھانے سے ملے

4

وہ لمحے اور خطے اپنی قسمت پہ ناز کرتے ہیں جن میں اور جہاں کوئی ایسا انسان جنم لیتا ہے جو کارگاہِ زیست میں لگا تار جدوجہد سے دکھوں کی جھاڑیوں پہ شادمانیوں کے پھول اگاتا ہے۔ اور اشک چھلکاتی آنکھوں میں مسرتوں کی چمک لاتا ہے۔ بزرگانِ دین کی زندگیوں کے نادیدہ گوشے عام انسانوں کے سامنے لاکر صاحبزادہ مقصود احمد صابری نے بلاشبہ سکون وراحت کی ایک بہار قائم کردی ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مقلد اور امام احمد رضا خان فاضل بریلویؒ کے پیروکار، چشتیہ صابریہ سلسلہ کی روایات کے امین اور سروہی راجپوت کا خاندانی پس منظر رکھنے والے صاحبزادہ مقصود احمد صابری 11 اگست 1955ء (۱۱ ذی الحج ۱۳۷۵) کو راولپنڈی شہر کے ایک علاقہ جھنگی محلہ میں پیدا ہوئے۔ صاحبزادہ جمیل اختر صابری سجادہ نشین دربار عالیہ صابریہ صدیقیہ نے آپ کا قطعہ تاریخ پیدائش یوں رقم کیا ہے

ہجری تیرہ سو پچھتر اور دن تھا سوموار	ایسے میں پیدا ہوئے ایک پسرِ نامدار
اور صدائیں چار سو آئیں مبارکباد کی	حافظ فیض محمد کا گھر ہوگیا پُر بہار
اے جمیل صابری اس عالمِ بے بدل کا	نام مقصود احمد رکھا، مقصود تھا ہر چہار

نامور قلم کاروں نے صاحبزادہ مقصود احمد صابری کی تاریخ پیدائش ہجری وعیسوی کا استخراج یوں کیا ہے۔

''خاکپائے در مخدوم صابر نواز''	ــــــ	1955ء	(میاں غلام فرید وارثی لاہور)
''خادم فقراء میاں مقصود احمد صابری عفی عنہٗ''	ــــــ	1955ء	(صاحبزادہ پیر فیض الامین فاروقی)
''صاحبِ دردِ عشق مقصود احمد صابری''	ــــــ	1375ھ	(صاحبزادہ پیر فیض الامین فاروقی)
''دلدادۂ چراغ چشت''	ــــــ	1955ء	(عبدالقیوم طارق سلطان پوری)
''باحبِ خوبانِ چشت''	ــــــ	1375ھ	(عبدالقیوم طارق سلطان پوری)

صاحبزادہ مقصود احمد صابری کے والد گرامی حضرت مولانا فیض محمد چشتی صابری، صاحبِ طریقت بزرگ اور اعلیٰ علم وفضل کے حامل عالم

دین تھے۔ جو ضلع سہارنپور یو پی انڈیا سے ہجرت کر کے پاکستان تشریف لائے تھے۔ جناب صاحبزادہ نے تحصیلِ علوم دینیہ کا آغاز اپنے والد گرامی کے مدرسہ تجوید القرآن سے کیا۔ اور ساتھ ہی عصری علوم کے حصول کیلئے مقامی سکول میں داخلہ لے لیا۔ جامعہ نعیمیہ غوثیہ گجرات سے درس نظامی کی سند لی۔ جبکہ علامہ مختار احمد نعیمیؒ، شیخ الحدیث علامہ محمد یعقوب ہزارویؒ اور مفتی مختار احمد درانیؒ سے الگ الگ دورہ تفسیر القرآن کیا۔ علاوہ ازیں امام المناطقہ مفتی محمد سلیمان رضوی مدظلہ سے بھی کسب فیض کیا۔

5

علم جب زور کرتا ہے تو اظہار چاہتا ہے اور سجادہ و منبر علم کے اظہار کا ہمیشہ سے موثر ذریعہ رہے ہیں۔ سجادہ و منبر سے اُٹھنے والی آوازوں نے ہزاروں دلوں کیلئے خداشناسی کے اسباب مہیا کئے، لاکھوں دماغوں کو معرفت کے نور سے جلا بخشی اور کروڑوں پیشانیوں کو سجدہ ریزی کی لذت سے آشنا کیا، انہی آوازوں کو سن کر کانوں کو حق کی پہچان ملی اور آنکھوں کو یادِ محبوب ﷺ میں رونے کا ہنر آیا لیکن اس بات پر مزید تحقیق کی ضرورت نہیں کہ اصل زور لفظوں میں نہیں کردار میں ہوتا ہے۔ وہ الفاظ جن کی صداقت کی گواہی لفظ ادا کرنے والے کا کردار نہ دے اُس پھیری والے کی بولی کی طرح ہیں جو گندہ اور بے کار پھل بیچنے گلیوں میں نکل آتا ہے۔ صاحبزادہ مقصود احمد صابری نے تحصیل علم کے بعد 1979ء میں 24 سال کی عمر میں پہلی مرتبہ منبر رسول ﷺ پہ قدم رکھا۔ دل دھڑکا اور آنکھیں ڈبڈبائیں کہ اس منصب کے تقاضے نبھانے کی اہلیت بھی ہے کہ نہیں؟ مرشد کی نگاہ اور والد کی توجہ نے سہارا دیا۔ اور غوث اعظم روڈ راولپنڈی کی جامع مسجد غوثیہ میں امامت و خطابت کی ذمہ داریاں سنبھال لیں۔ پھر راولپنڈی کے مختلف علاقوں ڈھوک حسو، مورگاہ، چھ موڑ مری، خیابان سرسید، بنی چوک، کمال آباد، دھمیال کیمپ، میرا کلاں، اور حاجیا گلی ایبٹ آباد میں خطابت کی ذمہ داریاں ادا کرتے رہے۔ 1980 میں آپ رشتہ ازدواج سے منسلک ہوئے 1988ء میں صاحبزادہ مقصود احمد صابری کو اپنی زندگی کی محنت شاقہ اور اپنی حیات کی شب زندہ داریوں کا صلہ ربِّ قدوس نے اس طرح سے دیا کہ غوث اعظمؓ روڈ (سابقہ چکری روڈ) پہ آپ کو معیاری درسگاہ کے قیام کیلئے ایک قطعہ اراضی تفویض کر دیا۔ بنیادی تعمیراتی کام دو سال میں مکمل ہوا اور جامعہ اسلامیہ فیض القرآن کے نام سے ایک پروقار درسگاہ قیام پا گئی۔ 11 اپریل 1992ء کو محدث کبیر شارح بخاری علامہ غلام رسول رضوی فیصل آبادیؒ کے ہاتھوں اس درسگاہ کا افتتاح ہوا۔ جامعہ سے منسلک جامع مسجد اکبری صابری میں خطبہ جمعہ اور جامعہ میں درس و تدریس کی مصروفیات آج بھی جناب صابری کے معمولات کا حصہ ہیں۔

6

قربِ الٰہی کی اُمنگ جب انسان کے سینے میں جالیتی ہے تو انسان دیوانہ وار دوڑنے اور بھاگنے لگتا ہے۔ یہ وہ کسک ہے جو کبھی انسانوں

کے وجود میں نمو پاتی، کبھی دل سے اٹھتی، کبھی آنکھوں سے اُمڈتی، کبھی رخساروں سے پھوٹتی اور کبھی دماغوں میں ابلتی ہے۔ اس جوہر کی تلاش، انسان کو قریہ قریہ گھماتی اور جنگل جنگل بساتی ہے۔

اسی لعلِ انمول کی تلاش میں جناب صابری، مزارات پہ حاضری کو اپنا وطیرہ اور اپنا معمول بنائے رکھتے ہیں۔ لیکن مَن میں دبی آگ جب شعلوں کا روپ دھار کر سوچوں کی شکل میں باہر نکلتی ہے تو ایک مقام پر قرار مشکل ہو جاتا ہے۔ صاحبزادہ مقصود احمد صابری پاکستان بھر کے اہل اللہ کے مزارات پہ حاضری کے بعد دسمبر 1975ء میں مسقط کا رخ کرتے ہیں۔ جہاں چھ ماہ کے اپنے قیام میں متعدد انبیائے کرام کی قبور پر حاضری کا شرف حاصل ہوتا ہے ساتھ ہی ساتھ کئی ماہ تک مسلسل، روزانہ حضرت عمران علیہ السلام کے مزار پُرانوار پہ حاضری اور ختم خواجگان پڑھنے کی سعادت حاصل ہوتی ہے۔

دسمبر 1983ء میں آپ نے پڑوسی ملک بھارت کا دورہ کیا اور اپنے خاندان کے افراد سے ملاقاتوں کے علاوہ مظفر نگر، دیوبند، دہلی، مہرولی، میرٹھ اور کلیر شریف کے بزرگوں کے مزارات پہ حاضری ہوئی۔

1995ء میں حکومت ایران کی دعوت پہ آیت اللہ خمینی کی برسی میں شرکت کے لئے ایران گئے۔ اپنے وفد کے قائد کی حیثیت سے خمینی کے مزار پر حاضری دی۔ جبکہ دیگر مزارات کے علاوہ مشہد میں حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ کے مزار پُرانوار پر حاضری نصیب ہوئی۔

1997ء میں سرکاری پروٹوکول کے ساتھ شام کا دورہ کیا اور متعدد صحابہ، تابعین اور آئمہ مجتہدین کے مزارات پر حاضری کا شرف حاصل کیا۔ یہاں پہ آپ کی ملاقاتیں مفتیٔ اعظم شام اور نائب مفتیٔ شام سے رہیں۔

1999ء میں متحدہ عرب امارات کا دورہ کیا اور علماء و مشائخ سے ملاقاتیں ہوئیں۔

1983ء اور پھر چودہ برس کی فرقت کے بعد 1997ء میں ادائیگی عمرہ کے سفر میں جناب صابری اپنی ہچکیوں، آہوں اور آنسوؤں کا نذرانہ پیش کرنے اُس بارگاہ میں پہنچے، جہاں زمانے کی بادشاہت کی خیرات بٹتی ہے۔ جہاں بےنواؤں کو نوائے اثر ملتی ہے۔ جہاں لاچاروں کو حیات کی نوید عطا ہوتی ہے۔ وہ بارگاہ جہاں من کی سیاہیاں اور دل کی کالکیں نبوت کے نور سے دُھل کر ہدایت کے سرچشموں میں بدل جاتی ہیں۔ جہاں حُسن و جمال کے سارے آئینے اور خوبی و کمال کے تمام پیمانے ٹوٹ جاتے ہیں۔ جہاں احساسات کو جداگانہ آواز اور دھڑکنوں کو نئے نئے انداز ملتے ہیں۔ جہاں سے خدا تک پہنچنے کے ہر رستے کی ابتداء ہوتی ہے اور جہاں پہ عقیدت و محبت کے ہر انداز کی انتہا ہوتی ہے۔ وجود میں مچلتی آرزوؤں اور آنکھوں سے اُمڈتی التجاؤں کی گٹھڑی باندھ کر جناب صابری قدمین شریفین کی جانب ایک کونے میں سمٹے اور انتہائے ادب کے ساتھ گٹھڑی آگے کو بڑھا دی۔ آنسوؤں کا نہ تھمنے والا سلسلہ اور سسکیوں کا نہ رکنے والا مرحلہ جاری تھا۔ اپنی ذات، پیارے وطن اور امتِ رسول ﷺ کیلئے دعائیں، لفظوں کا روپ دھار رہی تھیں۔ جناب صابری نے اپنے کانپتے ہاتھوں، لرزتے ہونٹوں اور ڈوبتے دل کے ساتھ اپنی حیات کا مقدمہ پیش کیا کہ

حضور ﷺ دہر میں آسودگی نہیں ملتی تلاش جس کی ہے وہ زندگی نہیں ملتی

اور

ترا وصال جو ملتا تو ہم کہاں ہوتے؟ ہمیں تو تیری کمی نے سنبھال رکھا ہے

7

انسان کے بول اور تحریر دونوں اہم ہوتے ہیں۔ مگر بول کی عمر بہت کم اور تحریر کی عمر بہت طویل ہوتی ہے۔ خوبصورت آواز، زبان پہ دسترس، بولنے کی صلاحیت سب اللہ کی عظیم نعمتیں ہیں لیکن لکھنے کی صلاحیت کا کوئی بدل نہیں۔

صاحبزادہ مقصود احمد صابری کو اللہ تعالیٰ نے تحریر کی قوت میں سے حصۂ وافر عطا فرمایا ہے آپ مسلسل مطالعے اور لگاتار لکھنے کے خوگر ہیں۔ تحقیق، جستجو اور علمی مواد کو جمع کرنا آپ کا پسندیدہ مشغلہ ہے۔ محبوبانِ خدا کی زندگیاں آپ کی تحریروں کا محبوب عنوان ہیں یہی وجہ ہے کہ جو کچھ لکھا، کم و بیش اسی عنوان پہ لکھا۔ تحریر میں سلاست اور تحقیق کا رنگ نمایاں ہے اپنی تحریروں میں تصوف کے بعض پیچیدہ مسائل پہ بہت کھل کر بات کی ہے۔ بزرگانِ دین کے احوال کے تناظر میں علم اسماء الرجال پہ دسترس رکھتے ہیں۔ تحریر کا ہر جملہ محبت اور ادب کی شیرینی لئے ہوئے ہے۔ دوسرے سلاسل کا احترام بھی اُسی طرح ہے جس طرح اپنے سلسلے کا، اپنی تحریر میں کسی بزرگ کو توقیر کے مروّجہ پیمانے سے نیچے لانے کی کوتاہی کبھی نہیں کرتے۔ تصانیف کی تعداد بڑھانے کے بجائے کام کے معیار کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔

''خواجگانِ چشت'' کے نام سے آپ کی پہلی تصنیف، عمر کے ستائیسویں برس 1982ء میں سامنے آئی اور پھر رقم طرازیوں اور قلم کاریوں کا یہ تسلسل ٹوٹنے نہ پایا۔ تذکرہ اولیائے پوٹھوار، گلدستۂ اولیا، تجلّیات خواجگان چشت، تذکرۃ العارفین، صابری انسائیکلوپیڈیا، مجموعہ کراماتِ اولیاء، ارکانِ طریقت اور تصوف کے مسائل اور عظمتِ رفقائے مصطفیٰ ﷺ آپ کی اہم تصانیف میں شامل ہیں۔ مجموعی طور پر لگ بھگ 25 کتب مکمل ہو کر اب تک اہل ذوق کے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہیں۔ جبکہ کئی ایک تکمیل اور طباعت کے مراحل میں ہیں۔ ''انسائیکلو پیڈیا اولیائے اکرام'' یقیناً آپ کی قابل فخر تالیف ہے۔ جو چھے ضخیم جلدوں میں، بارہ سلاسل طریقت کے 1200 سے زائد صوفیۂ کرام کی نفیس زندگیوں، مقدس سیرتوں اور زریں تعلیمات کا احاطہ کرتی ہے۔ یہ تصنیف اپنے موضوع پر اردو زبان میں سب سے بڑی اور منفرد کتابِ حوالہ ہے۔ جس سے محبانِ طریقت صدیوں تک استفادہ کرتے رہیں گے۔

صاحبزادہ مقصود احمد صابری نے اطلسی کشاکش سے دور ہو کر، ایک ٹوٹے مکان میں رہ کر، تحقیق و تصنیف کی جملہ سہولیات کے بغیر، جماعتوں اور تنظیموں کا سہارا لئے بنا، اور مال و زر کی جھنکار سے مرعوب نہ ہو کر تنِ تنہا وہ کام کر دکھایا جو رُپوں کے ڈھیر، رنگوں اور

پردوں سے لش پش کرتی عمارتیں، تنظیموں کے ہجوم اور خدّام کے ٹھٹھ مل کر بھی نہیں کر سکتے۔ بارگاہِ لم یزل کے فضل اور عنایتِ مصطفیٰ ﷺ نے انہیں مخدوموں کی صف میں شامل کر دیا ہے۔ انہوں نے زندگی کی لذتوں، دہن کی حلاوتوں، وقتی کرّ وفر، ظاہری نمود ونمائش، عارضی جاہ وحشم اور مَن چاہی کے مخملیں بچھونوں کو اپنے مشن اور اپنے کام کی خاطر نظر انداز کیا اور فاقہ مستی کا علم لے کر اپنے مقصد کی تکمیل کرتے ہوئے امر ہو گئے۔

صد شکر کہ افلاس کی یلغار میں دانش
فاقہ کوئی توہینِ ہنر تک نہیں پہنچا

راشد حمید کلیامی
پرنسپل قاسم ہال سکول سسٹم
غازی آباد، کمال آباد روڈ، راولپنڈی کینٹ
20 : 10 : 2010

سلسلہ عالیہ قادریہ

17	حضرت شاہ قمیص قادریؒ	ساڈھورا، ضلع انبالہ، مشرقی پنجاب، انڈیا	۹۹۲ھ	1584ء	124
18	حضرت شیخ خضر سُوستانی قادریؒ	سیوستان، صوبہ سندھ	۹۹۴ھ	1585ء	125
19	حضرت شیخ امان اللہ پانی پتی قادریؒ	پانی پت، ضلع کرنال، انڈیا	۹۹۷ھ	1588ء	128
20	حضرت سید قطب الدین شاہ الکارم قادریؒ	قبولہ شریف، تحصیل عارف والا، ضلع پاکپتن شریف	۹۹۹ھ	1590ء	130
21	حضرت جمال الدین موسیٰ پاک شہید قادریؒ	پاک گیٹ، ملتان شہر	۱۰۰۱ھ	1592ء	137
22	حضرت شیخ مادھولال حسین قادریؒ	باغبان پورہ، لاہور	۱۰۰۸ھ	1599ء	140
23	حضرت خواجہ محمد اسحاق قادریؒ	فتح پور، میانہ چک، گجرات شہر	۱۰۱۰ھ	1601ء	147
24	حضرت سید شمس الدین قادریؒ	نزد چمبہ ہاؤس، (باغ جناح) لاہور	۱۰۲۱ھ	1612ء	150
25	حضرت شاہ سکندر کیتھلی قادریؒ	کیتھل شریف، ضلع کرنال، انڈیا	۱۰۲۹ھ	1614ء	153
26	حضرت شاہ ابوالمعالی قادریؒ	میکلوڈ روڈ، نزد لاہور ہوٹل، لاہور	۱۰۲۴ھ	1615ء	158
27	حضرت سید سلطان پاکھرا قادریؒ	قصبہ سلطان پاکھرا، تحصیل و ضلع جھنگ	۱۰۲۶ھ	1617ء	161
28	حضرت میاں نتھے شاہ دیوان قادریؒ	دربار میاں میر، مغل پورہ، لاہور کینٹ	۱۰۲۷ھ	1618ء	163
29	حضرت شیخ عیسیٰ جند اللہ قادریؒ	بُرہان پور، محلہ سندھی پورہ، انڈیا	۱۰۳۱ھ	1621ء	166
30	حضرت شیخ بہلول قادریؒ	جھنگڑ شاہ بہلول، پنڈی بھٹیاں، ضلع حافظ آباد	۱۰۳۹ھ	1629ء	170
31	حضرت خواجہ بہاری قادریؒ	نزد دربار میاں میر، مغلپورہ، لاہور کینٹ	۱۰۴۱ھ	1631ء	174
32	حضرت میاں میر قادری لاہوریؒ	باغبانپورہ، لاہور کینٹ	۱۰۴۵ھ	1635ء	177
33	حضرت سید بلاول شاہ قادریؒ	گھوڑے شاہ، سلطان پور روڈ، لاہور	۱۰۴۶ھ	1636ء	184
34	حضرت شیخ محمد طاہر بندگی قادری	قبرستان میانی صاحب، لاہور	۱۰۴۶ھ	1636ء	188
35	حضرت شیخ محبوب الحق المعروف بہ مادھو قادری	باغبانپورہ، لاہور کینٹ	۱۰۵۶ھ	1646ء	192
36	سید عبداللہ شاہ صحابی گیلانی قادری	قبرستان مکلی ضلع ٹھٹھہ، صوبہ سندھ	۱۰۶۰ھ	1650ء	194
37	حضرت ملا محمد شاہ بدخشاں قادریؒ	میاں میر پنڈ، لاہور	۱۰۶۹ھ	1658ء	199
38	حضرت سید ابوتراب قادری شاہ گدا	ریلوے پل گڑھی شاہو، لاہور	۱۰۷۱ھ	1660ء	202
39	حضرت دیوان سید عبداللہ حضوری قادریؒ	دیوان حضوری، تحصیل سوہاوہ، ضلع جہلم	۱۰۷۲ھ	1661ء	205
40	حضرت سخی سید محمود شاہ قادریؒ	شاہراہ کشمیر، نزد آبپارہ، اسلام آباد	۱۰۸۲ھ	1671ء	216
41	حضرت علامہ لطف اللہ قادری	گھنم کوٹ، ضلع بدین، صوبہ سندھ	۱۰۹۰ھ	1679ء	218

92	حضرت علامہ قاضی محمد نور کمال قادریؒ	بھور شریف، تحصیل عیسیٰ خیل، ضلع میانوالی	۱۲۹۷ھ	1880ء	410
93	حضرت میاں بہاول بخش قادریؒ	کھڑی شریف، ضلع میرپور، ضلع آزاد کشمیر	۱۲۹۸ھ	1881ء	413
94	حضرت پیر سید نیاز الحسن شاہ گیلانی قادریؒ	کھوجہ سیداں، تحصیل نواں شہر، جالندھر، انڈیا	تیرھویں	صدی ہجری	414
95	حضرت میاں رکھیل شاہ قادریؒ	فتح پور گنداوا، صوبہ بلوچستان	تیرھویں	صدی ہجری	416
96	حضرت میاں غلام حیدر قادریؒ	کٹبار شریف شہر (گودرہ) صوبہ بلوچستان	۱۳۰۰ھ	1882ء	417
97	حضرت مولانا گل محمد قادری	درگاہ شریف، شہداد کوٹ ضلع لاڑکانہ، سندھ	۱۳۰۶ھ	1889ء	419
98	حضرت خواجہ مولوی پائندہ خان قادریؒ	ہوتر شریف، تحصیل کہوٹہ، ضلع راولپنڈی	۱۳۰۸ھ	1890ء	421
99	حضرت حافظ محمد صدیق قادریؒ	بھرچونڈی شریف، ضلع گھوٹکی، صوبہ سندھ	۱۳۰۸ھ	1890ء	426
100	حضرت خواجہ محمد عمر عباسی قادریؒ	دربار قادریہ، بازار خراداں والا، گوجرانوالہ	۱۳۰۹ھ	1891ء	432
101	حضرت میاں تاج محمد قادریؒ	کٹبار شریف شہر (گودہ) صوبہ بلوچستان	۱۳۱۰ھ	1892ء	434
102	حضرت سید فضل دین شاہ قادریؒ	گولڑہ شریف، ضلع اسلام آباد	۱۳۱۱ھ	1893ء	437
103	حضرت سید عبدالعلی گیلانی قادریؒ	کیتھل شریف، ضلع کرنال، انڈیا	۱۳۱۸ھ	1900ء	439
104	حضرت پیر عبدالوہاب قادریؒ المعروف مانکی	مانکی شریف، نوشہرہ	۱۳۲۲ھ	1904ء	444
105	حضرت سیّد حاجی عبداللہ شاہ قادریؒ	کرخ، ضلع خضدار، صوبہ بلوچستان	۱۳۲۲ھ	1904ء	446
106	حضرت خواجہ غلام صدیق قادریؒ	شہداد کوٹ، صوبہ سندھ	۱۳۲۳ھ	1905ء	447
107	حضرت میاں محمد بخش قادریؒ	کھڑی شریف، ضلع میرپور، آزاد کشمیر	۱۳۲۴ھ	1906ء	455
108	حضرت سید نذر دین شاہ قادریؒ	گولڑہ شریف، ضلع اسلام آباد	۱۳۲۴ھ	1906ء	470
109	حضرت سید علی شیر شاہ قادریؒ	قصبہ میرک سیال، تحصیل شورکوٹ، ضلع جھنگ	۱۳۲۶ھ	1908ء	474
110	حضرت مولانا محمد عثمان نورنگ زادہ قادریؒ	کڑیو گھنور، ضلع بدین، صوبہ بلوچستان	۱۳۳۶ھ	1918ء	476
111	حضرت قاضی سلطان محمود قادریؒ	آوان شریف، گجرات شہر	۱۳۳۸ھ	1919ء	480
112	حضرت سائیں پیر بخش قادریؒ	محلہ رنگ پورہ، سیالکوٹ شہر	۱۳۳۸ھ	1919ء	483
113	حضرت میاں دین محمد قادریؒ	کھڑی شریف، ضلع میرپور، آزاد کشمیر	۱۳۳۸ھ	1919ء	486
114	حضرت مولانا الشاہ احمد رضا خاں قادریؒ	محلہ سوداگراں، بریلی شریف، انڈیا	۱۳۴۰ھ	1921ء	488
115	حضرت خواجہ حافظ محمد عبداللہ قادریؒ	بھرچونڈی شریف، ضلع گھوٹکی، صوبہ سندھ	۱۳۴۶ھ	1927ء	496
116	حضرت میاں جیون قادریؒ	کھڑی شریف، ضلع میرپور، آزاد کشمیر	۱۳۴۶ھ	1927ء	502

142	حضرت خواجہ محمد عبدالرحمٰن قادریؒ	بھرچونڈی شریف، ضلع گھوٹکی، صوبہ سندھ	۱۳۸۰ھ	1960ء	592
143	حضرت سائیں ٹکا سلطان قادریؒ	کامرہ، تحصیل کوٹلی ستیاں، ضلع راولپنڈی	۱۳۸۰ھ	1960ء	596
144	حضرت الحاج سید احمد شاہ قادریؒ	سری کوٹ، تحصیل و ضلع ہری پور، ہزارہ	۱۳۸۰ھ	1960ء	601
145	حضرت فقیر نور محمد سروری قادریؒ	کلاچی، ڈیرہ اسماعیل خان، صوبہ سرحد	۱۳۸۰ھ	1960ء	604
146	حضرت سید نذر محی الدین گیلانی قادری	محلہ میانی صاحب، لاہور	۱۳۸۱ھ	1961ء	606
147	حضرت سید احمد حسین گیلانی محبوب ذات قادریؒ	آستانہ عالیہ منڈیر شریف، ضلع سیالکوٹ	۱۳۸۱ھ	1961ء	610
148	حضرت مولانا حکیم پیر سید عبدالغفار شاہ قادریؒ	میمن گوٹھ، کراچی	۱۳۸۱ھ	1961ء	616
149	حضرت مخدوم سید علی احمد شاہ گیلانیؒ	آستانہ عالیہ قادریہ، ڈیرہ غازی خان شہر	۱۳۸۲ھ	1962ء	621
150	حضرت خواجہ فضل الدین عباسی قادریؒ	جنڈی شریف، تحصیل کہوٹہ، ضلع راولپنڈی	۱۳۸۳ھ	1963ء	633
151	حضرت پروفیسر حامد حسن فاروقی قادریؒ	پاپوش نگر، ناظم آباد، کراچی	۱۳۸۴ھ	1964ء	637
152	حضرت سید رجب علی شاہ قادریؒ	دھوبی گھاٹ، مری شہر، ضلع راولپنڈی	۱۳۸۷ھ	1967ء	643
153	حضرت سلطان محمد مشتاق قادریؒ	محلہ سردار بخش، بھکر، صوبہ پنجاب	۱۳۸۷ھ	1967ء	645
154	حضرت مولانا سلطان اعظم قادریؒ	موسیٰ والی، تحصیل پپلاں، ضلع میانوالی	۱۳۸۷ھ	1967ء	647
155	حضرت مولانا سید عبدالسلام قادریؒ	پاپوش نگر قبرستان، ناظم آباد، کراچی	۱۳۸۷ھ	1968ء	649
156	حضرت سائیں علم الدین قادری	چک نمبر 298، گوجرہ ضلع فیصل آباد	۱۳۸۸ھ	1968ء	654
157	حضرت مولانا ضیاء القادری بدایونیؒ	فیڈرل بی ایریا کے قبرستان (کراچی)	۱۳۹۰ھ	1970ء	660
158	حضرت پیر طریقت قاری غلام رسول قادریؒ	''قادری مسجد'' سولجر بازار، کراچی	۱۳۹۱ھ	1971ء	663
159	حضرت خواجہ محمد احسن قادریؒ	کرل شریف، تحصیل کوٹلی ستیاں، راولپنڈی	۱۳۹۲ھ	1972ء	667
160	حضرت فیض سلطان قادریؒ	اوستہ محمد، صوبہ بلوچستان	۱۳۹۳ھ	1973ء	676
161	حضرت میاں سلطان اکبر قادریؒ	قصبہ بالا شریف، تحصیل پپلاں، ضلع میانوالی	۱۳۹۳ھ	1973ء	677
162	حضرت مولانا سید بچل شاہ جیلانی قادریؒ	درگاہ جیلانی، نورائی شریف، ضلع حیدرآباد	۱۳۹۳ھ	1973ء	680
163	حضرت پیر سید الطاف حسن گیلانی قادریؒ	دربار برکات شریف، فیصل آباد	۱۳۹۴ھ	1974ء	683
164	حضرت پیر سید عبدالقادر الگیلانیؒ	گلشن اقبال اسکوائر، یونیورسٹی روڈ، کراچی	۱۳۹۶ھ	1976ء	689
165	حضرت سید عنایت شاہ ولی گیلانی قادریؒ	موضع ڈھوڈووال، تحصیل ڈسکہ، ضلع سیالکوٹ	۱۳۹۹ھ	1978ء	693
166	حضرت الحاج شاہ محمد عارف اللہ قادریؒ	کمرشل مارکیٹ، سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی	۱۳۹۹ھ	1979ء	695

مقدمۃ الکتاب از مؤلف

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الْمُتَوَحِّدُ بِجَلَالِ ذَاتِهٖ وَ كَمَالِ صِفَاتِهِ الْمُتَقَدِّسُ فِيْ نُعُوْتِ الْجَبَرُوْتِ عَنْ شَوَائِبِ النَّقْصِ وَ سَمَاتِهٖ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سيد الموحدين محمد ن المؤيّد بساطع حججه و واضع بيّناته وعلى اله واصحابه الذين هادو اعلى طريق الحق و حماته.

وبعد يقول العبد الفقير الى مولاه الغنى مقصود احمد الصابرى شرفا الحنفى مشربًا جشتى الصابرى اَلْحَنْفِي عفى عنه انه التمس منى بعض الاخلاء والصدقاء و امرنى خصوصاً شيخ الطريقة و رئيس الاتقياء و شبيه اهل السلوك السيد محمد شبير على شاه الجيلانى النقشبندى مجددى ثم جوراهى من منطقعه اتک (عاملنا اللّٰه واياهم بلطفه الخفيى) ان الّف كتابا فى تاريخ الاولياء الصالحين انسائيكلو بيديا اولياء كرام المعروف بُستان اولياء الذين قاموا بنصرة الدين يقرب من سلک فى هذا الطريق ليعلم كيف تعاشوا اولياء اللّٰه فى هذه الطريق واجبّة طالب لثواب فحاولت ايضًا ان االفه تاليفا اننى بايعت فى سلسلة الجشتية الصابرية على يد الشيخ الحاج منير احمد الجشتى الصابرى الراوبندى سمّيته الانسائيكلو بيديا فى الاولياۓ كرام المعروف بستان اولياء واللّٰه اسال ان ينفع به عباده و يديم به الافاده۔ امابعد فااعوذ باللّٰه من الشطين الرجيم o بسم الله الرحمن الرحيم o ان رحمت للّٰه قريبٌ من المحسنين o صدق الله العظيم و صدق رسوله لنبى الكريم o

انبیا اللہ کے ان خاص بندوں کو کہا جاتا ہے جو خالق کی جانب سے خلق کے پاس ہدایت لے کر آتے ہیں، اور حصول کمال کے وہ راستے بتلاتے ہیں جو اُس زمانہ کے لوگوں کے مناسب حال ہوں، یہاں سمجھنے کے لئے ایک ضروری بات یہ ہے کہ انبیا علیہم السلام دو اقسام پر منقسم ہیں، اول وہ جو نئی شریعت لے کر آئے، دوم وہ جو شریعت لے کر نہیں آئے بلکہ کسی اولوالعزم پیغمبر کی لائی ہوئی شریعت کی مطابقت میں لوگوں کو ہدایت فرماتے ہیں، جو نبی صاحب شریعت جدیدہ ہوتے ہیں اور اپنی لائی ہوئی شریعت کی تبلیغ دنیا میں فرماتے ہیں وہ رسول کے لقب سے ملقب ہوتے ہیں۔

دنیا میں جتنے بھی لوگ آئے ان پر انبیاء علیہم السلام کو خدا نے فضیلت عطا فرمائی اور انبیاء علیہم السلام کی جماعت میں سب سے زیادہ فضیلت اولوالعزم رسولوں کو حاصل ہے، اور اللہ کے اولوالعزم رسولوں میں سب سے زیادہ افضیلت سرکار ابد قرار نبی مختار حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہے۔

آپ خاتم النبیین ہیں، خاتم الرسل ہیں، کافتہ اللناس ہیں، رحمتہ اللعالمین ہیں، آپ کی شریعت جملہ ادیانِ سابقہ کی ناسخ ہے اور قیامت تک آپ ہی کی شریعت برقرار رہے گی، دنیا میں جس قدر تمدنی، ومعاشرتی، سیاسی، پیچیدگیاں قیامت تک پیدا ہوں گی، جس قدر حجابات ظلمت وغفلت خالق ومخلوق کے درمیان حائل ہوں گے ان سب کے دفیعہ کے لئے شریعت محمد یہ ہی کافی ثابت ہوگی۔

جب رسول خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جملہ مخلوق میں برگزیدہ ٹھہرے تو کمال انسانی کا انحصار بھی آپ ہی کے اتباع پر رہے گا، یا ان مقدس ہستیوں کے اتباع پر جنہوں نے آپ کی پیروی میں پوری صداقت واستقلال اور ثابت قدمی کا مظاہرہ فرمایا، مثلاً خلفائے راشدین وآئمہ اطہار ومعصومین، وصحابہ کرام اولیائے متقدمین ومتاخرین کی جماعتیں اس میں شامل ہیں۔

اس اتباع کی بھی دو قسمیں ہیں، اول ظاہری، دوم باطنی، ظاہری اتباع مرتبہ نبوت سے متعلق ہے، اور متابعت باطنی مرتبہ ولایت سے مشتق ہے، نبوت سے اُن احکام شریعت کی جانب اشارہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالم قدس سے بواسطہ جرائیل علیہ السلام حاصل فرما کر خلق کو پہنچاتے ہیں، اور ولایت وہ فیضانِ اسرار توحید ومعرفت ہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام **لِیْ مَعَ اللّٰہِ** میں جبریل علیہ السلام کے واسطے کے بغیر براہ راست حق تعالیٰ سبحانہ سے اخذ فرماتے ہیں، اسی وجہ سے بعض عارفین فرماتے ہیں کہ "ولایت نبوت سے افضل ہے"۔

یہاں بھی ایک اہم بات سمجھنے کی ہے کہ عارفین کے قول کا اشارہ اسی امر کی جانب ہے، کہ ہر نبی ولی اللہ ہوتا ہے، لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر ولی نبی ہو، وہ ولی جو نبی نہیں ہوتا وہ انوار ولایت کا استفادہ کمالات نبوت سے کرتا ہے، جبکہ ہر نبی نور نبوت اور کمالات نبوت کو اپنی ہی ولایت کے آفتاب سے اخذ کرتا ہے، اس میں وہ کسی غیر کا محتاج اور تابع نہیں ہوتا۔

چونکہ نبی مثل آفتاب کے ہے جو خود بھی روشن ہے اور دوسروں کو بھی روشنی بخشتا ہے، جبکہ ولی مثل ماہتاب کے ہے جو آفتاب نبوت سے نور ولایت کو اخذ کرتا ہے اور متابعتِ آفتاب اس پر اس وقت تک لازم رہتی ہے کہ جب تک اس کی ولایت کمال کو نہیں پہنچ جاتی۔

نبوت ظاہر نہیں ہوتی، قوت نبوت حسب قوت ولایت ہوتی ہے، جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام جب جنت میں تھے ولی تھے، جب دنیا میں آئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت عطا فرمائی، کیونکہ نبوت تشریع وتکلیف کا نام ہے، اور دنیا تکلیف کا گھر ہے، برخلاف جنت کے، کہ وہ کرامت ومشاہدہ کی جگہ ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فیضان حاصل کرنے والی دو جماعتیں ہیں، اوّل جماعت کثیر جو متابعت ظاہری سے مستفیض ہوتی رہی، دوم جماعت قلیل، جسے قرآن نے **یَھْدِ اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ** کے اعزاز سے نوازا اور وہ اسرار ولایت تک رسوخ پاتی ہے، اول الذکر کو ارباب ظاہر اور موخر الذکر کو ارباب باطن کہتے ہیں، نبوت کا تعلق ظاہر سے ہے، اور ولایت کا تعلق باطن سے

ہے، اور یہ بھی یاد ہے کہ نبوت کا باطن ولایت ہے، ظاہر کو باطن سے مدد ملتی ہے اور باطن ہی سے ظاہر کی پرورش ہوتی ہے، اور باطن ہی کی جانب سے ظاہر کو فیضان پہنچایا جاتا ہے۔

آقا علیہ السلام کو قرآن نے اسی واسطے **سِرَاجاً مُّنِیْرًا** (چمکتا ہوا سورج) کا اعزاز بخشا کہ میرا محبوب مثل آفتاب کے ہے، مثل چراغ کے ہے۔ خود بھی روشن ہے اور جو اس کے ساتھ لگ جائے وہ بھی روشن اور منور ہو جائے گا، یہ بات بھی اہل علم وفضل بخوبی جانتے ہیں کہ سرکار علیہ السلام امام الانبیاء ہیں، خاتم الانبیاء ہیں ان کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا، خداوند کریم نے نبوت کے خاتمے کے بعد نبوت کے مشن کی تکمیل کے لئے سلسلہ ولایت جو مخفی چلا آ رہا تھا ظاہر فرمایا تو امام الانبیاء نے حضرت مولائے کائنات شیر خدا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو امام الاولیاء کا اعزاز بخشا اور سلسلہ ولایت میں اپنا جانشین و متبع حضرت مولائے کائنات علی ابنِ ابی الطالب کرم اللہ وجہہٗ کو مقرر فرمایا، اس طرح قرآن مقدس کے اس فرمان **اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً** (ہم نے زمین میں نائب مقرر کیا) کی تکمیل نبوت سے ولایت میں ہوئی،

قدوۃ الابرار حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ رسالہ اشتغال میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت رسالت پناہ کو حکم ملا تھا کہ اسرار مرتبہ ولایت و توحید جو مقام **لِیْ مَعَ اللّٰہِ** میں آپ کو براہ راست حق تعالیٰ سبحانہ سے ملے ہیں، بلا طلب کسی کو نہ بتائے جائیں، اور مرتبہ نبوت کے جو اسرار و احکام جو بواسطہ جبریل علیہ السلام ملے ہیں وہ ہر خاص و عام تک پہنچائے جائیں خواہ کوئی طلب کرے یا نہ کرے۔

ایک دن امام الانبیاء سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مغموم بیٹھے تھے کہ ہر شخص ہم سے احکام شریعت دریافت کرتا ہے، مگر اسرار باطن کا طلب گار کوئی بھی نہیں ہے، شاید یہ اسرار میں اپنے ساتھ ہی لے جاؤں گا، اتفاقاً یہ حکم **اِذَا اَرَدَ اللّٰہُ شَیْئًا یُسَبِّبُ اَسْبَابَهٗ** (جب اللہ کسی شے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے اسباب پیدا فرماتا ہے) اسی وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے دل میں خیال آیا کہ فرمانِ الٰہی کے مطابق میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے احکام شریعت تو حاصل کر لئے مگر اسرار باطن سے آگاہی حاصل نہیں کی، پھر کیوں کر ان کی متابعت کر سکوں گا۔

چنانچہ بہ کمال صدق و اخلاص اسی وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اسرارِ باطن سے آگاہ فرمائیں جو آپ کو مقام **لِیْ مَعَ اللّٰہِ** میں عطا ہوئے تھے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی زبان سے یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت خوش ہوئے، اور فرمایا کہ مجھے حق تعالیٰ کی طرف سے یہی حکم ملا تھا کہ بشرط صدق طلب یہ راز کسی کو نہ بتائے جائیں، الحمد للہ کہ حق تعالیٰ نے تجھے اس بات کی ہدایت فرمائی ہے۔

اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے علی، ولایت میں کہ جس کا مطلب مشاہدہ حق ہے، تم میری مانند ہو، اور یہی راز حضرت علی سے بعد کے مشائخ کو حاصل ہوئے، اور یہ سلسلہ آج بھی سینہ بسینہ جاری و ساری ہے، اور اہل علم و عرفان کے نزدیک **العلماء ورثۃ الانبیاء** (علماء انبیاءؑ کے وارث ہیں) کا یہی مطلب ہے۔

حضرت خواجہ بندہ نواز سیّد محمد گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ اپنے ملفوظات میں اور شیخ محمد اکرم قدوسی اقتباس الانوار میں، حضرت شیخ

عبدالرحمٰن چشتی مرآۃ الاسرار میں میر سید محمد کرمانی سیر الاولیا میں فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلافت کی دو قسمیں ہیں ،اول خلافت کبریٰ دوم خلافت صغریٰ، خلافت کبریٰ باطنی خلافت ہے، جبکہ خلافت صغریٰ، ظاہری خلافت ہے، اور اس بات پر تمام امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو خلافت کبریٰ حاصل تھی،

حضرت میر سیّد کرمانی اپنی کتاب سیر الاولیاء میں لکھتے ہیں کہ اوصاف جود و سخا فقر و غنا میں حضرت علی تمام صحابہ میں ممتاز تھے، اور اپنی قوت و شوکت و جمال کی بنا پر رب العزت کی بارگاہ سے اسد اللہ الغالب کا خطاب حاصل کیا۔

اور خلعت خرقہ فقر جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شب معراج کو عطا ہوا تھا اس سے بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم مشرف ہوئے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنے بعد یہ خرقہ خلافت چار شخصیات کو عطا فرمایا جو چار پیر کے نام سے مشہور ہوئے، ان میں اول حضرت امام حسن، دوم حضرت امام حسین، سوم حضرت خواجہ کمیل بن زیاد چہارم حضرت خواجہ حسن بصری رضوان اللہ علیہم اجمعین، سلسلہ طریقت میں چار پیر کی اصطلاح ان چار حضرات سے جاری ہوئی، اور انہی چار سے مختلف سلاسل جن کی تعداد چودہ ہے جاری ہوئے۔ اب ان سلاسل کی تفصیل بھی کافی وسیع و عریض ہے مگر اختصار سے کام لیتے ہوئے پہلے چودہ پھر بعد کے بارہ سلاسل طریقت کا اجمالی تعارف پیش کرنے کی سعادت حاصل کروں گا، تاکہ ہر خاص و عام پر یہ بات واضح ہو جائے کہ یہ کوئی اختلافی گروہ نہیں ہیں بلکہ ان کا مرکز و منبع اور مقصد و منشاء ایک ہی ہے، مگر یہ اپنے اپنے زمانے میں مختلف ناموں سے جانے پہچانے گئے اور انہی ناموں سے تا قیامت معروف رہیں گے۔

ان سلاسل کے بھی دو ادوار ہیں، پہلے دور میں جو چودہ سلاسل ہوئے ان کا مختصر تعارف پیش کیا جا رہا ہے جو حضور غوث الاعظم سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ سے قبل کے ہیں، بعد کے بارہ سلاسل کا مختصراً اور ان سے جاری ہونے والے ۱۲ سلاسل کا کچھ تفصیلی تذکرہ ہوگا جو حضور غوث الاعظم سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ سے تا قیامت جاری رہیں گے۔

قرونِ اولیٰ کے چودہ سلاسل ☆: ان سلاسل میں پہلا سلسلہ زیدیہ ہے جو حضرت خواجہ عبدالواحد زید سے منسوب ہے، حضرت خواجہ عبدالواحد زید حضرت خواجہ حسن بصری کے اور وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے مرید و خلیفہ تھے، حضرت خواجہ عبدالواحد زید کے دو خلیفہ ہوئے اول حضرت فضیل ابن عیاض اور دوسرے حضرت ابو یعقوب السوسی علیہم الرحمۃ والرضوان والغفر ان جن سے سلسلہ زیدیہ جاری ہوا۔

نمبر۲ ☆: دوسرا سلسلہ عیاضیاں ہے جو حضرت خواجہ فضیل ابن عیاض سے منسوب ہے، حضرت خواجہ فضیل ابن عیاض مرید و خلیفہ تھے حضرت عبدالواحد زید کے وہ حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے وہ مولا علی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مرید و خلیفہ تھے۔

حضرت خواجہ فضیل ابن عیاض نے حضرت خواجہ ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا خرقہ خلافت عطا فرمایا جن سے سلسلہ عیاضیاں جاری ہوا۔

نمبر۳ ☆: تیسرا سلسلہ ادہمی جو حضرت ابراہیم بن ادھم سے منسوب ہے، حضرت ابراہیم بن ادھم مرید و خلیفہ تھے حضرت

خواجہ فضیل ابن عیاض کے وہ مرید وخلیفہ تھے خواجہ عبدالواحد زید کے وہ مرید وخلیفہ تھے حضرت خواجہ حسن بصری کے وہ مرید وخلیفہ تھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے۔

حضرت خواجہ ابراہیم بن ادھم کو خواجہ فضیل بن عیاض کے علاوہ حضرت خضر علیہم السلام اور حضرت امام باقر علیہم السلام سے بھی خرقہ خلافت حاصل تھا۔

یہ سلسلہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے واسطہ سے حضرت امام حسین علیہ السلام بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ملتا ہے، اور خواجہ فضیل ابن عیاض کے واسطے سے حضرت خواجہ حسن بصری سے ہوتا ہوا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تک پہنچتا ہے۔

نمبر۴ ☆ : چوتھا سلسلہ ہبیریہ ہے جو حضرت خواجہ ابو ہبیرہ امین الدین بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے منسوب ہے۔ حضرت خواجہ امین الدین ابوہبیرہ البصری مرید وخلیفہ ہیں۔ حضرت خواجہ شاہ حذیفہ مرعشی کے وہ مرید وخلیفہ ہیں۔ حضرت خواجہ ابراھیم ادھم کے وہ مرید وخلیفہ خواجہ فضیل ابن عیاض کے وہ مرید وخلیفہ خواجہ عبدالواحد بن زید کے وہ مرید وخلیفہ حضرت خواجہ حسن بصری کے وہ مرید خلیفہ امام الاولیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم وعلیہم الرحمۃ والرضوان والغفر ان کے۔

ان کے مرید وخلیفہ حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری رحمۃ اللہ علیہ ہوئے جن سے ہبیریہ سلسلہ جاری ہوا۔

نمبر۵ ☆ : پانچواں سلسلہ چشتیہ جو حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری سے جا کر ملتا ہے، حضرت خواجہ علو ممشاد دینوری خواجہ ابوہبیرہ امین الدین البصری کے مرید وخلیفہ تھے وہ مرید وخلیفہ تھے حضرت حذیفہ مرعشی کے وہ مرید وخلیفہ تھے حضرت خواجہ ابراھیم ادھم کے۔

حضرت ابراھیم ادھم کو جو نعمت باطنی اپنے مرشد خواجہ فضیل ابن عیاض علیہم الرحمۃ اور حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت امام محمد باقر علیہ الرحمتہ سے عطا ہوئی تھی۔ انہوں نے اپنی آخری عمر میں خواجہ حذیفہ مرعشی کو انہوں نے خواجہ امین الدین ہبیرہ بصری کو انہوں نے آپ کو عطا فرمادی تھی۔

آپ نے وہ امانت اپنے مرید وخلیفہ حضرت شیخ ابواسحاق شامی کو عطا فرمائی، جن سے سلسلہ چشتیہ جاری ہوا، سلسلہ عالیہ چشتیہ کی تفصیل۔ سلسلہ چشتیہ کے باب میں ہے مطالعہ کے لئے دیکھئے تعارف سلسلہ چشتیہ کا باب۔

نمبر۶ ☆ : چھٹا سلسلہ عجمی کا ہے جو حضرت خواجہ حبیب عجمی سے جا کر ملتا ہے، حضرت خواجہ حبیب عجمی مرید وخلیفہ ہیں حضرت خواجہ حسن بصری کے وہ مرید وخلیفہ حضرت مولا علی مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے۔

عجمی سلسلہ کے لوگ اکثر پہاڑوں میں رہتے بدن پر کپڑا بھی اس قدر پہنتے تھے کہ جسم ڈھکا رہے، اکثر روزے سے ہوتے، سات دن کے بعد ایک یا تین کھجوروں سے روزہ افطار کرتے تھے، جنگل میں رہنے کی وجہ سے جنگلی جانور اور پرندے ان لوگوں سے الفت کرتے تھے۔

نمبر۷ ☆ : ساتواں سلسلہ طیفوری ہے، جو حضرت سلطان العارفین خواجہ بایزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے منسوب ہے، حضرت بایزید بسطامی نے ایک سو سولہ 116 بزرگوں سے فیض پایا، حضرت امام جعفر علیہ اسلام سے باطنی استفادہ بھی حاصل تھا، جبکہ ظاہری خرقہ خلافت اور بیعت کا شرف حضرت خواجہ حبیب عجمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تھا۔

آپ سے حضرت شاہ بدیع الدین قطب مدار، حضرت شیخ مسعود، شیخ محمود، شیخ ابراھیم اور شیخ احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے خرقہ خلافت حاصل کیا جن سے سلسلہ طیفوریہ جاری ہوا۔

نمبر ۸ ☆ : آٹھواں سلسلہ کرخی ہے جو حضرت خواجہ معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب ہے۔ حضرت خواجہ معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امام علی موسیٰ رضا علیہ السلام کے غلام اور انہی کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے، انہی سے بیعت اختیار کی اور انہی سے خرقہ خلافت حاصل کر کے سرفراز و ممتاز ہوئے۔

حضرت معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مرید خاص حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خرقہ خلافت عطا فرمایا انہی سے سلسلہ عالیہ کرخی جاری ہوا۔ جو حضرت معروف کرخی سے ہوتا ہوا حضرت امام علی موسیٰ رضا علیہ السلام اور ان کے ذریعے سے ہوتا ہوا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تک پہنچتا ہے۔

نمبر ۹ ☆ : نانواں سلسلہ سقطی ہے جو حضرت خواجہ سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب ہے، حضرت سری سقطی خواجہ معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید و خلیفہ تھے، اور وہ مرید و خلیفہ تھے حضرت امام علی موسیٰ رضا علیہ السلام کے، حضرت خواجہ سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید و خلیفہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، جن سے سلسلہ سقطی جاری ہوا۔

نمبر ۱۰ ☆ : دسواں سلسلہ جنیدیہ ہے، جو حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے منسوب ہے، حضرت جنید بغدادی مرید و خلیفہ حضرت سری سقطی کے وہ مرید و خلیفہ حضرت، حضرت معروف کرخی کے وہ مرید و خلیفہ حضرت امام علی موسیٰ رضا علیہ السلام کے پھر ان سے ہوتا ہوا یہ سلسلہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تک پہنچتا ہے۔

حضرت جنید بغدادی کے مرید و خلیفہ حضرت خواجہ رویم ان کے مرید و خلیفہ حضرت خواجہ عبداللہ خفیف ان کے مرید و خلیفہ حضرت خواجہ ابو اسحاق گازرونی علیہم الرحمتہ والرضوان والغفران ہوئے جن سے سلسلہ جنیدیہ مشہور ہوا۔

نمبر ۱۱ ☆ : گیارھواں سلسلہ گازرونی ہے، جو حضرت خواجہ ابو اسحاق گازرونی رحمتہ اللہ علیہ سے منسوب ہے، حضرت خواجہ اسحاق گازرونی مرید و خلیفہ ہیں حضرت خواجہ عبداللہ خفیف کے وہ مرید و خلیفہ حضرت خواجہ رویم کے وہ مرید و خلیفہ حضرت جنید بغدادی کے وہ مرید و خلیفہ خواجہ سری سقطی کے وہ مرید و خلیفہ خواجہ معروف کرخی کے وہ مرید و خلیفہ حضرت امام علی موسیٰ رضا علیہ السلام وعلیہم الرحمتہ و الغفران کے تھے۔

حضرت ابو اسحاق گازرونی رحمتہ اللہ علیہ جب مرشد کامل خواجہ عبداللہ خفیف علیہ الرحمتہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے تو انہوں نے فرمایا اے اسحاق میں نے تجھے دنیا بھی دی اور دین بھی عطا کیا، تو علم اور طبل اور جھنڈا جو علم کا نشان ہے اور طبلیل یعنی نقارہ جو نشان شاہی ہے۔ دونوں کو بلند کر۔

اس سلسلہ کے مریدوں سے سلسلہ گازرونی جاری ہوا۔

نمبر ۱۲ ☆ : بارھواں سلسلہ طوسی ہے جو حضرت شیخ علاؤالدین طوسی کے نام سے منسوب ہے حضرت شیخ علاؤالدین طوسی اور شیخ

نجم الدین کبریٰ دونوں کے درمیان اخوت و یگانت تھی، حضرت خواجہ علاؤ الدین طوسی مرید و خلیفہ تھے، حضرت شیخ وجہ الدین ابوحفص کے اور وہ چار واسطوں سے حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے۔

نمبر ۱۳ ☆ : تیرھواں سلسلہ سہروردی ہے جو حضرت شیخ ضیاء الدین ابونجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ سے جا کر ملتا ہے، حضرت شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردی مرید و خلیفہ تھے حضرت شیخ وجہ الدین ابوحفص کے وہ چار واسطوں سے حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی علیہم الرحمۃ والرضوان والغفر ان کے مرید و خلیفہ تھے۔

حضرت شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت شیخ احمد العرلا سے بھی خلافت حاصل تھی۔

حضرت شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردرحمۃ اللہ علیہ جن کے دم قدم سے سلسلہ سہروردیہ نے عروج پایا۔

نمبر ۱۴ ☆ : چودھواں سلسلہ فردوسی ہے، جو حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے منسوب ہے، حضرت نجم الدین کبریٰ اکابر فردوس سے تھے اور سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں حضرت شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ کا سلسلہ بیعت سات واسطوں سے سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے جا کر ملتا ہے، اور سلسلہ عالیہ فردوسیہ، سہروردیہ، طوسیہ، اور گازرونیہ، یہ چاروں سلاسل حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ سے ہوتے ہوئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تک پہنچتے ہیں۔

یہ چاروں سلاسل حضرت جنید بغدادی کے ذریعے حضرت سری سقطی سلسلہ سے اور ان کے ذریعے حضرت معروف کرخی کے سلسلہ سے پیوست ہوتے ہیں، اور یہ سات سلسلے حضرت امام باقر علیہ السلام سے ہوتے ہوئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تک پہنچتے ہیں۔

حضرت شیخ محمد بن مانکیل سے انہیں حضرت محمد بن داؤد سے انہیں ابوالعباس بن ادریس سے انہیں حضرت ابوالقاسم بن رمغان سے انہیں حضرت یعقوب السوسی سے انہیں حضرت ابوعبداللہ عثمان المکی سے انہیں ابویعقوب نہر جوری سے انہیں حضرت یعقوب انہیں حضرت کمیل بن زیاد علیہم الرحمۃ سے خرقۂ خلافت حاصل تھا جو کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے محرم راز اور خلیفہ تھے۔

قارئین کرام! یہاں تک چار پیر اور چودہ سلاسل کا ذکر ختم ہوا، دوسرے چالیس فروعی سلاسل ان چودہ سلسلوں سے جاری ہوئے، ان تمام کا ذکر بطوالت خاطر ترک کر کے ان میں سے صرف بارہ سلاسل طریقت کا ذکر کیا جائے گا، جو مروّجہ اور سب سے زیادہ مشہور ہیں۔

الغرض یہ چالیس سلاسل ان چودہ سے اور یہ چودہ چار پیروں سے اور یہ چار پیر منبع ولایت مولا مشکل کشا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے اور وہ ذات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جا کر ملتے ہیں۔

دوسرے دور کے بارہ سلاسل طریقت کا تعارف ☆ : ان میں پہلا سلسلہ عالیہ قادریہ ہے جو حضور پیران پیر دستگیر محبوب سبحانی قطب ربانی السید ناالشیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام نامی اسم گرامی سے منسوب ہے۔

حضرت پیران دستگیر سیّد عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرید و خلیفہ ہیں حضرت شیخ ابوسعید مخزومی کے وہ مرید و

خلیفہ ہیں حضرت شیخ ابوالحسن علی القرشی کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت شیخ ابوالفرح طرطوسی کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت شیخ ابوالفضل عبدالواحد یمنی کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت شیخ ابوبکر شبلی کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی کے وہ مرید خلیفہ ہیں حضرت شیخ سری سقطی کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت شیخ خواجہ معروف کرخی علیہم الرحمۃ کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت امام علی موسیٰ رضا علیہ السلام کے یہ سلسلہ حضرت امام علی موسیٰ رضا علیہ السلام کے ذریعے چلتا ہوا منبع ولایت مولا نا مشکل کشا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی معرفت سے امام الانبیاء سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتا ہے۔

حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے منسوب سلسلہ عالیہ قادریہ کی تفصیل تعارف سلسلہ عالیہ قادریہ کے باب میں درج ہے جس سے حضور غوث اعظم سرکار رحمتہ اللہ علیہ کے مقام ومرتبہ اور ان کے سلسلہ کی تعلیمات اور افادیت کا پتہ چلتا ہے۔

دوسرا سلسلہ لسیویہ ☆ : اس سلسلہ کے بانی حضرت خواجہ احمد لسیوئی ہیں، جو ترکستان کے معروف شیخ طریقت ہیں، حضرت خواجہ احمد لسیوئی مرید وخلیفہ ہیں حضرت شیخ خواجہ ابو یوسف ہمدانی کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت خواجہ علی الفارمدی کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت خواجہ ابوالقاسم گرگانی کے وہ مرید وخلیفہ ہیں ابوعثمان مغربی کے وہ مرید وخلیفہ ہیں خواجہ ابوعلی کاتب کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت ابوعلی رودباری کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی کے رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضرت شیخ احمد لسیوئی حضرت پیر خورد کے اشارے سے ملک ترکستان میں جا کر مسند ارشاد پر متمکن ہوئے وہاں آپ کے فیض سے ایک جہان فیض یاب اور مالا مال ہوا، حضرت شیخ احمد لسیوئی کا سلسلہ نسب حضرت محمد حنیف بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ملتا ہے، آج بھی ترکستان میں آپ کا سلسلہ جاری وساری ہے۔

تیسرا سلسلہ نقشبندیہ ☆ : سلسلہ عالیہ نقشبندیہ حضرت خواجہ سید بہاؤالدین نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ کے نام نامی اسم گرامی سے منسوب ہے، حضرت خواجہ شیخ بہاؤالدین شاہ نقشبند مرید وخلیفہ ہیں حضرت خواجہ امیر سید علی کلال کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت خواجہ بابا محمد سماسی کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت خواجہ علی رامتینی کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت خواجہ ابوالخیر فغنوی کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت خواجہ عارف ریوگیری کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت خواجہ علی الفارمدی کے وہ مرید وخلیفہ ہیں خواجہ ابوالقاسم الگرگانی وہ تین واسطوں سے مرید وخلیفہ ہیں حضرت خواجہ جنید بغدادی کے رضوان اللہ علیہ تعالیٰ علیہم اجمعین، الیٰ آخر مولائے کائنات مشکل شیر خدا اور ان کے ذریعے سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک۔

کنات رشحات میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ ابوالقاسم گرگانی کا باطنی سلسلہ روحانی طور پر حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک بھی پہنچتا ہے، پس سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کو دو مراکز اول حضرت امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوم حضرت امیر المومنین مولا مشکل شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہر دو حضرات کے ذریعے فیضان ولایت مل رہا ہے۔

اس سلسلہ کے بارے مکمل تفصیل فقیر نے اس کتاب میں ''تعارف سلسلہ عالیہ نقشبندیہ'' کے باب میں دی ہے، جس کو پڑھنے سے

اس سلسلہ کے بارے مکمل معلومات اوراس کی تعلیمات اور سلسلہ کے بانی حضرت خواجہ بہاؤالدین شاہ نقشبند کے مرتبہ ومقام کا پتہ چلتا ہے، دیکھئے تعارف سلسلہ عالیہ نقشبندیہ۔

چوتھا سلسلہ نوریہ☆: سلسلہ نوریہ حضرت شیخ ابوالحسن نوری رحمتہ اللہ علیہ کے نام نامی سے منسوب ہے آپ کا اسم گرامی احمد بن محمد تھا، رہنے والے بغبو جوہرات اور مروؔ کے درمیان ایک موضع ہے کے مستقل رہائشی ہیں، آپ کی ولادت باسعادت بغداد شریف میں ہوئی اور سلسلہ طریقت میں حضرت خواجہ سری سقطی رحمتہ اللہ علیہ کے مرید وخلیفہ ہیں وہ مرید حضرت خواجہ جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کے تھے الیٰ آخر جا کر مولائے کائنات شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ہوتا ہوا امام الانبیاء شاہ دوسرا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتا ہے، یہ سلسلہ بغداد شریف اور ملک ایران کے مختلف شہروں میں اب بھی جاری ہے۔

پانچواں سلسلہ شطاریہ عشقیہ☆: سلسلہ عالیہ شطاریہ ہندوستان میں حضرت خواجہ عبداللہ شطاری رحمتہ اللہ علیہ کے نام سے منسوب ہوکر جاری ہوا، حضرت خواجہ عبداللہ شطاری حضرت خواجہ شیخ محمد عارف کے مرید وخلیفہ ہیں اور وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت خواجہ شیخ محمد العشقی کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت شیخ خدا قلی ماوراالنہری کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت شیخ ابوالحسن عشقی خرقانی کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت شیخ ابی المظفر مولانا ترک طوسیٰ کے وہ مرید وخلیفہ ہیں شیخ بازید العشقی کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت شیخ محمد مغربی کے وہ مرید و خلیفہ ہیں حضرت سلطان العارفین خواجہ بایزید بسطامی علیہم الرحمۃ کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت امام محمد جعفر صادق بن حضرت امام محمد باقر علیہم السلام کے وہ حضرت امام زین العابدین کے وہ حضرت امام عالی مقام سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کے وہ مرید وخلیفہ مولا مشکل کشا خدا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے۔

اس سلسلہ کے بانی حضرت خواجہ عبداللہ شطاری رحمتہ اللہ علیہ اپنے شیخ کے حکم سے ہندوستان میں آئے اور ہر شہر میں جا کر نقارہ بجا کر اعلان کرتے کہ اگر کوئی اللہ کا طالب ہے تو آئے میں اس کو اللہ سے ملا دوں ہندوستان کے علاقہ جونپور کے بہت سے لوگ ان سے فیض پا کر درجہ ولایت کو پہنچے، جس کی وجہ سے ان کا سلسلہ تا حال ہندوستان میں جاری ہے۔ صاحب مراۃ الاسرار حضرت شیخ عبدالرحمٰن چشتی رقم طراز ہیں کہ یہ سلسلہ طیفوریہ سے نکلا ہے، اور حضرت شیخ عبداللہ پہلے واحد شخص ہیں جو شطاری کہلائے، اس کی وجہ تسمیہ یہ تھی کہ صوفیائے کرام کی اصطلاح میں علم شطار سے مراد شغل باطنی ہے جس سے صوفی فنافی اللہ اور بقاباللہ کے منصب کو پاتا ہے۔

جب حضرت شیخ عبداللہ اس مرتبہ ومقام پر فائز ہوئے تو آپ کے شیخ کامل حضرت شیخ محمد عارف نے آپ کو شطار کا لقب عطا فرمایا، جس سے آپ عبداللہ شطاری کے نام سے مشہور ہوئے، حضرت خواجہ شیخ محمد غوث گوالیاری رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت شاہ عنایت لاہوری قادری، اور حضرت بابا بلھے شاہ قادری قصوری علیہم الرحمۃ کا سلسلہ طریقت اسی سلسلہ سے جا کر ملتا ہے اور وہ قادری شطاری سلسلہ سے اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں۔

ساتواں سلسلہ حسینیہ بخاریہ☆: سلسلہ حسینیہ بخاریہ کے روح رواں اور سالار قافلہ حضرت سیّد مخدوم جہانیاں جہاں گشت بخاری رحمتہ اللہ علیہ ہیں۔

حضرت مخدوم سیّد جہانیاں جہاں گشت رحمتہ اللہ علیہ برصغیر میں سادات بخاری کا مرکز ومنبع ہیں، ان کا شجرہ نسب اپنے جدامجد حضرت مخدوم سیّد جلال الدین سرخ بخاری سے ہوتا ہوا چند واسطوں سے امیرالمومنین مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ہوتا ہوا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جا کر ملتا ہے۔

حضرت مخدوم سیّد جہانیاں جہاں گشت بخاری رحمتہ اللہ علیہ سلسلہ طریقت سہروردیہ میں حضرت شاہ رکن الدین عالم سہروردی جو اپنے والد حضرت مخدوم صدرالدین کے وہ اپنے والدِ حضرت غوث العالم شیخ بہاؤالدین ذکریا ملتانی کے وہ حضرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی کے مرید وخلیفہ ہیں، ان کا سلسلہ اپنے مرشدوں سے ہوتا ہوا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے جا کر ملتا ہے۔

اس کے علاوہ حضرت مخدوم سیّد جہانیاں جہاں گشت بخاری رحمتہ اللہ علیہ کو حضرت مخدوم سیّد نصیرالدین چراغ دہلی سے بھی چشتی نظامی سلسلہ میں اجازت وخلافت ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ کے خانوادے میں دوسلسلوں کا فیضان جاری ہے، اول سہروردی دوم چشتی نظامی، تیسرے یہ کہ سب سے بڑی فضیلت آپ کی یہ ہے آپ سادات بخارا کے وہ عظیم فرزند ہیں جن کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا بیٹا فرمایا ہے، جس کی تفصیل آپ کے حالات میں دیکھی جاسکتی ہے۔

آٹھواں سلسلہ زاھدیہ☆ : یہ سلسلہ حضرت شیخ بدرالدین زاہد رحمتہ اللہ علیہ کے نام سے منسوب ہے، حضرت شیخ بدر الدین زاہد مرید وخلیفہ تھے حضرت شیخ خواجہ فخرالدین زاہد کے وہ حضرت خواجہ صدرالدین سمرقندی کے وہ حضرت خواجہ عبدالسلام کے وہ حضرت خواجہ عبدالکریم کے وہ حضرت خواجہ قطب الدین عبدالمجید کے وہ حضرت خواجہ ابواسحاق گازرونی کے وہ حضرت خواجہ حسین بازیار ہروی کے وہ حضرت خواجہ ابومحمد رویم کے وہ حضرت خواجہ جنید بغدادی علیہم الرحمۃ کے مرید وخلیفہ تھے، آگے حضرت جنید بغدادی سے یہ سلسلہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تک پہنچتا ہے، دراصل یہ سلسلہ گازرونی کی ایک شاخ ہے۔

سلسلہ عالیہ زاہدیہ ہندوستان کے پہاڑی علاقوں میں خوب پھلا پھولا اس کے علاوہ جونپور شہر اور دیگر مقامات پر بھی اس کے شیوخ نے خدمات انجام دیں۔

نانواں سلسلہ انصاریہ☆ : یہ سلسلہ حضرت شیخ السلام خواجہ عبداللہ انصاری المعروف پیر ہرات کے نام سے منسوب ہے، حضرت خواجہ عبداللہ انصاری المعروف پیر ہرات مرید وخلیفہ ہیں۔

حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی کے جن کی باطنی تربیت حضرت خواجہ بایزید بسطامی نے روحانی طور پر فرمائی اور ظاہری بیعت وخلافت حضرت ابوالحسن خرقانی کی حضرت شیخ ابوالعباس قصاب سے ان کی حضرت شیخ ابومحمد بن عبداللہ کبریٰ سے ان کو شیخ ابومحمد جریری سے ان کو حضرت سیدالطائفہ جنید بغدادی علیہم الرحمۃ سے بیعت وخلافت کا شرف حاصل تھا، پھر یہ سلسلہ ان کے ذریعے مولا مشکل علی کرم اللہ وجہہ الکریم تک پہنچتا ہے، یہ سلسلہ ایران کے علاقہ ہرات، خراسان کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی جاری وساری ہے۔

دسواں سلسلہ صفویہ☆ : یہ سلسلہ حضرت شیخ صفی الدین اسحاق بیلی رحمتہ اللہ علیہ سے منسوب ہے، حضرت شیخ صفی الدین اسحاق اربیلی مرید وخلیفہ ہیں حضرت شیخ زاہد ابراہیم گیلانی کے وہ حضرت سیّد جلال الدین تبریزی کے وہ حضرت شیخ شہاب الدین ابہری

کے وہ حضرت شیخ رکن الدین سنجاسی کے وہ شیخ قطب الدین ابہری کے وہ حضرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی علیہم الرحمتہ کے مرید وخلیفہ ہیں اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ کا سلسلہ اپنے شیوخ سے ہوتا ہوا حضرت جنید بغدادی کے ذریعے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تک پہنچتا ہے، یہ سلسلہ عراق اور خراسان میں بہت پھیلا ہوا ہے۔

گیارھواں سلسلہ عیدروسیہ ☆ : یہ سلسلہ حضرت میر سید عبداللہ المکی العیدروس رحمتہ اللہ علیہ سے منسوب ہے، آپ حضرت شیخ ابوبکر کے مرید وخلیفہ تھے وہ حضرت شیخ عبدالرحمٰن کے وہ شیخ مولیٰ کے وہ شیخ علی کے وہ شیخ علوی کے وہ شیخ محمد بن علی المقدوم کے وہ شیخ ابومحمد مدین مغربی کے جو چند واسطوں سے حضرت جنید بغدادی کے مرید وخلیفہ تھے رحمتہ اللہ علیہم اجمعین ۔ حضرت میر سیّد عبداللہ المکی العیدروس رحمتہ اللہ علیہ سلسلہ عالیہ سہروردیہ سے بھی بیعت وخلافت یافتہ تھے اور سلسلہ سہروردیہ میں آپ کی نسبت حضرت امام محمد جعفر صادق علیہ السلام پر منتہی ہوتی ہے۔

بارھواں سلسلہ قلندریہ ☆ : سلسلہ عالیہ قلندریہ، قبل ازیں دیئے گئے چند سلاسل کے بزرگوں پر مشتمل اور متعلق ہے، اس سے متعلق لوگ اپنے آپ کو مشرب قلندرانہ سے منسوب کرتے ہیں۔

چنانچہ حضرت شیخ محمد قلندر رحمتہ اللہ علیہ اور ان کے مریدین یہ عظیم القدر مشرب قلندرانہ رکھتے تھے، یہ شعر بھی انہی کا ہے۔

ماز دریائم و دریا ھم زماست
ایں سخن داند کسے کہ آشنا است

ترجمہ ☆: میں دریا سے ہوں اور دریا خود مجھ سے ہے یہ بات وہی جانتا ہے کہ جو آشنا ہے۔

سلسلہ عالیہ قلندریہ کی تفصیل اور اس کے پیروکاروں کا مرتبہ و مقام اس کتاب میں "تعارف سلسلہ عالیہ قلندریہ" کیاب میں تفصیل سے موجود ہے، جس سے اس سلسلہ کے بارے مکمل وضاحت ہوتی ہے۔

اللہ اگر توفیق نہ دے تو انسان کے بس کا کام نہیں
فیضانِ محبت عام تو ہے عرفان محبت عام نہیں

فقیر راقم الحروف نے اس کتاب کا نام "انسائیکلوپیڈیا اولیائے کرام" رکھا ہے اور اس میں برصغیر میں جاری بارہ سلاسل طریقت جن میں سلسلہ عالیہ قادریہ، سہروردیہ نقشبندیہ، چشتیہ، چشتیہ نظامیہ، چشتیہ صابریہ، چشتیہ قادریہ، قادریہ نوشاہیہ، وارثیہ، اویسیہ، قلندریہ، تاجیہ کے 1200 بزرگوں کا تذکرہ درج کیا ہے۔ ہر سلسلہ کے بزرگوں کے تذکرے سے قبل اس سلسلہ پر ایک تعارف بھی لکھا ہے جو "تعارف سلسلہ عالیہ" کے نام سے بالترتیب کتاب ہذا میں درج ہے۔

یہ بات اچھی طرح ذہن نشین رہے کتاب میں درج بارہ سلاسل طریقت کا تعلق سابقہ تفصیل میں دیئے گئے چودہ اور بارہ سلاسل سے ہی ہے اور یہ اولیائے سابقین کا ہی فیض عام ہے۔

اس کتاب کی چھ جلدیں ہیں، غالباً اتنی ضخیم جلدوں پر مشتمل یہ بارہ سلاسل طریقت کا 1200 بزرگان دین کی سوانح حیات کا حسین

مرقع برصغیر بالخصوص پاکستان میں پہلی مرتبہ چھپ کر منظر عام پر آ رہا ہے۔

فقیر نے اس کتاب کو ترتیب دینے کے لئے نہایت ہی آسان اور سلیس زبان کی اردو کا استعمال کیا ہے تاکہ پڑھنے والے کو آسانی ہو سکے اور وہ لفظوں اور جملوں میں گم ہو کے نہ رہ جائے۔

تجربہ سے یہ بات ثابت ہے کہ نئی نسل کے نوجوان اُردو کو خیر باد کہہ چکے ہیں، اکثریت ایسی ہے جو بی ایس سی، ایف ایس سی اور نہ جانے کون کون سی ڈگریوں کے حامل ہیں مگر اپنی قومی زبان کو خیر باد کہہ چکے ہیں اُردو کی تحریر لکھنا تو درکنار اُردو کی عبارت بھی بہ آسانی نہیں پڑھ سکتے۔

یہی وجہ ہے کہ فقیر نے بجائے علمیت جھاڑنے اور لفاظی دکھانے کے بجائے کتاب کی تحریر کو آسان اُردو میں رکھا ہے تاکہ ہماری آنے والی نسلیں ڈائجسٹ اور ناول اور دیگر مخرب الاخلاق کتابوں کو چھوڑ بزرگان دین کے حالات زندگی اور ان کے ذکر کو پڑھ کر نہ صرف اپنی سوچ وفکر کو بدلیں بلکہ وہ اپنے اجداد کے مسلک پر قائم رہتے ہوئے بزرگان دین سے محبت اور ان کی اتباع کر کے عِنْدَالذِّکْرِ الصَّالِحِیْن تَنَزَّلُ الرَّحْمَته (صالحین کے ذکر سے رحمت نازل ہوتی ہے) کے مصداق خدا کی رحمت و بخشش و مغفرت کے حقدار کہلائیں۔

اس کتاب میں عرب وعجم، ایران وعراق، آزاد کشمیر اور جموں کشمیر، افغانستان، ترکستان، ترکمانستان، ہندوستان بالخصوص پاکستان بھر کے بڑے بڑے جلیل القدر اولیائے کاملین کا تذکرہ درج ہے۔ پاکستان کے چاروں صوبوں بالخصوص سرحد و بلوچستان اور سندھ کے معروف اضلاع اور پنجاب کے تمام اضلاع کے ہر چھوٹے بڑے دربار کا تذکرہ موجود ہے، مگر اس کے باوجود فقیر کو اس کا اعتراف ہے کہ اب بھی ہزاروں کی تعداد میں خاصان خدا کا تذکرہ نہ ہو سکا، اس کو میں اپنی کم ہمتی سے تعبیر کروں گا، اس لئے کہ خدا نے ہر ہر خطے میں اپنے اپنے وقت میں لاتعداد اولیائے کاملین کو اپنی مخلوق کی رشد و ہدایت کے لئے بھیجا اور انہوں نے آ کر اس ڈیوٹی کو کما حقہ ادا کر کے عہدہ برآں ہونے کی سعادت حاصل کی۔ اگر زندگی نے وفا کی تو انشاء اللہ بقیہ بزرگوں کے جس قدر بھی تذکرے دستیاب ہو سکے ان کو مزید جلدوں میں پیش کر دیا جائے گا۔

اس کتاب کو ترتیب دینے کے لئے بڑی احتیاط سے کام لیا گیا ہے مگر باوجود اس کے مجھے اعتراف ہے کہ بشری تقاضوں کے مطابق ضرور کوئی غلطی ہو گئی یا رہ گئی ہو گی، قارئین سے گزارش ہے کہ مجھے اس غلطی سے بذریعہ خط یا بذریعہ ٹیلی فون براہ راست مطلع فرما دیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی درستگی کی جا سکے۔

آخر میں اپنے کرم فرما بزرگ وشیخ تربیت حضرت پیر سیّد شبیر حسین گیلانی آستانہ عالیہ غازی آباد شریف ڈھوک سیداں راولپنڈی، اور اپنے شیخ صحبت محسن ومربی وارث علوم حضرت خواجہ چوراہی عالمی مبلغ اسلام حضرت علامہ الحاج الحافظ پیر سیّد محمد شبیر علی شاہ گیلانی نقشبندی مجددی سجادہ نشین دربار گوہر بار چورہ شریف، برادر اکبر و اُستاد محترم جناب حافظ نور احمد قادری، پیر طریقت حضرت خواجہ شاہ محمد سبطین شاہ جہانی چشتی صابری اسلام آباد (صدارتی ایوارڈ یافتہ)، جانشین حضرت قمر المشائخ جناب صاحبزادہ حافظ بدر الدین چشتی صابری صاحب

سجادہ نشین صابری دربار موہڑہ چھپر غوث اعظم روڈ راولپنڈی، پیر طریقت حضرت صاحبزادہ سعید احمد صابری صاحب سجادہ نشین دربار حضرت منظور المشائخ اوکاڑہ اور پیکر اخلاص ومحبت جناب صاحبزادہ جمیل اختر صابری سجادہ نشین دربار چشتیہ صابری کالیکی منڈی ضلع حافظ آباد، جانشین حضرت فرید العصر حضرت صاحبزادہ پیر قاضی محمد قمر الدین صاحب سجادہ نشین بڑی شریف راولپنڈی کے علاوہ میرے دیرینہ کرم فرمادوست اور سفر وحضر کے ساتھی محبوب المشائخ شہزادہ اہل سنت صاحبزادہ عمران الٰہی چشتی صابری اور محبوب حضرت قمر المشائخ جناب شیخ فواد رشید صابری، مخدوم اہل سنت پیر طریقت محمد خورشید خان لودھی چشتی صابری، خلیفہ مجاز دربار حضرت شاہ عبدالشکور صابری حال مقیم لودھی ہاؤس مصریال روڈ راولپنڈی، ادیب اہل سنت جناب پروفیسر راشد حمید کلیامی پرنسل قاسم ہال سکول سسٹم راولپنڈی، عزیزم برخوردار محمد عمر اقبال قادری (سی گرافکس: سرکلر روڈ، راولپنڈی) جن کا تعاون ہمیشہ ہر حال میں حاصل رہا اور عالی مرتبت جناب حضرت صاحبزادہ میاں غلام فرید وارثی صاحب حال مقیم لاہور، حضرت علامہ قاری غلام محمد چشتی، علامہ محمد ثناء اللہ قادری اور مجاہد اہل سنت علامہ صوفی محمد حامد نواز نقشبندی خلیفہ مجاز مرکزی دربار عالیہ موہڑہ شریف ان تمامی احباب گرامی کا مشکور وممنون ہوں اور بالخصوص جناب حاجی محمد سعید ظفر صاحب ساکن ڈھاب کلاں چکوال اور ان کے صاحبزادے جناب ہمایوں ظفر صاحب کا خصوصی طور پر مشکور ہوں کہ جنہوں نے اس کتاب کی تیاری میں ہر ممکن تعاون فرمایا، مجھے مواد فراہم کیا، پروف ریڈنگ میں بڑھ چڑھ حصہ لیا اور میری غلطیوں کی نشاندہی کی اور ہر ممکن اپنے تعاون سے نوازتے رہے، الغرض جس شخص نے جس جس انداز سے اس میں تعاون کیا میں سب کا مشکور اور ان کے لیے دعا گو ہوں کہ مالک کریم اپنے ان پاکیزہ نفوس قدسیہ کا تصدق ان کی دینی ودنیاوی زندگی کو بہتر اور کامیاب بنائے، اور دین ودنیا میں اللہ تعالیٰ میرے ان تمام معاونین کو کسی کا محتاج نہ کریں۔ آمین ثمہ آمین......!

بِجَاهِ سَيِّدُ الْمُرْسَلِيْن صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمْ وَ بِحَقِّ اَوْلِيَاءِ اُمَّتِهِ الْكَامِلِيْنَ اَجْمَعِيْن . بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْن ۔

والسلام طالب دعا، دلدادۂ چراغ چشت

صاحبزادہ مقصود احمد صابری

بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ فیض القرآن رجسٹرڈ و جامع مسجد اکبری صابری

آستانہ عالیہ گلستان غریب نواز، موہڑہ چھپر، غوث اعظم روڈ (سابقہ چکری روڈ) راولپنڈی

0333-5594225 - 0321-5103103 - 0300-9500314 - 0313-0510560

اتباع رسول ﷺ ہی ذریعہ نجات ہے

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَہ

انسانیت کی تکمیل سیرت انبیاء کرام علیہم السلام کی محتاج ہے اور عالمگیر ودائمی نمونہ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت طیبہ ہے۔

تمام آسمانی صحیفے، تمام مذہبی کتابیں، تمام اخلاقی قصے، یونانی الیڈ رومی پیرلل لاوز (Parallel Lives) ایرانی شاہنامہ، ہندی مہابھارت، رامائن اور گیتا۔ ہر قوم کے سامنے اس قوم کے بڑے بڑے اشخاص اور اکابر رجال کی زندگیوں سے علم وجہل، ظلم وعدل، خیر وشر اور ایمان وکفر کی عبرتناک مثالیں ہیں۔

تورات، انجیل، زبور اور قرآن پاک کے بیشتر مضامین ظالم شریر اور کافر قوموں کی تباہی، نیک اور مومن قوموں کی سعادت کی مثالیں ہیں۔ سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قبل ہر زمانہ، ہر ملک میں خدا کے پیغمبر آئے تاکہ وہ اپنی اپنی قوموں کے سامنے اپنی زندگی کا نمونہ کے طور پر پیش فرمائیں۔ آخر میں رحمت عالم کو مبعوث فرمایا تاکہ اپنی زندگی کا نمونہ ہمیشہ کے لئے چھوڑ جائیں۔ قرآن مجید نے بزبان نبوی اعلان فرمایا:

''تو (اے قریشو) میں اس (دعویٰ نبوت) سے قبل تمہارے درمیان ایک عمر رہا ہوں کیا تم نہیں سمجھتے'' (سورۃ یونس)

اس آیت مبارکہ میں وحی الٰہی نے خود سید عالم کی سوانح عمری اور سیرت کاملہ کو پیش کیا۔

تاریخ گواہ ہے کہ صفحہ ہستی پر لاکھوں اشخاص ایسے ہیں جنہوں نے اپنی زندگیاں نمونہ کے لئے چھوڑیں۔ بہت سے شاہان عالم کے باشان وشکوہ دربار، سپہ سالاروں کے جنگی پرے، حکماء وفلاسفروں کا گروہ، فاتحین عالم کی پُر جلال صفیں، شعراء کی بزم رنگین، دولت مندوں اور خزانوں کے مالکوں کی نرم گدیاں اور کھنکھناتی تجوریاں آدم علیہ السلام کے بیٹوں کو اپنی طرف کھینچ رہی ہیں۔ کارتھیج کا ہنیبال مقدونیہ کا سکندر، روم کا سیزر، ایران کا دارا، یورپ کا نپولین۔ ہر ایک کی زندگی پُرکشش ہے۔ سقراط، افلاطون، ارسطو، دیوجانیس اور دوسرے یونانی فلسفیوں سے لے کر اسپنسر تک تمام حکماء اور فلاسفروں کی زندگیوں میں خاص رنگ نمایاں ہے۔ نمرود، فرعون، ابولہب و ابوجہل کی علیحدہ شخصیتیں ہیں۔ قارون وشداد کی زندگی علیحدہ ہے۔ یہ سب نمونہ بنی آدم کے سامنے ہیں، لیکن یہ تو بتاؤ کس کی زندگی بنی نوع

انسان کی سعادت وفلاح اور ہدایت کی ضامن، کفیل اور قابلِ تقلید بنی۔

بڑے بڑے فاتح وسپہ سالاروں نے تلوار کی نوک سے دُنیا کے طبقے الٹ دیئے، لیکن کیا انسانیت کی فلاح وہدایت کے لئے کوئی نمونہ پیش کیا۔ ان کی تلوار کی کاٹ میدانِ جنگ سے آگے بڑھ کر انسانی اوہام وخیالات فاسدہ کی بیڑیوں کو نہ کاٹ سکیں۔ باہمی برادرانہ تعلقات کی گتھی نہ سلجھا سکی۔ انسانی معاشرت کا کوئی خاص نقشہ پیش نہ کر سکی۔ روحانی مایوسیوں اور نا اُمیدیوں کا علاج نہ بتا سکی۔ دلوں کی ناپاکی اور زنگ کو نہ مٹا سکی۔ اخلاق اعمال کا کوئی نقشہ نہ بنا سکی۔

بڑے بڑے شاعر پیدا ہوئے۔ خیالی دنیا کے یہ شہنشاہ عملی دنیا میں بالکل بیکار ثابت ہوئے۔ اسی لیے افلاطون کے نظام حکومت میں شعرا کے لئے کوئی جگہ نہ تھی۔ ہومر سے لے کر آج تک نوری جوش وہنگامہ کی پیدائش اور خیالی لذت والم کی افزائش کے سوانسلِ انسانی کو اپنی زندگی کی مشکلات دور کرنے کے لئے کوئی صحیح مشورہ نہ دے سکے۔ اس لئے کہ ان کی شیریں بیانیوں کے پیچھے ان کا اپنا حسنِ عمل کا کوئی خوشنما نمونہ نہ تھا۔

حکماء وفلاسفروں نے بار ہا اپنی عقل رسا سے نظام عالم کے نقشے بدلے۔ عجائبات عالم کی طلسم کشائی کے حیرت انگیز نظریے پیش کئے۔ مگر انسانیت کے نظام ہدایت کا کوئی عملی نمونہ پیش نہ کر سکے۔ ان کی دقیق نکتہ سنجیوں اور بلند خیالیوں کے پیچھے بھی حسنِ عمل کا کوئی نمونہ نہ تھا۔

ارسطو نے فلسفۂ اخلاق کی بنیاد رکھی۔ ہر یونیورسٹی میں اس کے اخلاقیات پر بہترین لیکچر دیئے جاتے ہیں اور اخلاقی مسائل پر اس کی نکتہ آفرینیوں کی داد دی جاتی ہے۔ ہر یونیورسٹی میں اخلاقیات کے بڑے بڑے پروفیسر موجود ہیں مگر سچ بتاؤ ان سب کو پڑھ سن کر کتنے افراد راہِ راست آئے، وہ اس لئے کہ ان کے علم اخلاق کی فلسفیانہ رموز واسرار کا دائرہ اثر ان درسگاہوں کی چہار دیواریوں سے کبھی آگے بڑھ سکا، نہ بڑھ سکتا ہے۔ یہ لوگ جب ان کمروں سے نکل کر باہر میدان میں آتے ہیں، تو ان کی عملی زندگی عام افرادِ انسانی سے ایک انچ بھی بلند نہیں ہوتی۔ اور انسان کانوں سے نہیں آنکھوں سے بنتا ہے۔

دنیا کے سٹیج پر بڑے بڑے بادشاہ اور حکمران رونما ہوئے اور ایسے بھی ہیں کہ چار دانگ عالم پر حکومت کی۔ قوموں کے جان ومال پر قبضہ کیا۔ ایک ملک اجاڑا دوسرا بسایا۔ ایک سے چھینا دوسرے کو دیا۔ مگر اپنا نقشہ خود ان کا وہی رہا ان کی تلواروں کی دھاک نے آبادیوں اور مجمعوں کے مجرموں کو روپوش کر دیا۔ لیکن تنہائیوں اور خلوت خانوں کے روپوش مجرموں کو باز نہ رکھ سکی۔ انہوں نے بازاروں اور راستوں میں امن وامان قائم کیا۔ لیکن دلوں کی بستی میں امن وامان قائم نہ کر سکے۔ ملک کا نظم ونسق درست کیا۔ روحوں کی مملکت کا نظام درست نہ کر سکے۔ ہر قسم کی روحانی بربادی انہی کے درباروں سے نکل کر ہر جگہ پھیلتی رہی۔

بڑے بڑے قانون دان سولن سے لے کر آج تک پیدا ہو رہے ہیں۔ ان کے قانون کی عمر نے بقا نہ پائی۔ دوسرے دور کے حاکموں اور عدالتوں نے اس کو حرف غلط سمجھ کر مٹا دیا۔ اور آج بھی یہی حالت ہے۔ یہ سب کچھ انسانوں کے نہیں بلکہ حکومتوں کے لئے ہوتا رہتا ہے۔

مندرجہ بالا اجمالی جائزہ جونقشہ پیش کرتا ہے۔ یہ کسی خاص نظریہ یا عقیدہ کی بنیاد پرنہیں بلکہ عقلی استدلال اور دنیا کی عملی تاریخ کا نقشہ ہے۔ بنی نوع انسان کی حقیقی بھلائی، اعمال کی نیکی، اخلاق کی بہتری، دلوں کی صفائی، انسانی قویٰ میں اعتدال اور میانہ روی پیدا کرنے کی کوششیں اگر کسی طبقہ نے انجام دی ہیں۔ تو وہ صرف انبیاء کرام علیہم السلام کا مبارک طبقہ ہے۔ جو خدا کے فرستادہ ہوکر اس دنیا میں آئے اور دنیا کو نیک تعلیم اور ہدایت دے کر اپنے بعد بھی لوگوں کے لئے چلنے کا ایک راستہ بتا کر چھوڑ گئے۔ جن کی تعلیم وعمل کے سرچشمہ سے بادشاہ اور رعایا، امیر وغریب، جاہل وعالم سب برابر فیض پاتے ہیں اور پا رہے ہیں۔ قرآن کریم نے اس خاص طبقہ کے پیشتر افراد کے نام بتائے ہیں۔ جن کی پیروی اور تقلید ہماری بیماریوں کا علاج اور اخلاق کمزوریوں کا درماں ہے۔ یہی وہ مقدس گروہ ہے جو خدا کی بسائی تمام آبادیوں میں پھیلا اور مختلف زمانوں میں اپنی تعلیم وہدایت کا چراغ روشن کرتا رہا۔ آج انسان کے سرمایہ میں فلاح، سعادت، اخلاق، نیک اعمال اور بہترین زندگیوں کے فیوض وبرکات ہیں۔ وہ جگہ جگہ اپنے نقش قدم چھوڑ گئے۔ اور دنیا کم وبیش انہی پر چل کر اپنی کوششوں کی کامیابی ڈھونڈ رہی ہے۔

نوح کا جوش تبلیغ، ابراہیم کا ولولہ توحید، اسحاق کی وراثت پدری، اسماعیل کا ایثار، موسیٰ کی سعی وکوشش، ہارون کی رفاقتِ حق یعقوب کی تسلیم، سلیمان کا سرود حکمت، زکریا کی عبادت، یحییٰ کی عفت، عیسیٰ کا زہد، یونس کا اعترافِ لغزش، لوط کی جانفشانی، ایوب کا صبر، یہی وہ حقیقی نقش ونگار ہیں جن سے ہماری روحانی اور اخلاقی دنیا کا ایوان آراستہ ہوتا ہے اور جہاں کہیں ان صفات عالیہ کا وجود ہے وہ انہی بزرگوں کی مثالوں اور نمونوں کا عکس ہے۔

ہیئت دانوں نے ستاروں کی چالیں بتائیں، حکمانے چیزوں کے خواص ظاہر کئے، طبیبوں نے بیماریوں کے نسخے ترتیب دیئے، مہندسوں نے عمارتوں کا فن نکالا، صناعوں نے ہنر اور فنون پیدا کیے۔ ہم ان سب کے شکر گزار ہیں۔ مگر سب سے زیادہ ممنون ہم ان بزرگوں کے ہیں جنہوں نے ہماری اندرونی دنیا کو آباد جنہوں نے ہماری اندرونی حرص وہوس کی چالیں درست کیں۔ ہماری روحانی بیماریوں کے نسخے ترتیب دیئے۔ ہمارے جذبات، ہمارے احساسات اور ہمارے ارادوں کے نقشے درست کئے۔ ہمارے نفوس وقلوب کے عروج وتنزل کا فن ترتیب دیا۔ جس سے دنیا کے صحیح تمدن اور صحیح معاشرت کی تکمیل ہوئی۔ خدا اور بندے کا رشتہ باہم مضبوط ہوا۔ اور یوم الست کا بھولا ہوا وعدہ ہم کو یاد دلایا۔ اگر ہم ان پیغمبرانہ تعلیمات سے ناواقف ہوتے تو کیا یہ دنیا تکمیل کو پہنچ سکتی تھی۔ اس لئے اس مقدس طبقہ جنہیں انبیاء کرام علیہم السلام کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ہم عام انسانوں پر سب سے زیادہ احسانات ہیں۔ ان کی شکر گزاری کا اظہار واجب ہے۔ اسی کا نام اسلام کی زبان میں صلوٰۃ وسلام ہے۔

بہتر سے بہتر فلسفہ، عمدہ سے عمدہ تعلیم، اچھی سے اچھی ہدایت زندگی نہیں پا سکتی۔ اور کامیاب نہیں ہوسکتی اگر اس کے پیچھے کوئی ایسی شخصیت اس کی حامل وعامل ہوکر قائم نہیں۔ جو ہماری توجہ محبت اور عظمت کا مرکز ہو۔ برہموسماج کی ناکامی کے بارے ڈاکٹر ٹائیگور سے جب پوچھا گیا تو اُس نے جواب میں کہا کہ برہموسماج اس لئے ناکام ہوا کہ اس کے پیچھے کوئی شخصی زندگی اور عملی سیرت موجود نہ تھی۔ جو توجہ کا مرکز اور نیکوکاری کا نمونہ بنتی۔

حضور سیدِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مبارک زندگی کا عملی نمونہ

یوں تو ہر نبی نے اپنے اپنے وقت میں اپنی اپنی قوموں کے سامنے اس زمانہ کے مناسب حال اخلاق عالیہ اور صفات کاملہ کے ایک نہ ایک بلند ترین معجزانہ نمونہ پیش کیا۔ کسی نے صبر، کسی نے ایثار، کسی نے قربانی، کسی نے جوش توحید، کسی نے ولولہ حق، کسی نے تسلیم، کسی نے عفت، کسی نے زہد۔ غرض ہر ایک نے دنیا میں انسان کی پُر پیچ زندگی کے راستہ میں ایک ایک مینار قائم کر دیا۔ جس سے صراط مستقیم کا پتہ لگ سکے۔ مگر ضرورت ایک ایسے رہنما اور راہبر کی جو ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک پوری راہ کو اپنی ہدایات اور عملی مثالوں سے روشن کر دے۔ گویا اپنی عملی زندگی کی ایک ایسی گائیڈ بک دے دے جس کو لے کر ہر ایک ایسی تعلیم و ہدایت کے مطابق بے خطر منزل مقصود کا پتہ پائے۔ یہ راہنما ہمارے پیارے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

قرآن نے فرمایا:

''اے غیب کی خبریں دینے والے ہم نے آپ کو حاضر و ناظر، خوشخبری دینے والا، ڈر سنانے والا اور اللہ کی طرف دعوت دینے والا اس کے حکم سے اور روشنی بخشنے والا چراغ بنا کر بھیجا۔'' (سورۃ احزاب)

ویسے تو ہر نبی خدا کی طرف سے شاہد داعی اور مبشر و نذیر بن کر آیا مگر یہ کل صفتیں سب کی زندگی میں عملاً یکساں نمایاں ہو کر ظاہر نہیں ہوئیں۔ لیکن جو شاہد، مبشر، نذیر اور داعی سب کچھ بیک وقت ہیں جن کے مرقع حیات میں یہ سارے نقش و نگار عملاً نمایاں ہیں۔ وہ ذات پاک صرف اور صرف سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہے۔ اسی لئے آپ کو آخری نبی بنا کر مبعوث فرمایا گیا۔ ایسی شریعت لے کر آئے جو کامل ہے۔ ایسی تعلیم جو دائمی ہے آپ کی ذات پاک مجموعہ کمال اور دولت لازوال ہے۔

یہ صرف عقیدہ اور ایمان کے زور پر نہیں کہی جا رہی بلکہ دلائل قوی گواہ ہیں۔ آپ کی مبارک ہستی کو تاریخیت کے میزان میں تولیں۔ پوری اُتر رہی ہے۔ کاملیت کے ترازو میں رکھیں، مکمل ہے۔ جامعیت کا پہلو دیکھیں بے نقص ہے، بے عیب ہے۔

تاریخ کے میزان میں دیکھیں کہ انسانی نفسیات ہے کہ قصہ کہانی، فرضی و مثالی سلسلۂ حیات مشتبہ سمجھا جاتا ہے۔ کتنا مؤثر طریقہ پیش کرنے کا ہو۔ اثر دیرپا نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ تاریخی طور پر ثابت عملی زندگی سامنے نہ ہو تو پیروی و تقلید ناممکن ہوتی ہے۔ ہندوازم کو سب سے زیادہ قدیم ہونے کا دعویٰ ہے۔ ان کے ہاں بہتر سے بہتر کریکٹر مہابھارت اور رامائن کے ہیرو ہیں۔ مگر ان کی زندگی کے واقعات میں تاریخ کس کو کہہ سکتے ہیں۔ ایران کے پرانے مذہب مجوسی کا بانی زرتشت ہے، لاکھوں عقیدت مند موجود ہیں مگر تاریخی شخصیت قدامت کے پردوں میں گم ہے۔ زرتشت کی جائے پیدائش، سال پیدائش، قومیت، خاندان، مذہب، تبلیغ مذہب، مذہبی صحیفہ، زباں سال وفات، جائے وفات سب مشکوک ہے۔ قدیم ایشیا کا سب سے وسیع مذہب بدھ مت ہے۔ مگر بودھ کی زندگی کے بارے میں مگدھ دیس کے راجاؤں کے واقعات کے علاوہ کچھ علم نہیں۔ جین مت اور چین کے بانی مذہب کنفیوشس کے بارے بودھ سے بھی کم معلومات ہیں۔ حالانکہ ماننے والوں کی تعداد کروڑوں ہے۔ سامی قوم میں سینکڑوں پیغمبر آئے مگر نام کے سوا تاریخی اعتبار سے کچھ حال زیادہ معلوم نہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے تورات کے سوانح وواقعات میں قدم قدم پر تضاد ہے۔اس تھیوری کی تفصیل انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کے آخری ایڈیشن کے آرٹیکل میں موجود ہے۔اسی طرح حضرت عیسیٰ کے بارے بعض امریکی نقاد اور ریشنلسٹ یہ کہنے لگے ہیں کہ اُن کا وجود فرضی ہے۔شکاگو کے مشہور رسالہ ''روین کورٹ'' میں مہینوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فرضی وجود پر بحث ہوتی رہی۔

آیئے دیکھیں کاملیت کا ترازو جناب سیدِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے کیا جواب ہے۔یہ حقیقت ہے کہ دائمی اور عملی نمونہ کے لئے صحیفہ حیات کا ہر پہلو ہماری آنکھوں کے سامنے ہو،کوئی واقعہ پردہ راز میں نہ ہو۔صبح روشن کی طرح سب عیاں ہو۔اس معیار پر شارحین ادیان اور بانیاں مذاہب کی سوانح اور سیرتوں پر نظر ڈالیں تو جناب سیدِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا کوئی ہستی پوری نہیں اترتی۔ ہم دیکھتے ہیں بودھ کی زندگی چند قصے کہانیوں کا مجموعہ ہے۔زرتشت ایک مذہب کا بانی ہے۔قیاسات کے سوا اس کی زندگی اور سیرت کا کچھ سراغ نہیں ملتا۔حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ نے ایک سو بیس سال عمر مبارک پائی۔مگر 120 سال عمر مبارک کے زمانے کی وسعت کو بھرنے کے لئے کتنے واقعات ہمارے سامنے ہیں؟ اسلام سے سب سے زیادہ قریب العصر زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہے۔ماننے والوں کی تعداد کروڑوں میں ہے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے 33 سال عمر پائی۔مگر پیدائش کے بعد ایک دم تیس سال کی عمر کا ذکر ملتا ہے۔اور جو کچھ معلوم ہے وہ آخری تین سالوں کی زندگی کا حال ہے۔باقی زمانہ کہاں گزرا تاریخی طور پر سامنے نہیں ہے۔

جہاں تک جامعیت کا حال ہے سرکار دو عالم علیہ السلام کی زندگی مبارک کا ہر ہر پہلو روز روشن کی طرح عیاں ہے۔اگر ایسا نہ ہوتو معاملات زندگی،فرائض وواجبات،رشتہ وتعلق کے بارے عملی نمونہ کیا ہوگا۔حقوق اللہ اور حقوق عباد کے بجالانے کا جو عملی نمونہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مبارک ذات وزندگی مبارک میں ملتا ہے اور کہیں نظر نہیں آتا۔سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بارے تخلیق آدم علیہ السلام سے قبل کے واقعات گواہ ہیں۔ظہور سے قبل کے واقعات تاریخی طور پر ثابت ہیں۔اور اعلان نبوت سے پہلے کے تمام واقعات شاہد ہیں۔اور زندگی ایک ایک گوشہ پوری طرح محفوظ ہے۔استعمال کے جانور،کپڑے،چیزیں،اٹھنے بیٹھنے کے آداب،آداب گفتگو مختصر یہ کہ ہر ہر پہلو پوری درخشانی اور تابانی کے ساتھ سب کے سامنے ہے۔اور کوئی ایسا پہلو نہ ہے جو تاریک ہو،جو تاریخی طور پر ثابت نہ ہو،یا ایسا ہو تو نقص ہو،عیب ہو،اور یہی شخصیت وزندگی عملی نمونہ ہوا کرتی ہے۔

بشکریہ

پیر طریقت حضرت پیر سید شبیر حسین گیلانی قادری مدظلہ

آستانہ عالیہ قادریہ غوثیہ،گلشن احمد رضا

محلہ غازی آباد،راولپنڈی کینٹ

﴿تعارف سلسلہ عالیہ قادریہ﴾

الحمد لله وحده والصلوٰة والسلام خصوصا علی جمیع الانبیاء والمرسلین و علی جمیع الاولیاء والصالحین وعلی سیدنا الشیخ محی الدین ابی محمد عبدالقادر الجیلانی الحسنی و الحسینی ثم بغدادی و امام فی سلسلة القادریة صلوٰة الله علیهم اجمعین o اما بعد فاعوذ بالله من الشیطن الرجیم o بسم الله الرحمن الرحیم o ان الفضل بیدی الله یؤتیه من یشاء والله ذو الفضل العظیم

اللہ رب العالمین قادر قدیر ہے اور اس کا نظام کامل واکمل ہے۔ اس نے ہر قوم کے لیے ترقی اور تنزلی کے لیے نشانیاں مقرر کر رکھی ہیں۔ جو اقوام اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھتی ہیں وہ ترقی کی راہ پر بے خوف وخطر گامزن رہتی ہیں۔

تاریخ گواہ ہے کہ اس قادر قدیر نے ماضی کے مسلمانوں کے سامنے بحر و بر چرند و پرند حیوانات و جمادات کو مسخر و بے بس کر دیا تھا، اور تمام مخلوقات اس اشرف المخلوق کے سامنے بے بس ہو کے رہ گئیں تھیں۔

مگر جب ان کی تعداد میں اضافہ ہو گیا اور ان کے قائدین کی نیتوں اور ذہنوں میں فتور پیدا ہو گیا تو انہی مسلمانوں پر زوال کے بادل منڈلانے لگے۔ جس کے ثمرات آج تک قائم ہیں اور مسلمان غیر اقوام کے سامنے دست دراز ہیں جو کہ اسلامی تعلیمات اور احکام الٰہیہ کی سراسر نفی ہے۔

مگر اس قادر قدیر نے ہر دور میں اپنے نیک بندوں یعنی اولیائے کاملین کے ذریعے نہ صرف طاغوتی طوفانوں کو روکا بلکہ مسلمانوں کی مدد اور راہنمائی کے لیے اپنے خلیفہ یعنی اپنے نائبین کو بھیجا، جن کے دم قدم سے اور ان کے قائم کردہ سلاسل طریقت اور خانقاہی نظام سے اندھیرے میں بھٹکنے والوں کو روشنی اور راہنمائی ملی۔

سلسلہ عالیہ قادریہ اس قادر قدیر کے اس خاص بندے جن کو دنیا سید عبدالقادر جیلانی کے نام سے یاد کرتی ہے کے وجود مسعود سے عمل میں آیا اور حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی داغ بیل ڈالی۔ اور آپ ہی اس سلسلہ کے سالار

اعظم ہیں، جن کی ولادت باسعادت 470 ہجری کو بغداد شریف ملک عراق میں ہوئی۔ آپ حسنی حسینی سید ہیں اور دنیائے اسلام بالخصوص صوفیائے اہل تصوف میں نہ صرف آپ کو بلند درجہ حاصل ہے بلکہ آپ تمام اولیائے کاملین کے بالاتفاق سردار ہیں۔

آپ حضرت شیخ ابوسعید مخزومی علیہ الرحمتہ کے مرید وخلیفہ ہیں شیخ ابوالحسن علی قرشی کے وہ مرید حضرت شیخ ابوالفرح طرطوسی کے وہ شیخ ابوالفضل عبدالواحد یمنی کے وہ شیخ ابوبکر شبلی کے وہ سیدالطائفہ جنید بغدادی علیہم الرحمتہ کے۔

حضرت پیران پیر دستگیر السیدنا عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک خرقہ خلافت جدی طریق سے حضرت امام حسن الرضا سے بھی حاصل ہوا ہے اور سلسلہ قادریہ کے تمام بزرگ زیادہ تر اسی شجرہ کو پڑھتے ہیں۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے، حضرت شیخ السید عبدالقادر جیلانی کو خرقہ خلافت ملا حضرت شیخ شاہ ابوصالح موسیٰ جنگی دوست سے ان کو حضرت شاہ عبداللہ ولی سے ان کو شاہ یحییٰ زاہد سے ان کو شاہ محمد سیف اللہ سے ان کو شاہ داؤد سیف اللہ سے ان کو شاہ موسیٰ سے ان کو شاہ عبداللہ محض یعنی حضرت حسن الحسینی علیہ السلام سے ان کو حضرت امام حسن مثنٰی بن حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام بن حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہ الکریم سے۔

اول الذکر شجرہ طریقت کے تمام بزرگ آپ کے زمانہ سے قبل جو سلاسل طریقت مثلاً فردوسی، جنیدی، کرخی، طیفوری، ہبیری، گازرونی، طوسی، سقطی وغیرہ ان سلاسل میں آپ کے پیشوایان چلے آرہے تھے اور ان متذکرہ سلاسل طریقت کے پیروکار تھے۔

حضرت پیران پیر دستگیر السیدنا عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام نامی اس قادر قدیر اللہ رب العلمین کے صفاتی نام سے منسوب ہے، آپ کا نام نامی اسم گرامی عبدالقادر (عرف جیلانی) ہے اور آپ نجیب الطرفین سید اور پیدائشی ولی ہیں آپ کے نسب میں آپ کے تمام اجداد نیک پاکباز اور خدادوست بزرگ ہوئے ہیں، آپ اپنے سلسلہ طریقت اور سلسلہ نسب کے بزرگوں کے روحانی فیضان اور خصوصی عنایات وتوجہات اور مادری ولی ہونے کے باعث اولیائے کاملین میں ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔

اللہ کریم نے آپ کو شان عظیم کمالات و بزرگی اور صاحب کشف وکرامت وافر اور نفس قاطع عطا فرمایا تھا۔ تمام خلق بالاتفاق و بالخصوص تمام اولیائے کاملین آپ کی بزرگی شان وعظمت وکمالات کے قائل ہیں۔ آپ مرتبہ غوثیت قطبیت وفردانیت سے ترقی کر کے مقام محبوبیت تک پہنچے اور اسی مقام پر پہنچ کر آپ بغداد شریفؒ میں قائم اپنی خانقاہ کے اندر ہزاروں اولیائے کاملین کے سامنے اعلان فرمایا **قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ** ۔میرا قدم تمام ولیوں کی گردن پر۔ اس وقت محفل میں موجود تمام کاملین جن میں حضرت شیخ علی بن ہیتی سمیت تمام بزرگوں نے اس اعلان کو سن کر اپنی اپنی گردنیں جھکا دیں، اور یہ معاملہ صرف محفل میں موجود لوگوں سے ہی متعلق نہ تھا بلکہ جو ولی آپ کے زمانہء ظاہری حیات سے قبل ہوئے کا اطلاق ان پر بھی تھا، جس کی عملی تفسیر حضرت سیدالطائفہ جنید بغدادی اور حضرت بایزید بسطامی علیہم الرحمتہ کے اس فعل سے نظر آتی ہے کہ انہوں نے عالم ارواح میں اپنی اپنی گردنیں جھکا دیں، اسی طرح سالار چشت عطائے رسول ہندالولی حضرت خواجہ سید معین الدین حسن سنجری چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اس وقت نوجوانی کی عمر میں ایک غار میں چلہ کش تھے نے فرمایا **لا بل عینی ورأسی** آپ کا قدم میری گردن پر اور میری آنکھوں پر۔

اسی طرح سالار نقشبندیہ حضرت خواجہ بہاؤالدین شاہ نقشبند رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ حضور غوث الثقلین کا ارشاد گرامی

قدمی هذه علی رقبة کل ولی اللہ یہ ان کے زمانے تک مخصوص ہے یا سب زمانوں کے لیے عام ہے، حضرت شاہ نقشبند نے فرمایا کہ پیران پیر کا فرمان آپ کے زمانہ سے ہی مخصوص نہیں ہے بلکہ جیسا کہ ہمارے اکابرین پیشواؤں اور حضرت خواجہ پیر ابو یوسف ہمدانی علیہ الرحمتہ ان بزرگوں میں سے تھے جنہوں نے آپ کا فرمان سن کر اپنی گردنیں حضور غوث اعظم کے قدم مبارک کے نیچے رکھی تھیں، اس کے بعد حضرت شاہ نقشبند نے فرمایا کہ حضور غوث اعظم کا قدم مبارک میری آنکھوں پر بلکہ میری بصیرت کی آنکھوں پر ہے۔

دیو بندی مکتبہ فکر کے معروف مولوی اشرف علی تھانوی اس ضمن میں لکھتے ہیں کہ قدمی هذه علی رقبة کل ولی اللہ جب غوث اعظم نے فرمایا تو اس وقت جتنے اولیاء اللہ زمین پر تھے سب نے اس آواز کو سنا اور گردنیں جھکا دیں، بلکہ بعض نے گردنیں جھکا کر یہ بھی کہا بل علی رأسی وعینی آپ کا قدم میری آنکھوں پر بھی آگے چل کر مولوی تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ یہ ویسا ہی قصہ ہوا جیسا کہ حضرت خلیل اللہ علیہ اسلام کی آواز کو تمام عالم میں پہنچایا۔ حتیٰ کہ ارواح نے بھی اپنے ماں باپ کی پشت اور رحم میں جواب دیا، لبیک لبیک بالکل اسی طرح حضرت عبدالقادر جیلانی کی آواز حضرت خلیل اللہ کی آواز تھی، جس کو تمام عالم کے اولیائے وقت نے سنا، اللہ نے سب کو یہ آواز سنا دی۔

حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ اپنی معروف زمانہ کتاب ''مرآۃ العاشقین'' جو آپ کے ملفوظات کی کتاب ہے اس میں لکھتے ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان وعظمت کا ذکر چھڑا صاحبزادہ محمد امین صاحب نے عرض کیا کہ اکثر لوگ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج کو حضرت غوث اعظم سے اپنی زبان مبارک سے فرمایا یا ولدی قدمی هذه علی رقبتک و قدماک علی رکاب کل ولی اللہ۔ اے بیٹے تیری گردن میرے اس قدم کے نیچے ہے اور ہر ولی کی گردن تیرے قدموں کے نیچے ہے۔

پس محبوب سبحانی غوث اعظم اس سعادت سے بہرہ ور ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم مبارک میری گردن پر ہے اور میرا قدم تمام اولیاء کی گردنوں پر ہے۔ آپ کے اس قول کو تمام اولیاء نے قبول کیا۔

محقق سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ حضرت شیخ محمد اکرم قدوسی اپنی کتاب اقتباس الانوار میں نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سید محمد گیسودراز بندہ نواز رحمتہ اللہ علیہ کی مجلس میں حضرت غوث الاعظم کے قول قدمی هذه علی رقبة کل ولی اللہ کا ذکر ہورہا تھا۔ حضرت سید محمد گیسودراز کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ یہ قول حضرت غوث الاعظم کے ہمعصر اولیائے کرام کے حق میں ہوگا اور اولیائے متقدمین اور متاخرین اس سے مستثنیٰ ہوں گے۔ اس خطرہ کے دل میں آتے ہیں حضرت سید محمد گیسودراز کی ولایت سلب ہوگئی اور سارا جسم شل ہو کر پتھر بن گیا، بہت علاج کرایا لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ چونکہ حضرت سید محمد گیسودراز حق تعالیٰ کے دوستوں میں سے ہیں، آپ کے کان میں ایک دن غیب سے ندا آئی کہ اس بیماری کا سبب حضرت غوث الاعظم کے قول کا انکار ہے، لہٰذا انہی کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ وہی تمہارے حال پر رحم کریں گے، اور تمہاری کی ہوئی غلطی کو معاف فرمائیں گے۔ چنانچہ انہوں نے اس پر عمل کیا اور آپ کی

جناب سے معافی کے خواستگار ہوئے اس کے ساتھ ہی انہوں نے حضرت غوث الاعظم کے ننانوے اسمائے گرامی کا ورد شروع کیا۔ جس کے سبب ان کے تمام اعضاء درست ہو گئے اور جسمانی طور پر مکمل شفائے کاملہ نصیب ہو گئی۔

اس کے بعد انہوں نے مشائخ چشت کی طرف رجوع کیا تا کہ سلب کی ہوئی ولایت واپس مل سکے۔

چنانچہ حضرت خواجہ سید محمد معین الدین سنجری چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی نے عالم باطنی میں حضرت غوث الاعظم سرکار کی خدمت میں معروضہ پیش کیا کہ اب سید محمد گیسو دراز نے اپنے آپ کو جناب والا کے سلسلہ سے منسوب کیا ہے لہٰذا وہ رحم کا مستحق ہے۔ بندہ نواز کا غوث الاعظم کی بارگاہ میں اتنا عرض کرنا تھا کہ اسی وقت ولایت مل گئی اور بے شمار فیوض و برکات اور نوازشات جناب غوث الاعظم سے حاصل ہوئے اور سلسلہ عالیہ قادریہ کے فیضان سے بہرہ ور ہوئے۔ اس کے علاوہ بے شمار اولیاء کاملین کا نظریہ و قول اس بارے کتابوں میں موجود ہے کہ سب نے آپ کی عظمت کا بہ بانگ دہل اعتراف کیا ہے۔

حضرت پیران پیر دستگیر محبوب سبحانی قطب ربانی السید نا الشیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ گلستان زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وہ پھول جن سے حسنی و حسینی نکہت بیک وقت مشام جان کو معطر کرتی ہے، جو ملک معنی اور عالم حقیقت و طریقت کے تاجدار ہیں، حضور غوث الاعظم سرکار سلطنت روحانیت کے شہنشاہ اور تمام اولیائے زمانہ اغوث واقطاب وقت کی گردنوں پر آپ کا قدم اور دلوں پر حکمرانی قائم ہے، آپ تصرف کرنے پر مامور الٰہی ہیں۔

بہجۃ الاسرار میں ہے کہ آپ حضور غوث الاعظم سرکار اپنے مدرسہ میں تشریف فرما تھے، تو آپ نے اعلان فرمایا کہ حاضرین میں سے کوئی شخص بھی جو حاجت طلب کرے گا۔ میں اسے دوں گا۔

چنانچہ مختلف سائلین نے مختلف حاجتیں پیش کیں۔ جن عظیم صوفیا نے اپنی اپنی حاجات پیش کیں، ان میں شیخ ابوالسعود نے کہا کہ میں ترک اختیار کرنا چاہتا ہوں اور شیخ ابن قائد نے کہا کہ میں مجاہدہ کی قوت چاہتا ہوں۔

چنانچہ پھر ہوا بھی ایسا ہی کہ شیخ ابوالسعود کا یہ حال ہوا کہ وہ ترک اختیار میں اعلیٰ درجہ تک پہنچ گئے۔

اور شیخ ابن قائد کا مجاہدہ اتنا قوی ہو گیا کہ اس کے اہل زمانہ میں سے ہم کو کسی کا ایسا مجاہدہ معلوم نہیں ہوا۔

لقب محی الدین کی وجہ تسمیہ☆: زبدۃ الآثار میں حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بہجۃ الاسرار کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں کہ لوگوں نے ایک دن حضور غوث الاعظم سرکار سے لقب ''محی الدین'' کی وجہ تسمیہ دریافت کی تو۔ حضور غوث پاک نے فرمایا میں ایک دفعہ لمبے سفر سے بغداد کی طرف واپس لوٹ رہا تھا کہ راستے میں مجھے ایک بیمار و نحیف شخص ملا جس کا رنگ اڑا ہوا تھا، مجھے اس نے سلام کیا، میں نے وعلیکم السلام کہا، تو وہ مجھے کہنے لگا کہ میری قریب ہو جاؤ، میں نزدیک ہوا تو مجھے کہنے لگا مجھے اٹھاؤ، میں اسے اٹھا کر بٹھایا تو اس کا جسم اچھا اور توانا نظر آنے لگا اور اس کے چہرے پر رونق آ گئی۔ پھر اس نے مجھے پوچھا جانتے ہو میں کون ہوں؟ میں نے نفی میں جواب دیا تو کہنے لگا میں تمہارا دین ہوں، جو اس قدر نحیف و کمزور ہو گیا تھا۔

چنانچہ اب آپ نے دیکھ لیا کہ آپ کی وجہ سے مجھے اللہ تعالیٰ نے از سر نو زندگی بخشی ہے۔ آج سے تمہارا نام محی الدین ہو گا۔

جناب غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب میں جامع مسجد کی طرف واپس آیا تو مجھے ایک شخص ملا اور مجھے کہنے لگا یا سید محی الدین میں نے نماز ادا کی تو لوگ میرے سامنے اوبا کھڑے ہو گئے اور ہاتھوں کو بوسہ دینے لگے اور زبان سے یا سید محی الدین پکارتے جاتے تھے، حالانکہ اس سے پہلے مجھے اس لقب سے نہیں پکارا جاتا تھا، آپ قصیدہ غوثیہ میں خود اس بارے فرماتے ہیں

انا الجیلی محی الدین اسمی

واعلامی علی رأس الجبال

ترجمہ☆: میں گیلان کا رہنے والا ہوں اور محی الدین میرا نام ہے اور میرے فیض وصداقت کے نشان پہاڑوں کی چوٹیوں پر لہرا رہے ہیں۔

حضرت پیران دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں جو دنیاوی اور دینی معاملات جو ابتری کی طرف جا رہے تھے اور بالخصوص بغداد کے حالات اہل علم سے پوشیدہ نہ ہیں، ایسے میں آپ نے بغداد شریف میں قدم رنجہ فرما کر بغداد اور اطراف عالم میں اپنی روحانیت کی بارش برسادی، ہر طرف آپ کے فیضان ومعرفت کی جلائی ہوئی شمع کی روشنی نظر آنے لگی، مایوسی کا دور ختم ہو کر عوام وخواص میں خوشیوں کی لہر دوڑ گئی، ہر ایک یہ سمجھنے لگا کہ ڈوبتی ہوئی کشتی کا ناخدا آ گیا۔

حضرت پیران پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سب سے بڑا طرہ امتیاز حق گوئی اور سچ تھا۔ ایک شخص نے ایک مرتبہ جناب غوث پاک کی بارگاہ میں سوال کیا کہ آپ کا امر کس چیز سے ثابت ہوتا ہے، آپ نے فرمایا حق گوئی سے، میں نے زندگی بھر جھوٹ نہیں بولا، وہ قصہ بہت مشہور ہے کہ جب میری والدہ ماجدہ نے سفر بغداد کی اجازت دیتے ہوئے مجھے چالیس دینار دیئے تھے اور میں نے ڈاکوؤں کے سردار کو سچ بتا دیا تھا۔

ایک بار آپ منبر سے نیچے اترے تو آپ کے ایک شاگرد نے عرض کیا کہ آپ نے اپنے کلام میں بڑے مبالغے سے کام لیا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ میرا کلام ایک نور ہے جو دلوں کی ظلمتوں کو دور کر دیتا ہے۔

اور تاریخ شاہد ہے کہ آپ جب منبر پر بیٹھ کر وعظ فرماتے تھے تو اس میں جن وانس اور ملائکہ ہزاروں کی تعداد میں رونق افروز ہوتے تھے۔

آپ کے وعظ نصیحت کو سن کر ہزاروں اہل دل بے ہوش ہو جاتے تھے، ہر روز دو چار انسان خشیت الٰہی سے کانپ کر فوت ہو جاتے تھے، آپ کے اس پُر تاثیر وعظ کی بدولت لوگوں کے دلوں میں روحانی انقلاب برپا ہوا۔ ایک نہیں دو نہیں سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں بے راہوں کو آپ نے راہ ہدایت پر لا کھڑا کیا، ان میں سے لاتعداد افراد کو غوث قطب ابدال واوتاد کے مقام پر فائز کیا۔

آپ نے مبلغین کی لاتعداد جماعتیں تیار کر کے بغداد کے شمال وجنوب مشرق ومغرب کی طرف روانہ کیں، جن کی بدولت لاکھوں افراد مسلمان ہوئے اور ان میں سے ہزاروں افراد ولایت کے درجہ پر فائز المرام ہوئے۔

حضرت پیران پیر دستگیر نے اپنی خانقاہ تصوف جو اس وقت کی بہت بڑی دینی وروحانی یونیورسٹی کا درجہ رکھتی تھی، اس میں آنے

والوں کے اخلاق وعادات واطوار اور طرز زندگی کو بدلا اور ان کو ولایت وتصوف کے اعلیٰ مقامات سے آگاہ کیا۔

ایک مرتبہ خادمان طریقت وغلامان غوث اعظم نے عرض کیا حضور ولی میں کن صفات کا ہونا ضروری ہے؟

حضرت غوث اعظم سرکار نے فرمایا کہ ولی کے لیے بارہ صفات کا حامل ہونا ضروری ہے۔ جب تک یہ صفات کسی شخص میں نہ ہوں۔اس وقت تک مسند ولایت پر قدم رکھنا مناسب نہیں، وہ بارہ صفات درج ذیل ہیں۔

ا۔ عیب پوشی	۲۔رحم دلی	۳۔شفقت
۴۔رفاقت	۵۔راستی	۶۔نیکی کی ہدایت کرنا
۷۔برائی سے روکنا	۸۔شرم وحیاء	۹۔ بھوکوں کو کھانا کھلانا
۱۰۔عالم وفاضل ہونا	۱۱۔شجاعت	۱۲۔راست گوئی

آپ نے ان صفات کو سیکھنے کے لیے اپنے تابعین کو بتایا کہ اس طریقہ پر عمل کر کے ان کو سیکھا جا سکتا ہے

ا۔☆ عیب پوشی ورحم دلی، اگر سیکھنی ہے تو خدائے بزرگ و برتر سے سیکھے۔

۲۔☆ شفقت ورفاقت، اگر سیکھنی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھے۔

۳۔☆ راستی وراست گوئی، اگر سیکھنی ہے تو حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سیکھے۔

۴۔☆ نیکی کی ہدایت کرنا اور برائی سے روکنا، اس کو حضرت فاروق اعظم سے سیکھے۔

۵۔☆ شرم وحیاء اور کھانا کھلانا، اس کو اپنانے کے لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیروی کرے۔

۶۔☆ علم وشجاعت اور جوانمردی، اگر سیکھنی ہے تو حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے سیکھے۔

حضور غوث الاعظم سرکار فرماتے ہیں کہ ہر حالت میں مومن کے لیے تین چیزیں ضروری ہیں۔

ا۔☆ اللہ تعالیٰ نے جن کاموں کا حکم دیا ہے ان کو ہر حال میں انجام دیتا رہے۔

۲۔☆ جن کاموں سے خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے وہ ہرگز نہ کرے۔

۳۔☆ قضاوقدر الٰہی پر راضی رہے۔

حضرت پیران پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے دریافت کیا، فقیر کے کیا معنی ہیں تو آپ نے اس لفظ کی یوں تشریح فرمائی کہ فقیر میں چار حروف ابجد ہیں۔ف، ق، ی، ر۔

ف۔☆ کا مطلب ہے فنافی اللہ ہو جانا، یعنی اپنی ذات کی نفی اور خصوصیات اور اپنی ہستی کو بالکل بھلا دینا۔

ق۔☆ کا مطلب ہے، قلب کو اللہ تعالیٰ کی یاد اور ذکر سے طاقت پہنچانا اور اس کے حکم اور رضا پر قائم رہنا۔

ی۔☆ کا مطلب ہے، یاد الٰہی کرنا، اللہ سے رحمت کی امید رکھنا اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہوئے نیکی کی راہ اختیار کرنا۔

ر۔☆ کا مطلب ہے، دل کو تمام خواہشات سے پاک کر کے اللہ کی طرف اس انداز سے متوجہ کر لینا کہ رقت قلب طاری ہو جائے۔

حضرت پیران پیردستگیرا پنے حسب ونسب اور نام مبارک اور مرتبہ بلند کے بارے میں قصیدہ غوثیہ میں فرماتے ہیں۔

اَنَا الْحَسَنِیُ وَالْمَخْدَعُ مَقَامِی......وَاَقْدَامِیُ عَلٰی عُنُقِ الرِّجَالِ

ترجمہ: میں حضرت امام حسنؑ کی اولاد سے ہوں اور میرا مرتبہ مکدع (خاص مقام) اور میرا قدم اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہے۔

وَعَبْدَالْقَادِرُ مَشْهُوْر اِسْمِیُ ......وَجَدِیُ صَاحِبُ الْعَیْنِ الْکَمَالِ

اور عبدالقادر میرا مشہور ومعروف نام ہے اور میرے نانا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم چشمۂ کمال کے مالک ہیں۔

نَظَرْتُ اِلیٰ بَلادِ اللّٰهِ جَمْعاً...... کَخَرْدَلَةٍ عَلٰی حُکْمِ اتِّصَالِ

میں نے خدا تمام شہروں کی طرف دیکھا تو وہ سب مل کر رائی کے دانہ کے برابر تھے،

قصیدہ غوثیہ میں ہی آپ اپنے مریدوں کو ہدایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

مریدی لاتخف وَاشٍ فانی......عزومٌ قاتل عند القتالِ

اے میرے مرید۔تو کسی چغل خور شریر سے نہ ڈر کیونکہ میں لڑائی میں اولوالعزم اور دشمن کو قتل کرنے والا ہوں۔

مُرِیْدِیُ لَا تَخَفُ اللّٰهُ رَبِّی ......عَطَا نِیُ رفعة نِلْتُ الْمَنَالِ

اے میرے مرید کسی سے نہ ڈر اللہ تعالیٰ میرا پروردگار ہے، اس نے مجھے وہ بلندی عطا فرمائی ہے کہ جس سے میں نے اپنی مطلوبہ آرزوؤں کو پالیا ہے۔

حضرات گرامی قدر☆: آپ کا یہ فرمان کہ اے مرید۔تو اس سے یہ مقصد نہ لیا جائے کہ جو شخص آپ کے ظاہری زمانہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوا وہی مرید ہے، بلکہ اس بات پر تمام اہل تصوف کا اتفاق ہے کہ بانی سلسلہ کے زمانے سے لے کر تا قیام قیامت جو شخص بھی اس سلسلہ میں اپنے شیخ کے ذریعے داخل ہوگا، درحقیقت وہ بانی سلسلہ کا ہی مرید اور متبع کہلائے گا اور یہی مطلوب ہر سلسلہ طریقت کا ہے۔

اس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ حضور غوث الاعظم کا یہ فرمان کے اے مرید ڈر مت اس لیے میں تیرا پیر ہوں اور خدا نے مجھے بڑی شان وعظمت اور تصرفات سے نوازا ہوا ہے، حتیٰ کہ حضور غوث الاعظم سرکار فرماتے ہیں کہ اگر میرا مرید مشرق میں ہو اور میں مغرب میں اور اگر اس کا ستر ننگا ہو جائے تو میں اسے ڈھانپ لیتا ہوں۔حضرت پیران پیر دستگیر نے اپنے مریدوں کو یہ بھی خوشخبری سنائی کہ جب تک کہ میرے سلسلے میں داخل ہونے والے میرے تمام مرید اور مرے مریدوں کے مرید جنت میں داخل نہ ہو جائیں گے میں جنت میں قدم نہ رکھوں گا۔

حضرت پیران پیر دستگیر کے ان تمام اوصاف وکمالات سے سلسلہ عالیہ قادریہ کی فضیلت و بزرگی روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی۔

اگرچہ ہندوستان میں سب سے پہلے سلسلہ عالیہ چشتیہ پہنچا اوراس کو بہت زیادہ فروغ ملا مگر یہ بھی ایک کھلی حقیقت ہے کہ ہمایوں کے دور میں حضرت سید بدیع الدین شاہ گیلانی المعروف حضرت آغا شہید ہمایوں کے ساتھ بغداد شریف سے ہندوستان کے معروف شہر سیالکوٹ میں تشریف لائے، اس طرح برصغیر پاک و ہند میں ان کی آمد سے سلسلہ عالیہ قادریہ کی داغ بیل پڑی پھران کی اولاد سے آستانہ عالیہ منڈھیر شریف، آستانہ عالیہ قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف اوراس کے علاوہ آستانہ عالیہ کیتھل شریف ضلع کرنال انڈیا، آستانہ عالیہ قبولہ شریف تحصیل عارف والاضلع پاکپتن شریف آستانہ عالیہ ٹھٹھہ شریف سندھ، آستانہ عالیہ حضرت ابوالبرکات سید حسن شاہ پشاوری قادری صوبہ سرحد حضرت حیات الامیر شاہ محمد غوث بالا پیر سنگھرہ ضلع اوکاڑہ، آستانہ عالیہ بری امام نور پور شاہاں اسلام آباد، مدینۃ الاولیاء اوچ شریف میں آپ کی اولاد پاک کے مزارات، ہندوستان میں حضرت غوث علی شاہ قلندر پانی پتی، لاہور میں حضرت میاں میر قادری، شاہ بہلول قادری، حضرت ملا شاہ قادری، حضرت مادھو لال حسین قادری، حضرت تھے شاہ دیوان قادری، جھنگ میں حضرت سلطان باہو، حضرت شیخ عبدالغفور المعروف اخوند صاحب سوات والے، حضرت پیر سید عبدالقادر جیلانی پیر کوٹ سدھانہ، سندھ میں حضرت مہر محمد بقا پیر آف پگاڑا، دربار عالیہ بھرچونڈی شریف، سندھ، پشاور میں حضرت شاہ قبول اولیاء، آزاد کشمیر میں دربار عالیہ کھڑی شریف، دیوان حضوری بشندور شریف تحصیل سوہاوہ ضلع جہلم اوراوکاڑہ حجرہ شاہ مقیم میں حضرت بہاول شیر قلندر، گجرات میں حضرت قاضی سلطان محمود قادری آوان شریف، ملتان میں حضرت موسیٰ پاک شہید علیہم الرحمۃ جیسے پورے برصغیر پاک و ہند میں سلسلہ عالیہ قادریہ کے معروف روحانی سلاسل کے مراکز قائم ہیں۔ جن کے دم قدم سے تبلیغ وتجدید دین کا اہم فریضہ سرانجام دیا جارہا ہے۔ ان تمام مراکز میں عشق مصطفیٰ ﷺ کا درس اور خدا کی وحدانیت کا سبق پڑھایا جاتا ہے۔

حضرت پیران پیر دستگیر کے سلسلہ کی سب سے نمایاں خصوصیت فقیر راقم الحروف کی نظر میں ایک یہ بھی ہے کہ آستانہ اور سلسلہ کوئی بھی ہو، حضور پیران پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گیارھویں شریف، یعنی ان کے ایصال ثواب کی محفل پر سب ہی بزرگوں کا اتفاق ہے۔

پورے برصغیر بالخصوص پاکستان میں 95 فیصد آستانوں پر ہمارے مشائخ وسجادگان ہر ماہ حضور غوث الاعظم سرکار کی بارگاہ میں نذرانۂ عقیدت بھیجنا اپنا اہم فریضہ تصور کرتے ہیں جبکہ ہر سال ماہ ربیع الثانی میں پورے مہینے میں تمام سلاسل طریقت کے آستانوں پر اور مساجد ومدارس اور مختلف خانقاہوں میں آپ کا عرس منایا جاتا ہے۔ جس کو عرف عام میں بڑی گیارھویں شریف کہا جاتا ہے۔

ایک اندازے اور سروے کے مطابق سال کے 365 دنوں میں کوئی دن ہوتا ہوگا کہ جس دن پوری دنیائے اسلام میں کہیں نہ کہیں حضور غوث اعظم کا عرس نہ منایا جاتا ہو۔

بنسبت اس کے ہر ولی کا عرس سال بھر میں ایک مرتبہ ایک دربار شریف پر ہی منایا جاتا ہے، علاوہ چند ایک کے مثلاً حضرت خواجہ سید محمد معین الدین حسن سنجری اجمیری، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی، حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی جیسے بزرگوں کا عرس ان کے متبعین اپنی اپنی جگہوں پر انعقاد کراتے ہیں۔

ان تمام معاملات سے سلسلہ عالیہ قادریہ کی فضیلت اور حضور غوث پاک کی بزرگی تمام بزرگان دین پر واضح ہوجاتی ہے۔ کہ دنیا

کے تمام اولیاء کے آپ سردار اور پیران پیر ہیں۔اور آپ کا فیضان پوری دنیا میں آج بھی اور تا قیامت جاری رہے گا اور ہر طالب اپنے مقدر کا حصہ اپنی استطاعت کے مطابق آپ کی بارگاہ سے حاصل کرتا رہے گا۔اور اگر اللہ چاہے تو ولی کی بارگاہ سے مقدر سے زیادہ بھی لے سکتا ہے۔اس لیے کہ خداوند عالم ان اللہ علی کل شئی قدیر ہے۔

دلدادۂ چراغ چشت
صاحبزادہ مقصود احمد صابری
آستانہ عالیہ گلستان غریب نواز
موہڑہ چھپر، غوث اعظم روڈ (سابقہ چکری روڈ) راولپنڈی
0333-5594225 - 0321-5103103
E-mail:maqsoodsabri@yahoo.com

سلطان الہند خواجہ خواجگان فخر کونُ مکاں عطائے رسول ﷺ
حضرت خواجہ سید معین الدین چشتی حسن سنجری اجمیری رضی اللہ عنہ کا

بارگاہ غوثیت میں نذرانہ عقیدت

یا غوث معظم نور ہدیٰ مختار نبی مختار خدا
سلطان دوعالم قطب علیٰ حیراں زجلالت ارض و سماء

در بزم نبی عالی شانی ستار عیوب مریدانی
در ملکِ ولایت سلطانی اے منبع فضل وجود سخاء

چوں پائے نبی شد تاجِ سرت تاجِ ہمہ عالم شُد قامت
اقطاب جہاں دروپیش درت افتادہ چُو پیش شاہ گدا

معیں کے غلام نامِ تو شُد دریوزہ گر اِکرام تو شُد
شُد خواجۂ ازاں کہ غلام تو شُد دارد طلب تسلیم و رضا

حضرت ابومحمد سیّد عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: سیّد الاولیاء، سند الاصفیاء، قطب الاقطاب، فرد الاحباب غوث الاغواث سیّد الاسیاد، محبوب سبحانی قطب ربانی، غوث الصمدانی، شاہباز لامکانی، غوث الثقلین، امام الطائفین شیخ الطالبین، شیخ الملک والجن والانس علی الاطلاق بالاتفاق، شیخ السموت والارض حضرت سیدنا غوث الاعظم الشیخ محی الدین ابومحمد السیّد عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام اولیائے کرام علیہم الرضوان میں بہت اعلیٰ وارفع ہے۔ آپ کل ولیوں کے سرتاج ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۴۷۰ھ بمطابق 1077ء کو قصبہ جیلان نزد بغداد شریف ماہِ رمضان المبارک میں ہوئی دایہ کا نام موسہ بن جفان تھا جو حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے تھیں اور غوث پاکؒ کے والد بزرگوار کی مریدہ تھیں۔

حسب ونسب ☆: آپ والد بزرگوار کی نسبت سے حسنی ہیں۔ سیّد محی الدین ابومحمد عبدالقادرؒ بن سیّد ابومحمد صالح جنگی دوستؒ بن سیّد عبداللہؒ بن سیّد یحییٰؒ بن داؤدؒ بن سیّد موسیٰ ثانیؒ بن سیّد عبداللہؒ بن سیّد موسیٰ جونؒ بن سیّد عبداللہ محضؒ بن سیّد امام حسن مثنیٰؒ بن سیّد امام حسینؓ بن سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

آپ والدہ ماجدہ کی نسبت سے حسینی سیّد ہیں سیّد محی الدین ابومحمد عبدالقادر جیلانیؒ بن امتہ الجبار بنت سید عبداللہ موسیٰ بن سیّد ابوجمال الدین محمد بن جواد بن سیّد امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظمؒ بن امام جعفر صادقؒ بن امام باقرؒ بن امام زین العابدینؓ بن امام ابوعبداللہ حسینؓ بن علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

خاندانی شان وعظمت ☆: آپ کا خاندان اولیاء اللہ کا گھرانہ تھا۔ آپ کے نانا جان دادا جان والد ماجد والدہ محترمہ پھوپھی جان بھائی اور صاحبزادگان سب اولیاء الرحمٰن تھے اور صاحب کرامتِ ظاہرہ و باطنہ اور مالکِ مقاماتِ عالیہ تھے اسی وجہ سے لوگ آپ کے خاندان کو اشراف کا خاندان کہتے تھے۔

سیّد و عالی نسب دراولیاء است
نورِ چشمِ مصطفیٰ و مرتضیٰ است

ترجمہ ☆: اولیائے کرام میں سرداراور بلند نسب ہیں، مصطفٰے کے اور علی المرتضٰے کی آنکھوں کے نور ہیں۔

تعلیم وتربیت ☆: آپ ۱۸ سال تک اپنے وطن میں قیام پذیر رہے۔ ۴۸۸ھ بمطابق 1095ء میں جب آپ کی عمر شریف ۱۸ سال کی ہوئی تو آپ اپنی والدہ صاحبہ سے اجازت لیکر علم کی تکمیل کے لئے بغداد تشریف لے آئے اور اُس وقت کے شیوخ آئمہ بزرگانِ دین اور محدثین کی خدمت کا قصد فرمایا۔ اوّل قرآن مجید کی تعلیم روایات اور تجوید وقرأت کے اسرار ورموز کے ساتھ حاصل کی۔ اور زمانے کے بڑے محدثین اور اہل فضل وکمال ومستند علمائے کرام سے سماع حدیث فرما کر علوم ظاہری کی تحصیل وتکمیل فرمائی حتیٰ کہ تمام اصولی فروعی مذہبی اور اختلافی علوم میں علمائے بغداد سے ہی نہیں بلکہ تمام ممالک اسلامیہ کے علماء سے سبقت لے گئے اور آپ کو تمام علماء پر فوقیت حاصل ہوگئی اور سب نے آپ کو اپنا مرجع اور منبع بنالیا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخلوق کے سامنے ظاہر فرمایا آپ کی مقبولیت عام عوام وخواص کے قلب میں ڈال دی۔ جس کی وجہ سے چاردانگ عالم کے تمام فقہاء علماء طلباء اور فقراء کی توجہ آپ کے آستانہ عالیہ کی جانب ہوگئی' حکمت ودانائی کے چشمے آپ کی زبان سے جاری ہوگئے اور عالم ملکوت سے عالم دنیا تک آپ کے کمال وجلال کا شہرہ ہوگیا۔

لقب محی الدین کی وجہ تسمیہ ☆: جناب غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے آپ کے لقب محی الدین کی وجہ تسمیہ کے متعلق پوچھا تو آپ نے ارشاد فرمایا ۵۱۱ھ میں برہنہ پاؤں بغداد شریف کی طرف آرہا تھا کہ راستہ میں مجھے ایک بیمار شخص ملا جو نحیف البدن متغیر رنگ تھا اس نے میرا نام لیکر مجھے سلام کیا اور قریب آنے کو کہا جب میں اُس کے قریب گیا تو اس نے مجھے سہارا دینے کے لئے کہا میں نے سہارا دے کر اس کو کھڑا کیا تو دیکھتے ہی دیکھتے اس کا جسم صحت مند ہونے لگا اور رنگ وصورت میں تروتازگی نظر آنے لگی میں دیکھ کر ڈرا اُس نے مجھ سے پوچھا کیا آپ مجھے جانتے ہیں؟ میں نے لاعلمی کا اظہار کیا تو کہنے لگا۔

اَنَاالدِّیْنُ: میں دین اسلام ہوں۔ **کُنْتُ قَدِمْتُ وَدَثَدْتُ فَاَحْیَانِی اللّٰہُ تَعَالیٰ بِکَ بَعْدَ مَوْتِیْ** میں قریب المرگ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری بدولت دوبارہ زندہ کردیا۔

پھر میں اس کو چھوڑ کر جامع مسجد میں آیا یہاں پر ایک شخص نے مجھ سے ملاقات کی اور میرے جوتے کو پکڑ لیا اور مجھے **یَاسَیِّدِیْ مُحْیُ الدِّیْن** کہہ کر پکارا پھر جب میں نماز پڑھنے لگا تو چاروں طرف سے لوگ آکر **یُقَبِّلُوْنَ یَدِیْ** میرے ہاتھوں کو چومنے لگے اور **یامُحْیُ الدِّیْن** کہہ کر پکارنے لگے آپ فرماتے ہیں کہ اس سے قبل مجھے کسی نے اس لقب سے نہیں پکارا تھا اسی مقام کو آپ اپنے قصیدہ غوثیہ میں اس طرح بیان کرتے ہیں۔

اَنَا الْجِیْلِیُّ مُحْیِ الدِّیْن اِسْمِیْ

وَاَعْلَامِیْ عَلٰی رَاْسِ الْجِبَالِ

بیعت و خلافت ☆: آپ حضرت ابوسعید ابن علی مخدومی رحمتہ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے ۱۷ صفر ۵۱۱ھ

بمطابق 1117ء کو حضرت ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ کلاہ اور خرقۂ خلافت لے کر بغداد کی جامع مسجد میں تشریف لائے اور نماز جمعہ کے بعد حضرت غوث پاکؓ کو خلافت عطا فرمائی اس محفل میں تیس بڑے بڑے اولیاء اللہ شریک تھے۔

حسن اخلاق ☆: آپ کے عادات و اخلاق **اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْم** کا نمونہ اور **اِنَّکَ لَعَلٰی ھُدًی مُّسْتَقِیْم** (بے شک آپ ہی سیدھی راہ پر ہیں) کا مصداق تھے آپ اتنے عالی مرتبت جلیل القدر وسیع العلم اور شان و شوکت کے باوجود ضیعفوں میں بیٹھتے فقیروں کے ساتھ تواضع سے پیش آتے بڑوں کی عزت چھوٹوں پر شفقت فرماتے۔ سلام کرنے میں پہل کرتے اور طالب علموں اور مہمانوں کے ساتھ کافی دیر بیٹھتے بلکہ ان کی لغزشوں اور گستاخیوں کو درگزر فرماتے۔ اگر آپ کے سامنے کوئی جھوٹی قسم بھی کھاتا تو آپ یقین فرمالیتے اور اپنے علم و کشف کو ظاہر نہ فرماتے اپنے مہمان اور ہمنشین سے دوسروں کی بہ نسبت انتہائی خوش اخلاقی اور خندہ پیشانی سے پیش آتے آپ کبھی نافرمانوں سرکشوں ظالموں اور مالداروں کے لئے کھڑے نہ ہوتے نہ کبھی کسی وزیر و حاکم کے دروازے پر جاتے۔ القصہ مختصر یہ کہ مشائخ وقت میں سے کوئی بھی حسن خلق دستِ قلب کرم نفس مہربانی اور عہد کی نگہداشت میں آپ کی برابری نہیں کرسکتا تھا۔

ریاضت و مجاہدہ ☆: حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بغداد شریف میں قحط سالی ہوئی تو مجھے سخت تنگدستی ہوئی کئی روز تک میں نے کھانا نہیں کھایا بلکہ اس اثنا میں پھینکی ہوئی جو چیز مل جاتی اس کو کھالیتا ایک روز بھوک نے خوب ستایا اس لئے دریائے دجلہ کی طرف چلا گیا شائد کوئی سبز ترکاری گھاس وغیرہ کے پتے مل جائیں ان کو کھا کر گزارہ کرلوں۔ جب اس طرف گیا تو جدھر دیکھتا ہوں وہاں مجھ سے پہلے آدمی موجود ہیں اور ان سے مزاحمت اور پیش قدمی کرنے کو میں اچھا نہ جانتا تھا شہر میں لوٹ آیا اور یہاں بھی مجھے کوئی چیز نہ ملی۔ آخرکار بھوک سے تنگ آ کر بغداد شریف کی مشہور منڈی شوق الریحانیین کی مسجد کے ایک گوشہ میں جا بیٹھا۔

حضرت شیخ ابو مسعود الحریمی علیہ الرحمۃ بیان کرتے ہیں کہ سیّدنا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ میں نے ریاضت اور مجاہدہ کا کوئی ایسا طریقہ نہیں چھوڑا جس کو اپنے نفس کے لئے نہ اپنایا ہو اور اس پر قائم نہ رہا ہوں۔ مدت تک میں شہر کے ویران اور بے آباد مقامات پر زندگی بسر کرتا رہا۔ نفس کو طرح طرح کی ریاضت اور مشقت میں ڈالا۔ پچیس سال تک عراق کے بیابانوں میں تنہا پھرتا رہا۔

چنانچہ ایک سال میں ساگ گھاس وغیرہ اور پھینکی ہوئی چیزوں سے گزارا کرتا رہا اور پانی مطلقاً نہ پیا۔ پھر ایک سال تک پانی بھی پیتا رہا پھر تیسرے سال میں صرف پانی پر گزارہ تھا۔ کھاتا کچھ بھی نہ تھا۔ پھر ایک سال تک نہ کھایا نہ پیا اور نہ ہی سویا آپ ہر روز ایک ہزار رکعت نفل ادا فرماتے تھے حضرت ابو الفتح ہروی علیہ الرحمتہ بیان کرتے ہیں کہ میں سرکار غوث پاکؓ کی خدمت میں چالیس سال تک رہا۔ اس مدت میں مَیں نے آپ کو ہمیشہ عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور مَیں نے دیکھا کہ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ پندرہ سال تک رات رات بھر میں ایک قرآن پاک ختم کرتے رہے۔ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود فرماتے ہیں کہ مَیں نے بڑی سختیاں اور مشقتیں برداشت کیں اگر وہ کسی پہاڑ پر گزرتیں تو وہ پہاڑ بھی پھٹ جاتا۔

کمال علمی ☆: ایک دن آپ کی مجلس میں کسی قاری نے قرآن کریم کی ایک آیت پڑھی آپ نے اس کی تفسیر بیان کی پھر دوسری پھر تیسری حتیٰ کے حاضرین کے علم کے مطابق آپ نے اس کی گیارہ تفسیریں بیان فرمائیں اور ہر تفسیر کی مستند مفصل دلیل اور ہر دلیل کی ایسی تفصیل بیان فرمائی کہ اہل مجلس غرق حیرت وتعجب ہو گئے اس کے بعد فرمایا کہ اب ہم قال کو چھوڑ کر حال کی طرف آتے ہیں پھر آپ نے **لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدُ الرَّسُوْلُ اللّٰه** کہا اس کلمہ توحید کا زبان سے نکلنا تھا کہ حاضرین کے دل میں شورش و اضطراب موجزن ہوا اور کپڑے پھاڑ کر جنگل کا رخ کیا۔

آپ کے وعظ میں مردان غیب شریک ہوتے تھے کسی محفل وعظ میں ایسا نہیں ہوا کہ جنازے نہ اٹھے ہوں یا غیر مسلم ایمان نہ لائے ہوں چار سو آدمی آپ کا وعظ لکھتے تھے حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام دنیا کے طالبانِ علم کے مرکز تھے اطراف عالم سے آپ کے پاس فتاویٰ آتے تھے جن کا غور وفکر اور مطالعہ کتب کے بغیر فوراً آپ صحیح جواب لکھتے تھے بڑے سے بڑے عالم کو آپ کے خلاف ذرا سا بھی لکھنے یا کہنے کی مجال نہ ہوتی۔

ایک مرتبہ عجم سے آپ کے پاس فتویٰ آیا جس میں تحریر تھا کہ سادات علماء اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے یہ قسم کھائی کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی ایسی عبادت نہ کرے کہ افراد انسان میں سے کوئی بھی کسی جگہ اس عبادت میں اُس کا شریک نہ ہو تو اُس کی عورت پر تین طلاقیں اب بتایئے کہ یہ شخص کون سی ایسی عبادت کرے جس سے اس کی قسم نہ ٹوٹے۔

اس کا جواب لکھنے میں عراق وعجم کے تمام علماء عاجز ہو گئے تو آپ کے سامنے یہ فتویٰ پیش کیا گیا۔ آپ نے فوراً غور وفکر کے بغیر فرمایا کہ اس کے لئے خانہ کعبہ کو طواف کرنے والوں سے خالی کرا لیا جائے پھر یہ شخص تنہا طواف کے سات چکر کرے تو اس کی قسم نہ ٹوٹے گی کیونکہ خانہ کعبہ کا طواف ایسی عبادت ہے کہ اس وقت انسانوں میں سے کوئی بھی اس کا شریک نہ ہوگا۔

سیرت و کردار ☆: آپ نحیف البدن میانہ قد کشادہ سینہ لمبی چوڑی داڑھی گندمی رنگ پیوستہ آبرو بلند آواز پاکیزہ سیرت بلند مرتبہ اور علم کامل کے حامل تھے۔ صاحب شہرت وسیرت اور خاموش طبع تھے آپ کے کلام کی تیزی اور بلند آوازی سننے والوں کے دل میں رعب و ہیبت طاری کرتی تھی یہ آپ کی کرامت تھی کہ مجلس میں قریب و بعید بیٹھنے والے بے کم وکاست بغیر کسی تفاوت کے آپ کی آواز با آسانی یکساں سُن لیتے تھے۔ جب آپ کلام کرتے تو ہر شخص پر خاموشی چھا جاتی جب آپ کوئی حکم دیتے تو اس کی تعمیل میں سرعت و مبادرت کے سوا اور کوئی صورت نہ ہوتی جب بڑے سے بڑے سخت دل پر نظر جمال پڑ جاتی تو وہ خشوع و خضوع اور عاجزی وانکساری کا مرقع بن جاتا اور جب آپ جامع مسجد میں تشریف لاتے تو تمام مخلوق دعا کے لئے ہاتھ اٹھا کر درگاہ قاضی الحاجات میں دعا کرتی۔

کرامات دستگیر اور بچپن کے حالات ☆: منقول ہے کہ آپ پیدائش کے بعد ماہ رمضان المبارک میں دن کے وقت اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ نہیں پیتے تھے حتیٰ کے سب میں مشہور ہو گیا کہ سادات کے فلاں گھرانے میں ایک بچہ ایسا پیدا ہوا ہے جو رمضان میں دن کے وقت دودھ نہیں پیتا۔

کرامت نمبر۲ ☆: ایک مرتبہ لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ آپ ولی اللہ ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ دس برس کی عمر تھی جب میں مدرسے جاتا تھا تو راستے میں فرشتوں کو اپنے گرد چلتے ہوئے دیکھتا اور جب مکتب میں پہنچ جاتا تو فرشتوں کو یہ بات بچوں سے کہتے ہوئے سنتا کہ اے بچو اللہ کے ولی کے لئے جگہ کشادہ کردو۔

کرامت نمبر۳ ☆: سرکار غوث پاکؒ کا فرمان ہے۔ **لَوْلَا لَجَامُ الشَّرِيْعَةِ عَلٰى لِسَانِىْ لَاَخْبَرْتُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ بُيُوْتِكُمْ اَنْتُمْ بَيْنَ يَدَىْ كَالْقَوَارِيْرَاى مَافِىْ بَوَاطِنِكُمْ وَظَوَاهِرِكُمْ۔**

(ترجمہ) اگر میری زبان پر شریعت کی رکاوٹ کی لگام نہ ہوتی تو میں تم کو ان چیزوں کی خبر دے دوں جو تم اپنے گھروں میں کھاتے ہو اور رکھتے ہو تم سب حضرات میرے سامنے شیشے کی بوتلوں کی مانند ہو جن کے ظاہر و باطن سب کچھ نظر آتے ہیں۔

کرامت نمبر۴ ☆: شیخ ابو عمرو عثمان الصیر فینی اور ابو محمد عبدالحق الحریمی سے مروی ہے کہ ہم ماہ صفر ۵۵۵ھ کو حضرت غوث الاعظمؒ کے مدرسے میں آپ کی خدمت اقدس میں حاضر تھے کہ اس وقت آپ نے اپنی کھڑاؤں پہنیں اور وضو فرمانے کے بعد دو رکعت نفل ادا فرمائے نماز سے فارغ ہو کر آپ نے بلند آواز کرتے ہوئے ایک کھڑاؤں اٹھا کر ہوا میں زور سے پھینکی بعد ازیں دوسری کھڑاؤں بھی اسی طرح پھینکی دونوں کھڑائیں ہماری نظروں سے غائب ہوگئیں آپ اپنی جگہ پر آرام سے بیٹھ گئے ہم میں سے کسی کو واقعہ معلوم کرنے کی جرأت نہ ہوئی تین روز گزر جانے کے بعد ایک قافلہ آیا اور کہنے لگا ہم نے غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں نذرانہ پیش کرنا ہے ہم نے قافلہ اندر آنے کی اجازت طلب کی آپ نے اجازت عنایت فرما دی نیز فرمایا کہ جو کچھ نذرانہ دیں وہ ان سے لیکر رکھ لو قافلہ اندر حاضر ہوا اور انہوں نے ہم کو ریشمی اونی کپڑے سونا وغیرہ اور آپ کی دونوں کھڑاویں جن کو آپ نے ہوا میں پھینکا تھا وہ ہمیں دیں۔ باہر آکر ہم نے ان سے دریافت کیا یہ کھڑاویں تم کو کہاں سے ملیں تو انہوں نے بیان کیا کہ تین صفر کو ہم جا رہے تھے کہ راستے میں ہم کو عرب ڈاکوؤں نے لوٹ لیا اور ہمارے قافلے کے بہت سے افراد کو قتل بھی کر ڈالا ڈاکو ہمارا مال ایک طرف لے جا کر آپس میں تقسیم کر رہے تھے تو اس وقت ہم نے کہا کہ اگر اس وقت حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہماری دستگیری فرمائیں اور ہم بچ کر نکل گئے تو اپنے مال میں سے آپ کو نذر پیش کریں گے ابھی ہم یہ کہہ ہی رہے تھے کہ دو بلند آوازیں سنائی دیں کہ سارا بیابان گونج اٹھا اور وہ ڈاکو بھی ہیبت زدہ ہوگئے ہم نے سمجھا کہ کوئی شخص آ رہا ہے جو ان ڈاکوؤں سے مال چھین لے گا اتنے میں وہ ڈاکو ہمارے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آؤ تم اپنا مال اٹھا لو اور دیکھو ہمارا کیا حال ہوا ہے؟ ہم وہاں پہنچے تو ڈاکوؤں کے دونوں سرداروں کو مردہ پایا اور ہر ایک کے پاس پانی سے تر ایک کھڑاؤں پڑی ہے اور انہوں نے ہمارا مال واپس کر دیا۔

کرامت نمبر۵ ☆: امام المحدثین حضرت ملا علی قاریؒ نے اپنی تصنیف لطیف نزہتہ الخاطر الفاطر میں تحریر فرمایا ہے کہ ابو حفص عمر بن صالح بغدادیؒ اپنی اونٹنی ہانکتے ہوئے حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ میں حج بیت اللہ شریف کو جانا چاہتا ہوں مگر میری اونٹنی قابل سفر نہیں ہے اس کے سوا میرے پاس کوئی دوسری سواری بھی نہیں ہے۔

چنانچہ حضرت غوث پاکؒ نے اونٹنی کی پیشانی پر ہاتھ رکھا اور ایک ایڑ لگائی تو وہ اونٹنی بیت اللہ شریف تک کسی سے پیچھے نہ رہی۔

کرامت نمبر ۶ ☆: حضرت کے رکابدار ابو العباس احمد بن محمد القرشی البغدادیؒ سے منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت نے قحط سالی میں مجھے دس بارہ سیر گندم عنایت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اسے ایسے برتن میں رکھنا جس کے دو منہ ہوں جب ضرورت پڑے تو ایک منہ کھول کر حسب ضرورت نکال لیا کرنا اور تولنا بالکل نہیں نیز اس برتن میں جھانک کر گیہوں کی مقدار کبھی نہ دیکھنا۔

چنانچہ ہم اس گندم کو پانچ سال تک کھاتے رہے ایک دفعہ میری بیوی نے اس برتن کا منہ کھول کر دیکھا کہ اس میں گندم کتنی باقی ہے تو معلوم ہوا کہ جتنی گندم ڈالی گئی تھی اتنی مقدار میں ہی موجود ہے۔ پھر یہ گندم سات دنوں ہی میں ختم ہوگئی میں نے اس واقعہ کا ذکر حضور غوث پاکؒ سے کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا **لَوْ تَرَكْتُهُ عَلىٰ حَالِهِ لَاَكَلْتُمْ مِنْهُ حَتّىٰ تَمُوْتُوْ**۔ اگر تم ان کو اسی طرح رہنے دیتے یعنی اس کی مقدار کو نہ دیکھتے تو تم ان میں سے مرتے دم تک کھاتے رہتے۔

کرامت نمبر ۷ ☆: ایک دن رمضان شریف میں ستر آدمیوں نے فرداً فرداً آپ کو اپنے گھر میں برکت کی خاطر روزہ افطار کرنے کی دعوت دی آپ نے ہر ایک کی دعوت قبول فرمائی ہر دعوت دینے والے کو کسی دوسرے کے بھی مدعو کرنے کا قطعاً علم نہ تھا آپ نے ایک ہی وقت میں ہر ایک کے گھرانے کے ہمراہ روزہ افطار کیا نیز آپ نے اپنے آستانہ عالیہ پر بھی اس روز روزہ افطار کیا صبح ہر مدعو کرنے والے نے آپ کی اپنے گھر تشریف آوری کا اور روزہ افطاری کی سعادت حاصل کرنے کا تذکرہ کیا تو یہ خبر بغداد شریف میں خوب پھیلی آپ کے خدام میں سے ایک خادم کے دل میں یہ خیال آیا کہ حضرت اپنے آستانہ عالیہ سے باہر تشریف لے کر بھی نہیں گئے تو یہ لوگ آپ کے بیک وقت تشریف آوری اور کھانا تناول فرمانے کا تذکرہ کیسے کرتے ہیں تو اُس نے حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ عرض کیا آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ اپنے قول میں سچے ہیں میں نے ان میں سے ہر ایک کی دعوت قبول کی اور بیک وقت ہر آدمی کے گھر جا کر کھانا کھایا ہے۔

کرامت نمبر ۸ ☆: حضرت امام ابو الحسن الشطنوفی، ہاشمی البغدادی سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قاہرہ میں ۶۷۰ھ میں ہم کو میرے والد گرامی حضرت سید عبدالرزاق اور میرے چچا عبدالوہاب اور عمران کیمانی اور بزاز نے ۵۹۰ھ میں ان سب حضرات نے کہا میں نے حضرت پیران پیر دستگیر الشیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ۵۵۳ھ میں سنا کہ وہ کرسی پر بیٹھے ہوئے فرما رہے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منگل کے دن ۱۶ شوال ۵۶۱ھ میں ظہر سے پہلے دیکھا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے میرے بیٹے تم کلام کیوں نہیں کرتے (وعظ و نصیحت) میں نے عرض کیا کہ میں ایک عجمی آدمی ہوں۔ بغداد میں فصحاء عرب کے سامنے کیسے تقریر کروں گا۔

جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے عبدالقادر اپنا منہ کھولو تب میں نے منہ کھولا تو آپ نے اس میں سات مرتبہ اپنا لعاب دہن ڈالا۔ اور مجھ سے فرمایا کہ لوگوں کے سامنے وعظ کرو اور ان کو اپنے رب کی طرف عمدہ حکمت اور نصیحت کے ساتھ بلاؤ

پھر میں نے ظہر کی نماز ادا کی اور منبر پر بیٹھا تو میرے سامنے مخلوق کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا جسے دیکھ کر میری زبان رک گئی تو میں نے امام الاولیا مشکل کشا حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو اپنے برابر کھڑا ہوا دیکھا تو انہوں نے فرمایا اے بیٹے

عبدالقادر وعظ کیوں نہیں کرتے تو میں نے عرض کیا کہ میری زبان رک گئی ہے۔

تو آپ نے فرمایا منہ کھولو میں نے منہ کھولا تو آپ نے چھ مرتبہ میرے منہ میں لعاب دہن ڈالا۔ تو میں نے عرض کیا آپ نے سات مرتبہ کیوں نہیں ڈالا تو آپ نے فرمایا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کی وجہ سے۔ یہ کہہ کر میرے سامنے سے غائب ہو گئے تو اس کے بعد سے میں نے وعظ کہنا شروع کیا۔

کرامت نمبر ۹ ☆: حضرت امام ابوالحسن الشطنوفی البغدادی رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب بہجتہ الاسرار میں فرماتے ہیں ۶۰۵ھ کا واقعہ ہے کہ شہنشاہ بغداد کی مجلس میں تقریباً دس ہزار مرد جمع تھے اور حضرت شیخ علی بن ہیتی حضور شہنشاہ بغداد کے سامنے قاری کے چبوترے کے نیچے بیٹھے کہ اس دوران ان کو اونگھ آ گئی تو شہنشاہ بغداد نے لوگوں سے فرمایا کہ چپ ہو جاؤ۔ چنانچہ تمام حاضرین یہاں تک خاموش ہو گئے کہ کوئی کہنے والا یہ کہہ سکے کہ ان سے صرف سانسوں کی آواز سنی جاتی تھی۔

اس دوران حضور شہنشاہ بغداد اپنے کرسی سے اٹھے اور شیخ علی بن ہیتی کے سامنے ادب سے کھڑے ہو گئے۔ اس کے بعد آپ واپس اپنے مقام پر تشریف لے گئے تو لوگوں نے منبر سے اتر کر ادباً کھڑے ہونے سے متعلق استفسار کیا تو آپ نے شیخ علی بن ہیتی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اپنا خواب بیان کرو۔

تو انہوں نے بتایا کہ دوران محفل مجھے اونگھ آ گئی تو میں نے مدینے کے تاجدار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ یہی وجہ تھی کہ میں منبر سے اتر کر ادباً کھڑا ہو گیا تھا کہ سرکار علیہ اسلام کی آمد آمد ہے۔ اس کے بعد آپ نے شیخ علی بن ہیتی سے فرمایا کہ کیا تجھے حضور علیہ اسلام نے کوئی وصیت بھی کی ہے۔ تو انہوں نے عرض کیا کہ حضور نے مجھے آپ کی ملازمت کا حکم دیا ہے۔

راوی کہتا ہے کہ اس دن مجلس میں موجودہ لوگوں میں سے سات افراد کا انتقال ہوا۔ اور بعض ایسے تھے کہ جن کو بے ہوشی کی حالت میں اٹھا کر ان کے گھروں کی طرف لے جایا گیا تو راستے میں ہی ان کا انتقال ہو گیا۔

کرامت نمبر ۱۰ ☆: صاحب قلائد الجواہر نے مجمع الفضائل سے نقل کیا ہے۔ کہ میں نے بہت سے مشائخ سے سنا ہے کہ ہمارے سردار الشیخ السید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی غوث اعظم ہیں۔ اس لئے جب بھی غوث کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے مراد آپ ہی کی ذات گرامی ہوتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس لفظ سے مخاطب کیا ہے۔ اور آپ کی روح مبارک نے شب معراج سرکار دو عالم ﷺ کو دیکھا تھا اور ولایت محمدیہ اور وراثت محبوبیہ کی خلعت سے بہرہ اندوز ہوئے۔ جیسا کہ آپ حضرت شہنشاہ بغداد پیران پیر دستگیر سے رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ جب میرے نانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لامکان کو سیر کے لئے بلایا گیا۔ معراج کی رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ پر جلوہ افروز ہوئے تو جبریل امین ٹھہر گئے اور دست بستہ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں اس سے ذرا آگے بھی بڑھوں تو جل جاؤں گا۔

اس وقت اللہ تعالیٰ نے میری روح کو اس مقام پر بھیجا تا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے فائدہ حاصل کر سکوں تو میں

زیارت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوا۔ اور نعمت عظمیٰ اور وراثت وخلافت کبریٰ سے نوازا گیا۔ بعد میں مجھے براق کی جگہ کھڑا کیا گیا اور میرے جد امجد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم میری لگام اپنے دست مبارک میں پکڑ کر سوار ہوئے۔ یہاں تک کہ آپ صلی الہ علیہ وسلم قاب قوسین او ادنیٰ کے مقام پر جا پہنچے اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا بیٹا میرے یہ قدم تمھاری گردن پر ہیں۔ اور تمھارے قدم تمام ولیوں کی گردن پر ہوں گے۔

کرامت نمبر ۱۱: قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰى رَقَبَةِ كُلِّ وَلِيِّ اللّٰه ☆ : حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب زبدۃ الآثار کے صفحہ ۳۰ پر تحریر فرماتے ہیں کہ جناب غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامات جلیلہ میں **قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰى رَقَبَةِ كُلِّ وَلِيِّ اللّٰه** کا اعلان بہت عظیم الشان معرکہ مانا جاتا ہے۔ جب اس اعلان کی شہرت سے کائنات ارضی کے ہر ولی نے سر تسلیم ختم کر دیا۔ معاصرین کی گردنیں جھک گئیں اور دنیا کے تمام مشائخ خواہ حاضر تھے یا غائب، چھوٹے تھے یا بڑے، مشرق میں تھے یا مغرب میں غرضیکہ ہر ایک نے تصدیق وتائید کی۔ ارباب حال نے تو بڑے لطیف اور نفیس انداز میں تبصرے کئے ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

نمبر ۱ ☆ : صاحب بہجۃ الاسرار حضرت امام ابوالحسن الشطنوفی البغدادی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ہمیں مشائخ کی ایک جماعت نے جن کے آخرین بزرگ شیخ ابوبکر شبکی بطائحیٰ تھے۔ آپ نے بتایا کہ ان کی مجلس میں ایک دن مشائخ کبار کا ذکر چلا تو فرمایا کہ عجم میں ایک ایسا شخص پیدا ہوا ہے جو خداوند تعالیٰ کے نزدیک بڑے بلند مقام کا مالک ہے۔ وہ بغداد میں رہتا ہے اور اعلان کرتا ہے۔ **قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰى رَقَبَةِ كُلِّ وَلِیُ اللّٰه** کہ میرا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے۔ اس لئے ہر ولی اللہ کا فرض ہے کہ اس اعلان کے بعد اس عظیم الشان حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دے کیونکہ وہ اپنے زمانے کا یگانہ انسان ہے۔

نمبر ۲ ☆ : صاحب بہجۃ الاسرار نے مزید لکھا ہے کہ مشائخ عظام کی جماعت میں سے ایک بزرگ ابو یعقوب بن ایوب ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں بتایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ عنقریب عراق میں ایک ایسا عظیم انسان پیدا ہونے والا ہے جو کہ کرامات کا مظہر عظیم ہوگا اور اسے ساری مخلوق میں مقبولیت حاصل ہوگی اور وہ اعلان کرے گا۔

قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰى رَقَبَةِ كُلِّ وَلِیُ اللّٰه

اس اعلان پر دنیا کے تمام ولی اس کے سامنے گردنیں جھکا دیں گے۔ ہر ایک بزرگ آپ کی تائید وتصدیق سے درجہ ولایت کو پہنچے گا اور آپ ہی ہر ایک کی سفارش وشفاعت فرمائیں گے۔

نمبر ۳ ☆ : حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میرے مرشد وعم محترم شیخ ابوالنجیب عبدالقادر سہروردی رحمۃ اللہ نے بتایا کہ وہ ایک دن شیخ حماد باس علیہ الرحمۃ کے پاس بیٹھے تھے (جو اولیائے وقت میں سے تھے) حضرت سید عبدالقادر ابتدائے حال میں آپ کی مجلس میں آیا کرتے تھے اور ہر کام کرتے تھے۔ اور نہایت مودب طریقہ سے مجلس میں بیٹھا کرتے تھے جب سیدنا عبدالقادر مجلس سے اٹھ کر چلے گئے تو شیخ حماد نے بتایا اس عجمی نوجوان کا قدم اتنا بلند ہے کہ ایک وقت

آئے گا کہ اولیاء اللہ کی گردنیں اس کے نیچے ہونگی اور اس کو اجازت دی جائے گی کہ اعلان کردے **قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰه**

نمبر۴ ☆: ایک مرتبہ ابو مدین شعیب نے گردن جھکا کر کہا اے اللہ میں تجھے تیرے فرشتوں اور حاضرین مجلس کو گواہ ٹھہراتا ہوں کہ میں نے اطاعت قبول کر لی ہے اور گردن جھکا دی ہے۔ احباب نے آپ سے پوچھا کہ اس واقعہ کی حقیقت کیا ہے؟ تو آپ نے بتایا کہ ابھی ابھی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بغداد میں اعلان فرمایا ہے۔

قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰه

نمبر۵: حضرت جنید بغدادی کا فرمان ☆: حضرت شیخ موسیٰ ابلنتھوی رحمۃ اللہ علیہ مکاشفات جنیدیہ میں لکھتے ہیں کہ حضرت سیدالطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ جمعۃ المبارک کے روز ایک مرتبہ جمعہ کا خطبہ پڑھ رہے تھے۔ تو آپ پر اللہ تعالیٰ کی خاص تجلی کا ظہور ہوا۔ جس سے آپ مکاشفہ اور شہود کے دریا میں مستغرق ہو گئے اور اس وقت آپ کی زبان مبارک سے یہ کلمات نکلے کہ اس کا قدم میری گردن پر بلکہ سر پر ہے۔ اس کے بعد آپ منبر کی سیڑھی سے اتر کر آئے۔ اور جمعۃ المبارک کا خطبہ پڑھا تو نماز جمعہ کی فراغت کے بعد لوگوں نے ان کلمات کی نسبت پوچھا جو آپ نے دوران خطبہ ارشاد فرمائے۔ تو حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے عالم الغیب سے معلوم ہوا ہے کہ پانچویں صدی ہجری کے درمیان میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اولاد پاک میں سے ایک بچہ پیدا ہوگا جو اس زمانے کا قطب ہوگا۔ شہر گیلان میں پیدا ہوگا۔ اس کا نام سید عبدالقادر ہوگا اور لقب اس کا محی الدین (دین کا زندہ کرنے والا) ہوگا اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ کہنے کا حکم ہوگا۔

قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰهُ مِنَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ

ترجمہ ☆: میرا یہ قدم تمام اولین وآخرین کے ولیوں اور ولیہ کی گردنوں پر ہے۔

سیدالطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں خیال آیا کہ جب میں اس کے زمانے میں نہیں ہوں تو اس کے قدم اپنی گردن پر کیوں رکھوں۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فوراً عتاب ہوا۔ اے جنید تم نے غوث اعظم کے آگے گردن جھکانے میں کیوں توقف کیا۔ اور کس شے نے تجھ پر یہ امر بھاری بنا دیا۔ وہ تو میرا محبوب ہے اور میرے حبیب محمد مصطفےٰ ﷺ کی اہل بیت میں سے ہے۔ اس کی قدر و منزلت شان اولیائے کرام اور اقطاب و ابدال میں ایسی ہے جس طرح میرے حبیب ﷺ کی قدر و منزلت اور شان انبیائے کرام میں ہے۔ اسی مقام پر عارف کامل نے کہا ہے۔

غوث اعظم درمیان اولیا — چوں محمد درمیان انبیاء

حضرت سیدالطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سیدنا غوث اعظم نے یہ کلمہ فرمایا تو تمام اولیائے کرام نے آپ کی فرمانبرداری کرتے ہوئے اپنی گردنوں کو جھکانے کیلئے حاضر ہوئے۔ اس لئے میں نے بھی کہا کہ آپ کا قدم میری گردن اور سر پر ہے۔

خواجہ غریب نواز کا عجز و نیاز ☆: قدوۃ المشائخ، قطب الخلائق امیر محمد حسینی رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب لطائف الغرائب میں حضرت خواجہ نصیر الدین محمود کی زبانی تحریر فرماتے ہیں کہ جب سیدنا غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے **قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ كُلِّ وَلِيِّ اللّٰه** (میرا قدم تمام ولیوں کی گردن پر ہے) تو تمام اولیائے کرام نے اپنی گردنوں کو جھکا دیا۔

اور اس وقت حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ خراسان کے ایک پہاڑ کی غار میں مجاہدہ کر رہے تھے۔ تو امرِ الٰہی کی اطلاع ملتے ہی آپ نے جلدی سے تمام اولیائے کرام سے پہلے اپنے سر کو اتنا جھکا دیا کہ زمین تک لگ گیا۔ اور عرض کیا **بل علیٰ رأسي** بلکہ آپ کا قدم میرے سر پر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت غوث اعظم کو اسی وقت اس بات سے آگاہ فرما دیا تو سیدنا غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے اولیائے کرام کے بھرے مجمع میں فرمایا کہ غیاث الدین کا بیٹا گردن جھکانے میں تمام اولیائے کرام پر سبقت لے گیا ہے اور تواضع اور حسن ادب کے سبب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا محبوب بن گیا ہے اور عنقریب اس کو ہندوستان کی حکومت کی باگ دی جائے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

غوث اعظم کی ولایت کا انکار کرنے والے کا حال ☆: حضرت سید عبد القادر اربلی رحمتہ اللہ علیہ اپنی تصنیف تفریح الخاطر میں فرماتے ہیں کہ جب غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے رب ذوالجلال کے حکم سے یہ فرمایا۔

قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ كُلِّ وَلِيِّ اللّٰه (میرا قدم تمام ولیوں کی گردن پر ہے) تو تمام دنیا کے ولیوں نے اپنی گردنوں کو جھکا دیا۔ مگر اصفہان کے ایک ولی نے گردن نہ جھکائی۔ جن کا نام شیخ صنعان تھا۔ تو سیدنا غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کو یہ بات کشف سے معلوم ہوگئی۔ تو آپ نے فرمایا کہ میرا یہ قدم خنزیروں کے چرانے والے پر بھی ہے۔

کچھ عرصہ کے بعد شیخ صنعان بیت اللہ شریف کی زیارت کے لئے اپنے مریدین کے ہمراہ مکۃ المکرّمہ روانہ ہوئے اور ہمسفر مریدین میں شیخ محمود مغربی اور شیخ فرید الدین عطار رحمتہ اللہ علیہ بھی تھے۔

دوران سفر کافروں کے ایک شہر سے گزر ہوا۔ تو شہر کے ایک محل پر حسن و جمال میں بے مثال لڑکی اطراف و جوانب کا نظارہ کر رہی تھی جو راہ گزروں کو صرف ایک نگاہ سے شکار کر لیتی تھی اچانک شیخ صنعان کی نظر اس پر پڑی تو غش کھا کر زمین پر جا پڑے۔ اس کے حسن و جمال کو دیکھ کر عقل کا جنازہ نکل گیا اور اپنا دل لڑکی کو دے بیٹھے۔ یہاں تک کے کھانا پینا چھوڑ دیا۔

اس لڑکی کے والد کو معلوم ہوا کہ سخت گھبرایا اور کوئی چارہ نظر نہ آیا کہ شیخ سے اپنی لڑکی کو بیاہ دے۔ تو لڑکی کے والد نے شیخ سے کہا کہ میں اپنی لڑکی کی شادی کر دیتا ہوں۔ مگر ہمارے ملک کا دستور ہے کہ لڑکی جسے دی جاتی ہے وہ کچھ دن خنزیروں کو چراتا ہے۔ ہر روز ایک خنزیر کا بچہ گردن پر اٹھا کر لاتا اور لڑکی کے والد کو دیتا ہے اور وہ نکاح تک خنزیروں کا گوشت کھاتے رہتے ہیں۔ تو جب نکاح ہونے لگتا ہے تو چراغ روشن کیا جاتا ہے۔ اور مرد کے ایک ہاتھ میں شراب اور خنزیر کا گوشت ہوتا دوسرے ہاتھ سے دلہن کا پلہ پکڑتا ہے۔ تو اس طرح نکاح کی رسم ادا ہو جاتی ہے۔

شیخ صنعان نے یہ تمام باتیں بخوشی قبول کر لیں۔ تو شیخ صنعان ہر روز نکاح کی معیاد تک خنزیر چراتا اور شام کو ایک خنزیر کا بچہ

گردن پر اٹھائے ہوئے آتا اور لڑکی کے والدین کو دیتا۔

جب معیاد ختم ہوگئی تو انہوں نے شیخ صنعان کے ایک ہاتھ میں شراب اور خنزیر کا گوشت اور دوسرے ہاتھ میں دلہن کا پلہ پکڑ وادیا۔ تو رسم کے مطابق شیخ صنعان شراب پینے اور گوشت کھانے لگا تو شیخ فریدالدین عطار رحمتہ اللہ علیہ نے دربار غوثیہ میں بلند آواز سے فریاد کی کہ یا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی ہمارے شیخ ہمارے ہاتھوں سے جارہے ہیں۔ خدارا ہماری مدد کیجئے۔

یہ سنتے ہی شیخ کے بدن پر لرزہ طاری ہوا۔ اور شراب کا پیالہ اور خنزیر کا گوشت ہاتھ سے گر گیا اور غفلت کی پٹی آنکھ سے کھل گئی اور سب کچھ چھوڑ کر جنگل کی طرف چلے گئے۔ تو شیخ فریدالدین عطار نے پوچھا آپ کہاں جارہے ہیں تو شیخ صنعان نے فرمایا سرکار غوث اعظم سے اپنی گستاخی معاف کروانے کیلئے۔

جب شیخ صنعان بغداد شریف پہنچے تو چہرہ پر سیاہی مل کر اور ہاتھ پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر اپنے مریدوں کے ہمراہ دربار غوثیہ کے دروازے کی چوکھٹ پر کھڑے ہوگئے اور زاروزار رونے لگے۔ تو سرکار غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شیخ صنعان کی حالت پر رحم آیا اور شیخ کی گستاخی کو معاف فرمادیا۔

اور چہرہ دھونے اور ہاتھ پیروں سے بیڑیاں کھولنے کا حکم دیا۔

اور خود رب العالمین کی بارگاہ میں شیخ صنعان کی بخشش کے لئے دعا مانگی تو اللہ رب العالمین کی طرف سے جواب ملا۔ اے عبد القادر اس نے تمہاری بے ادبی کی تھی اس لئے ہم نے اس کو اپنی بارگاہ سے نکال دیا ہے۔ یہ جواب سن کر حضرت غوث اعظم نے دوبارہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شیخ صنعان کی بخشش کے لئے دعا مانگی۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے صدا آئی کہ اس کے حق میں کسی کی شفاعت قبول نہیں کی جائے گی۔ اس آواز کو سنتے ہی حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ دنیاوی تصرفات سے دستبردار ہوگئے اور عرض کیا اے رب العالمین جب تو نے میری اور دیگر اولیائے کرام کی شفاعت قبول نہیں کی تو کل قیامت کے دن میرے مریدوں اور عقیدت مندوں کا کیا حال ہوگا۔

اس لئے میں دنیا میں تصرف کرنے اور دیگر امور سے دستبردار ہوتا ہوں اور تیرے بندوں کو تیرے سپرد کرتا ہوں اور تو جاننے والا ہے اور تیرے ہی اختیار میں مشرق و مغرب زمین و آسمان ہے آپ کے اس جواب پر خالق و مالک کی طرف سے ندا آئی۔ اے عبدالقادر میں نے اس کی توبہ تمھارے لئے قبول کی اور اس کا قصور معاف کردیا اور یہ بھی وعدہ کرتا ہوں کہ تیرے مریدوں اور عقیدت مندوں کو توبہ کے بغیر موت نہیں دوں گا اور ان کا خاتمہ بالخیر ہوگا۔

کرامت نمبر ۱۲ ☆: ایک دفعہ ایک عورت حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی۔ اس کے ساتھ اس کا ایک بچہ تھا عورت نے کہا آج سے میں اپنے حقوق سے دست بردار ہو کر اس بچے کو آپ کی تربیت میں دیتی ہوں۔ آپ نے اس بچے کو قبول کرتے ہوئے اسے مجاہدہ و ریاضت اور طریق سلف پر تربیت دینا شروع کردی۔

کچھ عرصہ کے بعد بچے کی ماں ملنے کیلئے آئی اور اس نے دیکھا کہ جناب غوث پاک بھنا ہوا مرغ کھا رہے ہیں جبکہ اس کا بیٹا

نہایت کمزور نحیف ایک کونے میں بیٹھا جو کی روٹی کھا رہا تھا۔

اس عورت نے مرغ کی ہڈیاں دیکھتے ہوئے آپ سے عرض کیا یا حضرت آپ تو مرغ کھا رہے ہیں جبکہ میرے بیٹے کو نان جویں پر گزر کرنا پڑ رہا ہے۔

آپ نے یہ سنتے ہی مرغ کی ہڈیوں پر ہاتھ پھیرا تو وہ مرغ زندہ ہو گیا۔ اور آذان دینے لگا۔ پھر آپ نے اس بچے کی والدہ سے فرمایا جب تمہارا بیٹا اس قابل ہو جائے گا پھر وہ جو چاہے کھاتا رہے۔

کرامت نمبر ۱۳ ☆: میں غوث پاک کا دھوبی ہوں ☆: دیوبندیوں کے معروف مولوی اشرف علی تھانوی اپنی کتاب میں تحریر کرتے ہیں کہ میں نے بذات خود حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک عجیب حکایت سنی ہے۔ جس میں توجیہ کی بھی ضرورت ہے اور کوئی بیان کرتا تو شاید یقین ہونا بھی مشکل ہوتا اور ممکن تھا کہ میں سن کر رد کر دیتا۔

وہ یہ کہ ایک دھوبی کا انتقال ہوا۔ جب دفن کر چکے تو منکر نکیر نے آ کر سوال کیا۔ **مَنْ رَّبُّکَ۔ مَادِیْنُکَ۔ مَنْ هٰذَا الرَّجُلُ**۔ وہ جواب میں کہتا کہ مجھ کو کچھ خبر نہیں میں تو غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا دھوبی ہوں اور فی الحقیقت یہ جواب اپنے ایمان کا اجمالی بیان تھا کہ میں ان کا ہم عقیدہ ہوں۔ جو ان کا خدا وہ میرا خدا۔ جو آپ کا دین وہ میرا دین اسی پر اس دھوبی کی نجات ہو گئی۔

کرامت نمبر ۱۴: شہنشاہ بغداد اور ایک غوث ☆: حضرت عبداللہ بن علی تمیمی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں تحصیل علم کے لئے بغداد آیا اور مدرسہ نظامیہ میں داخلہ لیا۔ ابن سقا میرے ہم جماعت اور ہم سبق تھے۔ ہم دونوں کا معمول تھا کہ عبادت و ریاضت سے فارغ ہو کر اہل اللہ کی زیارت کیلئے نکل جاتے۔

بغداد شریف میں ایک شخص کے متعلق مشہور تھا کہ وہ غوث وقت ہے۔ اور جب چاہتا ہے ظاہر ہو جاتا ہے۔ جب چاہتا ہے غائب ہو جاتا ہے۔

چنانچہ اس شخص کو ملنے کیلئے گئے۔ تو راستے میں ابن سقا نے کہا کہ آج میں اس شخص سے ایک ایسا علمی مسئلہ پوچھوں گا جس کا وہ جواب نہ دے سکے گا۔ عبداللہ بن علی نے کہا میں ایک مشکل مسئلہ دریافت کروں گا۔ دیکھتے ہیں وہ کیا جواب دیتے ہیں۔

ہمارے تیسرے ساتھی حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے۔ معاذ اللہ میں ان سے کوئی مسئلہ پوچھوں گا ہی نہیں۔ بلکہ مجلس میں بیٹھ کر صرف فیض زیارت اور فیض صحبت حاصل کروں گا۔

جب ہم تینوں ان کے مکان پر پہنچے تو دیکھا کہ وہ وہاں موجود نہیں مگر تھوڑی دیر کے بعد انہیں وہاں بیٹھے پایا تو انہوں نے ابن سقا کو قہر آلود نگاہوں سے دیکھا اور غصے سے فرمایا ابن سقا خدا تیرا بھلا نہ کرے تو مجھ سے ایسا مسئلہ پوچھتا ہے جس کا میرے پاس کوئی جواب نہیں۔ کان کھول کر سنو وہ مسئلہ یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے میں دیکھ رہا ہوں کفر کی آگ تیرے سینے میں شعلہ زن ہے۔

اس کے بعد انہوں نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے عبداللہ تو مجھ سے مسئلہ اس لئے دریافت کرتا ہے کہ میں کیا جواب دوں گا۔ یہ تیرا مسئلہ ہے اور یہ اس کا جواب ہے۔ مگر تمہاری سوادبی سے دنیا تیرے کانوں کی لو تک آ جائے گی۔ بعدازاں حضرت

سیدعبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنے قریب بٹھا کرنہایت احترام کیا اور فرمایا عبدالقادر تم نے ادب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو بھی راضی کر لیا ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ ایک وقت آئے گا جب تم بغداد کے منبر پر بیٹھ کر واعظ کر رہے ہو گے اور اعلان کرو گے قَدَمِی هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ كُلِّ وَلِیِّ اللّٰه میں یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ اس وقت تمام اولیاء تمہاری عظمت کا اعتراف کریں گے اور اپنی گردنوں کو جھکا دیں گے یہ بات کہتے ہی وہ یکدم غائب ہو گئے اور اس کے بعد وہ دوبارہ نظر نہیں آئے۔

اس واقعہ کے بعد حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر قرب الٰہی کے آثار ظاہر ہونے لگے اور عوام جوق در جوق آپ کے پاس آنے لگے۔ اور میں نے آپ کا اعلان اپنی زندگی میں سنا۔ جس وقت کے سارے ولیوں نے گردنیں جھکا دیں تھیں۔

ابن سقا علوم شرعیہ میں ایسا مستغرق ہوا کے وقت کے بڑے بڑے فقہا اور علماء اس کی قابلیت کا لوہا ماننے لگے وہ علم مناظرہ میں اس قدر حاوی تھا کہ اپنے مدمقابل کو ساکت کر دیتا۔ ساتھ ہی ساتھ وہ فصاحت اور وقار میں مشہور زمانہ ہو گیا۔ عباسی خلیفہ نے اسے اپنے خاص مصاحبوں میں داخل کر لیا۔ اور شہنشاہ روم کی طرف سفیر بنا کر روم بھیج دیا جہاں اس نے شاہی دربار میں نصرانی علماء کو مناظرہ کے دوران ساکت کر دیا۔ بادشاہ کے دل میں اس کی قدر بڑھ گئی۔ قیام کے دوران ایک دن وہ بادشاہ روم کی جواں سال بیٹی کو دیکھ کر دل دے بیٹھا اور بادشاہ کو نکاح کی درخواست کی۔ بادشاہ نے کہا کہ اگر تم عیسائیت اختیار کر لو تو مجھے کوئی عذر نہیں ابن سقا اسلام سے دستبردار ہو کر عیسائی بن گیا۔ اب اسے غوث وقت کا کلام یاد آیا یہ سارا قصہ ان کی بددعا کا نتیجہ ہے۔ راوی کہتا ہے میں دمشق میں آیا سلطان نورالدین رحمۃ اللہ علیہ شہید زنگی نے مجھے محکمہ اوقاف کا سربراہ بنا دیا اور دنیا میری طرف متوجہ ہوئی میں دولت سے مالا مال ہو گیا۔

کرامت نمبر ۱۵: عیسائی سے مناظرہ اور قبر سے مردہ زندہ کرنا ☆: حضرت سید عبدالقادر اربلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ علیہ ایک روز ایک محلّہ سے گزر رہے تھے کہ آپ نے دیکھا ایک مسلمان اور عیسائی آپس میں جھگڑا کر رہے ہیں۔ تو سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جھگڑے کا سبب پوچھا تو مسلمان نے کہا کہ یہ عیسائی کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ اسلام تمھارے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے افضل ہیں، اور میں نے اس عیسائی کو کہا کہ نہیں بلکہ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم افضل ہیں تو سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ اس عیسائی سے فرمانے لگے کہ تم کس دلیل سے اپنے نبی حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کو ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر فضیلت دیتے ہو۔ عیسائی نے کہا کہ ہمارے نبی حضرت عیسی علیہ اسلام مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے۔

تو سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے نصرانی دیکھ میں نبی نہیں ہوں۔ بلکہ میں اپنے نبی حضرت محمد مصطفٰے ﷺ کا ادنیٰ غلام ہوں۔ اگر میں مردے کو زندہ کر دوں تو کیا تو مسلمان ہو جائے گا۔ اس نے کہا ضرور میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ پھر سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجھے کوئی پرانی قبر دکھاؤ تا کہ تجھے ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ کی فضیلت کا علم اور یقین ہو جائے۔

اس عیسائی نے حضرت غوث اعظم کو ایک بوسیدہ پرانی قبر دکھائی تو آپ نے فرمایا تمھارے نبی مردوں کو زندہ کرتے وقت کیسے خطاب کرتے تھے۔ اس نے کہا قم باذن اللہ، اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا کہتے تھے۔

یہ سن کر حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ قبر والا گویا تھا اگر تو چاہے تو یہ گاتا ہوا اپنی قبر سے اٹھے۔ اس نے کہا کہ میں بھی یہی چاہتا ہوں۔ تو آپ نے قبر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا **قم باذنی** میرے حکم سے کھڑا ہو جا۔ اتنا فرمانے کی دیر تھی کہ وہ گویا گاتا ہوا قبر سے باہر آ گیا یہ دیکھ وہ عیسائی پادری کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

ارشادات دستگیر☆: حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیشہ رسول کریم افضل الصلوٰۃ والتسلیم کے مبارک نقش قدم پر چلو! کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کا کسی حال میں دامن نہ چھوڑو۔

نمبر۲ ☆: روزہ دار کو چاہیے کہ وہ اپنے روزہ کو مکروہات سے بچائے رکھے۔

نمبر۳ ☆: آپ فرماتے ہیں کہ انسان کو چاہیے کہ تمام ان کاموں اور اشیاء سے پرہیز کرے جن سے شریعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے منع فرمایا ہے مرید اور کامل تقویٰ کے لئے دس شرائط ہیں:

(نمبر۱) زبان کو قابو میں رکھنا (نمبر۲) غیبت سے بچنا (نمبر۳) کسی کو حقیر نہ سمجھنا اور استہزاء نہ کرنا (نمبر۴) غیر محارم پر نظر نہ ڈالنا (نمبر۵) راستی اور راست بازی اختیار کرنا (نمبر۶) انعامات و اکرام ربانیہ کا شکر گزار رہنا تاکہ نفس میں تکبر اور غرور پیدا نہ ہو (نمبر۷) نفسانی خواہشات پر قابو رکھنا اور راہ خدا میں مال صرف کرنا (نمبر۸) صرف اپنی ہی ذات کے لئے ہی بھلائی اور بہتری کا خواہشمند نہ ہونا (نمبر۹) فرض نمازیں با جماعت ادا کرنا (نمبر۱۰) سنت نبویؐ اور اجماع امت پر قائم رہنا۔

نمبر۴ ☆: آپ فرماتے ہیں کہ جو شخص علم پر عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے علم میں وسعت پیدا کر دیتا ہے۔

نمبر۵ ☆: آپ فرماتے ہیں کہ ہر گوشہ نشین کے لئے ضروری ہے کہ وہ پہلے علم دین حاصل کرے جو شخص علم کے بغیر گوشہ نشینی اختیار کرتا ہے اس کی مثال مرغ بے پر کی ہے علم شریعت کا چراغ اپنے ہاتھ میں لے کر اس راہ میں قدم رکھو۔

نمبر۶ ☆: آپ فرماتے ہیں کہ سجادہ نشین میں ان بارہ خصلتوں کا ہونا ضروری ہے جس میں یہ خصلتیں نہ پائی جائیں اس کا مسند ولایت پر سجادہ نشین ہونا ہرگز جائز نہیں۔

(۱) دو خصلتیں اللہ تعالیٰ سے سیکھے: عیب پوشی اور رحم دلی۔

(۲) دو خصلتیں سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھے۔ شفقت۔ رفاقت۔

(۳) دو خصلتیں سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سیکھے۔ راستی۔ راست گوئی۔

(۴) دو خصلتیں سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے سیکھے۔ نیکی کی تعلیم دینا۔ برائی سے روکنا۔

(۵) دو خصلتیں سیّدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ سے سیکھے۔ کھانا کھلانا۔ ذکر الٰہی کیلئے شب بیداری کرنا۔

(۶) دو خصلتیں سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سیکھے۔ عالم ہونا۔ شجاعت و جوانمردی۔

(۷) آپ فرماتے ہیں کہ محبت الٰہی میں بڑھنا اور علم الٰہی کو جان کر قضا و قدر پر راضی رہنا۔

(۸) آپ فرماتے ہیں کہ سچائی اور راست بازی اختیار کرو اگر یہ دونوں صفتیں نہ ہوتی تو کسی شخص کو بھی تقرب الٰہی نہ حاصل ہو سکتا تھا۔

حضرت غوث اعظمؓ کے ۹۹ اسمائے شریف

عبدالقادر	سیّد	موید	کریم	عظیم
شریف	ظریف	امام	ھمام	سالک
ناسک	موقن	مومن	منھم	مکرم
طبیب	طیب	مطیب	جواد	منقاد
قائم	صائم	عابد	زاھد	ساجد
واجد	جیلی	حنبلی	تقی	نقی
کامل	باذل	زکی	صفی	جمیل
جلیل	ماض	مناص	سعید	رشید
سخی	وفی	بارسا	نقیب	نجیب
خاضع	خاشع	صاحب	ناقب	وارث
حارث	وارع	بارع	فالق	لائق
راسخ	شامسخ	ولی	خفی	ظاھر
طاھر	مطیع	منیع	لبیب	حبیب
شاھد	راشد	زاھد	قائد	بصیر
منیر	سراج	تاج	فائح	مقرب
مھذب	خلیل	دلیل	صادق	حاذق
سلطان	برھان	حسنی	حسینی	عالم
حاکم	معین	مبین	مصباح	مفتاح
شاکر	ذاکر	ملاذ	معاذ	صالح
ناصح	فالح	واضح		

آپ نے متعدد کلام رقم فرمائے جن میں سے قصیدہ غوثیہ کو دُنیائے اسلام میں بالخصوص اہل طریقت حضرات بالعموم قادری سلسلہ کے لوگ اس کو مشکل کے وقت میں بطور وظیفہ پڑھتے ہیں۔ ہزار ہا افراد نے بوقت مشکل اِس قصیدہ کو پڑھ کر مشکل سے نجات پائے۔
اہل نظر و اہل دل کے نزدیک اگر اس قصیدہ کو کسی خاص مشکل کے وقت چالیس روز تک متواتر پڑھا جائے تو خدا کے فضل و کرم سے وہ مشکل آسان ہو جاتی ہے۔

آپ نے چار شادیاں کیں۔

اولاد اطہار☆: آپ کی اولاد کثرت تعداد میں تھی مورخین نے آپ کی اولاد کی تعداد انچاس (۴۹) لکھی ہے۔ جن میں سے زیادہ مشہور آپ کے مندرجہ ذیل صاحبزادگان تھے۔ سیّدنا شیخ سیف الدین عبدالوہاب' سیّدنا شیخ خرف الدین عیسیٰؒ سیّدنا شیخ شمس الدین عبدالعزیزؒ' سیّدنا شیخ سراج الدین عبدالجبارؒ سیّدنا شیخ تاج الدین ابوبکر عبدالرزاقؒ سیّدنا شیخ ابوالفضل محمدؒ سیّدنا شیخ ابوعبدالرحمٰن عبداللہ' سیّدنا شیخ ابوزکریا یحییٰ' سیّدنا شیخ ضیاء الدین ابونصر موسیٰ' سیّدنا شیخ ابواسحاق ابراہیم سیّد صالح آپ کے ۲۷ بیٹے اور ۲۲ بیٹیاں ہیں رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

وصال باکمال☆: ۵۶۱ھ بمطابق 1165ء کو آپ بیمار ہو گئے علالت کے دوران آپ کے صاحبزادے سیّدنا شیخ عبدالوہابؒ نے آپ کی خدمت میں عرض کی حضور مجھے کچھ وصیتیں فرمایئے جس پر آپ کے وصال کے بعد عمل کروں تو آپ نے ارشاد فرمایا اے برخوردار اللہ کے تقویٰ کو اپنے اوپر لازم رکھو اللہ کے سوا کسی کا خوف نہ کرو توحید کو لازم پکڑو کہ اس پر سب کا اتفاق ہے بعدازاں آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس سے ہٹ جاؤ کیونکہ تمہارے علاوہ میرے پاس کچھ اور حضرات بھی تشریف لائے ہوئے ہیں ان کے لئے جگہ فراخ کر دو اور اُن کے ساتھ ادب سے پیش آؤ بار بار یہ الفاظ فرماتے ہیں

وَعَلَيْكُمُ اَسَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ غَفَرَاللّٰهُ لِيُ وَلَكُمْ وَنَابَ اللّٰهُ عَلٰى وَعَلَيْكُمْ یعنی آپ ملائکہ مقربین کے سلام کا جواب دے رہے تھے بعدازیں آپ کے پاس پیام حق آیا اور موت کے اثرات شروع ہو گئے پھر آپ نے تین مرتبہ **اَللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهُ** کہا پھر آپ کی آواز مبارک مخفی ہو گئی اور آپ کی زبان تالو سے مل گئی پھر آپ کی روح مبارک قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ **اِنَّالِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ**۔

مزار فیض آثار منبع فیوض و برکات بغداد شریف ملک عراق میں آج بھی اہل عقیدت وعارفان حق کے لئے مرجع ہر خاص و عام ہے جہاں سے آپ کے روحانی فیوض و برکات پوری دنیا کے کونے کونے میں بکھر رہے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت مولانا وجیہہ الدین محمد غوث قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: پروردۂ نگاہ لطف رسول مدنی، آئینۂ جلال و جمال حقانی، مظہر تامہ کمال انسانی، ناطق اللسان احوال حضرت مولانا وجیہہ الدین محمد غوث قادری رحمتہ اللہ علیہ آپ کا شمار عارفانِ روزگار اور واصلانِ صاحب اسرار میں ہوتا ہے۔

آپ کی ولادت باسعادت کوٹ کروڑ موجود کروڑ لعل عیسن ضلع لیہ میں اپنے وقت کے عظیم عارف کامل حضرت شیخ کمال الدین ابوبکر علیہ الرحمۃ جو سلسلہ عالیہ قادریہ کے عظیم بزرگ تھے کے گھر میں ہوئی۔

آپ پیدائشی مادرزاد ولی اور بچپن سے لے کر تادم آخر عبادت ومجاہدہ وریاضت میں مگن اور کفار کے مقابلہ میں بہت سخت تھے۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے عظیم والدِ بزرگوار حضرت شیخ کمال الدین ابوبکر قادری علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور اُنہی سے خرقۂ خلافت پا کر سرفراز وممتاز ہوئے۔

مختلف بزرگوں سے استفادہ ☆: جب آپ کے والد گرامی کا وصال ہو گیا تو آپ گھر سے سیاحت کے لئے نکلے اس دوران آپ نے مختلف بزرگوں سے ملاقات بھی کی جن میں حضرت شیخ محمد نوراللہ علیہ الرحمۃ (حصار شادمان) کی زیارت کی اور ان کی خدمت میں ایک ہفتہ رہ کر روحانی فیض وعرفان حاصل کیا، اس کے بعد دمشق میں حضرت شیخ وجیہہ الدین محمد علیہ الرحمۃ کی زیارت سے مشرف ہوئے، دمشق سے جب آپ بغداد شریف پہنچے تو مستنصر باللہ کا زمانہ تھا۔

بغداد شریف میں آپ حضرت امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت امام اعظم علیہ الرحمۃ کے مزارِ پُر انوار پر حاضر ہوئے تو رات کو خواب میں رسول کائنات رحمتہ اللعالمین نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے، رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کا ہاتھ حضرت خضر کے ہاتھ میں دے دیا۔ اس رات کو آپ علم وعرفان کی دولت سے بہت زیادہ مالا مال ہوئے، ادھر نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے رحمت کی برسات دوسری طرف حضرت خضر علیہ السلام کی طرف سے فیضان وعرفان کی دولت کا حصول ہوا۔ اس کے بعد آپ مکہ مکرمہ میں چودہ برس قیام پذیر رہے اور چودہ حج کئے، چودہ برس کے بعد آپ بارگاہ نبوت میں حاضری و سلام کے لئے جانب مدینہ طیبہ روانہ ہوئے، مدینہ پاک میں آپ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری دی۔

اور مدینہ پاک کے قیام کے دوران سینکڑوں علمائے کرام مشائخ عظام سے آپ نے ملاقاتیں کیں، اور ان سے علمی و روحانی استفادہ کر کے سرفراز ہوئے، مدینہ پاک میں قیام کے دوران آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے وطن مالوف پہنچ کر ارشاد و تبلیغ کا اشارہ کیا۔

شہر حامہ میں قیام اور شادی ☆: رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم پا کر جب آپ بغداد شریف سے روانہ ہوئے تو راستے میں شہر حامہ میں پہنچے جہاں آپ کی بزرگی وولایت کا چرچا پہلے سے ہی تھا۔

حضور غوث الاعظم الشیخ السید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ایک بزرگ حضرت شیخ عیسیٰ قادری علیہ الرحمۃ کو جب آپ کی آمد کی اطلاع ہوئی تو وہ آپ سے ملاقات کے لئے تشریف لائے، انہوں نے آپ کو دیکھتے ہی نور باطن سے معلوم کر لیا کہ آپ کی پشت سے ایک غوثِ زمانہ تشریف لائینگے۔

حضرت شیخ عیسیٰ قادری علیہ الرحمۃ نے یہ دیکھ کر آپ کی شادی اپنی دختر نیک اختر حضرت سیدہ فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا سے کر دی۔ نکاح کے بعد آپ چھ ماہ تک شہر حامہ ملک عراق میں ہی قیام پذیر رہے۔

کوٹ کروڑ لعل عیسن میں ورودِ مسعود ☆: حضرت شیخ عیسیٰ قادری علیہ الرحمۃ کی دختر نیک اختر سے شادی کے چھ ماہ بعد آپ شہر حامہ ملک عراق سے اپنے وطن مالوف کوٹ کروڑ لعل عیسن میں پہنچے اور عبادت و ریاضت میں مصروف رہ کر خلق خدا کی راہنمائی کا فریضہ سرانجام دینے لگے، آپ کا زیادہ وقت اپنے حجرے میں ہی گزرتا تھا، تشنگان علومِ دینیہ و باطنی علوم کے دلدادہ حضرات دور دور سے آپ کے زہد و تقویٰ و عرفان و فیضان کا سُن کر حاضر خدمت ہوئے اور آپ کی خدمت میں رہ کر ظاہری و باطنی علوم میں استفادہ کرنے لگے۔

آپ اپنے وقت کے فاضل اجل، عالم بے بدل، ظاہری و باطنی علوم میں درجۂ کمال پر فائز تھے، اس کے علاوہ آپ ایک صاحب کشف و کرامت ولی تھے، آپ کی نگاہ فیض میں خدا نے وہ اثر رکھا تھا کہ جب کوئی حاجت مند آ کر سوال کرتا تو اس کا سوال سُن کر ایک ہی نگاہ میں کام تمام فرما دیتے کہ سائل کی حاجت ہی باقی نہ رہتی، اگر کوئی مصیبت زدہ آ جاتا تو اس کی مصیبت آناً فاناً دور ہو جاتی تھی۔ یہ آپ جیسے بزرگوں کا ہی فیضان ہے کہ کوٹ کروڑ جیسا خطہ جو کبھی کفر کا گڑھ تھا، آپ جیسے بزرگوں کے دم قدم اور علم عرفان کی بدولت یہاں مساجد و مدارس آباد ہیں، چپے چپے سے اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں۔

جب آپ کوٹ کروڑ لعل عیسن پہنچے تو آپ کے بھائی حضرت شیخ احمد غوث قادری علیہ الرحمۃ آپ کو اپنی اہلیہ سیدہ فاطمہ بی بی کے ہمراہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے، حضرت شیخ احمد غوث قادری علیہ الرحمۃ چونکہ کوٹ کروڑ کے حاکم تھے، آپ کی آمد کی خوشی میں پورے شہر میں خوشیاں منائی گئیں آپ کے بھائی حضرت شیخ احمد غوث قادری علیہ الرحمۃ نے آپ سے کوٹ کروڑ لعل عیسن کی حکومت سنبھالنے کی درخواست کی لیکن آپ نے انکار کر دیا، پھر انہوں نے خزانے سے حصہ لینے کے لئے کہا تو آپ نے اس طرف بھی دلچسپی نہیں لی اور دنیا و مافیہا سے الگ تھلگ رہ کر یاد خدا اور خدمت خلق اللہ میں مصروف رہے۔

کشف وکرامات ☆ : سیاحت سے واپسی کے دوران جب آپ کرخ پہنچے تو وہاں لوگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ قریب ہی جنگل میں دو خونخوار ایسے درندے ہیں کہ اس جنگل میں سفر کرنا مشکل ہے، اگر کوئی مسافر بھولے سے وہاں سے گزرتا ہے تو جنگل کے شیر اسے پھاڑ کر کھا جاتے ہیں۔

آپ نے اُن لوگوں سے فرمایا مجھے وہاں لے چلو انشاء اللہ خداوند عالم کی قدرت کاملہ سے وہ ختم ہو کے رہ جائیں گے۔

چنانچہ جب آپ نے جنگل کی جانب رُخ کیا تو عقیدت مندوں مریدین اور وہاں کے دیگر باشندگان کا ایک ہجوم ہمراہ ہولیا، جب آپ جنگل میں پہنچے تو آپ نے ان لوگوں سے فرمایا تم لوگ درختوں پر چڑھ جاؤ، آپ خود اکیلے نیچے ہی کھڑے رہے۔

چنانچہ تھوڑی دیر میں دو شیر دھاڑتے ہوئے جنگل سے برآمد ہوئے، آپ کے ساتھ موجود لوگ پہلے ہی خوف کے مارے آپ کے حکم سے درختوں پر چڑھے ہوئے تھے۔

شیر چھلانگیں لگاتے ہوئے آپ کی طرف لپکے لیکن جب آپ کے چہرے مبارک پر نگاہ پڑی انہوں نے اپنے سر آپ کے قدموں پر رکھ دیئے، آپ نے اُن شیروں کو سَر اوپر اُٹھانے کا حکم دیا تو انہوں نے اپنے سر اوپر اٹھائے اور ایک دوسرے کے مدمقابل ہو کر دونوں آپس میں لڑنے لگے، یہاں تک کہ لڑتے لڑتے دونوں ختم ہو گئے، جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا، اور لوگوں کو اس مصیبت سے نجات مل گئی۔

کرامت نمبر۲ ☆ : اُنہی دنوں ایک قافلہ تجارت کی غرض سے کرخ سے حاما ملک عراق جانے والا تھا، ان دونوں شہروں کے درمیان 3-4 دن کا فاصلہ تھا، جبکہ گھنے اور خطرناک جنگل کی بنا پر قافلہ کے لٹ جانے کا اندیشہ تھا۔

وہاں کے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قافلے کے ہمراہ چلنے کی درخواست کی، چونکہ آپ بھی ''حاما'' جانا چاہتے تھے۔ اس لئے آپ بخوشی قافلے کے ہمراہ چلنے پر رضامند ہو گئے۔

چنانچہ عشاء کی نماز کے بعد یہ قافلہ کرخ سے روانہ ہوا، اور صبح کے وقت جب مرغ نے بانگ سحر دی تو اہل قافلہ نے دیکھا کہ ''حامہ'' شہر سامنے نظر آ رہا تھا۔ حامہ شہر پہنچے پر تاجروں کا مال بھی اچھے منافع پر فروخت ہوا۔

وصال باکمال ☆ : آپ کا وصال باکمال ۸۷۔۵۷۷ ہجری بمطابق ۸۲۔۱۱۸۱ء کو کوٹ کروڑ میں ہوا، مزار پُرانوار کوٹ کروڑ لعل عیسن ضلع لیہ میں مرجع خاص و عام ہے جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت شیخ احمد غوث قادری رحمۃ اللہ علیہ

تعارف ☆: بحرِ شریعت و طریقت، گم گشتہ در حضورِ معبود، خورشیدِ ولایت، حضرت شیخ احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ لسانِ حق کا ترجمانِ معارف ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت اپنے زمانے کے عظیم ولی کامل اور سلطنت کوٹ کروڑ لعل عیسن ضلع لیہ کے حکمران حضرت شیخ کمال الدین ابوبکر قادری علیہ الرحمۃ کے گھر ہوئی، حضرت شیخ کمال الدین ابوبکر قادری علیہ الرحمۃ کے دو فرزند تھے اول الذکر حضرت شیخ احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے آپ سے چار سال چھوٹے حضرت مولانا وجیہہ الدین محمد غوث قادری علیہ الرحمۃ تھے، آپ کے والد گرامی حضرت کمال الدین ابوبکر علیہ الرحمۃ ظاہری و باطنی علوم سے مرجع اور اپنے زمانہ کے مشائخ و علماء میں یکتا تھے، جبکہ دوسری طرف سلطنتِ کروڑ لعل عیسن کا نظام اُن کے ہاتھ میں تھا، والدِ گرامی کے وصال کے بعد سلطنت کوٹ کروڑ لعل عیسن کا نظام آپ کے ہاتھ میں رہا۔

ایک رات آپ کو شیخ المشائخ حضرت سلطان علی علیہ الرحمۃ جن کا مزار پُر انوار بھی کوٹ کروڑ لعل عیسن میں ہی واقع ہے، اور کفار سے مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔

اُنہوں نے خواب میں آپ کو حکم دیا کہ باطنی علوم کے حصول کے لئے حضرت جمال الدین سمنانی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضری دو۔

حضرت جمال الدین سمنانی کی بارگاہ میں حاضری ☆: اگلے روز آپ علی الصبح اُٹھے تو آپ نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ امورِ سلطنت حضرت شیخ حسن علیہ الرحمۃ جو حضرت مخدوم رشید (جن کا مزار ضلع ملتان میں واقع ہے) کے بیٹے اور آپ کے پوتے ہیں کے سپرد کئے اور خود حضرت جمال الدین سمنانی علیہ الرحمۃ کی بارگاہ میں حاضری کے لئے چل پڑے۔

ایک ہفتہ کی مسافت طے کرنے کے بعد جب آپ حضرت جمال الدین سمنانی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اُنہوں نے باطنی طور پر معلوم کرلیا کہ آپ حضرت سلطان علی علیہ الرحمۃ کے بھیجے ہوئے اُن کے اشارے پر آئے ہیں۔

چنانچہ حضرت جمال الدین سمنانی علیہ الرحمۃ نے آپ کو ایک حجرہ عطا فرمایا اور اپنی نگرانی میں دو سال کے عرصہ میں آپ کو چالیس مجاہدے کرائے، تین سال کے قلیل عرصہ میں مولانا جمال الدین علیہ الرحمۃ نے آپ کو تمام علوم باطنی سے مالا مال کر کے کوٹ کروڑ لعل عیسن واپس جانے کا حکم دیا۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت شیخ جمال الدین سمنانی قادری علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے سرفراز ہوئے، اور انہی کی خدمت میں دو سال کامل رہ منازل سلوک طے کرنے کے بعد خرقہ خلافت پا کر صاحب مجاز و ارشاد ہوئے۔

کوٹ کروڑ کی واپسی ☆: مرشد کامل کی اجازت و حکم سے آپ اپنے وطن مالوف کوٹ کروڑ لعل عیسن ضلع لیہ میں پہنچے اور یاد حق میں مصروف مشغول ہو گئے، نظام سلطنت چونکہ آپ کے پوتے حضرت حسن کے حوالے تھا وہ انہی کے پاس ہی رہنے دیا، اور خود خدمت خلق اللہ میں مصروف ہو گئے، آپ پر اکثر استغراق کا غلبہ طاری رہتا تھا۔

کوٹ کروڑ کا علمی مقام ☆: چونکہ اُس زمانے میں کوٹ کروڑ، موجودہ کروڑ لعل عیسن کو ہندوستان بھر میں علوم ظاہری و باطنی کے حصول کے لئے یونیورسٹی کا درجہ حاصل تھا، آپ تمام عمر طالبان حق کو ظاہری باطنی علوم اور معرفت کے جام پلاتے رہے، حالت یہ تھی کہ جب وجد میں آتے تو چند ہی لمحوں میں تشنگان علوم کو سلوک و معرفت کی وہ منزلیں طے کرا دیتے جو سالوں کے مجاہدوں کے بعد حاصل ہوتی ہیں۔

شادی و اولاد ☆: آپ کی شادی بھی حضرت شاہ عیسیٰ قادری رحمتہ اللہ علیہ کی دوسری دختر نیک اختر جن کا نام نامی بی بی جنت خاتون سے ہوئی۔

آپ کے بھائی حضرت مولانا وجیہہ الدین محمد غوث قادری علیہ الرحمۃ جب سیاحت و بزرگان دین کی خدمت میں حاضری دینے کے بعد جب وطن مالوف کوٹ کروڑ تشریف لائے تو آپ نے فرمایا لوح تقدیر میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ عیسیٰ قادری علیہ الرحمۃ کی دوسری معصومہ میرے نکاح میں آئے گی، آپ کے بھائی حضرت محمد غوث قادری علیہ الرحمۃؒ نے جب اس بات کا ذکر اپنی اہلیہ محترمہ بی بی فاطمہ سے کیا تو وہ بہت خوش ہوئیں۔

جب یہ بات حضرت شاہ عیسیٰ قادری علیہ الرحمۃ تک پہنچی تو انہوں نے بخوشی اس رشتہ کو قبول و منظور فرمالیا، اور آپ کی شادی اپنی دختر نیک اختر بی بی جنت خاتون سے کر دی۔

اللہ تعالیٰ نے اُس نیک خاتون سے آپ کو چار صاحبزادے حضرت مخدوم عبدالرشید حقانی، حضرت شیخ عبدالرحمٰن، حضرت شیخ ظاہر، حضرت شیخ موسیٰ نواب عطا فرمائے، جبکہ آپ کے دوسرے دو فرزند شیخ لعل دریا اور حضرت شیخ ملا فقیر دوسری زوجہ سے پیدا ہوئے تھے، اس طرح کل چھ صاحبزادوں کے نام آپ کی اولادوں میں شامل ہیں، جو سب کے سب اپنے زمانے کے عارف کامل اور علم و عمل

کا بحرِ بے کنار تھے۔

سیرت و کردار☆: آپ کی ذات والاصفات مجسمہ علم و عمل، جامع الصفات وحسنات و کمالات تھی، آپ صاحب وجد و حال اور صاحب کشف و کرامات بزرگ ہوئے ہیں، آپ کے علمی تبحر، فقر و ولایت، عرفان و فیضان، زہد و تقویٰ کا شہرہ دور دور تک تھا، علم و عرفان کے متلاشی اور طالبان حق دور دور سے اس چشمہ علم و حکمت سے سیراب ہونے کے لئے آتے، جس طرح خداوند عالم نے آپ کو علم و عمل، عرفان و فیضان، حکمت و تدبر، معرفت و حقیقت سے نوازا تھا۔ اسی طرح آپ کو نیک اولاد سے بھی نوازا، آپ کی اولاد میں حضرت مخدوم عبدالرشید علیہ الرحمۃ اپنے دور کے معروف ولی کامل ہیں، غالباً ملتان ڈویژن میں ایک علاقہ مخدوم رشیدان کے نام سے منسوب ہے۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال چھٹی صدی ہجری بارہویں صدی عیسوی میں ہوا، مزار پُرانوار کوٹ کروڑ لعل عیسن ضلع لیہ میں حضرت عیسن کے مزار کے شمالی جانب مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

فقیر راقم الحروف کو آپ کے مزار مقدس پر حاضری کا شرف حاصل ہے، اس موقع پر میرے دیرینہ کرم فرما دوست اور رفیق سفر پیر بھائی جناب شیخ فواد رشید صابری صاحب فقیر کے ہمراہ تھے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سیّد میاں علی گیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆ : بانی ضلع میانوالی، اولاد مولا علی، گلشن زہرا کی کلی ولی ابن ولی، ماحی ظلمات شرک خفی وجلی حضرت سید میاں علی گیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ صدر نشین محفل مشاہدات غیبی ہیں۔

آپ کا شمار اکابر اولیائے کاملین میں ہوتا ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت سادات گیلانیہ کے معروف بزرگ حضرت پیر سید جلال الدین شاہ گیلانی قادری علیہ الرحمۃ کے علمی وروحانی گھرانے بغداد شریف میں ہوئی، آپ کا شجرہ نسب چند واسطوں سے حضرت پیران پیر دستگیر محبوب سبحانی السید نا شیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا کر ملتا ہے۔

کتاب مراتب سلطانی میں یہ روایت درج ہے کہ آپ کے والد گرامی حضرت شیخ سید جلال الدین گیلانی قادری علیہ الرحمۃ کچھی کے علاقہ میں تبلیغی دورے پر تشریف لائے تو کچھ عرصہ قیام کے بعد حج بیت اللہ اور زیارت روضہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے چلے گئے، ادائیگی حج کے بعد واپس ہوئے تو کچھی کلور کوٹ میں قیام فرمایا، اور چند دنوں کے بعد واپس بغداد شریف لے گئے۔

آپ کے والد حضرت شیخ سید جلال الدین گیلانی علیہ الرحمۃ کے متعلق یہ بھی تحریر موجود ہے کہ آپ جب کبھی کچھی کے علاقہ میں تشریف لاتے تو اللہ تعالیٰ اُن کے قدموں کی برکت سے رحمت کی بارش نازل فرما دیتا، جس کے باعث اس علاقہ کی زمینیں پانی سے سیراب ہو جاتیں اور خشک سالی وقحط سالی ختم ہو جاتی اُن کی اس کرامت و بزرگی کو دیکھ کر کچھی کے علاقہ کے لوگوں نے عرض کیا حضور اگر کرم فرماویں تو ہمارے علاقہ میں ہی مستقل سکونت اختیار فرمالیں ہم تازندگی آپ کے غلام واحسان مند رہیں گے۔ لوگوں کی اس محبت وعقیدت کو دیکھ کر حضرت شیخ سید جلال الدین گیلانی علیہ الرحمۃ جب دوبارہ اس علاقہ میں تشریف لائے تو اپنے بیٹے حضرت سید میاں علی قادری گیلانی کو اپنے ہمراہ لائے اور ان کو تبلیغ اسلام کیلئے کچھی کلور کوٹ کے علاقہ میں چھوڑ گئے اور خود واپس تشریف لے گئے اور بعد میں اُن کا وصال بغداد شریف میں ہوا۔

میانوالی شہر کی بنیاد کا سبب ☆ : حضرت سیّد میاں علی گیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ کو ایک مرتبہ خواب میں حکم ملا کہ تمام تمام مال واسباب کشتی میں ڈال کر اس کو دریا کی لہروں کے سپرد کر دو، جہاں یہ کشتی رُک جائے وہی جگہ تمہاری قیام گاہ ہوگی، اور وہی جگہ

تمہاری آخری آرامگاہ بھی ہوگی۔

آپ نے صبح کو بیدار ہوکر اپنے صاحبزادے حضرت سلطان ذکریا قادری علیہ الرحمۃ سے اس خواب کا ذکر کیا اور باہم مشورے کے بعد کشتی تلاش کی گئی مگر قریب قریب کوئی کشتی نہ ملی۔

آپ کے صاحبزادے حضرت سلطان ذکریا علیہ الرحمۃ نے کالاباغ کی طرف منہ کر کے وہاں کے ایک کشتی بان سلطان موہانہ کو زور سے آواز دی۔ سلطان موہانہ نے 25 میل دور کالا باغ کے مقام پر اُن کی آواز سن لی، اور وہیں سے عرض کیا حضور آرہا ہوں۔ (اتنی دور آپ کی آواز کا کالاباغ پہنچنا اور کالا باغ سے اس کا جواب دینا یہ اُن کی بہت بڑی کرامت تھی)

چنانچہ چند لمحوں بعد وہ کشتی لے کر آ گیا، آپ تمام مال واسباب کے ہمراہ سوار ہوئے اور کشتی اللہ کے سپرد کردی، کشتی موجودہ بلوخیل سے مزید جانب مغرب آ کر رک گئی، اس کے بعد سے آپ نے اس جگہ کو مستقل سکونت قرار دے کر وہیں اپنی خانقاہ معلّٰی قائم کی نماز کے لئے مسجد اور تعلیم وتربیت کے لئے دینی ادارہ قائم کیا اور خلق خدا کی رُشد وہدایت میں مشغول ہوگئے۔

آپ کے تشریف لانے پر وہاں ایک پوری بستی یا قصبہ نہیں بلکہ پورا شہر آباد ہوگیا، چونکہ اس علاقہ کے لوگوں کی قدیم زبان سرائیکی تھی اور ان لوگوں نے آپکی قیام گاہ خانقاہ اور بستی کو میاں علی کی بستی کا نام دیا، جو بعد میں زبان کے تغیر وتبدل اور سرائیکی لہجہ کی ادائیگی میں فرق کی وجہ سے میاں علی کی بجائے میانوالی کے نام سے معروف ومشہور ہوگئی، پھر وہی بستی ایک شہر ہی نہیں بلکہ ضلع میانوالی کے نام سے آج بھی پوری دنیا میں مشہور ہے، اور آپ کے فیضان کی برکت سے صبح قیامت تک اس کا نام میانوالی ہی رہے گا، انشاء اللہ العزیز۔

سیرت وکردار☆: آپ جس وقت یہاں تشریف لائے اس علاقے میں گکھڑ قوم آباد تھی۔ جو بدترین کافر اور مسلمانوں کے شدید دشمن تھے، آپ نے اس علاقہ کے مسلمانوں کو جو قلیل تعداد میں تھے اپنی مساعی جمیلہ سے اکٹھا کیا، اور کافروں کے خلاف متحد کر کے اپنی باطنی وروحانی قوت سے گکھڑ کفار کا مقابلہ کیا اور ان کو دین اسلام کی تبلیغ کی۔ گکھڑ قوم کے سردار ملک سلطان سہالت، اور ملک سلطان مقرب نے آپ کی تبلیغ اور وعظ ونصیحت سے متاثر ہوکر آپ کے دست حق پرست پر اسلام کی حقانیت کو قبول کیا۔ اس کے ساتھ لاتعداد گکھڑ بھی مشرف بہ اسلام ہوگئے۔

فخر السادات جناب سید طارق مسعود کاظمی صاحب اپنی کتاب تذکرہ اولیائے کرام سرزمین اولیاء میانوالی میں مراتب سلطانی کے حوالے سے رقم طراز ہیں کہ

آپ کے دست حق پرست پر ہزاروں کافروں نے کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کیا اور آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوکر ظاہری و باطنی فیض حاصل کیا۔ ان میں لاتعداد افراد آپ کی نگاہ ولایت سے درجہ کمال کو پہنچے۔ آپ ایک انتہائی کریم النفس انسان تھے۔ یہاں تک کہ غیر مسلم بھی آپ کا از حد احترام کرتے تھے۔ آپ نے تمام عمر شریعت وطریقت کی پاسداری اور اسلام کی احیاء وفروغ کے لئے گزاری، تقویٰ، پرہیزگاری کہ آپ کے ماتھے کا جھومر تھا۔ چہرہ اس قدر پُرنور کے دیکھنے والوں کو خدا کی یاد تازہ ہوجاتی۔ آپ نے

اس علاقہ میں سلسلہ عالیہ قادریہ کو از حد فروغ دیا اور اس سلسلہ میں اپنے والد محترم کی مکمل اتباع فرماتے رہے۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے عظیم والد گرامی حضرت سید جلال الدین شاہ گیلانی علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقۂ خلافت پا کر سرفراز وممتاز ہوئے۔

آپ کا شجرہ نسب ☆: کتاب مراتب سلطانی کے مولف کے مطابق آپ کا شجرہ نسب چند واسطوں سے حضور غوث الثقلین پیران پیر دستگیر رضی اللہ عنہ سے جا کر ملتا ہے، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

حضرت سید میاں علی شاہ گیلانی المعروف علی بابا (بانی میانوالی) بن سید جلال الدین شاہ بن سید رحمت اللہ شاہ بن سید سلطان جیون شاہ بن سید سکندر شاہ المعروف کندہ شاہ بن سید سلطان محرم شاہ المعروف مندہ شاہ، بن سید سلطان ابراہیم شاہ بن سید سلطان ہندی شاہ بن سید سلطان بندہ شاہ بن سید تحفہ شاہ بن سید سلیمان شاہ المعروف مانا شاہ بن سید عبدالکریم شاہ بن سید بھاگو شاہ (ان کا اصل نام محمد شاہ درج ہے) بن سید بہاؤالدین شاہ المعروف بھکو شاہ، بن سید جمال الدین شاہ المعروف سید الیاس شاہ بن سید حامد شاہ مصطفیٰ المعروف سید احمد شاہ بن سید عبدالرزاق شاہ المعروف سید ابراہیم شاہ برہانپوری بن سید عبدالقادر المعروف سید محمد قادری بن سید حسن شاہ بن سید عبدالعزیز شاہ (انہیں شاہ میر عبدالعزیز بھی کہا جاتا تھا) بن سید حامد شاہ جو چاند شاہ کے نام سے معروف ہوئے بن سید مسعود عبدالکریم شاہ بن سید احمد شاہ بن سید ہدایت اللہ شاہ انہیں ابوالمنصور ہدایت اللہ صفی الدین بھی کہا جاتا تھا، بن سید عبدالوہاب شاہ (انہیں سیف الدین عبدالوہاب بھی کہا جاتا تھا) بن حضرت سید ابو محمد عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ علیہم اجمعین۔

اولاد وامجاد ☆: خداوند کریم نے اپنے فضل وکرم سے چار بیٹے عطا فرمائے، جن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں (۱) سید محمد ذکریا (۲) سید ابراہیم (۳) سید اسحاق اور (۴) سید سلیمان۔ جن میں سے حضرت سلطان زکریا گیلانی قادری علیہ الرحمۃ نے بہت زیادہ شہرت پائی۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال تقریباً ساتویں صدی ہجری کو ہوا۔ مزار پُرانوار میانوالی شہر کے قدیم قبرستان محلہ وانڈی گھنڈ والی میں مرجع خلائق عام ہے، جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر منہ مانگی مرادیں پاتے ہیں۔ آپ کا مزار انتہائی سادہ جو پہلے پتھروں سے بنا ہوا تھا۔ اب اس کو سنگ مرمر سے تعمیر کر دیا گیا ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت شاہ نعمت اللہ ولی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: سبوح طریقت، واصلِ اصلِ حقیقت ولی زماں قدوۂ کاملاں عارف اکملاں حضرت شاہ نعمت اللہ ولی رحمتہ اللہ علیہ زینت الاتقیاء ہیں۔ آپ حسنی حسینی سید اور حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں آپ کے والد بزرگوار کا اسم گرامی سیّد ابوبکر ہے۔

آپ کا نسب نامہ پدری حسب ذیل ہے۔ نعمت اللہ بن سیّد ابوبکرؒ بن سیّد شاہ نورؒ بن سیّد لیل ادھمؒ بن سیّد جعفرؒ بن سیّد محمدؒ بن سیّد بہاؤالدینؒ بن سیّد داؤدؒ بن سیّد ابوالعباس احمدؒ بن سیّد موسیٰؒ بن سیّد علی بن سیّد محمدؒ بن سیّد متقیؒ بن سیّد صالحؒ بن سیّد ابی صالحؒ بن سیّد عبدالرزاقؒ بن غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ علیہم اجمعین والرضوان والغفران۔

آپ کو تاج ترکی اور نعمت اللہ شاہی کے القاب سے پکارا جاتا ہے۔ آپ کو علوم ظاہری وعلوم باطنی میں دستگاہ حاصل تھی۔ صرف نحو حدیث، فقہ تفسیر میں اعلیٰ قابلیت رکھتے تھے۔ فارسی سے خاص نسبت تھی۔

سیرت وکردار ☆: آپ صاحب کشف وکرامت بزرگ تھے آپ پیکر صبر ورضا اور متوکل بخدا تھے آپ نے تشنگانِ معرفت کو شربت ہدایت سے سرشار کیا۔ آپ کی تمام زندگی خدا کے دین کی خدمت اور خلق اللہ کی خدمت میں بسر ہوئی۔ سخاوت و عبادت ریاضت ومجاہدہ میں یکتائے زمانہ تھے۔

آپ شاعر بھی تھے آپ کا ایک مشہور قصیدہ آپ کی شاعری کی یادگار ہے۔ آپ کا تخلص نعمت تھا۔

کشف وکرامات ☆: فیروز شاہ ایک مرتبہ احمد خان خانخانان سے خفا ہوگیا۔ اس نے احمد خان کو اندھا کرنا چاہا احمد خان مقابلہ کے لئے تیار ہوگیا۔ احمد خان نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک نورانی صورت بزرگ نے اس کے سر پر تاج ترکی رکھا اور اُس کو سلطنت کی بشارت دی۔

چنانچہ دونوں کے درمیان جنگ ہوئی اور احمد خان بادشاہ کے مقابلہ میں کامیاب ہوا اور اُس کو تاج وتخت نصیب ہوا۔ کچھ دنوں کے بعد آپ حضرت نعمت اللہ ولی کی کرامت کا چرچا ہونے لگا۔ احمد خان نے آپ کو خراج عقیدت پیش کرنا چاہا۔

اس نے شیخ حبیب اللہ جنیدیؒ کو کچھ تحائف دے کر آپ کی خدمت میں بھیجا آپ نے تحائف قبول فرمائے۔آپ نے اپنے پوتے شاہ نوراللہ بن خلیل اللہ کے ذریعے سبز رنگ کا تاجِ ترکی احمد خان کو بھیجا۔احمد خان نے وہ جو تاج ترکی دیکھا تو بے چین ہوگیا۔ اس نے فوراً اس تاج ترکی کو پہچان لیا کہ یہ وہی تاج ہے جو اس بزرگ نے خواب میں اس کے سر پر رکھا تھا اور بزرگ نے سلطنت دکن کی بشارت دی تھی احمد خان نے آپ کے پوتے شاہ نوراللہؒ کی بہت تعظیم کی اور اپنی لڑکی کی شادی شاہ نوراللہ سے کردی۔

کرامت نمبر۲ ☆: آپ کے وصال کے بعد آپ کے مریدوں میں جھگڑا ہوا مریدوں کی دو جماعتیں ہوگئیں ہر جماعت اپنے طور پر آپ کو دفن کرنا چاہتی تھی۔اختلاف کا کوئی حل تلاش نہ ہوسکا حتیٰ کہ خون خرابہ تک نوبت آ پہنچی کہ آپ اٹھ بیٹھے اپنے مریدوں اور معتقدوں سے فرمایا کہ لڑائی جھگڑے کی کیا بات ہے اگر لڑائی جنازہ اٹھانے کے طریقے کے متعلق ہے تو ہم یہاں مرتے ہی نہیں۔آپ وہاں سے دوسری جگہ دھکھی تشریف لے گئے اور وہاں جا کر انتقال فرمایا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۸۸۴ھ بمطابق 1479ء کو ہوا۔مزار پُرانوار دھکھی پانی پت ضلع کرنال انڈیا میں آج بھی مرجع خاص و عام ہے۔جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت مخدوم شیخ سید محمد حسینی الجیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆ : شیخ العصر، امام السالکین، فخر الکاملین حضرت سیّدنا مخدوم شیخ محمد حسینی الجیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ امام العارفین ہیں۔ آپ اوچ شریف کے رہنے والے اور حضرت سیّدنا عبدالقادر جیلانی پیران پیر دستگیر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں چودہ واسطوں سے آپ کا نسب نامہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے جس کی تفصیل ذیل ہے۔ شیخ محمد حسینیؒ بن سیّد شاہ بن سیّد علیؒ بن سیّد مسعودؒ بن سیّد احمدؒ بن سیّد صفی الدینؒ بن سیّد السادات شیخ سیف الدین عبدالوہابؒ بن سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ۔ آپ اصل میں روم کے رہنے والے تھے روم سے خراسان آئے اور وہاں سے ملتان موجودہ بہاولپور تحصیل احمد پور شرقیہ کے قصبہ اوچ شریف میں آ کر مقیم ہوئے۔

سیرت و کردار ☆ : آپ بڑے باعظمت صاحب کشف و کرامت اور بارعب بزرگ تھے ظاہری شان و شوکت کے مالک منقول و معقول میں ماہر تھے ظاہری باطنی نعمتوں کا فیضان آپ کی ذات اقدس سے جاری تھا علاوہ ازیں کئی اور نسبی فضیلتوں سے نوازے گئے تھے۔

سیر و سیاحت ☆ : آپ نے ایک مرتبہ بغیر ساز و سامان پوری دنیا کا سفر کیا تھا دوسری بار ہاتھی گھوڑے شاہانہ ٹھاٹ غیر معمولی نوکر اور متعلقین کے ہمراہ ملتان تشریف لائے۔ آپ کے اس انداز فقر اور شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ کو دیکھ کر اس وقت کا بادشاہ بھی آپ کا معتقد ہو کر مرید ہو گیا اور آپ کے نوکر و متعلقین مریدین کے ساتھ بڑی فراخدلی سے پیش آتا تھا اُسی وقت ملتان میں علماء فضلاء کا قحط تھا۔ اِس لئے آپ وہاں بہت جلد مشہور ہوئے۔

اولاد و امجاد ☆ : آپ کے تین صاجبزادے تھے ایک کا نام عبدالقادر ثانی جو مخدوم ثانی کے لقب سے مشہور ہوئے دوسرے کا نام سیّد عبداللہ تھا جو بہت سلیم الطبع اور اپنے زمانے کے بے مثل شاعر تھے تیسرے کا نام سیّد مبارک تھا جو بہت بڑے بزرگ ہوئے تھے۔

وصال با کمال ☆ : ۸۹۴ھ بمطابق 1488ء میں آپ کا وصال با کمال ہوا مزار پر انوار اوچ شریف تحصیل احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور میں آج بھی مرجع ہر خاص و عام ہے جہاں پر اہل عقیدت آج بھی اپنے دامنوں کو گوہر مراد سے بھرتے ہیں۔

فقیر راقم الحروف نے اوچ شریف کے دورے کے موقع پر کئی مرتبہ آپ کے دربار میں حاضری دی ہے الحمد اللہ ایک روحانی کیف و سرور ملتا ہے۔ دعا ہے کہ

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت آغا سید بدیع الدین گیلانی قادری المعروف آغا شہید

تعارف ☆: پروردۂ نگاہ لطف رسول مدنی، امام الاوتاد، والئ اقلیم ولایت، مقتدائے اہل مودّت، رئیس الابدال، ہادی حق پسنداں، شاہسوار دردمنداں، سپہ سالار، قاتل الکفار، شہید وکیل الباب حضرت سید بدیع الدین گیلانی المعروف آغا شہید رحمۃ اللہ علیہ شہید تیغ رضا وتسلیم ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت قصبۂ جیلان بغداد شریف ملک عراق میں حضرت سید محمد جیلی قادری الحسنی والحسینی علیہ الرحمۃ کے روحانی وعلمی گھر میں ہوئی۔ آپ حسنی حسینی گیلانی سیّد ہیں۔ آپ کا شجرہ نسب 12 واسطوں سے شہنشاہ بغداد پیران پیر دستگیر میراں محی الدین السیّد نا شیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا کر ملتا ہے۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

حضرت سیّد بدیع الدین المعروف آغا شہید بن سید محمد جیلی بن سید عباس جیلی بن ابو یوسف محمد شاہ جیلی بن ابوالفضل احمد جیلی بن عبداللہ جیلی بن محی الدین ابونصر محمد بن ابوموسیٰ یحییٰ بن قطب العالم عماد الدین ابو صالح نصر بن تاج الدین ابو بکر عبدالرزاق بن سید عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعلیھم الرحمۃ والغفران۔

ہندوستان میں درود مسعود ☆: آپ شہنشاہ ہمایوں کے ہمراہ اس وقت ہندوستان میں تشریف لائے، جب شہنشاہ ہمایوں نے شاہ طہماسپ والئ ایران سے فوجی امداد حاصل کر کے ہندوستان پر دوبارہ حملہ کیا تھا۔

یہ واقعہ 962ھ بمطابق 1554ء کا ہے۔ شہنشاہ ہمایوں نے اپنے ایام جلاوطنی میں متعدد مقامات کی زیارت کی۔ جب شہنشاہ ہمایوں مختلف اور متعدد مقامات مقدسہ کی زیارت کرتے ہوئے بغداد شریف پہنچا تو اس نے اس وقت کے سجادہ نشین حضرت سید محمد جیلی قادری سجادہ نشین بغداد شریف سے ملاقات کے وقت یہ درخواست پیش کی کہ آپ اپنی اولاد میں سے کسی بھی عظیم شخصیت کو بطور مذہبی

پیشوا میرے ساتھ ہندوستان بھیج دیں تا کہ ان کی موجودگی میرے واسطے باعث خیر و برکت اور فتح و نصرت بھی ہو، اور فوج میں اسلامی جذبہ و جوش بھی پیدا ہو۔

سجادہ نشین بغداد شریف حضرت سید محمد جیلی علیہ الرحمتہ نے شہنشاہ ہمایوں کی درخواست قبول کرتے ہوئے اپنے صاحبزادے حضرت سید بدیع الدین قادری المعروف آغا شہید رحمتہ اللہ علیہ کو شہنشاہ کے ہمراہ ہندوستان بھیج دیا۔

شہنشاہ نے ہندوستان میں کامیابی حاصل کر کے آپ کو مذہبی امور اور عدل و انصاف کے محکمے سونپے۔ مگر قدرت خدا کی شہنشاہ ہمایوں کو زیادہ دیر تک حکمرانی نصیب نہ ہوئی۔ تقریباً چھ ماہ بعد وہ دہلی میں اپنی لائبریری کی سیڑھیوں سے اترتا ہوا گر پڑا۔ اور راہی ملک عدم ہوا۔ شہنشاہ ہمایوں کی وفات کے ساتھ ہی ملک میں طوائف الملوکی کا دور دورہ شروع ہو گیا۔ حالات انتہائی نازک صورت اختیار کر رہے تھے۔

شہنشاہ اکبر نے سیالکوٹ کے علاقے سے روانگی سے قبل اس علاقہ پر حکمرانی کے تمام اختیارات اور اسلامی فوج کی قیادت آپ کے سپرد کی اور خود فوراً دہلی کی طرف روانہ ہو گیا۔

شکر گڑھ کے علاقہ میں ورود مسعود ☆: بغداد شریف سے جب آپ ہندوستان پہنچے تو سیالکوٹ کے شمال مشرق میں واقع تحصیل شکر گڑھ موضع چک قاضیاں گیلانیاں (اکبر پور مبارک ابتدائی نام) میں اقامت گزیں ہوئے۔ ہمایوں نے اس علاقہ میں آپ کو جاگیریں عطا کیں۔ جہاں آج کل آپ کی اولاد وامجاد موجود ہے۔

آپ کے اجداد اور اسلاف دنیوی لحاظ سے پروقار، عزت و اقتدار کی زندگی بسر کرتے رہے اور ان کے بزرگوں کا یہ اعزاز تاریخی کتابوں میں روشن چلا آ رہا ہے۔

یہ بات بھی تاریخی اعتبار سے مسلمہ ہے کہ حضرت محبوب سبحانی غوث الصمدانی السید شیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد پاک میں سے ہندوستان کی سرزمین پر پہلا قدم آپ ہی نے رکھا تھا۔

کفار سے لڑائی اور شہادت ☆: شہنشاہ اکبر کی دہلی روانگی کے فوراً بعد دشمن نے موقع سے فائدہ اٹھایا۔ اس نے جب دیکھا کہ یہاں اسلامی فوج صرف برائے نام رہ گئی ہے تو اس نے مقامی راجاؤں اور جاٹوں کو ساتھ ملا کر مسلمانوں کی فوج اور مسلمانوں کو اپنے نرغے میں لے لیا۔ اور ہر طرف سے ناکہ بندی کر دی۔ حتیٰ کہ انسان تو انسان رہے، انہوں نے اتباع یزید کرتے ہوئے آپ کے جانوروں کا پانی بھی بند کر دیا۔ جانوروں کا چارہ اور انسانوں کے لیے خورد و نوش کے حصول کی تمام راہیں مسدود کر دیں۔

آپ نے تحفظ اسلام کی خاطر اپنے مٹھی بھر جانثارانِ اسلام کو ہمراہ لے کر کفار سے جنگ کا فیصلہ کیا۔ یہ جنگ تحصیل شکر گڑھ کے موضع گھونہ اور سہاری کے درمیان ہوئی۔

آپ اپنے مورث اعلیٰ حضرت سیّدنا امام حسین علیہ السلام کی طرح دادِ شجاعت دیتے ہوئے ہر طرف سے دشمنوں کے گھیرے میں تھے۔ آپ کا پورا جسم زخموں سے چور چور ہو چکا تھا۔ یہ دن بھی جمعہ کا دن تھا، جب نماز جمعہ کا وقت ہوا۔ اور آپ نے برچھیوں اور تلواروں

ور نیزوں کی بارش میں نماز جمعہ ادا کرنا چاہی لیکن دشمنوں نے آپ کو اسی عالم میں شہید کر دیا۔

بعد شہادت کرامت عظیمہ☆: کفار سے لڑتے ہوئے آپ کا سر تن سے جدا کر دیا گیا۔ جب آپ کا سر مبارک تن سے جدا کیا گیا تو اس وقت لڑائی موضع گھونہ تحصیل شکر گڑھ میں ہو رہی تھی۔ آپ کی یہ عظیم کرامت ہے کہ شہادت کے بعد آپ کا جسم مبارک پھر بھی کفار سے لڑائی کرتا رہا۔ کفار نے جب آپ کی کٹی ہوئی گردن کو میدانِ کارزار میں لڑتے ہوئے دیکھا تو ان پر آپ کی ہیبت طاری ہو گئی۔ اور میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔

آپ کے سر مبارک کا مزار موضع گھونہ تحصیل شکر گڑھ میں مرجعٔ خلائق ہے۔ جب کہ تن مبارک اکیلا ہی لڑتا لڑتا بہت سے کفار کو واصل جہنم کرتا ہوا موضع سہاری تک آیا۔ جو موضع گھونہ سے تقریباً 3 میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہاں تن مبارک زمین پر گر پڑا لہٰذا آپ کا جسم مبارک سر کے بغیر موضع سہاری تحصیل شکر گڑھ میں دفن کیا گیا۔ وہیں آپ کا مزار بنا جو مرجعٔ خلائق عام ہے۔

آپ کی اولاد و امجاد☆: آپ کی اولاد میں سے بہت سے حضرات صاحب علم و فضل و کمال اور صاحب عرفان ہوئے۔ اور شاہان وقت نے ان کی خدمات کو سراہا۔

ان میں سے کئی حضرات کابل اور کشمیر کے عہدۂ قضا پر فائز ہوئے اور بعض نے قطب ربانی اور ولایت کا درجہ حاصل کیا۔

آپ کی اولاد سے حضرت شاہ عصمت اللہ قادری اپنے وقت کے قطب الاقطاب تھے۔ انہوں نے بحالت بیداری کلام و زیارت سیّدالانبیاء سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف پایا تھا۔ مشکٰوۃ شریف عموماً ان کے زیرِ مطالعہ رہتی تھی۔ اس کتاب پر حضرت شاہ عصمت اللہ نے سید آغا شہید کے متعلق جا بجا حاشیے تحریر کیئے۔

شہنشاہ ہند اورنگزیب عالمگیر کو بھی آغا شہید کے حالات سے آگاہی حاصل کرنے کا بہت شوق تھا۔ وہ غائبانہ طور پر حضرت آغا شہید سے گہری عقیدت و محبت رکھتا تھا۔ اسے جب سید عصمت اللہ شاہ گیلانی قادری کی کتاب پر لکھے ہوئے حاشیوں کا علم ہوا تو اس نے کتاب کو منگوا کر غور سے پڑھا۔ اور اس کے بعد اسے ایک خاص کمرے میں بطور عقیدت و تبرک کے محفوظ کر لیا۔

یہ کتاب آج بھی جامع مسجد فتحپوری کی لائبریری میں موجود ہے۔ کتاب پر شہنشاہ عالمگیر اور آپ کی اولاد سے قاضی القضات حضرت عنایت اللہ گیلانی کے دستخط اور مہریں ثبت ہیں۔

شہنشاہ اکبر نے حضرت بدیع الدین قادری گیلانی المعروف آغا شہید کے فرزند ارجمند حضرت سیدنا فیروز الدین شاہ گیلانی قادری علیہ الرحمتہ کو ''ابوالمکارم'' کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔ مینگڑی پرگنہ کا قاضی مقرر کر کے موضع چک قاضیاں (یعنی بہت سے جگوں والا گاؤں) کا وہ تمام علاقہ بطور جاگیر نذر کیا۔ جس کی حدود دور تک پھیلی ہوئی تھیں۔ موجودہ چک قاضیاں اب اُسی جگہ موجود ہے۔

آپ کے ہمراہ حضرت امام علی الحق چشتی علیہ الرحمتہ بھی ہندوستان تشریف لائے تھے۔ انہوں نے اپنی سکونت سیالکوٹ شہر میں رکھ لی تھی۔ ان کے ہمراہ حضرت امام ناصرالدین چشتی بھی تھے جو آپ کی شہادت کے بعد جالندھر تشریف لے گئے تھے، اور وہیں ان کا مزار، درگاہ امام صاحب کے نام سے مرجع انام ہے۔

یہ دونوں علاقے ہندوستان میں کفر گڑھ تھے۔ان دونوں بزرگوں کی تبلیغ اور کفار سے جنگ سے اس علاقہ میں اسلام پھیلا۔اور یہ دونوں بزرگ اپنے اپنے علاقے میں شہید ہوئے۔

پاکستان میں آپ کی اولاد پاک کے مختلف مراکز ☆: ضلع نارووال کی تحصیل شکر گڑھ موضع چک قاضیاں گیلانیاں میں آپ کے صاحبزادگان کے علاوہ بہت سے بزرگوں کے مزارات موجود ہیں۔اوران بزرگوں کی اولادیں نسل درنسل تسلسل کے ساتھ چلی آرہی ہیں۔جن میں چند معروف خاندانوں کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

اوّل ☆ حضرت سیدنا شیخ جلال الدین گیلانی قادری ☆: سیّدنا بدیع الدین شہید المعروف آغا شہید رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے فرزندار جمند السیّد ناشیخ جلال الدین جن کا مزار پاک موضع چک قاضیاں گیلانیاں میں واقع ہے اور بڑے باباجی کے نام سے معروف ہیں۔ان کی اولاد گاؤں چک قاضیاں گیلانیاں میں نہیں ہے۔بلکہ بارہ مولا کشمیر میں ہے۔اسی لیے سادات گیلانیہ بارہ مولا کشمیر کے مورث اعلیٰ کے نام سے جانے جاتے ہیں۔

چونکہ کشمیر کا علاقہ شکر گڑھ سے ملتا ہے، پیدل راستہ تھا۔سیّدنا جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے کشمیر کی پہاڑیوں میں عبادت وریاضت کرتے رہے اور وہیں شادی فرمائی۔گاؤں چک قاضیاں گیلانیاں میں براہِ راست کوئی رشتہ داری نہ ہے۔ہاں چک قاضیاں گیلانیاں کے مزارات کے خادم حضرات کشمیری ہیں اور یہ لوگ شاید سیّدنا شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کے بزرگوں نے اپنے مورث اعلیٰ کے مزارات کی خدمت اور دیکھ بھال کے لیے روانہ کیے۔خداورسول کے فضل وکرم اور بزرگوں کے فیضان سے یہ لوگ اب بڑے امیر ہیں اور بہت سے لوگ ان میں سے تجارت پیشہ ہیں۔چک قاضیاں گیلانیاں جو حضرت سید بدیع الدین شہید گیلانی قادری علیہ الرحمۃ کا ابتدائی مسکن ہے، آپ کی اولاد واجداد اسی چک میں آباد ہے۔

جالندھر بٹالہ شریف کی معروف روحانی گیلانی خانقاہ کے بزرگ اوران کی اولاد جو آج کل لاہور میں فاضلیہ کالونی میں آباد ہیں، اس کے علاوہ موضع منڈیر سیداں سیالکوٹ کے حضرت سید احمد حسین گیلانی قادری المعروف محبوب ذات کی اولادیں جب بھی اپنا نسبی شجرہ شریف لکھتی ہیں تو اپنے آپ کو سیّد گیلانی ثابت کرنے کے لیے اپنے اجداد کی ابتدائی جائے سکونت چک قاضیاں گیلانیاں تحصیل شکر گڑھ ضلع نارووال لکھنا پڑتی ہے اور یہی ان کی پہچان اور یہی ان کا فخر ہے۔

چک قاضیاں گیلانیاں میں جو آپ کی اولاد پاک موجود ہے ان میں کچھ درخشاں صورتیں جو سامنے آئیں ان کا اجمالی تعارف درج ذیل ہے۔

دوم ☆ حضرت مائی سیدہ مریم صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا ☆: جو حضرت سید بدیع الدین شہید گیلانی قادری علیہ الرحمۃ کی صاحبزادی اور سیدنا جلال الدین شاہ علیہ الرحمۃ مورث اعلیٰ سادات گیلانی بارہ مولا کشمیر کی حقیقی ہمشیرہ ہیں اور کشمیر سے آنے والے خدام حضرات اسی مزار پاک پر خدمت کا فریضہ سرانجام دے کر دینی ودنیاوی فیضان پارہے ہیں اور بوقتِ ضرورت دوسرے مزارات پر بھی خدمت وحاضری دیتے ہیں۔

یہاں ہر سال ماہِ جون میں بہت بڑا عرس و میلہ ہوتا ہے۔ایک دن مردوں کی حاضری، دوسرے دن مستورات حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو ان بزرگوں کے فیضان وعرفان سے مالا مال کرتے ہیں۔

سوم ☆ حضرت سیّد محمد اشرف علی کشفی نظامی رحمۃ اللہ علیہ ☆: آپ کی اولاد سے حضرت پیر سید محمد اشرف علی گیلانی کشفی چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ بھی ایک مایہ ناز بزرگ ہوئے ہیں۔

حضرت کشفی صاحب چشتی نظامی سلسلہ میں بیعت تھے۔ بڑے ہی صاحب کشف وکرامت، نیک متقی، صالح اور سخاوت میں بے مثال بزرگ ہوئے ہیں۔اپنے گاؤں چک قاضیاں گیلانیاں کے علاوہ دیگر مواضعات واضلاع بالخصوص گجرات کے علاقہ میں ان کے کافی مرید پائے جاتے ہیں۔

حضرت پیر سید محمد اشرف علی گیلانی کشفی چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ شاید برصغیر میں عید میلا دالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں باقاعدہ جلوس کے بانی آپ ہی ہیں۔

جلوس عید میلا دالنبی کی تحریک آپ نے رنگون برما سے شروع فرمائی اور اپنے گاؤں چک قاضیاں گیلانیاں میں اس کا اجراء کیا اور تادم آخر سرکار کا میلاد مناتے رہے۔

عید میلا دالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ انداز شاید رب تعالیٰ کو بھی پسند آیا اور اسی مناسبت سے عید میلا دالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روز حضرت کشفی صاحب کا وصال باکمال ہوا۔

چک قاضیاں گیلانیاں میں عید میلا دالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دن صبح کے وقت گاؤں میں جلوس ہوتا ہے، تمام دن گاؤں میں حضرت شاہ شہید کی اولاد کے مزارات پر حاضری وسلام ہوتا ہے اور شام کو بعد نماز عشاء حضرت سید محمد اشرف علی گیلانی کشفی چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ کا سالانہ عرس مبارک منایا جاتا ہے۔عرس کے موقع پر لنگر اور بعد اس کے تمام رات محفل سماع جاری رہتی ہے۔

معروف قانون دان اور نامور سیاستدان جناب سیّد محمد ظفر شاہ المعروف ایس۔ایم ظفر صاحب جو آج کل سینیٹر بھی ہیں حضرت پیر سید محمد اشرف علی گیلانی کشفی چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے ہیں جو نہ صرف پاکستان بلکہ ساری دنیا میں بڑے مدبر اور کہنہ مشق قانون دان کے طور پر مشہور ہیں اور متحدہ پاکستان کے وزیر قانون بھی رہ چکے ہیں۔

ہماری ذاتی معلومات کے مطابق جناب ایس۔ایم ظفر صاحب نے شاید وکالت کے شعبہ میں منسلک ہونے کے بعد بحیثیت وکیل جو مقدمہ لیا وہ کبھی کسی بھی مقدمہ میں ہارے نہیں۔

محسنِ پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خان غوری، جو پاکستان کی ایٹمی قوت کے مؤجد بھی ہیں، کا مقدمہ بھی ایس۔ایم۔ظفر صاحب نے ہی لڑا تھا۔اس کے علاوہ بھی ملکی سطح کے بہت سے اہم مقدمات بشمول ڈاکٹر قدیر خان کے مقدمہ کے بفضلہ تعالیٰ اور حضرت پیر کشفی صاحب اور اپنے جداعلیٰ آغا بدیع الدین شہید گیلانی قادری علیہ الرحمۃ کی دعا وفیضانِ نظر کے تصدق سب میں کامیابی حاصل کی۔

چہارم ☆ آپ کی اولاد کا لاہور میں مرکز ☆: حضرت ابوالفرح سید محمد فاضل شاہ قادری گیلانی علیہ الرحمۃ جن کی

ابتدائی اقامت گاہ بٹالہ شریف ضلع جالندھر مشرقی پنجاب انڈیا تھی، بعد قیام پاکستان ان کی اولاد و امجاد کا مرکز (فاضلیہ کالونی) فیروز پور روڈ لاہور میں مرجع خاص و عام ہے۔

اور ان کا سلسلہ پورے پاکستان ہی نہیں بلکہ بیرون ممالک میں بھی پھیلا ہوا ہے۔ یہ بزرگ حضرات ابوالفرح سید محمد فاضل شاہ قادری گیلانی علیہ الرحمۃ بھی آپ کی اولاد سے ہیں۔ ان کے شجرہ نسب کی تصدیق بغداد شریف سے ہو کر آئی ہے۔ جس کی اصل کاپی آج بھی دربار قادریہ فاضلیہ فیروز پور روڈ لاہور میں موجودہ سجادہ نشین حضرت پیر سید الطاف محی الدین گیلانی قادری فاضلی مدظلہ العالی کے پاس محفوظ ہے۔ سابق جج ہائی کورٹ جسٹس سیّد شمیم قادری آپ کی اولاد سے ہیں۔

نوٹ ☆: جالندھر بٹالہ شریف کے بزرگوں اور ان کی اولاد میں سے جو بزرگ لاہور تشریف لائے اور فاضلیہ کالونی فیروز پور روڈ لاہور میں قائم آستانہ کے تمام بزرگوں کے حالات فقیر راقم الحروف نے اسی کتاب کے اسی باب میں درج کیے ہیں جو فہرست سے ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔

پنجم ☆ **حضرت سید احمد حسین گیلانی المعروف محبوب ذات** ☆: حضرت آغا سید بدیع الدین شہید گیلانی قادری علیہ الرحمۃ کی اولاد سے ایک بزرگ حضرت سید احمد گیلانی قادری المعروف محبوب ذات رحمۃ اللہ علیہ بھی صاحبِ کشف و کرامات اور باکمال بزرگ ہوئے ہیں جن کا مزار پُرانوار منڈیر سیداں میں مرجع انام ہے۔

موضع منڈیر سیّداں شریف سیالکوٹ کے قریب واقع ہے چونکہ حضرت سیّدنا بدیع الدین المعروف آغا شہید علیہ الرحمۃ کے بعد آپ کے مبارک خاندان کے لوگ مختلف علاقوں میں بطور جج (قاضی) تعینات رہے اس لیے ایک خاندان یہاں آباد ہوا جن کا فیضان تمام علاقہ میں عام ہے۔ بالخصوص حضرت سید احمد حسین گیلانی قادری المعروف محبوبِ ذات کی بارگاہ ہر خاص و عام کے لیے توجہ کا مرکز ہے۔

ہزار ہا افراد ان سے فیضیاب ہو کر مراد کو پہنچے۔ ان بزرگوں کا تذکرہ بھی فقیر راقم الحروف نے اسی کتاب کے سلسلہ قادریہ کے باب میں دی گئی فہرست کے مطابق کیا ہے جس کو پڑھ کر اُن کے مرتبہ و مقام کا پتہ چلتا ہے۔

ششم ☆ **حضرت پیر سید ظہور شاہ گیلانی قادری** ☆: حضرت آغا سید بدیع الدین شہید گیلانی قادری علیہ الرحمۃ کی اولاد پاک سے ایک بزرگ حضرت پیر سید ظہور علی شاہ گیلانی بھی ہوئے ہیں ان کی تمام عمر اوکاڑہ میں گزری۔ وہیں مزار بنا۔ ہر سال ان کی اولاد ان کا سالانہ عرس اوکاڑہ میں ہی کرتی ہے۔

ہفتم ☆ **حضرت پیر سید ظفر حسین شاہ گیلانی قادری قلندری** ☆: حضرت آغا سید بدیع الدین گیلانی قادری شہید کی اولاد پاک میں سے ایک بزرگ حضرت پیر سید ظفر حسین شاہ گیلانی قادری رحمۃ اللہ علیہ بھی بڑے ہی صاحب کمال باجمال اور صاحبِ حال بزرگ ہو گزرے ہیں۔ آپ کی تمام زندگی یادِ خدا اور ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور خدمت خلق خدا سے عبارت ہے۔ بے شمار لوگ آپ سے فیضیاب ہوئے۔ لاتعداد لاعلاج مریضوں کو آپ کے دستِ مبارک سے شفا ملی۔ ہمہ وقت مخلوقِ خدا کا ہجوم آپ کے گرد جمع رہتا۔ آپ نے اپنے والد گرامی کی ہمراہی میں حضور قبلہ عالم پیر سید نذر محی الدین گیلانی قادری فاضل رحمۃ اللہ علیہ کے دست

مبارک پر بیعت فرمائی۔

آپ بڑے ہی پُر وقار، باوجاہت وقد آور، خوبصورت، نیک سیرت و باکردار، باعمل صالح متقی بزرگ ہوئے ہیں۔ لاتعداد چلّے آپ نے مکمل کیے اور درجہ کمال کو پہنچے۔

آپ نے روحانیت کا سفر اُس وقت جب آپ شاید نویں جماعت میں تھے اور اپنے بڑے بھائی سیّد معروف شاہ صاحب جو کہ مری کے علاقہ میں ہسپتال میں تعینات تھے، کے ساتھ رہائش پذیر تھے۔ حضرت بابا لعل شاہ قلندر علیہ الرحمۃ سوراسی شریف مری کی بارگاہ سے شروع کیا۔ شاہ صاحب فرماتے تھے کہ ایک دن قلندر پاک نے مجھے مٹی کے پیالے میں چائے ڈال کر باجرے کا ڈھوڈا چائے میں بھگو کر دیا اور حکم دیا کھا جاؤ۔ اس کو کھاتے ہی میری دنیا بدل گئی اور پھر وہ ذائقہ ہمیشہ قائم رہا۔

مسلکِ اولیاء کرام کا پاسدار یہ بزرگ شاید حضرت قلندر پاک کے وصال کے بعد حضرت حاجی شیر دیوان صاحب رحمۃ اللہ علیہ بورے والا ضلع وہاڑی کے دربار شریف پر تشریف لائے اور پھر ساری زندگی وہیں گزار دی اور مخلوق کی خدمت صبح تا عصر اور بعد عصر تا شام مزار پاک پر آخری دم تک حاضری دی اور ایک شام ختم شریف جو مزار شریف بند کرنے سے قبل جو روزانہ پڑھا جاتا ہے پڑھ رہے تھے اور جب لَا یَسْتَوِی اَصْحَابُ النَّارِ وَاَصْحَابُ الْجَنَّةِ اَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَائِزُوْن پر پہنچے تو روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی اور آپ کا سر مبارک حضرت حاجی شیر دیوان صاحب کے دربار شریف کی چوکھٹ پر تھا۔

علاقہ میں آپ کے بہت سے مرید ہیں۔ حاجی شیر دیوان چاولی مشائخ کے احاطہ میں مزار ہے۔ ہر سال عرس ہوتا ہے۔ پیر سید طاہر حسین گیلانی بڑے صاحبزادے سجادہ نشین ہیں جو اپنے والد گرامی کے مشن پر قائم رہتے ہوئے آج بھی درگاہ حضرت حاجی شیر دیوان چاولی مشائخ بورے والا ضلع وہاڑی میں مخلوق خدا کی خدمت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

نوٹ ☆: فقیر راقم الحروف کا حضرت پیر سید ظفر حسین شاہ گیلانی قادری قلندری رحمۃ اللہ علیہ سے غائبانہ وروحانی تعارف و تعلق رابطہ حضرت پیر طریقت رہبرِ شریعت پیر سید شبیر حسین گیلانی قادری رضوی مدظلہ العالیٰ کے ذریعہ جو آپ کے قریبی رشتہ دار اور آپ سے فیض یافتہ بھی ہیں کی معرفت تعلق رہا ہے۔ حضرت پیر سید ظفر حسین شاہ گیلانی قادری قلندری فقیر کے واسطے بہت ہی زیادہ دعا گو تھے۔ آپ کے دستِ مبارک سے لکھا ہوا خط جو آپ نے فقیر کے واسطے کسی مشکل سے خلاصی کے لیے ایک عمل لکھ کر بھیجا تھا وہ فقیر کی ذاتی فائل میں محفوظ ہے۔

بفضلِ تعالیٰ آپ کے بتائے ہوئے عمل سے فقیر کو نہ صرف خلاصی ملی بلکہ فقیر اس عمل کا عامل بھی ہے۔ آج بھی کوئی مہم درپیش ہو تو آپ کے اور پیر سید شبیر حسین شاہ صاحب گیلانی مدظلہ العالیٰ کے وسیلے سے اس عمل کو پڑھ کر دعا کرتا ہوں تو مشکل سے نجات مل جاتی اور غیب سے امداد عنایت ہو جاتی ہے بلکہ فقیر نے اکثر آزمایا ہے کہ آپ کے نام میں بھی کافی برکت ہے۔ کبھی کبھی فقیر راقم الحروف کسی مہم کے موقعہ پر جلدی میں صرف ایک مرتبہ ہی حق پیر ظفر شاہ کا نعرہ لگا دے تو خداوند عالم اپنے اس محبوب کے صدقے مشکل آسان فرما دیتا ہے۔

حضرت پیر سید ظفر حسین شاہ صاحب گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال باکمال 2004ء میں ہوا۔ مزار شریف احاطہ دربار حاجی شیر

دیوان تحصیل بورے والا ضلع وہاڑی میں آج بھی مرجع انام ہے۔

ہشتم ☆ آپ کی اولاد کا راولپنڈی میں مرکز ☆:

حضرت پیر سید شبیر حسین گیلانی ایم اے ☆: حضرت آغا سید بدیع الدین گیلانی قادری شہید کی اولاد سے ایک زندہ ولی پیر طریقت رہبر شریعت عالم باعمل پیکر اخلاص ومحبت نباض قوم حضرت پیر سید شبیر حسین گیلانی قادری رضوی ایم اے مدظلہ العالی کی ذات والا صفات ہے جو عرصہ تیس برس سے سرکاری ملازمت کے سلسلہ میں راولپنڈی کینٹ کے گنجان علاقہ محلہ غازی آباد گلشن احمد رضا نز ڈھوک سیداں میں آستانہ قائم کیے ہوئے ہیں۔

حضرت پیر سید شبیر حسین گیلانی مدظلہ العالی نے ابتدائی تعلیم اپنے عظیم والدِ بزرگوار حضرت سید بشیر احمد شاہ گیلانی علیہ الرحمۃ سے حاصل کی۔ بعدازاں مختلف سکولوں اور کالجوں سے تعلیم حاصل کر کے ایم اے کی ڈگری حاصل کی۔

حضرت پیر سید شبیر حسین گیلانی مدظلہ العالی کے والد گرامی حضرت سید بشیر احمد شاہ گیلانی علیہ الرحمۃ ایک صوفی منش بزرگ تھے۔ خداخوفی، صلہ رحمی اور سخاوت وایثار میں یکتا تھے۔ تقویٰ، پرہیزگاری ان کا شعار رہا۔ عبادت وریاضت میں یگانۂ روزگار تھے۔

ان کی سب سے بڑی کرامت یہ تھی کہ تمام زندگی جوانی سے تادم آخر کبھی لمبا سفر دن کے وقت اس خطرے اور خوف سے نہ کیا کہ نماز باجماعت قضا نہ ہو جائے جب بھی لمبے سفر پر گئے تو رات کے وقت سفر کو ترجیح دی۔ نماز سے محبت ہی کا نتیجہ تھا کہ ان کا وصال باکمال عشاء کی نماز میں بحالتِ سجدہ ہوا۔

حضرت سید بشیر احمد شاہ گیلانی علیہ الرحمۃ نے تمام زندگی داڑھی والے حضرات سے دوستی رکھی کہ یہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کاربند ہے۔ داڑھی کے بغیر صرف ایک شخص سے آپ کی دوستی تھی جن کا نام ملک رب نواز خان مرحوم ساکن موضع چہان غوث اعظم روڈ (سابقہ چکری روڈ) تحصیل وضلع راولپنڈی سے تھا جو ہائی سکول کے ٹیچر تھے۔ جنہوں نے بعد میں داڑھی رکھ لی تھی۔

ملک رب نواز خان مرحوم نے تمام عمر حضرت شاہ صاحب اور ان کی اولاد سے عقیدت ومحبت رکھی ہر طرح سے سادات کے اس گھرانے کی عزت وتوقیر کی اور اپنی اولاد کو بھی وصیت کی کہ شاہ صاحب کی اولاد سے احترام کا رشتہ نہ چھوڑنا۔

شجرہ نسب ☆: حضرت پیر سید شبیر حسین شاہ گیلانی قادری رضوی حسنی حسینی سادات گیلانیہ سے ہیں جن کا شجرہ نسب 16 واسطوں سے حضرت سید بدیع الدین المعروف آغا شہید سے اور 26 واسطوں سے حضور پیران پیر دستگیر السیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا کر ملتا ہے، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

حضرت پیر سید شبیر حسین گیلانی بن بشیر احمد شاہ بن سید حشمت شاہ بن سید حیدر شاہ بن سید مہتاب شاہ بن سید کرم شاہ عرف کاکے شاہ بن عظیم اللہ شاہ بن سید شاہ شفیع الاسلام بن سید عرفان شاہ بن سید محمد باقر شاہ بن سید قاضی عنایت اللہ بن سید عارف بن سید محمد جیلی بن سید آدم جیلی بن سید موسیٰ جیلی بن سید فیروز الدین جیلی بن سید بدیع الدین گیلانی المعروف آغا شہید، بن سید محمد جیلی بن سید عباس جیلی بن

سید ابو یوسف محمد شاہ جیلی بن سید ابوالفضل احمد جیلی بن سید محی الدین ابونصر محمد بن سید ابوموسیٰ یحییٰ بن قطب العالم عماد الدین ابو صالح نصر بن سید تاج الدین ابوبکر عبدالرزاق بن حضرت سید عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعلیہم الرحمۃ والرضوان والغفران۔

حضرت پیر سید شبیر حسین گیلانی قادری رضوی مدظلہ العالی دنیاوی تعلیم میں ایم اے اسلامیات کے حامل ہیں اور علم دوست شخصیت ہیں۔ فنِ طبابت کے لیے فاضل طب وجراحت کی سند حاصل کی جبکہ طبابت وحکمت آپ کو ورثے میں بھی ملی ہوئی تھی۔

حضرت پیر سید شبیر حسین گیلانی قادری رضوی مدظلہ العالی سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں معروف شیخ طریقت، شیخ الحدیث والتفسیر، کشتۂ عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم، نائب محدث اعظم پاکستان، قطب سمندری شریف حضرت مولانا ابو محمد، محمد عبدالرشید قادری رضوی علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت فرمائی اور انہی سے خرقۂ خلافت پاکر سرفراز وممتاز ہوئے۔

حضرت پیر سید شبیر حسین گیلانی مدظلہ العالی اپنے خاندان کے واحد گیلانی سید ہیں جنہوں نے غیر سید کے ہاتھ میں ہاتھ صرف اور صرف بریلی کے تاجدار اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین ملت حضرت مولانا الشاہ احمد رضا خان محدث بریلی قادری علیہ الرحمۃ کی نسبت و محبت کی بنا پر یہ تعلق جوڑا جس سے آپ کی اعلیٰ حضرت بریلوی کی تعلیمات سے لگاؤ اور محبت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اور آپ کے پیرو مرشد حضرت ابو محمد عبدالرشید قادری رضوی علیہ الرحمۃ کی صحبت وتعلیم اور آپ کے اجداد کی نگاہ ولایت کا فیضان ہے کہ حضرت پیر شبیر حسین گیلانی عرصہ پچیس برس سے راولپنڈی میں سلسلہ عالیہ قادریہ کی خدمت اور مسلک رضا کے لیے دن رات کوشاں ہیں۔

سندھ کے معروف روحانی پیشوا حضرت پیر سید عاشق علی شاہ صاحب گیلانی قادری مدظلہ العالی ساکن خیر پور، صوبہ سندھ نے راولپنڈی میں جامع مسجد عنایت محلّہ غازی آباد گلشن احمد رضا میں منعقدہ عرسِ غوث اعظم کے موقع پر حضرت پیر سید شبیر حسین شاہ صاحب گیلانی کو اپنے آستانہ اور سلسلہ کی طرف سے دستار خلافت بھی عطا فرمائی۔

حضرت شاہ صاحب ایک خوددار غیور شخص ہیں۔ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سینے میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ ہمہ وقت حضرت شہنشاہ بغداد پیرانِ پیر دستگیر اور اپنے پیر ومرشد کا سایہ اپنے ساتھ تصور کرتے ہیں۔ طریقت غوث اعظم سرکار اور مسلک رضا کے لیے ہر شخص سے ہر ممکن تعاون فرمانا آپ کی طبیعت کا خاصہ ہے۔ بزرگانِ دین کے مشن پر عمل پیرا اور مسلک اہلِ سنت کے لیے کام کرنے والے حضرات سے خصوصی شفقت ومحبت فرماتے ہیں۔

حضرت شاہ صاحب جہاں اپنے بچوں کی کفالت کے لیے سرکاری ملازمت کرتے ہیں وہاں دوسری طرف دفتر سے چھٹی کے بعد تمام تر وقت مخلوق خدا کی خدمت میں صرف فرمادیتے ہیں۔ روزانہ بہت سے افراد آپ کے آستانہ قادریہ رضویہ غازی آباد میں دور دراز سے اپنے مسائل لے کر آتے ہیں اور آپ سے دعاؤں کی التجائیں کرتے ہیں۔ آپ کی دعا سے بہت سے افراد کی مشکلیں حل ہوئیں۔ بہت سے مریضوں کو شفا ملی۔ آپ آنے والے مریضوں کو نہ صرف دوا بلکہ دعا بھی اور تعویذات بھی مرحمت فرماتے ہیں۔

آپ کی ذات والاصفات سے فیضانِ غوثیہ اور فیضان رضا تقسیم ہورہا ہے۔ ہر کوئی آکر آپ کے لنگر سے مستفیض ہوتا ہے۔ ہر جمعرات کو بعد نماز مغرب ختم غوثیہ اور ہر ماہ حضور غوث الاعظم سرکار کی گیارہویں شریف کا ختم ولنگر شریف ہر سال بڑی عقیدت ومحبت سے

محفلِ میلاد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ربیع الثانی میں بڑی گیارہویں شریف، صفر کے مہینے میں اعلیٰ حضرت محدث بریلی کا سالانہ عرس مبارک اور معراج النبی کے مہینے میں معراج شریف کے حوالے سے پروگرام کرانا آپ کے معمول کا حصہ ہے۔ ہر پروگرام میں لنگر غوثیہ اور ملک بھر سے بڑے بڑے جید علمائے کرام کو بلا کر عوام اہلِ سنت کو مسلک اہلِ سنت کی تعلیمات سے روشناس کرانا آپ کا معمول خاص ہے۔ جبکہ راولپنڈی اور پنجاب کے گردونواح میں مختلف پروگراموں میں شرکت کے لیے خصوصی طور پر تشریف لے جا کر اپنے میزبان کی دلجوئی فرماتے ہیں۔

فقیر راقم الحروف کا ۱۹۸۸ء سے آپ کی ذات سے تعلق ہے۔ خلوت وتنہائی میں، اجتماع میں، گھر میں، مسجد ومدرسہ میں، بازار وگلی محلّہ میں، دفتر میں الغرض ہر مقام پر شاہ صاحب قبلہ کو ایک ہی رنگ میں دیکھا۔ کبھی قول وفعل میں تضاد نہیں پایا۔ نہ ہی معاملہ فہمی میں کسی سے اُلجھتے دیکھا۔ آپ کی زندگی انتہائی صاف وشفاف آئینہ کی مانند ہے۔ ظاہر وباطن یکساں ہے۔ تقویٰ، پرہیزگاری، عبادت وریاضت میں کبھی سستی کاہلی نہیں آنے دی۔ دوست نواز اور ڈھڑے کے پکے اور پُرخلوص شخصیت کے حامل ہیں۔ فقیر راقم الحروف نے پوری زندگی میں آپ جیسا سچا کھرا اور بے ضرر شخص نہیں پایا۔ راقم الحروف کی اگرچہ آپ سے بھائی بندی اور دوستی کا تعلق ہے مگر باوجود اس کے راقم الحروف آپ کو اپنا شیخِ تعلیم وتربیت مانتا ہے۔

فقیر راقم الحروف مسجد ومدرسہ سے دور اور سیاست کی خاردار وادی میں مسلک کے فروغ واشاعت اور مشائخ وعلمائے اہلِ سنت کے حقوق کی آواز کو بلند کرنے میں مصروف عمل تھا۔

ایک وقت آیا کہ وقت اور معاشرے نے گھیر لیا تو حضرت قبلہ شاہ صاحب نے فرمایا صابری صاحب چھوڑو سیاست کو کیا رکھا ہے اس میں، کام لوگوں کے اور خرچ اور وقت اپنا ضائع کرتے ہو۔

قلم دوات سنبھالو اور تحریر کا کام شروع کردو۔ خدا عزت دے گا۔ یہ بات حضرت شاہ صاحب کے علم میں پہلے سے تھی کہ اس ناچیز نے 1980ء میں ''تجلیات خواجگان چشت'' کے نام سے ایک کتاب مکمل کر کے 1982ء میں شائع بھی کردی تھی۔ تاحال اس کتاب کے تین ایڈیشن چھپ چکے ہیں، اس بنا پر شاہ صاحب نے 1995ء میں اس ناچیز کو دوبارہ کام کا حکم دیا۔ فقیر نے حضرت شاہ صاحب کا حکم مانا اور صداقت اہلِ سنت کے نام سے کتاب لکھنی شروع کردی تو اسی دوران راقم الحروف کے شیخ طریقت بحرالعلوم منبع جود وعطا پیکر صبر ورضا حضرت الحاج خواجہ منیر احمد صابری رحمۃ اللہ علیہ فقیر کے ادارے میں تشریف لائے تو کتاب کا کام دیکھ کر فرمانے لگے۔ اس کتاب میں حیلہ اسقاط کا باب ضرور لکھنا۔ بس پھر کیا تھا ایک طرف شیخ طریقت دوسری طرف شیخ تربیت وتعلیم فقیر کو دوگنا فیضان ملنے لگا۔

الحمدللہ ۱۹۷۷ء تا ۲۰۱۰ء ماہ مئی تک فقیر کے ہاتھوں چھوٹی بڑی پچیس کتابیں مکمل ہو کر ان میں سے ۱۹ چھپ کر منظرِ عام پر آ گئیں اور یہ پانچ جلدوں پر مشتمل اولیائے کرام کا انسائیکلو پیڈیا آپ کے ہاتھ میں ہے۔ یہ سب میرے مرشد کامل حضور قبلہ حاجی خواجہ منیر احمد صابری اور حضرت قبلہ پیر سید شبیر حسین شاہ گیلانی مدظلہ العالی کے فیضان وکرم کا صدقہ ہے ورنہ آج کے پُرفتن دور میں کام کرنا بہت مشکل ہے۔

خداوند کریم حضرت قبلہ شاہ صاحب کا سایہ تادیر مریدین اور عقیدتمندوں کے سر پر قائم رکھے۔

وصال با کمال ☆: حضرت آغا سید بدیع الدین گیلانی قادری شہید کا وصال اور شہادت پانچ ربیع الثانی 904ہجری بمطابق 1498ء کو بروز جمعہ بوقت نماز جمعہ ہوا۔

مزار پُرانوار دو جگہ ہے۔ آپ کے سر مبارک کا مزار موضع گھونہ، اور جسد اطہر کا مزار مبارک موضع بہاری تحصیل شکر گڑھ ضلع نارووال میں مرجع خاص وعام ہے۔

جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت میر سیّد اسماعیل قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف☆: امام العارفین، سلطان العاشقین، برھان الواصلین حضرت میر سید اسماعیل قادری رحمتہ اللہ علیہ قدوۃ الاخیار ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۸۰۹ھ بمطابق 1406ء کو اپنے زمانہ کے معروف بزرگ فخر السادات حضرت سید عبدل قادری علیہ الرحمۃ کے گھر ہوئی۔ جن کا سلسلہ نسب حضرت پیران پیر دستگیر محبوب سبحانی قطب ربانی غوث الصمدانی۔ السید ناشیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے السیدی شیخ عبدالرزاق تک پہنچتا ہے۔

آپ ہی وہ بزرگ ہیں کے جن کی وجہ سے ہندوستان میں حضرت قطب الاقطاب فرد الاحباب غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سلسلہ قادریہ کو بہت زیادہ فروغ ملا۔ شیخ محمد حسین شیخ امان اللہ پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ اسی طرح اور دوسرے درویش آپ کے فیض یافتہ اور معتقد تھے۔ آپ کا وصال باکمال ۹۰۶ھ بمطابق 1502ء کو ہوا۔ آپ کا مزار منتھو را نڈیا میں آج بھی مرجع خاص و عام ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سید مراد شاہ المعروف ابوالخیر نولکھ ہزاری قادری رحمۃ اللہ علیہ

تعارف ☆: عارف افضل و اکمل، مرد قلندر ہمہ اوصاف یگانہ، مرشد زمانہ، فقیر مست الست مشرب رندانہ، متصرف بہ تصرفات، جامع الصفات و کمالات، صاحب کشف و کرامات حضرت پیر سید مراد شاہ قادری المعروف ابوالخیر نولکھ ہزاری رحمۃ اللہ علیہ آپ کا شمار عارفان روزگار اور واصلان صاحب اسرار میں ہوتا ہے۔

آپ کی ولادت باسعادت ۸۴۴ھ بمطابق ۱۴۴۰ء میں سادات بخاری کے ایک عظیم فرد کامل حضرت سید محمد عمر بخاری علیہ الرحمۃ کے گھر بمقام ڈیرہ غازی خان کی ایک غیر معروف نواحی بستی میں ہوئی۔

آپ کا تعلق سادات بخاری سے ہے۔ جو چند واسطوں سے حضرت مخدوم سید جلال الدین شاہ سرخ بخاری قطب کمال سہروردی علیہ الرحمۃ سے جا کر ملتا ہے۔ آپ کے والد گرامی اور دیگر بزرگان بھی اپنے اپنے زمانہ کے صاحب علم و فضل و کمال گزرے ہیں۔ آپ نے علم و فضل کے عظیم گہوارے میں آنکھ کھولی، ابھی آپ کی عمر شریف صرف ۹ برس کی تھی کہ والدِ گرامی کا وصال ہو گیا۔ اس کے بعد آپ کی پرورش، تربیت و تعلیم کی مکمل ذمہ داری والدہ ماجدہ کے کندھوں پر آ گری جسے انہوں نے بڑی حوصلہ مندی اور پامردی اور استقلال سے پورا کیا۔ اور اپنی نگرانی میں آپ کی ظاہری تعلیم اعلیٰ دینی مدارس اور قابل ترین اساتذہ کرام کی سرپرستی میں پایۂ تکمیل تک پہنچائی۔ علوم دینیہ کی تکمیل کے بعد آپ کو باطنی تعلیم و تربیت کا شوق غالب ہوا۔

تلاش مرشد ☆: آپ کی عمر عزیز صرف بارہ برس کی تھی کہ والدہ محترمہ سے تلاش مرشد اور باطنی تعلیم کے حصول کے لئے سفر کی اجازت چاہی تو والدہ ماجدہ نے بڑے حوصلے سے آپ کو اجازت عنایت فرمائی، اور آپ کی کامیابی کے لئے دعا دیتے ہوئے رخصت فرمایا۔

آپ کوہ بہ کوہ پھرتے پھراتے منزل بہ منزل چلتے ہوئے ملک یمن جا پہنچے، وہاں آپ کی ملاقات ایک مرد خدا سے ہوئی تو انہوں نے آپ کو دیکھتے ہی ارشاد فرمایا مراد شاہ تم اپنے وطن کو واپس جاؤ اور حضرت سید مٹھے شاہ کی خدمت میں حاضری دے کر اپنے حصے کا فیض ان سے وصول کرو۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت پیر سید فضل شاہ علیہ الرحمۃ "قصبہ نگور" کے عظیم و کبیر صاحبزادے حضرت پیر سید مٹھے شاہ قادری علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز و ممتاز ہوئے۔

لقب نولکھ ہزاری ☆: مرشد کامل نے آپ کو اپنے ہاتھ بیعت کرنے کے بعد ایک مخصوص وظیفہ نولکھ ہزار مرتبہ دریا میں کھڑے ہو کر پڑھنے کو بتایا۔ آپ نے اس وظیفہ کو پورے آداب سے مکمل کر کے مرشد کی خدمت میں حاضری دی اور وظیفہ کے دوران پیش آنے والے معاملات گوش گزار کیے تو مرشد کامل بہت خوش ہوئے اور روحانی انعام واکرام کی نوازشات سے سرفراز فرما کر آپ کو نولکھ ہزاری کے خطاب ذیشان سے نوازا۔ اس کے بعد یہ خطاب آپ کی پہچان بن کے رہ گیا اور بہت سے لوگ آپ کے نام سے ہی واقف نہیں بلکہ سخی نولکھ ہزاری کے نام سے ہی پکارتے ہیں۔

سیرت و کردار ☆: آپ نے شب و روز دین اسلام کی تبلیغ واشاعت فرمائی، جس یک بدولت بہت سے قبائل بالخصوص ساندل بار کے علاقے لوگ جوق در جوق حلقہ بگوش اسلام ہوتے چلے گئے اور یہ خطہ نور اسلام کی ضیاپاشیوں سے جگمگا اٹھا۔ آپ کی کشف وکرامات کا چرچا سن کر دور دور سے لوگ آ کر آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہونے لگے۔ ہمہ وقت عشاق کا ہجوم آپ کے گرد ہالہ بنائے رکھتے۔ آپ سیف اللسان تھے زبان ترجمان سے جو فرماتے وہ بفضلہٖ پورا ہو کے رہتا تھا۔ آپ کی دعا کی بدولت لاتعداد افراد کو موذی امراض سے نجات ملی اور وہ شفایاب ہوئے۔ آپ نے شادی بالکل نہیں کی۔ تمام عمر مجرد گزاری۔

جوگی سے مقابلہ ☆: زمانہ قدیم میں شاہ کوٹ کا نام تیرتھ گڑھ تھا۔ جو ایک ہندو جوگی کے زیر اثر تھا، جوگی کے ڈیرے پر چیلوں کا ایک جم غفیر موجود رہتا تھا۔ اہالیانِ قصبہ اس کو ہر روز دودھ فراہم کرنے کے پابند تھے۔ اگر کوئی دودھ فراہم نہ کرتا یا انکار کر دیتا تو جوگی جادو کے اثر سے اس کے دودھ کو خون میں تبدیل کر دیتا تھا۔

ایک دن قصبہ شاہکوٹ کے لوگ دودھ سے بھرے برتن اُٹھائے ہوئے آپ کی خانقاہ کے سامنے سے گزرے تو آپ نے اُن سے قیمتاً دودھ طلب فرمایا تو انہوں نے نہایت واشگاف لفظوں میں یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ یہ دودھ فلاں جوگی کے لئے مختص ہے۔ اگر ہم نے دودھ اس کی خدمت میں پیش نہ کیا تو یہ دودھ اور اس کے علاوہ جو دودھ گھروں میں موجود ہے، وہ تمام خون میں تبدیل ہو جائے گا۔

آپ نے نہایت پیار بھرے لہجے میں ارشاد فرمایا کہ ہمیں دودھ دینے سے تمہیں کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ اور نہ ہی دودھ میں کوئی تبدیلی رونما ہوگی۔ آپ کی واضح یقین دہانی پر وہ لوگ مطمئن ہو گئے اور دودھ آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔

اور پھر ہوا بھی ایسا ہی جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا تھا، کہ نہ ہی دودھ خراب ہوا نہ ہی اہل شاہکوٹ کو کوئی نقصان پہنچا۔ جس کی بنا پر وہ تمام آپ کے گرویدہ ہو گئے۔ اور عقیدتمندی کے جذبہ سے سرشار ہو کر جوق در جوق آپ کی خدمت میں حاضر ہونا شروع ہو گئے۔

جادوگر کو جب اس حقیقت کا علم ہوتو وہ آگ بگولہ ہو کر طیش میں آ گیا۔ اور شعلہ بار آنکھوں کے ساتھ اپنا لاؤلشکر ہمراہ لے کر آپ کے پاس پہنچا اور نہایت گستاخانہ لہجے میں چلا کر کہنے لگا یہ علاقہ میرے زیر اثر ہے۔ لہٰذا تم یہاں سے فوراً چلے جاؤ۔ اگر تمہیں اپنی ولایت و بزرگی کا زیادہ گھمنڈ ہے تو پھر مقابلے کے لئے تیار ہو جاؤ اور یا کوئی کرامت دیکھاؤ یا پھر ہمارا کمال دیکھو۔

آپ نے نہایت ہی اطمینان سے فرمایا کہ بابا ہم کیا کمال دکھائیں تم میں اگر کوئی کمال ہے تو دکھا دو۔ آپ کا یہ فرمان ذیشان سن کر جوگی اپنے جادو کو حرکت میں لایا اور دیکھتے ہی دیکھتے فضا میں بلند ہو کر پرواز کرنے لگے۔

اس کی یہ حرکت دیکھ کر آپ نے اپنے پاؤں کی کھڑاؤں (یعنی جوتی) کو حکم دیا کہ اس بے دین کو نیچے لے آؤ۔ آپ کے نعلین فضا میں بلند ہوئے اور جوگی کے سر پر برسنے شروع ہو گئے۔ سر پر جوتیاں پڑنا شروع ہوئیں تو جوگی نیچے اُترنے پر مجبور ہو گیا۔ نیچے آ کر جوگی بہت شرمندہ ہوا، ذلیل وخوار ہو کر وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ جوگی کی یہ ذلت ورسوائی دیکھ کر موقع پر موجود لاتعداد ہندو اور جوگی کے بہت سے باکمال چیلے آپ کے قدموں پر گر گئے اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔

کشف وکرامات ☆: آپ نے دودھ کے حصول کے لئے بکریاں رکھی ہوئی تھیں۔ اور ساتھ ہی ایک قوی ہیکل خوفناک شیر بھی اپنی غلامی میں سواری کے لئے پال رکھا تھا۔ اور کبھی کبھی اس شیر پر آپ سواری کا شوق پورا فرماتے تھے۔ یہ آپ کی کرامت تھی کہ شیر اور بکریاں ایک ہی گھاٹ ایک ہی برتن میں پانی پیتے تھے۔

شیر اور بکری کے پاؤں کے نشانات ملحقہ پہاڑی پر تاحال موجود ہیں، جو زائرین وعقیدتمندوں کے لئے زیارت کا موجب ہیں۔

کرامت نمبر۲ ☆: قصبہ شاہکوٹ سے جنوب تقریباً ۱۲ میل کے فاصلے پر ننکانہ صاحب کا تاریخی قصبہ اپنی انفرادی شان و شوکت سے موجود ہے۔

وہاں زمیندار کالو کھتری بہت بڑی زمین جائیداد اور دولت وثروت کا مالک تھا مگر اولاد نرینہ کی نعمت سے محروم تھا۔ کالو کھتری نے جب آپ کی ولایت وبزرگی کا شہرہ سنا تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور حصول اولاد کے لئے بڑی عاجزی سے دعا کی درخواست کی۔

آپ نے اس کی درخواست پر بارگاہ رب جلیل میں دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے۔ دعا کے بعد کالو کھتری کو بشارت دی کہ میرا اللہ تجھے ایک ایسا ہونہار اور نامور صالح بیٹا عطا کرے گا کہ جس کی شہرت تمام روئے زمین پر ہوگی۔ ہر سو اس کا ڈنکا بجے گا۔

چنانچہ خداوندِ عالم نے اپنے خاص لطف وکرم سے کالو کھتری کو آپ کی دعا کی بدولت سکھوں کے سب سے بڑے گرو "بابا نانک" صاحب پیدا ہوئے، جن کا برصغیر پاک وہند میں ہر سکھ عقیدتمند ہے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۶۶ برس کی عمر شریف میں ۹۱۲ھ بمطابق ۱۵۰۶ء کو ہوا۔

مزار پُرانوار قصبہ شاہکوٹ ضلع شیخوپورہ فیصل آباد شیخوپورہ روڈ پر مرجع خاص وعام ہے، جہاں آپ کا سالانہ عرس مبارک ماہ چیت کی دس گیارہ اور بارہ تاریخ کو انعقاد پذیر ہوتا ہے۔ اہل علاقہ کے قول کے مطابق یہ عرس پورے ضلع شیخوپورہ کا سب سے بڑا عرس ہوتا ہے، لاکھوں کی تعداد میں زائرین حاضری دے کر منہ مانگی مرادیں پاتے ہیں۔

سالانہ عرس کے علاوہ ہر ماہ نوچندی جمعرات کو میلہ لگتا ہے۔ جس میں ہزاروں عقیدتمندان گردونواح سے شرکت کرتے ہیں۔ اس موقع پر نعت خوانی اور محفل سماع کا خصوصی اہتمام ہوتا ہے۔ ارادتمند ایک خاص قسم کی کھیر پکا کر بطور نیاز پیش کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت مخدوم شیخ سید عبدالقادر قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: امام الطائفتین، قبلہ طالبان، محدث وجد و پیان پروردۂ آغوش ولایت، فخر السادات گیلانیہ حضرت مخدوم شیخ عبدالقادر قادری رحمتہ اللہ علیہ آپ حضرت شیخ محمد حسینی جیلانی کے فرزند دلبند ہیں اور شیخ عبدالقادر ثانی کے نام نامی اور مخدوم ثانی کے لقب سے مشہور ہیں آپ بڑے بلند پایہ اور عالی مقام صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے آپ کمالات کے ان مقامات تک رسائی حاصل کر چکے تھے جو انسانی عقل سلیم کی حدود سے وراء لوریٰ ہیں بہت سے کفار و مشرک آپ کی محض صورت ہی دیکھ کر اسلام لے آئے تھے۔

آپ اوچ شریف میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے حقیقی وارث کی حیثیت سے رہتے تھے اسی لئے آپ کو عبدالقادر ثانی اور مخدوم ثانیؒ کے لقب سے پکارتے تھے ترک و تجرید میں آپ اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔

منقول ہے کہ آپ نے جوانی کا زمانہ نہایت ہی تزک و احتشام سے گزارا تھا۔ آپ عیش و نشاط کے اتنے رسیاء تھے کہ مزامیر وغیرہ کو اپنے ساتھ اونٹوں پر جہاں جاتے لے جاتے تھے لیکن سجادہ نشین مقرر ہونے کے بعد آپ نے اسباب تفنی اور ایسی مجالس میں شرکت سے توبہ کر لی اور اپنے مریدوں کو بھی قوالی وغیرہ سے بڑی سختی اور شدت سے منع فرمایا کرتے تھے اور اگر اتفاق سے کسی گانے والے یا طبلہ وسارنگی کی آواز آپ کے کان میں پڑ جاتی تو اتنا روتے اور خدا کے حضور آہ و بکا کرتے کہ دیکھنے والوں کو یہ یقین ہو جاتا کہ آپ ابھی وفات پا جائیں گے۔

واقعہ عجیب ☆: آپ پر جذب کی حالت کی ابتدا یوں ہوئی کہ آپ ایک روز اوچ شریف کے کسی جنگل میں شکار کھیل رہے تھے کہ ایک تیتر عجیب وغریب آوازیں نکال رہا تھا۔

چنانچہ اس جنگل میں ایک فقیر اور درویش بھی گھوم رہا تھا اس نے آپ کو دیکھ کر کہا سبحان اللہ ایک روز ایسا بھی آئے گا یہ نوجوان بھی اسی تیتر کی طرح آہ و نالہ کیا کرے گا اس فقیر کی یہ بات آپ پر ایسی اثر انداز ہوئی کہ اُسی وقت آپ پر وجد طاری ہو گیا اور ماسویٰ اللہ سے دل نفرت کرنے لگا اس کے بعد کیفیت یہ تھی کہ روزانہ آپ پر شوق کے آثار جذبہ و وجد اور محبت الٰہی کے انوار موسلا دھار

بارش کی طرح برسنے لگے یہاں تک کہ تمام چیزوں سے دل ہٹ کر خدا کی جانب متوجہ ہوگیا۔

بارگاہِ غوثیت سے قبولیت کی آواز ☆: ایک مرتبہ آپ کے والد بزرگوار کے پاس کہیں سے مخمل کے تھان آئے انہوں نے آپ کے پاس یہ کہہ کر بھجوائے کہ ان سے اپنا لباس سلوالو لیکن شیخ نے اِن مخمل کے تھانوں کی اپنے شکاری کتوں کی جھولیں سلوالیں اس کی خبر جب آپ کے والد بزرگوار کو ہوئی تو انہوں نے آپ کو بلا کر بہت ڈانٹا اس کے بعد آپ کے والد بزرگوار کو اسی رات حضرت پیران پیر دستگیر سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی زیارت ہوئی اور فرمایا کہ تم اپنے دوسرے بچوں کی دیکھ بھال کرو عبدالقادر" تو ہمارا بیٹا ہے ہم ہی اس کی تربیت کریں گے تم اسے کچھ نہ کہا کرو۔

اس واقعہ کے فوراً بعد حضرت عبدالقادر ثانی پر جذب وجد کی فروانی ہوگئی اور توبہ کر کے عیش ونشاط ولذات سے دور رہنے لگے اور شکاری جانور چھوڑ دیئے اور سر منڈوا کر سلوک کی راہ لی آپ کے والد بزرگوار جب اس دنیا فانی سے رحلت فرمانے لگے تو آپ کے سب بھائیوں میں سے آپ ہی کو جانشین مقرر فرمایا۔

سیرت و کردار ☆: آپ کو ورد و وظائف کا اس حد تک شوق تھا کہ تمام دن عبادت میں مصروف رہتے اور کسی سے کلام تک نہ کرتے تھے بعدہ عشق الٰہی اور استغراق کی یہ کیفیت تھی کہ فرائض وسنن سے فراغت کے بعد جو بھی وقت ملتا اسے مراقبہ میں صرف کرتے فجر کی نماز سے اشراق تک اور اشراق سے چاشت تک اسی طرح ایک نماز سے دوسری نماز تک مراقبہ میں مستغرق رہتے البتہ جب بہت تھک جاتے تب تھوڑی دیر مسجد کی چٹائی پر آرام فرماتے بسا اوقات آپ خود ہی اذان واقامت اور امامت کے فرائض انجام دیا کرتے تھے اور اکثر وبیشتر فجر کی اذان دینے کے بعد گھروں میں جا کر لوگوں کو بیدار کرتے اور فرماتے کہ یہ وقت نیک بختی اور خوشی کا ہے جب لوگ جمع ہو جاتے تو فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اس ساعت میں یعنی صبح کو اپنے جمال پُر انوار سے نوازا کرتے ہیں۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ تم لوگوں کو بھی یہ فیض نصیب ہو مگر تم لوگ اس وقت اٹھنے میں کوتاہی کرتے ہو۔

کشف وکرامات ☆: ایک دن ایک قوال آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ توبہ کر واور رباب وستار کو توڑ کر پھینک دو اور سر منڈوا کر درویش بن جاؤ اُس بدنصیب قوال کو تو یہ سعادت نصیب نہ ہوئی۔ البتہ لنگایت کا ایک رئیس اسی مجلس میں بیٹھا تھا آپ کی یہ بات اس کے دل میں اثر کر گئی اور اس نے اپنے تمام گناہوں سے توبہ کی ابھی وہ گریہ وزاری کر ہی رہا تھا کہ اس کو خدا نے ولایت کے بلند مقام پر فائز کر دیا اور وہ کہنے لگا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ میرا گجراتی بھائی فوت ہوگیا ہے اور اس کا جنازہ جا رہا ہے اور اب لوگوں نے اُسے دفن کر دیا سو یہ آپ کی معمولی سی برکت تھی کہ آپ کی ادنیٰ توجہ سے ایک نومسلم کو اُسی وقت جلی کشف ہوگیا۔

کرامت نمبر ۲ ☆: ملتان میں ایک مرتبہ بڑی شدت سے طاعون کی بیماری پھیلی لوگوں کے تمام کاروبار ٹھپ ہوگئے۔ اس زمانے میں لوگ وہاں سے گھاس لے جاتے جو آپ کے وضو کا پانی پڑنے سے اُگی تھی اور اُسے طاعون کی پھنسی پر لگاتے تمام بیمار اللہ

کے حکم سے ٹھیک اور صحت یاب ہو جاتے تھے۔

کرامت نمبر۳ ☆ : اوچ شریف میں ایک مرتبہ اس قسم کی وبا پھیلی کہ لوگوں کی پسلیوں میں درد ہوتا طرح طرح کے علاج کے باوجود کچھ فائدہ نہ ہوتا تھا حتیٰ کہ لوگ اس درد کی وجہ سے مرنے لگے اسی دوران غیاث لنگاہ جو بڑے متقی اور صالح بزرگ تھے اور آپ کی خدمت گزاری میں برابر لگے رہتے تھے۔ اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک زراع کے مقدار لمبے بانس کی لاٹھی دی اور فرمایا کہ اس کو لے جا کر ہمارے بیٹے عبدالقادر ثانیؒ کو دے دو اُسے کہہ دو اس پر دس مرتبہ سورہ اخلاص پڑھ کر جس مریض کو لگا دو گے وہ بحکم الٰہی فوراً تندرست ہو جائے گا اور اسی رات آپ کو بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ ہم نے غیاث الدین کو ایک امانت دی ہے وہ لے لو اور استعمال میں لاؤ کہتے ہیں کہ اُس بانس کے ٹکڑے سے وہ کرامات جاری ہوئیں جن کو لکھا نہیں جا سکتا اور بانس کے ٹکڑے کے متعلق اب بھی ملتان میں قصے مشہور ہیں۔

وصال باکمال ☆ : آپ نے ۸۷ برس کی عمر میں ۸ ربیع الاول ۹۴۰ھ بمطابق 1533ء کو وصال فرمایا مزار پُر انوار اُوچ شریف تحصیل احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور میں مرجع خاص و عام ہے۔

فقیر راقم الحروف نے بھی اُوچ شریف تحصیل احمد پور شرقیہ کے تنظیمی دورے کے موقع پر آپ کے مزار پُر انوار پر حاضری دی ہے جو کہ ایک روحانی اور پر کیف مقام ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت شاہ عبدالرزاق جھنجانہ قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: غریق بحرِ حقیقت، قطب وقت غوث زمانہ، شیخ الشیوخ، امام العرفاء حضرت شاہ محمد عبدالرزاق جھنجانہ رحمتہ اللہ علیہ قطب مادرزاد ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۸۴۲ھ بمطابق 1438ء کو ہوئی۔ آپ حضرت شیخ محمد حسن رحمتہ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ ہیں آپ کی حضرت شیخ امان اللہ پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ سے توحید کے مسئلہ پر بہت بحث ہوئی تھی۔ آپ صاحب حال اور صاحب کمال بزرگ تھے۔ آپ کی بہت سی کرامتیں خوارق وعادات مشہور ہیں۔ ابتداء جوانی میں آپ نے علم دین حاصل کیا۔ بعد میں آپ پر عشق و محبت کا مشرب غالب آیا۔ اور بے حد ریاضت و مجاہدہ کے بعد مرتبہ مشاہدہ پر پہنچ گئے۔

سیرت و کردار ☆: آپ نہایت ہی خوش اور حلیم الطبع تھے۔ مصائب و آلام کو بڑی خندہ پیشانی سے برداشت کرتے جہاں تک ہوتا آپ ہر کسی کے کام آتے۔ آنے والے ہر مہمان کو بڑی عزت واحترام سے دیکھتے اور اس کی خدمت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتے ہر وقت یاد خدا میں مشغول اور مستغرق رہتے۔ حسن اخلاق آپ کا وصف خاص تھا۔

احترام سادات میں مشقت ☆: ایک مرتبہ ایک سیّد کسی نواب کے ہاتھوں قید ہو گیا۔ جب آپ نے اس کو قید خانے میں دیکھا تو بغیر کسی شناسائی کے اس کی ضمانت کرالی۔ اور بعد میں اس سیّد سے کہا کہ اب تم اس شہر سے دور چلے جاؤ میں تمہارے بدلے جیل میں بند رہوں گا۔

چنانچہ اس سلسلہ میں آپ پر بے حد مصائب بھی آئے مگر آپ نے سب کو بڑی خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔

حقیقت معرفت ☆: آپ فرماتے ہیں کہ معرفت کی دو قسمیں ہیں: (۱) استدلالی۔ (۲) وجدانی۔

معرفت استدلالی یہ ہے کہ جس نے اللہ کے حسن کی چمک اور یقین کو آسمان و زمین کی اور ان دونوں کی درمیانی اشیاء کی تخلیق میں دیکھا۔ تو اُس کو وہ تمام علامات مل گئیں جو اللہ کے صانع اور حکیم ہونے کی دلیل ہیں اور یہ تمام تخلیق و صنعت اللہ تعالیٰ کے عرفان کے

اثرات دلیل ہیں اگر یہ معرفت ضروری ہوتو پھر کسی مسلمان کو اس سے بے خبر رہنے کی جسارت ہو نہیں سکتی حالانکہ ایمان کی تکمیل اللہ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور اس طرح معرفت عامہ ہر مسلمان کو حاصل ہوتی ہے۔ جس میں معرفت حقیقی شامل نہیں ہے۔

معرفت حقیقت وجدانی یہ ہے کہ عارف اپنے لباس وجود سے کٹ کر ریاضت ومجاہدہ دوام ذکر قلب وزبان کے ذریعہ اپنے شیخ کے اعتماد کے ساتھ مسلک فناء پر گامزن ہو جائے تا کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے احسانات سے سرفراز فرما کر اس کو اپنے اسماء سکھا دے اس طرح وہ حق کی معرفت طے کر لیتا ہے۔

وصال باکمال: آپ کا وصال باکمال ۹۴۹ھ بمطابق 1542ء کو ہوا۔ مزار پرانوار جھنجھانہ ضلع سہارنپور یوپی انڈیا میں مرجع خاص وعام ہے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سید بہاول شاہ المعروف بہاول شیر قلندر قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆ : غوث ابن غوث، قطب ابن قطب الاقطاب، والئ اقلیم ولایت، رئیس الابدال، امام اوتاد، خیر العباد، نسبت رسولی حضرت سید بہاول شاہ گیلانی المعروف بہاول شیر قلندر قادری علیہ الرحمتہ زبدۃ العارفین ہیں۔

آپ کا خاندان پورے عرب وعجم اور عراق وحجاز و برصغیر پاک و ہند میں علمی اور روحانی سطح پر بہت بلند مقام رکھتا ہے۔ آپ غوث الثقلین، محبوب سبحانی، قطب ربانی، شہباز لامکانی، السیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد پاک سے ہیں۔

آپ کا شجرہ نسب چند واسطوں سے حضرت غوث الاعظم سرکار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

حضرت سید بہاول شیر بن سید محمود بن سید علاؤالدین المشہور زین العابدین بن سید مسیح الدین بن سید صدر الدین بن سید ظہیر الدین بن سید شمس الدین بن سید مومن بن سید مشتاق بن سید علی بن سید صالح بن سید قطب الآفاق سید عبدالرزاق بن حضرت میراں سید غوث الاعظم دستگیر عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعلیہم الرحمتہ والغفران۔

ابھی آپ کمسنی کے عالم میں تھے کہ آپ کے والد گرامی جناب سید محمود شاہ گیلانی علیہ الرحمتہ آپ کو اور اپنی ہمشیرہ یعنی آپ کی پھوپھی کو ہمراہ لے کر بغداد شریف سے ہجرت کر کے ہندوستان کے معروف قصبہ بدائیوں میں مقیم ہوئے۔ مگر تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ آپ کے والد گرامی کا وصال ہو گیا۔ ان کا مزار پرانوار بدائیوں میں مرجع خلائق ہے۔

والدِ گرامی کے انتقال کے بعد آپ کی تعلیم وتربیت کا تمام تر بوجھ آپ کی پھوپھی صاحبہ جو کہ رابعہ وقت تھیں پر آن پڑا۔ جس کو انہوں نے بڑے ہی احسن انداز میں پایہ تکمیل تک پہنچایا۔

سیرت و کردار ☆ : مورخین اور تذکرہ نگاروں بالخصوص تحقیقات چشتی کے مصنف نور احمد چشتی نے اپنی کتاب تحقیقات چشتی اور حدیقتہ الاولیاء کے مصنف مفتی غلام سرور قادری لاہوری نے لکھا ہے کہ آپ کی عمر شریف دوسو پچاس برس ہوئی ہے جو کہ دیگر کتابوں سے بھی ثابت ہے سلسلہ عالیہ قادریہ میں اتنی لمبی عمر کسی بھی شیخ طریقت کی ابھی تک نہیں ہوئی۔ اس سے اندازہ لگ سکتا ہے کہ

آپ نے زندگی کے طویل عرصے مجاہدات وعبادات اور ریاضات کیں۔ تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ آپ نے بارہ برس سے کم کا اعتکاف یا چلہ کبھی نہیں کیا۔ ایک مرتبہ ستر برس تک مسلسل ایک پتھر کے ساتھ تکیہ لگا کر علاقہ کوہستان میں معتکف رہے جس کی بنا پر آپ کے جسم کا گوشت اور چمڑا پتھر کے ساتھ جم گیا۔ جب اعتکاف برخاست ہوا تو آپ کی پشت مبارک کا چمڑا پتھر کے ساتھ ہی چسپاں رہ گیا اور پشت مبارک چھل گئی۔ اس زخم کا داغ آپ کی کمر پر تازندگی دکھائی دیتا رہا۔

حجرہ شاہ مقیم میں ورود مسعود☆: کوہستان سے ستر برس کا چلہ ختم کر کے آپ صوبہ پنجاب کے معروف دیہات پنڈ دھولاں جو کہ آج کل حجرہ شاہ مقیم کے نام سے معروف ہے میں تشریف لے آئے۔ اس وقت دریائے بیاس جواب چونیاں تا ملتان خشک دکھائی دیتا ہے، بڑی آب وتاب سے جاری تھا آپ اس کے ایک کنارے بیٹھ گئے۔

پنڈ دھولاں کی زمینداروں کی عورتیں وہاں سے پانی لینے کے لئے آتی تھیں۔ انہوں نے جب دریا کے کنارے آپ کو دیکھا تو اپنے گھروں میں جا کر اپنے مردوں سے کہا کہ گاؤں سے باہر دریا کے کنارے کسی نے ڈیرہ لگالیا ہے جس کی وجہ سے ہمیں آنے جانے میں بڑی تکلیف ہورہی ہے۔

چنانچہ گاؤں کے تمام مرد اکٹھے ہوکر دریا کے کنارے آئے اور انہوں نے آپ کے چہرے پر ولایت کے آثار دیکھنے کے باوجود سختی سے پیش آئے اور آپ کو وہاں سے اٹھادیا۔

آپ وہاں سے اٹھ کر دوسری جگہ گئے تو وہاں بھی معاملہ پیش آیا۔ وہاں سے تیسری جگہ گئے تو وہاں بھی یہی معاملہ پیش آیا۔

آپ چونکہ شیر پر سواری کرتے تھے اور سانپ کو بطور کوڑا استعمال فرماتے تھے۔ آپ نے اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے سانپ کے کوڑے کو جس کا نام آپ نے شیہان رکھا ہوا تھا کو دریا پر مار کر فرمایا کہ یہاں سے دور ہو جائے۔ اس موقع پر لاتعداد زمیندار اور ان کے بچے وہاں موجود تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ تم اینٹیں روڑے پتھر جو کچرا ملے اٹھا کر دریا میں ڈال دو۔ سب نے تھوڑا تھوڑا ڈالا اور چلے گئے۔

قدرت خدا کی کے وہ دریا وہاں سے ہٹ کر دوکلومیٹر دور چلا گیا۔ صبح کو آبادی کے زمینداروں نے آکر دیکھا تو حیران رہ گئے کہ دریا دوکلومیٹر دور چلا گیا ہے۔ اور جہاں کل تک پانی کا دریا تھا وہ تمام جگہ بالکل خشک ہے اور اس جگہ کے درمیان مٹی کا ایک اونچا سا ٹیلہ نظر آرہا ہے۔ آپ اسی ٹیلے پر سکونت پذیر ہوئے اور فرمایا کہ یہ زمین ہم کو خدا نے دریا سے دلوائی ہے۔ اب کون ہے جو ہمیں یہاں سے اٹھائے گا۔ اور سنو قیامت تک کے لئے ہمارا جھنڈا یہاں قائم رہے گا۔ آپ کی یہ کرامت دیکھ کر اہل دیہات بہت نادم وپشیمان ہوئے اور بہت سے حضرات نے معافی مانگی اور آپ کے ہاتھ پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت اختیار کی۔

نوٹ☆: آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ جب آپ کی عمر شریف سو برس کی ہوئی تو اس وقت آپ کی ریش مبارک ظاہر ہوئی تھی۔

جب آپ پنڈ ڈھولاں موجودہ حجرہ شاہ مقیم میں مستقل قیام پذیر ہوکر رہنے لگے تو آپ نے اپنی گھوڑی باندھنے کے لئے زمین میں تین قسم کی لکڑیوں کی میخیں یعنی (کِلے) گاڑے۔ جن میں ایک لکڑی نیم دوسری بڑ تیسری دبھاریا تھیں۔ جو کہ اچانک سرسبز ہوکر درختوں کی شکل اختیار کر گئیں۔ اور سینکڑوں برس گزر جانے کے باوجود وہ قائم اور سرسبز و شاداب ہیں۔ جبکہ نیم کا درخت خشک ہو چکا ہے۔

آپ کے دربار کے مجاوروں کا یہ معمول ہے کہ وہ زائرین سے سوا روپیہ نذرانہ لے کر نیم کے خشک درخت سے چھوٹا سا ٹکڑا کاٹ کر دیتے ہیں۔ اور عقیدت منداس کو تبرک سمجھ کر پاس رکھ لیتے ہیں یا اس کی تسبیح بنوا لیتے ہیں۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ڈھائی سو برس کی عمر شریف میں ۹۷۳ھ بمطابق 1565ء اکبر کے عہد حکومت میں ہوا۔ مزار پرانوار حجرہ شاہ مقیم ضلع قصور میں میں مرجع خلائق عام ہے۔

جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔ آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت سید شاہ محمد نور قادری علیہ الرحمتہ جانشین ہوئے۔ فقیر راقم الحروف کو آپ کے دربار پر دو مرتبہ حاضری کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ اس موقع پر فقیر کے دیگر عقیدت مندان دوست احباب کے علاوہ خطیب ملت حضرت علامہ قاری غلام محمد چشتی امیر جماعت اہل نسبت پاکستان اور برادر طریقت جناب شیخ فوادرشید صابری اور جناب صاحبزادہ عمران الٰہی صابری بھی ہمراہ تھے۔

آپ کی مادہ تاریخ عبدالقادر ثانی نکلتی ہے۔ جبکہ مفتی غلام سرور لاہوری قادری نے قطعہ تاریخ وصال لکھا۔

بہاول شیر پیری رہنمائی
کہ شد پیدا ز اولاد علی شیر
بتاریخ وصالش گفت سرور
بہاول سیدو صابر ولی شیر

۹۷۳ھ

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت مخدوم شیخ سید حامد قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆ : وارث علوم مصطفوی، مقتدائے طریقت حضرت مخدوم شیخ سید حامد قادری رحمتہ اللہ علیہ قبلۂ ارباب صدق و یقین ہیں۔

آپ حضرت شیخ عبدالرزاق بن حضرت شیخ عبدالقادر ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند ہیں آپ حضرت مخدوم شیخ عبدالقادر ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے سجادہ نشین وخلیفہ تھے۔

۸۸۵ھ بمطابق 1480ء میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی آپ بڑے بلند پایہ بزرگ تھے ہر قسم کا مال ومتاع آپ کے پاس موجود تھا لیکن کبھی اتنی دولت اپنے پاس نہ رکھی کہ نصاب تک پہنچ جائے اور آپ پر زکوٰۃ واجب ہوجائے آپ کے پاس جو کچھ بھی آتا وہ تمام مال غربا کو تقسیم کردیتے تھے آپ اپنے دادا حضرت شیخ عبدالقادر ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے مرید وخلیفہ تھے حضرت شیخ عبدالقادر ثانی کے زمانہ عالیہ میں ہی آپ کی بزرگی اور مشیخیت کا چرچا ہونا شروع ہوگیا تھا۔ جس نے آپ کی مخالفت کی وہ کبھی کامیاب وبامراد نہ ہوا بلکہ وہ اپنی زندگی میں ہی پریشان وپشیمان ہوا۔

آپ نے عین حیات ہی میں اپنے بیٹے حضرت شیخ موسیٰ رحمتہ اللہ علیہ کو سجادہ نشین مقرر فرمایا تھا اور ساتھ ہی اشغال باطنیہ کی تلقین کی اور لوازمات ومناجات سلوک آپ کو دیئے علاوہ ازیں بوجہ محبت ورضا کے جو حضرت مخدوم ثانی رحمتہ اللہ علیہ کو آپ سے تھی اور قابلیت واستحقاق کا جوہر آپ کی ذات شریفہ میں ملاحظہ فرما کر سلسلہ قادریہ کی دولت آپ کے حوالہ کردی اور پھر تھوڑے دنوں بعد واصل بحق ہوئے۔

وصال باکمال ☆ : آپ کا وصال باکمال ۱۹ ذوالحج ۹۷۸ھ بمطابق 1570ء کو ہوا۔

مزار پرانوار اوچ شریف تحصیل احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور میں مرجع ہر خاص وعام ہے۔

فقیر راقم الحروف کو آپ کے روضہ اقدس پر بارہا حاضری کا شرف حاصل ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

منقبت درشان حضرت سید شاہ کمال الدین کیتھلی قادری علیہ الرحمۃ

منبعِ فیض و عطا ہے شاہ کمال الدین حسن
مخزنِ علم و حیا ہے شاہ کمال الدین حسن
لختِ دل شیر خدا ہے شاہ کمال الدین حسن
جانِ جاں غوث الورا ہے شاہ کمال الدین حسن
بارگاہ میں جو ہوا مقبول اسکندر ہوا
کاملوں کا پیشوا ہے شاہ کمال الدین حسن
ان کی آمد سے ہوئی کافور ظلمت کفر کی
مرکز رُشد و ضیاء ہے شاہ کمال الدین حسن
ان کی اک ٹھوکر کی زد میں ہیں یہ اسباب حیات
بے گماں بحر سخا ہے شاہ کمال الدین حسن
ظلمتوں میں بخشدی تیرہ دلوں کو روشنی
ہر طرف چرچا تیرا ہے شاہ کمال الدین حسن
خوشہ چیں ہیں در پہ تیرے غوث بھی ابدال بھی
کتنا اونچا مرتبہ ہے شاہ کمال الدین حسن
بے خودی طاری ہے تیرے بادۂ عرفان کی
میرا پیر و پیشوا ہے شاہ کمال الدین حسن
تیری نسبت کے تصدق تیری عظمت کے نثار
تیری نسبت میں بقا ہے شاہ کمال الدین حسن
مجھ پہ بھی نظر کرم اے سیّد والا گہر
یہ خلیلؔ بے نوا ہے شاہ کمال الدین حسن

از قلم: حاجی خلیل الرحمٰن خالد حجازی چشتی صابری مانکپوری

حضرت شاہ کمال الدین کیتھلی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف☆: گنجینہ اسرار، فارغ از دوری، مجذوب وحدت مقتدائے راہِ دین فخر السادات گیلانیہ، نسبت رسول، صاحب جلال وکمال، شیخ الآفاق حضرت سیّد شاہ کمال کیتھلی رحمتہ اللہ علیہ فخر السادات گیلانیہ قادریہ ہیں، آپ بغداد شریف کے ایک معزز خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی حافظ حاجی سیّد محمد عمر ہے، وہ ایک کامیاب طبیب ہونے کے علاوہ ایک عالم باعمل بھی تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۷ شوال ۸۳۵ھ بمطابق 1431ء کو ہوئی۔ آپ کا نام اسمِ گرامی کمال الدین حسین تھا۔

آپ کی کنیت ابوالبرکات تھی اور کبیر ملک العشاق سلب احوال اور لال دیال کے القابات سے مشہور تھے۔

ایک روز حضرت فضیل قادری علیہ الرحمۃ آپ کے یہاں تشریف لائے تو آپ کو دیکھ کر آپ کے والد بزرگوار سے آپ کے متعلق فرمایا کہ ہادی کامل، ولی عادل تمہیں ودیعت ہوا ہے اس کی تربیت صحیح طور پر کرنا کیونکہ یہ بچہ اولیاء کے زمرے میں مراتب عالیہ پر فائز ہوگا۔ اس کی پرواز سدرۃ المنتہیٰ تک ہوگی اس کا علم وسیع ہوگا اور عمر دراز ہوگی۔

بچپن ہی سے آپ میں ترک وتجرید کے آثار نمایاں تھے اور بچوں کی طرح کھیل کود میں دلچسپی نہیں لیتے تھے۔ جنگلوں میں گھومنا پھرنا آپ کا محبوب مشغلہ تھا کھانا پینا بھی برائے نام تھا اگر مل جاتا تو کھالیتے۔ ورنہ نہیں بچپن ہی سے آپ حالت جذب میں رہتے تھے ایک روز حسب معمول آپ گھر سے غائب تھے آپ کے والد ماجد آپ کی تلاش میں نکلے ایک جنگل میں پہنچ کر دیکھا کہ آپ ایک درخت کے نیچے مراقبہ میں بیٹھے ہیں۔ آپ کو اسی وقت روحانی قوت کے ذریعے معلوم ہوا کہ آپ کے والد ماجد تشریف لائے ہوئے ہیں آپ وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے آپ کے والد ماجد نے گھر آ کر تمام واقعہ اہل خانہ سے بیان کر دیا۔

بیعت وخلافت☆: آپ کے والد بزرگوار نے آپ کی یہ حالت دیکھ کر بخوبی اندازہ کرلیا کہ آپ کی تعلیم وتربیت ان کے بس کی بات نہیں۔ انہوں نے آپ کو حضرت فضیل قادری علیہ الرحمۃ کے سپرد فرمادیا۔ چنانچہ آپ کی تعلیم وتربیت حضرت فضیل

قادری علیہ الرحمۃ کے نگرانی میں ہوئی۔ آپ بہت جلد علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل و تحصیل سے فارغ ہو کر حضرت فضیل قادری علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور انہی سے خرقۂ خلافت بھی پایا۔

آپ نے سلوک کے تمام مدارج طے کئے ریاضت و مجاہدہ عبادت میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ آپ کے پیر و مرشد نے آپ کے روحانی کمالات سے متاثر ہو کر آپ کو ہندوستان کی ولایت عطا فرمائی۔ کہ ہندوستان جا کر تادم آخر رشد و ہدایت میں مشغول رہے۔

سیر و سیاحت ☆ : بغداد سے روانہ ہو کر آپ نے عراق، ایران، مشہد، نجف اشرف تبریز، اصفہان اور ہندوستان کے مختلف شہروں کی سیر و سیاحت فرمائی۔ بہت سے کامل درویشوں سے ملے اور ان کے فیض باطنی سے مستفید ہوئے۔ آپ جب ہندوستان میں ٹھٹھ کے مقام پر پہنچے تو وہاں ایک سال قیام فرمایا وہاں ملا سید محمد مدرس کو بیعت کیا اور خرقہ خلافت سے سرفراز فرمایا ٹھٹھ سے آپ ملتان تشریف لے گئے وہاں حمید خان نے آپ کا شاندار استقبال کیا۔

ملتان سے آپ لدھیانہ میں رونق افروز ہوئے لدھیانہ سے آپ پائل (سرہند) کے قریب تشریف لے گئے۔ پائل سے آپ کیتھل ضلع کرنال تشریف لے گئے اور کیتھل کو اپنی رشد و ہدایت کا مرکز بنایا کیتھل میں مفتیوں کا اقتدار تھا ان کی پانچ سو پالکیاں نکلا کرتی تھیں۔ مفتی طرح طرح سے آپ کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔ بہت سے لوگ مفتیوں کے بہکانے سے آپ کے مخالف ہو گئے۔ اور مختلف حیلوں بہانوں سے آپ کو اذیت دینے لگے جب مفتی اپنی فتنہ پردازیوں سے باز نہ آئے تو ایک دن آپ کو غصہ آ ہی گیا اور آپ کی زبان سے الفاظ جو نکلے۔ مندرجہ ذیل الفاظ نکلے۔

مفتیان کی جڑ اللہ شاہ کمال نے پٹی

اس کے بعد سے مفتیوں کا اقتدار گرنا شروع ہو گیا یہاں تک کہ رفتہ رفتہ وہ سب نیست و نابود ہو گئے۔ آپ کیتھل میں بلا روک ٹوک رشد و ہدایت فرمانے لگے اور لوگ جوق در جوق آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور دن بدن آپ کا حلقہ ارادت بڑھنے لگا۔

سیرت و کردار ☆ : آپ کو حضرت غوث الثقلین سیّدنا عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح پُرفتوح سے براہ راست اویسی طریقہ سے فیض حاصل تھا۔ کئی بزرگ ہستیوں نے آپ سے جلا و بقا پائی جس میں حضرت مجدد الف ثانی کے والد گرامی حضرت شیخ عبدالاحدؒ حضرت شاہ ہاشم نجوتویؒ حضرت شیخ طاہر بندگیؒ اور باوا اسمٰعیل پوری حضرت سید علی مشہدی قادری، حضرت شیر شاہ ملتانی، شیخ اللہ داد رہتاسی، شیخ سالم برہان پوری، قاضی محی الدین کلانوری، سید غیاث الدین لاہوری علیہم الرحمۃ قابل ذکر ہیں۔ شیخ جلال کھگہ ملتانی، حافظ اسماعیل ملتانی، شیخ ابراہیم سرہندی، قاضی عبدالرحمٰن دیپالپوری، ملا عثمان سامانوی، سید محمد یوسف بکھری جیسے بزرگوں نے آپ سے منازل سلوک طے کیں۔

آپ کی ذات ستودہ صفات کے ذریعہ سے سلسلہ قادریہ کو کافی فروغ و عروج حاصل ہوا۔ آپ کی شخصیت و عظمت اور بزرگی کا اندازہ حضرت مجدد الف ثانی کے ان الفاظ سے بخوبی ہوتا ہے کہ ہم کو جب خاندان قادریہ کے مشائخ کا کشف ہوتا ہے تو بعد حضرت غوث الثقلینؓ

کے ہم نے شاہ کمال صاحب رحمتہ اللہ علیہ جیسا کوئی بزرگ نہیں دیکھا۔

آپ صاحب کرامت و صاحب تصوف بزرگوں میں سے تھے جن کی نظیر اولیائے متقدین میں بھی کم نظر آتی ہے آپ کی قدر و منزلت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا آپ کیتھل کے صاحب ولایت تھے۔ آپ نے سلسلہ عالیہ قادریہ کو برصغیر کے علاوہ افغانستان، ترکی، روم اور عرب ممالک تک پہنچایا۔ ترکی میں شیخ عبداللطیف خوارزمی، جناب فضل فضولی، محمد خان تاشقندی آپ کے خلفا میں شمار ہوتے ہیں۔

حضرت شیخ مجدد الف ثانی آپ ہی کی دعا سے پیدا ہوئے تھے۔ اور ابتدا میں آپ سے ہی علم وفضل وکمال حاصل کیا۔

آپ کی طبیعت میں جلال بہت تھا کوئی صاحب ولایت کیتھل کے قریب بغیر آپ کی اجازت کے نہیں آ سکتا تھا۔ اگر کوئی ہمت کرتا تو آپ اس کی ساری صلاحیتیں سلب کر لیتے تھے۔ آپ نے اپنے بڑے صاحبزادے عمادالدین سے کرامتیں سرزد ہونے پر ان کی ولایت سلب کر لی تھی۔ آپ کے چھوٹے صاحبزادے نورالدین سے جب کرامت سرزد ہوئی تو آپ نے ان کے سینے پر ہاتھ پھیرا ہاتھ پھیرنا تھا کہ ان کا انتقال ہو گیا۔

آپ اتباع سنت نبوی کے سخت پابند تھے کوئی کام خلاف شرع نہ کرتے تھے۔ آپ تمام روحانی اور اخلاقی خوبیوں سے آراستہ تھے۔ ریاضت اور مجاہدہ میں فقید المثال اور عبادت وفقر میں بینظیر تھے۔ فقر وغنا کا دامن کسی حالت میں بھی نہیں چھوڑتے تھے آپ سرخ رنگ کا لباس زیب تن کرتے تھے۔ کبھی کبھی فوجی طرز کا لباس بھی پہنتے تھے۔ آپ کو لال دیال اس لئے کہتے ہیں کہ آپ اکثر سرخ رنگ کا کپڑا زیب تن فرماتے تھے، اگر کوئی شخص آپ کو سفید جوڑا پیش کرتا تو آپ خوشی سے قبول کر کے پہن لیتے مگر وہ آپ کے جسم پر آتے ہی سرخ ہو جاتا تھا۔

ارشادات وتعلیمات ☆: آپ فرماتے ہیں کہ سالک مثل میت ہے اور یہ غسال کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ ٹھنڈے پانی سے غسل دے یا گرم سے۔ میت کو کوئی حق نہیں کہ وہ غسال کے سامنے لب کشائی کرے۔

کشف وکرامات ☆: ایک ہندو فقیر اپنی آنتوں کو نکال کر کیتھل کے تالاب کے کنارے صاف کیا کرتا تھا۔ ایک روز آپ کا گزر ادھر سے ہوا آپ یہ دیکھ کر مسکرائے اور واپس تشریف لے آئے آپ کے آنے کے بعد جب باوا سستیل پوری نے اپنی آنتوں کو اندر رکھنا چاہا تو وہ ٹھیک نہیں بیٹھیں تو وہ پریشان ہوئے اور آپ کے پاس آ کر اپنی پریشانی کی وجہ بیان کی۔ آپ نے ان کو توجہ دی ان کا سینہ عشق الٰہی کا گنجینہ ہو گیا۔ ظلمت دور ہوئی حجابات اُٹھ گئے وہ آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔ آپ نے ان کو کلاہ دیکر سرفراز فرمایا۔

کرامت نمبر۲ ☆: ایک روز باوا سستیل پوری آپ کے یہاں آ گئے آپ کے چھوٹے بیٹے کو ناتواں، کمزور دیکھ کر باوا سستیل پوری نے صاحبزادے سے وجہ پوچھی تو صاحبزادے بوجہ کم عمری کے وہ وجہ چھپا نہ سکے۔ انہوں نے صاف صاف بتا دیا کہ کئی دن کا فاقہ ہے۔ کھانا وغیرہ نہ کھانے کی وجہ سے کمزوری ہو گئی ہے۔

باوا سستیل پوری یہ سن کر بے چین ہو گئے۔ فوراً واپس آ گئے اور ایک پارس پتھر لے کر واپس آئے۔ آپ کی خدمت میں پارس پتھر پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ اگر اس پتھر کو لوہے سے مس کیا جائے تو لوہا سونا بن جاتا ہے۔ کچھ دنوں بعد جو باوا سستیل پوری در دولت پر حاضر ہوئے تو وہی حالت دیکھ کر حیران ہوئے کہ سنگ پارس کے ہوتے ہوئے بھی یہ افلاس یہ غربت اور یہ ناداری اتنے میں آپ تشریف لائے اور باوا سستیل پوری سے فرمایا کہ آؤ باہر چلیں۔

چنانچہ دونوں حضرات کچھ دور ہو گئے۔ ایک مقام پر پہنچ کر آپ نے استنجا کیا۔ استنجا کر کے مٹی کا ڈھیلہ زور سے زمین پر مارا۔ جہاں ڈھیلہ گرا وہ زمین سونے کی ہو گئی۔ آپ نے باوا سستیل پوری سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ جتنا چاہو بلا تکلف اٹھا لو پھر فاقہ کشی کی وجہ بتاتے ہوئے فرمایا۔ فاقہ کشی کی اصل وجہ یہ ہے کہ سنت رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم ادا کر رہا ہوں۔ بعد ازاں باوا سستیل پوری کا پیش کردہ سنگ پارس دریا میں ڈلوا دیا۔

وصال با کمال ☆: آپ کو شغل میت سے کافی دلچسپی تھی۔ اس شغل میں کئی کئی مہینے گزر جاتے تھے۔ آپ چھ چھ مہینے حجرے سے باہر تشریف نہ لاتے۔ ایک مرتبہ آپ کے صاحبزادے حضرت شاہ عماد الدین علیہ الرحمۃ آپ کے حجرے کی طرف سے گزرے انہوں نے حجرہ کے دروازہ میں سے جھانک کر دیکھا۔ آپ بے حس و حرکت پڑے ہیں دروازہ اٹھا کر قریب گئے تو آپ کو مردہ پایا گیا غسل دیتے وقت آپ نے حرکت کی اور غسال سے پوچھا کہ کیا ہمارے مرنے کی خبر تمام شہر کو ہو گئی ہے۔ غسال نے جواب دیا جی ہاں۔ یہ سُن کر آپ نے فرمایا اچھا ہم جاتے ہیں۔

اس طرح ۲۸ جمادی الثانی ۹۸۱ھ بمطابق 1572ء کو آپ کا وصال ہوا۔ مزار پر انوار کیتھل شریف ضلع کرنال انڈیا میں مرجع خاص و عام ہے۔

جہاں پر آج بھی ہزاروں گم کردہ راہ حاضری دیکر گوہر مقصود حاصل کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت شیخ سید داؤد کرمانی قادری رحمۃ اللہ علیہ

تعارف ☆: شیخ علی الاطلاق، قطب عالم بہ استحقاق، حضرت شیخ داؤد قادری رحمۃ اللہ علیہ کلید السالکین وامام العارفین ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت ۸۹۹ھ بمطابق 1493ء میں ہوئی آپ صاحب الحال والکشف بزرگ تھے۔ آپ نے سلوک میں بے انتہا مجاہدے اور ریاضتیں کی تھیں۔ اور غیب سے متعدد اشارات ومبشرات سنے۔

آپ کے سلوک میں آنے کا واقعہ یہ ہے کہ تعلیم کے دوران ہی اللہ تعالیٰ نے ریاضت ومجاہدے کی توفیق دی اور اس کا راستہ دکھایا نفس وخواہشات کے خلاف آپ نے اس ضبط وتحمل سے کام لیا کہ اس کو تحریر یا تقریر میں لانا مشکل ہے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا، کہ شام ہوتے ہی کھڑے ہوتے۔ تو کھڑے کھڑے ہی صبح کر دیتے اور رکوع تک بھی نہ کرتے۔ اور کبھی تمام رات رکوع۔ قعدہ یا سجدہ ہی میں گزار دیتے اسی طرح برسہا برس تک آپ نے صحراؤں اور جنگلوں میں عبادت کی اور اتنی عبادت کی کہ دل کی تمام خواہشات ختم ہو گئیں اور دنیاوی علائق سے بے نیاز ہو گئے۔ فیض باطن کے ذریعہ گزارہ کرنے لگے اس کے بعد توبہ اور بیعت کی سنت کو قائم کرنے کیلئے جو مشائخ کا طریقہ ہے۔ خدا کی بارگاہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ علاوہ ازیں سلسلہ قادریہ میں منسلک ہونے کی غیبی بشارت بھی آپ کو مل چکی تھی پھر آپ نے خدا سے دعا کی کہ اے اللہ! میں کس کو اپنا شیخ طریقت بناؤں۔ تو غیبی اشارہ ہوا کہ شیخ حامد سے تعلق قائم کرو۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت شیخ حامد الحسنی الجیلانی قادری علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہو کر دولت بیعت سے مشرف ہوئے۔ اور انہی سے خرقہ خلافت حاصل کر کے سرفراز وممتاز ہوئے۔

آپ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ مجلس میں اس طرح پریشانی کے عالم میں بیٹھتے کہ گویا آپ کی کوئی چیز گم ہوگئی ہے۔ یا محبوب کی راہ دیکھ رہے ہیں۔ پھر یکا یک ذوق کی حالت طاری ہوتی اور حقائق ومعارف بیان کرنے لگتے۔ اور فرماتے کہ عراق کی جانب سے میرے دل کو ہوا لگتی ہے۔ جس کے ساتھ اللہ کی خوشبو ہوتی ہے۔ اکثر وبیشتر آپ بغداد کی طرف دیکھتے رہتے۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کو حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت معنوی تھی۔

شیخ قطب عالم فرماتے ہیں کہ جب میں آپ کے پاس گیا۔ تو آپ کو جذبہ عشق اور غلبہ حق کی حالت میں بھی وعظ ونصیحت کرتے

ہوئے پایا ایک بار میرے دل میں خیال آیا کہ آپ طریقہ مہدویہ کے پیروکار ہیں۔ میرے دل میں یہ خیال آتے ہی آپ نے فوراً اپنا سر اٹھا کر فرمایا کہ فرقہ مہدویہ ایک گمراہ فرقہ ہے۔ اور اس سلسلہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی نسبت نہیں اس کے بعد فرمایا کہ ذکر کا ادنیٰ درجہ سماع نفس ہے۔

آپ کے جانشین اور خلیفہ آپ کے بھتیجے حضرت شاہ ابوالمعالی لاہوری علیہ الرحمۃ ہیں جو عالی منصب رکھنے کے باوجود مجاہدہ و ریاضت میں ہمہ وقت مشغول رہتے تھے۔ کافی شہرت کے مالک ہیں۔ تندرست وتوانا اور حسن مقال کی صفت سے موصوف تھے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۹۸۲ھ بمطابق 1574ء میں ہوا۔ مزار قصبہ شیر گڑھ ضلع اوکاڑہ میں مرجع خاص وعام ہے اور یہی وہ مقام ہے کہ جہاں آپ ظاہری حیات مبارک میں رہا کرتے تھے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کے بعد آپ کے بھتیجے اور خلیفہ اکبر حضرت شاہ ابوالمعالی قادری لاہوری 30 برس تک سجادہ نشین رہے، بعدازاں وہ شیر گڑھ سے لاہور تشریف لے آئے تھے۔ لاہور میں ہی ان کا مزار پُر انوار ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت شیخ محمد یوسف المعروف لعل عیسن کروڑ قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆ : زبدۃ العارفین، عمدۃ المتقین وکاملین، انیس العاشقین، برھان الواصلین حضرت لعل عیسن کروڑ قادری رحمتہ اللہ علیہ قطب مادرزاد ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب آٹھ پشتوں کے بعد شیخ الاسلام غوث العلمین حضرت مخدوم شیخ بہاؤالدین ذکریا سہروردی ثمہ ملتانی علیہ الرحمتہ سے جا کر ملتا ہے۔

آپ کی ولادت باسعادت حضرت غوث بہاوالحق زکریا ملتانی علیہ الرحمۃ کی اولاد سے ایک عظیم بزرگ حضرت شیخ بہاوالدین المعروف حضرت مخدوم بہاوالدین ثانی علیہ الرحمۃ کے گھر میں ہوئی، آپ کے والد حضرت مخدوم شیخ بہاوالدین ثانی علیہ الرحمۃ اپنے زمانہ کے عظیم ولی کامل، صاحب علم وفضل اور صاحب کشف وکرامات بزرگ تھے،

آپ کا اصل نام شیخ محمد یوسف ہے مگر لعل عیسن کروڑوی کے نام سے آپ نے پوری دنیا میں شہرت پائی ہے۔

اس کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ نے بارہ برس کے طویل عرصہ میں سورۃ مزمل ایک کروڑ مرتبہ پڑھی ہے، جس کی بنا پر آپ کروڑوی مشہور ہو گئے، جس جگہ آپ کا قیام تھا، جہاں آپ نے چلہ کشی کی اس خطے کا نام دیپال پور تھا۔ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے آپ دیپال پور تشریف لائے اور ایک کروڑ مرتبہ سورۃ مزمل پڑھی جس کی بنا پر نہ صرف آپ کا نام لعل عیسن کروڑوی پڑا بلکہ اس خطے کا نام ہی کوٹ کروڑ پڑ گیا۔ جس کو آج کل تحصیل کا درجہ حاصل ہے، اور اس خطے میں حضرت پیر سواگ جیسے مرد کامل آپ کے زیر اثر دنیا کو فیض وعرفان کی دولت سے مالا مال کر رہے ہیں۔

کروڑ لعل عیسن نام کی دوسری وجہ تسمیہ ☆ : آپ کو حضرت شاہ عیسیٰ بلوٹی علیہ الرحمۃ سے دلی عقیدت ومحبت تھی، آپ کا زیادہ تر وقت انہی کی خانقاہ میں گزرتا تھا، حضرت شاہ عیسیٰ بلوٹی آپ کو لعل عیسیٰ کے نام سے پکارنے لگے، جو وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ لعل عیسن بن گیا اس طرح آپ اس نام سے مشہور ہوئے،

بیعت وخلافت ☆ : آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت داؤد سمرا علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقۂ خلافت پا کر سرفراز ہوئے۔

سیرت و کردار☆: آپ کا لقب اولیائے عصر کی جماعت میں قطب دوراں تھا۔آپ نے ولایت صغریٰ اور ولایت کبریٰ کے تمام درجے حاصل کر لیے تھے۔آپ نے چھتیس برس کا طویل مجاہدہ کیا جس میں سے بارہ برس تک پہاڑوں میں مصروف عبادت رہے اور ولایت کے اعلیٰ درجہ کو پہنچے۔

آپ کی تبلیغ و مساعی جمیلہ سے قوم سواگ، سنایئے، سپرے، اور دیگر اقوام مسلمان ہوئیں اور آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔لاتعداد افراد آپ سے روحانی فیوض و برکات حاصل کر کے مراد کو پہنچے۔بہت سے لا علاج مریض آپ کی دعا سے شفایاب ہوئے۔آپ کے قدموں کی برکت سے یہ پورا خطہ علمی و روحانی طور پر سرسبز وشاداب ہے۔

کوٹ کروڑ یا لعل عیسن کروڑ☆: معتبر کتب تواریخ سے یہ بات ثابت ہے کہ حضرت غوث بہاوالدین زکریا علیہ الرحمۃ کے خاندان کا آبائی علاقہ قصبہ کوٹ کروڑ تھا، آپ کی ولادت سے ساڑھے تین سو برس قبل قوم قریشی اور ہاشمی خانوادے کے عظیم فرزندوں نے برصغیر میں داخل ہو کر دین اسلام کی شمع کو روشن کیا تھا، اس کی کرنیں پنجاب سے مشرقی بنگال تک پہنچیں، قصبہ کوٹ کروڑ جو اس خانوادے کے دم قدم سے اسلام کا عظیم قلعہ تھا، مگر وقت کے ساتھ حالات بھی بدلتے گئے اور یہاں پر دوبارہ بندومت کا زور بڑھ گیا لوگوں نے اسلامی روایات کو پس پشت ڈالا یا، کوٹ کروڑ شیطانیت کی آماجگاہ بن گیا، جسکی بنا پر اس خطہ کے لوگوں پر قحط کی صورت میں خدا کا عذاب نازل ہوا، جانور بھوک سے تڑپ تڑپ کر مر چکے تھے، انسان درختوں کے پتے کھانے پر مجبور تھے، بھٹکی ہوئی انسانیت اپنے جرموں پر شرمندہ اور کسی نجات دہندہ کی تلاش میں تھی، ایسے پر فتن اور بے راہ روی کے دور میں آپ حضرت شیخ محمد یوسف المعروف لعل عیسن کروڑ اس خطہ میں رونق افروز ہوئے اور مخلوق خدا کے لئے نجات دہندہ اور ہادی و رہنما ثابت ہوئے، ان تمام حالات و واقعات سے یہ ثابت پایہ ثبوت کو پہنچی ہے کہ کوٹ کروڑ نام قصبہ آپ کی تشریف آوری سے پہلے موجود تھا، اور یہ کوٹ کروڑ کے نام سے معروف تھا، اور آپ کو لعل کا خطاب حضرت شاہ عیسن بلوٹی علیہ الرحمۃ نے عنایت فرمایا تھا، جو ان کے بعد ان کے نام کی نسبت ساتھ لگنے سے لعل عیسن کروڑ بنا، اس طرح آپ اپنے اصلی نام کی بجائے لعل عیسن کروڑ کے نام سے معروف مشہور ہوئے آپ کی دینی و مذہبی خدمات، اور کشف و کرامات اور ولایت و بزرگی کی بنا پر قدیم زمانے کا قصبہ کوٹ کوڑ آپ کے وصال کے بہت عرصہ بعد سرکاری کاغذات میں کروڑ لعل عیسن کے نام سے معروف ہوا، اور پھر آپ کی نسبت کی بنا پر اس عظیم قصبہ کو تحصیل کا درجہ بھی ملا،

کوٹ کروڑ میں آمد کا سبب☆: آپ کے والد گرامی حضرت مخدوم شیخ بہاوالدین ثانی علیہ الرحمۃ کا مرتبہ ملتان کے مشائخ و علماء میں بہت بلند تھا، اور ان کی بزرگی کا شہرہ دور دور تک تھا،

۹۳۱ھجری بمطابق 1524 میں جب شاہ حسین ارغون نے ملتان پر حملہ کیا یا کرنا چاہا تو حضرت مخدوم شیخ بہاوالدین ثانی علیہ الرحمۃ کیسفارش پر باز آیا، اور انہی کی وجہ سے ملتان لوٹ مار اور قتل غارت سے محفوظ رہا۔۹۵۲ھجری بمطابق 1545 میں آپکے والد گرامی حضرت مخدوم بہاوالدین ثانی قادری علیہ الرحمۃ کا وصال ہوا تو آپکا اپنے چھوٹے بھائی سے والد کی سجادہ نشینی پر اختلاف ہو گیا، چونکہ آپ والد گرامی کے بڑے فرزند ار جمند تھے اس لئے اپنا حق مقدم جانتے تھے جبکہ آپ کے چھوٹے بھائی حضرت مخدوم شیخ کبیر علیہ الرحمۃ نے

سجادہ نشینی اور پگڑی کا حق جتانے کے لئے اس بات کو سند بنایا کہ،

جب شیخ مخدوم کبیر علیہ الرحمۃ چھوٹے تھے تو انہوں نے اپنے والد گرامی کی پگڑی کو ہاتھ لگایا تھا تو آپ کے والد گرامی حضرت شیخ مخدوم بہاوالدین ثانی قادری علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ بیٹا انشاء اللہ ایک دن تیرے سر پر بھی پگڑی ہوگی، یہ وہ بات جسکی بنا پر حضرت مخدوم شیخ کبیر علیہ الرحمۃ اور آپ حضرت شیخ محمد یوسف المعروف لعل عیسن کروڑ کے درمیان تنازعہ کے باعث آستانہ غوثیہ کی مسند نشینی وجہ نزع بن گئی،

چنانچہ اس جھگڑے نے طول پکڑا معاملہ حاکم وقت تک پہنچا حاکم ملتان نے علما اور مشائخ کو بلا کر اس ضمن میں انکی رائے لی، لیکن وہ بھی کسی نتیجہ پر نہ پہنچ سکے آخر کار فیصلہ یہ طے پایہ کہ دونوں بھائیوں کی پگڑیاں حضرت شیخ الاسلام والمسلمین غوث بہاوالدین زکریا علیہ الرحمۃ کے مزار مبارک میں رکھ دی جائیں اور مزار مبارک کو تالا لگا دیا جائے، صبح کو دروازہ کھول کر دیکھا جائے گا کہ جس بھائی کی پگڑی مزار مبارک کے تعویز کے ساتھ بندھی ہوگی وہ سجادہ نشین کہلائے گا،

چنانچہ فیصلہ کے مطابق دونوں بھائیوں کی پگڑیاں مزار حضرت غوث بہاوالدین زکریا ملتانی علیہ الرحمۃ کے اندر رکھ دی گئیں، اور مزار کے دروازے کو تالا لگا کر چابی حاکم ملتان نے اپنے پاس رکھ لی، اگلے روز صبح کے وقت تمام مشائخ و علماء کی موجودگی میں مزار مبارک کا تالا کھولا گیا تو دونوں بھائیوں کی پگڑیاں مزار مبارک کے ساتھ بندھی ہوئی تھیں، یہ دیکھ کر حاکم ملتان اور علماء و مشائخ کی جماعت ایک مرتبہ پھر سوچ میں پڑ گئی کہ اب کیا کیا جائے، لیکن منشا ایزدی کچھ اسی طرح سے تھی کہ آپ حضرت شیخ محمد یوسف المعروف لعل عیسن رحمۃ اللہ علیہ اپنے آباؤ اجداد کے مزارات پر اپنے وطن کوٹ کروڑ میں رونق افروز ہوں، اور حضرت مخدوم بہاوالدین ثانی علیہ الرحمۃ کے سجادہ نشین شیخ کبیر ہونگے،

ملتان سے کوٹ کروڑ کی جانب روانگی ☆: شیخ کبیر علیہ الرحمۃ کے حق میں فیصلہ ہونے کے بعد آپ اس فیصلہ سے آزاد ہو کر اپنے جد اعلیٰ حضرت غوث بہاوالدین زکریا علیہ الرحمۃ کے مزار پر انوار پر حاضر ہوئے پر نم آنکھوں سے مزار مبارک کو بوسہ دیا سر ہانے رکھے ہوئے قلمی قرآن پاک کے نسخے کو اٹھایا الوداع ہو کر وہاں سے چلدیئے، مگر ذہن میں منزل کا کوئی خاکہ موجود نہ تھا، شہر ملتان سے باہر نکلے تو آپ کا رخ شمال کی طرف تھا،

چلتے چلتے رات ہوگئی، اور راستے کے گاؤں میں رات بسر کی، جب آنکھ لگی تو نصیبا چمک اٹھا اور حضرت شیخ غوث بہاوالدین زکریا ملتانی علیہ الرحمۃ کی زیارت سے مشرف ہوئے انہوں نے فرمایا بیٹا تم اتنے غمگین کیوں ہو، کوٹ کروڑ میں جہاں ہمارے آبائے کرام نے صدہا سال تک علم و عرفان کی شمعیں روشن کی تھیں اس خطے پر بے دینی کی گھٹاٹوپ ظلمت چھا چکی ہے، قدرت خداوندی کو یہی منظور ہے کہ تم وہاں جا کر بھولی بھٹکی ہوئی، مخلوق کو راہ ہدایت پر لاؤ، کوٹ کروڑ میں تم میرے سجادہ کی حیثیت سے کام کرو گے اور لاکھوں بندگان خدا کو تم سے فائدہ پہنچے گا، آپ نے یہ بشارت سنی تو دل باغ باغ ہوگیا اور خوشی خوشی کوٹ کروڑ کی طرف روانہ ہوئے، آپ جب کوٹ کروڑ پہنچے تو مخلوق خدا کو بھوک سے نڈھال پایا، خشک سالی کے باعث سبزے کا نام و نشان تک نہ تھا، ایسے ماحول میں آپ نے شہر سے باہر ایک مقام

پر ڈیرہ لگایا اور یاد خدا میں مشغول ہوگئے، جب وہاں کے لوگوں نے دیکھا کہ ایک خدارسیدہ نورانی صورت بزرگ شخصیت ہمارے شہر میں وارد ہوئی ہے تو بہت سے لوگ جمع ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی مصیبتوں اور تکلیفوں کا ذکر کر کے آپ سے دعا کے لئے درخواست کی، آپ نے انکی تکلیف اور مصیبتیں نہ دیکھیں گئیں، انکی حالت پر ترس کھاتے ہوئے خداوند قدوس کی بارگاہ میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے، خداوند عالم نے آپ کی دعا کو شرف قبولیت بخشا۔

آپ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ جاؤ دریا سے مچھلیاں پکڑو اور پکا کر کھاؤ، لوگوں نے عرض کی حضور دریاء کی تمام مچھلیاں ہم پہلے ہی پکڑ کر کھا چکے ہیں، آپ نے فرمایا تم جاؤ اور دریاء سے مچھلیاں پکڑو اور پکا کر کھاؤ اللہ تعالی برکت دے گا، چنانچہ آپ کا حکم پا کر کوٹ کروڑ کے تمام باشندے دریا پر پہنچے تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ صبح تک جس دریا میں ایک مچھلی بھی نہ تھی اب اس دریا میں مچھلیاں زیادہ اور پانی کم نظر آرہا ہے، وہ تمام لوگ آپ کی یہ کرامت دیکھ کر آپ کے معتقد ہو گئے آپ کی اس کرامت کے متعلق آج تک وہاں کے بیرو چواں یہ کہتے ہیں

لالن آیا کچھی ہک حصہ پانی ڈُو حصے مچھی

یعنی لال عیسن کچھی میں آیا تو آپ کے آنے کی برکت سے دریا میں ایک حصہ پانی اور دو حصہ مچھلی ہوگئی،

کوٹ کروڑ میں خانقاہ معلی، مسجد و مدرسہ کا قیام ☆: آپ کے زہد و تقوی کشف و کرامات کو دیکھ کر کوٹ کروڑ کے لوگ ہمہ وقت پروانہ وار آپ کے پاس آنے لگے، مخلوق کا ایک ہجوم آپ کے گرد جمع رہنے لگا۔

آپ نے ان لوگوں کی تعلیم و تربیت واصلاح کیلئے یہاں مسجد کی بنیاد رکھی، اس کے ساتھ مدرسہ کی بھی بنیاد ڈالی، ایک کنواں آب شیریں کھدوایا، مسافروں اور طلباء کیلئے حجرے تعمیر کرائے اور درس و تدریس کے سلسلے کا آغاز کیا۔

آپ کے قائم کردہ اس مدرسے میں دور دور سے علم کے متلاشی آنے لگے اور اس چشمہ فیض سے اپنی پیاس بجھانے لگے لاتعداد افراد نے آپ سے ظاہری و باطنی علوم میں استفادہ کیا آپ جس پر بھی ایک نگاہ قلندرانہ ڈالتے وہ دنیاداری چھوڑ کر اللہ سے لولگا لیتا، آپ روحانیت کے اس درجہ پر فائز تھے جہاں اولیاء اللہ سالوں کے مجاہدے کے بعد پہنچ پاتے تھے وہاں آپ ایک ہی جست میں کام تمام فرما دیتے تھے۔

آپ جن دنوں کوٹ کروڑ میں تشریف لائے ان دنوں اس علاقہ میں بلوچ قبیلہ کے سردار اسماعیل خان اور سردار غازی خان کے علاوہ سرزمین لیہ، سیت پور اور سندھ میں ٹھٹھہ تک کے لوگ آپ سے گہری عقیدت و محبت رکھتے تھے۔

اس دور کے حکمران سردار اسماعیل خان، جنکے نام پر ڈیرہ اسماعیل خان قائم ہوا سردار غازیخان جنکے نام پر ڈیرہ غازیخان قائم ہوا سردار فتح خان جنکے نام پر فتح پور جو آجکل ضلع لیہ کی تحصیل ہے قائم ہوا۔

سرداران بلوچ حکمران سردار اسماعیل خان سردار غازیخان سردار فتح خان صاحبان آپکے حد درجہ معتقد تھے آپ نے کوٹ کروڑ میں جو مدرسہ قائم کیا تھا اس میں توسیع کیلئے ان حکمرانوں نے پختہ مسجد، حجرے اور دیگر عمارات تعمیر کرائیں، اس کے علاوہ آپکے وصال

کے بعد آپ کا مزار پرانور بھی ان بلوچ سرداروں نے ہی تعمیر کروایا تھا، اور جب ان بلوچ سرداروں کی وفات ہوئی تو وہ بھی آپ کے مزار شریف میں آپکے قدموں کی جانب دفن ہوئے۔

آپ کے استاد مولانا ملوک سندھی کی آمد☆: ملتان میں اپنے والد گرامی کے علاوہ آپ نے جن اساتذہ سے علوم دینی کی تکمیل کی ان میں حضرت مولانا ملوک سندھی علیہ الرحمتہ کا نام قابل ذکر ہے۔ جب آپ نے کوٹ کروڑ میں درس وتدریس کا آغاز کیا تو ہزاروں طالبان حق جوق در جوق حاضر خدمت ہونے لگے۔

آپکے استاد مولانا سندھی نے جب آپ کے مدرسہ کی شہرت اطراف و جوانب میں سنی تو وہ بھی ملتان سے کوٹ کروڑ تشریف لے آئے اورانہوں نے آپ کے ساتھ مل کر ہزار ہا تشنگان علوم دینیہ کو تربیت کر کے علم وعرفان کی دولت سے مالا مال کیا اوراس علاقہ میں تبلیغ دین میں بھی اہم کردار ادا کیا مولانا سندھی کا اسلام کی تبلیغ واشاعت کے دوران کوٹ کروڑ میں ہی وصال ہوا انکی مرقد منورہ آپ کے مزار کے شمال جانب آج بھی موجود ہے جن پر مولانا پیر ملوک سندھی کے نام کی ملتانی اینٹ لگی ہوئی ہے۔

کرامت 1 ☆: آپ کی یہ کرامت زبان زدخاص وعام ہے کہ دریائے سندھ میں ایک مرتبہ طغیانی آ گئی۔ جس کی وجہ سے علاقہ غرق ہونے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ لوگ اکٹھے ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور دریائے سندھ میں اس وقت شدید طغیانی ہے۔ علاقہ غرق ہونے کا خطرہ ہے، آپ اللہ کی بارگاہ میں دعا کریں تا کہ ہم سب اس سیلابی خطرے سے محفوظ ہو جائیں۔

آپ دریائے سندھ پر تشریف لے گئے اور ایک لکڑی دریا کے اندر جا کر زمین میں گاڑھ دی۔ پھر اللہ کریم کی بارگاہ میں دعا کی، اس کے بعد فرمایا کہ یہ لکڑی دریا کی سرحد ہے۔ آئندہ پوری زندگی دریائے سندھ اس سے آگے نہیں بڑھے گا۔

کرامت نمبر 2 ☆: آپ جب اس علاقہ میں تشریف لائے تھے اس وقت اس علاقہ میں قحط سالی کا دور دورہ تھا گندم کی کاشت کا وقت تھا مگر زمین میں نہ تو نمی تھی کہ کسان ہل چلا سکیں اور نہ ہی ان کے پاس بیج تھا کہ وہ بیج بو کر فصل کاشت کر سکیں۔

لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی حضور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا فرمائیں کہ باران رحمت کا نزول ہو آپ نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے مالک الملک نے آپ کی دعا قبول کی اور خوب پانی برسا جس سے کھیتیاں سیراب ہو گئیں۔

بارش کے بعد لوگوں نے دوبارہ حاضر ہو کر عرض کی حضور بارش تو ہو گئی مگر ہمارے پاس تو فصل بیجنے کیلئے بیج بھی نہیں ہے آپ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ تمہارے پاس گندم کا بھوسہ موجود ہے لوگوں نے عرض کی جی حضور موجود ہے آپ نے فرمایا کہ جاؤ کھیتوں میں بھوسہ بکھیر کر ہل چلا دو انشاءاللہ تعالیٰ فصل اگ آئے گی۔

چنانچہ لوگوں نے آپ کی ہدایت پر عمل کیا کھیتوں میں بھوسہ بکھیر کر ہل چلا دیئے، خدا کی قدرت سے بھوسے کے ڈنٹھل پھوٹ پڑے اور ایسی بھرپور فصل ہوئی کہ اناج کے ڈھیر لگ گئے۔

کرامت نمبر 3 ☆: جن دنوں آپ ملتان سے کوٹ کروڑ تشریف لا رہے تھے جب آپ لیہ کے علاقہ تھل میں پہنچے تو آپ نے ایک شخص جس کا نام غلام حسن جو اپنے کھیتوں کو پانی دے رہا تھا سے کوٹ کروڑ کا راستہ پوچھا تو غلام حسن نے جواب دیا کہ "کروڑ دا

رستہ ڈکھاواں یا توڑ پہنچاواں'' آپ نے فرمایا بہتر تو یہی ہے کہ مجھے کوٹ کروڑ پہنچا دے۔

غلام حسن نے کام وہیں چھوڑا اور آپ کے ساتھ چل دیا جب کوٹ کروڑ پہنچا کر واپس آنے لگا تو اپنی جیب سے کچھ رقم نکال کر آپ کی خدمت میں پیش کی آپ اس شخص کا ایثار و خلوص دیکھ کر بہت متاثر ہوئے اور فرمایا۔

''واہ میاں حسن ہتھوں ڈیون تے راہ وی ڈسن''

آپ غلام حسن کے اس سلوک سے بہت خوش ہوئے اور گلے سے لگا کر فیضان باطنی کی دولت سے مالا مال کر کے فرمایا حسن تو نے ہمیں منزل تک پہنچایا، جا میں نے بھی تجھے تیری اصلی منزل تک پہنچا دیا آج سے دنیا تجھے حسن شیر کہے گی

حسن شیر واپس گھر آیا تو کار دنیا چھوڑ کر عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گیا پھر وہ زمانے کے کاملین میں شمار ہوئے حضرت حسن شیر کے مزار پر ہر سال میلہ لگتا ہے۔

وصال با کمال ☆: آپ کا وصال با کمال تقریباً 990 ہجری بمطابق 1582ء کے لگ بھگ ہوا۔ مزار پُر انوار کروڑ لعل عیسن ضلع لیہ میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کے مزار شریف کی تعمیر نواب غازیخان سوئم اور نواب اسماعیل خان جو کہ آپ کے خصوصی معتقد تھے، انہوں نے دربار شریف کی تعمیر اور اس کے ساتھ بہت بڑا مدرسہ اور مسجد کی تعمیر کی۔

آپ کے دربار شریف کے چار دروازے ہیں، ہر دروازہ خلفائے راشدین کے نام پر تعمیر کیا گیا، جن میں ایک دروازہ حضرت ابو بکر صدیقؓ، دوسرا حضرت فاروق اعظمؓ، تیسرا دروازہ حضرت عثمان غنیؓ اور چوتھا دروازہ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ الکریم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نام سے منسوب ہے۔

فقیر راقم الحروف کو بارہا اس دربار مقدس پر حاضری کا شرف حاصل ہے۔ آخری مرتبہ کی حاضری 2006ء میں فقیر کے سفر و حضر کے ساتھی برادر طریقت مخلصی فی اللہ محبوب قمر المشائخ جناب شیخ فواد رشید صابری مدظلہ بھی ہمراہ تھے، انتہائی پرسکون اور روحانی مقام ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت شاہ قمیص قادری رحمۃ اللہ علیہ

تعارف ☆: مقتدائے طریقت، عارف حقیقت، سلطان الاصفیاء، برھان الاتقیاء، حضرت شاہ قمیص قادری رحمۃ اللہ علیہ آپ سیّد ابی الحیٰوۃ کے صاحبزادے تھے۔ ۸۹۷ھ بمطابق 1491ء میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی آپ کا سلسلہ نسبت وطریقت بھی سیّدی الشیخ عبدالرزاقؒ بن شیخ سیّدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے آپ بنگال سے فقر و تجرد کے لباس میں ہندوستان کے قصبہ سادھوڑا خضرآباد ضلع انبالہ انڈیا آکر مقیم ہوئے۔ یہاں شاہ نصر اللہ کی بیٹی سے شادی کی شادی ہی کی وجہ سے آپ نے سادھوڑا میں مستقل سکونت اختیار کرلی تھی۔ سادھوڑا اور اس کے گردونواح کے لوگ بڑی عقیدت مندی سے مرید ہونے شروع ہو گئے۔ اکثر درویش جو آپ کی صحبت میں رہے وہ اپنے آپ کو آپؒ ہی کے سلسلہ کی طرف منسوب کرتے ہیں ان درویشوں میں سے حضرت شاہ عبدالرزاق صاحبؒ المعروف بہ لقب شاہ بہلول صاحبؒ وہ بھی آپ ہی کے مرید وخلیفہ تھے۔ حضرت شاہ بہلول علم شریعت اور طریقت میں کامل ولی تھے۔ جوانی ہی میں عبادت وریاضت اور نیک کاموں کی طرف مائل تھے۔

نوٹ ☆: معروف روحانی پیشوا، فاتح قادیاں، غوث زماں، تاجدار تصوف وطریقت حضرت خواجہ پیر سید مہر علی شاہ چشتی نظامی علیہ الرحمۃ آف گولڑہ شریف آپ ہی کی اولاد پاک سے ہیں۔

حضور تاجدار گولڑہ کا شجرہ نسب آپ ہی کے ذریعہ سے حضور غوث الاعظم سرکار اور منبع ولایت مولا مشکل کشا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تک پہنچتا ہے۔ (فقیر صابری)

وصال باکمال ☆: حضرت شاہ قمیص رحمۃ اللہ علیہ نے بنگال میں وصال فرمایا کیونکہ بادشاہ وقت نے آپ کو ایک ضروری کام کی غرض سے بنگال بھیجا تھا۔ وہاں سے ۳ ذیعقدہ ۹۹۲ھ بمطابق 1584ء کو آپ کا جسد خاکی سادھوڑا ضلع انبالہ انڈیا خضرآباد میں لا کر آپ کو دفنایا گیا۔ مزار آج بھی سادھوڑا خضرآباد ضلع انبالہ مشرقی پنجاب انڈیا میں مرجع خاص وعام ہے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت شیخ خضر سُوستانی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف☆: صاحب تجرید و ترک، غواص بحرِ معانی، مظہر تامہ کمال انسانی، معدن گنجینۂ لدنی، حضرت شیخ خضر سوستانی قادری رحمتہ اللہ علیہ آپ بادۂ نوشانِ توحید کے سرِّ حلقہ اور مشرب تجرید و تفرید کے سرِّ دفتر تھے۔

آپ کا شمار سندھ کے ان اکابر بزرگوں میں ہوتا ہے کہ جن کی وجہ سے صوبہ سندھ میں سلسلہ عالیہ قادریہ کو فروغ ملا، اور سلسلہ عالیہ قادریہ کے فیوض و برکات عام و خواص تک پہنچے۔

صوبہ پنجاب کے معروف شہر لاہور میں سلسلہ عالیہ قادریہ کے عظیم ترجمان و شیخ طریقت جنہوں نے وقت کے بادشاہوں کے دلوں پر حکومت کی اور پورے پنجاب میں سلسلہ عالیہ قادریہ کی ڈھاک بٹھانے والے حضرت میاں میر قادری رحمتہ اللہ علیہ آپ ہی کے مرید و خلیفہ اور آپ ہی کے شہر سوستان کے رہنے والے تھے۔

سیرت و کردار☆: آپ کا شمار سلسلہ عالیہ قادریہ کے اُن ممتاز بزرگوں میں ہوتا ہے۔ جن کی محنت و لگن سے سلسلہ عالیہ کو بہت فروغ ملا۔ اور پورے ملک میں خوب پھلا پھولا، آپ کے زہد و تقویٰ کا یہ مقام ہے کہ تمام عمر مال دنیا کو اپنے قریب نہ آنے دیا۔ زندگی کا طویل حصہ سوستان کے قبرستان یا پھر گردونواح کے جنگلوں میں گزارا دیا۔ تین ماہ بعد کبھی کبھی آبادی کی طرف رخ فرماتے تھے۔

آپ نے سُوستان کے پہاڑوں میں عبادت و ریاضت اور چلہ کشی کے لئے ایک جگہ مخصوص کر کے وہاں ایک تنور بنوایا، جس میں کبھی روٹی تو نہیں پکی، نہ ہی اس کی نوبت آئی، گرمی کے موسم میں آپ تنور پر ایک پتھر رکھ کر بیٹھتے اور اپنے اوراد و وظائف میں مشغول رہتے، سردی کے دنوں میں اس تنور کے اندر بیٹھ کر چلہ کشی فرماتے تھے۔

آپ کو عالم ملکوت کا کشف حال کا علم اپنی والدہ ماجدہ سے حاصل تھا۔ حضور غوث الثقلین رضی اللہ عنہ سے آپ کو نسبت اویسی حاصل تھی، ترک دنیا و زہد و عبادت میں اپنے زمانے مین ممتاز درجہ رکھتے تھے۔ فقر کا یہ عالم تھا کہ سردی ہو یا گرمی صرف ایک تہبند میں وقت گزارتے تھے، پورے جسم پر کبھی کپڑا استعمال نہیں کیا، صرف ناف سے نیچے گھٹنوں تک لباس ہوتا تھا۔ اور کھانے کے لئے جب کبھی نفس زیادہ تنگ کرتا تو درختوں کے چند پتوں پر گزارا فرماتے تھے۔

آپ نے تمام عمر شریعت کے خلاف کوئی قدم باہر نہیں نکالا، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سختی سے عمل پیرا تھے۔ جلوت و خلوت میں کوئی بات زبان سے ایسی نہ نکالتے جو شرع کے خلاف ہو، طریقت میں آپ جُنید وقت تھے، بہت مشکل سے کسی کو مرید کرتے تھے، مگر جس کو مرید فرماتے اس کو بہت جلد مطلوب تک پہنچا دیتے، پوری زندگی زبان پر لفظ مرید نہیں آیا، اور نہ ہی کسی کو مرید کہہ کر بلایا یا متعارف کرایا، بلکہ یوں فرماتے کہ ہمارے دوستوں کو بلاؤ، حکمرانوں سے کبھی میل جول نہ رکھا نہ ہی ان کو قریب آنے دیتے تھے۔

آپ فرماتے تھے کہ صوفی وہ ہے جس کا وجود فنا ہو جائے، اور تارک وہ ہے جس کا کوئی مقصد اور غرض نہ ہو۔ جس طرح جُنبی شخص کا ایک بال بھی غسل کے وقت خشک رہ جائے تو وہ پاک نہیں ہوتا۔ اسی طرح دل میں اگر خطرات میں سے ایک خطرہ بھی ہوگا تو اس کا حال بھی وہی ہے۔ کہ درحقیقت وہ تارک اور خدا کا سچا عاشق نہیں کہلا سکتا، اس ضمن میں آپ اکثر یہ شعر سنایا کرتے تھے۔

شرط اول در طریق عاشقی دانی کہ چیست
ترک کردن ہر دو عالم روا پشت پازدن

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت شاہ سکندر قادری کیتھلی علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف تھے، اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز وممتاز ہوئے، جبکہ حضور غوث الاعظم سرکار رضی اللہ عنہ سے اویسی نسبت حاصل تھی۔

حاکم سیوستان کی آپ کی خدمت میں حاضری ☆: شہزادہ داراشکوہ اپنی معروف تصنیف سفینۃ الاولیاء میں رقمطراز ہیں کہ

ایک مرتبہ والی سیوستان پھرتے پھراتے اُس پہاڑ پر آیا جہاں آپ چلہ کشی وعبادت وریاضت میں مشغول تھے، وہ اس خیال سے کہ آپ کو راحت پہنچانے اس طور پر کھڑا ہوا کہ اُس کا سایہ آپ پر پڑے۔

جب آپ مراقبہ سے فارغ ہوئے تو آپ نے اُس سے پوچھا تم کون ہو؟ کیوں اس ویرانے میں آئے ہو، اور تمہارے یہاں آنے کا مقصد کیا ہے، اُس نے اپنا تعارف کراتے ہوئے عرض کیا اس وقت حاضری سے میرا مقصد یہ تھا کہ آپ کی زیارت کی خوش نصیبی حاصل کرو، اور آپ کی خدمت میں عرض کروں کہ اگر کوئی خدمت میرے لائق ہے۔ اس کی بجا آوری میرے لئے باعثِ سعادت ہوگی۔

آپ نے فرمایا کہ میرا کوئی کام ایسا نہ ہے جو تم پورا کرسکو، حاکم نے دوبارہ نہایت ہی عاجزانہ لہجہ میں عرض کی حضور خدمت کا کوئی تو موقع عنایت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا اچھا جو میں کہوں گا وہ پورا کروگے، اس نے عرض کیا جی حضور ہر حکم کی تعمیل ہوگی۔

آپ نے فرمایا یہ سایہ جو تم نے مجھ پر ڈال رکھا ہے اسے ہٹالو۔ اس لئے کہ جو لوگ اللہ کے سائے میں زندگی گزارتے ہیں، انہیں کسی دوسرے کے سائے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

دوسری بات جو میں نے تم سے کہنی ہے وہ یہ کہ تم جہاں سے آئے ہو، واپس چلے جاؤ، آپ کا فرمان ذیشان سن کر حاکم دور ہٹ کراتنی دور کھڑا ہو گیا کہ اُس کا سایہ آپ پر نہ پڑے، پھر اُس نے عرض کی حضور کے ارشاد کی تعمیل میں واپس جاتا ہوں، مگر میری تمنا یہ

ہے کہ آپ خاص وقت میں جب عبادت الٰہی میں مصروف ہوں، تو اس وقت میرے لئے دعائے خیر ضرور فرمایئے۔

آپ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ مجھے اُس وقت کے لئے زندہ نہ رکھے کہ جب اللہ کی ذات کے سوا میرے دل میں کوئی دوسرا خیال آئے اور میں اُس وقت میں تمہیں یاد کروں۔

آپ کے خلفائے نامدار☆: یوں تو آپ کے بہت سے خلفاء موجود ہیں۔ ان میں حضرت میاں میر قادری لاہوری علیہ الرحمۃ زیادہ معروف ہیں۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال ۹۹۴ھ بمطابق ۱۵۸۵ء کو ہوا۔ مزار پُرانوار سیوستان صوبہ سندھ میں مرجع خاص و عام ہے، جہاں آج بھی اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔ معروف مؤرخ و تذکرہ نگار مفتی غلام سرور قادری لاہوری نے درج ذیل قطعہ تاریخ لکھی ہے۔

خضر چوں آں راہنمائے دوجہاں — مقتدائے دیں ولی و متقی
کرد چوں رحلت ازیں دارفنا — سال وصل آں ولی جنتی
آفتاب عارفاں حق بگو
نیز سالک متقی نورالولی

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت شیخ امان اللہ پانی پتی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: قبلۂ انوار، گنجینہ اسرار، واقف اسرار ورموز حقانی، قطب آسمان ولایت، شہباز میدان حقیقت حضرت شیخ امان اللہ پانی پتی قادری رحمتہ اللہ علیہ ستارہ ولایت آسمانی ہیں۔

آپ کا نام نامی اسم گرامی عبدالملک اور لقب امان اللہ ہے۔ عام طور پر لوگ آپ کو شیخ امان اللہ کے نام سے پکارتے ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۸۷۶ھ بمطابق 1471ء میں ہوئی۔

آپ ایک عظیم صوفی اور توحید پرست عالم تھے اور شیخ ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ کے متبعین میں سے تھے۔ جماعت صوفیاء میں بلند مقام رکھتے تھے۔ مسئلہ توحید کی تقریر میں ماہر تھے۔ توحید کی باتیں صاف صاف فرماتے۔ اور کہتے تھے کہ اگر آج عدل وانصاف موجود ہوتا۔ تو میں توحید کو برسرمنبر اس طرح وضاحت سے بیان کرتا کہ اس میں کسی کو انکار کی گنجائش نہ رہتی۔ نیز فرمایا کرتے کہ مجھے ابتداء میں صرف دو دلیلیں یاد تھیں مگر اب اللہ کے فضل وکرم سے سولہ دلیلیں یاد ہیں آپ نے علم وتصوف وتوحید کے موضوع پر بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ ان میں سے ایک کتاب ''اثبات الاحدیث'' بہت مشہور ہے۔

سیرت وکردار ☆: آپ تصوف میں مشرب ملامتیہ رکھتے تھے۔ آپ کی مجلس ومحبت میں دنیا کی باتیں کسی کی غیبت اور بے ہودہ گفتگو نہیں ہوتی تھی۔ اکثر اوقات اشاعتِ علوم اور ذکر حق میں بسر کرتے تھے اور تصوف کی کتابوں سے مانوس تھے ان کے پڑھانے میں ہمیشہ مشغول رہتے تھے۔ اور فرماتے تھے اے اللہ ہمیں صوفیا کرام کے اقوال و افعال سے بہرہ ورفرما نیز فرماتے کہ علم تصوف کا قول عین حال ہے اور ہر ایک کو کسی خاص چیز سے رغبت ہوتی ہے اور مجھے کتب تصوف سے رغبت ہے اگر کوئی طالب حق آپ کے پاس آتا تو اس سے فرماتے کہ کچھ پڑھو ہمارا طریقہ یہی ہے اسی وجہ سے لوگوں کا ہجوم آپ کے پاس نہیں ہوتا تھا۔

آپ کی کوئی علیحدہ خانقاہ نہیں تھی۔ طالبوں کو عشق صورت سے منع فرمایا کرتے۔ اور فرماتے اس میں مبتلا ہونے سے مبتدی کا کام رک جاتا ہے۔ اپنی آسائش اور خواب وخوراک کے لئے کوئی چیز اپنے پاس نہ رکھتے تھے۔ زمین پر لیٹتے اور تھوڑی غذا کھاتے تھے اور ہر حالت میں فقیروں کو سلوک کی تعلیم دیتے تھے۔ زہدہ وتقویٰ میں بے مثال تھے۔ ہر حال میں یاد خدا میں مصروف رہتے تھے۔ سادات کا بے حد احترام کرتے اگر کوئی سیّد زادہ آپ کی گلی سے گزر جاتا۔ تو آپ کتاب پڑھتے پڑھاتے فوراً کھڑے ہو جاتے تھے۔

اور جب تک سیّدزادے گلی یا محلّہ میں موجود رہتے۔ آپ کھڑے رہتے۔

بیعت وخلافت ☆ : آپ حضرت شیخ محمد حسن رحمتہ اللہ علیہ کے مرید وخلیفہ ہیں۔ اور حضرت شیخ عبدالرزاق جھجھانہؒ کے برادر طریقت اور حضرت شیخ مودود لاشاری کے شاگرد تھے اکثر سلسلوں سے تعلق رکھتے تھے اور مسلک قادریہ میں دوواسطوں سے نعمت اللہ شاہ ولی تک پہنچتے تھے۔ تمام مسلکوں میں سے مسلک قادریہ آپ پر غالب تھا۔

کیفیت استغراق ☆ : آپ کے بارے میں منقول ہے کہ بعض اوقات فرض نمازیں بھی قضا ہو جاتی تھیں کیونکہ آپ اکثر ذکر میں مشغول رہتے تھے اور چونکہ علم وحال صداقت کمال ان کی خاص صفات تھیں اس لئے ان کی طرف کوئی برا خیال نہیں کیا جا سکتا ساری رات بیدار رہتے اور اسی بیداری میں کئی مرتبہ اٹھ کر وضو کرتے پھر وجد کی حالت میں نعرے لگاتے رہتے۔

ایک مرتبہ لوگوں نے شیخ امان اللہؒ کو اس حالت میں دیکھا کہ آپ نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور سورہ فاتحہ **اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْن** پوری طرح نہ پڑھ سکتے۔ بلکہ اس کو بار بار دہراتے یہاں تک کہ بے ہوش ہو کر گر پڑتے نماز پڑھتے وقت آپ کا رنگ متغیر ہو جاتا۔ اور قیام کی طاقت نہ رہتی۔

وصال باکمال ☆ : حضرت شیخ امان اللہ رحمتہ اللہ علیہ اپنے دوستوں سے ملنے دہلی آیا کرتے تھے۔ آخری مرتبہ جب دہلی سے جانے لگے تو اپنے دوستوں سے کہا کہ اس مرتبہ لمبا سفر کرنا ہے۔ اس پر آپ کے مخصوص دوست شیخ زکریا اجودھنی نے کہا کہ ہم بھی آپ کے ساتھ سفر میں رہیں گے آپ نے جواب میں فرمایا کہ اگر ظاہری سفر ہوتا تو آپ ساتھ ہوتے لیکن یہ دوسرا سفر ہے۔ اس لئے میں آپ کو اللہ کی حفاظت میں دیکر جا رہا ہوں پھر بعد میں آپ نے گھر جا کر ہر چیز کو دیکھا اور اُن سے رخصت ہوئے۔ قرآن شریف کو کھول کر دیکھا اور فرمایا اے قرآن کریم میں نے تجھ سے استفادہ کر کے بے حد فائدہ اٹھایا اسی طرح کمرہ در کمرہ اور کمرے کی ہر چیز کو الوداع کہا اسی حالت میں آپ کو بخار چڑھ گیا تو آپنے فرمایا کہ بہت سا پانی گرم کرو۔ اور نئے لوٹے لے آؤ تا کہ عمر بھر کے وسوسے دور ہو جائیں۔ گیارہ ربیع الثانی کو حضرت غوث الثقلین سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا عرس کیا۔ اور فرمایا کہ غوث پاک سے پہلے قدم اٹھانا ٹھیک نہیں۔

چنانچہ اسی دن جو کچھ عرس کے لئے کھانا پکوایا تھا تقسیم کر دیا۔ ۱۲ ربیع الثانی کو آپ پر سکرات موت کا غلبہ ہوا تو آپ نے اسی حالت میں کہا۔ کہ مشائخین طریقت کھڑے ہیں۔ اور فتویٰ توحید طلب کر رہے ہیں۔ چنانچہ کلمات توحید آپ کی زبان پر جاری تھے کہ وصال ہو گیا۔

آپ کا وصال باکمال بارہ ربیع الثانی ۹۹۷ھ بمطابق 1588ء کو ہوا۔ مزار پُر انوار پانی پت انڈیا میں مرجع خاص وعام ہے۔ جہاں آج بھی اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر منہ مانگی مرادیں پا رہے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سید قطب الدین شاہ موسیٰ ابوالمکارم قادری رحمۃ اللہ علیہ

تعارف ☆: سلسلہ عالیہ قادریہ کے روشن چراغ، آفتاب علم و حکمت، سپہر نیّر اُفق ولایت، پیشوائے ارباب طریقت و معرفت، حجۃ العارفین، انیس السالکین، برہان الواصلین، دلیل الکاملین، حضرت سید قطب الدین شاہ موسیٰ ابوالمکارم قادری رحمۃ اللہ علیہ شاہباز میدان حقیقت و معرفت ہیں۔

آپ کا نام نامی اسم گرامی قطب الدین اور لقب قطب العالم جبکہ آپ شاہ محسن کے نام سے معروف ہیں۔ آپ نثر گو شاعر تھے اور موسیٰ تخلص کرتے تھے۔

آپ کی ولادت باسعادت 936 ہجری بمطابق 1529ء کو سلسلہ قادریہ کے معروف بزرگ حضرت سید شاہ کمال کیتھلی قادری علیہ الرحمتہ کے گھر بمقام ٹھٹھہ صوبہ سندھ میں ہوئی۔ آپ کا شجرہ نسب پیران پیر دستگیر محبوب سبحانی قطب ربانی حضور السیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا کر ملتا ہے۔

آپ کے دادا بزرگوار حاجی الحرمین شریفین حضرت سید محمد عمر رحمتہ اللہ علیہ قادری بغداد کے ایک علمی و روحانی خاندان سے تعلق رکھتے تھے، وہ حد درجہ کے پابند شریعت وطریقت بزرگ اور بلند پایہ عالم دین تھے۔

حضرت سید محمد عمر قادری کے فرزند کا اسم گرامی حضرت شاہ کمال الدین حسین تھا۔ جو بعد میں حضرت شاہ کمال کیتھلی کے نام سے مشہور ہوئے۔

حضرت شاہ کمال کیتھلی بغداد سے ہندوستان میں مقیم ہوئے بعد ازاں بلوچستان، سندھ، پنجاب اور بالخصوص ملتان کے علاقوں میں اسلام کی اشاعت و تبلیغ کرتے ہوئے ہمایوں کے دور میں کیتھل شریف ضلع کرنال میں مستقلاً مقیم ہو کر دین اسلام کی تبلیغ و ترویج و اشاعت کرتے رہے۔ ہزاروں کی تعداد میں کافروں نے ان کے ہاتھ پر کلمہ پڑھ کر اسلام کو قبول کیا اور لاتعداد افراد داخل سلسلہ ہو کر واصل الی اللہ ہوئے اور مرتبہ بلند کو پہنچے۔

حضرت شاہ کمال کیتھل کے تین فرزند تھے۔ جن میں بڑے فرزند کا نام حضرت شاہ عماد الدین، دوسرے کا نام قطب الدین شاہ موسیٰ المکارم اور تیسرے کا نام سید نور الدین شاہ نور علیہم الرحمتہ والرضوان۔

آپ کے والد گرامی نے کیتھل شریف ضلع کرنال انڈیا کو رشد و ہدایت اور تبلیغ اسلام کا ذریعہ بنایا، جہاں پورے برصغیر پاک و ہند کے ہر مقام سے تشنگان علوم باطنیہ آ کر اپنی پیاس بجھاتے رہے، اس لیے کہ کیتھل شریف ان دنوں گلستان غوثیہ کے گلہائے عقیدت کی خوشبوؤں سے معطر تھا اور یہ خوشبو پورے ماحول کو معطر و پاکیزہ بنائے ہوئے تھی۔

ایسے ماحول میں آپ کی پرورش اور تربیت ہوئی۔ جہاں ہر طرف علم و عرفان کے چراغ روشن تھے۔ جس کا آپ کی ذات والا صفات پر گہرا اثر پڑا کہ آپ صرف سات برس کی عمر سے ہی نماز پنجگانہ اور دیگر احکام الٰہیہ پر سختی سے عمل پیرا تھے، ہمیشہ نماز با جماعت ادا فرماتے، اس کے ساتھ ساتھ نفلی عبادت کا بھی خصوصیت سے اہتمام فرماتے، جوانی کی عمر سے تادم آخر نماز تہجد کبھی قضا نہ ہونے دی۔

آپ کے گھر ظاہری خوشحالی کے ساتھ ساتھ باطنی دولت کی بھی کمی نہ تھی۔ آپ کی تمام تر تربیت والد بزرگوار کے زیر سایہ میں مکمل ہوئی، اسی طرح آپ کے والد گرامی نے آپ کی تعلیم پر بھی خصوصی توجہ فرمائی۔ آپ کے اساتذہ میں ملا شرف الدین ملتانی، ملا امام پائلی اور امیر حسینی کے نام شامل ہیں۔ آپ کے استاد ملا امیر حسینی فرماتے ہیں کہ میں نے جو علوم چالیس برس میں حاصل کیئے وہ آپ نے نہایت ہی کم مدت میں حاصل کر لیئے۔

ایران سے آئے ہوئے ایک عالم دین نے آپ سے مدارک پر سات سوال کیئے، آپ نے ہر ایک کا جواب وضاحت سے دیا۔

حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت شاہ کمال کے صاحبزادگان بعض اوقات ہمارے دادا حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی سے ایسے ایسے سولاات کیا کرتے تھے کہ جن کا فوری جواب بن نہ پڑتا تھا۔

ایک مرتبہ لاہور میں قیام کے دوران قاضی شہر کی مجلس لگی ہوئی تھی۔ آپ بھی اس میں تشریف فرما تھے۔ قاضی شہر علماء سے کسی اہم مسئلہ پر بحث کر رہے تھے۔ تمام علماء اس نکتے کا حل پیش کرنے میں سوچ و بچار میں تھے کہ آپ نے نہایت ہی سہل اور قابل فہم طریقہ سے اس مسئلہ کا حل پیش کر دیا۔ آپ کی ذہانت کو دیکھتے ہوئے قاضی شہر نے اپنا عمامہ اتار کر آپ کے سر پر رکھ دیا۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے عظیم والد گرامی حضرت سید کمال الدین حسین المعروف شاہ کمال کیتھلی قادری ثمہ کرنالوی علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقۂ خلافت پا کر سرفراز و صاحب ارشاد ہوئے۔

سیرت و کردار ☆: آپ عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے تھے۔ مراقبات میں اس قدر انہاک تھا کہ یہاں کسی سے بات چیت کی نوبت نہ آتی تھی۔ دن و رات مسجد کے بوریئے پر جلوہ افروز رہتے۔ اکثر اسی عالم سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپ کا معمول تھا کہ ہر روز رات کو دو نفلوں میں قرآن کریم ختم کرتے تھے۔

آپ کی زندگی سراپا کرامت تھی۔ جو بھی شخص اخلاص سے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا اسی شب اس کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور غوث الاعظم سرکار کی زیارت کا شرف حاصل ہو جاتا۔

بغداد شریف کو روانگی ☆: ایک دفعہ آپ کے دل میں حضور غوث الاعظم سرکار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پُرانوار کی

زیارت کا شوق پیدا ہوا۔تو اپنے والد گرامی سے اجازت لیے بغیر ہی بغداد شریف کی جانب چل دیئے۔

جب شہر کے قریب پہنچے تو راستے میں ایک مقام پر ایک نقاب پوش بزرگ سے ملاقات ہوئی۔ اور انہوں نے پوچھا میاں صاحبزادے کہاں کا ارادہ ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ میں حضور غوث الاعظم سرکار کے روضۂ مبارک کی جاروب کشی کے لیے بغداد شریف جارہا ہوں۔

اس درویش نقاب پوش نے فرمایا کہ تمہیں بغداد شریف جانے کی کیا ضرورت ہے۔ جبکہ تمہارے مرشد تمہارے گھر میں موجود ہیں۔ جاؤ جاکر ان کی خدمت کرو۔ آپ نے ان کی بات کا کوئی اثر قبول نہ کیا اور اپنی منزل پر رواں دواں رہے۔ پھر دوسری منزل اور تیسری منزل پر انہی بزرگ سے ملاقات اور وہی سوال و جواب ہوئے۔

جب چوتھی منزل پر پہنچے تو آپ کو شدید قسم کا بخار ہوگیا۔ پاؤں پر ورم آ گیا، سواری کا خچر مرگیا۔ جس کی بناء پر آپ راستہ طے کرنے سے عاجز آ گئے اور آپ ایک مسجد میں گوشہ نشین ہوکر چالیس روز تک مصروف عبادت رہے۔ مگر چالیس دن تک طبیعت کی کیفیت وہی بخار والی رہی اور اس کی بنا پر جسم لاغر و کمزور ہوگیا۔

آخر ایک دن آپ نے خودکشی کا ارادہ کرلیا، رات کا کافی حصہ گزر چکا تھا کہ اچانک آپ نے دیکھا کہ والد گرامی اور پیر و مرشد حضرت شاہ کمال سرکار نے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ **"قاتل النفس فی النار"** ۔آپ نے اپنا سر مرشد کامل کے قدموں پر رکھ دیا۔ آپ کے والد گرامی نے فرمایا کہ بخار کی جو تکلیف تمہیں پہنچی ہے تم اسی کے لائق تھے اور اس تکلیف کا پہنچنا تمہارے واسطے بہتر ہوگیا۔

تمہیں معلوم نہیں کہ راستے میں جن بزرگ سے چار مرتبہ تمہاری ملاقات ہوئی ہے وہ حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور انہوں نے منع فرمایا مگر تم نے ان کی بات کو قبول نہیں کیا۔ لہٰذا اب تمہارے واسطے بہتر یہی ہے کہ تم یہیں سے واپس ملتان چلے آؤ۔

صبح کو جب آپ بیدار ہوئے تو صحت بالکل ٹھیک تھی کوئی بخار وغیرہ نہ تھا مسجد کے نمازی جب فجر کی نماز کے لیے آئے اور آپ کو صحت مند پا کر حیران ہوئے تو آپ نے ان کو رات والا تمام ماجرا بتا دیا۔ اور نماز فجر کے بعد وہاں سے حضرت امام موسیٰ رضا علیہ السلام کے روضۂ مقدسہ پر حاضر ہوکر سلام پیش کیا اور چند روزہ قیام کے بعد وہیں سے واپس وطن مالوف کی جانب روانہ ہوئے اور اپنے شیخ کامل و والد گرامی کی خدمت میں ملتان پہنچ گئے۔

زیارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ☆ : جب آپ ملتان پہنچے تو والد گرامی نے آپ کی صحت کے بارے میں پوچھا تو آپ نے عرض کیا حضور آپ کی نگاہ کرم کے طفیل اب بہت بہتر ہوں۔ جب رات ہوئی تو والد گرامی نے فرمایا۔ بیٹا بہت دنوں کے سفر کے بعد آئے ہو۔ جی چاہتا ہے کہ آج ہم دونوں اکٹھے ہی سو جائیں۔

چنانچہ آپ اپنے والد گرامی کے ہمراہ سو گئے۔ جب آدھی رات گذری تو آپ کے والد نے اپنی چادر مبارک آپ پر ڈال دی

جس کا اثر یہ ہوا کہ آپ سات دن تک متواتر سوتے رہے۔ ساتویں روز آپ کے والد گرامی نے خود آپ کو یہ کہہ کر بیدار فرمایا کہ موسیٰ تمہیں سونے کے لیے نہیں لایا گیا۔

اور اس نیند کے دوران حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو کھجوروں کے چند دانے عنایت فرمائے تھے۔ وہ مجھے دو۔

جب آپ نیند سے بیدار ہوئے تو کھجور کے دانے آپ کے ہاتھ میں تھے۔ والد گرامی نے فرمایا۔ بیٹا ان کھجوروں میں ہمارا بھی حصہ ہے۔ آپ نے وہ کھجوریں اپنے والد گرامی کو پیش کر دیں۔ دونوں نے مل کر وہ کھجوریں تناول فرمائیں۔

قبولہ شریف کی ولایت عطا ہونا ☆: یوں تو اکثر صاحب ولایت بزرگ شان جلالت کے مظہر ہوئے لیکن جتنا جلال سلسلہ عالیہ چشتیہ کے پیشوا حضرت مخدوم سید علاؤ الدین علی احمد صابر کلیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور قادریہ سلسلہ میں حضور غوث الاعظم سرکار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت شاہ کمال کیتھلی علیہ الرحمتہ اور حضرت بوعلی شاہ قلندر پانی پتی علیہ الرحمتہ میں موجود تھا اتنا اور صاحبان ولایت میں نہیں پایا جاتا۔ حضرت شاہ کمال کیتھلی کے جلال کا اثر یہ تھا کہ کیتھل سے دس دس بارہ بارہ کوس تک کوئی دوسرا صاحب ولایت آپ کی اجازت کے بغیر کیتھل میں قدم نہیں رکھ سکتا تھا۔ اگر کوئی ایسا ارادہ کرتا تو وہ اس کی ولایت سلب فرما لیتے تھے۔ اسی لیے حضرت شاہ کیتھل کو سلبُ الاحوال کے لقب سے بھی پکارا جاتا تھا۔

شاہ کیتھل کے تینوں فرزندان میں بھی اسی قسم کی کیفیت پائی جاتی تھی۔ ایک مرتبہ آپ کے بڑے صاحبزادے شیخ عماد الدین سے اس قسم کا کوئی واقعہ سرزد ہوا تو شاہ کیتھل نے ان کی ولایت سلب کر لی تھی۔

اس کی بنا پر آپ کے دل میں خوف دامن گیر ہوا کہ کہیں میرے ساتھ بھی ایسا معاملہ نہ درپیش آ جائے۔ اس خوف سے آپ نے کیتھل چھوڑنے کا ارادہ کر لیا اور اس ارادے کی تکمیل کے لیے تین روز تک مسلسل سفر کرتے تھے لیکن صبح آنکھ کھلنے پر خود کو کیتھل شریف میں پاتے۔

جب آپ کے والد گرامی نے آپ کو پریشان دیکھا تو قریب بلا کر پریشانی کا سبب پوچھا۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ والد گرامی کے سامنے ان کے خوف سے کوئی بات منہ سے نکلتی تھی۔ میری زبان گنگ ہو کے رہ گئی، اور گمان گذرا کہ شاید میری ولایت سلب کر لی گئی ہے۔

جب آپ سے کچھ بھی جواب نہ بنا تو حضرت شاہ کیتھل نے شفقت فرمائی۔ سینے لگا کر پیار کیا اور باطنی دولت سے مزید مالا مال کر کے خرقۂ خلافت عطا فرما کر ارشاد فرمایا کہ ہم نے تمہیں کوٹ قبولہ کی ولایت عطا فرما دی ہے۔

کوٹ قبولہ ضلع پاکپتن شریف تحصیل عارف والا کا ایک قصبہ ہے جو ساہیوال سے بہاؤ لنگر جانے والی سڑک پر واقع ہے اور آج کل قبولہ شریف کے نام سے معروف ہے۔

قبولہ شریف کا نام سن کر آپ کچھ متذبذب ہوئے تو آپ کے شیخ کامل نے ارشاد فرمایا اگر چہ علاقہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولایت کا حصہ ہے۔ تاہم حضرت بابا صاحب قبولہ شریف حضرت غوث الاعظم کی نذر کے طور پر تمہیں دے دیں گے۔

قبولہ شریف میں ورود مسعود☆: یہ تاریخی قصبہ سلطان غیاث الدین تغلق کے دور میں حضرت بابا گنج شکر کی خواہش پر بادشاہ کے حکم پر اس علاقہ کے ایک امیر ملک قبول خان نے آباد کیا تھا۔اسی ملک کے نام پر اس کا نام ''کوٹ قبولہ'' رکھا گیا تھا۔جب آپ اس علاقہ میں حضور غوث الاعظم سرکار کے نائب اور وارث بن کر تشریف لائے تو ملک قبول خان کی تمام برادری اور قوم قبیلہ آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہوگیا اور اسی قوم کے لوگ اس قصبہ کے حکمران تھے۔

آپ کی آمد سے قبل اس علاقے کے ایک مجذوب صبح وشام پورے علاقہ میں جھاڑو مار کر صفائی کرتے اور فرماتے کہ بہت جلد اس علاقہ میں حضور غوث الاعظم کا چاند آنے والا ہے۔جس کی روشنی سے یہ علاقہ روشنی سے منور ہو جائے گا۔جب آپ قبولہ شریف میں تشریف لائے تو قبولہ کے حکمران قاضی خیرالدین تھے۔وہ آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوگئے۔جسے دیکھ کر وہاں کے مقامی قاضی صاحبان نے آپ کے متعلق خیال بد رکھا اور مختلف حیلوں بہانوں سے آپ کو تنگ کرنے لگے تاکہ آپ یہاں سے رخصت ہو جائیں۔

ایک روز آپ وضو فرما رہے تھے کہ اس جگہ سے قاضی محمد افضل نامی شخص گذرا اور آپ سے کہنے لگا کہ آپ کے سر کا مسح صحیح نہ ہوا ہے۔اس کی بات سن کر آپ جلال میں آ گئے اور اپنے سر کو گردن سے اتار کر پانی میں ڈبویا اور پھر واپس رکھ کر فرمایا ''اب مسح درست ہوا کہ نہیں؟'' قاضی افضل یہ سب دیکھ کر سن کر پریشان ہوا اور آپ کے جلال کی تاب نہ لاتے ہوئے بے ہوش ہو کر زمین پر گر گیا۔جب ہوش میں آیا تو قدموں میں سر رکھ کر معافی کا خواستگار ہوا۔اور اس روز کے بعد سے آپ کے ہر حکم کی تعمیل کرنے لگا۔

حضرت شاہ کمال کیتھلی کی قبولہ آمد☆: کچھ عرصہ کے بعد حضرت شاہ کمال کیتھل قادری علیہ الرحمۃ بنفس نفیس قبولہ شریف تشریف لائے اور قبولہ کے حالات کا بچشم خود مشاہدہ کیا اور آپ سے بھی پوچھا تو آپ نے عرض کیا یہاں کے لوگ تند خو، درشت مزاج اور ظاہر پرست ہیں۔

دوران قیام حضرت شاہ کیتھل نے قاضی خیرالدین سے فرمایا کہ میں اپنے لخت جگر کو واپس لے کر جانا چاہتا ہوں، جس روز آپ کی واپسی کا پروگرام بنا ہر طرف شور بپا ہوگیا۔لوگ اکٹھے ہوگئے اور زار وقطار رونے لگے اور آپ کی خانقاہ کے ارد گرد جمع ہوگئے اور حاکم شہر قاضی خیرالدین اور قاضی محمد افضل سے شہر کے لوگ کہنے لگے خدارا آپ ہمارے مرشد کو واپس جانے سے روکیں۔قبولہ کی بستی کے تمام لوگ حضرت شاہ کیتھل کے قدموں میں تھی اور فریادی بن کر فیصلہ واپس لینے کے لیے عرض گزار تھی۔

یہ منظر دیکھ کر حضرت شاہ کیتھل سے نہ رہا گیا۔انہوں نے اپنا فیصلہ واپس لے لیا اور آپ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تلوار کو میان سے باہر نکال لو۔تم یہاں کسی کے بھیجے ہوئے آئے ہو۔ان الفاظ کا اثر تھا کہ پورے قصبے کے قاضی ایک ایک کر کے غلام بے دام بن گئے اور حلقہ بگوش ہوگئے۔

آپ زبان قاطع کے مالک تھے۔قہر وغضب کی صورت میں جو کچھ بھی زبان ترجمان سے ارشاد فرما دیتے وہ پورا ہو کے رہتا تھا۔

حضرت گنج شکر کی بارگاہ میں حاضری☆: قبولہ شریف میں آنے کے بعد آپ نے سب سے پہلے شیخ الاسلام والمسلمین

حضرت خواجہ بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ کے دربار گوہر بار میں حاضری دی اس موقع پر آپ ذکر وفکر اور مراقبہ میں اس قدر محو ہوئے کہ خدام نے دربار بند کرتے ہوئے آپ کو باہر جانے کو نہ کہا بلکہ آپ کو دربار کے اندر ہی بند کر دیا۔

آدھی رات گذری تو حضرت بابا صاحب نے اپنے دربار کے دیوان حضرت شیخ ابراہیم کو فرمایا کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لخت جگر میری پائنتی مراقبہ میں بیٹھا ہوا ہے۔ میں بوجہ ادب سرکار غوثیہ بے آرام ہوں۔

لہٰذا خدام سے کہہ کر جلد دربار کا دروازہ کھلوا دو۔ حضرت دیوان ابراہیم صاحب اسی وقت بیدار ہو کر دربار میں آئے اور خدام کو برا بھلا کہہ کر دروازہ کھلوا کر دیکھا تو آپ واقعی مراقبہ میں تھے۔ جب آپ مراقبہ سے فارغ ہوئے تو حضرت دیوان صاحب نے خدام کی غفلت کی معافی چاہی۔

اس کے بعد جب بھی آپ پاکپتن شریف تشریف لاتے تو حضرت دیوان ابراہیم سجادہ نشین پاکپتن شریف آپ کو سواری کے لیے ایک مخصوص گھوڑا پیش کرتے اور آپ اسی گھوڑے پر واپس قبولہ شریف تشریف لاتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت دیوان ابراہیم علیہ الرحمتہ کی خواہش پر آپ نے انہیں سلسلہ عالیہ قادریہ کمالیہ کے اوراد و وظائف کی اجازت بھی مرحمت فرمائی تھی۔

حضرت دیوان صاحب کے صاحبزادے جناب شیخ محمد آپ سے اس قدر مانوس تھے کہ وہ آپ کی خدمت کے لیے ہمہ وقت کمر بستہ رہتے تھے۔

مختلف بزرگوں کا آپ کی روحانیت کا اعتراف ☆: حضرت سید عبداللہ جہانیاں بخاری سہروردی جو حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت علیہ الرحمتہ ثمہ اوچی کے فرزند ارجمند اور مرید وخلیفہ وجانشین ہیں۔

ایک مرتبہ ان کا آپ کی خانقاہ کے قریب سے گزر ہوا تو وہ بے اختیار آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ حضور اپنی نعمتوں کے دسترخوان سے ہم کو بھی کچھ عنایت فرمائیں۔ آپ نے انہیں اپنا کرتہ مبارک عطا فرمایا۔

نمبر۲ ☆: ایک روز حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی علیہ الرحمتہ کے فرزند و جانشین حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی علیہ الرحمتہ نے ارشاد فرمایا کہ لوگ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری اور حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کی عظمت و بزرگی کے معترف ہیں۔ مگر انہیں ہمارے مرشد حضرت شاہ کمال کیتھلی قادری علیہ الرحمتہ کے صاحبزادوں کی خبر نہیں ورنہ یہ حضرات بھی دیگر مشائخ عظام سے کم نہیں ہیں۔

نمبر۳ ☆: حضرت شیخ داؤد کرمانی قادری شیر گڑھی علیہ الرحمتہ نے قبولہ شریف کی طرف سے اپنے پاس آئے ہوئے ایک شخص سے فرمایا کہ تم یہاں کیوں آئے ہو۔ تمہارے علاقہ میں حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گوہر شب تاب آیا ہوا ہے۔ تم وہاں جا کر انہی سے رجوع کرو۔

آپ کی شاعری اور علمی وقلمی خدمات☆: آپ صاحب عرفان بزرگ تھے اور فقر کے اعلیٰ مقام پر فائز ہونے کے ساتھ ساتھ بلند پایہ شاعر بھی تھے۔ آپ کے کلام میں فکر کی بلندی اور فن کی پختگی پائی جاتی ہے۔ شعروسخن کا ذوق آپ کو قدرت کی طرف ودیعت ہوا تھا۔ موسیٰ تخلص فرماتے تھے۔

آپ نے سرکار مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور غوث الاعظم سرکار کی تعریف میں بہت سا کلام لکھا ہے۔ آپ کا دیوان لاہور کے عجائب گھر میں محفوظ ہے۔ جو کہ آج کل زیور طبع کے مراحل سے گذر رہا ہے۔

آپ کی تصنیفات میں سے قصیدہ غوثیہ کی شرح اور ایک کتاب ''تحفۃ السالکین'' کا پتہ چلتا ہے۔ جو کہ اسرار ورموز کا انمول خزینہ ہے۔ افسوس کہ وہ کتاب ناپید ہے۔

شادی واولاد☆: آپ کی شادی سید عابد ترمذی علیہ الرحمتہ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ جن سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ پہلی بیوی کے انتقال کے بعد آپ نے دوسری شادی قبولہ کے بخاری سادات کے ایک معزز فرد کی صاحبزادی سے کی۔ جن کے بطن سے خدا نے آپ کو تین صاحبزادے حضرت شاہ حسین، حضرت شاہ فیصل، حضرت شاہ قنبر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین والرضوان والغفران عطا فرمائے۔

حضرت شاہ حسین کم سنی میں ہی وصال فرما گئے۔ جبکہ شاہ قنبر نے آپ کے سلسلہ فیض کو جاری رکھا۔ حضرت شاہ فیصل قادری کی اولاد سے حضرت دیوان غلام دستگیر شاہ صاحب دین متین کی خدمت واشاعت میں مصروف ہیں۔ بڑی ہی احسن انداز میں سلسلہ عالیہ کی خدمت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

کشف وکرامات☆: آپ کی پوری زندگی کرامت تھی، آپ کا چلنا، پھرنا، اٹھنا، بیٹھنا، سونا، جاگنا، کلام کرنا غرض کہ زندگی کے ہر ہر قدم مبارک پر کرامت کا ظہور ہوتا تھا۔ لاتعداد کرامات موجود ہیں۔ مگر طوالت کے پیش نظر سپرد قلم نہیں کی جا رہیں۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال 25 رمضان المبارک 999 ہجری بمطابق 1590ء کو بعد نماز فجر ہوا۔ مزار پُرانوار آپ کے ایک مرید کی خواہش پر بغداد شریف کے نقشہ کے عین مطابق تعمیر کرایا گیا جو قبولہ شریف تحصیل عارف والا ضلع پاکپتن شریف میں مرجع خاص وعام ہے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کے مزار کی تعمیر کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کی تعمیر میں اس قدر حفاظ شریک تھے کہ ہر ہر اینٹ پر ایک قرآن پاک ختم ہوا ہے۔ مزار شریف کی مغربی جانب ایک مسجد بھی آپ نے خود تعمیر کرائی تھی۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت جمال الدین ابوالحسن سید موسیٰ پاک شہید قادری

تعارف ☆: فخر السادات گیلانیہ، اولاد غوث الاعظم، پروردۂ لطف رسول مدنی، امام العاشقین، برھان الواصلین، دلیل الکاملین، حضرت شیخ جمال الدین ابوالحسن سید موسیٰ پاک شہید قادری رحمتہ اللہ علیہ یادگار اسلاف ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 953ہجری بمطابق 1546ء کو مدینۃ السادات اوچ شریف تحصیل احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور میں حضرت شیخ محمد حسنی الجیلانی قادری علیہ الرحمتہ کے علمی و روحانی گھر میں ہوئی۔

آپ کے مورث اعلیٰ حضرت سید محمد غوث گیلانی قادری علیہ الرحمتہ ہیں جو حضرت پیران پیر دستگیر غوث الاعظم سرکار ابو محمد محی الدین سید عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد پاک سے ہیں۔ آپ کا تاریخی مادہ ابوالفضل اور ابوالحسن آپ کی کنیت ہے جبکہ سلطان المحققین، عمدۃ الواصلین، قطب العالم اور جمال الاسلام آپ کے القاب ہیں۔

خداوند کریم نے آپ کو بے پناہ خوبیوں اور صلاحیتوں سے مالا مال کیا ہوا تھا۔ جس کی بنا پر آپ نے تمام علوم متداولہ اور قرآن و حدیث پر بچپن کے عالم میں ہی نہایت قلیل مدت میں مہارت تامہ حاصل کر لی تھی۔

علوم ظاہریہ کے بعد علوم باطنیہ کی طلب پیدا ہوئی تو اس میں بھی تھوڑے سے عرصے میں وہ کمال حاصل کیا جو عام اولیائے کرام کو طویل مجاہدوں کے بعد حاصل ہوتا ہے۔

بیعت وخلافت وسجادگی ☆: آپ خود فرماتے ہیں کہ مجھے اپنے جد امجد سے بھی فیض حاصل ہوا ہے۔ اور بعد ازاں اپنے والد گرامی کی خدمت میں حاضر رہ کر "یاد مولیٰ از ہمہ اولیٰ" کے مصداق ہر وقت اللہ کریم کی خوشنودی کے لیے محو عبارت رہا کرتا تھا اور یہ معمولی بچپن سے ہے۔ میں نے کوئی لمحہ یاد خدا سے غافل نہیں گذرا۔

آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے عظیم والد گرامی غوث یگانہ حضرت سید محمد حسنی الجیلانی قادری اوچی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقہ خلافت وسجادگی ان کی ظاہری حیات مبارکہ میں حاصل کر کے سرفراز و صاحب ارشاد

ہو کر مسند سجادگی پر فائز المرام ہوئے۔

سیرت و کردار☆: آپ ریاضت و عبادت میں اس قدر انہماک رکھتے تھے کہ اس دوران کسی چیز کی خبر نہ رہتی تھی۔ تلاوت قرآن پاک وذکر کلمہ طیبہ اس ذوق وشوق سے فرماتے کہ کھانے پینے کی بھی حاجت محسوس نہ فرماتے۔ بعض اوقات آپ کی والدہ ماجدہ آپ کے والد گرامی سے شکوہ کرتیں کہ ذکر خدا کے دوران کھانے تک کی پرواہ نہیں کرتے حتیٰ کہ کھانا ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔

آپ کے والد گرامی اکثر آپ سے فرماتے کہ بابا نفس کے آرام کے لیے کچھ ہونا چاہیے۔ ریاضت کے لیے ابھی بہت وقت پڑا ہوا ہے۔ مگر آپ کا معمول تھا کہ نماز فجر کے بعد والد ماجد کے سامنے بیٹھ کر اپنے اوراد و وظائف مکمل کرتے۔ اور ذکر جہر سلسلہ قادریہ کے طریق کے مطابق کرتے۔ آپ بذات خود فرماتے ہیں کہ میری عمر ۹ برس کی تھی کہ میرے والد گرامی نے مجھے بعض اسمائے الٰہی اوراد و مسنون کی تلقین کی تھی، مجھے یاد نہیں کہ میں نے کبھی وظیفہ ترک کیا ہو۔

صاحب بحرالسرائر فرماتے ہیں کہ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ سیدی وسندی وشیخی شکات مصباح الاحدیہ مرتبۃ الجمال الحقیقۃ المحمدیہ النور الاظہر والسرہ سید جمال الدین ابوالحسن سمی الکلیم سید موسیٰ شہید قدس سرہ نے کس قدر کمالات علیہ واستعدادات علیہ حاصل کر لیے تھے اور کس انداز پر قابلیت واستحقاق آپ کے جوہر نفیسہ میں مندرج تھے۔

آپ کی ذات والا صفات عالی مقام ہادی خاص و عام ہدایت وارشاد کی صفات سے موصوف اور زہد و ریاضت میں اس قدر یکتائے زمانہ تھے کہ ممالک ہند میں کوئی آپ کی مثل نہ تھا۔ آپ کو حضور غوث الاعظم سرکار سے نسبت اولادی ہونے کے علاوہ روحانی نسبت کا بھی خاص تعلق حاصل تھا۔ جو خاص اہل اللہ کو حاصل ہوتی ہے۔

شیخ محقق کا آپ کے بارے اظہار خیال☆: برصغیر پاک وہند کے معروف محقق ومحدث حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمتہ آپ کے بارے رقم طراز ہیں کہ حضرت سلطان المشائخ قطب الدین سید شیخ موسیٰ شہید قدس سرہ خَلق وخُلق دونوں میں وارث محبوب خدا سرور عالم محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء تھے۔ علماء نے لکھا ہے کہ تمام محدث وفقیہہ جو ہندوستان میں ہوئے ہیں۔ ان پر اس بزرگ یعنی شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی قادری علیہ الرحمتہ کا احسان ہے۔ جس کا شکر لازمی ہے۔ اس وجہ سے کہ پہلے پہل علم حدیث شریف اس دیار میں آپ کی بدولت مشہور ہوا۔

نوٹ☆: حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی قادری علیہ الرحمتہ آپ حضرت موسیٰ پاک شہید کے مرید وخلیفہ تھے۔

آخری ایام کے حالات☆: آپ کا دور بڑا ہی پرفتن دور گذرا ہے۔ ہر طرف بے چینی پھیلی ہوئی تھی۔ ہر طرف طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا، قزاق اور راہزن ملک میں تباہی پھیلانے کے درپے تھے۔ انہی قزاقوں کے ایک گروہ نے آپ کے مریدوں کی ایک بستی پر حملہ کر دیا۔ جب آپ کو خبر ہوئی تو آپ ہاتھی پر سوار ہو کر ان کی گوشمالی کے لیے میدان عمل میں اترے۔ قزاقوں نے آپ کی سواری کو دیکھا تو بھاگ کھڑے ہوئے۔ مگر ایک شخص قسم لنگاہ نے چھپ کر آپ پر ایک تیر چھوڑا جو آپ کے وجود میں پیوست ہو گیا اس سے آپ شہید ہو گئے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال 85 برس کی عمر شریف میں 23 شعبان 1001 ہجری بمطابق 1592ء کو ہوا۔ مزار پُر انوار پاک گیٹ اندرون ملتان شہر میں مرجعِ خاص وعام ہے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔ وطن عزیز کے موجودہ وزیراعظم جناب سیّد یوسف رضا گیلانی صاحب آپ کی نہ صرف اولاد سے ہیں بلکہ آپ کے دربار کی سجادگی بھی جناب سیّد یوسف رضا گیلانی صاحب کے خاندان کے پاس چلی آ رہی ہے۔ فقیر راقم الحروف کو بارہا آپ کے دردولت پر حاضری کی سعادت حاصل ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت شیخ حسین قادری عرف مادھولال حسین رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆ : شہباز فضائے تجرید، ہمائے آشیانہ تفرید، جلیس مسند حق الیقین، خورشید ولایت، محوتوحید ومعرفت، صاحب کشف وکرامات وکمال حضرت شیخ حسین قادری المعروف مادھولال حسین رحمتہ اللہ علیہ اپنے زمانے کے عظیم درویش کامل حضرت شیخ عثمان کے گھر ۹۳۸ھ بمطابق 945ء کو ٹیکسالی گیٹ لاہور شہر میں پیدا ہوئے۔

آپ کے آباؤاجداد ہندو مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے دادا کلس رائے فیروز شاہ تغلق کے عہد حکومت میں ہندومت چھوڑ کر مذہب اسلام قبول کرنے والے پہلے مسلمان تھے۔ ان کی اولاد ان کے بعد کلس رائی مشہور ہوئی جو کہ راجپوتوں کی ایک گوتھ ہے۔

آپ کی والدہ ماجدہ قوم ڈھڈا سے تعلق رکھتی تھیں۔ کلس رائے کے ہاں اسلام قبول کرنے کے بعد جب بیٹا پیدا ہوا تو اس نے اس کا نام عثمان رکھا۔ آپ کے والد شیخ عثمان کپڑا بنتے تھے اس لئے ڈھڈا مشہور ہوگئے۔

پنجاب میں ڈھڈا جولاہوں کو کہا جاتا ہے۔ جو ترقی کرنے کے بعد اب انصاری کہلاتے ہیں۔ آپ کا پیدائشی نام نامی اسم گرامی حسین ہے اور بعد میں مادھولال حسین کے نام سے مشہور ہوئے۔

تعلیم وتربیت ☆ : جب آپ کی عمر عزیز سات برس کی ہوئی تو آپ کے والد بزرگوار نے حضرت شیخ ابوبکر لاہوری جو کہ اس زمانے کے بہترین حافظ اور متجر عالم تھے، کے پاس قرآن کریم حفظ کرنے کے لئے بٹھا دیا۔ آپ مدرسہ میں تعلیم کے دوران ساتواں سپارہ حفظ کر رہے تھے کہ آپ کی مسجد ومدرسہ میں حضرت شیخ بہلول دریائی قادری علیہ الرحمتہ آپ کے استاد گرامی کی خدمت میں تشریف لائے۔

حضرت شیخ بہلول کی آمد اور ان کے ہاتھ پر بیعت ☆ : حضرت شیخ بہلول دریائی قادری علیہ الرحمۃ جو کہ حضرت سید عبداللطیف شاہ کاظمی قادری المعروف بری امام علیہ الرحمتہ کے مرید وخلیفہ ہیں۔ آپ مختلف بلاد اسلامیہ کی سیاحت کرتے ہوئے جب ایران کے شہر مشہد میں حضرت سید امام علی رضا علیہ السلام کے مزار پرانوار پر حاضری کے دوران مراقبہ میں تھے تو ان کو حکم ملا کہ آپ فوراً لاہور پہنچیں۔ وہاں ایک جوان منتظر ہے جا کر اسے اپنی خصوصی توجہات سے نوازیں۔ یہ حکم ملتے ہی حضرت شیخ بہلول علیہ

الرحمتہ وہاں سے روانہ ہوکر لاہور دریائے راوی کے قریب ایک مسجد شیخ ابوبکر میں پہنچے۔ اتفاق سے شیخ حافظ ابوبکر طلباء کو سبق پڑھانے میں مصروف تھے۔ حضرت شیخ بہلول کی نظر جب آپ پر پڑی تو انہوں نے آپ سے فرمایا "میاں صاحبزادے" ذرا جاؤ اور مجھے وضو کے لئے لوٹے میں پانی لا دو۔ آپ دریائے راوی پر پانی لینے کے لئے گئے اور پانی کوزے میں بھر لائے۔ حضرت شیخ بہلول قادری نے اس پانی سے وضو کیا اور آپ کے حق میں دعائے خیر فرمائی یا اللہ اس کو فقیر عارف باللہ کردے اور اسے اپنا سچا عاشق بنادے۔

اس کے بعد حضرت شیخ بہلول قادری نے نماز ادا کی جب انہوں نے سلام پھیرا تو آپ آگے بڑھے اور عرض کیا حضور مجھے اپنے دست مبارک پر شرف بیعت بخشیں۔ حضرت شیخ بہلول سمجھ گئے کہ یہی وہ نوجوان ہے کہ جس کی خاطر مجھے حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے ایران سے لاہور بھیجا۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت شیخ بہلول قادری دریائی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر شرف بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقہ خلافت پاکر صاحب ارشاد ومجاز ہوئے۔

آپ کا شجرہ طریقت حسب ذیل ہے: حضرت شیخ حسین المعروف مادھولال حسین مرید وخلیفہ حضرت شاہ بہلول کے وہ مرید حضرت سید عبداللطیف کاظمی قادری المعروف بری امام کے وہ مرید حضرت شاہ محمد مقیم محکم الدین کے وہ مرید حضرت جمال اللہ حیات المیر زندہ پیر کے وہ مرید حضرت پیران پیر دستگیر سیدنا عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین وعلیہ الرحمۃ والرضوان والغفر ان کے۔

آپ کے شیخ حضرت بہلول قادری دریائی علیہ الرحمتہ آپ کو بیعت کرنے کے کچھ عرصہ بعد آپ کی تربیت کے لئے آپ کے پاس ہی مقیم رہے۔

حفظ سات سپارے اور سنایا مکمل قرآن پاک ☆: ابھی بیعت کئے ہوئے چند دن ہی گزرے تھے کہ حضرت شیخ بہلول نے آپ کے استاد شیخ ابوبکر سے دریافت کیا کہ آج رمضان کا چاند نظر آنے والا ہے اس مسجد میں قرآن مجید کون سنائے گا۔ حضرت شیخ ابوبکر نے عرض کی حضرت کافی عرصہ سے میں خود ہی قرآن پاک کی منزل سناتا ہوں انشاءاللہ اس مرتبہ بھی میں ہی سناؤں گا۔

حضرت شیخ بہلول نے فرمایا میرا خیال یہ ہے اس مرتبہ تراویح میں امام شیخ حسین ہوں۔ شیخ ابوبکر نے عرض کی حضرت انہوں نے تو صرف سات سپارے حفظ کئے ہیں ابھی ان کے تیئس پارے باقی ہیں۔ حضرت شیخ بہلول نے فرمایا کہ نہیں۔ اس مرتبہ شیخ حسین ہی نماز تراویح پڑھائیں گے۔ یہ سن کر حضرت شیخ ابوبکر خاموش ہوگئے۔

رات کو نماز عشاء کے بعد تراویح کا وقت ہوا تو حضرت شیخ بہلول قادری نے آپ کو بازو سے پکڑ کر مصلے پر کھڑا کردیا اور حکم دیا کہ تراویح پڑھاؤ۔

چنانچہ آپ نے پہلی رات پھر دوسری رات پھر تیسری رات چوتھی رات حتیٰ کہ سات پارے جو زبانی یاد تھے سنادیئے تو حضرت شیخ ابوبکر نے عرض کی حضرت شاہ حسین کو سات پارے کی جو منزل یاد تھی وہ انہوں نے سنادی اب کل سے کون سنائے گا۔ حضرت شیخ بہلول قادری دریائی علیہ الرحمتہ نے آپ کو بلا کر فرمایا بیٹے آج تک تم نے یاد کیا ہوا سبق سنایا تھا۔ اب کل سے قرآن کا وہ حصہ سناؤ گے

وہ جو ابھی تک یاد نہیں کیا۔

حضرت شیخ بہلول کی بات سن کر حضرت شیخ ابوبکر اور آپ بہت حیران و پریشان ہوئے لیکن چونکہ آپ کے حکم کے آگے بولنے کی مجال نہ تھی۔ اگلی رات جب تراویح کا وقت آیا تو آپ نے آٹھواں نواں پھر دسواں حتیٰ کہ ستائیسویں رات تک پورا قرآن مکمل طور پر پڑھ کر سنا دیا اس پورے رمضان میں آپ نماز تراویح پڑھاتے اور حضرت شیخ بہلول آپ کے سامع ہوتے۔

ستائیسویں رات کو حضرت شیخ بہلول نے اپنے دست مبارک سے آپ کو دستار فضیلت باندھی اور خرقہ خلافت سے سرفراز فرما کر صاحب ارشاد کیا۔

تکمیل علوم و مرشد کامل کی جھنگ روانگی اور مزار داتا پر چلہ کشی ☆: حفظ قرآن کی تکمیل کے بعد آپ نے علوم دینیہ کے حصول کے لئے لاہور کی ایک مسجد میں داخلہ لیا اور مولانا محمد اکبر سے تفسیر و حدیث فقہ منطق، فلسفہ اور دیگر علوم ظاہریہ کی تکمیل لڑکپن میں مکمل کی اس کے بعد مرشد کامل جب لاہور سے جھنگ واپس جانے لگے تو آپ سے فرمایا کہ میں تمہیں حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کر کے جا رہا ہوں لہٰذا آپ اب حضرت داتا صاحب کے مزار پرانوار پر چلہ کشی کریں۔ مرشد شیخ بہلول قادری دریائی علیہ الرحمتہ کے حکم پر آپ حضرت داتا صاحب کے مزار پرانوار پر چھبیس برس تک باختلاف روایت بارہ برس تک چلہ کش رہے۔ اس دوران حضرت داتا صاحب نے آپ پر انوار و تجلیات اور فیوض و برکات کی بارش کر دی۔

دنیا دھوکے کا گھر ہے کی عملی تفسیر ☆: حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پرانوار سے فیوض و برکات کے حصول کے بعد آپ نے حضرت شیخ سعد اللہ کی شاگردی اختیار کر کے تفسیر مدارک کا سبق ان سے شروع کیا۔

شہزادہ دارالشکوہ اپنی تصنیف شطحیات میں لکھتے ہیں کہ شاہ حسین جب تفسیر پڑھتے ہوئے آیت **وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ** (یعنی دنیا کی زندگی تو محض لہو و لعب ہے) پر پہنچے۔ تو انہوں نے استاد کی خدمت میں عرض کیا کہ وہ اس آیت کے باطنی معنی بتائیں۔ استاد نے اصول تفسیر سے ان کی تسلی کرنی چاہی مگر آپ مطمئن نہ ہو سکے اور وارفتگی کے عالم میں اٹھے اور اپنی تمام کتابیں مسجد کے کنوئیں میں ڈال دیں۔ بعد ازاں سرخ لباس پہن لیا اور آپ پر مجذوبیت کی کیفیت طاری رہنے لگی۔ اور فرقہ ملامیتہ اختیار کر کے رقص و سرود میں مست ہو کر رہ گئے۔ تا کہ لوگ نفرت کا اظہار کر کے مجھ سے دور ہو جائیں۔ اس کے بعد آپ نے ریش مبارک بھی صاف کرا دی اور جام و مینہ سے دوستی کر لی۔ مگر لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو کر عبادت و ریاضت میں برابر مشغول رہتے تھے۔

مرشد کامل کی دوبارہ لاہور آمد ☆: آپ کے مرشدِ کامل لاہور سے چنیوٹ ضلع جھنگ چلے گئے تھے وہیں ان کا مزار ہے۔ جب ان کو حضرت شاہ حسین کے بارے میں پتہ چلا کہ آپ اتباع شریعت سے آزاد ہو کر فرقہ ملامتیہ اختیار کر چکے ہیں تو آپ کے مرشد وہاں سے روانہ ہو کر فوراً لاہور پہنچے۔

انہوں نے جب آپ کی کیفیت دیکھی تو یہ کہتے ہوئے واپس تشریف لے گئے کہ شاہ حسین کی باطنی حالت انتہا کی اچھی ہے۔

اس ظاہر کے پس پردہ کیا تھا ☆: ''کلام شاہ حسین'' کے مرتب ڈاکٹر سید نذیر احمد کا کہنا ہے کہ شاہ حسین نے یہ وضع

قطع اپنے آپ کو شہنشاہ اکبر کی گرفت سے بچانے کے لئے اختیار کی تھی۔ کیونکہ حضرت شاہ حسین پر اکبر کے مشہور باغی ''دُلا بھٹی'' کے حلیف ہونے کا شبہ کیا جاتا۔ اس کی تائید مفتی غلام سرور قادری لاہوری نے اپنی کتاب خزینۃ الاصفیاء میں بھی فرمائی ہے۔ کہ جس روز لاہور کے کوتوال نے ''دُلا بھٹی'' کو سرِ عام پھانسی پر لٹکایا تھا اسی روز شاہ حسین کو بھی کوتوال نے حراست میں لیا تھا۔

دُلا بھٹی کی پھانسی اور آپ کی کرامت اور کوتوال کا انجام☆: دُلا بھٹی جو بڑا مغرور، راہزن اور بادشاہ کا باغی تھا۔ بادشاہ کے حکم کے تحت گرفتار ہوا تو اس کو لاہور میں سرعام پھانسی دینے کا حکم دیا گیا۔ ملک علی کوتوال شہر بازار نخاس میں اس کو پھانسی دینے کے لئے گیا ہوا تھا اور اس کا حسین و جمیل بیٹا بھی اس کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اتفاقاً اتنی دیر میں آپ بھی وہاں پہنچے اور اس کے حسین و جمیل لڑکے کو دیکھنے لگے۔ لوگوں نے یہ منظر دیکھ کر کوتوال شہر کو توجہ دلائی کہ وہ سامنے حضرت شاہ حسین کھڑے ہیں۔ اس نے اسی وقت آپ کو گرفتار کروا دیا۔

آپ نے فرمایا کہ مجھے کیوں گرفتار کرتا ہے۔ اس نے کہا کہ مے نوشی اور دیگر غیر شرعی حرکات کے مرتکب ہونے کے باوجود مجھ سے پوچھتے ہو۔ بعد ازاں ملک حاکم علی نے آپ کے پاؤں میں زنجیر ڈالی مگر قدرت الٰہی اور فقیر کی کرامت سے زنجیر ٹوٹ گئی۔ اس نے پھر پہنائی وہ پھر ٹوٹ گئی جس پر کوتوال ملک علی حیران و پریشان ہوا۔ آپ نے کوتوال سے فرمایا تو مجھے چھوڑ اور اپنا کام کر۔ اس نے کہا کہ تم جادوگر ہو میں تمہیں ایسی میخ ماروں کہ کبھی جانبر نہ ہو سکو گے۔

ابھی یہ سلسلہ جاری تھا کہ اکبر بادشاہ کا فرمان اس کے پاس پہنچا کہ فوراً دلا بھٹی کو پھانسی دے دو اور پھانسی کے وقت دلا بھٹی جو گفتگو کرے، ہم کو اس کی رپورٹ کی جائے۔ ملک علی کوتوال نے اس کو اسی وقت پھانسی پر چڑھا دیا تو دلا بھٹی نے اکبر بادشاہ کو ہزاروں گالیاں دیں۔ پھانسی دینے کے بعد کوتوال نے اکبر کے حضور میں ایک عریضہ لکھا کہ بوقت پھانسی دلا بھٹی نے آپ کو فلاں فلاں گالی اس انداز سے دی ہیں۔

اس کے بعد اس نے آخر میں شاہ حسین کا بھی تمام احوال لکھا کہ اس طرح ان کو گرفتار کیا اور پاؤں میں زنجیریں ڈالیں جو کہ ٹوٹ کر گر گئیں وغیرہ وغیرہ۔

جب وہ پروانہ اکبر بادشاہ کے پاس پہنچا تو اکبر کہنے لگا اس پاجی ملک علی نے کچھ خیال ادب کا نہ کیا اور تفصیل وار گالیاں مغلظہ عریضہ میں درج کر کے بھیج دیا۔ اکبر بادشاہ نے اسی وقت حکم دیا کہ ملک علی کوتوال کے سر میں اس قدر میخیں ٹھونکیں جائیں کہ وہ مر جائے۔

اس طرح حضرت شاہ حسین کے پیروں میں میخیں ٹھوکنے والے کے سر میں حکم شاہی سے کیلیں ٹھکیں جو کہ دراصل حضرت شاہ حسین کی ہی کرامت تھی۔ جس کا چرچہ خاص و عام میں ہوا اور یہ خبر بادشاہ اکبر کو بھی پہنچی جسے سن کر وہ حیران رہ گیا۔

شہنشاہ کے دربار میں کرامت کا اظہار☆: آپ کے فقر و کرامات کا چرچا سن کر شہنشاہ اکبر نے آپ کو دربار میں آنے کی دعوت دی تو آپ جام و صراحی لے کر پہنچے۔ جام و صراحی کو دیکھ کر بادشاہ نے کہا کہ سلسلہ قادریہ میں مرید ہو کر یہ مے نوشی۔ آپ نے صراحی سے ایک پیالہ بھر کر بادشاہ کو پلایا جو سرد پانی کی طرح محسوس ہوا۔ اس کے بعد اسی صراحی سے دوسری مرتبہ پیالہ اکبر بادشاہ کو دیا تو وہ شربت کی طرح تھا، جب اسی صراحی سے تیسرا پیالہ اکبر کو دیا تو وہ دودھ تھا۔ جسے دیکھ کر اکبر بادشاہ حیران و پریشان ہوا۔

اور کہنے لگا یہ صراحی آپ مجھے دیں میں اپنے ہاتھ سے اس صراحی سے پیالہ بھروں گا۔

چنانچہ اس نے پیالہ بھرا تو پہلی مرتبہ پانی، دوسری مرتبہ شربت، تیسری مرتبہ دودھ نکلا۔ پھر اکبر نے امتحان کی غرض سے آپ کو جیل میں بند کرا دیا کہ اگر یہ فقیر ہوئے تو جیل میں قید نہ رہیں گے بلکہ اپنی کرامت سے باہر ہی نظر آئیں گے۔ اکبر آپ کو جیل میں بند کروا کر جب دربار سے اٹھ کر اپنے زنان خانے میں گیا تو دیکھ کر حیران رہ گیا کہ آپ اس کے زنان خانے میں کھڑے ہیں۔ یہ دیکھ کر وہ اُلٹے پاؤں جب جیل خانے میں گیا تو کیا دیکھا کہ آپ جیل خانے میں مقید ہیں۔ یہ دیکھ کر اکبر اپنے فعل سے تائب ہوا اور آپ کو جیل خانے سے بلوا کر بااعزاز رخصت کیا۔

اُمراء کی آپ سے عقید و محبت ☆: شہنشاہ جہانگیر اور مغلیہ خاندان کے کئی افراد آپ کے معتقد تھے۔ ان کے علاوہ شاہ دانیال شاہ مروان آپ کے دلی معتقد تھے۔ جبکہ شیخ عبدالرحمٰن کے بیٹے نے آپ کی مہربانی وشفقت سے افضل خان کا خطاب پایا۔ جعفر خان و بہادر خان صادق خان شہباز خان اور دیگر امراء اور ان کے مطیع فرمان آپ کی جانب سے کسی بھی فرمائش کے امیدوار تھے مگر آپ نے کبھی اس کی طرف التفات نہکی، بلکہ ہمہ وقت خدا کے فضل وکرم اور اس کے بھروسے سے پوری زندگی گزار دی۔ شہنشاہ اکبر کے دربار میں کئی مرتبہ تشریف لے گئے مگر ہر قسم کی ملامت سے پاک رہے۔

شہزادہ دارالشکوہ نے اپنی کتاب سطیحات میں لکھا ہے کہ اکبر اور جہانگیر کی بیویاں آپ کی دلی عقیدت مند اور آپ کی روحانی قوت کی بے حد مداح تھیں۔ اسی وجہ سے جہانگیر نے اپنے ایک درباری بہار خان کو خصوصی طور پر اس مقصد کے لئے لاہور میں مقرر کیا تھا تا کہ وہ روزانہ آپ کے معمولات وملفوظات وکمالات کی ڈائری لکھتا رہے۔ یہ ڈائری بعد ازاں بہاریہ کے نام سے موسوم ہوئی۔

ٹھٹھہ کی فتح آپ کی دعا سے ☆: شہنشاہ اکبر نے عبدالرحیم خان کو ایک لشکر دے کر جب ٹھٹھہ کو فتح کرنے کے لئے بھیجا تو اس نے خاص طور پر آپ کی خدمت میں حاضری دے کر ٹھٹھہ کی فتح کے لئے دعا کی درخواست کی تو آپ نے دعا سے نواز کر ارشاد فرمایا عبدالرحیم میں نے ٹھٹھہ کا ملک پانچ سو روپے کے عوض تیرے ہاتھ فروخت کر دیا ہے۔ اب کسی سے مدد نہ مانگنا فتح تمہاری ہی ہوگی۔

چنانچہ وہ آپ سے رخصت ہو کر ملتان آیا اور شیخ الاسلام حضرت خواجہ شیخ بہاالدین زکریا ملتانی کے مزار پر حاضری دی اور مزار کے سجادہ نشین شیخ کبریا بالا پیر کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک روپیہ نذرانہ پیش کیا تو شیخ کبریا نے وہ روپیہ لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا عبدالرحیم ملک ٹھٹھہ حضرت شاہ حسین لاہوری کی دعا سے تجھے عطا ہو چکا ہے اور مجھے نذر لینے کی کوئی حاجت نہیں ہے۔

شاہ حسین سے مادھو لال حسین ☆: ایک مرتبہ آپ شاہدرہ کے قریب سے گزر رہے تھے کہ وہاں آپ کی نظر ایک خوبصورت لڑکے پر پڑی تو آپ اس پر فریفتہ ہو گئے۔ وہ مذہباً ہندو اور نام اس کا مادھو تھا۔ پہلے پہل تو اس نے آپ کی طرف توجہ نہ دی مگر بعد ازاں دونوں میں اس قدر محبت ہوئی کہ عام وخواص تو کیا شاہی دربار تک اس عشق ومحبت کی داستانیں پہنچ گئیں۔

آپ نے مادھو کی محبت کی وجہ سے شاہدرہ میں ہی مستقل سکونت اختیار کر لی۔ مادھو کے والدین ان دونوں کے درمیان عشق بازی کو غلط رنگ میں سمجھنے لگے اس پر وہ مادھو کو آپ کے پاس جانے سے روکتے اور کئی مرتبہ آپ سے بھی مخاصمت کی مگر آپ نے کسی کی

پرواہ نہ کی۔ بالآخروقت آیا محبت نے رنگ دکھایا کہ مادھو نے اپنا مذہب چھوڑ کر اسلام کو قبول کیا اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ بعدازاں آپ کا مرید وخلیفہ وجانشین بھی بنا۔

آپ نے اس کا اسلامی نام محبوب الحق رکھا۔ حضرت شاہ حسین اور مادھو کے درمیان محبت نے ایک دوسرے کو اتنا قریب کر دیا کہ دوجسم ایک جان ہو گئے اور آپ شاہ حسین سے مادھولال حسین ہو گئے۔ بعدازاں مادھو کے والدین بھی کلمہ پڑھ کر نہ صرف مسلمان ہوئے بلکہ آپ کے غلام بے دام ہو کے رہ گئے۔

جب آپ کا وصال باکمال ہوا تو آپ شاہدرہ میں ہی دفن کیے گئے۔ چند سال کے بعد جب شاہدرہ میں سیلاب آیا تو حضرت مادھو آپ کا صندوق شاہدرہ سے نکال کر باغبانپورہ لاہور میں جہاں آپ کا مزار پرانوار ہے لے آئے۔ دوسو برس کے بعد جب تابوت نکلا تو چہرہ مبارک کی زیارت کرنے والوں نے دیکھا کہ چہرہ مبارک بالکل تروتازہ جیسا کہ ابھی وصال ہوا ہے۔

باغبانپورہ میں تدفین سے قبل دوبارہ جنازہ پڑھا گیا تو پورا لاہور شہر جنازہ میں اُمڈ آیا۔ اس کے بعد آپ کی دوبارہ تدفین کی گئی جہاں آپ کا مزار آج بھی مرجع خاص وعام ہے۔

آپ کے خلفائے نامدار ☆ : آپ کے ہاتھ پر تقریباً ۹ ہزار افراد نے بیعت اختیار کی جبکہ سولہ خلفائے نامدار ہوئے ہیں جن میں چار غریب، چار دیوان، چار خاکی اور چار بلاول کے نام سے معروف ہیں۔ جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ اول چار غریب ان میں شاہ غریب جن کا مزار موضع رتی ٹھٹھہ جو کہ وزیرآباد سے تین کوس دور ہے (۲) شاہ غریب ان کا مزار موضع سنگوالی تحصیل وزیرآباد میں ہے (۳) شاہ غریب ان کا مزار چیلا پور دکن حیدرآباد انڈیا میں ہے۔ چوتھا شاہ غریب ان کا مزار آپ کے مزار کے احاطہ میں ہے آپ ہزاروی کہلاتے ہیں۔

چار دیوان ☆ : پہلا دیوان حضرت محبوب الحق عرف مادھوان کا مزار آپ کے مزار کے ساتھ ہے۔ (۲) دیوان گورکھ۔ ان کا مزار آپ کی خانقاہ کی چوکھنڈی میں واقع ہے (۳) دیوان بخش۔ ان کا مزار بے جاپور میں ہے (۴) دیوان اللہ دیوان۔ ان کا مزار بھی آپ کی خانقاہ کے صحن میں واقع ہے

چار خاکی ☆ : خاکی مولا بخش۔ ان کا مزار بھی آپ کی خانقاہ ہے (۲) خاکی شاہ۔ ان کا مزار بھی آپ کی خانقاہ میں ہے۔ (۳) خاکی شاہ ان کا مزار وزیرآباد میں ہے (۴) خاکی شاہ۔ ان کا مزار بھی آپ کی خانقاہ معلیٰ میں ہے۔

چار بلاول ☆ : بلاول شاہ رنگ، ان کا مزار بھی آپ کی خانقاہ میں ہے۔ (۲) بلاول بدھو۔ ان کا مزار بھی آپ کی خانقاہ میں ہے۔ (۳) بلاول شاہ۔ ان کا مزار بھی آپ کی خانقاہ میں ہے۔ (۴) بلاول شاہ۔ ان کا مزار پرانوار حیدرآباد دکن انڈیا میں مرجع خاص وعام ہے۔

قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ☆ : سید محمد لطیف مصنف تاریخ لاہور (انگریزی) نے لکھا ہے کہ قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی خانقاہ معلیٰ باغبانپورہ میں موجود ہے۔ جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں کا نشان ہے۔

پہلے یہ قدم۔ ریلوے اسٹیشن لاہور کے نزدیک ترین مقام پر تھا۔ جب ریلوے اسٹیشن تعمیر ہوا اور ریلوے لائنیں بننا شروع ہوئیں تو اس کو یہاں سے اٹھا کر آپ کے مزار پرانوار کے قریب صحن میں لگا دیا گیا۔

وصال باکمال ☆ : آپ کا وصال باکمال ۶۳ برس کی عمر میں ۱۰۰۸ھ میں بمطابق 1599ء ماہ جمادی الثانی بروز جمعہ کو ہوا۔ آپ کے بعد آپ کے محبوب خلیفہ حضرت محبوب الحق عرف مادھو رام سجادہ نشین ہوئے۔

آپ کا مزار پرانوار باغبانپورہ لاہور میں مرجع خلائق عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

فقیر راقم الحروف کو بارہا آپ کے دربار گوہر بار کی حاضری کی سعادت حاصل ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ محمد اسحاق قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: غوث زمانہ، عارف یگانہ، قطب الاقطاب، والئ کشور ولایت، سالک مسالک حقیقت حضرت خواجہ محمد اسحاق قادری رحمتہ اللہ علیہ وحدت حقیقی اور غیرت الٰہی کے عظیم مظہر تھے۔

آپ کی ولادت باسعادت ۹۲۵ھ بمطابق ۱۵۱۹ء کو بمقام پاکھڑی شریف ہندوستان میں ولی العصر حضرت شاہ محمد اخلاص علیہ الرحمۃ کے روحانی گھر میں ہوئی۔

آپ کے اجداد کا اصلی وطن زنجان تھا۔ آپ کے والدِ گرامی زنجان سے ہجرت کر کے ہندوستان تشریف لائے اور پاکھڑی کے مقام پر مستقل اقامت گذیں ہو کر یادِ خدا میں مصروف رہے۔ اس دوران آپ کے والد گرامی حضرت شاہ اخلاص علیہ الرحمۃ کئی مرتبہ سلطان الہند عطائے رسول حضرت خواجہ سید محمد معین الدین حسن سنجری چشتی اجمیری رضی اللہ عنہ کے دربار گوہر بار میں حاضری دے کر ان کے فیوض و برکات سے مستفید ہوتے رہے۔

پاکھڑی شریف میں ہی آپ کے والد گرامی کا وصال ہوا۔ وہیں مزار پُر انوار بنا۔ پاکھڑی شریف میں ہی آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

آپ کی ابتدائی تربیت اور تعلیم پاکھڑی میں ہی اپنے عظیم والد بزرگوار کے ہاتھوں مکمل ہوئی۔ والد گرامی کی خصوصی توجہات باطنی نے آپ کی ذات والا صفات میں وہ جوہر پیدا کئے، جو ہر خاص و عام کو نصیب نہ ہیں۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت شیخ سید ابوالقاسم قادری علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ اور انہی کی خدمت میں رہ کر سخت قسم کے مجاہدات اور سلوک کی منازل طے کرنے کے بعد انہی کے ہاتھوں خرقۂ خلافت پا کر سرفراز ہوئے۔

مرشد کامل کے ہاتھ پر بیعت ہونے کے بعد آپ کو حضرت غوث الثقلین محی الدین ابو محمد السید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے بلاواسطہ اپنی روحانی برکات سے مشرف فرما کر مرتبہ کمال پر فائز المرام کیا۔

سیرت و کردار ☆ : آپ کی تمام عمر سیر و سیاحت میں تبلیغ اسلام کرتے ہوئے گزری، آپ نے اپنی سیاحت کا آغاز پاکھڑی شریف انڈیا سے کیا اور تبلیغ اسلام کرتے ہوئے کشمیر کے علاقہ بلوچ میں چلہ کشی فرمائی۔

جس جگہ آپ نے چلہ کشی فرمائی تھی وہ جگہ اب عوام اور عقیدت مندان کے لئے مرجعٔ خلائق ہے۔ آپ تنہائی پسند اور شب بیدار تھے۔ دن کے وقت بزرگان دین کے مزارات پر اکتساب فیض کرتے اور رات کو مضافات کے جنگلوں میں ذکر و عبادت و ریاضت کر کے وقت گزارتے تھے۔ اکثر قبلہ رخ بیٹھنا زیادہ پسند فرماتے تھے۔ آپ اکثر فرماتے تھے کہ جو ساعت حق تعالیٰ کی یاد سے غافل ہو وہ کافری میں گزرتی ہے۔ لیکن یہ ایک پوشیدہ راز ہے جس سے لوگ ناواقف اور غافل ہیں، اگر اسی غفلت میں جان نکل گئی تو اسلام کا دروازہ اس پر بند ہو جاتا ہے۔

دوران سیاحت آپ کشمیر سے جہلم کے مضافات سے ہوتے ہوئے چک میانہ ضلع گجرات پہنچے تو یہاں کی فضا آپ کو بہت بھائی اور آپ نے اسی جگہ ڈیرے ڈال کر خانقاہ قائم فرمائی اور یاد خدا میں مست و مستغرق ہو گئے۔

جس زمانہ میں آپ یہاں تشریف لائے یہ ویران و بے آباد جنگل ہی جنگل تھا، آبادی کا دور دور تک تصور نہ تھا۔ لیکن جب دین حق کی صدائیں بلند ہوئی۔ معرفت و حکمت کے موتی بکھرے تو اُن صداؤں کو سن کر ان موتیوں کو چُننے والے بھی آ گئے۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں مخلوق خدا کا ایک ہالہ آپ کے گرد قائم رہنے لگا۔ لوگ دور دور سے آ کر استفادہ کرنے لگے۔ گمراہ و بے راہ روی کا شکار ہونے والے ہدایت یافتہ ہوئے۔ آپ کی صحبتِ فیض میں آنے والے بہت سے افراد مرد قلندر و مرد خدا بن کر فیض کے دریا بہانے لگے۔ شبستان قادریت میں پھول کھلنے لگے۔ آپ کے در کی خاک کو اُمرا اور حکمران چومنے لگے۔ بڑے بڑے علماء اور کاملین زمانہ اپنی علمی و روحانی گتھیاں سلجھانے کے لئے آتے اور آن واحد میں شگفتہ کلی کی طرح واپس جاتے۔ بے مراد با مراد ہو کر جاتے۔ لاتعداد لاعلاج مریض شفایاب ہوئے۔

آپ نے دین اسلام کی تبلیغ اس جوش و ولولہ سے فرمائی کہ دیکھتے ہی دیکھتے یہ جگہ مرکز انوار و تجلیات بن گئی۔ اور اس جگہ روحانیت کے چراغ جلنے لگے۔

کشف و کرامات ☆ : جناب خالد پرویز بٹ جید پور کی نانی جان آمنہ بی بی کا معمول تھا کہ وہ اکثر و بیشتر آپ کے دربار گوہر بار میں حاضری دیتی تھیں۔ مائی آمنہ بی بی پرانے زمانے کی بزرگ عورت تھیں ظاہری تعلیم سے نابلد نہ ہی قرآن پاک پڑھا ہوا تھا۔ نہ یہ کوئی اور تعلیم۔ ایک سو برس کی عمر میں وصال ہوا۔

انہوں نے آپ کے دربار کی حاضری اپنا مقدر بنا رکھی تھی۔ ایک روز وہ معمول کے مطابق آپ کے دربار پر حاضر ہوئیں تو خلاف معمول قرآن مجید ہاتھ میں اٹھایا جب اپنے گھر پہنچیں تو قرآن مجید پڑھنے لگیں۔ جو صرف اور صرف آپ کی کرامت تھی وگرنہ پہلے تو انہیں کچھ بھی نہ آتا تھا۔

کرامت نمبر ۲ ☆ : میاں احسان الحق سابق وائس چیئرمین فرماتے ہیں کہ مورخہ ۶ ستمبر ۲۰۰۰ء بروز بدھ کی بات ہے کہ ہم

دربار کے اندرونی احاطہ میں اپنے عزیز میاں نوردین کے لئے قبر کھود رہے تھے۔

کھدائی کے دوران قبر کے درمیان بیری کے درخت کی موٹی جڑ آ گئی۔ ہمارے ساتھی نے اس کو کاٹنے کے لئے وار کیا تو جڑ ایک طرف سے کٹ تو گئی۔ مگر اس میں سے دودھ آنا شروع ہو گیا۔ جو ایک گھنٹہ تک مسلسل لگاتار آتا رہا۔

اس کا علم جب اہل علاقہ کو ہوا تو قرب وجوار کے دیہات بھکڑے والی خانو وال، مہسم، کے لوگ دوڑے آئے سب نے دودھ پیا تو اس کا ذائقہ اصلی دودھ کی طرح تھا۔ یہ بیری کا درخت اب بھی آپ کے دربار شریف کے مشرقی احاطہ میں موجود ہے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۰ اصفر المظفر ۱۰۱۰ھ بمطابق ۱۶۰۱ء کو ہوا۔ مزار پُر انوار فتح پور کے قریب میانہ چک گجرات شہر سے ۱۵ کلومیٹر دور مرجع خاص وعام ہے۔ جہاں آپ کا سالانہ عرس مبارک ہاڑ کی دوسری جمعرات کو شروع ہوتا ہے۔ بدھ کی شام کو غسل دیا جاتا ہے۔ جمعتہ المبارک کی رات کو عرس مبارک ختم ہو جاتا ہے۔

عرس مبارک پر آتش بازی کا عظیم الشان مظاہرہ تین خاندانوں میں جو آپ کے مریدین چلے آرہے ہیں میں ہوتا ہے، ہر کوئی دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتا ہے۔ قرب وجوار کے لوگ اس سے بہت لطف اندوز ہوتے ہیں۔ آزاد کشمیر و پنجاب اور گردونواح کے مضافات سے لوگ آ کر نذرانہ عقیدت ومحبت پیش کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سید شمس الدین قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆ : امام الاتقیاء، برہان الاصفیاء، شیخ الاولیاء، قطب آسمان ولایت، صاحب ترک و تجرید، بحر معرفت و توحید، حضرت سید شمس الدین قادری رحمتہ اللہ علیہ ستارہ ولایت آسمانی ہیں، آپ کی ولادت باسعادت بدخشاں میں قطب الاسلام حضرت شیخ سید علم الدین ابو ہاشم بدخشانی کے گھر ہوئی۔ آپ کا شجرہ نسب والد گرامی کی طرف سے حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام اور والدہ کی طرف سے حضرت سیدنا امام حسن علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔

آپ کی ولادت سے قبل آپ کے خاندان میں لڑکوں کی تعداد بہت کم تھی اور لڑکیوں کی تعداد زیادہ تھی۔ جس کے پیش نظر آپ کے والد گرامی اس وجہ سے فکرمند رہتے تھے۔ کہ شاید اللہ تعالیٰ کو ان کے ہاں لڑکے کی پیدائش منظور ہی نہیں۔

اس غم میں مبتلا ایک رات سوئے تو خواب میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کرم اللہ وجہ الکریم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ انہوں نے فرمایا علم دین غم نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو تمہارے گھر لڑکا پیدا ہوگا۔ اس کا نام شمس الدین رکھنا۔ صبح کو انہوں نے اپنے اس خواب کا ذکر کیا اپنی پاکدامنہ اور متقیہ عارفہ، زاہدہ بیوی سے کیا تو وہ سجدہ شکر بجالائیں۔

تعلیم و تربیت ☆ : آپ کی عمر عزیز چار برس کی ہوئی تو والدین نے آپ کو ایک مقامی مدرسے میں داخل کرا دیا تھا۔ جہاں آپ نے بہت تھوڑے عرصے میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ پھر علوم دینیہ کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد آپ کے والد گرامی آپ کو ہمراہ لے کر حضرت مولانا سید کمال الدین کاشمیری کی خدمت میں پہنچے اور ان سے درخواست کی کہ میرے بیٹے کو اپنی شاگردی میں قبول فرمائیں۔ مولانا نے ان کی درخواست قبول کرتے ہوئے آپ کو مدرسے میں داخل کر لیا۔ آپ نے پندرہ سال تک مولانا سید کمال الدین کاشمیری کی خدمت میں رہ کر مختلف علوم دینیہ پر دسترس حاصل کی۔

علوم دینیہ کی تکمیل کے بعد آپ کے استاد محترم مولانا کاشمیری نے آپ کو تجارت کی طرف راغب فرمایا اور اس مقصد کے لئے کچھ رقم بھی اپنے پاس سے دی جس سے آپ نے کشمیر سے ہی کچھ مال خریدا اور تجارت کرتے کرتے بغداد شریف پہنچ گئے۔ بغداد شریف میں تجارت کے ساتھ ساتھ آپ نے مختلف اولیاء کرام، اہل بیت اطہار کے مزارات مقدسہ کی زیارت کی اور وہاں چلہ کشی کی بالخصوص حضور غوث الثقلین کی بارگاہ میں کافی دن تک چلہ کش رہے۔

مکہ مکرمہ اور مدینتہ الرسول ﷺ میں حاضری اور قیام ☆ : بغداد شریف کی زیارات سے فارغ ہو کر آپ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور کچھ عرصہ قیام فرمانے کے بعد وہاں سے عازم مدینہ پاک ہوئے۔ مدینہ پاک میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزار پرانوار کی حاضری و زیارت سے مشرف ہونے کے بعد دس برس تک مدینہ پاک میں قیام پذیر رہ کر عبادت و ریاضت

میں مصروف رہے۔

مدینہ پاک میں خطبہ جمعہ اور دیدارِ علی المرتضیٰ و نبی کریم ﷺ ☆ : چونکہ آپ انتہائی خوش الحان قاری تھے آواز بہت شیریں تھی۔ ایک رات آپ مسجد نبوی میں نہایت ہی خوش الحانی سے تلاوت کلام پاک فرما رہے تھے کہ آپ کے پاس سے مسجد نبوی کے امام صاحب کا گزر ہوا۔ وہ آواز سے متاثر ہو کر آپ کے پاس آئے۔ جب آپ سے گفتگو ہوئی تو آپ کے علم و فضل سے بھی بہت متاثر ہوئے۔ انہوں نے آپ سے کہا کہ اس جمعہ کو وعظ اور خطبہ جمعہ کا فریضہ آپ سرانجام دیں۔ آپ نے بہت معذوری ظاہر کی اور کہا کہ میں اس لائق نہیں ہوں لیکن امام مسجد نبوی نے فرمایا کہ میرا حکم ہے۔ یہ سن کر آپ نے کہا چلو ٹھیک ہے۔

لیکن امام مسجد نبوی کے جانے کے بعد آپ نے سجدے میں سر رکھ دیا اور زار و قطار رونے لگے کہ یا اللہ میں عجمی کیونکر منبر رسول کریم ﷺ پر خطبہ کہوں گا۔ اسی کیفیت میں آپ کو نیند کا غلبہ ہوا تو خود کو دربار رسالت میں حاضر پایا۔ مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کرم اللہ وجہہ الکریم بھی وہاں موجود ہیں۔ اور حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کر رہے ہیں یا رسول اللہ ﷺ میں اپنے خاندان کے ایک فرد شمس الدین کو آپ کی خدمت اقدس میں پیش کرتا ہوں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہم نے شمس الدین کو قبول کیا۔ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے آپ کو حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کیا تو رحمت عالم ﷺ نے اپنا لعاب دہن آپ کے منہ میں ڈالا۔ اسی دوران بے شمار لوگ آپ کے گرد جمع ہو گئے اور آپ کو ''قاری''، ''قاری'' کہہ کر پکارنے لگے۔ جب آنکھ کھلی تو اس نعمت غیر مرقبہ پر بے حد مسرور تھے۔ جمعہ کے روز آپ نے مسجد نبوی میں وعظ فرمایا تو خلق خدا پر اس قدر اثر ہوا جو بیان سے باہر ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت ☆ : مدینہ پاک میں قیام کے دوران ایک رات آپ کو حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی۔ انہوں نے کہا شمس الدین آپ لاہور تشریف لے جائیں اور وہاں فروغ اسلام اور رشد و ہدایت کا فریضہ سرانجام دیں۔ آپ کی وہاں پر ضرورت ہے۔

لاہور میں ورود مسعود اور بیعت و خلافت ☆ : مدینہ پاک سے روانہ ہو کر آپ لاہور تشریف لائے تو سب سے پہلے حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار گوہر بار حاضر ہوئے حاضری دی اور وہیں قیام پذیر ہوئے تو آپ کی ملاقات حضرت شیخ ابو اسحاق بخاری علیہ الرحمتہ سے ہوئی۔ انہوں نے آپ کو دیکھتے ہی فرمایا شمس الدین میں کافی دنوں سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ اس کے بعد انہوں نے آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت سے مشرف فرمایا۔ بیعت کے بعد آپ پندرہ برس تک اپنے مرشد کی خانقاہ محلّہ پیر عزیز مزنگ لاہور میں مقیم رہ کر عبادت و ریاضت میں مصروف رہے۔

حضرت شیخ سید ابو اسحاق بخاری قادری، حضرت سید داؤد بندگی کرمانی علیہ الرحمتہ کے مرید و خلیفہ ہیں۔ حضرت شیخ داؤد بندگی کرمانی علیہ الرحمتہ کی جانب سے آپ کو شمس الآفاق کا خطاب عطا ہوا۔ جب آپ کے پیر و مرشد حضرت شیخ سید ابو اسحاق بخاری قادری علیہ الرحمتہ نے خرقہ خلافت عطا فرمایا تو آپ نے ان کے حکم کے مطابق شہر لاہور کے جنوبی علاقے میں اس جگہ خانقاہ جہاں آج کل جی۔ او۔ آر چمبہ ہاؤس لین میں قائم کی اور وہیں آپ کا مزار پرانوار ہے۔

لاہور میں سلسلہ رشد و ہدایت ☆: لاہور میں چمبہ ہاؤس لین کے قریب اپنی خانقاہ میں بیٹھ کر آپ نے فروغ اسلام اور سلسلہ عالیہ قادریہ کی رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع کیا جس کی کرنوں سے پورا برصغیر منور ہوا۔ شاہ جہاں ایام شہزادگی میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اسے شہنشاہ ہونے کی خوشخبری دی۔

شہنشاہ جہانگیر بھی آپ کی خدمت میں حاضری دیتا رہتا تھا۔ جہانگیر آپ کا اس قدر معتقد تھا کہ آپ کے حکم سے کبھی انحراف نہ کرتا۔ آپ جب کبھی کسی عاجز و مسکین بے وسیلہ کا وسیلہ بن کر جہانگیر سے سفارش فرماتے تو بادشاہ خوشی سے اس کی حاجت پوری کرتا تھا۔

سیرت و کردار ☆: آپ انتہائی درجہ کے غیور خوددار، باعزم، پرلگن، غریب پرور اور خدا ترس تھے۔ آنے والے سائل کو کبھی مایوس نہیں لوٹایا۔ خدمت خلق اللہ کو عبادت سمجھتے تھے۔ غریبوں مسکینوں میں بیٹھ کر خوش ہوتے اور فرماتے کہ ان میں قبول حق کی زیادہ صلاحیت ہوتی ہے۔ آپ کے پاس ہر وقت حاجت مندوں اور دعا کرانے والوں کا ایک جم غفیر رہتا تھا۔

حکمرانوں اور امراء سے ملنا پسند نہ کرتے تھے۔ اپنے آپ کو ہمیشہ ان سے دور رکھتے تھے۔ ایک روز سلطان خسرو اپنی فتح کی دعا کرانے کی خاطر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جونہی آپ کو اس کی آمد کی خبر ملی تو آپ اپنے حجرے مبارک میں تشریف لے گئے۔ بعد میں لوگوں نے حجرے میں کافی تلاش کیا مگر آپ کسی کو نظر نہیں آئے۔ بالآخر سلطان کافی دیر بیٹھ کر مایوس ہو کر واپس چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد خدام نے کمرے میں جا کر دیکھا تو آپ حجرہ کے اندر ہی موجود تھے۔ آپ نے فرمایا خسرو کو شکست ہوگی اور اس کے لئے سزائے موت تجویز ہوگی۔ آخر یہی ہوا کہ سلطان خسرو کو شکست کے بعد لاہور کے ایک باغ میں پھانسی دے دی گئی۔

آپ کے خلفائے نامدار ☆: آپ کے خلفاء کی تعداد تین سو کے قریب ہے جن میں سے درج ذیل بہت معروف ہوئے۔ حضرت کرم الدین قادری، حضرت عبداللہ قادری، حضرت شاہ بہاول قادری اور افغانستان میں ایک مست حیدر علی شاہ جن کا مزار آزاد قبائلی علاقے میں ہے کے نام دستیاب ہوئے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال گیارہ رجب المرجب ۱۰۲۱ھ بمطابق ۲۸ اگست 1612ء بروز سوموار جہانگیر کے عہد حکومت میں ہوا۔ شہنشاہ جہانگیر کی ہدایت کے مطابق شہزادہ شاہ جہاں نے آپ کے مزار مبارک کی تعمیر کروائی۔ مزار پر انوار۔ جی۔ او۔ آر، نزد چمبہ ہاؤس لین لاہور میں مرجع خاص و عام ہے۔

مزار پر انوار میں جلال اس قدر ہے کہ کوئی شخص دربار شریف یا اس کے متعلقہ حجرے میں سو نہیں سکتا۔ دربار شریف کے خدام ہی آ کر تالا کھول کر صفائی کرتے ہیں اور رات کو دربار شریف بند کر دیتے ہیں۔

لاتعداد لوگ دربار شریف پر حاضری دے کر فیوض و برکات حاصل کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سید شاہ سکندر گیلانی کیتھلی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆ : قطب ربانی، روس الاولیاء، امام الاتقیا، برھان الاصفیاء، متصرف بہ تصرفات، صاحب کشف و کرامات، فخر سادات، نسبت رسولی، حضرت شاہ سکندر کیتھلی قادری رحمتہ اللہ علیہ محبوب الٰہی ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۶ شعبان المعظم ۹۶۳ ہجری بمطابق 26 جون 1556 بروز جمعرات صبح صادق کے وقت عارف اللہ ولی علی الاطلاق بالاتفاق حضرت سید عماد الدین گیلانی قادری کیتھلی رحمتہ اللہ علیہ کے گھر کیتھل شریف ضلع کرنال میں ہوئی۔

آپ غوث الوقت حضرت شاہ کمال شاہ کیتھل قادری گیلانی علیہ الرحمتہ کے پوتے اور حسنی حسینی سید ہیں۔ آپ کا شجرہ نسب چند واسطوں سے حضرت پیران پیر دستگیر سیدنا عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا کر ملتا ہے۔

آپ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ آپ کی ولادت باسعادت سے قبل آدھی رات کو میں نے دیکھا کہ زمین سے لے کر آسمان تک روشنی ہی روشنی ہے چونکہ میں نے اس سے قبل ایسا نورانی منظر کبھی دیکھا نہ تھا اس لیے گھبرا گئی۔ اور بارگاہ الٰہی میں التجا کی۔ اے مولا یہ کیا راز ہے۔ اس راز سے پردہ تو اٹھا، غیب سے ندا آئی۔ یہ روشنی تیرے پیٹ سے پیدا ہونے والے بچے کے دل کا نور ہے، جس کی ولادت ابھی کچھ ہی دیر بعد ہونے والی ہے۔

آپ کی والدہ فرماتی ہیں کہ آپ کی ولادت سے قبل مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی زیارت ہوئی۔ اورانہوں نے مجھے آپ کی پیدائش کا مژدہ سنایا اور مبارکباد بھی دی۔

آپ کی ولادت باسعادت کے بعد جب آپ کے دادا جان حضرت شاہ کمال شاہ کیتھل قادری علیہ الرحمتہ کو دایہ نے مبارک باد دی اور آپ کو ان کی جھولی میں ڈالا تو انہوں نے آپ کا روئے تاباں دیکھتے ہی فرمایا۔ اس کا نام سکندر ہوگا۔ اور یہ بچہ میرا جانشین ہوگا۔ اس کے بعد انہوں نے اپنی انگشت شہادت آپ کے منہ میں دے دی جسے آپ نے چوسنا شروع کر دیا۔ جس سے آپ کا دل انوار الٰہی سے معطر و معمور ہو گیا۔

تربیت و تعلیم ☆ : آپ کی تربیت آپ کے والد گرامی اور دادا بزرگوار کے ہاتھوں ہوئی۔ جب آپ کی عمر عزیز چار برس کی

ہوئی تو آپ کے دادا بزرگوار حصول علم کے لیے آپ کو ایک متجر اور جید عالم دین کے سپرد کر دیا۔ جہاں آپ نے چند روز تحصیل علم فرمائی۔

اسی دوران ایک رات کا واقعہ ہے کہ غیب سے ندا آئی شاہ سکندر تو قرآن کیوں نہیں سیکھتا۔ آپ نے جواب دیا، یا اللہ تو قادر مطلق ہے، مجھے تعلیم فرما، یہ عرض کرنا تھا کہ غیب سے ایک نورانی ہاتھ نمودار ہوا اور اس ہاتھ نے آپ کے سینۂ مبارک سے مس کیا اور قرآنی علوم کا خزانہ آپ کے سینے میں آ گیا اور اسی وقت علوم اسمیہ وغیرہ آپ پر منکشف ہو گئے۔

اس کے بعد سے معاملہ یہ ہوا کہ وقت کے بڑے بڑے علماء اور مشائخ کی ایک جماعت آپ کے گرد جمع رہتی تھی اور آپ کی دعاؤں سے ان کی دینی و دنیاوی آرزوئیں پوری ہوتی تھیں اور بڑے بڑے دقیق مسائل آن واحد میں حل فرما دیتے تھے۔

بیعت وخلافت☆: آپ اپنے عظیم دادا بزرگوار شاہ کیتھل حضرت شاہ کمال کیتھلی قادری گیلانی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بارہ برس کی عمر میں بیعت سے مشرف ہوئے اور بیعت کے فوراً بعد ہی خرقہ خلافت پا کر صاحب ارشاد و مجاز ہوئے۔ آپ کے دادا بزرگوار اور شیخ طریقت نے عطائے خرقہ خلافت کے ساتھ اپنا عصا مبارک بھی آپ کو عطا فرما دیا تھا۔

اور اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد ہی آپ کے پیر و مرشد اور دادا بزرگوار کا وصال با کمال ہو گیا تھا۔ جس کے بعد کیتھل کی روحانی خانقاہ کے وارث و سجادہ آپ ہی مقرر ہوئے۔

سیرت وکردار☆: آپ کا بچپن عصمت وتقویٰ کا بے مثال نمونہ ہے۔ کم سنی میں ہی خرقہ خلافت واجازت ملنے کے بعد طویل عرصہ تک عبادت وریاضت، مجاہدہ وسلوک میں مگن رہے۔

آپ کے مجاہدات سخت ہوتے تھے اس راہ میں آپ نے بہت تکالیف برداشت کیں۔ آپ احکام شرعیہ کے فطری طور پر مقلد تھے۔ کسی بھی حال میں شریعت کے دامن کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔

اسی طرح آپ نے اپنے پاس آنے والوں کی تربیت قلوب اور اصلاح خلق کے کام کو اس خوبی سے انجام دیا کہ سینکڑوں گم کردہ راہ راہ راست پر آ گئے۔ غفلت کے شکار لوگ غفلت سے بیدار ہوئے۔ ظالموں اور سرکشوں کے دلوں میں نرمی آئی۔ حرص وہوا کے پجاری عابد وزاہد و نیک ہو گئے۔ الغرض جو بھی آپ کے دامن سے وابستہ ہوتا وہ آپ کے قالب میں ڈھل کے رہ جاتا اور سینکڑوں طالبان حق آپ کی توجہ سے صاحب ارشاد ہوئے۔

آپ نے اپنی زندگی کا ایک ہی مقصد رکھا کہ خدا سے بھاگے ہوئے خدا کے دروازے پر آ جائیں اور خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے متبع ہو جائیں۔

تذکرہ نگاروں اور مؤرخین نے لکھا ہے کہ آپ اپنے وقت کے سلطان الاوتاد اور سرتاج الاغواث ہوئے ہیں۔ اور آپ کی نگاہ ولایت سے بے شمار لوگ درجۂ مشائخیت کو پہنچے اور تصوف کی دنیا میں موجب افتخار بنے۔

آپ کا طریقہ صبر وشکر، تسلیم ورضا، علم وعمل، حلم وحیاء، جود وسخا، عشق و وفا اور اخلاق واخلاص تھا۔

آپ آسمان معرفت پر مہر وماہ بن کر چمکے۔ آپ کے فیضان وکرم سے ہندوستان گوشہ گوشہ چمکا اور اطراف واکناف آپ کی توجہ

ی سے نگاہ کمال سے جگمگا اٹھے۔

آپ کے دربار میں بڑے بڑے جلیل القدر مشائخ ہزار عقیدت سے سرنیاز خم کرتے تھے۔ اور کسب فیض سے روحانی مراتب حاصل کرتے تھے۔ جو بھی سائل یا طالب حق اخلاص سے آپ کی بارگاہ میں آ گیا وہ قلبی کیفیات کی دولت سے مالا مال ہو گیا۔ آپ کے دم سے فیض کا ایک دریا جاری تھا اور ایک ابر کرم تھا جو کہ سب پر شب و روز اطمینان و سکون برسا رہا تھا۔

آپ نے تمام عمر ارتقاء تقدس، توکل اور استغناء کو اپنائے رکھا۔ دنیاوی جاہ و حشمت کو حقیر سمجھتے تھے۔

تمام عمر احیائے ملت اور ترویج و اشاعت دین کے سلسلہ میں شب و روز کوشاں رہے۔ آپ کی وضع قطع اور روش حضور پیران پیر میر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشابہ رہی۔

سخاوت و فیاضی کا یہ حال تھا کہ جس قدر بھی فتوحات حاصل ہوتیں وہ حاجت مندوں پر خرچ کر دیتے تھے۔

آپ کے قول و فعل میں کوئی تضاد نہ تھا۔ جو زبان ترجمان سے فرماتے وہی دل و دماغ میں ہوتا اور اسی پر عمل بھی کرتے تھے۔

آپ اپنے وقت کے چوٹی کے عالم و فاضل اور پر اثر انداز کے واعظ تھے جب سے مسند ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے تادم آخر پند و نصائح درس و تدریس میں مصروف و مشغول رہے۔

آپ کا وعظ سننے کے لیے بڑے بڑے جلیل القدر مشائخ و علماء فقہا محدثین و متکلمین حلقۂ درس میں شرکت کرتے تھے۔ بڑے بڑے دقیق اور الجھے ہوئے مسائل آپ کی خدمت میں پیش کرتے، جنہیں آپ اس انداز سے سلجھاتے اور سمجھاتے کہ وہ تمام علماء انگشت بدنداں رہ جاتے تھے۔

یہی وجہ تھی کہ آپ کی شہرت بہت جلد اندرون ملک و بیرون ممالک اور بلاد ہند کو پھلانگ کر چار دانگ عالم میں پھیل گئی اور ان ممالک کے لوگ بھی آ کر علوم ظاہریہ و باطنیہ میں آپ سے مستفید ہونے لگے۔ آپ کے سامنے آنے والا کتنا ہی بڑا جید عالم ہوتا مگر آپ کے سامنے اس کی زبان گنگ ہو کے رہ جاتی تھی۔

آپ کے صاحبزادے شاہ محبّ اللہ الیاس قادری فرماتے ہیں کہ آپ حضور غوث الاعظم کی تقلید کرتے ہوئے ہفتے میں تین دن یعنی بروز سوموار، جمعہ اور بدھ کے روز بیان فرماتے تھے اور بیان کا انداز اس قدر دلکش اور آواز اس قدر صاف تھی کہ خشک سے خشک مضمون کو نہایت ہی فصاحت و بلاغت سے ادا فرماتے تھے۔

غرض کہ ہند و پاک کے علاوہ ہفت اقلیم کے لوگ بغرض زیارت و ملاقات آ کر فیض یاب ہوتے۔

اسی طرح آپ کے خلفائے نامدار کے ذریعے بھی مخلوق کو بے حد فیض پہنچا اور ہر طرف توحید پرستی اور رسالت محمدیہ صلی اللہ علیہ و سلم کے چرچے ہونے لگے۔

آپ کے ان خلفاء میں امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی، حضرت شیخ طاہر بندگی اور شیخ السلام بہاروی جیسی نادر روزگار شخصیات آپ ہی کی ارادت و خلافت سے مشرف ہوئے۔

آپ کی علمیت، شخصیت وعظمت اورروحانی سربلندی کااعتراف آپ کے معاصرین ومتاخرین بزرگان دین نے کیا ہے۔

آپ کی ذات والاصفات پر مختلف بزرگان کا اظہار خیال☆: حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی علیہ الرحمۃ نے آپ کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے،

آفتاب کی طرف بے تکلف دیکھ سکتا ہوں، مگر حضرت شاہ سکندر کیتھلی نبیرہ حضرت شاہ کمال کیتھلی کے دل کی طرف غلبہ شعاع انوار کی وجہ سے نہیں دیکھ سکتا کہ رسائی نہیں ہوسکتی۔

حضرت شیخ طاہر بندگی لاہوری قادری فرماتے ہیں:

حضرت شاہ سکندر محبوب الٰہی ان مشاہیر اولیاء اللہ اور صاحب تصرف بزرگوں میں سے ہیں جن کی نظیر متقدمین میں بھی کم ملتی ہے۔

حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم قادری گیلانی فرماتے ہیں☆: حضرت شاہ سکندر قادری سالکوں کے پیشوا عارفوں کے امام اور دنیائے شریعت وطریقت کے نور ماہتاب ہیں، عبادت ومجاہدہ میں آپ کا پایہ بہت بلند ہے۔

حضرت شیخ نظام الدین بلخی تھانیسری چشتی صابری فرماتے ہیں☆: کہ حضرت شاہ سکندر قادری اولیائے وقت میں جتنی فضیلت رکھتے تھے وہ بہت کم دیکھی گئی ہے۔

الغرض تمام تذکرہ نگار اس بات سے متفق ہیں کہ حضرت شاہ سکندر کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ اپنے معاصر اولیائے کاملین میں سرکردہ شخصیت کے حامل اور حامی سنت وشریعت اور ماحیٔ بدعت تھے اور زندگی کے ہر معاملہ میں اپنے جد امجد کے مثیل اور زندگی بھر تندہی اور پابندی کے ساتھ تبلیغ اسلام اور سلسلہ قادریہ کی اشاعت میں مصروف رہے۔

آپ کے خلفائے نامدار☆: یوں تو آپ کے خلفاء کی تعداد بہت زیادہ مگر آپ کے چند معروف خلفاء کے اسمائے گرامی پیش خدمت ہیں جن کے دم قدم سے آپ کے سلسلہ کو وسعت ملی۔

۱)☆ حضرت شاہ گدارحمان عباس (فرزند اول)...... ۲)☆ حضرت شاہ محب اللہ الیاس زہدی (فرزند دوم)...... ۳)☆ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی......۴)☆ حضرت شیخ محمد طاہر بندگی لاہوری......۵)☆ حضرت شیخ نور محمد پٹنی...... ۶)☆ حضرت شیخ محمد اسلام بہاری...... ۷)☆ حضرت میراں شاہ غازی (راجپوتانہ)...... ۸)☆ حضرت ملا عبدالرحمان قادری لاہوری (کوٹلی عبدالرحمٰن قادری لاہور...... ۹)☆ حضرت شاہ محمود عالم لاہوری......۱۰)☆ حضرت ملا حسین لاہوری...... ۱۱)☆ حضرت قاضی صدرالدین لاہوری......۱۲)☆ حضرت ملا ابوالفتح لاہوری......۱۳)☆ حضرت ملا امام الدین لاہوری......۱۴)☆ حضرت شیخ ادریس سامانوی......۱۵)☆ حضرت باوابال پوری...... ۱۶)☆ حضرت حافظ نور جمال قادری علیہم الرحمۃ والغفران والرضوان۔

کشف وکرامات☆: ایک مرتبہ آپ اپنے جد بزرگوار حضرت شاہ کمال کیتھلی علیہ الرحمۃ کے دربار کے احاطے کے باہر ایک اونچے ٹیلے پر مصروف عبادت تھے کہ اچانک چار چور اس طرف آ نکلے انہوں نے آپ سے شہر کی بابت دریافت کیا کہ کس طرف ہے

اور یہاں سے کتنی مسافت پر ہے۔آپ نے ان چاروں کو اپنے دامن میں لے لیا اور ایک ہی نظر سے ان چاروں کو صاحب تصرف صاحب کمال بنادیا۔اورانہیں صاحب ولایت کر کے مختلف مقامات پر مقرر کر دیا۔

کرامت نمبر 2 ☆: آپ کے خلیفہ حضرت شیخ طاہر بندگی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ آپ کی خدمت میں رہ کر چلہ کشی میں مصروف تھا کہ میں نے دیکھا کہ آپ ایک پہاڑ پر تشریف فرما ہیں اور آپ کے اردگرد زر وجواہر کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں اور مخلوق خدا کا ایک اژدھام جمع ہے اور آپ دونوں ہاتھوں سے وہ زر و جواہر لوگوں میں تقسیم فرما رہے ہیں۔مگر عجیب بات یہ بھی دیکھی کہ آپ جس قدر زروجواہر تقسیم فرمارہے تھے وہ ڈھیر بجائے کم ہونے کے بڑھتا جارہا تھا۔

میں مراقبے سے فارغ ہو کر آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔اور یہ واقعہ آپ کے سامنے بیان کرنا چاہتا تھا کہ آپ نے فرمایا۔طاہر جو کچھ تم نے دیکھا ہے یہ اس شفقت بے پایاں کا نتیجہ ہے جو حضرت غوث اعظم محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہم پر ہے۔

وصال با کمال ☆: قبل از وصال آپ نے اپنے دونوں صاحبزادگان حضرت سید شاگدار حمٰن عباس اور حضرت شاہ محبّ اللہ بیاس زہدی علیہم الرحمتہ کو طلب فرمایا، انہیں نصیحتیں کیں اور وہ تبرکات جو آپ کے پاس اپنے خواجگان قادریہ سے سلسلہ بسلسلہ چلے آ رہے تھے اور حضرت شاہ کمال کیتھلی علیہ الرحمتہ نے آپ کو عطا فرمائے تھے وہ دونوں صاحبزادوں کو عنایت فرمائے۔

دوسرے روز بوقت طلوع آفتاب 13 جمادی الاول 1029 ہجری بمطابق 22 جون 1614ء کو آپ کا وصال با کمال ہوا۔

مزار پر انوار کیتھل شریف والد گرامی کے مزار کے قریب ہی ضلع کرنال انڈیا میں مرجع خاص وعام ہے۔جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کا سالانہ عرس مبارک ہر سال 14 جمادی الاول کو آپ کے دربار شریف واقع کیتھل شریف ضلع کرنال انڈیا میں بڑی عقیدت واحترام سے منایا جاتا ہے۔جس میں لاتعداد افراد شرکت کر کے منہ مانگی مرادیں پاتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت شاہ ابوالمعالی قادری لاہوری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: رکن روزگار، قطب ابرار زبدۃ العارفین امام العاشقین، برھان الواصلین، دلیل الکاملین حضرت سیّد شاہ ابوالمعالی قادری رحمتہ اللہ علیہ متصرف بہ تصرفات ولی کامل ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت مورخہ ۱۰ ذی الحج ۹۶۰ھ بمطابق 1552ء بمقام شیر گڑھ ضلع اوکاڑہ میں ہوئی۔ آپ کا سلسلہ نسب اٹھائیس واسطوں سے حضرت موسیٰ المبرقع بن حضرت امام محمد تقی الجوار علیہ السلام سے جا ملتا ہے۔

آپ کے آباؤ اجداد سادات کرمان سے تھے آپ کے دادا کے دادا سیّد فیض اللہ اپنے لڑکے سیّد مبارک کرمانی کو اپنے ہمراہ لے کر کرمان سے ۹۶۷ھ میں ہندوستان آئے اور قصبہ اوچ میں قیام فرمایا۔ اوچ سے سکونت ترک کر کے داؤ درجال میں جو ملتان کے قریب واقع ہے وہاں اقامت گزیں ہوئے۔

آپ کے والد سیّد رحمت اللہ داؤ درجال سے سکونت ترک کر کے ستگھرہ میں رونق افروز ہوئے۔ پھر وہاں سے شیر گڑھ میں مکمل سکونت اختیار کی آپ کا نام نامی اسم گرامی ابوالمعالی ہے آپ شاہ ابوالمعالی کے نام سے مشہور ہیں۔ اسدالدین اور شاہ خیرالدین آپ کے القابات ہیں۔

نوٹ ☆: قادری سلسلہ کے معروف بزرگ حضرت شیخ سید داؤد کرمانی قادری علیہ الرحمۃ آپ کے چچا اور شیخ طریقت ہیں۔

تعلیم و تربیت ☆: آپ کی تعلیم و تربیت آپ کے والد بزرگوار کے سایہ عاطفت میں ہوئی آپ کے والد بزرگوار نے آپ کو علوم ظاہری پڑھائے علوم ظاہری سے فارغ ہو کر آپ کو علم باطنی کا شوق پیدا ہوا آپ کو اویسی طریقہ پر حضرت پیران پیر دستگیر قطب ربانی محبوب سبحانی سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عشق پیدا ہوا اور شہر کو چھوڑ کر جنگل کی راہ لی۔ اور کئی سالوں تک جنگلوں میں پھرتے رہے۔ اس کے بعد ۹۸۰ھ میں آپ دہلی پہنچے۔ قیام دہلی کے دوران آپ کی ایک مجذوب سے سرائے میں ملاقات ہوئی وہ مجذوب آپ کی طرف دیکھ کر مسکرایا اور یہ الفاظ زبان پر لایا کہ آجکل لوگ سلوک طریقت اور حصول دولت کے واسطے بابا شیخ داؤد کرمانی کے در پر جاتے ہیں اور یہ ایسی نعمت کو گھر میں چھوڑ کر باہر جاتے ہیں۔

بیعت وخلافت☆: یہ اشارہ پاتے ہی آپ دہلی سے شیر گڑھ روانہ ہوئے اور شیر گڑھ پہنچ کر آپ اپنے چچا حضرت شیخ داؤد کرمانی قادری رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت شیخ داؤد نے آپ کو دیکھتے ہی فرمایا، معالی آگے آؤ پھر بیان کرو۔ کہ اس مجذوب کو دیکھا کیا کہا اور سنا آپ نے مجذوب سے ملاقات کا سارا واقعہ بیان کر دیا اس کے بعد حضرت شیخ داؤد نے آپ سے فرمایا اے ابوالمعالی تم ہمیشہ میرے پاس رہو تا کہ تمہیں وہ حاصل ہو جو دوسری جگہ سے آدھی عمر میں بھی حاصل نہ ہو سکے اس کے بعد حضرت شیخ داؤد کرمانی قادری علیہ الرحمتہ نے آپ کو بیعت سے نوازا اور خرقہ خلافت عطا فرمایا۔

سیرت وکردار☆: آپ صاحب کشف وکرامات تھے حضرت غوث الاعظم کے سچے عاشق تھے اپنے پیرومرشد سے والہانہ عشق تھا اپنے پیرومرشد کی عنایت والطاف وکرم کا اس طرح اعتراف کرتے ہیں۔

بہ تختِ فقر بنشینم چو حاصل گشت مقصودم　　سلیمانی کنم کنز جان غلام زشیخ داؤدم

ترجمہ☆: میں فقر کے تخت پر بیٹھا ہوں تا کہ مجھے میرا مقصود حاصل ہو جائے سلیمانی کر رہا ہوں کہ میری جان شیخ داؤد کی غلام ہے۔

آپ فنافی الشیخ کے درجہ پر فائز تھے۔ آپ ایک خدارسیدہ بزرگ ہونے کے علاوہ ایک جید عالم بھی تھے آپ نے کئی کتابیں لکھیں۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ ایک بہترین خوشگو شاعر بھی تھے۔

تعلیمات وارشادات☆: آپ اس خیال سے متفق نہیں تھے کہ مرنے کے بعد عشق ومحبت کا تعلق بے کار ہے۔ آپ کے نزدیک ہر حال میں عشق ومحبت جائز ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ نفس کی مخالفت کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔ باوجود نفس کی مخالفت کے محنت وریاضت میں لگا رہنا چاہیے۔ آپ کے نزدیک نفس کی مخالفت نیک فال ہے جس طرح چھت پر زاغ کی آواز مہمان کے آنے کی بشارت ہے۔ اسی طرح نفس کا پکارنا مراد پوری ہونے کی دلیل ہے۔

کشف وکرامات☆: ایک مرتبہ ملا شاہ ایک عالم اور عامل ملا نعمت اللہ کے ہمراہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ وہاں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور آپ کو ایک تسبیح نذر کی۔ تسبیح دیکھ کر ملا نعمت اللہ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ تسبیح اگر آپ مجھے دے دیں تو اس کو آپ کی کرامت سمجھوں گا آپ اس کی بات سے بذریعہ کشف مطلع ہو گئے۔

چنانچہ جب وہ مہمان آپ کے پاس سے رخصت ہونے لگے۔ آپ نے وہ تسبیح ان کو دے دی۔ اور تاکید فرمائی کہ ہر روز سو بار صلوٰۃ پڑھا کریں۔ ملا نعمت اللہ کو ایک دن یہ خیال آیا کہ ان کو جو اعتقاد اور محبت حضرت غوث الاعظم محی الدین حضرت عبدالقادر جیلانی رضی اللہ سے ہے اس کی خبر حضرت غوث الاعظم کو ہوگی یا نہیں۔ اسی رات ملا نعمت اللہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ کسی کام میں پریشان ہیں اور سر سے ننگے ہیں اسی اثناء میں حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ وہاں تشریف لائے اور سفید دستار ان کو عطا فرمائی اور فرمایا کہ اے ملا نعمت اللہ ہم ایسی جگہ اور اس حالت میں تمہارے حال سے خبردار ہیں۔ دوسرے دن حضرت ابوالمعالی نے ملا نعمت اللہ کو طلب کیا جب وہ حاضر ہوئے تو آپ نے ان کو سفید دستار عطا فرمائی اور فرمایا کہ یہ وہی دستار ہے جو تم نے رات کو لی تھی۔ ۱۰۰۱ھ میں آپ اپنے پیرومرشد کے وصال کے بعد 30 برس تک شیر گڑھ کی مسند

کی سجادگی کے فرائض انجام دیتے رہے بعدازاں لاہور تشریف لے آئے۔اور مخلوق کو رشد و ہدایت فرمانے لگے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۰۲۴ھ سولہ ربیع الاول بمطابق 1615ء کو ہوا۔مزار شریف لاہور ریلوے اسٹیشن کے قریب لاہور ہوٹل کے نزدیک مرجع ہر خاص و عام ہے جہاں اہل عقیدت حاضری دیکر منہ مانگی مرادیں پاتے ہیں۔

فقیر راقم الحروف کو بھی بارہا اس دربار کی حاضری کی سعادت حاصل ہے۔

حضرت سید جہدی جمال الدین سلطان پاکھرا قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: ولی ابن ولی، پروردہ آغوش ولایت، شہباز فضائے تجرید، ہمائے آشیانہ تفرید، جلیس مسند حق الیقین، قطب اقلیم حضرت سید جہدی جمال الدین المعروف سلطان پاکھرا قادری رحمتہ اللہ علیہ آفتاب توحید وتفرید ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۹۵۰ء کو حجرہ شاہ مقیم تحصیل دیپالپور ضلع اوکاڑہ میں غوث العالم حضرت میراں لال بہاول شیر قلندر قادری علیہ الرحمتہ کے گھر ہوئی۔

آپ کی ابتدائی تعلیم وتربیت اپنے گھر میں ہی مکمل ہوئی۔ بعد ازاں قابل ترین اساتذہ سے اکتساب فیض کر کے پایہ تکمیل کو پہنچے۔ ظاہری تعلیم کے بعد عبادت وریاضت اور مجاہدے وسلوک ومعرفت میں مشغول ہو گئے۔

بیعت وخلافت ☆: آپ اپنے عظیم والد گرامی غوث العالم حضرت میراں لال بہاول شیر قلندر قادری علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت سے سرفراز ہوئے اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز وصاحب ارشاد ہوئے۔

جھنگ میں ورود مسعود ☆: جب آپ جھنگ میں اس جگہ تشریف لائے جہاں آج کل آپ کا مزار پرانوار ہے تو اس جگہ پر سید ساون بھاکری نامی ایک بزرگ پہلے سے موجود تھے۔ انہوں نے آپ کو دیکھتے ہی قیام کے لئے جگہ دینے سے انکار کر دیا۔ جس پر آپ نے فرمایا کہ میرے مرشد نے مجھے اس جگہ بھیجا ہے لہٰذا میں اسی جگہ قیام کروں گا۔ اس بات پر دونوں میں تنازعہ پیدا ہوا۔

اس وقت ماہنی سیال اس علاقہ پر حکومت کرتے تھے۔ بات ان تک پہنچی۔ سیالوں نے فیصلہ کیا جو درویش کنوئیں پر چٹائی ڈال کر نماز پڑھے گا یہ جگہ اس کی ملکیت ہوگی۔ آپ فوراً آگے بڑھے اور کنوئیں پر چٹائی ڈال کر نماز میں مشغول ہو گئے۔ اس اظہار کرامت پر سید ساون باکھری کہنے لگے یہ کرامت نہیں بلکہ جادوگری ہے۔ اس پر سیالوں نے کہا کہ دونوں بزرگوں کا ایک ایک خلیفہ اس کنوئیں میں ڈالو۔ جو کنوئیں کے نالے سے نکلے گا جو خاصہ دور تھا۔ یہ جگہ اس کو ملے گی۔

چنانچہ ساون بھاکری کا خلیفہ اور آپ کا ایک خلیفہ کنویں میں کود گئے آپ کا خلیفہ کنوئیں کے نالے سے باہر نکل گیا جبکہ ساون بھاکری کا خلیفہ کنوئیں میں ڈوب کر ہلاک ہو گیا یہ دیکھ کر سیالوں نے وہ پورا علاقہ آپ کی ملکیت میں دے دیا۔

حضرت شاہ جیونہ اور دیگر ہم عصر بزرگوں سے باہمی تعلق☆: حضرت شاہ جیونہ کروڑوی اور حضرت شیخ علی سنیال، شیخ نیکو کارہ اور حضرت شیخ جوہڑ بندگی علیہم الرحمتہ جیسے بزرگ آپ کے ہم عصر ہوئے ہیں۔ان تمام بزرگوں بالخصوص حضرت شاہ جیونہ کروڑوی علیہ الرحمتہ اور آپ کے درمیان بہت گہرے مراسم اور دوستی تھی۔آپ جب جھنگ تشریف لائے اور حضرت شاہ جیونہ کو آپ کی آمد کی اطلاع ہوئی تو آپ سے ملاقات کے لئے نکلے تو راستے میں کھیوہ کے قریب حضرت شاہ جیونہ نے قیام کیا اور خشک لکڑی کے ٹکڑے اردگرد زمین میں کھڑے کرا دیئے۔ جو دوسرے دن درختوں کی مانند ہو گئے اور اس جگہ باغ سا بن گیا۔ یہ علاقہ اب بھی شاہ جیونہ باغ کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت شاہ جیونہ دوسرے روز وہاں سے چل کر ملاقات کے لئے آپ کی حدود میں داخل ہوئے تو آپ بھی اپنی خانقاہ سے نکل کر ایک میل باہر کی طرف آئے اور حضرت شاہ جیونہ کروڑوی کا استقبال کیا۔ دونوں بزرگوں کی یہ ملاقات ہی خوشگوار مراسم کا باعث ہوئی۔اس موقع پر حضرت شاہ جیونہ نے اپنا ایک صاحبزادہ تربیت کے لئے آپ کی خدمت میں پیش کیا جو کہ بعد میں آپ کا خاص قابل اعتماد مصاحب بنا۔

سیرت وکردار☆: آپ کی تمام عمر ذکر خدا اور ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں گزری۔پابند شریعت اور طریقت آپ کا شیوہ خاص رہا۔سخاوت آپ کو ورثہ میں ملی تھی۔آنے والے سائل کو مانگنے سے زیادہ عطا فرماتے۔کبھی اپنی سیادت کے زعم میں نہ آتے بلکہ خلق اللہ کی خدمت کو اپنا شعار بنائے رکھا۔رشد وہدایت کا سلسلہ اس قدر زیادہ تھا کہ آپ کی مجلس میں آنے والا زیور تعلیم سے آراستہ ہو کر جاتا۔آپ کی نگاہ ولایت غیر مسلموں پر پڑتی تو وہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاتا تھا۔

آپ نے اپنے اجداد کے طریقہ کے مطابق باہمی اخوت و بھائی چارے کو فروغ دیا۔جس کی وجہ سے جھنگ کا سیال خاندان، جس میں سپرا، خانوادے، دولتانے اور تارڑ وغیرہ شامل ہیں یہ تمام قبائل جوق در جوق آپ کے نہ صرف مرید ہوئے بلکہ ان میں بعض آپ کے نقش قدم پر چل کر کاملین زمانہ ہوئے۔آپ نے تمام عمر مجرد گزاری اس لئے کہ آپ کی کوئی اولاد نہ تھی۔آپ کے لاتعداد خلفاء میں سے جناب حاجی خوشحال نامی بزرگ آپ کے سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ان کے بعد ان کی اولاد ہی مسند سجادگی پر فائز چلی آرہی ہے۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال ۱۰۲۶ھ بمطابق 1617ء کو ہوا۔

مزار پرانوار قصبہ سلطان پاکھرا تحصیل وضلع جھنگ میں مرجع خلائق عام ہے۔ جہاں ۲۷ بھادوں کو آپ کا سالانہ عرس منایا جاتا ہے۔ ہزاروں عقیدت مند ومحبان اولیائے کرام شامل ہو کر آپ کے فیوض وبرکات سے مستفید ہوتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت میاں نتھا عرف نتھے شاہ دیوان قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆ : قطب وحدت، فرد حقیقت، محو و توحید و معرفت، خورشید ولایت، آشنائے رموز کنایت و معرفت، متصرف ولایت شرقی و غربی حضرت میاں نتھا شاہ دیوان قادری رحمتہ اللہ علیہ تاجدار تصوف و متصرف با تصرفات ہیں آپ کی ولادت باسعادت سرہند شریف انڈیا میں ہوئی۔ کسی مکتب مدرسہ یا سکول میں کبھی داخل نہ ہوئے۔ سرہند شریف سے لڑکپن میں لاہور تشریف لا کر مستقل سکونت اختیار کر کے فقراء کی صحبت اختیار کی، آپ انتہائی درجہ کے سادہ اور بے باک فقیر ہوئے ہیں۔

بیعت و خلافت ☆ : سرہند شریف سے جب لاہور تشریف لائے تو حضرت میاں میر قادری علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ اور تمام عمر عبادت و ریاضت اور مرشد کامل کی خدمت میں گزار دی۔ بڑے بڑے سخت مجاہدے کئے۔ ہمہ وقت استغراق کی کیفیت آپ پر طاری رہتی، بے خودی کا غلبہ اس قدر کہ دنیا و مافیہا کی خبر نہ رہتی تھی۔

مورخین نے لکھا ہے کہ آپ کے انہاک کا عالم یہ تھا کہ اکثر اوقات کسی بلند دیوار پر مربع بیٹھ کر کئی کئی دن گزار دیتے تھے۔ بعض اوقات قبرستان یا کسی جگہ یا ویرانے میں چلے جاتے اور کسی قبر کے سرہانے بیٹھ جاتے۔ بالآخر آپ کے پیر و مرشد کسی کو بھیج کر بلواتے کہ جاؤ میاں نتھا کو بلا لاؤ کہ اس نے کئی روز سے کچھ کھایا ہی نہیں۔ آپ کے پیر و مرشد حضرت میاں میر قادری لاہوری علیہ الرحمتہ کسی مرید کو ماسوائے میاں نتھا کے رات کو سوتے وقت اپنے پاس نہ رکھتے تھے۔ حضرت میاں میر قادری لاہوری علیہ الرحمتہ نے آپ کو خرقہ خلافت سے نواز کر صاحب ارشاد کیا۔

آپ کے بلند مرتبہ و مقام کی عقدہ کشائی ☆ : ایک دفعہ ایک بزرگ آپ کی عبادت و ریاضت کا حال سن کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اُن سے پوچھا تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟ انہوں نے کہا میں جونپور انڈیا سے آپ کی زیارت و ملاقات کے لئے آیا ہوں۔ اور چاہتا ہوں کہ آپ کے نام و نسب سے آگاہی حاصل کروں۔

آپ نے فرمایا کہ میرا نام میاں نتھا ہے۔ قوم کا پراچہ گنجد کش ہوں اور حضرت میاں میر قادری کا کمترین خادم ہوں۔ میرا حال یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے عالم جبروت و ملکوت و لاہوت کی کنجیاں مجھے عطا کر دی ہیں۔ میں جس وقت چاہتا ہوں عالم ملکوت و عالم جبروت و

عالم لاہوت کا دروازہ کھول کر داخل ہو جاتا ہوں۔

شہزادہ دارالشکوہ کا آپ کے بارے میں انکشاف ☆ : شہزادہ محمد دارالشکوہ اپنی معروف کتاب "سکینۃ الاولیاء" میں آپ کے بارے میں رقم طراز ہیں کہ نباتات و جمادات تک آپ سے ہم کلام ہوتے تھے۔ایک روز آپ جنگل سے گزر رہے تھے کہ ایک درخت سے آواز آئی کہ اگر قلعی کو میرے پتوں سے ملا کر آگ دیں تو چاندی بن جائے گی۔آپ نے اس آواز کا کوئی جواب نہ دیا۔جب آگے گئے تو ایک درخت سے آواز آئی کہ اگر میری تھوڑی سی لکڑی کو تانبے کے ساتھ ملا کر آگ دیں تو خالص سونا بن جائے۔آپ نے اس کا بھی کوئی جواب نہیں دیا۔اور آگے کی جانب بڑھ گئے۔

پھر ایک گنبد کے نیچے ستانے کے لئے بیٹھ گئے۔تھوڑی دیر کے بعد جب باہر نکلنا چاہا تو آواز آئی ذرا رک جایئے۔آپ نے پوچھا تم کون ہو؟ آواز آئی میں گنبد ہوں جس کے نیچے آپ بیٹھے ہیں۔آپ کو روکنے کی وجہ یہ ہے کہ بارش ہونے والی ہے۔آپ باہر جائیں گے تو آپ کو تکلیف ہوگی۔یہ گفتگو جاری تھی کہ بارش کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

مرشد کے سامنے کرامت کا اظہار ☆ : ایک روز آپ اپنے مرشد کے ساتھ حجرے کے باہر دیوار کے سائے میں تشریف فرما تھے کہ اچانک بارش آ گئی اور ساتھ ہی تیز ہوا چلنے لگی۔آپ کے پیرومرشد حضرت میاں میر نے فرمایا اب تو یہاں سے اُٹھنا ہی پڑے گا۔آپ نے بڑے ہی ادب سے عرض کیا حضور اگر فرمائیں تو ہوا اور بارش کو آپس میں ٹکرا دوں۔جس سے بادل چھٹ جائے گا۔یہ سن کر آپ کے مرشد برہم ہوئے اور فرمایا بھلا حجرے میں بیٹھنے سے کیا نقصان ہے۔ہمیں اللہ تعالیٰ کے کاموں میں دخل نہ دینا چاہئے۔

میاں کہاں رہتے ہو ☆ : ایک دن آپ کے مرشد کامل حضرت میاں میر قادری لاہور علیہ الرحمتہ نے آپ سے پوچھا میاں نتھا کافی دن ہوئے کہ ملاقات نہیں ہوئی۔اب کہاں رہتے ہو۔آپ نے عرض کی حضور اچھرہ کے باغ میں مشغول رہتا تھا۔مگر اس باغ کے درخت اللہ تعالیٰ کی تسبیح سبحان اللہ والحمد للہ پڑھتے رہتے ہیں۔ان کے شور وذکر سے میرے معمولات میں فرق آتا ہے۔لہٰذا اب خلیفہ جنید کے محلہ کے ایک کونے میں مشغول رہتا ہوں۔یہ سن کر آپ کے پیرومرشد حضرت میاں میر نے تبسم کر کے فرمایا دیکھو یہ تیلی کا بچہ کہاں تک پہنچا ہے اور یہ کیا کہتا ہے۔

چوہا زندہ ہو گیا ☆ : شہزادہ دارالشکوہ اپنی کتاب سکینۃ الاولیاء میں رقم طراز ہیں کہ ایک مرتبہ آپ سڑک کے کنارے کنارے تشریف لے جا رہے تھے۔آپ نے دیکھا کہ ایک چوہا جو مرنے کے بعد بالکل گل سڑ گیا تھا۔وہ ایسا متعفن اور بوسیدہ تھا کہ اس کا چمڑا بھی گل گیا تھا۔آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا کہ یہاں کیوں پڑا ہے اٹھ اور یہاں سے چلا جا۔اتنا سنتے ہی چوہا زندہ ہو گیا اور وہاں سے چلا گیا۔

وصال باکمال ☆ : آپ کا وصال باکمال ۱۰۲۷ھ بمطابق 1618ء کو ہوا خواجہ بہاری فرماتے ہیں کہ جس روز آپ کا وصال ہوا۔اس دن آپ کی طبیعت معمولی سی خراب تھی۔تمام دن اپنے مرشد کے دروازے کے سامنے چارپائی پر بیٹھے مشاہدہ جمال حق میں مستغرق رہے۔

اسی کیفیت میں جب کافی دیر گزر گئی تو مرشد کامل حضرت میاں میر نے خدام سے فرمایا ذرا اٹھ کر دیکھو تو سہی میاں نتھا زندہ ہے بھی یا نہیں؟

خواجہ بہاری فرماتے ہیں کہ میں نے قریب جا کر ان کو ہلایا مگر ان کا وصال باکمال ہو چکا تھا۔ پھر مرشد کامل نے مریدین کو تدفین کا حکم دیا۔

جناب شیخ عبدالغنی فرماتے ہیں کہ جب آپ کا جنازہ اٹھا تو حضرت میاں میر قادری نے مجھ سے فرمایا ہمارے آگے آگے چلو۔ میں نے دیکھا کہ حضرت کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اور فرما رہے تھے کہ ہمارے گھر کا فقر میاں نتھا لے گیا۔ اس کے بعد حضرت نے دفن کے وقت فرمایا کہ ہماری وفات کے بعد ہمیں میاں نتھا کے پاس دفن کرنا۔

مفتی غلام سرور قادری لاہوری نے قطعہ تاریخ وصال لکھی ہے۔

حضرت نتھا کہ ولی خدا است
عارف حق واقفِ علم الیقین
عاشق مستانہ بجو رحلتش
نیز از محبوب بہشت بریں

۱۰۲۷ھ

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت شیخ عیسیٰ جنداللہ قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: مسیح الاولیاء، باریافتہ مجالسِ اُنس، غریق دردریائے وحدت ومعرفت، مشعلہ دار شبستان طریقت حضرت شیخ عیسیٰ جنداللہ قادری رحمتہ اللہ علیہ قدوۂ ابرار روزگار ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۵ ذوالحجہ بروز یک شنبہ ۹۶۲ھ بمطابق ۱۵۵۴ء حضرت شیخ قاسم کے گھر ایلچ پور نزد سیہون صوبہ سندھ میں ہوئی۔

آپ کے اباؤاجداد قصبہ بات جو تعلقہ سیون کا قصبہ ہے۔ یہ قصبہ آپ کے آباؤاجداد نے آباد کیا تھا، آپ نے اپنا سلسلہ نسب اپنی تصنیف عین المعانی میں اس طرح لکھا ہے، عیسیٰ بن شیخ قاسم بن رکن الدین بن معروف بن شہاب الدین المعروف الشہابی الجندی السندی الہندی۔

۹۵۰ھ بمطابق ۱۵۴۳ء میں جب ہمایوں کے سندھ میں آنے کی شورش وبدامنی پھیلی تو سندھ کے بہت سے علماء اور صوفیا کے گھرانے ترک وطن کر کے مختلف ممالک میں جا کر آباد ہوئے، انہیں ہجرت کرنے والوں میں حضرت شیخ عیسیٰ جنداللہ کے والد ماجد حضرت شیخ قاسم اور آپ کے تایا حضرت شیخ محمد طاہر محدث علیہ الرحمۃ اپنے خاندان کے افراد کے ساتھ ہجرت کر کے پہلے احمد آباد انڈیا تشریف لائے، اور انہوں نے اُسی زمانے میں حضرت شیخ محمد غوث گوالیاری سے بیعت اختیار کی بعدازاں چودہ خانوادہ میں خرقہ خلافت حاصل کر کے سرفراز ہوئے۔

پھر اپنے مرشد کی اجازت سے اپنے خاندان سمیت ''برّار'' تشریف لائے، اس زمانے میں ''برار'' کا حاکم تفال خان تھا، جو اِن بزرگوں سے بڑی عقیدت ومحبت سے پیش آیا، یہ بزرگ بھی اس کی عقیدت ومحبت اور خلوص سے متاثر ہو کر ایلچ پور میں مقیم ہو کر زندگی گزارنے لگے، اور تقریباً ۳۲ سال تک وہیں مقیم رہ کر علم وعرفان کی دولت اہل عقیدت ومحبت میں تقسیم کرتے رہے۔

تعلیم وتربیت ☆: آپ نے ۹ برس کی عمر عزیز میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا۔ حفظ قرآن کے بعد آپ نے علوم متداولہ کی طرف توجہ فرمائی اس سلسلہ میں اپنے چچا بزرگوار محمد طاہر محدث سے فقہ، حدیث، تجوید اور دوسرے علوم وفنون کی تعلیم حاصل کی۔

اس کے بعد مزید تعلیمی ذوق وشوق کو پورا کرنے کے لئے حضرت علامہ شیخ محمد یوسف کے درس میں داخل ہوکر اپنے ذوق کی تکمیل کرتے رہے، اس کے بعد مزید علم حاصل کرنے کے لئے آگرہ میں حضرت قاضی جلال الدین ملتانی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں رہ کر اکتساب فیض کرتے رہے۔

ابھی آپ آگرہ میں ہی مقیم تھے کہ آپ اُستاد و چچا حضرت محمد طاہر محدث کا خط ملا، جس میں تحریر تھا کہ حکیم عثمان بوبکانی جوعلم و فضل کی وجہ سے یگانہ روزگار ہیں، وہ آج کل برہان پور آئے ہوئے ہیں شاید تم اس چشمہ علم وفضل سے زیادہ سکون حاصل کرسکو، یہ خط ملتے ہی آپ برہان پور چلے آئے اور حکیم بوبکانی کے درس میں داخل ہو گئے، ظاہری علوم میں اس قدر جستجو اور فضل وکمال کے باوجود آپ کے دل میں ایک نئی لگن پیدا ہوگئی کہ تمام علوم اپنی جگہ مگر اس کو آگے پھیلانے کے لئے اور روحانی تسکین حاصل کرنے کے لئے مرشد کامل کا ہونا بہت ضروری ہے۔

تلاش مرشد☆: ایک دن آپ برہان پور کے چوک میں اتفاقاً ایک دکان پر تشریف فرما تھے کہ اُدھر سے سلسلہ عالیہ قادریہ کے صوفی بزرگ عارف کامل حضرت شیخ شکر محمد عارف اور اُن کے ماموں گزرے، آپ کو دکان پر بیٹھا ہوا دیکھ کر حضرت شیخ شکر محمد عارف قادری علیہ الرحمۃ نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟

لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت شیخ محمد طاہر محدث کے بھتیجے ہیں۔ اور ان کا نام شیخ عیسیٰ ہے، حضرت شیخ لشکر محمد عارف قادری علیہ الرحمۃ نے آپ سے مخاطب ہو کر فرمایا میاں تم تو ہمارے ہو، ہمارے پاس کیوں نہیں آتے، حضرت شیخ شکر محمد عارف قادری علیہ الرحمۃ نے اتنا فرمایا اور آگے اپنی منزل کی جانب تشریف لے گئے۔

اس واقعہ کے چند دن بعد آپ حضرت شیخ شکر محمد عارف قادری علیہ الرحمۃ کی خدمت میں پہنچے اور ایک ہی ملاقات میں محسوس کرلیا کہ جس مردحق آگاہ کی مجھے تلاش تھی وہ حضرت شیخ محمد عارف علیہ الرحمۃ ہیں۔

بیعت وخلافت☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت شیخ لشکر محمد عارف قادری علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے، بعدازاں اُنہی سے خرقۂ خلافت پا کر سرفراز وممتاز ہو کر صاحب ارشاد ہوئے۔

ریاضت ومجاہدہ☆: آپ کے مرید خاص وخلیفہ مجاز حضرت شیخ برہان الدین راز الٰہی علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ حضرت شیخ لشکر محمد عارف علیہ الرحمۃ کے ارشاد پر آپ نے دریائے تاپتی کے کنارے ایک چلہ کھینچا، چالیس روز تک یہ کیفیت تھی کہ اگر غیب سے کھانے کا کوئی سامان ہوگیا تو اس سے ورنہ نیم کے پتوں سے افطار کرتے اور فرمایا کرتے تھے کہ نیم کے پتے اس وقت کڑوے نہیں بلکہ میٹھے معلوم ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ بھی آپ مختلف ریاضتوں اور مجاہدوں میں مشغول رہے۔

ایک دفعہ آپ کے مرشد حضرت شیخ لشکر محمد عارف علیہ الرحمۃ کے مکان کی تعمیر کا کام شروع ہو رہا تھا۔ زمین کو ہموار کرنے کے لئے اُن کے مرید مٹی کی ٹوکریاں بھر بھر کر گڑھے میں ڈال رہے تھے، ایسے میں آپ بھی پہنچ گئے اور کام میں شریک ہو گئے کثرت ریاضت ومجاہدہ کی بنا پر اس قدر کمزوری لاحق ہوگئی تھی کہ آپ مٹی کی ٹوکری اٹھا کر لارہے تھے کہ راستے میں گر پڑے۔ یہ دیکھ کر آپ

کے مرشد کامل نے دوڑ کر آپ کو اٹھایا۔ اور نہایت شفقت سے فرمایا کہ میاں تم جواہر خمسہ پڑھو اور دوسری ریاضتیں اور مجاہدے کرو۔ تمہارا کام یہ نہیں ہے، پھر آہستہ سے آپ کے کان میں فرمایا

آفریں باد کار طالبان حق چنیں است

سیرت و کردار☆: آپ شریعت وطریقت کے پابند اور صلوم وصلوٰۃ عبادت و ریاضت میں یکتائے زمانہ تھے، توکل و استغنا کا یہ عالم تھا کہ اُس زمانے جب کہ آپ آگرہ تشریف لے گئے تو راستے میں آپ کا قیام اُجین نامی بستی میں حضرت شیخ عبدالکریم ابن شیخ عیسیٰ کی خانقاہ میں ہوا۔

اتفاق سے اس وقت مالوہ کا حاکم بھی اپنے مصاحبین کے ہمراہ اُجین ہی میں ٹھہرا ہوا تھا۔ اس موقع پر اوجین کے شیوخ نے چاہا کہ آپ کی ملاقات حاکم مالوہ سے کرائیں تا کہ آپ کو کچھ فائدہ دنیاوی پہنچے۔ لیکن آپ نے حاکم مالوہ سے ملاقات کو پسند نہیں فرمایا۔ اور سیدھے اپنی منزل کو تشریف لے گئے۔

مریدین کی تعلیم وتربیت میں ہمیشہ شفقت کو پیش نظر رکھتے اور حالات کے مطابق نصائح کو تمثیلات کے رنگ میں اس طرح پیش فرماتے کہ وہ سننے والے کے آئینہ قلب پر منقش ہو جاتی تھی۔ ابتدائے سلوک میں مرید کو فنافی الشیخ کی تعلیم فرماتے تھے۔

اپنے مرید خاص شیخ برہان الدین علیہ الرحمۃ کو تاکید فرمائی تھی کہ اپنے مرشد کا تصور اس طرح غالب رکھو، جب کسی سے ملاقات کا اتفاق ہو تو خواہ وہ مشائخ کی وضع قطع میں ہو یا قلندروں کے لباس میں تمہیں سمجھنا چاہیے کہ میرا پیر بیٹھا ہے، فرمایا کہ مرشد کا وجود بھی مرید اور خدا کے درمیان ایک واسطہ ہے۔ اگر مرشد کا وجود درمیان میں نہ ہو تو جمال الٰہی کی تجلی مرید کو نظر نہیں آسکتی۔

محفل سماع سے آپ کو رغبت تھی، باوجود اس کے سماع کے مخالفین کو برا نہ جانتے تھے، آپ کی مجالس میں سماع کے آداب کو بڑی اہمیت دی جاتی تھی۔

ایک دفعہ آپ کی خانقاہ میں مجلس سماع ہو رہی تھی۔ مرتاض صوفیاء کا اجتماع تھا۔ اتفاقاً مُلا مجیب علی سندھی بھی ادھر آ نکلے اور سماع میں شریک ہو گئے، مگر انہوں نے سماع کے آداب کا خیال نہ رکھتے ہوئے اپنے قریب بیٹھے ہوئے ساتھی سے باتیں کرنے لگے۔

اُن کا یہ طرز عمل آداب محفل سماع کے خلاف تھا۔ اور سامعین کے لئے ناگوار تھا۔ آپ نے اُسے محسوس فرما کر مُلا مجیب علی سے مخاطب ہو کر نہایت شفقت سے فرمایا **السماع الصلوٰۃ**

اسی طرح درس وتدریس آپ کا خاص مشغلہ تھا۔ آپ کے درس میں ایک خاص جاذبیت اور کشش تھی کہ علماء وطلباء اور اہل ذوق وشوق دور دور سے آکر شریک ہو کر درس سے استفادہ کرتے تھے۔

آپ کی تعلیم کی خصوصیت یہ تھی کہ درس کے معنیٰ وغوامض کو آپ ایسے سہل اور دلنشین پیرایہ میں بیان فرماتے کہ سامعین اور طلباء اس میں خاص لطف محسوس کرتے تھے۔

آپ کی علمی وقلمی خدمات☆: آپ نے فارسی وعربی میں تصانیف کا بیش بہا ذخیرہ چھوڑا جو علمی دنیا میں خاص اہمیت

رکھتا ہے، آپ کی چند کتابوں کی تفصیل و نام حسب ذیل ہے۔

روضۃ الحسنیٰ شرح اسمائے الٰہی، (۲) عین المعانی شرح اسمائے الٰہی (۳) تفسیر نورالاسرار (۴) رسالہ حواس پنجگانہ (۵) حاشیہ براشارہ غریبہ کتاب انسان کامل مصنفہ شیخ عبدالکریم الجیلی (۶) شرح قصیدہ بردہ شریف فارسی شرح، (۷) رسالہ قبلۃ المذاہب الاربعہ مع اشارات اہل تصوف (۸ں حاشیہ برشرح ضیائیہ مصنفہ مولانا جامی (۹) فتح محمدی در علوم مایتعلق بہ التفسیر (۱۰) تیمم شرح مائۃ عامل (۱۱) رسالہ عقود (۱۲) دُورُباعی کی دُوشرح (۱۳) ترجمہ اسرارالوحی۔

اولاد و امجاد☆: خداوند عالم نے آپ کو چار صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں عطا فرمائیں۔ صاحبزادگان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔ شیخ عبدالستار، شیخ فتح محمد، شیخ طٰہٰ، شیخ ہاشم علیہم الرحمۃ

آپ کے خلفائے نامدار☆: یوں تو آپ کے لاتعداد خلفاء ہوئے صرف چند ایک اسمائے گرامی پیش خدمت ہیں، جن کے وجود سے آپ کا فیضان دور دراز تک پھیلا۔ ان میں سے بعض خلفا کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

حضرت شیخ عبدالعزیز قادری لاہوری، حضرت شیخ محمد صدیق قادری کابلی، حضرت شیخ عبدالقدوس قادری، حضرت شیخ فرید قادری بن عبدالحکیم، حضرت نورالایمان قادری، حضرت شیخ محمد سندھی قادری، حضرت شیخ حاجی نعمت اللہ قادری، حضرت شیخ برہان الدین رازالٰہی قادری، حضرت شیخ اسماعیل فرحی قادری، حضرت شیخ سید قاسم شاہ قادری علیہم الرحمۃ والرضوان۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال ۱۴ شوال ۱۰۳۱ھ بمطابق ۱۶۲۱ء کو ہوا۔ مزار پُرانوار بُرہان پور محلّہ سندھی پورہ انڈیا میں مرجع خاص و عام ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت شیخ بہلول قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف☆ : سلسلہ عالیہ قادریہ کے عظیم مبلغ، فقہ حنفی کے ترجمان، ولی مادرزاد، عارف باللہ، مالک مقام فنافی اللہ، آئینہ جلال و جمال حقانی، حضرت شیخ بہلول قادری المعروف شاہ بہلول دریائی قادری رحمتہ اللہ علیہ قطب آسمان ولایت ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۹۲۰ھ بمطابق 1514ء کو قصبہ لالیاں دریائے چناب کے کنارے پرانا گاؤں اور آج کل موضع بھلوال کے نام سے مشہور اور پنڈی بھٹیاں کے نزدیک ضلع گوجرانوالہ میں قوم راجپوتاں کی ایک شاخ سپرا قبیلہ کے بزرگ جناب تانی یا تینی کے نام سے معروف تھے اصل نام معلوم نہ ہوسکا کے گھر ہوئی۔ آپ کے آباؤ اجداد شروع سے زمیندار کھیتی باڑی کرتے آئے اور اسی پر ان کی گزر بسر تھی۔ آپ کا بچپن دیگر بچوں سے مختلف تھا بچپن کے زمانے سے ہی خرق عادات (یعنی کرامات) کے واقعات ظہور پذیر ہونے لگے۔ جب آپ کی عمر عزیز پانچ برس کی ہوئی تو والدین نے آپ کو دینی تعلیم کے حصول کیلئے ایک دینی مدرسہ میں داخل کرا دیا۔ مگر مدرسہ میں عجیب وغریب واقعات ظہور پذیر ہونے لگے کہ استاد آپ کو جو سبق پڑھاتے آپ اس سے اگلا سبق سنا دیتے۔ آپ کے استاد نے جب یہ کیفیت دیکھی تو آپ کے والد گرامی کو بلا کر اصل صورت حال سے آگاہ کیا اور کہنے لگے کہ آپ کا بیٹا بہلول اس کتابی اور ظاہری علم کی دنیا سے کہیں آگے چلا گیا ہے۔ لہٰذا اسے کسی درویش کی خدمت میں پیش کرو۔

چنانچہ آپ مدرسہ سے فارغ ہو کر چند برس تک یونہی پھرتے رہے۔ جب آپ کی عمر بیس برس کی ہوئی تو آپ کے والدین نے اپنی دلی خواہش کے مطابق آپ کی شادی اپنے قبیلہ کی ایک عورت سے کرنے کا پروگرام بنایا تو آپ نے والدین کے حکم اور خواہش اور سنت نبویہ کے احترام میں اس کو قبول کیا۔ اللہ کریم نے آپ کو دو فرزند عطا کئے ایک کا نام محمد علی اور دوسرے کا نام ولی محمد عطا فرمائے۔

سیر وسیاحت وزیارات مقامات مقدسہ☆ : جب آپ کی عمر تیس برس کی ہوئی تو آپ اپنے والدین سے حرمین شریفین کی زیارت کی اجازت لے کر گھر سے پیدل سیاحت کے لئے نکل پڑے اور سب سے پہلے نجف اشرف میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے مزار پرانوار پر حاضر ہو کر تین ماہ تک چلہ کش رہے اور مزار شریف کی جاروب کشی فرماتے رہے۔ نجف اشرف میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حکم سے آپ کربلائے معلیٰ تشریف لائے اور سید الشہداء حضرت امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کے مزار پرانوار پر تین ماہ تک معتکف رہے اور ان کے روحانی فیوض و برکات سے جھولیاں بھر کر وہاں سے حج بیت اللہ شریف کے لئے نکلے اور حرم کعبہ پہنچ کر حج بیت اللہ ادا کیا حج سے فارغ ہو کر مدینہ شریف پہنچے اور سرکار مدینہ علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضری دی۔ اور پندرہ روز کا اعتکاف کر کے وہاں کی جاروب کشی کی سعادت حاصل کی۔ قیام مدینہ منورہ کے دوران آپ جنت البقیع میں تشریف لے

گئے۔ وہاں سیدنا امام حسن علیہ السلام اور سیدنا فاطمۃ الزہرہ سلام علیہا حضرت سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام حضرت سیدنا امام باقر علیہ السلام اور حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ علیہم اجمعین کے مزارات پر حاضری دی۔ اس کے بعد آپ وہاں سے روانہ ہو کر عازم بغداد شریف ہوئے اور وہاں پر حضرت پیران پیر دستگیر غوث الصمدانی محبوب سبحانی قطب ربانی السید نا الشیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی الحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پرانوار پر حاضر ہو کر ایک سال تک عبادت و ریاضت میں مصروف رہے۔ بغداد شریف میں آپ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پرانوار پر بھی حاضر ہوئے۔

جب آپ حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر حاضر ہوئے تو اس حاضری کے دوران ایک رات خواب میں حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت سے مشرف ہوئے تو حضرت امام نے فرمایا اے شیخ بہلول فلاں فلاں جگہ غار میں ایک مجذوب رہتا ہے تم اس کے پاس جا کر قادریہ سلسلہ میں اپنا حصہ لے لو۔ آپ خوشی خوشی اس جگہ پہنچے تو کیا دیکھا وہاں ایک بزرگ مراقبہ میں ہیں اور ان کے اردگرد چند خدام موجود ہیں۔ آپ نے خدام سے ان بزرگ مجذوب کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ یہ بزرگ دن میں ایک بار مراقبہ سے سر اٹھاتے ہیں جس دن جلال کی کیفیت طاری ہوتی ہے اس وقت جو بھی سامنے آجائے جل کر خاک ہو جاتا ہے۔ اور جس روز آپ پر جمال کی کیفیت طاری ہوتی ہے اس وقت جو بھی سامنے آجائے وہ قطب وقت ہو جاتا ہے۔ آپ ایک روز وہاں قیام پذیر رہے اور دوسرے دن جب بزرگ مراقبے سے فارغ ہوئے اور انہوں نے سر اٹھایا تو آپ ان کے سامنے موجود تھے بس ان کی نظر پڑتی گئی آپ پر مقامات قطبیت کھلتے گئے۔ ان بزرگ مجذوب کو وہاں کے لوگ مرد حق کے نام سے پکارتے تھے۔ وہاں سے فارغ ہو کر آپ مشہد تشریف لائے اور حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے مزار پرانوار پر کچھ دن معتکف ہوئے وہاں سے آپ کو خوشخبری ملی کہ اپنے وطن ہندوستان چلے جاؤ اور کوہستان پنج شیر (علاقہ راولپنڈی) میں ایک صاحب جلال و جمال بزرگ تمہارے منتظر بیٹھے ہیں۔ جاؤ اور ان کے دست حق پرست پر بیعت اختیار کرو۔

بیعت و خلافت ☆ : آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت سید عبدالطیف شاہ کاظمی المشہدی قادری علیہ الرحمۃ المعروف بری امام کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور کچھ عرصہ میں قیام پذیر رہ کر مرشد کامل سے خرقہ خلافت قادریہ پا کر سرفراز و ممتاز ہوئے۔

مرشد کے حکم سے لاہور کی جانب روانگی ☆ : ایک مرتبہ اپنے مرشد کامل حضرت شاہ عبدالطیف المعروف بری امام سرکار علیہ الرحمۃ کی خدمت میں مصروف تھے کہ مرشد کامل نے حکم دیا کہ حسین نامی ایک لڑکا لاہور میں زیر تعلیم ہے اس کی پرورش اور دستگیری کرو۔

مرشد کامل کا فرمان سن کر آپ نے نور پور شاہاں ضلع اسلام آباد سے چل کر لاہور سے ٹکسالی دروازے کے قریب ایک چھوٹی سی مسجد میں تشریف لے گئے تو وہاں پر حضرت حافظ ابوبکر علیہ الرحمۃ بچوں کو قرآن پڑھانے میں مصروف تھے۔ آپ کو دیکھ کر حافظ ابوبکر فوراً کھڑے ہو گئے اور بڑے ہی تپاک سے آپ کا استقبال کیا اور آپ کو اپنے ساتھ بٹھا لیا۔ آپ نے ان کے پاس پڑھنے والے بچوں پر

ایک نظر ماری تو ان میں سے ایک طرف اشارہ کر کے حافظ ابو بکر سے پوچھا کہ اس بچے کا نام کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا حضرت اس کا نام حسین ہے۔ اور یہ بچہ ساتواں پارہ حفظ کر چکا ہے اور آٹھواں شروع کر رکھا ہے۔

یہ سن کر آپ نے حافظ ابو بکر سے فرمایا کہ حسین سے کہو کہ دریا سے میرے وضو کے لئے پانی بھر لائے۔ استاد نے حکم دیا وہ پانی بھرنے چلے گئے جب پانی لے کر واپس پہنچے تو حضرت شیخ بہلول دریائی علیہ الرحمتہ نے فرمایا کہ بیٹا مجھے وضو کراؤ۔ جب وضو کر کے فارغ ہوئے تو لوٹے میں جو پانی بچا تھا وہ آپ نے حسین کو پلا دیا۔ اس کے بعد نماز پڑھی اور نماز کے بعد حافظ ابو بکر سے پوچھا کہ آج رمضان کا چاند ہونے والا ہے آپ کی اس مسجد میں نماز تراویح کون پڑھائے گا؟ جواب میں حافظ ابو بکر نے عرض کیا حضرت میں خود ایک عرصہ سے اس مسجد میں تراویح پڑھاتا ہوں اس مرتبہ بھی میرا ہی ارادہ ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں اس مرتبہ اس مسجد میں نماز تراویح حسین پڑھائے گا۔ حافظ ابو بکر یہ سن کر خاموش ہو گئے اور کہنے لگے جیسا آپ کا حکم۔

چنانچہ حسین نے رات کو منزل پڑھی اور اسی طرح چھٹی تراویح تک انہوں نے اپنی زبانی یاد کی ہوئی منزل کے سات سپارے سنا دیئے تو حضرت حافظ ابو بکر نے عرض کیا حضور حسین نے جو منزل یاد کی تھی وہ تو مکمل ہو گئی اب کل سے کون سنائے گا؟

حافظ ابو بکر کی یہ بات سن کر آپ نے حسین کو بلایا اور فرمایا بیٹے آج تک تم نے یاد کیا ہوا سبق سنایا تھا اب کل سے قرآن پاک کا وہ حصہ سناؤ گے جو آپ نے ابھی یاد نہیں کیا۔ حضرت حسین اور حافظ ابو بکر دونوں استاد شاگرد یہ سن کر حیران ہوئے لیکن آپ کے سامنے بولنے کی مجال نہ تھی۔

اگلی رات جب نماز تراویح کا وقت آیا تو تمام نمازی اور حافظ ابو بکر صاحب حیران تھے کہ حضرت حسین نے آٹھواں پارہ پھر اس کے بعد اگلی رات نواں پارہ حتیٰ کہ پورا قرآن مکمل سنا دیا۔ اس پورے ماہ میں حضرت حسین نماز تراویح پڑھاتے اور حضرت بہلول دریائی علیہ الرحمتہ سامع ہوتے۔

ختم قرآن پاک کے موقع پر آپ کے سر پر حضرت شاہ شیخ بہلول نے خود دستار فضیلت باندھی اور سلسلہ عالیہ قادریہ میں آپ کو بیعت فرما کر ارشاد فرمایا کہ میں اب اپنے وطن جھنگ جا رہا ہوں۔ میرے بعد حضرت داتا گنج بخش کی حاضری کو لازمی قرار دینا تاکہ باقی منازل سلوک طے ہو جائیں۔ یہ حسین نامی نوجوان جو پہلے حافظ قرآن آپ کی نگاہ ولایت سے بنے پھر یہی حافظ حسین شاہ کہلائے اور بعد کو حضرت مادھو لال حسین کے نام سے معروف ہوئے۔

پنڈی بھٹیاں کا علاقہ کنگراں میں آپ کی آمد☆: لاہور سے آپ پنڈی بھٹیاں کے علاقہ قلعہ کنگراں میں ایک زمیندار ابدال احمد کے مزروعہ زمین پر جلوہ افروز ہو کر آپ نے ڈیرہ لگایا اور سلسلہ رشد و ہدایت میں مصروف ہو گئے۔

آپ کی یہ عادت شریفہ تھی کہ کوئی کتنا ہی بااثر شخص آ جاتا آپ اس کے لئے تعظیماً کھڑے نہ ہوتے تھے۔ لیکن جب ابدال احمد آتا تو آپ کھڑے ہو کر اس کا استقبال فرماتے تھے۔

لوگوں میں یہ مشہور ہو گیا کہ آپ ولی اللہ نہیں بلکہ عام آدمی ہیں۔ اس لئے کہ جب زمین کا مالک ابدال احمد آتا ہے تو آپ

تعظیماً کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس لئے کہ آپ اس کی زمین پر ڈیرہ لگائے ہوئے ہیں اگر تعظیم نہ کریں گے تو زمین سے بے دخل ہونے کا اندیشہ ہے۔

جب یہ بات آپ تک پہنچی تو آپ نے ان لوگوں کو بلا کر بتایا کہ بے وقوفو میں ابدال احمد کا احترام نہیں کرتا بلکہ اس کی پشت سے پیدا ہونے والے ولی کامل کا احترام کرتا ہوں جو میرے ہونے والے پوتے برخوردار کا ہم عصر ہوگا۔ اس کا نام حافظ برخوردار ہوگا۔

چنانچہ پھر ہوا بھی ایسا ہی کہ اس ابدال احمد کو خدا نے پوتا دیا۔ جس کا نام برخوردار رکھا گیا اور وہ اپنے زمانے کا عظیم ولی کامل اور آپ کے پوتے برخوردار کا ہم عصر ہوا۔

شادی واولاد ☆: آپ کے والدین نے بیس برس کی عمر میں اپنے قبیلے کی ایک معزز خاتون سے آپ کی شادی کر دی تھی جس سے خدا نے آپ کو دو صاحبزادے محمد علی اور ولی محمد عطا فرمائے تھے۔ آپ نے اپنے صاحبزادے محمد علی کی شادی حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی چشتی نظامی علیہ الرحمتہ خلیفہ حضرت بندہ نواز گیسو دراز کے حلقہ مجاز حضرت حسن بخت کی صاحبزادی زینت بی بی سے کی جن کے بطن سے چار بیٹے پیدا ہوئے ان میں بڑے بیٹے کا نام فتح محمد اور چھوٹے صاحبزادے کا نام محمد الیاس ہیں۔ جبکہ باقی دو صاحبزادوں کے نام معلوم نہ ہو سکے۔

آپ سلطان فتح علی ٹیپو کے جداعلیٰ ہیں ☆: آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت شیخ محمد علی جن کی شادی حضرت حسین بخت کی صاحبزادی زینت بیگم سے ہوئی تھی۔ ان کو حضرت شیخ محمد حسین بندہ نواز گیسو دراز اپنے ہمراہ حیدر آباد دکن لے گئے تھے۔ حیدر آباد میں انہوں نے ملازمت اختیار کر لی۔ شیخ محمد علی کے چار صاحبزادوں میں سے دو صاحبزادے فتح محمد اور محمد الیاس چونکہ حیدر آباد میں پیدا ہوئے تھے اور اپنی والدہ محترمہ کے ہمراہ ارکاٹ چلے گئے تھے۔ فتح محمد نواب آف ارکاٹ کے ہاں ملازم ہو گئے۔ ارکاٹ کے قیام کے دوران فتح محمد صاحب کو خدا نے دو بیٹے عطا فرمائے ایک شہباز خان اور دوسرے حیدر علی، شہباز خان نواب برار کے ہاں ملازم ہو گئے اور چھوٹے میسور کی فوج میں ملازم ہو گئے جو کہ بعد میں حیدر علی فاتح میسور کے نام سے تاریخ ہندوستان میں متعارف ہوئے۔

سلطان حیدر علی کی پہلی بیوی فالج پڑنے کی وجہ سے فوت ہو گئی تو اس نے دوسری شادی نواب سعادت علی خان والی ارکاٹ کی لڑکی فاطمہ عرف فخر النساء سے کی جس کے بطن سے مجاہد اعظم حضرت فتح علی ٹیپو پیدا ہوئے اور وہ مجاہد اعظم کے نام سے معروف ہوئے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال 1039 بااختلاف روایت ۹۸۳ھ کو ہوا۔ مزار پر انوار جھنگڑ شاہ بہلول نزد پنڈی بھٹیاں ضلع حافظ آباد میں مرجع خلائق عام ہے۔ جہاں ہر سال ماہ جون میں بہت بڑا میلہ لگتا ہے۔ اس موقع پر ہزاروں کی تعداد میں عقیدت مندان حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ بہاری قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: والئی اقلیم ولایت، حامی سنت، ماحی بدعت، غوث الاسلام والمسلمین، حضرت خواجہ بہاری قادری رحمتہ اللہ علیہ نشان حق کے ترجمان معارف ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت قصبہ حاجی پور پٹنہ صوبہ بہار انڈیا میں ہوئی۔ بچپن ہی سے علوم دینیہ کے حصول کا شوق دامن گیر ہوا تو گھر سے نکل کر قصبہ کودو پور نزد دہلی میں حضرت جلال الدین محمد کبیر الاولیاء چشتی صابری علیہ الرحمتہ کے مدرسے میں داخل ہو کر علوم ظاہریہ کی تکمیل کی۔

شہزادہ دارالشکوہ قادری اپنی معروف تصنیف سکینتہ الاولیاء میں رقم طراز ہیں کہ آپ طریقت وعرفان کے راستے پر چلنے والے حقیقت اور وجدان کے معارف کے عارف، توکل ورضا کی کشتی کے سوار، فقر وغنا کے طریق کے راہاور، اہل حقائق کے شیخ اور دنیاوی تمام تعلقات سے علیحدہ حضرت باری کے برگزیدہ ہیں۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت میاں میر قادری علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف تھے۔ تکمیل مجاہدات ومنازل سلوک کے بعد حضرت میاں میر قادری علیہ الرحمتہ سے ہی خرقہ خلافت پا کر سرفراز وصاحب ارشاد ہوئے۔ آپ نے شادی نہیں کی تمام عمر تجرد کی حالت میں گزاری۔

سیرت وکردار ☆: آپ حضرت میاں میر قادری علیہ الرحمتہ کے جلیل القدر خلفاء میں سے ہیں۔ اپنے مرشد کامل کے وصال باکمال کے بعد آپ نے سلسلہ رشد وہدایت وبیعت کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ کا معمول تھا کہ کسی سے تحفے تحائف جائیداد بطور نذرانہ نہیں

لیا کرتے۔ اور نہ ہی بادشاہوں کے دربار سے آنے والا نذرانہ قبول فرماتے تھے۔ دنیا اور اہل دنیا سے سخت نفرت بالخصوص بادشاہوں کے دربار نہ کبھی گئے اور نہ ہی اپنی خانقاہ میں ان سے ملاقاتی ہوئے۔ اگر کوئی عام آدمی اخلاص سے تھوڑا سا نذرانہ پیش کرتا تو اسے قبول فرما لیتے تھے۔ اگر کوئی مرید اخلاص ومحبت سے آپ کی خانقاہ میں کھانا لے کر آتا تو اسے کھا لیتے۔ آپ کی آواز بہت دل نشیں اور سریلی تھی۔ جب تقریر فرماتے تو لوگوں کے دلوں میں اُتر جاتی تھی۔ محاورتاً بھی خوبصورت تھے الفاظ کو سنوار کر ادا فرماتے تھے۔ آپ کی طبیعت میں جلال تھا۔ کبھی کبھی گفتگو کرتے ہوئے جذبات میں آجاتے طبیعت میں کبھی کسی کا خوف دامن گیر نہ ہوا۔ بڑے سے بڑے شخص سے پر جلال لہجے میں گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ ظاہر و باطن آپ کا یکساں اور تفرید و تجرید میں باکمال اور یگانہ روزگار تھے۔ آپ سیف زبان تھے۔ زبان ترجمان سے جو فرماتے ویسا ہی ہو کے رہتا تھا۔

آپ فقہ وتفسیر وحدیث کے تبحر عالم ہونے کے ساتھ تمام علوم کے باطنی اسرار حقانی سے بھی واقف تھے۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ آج تک جو کچھ بھی مجھے حاصل ہو رہا ہے وہ میرے پیر ومرشد حضرت میاں میر قادری علیہ الرحمتہ کی برکت سے حاصل ہوا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میرے مرشد پان کھا کر جب تھوکتے تو میں اٹھا کر کھا لیا کرتا تھا۔ جس کی برکت سے مجھے تمام ظاہری وباطنی علوم از بر ہو گئے۔

آپ خود فرماتے ہیں کہ اگرچہ میں اپنے اندر اتنی علم استعداد نہیں رکھتا مگر اس کے باوجود اگر کوئی مجھ سے قرآن مجید، حدیث شریف، فصوالحکم، اشعت اللمعات، لوائح، ابیات اور مثنوی کی بابت پوچھے تو میں سب کو بیان کر سکتا ہوں۔ ایک ایک عبارت کے کئی کئی معانی کر سکتا ہوں۔

کشف وکرامات ☆: شہزادہ دارالشکوہ جو کہ آپ کے پیر بھائی بھی ہیں اپنی تصنیف میں رقم طراز ہیں کہ ایک رات آپ غازی خان کے ہاں عرس کی تقریب میں شرکت کے لئے گئے۔ وہاں پر چند اہل علم کے درمیان توحید کے مسئلہ پر گفتگو ہو رہی تھی۔ سردی کا موسم تھا اور گھر کے صحن میں آگ کا الاؤ جل رہا تھا کہ آپ مجلس سے اُٹھ کر آگ میں جا کر بیٹھ گئے اور ایک گھڑی تک بیٹھے رہے اور فرمایا کہ توحید میں قیل وقال کی کیا ضرورت ہے۔ حال ملاحظہ کرو۔ اس کے بعد آپ آگ سے صحیح سلامت اتر کر واپس آ گئے۔

کرامت نمبر۲ ☆: جن دنوں لاہور میں آپ شیخ ملا محمد فاضل قادری علیہ الرحمتہ کے درس میں پڑھتے اور ان کے گھر میں قیام پذیر تھے۔ ایک دن حضرت ملا محمد فاضل کی بیوی آپ کے لئے ایک پیالہ آش لے کر حجرے میں آئیں تو دیکھ کر حیران رہ گئیں کہ آپ کے جسم کے حصے کمرے میں بکھرے پڑے ہیں۔

ملا محمد فاضل کی بیوی نے دیکھ کر یہ سمجھا کہ شاید کسی نے آپ کو قتل کر دیا ہے۔ اس نے شور وواویلا مچانا شروع کر دیا۔ اسی اثناء میں حضرت ملا محمد فاضل لاہوری بھی تشریف لے آئے۔ بیوی سے ماجرا سن کر جب کمرے میں گئے تو کیا دیکھا کہ آپ اپنے حجرے میں

مراقبہ کے عالم میں بیٹھے ہوئے ہیں انہوں نے واپس آ کر اپنی بیوی سے کہا کہ اولیااللہ کے کئی حالات اور مقام ہوتے ہیں۔تم نے جو کچھ خواجہ بہاری قادری کا معاملہ دیکھا ہے اس پر متعجب نہ ہونا۔

کرامت نمبر۳ ☆ : حضرت شہزادہ دارالشکوہ قادری علیہ الرحمۃ اپنی کتاب سکینۃ الاولیاء میں اپنا ایک واقعہ تحریر فرماتے ہیں کہ جب والی ایران صفی مرزا نے ۱۰۵۱ھ میں قندھار پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کیا تو میں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ والی ایران قندھار پر چڑھائی کرنا چاہتا ہے۔آپ نے میری بات سن کر جواباً ارشاد فرمایا کہ اس کی کیا مجال اور طاقت کہ وہ قندھار پر چڑھائی کرے۔میں اسے یا تو بلا میں مبتلا کر دوں گا یا جان سے مار ڈالوں گا۔وہ ہرگز نہ آئے گا۔شہزادہ دارالشکوہ لکھتے ہیں کہ ٹھیک ایک ماہ کے بعد مجھے خبر ملی مرزا موصوف کو زہر دے کر ہلاک کر دیا گیا ہے۔

وصال باکمال ☆ : آپ کا وصال باکمال ۱۰۴۱ھ بمطابق 1631ء کو ہوا۔

مزار پرانوار حضرت میاں میر قادری علیہ الرحمۃ کے مزار کی چاردیواری کے ساتھ موجود ریلوے لائن گزر رہی ہے اس کے پار ایک خوبصورت گنبد میں مغلپورہ لاہور میں مرجع خلائق عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت میر محمد المعروف میاں میر قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: شمع مردان زکی، تاج اولیاء، سراج الاصفیاء، قطب زمن، پروردۂ نگاہ لطف رسول مدنی، قطب آسمان ولایت و معرفت، حضرت میاں میر لاہوری رحمتہ اللہ علیہ امام الکاملین ہیں۔

آپ کا سلسلہ نسب اٹھائیس واسطوں سے حضرت امیر المومنین خلیفہ دوم جناب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے آپ کے دادا قاضی قلندر فاروقی ایک صوفی منش بزرگ تھے آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی قاضی سائیں دتہ ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ فاطمہ قاضی قادن کی صاحبزادی تھیں۔

حضرت میاں میر لاہوری کی ولادت باسعادت ۹۳۸ھ بمطابق 1532ء سیوستان جو ٹھٹھ اور بھکر کے مابین واقع ہے اور آپ کے اباؤ اجداد کا اصل وطن ہے۔

آپ کا اسم گرامی میر محمد ہے آپ میاں میر، شاہ میر، میاں جیو اور بالا پیر کے القابات سے پکارے جاتے ہیں۔ سات سال کی عمر میں آپ کے والد بزرگوار قاضی سائیں دتا کا سایہ آپ کے سر سے اُٹھ گیا۔ بارہ سال کی عمر میں آپ نے اپنی والدہ سے علم باطنی حاصل کرنا شروع کیا۔ اس سے فارغ ہو کر آپ دینی اور دنیاوی تعلقات سے کنارہ کش ہو گئے۔ آپ والدہ ماجدہ سے رخصت ہو کر جنگلوں اور بیابانوں اور باغوں میں گھوما کرتے تھے تلاش حق میں بے چین رہتے اور ریاضت وعبادت اور مجاہدہ میں مشغول رہتے تھے۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سیوستان میں ایک دن گھومتے گھومتے حضرت خضر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت خضر علیہ السلام بارہ مہینے پہاڑوں میں رہتے تھے۔ ان کے پاس ایک کوزہ اور ایک بوریا تھا۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہ تھا سردی کے موسم میں ایک تنور بنا کر اور لکڑیاں جمع کر کے اس تنور میں رات رہا کرتے تھے۔

آپ حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کا حال اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جب میں والدہ ماجدہ سے رخصت لے کر بڑے شوق سے باہر نکلا تو بے اختیار جنگل کا رخ کئے جا رہا تھا یہاں تک کہ میں سیوستان میں پہنچا وہاں پر میں نے دیکھا کہ ایک تنور ہے۔ جس کا منہ ڈھکا ہوا تھا۔ جب منہ کھول کر دیکھا تو اس میں پتھر دیکھا اور تنور گرم تھا میں یہ تمام معاملہ دیکھ کر حیران رہ گیا اور مجھے اسی دوران

معلوم ہوا کہ یہ کسی بزرگ کا مقام ہے۔

چنانچہ میں نے عہد کر لیا کہ جب تک میں اس بزرگ کی زیارت نہ کرلوں یہاں سے نہ جاؤں گا تین روز بعد حضرت خضر علیہ السلام تشریف لائے میں نے سلام کیا آپ نے میرے سلام کا جواب مع میرے نام کے دیا۔ بعدہ آپ نے مجھے بیعت فرما کر ذکر وفکر عبادت وریاضت کی تلقین کی اور اس کے بعد خرقۂ خلافت عطا فرما کر ہدایت فرمائی کہ اب میرے پاس رہنے کی ضرورت نہیں تم جہاں جی چاہے چلے جاؤ اور جہاں جی چاہے رہو۔

لاہور میں آپ کا ورود مسعود ☆: آپ علوم ظاہری حاصل کرنے کے لئے لاہور تشریف لائے۔ لاہور میں مسجدوں میں قیام فرمایا کرتے بعدازاں مولانا سعد اللہ کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے۔ اور کچھ ہی مدت میں علوم معقول ومنقول کی تحصیل سے فارغ ہوئے مولانا نعمت اللہ سے بھی آپ نے علم حاصل کیا آپ نے دوران تعلیم اپنی اصل حالت کا کسی کو علم نہ ہونے دیا۔ اس کے بعد آپ کا یہ طریقہ تھا کہ دن میں بزرگان دین کے مزاروں پر جاتے اور مزارات سے فیض وبرکات حاصل کرتے۔ پھر باغوں، جنگلات اور غیر آباد مقامات پر جا کر یاد حق میں مشغول ہو جاتے تھے۔ لاہور میں کچھ عرصہ قیام فرما کر آپ سرہند تشریف لے گئے۔ سرہند میں آپ بیمار ہو گئے۔ گھٹنے کی درد کی شکایت ہوئی، حاجی نعمت اللہ سرہندی نے آپ کی بہت خدمت کی آپ نے ان کی خدمت اور تیمارداری سے خوش ہو کر ان کو ایک ہی ہفتہ میں درجۂ کمال تک پہنچا دیا۔

بیماری کی حالت میں ایک دن حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اور حضرت خضر علیہ السلام آپ کی مزاج پرسی کے لئے تشریف لائے۔ آپ نے حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے صحت یابی کی درخواست کی۔ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے اپنا دستِ مبارک آپ کے جسم پر پھیرا اور پانی کا ایک پیالہ دے کر اسے پینے کی تاکید فرمائی۔ آپ تندرست وتوانا ہو کر خداوند تعالیٰ کا شکر بجا لائے۔ ایک سال کے قریب سرہند میں رہ کر آپ لاہور واپس تشریف لائے اور باغبانوں کے محلے میں مستقل سکونت اختیار کی۔ آپ ہمہ وقت عبادت وریاضت مجاہدہ وتعلیم وتلقین اور رشد وہدایت میں مشغول رہتے۔ لوگوں کو راہِ حق دکھاتے رہے آپ کا فیض عام تھا۔ بہت سے لوگ آپ سے فیض یاب ہوئے۔

سلاطین کی باز یابی ☆: آپ کے کمالات کا شہرہ سن کر شہنشاہ جہانگیر کو آپ سے ملنے کا شوق پیدا ہوا۔ لاہور سے چلنے کے بعد اس نے ایک قاصد کے ہاتھ آپ کی خدمت میں یہ پیغام بھیجا کہ لاہور میں رہتے ہوئے مجھے آپ کے بارے میں کوئی علم نہ ہو سکا۔ اب آگے آ کر علم ہوا ہے اگر میں لاہور میں ہوتا۔ تو خود حاضر ہوتا۔ لہٰذا آپ خود ہی از راہ نوازش میرے پاس تشریف لے آئیں۔

آپ نے جہانگیر کی درخواست قبول فرمائی۔ جہانگیر نے آپ کی بہت آؤ بھگت کی۔ بہت دیر تک آپ سے بات چیت ہوتی رہی۔ جہانگیر آپ کی گفتگو سے بہت متاثر ہوا۔ اور اس حالت میں آپ سے عرض کرنے لگا کہ جو کچھ سلطنت کا مال وزر ہے میرے سامنے اینٹ وپتھر کے برابر ہے۔ حکم فرما دیں تو میں دنیاوی تعلقات کو چھوڑ دوں۔ آپ نے جہانگیر کے یہ الفاظ سن کر فرمایا کہ تم پہلے اپنے جیسا خلقت کی نگہبانی کے لئے کوئی شخص مہیا کر لو پھر میں اپنے ساتھ لے جا کر مشغول کرونگا۔ جہانگیر یہ سن کر بہت خوش ہوا اس نے

آپ سے عرض کیا کہ اگر کسی چیز کی ضرورت ہوتو حکم فرمائیں آپ نے جہانگیر سے وعدہ لیا کہ میں جو کچھ طلب کروں گا۔ وہ دے گا جہانگیر نے کہا کہ ضرور دوں گا تو آپ نے فرمایا تو بس میں چاہتا ہوں کہ مجھے رخصت دے دو۔ جہانگیر نے آپ کو نہایت عزت و احترام سے رخصت کیا۔

شہنشاہ شاہجہان کی آپ کے دربار میں حاضری ☆: شہنشاہ شاہجہان دومرتبہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے شاہجہان کو نصیحت فرمائی کہ عادل بادشاہ کو اپنی رعیت اور سلطنت کی خبر گیری کرنی چاہیے اور اپنی تمام ہمت اپنی ولایت کو آباد کرنے میں صرف کرنی چاہیے کیونکہ اگر رعیت آسودہ حال اور ملک آباد ہے تو سپاہ آسودہ اور خزانہ پُر ہوگا۔

شاہجہان آپ سے مل کر اتنا متاثر ہوا کہ اکثر کہا کرتا تھا کہ ہم نے ترک و تجرید میں حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ جیسا کوئی درویش نہیں دیکھا دوسری مرتبہ جب شاہجہان آپ سے ملنے آپ کے در دولت پر گیا تو شال کی دستار اور کھجوروں کی تسبیح اپنے ساتھ لے گیا جب اُس نے دونوں چیزیں آپ کو نذر کیں تو آپ نے دستار واپس کردی اور تسبیح قبول فرمائی۔ اور وہ تسبیح اپنے ایک مرید خاص کو دے دی آپ بادشاہ سے بات کرتے جاتے تھے۔ اور لونگ چبا کر پھینکتے جاتے تھے۔ شیخ محمد لاہوری وہ لونگیں اٹھا کر کھا لیتے تھے شیخ محمد لاہوری نے شاہجہان کے جانے کے بعد آپ سے دریافت کیا کہ مجلس کیسی گزری آپ نے جواب دیا کہ بادشاہ فرد کامل اور خاص ہوتے ہیں لیکن اُن کی آمد ورفت اور بات چیت سے مجھ میں کسی طرح کا فرق نہیں آیا کیونکہ میں جس کام میں مشغول تھا اسی کام میں مشغول رہا۔

سیرت و کردار ☆: آپ تقویٰ ورع، ترک و تجرید، تفرید، سیر وسلوک، فتوح کشایش، اوضاع وافعال واقوال اور اشغال میں ممتاز تھے۔ آپ شریعت، حقیقت، طریقت سے آراستہ تھے۔ آپ حقائق و معارف کی وہ باتیں بیان فرماتے جو پہلے نہ سنی گئی تھیں آپ کی خوبیاں حوصلہ استغراق، استغنا، فنا، وقت کی محافظت احوال کا چھپانا، توحید معارف، دلوں کو کھولنا، مریدوں پر مہربانی کرنا، امتیازی شان رکھتی تھیں۔

آپ کی تجرید کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ عصا لے کر دو تین قدم چلے ہوں گے کہ عصا پھینک دیا اور فرمایا۔ وہ شخص عصا پر کیوں سہارا لے جس نے حق تعالیٰ سبحانہٗ کا سہارا لیا ہے۔

آپ کے توکل کا یہ حال تھا کہ رات کے وقت کوزے کا پانی پھینک دیتے تھے لوگوں سے علیحدہ رہنا پسند فرماتے تھے رات کو سوتے نہیں تھے۔ شروع شروع میں ایک سانس لے کر رات گزار دیتے تھے آپ بہت کم لوگوں کو مرید بناتے تھے آپ کے فقر و فاقہ کا یہ عالم تھا کہ کئی کئی روز تک بھوکے رہتے۔ تیس سال تک آپ کے ہاں کچھ نہ پکا۔ آپ کی خوراک بہت کم تھی۔ ہر وقت استغراق کی حالت میں رہتے تھے آپ کا لباس بہت سادہ ہوتا خرقہ اور مرقع زیب تن نہیں فرماتے تھے ایک معمولی پگڑی سر پر رکھتے تھے اور موٹے کپڑے کا کرتہ پہنتے تھے۔ آپ کے گھر میں ایک پرانا بوریا بچھا رہتا تھا۔ اور دنیاوی چیزوں سے کسی قسم کا لگاؤ نہ تھا فرائض سنت موکدہ اور تہجد پابندی سے ادا کرتے تھے۔ ان کے علاوہ کوئی اور نماز ادا نہیں کرتے تھے۔ رمضان کے روزوں کے علاوہ کوئی اور روزہ نہیں رکھتے تھے۔ آپ کے ہاتھ میں تسبیح نہیں ہوتی تھی آپ کو سماع کا شوق تھا۔ لیکن سماع میں وجد اور رقص نہیں کرتے تھے۔

تعلیمات وارشادات ☆: آپ فرماتے ہیں کہ جس طرح ظاہر میں یہ بات ہے کہ جب تک جنبی شخص کا ایک بال بھی خشک رہ جائے تو جنابت قائم رہتی ہے۔ اور پاک نہیں ہوتا اسی طرح فقیر کا معاملہ ہے کہ جنابت باطنی کے لئے خواہ اس نے تمام تعلقات کو چھوڑ دیا ہوا گر اسکے دل میں ایک قطرہ بھی باقی ہے تو بھی وہ تعلقات سے پاک نہیں ہوا۔ اور جنابت باطنی بھی باقی ہے۔

نمبر۲ ☆: ایک روز چند عالم آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔ **اَلتَّعظِیمُ لِاَ مرِ اللّٰہِ وَلشَفقَةَ عَلیٰ خَیرِ خَلقِ اللّٰہ** امر الٰہی کی تعظیم اور خلق خدا پر شفقت ضروری ہے کا مسئلہ زیر بحث تھا آپ نے اس کی وضاحت اس طرح کی کہ: امر سے مراد روح ہے جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ **قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمرِ رَبّی** (ترجمہ: کہو کہ روح میرے رب کے امر سے ہے) پس اس کی تعظیم یہ ہے کہ اسے یاد الٰہی سے غافل نہ رکھا جائے اور خطرات کو دور کیا جائے اور خلق سے مراد خلقت ہے۔ یعنی اپنے اعضاء پس ان پر شفقت یہ ہے۔ کہ ان سے کوئی فعل نا جائز اور خلاف شرع ظہور میں نہ آئے۔ اور دنیاوی لذتوں سے آسودہ نہ کرے تا کہ وہ آخرت کے عذاب میں گرفتار نہ ہوں۔

اقوال ☆: حق کی طلب آسان نہیں۔ جب تک تم اس کی طلب میں یگانہ نہ ہو جاؤ گے اسے نہ پا سکو گے۔

نمبر۲ ☆: جس کا اللہ ہو وہ فقیر نہیں۔

نمبر۳ ☆: کامل صوفی وہ ہے کہ جس کی نظر میں پتھر اور جواہر یکساں ہو۔

نمبر۴ ☆: صوفی جب کامل ہو جاتا ہے اور اس کا دل خطرے سے پاک ہو جاتا ہے تو اسے کوئی چیز ضرر نہیں دے سکتی۔

نمبر۵ ☆: شریعت کے معاملات کی نگہداشت مرتبہ طریقت کے حصول کا سبب ہے اور طریقت بری خصلتوں سے باطن کو پاک کرنے اور مرتبہ حقیقت کے ادراک کا موجب ہے۔ اور حقیقت کیا ہے؟ وجود کو فال بنانا اور اس کو ماسوا اللہ سے خالی کرنا۔

نمبر۶ ☆: انسان تین چیزوں نفس، دل اور روح کا مجموعہ ہے۔ ان میں سے ہر ایک کی اصلاح خاص چیز سے ہوتی ہے چنانچہ نفس کی اصلاح شریعت سے دل کی طریقت سے اور روح کی حقیقت سے۔

نمبر۷ ☆: صوفی وجد کی حالت میں ہوتا ہے تو اپنی ہستی سے خالی ہوتا ہے اور بقائے حق سے باقی۔

نمبر۸ ☆: اولیاء کی موت ان کے نفس کا مرنا ہے جب ان کا نفس مر جاتا ہے تو پھر وہ ابد الآباد تک زندہ رہتے ہیں۔

نمبر۹ ☆: اولیاء اللہ کا تصوف صرف زندگی میں اور موت کے بعد یکساں نہیں ہوتا ہے بلکہ مرنے کے بعد اور زیادہ بہتر ہوتا ہے۔

کشف و کرامات ☆: ایک روز آپ نولکھا باغ میں تشریف فرما تھے آپ نے اپنے ایک خادم سے فرمایا کہ اس درخت سے پوچھو کہ کونسی تسبیح پڑھتا ہے۔ جب اس درخت سے پوچھا تو اس نے جواب دیا **یَانَافِعُ** کہتا ہوں۔

کرامت نمبر۲ ☆: آپ کے ایک خادم غیاث الدین کے ہاں اولاد نہ تھی اس نے دوسری شادی کرنا چاہی۔ آپ نے منع فرمایا اور اس کو یہ خوشخبری دی۔ اسی بیوی سے کئی لڑکے پیدا ہوں گے۔ چنانچہ اسی بیوی سے دس بچے پیدا ہوئے۔

کرامت نمبر۳ ☆: ایک بہت بڑے عالم فاضل جن کا نام ملا سنگی تھا اور وہ حضرت کے خادم خاص بھی تھے۔ ایک بار

حضرت نے فرمایا کہ ایک بار تم کو روستاق اپنے وطن میں ضرور جانا چاہیے اور اپنے گھر والوں کی خبر بھی لینی چاہیے۔ اگر چہ ملا سنگی کا دل نہیں چاہتا تھا مگر تعمیل ارشاد کی خاطر چل دیئے چلتے چلتے بدخشاں میں پہنچے بعد نماز مغرب داخل روستاق ہوئے۔ جب گھر کے قریب پہنچے تو کیا دیکھا کہ بہت سے لوگ جمع ہیں مشعلیں روشن ہیں دیگیں پکی ہوئی تیار ہیں۔

اُس نے موجودہ وہاں ایک شخص سے پوچھا کہ یہ ہنگامہ کیسا ہے؟ تو اس نے کہا کہ اس گھر کا مالک ملا سنگی ایک شخص تھا جو کہ بائیس برس قبل ہندوستان چلا گیا تھا اب اس کے مرنے کی خبر آئی ہے۔ بعد عدت کے اس کی بیوہ اہلیہ کا نکاح ثانی ہے اور تھوڑی ہی دیر میں بارات آنے پر نکاح ہو جائے گا۔

ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ بعض احباب متعلقین نے اسے پہچان لیا سب ملے جلے اس طرح وہ معاملہ رفع دفع ہوا۔ اس کے بعد ایک عرصہ تک گھر میں رہے پھر خدا نے ایک بیٹا عطا فرمایا۔ اس کے بعد حضرت میاں میر قادری لاہوری رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچ کر تمام ماجرا عرض کیا۔ تو آپ نے فرمایا اگر تم ایک ساعت بھی دیر کر دیتے تو معاملہ مشکل میں پڑ جاتا۔ انہوں نے اپنا سر حضرت کے قدموں پر رکھ کر شکریہ ادا کیا۔

کرامت نمبر ۴ ☆ : آپ کے خادم نور محمد فرماتے ہیں کہ حضرت ایک مرتبہ اوپر کی منزل والے اپنے حجرہ میں تشریف فرما تھے کہ مجھ سے فرمایا نور محمد میری نعلین اور ایک کوزہ پانی کا بھر کر میرے پاس رکھ کر اپنے حجرہ میں جا کر سو جاؤ۔ میں نے تعمیل ارشاد کی خاطر آپ کے نعلین تو اوپر لے جا کر رکھ دیئے مگر پانی لے جانا بھول گیا۔ جب رات کے آخری حصے میں جب بیدار ہوا تو مجھے خیال گزرا کہ میں نے تو حضرت کے لئے پانی تو رکھا نہیں۔ پس میں پانی لے کر اوپر گیا دیکھا کہ حضرت اپنے حجرہ میں نہیں ہیں۔ میں سمجھا کہ بیت الخلاء میں ہوں گے کافی انتظار کے بعد میں نے آواز دی مگر جواب نہ آیا۔ بالآخر چراغ لے کر تمام حجرے میں دیکھا مگر آپ کو کہیں نہ پایا۔ میں متحیر ہوا کہ حضرت اس وقت کہاں ہوں گے اسی تگ و دو میں صبح ہوگئی۔ حجرہ سے مجھے آپ کی آواز آئی کہ وضو کیلئے پانی لے آؤ۔ میں پانی لے کر اوپر گیا اور بے اختیار ہو کر پوچھا حضرت آپ کہاں تھے میں کافی دیر سے ڈھونڈ رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ آج کی رات میں غار حرا میں تھا۔ وہاں عبادت کا بہت ثواب ہے۔ مگر سنو میرا یہ راز تا حیات کسی کو معلوم نہ ہو۔

کرامت نمبر ۵ ☆ : آپ ایک دن باغ زین خان میں محو عبادت تھے کہ ایک فاختہ درخت پر بیٹھی ''حق سرہ'' کہہ رہی تھی۔ اچانک ایک شکاری آیا اور اُس نے غلیل سے نشانہ باندھ کر اُس فاختہ کو ایسا پتھر مارا کہ وہ نیچے گر کر مر گئی۔ شکاری نے اس کو اٹھانا چاہا جب وہ آگے بڑھا تو وہ مر چکی تھی۔ وہ اس کو چھوڑ کر چلا گیا۔

حضرت میاں میر صاحب نے اپنے خادم سے فرمایا کہ اس فاختہ کو اٹھا لاؤ۔ وہ خادم اٹھا کر لایا تو آپ نے اپنا دست حق پرست اس کے مردہ جسم پر پھیرا تو وہ اُسی وقت اڑ گئی۔ اور اپنی جگہ جا کر بیٹھ گئی اور بولنا شروع کر دیا۔

شکاری نے پھر جو فاختہ کی آواز سنی تو پھر نشانہ باندھا قریب تھا کہ وہ غلیل کا نشانہ مارتا تو حضرت میاں میر قادری علیہ الرحمتہ نے منع فرما دیا۔ مگر وہ نہ مانا اور غلیل ماری تو اس شکاری کے ہاتھ میں اس قدر سخت درد اٹھا کہ وہ زمین پر گر پڑا اور لوٹ پوٹ ہونے لگا۔

آپ نے اس شکاری کے پاس جا کر فرمایا کہ یہ درد تیری بے دردی کا ثمر ہے۔ میں نے تجھ کو منع کیا تھا مگر تو باز نہ آیا۔ اس کے بعد وہ شخص بہت رویا اور آپ کی قدمبوسی کی اور شکار کھیلنے سے توبہ کی۔

کرامت نمبر۶ ☆: ایک مرتبہ اپنی خانقاہ میں تشریف فرما تھے کہ آپ کے گرد آپ کے دیوانوں کا ہجوم تھا کہ ایک مغل جو فقط تہہ بند باندھے ہوئے تھا آ کر آپ کے روبرو بیٹھ گیا اتنے میں ایک اور شخص آیا اور بہت سا روپیہ نذرانہ پیش کیا۔ آپ نے اس کا نذرانہ قبول فرما کر اس مغل کو دے کر فرمایا کہ گھوڑا خرید کر فلاں شہزادے کے پاس چلا جا تو نوکر ہو جائے گا۔

آپ کی خانقاہ میں ایک درویش جو بہت دنوں سے بطمع زر پڑا ہوا تھا۔ کہنے لگا آپ کبھی کسی کی نذر قبول نہیں کرتے۔ آج قبول کی تو ایسے شخص کو دے دی جس کو ہم نے کبھی آپ کی خانقاہ میں نہیں دیکھا اور ہم ہیں عرصہ دراز سے پڑے ہوئے ہیں مگر ابھی تک محروم ہیں۔ وہ شخص اس قسم کی گستاخانہ کلام کرتا ہوا چلا گیا۔ تو اس کے جانے بعد آپ نے فرمایا کہ یہ دروغ گو ہے۔ ایک سو ساڑھے بائیس درہم اس کے پاس ہیں وہ اس سے گم ہوں گے اور یہ اُن کے غم میں مرے گا اور تین جانیں اور جائیں گی۔

چنانچہ دوسرے روز اس کو حاجت غسل ہوئی وہ غسل خانہ میں نہایا کپڑے پہنے اور ہمیانی وہیں بھول کر حضرت میاں میر قادری علیہ الرحمۃ کی خدمت میں چلا آیا۔

آپ نے تبسم فرما کر ارشاد فرمایا کہ کمر کھول کر بیٹھ اس نے جو کمر کھول کر دیکھا تو کمر خالی تھی۔ وہاں سے گھبرا کر چلا آپ نے فرمایا کہاں چلا؟ اس نے کہا غسل خانہ میں کچھ بھول آیا ہوں۔ جب غسل خانہ میں پہنچا تو وہاں ہمیانی نہ پائی اور روتا ہوا حضرت میاں میر قادری علیہ الرحمۃ کی خدمت میں پہنچا اس وقت اس کے پیٹ مروڑ تھا پھر غسل خانے کی طرف بھاگا تو خون کا دست ہوا پھر وہاں سے حضرت کی طرف آیا اور رو رو کر گریہ وزاری کرنے لگا۔

آپ نے فرمایا کہ جا دریا پر جا وہاں ایک کشتی میں ایک درویش سوار ہے اس سے اپنی ہمیانی لے آ جب وہ دریا پر پہنچا تو کشتی اور درویش کو دیکھا تو دل میں کہنے لگا یہ مزدور معلوم ہوتا ہے اس کے پاس کہاں سے ہمیانی آئی۔ دفعتہً اس فقیر نے سر اٹھا کر کہا کہ اپنی ہمیانی لے لے اور بہت سی ہیمانیاں اس کے اوپر ڈال دیں۔ وہ اپنی ہمیانی لے کر آیا مگر خون کے دست جاری تھے۔ آخر مر گیا۔ اس کے مرنے کے بعد وہ ہمیانی دو شخصوں نے لی۔ تیسرے کو جو خبر ہوئی کہ ان دونوں کے پاس ہمیانی ہے اُس نے ان دونوں کو زہر دے کر مار دیا۔ ان کے قتل میں وہ بھی پکڑا گیا اور اس کو بھی جیل میں مار دیا گیا۔ اس طرح آپ کی وہ پیشین گوئی پوری ہو کے رہی۔

وصال باکمال ☆: آپ اکثر فرمایا کرتے تھے۔ بعد از وفات مجھے شورہ زمین میں دفن کرنا۔ تا کہ میری ہڈیوں تک کا نام و نشان باقی نہ رہے۔ اور نہ ہی قبر کی صورت بنانا کیونکہ

مورتے در قبر بعداز مرگ ویراں خوشتر است
نیستی مانند مَن باخاک یکساں خوشتر است

ترجمہ ☆: ویران موت کے بعد مورت کا قبر میں جانا چھا ہے۔ مٹی کے ساتھ ایک جیسا ہونا اچھا ہے کیونکہ پھر کچھ بھی میرے

جیسا نہیں ہے۔

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میری ہڈیوں کو نہ بیچنا۔ اور میری قبر پر دوسروں کی طرح دکان نہ بنانا۔ آپ کا وصال باکمال ۱۷ ربیع الاول ۱۰۴۵ھ بمطابق 1635ء کو ہوا۔ مزار فیض آثار باغ بانپورہ لاہور میں مرجع خاص و عام ہے۔

فقیر راقم الحروف کو بارہا آپ کے روضہ انور پر بارہا حاضری کا اتفاق ہوا جہاں پر حاضری کے بعد روحانی سکون واطمینان قلب حاصل ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ دربار شریف کی منتظمہ کمیٹی کی دعوت پر جب سالانہ عرس مبارک میں فقیر نے خطاب کے لئے شرکت کی تو منتظمین نے دربار شریف کی جانب سے فقیر کی دستار بندی بھی کی جو کہ فقیر کے لئے باعث خیر و برکت اور اعزاز ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سید بلاول شاہ قادری لاہوری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆ : ناطق اللسان احوال، فارغ از گفتگوئے اغیار، ساقی خمخانہ اسرار، سرشار بادہ بے خمار، حضرت سید بلاول شاہ قادری لاہوری رحمتہ اللہ علیہ قطب آسمان ولایت ہیں۔

آپ کے آباؤ اجداد ہمایوں بادشاہ کے ہمراہ ہرات افغانستان سے ہندوستان میں آئے اور موضع شیخوپورہ میں اقامت گزیں ہوئے۔ ہمایوں نے ان کو وہاں جاگیریں عطا کیں جن پر آپ کے اجداد کا گزر بسر تھا۔

آپ کی ولادت باسعادت ۹۷۶ھ بمطابق 1568ء کو شیخوپورہ میں حضرت سید محمد عثمان بن سید عیسیٰ قادری علیہ الرحمتہ کے گھر ہوئی۔ گھر کا تمام ماحول چونکہ علمی اور روحانی تھا جس کے پیش نظر آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم بہت جلد مکمل کر لی۔ آپ سیف زبان اور مادرزاد ولی تھے۔ زبان ترجمان سے جو فرمادیتے اسی وقت پورا ہو کے رہتا۔

بچپن کا واقعہ ☆ : آپ کی عمر عزیز صرف سات برس کی تھی کہ آپ کا ہم عمر ایک بچہ جو آپ کے ساتھ کھیلتا تھا، قضائے الٰہی سے فوت ہو گیا۔ جب آپ کو معلوم ہوا تو اس کے گھر گئے اور اس کے سرہانے کھڑے ہو کر فرمایا دوست اُٹھ کر بیٹھ آؤ کھیلیں۔ آپ کا اتنا فرمانا تھا کہ وہ بچہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ ہو کر اُٹھ کھڑا ہوا اور آپ کے ساتھ کھیلنے کے لئے چلا گیا۔

تعلیم و تربیت ☆ : آپ کے دادا حضرت سید عیسیٰ قادری علیہ الرحمتہ نے ابتدائی تعلیم کے بعد علوم ظاہریہ کی تکمیل کے لئے آپ کو لاہور بھجوا دیا۔ جہاں آپ نے شیخ فتح محمد کی صحبت میں علوم ظاہریہ کی تکمیل کی۔

علوم ظاہریہ کی تکمیل کے بعد آپ نے لاہور میں درس و تدریس کے لئے ایک مدرسہ قائم کیا جو کہ آپ کی خانقاہ سے ملحق تھا۔ اس مدرسہ میں دور و نزدیک سے طلباء آ کر علوم کی تکمیل کرتے تھے۔ اس مدرسہ میں داخل ہونے والے طلباء کو مدرسہ کی جانب سے کتابیں اور خوراک وغیرہ مفت ملتی تھی۔ طلباء کی رہائش کے لئے آپ نے ایک عمارت بھی تعمیر کرائی تھی۔

تلاش مرشد ☆ : ظاہری علوم کی تکمیل کے بعد ایک طرف آپ درس و تدریس میں مشغول رہے دوسری طرف آپ کو باطنی تعلیم اور تربیت کے لئے کسی مرشد کامل کی تلاش تھی۔ جس کے لئے آپ نے کوبہ کو سفر بھی کئے۔ ایک روز آپ دریا کے کنارے

کنارے جا رہے تھے تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت سید شمس الدین قادری علیہ الرحمۃ کشتی سے اُتر کر دریا کے کنارے پر آئے اور آپ سے انہوں نے ملاقات کی۔ حضرت سید شمس الدین قادری نے بڑی محبت و شفقت سے آپ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ میرے ساتھ رہا کرو تا کہ ظاہری و باطنی علوم کی تکمیل ہو سکے۔ اس لئے کہ تمہارا حصہ میرے پاس امانت ہے۔ اور میں جلد ہی یہ امانت کسی مناسب موقع پر تمہیں دے دوں گا۔

بیعت و خلافت ☆: آپ حضرت سید شمس الدین قادری علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور ان کی خدمت میں رہ کر علوم باطنیہ کی تکمیل اور مجاہدہ وریاضت کر کے انہی سے خرقہ خلافت حاصل کر کے سرفراز ہوئے۔

شجرہ طریقت ☆: آپ کا شجرہ طریقت حسب ذیل ہے۔ حضرت شاہ بلاول قادری مرید و خلیفہ حضرت سید شمس الدین قادری مرید شاہ ابواسحاق مرید شیخ داؤد بندگی کرمانی مرید سید حامد مرید شمس الدین محمد مرید سید علی مرید سید احمد مرید سید صوفی مرید ابی فقر مرید حضرت غوث الاعظم جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین کے ہیں۔

سیرت و کردار ☆: آپ مادرزاد ولی ہیں۔ بچپن سے ہی آپ کے چہرے سے ولایت کے آثار نمایاں تھے۔ آپ صائم الدہر اور قائم اللیل اور زہد و تقویٰ میں امتیازی مقام رکھتے تھے۔ لباس بہت ہی نفیس زیب تن فرماتے تھے، چولائی کا ساگ آپ کی مرغوب غذا تھی۔ تلاوت قرآن پاک آپ کا مستقل معمول تھا۔ ایک رات میں ایک قرآن سے زیادہ تلاوت فرماتے تھے۔ جس مریض کو آپ کا دم کیا ہوا پانی پلایا جاتا وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے شفایاب ہو جاتا تھا۔ لنگر آپ کا وسیع تھا۔ ہر آنے والا پیٹ بھر کر کھانا کھاتا تھا۔ آپ کا معمول تھا کہ لنگر کھا کر جانے والے ہر شخص کو لنگر سے روٹیاں مٹھائی، موسمی میوے، کوزہ مصری وغیرہ بطور تبرک دیتے تھے تا کہ وہ گھر جا کر اپنے بال بچوں کو بھی اس سے مستفیض کر سکے۔

آپ کے روزمرہ کے معمولات ☆: آپ کی عادت مبارک تھی کہ نماز فجر کے بعد چاشت تک مراقبے اور عبادت میں مشغول رہتے۔ پھر لوگوں میں کھانا تقسیم کرنے کے بعد کچھ دیر آرام فرماتے نماز ظہر کے بعد مریدین کی طرف متوجہ ہو کر ان کو ارشاد و تلقین فرماتے۔ اسی دوران سیکڑوں افراد برتنوں میں پانی لاتے آپ ان کو دم کر کے دیتے۔ اس کے علاوہ جو حاجت مندان آپ سے سفارش کے طلب گار ہوتے ان کے لئے بادشاہ وقت اور امراء کے نام خطوط لکھ کر انہیں دیتے۔ ان خطوط کے آغاز میں اللہ بس باقی ہوس لکھواتے۔ نماز عصر کے بعد مراقبے اور عبادت میں مشغول ہو جاتے۔ پھر افطار کر کے نماز مغرب ادا فرماتے۔

نماز مغرب کے بعد اپنے حجرہ خاص میں چلے جاتے اور دو گھنٹے تک نوافل اور نماز اوابین ادا فرماتے۔ پھر لوگوں میں کھانا تقسیم کرواتے اور سب سے آخر میں خود کھاتے۔ عشاء کی نماز کے بعد دوبارہ حجرہ میں تشریف لے جاتے اور رات کا بیشتر حصہ عبادت و ریاضت میں گزارتے تھے۔

ایک روز کسی نے کہا آپ تو حضرت میاں میر قادری کی بہت تعریفیں کرتے ہیں۔ لیکن میں نے ایک دن ان سے آپ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے صرف یہی کہا کہ حضرت بلاول صالح مرد ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت میاں میر قادری نے میری

تعریف اس ایک ہی جامع لفظ سے کر دی کہ اگر ہم ہزار لفظ سے بھی تعریف کرنا چاہیں تو نہیں ہو سکتی۔ اور حضرت میاں میر نے جو لفظ ارشاد فرمایا اس سے بہتر ممکن نہیں۔

بادشاہ کا نذرانہ ☆ : شاہ جہان بادشاہ جب 1628ء ۷ رمضان المبارک کو لاہور آیا تو شاہی قلعہ میں قیام کیا۔ ۱۵ رمضان المبارک شہنشاہ جہانگیر کے مقبرہ کی زیارت کی تو اس موقع پر اس نے دس ہزار روپیہ غرباء اور مساکین میں تقسیم کیا۔

ایک دفعہ شاہ جہان کچھ رقم لے کر حضرت میاں میر قادری کے پاس بھی آیا اور بطور نذر رقم پیش کی مگر حضرت میاں میر قادری علیہ الرحمتہ نے وہ نذرانہ قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر بادشاہ وہاں سے اُٹھ کر آپ کی خانقاہ معلّٰی میں حاضر ہوا۔ اور وہی رقم آپ کو پیش کی تو آپ نے لنگر کے مہتمم کو بلا کر فرمایا اس رقم کو لنگر کے استعمال کے لئے رکھ لو اور کچھ رقم درویشوں میں تقسیم کر دی جائے۔ اس کے بعد بادشاہ دوبارہ حضرت میاں میر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور تمام ماجرا پیش خدمت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میری مثال ایک کم آب جوہڑ کی ہے۔ اور حضرت شاہ بلاول دریا کی مانند ہیں۔ اگر دریا میں کچھ گر جائے تو دریا پلید نہیں ہوتا۔ اور اگر جوہڑ میں پلیدی اگر جائے تو وہ پلید ہو جاتا ہے۔ یہ سن کر بادشاہ بہت محظوظ ہوا اور دولت خانے میں واپس آ کر سجدہ شکرانہ ادا کیا کہ میری سلطنت میں ایسے ایسے پاک باز اور پاک نفس انسان موجود ہیں جن کا منتہائے مقصد رضائے الٰہی کے سوا کچھ نہیں۔

شاہ جہان کو نصیحت ☆ : ایک مرتبہ شاہ جہان نے خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی حضور کوئی ایسا عمل ارشاد فرمائیں جس سے سعادت اُخروی نصیب ہو۔ آپ نے فرمایا کہ قیامت کے روز کی باز پرس سے ڈرو۔ اور اس کا اندازہ امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حال سے کرو کہ ایک بار دریائے جیجوں کے پل میں سوراخ ہو گیا۔ جس کی وجہ سے وہاں سے گزرنے والے مسافروں کے پاؤں میں چوٹ آئی۔ اس کا عتاب امیر المومنین پر ہوا کہ راہ گزر اور مویشیوں کے راستے نے کیوں غفلت کی۔ جس سے خلق خدا کو نقصان ہوا۔

پھر فرمایا کہ قیامت کے روز بادشاہ سے اس کی رعایا کو پہنچنے والی تکلیف کے متعلق پوچھا جائے گا۔ جس طرح حضرت عمر کے عہد میں نقصان تو بغداد میں ہوا۔ لیکن اس کا جواب امیر المومنین کو دینا پڑا۔ یہ نصیحتیں سن کر شاہ جہان رونے لگا اور اللہ کریم کا شکر ادا کیا کہ اس زمانے میں مجھے ایسی اچھی باتیں بتانے والے بزرگ موجود ہیں۔

نزہتہ الخواطر میں ہے کہ شاہ جہان کئی مرتبہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس قسم کی نصیحتوں سے مستفید ہوتا رہا۔

کشف و کرامات ☆ : ایک مرتبہ دریائے راوی کے کنارے جہاں سے آپ کے پیر و مرشد حضرت شاہ بلاول کے آستانہ عالیہ کی بارہ دری کا راستہ نکلتا ہے آپ کے پیر و مرشد دوپہر کے وقت قیلولہ کی غرض سے آرام فرماتے تھے اور آپ ان کے قریب تشریف رکھتے تھے کہ اتنی دیر میں ایک جاٹ آیا اور درخت پر چڑھ کر لکڑیاں کاٹنے لگا۔ آپ نے آگے بڑھ کر بڑے ہی آرام سے اس جاٹ سے فرمایا بھلے آدمی کسی اور درخت سے لکریاں کاٹ لو۔ میرے حضرت کے آرام میں خلل واقع ہو گا۔

آپ کے فرمانے کے باوجود بھی کسی کے آرام کا خیال کیئے بغیر لکڑیاں کاٹتا رہا۔ آپ کو اس کی یہ حرکت ناگوار گزری اور اس

کے حق میں بدعا کی۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ جاٹ درخت سے نیچے گر کر مر گیا۔

آپ کے پیرومرشد جب بیدار ہوئے تو دیکھا کہ ایک شخص قریب ہی مرا ہوا پڑا ہے۔ انہوں نے آپ سے دریافت کیا تو آپ نے تمام واقعہ عرض کر دیا۔ آپ کے پیرومرشد نے فرمایا کہ فقیر کا یہ مقام نہیں کہ وہ کسی کے حق میں بدعا کرے۔ فقیر تو خلق خدا سے محبت کرنے والا ہوتا ہے۔ اس سے کسی کو نقصان نہیں ہوتا۔ تم نے یہ اچھا کام نہیں کیا۔

اس کے بعد انہوں نے فرمایا کہ آپ اس جلال کو ختم کرنے کے لئے کسی حجرے میں معتکف ہو جاؤ۔ اور زیادہ سے زیادہ وقت تلاوت قرآن میں گزارو۔

چنانچہ آپ مرشد کے حکم کے مطابق کئی سال تک محلّہ حضرت ابواسحاق مزنگ کے ایک حجرہ میں معتکف رہ کر تلاوت قرآن میں مصروف رہے اور حالت جلال میں بدعا دینے پر اللہ کریم کی بارگاہ میں استغفار کرتے رہے۔

کرامت نمبر۲ ☆: آپ اپنے دادا مرشد حضرت ابواسحاق قادری علیہ الرحمتہ کے محلہ میں جس جگہ معتکف تھے۔ اس کے پڑوس میں کسی غریب آدمی کے گھر لڑکا پیدا ہوا۔ تو گانے بجانے والے آ گئے اور لڑکے کی پیدائش پر مبارک دینے لگے اور گانے بجانے لگے۔

چونکہ جس شخص کے ہاں لڑکا پیدا ہوا وہ انتہائی غریب شخص تھا اس کے پاس ان کو دینے کے لئے کچھ نہ تھا۔ گانے بجانے والے کچھ چاہتے تھے مگر وہ غریب انکاری تھا۔ کہ میرے پاس کچھ نہ ہے۔ اس کے درمیان تکرار کی آواز آپ کے کانوں میں پڑی تو آپ کو ترس آیا اور اپنا مٹی کا لوٹا (کوزہ) اُٹھا کر اس غریب کے گھر میں زور سے پھینکا۔ قدرت خدا کی اور آپ کی کرامت سے وہ لوٹا ریزہ ریزہ ہو کر سونے کی شکل میں تبدیل ہو گیا وہ بھانڈ اور مراثی انہیں چن کر لے گئے۔ جس سے آپ کے ہمسائے کی عزت بچ گئی۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال بعمر ۷۰ برس ۲۸ شعبان المعظم ۱۰۴۶ھ بمطابق 1636ء کو ہوا۔ پہلے آپ کو باغ دینا ناتھ گھوڑے شاہ روڈ لاہور میں دفن کیا گیا تھا۔ جو کہ دریائے راوی کے کنارے پر تھا۔

بعد ازاں مہاراجہ رنجیت سنگھ کے حکم سے فقیر عزیز الدین نے وہاں سے نکال کر دوسری جگہ منتقل کیا دوسری مرتبہ تدفین سے قبل آپ کی نماز جنازہ دوبارہ پڑھی گئی۔ ہزاروں افراد نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔

رائے بہادر لال کنہیا مصنف تاریخ لاہور میں لکھتا ہے کہ جنازہ پڑھنے والوں نے دیکھا تو آپ کا جسمِ اطہر اس طرح محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے ابھی سوئے ہوں۔

مزار پر انوار گھوڑے شاہ سلطان پورہ روڈ باغ راجہ دینا ناتھ کے نزدیک ایک اونچے چبوترے پر لاہور میں مرجع خلائق عام ہے۔ جہاں سے آج بھی ہزاروں افراد فیض پا کر مستفید ہوتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت شیخ محمد طاہر بندگی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: زینت الاولیاء، قدوۃ الاصفیاء، امام الصلحاء والفقراء، جامع الحسنات، مجسمہ کمالات وکرامات، حضرت شیخ محمد طاہر بندگی قادری رحمتہ اللہ علیہ امام اوو تاد ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۹۸۴ھ بمطابق 1576ء کولاہور میں بعہدہ شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر کے ہوئی۔

آپ لاہور میں فصیل کے اندر محلّہ شیخ اسحاق (موجودہ موتی بازار اور چونامنڈی) میں رہتے تھے یہیں آپ کی پرورش ہوئی اوراسی مقام پر مقتدر علماء کے سامنے زنوائے تلمذ طے کر کے قرآن کریم حفظ کیا اور انہی سے علوم دینیہ کی مروجہ کتب کی تحصیل وتکمیل کی، علوم دینیہ کی تکمیل سے فراغت پاکر علوم باطنیہ کی طرف متوجہ ہوئے۔

بیعت وخلافت ☆: علوم دینیہ سے فراغت کے بعد آپ سرہند شریف میں امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی علیہ الرحمتہ کے والد گرامی حضرت شیخ عبدالاحد چشتی صابری علیہ الرحمتہ کی خدمت میں کچھ عرصہ حاضر رہے۔

جب حضرت شیخ عبدالاحد چشتی صابری علیہ الرحمتہ کا وصال ہو گیا تو حضرت مجدد پاک نے آپ کو اپنے صاحبزادگان خواجہ محمد سعید اور خواجہ محمد معصوم کی تعلیم کے لئے استاد مقرر کر دیا، اس دوران حضرت شاہ سکندر کیتھلی قادری علیہ الرحمتہ حضرت مجدد الف ثانی سے ملنے کے لئے سرہند شریف لائے تو دوران قیام حضرت شاہ سکندر کیتھلی علیہ الرحمتہ نے حضرت مجدد پاک سے کہا کہ کوئی ایسا شخص جو زیور تعلیم سے آراستہ ہو ہمارے پاس بھیج دو، تاکہ ہم قصیدہ بردہ شریف کے الفاظ درست کرالیں۔

چونکہ آپ اپنے زمانے کے بےنظیر وبےمثال عالم اور صاحب فضیلت تھے، حضرت مجدد پاک نے آپ کو اپنے شیخ شاہ سکندر کیتھلی قادری علیہ الرحمتہ کے ہمراہ بھیج دیا جب آپ انکے ہمراہ کیتھل پہنچے تو کئی دن گزر گئے مگر حضرت شاہ سکندر نے آپ سے کوئی کلام گفتگو نہیں کی جس کی بناء پر آپ اکتا گئے اور ایک روز قصیدہ بردہ شریف اپنے ہاتھ سے لکھ کر حضرت شاہ سکندر کو پیش کیا تو شاہ سکندر قادری رحمتہ اللہ علیہ نے قصیدہ بردہ شریف آپ کے ہاتھ سے لے کر پہلا شعر ہی قواعد صرف ونحو کے خلاف پڑھا۔

آپ نے اس کی درستگی کرنا چاہی تو حضرت شاہ سکندر قادری علیہ الرحمتہ نے جلال بھرے لہجہ میں فرمایا شیخ محمد طاہر! یہ شعر اس طرح درست ہے جس طرح میں نے پڑھا ہے،

حضرت شاہ سکندر علیہ الرحمتہ کا یہ جلال بھرا انداز آپ برداشت نہ کر سکے اور اس کے خوف سے تین دن تک بےہوش پڑے رہے۔

تین دن کے بعد حضرت شاہ سکندر نے اپنا دست مبارک آپ کے سینے پر پھیرا تب آپ کو ہوش آیا۔ ہوش آنے کے بعد آپ

پریشان ہوگئے اور کسی کو بتائے بغیر وہاں سے سرہند شریف کی جانب چل دیئے' مگر ہوا یہ کہ تین دن چلتے رہے مگر اپنے آپ کو کیتھل کی حدود میں ہی پایا' چوتھے روز حضرت شاہ سکندر نے بطور الہام فرمایا:

اے طاہر بددلی مَکُنْ 'قسمت تو وابستہ فزاک ماست و عنقریب خدائے تعالیٰ درباره عنایت ساز

یہ سن کر آپ واپس خانقاہ کیتھل شریف میں واپس داخل ہوئے اور حضرت شاہ سکندر کیتھل قادری کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

بیعت وخلافت عطائے ولایت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت شاہ سکندر کیتھلی قادری علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔

اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز وممتاز ہوئے' مرشد کامل نے خرقہ خلافت عطا فرمانے کے بعد آپ کو لاہور کی قطبیت بھی عطا فرمائی اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی علیہ الرحمتہ کو ہدایت فرمائی کہ شیخ محمد طاہر بندگی کے حق میں خاص توجہ رکھیں۔

نوٹ ☆: امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی علیہ الرحمتہ قادری سلسلہ میں حضرت شاہ سکندر کیتھلی قادری علیہ الرحمتہ کے مرید وخلیفہ مجاز تھے۔

اسی واسطے حضرت شاہ سکندر نے حضرت مجدد پاک کو آپ کے بارے میں خصوصی ہدایت فرمائی تھی۔

اور یہی وجہ تھی کہ آپ اپنے مرشد کامل شاہ سکندر کے وصال کے بعد حضرت مجدد پاک کی خدمت میں رہ کر منازل سلوک طے کرتے رہے اور بعد تکمیل مجاہدات ومنازل سلوک کے حضرت مجدد پاک نے آپ کو نقشبندی سلسلہ سے خرقہ خلافت واجازت عنایت فرمایا تھا۔

مرشد کامل سے عشق اور گہرا تعلق ☆: آپ کے قلب وروح پرور پر اپنے مرشد کامل حضرت شیخ سکندر کیتھلی قادری علیہ الرحمتہ کی توجہات قادریہ اور ان کی ذات عالیہ کا اتنا اثر غالب ہو چکا تھا کہ ایک مرتبہ حضرت شاہ سکندر قادری علیہ الرحمتہ لاہور تشریف لائے اور آپ کے مکان پر پہنچے تو آپ مکان کی بالائی منزل پر تشریف فرما تھے۔

آپ نے حضرت شاہ سکندر کو دیکھتے ہی بے اختیار ہو کر مکان کی بالائی منزل سے چھلانگ لگا کر قدم بوسی کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت شاہ سکندر نے آپ کی دلی کیفیت کو بھانپ کر فوراً فرمایا "محمد طاہر حوصلہ سے کام لو اور سیڑھی کے ذریعے نیچے آؤ"

2۔ حضرت شاہ سکندر قادری کیتھلی علیہ الرحمتہ نے جب آپ کو لاہور کی قطبیت سے نواز کر لاہور جانے کا حکم دیا تو مرشد کامل کی جدائی میں آپ پریشان ہوگئے آپ کی دلی کیفیت دیکھ کر مرشد کامل نے فرمایا طاہر قرب روحانی کی راہ میں بعد مکانی حائل نہیں۔

آپ کی اپنے مرشد سے وابستگی کا اس بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ انکی خانقاہ میں حاضر رہ کر چلہ کشی فرمایا کرتے اور اپنے مرشد کی خدمت میں حاضری کو مقدم سمجھتے تھے۔

3۔ آپ کو اپنے مرشد سے ایک پل کی جدائی بھی گوارہ نہ تھی' لاہور تشریف لانے کے بعد آپ کا معمول تھا کہ ہر سال درویشوں کی

جماعت کے ہمراہ لاہور سے پیدل اپنے مرشد کی خدمت میں کیتھل شریف ضلع کرنال انڈیا تشریف لے جایا کرتے تھے۔

مرشد کی نصیحت برائے خدمت مجدد پاک☆: آپ کے مرشد حضرت شاہ سکندر قادری کیتھلی علیہ الرحمتہ نے آپ کو نصیحت فرمائی تھی کہ حضرت شیخ سرہندی علیہ الرحمتہ کے توسط سے تمہاری رسائی میری خانقاہ تک ہوئی ہے اس لئے ان کے آداب کا خصوصی خیال اور لحاظ رکھیں اور ان کی صحبت میں رہا کریں۔

حضرت مجدد پاک کی آپ پر خصوصی شفقت☆: امام ربانی قندیل نورانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی علیہ الرحمتہ آپ پر خصوصی شفقت و محبت فرمایا کرتے تھے اور آپ کو "العالم" "العامل" "الفاضل" "الکامل" محمد طاہر کے الفاظ سے یاد فرمایا کرتے تھے۔

آپ کے علم وفضل کے پیش نظر حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی نے آپ کو اپنے صاحبزادوں حضرت خواجہ محمد سعید' حضرت خواجہ محمد معصوم رحم اللہ تعالیٰ کی تعلیم کے لئے استاد مقرر فرمایا تھا۔ آپ بھی ان صاحبزادہ کی تعلیم و تدریس میں نہایت کوشش وسیع و بلیغ فرمایا کرتے تھے۔

چنانچہ حضرت مجدد پاک کے صاحبزادگان آپ کے بارے فرمایا کرتے تھے۔ کہ حضرت شیخ کے حقوق ہمارے اوپر اسقدر ہیں کہ ہم کسی بھی طرح ان کے شکریئے سے عہدہ برآں نہیں ہو سکتے' اللہ ان کو جزائے خیر دے۔

سیرت وکردار☆: آپ علوم ظاہری و باطنی میں یکتائے روزگار و منفرد اور اپنے زمانے کے چوٹی کے عالم دین اور فاضل تھے آپ صاحب احوال عالیہ ومناقب فاخرہ اور حاوی علوم وحافظ قرآن تھے۔

آپ نے اس قدر مجاہدہ وریاضت کی کہ خشک ہو کر پوست اور استخواں رہ گئے' آپ زمرہ مشائخ لاہور میں صاحب ریاضت شاقہ' مجاہدات شدیدہ اور صاحب کشف وکرامات والہامات وجذبہ قویہ تھے اپنے زمانے کے علماء میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے' اور یہی وجہ تھی کہ وقت کے بڑے بڑے معتبر اور بزرگ علمائے دین مسائل کے حل اور انکی تحقیق وتصدیق کیلئے آپ کے پاس آئے تھے۔

جب آپ مرشد کامل کے حکم سے لاہور تشریف لائے تو آپ نے تبلیغ واشاعت اسلام اور درس وتدریس کے کام کا اس انداز سے کام شروع کیا کہ تھوڑے ہی دنوں میں لاتعداد افراد حلقہ بگوش اسلام ہوگئے اور ہزاروں افراد نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت قبول کی جس کی وجہ سے بہت جلد آپکی روحانی عظمت وجلالت اور بزرگی کا چرچا عام ہوگیا اور ہر چار جانب سے لوگ تھے کہ آپ کی طرف کھنچے چلے آرہے تھے اس زمانے میں خطہ میانی صاحب کے رئیس حضرت حافظ جان محمد تھے وہ آپ کو محلہ شاہ اسحاق سے میانی صاحب لے آئے' جہاں آپ نے خانقاہ قائم کی تو یہاں بھی وہی رونق اور وہی علمی مشغلہ اور عام لوگوں کی آمد کا غلغلہ جاری رہا۔

آپ کسی معاوضہ کے بغیر وعظ وتدریس کا کام کرتے تھے' اور کسی سے فتوح اور نذر ونیاز نقد وجنس میں قبول نہ فرماتے تھے۔ تمام عمر طلباء کو پڑھانے میں مشغول اور مصروف رہے' مگر اس کے باوجود آپ کی طبیعت میں خلوت وتنہائی کا غلبہ رہتا تھا اور بوقت عبادت حجرہ خلوت میں مقیم رہتے تھے بالخصوص امراء اور دولت مندوں کو کسی حال میں اپنے قریب نہ آنے دیتے تھے تمام عمر سنت رسول ﷺ آپ کا

نصب العین رہا آپ کتب احادیث وتفاسیر اپنے ہاتھوں سے لکھتے اور حواشی سے مزین فرما کر فروخت کرتے اور اس سے جو آمدنی حاصل ہوتی اس سے اپنی روزی چلاتے۔

آپ انتہائی متواضع اور منکسر المزاج تھے' اور خاکساری اور بے مقداری کے مزاج کے اعتبار سے سالکوں میں آپ کے برابر کوئی نظر نہیں آتا اکثر واوقات درویشوں سے فرماتے کہ "جاروب کش کو منع کردو اور بیت الخلاؤں کی صفائی و پاکیزگی میرے لئے چھوڑ دو۔"

آپ کے زہد و تقویٰ اور خشیت الٰہی کا یہ عالم تھا کہ ایک روز حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمتہ نے آپ کو امامت کے لئے فرمایا تو آپ کا رنگ اڑ گیا اور جسم کانپنے لگا

اگرچہ آپ بہت پختہ حافظ قرآن اور بلند پایہ عالم دین تھے لیکن خشیت الٰہی کے سبب الفاظ بار بار آپ کے حلق میں اٹکتے تھے۔

بارگاہ رسول ﷺ سے شرفیابی ☆: آپ پر ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا غلبہ ہوا اور کمال بے قراری ہوئی تو آپ نے بارگاہ خداوندی میں گریہ وزاری کی تو اسی وقت آپ نے اپنے آپ کو رسول ﷺ کی بارگاہ میں پایا اور رسول ﷺ نے آپ سے فرمایا کہ میں نے تمہیں اپنی محبت سے سرفراز کر دیا ہے۔

کشف و کرامات ☆: ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ میں نے خدا سے اجازت لے لی ہے کہ جو شخص بھی میرے مزار کے اردگرد دفن ہونے کی سعادت حاصل کرے گا اس کے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے اور وہ جنت میں داخل ہوگا۔

کرامت ۲ ☆: ایک مرتبہ آپ نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں تشریف لے گئے تو آپ نے مسجد میں ایک شخص کو سوتے ہوئے پایا۔ آپ نے اسے جگا کر فرمایا کہ فقیروں کو کسی سے لڑنا نہیں چاہیئے' وہ فقیر شرمندہ ہو کر اقراری ہوا کہ وہ واقعی خواب میں کسی سے لڑ رہا تھا۔

کرامت ۳ ☆: ایک مرتبہ آپ کیتھل شریف میں اپنے مرشد حضرت شاہ سکندر علیہ الرحمتہ کے عرس میں حاضر تھے۔

اس موقع پر بہت سے مشائخ بھی موجود تھے' دوران گفتگو کلمہ طیبہ کا ذکر آیا تو آپ کے جذب کے عالم میں فرمایا کہ جس نے اس کلمہ کو دل و جان سے پڑھا ہے وہ اگر لفظ "**لا**" کسی ذی روح کے کان میں کہے گا تو وہ مر جائے گا۔ اور اگر "**الا اللہ**" کہے تو پھر زندہ ہو جائے۔

یہ کہہ کر آپ اُٹھ کھڑے ہوئے اور نزدیک ہی ایک گائے بندھی ہوئی تھی آپ نے اس کے کان میں لفظ "لا" کہا تو وہ مر گئی' اور جب آپ نے اس کے کان میں لفظ الا اللہ کہا تو وہ زندہ ہو کر چرنے لگی۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال چھپن برس کی عمر میں ۲۰ محرم الحرام ۱۰۴۶ھ بمطابق 29 اگست 1636ء بروز جمعرات بوقت چاشت ہوا' مزار پُر انوار آپ کے اپنے بنائے ہوئے مدرسے کے ایک کونے محلّہ میانی صاحب لاہور میں مرجع خاص و عام ہے جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت شیخ محبوب الحق عرف مادھولال حسین قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆ : مجذوب عشق رحمان، مخمور شراب عرفان، بلبل مرغزار صمدیت، فائز بہ کمالات الفقر فخری، پیکر شوکت و جمال، حضرت شیخ محبوب الحق المعروف مادھولال حسین قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قدوۃ الاخیار ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۹۸۳ھ بمطابق 1575ء میں شاہدرہ لاہور کے ایک ہندو گھرانے میں ہوئی۔ چونکہ آپ بہت حسین وجمیل اور خوبصورت بانکے تھے۔ ایک دن حضرت لال حسین قادری علیہ الرحمتہ آپ کے علاقے شاہدرہ سے گزرے جا رہے تھے کہ اچانک ان کی نظر ولایت آپ پر پڑی اور زبان ترجمان سے فرمایا کاش ایسا خوبصورت انسان جہنم کا ایندھن نہ بنے۔ اس کے بعد سے آپ پر ایسے فریفتہ ہوئے کہ پھر اس کے علاوہ نظروں میں کوئی جچتا نہیں تھا۔ دیوانہ وار آپ کے دروازے اور گھر کا طواف شروع کر دیا۔

ادھر آپ کی یہ کیفیت کہ حضرت لال حسین کی طرف کوئی توجہ یا التفات نہیں کیا۔ حتیٰ کہ حضرت لال حسین عشق کی وجہ سے زبان خلق خدا کا مرکز بن گئے۔ ہر محل ہر جگہ آپ کے عشق کے چرچے بازار ہو یا بادشاہ کا دربار ہو زبان زد خاص و عام پر حضرت لال حسین اور شیخ مادھو کے عشق کا ہی چرچا تھا۔

جب آپ کی عمر اٹھارہ برس کی ہوئی تو آپ کے دل میں حضرت لال حسین کی محبت نے گھر کیا اور آپ ان کے سامنے رام ہو گئے۔ پھر کیا تھا کہ دونوں میں اس قدر محبت وکشش کہ ایک دوسرے کے بغیر رہنا محال ہو گیا۔ یہ کیفیت دیکھ کر آپ کے والدین نے منصوبہ بنایا کہ جب یہ رات کو بستر پر اکٹھے لیٹیں گے تو حضرت شیخ لال حسین کو قتل کر دیں گے مگر قدرت خداوندی کو کچھ اور ہی منظور تھا کہ جب وہ رات کو حضرت شیخ لال حسین کے گھر کی طرف آتے تو ان کو دروازہ ہی نظر نہ آتا تھا۔ وہ شرمسار ہو کر واپس چلے جاتے بالآخر وہ وقت آیا کہ آپ نے علی الاعلان اپنے مسلمان ہونے کا اظہار کر دیا۔

حضرت شاہ حسین نے آپ کا اسلامی نام محبوب الحق رکھا۔ جو کہ بعد کو مادھولال حسین کے نام سے پہچانے جانے لگے۔ کہ اس نام میں آپ کے مرشد کے نام کی نسبت ہے۔ آپ اپنے مرشد کے حکم پر ۱۳ برس تک راجہ مان سنگھ کی فوج میں ملازم رہے اور اس کے ساتھ دکن کی مہم میں شامل ہوئے اس مہم میں راجہ مان سنگھ کو ہزیمت اٹھانی پڑی تو وہ مجبوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دعا کا طالب ہوا۔ آپ نے استعداد کے لئے اپنے پیر و مرشد سے رجوع کیا۔ تو حضرت شیخ لال حسین قادری علیہ الرحمتہ وہاں پہنچے اور راجہ سے فرمایا کہ حملہ کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اس وقت راجہ کو آسمان سے سبز گوڈری والے فقیروں کی ایک فوج اترتی ہوئی نظر آئی۔

اس کے بعد شیخ لال حسین قادری علیہ الرحمتہ اور شیخ محبوب الحق المعروف شیخ مادھو وہاں سے واپس آ گئے۔

مرشد کامل سے عشق ☆: آپ اپنے مرشد شاہ لال حسین قادری علیہ الرحمتہ کے سچے عاشق صادق تھے۔ مرشد کامل کے وصال کے بعد اکثر ان کی قبر سے لپٹ کر رو رو کر یہ اشعار پڑھتے تھے۔

تو شدی باوصال حق ہمدم مادھورا گذاشتی در غم
توشدی از جہاں نیاز و نعم مادھو تو شدہ بدرو دو نیم

ترجمہ☆: تو حق کے وصال کی وجہ سے اس کا ہمدم ہو گیا ہے۔(۲) اور مادھو کو غم میں مبتلا چھوڑ گیا ہے۔ تو ناز اور نعمت والی دنیا میں چلا گیا ہے، اور تیرا مادھو در بدر کی ٹھوکروں میں رہ گیا ہے۔

میرے حال دا محرم تُوں اندر توں ہیں باہر توں ہیں، روم روم وچ توں
توں ہیں تاناں توں ہیں باناں سبھ کجھ میرا تُوں کہے حسین فقیر نماناں، میں ناہیں سبھ تُوں

آپ خود بھی شاعری کرتے تھے۔ جناب شفیع عقیل صاحب نے خیابانِ پاک میں آپ کی ایک کافی کا مفہوم اردو ترجمہ کر کے پیش کیا ہے جو کہ حسب ذیل ہے:

مرے دل کے حال کا محرم اے میرے رب تو اندر تو ہے باہر تو ہے
تو ہی تانا تو ہی بانا سب کچھ ہے اب تو شاہ حسین کہے بے چارہ میں نہ ہیں سب تو

وصال با کمال ☆: آپ کا وصال با کمال ۱۰۵۶ھ بمطابق 1646ء کو بعمر ۷۲ سال بروز دوشنبہ کو ہوا۔

مزار پر انوار مرشد کامل کے ساتھ باغبانپورہ لاہور میں مرجع خاص و عام ہے۔ ہر سال آپ کے عرس کے موقع پر میلہ چراغاں ہوتا ہے۔ جو کہ ایک تاریخی میلہ کہلاتا ہے۔ جو کہ موسم بہار کے آغاز پر ہر سال لگتا ہے۔

میلہ چراغاں اور بسنت ☆: جب آپ مرشد کامل حضرت لال حسین کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے تو انہی ایام میں حسب معمول بسنت کا دن آ گیا۔ تو ہندوؤں نے اپنی رسم کے مطابق عیش و عشرت کا معمول پورا کیا۔ اور رقص و نشاط کے عالم میں ایام ہولی میں مشغول ہوئے۔

جب آپ نے یہ کھیل تماشہ دیکھا تو آپ کو بھی ہولی کے اس تمام کھیل کا شوق دامن گیر ہوا۔ تو آپ نے معشوقانہ انداز میں لال رنگ لا کر حضرت لال حسین کے اوپر ڈال دیا جس سے ان کی ریش اور چہرہ مبارک رنگین ہو گیا۔ آپ کے مرشد حضرت لال حسین یہ انداز معشوقانہ دیکھ کر حالت وجد میں آ گئے اور رقص و نشاط میں اپنے دوستوں کے ساتھ شامل ہو گئے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نسبت سے بسنت کے روز آپ کے مزار پر محفل سماع رقص و رنگ اندازی ہوتی ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سید عبداللہ شاہ گیلانی قادری المعروف عبداللہ صحابی رحمۃ اللہ علیہ

تعارف ☆: شہزادۂ غوث الوریٰ، پروردۂ نگاہ لطف رسول مدنی، بحرِ اسرار و معدن حقائق و معارف، ناطق اللسان احوال، مرآۃ جمال بے مثال، ساقی خمخانۂ اسرار، ہادی ساکنانِ بحری و بری، غزالی صحرائے الوہیت، رازی صحرائے نبوت، آشنائے رموز و کنایات معراج، سلطان ملک بقاً حضرت پیر سید عبداللہ شاہ گیلانی البغدادی، بہ ملقب صحابی، ثمہ ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ قطب حقیقت و معرفت ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت بغداد شریف ملک عراق میں حضرت سید محمود شاہ گیلانی البغدادی علیہ الرحمۃ کے علمی و روحانی گھر میں ہوئی۔

آپ پیران پیر دستگیر سیدنا غوث الاعظم سرکار حضرت میراں محی الدین سید عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ عنہ کی اولاد پاک سے ہیں، آپ کا شجرہ نسب چودہ واسطوں سے حضور غوث الاعظم سرکار تک اور 26 واسطوں سے امام المشارق والمغارب، شیر خدا، حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم تک پہنچتا ہے، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

حضرت سید عبداللہ شاہ الملقب صحابی بن حضرت سید محمود بن حضرت سید عبدالقادر بن حضرت سید عبدالباسط بن حضرت سید حسین بن حضرت سید احمد بن حضرت سید شرف الدین قاسم بن حضرت سید شرف الدین یحییٰ بن حضرت سید بدرالدین حسن بن حضرت سید علاؤالدین علی بن حضرت سیّد شمس الدین محمد بن حضرت سید شرف الدین یحییٰ بزرگ بن حضرت سید شہاب الدین احمد بن حضرت سید ابوصالح النصر بن حضرت سید عبدالرزاق بن حضرت سیّد السادات غوث الاعظم السیّد عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی بن حضرت سید ابوصالح موسیٰ جنگی دوست بن حضرت سید عبداللہ الجیلی بن حضرت سید یحییٰ زاہد بن حضرت سید شمس الدین محمد زکریا بن حضرت سید ابوبکر داؤد بن حضرت سید موسیٰ ثانی بن حضرت سید عبداللہ صالح بن حضرت سید موسیٰ الجون بن سید عبداللہ المحض بن حضرت سید حسن مثنیٰ بن حضرت سید امام حسن مجتبیٰ بن حضرت امام الاولیاء علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم و رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے عظیم والدِ بزرگوار حضرت سید محمود گیلانی البغدادی قادری علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے، اور انہی سے خرقۂ خلافت پا کر سرفراز و ممتاز ہوئے۔

سیرت وکردار☆ :ایام طفلی سے ہی آپ کو عبادت وریاضت کا شوق غالب تھا، ساری عمر ذکر وفکر وعبادات وریاضت میں مصروف رہ کر گزاری، دنیا اور اہل دنیا سے آپ کو کوئی سرکار نہ تھا، ساری زندگی لوگوں سے الگ تھلگ رہ کر گوشہ نشینی اختیار کر کے یادِ خدا میں گزاری، آپ صاحب کشف کرامت، اور جامع الحسنات، منبعِ فیوض و برکات اور سیف اللسان بزرگ تھے، اخلاق، پیار، محبت، سخاوت، وضع داری رواداری میں اپنی مثال آپ تھے۔

بغداد سے سندھ میں ورود مسعود☆: شیخ المحد ثین حضرت سید شاہ محمد غوث قادری لاہوری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ''اس فقیر کے دادا حضرت سید عبداللہ جب بغداد سے ٹھٹھہ تشریف لائے تو وہاں کے ایک سادات گھرانے میں آپ نے شادی کی اور اس فقیر کے والد وہاں پیدا ہوئے۔''

قدوۃ السالکین حضرت پیر سید عبداللہ شاہ گیلانی البغدادی ثمہ ٹھٹھوی قادری المعروف صحابی رحمۃ اللہ علیہ بغداد شریف سے اکیلے ہی اپنے مرشد کامل کے فرمان پر سلسلہ عالیہ قادریہ کی ترویج واشاعت اور تبلیغ اسلام کے لئے اکیلے ہی تشریف لائے تھے۔

آپ چند روزہ قیام کے بعد جب سیاحت کرتے ہوئے اگلی منزل کو روانہ ہونے لگے تو ٹھٹھہ کے مقامی لوگ چونکہ آپ کے بے حد معتقد ومحب تھے وہ قطعاً برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ آپ کسی اور جگہ تشریف لے جائیں ان کے اصرار پر آپ نے ٹھٹھہ ہی میں قیام کو ترجیح دی۔ آپ نے یہاں پر سلسلہ قادریہ کو فروغ دینے میں بھرپور کردار ادا کیا، آپ کی شبانہ روز کی کاوشوں سے یہ سلسلہ خوب پھلا پھولا، لاتعداد افراد آپ کے حلقہ میں داخل ہو کر اپنے مقصد کو پہنچ کر عارف واکمل بنے، ہزاروں کی تعداد میں لوگ آپ کے دست گرفتہ ہوئے، بے شمار لاعلاج مریضوں کو آپ کی دعا وبرکت سے شفا ملی، بہت سے گمراہوں کو صراط مستقیم پر چلنا نصیب ہوا۔

شادی واولاد☆: جیسا کہ اس سے پہلے تحریر کیا جا چکا ہے۔ کہ آپ نے سندھ کے علاقہ ٹھٹھہ ہی کے ایک سید گھرانے میں شادی کی۔ خداوند کریم نے آپ کو دو صاحبزادے ایک حضرت سید حسن اور دوسرے سید محمد فاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم عطا فرمائے۔

کرامت☆ : صاحب تحفۃ الکرام کے حوالے سے مولانا اعجاز الحق قدوسی چشتی صابری علیہ الرحمۃ اپنی معروف زمانہ کتاب ''تذکرہ صوفیائے سندھ'' میں رقمطراز ہیں کہ:

آپ کی مرقد منورہ سالہا سال گزرنے کے باعث منہدم ہونے کے قریب تھی کہ اس عہد کے مشہور بزرگ حضرت حافظ اللہ گجراتی غالباً جو اس وقت گجرات میں مقیم تھے کو حضور غوث الاعظم سرکار السید نا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ وہ ٹھٹھہ پہنچ کر اپنے مرید وخلیفہ شیخ محمد یعقوب، اور خلیفہ ابوالبرکات کے ساتھ جو خود بھی بڑے پائے کے بزرگ تھے، کو ہمراہ لے کر حضرت سید عبداللہ شاہ بغدادی ٹھٹھوی کے مزار مبارک کی تعمیر کریں۔

چنانچہ وہ ٹھٹھہ پہنچے اور وہاں انہوں نے حضرت سید علی ثانی شیرازی کو حضرت غوث اعظم سے ملنے والا حکم سنایا اور اپنی آمد کا مقصد بتایا۔

حضرت سید علی ثانی شیرازی نے یہ سُن کر فوراً ہی اپنی گردن جھکا لی اور مراقبہ میں مصروف ہو گئے، مراقبہ سے فارغ ہو کر فرمایا میں نے اس وقت حضرت سید عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو اولیاء کی محفل کا صدر نشین دیکھا ہے۔

یہ کہہ کر وہ بھی حضرت حافظ اللہ گجراتی کے ساتھ مکلی قبرستان پہنچے اور ان سب نے مل کر آپ کی مرقد منورہ کو درست کیا۔
کہتے ہیں کہ شیخ محمد یعقوب اور خلیفہ ابوالبرکات پتھر اُٹھا کر لاتے تھے اور حضرت سید علی شیرازی اور حضرت حافظ اللہ گجراتی اُن پتھروں کو مزار مبارک پر لگاتے جاتے تھے۔

صحابی کے لقب سے شہرت کی وجہ تسمیہ☆: آپ کی اولاد سے ایک بزرگ ولی العصر حضرت سید محی الدین المعروف سید غلام رحمتہ اللہ علیہ جو شیخ المحدثین حضرت سید شاہ محمد غوث قادری گیلانی ثم لاہوری علیہ الرحمۃ کے پوتے اور مرید و خلیفہ مجاز ہیں وہ اپنی کتاب ''خوارق العادات'' میں رقمطراز ہیں کہ

وصال سے چند روز قبل آپ چند روز بیمار رہے، جب آخری وقت آن پہنچا اور گنے چنے سانس باقی رہ گئے تو آپ نے اپنے اہل خانہ سے فرمایا کہ اس گھر کو فرش سے سجادو اور خوشبوؤں سے بسادو۔

چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، پھر اس کمرے کو اور لوگوں سے خالی کروا دیا گیا اور آپ خود بنفس نفیس بمعہ ہر دو فرزندوں کے جناب حضرت سید حسن اور حضرت سید محمد فاضل علیہم الرحمۃ اس کمرے میں تشریف فرما رہے۔

اچانک دیکھا کہ جناب حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ کرام، سبطین مختار اور حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ اس کمرے میں تشریف لائے، آپ اپنے دونوں فرزندوں کے ہمراہ کھڑے ہوگئے، اور سلام تحیت بجالائے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس غلام کی خوش قسمتی ہے کہ آپ نے اپنے مبارک قدموں سے اس حقیر کے غریب خانے کو منور فرمایا۔

ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے۔ اے بیٹا ہم تمہارے استقبال کے لئے آئے ہیں۔ عرض کی اے شفیع المذنبین بندہ بھی آپ کی قدمبوسی کا مشتاق ہے، اور بے شمار سعادت رکھنے والے رُخ انور کے دیدار کا متمنی ہے۔

ہاں ایک گذارش ہے کہ ان دو غلام زادوں کے بارے میں میرا دل پریشان ہے کہ ان کا انجام کیا ہوگا، آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنے دل کو پریشان نہ کرو، کیونکہ ان کے تمام اُمور کے ہم خود ذمہ دار ہیں۔

پھر حضرت سید حسن رحمتہ اللہ علیہ کا ہاتھ پکڑ کر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم کے ہاتھ میں دے کر ارشاد فرمایا کہ اس کی تربیت آپ کریں، کیونکہ یہ آپ کا فرزند ہے، انہوں نے (یعنی جناب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) حضرت حسن کا ہاتھ پکڑ کر حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر ارشاد فرمایا ان کی غور پرداخت آپ کے ذمہ ہے۔

پس حضرت سید حسن علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اُس وقت مجھ پر ایک ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ مجھے نہ تو اپنی خبر تھی اور نہ ہی دنیا و مافیہا کی، اور یہ عالم بے خودی تین دن تک رہا، جب مجھ سے یہ کیفیت دور ہوئی تو میں نے اپنے والدِ گرامی (حضرت عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ) کے بارے پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ ان کے وصال تین دن ہو چکے ہیں، ہر ممکن طریقہ سے آپ کو بیدار کرنے کی کوشش کی مگر آپ کو بے ہوش ہی پایا۔ مجبوراً تجہیز و تکفین کا انتظام کر کے ہم نے انہیں دفن کر دیا۔

نوٹ☆: مرجع العلماء والفضلاء، پیکر جود و سخا، منبعِ رُشد و ہدایت، فنافی الرسول، چراغ سلسلہ عالیہ قادریہ حضرت پیر سید محمد

امیر شاہ قادری گیلانی المعروف مولوی جی رحمتہ اللہ علیہ جو حضرت سید عبداللہ شاہ صحابی، بغدادی گیلانی قادری ثمہ ٹھٹھوی رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد پاک سے ہیں، وہ اپنی معروف زمانہ کتاب ''تذکرہ سید عبداللہ شاہ'' کے صفحہ ۲۱ تا ۲۵ فرماتے ہیں کہ:

فقیر کہتا ہے کہ ایسی کرامات دوسرے اولیائے کرام سے تواتر کے ساتھ منقول ہیں، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس واقعہ کے بعد خاص طور پر عقیدت مند آپ کو صحابی کہنے لگے ہوں۔

مگر یاد رکھنا چاہیے کہ صحابی بالاتفاق ایک خاص اصطلاح ہے، جو اُن حضرات کے ساتھ مختص ہے جنہوں نے ایمان کی حالت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت آپ کی وفات سے قبل کی ہو، ان حضرات کے علاوہ کسی کو صحابی کہنا جائز نہیں ہے۔

کچھ کوہ مکلی کے بارے میں ☆: ''کوہ'' (یعنی پہاڑ) مکلی صوبہ سندھ کے معروف ضلع ٹھٹھہ کے نشیب میں واقع ہے۔ کوہ مکلی ۱۲ میل لمبی سی ایک پہاڑی ہے، جس پر ایک قبرستان بلکہ یوں کہا جائے کہ ایک ''شہر خاموشاں'' واقع ہے۔

اس پہاڑی پر سب سے پہلے ایک مسجد تعمیر ہوئی، جو کہ جام تماچی نے آنے جانے والے راگیر مسافروں کے لئے اپنے مرشد شیخ حماد جمالی کے حکم پر بنوائی تھی، تاریخ کی معتبر کتب اور بزرگان دین کی سوانح حیات پر لکھی جانے والی کتب سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس پہاڑی پر ایک مائی مکلی نامی اللہ کی نیک بندی کی قبر بنی، جام تماچی جو سندھ کا حکمران گزرا ہے کہ دورِ حکومت میں غالباً حضرت شیخ حماد جمالی سہروردی علیہ الرحمۃ کے مشورے سے اس کو باضابطہ قبرستان قرار دیا گیا تھا، واللہ اعلم رسولہٗ

کوہ مکلی کے اس شہر خاموشاں میں بڑے بڑے جلیل القدر اولیائے کرام، نامی گرامی شعراءاور زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے لاتعداد افراد، بہت سے اہل فن وکمال، اور شاہان وقت سندھ کے فرمانروا اور ملوک مدفون ہیں۔

یہ شہر خاموشاں اپنی نزہت ومنظر کے اعتبار سے قابل دید ہے، اس قبرستان کے مقبروں اور شاندار مزارات وعمارات کو دیکھ کر ارغون، ترخان اور مغل دور کی صناعی اور عمارت سازی کے مختلف نمونے ہمارے سامنے آتے ہیں۔

اور اس قبرستان کی خصوصی بات یہ ہے کہ اس میں حضرت سید عبداللہ شاہ ٹھٹھوی قادری رحمتہ اللہ علیہ سے پہلے سینکڑوں اجل اولیائے کاملین کے مزارات ومراقد منورہ موجود تھے، جو آج بھی موجود اور قیامت تک قائم دائم رہیں گے۔

مگر اس قبرستان کو خصوصیت یہ حامل ہے کہ ملک بھر کے دوسرے صوبوں اور شہروں اضلاع بلکہ بیرون ممالک سے قافلوں اور انفرادی صورت میں جو لوگ زیارت کا عزم لے کر نکلتے ہیں اور ٹھٹھہ میں مکلی شریف میں حاضری دیتے ہیں، تو ان کا یہ تمام عمل وقصد صرف آپ کے مزار کی حاضری کا ہوتا ہے، جو آپ کی عظمت وولایت وبزرگی کا بین ثبوت ہے۔ آج مکلی شریف کا قبرستان پوری دنیا میں آپ کے نام نامی اسم گرامی کے نام سے مشہور اور معروف ہے۔

کتب تواریخ سے یہ بات بھی پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ شیخ حماد جمالی علیہ الرحمۃ کے حکم سے جام تماچی کی تعمیر کردہ مسجد کا نام ''مسجد مائی مکلی'' آپ ہی تجویز فرمایا تھا جو آج بھی اسی نام سے معروف ہے۔

مولانا اعجاز الحق قدوسی اپنی کتاب تذکرہ صوفیائے سندھ میں ایک اور وجہ تحریر کرتے ہیں کہ:

ٹھٹھہ کا یہ قبرستان اپنی عظمت وتاریخ کے لحاظ سے نہایت اہمیت رکھتا ہے، شیخ حماد جمالی علیہ الرحمۃ ہی کے زمانے میں اس مسجد میں ایک صاحب دل اور صاحب حال درویش جو حرمین شریفین کی زیارت کے لئے جا رہے تھے۔ مقیم ہوئے، انہوں نے اس قبرستان میں غیر معمولی انوار و برکات محسوس کئے، ان انوار و برکات کا مشاہدہ کر کے بار بار وہ بزرگ فرماتے تھے کہ ہذا مکہ (یہی میرے لئے مکہ ہے)۔

حضرت شیخ حماد جمالی علیہ الرحمۃ کو جب یہ کیفیت معلوم ہوئی تو اُنہوں نے سب سے پہلے اس مسجد کو ''مسجد مکلی'' سے موسوم کیا، اُس وقت سے اس پہاڑی کا نام بھی مکلی پڑ گیا، آج بھی اس پہاڑ پر وہ مسجد نہایت خستہ حال میں موجود ہے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۰۶۰ھ بمطابق ۱۶۵۰ء کو ہوا۔

۱۳۹۵ھ تک یعنی عرصہ دراز تک آپ کی مرقد منورہ پر کوئی گنبد یا عمارت تعمیر نہ ہوئی تھی۔

۱۳۹۵ھ بمطابق ۱۹۳۱ء میں آپ کے مزار پُر انوار کی تعمیر جدید عالی شان عمارت کی صورت میں کی گئی، مکلی قبرستان میں صرف یہی ایک عمارت ودربار نئی وضع کی نظر آتی ہے۔

جہاں آج بھی اندرون و بیرون ملک سے عقیدتمندان حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت ابوالبرکات سید حسن شاہ گیلانی قادری علیہ الرحمۃ سیاحت کرتے ہوئے پشاور پہنچے اور پشاور شہر کے محلّہ سلطانپورہ کے ایک باغ میں ڈیرہ لگایا، جہاں آج بھی ان کا مزار پُر انوار مرجع خاص وعام ہے۔

آج کل اُنکے دربار کے موجودہ سجادہ نشین حضرت سید نور الحسنین المعروف سلطان آغا قادری گیلانی مدظلہ العالی ہیں جو بڑے ہی احسن انداز میں سلسلہ عالیہ قادریہ کی خدمت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ حضرت سید عبداللہ شاہ قادری ٹھٹھوی علیہ الرحمۃ کے دوسرے فرزند حضرت پیر سید محمد فاضل گیلانی قادری کا مزار پُر انوار کشمیر کے علاقہ خانیار میں مرجع انام ہے۔

حضرت سید ابوالبرکات سید حسن شاہ گیلانی قادری علیہ الرحمۃ کے بڑے صاحبزادے حضرت شاہ محمد غوث قادری علیہ الرحمۃ کا مزار بیرون دہلی دروازہ لاہور میں مرجع خاص وعام ہے۔ آپ کی دیگر تمام اولادوں کے مزارات پشاور میں اپنے جدِاعلیٰ کے پاس مرجع انام ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت شاہ محمد المعروف مُلّا شاہ بدخشاں قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: مستغرق، بحرِ بے کنار، صاحب ولایت عمدۃ الاسرار واقف رموز شریعت حضرت ملا شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ کے آباؤ اجداد کا وطن موضع ارکساء (علاقہ روہتاس) بدخشاں ہے۔ آپ کے والد ماجد کا نام ملا عبدی ہے۔ وہ موضع ارکساء کے قاضی تھے آپ موضع ارکساء میں پیدا ہوئے آپ کا نام نامی اسم گرامی شاہ محمد ہے آپ کے پیرو مرشد حضرت میاں میر لاہوری قادری رحمتہ اللہ علیہ آپ کو محمد شاہ کے لقب سے پکارتے تھے۔ خداوند تعالیٰ کی طرف سے آپ کا لقب لسان اللہ ہے آپ کی ابتدائی تربیت موضع ارکساء میں ہوئی دینی علوم کے حاصل کرنے میں آپ نے سخت محنت کی۔ تحصیل علم کے بعد آپ اپنے وطن ارکساء سے سکونت ترک کر کے کشمیر آئے اور وہاں تین سال تک قیام پذیر رہے۔

تلاشِ حق ☆: جب آپ کے دل میں طلب الٰہی کا جذبہ موجزن ہوا تو آپ کشمیر سے لاہور تشریف لے آئے مگر لاہور آ کر آپ اپنی جستجو میں کامیاب نہ ہو سکے ناچار لاہور سے آگرہ روانہ ہوئے راستے میں ایک شخص سے ملاقات ہوئی باتوں باتوں میں کاملِ واکمل درویشوں کا ذکر آیا اس شخص سے آپ کو حضرت میاں میر علیہ الرحمۃ کا نام معلوم ہوا تو آپ کو افسوس ہوا کہ لاہور میں رہ کر حضرت میاں میر علیہ الرحمۃ سے ملاقات نہ کی مگر اس کے ساتھ ساتھ ہی آپ کو خوشی بھی ہوئی۔ آپ نے سوچا اب بھی منزل دور نہیں ہے لاہور واپس جانا چاہیے۔ ابھی آپ کے دل میں لاہور کا خیال پیدا ہوا ہی تھا کہ اُس شخص نے آپ کو بتایا کہ آگرہ میں ایک درویش ہیں اُن سے ملنا چاہیے آگرہ پہنچ کر آپ اس شخص کے ہمراہ ان بزرگ سے ملے مگر دل کو تسکین نہیں ہوئی چنانچہ آپ آگرہ سے لاہور تشریف لے آئے۔

بیعت و خلافت ☆: لاہور پہنچ کر حضرت میاں میر علیہ الرحمۃ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے حضرت میاں میر علیہ الرحمۃ نے تین سال تک آپ کی طرف کوئی التفات نہیں برتا۔ تین سال اسی طرح گزر گئے تین سال کے بعد حضرت میاں میر علیہ الرحمۃ نے آپ سے دریافت کیا کہ میاں تم کہاں رہتے ہو؟ آپ نے جواب دیا کہ مسجد میں رہتا ہوں یہ سن کر حضرت میاں میر علیہ الرحمۃ نے آپ سے فرمایا کہ مسجد میں رہنا مناسب نہیں یہ حکم سنتے ہی آپ نے مسجد میں رہنا چھوڑ پھر حضرت میاں میر علیہ الرحمۃ نے آپ سے

پوچھا کہ کیا کھاتے ہو؟ آپ نے جواب دیا بازار کی روٹی کھاتا ہوں۔ حضرت میاں میر علیہ الرحمۃ نے آپ سے فرمایا کہ بازار کی روٹی نہیں کھانی چاہیے۔

چنانچہ آپ نے بازار کی روٹی کھانا چھوڑ دی فاقہ کرنا شروع کر دیا آخرکار حضرت میاں میر علیہ الرحمۃ نے آپ کو بیعت سے مشرف فرما کر خرقہ خلافت عطا فرمایا۔

پیرومرشد کی دعا ☆: ایک دن کا واقعہ ہے کہ حضرت میاں میر علیہ الرحمۃ نے دعا کی حاضرین نے پوچھا کہ حضور دعا کس کے واسطے کی ہے حضرت میاں میر علیہ الرحمۃ نے فرمایا مُلّا شاہ کے بارے میں جس سے میرا طریقہ روشن ہوگا آپ اپنے پیرومرشد کی خدمت میں تیس سال رہے۔ عبادت و ریاضت اور مجاہدہ میں مشغول رہے ایک دن آپ کے پیرومرشد نے خوش ہو کر آپ سے فرمایا کہ ملا شاہ جو ریاضت تم نے کی ہے۔ وہ مشائخ سابق میں سے کسی نے بھی نہیں کی ہے۔

جب آپ کا کام پایۂ تکمیل پر پہنچ گیا تو اپنے پیرومرشد سے اجازت لیکر گرمی کے موسم میں کشمیر چلے جاتے اور سردی کے موسم میں لاہور آ کر اپنے مرشد کی خدمت میں رہتے تھے۔

سیرت و کردار ☆: آپ کامل و اکمل درویش تھے قادری سلسلہ کے بزرگوں میں آپ کو نمایاں درجہ حاصل تھا۔ آپ نہایت عسرت سے گزارا کرتے تھے کئی کئی روز آپ کے گھر میں کھانا نہ پکتا تھا اور نہ چراغ روشن ہوتا تھا۔ آپ بچپن سے ہی نماز روزہ کے پابند تھے کم کھاتے تھے کم بولتے تھے ساری زندگی میں کبھی نماز قضا نہیں کی شروع شروع میں آپ نے سات سال تک اس طرح ذکر خفی کیا کہ عشاء کی نماز کے بعد سے صبح تک آپ حبسِ نفس اور پھر ذکر میں مشغول ہوتے۔ پوری رات دو سانس میں گزار دیتے تھے۔ تیس سال تک آپ مطلق نہیں سوئے آپ ترک تجرید فقر و، استغنا، قناعت و توکل، تسلیم و رضا، عبادت و ریاضت اور مجاہدہ میں اپنی مثال آپ تھے آپ شاعر بھی تھے۔ آپ کا تخلص شاہ ہے۔ آپ صاحب دیوان ہیں۔

تعلیمات وارشادات ☆: آپ فرماتے ہیں کہ اُمید ہے کہ حق تعالیٰ اپنے آشناؤں کو اپنے سے دور نہیں کرے گا جب کہ خود رب کائنات کا فرمان ہے کہ جو شخص میری طرف بڑھے میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔ پس خاطر جمع رکھو کہ پہچان لینے کے بعد پہچان محال ہے۔ لیکن پھر بھی اپنی کوشش نہیں چھوڑنی چاہیے۔ اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرنی چاہیے۔ انسان کی طاقت اور قوت بھی اس دن کے لئے ہے اور اسی کام کے لئے ہے۔ طاقت و قوت اسی طرف صرف کرنی چاہیے خصوصاً اس شخص کے لئے یہ بات ضروری ہے جسے راہ مل گئی ہو اگر وہ نہ کرے گا تو افسوس اُس پر ہے کہ پھر بھی دعویٰ عاشقی کرے۔

نمبر۲ ☆: آپ فرماتے ہیں کہ طلب کا انجام یا علت غائی سلوک ہے۔ اور سلوک کی انتہا معرفت لیکن معرفت کی انتہا کوئی نہیں ہے۔ معرفت کا دروازہ ہمیشہ کھلا ہے اور غارت کے لئے اس کا عبور ہر وقت جائز ہے۔ تجلی ہر وقت نئی سے نئی ہوتی ہے۔ اور یہ تازگی انداز سے باہر ہے۔ اس کا سمجھ لینا بڑے اعلیٰ درجے کی بات ہے۔

نمبر۳ ☆: مبارک سفر باطنی سفر ہے سو عمدہ طور پر انجام ہو چکا دنیا کا ظاہری سفر سو اس کے سرانجام ہونے میں کسی کو کلام ہے

جس کو وجود اعظم کا یقین ہوگا یقیناً اس کے اغیار کا لشکر شکست کھائے گا تمام کمالات عارف کے مسخر ہیں اور یہ امر بھی مسلمہ ہے کہ اسے موزونیت بھی حاصل ہوتی ہے۔

اقوال ☆: آپ فرماتے ہیں کہ ہر فرد میں عرفان کی استعداد ہے۔

نمبر۲ ☆: وحدت کا کام دید ہے جس کی برکت سے نظری علم حاصل ہوتا ہے۔ یہ لوگ جو طالبان خدا کے لئے وحدت کی دور دراز راہ ایک ہی نظر میں طے کرا دیتے ہیں ان کو اللہ کی طرف سے وحدت کا علم ہوتا ہے۔

کشف و کرامت ☆: مرید ہونے سے قبل شہزادہ دارشکوہ کے دل میں یہ خیال آیا کہ جب آپ کی خدمت میں جائیں گے تو عرض کریں گے کہ چونکہ دنیا میں آپ کا ہمسایہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ تو اس سے یہ امید کرنا بے جا نہ ہوگا کہ آپ مہربانی فرما کر اور توجہ کر کے آخرت میں بھی ایسا ہمسایہ بنائیں گے۔

شہزادہ دارشکوہ جب حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے بغیر اُن کے کچھ کہے ہوئے اُن کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا۔ اے عزیز میں نے کسی مرید اور دوست سے اس قسم کا مصافحہ نہیں کیا اور میں کہتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ آخرت میں بھی تیری مدد کروں گا۔

نوٹ ☆: شہزادہ دارشکوہ آپ کے نہ صرف مرید بلکہ خلیفہ مجاز بھی ہیں۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۰۶۹ھ میں ہوا۔ مزار پرانوار لاہور میں آج بھی مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سید ابوتراب عرف شاہ گدا قادری رحمۃ اللہ علیہ

تعارف ☆ : مست الست نعمات بے ساز، مستان جمال احدیت، محبوبان بارگاہ صمدیت، آثار ولایتش ظاہر بر خاص وعام بے دلیل، صاحب کشف وکرامات وکمال، مجذوب عشق رب رحمان حضرت سید ابوتراب المعروف شاہ گدا قادری شطاری شیرازی رحمۃ اللہ علیہ قطب آسمان ولایت ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت حضرت سید نجیب اللہ ذین حسنی کے گھر شیراز ملک ایران میں ہوئی۔

آپ حسینی سید ہیں۔ شجرہ نسب کی تفصل درج ذیل ہے:

سید ابوتراب بن سید نجیب الدین بن سید شمس الدین بن اسد الدین بن سید زین الدین بن سید یونس بن سید عبدالوہاب بن سید عبدالہادی بن ابوالبرکات بن سید انور علی بن سید عبداللطیف بن سید محمد شریف بن سید ابوالمظفر بن سید عبدالباقی بن سید ابوالحسن بن سید عبدالعزیز بن سید عبداللہ بن سید محمد امین بن سید قدرت اللہ بن سید موسیٰ بن سید ہارون بن سید حضرت امام موسیٰ کاظم بن سید حضرت امام جعفر صادق بن حضرت سید امام محمد باقر بن حضرت سید زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حضرت سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حضرت مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعلیہم الرحمۃ والرضوان والغفران۔

بیعت وخلافت ☆ : آپ ولی العصر شیخ یگانہ حضرت سید وجیہہ الدین گجراتی قادری شطاری علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ اور انہی سے خرقہ خلافت پاکر قادریہ شطاریہ سلسلہ میں صاحب مجاز وصاحب ارشاد ہوئے۔

مشرب رندانہ ☆ : آپ اگرچہ سلسلہ عالیہ قادریہ شطاریہ میں بیعت تھے مگر مشرب آپ کا رندانہ اور قلندرانہ تھا۔ اکثر مجذوبانہ کیفیت میں مست وشرشار رہتے اور جذب ومستی کے عالم میں یہ شعر پڑھتے تھے۔

خود بود خدا بود علی بود گدا بود
در حضرت معبود علی بود گدا بود

ترجمہ ☆ : خود ہوا خدا ہوا علی ہوا گدا ہوا۔ معبود کی بارگاہ میں علی ہوا گدا ہوا۔

قاضی افضل کا فتویٰ اور مقام قلندر☆ : قاضی محمد افضل نامی نامور عالم دین دہلی سے لاہور حضرت میاں میر قادری علیہ الرحمتہ کی خدمت میں تشریف لائے تو حضرت میاں میر نے پوچھا کہ قاضی صاحب کس مقصد سے لاہور آنا ہوا تو عرض کی حضرت آپ کی زیارت کی غرض سے آیا ہوں۔ حضرت میاں میر نے فرمایا اچھا زیارتیں کرو۔ اس کے بعد قاضی صاحب نے کہا ہم نے سنا ہے کہ سید ابوتراب شاہ گدا غیر شرع فقیر ہیں۔ حضرت میاں میر قادری نے فرمایا کیا آپ ان کو صاحب شرع کرنے آئے ہیں۔ قاضی صاحب نے کہا کہ حضرت میں کون ہوں؟ شرع جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے اور جو کچھ احکام قرآن وحدیث میں ہیں بس انہی کو بیان کروں گا۔ حضرت میاں میر نے فرمایا اگر آپ میری بات مانیں تو ان کے پاس جا کر تکرار نہ کرنا۔ اس لئے کہ وہ ظاہر میں مست الست فقیر اور باطن میں سالک درویش ہیں۔

یہ سن کر قاضی صاحب نے کہا کہ میں ان کے پاس جاتا ہی نہیں۔ حضرت میاں میر نے فرمایا کہ جاؤ اور ضرور جاؤ۔ اور زیارت سے مشرف ہو اور ان کے سامنے بحث ومباحثہ اور بے ادبی سے پرہیز کرنا۔

چنانچہ قاضی افضل وہاں سے روانہ ہو کر آپ کی خدمت عالیہ میں پہنچے تو کیا دیکھا کہ آپ کا آدھا دھڑ زمین میں دھنسا ہوا ہے اور آدھا دھڑ زمین سے باہر ہے۔ جبکہ چہرہ انور روبہ قبلہ ہے۔ قاضی صاحب نے قریب جا کر سلام کیا تو آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ دوبارہ سلام کیا تو پھر بھی جواب نہ دیا جب تیسری مرتبہ سلام کیا تو آپ نے سر اوپر اٹھا کر سلام کا جواب دیا۔ وعلیکم السلام۔

اس کے بعد قاضی صاحب نے عرض کیا حضور سر ذرا اوپر اُٹھائیں۔ میں آپ کے چہرہ کی زیارت نہیں کر سکا۔ آپ نے دوبارہ سر اونچا کیا تو چہرہ مبارک دیکھ کر قاضی نے عرض کی حضرت آپ کی لبوں کے بال بڑھے ہوئے ہیں اگر اجازت ہو تو قینچی لے کر بال تراش دوں آپ نے فرمایا اچھا تم جانو۔ جو چاہو وہ کرو۔ مجھ کو حکم شرع سے کوئی انکار نہیں ہے۔

قاضی صاحب نے قینچی لے کر آپ کے لبوں کے بال تراش دیئے۔ اور کہا اب آپ کا چہرہ مبارک نورانی ہو گیا ہے۔ یہ سن کر آپ نے بکمال شفقت فرمایا قاضی صاحب آپ کا چہرہ بھی نورانی ہو گیا ہے۔ ذرا چہرے پر ہاتھ پھیر کر تو دیکھو۔ قاضی صاحب نے جب اپنے منہ پر ہاتھ پھیرا تو مونچھوں اور داڑھی کے بال ان کے ہاتھ میں آ گئے۔ اور چہرے پر ایک بال بھی نہ رہا اور چہرے پر انڈوں کی طرح موٹے موٹے دانے نکل آئے۔ جس کے سبب قاضی صاحب بہت حیران و پریشان ہوئے۔ اور آپ کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ اور قدموں میں گر کر معافی مانگی۔ آپ نے فرمایا کہ ہم غیر شرع ہیں۔ تم کسی صاحب شریعت کے پاس جاؤ۔ مگر قاضی صاحب بدستور خاموش اور ہاتھ باندھے کھڑے رہے۔

ادھر یہ معاملات چل رہے تھے کہ دوسری طرف حضرت میاں میر قادری علیہ الرحمتہ اپنی باطنی نگاہوں سے اس تمام واقعہ کا مشاہد فرما رہے تھے۔ اور دل ہی دل میں کہہ رہے تھے کہ قاضی صاحب کے ساتھ واردات ہو گئی۔

حضرت میاں میر اپنی جگہ سے اُٹھے اور آپ کی خانقاہ معلی میں پہنچے تو آپ ان کے استقبال کے لئے کھڑے ہوئے مگر چونکہ آپ کا جسم ننگا تھا ستر پوشی کے لئے اپنا کمبل اوپر لے لیا۔

حضرت میاں میر نے فرمایا کہ حضرت قاضی افضل آپ کا غلام اور معصوم ہے اس کے حال پر خصوصی شفقت اور مہربانی فرماؤ۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ یہ شمشیر باطنی ہے۔ حضرت میاں میر نے فرمایا کہ اس کو میان کے اندر کرو۔ دوسری مرتبہ پھر حضرت میاں میر نے فرمایا تو آپ نے فرمایا چلو تم ہی اندر کردو۔ اس کے جواب میں حضرت میاں میر قادری علیہ الرحمتہ نے فرمایا قاضی افضل آپ کا ہے۔ اور آپ ہی کا غلام رہے گا۔ لہٰذا آپ ہی توجہ فرمائیں۔ اس کے بعد آپ نے قاضی افضل صاحب سے فرمایا کہ اچھا آپ اپنے منہ پر دوبارہ ہاتھ پھیرو۔ حسب الارشاد قاضی صاحب نے جب اپنے منہ پر ہاتھ پھیرا تو داڑھی اور مونچھوں کے بال بالکل اپنی اصل حالت میں نظر آئے۔ یہ دیکھ کر قاضی محمد افضل صاحب قدموں میں گر گئے اور عرض کی حضور میں آپ کو اپنا مرشد تسلیم کرتا ہوں۔ مجھے اپنے دست مبارک پر بیعت کا شرف بخشیں۔

آپ نے ان کو بیعت سے مشرف فرما کر تسلی دی اور اپنے پاس جگہ دی۔ قاضی صاحب نے تمام مال واسباب ہاتھی گھوڑا، اور مال ودولت جو ان کے پاس تھا تمام کا تمام راہ خدا میں فی سبیل اللہ تقسیم کر دیا۔ حضرت میاں میر اپنی خانقاہ میں واپس چلے گئے اور قاضی صاحب آپ کی خدمت اور عبادت وریاضت میں مصروف ومشغول ہو گئے۔

بعد از تکمیل مجاہدات کے خرقہ خلافت سے سرفراز ہو کر مامون ہوئے۔ ان کا مزار آپ کے دربار کے ساتھ ہی مرجع خاص وعام ہے۔

آپ کے خلفائے نامدار☆: آپ کے چھ خلفائے نامدار ہوئے ہیں جو کہ حسب ذیل ہیں: حضرت مولانا قاضی محمد افضل قاری شطاری، دوم شیخ محمد قادری جن کا مزار دہلی میں ہے، سوم شاہ محمد جمال جن کا مزار قلعہ روہتاس ضلع جہلم تحصیل سوہاوہ میں ہے۔ چہارم لعل گدا ان کا مزار بھی آپ کے مزار کے احاطے میں ہے۔ پنجم احمد گدا ان کا مزار بھی آپ کے مزار کے صحن میں ہے۔ ششم شہباز گدا جن کا مزار بھی آپ کے روضہ انور کے صحن میں ہے۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال ایک سو چودہ ۱۱۴ برس کی عمر شریف میں ۱۰۷۱ھ بمطابق ۱۶۶۰ء چودہ شوال المکرّم کو ہوا۔

مزار انوار گڑھی شاہو ریلوے پل کے نزدیک لاہور میں مرجع خلائق عام ہے جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کی قطعہ تاریخ وصال حسب ذیل ہے۔

شاہ گدا سید ولی متقی
بندۂ خاک پائے بوتراب
گفت تاریخ وصال او خرد
شہہ ولی سیّد گدائے بوتراب
۱۰۷۱ھ

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت حافظ سید محمد عبداللہ شاہ دیوان حضوری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: سلطان الموحدین، ہادی المتحیرین، قطب الاقالیم، مفتی الفقراء، حاجی الحرمین الشریفین، برھان العاشقین حجتہ الشائخین، غوث المغیثین، امام السجیا، مہدی الاولیاء، نائب غوث الوریٰ، مراد محبوب سبحانی حضرت دیوان حضوری الحاج الحافظ سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ ستارۂ ولایت آسمانی ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۲۹ شعبان المعظم ۹۷۴ھ بمطابق 1566ء کو حضرت خواجہ سید نہال الدین شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے گھر اکبر آباد تخت پڑی تحصیل وضلع راولپنڈی میں ہوئی۔

آپ نے ولادت باسعادت کے اگلے دن صبح سحری کے وقت دودھ پیا پھر اس کے بعد تمام دن دودھ نہ پیا۔ چونکہ اس روز موسم ابر آلود تھا اس لئے لوگ چاند کے بارے میں مطمئن نہ تھے۔ ادھر آپ نے تمام دن پوری کوشش کے باوجود دودھ نہ پیا تھا۔ جب وقت افطار آیا تو آپ نے دودھ پی لیا۔ جس سے والدین کریمین کو علم ہوا کہ آج یکم رمضان تھا۔ ادھر دور دراز کے علاقوں سے بھی شہادتیں آنی شروع ہوگئیں کے گزرنے والا دن یکم رمضان تھا۔

چنانچہ آپ کے والد گرامی حضرت سید خواجہ نہال الدین علیہ الرحمۃ نے روزہ قضا کرنے کا فتویٰ دے دیا۔

تعلیم وتربیت ☆: آپ کے والدین نے آپ کے بچپن ہی سے تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی اس بنا پر آپ نے بچپن کے عالم میں قرآن کریم کو مکمل حفظ کرلیا۔ اور اس کے بعد قابل ترین اساتذہ کرام سے دیگر علوم دینیہ کی تعلیم مکمل کر کے کتب متداولہ پر دسترس حاصل کی۔ جبکہ تصوف وسلوک کے پیچیدہ علوم اور منازل کے لئے بھی والد گرامی نے رہنمائی کی۔ جن دنوں آپ اپنے والد گرامی کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر کے سلوک کی منازل طے کر رہے تھے۔ انہی دنوں شیراز سے آئے ہوئے ایک عظیم درویش خدامست حضرت سید سرمست شیرازی جامعہ قادریہ اکبر آباد تحصیل وضلع راولپنڈی نزد روات میں فروکش تھے۔ آپ کو ان درویش سے قدرے عقیدت ومحبت تھی۔ آپ اپنا فارغ وقت اکثر انہی کے ساتھ گزارتے تھے۔

حج بیت اللہ اور زیارت روضہ رسول کریم ﷺ ☆: ایک دن آپ نے اپنے والدین کریمین سے حج بیت اللہ

شریف اور زیارت روضہ رسول کریم ﷺ کے لئے اجازت لی اور اُن درویش حضرت سید سرمست شیرازی کے ہمراہ قصبہ اکبر آباد تحصیل و ضلع راولپنڈی نزد روات تخت پڑی سے عازم سوئے حجاز مقدس ہوئے۔ وہاں سے چلتے چلتے لاہور پہنچے اور حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری علیہ الرحمۃ کے مزار پر حاضری دی اور چلہ کشی کی اور کچھ دن قیام کے بعد آپ سفینہ حجاج کے ذریعے عازم جدہ ہوئے تو ایک شام مخالف ہواؤں نے بادبانی کشتی کو گرداب میں پھنسا دیا جہاز کے ناخدا نے ایک جزیرے میں کشتی کو لنگر انداز کر دیا اور طوفان کے رکنے کا انتظار کرنے لگا۔

اسی دوران کشتی کے مسافر بے آب و گیاہ جزیرے کی ٹھنڈی ریت پر لطف اندوز ہونے لگے۔ اور آپ یاد الٰہی کرتے رہے۔ جب عبادت و ریاضت سے فارغ ہو کر عالم کیف و مستی میں سمندر کے کنارے پہنچے تو کیا دیکھا کہ جہاز جا چکا ہے۔ رات کی تاریکی میں ہُو کا عالم طاری تھا۔ آپ دوبارہ عبادت و ریاضت میں مصروف ہو گئے رات کافی گزر چکی تھی آپ نے اچانک دیکھا کہ ایک تیز رفتار روشنی فضاؤں کو چیرتی ہوئی جزیرے کی طرف آ رہی ہے۔ جب وہ روشنی آپ کے قریب آئی تو آپ نے دیکھا کہ ایک نورانی تخت ہے جس پر پانچ نورانی شخصیات جلوہ افروز ہیں اور وہ تخت آپ کے پاس آ کر رکا تو آپ نے دیکھا کہ کائنات کے مالک و مختار آقائے نامدار حضور نبی کریم ﷺ اپنے چاروں خلفا حضرت ابوبکر صدیق، حضرت فاروق اعظم، حضرت عثمان غنی رضوان اللہ علیہم اجمعین اور حضرت مولائے کائنات مولیٰ علی مشکل کشا شیر خدا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ہمراہ جلوہ افروز ہیں۔ اور حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ارشاد فرما رہے ہیں اے علی تیری نسل سے ایک شخص اس جزیرے کو آباد کئے ہوئے ہے اور عبادت الٰہی میں مصروف ہے۔ حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم آپ سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں اے عبداللہ دیکھو جناب نبی کریم ﷺ آپ پر نگاہ رحمت رکھتے ہیں۔ اس فرمان ذیشان کے بعد آپ دیر تک رسالت مآب ﷺ کی رحمت و شفقت سے مالا مال ہوتے رہے۔ اس کے بعد حضرت مولائے کائنات علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا اے عبداللہ کہاں جانا چاہتے ہو۔ آپ نے عرض کیا حضور کعبۃ اللہ کا عزم لے کر نکلا تھا مگر طوفان کی وجہ سے یہیں رک گیا۔ یہ سن کر حضرت علی نے فرمایا کہ آنکھیں بند کرو جب آنکھیں بند ہو گئیں تو پھر آواز آئی آنکھیں کھولو۔ جب آپ نے چشم شوق کھولی تو دیکھا کہ سامنے خانہ خدا یعنی بیت اللہ شریف میں کھڑے تھے جہاں ہزاروں افراد **لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْک** پکار رہے تھے۔

کعبۃ اللہ میں قیام اور طواف کے دوران جب آپ کی ملاقات حضرت سید سرمست شیرازی سے ہوئی تو فرمانے لگے اے عبداللہ تیری پرواز لاجواب ہے۔ پھر آپ نے حج کے بعد مدینہ طیبہ پہنچ کر دو عالم کے مختار نبیوں کے سردار آقائے نامدار ﷺ کی بارگاہ میں حاضری دی اور کچھ عرصہ تک مقیم رہ کر سرکار دو عالم کے جلوؤں میں گم رہے۔

مدینہ پاک سے بغداد شریف کی جانب روانگی ☆: حج بیت اللہ شریف اور مدینہ منورہ کی حاضری کے بعد آپ بغداد شریف پہنچے اور بغداد شریف میں حضرت پیران پیر دستگیر محبوب سبحانی قطب ربانی الشیخ السید نا عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پُر انوار پر حاضر ہوئے اور بارہ برس تک حضور شہنشاہ بغداد کی بارگاہ سے مستفیض ہوتے رہے۔ قیام بغداد شریف

کے دوران آپ نے بغداد شریف کے علماء اور مشائخ سے اکتساب علم وفیض حاصل کیا۔ بغداد شریف میں قیام کے دوران آپ کا معمول تھا کہ آپ ہر رات حضور غوث الثقلین کے مزار پُر انوار پر ختم قرآن مجید فرماتے۔ اور دن کے وقت مسجد میں آب رسانی اور جاروب کشی فرماتے تھے۔ آپ کی ان خدمات کے پیش نظر آپ کو لائبریری اور لنگر کا انچارج بھی بنا دیا گیا۔

بارہ برس کے بعد ایک رات آپ کو حضور شہنشاہ بغداد حضرت الشیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب میں ارشاد فرمایا کہ اے عبداللہ خطہ پوٹھوار کے قصبۂ النخیل یعنی (کھجوروں والا گاؤں) میں تشریف لے جائیں اور مخلوق خدا کو راہ حق دکھلائیں۔ اور فرمایا کہ باطنی بیعت اور فیوضات کا سلسلہ تو ہماری ذات کے ساتھ ہوگا مگر ظاہری بیعت کے لئے حضرت شاہ محمد بندگی بخاری دہلوی کی خدمت میں حاضری دو۔

اور ہم نے بارہ تبرکات اور بارہ خطابات آپ کی امانت چھوڑے ہیں جو سجادہ نشین وقت آپ کو عطا فرمائیں گے۔ آپ کی اسی عظمت و مقام کو رومی کشمیر عارف کھڑی حضرت میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب تحفہ میراں اور سیف الملوک میں یوں بیان فرمایا ہے۔

بارہ برس حاجی عبداللہ داڑھی جھاڑو کیتا
تاں دیوان منصب ملیا خیر تبرک لیتا

حضرت میاں محمد بخش عارف کھڑی بارگاہ غوث میں آپ کے حوالے سے اس طرح استغاثہ پیش کرتے ہوئے عرض گزار ہیں۔

جیویں حاجی عبداللہ اُوتے اپنا کرم فرمائیو
ایویں اس محمد بندے اُتے نظر کرم کی پائیو

بیعت وخلافت ☆: حضور شہنشاہ بغداد پیران پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان کے مطابق آپ بغداد شریف سے دہلی کی جانب تلاش مرشد کے لئے روانہ ہوئے۔ ادھر آپ بغداد سے روانہ ہوئے دوسری طرف حضرت شاہ محمد بندگی بخاری دہلوی علیہ الرحمۃ اپنی خانقاہ میں صبح نماز فجر کے بعد درس دے رہے اور دوران درس فرمایا کہ خداوند کریم اپنے برگزیدہ بندوں یعنی صالحین کے لئے بعض اوقات زمین کو سکیڑ دیتا ہے۔ جس کی برکت سے وہ دنوں کا سفر لمحوں میں طے کر لیتے ہیں۔ اس کے بعد اپنے مریدین وعقیدت مندان سے فرمایا کہ آج ہماری خانقاہ میں تصوف ومعرفت کا ایک ایسا شاہین آ رہا ہے۔ جسے حضور غوث الاعظم کے دیوان حضوری ہونے کا اعزاز حاصل ہے اور جس کی پرواز آواز کی رفتار سے بھی زیادہ تیز ہے۔ یہ کہہ کر انہوں نے اپنے سب احباب کو ساتھ لیا۔ اور خانقاہ قادریہ کے دروازے پر پہنچے تو دیکھا کہ حضور دیوان العلمین تشریف لا رہے ہیں۔

مرشد کامل جناب غوث زماں حضرت شاہ محمد بندگی بخاری دہلوی علیہ الرحمۃ نے پہلی نظر میں آپ کو پہچان کر آغوش میں لے لیا اور روحانی فیضان کی دولت سے مشرف فرما کر ایک پُر وقار تقریب کا اہتمام فرما کر آپ کو خرقہ خلافت سے سرفراز فرمایا اور حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تبرکات جو آپ کے پاس موجود تھے۔ کئی دن تک زیارت گاہ خاص وعام کے لئے رکھے۔

یہ خبر پورے شہر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اور دہلی کے گردونواح کے لاکھوں افراد امراء وزراء اراکین سلطنت نے آپ کی قدم بوسی اور تبرکات کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ آپ نے جلد ہی اپنے آقائے نعمت مرشد کامل حضرت شاہ محمد بخاری دہلوی علیہ الرحمۃ سے اجازت طلب کی۔ اس لئے کہ دارالحکومت میں بڑھتی ہوئی پذیرائی آپ کو کہیں فکر دین سے دور نہ کردے آپ نے مرشد کامل سے اجازت لے کر خطہ پوٹھوار کے لئے رخت سفر باندھا اور چل دیئے۔

تھل کے ریگزار اور سسی کی قبر☆: دہلی کی سرزمین سے جب خطہ پوٹھوار کی جانب روانہ ہوئے تو راستے میں تھل کی سرزمین سے آپ کا گزر ہوا جب وہاں سسی کی قبر کے قریب پہنچے تو آپ کو سسی کی دید کا شوق ہوا تو آپ اس کی قبر پر چلے گئے۔ اور فرمایا کہ اے سسی ہمیں شرف ملاقات نصیب فرما۔ آپ کا اتنا فرمانا تھا کہ سسی کی قبر شق ہوئی اور عشق حقیقی کی مسافرہ گرد آلود کپڑوں میں برہنہ پا سامنے کھڑی تھی بڑی عقیدت و محبت سے سلام عرض کرتے ہوئے عرض کی حضور پنوں کو بلوچ پکڑ کر لے گئے ہیں میں جلدی میں ہوں۔ یہ کہہ کر وہ دوبارہ قبر میں چلی گئی۔

سرزمین تونسہ شریف سے گزر اور آپ کی پیشن گوئی ☆: حضور پیر سیال لجپال حضرت خواجہ شمس العارفین حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ بغداد شریف اور دہلی سے واپسی پر جب حضرت دیوان حضوری کا گزر تونسہ شریف کی سرزمین سے ہوا تو آپ نے فرمایا کہ یہاں عنقریب ایک ایسا خورشید تابندہ طلوع ہونے والا ہے جس کی نورانی کرنوں سے برصغیر میں اجالا ہوگا اور وہ فقر و سلوک کا سورج حضرت خواجہ پیر پٹھان خواجہ محمد سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ کی ذات والاصفات مراد تھی۔

خطہ پوٹھوار میں ورود مسعود☆: خطہ پوٹھوار میں جب آپ کا ورود مسعود ہوا تو سب سے پہلے آپ اپنے گاؤں تخت پڑی پہنچے وہاں پہنچنے پر آپ کو علم ہوا کہ آپ کے والد ماجد حضرت خواجہ نہال الدین کا تو وصال با کمال ہو گیا ہے۔ اور آپ کی والدہ محترمہ چکڑالی کے مقام پر قیام پذیر ہیں۔ اور وہ آنکھوں سے نابینا بھی ہو چکی ہیں۔ آپ وہاں سے چکڑالی پہنچے اور والدہ ماجدہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپ کی والدہ محترمہ بھی چونکہ نیک سیرت اور اللہ کی ولیہ خاتون تھیں جن کی ہر سانس میں اللہ اللہ کی ضربیں تھیں بوجہ ضعیفی انتہائی کمزور ناتواں تھیں آپ نے آگے بڑھ کر ضعیف والدہ کا رخ انور اپنی گود میں لے لیا۔ اور اپنا لعاب دہن ان کی آنکھوں پر لگایا اور اللہ کریم سے ان کی بینائی کے لئے دعا کی۔

مولائے کریم نے آپ کی والدہ سیدہ فاطمہ کو بینائی کی دولت سے نوازا ضعیف والدہ نے اپنے بیٹے کے رخ انور پر نگاہ محبت و شفقت ڈالی دعاؤں اور آرزوؤں کے حرف زبان سے نکلے اور پھر اگلے لمحے وہ نیک سیرت اللہ کی ولیہ اس دنیا کو چھوڑ کر خالق حقیقی سے جا ملیں۔

والدہ محترمہ کے انتقال کے بعد ان کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر آپ حضور شہنشاہ بغداد کے فرمان ذیشان کے مطابق قصبہ الخلیل میں تشریف لے آئے اور اس کو اپنا مرکز بنا کر تبلیغ و اشاعت دین کا سلسلہ شروع کیا اور چند کمروں پر مشتمل جامعہ قادریہ کی عمارت تعمیر کی۔ اس دارالعلوم نے جس میں آپ کے خلفا حضرت خواجہ میاں عبدالباقی، حضرت ابوالحسن، حضرت حافظ عبدالرزاق، حضرت شیخ الحدیث، حافظ عبدالقادر اور آپ کے نور نظر حضرت شاہ محمد رحمت اللہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز نے پوری ہمت و سعی و عمل سے نور ہدایت

طالبان حق کے سینوں میں منتقل کیا۔ یہ دارالعلوم کشمیر و ہزارہ سرحد و پنجاب کے طلباء، علماء کا مرکز و محور بن گیا۔ جہاں کے فارغ التحصیل طلباء نے برصغیر کے گوشے گوشے میں اپنے مراکز قائم کئے۔ اس طرح آپ کے قائم کردہ دارالعلوم جامعہ قادریہ دیوان حضوری نے دو صدیوں تک ایک مؤثر اسلامی تحریک کے انداز میں یادگار کام سرانجام دیا۔

بشندور شریف کے بارے میں محققین کا اظہار خیال ☆: عہد حاضر کے ممتاز محقق پروفیسر ڈاکٹر احمد حسن قریشی قلعہ داری پی ایچ ڈی اپنے شہرہ آفاق مقالہ خانوادہ ہائے عرفان و حکمت میں رقم طراز ہیں۔ بشندور ہندوؤں کی بہت قدیم بستی تھی جہاں رامائن اور مہابھارت کے دور سے بت پرستی شروع ہوئی تھی۔ مہاتمہ بدھ کے مجسمے جابجا نصب تھے اور پنجاب میں بشندور کفر والحاد کا بہت بڑا مرکز تھا۔ حضرت شاہ عبداللہ دیوان حضوری کفرگڑھ میں تشریف لائے اور ان کے وعظ و تبلیغ سے کفر کی ضلالت دور ہوگئی اور دین اسلام کا نور دور دور تک پھیل گیا۔ سارا علاقہ اسلام کی روشنی سے جگمگا اٹھا۔ حضرت داتا گنج بخش لاہوری کے بعد اسلام کی تبلیغ یہاں سے شروع ہوتی ہے۔ حضرت عبداللہ شاہ دیوان حضوری کا سب سے بڑا کارنامہ اور سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ برصغیر ہند میں حضرت داتا گنج بخش کے بعد یہ دوسرے قائد و راہنما ہیں جن کی بدولت اسلام کی روشنی پھیلی۔

شہزادہ داراشکوہ کی حاضری ☆: گورنر پنجاب اور ممتاز صوفی شہزادہ سلطان دارشکوہ جو کہ سلطان شاہجہان کا لاڈلا بیٹا تھا۔ اور اولیائے اللہ سے خصوصی عقیدت و محبت رکھتا تھا اور حضرت میاں میر قادری لاہوری رحمتہ اللہ علیہ کا مرید اور تصوف کی معروف کتاب سکینۃ الاولیاء اور سفینۃ الاولیاء جیسی عظیم کتابوں کا مصنف بھی تھا۔

ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اکتساب فیض کیا۔ اس موقعہ پر اس نے جامع مسجد قادریہ اور دیوان خانہ کا سنگ بنیاد بھی اپنے ہاتھ سے رکھا۔ چشمہ رحمت کے مصنف رقمطراز ہیں کہ شہزادہ نے آپ کی خدمت میں مؤدبانہ درخواست کی کہ آپ میرے ساتھ دہلی تشریف لے چلیں مگر آپ نے اس کی درخواست کو قبول نہ کیا۔ جس کے بعد وہ آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ کو اپنے ہمراہ دہلی لے گیا۔ جہاں اس نے آپ کی بے حد تعظیم و تکریم کی اور رات کو دعوت خاص کے دوران محل کے شمع دان بجھا دیئے گئے۔ جبکہ حضرت غوث عبدالعزیز کی نگاہ لطف و کرم نے محل کو جگمگا دیا۔ اس واقعہ کے بعد دوسری صبح ہی حضرت شاہ عبدالعزیز قادری دہلی سے واپس اس خیال سے تشریف لے آئے کہ مغل حکومت اور اس کے اراکین کی بڑھتی ہوئی عقیدت و محبت اور عزت و تکریم فقیر کو غرور میں مبتلا نہ کردے۔

شہنشاہ ہند شاہ جہاں کی بیٹی جہاں آرا بیگم جو حضرت ملا شاہ بدخشی کی مریدہ تھی وہ اپنے خودنوشت رسالہ صاحبہ میں رقم طراز ہیں کہ ۱۰۴۸ھ میں جبکہ دارشکوہ قندھار کی مہم پر تھا تو مجھے اس نے خط لکھا کہ قندھار آتے ہوئے پنجاب کے دو بزرگوں حضرت سید کبیر الدین شاہ دولہ دریائی گجراتی اور حضرت عبداللہ شاہ دیوان حضوری سے ضرور ملتی آؤں۔ شہزادی لکھتی ہے کہ وہ ایک خواجہ سرا کی معرفت گجرات میں حضرت سید کبیر الدین شاہ دولہ سے ملی انہوں نے کچھ وظائف عطا کئے جنہوں نے اثر نہ کیا۔ پھر وہ سرجلال خان کے نزدیک جو مغلوں کا فوجی مستقر تھا حضرت دیوان عبداللہ شاہ حضوری سے ملی جو گزشتہ تیس برس سے اپنے حجرہ خاص میں فروکش تھے اور

کپڑے کے مصلے بنا کر رزق حلال کماتے تھے۔ شہزادی رقم طراز ہے کہ شرف نیاز کے دوران آپ نے مجھے ایک مصلہ ایک تسبیح اور دو روٹیاں عنایت فرمائیں۔ شہزادی کے تاثرات اس کے اپنے الفاظ میں یوں ہیں۔ دو پارہ نان بخوردم و در وجودم نوری و حضوری باختم۔ میں نے روٹی کا ایک نوالا کھایا ہی تھا کہ میرے جسم میں نور اور بارگاہ خداوندی میں مقام حضوری پایا۔ میں نے روٹی کے دو ٹکڑے اپنے نوکروں کو دیئے اور باقی ٹکڑے دو دن تک اپنے پاس رکھے۔

خطہ پوٹھوار میں عظیم رواحانی مراکز☆: حضرت دیوان حضوری رحمتہ اللہ علیہ کی روحانی توجہ اور فیضان سے پورے کشمیر سرحد و پنجاب اور برصغیر کے دور دراز علاقوں میں مریدین اور خلفاء کے زاویئے قائم ہوئے۔

پوٹھوار کے مصنف عزیز ملک رقم طراز ہیں کہ اسلامی عہد حکومت میں اخلاقی اور علمی لحاظ سے اولیائے کرام کی خانقاہوں نے بڑی حد تک خلا کو پُر کئے رکھا۔ غور غشتی، نور پور شاہاں، بشند ور شریف اور گولڑہ شریف کے بزرگوں نے پائے کے دینی مدارس قائم کئے جہاں سے تربیت پانے والے حضرات نہ صرف نامور عالم دین بنے بلکہ وہ اپنے اسلاف کی عملی تصویر بن کر میدان عمل میں ابھرے اور انہوں نے دینی اور اخلاقی روایات کا چراغ گل نہ ہونے دیا۔

سکھوں کے دور حکومت میں اسلامی مدارس خانقاہوں اور تہذیب و ثقافت کو ایک منظم تحریک کے ذریعے نقصان پہنچایا گیا تو مسلم اکابرین نے ان کے خلاف اعلان جہاد کیا۔ اس ضمن میں مصنف کا اقتباس قارئین کی دلچسپی کے لئے ضروری ہے۔ ''آپ لکھتے ہیں کہ دو گھروں کے علاوہ حضرت دیوان عبداللہ حضوری بشند وری کی اولاد اور بے شمار متوسلین نے بھی تحریک مجاہدین میں بھرپور حصہ لیا۔ تحریک کی ناکامی کے بعد مہاراجہ رنجیت سنگھ نے خود قلعہ روہتاس سے بشند ور شریف پر باضابطہ حملے کا پروگرام بنایا۔ مگر اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنائے بغیر واپس چلا گیا۔''

بزرگان بشند ور شریف پر غیر مسلموں کی سختیاں☆: تحریک مجاہدین میں شرکت کی وجہ سے آستانہ عالیہ بشند ور شریف کے سجادگان اور متوسلین کو جو سختیاں برداشت کرنی پڑیں اور جو قربانی دینا پڑی وہ تاریخ کا حصہ ہیں۔ سکھ جرنیل ہری سنگھ نے پکڑ دھکڑ کا بازار گرم کیا۔ بشند ور شریف کے خاندان عالیہ کے دو بزرگوں کو پکڑ کر قلعہ روہتاس میں لے جایا گیا۔ جہاں سہیلی گیٹ کے اندر انہیں شہید کر کے ان کے جنازوں کو اندر لے جا کر بے گور و کفن سپرد خاک کر دیا گیا۔ ان بزرگوں کے عزیز و اقارب پر ظلم و ستم کے پہاڑ ڈھائے گئے۔ ان کے گھر لوٹ لئے گئے اور آستانہ عالیہ بشند ور شریف کے قدیمی اور مایہ ناز کتب خانے کو تباہ کر دیا گیا۔

مگر باوجود اس کے تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ آستانہ عالیہ بشند ور شریف کے ان عظیم مرشدان باصفا نے اعلائے کلمۃ الحق اور اسلام کی عظمت و رفعت اور تحفظ ناموس و مقام مصطفیٰ ﷺ کے لئے چلنے والی ہر تحریک کو اپنے خون جگر سے سینچا۔

جلیل القدر اولیائے کاملین کی حاضری بشند ور☆: آپ کے آستانہ عالیہ کو ہر دور کے صوفیائے کرام اور اولیائے کاملین نے قدر و منزلت اور احترام و عقیدت و محبت سے دیکھا بلکہ شمال مغرب پنجاب کے بیشتر صوفیاء اور اولیاء کاملین نے اس در فیض کو ہر بار سے اکتساب فیض کیا اور حصول سلوک و معرفت کے بعد جب فریضہ رشد و ہدایت کا آغاز کرنا چاہا تو آپ کے در دولت پر

حاضری اور چلہ کشی کے بعد مخلوق خدا کی دستگیری کی طرف توجہ دی۔

ان صوفیاء میں تصوف وفکر کے آفتاب وعالمتاب حضرت قاضی سلطان محمود آوان شریف، میاں محمد بخش عارف کھڑی شریف، حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری حضرت خواجہ فضل الدین کلیامی، حضرت حافظ محمد علی دھنگروٹی، حضرت خواجہ محمد قاسم نقشبندی موہڑوی، حضرت داؤد شاہ حقانی اور دیگر بزرگان طریقت علیہم الرضوان شامل ہیں۔ حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی علیہ الرحمۃ کو آپ سے اس قدر محبت وعقیدت تھی کہ جب بھی سفر کے دوران ریل سے گزرتے تو مسہ کسوال سے سوہاوہ کے اسٹیشن تک کھڑے ہو جاتے۔ اور فرماتے کہ بشندور بغداد صغیر ہے۔ جہاں غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لاڈلا محبوب آسودہ راحت ہے۔

سیف الملوک کے صفحہ ۵۲۳ پر عارف کھڑی حضرت میاں محمد بخش علیہ الرحمۃ کا ایک واقعہ ان کی عقیدت کا شاہکار ہے۔ عارف کھڑی میاں محمد بخش علیہ الرحمۃ جب آستانہ عالیہ بشندور شریف پر حاضری کے لئے تشریف لاتے ہیں تو ان کے ہمراہ ذیلدار بکڑالہ راجہ محمد خان بھی تھے۔

عارف کھڑی جب سوہاوہ ریلوے اسٹیشن پر پہنچے تو اپنے پاؤں سے جوتے اتار دیئے تو راجہ محمد خان آف بکڑالہ نے عرض کیا کہ حضور یہ راستہ دشوار گزار اور سنگریزوں سے پُر ہے۔ لہٰذا آپ بشندور شریف کی حدود میں اپنے جوتے اتار دینا۔ ان کی بات سن کر میاں محمد بخش عارف کھڑی علیہ الرحمۃ نے حافظ شیرازی کا یہ شعر پڑھ کر سنایا۔

در بیان شوق کعبہ گر تو خواہی در قدم
سرزنش ہا گر کند خار مغیلان غم مخور

ترجمہ☆: اگر تو چاہتا ہے کہ شوق کعبہ میں قدم بڑھائے، تو مصیبتوں، تکلیفوں یعنی راستے سے کانٹوں سے غم نہ کھا۔

میاں محمد بخش عارف کھڑی علیہ الرحمۃ وفور شوق ونیاز میں پابرہنہ آستانہ عالیہ پر حاضر ہوئے۔ زیارت کے بعد سجادہ نشین حضرت پیر سید غلام شاہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ میاں صاحب لنگر کھا کر جائیں تو میاں صاحب نے عرض کیا حضور دربار شریف میں کچھ کام باقی ہے۔

میاں صاحب کا معمول تھا کہ آپ دو میل تک دربار شریف کی طرف پشت نہ کرتے تھے۔ آپ گاؤں کے باہر پہنچے تو آپ کو کانٹا چبھ گیا۔ میاں محمد بخش جب دوبارہ دربار شریف پہنچے اور سجادہ نشین بشندور شریف سے عرض کرنے لگے حضور میرا معمول ہے کہ میں دربار شریف سے واپسی پر دو میل کی حد تک دربار شریف کی طرف پشت نہیں کرتا اور کبھی پاؤں میں لغزش نہیں آئی مگر آج کانٹا چبھ گیا جس کا اشارہ اس طرف ہے کہ مجھے لنگر شریف تناول کرنا چاہیے تھا۔ میاں صاحب کی بات سن کر سجادہ نشین حضرت پیر غلام شاہ علیہ الرحمۃ نے مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ آپ کا احسان صاحب مزار پر ہے ہم پر نہیں۔

آزاد کشمیر کے عظیم درویش خدامست حضرت سائیں سہیلی سرکار مظفر آبادی علیہ الرحمۃ آپ کے بارے زیادہ تر خیال یہی ہے کہ آپ حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی علیہ الرحمۃ کے مرید ہیں، جس کی تفصیل جاننے کے لئے نظامی سلسلہ کے باب میں آپ کے حالات میں درج ہے۔ اردو غزل کے بانی اور فارسی پنجابی کے معروف شاعر اور روحانی شخصیت وعظیم بزرگ حضرت شاہ مراد خانپوری علیہ الرحمۃ ہر دو حضرات آپ کے پوتے حضرت شیخ محمد عبدالرحمٰن قادری علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت تھے۔

نمبر۲ ☆: آپ کی اولاد پاک کے آستانوں میں ضلع کوٹلی آزاد کشمیر کی عظیم خانقاہ چوک صاحبان شریف قابل ذکر ہے۔ جہاں حضرت صاحبزادہ سید محبوب شاہ پیر جیون شاہ، صاحبزادہ سید ولایت حسین شاہ علیہم الرحمۃ کے مزارات آج بھی مرجع خلائق عام ہیں۔ آزاد کشمیر کے دور دراز علاقوں میں اس آستانے کے ہزاروں عقیدت مندان موجود ہیں۔

نمبر۳ ☆: آزاد کشمیر سہنسہ کے نزدیک سیف آباد شریف میں حضرت پیر سید سیف علی شاہ اور حضرت پیر عبدالحق شاہ اور پیر سید امام علی شاہ علیہم الرحمۃ کے آستانے موجود ہیں جو کہ آج بھی اپنے روحانی فیض سے پورے کشمیر کو منور کیئے ہوئے ہیں۔

نمبر۴ ☆: خطہ پوٹھوار کے عظیم روحانی مرکز آستانہ عالیہ جنڈ مہلو شریف تحصیل گوجر خان کے بزرگان کا تعلق بھی آستانہ عالیہ بشندور شریف سے ہے۔ جہاں حضرت پیر حیات بخش، حضرت پیر غلام نبی شاہ حضرت پیر رحمت شاہ اور حضرت پیر ایاز حسین شاہ کے مزارات آج بھی روحانی تجلیات کا مرکز ہیں اور عوام وخواص اس در فیض گوہر بار سے مستفید و مستفیض ہوتے ہیں۔ اس دربار کی سخاوت کا شہرہ عام ہے۔

نمبر۵ ☆: آستانہ عالیہ پروج شریف میں حضرت پیر صابر حسین کا مزار مقدس عقیدت ومحبت کا مرکز ہے اس دربار سے ہزاروں افراد فیض پاچکے ہیں۔ اور قیامت تک ان بزرگوں کا فیضان جاری وساری رہے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

نمبر۶ ☆: آستانہ عالیہ کلاڑی شریف کو حضرت پیر سید ہاشم شاہ علیہ الرحمۃ کے نام سے شہرت و دوام حاصل ہے جن کا مزار مقدس جنت معلیٰ مکہ المکرّمہ میں ہے۔ ان کے فرزندار جمند حضرت پیر سید غلام شاہ اور حضرت پیر سید محمد شاہ علیہم الرحمۃ جو کہ صاحب تصوف وسلوک اور صاحب کشف وکرامت بزرگ ہوئے ہیں۔

نمبر۷ ☆: چڑہوئی کے قریب بڑالہ شریف میں حضرت پیر سید غلام علی شاہ علیہ الرحمۃ کا مزار مقدس جلوہ گاہ ہر خاص وعام ہے۔

نمبر۸ ☆: آستانہ عالیہ پروٹ شریف کی عظیم روحانی شخصیت حضرت پیر سید حفیظ اللہ شاہ علیہ الرحمۃ کا مزار پُر انوار ہے جنہوں نے ڈیڑھ سو برس قبل دین اسلام کی شمع فروزاں کی تھی۔ آج بھی اس شمع سے ہزاروں طالبان حق رشد وہدایت کا فیضان حاصل کرر ہے ہیں۔

نمبر۹ ☆: ضلع اٹک کی تحصیل حسن ابدال کے نزدیک کوہلیاں شریف میں بھی حضرت دیوان حضوری رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کا ممتاز روحانی مرکز قائم ہے۔ جہاں حضرت پیر سید سرور دین شاہ علیہ الرحمۃ کا مزار فیض آثار ہے۔

نمبر۱۰ ☆: اسی طرح آستانہ عالیہ دیوان حضوری میں حضرت پیر سید عبداللہ شاہ، حضرت صاحبزادہ لال دین شاہ، حضرت صاحبزادہ غلام اکبر شاہ، حضرت غوث زماں، پیر اکبر شاہ، حضرت پیر محمد صادق شاہ، حضرت صاحبزادہ نذیر حسین شاہ، حضرت پیر جمال شاہ، حضرت پیر عنایت حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ماضی وقریب کے نامور بزرگان دین ہوئے ہیں۔ اس دربار کے آخری سجادہ نشین حضرت پیر صاحبزادہ فضل حسین شاہ علیہ الرحمۃ منکسر المزاج نیک سیرت وباکردار شریف النفس اور علماء مشائخ کے قدردان ہیں۔

آپ کے آستانہ عالیہ پر حاضری دینے والی مقتدر شخصیات ☆: آپ کے آستانہ عالیہ کے سجادہ نشین

حضرت پیر دلدار علی شاہ قادری مدظلہ اللہ تعالیٰ کی دعوت پر دربار شریف پر حاضری دینے والی شخصیات جن میں مجاہد ملت حضرت علامہ مولانا عبدالستار نیازی علیہ الرحمۃ سابق وفاقی وزیر مخدوم اہل سنت حاجی محمد حنیف طیب سابق وفاقی وزیر حضرت علامہ مولانا ریاست علی قادری ڈائریکٹر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، حضرت پیر اولیاء بادشاہ موہڑہ شریف حضرت پیر سید برکات احمد شاہ جلالپوری علیہ الرحمۃ سابق صوبائی وزیر، حضرت دیوان آل سیدی اجمیری معینی سجادہ نشین اجمیر شریف، مولانا جمیل احمد نعیمی کراچی، حضرت سلطان غلام میراں قادری ایم این اے، سجادہ نشین دربار حضرت سلطان باہو، حضرت صاحبزادہ پیر محمد عتیق الرحمٰن فیض پوری ایم ایل اے ڈھانگری شریف آزاد کشمیر، حضرت آغا میاں گل قادری پکتیا افغانستان، حضرت سیّد علی الہاشمی وزیر اوقاف متحدہ عرب امارات، حضرت سید یوسف رفاعی سابق وزیر مملکت قائد سلسلہ عالیہ رفاعیہ کویت، حضرت پیر علاؤ الدین صدیقی سجادہ نشین نیریاں شریف، حضرت پیر سید عارف حسین شاہ نقشبندی پناگ شریف، علامہ غازی غلام رسول سیالوی، مفتی احمد عزیز اللہ، شیخ محمود رشید نقشبندی قائد نظام مصطفیٰ پارٹی برطانیہ، نومسلم اسکالر صوفی محمد بصیر برطانیہ، پروفیسر سردار خالد محمود، حضرت علامہ مفتی محمد سلیمان رضوی صاحب راولپنڈی، حضرت علامہ قاضی عبدالعزیز چشتی سیکرٹری جماعت اہل سنت برطانیہ مفتی محمد ظہور اللہ ہاشمی بھوئی شریف، قاری حفیظ الرحمٰن کویت، ڈاکٹر ظفر اقبال نوری، ڈاکٹر حمزہ مصطفائی، سید حسن بخاری، مفکر اسلام حضرت علامہ پیر سید عبدالقادر شاہ جیلانی گنج بھاٹہ، حضرت علامہ قاری ظہور احمد اسد چشتی گوجر خان، حضرت علامہ پروفیسر پیر عبدالقادر قادری ایم اے ایل ایل بی پرنسپل جامعہ رضویہ واہ کینٹ، حضرت علامہ صاحبزادہ پیر محمد ابوبکر چشتی راولپنڈی، حضرت علامہ مولانا محمد اورنگزیب خان قادری علیہ الرحمۃ کے علاوہ جناب محمد وسیم سجاد چیئرمین سینٹ صاحب، میاں محمد نواز شریف سابق وزیراعظم میاں منظور احمد وٹو سابق وزیراعلیٰ پنجاب، سردار ذوالفقار علی کھوسہ، سابق صوبائی وزیر صاحبزادہ نصیر الدین سیالوی سابق صوبائی وزیر، شاہد خاقان عباسی ایم این اے، راجہ ظہیر خان سابق ایم این اے، راجہ عظمت کمال سابق چیئرمین ضلع کونسل، بادشاہ میر خان آفریدی سابق ایم پی اے، چوہدری خادم حسین سابق ایم پی اے، سردار غلام عباس سابق صوبائی وزیر، راجہ اقبال مہدی ایم این اے، راجہ محمد افضل خان سابق ایم این اے، راجہ فیاض آصف سابق چیئرمین ضلع کونسل، سردار مصطفیٰ خان سابق وزیر ریاست کشمیر چوہدری محمد ریاض سابق صوبائی وزیر کے علاوہ سینکڑوں کی تعداد میں علمائے کرام مشائخ عظام مذہبی دانشور عمائدین اہلسنت سیاسی قائدین وفاقی وصوبائی وزرا ممبران قومی وصوبائی اسمبلی وارا کین سینٹ اس دربار گوہر فیض بار میں حاضری دیتے رہے۔

مجلس قادریہ دیوان حضوری کا قیام☆: آپ کے مشن کو زندہ رکھنے کے لئے مجلس قادریہ دیوان حضوری کے نام سے ایک عالمی تنظیم قائم کی گئی ہے۔ جس کے سربراہ جناب حضرت پیر دلدار علی شاہ قادری مدظلہ العالی ہیں اور اس تنظیم کا مرکزی دفتر، حضرت دیوان حضوری سنٹر کوونٹری برطانیہ میں ہے۔ جو کہ ایک عالمی چیئرٹی تنظیم ہے۔ جو کہ پوری دنیا میں حضرت دیوان حضوری کے پیغام کو عام کرنے میں مصروف عمل ہے اور اس کے زیر اہتمام بیرون ممالک کے علاوہ آستانہ عالیہ دیوان حضوری بشندور شریف اور برطانیہ میں ہر سال آئین مصطفیٰ ﷺ کانفرنس کا انعقاد ہوتا ہے۔ دنیا بھر سے علمائے کرام مشائخ عظام مذہبی دانشور شرکت و خطاب

کرتے ہیں۔

بشندور سے دیوان حضوری ☆: آستانہ عالیہ کا علاقہ بشن داس منڈو کے نام سے معروف رہا۔ مجلس قادریہ کے زیر اہتمام آئین مصطفیٰ ﷺ کانفرنس منعقدہ مورخہ ۱۳ مئی ۱۹۸۵ء میں مجلس قادریہ کے سربراہ پیر دلدار علی شاہ مدظلہ کی دعوت پر میاں محمد نواز شریف جو کہ اس وقت وزیراعلیٰ پنجاب تھے نے شرکت کی۔ اور مجلس قادریہ کی درخواست پر میاں محمد نواز شریف نے اس گاؤں اور علاقہ کا نام بشندور ختم کر کے حضرت دیوان حضوری سے منسوب کرتے ہوئے ''دیوان حضوری'' نام رکھا۔

حکومت پنجاب کا باقاعدہ نوٹیفکیشن 941-88/D-24/813-RG-S1 مورخہ 9 مئی 1988ء کو جاری کیا گیا اور اس حکم کی نقل ڈپٹی کمشنر جہلم کو بھیجی جنہوں نے کئی بار ضلع بھر کے متعلقہ سرکاری و نیم سرکاری اداروں کو اس حکم کی کاپی بھیجی۔ جس کی وجہ سے اب سرکاری اور غیر سرکاری دفاتر عوام خواص اس علاقہ کو بشندور کی بجائے دیوان حضوری لکھتے اور پڑھتے ہیں۔

سگریٹ نوشی اور دیوان حضوری ☆: تذکرہ نگار رقم طراز ہیں کہ حضرت دیوان حضوری کی خانقاہ معلیٰ میں ہر جمعرات کی شب ایک عظیم روحانی محفل کا انعقاد ہوتا ہے جس میں سرکار غوث الاعظم پیران پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دیوانوں مستانوں کے ہمراہ تشریف فرما ہوتے ہیں۔ اس شب کو اہم روحانی فیصلے ہوتے ہیں۔ اس طرح ایک مرتبہ جب شہنشاہ بغداد پیران پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خانقاہ دیوان حضوری میں تشریف لائے تو محفل میں باہر کچھ حضرات تمباکو نوشی میں مصروف تھے۔ جس کی وجہ سے فضا میں گھٹن اور بدبو تھی۔ جس کو سرکار بغداد نے ناپسندیدگی سے دیکھتے ہوئے دیوان حضوری سے تین میل دور قیام فرمایا۔ جب حضرت دیوان حضوری کو اس بات کا باطنی طور پر علم ہوا تو آپ بنفس نفیس سرکار بغداد کی خدمت میں حاضر ہوئے تو سرکار بغداد نے فرمایا چونکہ مجھے تمباکو نوشی اور اس کے دھوئیں سے سخت نفرت ہے لہٰذا میں نے آج یہیں قیام کا فیصلہ کیا ہے تو حضرت حافظ سید محمد عبداللہ دیوان حضوری نے عرض کی حضور آج کے بعد میری خانقاہ کے احاطہ میں میری اولاد کے حجروں میں تمباکو نوشی کی شدید ممانعت ہوگی۔ اور قیامت تک میرے خاندان کا کوئی فرد تمباکو نوشی نہیں کرے گا۔

آج آپ کے وصال باکمال کو 350 برس کے قریب وقت گزر چکا ہے تاریخ شاہد ہے کہ حضرت دیوان حضوری کی اولاد پاک میں سے کسی بھی فرد نے تمباکو نوشی نہیں کی۔ اور نہ ہی دربار شریف کی حدود میں کسی بھی شخص کو تمباکو نوشی کرنے کی اجازت ہے۔ اور نہ ہی تمباکو نوشی کرنے والا شخص آپ کے ختم قادریہ میں ختم پڑھ سکتا ہے۔

اقوام متحدہ اور دیوان حضوری ☆: آج اقوام متحدہ پوری دنیا میں تمباکو کو کینسر اور دیگر موزی مرض کا سبب سمجھ کر اس کے انسداد کے لئے بلینز ڈالر سالانہ خرچ کرتا ہے اور حکومت پاکستان کی وزارت صحت بھی اس کے لئے لاکھوں روپے صرف انسداد منشیات کے لئے خرچ کر رہی ہے اور بیشتر ممالک عوامی جگہوں پر تمباکو نوشی کو ممنوع قرار دے چکے ہیں۔ غور کیا جائے تو آپ کو یہ ضرور محسوس ہوگا کہ آج سے تقریباً چار سو سال قبل حضرت دیوان حضوری نے اس کو مضر صحت سمجھتے ہوئے اسے نہ صرف حقارت کی نگاہ سے دیکھا بلکہ اس کے خلاف ایک مؤثر مہم چلائی۔ اور جس زمانے میں آپ نے اس کے خلاف مہم چلائی یہ وہ زمانہ تھا کہ دلندیزیوں نے

گوائے علاقہ میں نیا تمبا کو کاشت کیا تھا۔ اور ابھی یہ اتنا عام بھی نہ ہوا تھا۔

لوگ شفا پاتے ہیں ☆: آپ کی درگاہ عالیہ اور مسجد کے درمیان لان میں ایک قدیم بیری کا درخت ہے جس کے متعلق روایت مشہور ہے کہ یہ درخت آپ بغداد شریف سے لے کر آئے تھے اور اپنے دست مبارک سے اسے یہاں لگایا اور ساتھ ہی فرمایا کہ اس درخت کے پتوں میں ہر بیماری کا علاج ہے۔ آج بھی زائرین و حاضرین اس درخت کے پتوں کو اپنے بیماروں کو کھلا کر شفا حاصل کرتے ہیں۔

آپ کے قدم پاک کی برکت ☆: آپ کے مزار شریف سے شمالی جانب تھوڑے ہی فاصلے پر ایک چشمہ ہے جہاں آپ ہر روز عصر کی نماز سے مغرب تک کا وقت گزارتے تھے۔ آج تک جب بھی قحط سالی ہو اور بارشیں نہ ہوتی ہوں تو اہل علاقہ اس چشمہ پر اکٹھے ہو کر اس کو صاف کرتے ہیں اور نماز استسقا پڑھنے کے بعد لنگر پکا کر تقسیم کرتے ہیں۔ علاقہ بھر کے عوام گواہ ہیں کہ وہ کبھی بارشیں لئے بغیر اپنے گھروں کو نہیں لوٹے۔

وصال باکمال ☆: ۲۰ شوال ۱۰۷۲ھ بمطابق 1661ء کو آپ کا وصال باکمال ہوا۔

سالانہ عرس مقدس کے موقع پر پوری دنیا سے عقیدت مندان تشریف لا کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

دربار شریف کے سجادہ نشین حضرت پیر سید دلدار علی شاہ صاحب مدظلہ العالی انتہائی ملنسار خلیق و مہربان شخص ہیں۔ اپنے اجداد کی تعلیمات کو عام کرنے میں دن و رات مصروف عمل ہیں۔ فقیر راقم الحروف کی حضرت پیر دلدار علی شاہ صاحب مدظلہ العالی سے اچھی یاد اللہ ہے۔ ایک مرتبہ فقیر راقم الحروف سے ملاقات کیلئے فقیر کے غریب خانے بھی تشریف لائے ہیں جبکہ دیگر مختلف مذہبی پروگراموں میں بھی آپ سے ملاقات رہتی ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سخی سید شاہ محمود قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: تاجدار ولایت، واقف رموز حقیقت، عارف حقانی، امام الاولیاء، حضرت سید سخی شاہ محمود قادری رحمتہ اللہ علیہ بعض ناگزیر حالات کی وجہ سے موضع کرسال چولیاں سے ہجرت کر کے موضع باغ کلاں موجودہ (آبپارہ اسلام آباد) میں تشریف لے آئے اور اسی جگہ پر ہدایت خلق اللہ میں مصروف ہو گئے۔

آپ اپنے زمانے کے بلند پایہ ولی کامل تھے۔آپ حضرت سید عبداللطیف قادری المعروف بری امام علیہ الرحمتہ کے والد بزرگوار ہیں۔آپ کا سلسلہ نسب ۳۱ واسطوں سے حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہ الکریم سے ملتا ہے۔آپ حسینی سید ہیں اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی اولاد پاک سے ہیں۔شجرہ نسب کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

نمبرا ☆: حضرت شاہ محمود بن حضرت شاہ حامد بن حضرت شاہ بودلہ بن حضرت شاہ سکندر بن حضرت شاہ عباس بن حضرت شاہ عبدالغنی بن حضرت شاہ حسین بن حضرت شاہ آدم بن حضرت شاہ علی شیر المعروف ابراہیم بن حضرت عبدالکریم بن حضرت شاہ وجیہہ الدین بن حضرت شاہ محمد ولی آپ کو ولی الدین بھی کہتے ہیں۔بن حضرت شاہ محمد ثانی الغازی بن حضرت شاہ رضا دین آپ کو رضاء الدین بھی کہتے ہیں بن حضرت شاہ صدر الدین آپ سید عبدالوہاب بھی کہلائے بن حضرت شاہ سلطان محمد احمد بن حضرت شاہ سلطان عبدالقاسم حسین المشہدی بن حضرت شاہ علی الامیر پیر بریاں آپ سید مشہدی بھی کہلائے بن حضرت شاہ عبدالرحمٰن آپ رئیس الزمان اور بلبل شاہ بھی کہلائے بن حضرت شاہ قاسم عبداللہ بن حضرت شاہ محمد اول بن حضرت شاہ اسحٰق بن امام زین العابدین علیہ السلام بن حضرت امام حسین علیہ السلام بن حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہ الکریم۔

کشف و کرامات ☆: آپ صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔روایات میں آتا ہے کہ اسلام آباد کے ابتدائی نقشے میں شاہراہ کشمیر شاہ محمود رحمتہ اللہ علیہ کے مزار کے اوپر سے گزرتی تھی۔جب سڑک نکالنے کے لیے بلڈوزر مزار شریف کے نزدیک لایا گیا تو وہ ٹوٹ گیا۔سڑک بنانے والی انتظامیہ نے جب آپ کی یہ کرامت دیکھی تو مزار شریف کو مسمار کرنے کا ارادہ ختم کر کے سڑک کو تھوڑا سا خم دے کر مزار کے پاس سے گزار دیا گیا۔

نمبر۲ ☆ : آپ کے مزار پر جھاڑو دینے والا ایک شخص جس کا نام عبدالغفور ہے وہ کہتا ہے کہ میری والدہ کو کئی سال پرانا چنبل تھا آپ کے مزار پُرانوار پر حاضری دیتی اور چراغ سے تیل لگاتی رہی۔ اس کے بعد خدا کے فضل وکرم سے اب وہ بالکل ٹھیک ہے۔

نمبر۳ ☆ : سید اعجاز حسین مشہدی فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کے مزار پُرانوار پر فالج زدہ افراد کو آتے دیکھا اور حضرت شاہ ...ود کی بدولت انہیں شفا ہوتی ہے۔

آپ کے مزار پُرانوار پر ہر جمعرات اور جمعہ کو اور دنوں کے علاوہ زیادہ رش ہوتا ہے۔ ہر روز آپ کے دربار پر لنگر بھی ہوتا ہے۔

وصال باکمال ☆ : آپ کا وصال باکمال ۸۷ برس کی عمر میں ۱۰۸۲ ہجری بمطابق ۱۶۷۱ء کو ہوا۔ مزار پُرانوار آبپارہ مارکیٹ ...لام آباد کے سامنے سروس روڈ خیابان سہروردی اور شاہراہ کشمیر کے درمیان جامع مسجد الفقراء کے قریب ایک چاردیواری میں گنبد کی ...ل میں مرجع خاص وعام ہے۔ آپ کے دربار کے احاطہ میں آپ کی اہلیہ اور صاحبزادی اور ایک صاحبزادے کی قبریں بھی موجود ہیں۔ ...قیر راقم الحروف کو بارہا آپ کے دربار کی حاضری کا شرف حاصل ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت علامہ لطف اللہ قادری رحمتہ اللہ علیہ

شیخ المشائخ حضرت علامہ مولانا لطف اللہ قادری اگھم کوٹ ضلع حیدرآباد سندھ میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ اگھم کوٹ، حیدرآباد سے بیس پچیس میل کی مسافت پر تحصیل ماتلی (ضلع بدین) کے قریب واقع ہے۔

تعلیم وتربیت ☆: اگھم کوٹ دسویں صدی ہجری میں بلکہ اس سے قبل بھی علماء، صوفیاء اور درویشوں کا مرکز رہا ہے، خصوصاً دسویں صدی کی نصف کے بعد نامور ولی کامل حضرت مخدوم محمد اسماعیل سومرو (متوفی ۹۹۶ھ) اور دیگر معاصر علماء و مشائخ نے علمی و روحانی فیوض سے اگھم کوٹ کو چار چاند لگا دیئے جس کی وجہ سے یہاں بڑے بڑے دینی مدارس قائم ہوئے۔ ان مدارس دینیہ میں جید علماء اہل سنت نے درس دیا۔ علماء کے مدارس اور مشائخ کی خانقاہیں بارہویں صدی ہجری تک عروج پر رہیں۔ علامہ لطف اللہ قادری کی تعلیم وتربیت اگھم کوٹ کے ان ہی اعلیٰ درسگاہ میں برگزیدہ علماء اہل سنت کی زیر نگرانی ہوئی۔

بیعت وخلافت ☆: اگھم کوٹ سلسلہ سہروردیہ اور سلسلہ قادریہ کے مشائخ کی تلقین وارشاد، فیوض و برکات کا مرکز تھا۔ جنہوں نے اپنی زندگی کو عوام الناس کی اخلاقی تربیت اور روحانی ترقی کیلئے وقف کر رکھا تھا۔ محبوب سبحانی غوث الثقلین شیخ محی الدین سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بغداد شریف) کی اولاد میں سے حضرت ابوالمناقب سید جمال الدین عبداللہ جیلانی کے مریدین میں سے حضرت شیخ محمد اسحاق بن سلطان بن بہلول قادری نے اگھم کوٹ میں سکونت اختیار فرمائی اور قادریہ سلسلہ کو پھیلایا اور آپ کی وفات بھی اگھم کوٹ میں ہوئی۔

اگھم کوٹ میں سلسلہ قادریہ کے فیض کا چشمہ جاری تھا۔ حضرت لطف اللہ تکمیل تعلیم کے بعد راہ طریقت پر گامزن ہوئے اور سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہونے کے بعد سلوک کی منازل طے کرنے کے بعد خلافت سے نوازے گئے، تبھی تو کاتب کتاب سندھی رسالو نے ص ۹۶ پر آپ کو "شیخ المشائخ" تحریر کیا ہے۔

تصنیف وتالیف ☆: آپ کی فقط تین تصانیف کا علم ہوا، ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) تحفۃ السالکین: غالباً آپ کی پہلی تصنیف ہے۔ تصوف کے موضوع پر تفصیلی کتاب ہے۔ (۲) منہاج المعرفۃ (فارسی):

وف کے موضوع پر اکیس ابواب پر مشتمل کتاب ہے۔ ۱۰۷۸ھ کی تصنیف ہے۔ (۳) سندھی رسالو (نظم): توحید و رسالت، ریعت وطریقت، معرفت وحقیقت اور مرشد و مرید کے تعلق کے متعلق آگاہی دی گئی ہے۔

شاعری ☆: سندھ کے علماء مشائخ وصوفیاء نے غالباً ہجری (پندرہویں صدی عیسوی) سے سندھی شاعری کے ذریعہ حسن لاق، اصلاح معاشرہ اور دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دیا۔ تزکیہ نفس، تصفیہ نفس، اخلاقی تربیت، خالق کی معرفت، محبوب پاک صلی اللہ یہ وآلہ وسلم کی محبت، عظمت، رفعت، نسبت اور مخلوق سے ہمدردی وغیرہ شاعری کے اہم باب وجود میں آئے۔ اس طرح سندھی عری "فکر و معنی" سے سرفراز ہونے لگی۔ قاضی قادن اور حضرت سید عبدالکریم شاہ بلڑی والے کے بعد حضرت لطف اللہ کی شاعری کا برآتا ہے۔ حضرت عبدالکریم بلڑی والے، حضرت مخدوم محمد عثمان اگھم کوٹی اور حضرت مخدوم محمد اسماعیل سومرو اگھم کوٹی کا آپ کی خصیت پر گہرا اثر تھا۔ آپ کی تمام شاعری سندھی میں ہے، موضوع کے لحاظ سے تصوف و معرفت کے متعلق فکر انگیز واثر پذیر ہے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ایک اندازے کے مطابق ۱۰۹۰ھ/ ۱۶۷۹ء کو ہوا۔ اور غالباً اگھم کوٹ ضلع بدین صوبہ سندھ میں مدفون ہوئے۔

بشکریہ انوار علمائے اہلسنت سندھ

رہے آستاں سلامت رہے برقرار شاہی

حضرت شاہ محمد جمال قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: عارف کامل واکمل، ولی العصر، حضرت پیر شاہ محمد جمال قادری رحمتہ اللہ علیہ اپنے زمانہ کے عظیم صوفی بزرگ اور ولی کامل ہیں۔ آپ حضرت کمال چشتی علیہ الرحمۃ کے بڑے بھائی ہیں۔ آپ کی زندگی عبادات وریاضات نیکی اور تقویٰ پرہیزگاری سے مرجع اور عبارت ہے۔ تمام زندگی فقر وفاقہ میں گزاری۔ آپ نے قلعہ روہتاس کی تعمیر میں حصہ لیا تھا۔

آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت سید ابوتراب المعروف شاہ گدا قادری علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے، بعد تکمیل مجاہدات وعبادات وریاضت ومنازل سلوک طے کرنے کے حضرت سیّد شاہ گدا علیہ الرحمۃ سے ہی خرقہ خلافت پاکر سرفراز وممتاز ہوئے۔

قلعہ روہتاس کے حکمران آپ سے گہری عقیدت ومحبت رکھتے تھے اور قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ انہوں نے تمام بزرگوں کی تجہیز وتکفین وتدفین نہایت عزت وتکریم سے کی اور ان تمام بزرگوں کے مزارات قلعہ کے دروازوں کے ساتھ اس طرح بنائے۔ گویا کہ وہ ان بزرگان دین کو قلعہ کا محافظ ونگہبان سمجھتے ہوں۔

آپ کا وصال باکمال گیارہویں صدی ہجری سلطان سکندر سوری کے دور میں ہوا۔ آپ کا مزار پُرانوار آپ کے مجاہدے والی جگہ موری دروازہ قلعہ روہتاس تحصیل سوہاوہ ضلع جہلم میں مرجع خاص وعام ہے۔

جہاں آج بھی لوگ حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نورِ ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت رہے برقرار شاہی

حضرت سید سخی شاہ حبیب اللہ قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: شہزادہ وخانوادہ غوث الوریٰ، آشنائے رموز و کنایات معراج، سلطانِ ملک بقاء، قطب حقیقت حضرت سید سخی شاہ حبیب اللہ قادری رحمتہ اللہ علیہ خورشیدِ ولایت غوثیہ ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ولی العصر حضرت سید عبدالجلیل شاہ گیلانی قادری علیہ الرحمۃ کے روحانی وعلمی گھرانے واقع دہلی انڈیا میں ہوئی۔

آپ حضرت سید عبدالجلیل شاہ گیلانی قادری کے لخت جگر اور حضرت سید عبدالرحمٰن شاہ قادری گیلانی دہلوی علیہم الرحمۃ کے برادر اصغر اور حضور غوث الاعظم کی اولاد سے ہیں۔ آپ کے برادر اکبر حضرت سید عبدالرحمٰن شاہ قادری علیہ الرحمۃ دہلی کے وہ عظیم بزرگ اور ولی کامل ہیں، جن کی نگاہ ولایت سے لاتعداد افراد اپنی مراد کو پہنچے بالخصوص حضرت سلطان باہو علیہ الرحمۃ جیسی نابغہ روزگار ہستیاں آپ کی خدمت میں رہ کر استفادہ کرتی رہیں۔

آپ حضرت سخی سید حبیب اللہ شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ مادرزاد ولی ہیں، بچپن ہی میں آپ سے کرامات کا ظہور ہونے لگا تھا، آپ نے ابتدائی تعلیم اور روحانی فیض اپنے عظیم والدِ گرامی اور برادر اکبر حضرت سید عبدالرحمٰن قادری دہلوی علیہ الرحمۃ سے حاصل کیا تھا۔

لیہ میں ورود مسعود ☆: لیہ میں آپ کی آمد کے دو واقعے بیان کئے جاتے ہیں، اول واقعہ تو یہ بیان کیا جاتا ہے کہ بچپن میں آپ کو گھوڑے کی سواری کا بہت شوق تھا، ابھی آپ کی عمر عزیز صرف 8-7 برس کی تھی کہ آپ دیوار پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک گھوڑا سوار آپ کے قریب سے گزرا، آپ نے اُس سے گھوڑے پر سواری کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تو اُس نے آپ کی بات پر کوئی توجہ نہ دی۔

آپ نے اس کی بے رُخی دیکھ کر جس دیوار پر بیٹھے تھے اُس سے کہا ''چل میرے گھوڑے'' آپ کا اتنا فرمانا تھا کہ دیوار چلنے لگی، اس بات کا علم جب آپ کے برادر اکبر حضرت شاہ عبدالرحمٰن قادری علیہ الرحمۃ کو ہوا تو وہ آپ پر سخت ناراض ہوئے، آپ وہاں سے ناراض ہو کر چل دیئے اور چلتے چلتے لیہ پہنچ گئے، اس وقت آپ کی عمر صرف 13-12 برس کے قریب تھی۔

لیہ میں آمد کا دوسرا واقعہ اور آپ کی کرامت ☆: دوسرا واقعہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ، جب آپ نے علوم

ظاہری و باطنی پر کمال دسترس حاصل کر لی تو آپ کے پیر و مرشد اور برادر اکبر حضرت سید عبدالرحمٰن قادری دہلوی علیہ الرحمۃ نے آپ سے فرمایا کہ علاقہ کچھی میں جا کر تبلیغ اسلام اور رُشد و ہدایت کا فریضہ سر انجام دو۔

آپ دہلی سے روانہ ہو کر علاقہ کچھی میں جمن شاہ ضلع لیہ کے نزدیک ایک گاؤں میں پہنچے تو اُس وقت آپ گھوڑے پر سوار تھے۔

آپ نے دیکھا کہ گاؤں میں ایک شخص چھپر کے نیچے سویا ہوا ہے، آپ نے اُسے آواز دیکر پوچھا کہ لیہ کی جانب کون سا راستہ جاتا ہے، اُس نے چارپائی پر پڑے پڑے آپ کو راستہ بتا دیا۔

آپ نے فرمایا بھائی میں اجنبی اور مسافر ہوں مجھے صحیح راستہ کا علم نہ ہے، برائے مہربانی مجھے پکی سڑک تک میرے ساتھ چل کر راستہ بتادو، اُس نے جواب دیا کہ میں آپ کے ساتھ چل کر آپ کو لیہ تک پہنچانے کو تیار ہوں، مگر کیا کروں میں مجبور ہوں کہ دونوں بازوؤں اور دونوں ٹانگوں سے معذور ہوں، آپ نے اُس سے فرمایا تم جھوٹ بولتے ہو، تم معذور نہیں بلکہ ٹھیک ہو اور اچھی طرح چل سکتے ہو۔

آؤ میرے ساتھ چلو اور مجھے لیہ کے راستے پر ڈال دو، اُس شخص کو لوگ "چڑھا" یعنی "نکما" کہتے تھے، اور یہ شخص قوم سے میراثی تھا۔

چڑھا میراثی اپنی بات پر بضد تھا کہ میں معذور ہوں، لیکن آپ بار بار فرماتے تم چارپائی سے اُٹھو اور چل کر دیکھو تم معذور نہیں ہو بلکہ بالکل صحیح سلامت ہو، اور عام لوگوں کی طرح چل سکتے ہو۔

بالآخر چڑھا میراثی مجبور ہو کر آپ کے حکم کے سامنے آداب بجالایا اور چارپائی سے اُٹھنے کی کوشش کی تو وہ خود حیران ہو گیا کہ اُس کی معذور ٹانگیں چلنے پھرنے کے لائق ہو گئی ہیں، وہ آپ کے گھوڑے کے آگے آگے چلنے لگا تو آپ نے فرمایا تم میرے گھوڑے کی باگ تھام لو۔

چڑھا نے عرض کی حضور میں ہاتھوں سے بھی معذور ہوں، آپ نے فرمایا تمہارے بازو بالکل صحیح سلامت ہیں، اُس نے آپ کے حکم پر گھوڑے کی باگ پکڑی تو خود ہی محسوس کر لیا کہ واقعی میرے ہاتھ بھی ٹھیک ہو گئے ہیں، وہ گھوڑے کی باگ تھامے لیہ میں اس جگہ پر آ گیا جس کو آج بستی شاہ حبیب کے نام سے پکارا اور لکھا جاتا ہے۔

یہ جگہ...... پر جہاں آج کل پٹرول پمپ ہے۔ اس سے تھوڑا سا آگے جنوب کی طرف روانہ ہوں تو سڑک کے مشرقی کنارے ایک ٹیلہ نظر آتا ہے، جو آج بھی ٹبہ شاہ حبیب کہلاتا ہے، آپ نے اس جگہ ڈیرہ لگا لیا، چڑھا میراثی آپ کی خدمت میں رہنے لگا۔

لیہ میں تبلیغ وارشاد اور کرامت عظیم ☆: آپ نے ٹبے پر قیام کے بعد تبلیغ اسلام اور رُشد و ہدایت کا آغاز کیا تو قوم لوہانچ، کلاچی، جھکڑ، کلاسرہ اور دیگر اقوام آپ کی مرید و معتقد ہو گئیں، آپ کی تبلیغ اور اخلاق و کردار سے متاثر ہو کر بہت سے ہندو اور دیگر غیر مسلم اقوام مسلمان ہو کر جوق در جوق آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہونا شروع ہو گئے۔

آپ کے اس انداز تبلیغ اور غیر مسلموں کا آپ کے دست مبارک پر کلمہ پڑھنا اور آپ کا مرید و معتقد ہونا کفار کو ایک آنکھ نہ بھایا، کفار کے وڈیرے اور سردار مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد سے خائف ہو کر آپ کے دشمن بن گئے، اور آپ کو قتل کرنے کے منصوبے بنانے لگے، بالخصوص کلاسرہ قوم کے لوگ تو اس معاملے میں بہت سخت ثابت ہوئے۔

ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ آپ نماز تہجد کے وقت دریا سے وضو کر کے واپس آرہے تھے کہ کلاسرہ قوم کے چند افراد نے آپ کو تنہا دیکھ لیا، وہ دریا کے کنارے اینٹوں کے بھٹے میں آگ لگا رہے تھے، انہوں نے طے کیا کہ خوب موقع ملا ہے کہ کس کو کانوں کان خبر بھی نہ ہوگی، ان بزرگ کو اُٹھا کر آگ میں ڈال دیتے ہیں، نہ یہ ہوں گے نہ ہی تبلیغ اسلام ہوگی۔

چنانچہ باہمی مشورے سے انہوں نے آپ کو پکڑ کر جلتے ہوئے بھٹے کی موری میں پھینک دیا، اور خوشی خوشی کہنے لگے کہ اب تو شاہ جی کی راکھ بھی نہ ملے گی۔

لیکن انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ آگ مرد مومن بالخصوص سیّد کے لئے ہمیشہ گلزار بنتی ہے، اور ہوا بھی اسی طرح کے چند لمحوں کے بعد انہوں نے دیکھا کہ آپ بھٹے کی موری سے صحیح سلامت باہر نکل آئے، وہ یہ دیکھ کر اور بھی زیادہ حیران ہوئے آپ کا جسم تو الگ رہا آگ نے آپ کے جسم سے لگے ہوئے کپڑوں پر دھویں کا داغ بھی نہ آنے دیا، آپ کی یہ کرامت دیکھ کر کلاسرہ قوم کے تمام افراد آپ کے غلام بے دام بن گئے، اور آپ کے ہاتھ پر کلمہ پڑھ کر اسلام کی حقانیت کو قبول کر لیا۔

بستی شاہ حبیب اور آپ کی خانقاہ ☆ : جب قوم کلاسرہ کے لوگ آپ کے دست حق پرست پر مسلمان ہوئے تو انہوں نے آپ کو ایک قطعہ زمین عطیہ دیا، جہاں آپ نے ایک کنواں کھودوا دیا، اس کے علاوہ ایک مسجد تعمیر کروائی، جو اب بھی موجود ہے، باقاعدہ درس و تدریس کا آغاز کیا تو دور دور سے طالبان حق آنے لگے اور آپ سے علمی و روحانی استفادہ کر کے جانے لگے، اس جگہ اب ایک مکمل بستی بن چکی ہے، اور اس کو بستی شاہ حبیب کے نام سے لکھا اور پکارا جاتا ہے۔

آپ نے قوم کلاسرہ کو ہدایت کی تھی کہ اگر تم اپنی زمینوں میں تمباکو کی فصل کاشت نہ کرو گے تو تمہاری زمینوں سے ہمیشہ اچھی فصل پیدا ہوگی، اور یہ حقیقت آج بھی بدستور عیاں ہے کہ کلاسرہ قوم کے لوگ ابھی تک اپنی زمینوں میں تمباکو کی فصل کاشت نہیں کرتے اور ان کی فصلیں دیگر زمینوں کی بنسبت اچھی فصل ہوتی ہے۔

بعد از وصال ملاقات و زیارت ☆ : کوٹ سلطان کی ایک بزرگ شخصیت حضرت جام ظفر اللہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں جب بھی لیہ جاتا تو آپ کے مزار پُر انوار پر حاضری ضرور دیتا تھا۔

ایک رات میں تہجد کی نماز پڑھ کر عبادت میں مشغول تھا کہ اچانک ایک نورانی صورت بزرگ میرے سامنے آ موجود ہوئے، میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ تو جواب میں فرمایا آپ اکثر ہمارے پاس تو آتے رہتے ہیں، اب پہچانتے بھی نہیں۔

جام صاحب فرماتے ہیں کہ میں جواب سُنا تو کچھ دیر کے بعد میرے دل میں خیال آیا کہ یہ حضرت شاہ حبیب قادری علیہ الرحمۃ ہی ہوں گے، آپ میرے دل کے خیال سے مطلع ہو کر مسکرائے اور ہاں میں جواب دیا، اس کے ساتھ ہی میری نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

جام صاحب کے بیان کے مطابق آپ کی ریش مبارک لمبی، نورانی چہرہ، سفید لباس اور طویل القامت متناسب جسم کے مالک تھے۔

وصال باکمال ☆ : آپ کا وصال باکمال گیارھویں صدی ہجری کو ہوا۔ مزار پُر انوار بستی شاہ حبیب بائی پاس روڈ لیہ شہر میں مرجعِ خاص و عام ہے، جہاں آج بھی اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نہ صرف منور کرتے ہیں، بلکہ منہ

مانگی مرادیں بھی پا رہے ہیں۔ چونکہ آپ بچپن ہی سے گھوڑے کی سواری کے شوقین تھے اور گھوڑوں سے خصوصی لگاؤ اور دلچسپی تھی، آج بھی لوگ آپ کے دربار پر لنگر تقسیم کرنے کے علاوہ کاغذ یا مٹی کے بنے ہوئے گھوڑے بطور منت رکھتے ہیں، آپ کے مزار سے آج بھی انوار و تجلیات کی بارش برستی ہے، مخلوق خدا فیض پا رہی ہے۔

آپ نے نہ تو شادی کی نہ ہی اولاد ہوئی، تمام عمر مجرد گزاری۔

حضرت خلیفہ مُلّا معالی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: صاحب کشف وکرام، جلیل القدر، عالی مرتبت، سرخیل مبارزانِ طریقت حضرت خلیفہ مُلّا معالی قادری رحمتہ اللہ علیہ اپنے زمانے معروف شیوخ اور مشاہیر میں سے تھے۔

آپ کا شمار اُن بزرگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے سلطان العارفین حضرت سلطان محمد باہو قادری علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور ان سے روحانی فیوض و برکات حاصل کر کے سب سے پہلے صوبہ بلوچستان میں سلسلہ عالیہ قادریہ سلطانیہ کی ترویج و اشاعت فرمائی، آپ ہی کوششوں سے سلسلہ قادریہ کا فیض مری قبائل، اور ڈھاڈر، سبی کے علاقہ میں گھر گھر پہنچایا، لاکھوں کی تعداد میں لوگ آج بھی آپ کے مزار پُر انوار پر حاضری دے کر استفادہ کرتے ہیں۔

آپ کے علاوہ دو درویش اور بھی حضرت سلطان العارفین کی خدمت میں آئے تھے، ان میں ایک مُلا مصری اور دوسرے عالم شاہ تھے۔ مُلا مصری کا دربار قصبہ ڈھاڈر میں ہے، ملا عالم شاہ کا مزار قندھار کے نواح میں ہے۔

حضرت سلطان العارفین کے سلسلہ طریقت سے مری قوم کے افراد کا روحانی تعلق آپ ہی کے زمانہ سے چلا آ رہا ہے۔

چنانچہ اب بھی کوہلو اور سبی کے علاقہ سے لا تعداد افراد سلطان العارفین علیہ الرحمتہ کے عرس مبارک پر حاضری دیتے ہیں۔

کوہلو خاندان میں کئی پشتوں سے حضرت سلطان العارفین کے خاندان سے روحانی فیض اور خلافت حاصل کرتے چلے آ رہے ہیں، ان میں سے خلیفہ خان محمد پیر دادئی جن کا انتقال حضرت سلطان العارفین کے مزار کے قریب ہی ہوا تھا۔ اور وہیں حضرت سلطان نور محمد کے قبرستان میں مرقد منورہ ہے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال گیارہویں صدی ہجری میں ہوا، مزار پُر انوار کوڑک علاقہ سیوی بی صوبہ بلوچستان میں مرجع خاص وعام ہے۔ جہاں آج بھی ہزاروں کی تعداد میں لوگ حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سلطان حمید قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: بحرِ شریعت وطریقت، گم گشتہ درحضور معبود، غواصِ بحر معاین، حضرت سلطان حمید قادری رحمتہ اللہ علیہ خورشید ولایت ہیں۔

آپ کے بارے کچھ پتہ نہ چل سکا کہ آپ کس خاندان سے اور کس علاقہ سے متعلق ہیں۔ البتہ سوانح حضرت سلطان باہو کی کتاب مناقب سلطانی کے حوالہ سے مہر نور محمد تھند صاحب مصنف تذکرہ اولیائے بھکر نے لکھا ہے کہ:

آپ حضرت سلطان العارفین سلطان باہو علیہ الرحمۃ کے مرید وخلیفہ ہیں، حضرت سلطان باہو علیہ الرحمۃ نے جب اپنے پیرو مرشد شاہ سید عبدالرحمٰن قادری علیہ الرحمۃ کے حکم سے دہلی کا سفر کیا تو حضرت سلطان حمید قادری بھی اُن کے ہمراہ تھے۔

مجذوب کا وار اور مرشد کا فرمان ☆: جب حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قادری علیہ الرحمۃ اپنے مرشد کامل حضرت شاہ سید عبدالرحمٰن قادری علیہ الرحمۃ سے رخصت لے کر دہلی سے واپس روانہ ہوئے تو اثنائے سفر انہوں نے ایک ایسا مجذوب دیکھا جس نے حضرت سلطان حمید قادری رحمتہ اللہ علیہ کی پشت کی جانب ہو کر لکڑی کا ایسا وار کیا کہ وہ بے ہوش ہو کر گر پڑے، اس مست نے دوسری مرتبہ لکڑی مارنے کے لئے اٹھائی تو حضرت سلطان باہو قادری علیہ الرحمۃ نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا، اور فرمایا! اے صاحب! بس کرو، ہم اہل سنت وجماعت سے ہیں۔ ہمیں ایسا کرنا روا نہیں۔

حضرت سلطان باہو علیہ الرحمۃ کی بات سُن کر اس مست نے دوبارہ وار نہیں کیا بلکہ وہ وہاں سے چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد حضرت سلطان باہو علیہ الرحمۃ آپ کو حالت سُکر سے ہوش میں لے کر آئے اور روانہ ہونے سے پہلے فرمایا کہ اے حمید! اگر ہمیں خبر نہ ہو جاتی اور وہ مجذوب تمہیں دوسری مرتبہ لکڑی مار بیٹھتا تو ہم بھی تمہیں مستی سے ہوش میں نہ لا سکتے۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قادری علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے، اور اُنہی سے خرقۂ خلافت پاکر سرفراز وصاحب مجاز ہوئے۔

مرشد کامل کی دعا ☆: مناقب سلطانی کے حوالے سے صاحب تذکرہ اولیائے بھکر جناب مہر نور محمد تھند صاحب رقم طراز

ہیں کہ ایک دفعہ حضرت سلطان باہو قادری علیہ الرحمۃ بھکر شہر کے نزدیک ایک ٹیلے پر جال کے درخت کے نیچے آپ حضرت سلطان حمید قادری رحمۃ اللہ علیہ کے زانو پر سر رکھے آرام فرمار ہے تھے کہ حضرت سلطان العارفین کے جسم اور کپڑوں پر مٹی لگ گئی۔ آپ کے دل کو بہت قلق گزرا، اور دل میں سوچ پیدا ہوئی اے کاش میرے پاس دنیا کی دولت ہوتی تو آج میں بھی اپنے پیرو مرشد اور ہادی کا بستر اطلس اور مخمل کا بنواتا، چونکہ میں مسکین ہوں، میری غربت کی وجہ سے آج میرے مرشد برحق کے جسم پر زمین کی خاک لگ گئی ہے۔

انہی خیالات میں آپ کو اونگھ آ گئی کیا دیکھتے ہیں کہ ایک خوبصورت باغ ہے جس میں ایک مجلس دیبا کے فرش وفروش سے آراستہ ہے اور اس میں ایک خوبصورت عورت جڑاؤ زیورات سے مرصع اور قیمتی لباس زیب تن کئے ہوئے آپ کو اپنی طرف بلا رہی ہے۔ اور کہتی ہے کہ آؤ مجھ سے نکاح کرلو، آپ نے اشارے اور نرم زبان سے اُس سے فرمایا خبردار مجھ سے دور ہو جا، میرے پاس تک نہ آؤ۔ اتنے ہی آپ کی آنکھ کھل گئی اور مرشد کامل حضرت سلطان العارفین کے چہرہ انور پر نگاہ پڑی تو حضرت سلطان العارفین نے پوچھا اے حمید تو نے کیا دیکھا، آپ نے جو کچھ عالم مکاشفہ میں دیکھا تھا بیان کر دیا۔

حضرت سلطان العارفین نے فرمایا اے حمید تم نے جو دنیاوی مال نہ ہونے کا شکوہ اپنے دل میں کیا تھا، یہ وہی دنیا تھی جسے تم نے خواب کی حالت میں دیکھ کر ٹھہرا دیا، اگر تم اسے قبول کر لیتے تو مال و دولت تمہارے گھر سے کبھی ختم نہ ہوتا۔ آپ نے عرض کی حضور میں صرف اللہ تعالیٰ کی ذات سے اس کا نور چاہتا ہوں، مجھے مال دنیا سے کوئی غرض نہیں۔ آپ کا یہ جواب سن کر حضرت سلطان العارفین نے فرمایا۔ اے حمید! فقیر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اثر تیری خاندان سے کبھی نہ جائے گا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال گیارھویں صدی ہجری کو ہوا۔ مزار پُر انوار قبرستان مخدوم میاں عثمان علی بھکر شہر میں مرجع خاص وعام ہے جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر آج بھی آپ کے فیضان وعرفان سے مستفید ہو رہے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سلطان محمد باھو قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: ملک المشائخ باتفاق، قطب وابدال بااستحقاق، بادشاہ عالم راز و نیاز سراج السالکین برہان الواصلین سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ قطب مادرزاد و سلطان العارفین ہیں، آپ قبیلہ اعوان سے تعلق رکھتے تھے۔

آپ کا سلسلہ نسب انتیس واسطوں سے امام الاولیاء حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ملتا ہے۔ آپ کے والد بزرگوار کا نام نامی اسمِ گرامی بایزید محمد ہے وہ شہنشاہ شاہجہان کی طرف سے کوہستان میں منصب دار تھے وہ حافظ قرآن ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بہترین عالم بھی تھے۔ شریعت کے سخت پابند تھے کوہستان سے ملتان آ کر اقامت گزیں ہوئے ان کو دوبارہ کوہستان بھیجے جانے کے احکام نافذ ہوئے لیکن انہوں نے کوہستان جانے سے انکار کر دیا اور ملتان سے شورکوٹ تشریف لائے اور وہاں مکمل سکونت اختیار کر لی۔ شورکوٹ میں ان کو جاگیر ملی اور وہیں وفات پائی۔

آپ کی والدہ صاحبہ کا نام بی بی راستی تھا وہ اپنی بزرگی اور پرہیزگاری کی وجہ سے مشہور زمانہ تھیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۰۳۹ھ بمطابق 1629ء کو بمقام شورکوٹ ضلع جھنگ میں ہوئی۔ آپ کا نام نامی اسمِ گرامی محمد باہو ہے آپ اپنے نام پر فخر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میری والدہ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو انہوں نے میرا نام ''محمد باہو'' رکھا ہے جو ایک ہی نقطے سے ''یاہو'' ہو جاتا ہے آپ کی تعلیم و تربیت آپ کی والدہ ماجدہ کی زیر نگرانی ہوئی۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ☆: سن رشد کو پہنچنے کے بعد ایک دن کا واقعہ ہے کہ امام الاولیاء حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے آپکو دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کیا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو بیعت فرمایا آپ اس کا ذکر خود اس طرح کرتے ہیں کہ وہ مقامات اور درجات حاصل ہوئے جو بیان سے باہر ہیں پھر غوث پاک میراں محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے سپرد فرمایا اس کے بعد آپ میں نمایاں تبدیلی پیدا ہوئی ہر وقت خود مستغرق رہنے لگے۔ مشاہدات حق میں مست اور ذات مطلق کے جمال میں غرق نظر آنے لگے آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کی یہ حالت دیکھ کر آپ کو کسی باکمال شیخ سے بیعت ہونے کی تاکید فرمائی۔ آپ نے اپنی والدہ ماجدہ سے عرض کیا کہ بیعت کی کیا ضرورت ہے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت سے مشرف ہونے کے بعد کسی اور سے بیعت نہیں کرنی چاہیے آپ کی والدہ ماجدہ نے فرمایا دنیا عالم اسباب ہے اور اس دنیا میں بھی شیخ طریقت کے دست حق پر ظاہری طور پر بیعت ہونا ضروری ہے۔ یہ سن کر آپ نے والدہ ماجدہ سے عرض کیا اگر ایسا ہے تو پھر آپ میرے لئے مرشد کافی ہیں آپ کی والدہ ماجدہ نے فرمایا کہ عورتوں کو اجازت نہیں ہے کہ وہ کسی کو بیعت کریں آپ نے عرض کیا تو پھر مرشد کہاں تلاش کیا جائے کہاں جایا جائے۔ آپ کی والدہ صاحبہ نے مشرق کی طرف اشارہ کیا اشارہ ملتے ہی آپ نے فوراً گھربار

چھوڑا اور تلاش مرشد کامل میں نکل کھڑے ہوئے۔

آپ حضرت شاہ حبیب اللہ علیہ الرحمۃ کے کمالات صوری و معنوی کا شہرہ سُن کر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے جب حضرت شاہ حبیب اللہ سے اپنا مدعا ظاہر کیا تو انہوں نے آپ سے فرمایا کہ طالب صادق اور طالب حق کے لئے ضروری ہے۔ کہ اس کو یکسوئی و یکجہتی حاصل ہو اگر اس کی دو طرف توجہ ہو گی تو مقصد برآوری مشکل ہے۔ پس ضروری ہے کہ طالب حق پہلے مال و متاع سے فارغ ہو لے پھر اس راہ میں قدم رکھے یہ سن کر آپ کافی متاثر ہوئے گھر آئے مال و متاع سے فارغ ہو کر جب حضرت شاہ حبیب اللہ علیہ الرحمۃ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو وہ فوراً سمجھ گئے آپ واقعی طالب صادق ہیں اور سچی طلب آپ کو لائی ہے ایک دن اُنہوں نے آپ سے کہا جس نعمت کے تم مستحق ہو وہ ہمارے پاس نہیں ہے البتہ ہم تم کو منزل کا نشان بتا دیتے ہیں وہاں جاؤ گے مقصد پاؤ گے تم میرے شیخ حضرت عبدالرحمٰن قادری علیہ الرحمۃ کے پاس چلے جاؤ اور اُن کا دامن تھام لو یہ تمہارے لئے کافی ہے۔

حضرت شاہ حبیب اللہ کی ہدایت کے مطابق آپ دہلی تشریف لے گئے حضرت شیخ عبدالرحمٰن قادری کو بذریعہ کشف آپ کی آمد کی اطلاع ہوئی انہوں نے ایک شخص آپ کو لینے کیلئے روانہ کیا۔

بیعت و خلافت ☆ : جب آپ حضرت شیخ عبدالرحمٰن قادری علیہ الرحمۃ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے وہ آپ کو خلوت میں لے گئے اور مدارج سلوک ذرا سی دیر میں طے کرا دیئے اس کے بعد آپ بیعت سے مشرف ہوئے اور خرقۂ خلافت سے سرفراز ہوئے اور آپ کو وہ نعمت عظمٰی حاصل ہوئی جس کی آپ کو تلاش تھی اس کے بعد آپ دہلی سے واپس شورکوٹ تشریف لے آئے اور تعلیم و تلقین اور رشد و ہدایت میں مشغول ہو گئے۔

سیرت و کردار ☆ : آپ مشاہدہ حق میں مسرور جمال دوست میں محو اور انوار الٰہی کی تعلیمات میں مستغرق رہتے تھے آپ معاش کی طرف سے بے پرواہ تھے۔ بظاہر آپ کا کوئی ذریعہ معاش نہ تھا دو مرتبہ جاگیر والی زمین پر کھیتی باڑی کی لیکن فصل نہیں کاٹی توکل بر خدا گزارہ کرتے تھے آپ نے ظاہری تعلیم بالکل بھی کسی سے حاصل نہ کی تھی اس کے باوجود بہت سی کتابوں کے مصنف ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بہترین اور عظیم صوفی شاعر بھی تھے۔

تعلیمات و ارشادات ☆ : آپ کی بعض تعلیمات حسب ذیل ہیں آپ فرماتے ہیں کہ اُن لوگوں پر افسوس اور تعجب ہے کہ خدا فرماتا ہے لوگو خدا کی طرف آؤ مگر انہیں خدا کی طرف آنا کیا معنی وہ اس سے بھاگتے اور گریز کرتے ہیں۔ گو اِن پر معرفتِ الٰہی کی جھلک نہ پڑی ہو مگر وہ اپنے آپ کو عارف اور صاحب حضور جانتے ہیں لیکن درحقیقت وہ معرفت اور مقام حضور سے کوسوں دور اپنی کشف و کرامات و بدعات و استدراج میں مغرور رہتے ہیں۔ دنیاداری اور سیم و زر میں شب و روز خراب اور پریشان ہوتے ہیں۔

نمبر۲ ☆ : آپ فرماتے ہیں کہ مرشد تین قسم کے ہوتے ہیں اول مرشد کامل طالب حق کے حق میں رحمت ہوتا ہے۔ دوم مرشدِ ناقص اس کے حق میں زحمت ہوتا ہے۔ سوم مرشد جو کہ دنیاوی مراتب و مناسب میں کمال حاصل کرتا ہے۔ وہ اپنی ترقی سے مرتبۂ فرعونیت پر پہنچتا ہے اور جو مرشد کہ نہ ہدایت دنیا ہی دیتا ہے اور نہ مقامات معرفت کو طے کراتا ہے وہ دونوں جہاں کی ذلت اور رسوائی

اپنے سر لیتا ہے۔

نمبر۳ ☆: آپ فرماتے ہیں کہ فقیر کو چاہیے کہ ان دونوں مقامات کو طے کر کے آگے بڑھے اور اطمینان اور دل جمعی حاصل کرے جو دانائی اور ہوشیاری سے حاصل ہوتی ہے۔ ہوشیاری کی نظر ہمیشہ روز قیامت اور خدائے تعالیٰ کے حساب و کتاب پر رہتی ہے اس لئے وہ خلق اللہ کو نفع پہنچاتا ہے اور ان کی ضرر رسانی سے گریز کرتا ہے اور اُن کے پیچھے ان کے حقوق پر پانی نہیں پھیرتا۔

نمبر۴ ☆: آپ فرماتے ہیں کہ جو شخص راگ سنتا ہے اُس کا دل مردہ اور نفس زندہ ہوتا ہے اہل سرود مردہ دل اور زندہ نفس ہوتے ہیں۔

نمبر۵ ☆: آپ فرماتے ہیں کہ ذکر خفی جو بظاہر معلوم نہیں ہوتا اور اسم اللہ سے وجود میں اس طرح جاری ہوتا ہے جس طرح نمک ماکول و مشروب میں سرایت کر جاتا ہے مگر بظاہر معلوم نہیں ہوتا مگر درحقیقت موجود ہوتا ہے جو کھانے پینے سے معلوم ہوتا ہے اور ذکرِ خفی اس طرح سے پہچانا جاتا ہے کہ صاحبِ ذکر خفی تصور برزخ اسم اللہ سے ایسی لذت اور حلاوت پاتا ہے کہ اس کا ایک ذرہ مشرق تک کل مخلوق کو ملے تو وہ ایسا بے ہوش و مست ہو جائے کے بجز دن قیامت کے وہ بیدار ہی نہ ہو صاحب ذکرِ خفی دنیا مافیہا سے کچھ خبر نہیں رکھتا۔

نمبر۶ ☆: آپ فرماتے ہیں لفظ فقر کے تین حروف ہیں۔ ف۔ ق۔ ر۔ اول ف سے فنائے نفس، ق قہر بر نفس، ر سے راضی بہ خدا مراد ہے دوئم ف سے فخر ق سے قرب اور ر سے راز مراد ہے آپ فرماتے ہیں کہ ان مراتب سے فقر محمدی صلی اللہ علیہ والہ وسلم فقیر کو حاصل ہوتے ہیں۔ نہیں تو ف سے فضیحت ق سے قہر خدا اور ر سے ردّ ہے۔

نمبر۷ ☆: آپ فرماتے ہیں کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کے بغیر اپنی شیخ زادگی کے بھروسے پر رہبری اور پیشوائی کرے گا وہ خود بھی گمراہ ہوگا اور دوسروں کو بھی گمراہ کرے گا۔

نمبر۸ ☆: آپ فرماتے ہیں کہ اگر صوفی کا ایک بھی فعل شرع محمدی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے خلاف ہے تو وہ صوفی نہیں بلکہ شیطان ہے اس سے کنارہ کشی اختیار کرنی چاہیے۔

نمبر۹ ☆: سخاوت کرنے سے خلق اللہ کا حق ادا ہوتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ صاحبِ مال کو خدا کے مقابلے میں اپنے مال سے کہاں تک محبت ہے۔

نمبر۱۰ ☆: فقر و معرفت الٰہی دریائے رحمت کی موجیں ہیں اور سخاوت اور کرم ایسی صفتیں ہیں جو خدائے تعالیٰ سے ملاتی ہیں۔

نمبر۱۱ ☆: جو پیر و مرشد قوت باطنی نہ رکھے اور ہر وقت مرید کی خبر گیری نہ کرے اور اُسے گناہ و مصیبت سے نہ روک سکے اور مُرید کی جان کنی کے وقت اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا اور عرض نہ کر سکے اور اس نازک وقت سے صحیح سالم پار نہ گزار دے اُسے پیر و مرشد نہ کہنا چاہیے۔

نمبر۱۲ ☆: پیری مریدی کوئی معمولی کام نہیں وہ ایک راز و نیاز سیر و اسرار ہے۔

نمبر۱۳ ☆: حرص و حسد کا انجام آخر خواری و ذلت ہے۔

نمبر۱۴ ☆: اہل دنیا سیم وزر کے غلام ہیں اور دنیا اور سیم وزر فقیر و عارف باللہ کے غلام ہیں۔
نمبر۱۵ ☆: چاروں نفسوں کے چاروں پرندے ذبح کرے یعنی شہوت کا مرغ حرص کا کوا زینت کا مور۔ اور حرص کا کبوتر۔

کشف و کرامت ☆: ایک مرتبہ شورکورٹ کے قریبی علاقے کا ایک رئیس کنگال ہو گیا ایک بزرگ نے اُسے حضرت سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا مشورہ دیا۔ کئی میل کا سفر کر کے جب وہ شورکورٹ پہنچا تو دیکھ کر اسے بہت رنج ہوا کہ حضرت سلطان باہوؒ ہل چلا رہے ہیں اُس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ بھلا ایسا آدمی تیری کیا مدد کر سکتا ہے۔ جو محنت و مشقت میں لگا ہوا ہے یعنی اس نے سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ کو ایک معمولی زمیندار سمجھا اور واپس ہونے لگا تو حضرت سلطان باہو نے اُس کو اپنے قریب بلایا اور ہل چلانے کو کہا اور آپ پیشاب کرنے چلے گئے واپس آ کر آپ نے وہ ڈھیلے جن سے طہارت کی تھی زمین پر دے مارے اس ڈھیلے کے ٹکڑے زمین پر بکھرے اور زمین سے مس ہوئے تو تمام زمین سونا بن گئی۔ آپ نے اُس شخص سے فرمایا جتنا سونا چاہو لے جاؤ اور اپنی غرض پوری کر لو وہ رئیس بہت سا سونا لے کر کامیاب و کامران واپس چلا گیا۔

وصال باکمال ☆: آپ یکم جمادالثانی ۱۱۰۲ھ بمطابق 1690ء کو واصل بحق ہوئے آپ کا عرس مبارک جمادالثانی کی یکم سے لیکر دس تاریخ تک منایا جاتا ہے۔ دس دن خوب رونق ہوتی ہے۔ اور ہر طرف حق باہو بے شک باہو کے نعروں سے فضا گونجتی رہتی ہے۔ مزار فیض آثار بستی سلطان باہو گڑھ مہاراجہ تحصیل شورکوٹ ضلع جھنگ میں مرجع خاص و عام ہے۔

فقیر راقم الحروف کو بارہا اس دربار فیض آثار میں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ جو روحانیت کا عظیم مرکز اور انوار و تجلیات کا منبع ہے۔

آپ کی اولاد پاک میں مبلغ عالم اسلام رئیس المجاہدین پیر طریقت حضرت صاحبزادہ سلطان فیاض الحسن قادری مدظلہ العالیٰ سے راقم الحروف کی کافی نیاز مندی ہے حضرت صاحبزادہ صاحب فقیر کی دعوت پر فقیر کے دارالعلوم میں بھی کئی مرتبہ تشریف لائے فقیر کی انعقاد کردہ سالانہ غریب نواز کانفرنس میں بھی جلوہ افروز ہوئے جبکہ فقیر کے ہاں منعقد ہونے والے سالانہ عرس فیض الملّت و بڑی گیارہویں شریف میں بھی آپ کا خصوصی خطاب ذیشان ہوا، اور فقیر کی دختر نیک اختر کے نکاح کے موقع پر خصوصی طور پر شرکت کیلئے تشریف لائے اور اس مقدس تقریب کی اختتامی دعا بھی آپ نے کرائی تھی، آپ کی ذات والا صفات دنیائے اسلام میں ہمارے لئے باعث صد افتخار ہے۔ پوری دنیا میں تبلیغی دوروں کے علاوہ آپ ملک بھر کے علماء اور مشائخ سے رابطے میں ہیں اور اہل سنت کی عظیم خدمت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں جبکہ دربار حضرت سلطان العارفین پر آپ کی قائم کردہ عظیم یونیورسٹی جوحرا اکیڈمی کے نام سے معروف ہے۔ آپ کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ مختلف روحانی محافل میں حضرت صاحبزادہ سلطان فیاض الحسن قادری صاحب مدظلہ العالی کے ہمراہ اکثر اکٹھے ہونے کا اتفاق رہتا ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت شاہ مراد خانپوری قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: زبدۃ العارفین، عمدۃ السالکین، دلیل الکاملین، شاہسوار میدان طریقت، سرشار میدان حقیقت و معرفت حضرت شاہ مراد خانپوری قادری رحمتہ اللہ علیہ قطب آسمان ولایت ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت بعد شہنشاہ شاہجہان 1037 ہجری بمطابق 1627ء کو تحصیل و ضلع چکوال کے معروف گاؤں خانپور میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد پاک سے ایک بزرگ حضرت قاضی جان محمد بن محمد شیر کے علمی و روحانی گھر میں ہوئی۔

آپ کا شجرہ نسب اکیس واسطوں سے حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا کر ملتا ہے۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

حضرت شاہ مراد بن جان محمد بن محمد شیر بن لطیف اللہ بن عبداللہ روح اللہ بن فیض اللہ بن نعمت اللہ بن قطب الدین بن سلطان العارفین بن محمد شریف بن شاہ احمد علی اکبر بن مخدوم الملک بن شیخ محمود بن غلام مصطفیٰ بن نجیب اللہ بن شیخ عباس بن حضرت سعید بن عثمان بن تاج الدین بن زین العابدین بن اکرام الدین سلطان بن یوسف بن ابراہیم بن حضرت معروف بن شاہ باسط بن شیخ عمر عبدالرحمان بن شیخ قاسم بن محمد بن امیر المومنین حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

آپ کل چھ بھائی تھے۔ آپ اپنے والد کے بڑے بیٹے کے بعد دوسرے نمبر پر تھے۔ جبکہ آپ کے سب سے چھوٹے بھائی محمد اسلم کے سوا کسی سے سلسلہ نسب نہیں چلا۔ آپ اپنے وطن کی نشاندہی اپنے کلام میں خود اسطرح فرماتے ہیں:

سب دا نگل تے نیلاب کناں دھن کھیی تے پٹھوار کناں
جتھے خوباں لکھ ہزار کنال ہے خانپور اپنا دیس بنا

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں معروف روحانی بزرگ حضرت شیخ محمد عبدالرحمان قادری ثمہ بشندوری دیوان حضوری علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقۂ خلافت پا کر سرفراز و ممتاز ہو کر صاحب ارشاد ہوئے۔

نوٹ ☆: (بشندور) دیوان حضوری تحصیل سوہاوہ ضلع جہلم میں واقع ہے۔

شجرۂ طریقت ☆: آپ کا شجرۂ طریقت سولہ واسطوں سے حضرت پیران پیر دستگیر محبوب سبحانی السید نا شیخ عبدالقادر جیلانی

الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

حضرت شاہ مراد قادری مرید حضرت شیخ عبدالرحمان قادری مرید حضرت شاہ رحمت اللہ مرید حضرت حاجی عبداللہ دیوان حضوری مرید حضرت شاہ محمد بندگی بخاری مرید حضرت شیخ محمود مرید حضرت شیخ عبداللہ مرید حضرت شیخ عبدالواحد مرید حضرت شیخ محمد قاسم مرید حضرت عبدالباسط مرید حضرت شیخ شہاب الدین مرید حضرت شیخ شمس الدین مرید حضرت شیخ شرف الدین مرید حضرت شیخ شہاب الدین مرید عماد الدین مرید حضرت شیخ عبدالرزاق مرید حضرت شیخ السید نا عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین۔

کچھ آپ کے حالات کے بارے ☆: آپ نے بچپن کیسے گذارا۔ تعلیم وتربیت کے مراحل کیسے طے کیے۔ کسب معاش کی کیا صورت تھی۔ مرشد کامل کے در تک کیسے رسائی ہوئی اور دیگر معاملات زندگی کے بارے میں اہل علم وقلم خاموش ہیں۔

قیاس ہے کہ آپ نے علوم متداولہ کی تعلیم بھیرہ شریف کے ایک قاضی خاندان کے کسی بزرگ سے حاصل کی۔ یہ بات بھی پایۂ ثبوت تک پہنچتی ہے کہ آپ نے شادی بھی کی اور خدا نے آپ کو دو صاحبزادیاں بھی عطا فرمائیں۔ لیکن اولاد نرینہ نہ ہونے کی وجہ سے آپ نے غالباً اپنے استادوں کے گھرانے سے ایک بچہ مفتی آفتاب نامی گود لیا تھا۔ جس کی عثمانی قریشی اولاد آج تک درگاہ شریف کی متولی چلی آ رہی ہے۔

مفتی آفتاب کا شجرہ نسب حسب ذیل ہے:

مفتی آفتاب احمد بن شیخ محمد صالح بن شیخ اللہ بخش بن شیخ جیون مشہور بہ اجودھنی بن قاضی الاون دانشمند اجودھنی بن قاضی ظہیر الدین بن قاضی حسان بن قاضی موسیٰ بن قاضی برہان الدین بن قاضی نصیر الدین بن قاضی عبداللہ بن جمیل الدین ابو مسلم بن قاضی خواجگی بن قاضی ابوالفضل بن قاضی محمد یوسف بن قاضی محمد بن قاضی ابوالقاسم بن قاضی سلیمان بن قاضی احمد بن قاضی محمد بن خواجہ احمد بن خواجہ ابراہیم بن خواجہ برہان بن خواجہ ابواسحاق بن جمال شاہ بن جلال شاہ بن حضرت حسام الدین بن عالی شاہ بن امام فیروز شاہ بن رکن الدین بن امام محمد بن حضرت عبداللہ اکبر بن امیر المومنین حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین۔

طرفہ تماشہ ☆: موضع بھون ضلع چکوال کے معروف محقق وادیب جناب پروفیسر انور بیگ اعوان کنوینر جشن شاہ مراد کمیٹی فرماتے ہیں۔ علاقہ دھنی اور پوٹھوار میں آپ کی شخصیت جو کہ ہر لحاظ سے مسلمہ ہے۔ اور زمانہ یہ بھی اعتراف کرتا ہے کہ آپ صاحب کشف وکرامات اور اپنے زمانے کے عظیم شیخ کامل ہوئے ہیں۔ مگر طرفہ تماشہ یہ ہے کہ آپ کے حالات وواقعات اور زندگی کی جزئیات پر تاریکی کا پردہ پڑا ہوا ہے۔

فقیر راقم الحروف کی جناب انور بیگ اعوان سے ان کی رہائش گاہ موضع بھون چکوال میں ایک تفصیلی ملاقات ہوئی ہے جو کہ کافی عمر رسیدہ اور ضعیفی کی حالت میں بھی اہلِ علم وقلم سے ملاقات و پیار کرتے ہیں۔ بڑے ہی با اخلاق و بامروت شخصیت کے حامل ہیں۔

مولوی محی الدین محدث گورہ اتم سنگھ اور مولانا نعیم صدیقی جیسے اہل قلم کا اس خاندان سے تعلق ہونے کے باوجود آپ کے حالات وواقعات کی تلاش جوئے شیر لانے کے مترادف ہو چکی ہے۔

چنانچہ مولوی عبدالرحمان مرحوم متولی درگاہ تکیہ شاہ مراد کی زبانی صرف یہ معلوم ہو سکا ہے کہ آپ کی پیدائش کے وقت حضرت سخی سیدن شاہ شیرازی علیہ الرحمتہ جن کا مزار چوآ سیدن شاہ میں مرجع خاص و عام ہے کا قیام خانپور کے قریب ''چکی'' کے مقام پر تھا۔ جس رات آپ کی ولادت ہوئی تو سخی سیدن شاہ شیرازی نے اپنے درویشوں سے فرمایا کہ آج اس جگہ کا مالک پیدا ہو چکا ہے۔ لہٰذا ہمیں یہاں سے کوچ کرنا چاہیئے۔ انہوں نے درویشوں کو یقین دلانے اور تصدیق کے لیے خانپور گاؤں میں بھیجا کہ جاؤ۔ دیکھو اتنی رات گئے کس کے گھر میں چراغ جل رہا ہے۔

درویش حسبِ فرمان گاؤں میں آئے تو انہیں ایک گھر میں چراغ جلتا ہوا نظر آیا۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ آج ابھی قاضی جان محمد کے گھر بیٹا پیدا ہوا ہے۔ اس واسطے چراغ جل رہا ہے۔

درویش بعد از تصدیق واپس حضرت سخی سیدن شاہ شیرازی علیہ الرحمتہ کی خدمت میں پہنچے اور تمام ماجرا آپ کی خدمت میں عرض کر دیا۔

جب صبح ہوئی تو حضرت سید سخی سیدن شاہ شیرازی علیہ الرحمتہ گاؤں میں حضرت قاضی جان محمد کے گھر آئے اور مولود کی زیارت کر کے قاضی صاحب کو مبارک دی اور بشارت دی کہ یہ بچہ اپنے زمانے کا ولی کامل ہوگا۔

اس کے بعد حضرت سید سخی سیدن شاہ شیرازی علیہ الرحمتہ علاقہ دھن کہوٹ کی طرف تشریف لے گئے۔

نہ اگلی توں نہ پچھلی توں ☆: آپ کی عارفانہ زندگی کے بارے میں کئی لطیفے اور کئی واقعات مشہور ہیں۔ جن میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ:

ایک مرتبہ آپ اپنے گھر کے صحن میں تشریف فرما تھے۔ کہ گلی سے تین عورتوں کا گذر ہوا۔ آپ جوش و مستی کے عالم میں پہلے ہی بیٹھے تھے کہ آپ نے گنگنانہ شروع کر دیا:

''نہ اگلی توں نہ پچھلی توں — قربان جاواں میں وچلی توں''

سننے والوں نے سمجھا کہ شاید آپ درمیان والی عورت پر فریفتہ ہو گئے ہیں لیکن آپ نے فوراً اس راز سے پردہ اٹھاتے ہوئے فرمایا کہ انسان زندگی کے تین ادوار بچپن، شباب اور بڑھاپا۔ ان تینوں میں درمیانی دور یعنی عہد جوانی۔ سب سے بہتر ہوتا ہے۔ کیونکہ مثل مشہور ہے:

''در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری''

ترجمہ ☆: جوانی میں توبہ کرنا نبیوں کا شیوہ ہے۔

آپ کی شاعری اور اس کا بلند مقام ☆: مولوی سراج الدین مرحوم جامع و مرتبت کتاب ''گلزار شاہ مراد'' کے دیباچہ طبع اول 1908ء میں رقم طراز ہیں کہ جب آپ شاہد حقیقی کے حسن و جمال سے مسحور ہوتے یا استغراق اور ہجر و وصال کی کیفیت سے گذرتے تو کبھی بر طریق نصیحت عامہ اور گاہے، بر طبق حالت زمانہ، اپنی زبان در افشاں سے، فارسی ریختہ اور پنجابی کے اشعار پُر اسرار

پڑھا کرتے تھے۔ان اشعار کو آپ کے ساتھ سفر و حضر میں ہمراہ رہنے والے صاحبان ذوق اور ارباب شوق اپنے پاس رقم فرما لیتے تھے۔

آپ کے کلام کو پڑھنے کے بعد ہر قاری پر واضح ہو جاتا ہے کہ آپ تصوف و معرفت کے بحرِ ذخار اور فانی فی اللہ اور عاشق باللہ تھے۔

پنجابی زبان و ادب کی خدمت میں آپ کا بھرپور حصہ ہے۔چونکہ 1857ء تک سرکاری زبان فارسی تھی۔یہی وجہ ہے کہ آپ کے کلام میں فارسی کی آٹھ غزلیں اور ایک مختصری نظم (مثنوی) بھی موجود ہے۔جب آپ پنجابی یا ریختہ کی تنگنائے کو اپنے خیالات و افکار کے پُر جوش سمندر کی موج آفرینوں کے لیے کافی نہ سمجھتے تو بے اختیار ہو کر فارسی زبان کو وسیلۂ اظہار بنا لیا کرتے تھے۔

چنانچہ یہی وجہ ہے کہ آپ کی سی حرفیوں اور رباعیوں میں عربی، فارسی، بھاشا اور پنجابی دستِ گریباں نظر آتی ہیں۔

آپ کے فارسی کلام کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ایک قادر الکلام شاعر تھے۔آپ کی تمام غزلیں صوفیانہ رنگ کی ہیں اور ان میں سوز و ساز، نغمہ و مستی، جوش اور ولولہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔لیکن بایں ہمہ آپ روایتی اسلوب ہی کے مالک ہیں۔البتہ بعض اشعار پھڑکا دینے والے ہیں۔آپ کی ایک سراپائی غزل جس کا مطلع ہے:

دلبر گلرو سمن بو سروِ قدِ گلزار مَن
مہٗ جبین نواش چو خود پچشمش ستارہ یار من

ترجمہ☆: میرا محبوب گلاب جیسے چہرے والا ہے خوشبو چنبیلی کی طرح قد سرو کی طرح اور جسم بھرپور خندہ پیشانی والا اور ستاروں جیسی روشن آنکھوں والا میرا یار ہے۔

خودداریٔ عشق کی کیفیات سے بھرپور وہ غزل جس کا مطلع و مقطع یہ ہے:

یار من در وقت رخصت ازدروں بیرون نہ شد
خوب شد از تیغ ہجرش دل درآں دم خوں نہ شد

شاہ ازدرد فراقش نامراد آمد آ گدا
برسرِ من آنچہ شد آں برسرِ مجنوں نہ شد

ترجمہ☆: میرا دوست رخصت ہونے وقت اندر سے باہر نہیں آیا۔اچھا ہوا کہ ہجر کی تلوار سے اُس لمحہ دل خون نہیں ہوا۔

(۲) بادشاہ اس کے فراق کے درد سے نامراد ہو کر گدا ہو گیا۔جو کہ میرے ساتھ ہوا وہ مجنوں کے ساتھ نہیں ہوا۔

آپ کی ایک اور غزل کا شعر جو اپنے دامن میں اسرار و رموز کی ایک دنیا سموئے ہوئے ہے:

عید چہ رنگیں رسید رنگ و لم کردہ جوش
دیدۂ پراز رنگ می مست شدم رفت ہوش

ترجمہ☆: عید کشتی رنگیں ہو کے آئی ہے دل کا یہ عالم کے جوش کر رہا ہے۔آنکھیں شراب کے خمار سے بھری ہوئی ہے۔مست ہو گئی ہیں اور ہوش کھو بیٹھی ہیں۔

آپ کے یہ اشعار بھی اپنی پُرسوزی و سرشاری میں کسی دوسرے شاعر سے کم نہیں ہیں:

مے کنی در پردہ جاناں چہرہ پوشیدن چرا
خود نگایت خنجر آمد غمزدہ در زیدن چرا

جلوۂ خاموشی ات بیہوش مے ساز دمرا
شیشۂ مے گفت کو ثر ہست ریزیدن چرا

ہر گدا از لطف تو اے صاحب من شاہ مراد
از سوال ایں گدا ہر لحظہ پُرسیدن چرا

ترجمہ☆: محبوب کا چہرہ پردے میں چھپانا کیسی شراب جیسی مستی والی بات ہے۔ جب وہ آنکھوں کے اشارے اور کنائے کرتا ہے تو نگاہ کیسی تیز خنجر جیسی ہو جاتی ہے۔ میرا شراب سے بیہوش ہونا خاموشی سے جلوہ دیکھنا۔ شراب کا یہ پیالہ جو کہ حوض کوثر کا پانی ہے اسے گرانا کیسا ہے۔ ہر گدا تیرے کرم سے بامراد ہے اے میرے محبوب اس فقیر کے سوال پر ہر لحہ پوچھنا اور بار بار پوچھنا کیسا ہے۔

آپ کے پنجابی کلام کے چند شعر بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔ آپ بزبان پنجابی فرماتے ہیں:

سہارا دلبر ویکھاں دیکھ میں چونڑی تھیواں
منہ دکھلائے انگ لگائے لا من لا کر جیواں

منہ مٹھڑا پر امرت کولوں جھول پیالہ پیواں
جے دلدار دیدار دکھاوے تاں شاہ مراد سدیواں

ایک اور مقام پر آپ فرماتے ہیں:

عشقے دا دریائے دسیوے نہ ملاح مہانا نہ بیڑے
ٹھاٹھیں لہریں اتے بہتا ڈوہنگا کندھے نائیں نیڑے

پار کھلا میاں رانجھا سارے پچھوں دھکے کھیڑے
شاہ مراد مینوں پار لنگھائے پلا مول نہ سیڑے

کشف و کرامت☆: ایک دن آپ پر عالم کیف و جذب طاری تھا۔ شاہراہ عام پر بیٹھے من کی موج میں ایک پتھر کو دوسرے پتھر پر مار مار کر ٹھک ٹھک کی آواز نکال کر، ساز ازل کے تاروں کو چھیڑنے میں مصروف تھے، کہ سامنے سے ایک زمیندار ملک فتح خان گھوڑے پر سوار نمودار ہوا۔ اُس نے دور ہی سے پتھروں کی ٹھک ٹھک کی آواز کو سنا، اور بڑی تمکنت اور رعونت سے آپ سے کہنے لگا۔ اوٹھوکے، ٹھک، ٹھک بند کر، کہیں میرا گھوڑا بدک نہ جائے۔

آپ نے اُس کی طرف دھیان دیے بغیر کہنا شروع کر دیا، ٹھوکاتے ٹھوکا ہی سہی، ٹھوکاتے تے ٹھوکا ہی سہی اور بدستور ٹھک ٹھک

کرتے رہے۔

ملک فتح خان لال پیلا ہو کر پاس سے گذر گیا۔لیکن جب وہ گھر پہنچ کر گھوڑے سے اترا تو گھوڑے نے ایسی دولتی لگائی کہ روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

آپ کی یہ کرامت دیکھ کر عوام وخواص میں آپ کی عقیدت اور زیادہ بڑھ گئی۔حتیٰ کہ ملک مذکورہ کا خاندان اولادواخلاف تو اس قدر گرویدہ ہو گئے کہ ہر وقت آپ کے دامن گرفتہ رہنے لگے۔

کرامت ۲ ☆: ملک فتح خان کی اولاد سے کپتان ملک عطر خان آپ کا اتنا معتقد اور گرویدہ تھا کہ جنگ عظیم اول 1914ء کے دوران وہ محاذِ جنگ پر بلاخوف وخطر برستی گولیوں میں پھرتا رہتا تھا اور کہتا تھا کہ میرا مرشد شاہ مراد میرے ساتھ ہے۔ مجھے دشمن کی گولہ باری سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا ہے۔حالت یہ تھی کہ اس کی وردی اور پگڑی گولیاں لگنے سے چھلنی ہوگئی تھی۔لیکن اس کا بال بھی بیکا نہیں ہوا۔جرأت وتہور کے اس پیکر کو حکومت برطانیہ نے بھی خوب نوازا۔فوجی اعزازات وزرعی زمین مربعے کے علاوہ اس کی وردی کو سابقہ 33 پنجاب رجمنٹ کے سنٹر سیالکوٹ بطور یادگار محفوظ کر لیا گیا۔جب لڑائی ختم ہوئی اور وہ انعام واکرام سے لیس ہو کر اپنے گاؤں واپس خانپور پہنچا تو اس نے آپ کے مزار کی چاردیواری کو پتھروں سے پختہ کرایا۔اور صدر دروازہ سنگ سرخ سے اتنا شاندار بنوایا کہ اس پر اس زمانے 1932ء میں تین ہزار روپیہ لاگت آئی۔جبکہ مزدور کی مزدوری دو آنے اور کاریگر کو آٹھ آنے ملتے تھے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال 1114 ہجری بمطابق 1702ء کو ہوا۔مزار پُر انوار خانپور تکیہ شاہ مراد تحصیل و ضلع چکوال میں مرجع خاص وعام ہے۔جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

فقیر راقم الحروف کو بارہا آپ کے دربار پر حاضری کا شرف حاصل رہا ہے۔تکیہ شاہ مراد خانپور اور گردونواح کے مواضعات میں فقیر نے لاتعداد روحانی مذہبی اجتماعات سے خطاب کیا۔اس موقع پر آپ کی حاضری مقدر بنتی رہی۔آپ کے دربار سے ملحقہ مسجد میں بھی فقیر راقم الحروف کو جمعہ کے اجتماع سے خطاب کا موقع ملا ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سخی شاہ چن چراغ قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: ساقی میخانہء اسرار' سرشار بادہ خمار' ہادی ساکنان بحری و بری' غزالی صحرائے الوہیت' سید الاولیا حضرت سید شاہ چن چراغ قادری رحمتہ اللہ علیہ موضع شاہ پور نزد سید کسران تحصیل وضلع چکوال میں حضرت سیّد ملوک شاہ علیہ الرحمتہ کے گھر آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ آپ کی ولادت باسعادت سے پہلے حضرت خواجہ خضر علیہ السلام نے آپ کے والد گرامی علیہ الرحمتہ کو بشارت دی تھی کہ تمہارے گھر میں ایک ایسا بچہ پیدا ہونے والا ہے۔ جو نہ صرف تمہارے گھر کو روشن ومنور کرے گا۔ بلکہ ایک عالم اس کی ضوفشانیوں سے مستفید ہوگا۔ اس بشارت کے پیش نظر آپ کے والد ماجد نے آپ کا نام نامی اسم گرامی سید شاہ چن چراغ رکھا تھا۔

تعلیم وتربیت ☆: آپ نے ابتدائی تعلیم وتربیت اپنے گھر میں ہی اپنی والد گرامی جناب سید ملوک شاہ علیہ الرحمتہ سے حاصل کی۔ ابتدائی تعلیم کے بعد آپ کے والد گرامی نے آپ کی مزید تعلیم وتربیت کے لئے جید علما کا انتظام کیا۔ جن کی نگرانی میں آپ نے قرآن مجید حفظ کیا اور درسی کتابیں پڑھیں اور مزید علوم دینیہ کی تکمیل کے لئے غور غشتی تحصیل حضرو ضلع اٹک تشریف لے گئے اور وہاں کے متجر علماء سے علم شریعت وطریقت معرفت حقیقت مراقبہ فقر و فاقہ کی وہ تربیت حاصل کی جس سے آپ نے ظاہری و باطنی علوم کے مراحل طے کئے۔

بیعت وخلافت ☆: آپ حضرت سید جمال اللہ زندہ پیر حیات المیر علیہ الرحمتہ کے دستِ حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ مرشد کامل کی نگاہ فیض نے آپ کو بام عروج پر پہنچا دیا۔ جب آپ سلوک منزلیں طے کر چکے تو حضرت سید جمال اللہ زندہ پیر حیات المیر نے آپ کو خرقہ خلافت سے سرفراز فرمایا اور حکم دیا کہ آپ اپنے ماموں سید عنایت شاہ علیہ الرحمتہ کے مزار پُرانوار واقع مظفر آباد آزاد کشمیر جا کر حاضری دیں۔

مرشد کامل کا حکم ملتے ہی آپ اپنے ماموں سید عنایت شاہ علیہ الرحمتہ کے مزار پُر انوار پر حاضری کے لئے مظفر آباد آزاد کشمیر تشریف لے گئے اور حاضری دی اور کچھ عرصہ کے بعد آپ کے ماموں حضرت سید عنایت شاہ علیہ الرحمتہ نے آپ کو حکم دیا کہ راولپنڈی میں جا کر قیام کرو اور خلق خدا کو فیضان سے مشرف کرو۔

آپ کے مرشد کامل نے آپ کے بارے میں فرمایا تھا تم ایسے پھل دار درخت کی مانند ہو کہ جس کا پھل مخلوق خدا کھائے اور اس کے سایہ میں آرام بھی کرے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا مخلوق خدا نے آپ سے بہت فیض حاصل کیا۔

سیرت و کردار ☆: آپ انتہائی درجہ کے عابد و زاہد متقی و پرہیز گار تھے۔ نماز پنجگانہ تہجد اور دیگر نوافل کثرت سے ادا فرماتے تھے۔ ہر وقت ذکر خدا میں مست الست رہتے تھے۔ اخلاق محمدی ﷺ کا مکمل نمونہ تھے۔ سخاوت میں بے مثل و بے مثال تھے۔ آپ نے تمام عمر کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلایا اگر کوئی شخص کسی قسم کی پیشکش کرتا تو قبول نہ فرماتے تھے۔ ایک دفعہ ایک حاکم وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ لنگر کے لئے ایک قطعہ زمین پیش کرنا چاہتا ہوں تا کہ لنگر کا نظام با آسانی چلتا رہے۔ آپ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ رزق کا مالک خدا ہے۔ اس کا ذمہ اُس نے لیا ہوا ہے وہی انتظام کرتا ہے۔ وہ ہی کارساز ہے۔ مجھے اس بارے میں کوئی فکر نہیں ہے۔ آپ اپنے مرشد کامل کے حکم سے جب راولپنڈی پہنچے تو آپ تو محسوس کیا کہ یہ خطہ باطل قوتوں کا گڑھ ہے اور اس کی ظلمتوں کو روشنیوں میں تبدیل کرنا آسان نہیں ہے۔ چونکہ آپ اسی مقصد کے لئے یہاں تشریف لائے تھے۔ آپ نے توکل علی اللہ تبلیغ کا کام شروع کر دیا۔ ابتدا میں کچھ بے دینوں نے آپ کے راستے میں رکاوٹیں ڈالنے کی کوشش کی لیکن اپنا کام مشنری جذبہ کے تحت جاری رکھا۔ آپ نے اپنے اخلاق و اوصاف کردار اور فقر و غنا کو عملی نمونہ میں پیش کیا تو لوگوں اور گرد و نواح میں یہ مشہور ہو گیا کہ ایک درویش صفت انسان درماندہ اور پسماندہ لوگوں کے لئے مسیحائی کی شکل میں راولپنڈی آیا ہے جس کی نگاہ کیمیاء کا اثر رکھتی ہے۔ آپ کی حیات مبارکہ اپنے اسلاف کی زندگی کا پرتو تھی۔ آپ نے ہمیشہ جہد مسلسل کو اپنی زندگی کا مطمع نظر بنایا۔ دن کو درس قرآن اور تبلیغ اسلام اور رات کو ساری ساری رات عبادت و ریاضت میں مشغول و منہمک رہتے تھے۔ یہ بات بھی شہرت کو پہنچی ہے کہ آپ حضرت سید عبداللطیف شاہ المعروف بری امام سرکار علیہ الرحمتہ کے پیر بھائی اور اور ہمعصر بزرگ تھے اور سلسلہ عالیہ قادریہ سے تعلق اور فیضان حاصل ہے۔

وصال با کمال ☆: آپ کا وصال با کمال ۱۱۱۵ء ہجری میں ہوا۔ مزار پُر انوار محلہ شاہ چن چراغ نزد صرافہ بازار راولپنڈی شہر میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں پر اہل عقیدت آج بھی منہ مانگی مرادیں حاصل کرتے ہیں اور اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

نوٹ ☆: اپنے زمانے کے عظیم کاملین حضرات جن میں حضرت پیر سید مہر علی شاہ، حضرت حاجی محمد شریف خان صابری کلیامی، حضرت خواجہ میاں فضل الدین کلیامی، حضرت حافظ عبدالکریم نقشبندی، حضرت قمر المشائخ الحاج حافظ قمر الدین چشتی صابری علیہم الرحمتہ کے علاوہ بہت سے اولیائے کاملین نے آپ کے مزار پر انوار پر حاضری دے کر اکتساب فیض کیا ہے جبکہ بہت سے عارفین نے چلہ کشی بھی کی ہے۔ فقیر راقم الحروف نے ہزار ہا مرتبہ آپ کے دربار گوہر بار میں حاضری کا شرف حاصل کیا ہے۔ دربار شریف میں حاضری کے وقت جو سکون اور اطمینان قلب ملتا ہے اس کی کیفیت تحریر سے باہر ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سید حسن شاہ گیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: شہباز طریقت، غواص بحر حقیقت، عارف علوم لدنی، سرگروہ ارباب طریقت وولایت، معدن گنجینۂ معرفت، پروردہ نگاہ نبوت، اولاد غوث اعظم حضرت ابوالبرکات سید حسن شاہ گیلانی قادری ٹھٹھوی ثمہ پشاوری رحمتہ اللہ علیہ قدوۃ الاخیار ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ٹھٹھہ صوبہ سندھ کے مقام پر قاسم ولایت قادریہ حضرت سید عبداللہ شاہ گیلانی بغدادی قادری رحمتہ اللہ علیہ المعروف عبداللہ صحابی کے گھر ہوئی۔ آپ کا شجرہ نسب پندرہ واسطوں کے بعد حضور شہنشاہ بغداد پیران پیر دستگیر السید نا الشیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

حضرت سید حسن شاہ گیلانی بغدادی قادری بن سید عبداللہ صحابی گیلانی قادری بن سید محمود بن حضرت سید عبدالقادر بن حضرت سید عبدالباسط بن حضرت سید حسین بن حضرت سید احمد بن حضرت سید شرف الدین قاسم بن حضرت سید شرف الدین یحیٰ بن سید بدرالدین حسن بن حضرت سید علاؤ الدین علی بن حضرت سید شمس الدین محمد بن حضرت سید شرف الدین یحیٰ بزرگ بن حضرت سید شہاب الدین احمد بن حضرت سید ابوصالح انصر بن حضرت سید عبدالرزاق بن سید السادات حضرت غوث اعظم السید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجمعین

اس طرح یہ کہنا انتہائی صائب اور درست ہے کہ شہباز طریقت غواص بحر حقیقت حضرت سید حسن شاہ گیلانی قادری ٹھٹھوی ثمہ پشاوری بن حضرت سید عبداللہ شاہ صحابی ٹھٹھوی بلحاظ نسب شریف حسنی اور حسینی سید ہونے کی مقدس خصوصیت سے ممتاز ہیں۔

تعلیم وتربیت وزیارت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ☆: آپ اپنے عظیم والد گرامی کے بڑے فرزند ارجمند تھے جبکہ چھوٹے بھائی کا نام سید محمد فاضل گیلانی قادری ہے جن کا مزار پرانوار خانیاری سری نگر کشمیر میں واقع ہے۔ آپ دونوں کی تعلیم وتربیت اپنے والد گرامی کے زیر سایہ ہی ہوئی اور انہی کے زیر سایہ معرفت وسلوک کی منازل آپ نے طے کیں۔ جس کی بدولت آپ بہت جلد فقر کے انتہائی مقام پر پہنچ گئے۔

جب آپ کے والد گرامی کے وصال باکمال کا وقت آیا تو مرض موت میں انہوں نے فرمایا کہ اس گھر کو فرش سے سجادو اور خوشبو سے بسادو۔ حسب الحکم جب تعمیل ہوگئی تو انہوں نے کمرے میں موجود تمام افراد کو باہر نکلوادیا اور اپنے دونوں فرزندوں کو اپنے پاس بلا

کر بٹھالیا کہ اچانک چند لمحوں کے بعد انہوں نے دیکھا کہ سید الکونین احمد مختار نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بمعہ صحابہ کبار واہل بیت طہار اور حضرت حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جناب حضرت غوث الاعظم سرکار رحمتہ اللہ علیہ اس کمرے میں جلوہ افروز ہوئے۔ حضرت سید عبداللہ شاہ صحابی اپنے دونوں فرزندوں سمیت کھڑے ہوگئے اور حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کیا اور عرض کی کہ اس غلام کی کمال خوش بختی ہے کہ آپ نے اپنے مبارک قدموں سے اس غریب خانے کو منور فرمایا۔ یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا! اے بیٹا ہم تمہارے استقبال کے لئے آئے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بندہ بھی آپ کے قدم بوسی کا مشتاق ہے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان غلام زادوں کے بارے میں میرا دل پریشان ہے کہ میرے بعد ان کا انجام کیا ہوگا۔ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنے دل کو پریشان نہ کرو کیونکہ ان کے تمام امور کے ہم خود ذمہ دار ہیں۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ (حضرت سید حسن) کا ہاتھ پکڑ کر امام الاولیاء حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ہاتھ میں دے کر ارشاد فرمایا کہ اس کی تربیت کریں کیونکہ یہ آپ کا فرزند ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر حضور شہنشاہ بغداد پیران دستگیر کے ہاتھ میں دے کر ارشاد فرمایا کہ ان کی تمام تربیت آپ کے ذمہ ہے۔

حضرت سید حسن شاہ گیلانی قادری ٹھٹھوی ثمہ پشاوری خود فرماتے ہیں کہ اس وقت مجھ پر ایک ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ مجھے نہ اپنی خبر رہی نہ ہی دنیا ومافیہا کی کوئی ہوش رہی۔ مجھ پر یہ عالم بے خودی تین دن تک برقرار رہی۔ جب مجھ سے یہ کیفیت دور ہوئی تو میں نے اپنے والدِ گرامی کے بارے میں پوچھا تو معلوم ہوا کہ ان کے وصال کو تو تین دن گزر چکے ہیں۔

سیاحت وعبادت وریاضت ومجاہدہ ☆: آپ بذات خود فرماتے ہیں کہ والد گرامی کے وصال کے بعد میرا دل اس زندگی سے بالکل متنفر ہوگیا۔ اپنوں بیگانوں سے قطعاً علیحدگی اختیار کرلی اور ریاضت ومجاہدہ کی غرض سے جزائر دریائے شور کی طرف نکل گیا۔ اور مسلسل سات برس تک چلہ کاٹا۔ تمام رات ناف بدن تک پانی میں کھڑا رہتا اور تمام دن پانی کے کنارے عبادت میں گزار دیتا۔ ان دنوں میں میری خوراک درختوں کے وہ پتے تھے۔ جو خود بخود گرتے تھے۔ جب یہ سات برس کا چلہ ختم ہوا تو پھر میں واپس ٹھٹھہ لوٹ آیا۔

ابھی واپس آئے ہوئے چند دن ہی گزرے تھے کہ اسی کیفیت کا دوبارہ اعادہ ہوا جب یہ کیفیت طاری ہونے لگی تو میں نے ہندوستان کے مختلف شہروں کے سفر کا ارادہ کیا اور اپنے چھوٹے بھائی سید محمد فاضل شاہ گیلانی خانیاری کو بھی ہمراہ لیا اور اس کی باطنی تربیت کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس کو بھی وہ علوم حاصل ہوگئے جو مجھے حاصل تھے۔ اسے بھی اپنی مانند بنادیا۔

ہندو جادوگر سے مقابلہ میں کامیابی ☆: آپ خود فرماتے ہیں کہ ہندوستان کی سیاحت کے دوران ہمارا گزر ایک ایسی بستی سے ہوا کہ جہاں پر کفر وشرک کے علاوہ کسی اور قانون کی عمل داری نہ تھی۔

اس گاؤں کے باہر میں نے ایک بہت پرانا کنواں جو مٹی سے اٹا ہوا تھا دیکھا اور اس کے نیچے اتر گیا اور اپنے بھائی سید محمد فاضل شاہ سے کہا کہ تم کنویں کے کنارے اپنی ریاضت مکمل کرو اور جب نماز کا وقت ہو تو مجھے مطلع کر دیا کرنا۔

چنانچہ پورے چھ ماہ تک میں اس کنویں میں چلہ کش رہا۔ میرے پاس کچھ سپاریاں تھیں۔ ان سے روزہ افطار کر لیتا۔ اتفاقاً اس علاقے کے حکمران جسے وہ لوگ راجہ کہتے تھے اسے خبر ہوئی کہ اس کے گاؤں میں دو مسلمان اس طرح کے آئے ہیں جو اس قوم کو اپنا تابع بنانے کی فکر میں ہیں۔ راجہ اپنے کفر میں پختگی کی بنا پر جادوگروں اور راہبوں کو جمع کر کے خود اس کنویں پر آیا۔ اور میرے بھائی سید محمد فاضل شاہ سے کہا کہ اے فقیر اپنے پیر سے کہو کہ وہ کنویں سے باہر آ کر ہم سے لڑائی کریں۔

پس انہوں نے مجھے آواز دی کہ یہ معاملہ درپیش ہے۔ میں رب العالمین کے حکم کے ساتھ (یعنی الہام ربانی پا کر) اس کنویں سے باہر آیا۔ جب ان لوگوں نے مجھے دیکھا تو قریب آ کر بحث ومباحثہ شروع کر دیا۔

جادوگر راہب نے کہا اے فقیر بغیر مقابلے کے تمہارا چھٹکارہ نہیں ہو سکتا۔ اگر کچھ کمال رکھتے ہو تو ظاہر کرو۔ میں نے جواب دیا کہ اسلامی آئین کی رو سے لڑائی جھگڑے میں پہل نہیں کر سکتا۔ لہٰذا تو جو طاقت رکھتا ہے۔ اسے استعمال کر کے دیکھ اور اس کے بعد فقیر کے پاس جو چیز ہوگی وہ سامنے آ جائے گی۔ پس اس جادوگر نے ایک لکڑی لے کر اسے دوہرا کیا اور چھوٹے بچوں کی طرح کمان بنائی اور دوسری لکڑی سے تیر بنا کر مجھ پر وار کیا میں نے دیکھ لیا کہ اس تیر کے ساتھ آگ کا شعلہ آ رہا ہے۔ لہٰذا میں نے اپنا بایاں ہاتھ منہ پر رکھ لیا۔ وہ شعلہ میرے ہاتھ کی پشت تک پہنچا جس سے میرے ہاتھ کا چمڑا جل گیا۔ اس جادوگر نے انتہائی حیرانی کے عالم میں کہا کہ یہ کیسا وجیہہ و شہزور ہے کہ میری اس آگ سے زندہ بچ گیا۔ یقیناً اگر میں آگ کے اس شعلے کو سر بہ فلک پہاڑ پر پھینکتا تو اس کی بنیادوں کو خاکستر کر دیتا۔

میں نے کہا اے کافر اگر تمہارے پاس کوئی اور طاقت بھی ہے تو اس کا بھی مظاہرہ کر کے دیکھ لو۔ میں نے تمہیں تین بار حملہ کرنے کی اجازت دے دی ہے اس نے کہا کہ میری باری گزر چکی ہے اب تم وار کرو مجھ میں جتنی طاقت تھی میں استعمال کر چکا ہوں۔

اس کی بات سن کر میں نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا تو افطار سے بچی ہوئی آدھی سپاری ہاتھ آئی۔ اسی آدھی سپاری سے اللہ جل شانہ کا نام لے کر اس ساحر کو مارا۔ وہ نیم خورد سپاری اس جادوگر کی پیشانی پر لگی اور حرام مغز کو چیرتی ہوئی باہر نکل گئی۔ وہ جادوگر اسی وقت زمین پر گرا اور جہنم رسید ہو گیا۔

اس واقعہ کو دیکھ کر بہت سے لوگ بھاگ گئے اور کچھ لوگ قدموں میں گر کر مسلمان ہو گئے۔ اس کے بعد اس جگہ کے لوگوں نے بہت ہی التجا کی کہ آپ یہاں ہی قیام فرمائیں مگر میری طبیعت نے قبول نہ کیا جس کی بنا پر میں نے ان کی درخواست کو نہ مانا۔ اور وہاں سے اگلی منزل کی جانب چل دیا۔

شاہ جہان آباد میں قیام☆: جب آپ منزل بہ منزل سفر کرتے ہوئے شاہ جہان آباد پہنچے تو ان دنوں اورنگزیب عالمگیر بادشاہ کی سلطنت کا ابتدائی زمانہ تھا۔ شاہ جہان آباد میں آپ کی بہت شہرت ہوئی۔ ہزاروں مرد اور عورتیں آپ کی خدمت اقدس میں حاجات لے کر آتیں اور مستفید ہو کر جاتیں۔ مخلوق کے اس اژدھام کی بنا پر آپ کی عبادت و ریاضت میں خلل پڑنے لگا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ لوگ آپ کا چہرہ انور دیکھتے ہی غیر ارادی طور پر سجدہ میں سر رکھ دیتے تھے۔ ان امور غیر شرعیہ کو دیکھ کر آپ نے حضور شہنشاہ بغداد پیران پیر دستگیر غوث الاعظم سرکار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عرض کیا حضور میں کیا کروں۔ حضور شہنشاہ بغداد نے

حکم دیا کہ یہاں سے پشاور چلے جاؤ اور وہیں پر مستقل سکونت اختیار کرو۔ تاکہ میرا سلسلہ قادریہ تمہاری وساطت سے اس علاقہ میں پھیلے اور اس مبارک سلسلے کے ذریعے وہاں کے لوگ بھی مشرف ہوں۔

پشاور میں ورود مسعود☆: حضور شہنشاہ بغداد پیران پیر دستگیر غوث الاعظم سرکار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے آپ شاہ جہان آباد سے مختلف بزرگوار کے مزار پر حاضری دیتے ہوئے لاہور تشریف لائے اور حضرت میاں میر قادری علیہ الرحمۃ سے ملاقات کی اور کچھ دن ان سے استفادہ فرما کر لاہور سے روانہ ہو کر گجرات میں حضرت شاہ دولہ ولی گجراتی قادری علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہو کر ملاقات کی۔ حضرت شاہ دولہ ولی علیہ الرحمۃ بڑی محبت سے پیش آئے اور کھل کر آپ سے گفتگو فرماتے رہے اور آپ کو چند روز اپنے پاس مہمان رکھا آپ نے وہاں سے پشاور کے لئے روانگی کا جب بھی کہا تو شاہ دولہ ولی گجراتی علیہ الرحمۃ اجازت نہ دیتے بلکہ کسی نہ کسی بہانے آپ کو روک لیتے آخر میں آپ نے کہا کہ حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حکم پشاور پہنچنے کا ہے اب اجازت دے دیں پھر کسی وقت دوبارہ ملاقات کے لئے آؤں گا۔ یہ سن کر حضرت شاہ دولہ ولی علیہ الرحمۃ نے فرمایا اے سید اس وقت کی صحبت غنیمت ہے نہ جانے پھر میسر نہ آئے۔ آپ کو اس جہان کی ولایت بخش دی گئی ہے۔ اور مجھے دوسرے جہان میں بلا لیا گیا ہے۔

آپ چند راتیں مریدان کے پاس گزار کر وہاں سے رخصت ہو کر خطہ پوٹھوار میں پہنچ کر حضرت سید عبد اللطیف قادری المعروف بری امام سرکار علیہ الرحمۃ کی خدمت میں پہنچے۔

حضرت عبد اللطیف کاظمی المشہدی المعروف بری امام علیہ الرحمۃ آپ سے بڑے ہی پرتپاک انداز میں ملے آپ دو دن ان کی خدمت میں قیام کر کے رخصت ہوئے اور مختلف جگہ سے ہوتے ہوئے پشاور پہنچے اور پشاور شہر سے باہر سلطان پور کے مقام پر ایک باغ میں قیام فرمایا۔

پشاور میں حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت☆: سلطان پور پشاور پہنچنے کے بعد رات کو حضور غوث الاعظم سرکار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت سے مشرف ہوئے تو انہوں نے فرمایا اے بیٹے تیرے رہنے کی یہی جگہ ہے۔ اور ہمیشہ رہنے کیلئے تمہارا یہی مقام ہے۔ تمہیں چاہیئے کہ اس مکان میں ٹھہرو اور تمہیں چاہیئے کہ مجھے ہر وقت اپنے ساتھ تصور کرو۔

اس کے بعد حضور شہنشاہ بغداد نے اپنا عصا مبارک ہاتھ میں لے کر ایک جگہ فرمایا کہ اس جگہ پر مسجد بناؤ۔ اور اس جگہ اپنا مکان بناؤ اور اس جگہ پر اپنی قبر کی جگہ مقرر کرنا اور دل کو خوش رکھنا اور حق تعالیٰ کو ہر وقت اپنا رفیق جاننا کیونکہ وہ تیرے ہر کام کو پورا کرنے والا ہے اور جس جگہ کی میں نے نشاندہی کی ہے وہ خود بخود مہیا ہو جائے گی۔

آپ خود فرماتے ہیں کہ میں نے صبح ہونے پر فجر کی آذان دی اور نماز پڑھی ابھی میں نے اشراق کی نماز بھی ادا نہیں کی تھی کہ کیا دیکھا کہ شہر کے اطراف و جوانب کے رہنے والے لوگ غول کے غول کی شکل میں آ رہے ہیں اور نہایت ہی اعتماد اور عقیدت سے گلے مل رہے ہیں۔ اس طرح معلوم ہوتا تھا کہ لوگ مدتوں سے میرے ملنے والے ہیں۔ ان میں سے بہت سے لوگوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کی۔ ان کے علاوہ پٹھانوں کے سردار جو شہر میں بستے تھے وہ بھی میرے مرید ہو گئے اور جس باغ کے اندر میں ٹھہرا ہوا تھا وہ باغ ان

پٹھانوں کی ملکیت تھی۔ انہوں نے وہ باغ میری نذر کر دیا۔ وہی لوگ عمارتیں بنانے لگے۔ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس جگہ پر جس عمارت کی نشاندہی کی تھی وہ اسی جگہ بن گئی۔ اس کے بعد میں نے وہیں پر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ قیام پشاور کے زمانہ میں آپ کی خدمت میں جو بھی طلب حق کا راہی آتا آپ اس کے حوصلہ واستعداد کے مطابق اس کی تربیت فرماتے۔ بہت سے لوگوں نے آپ سے استفادہ کیا۔

شادی واولاد☆: پشاور شہر کی ایک متمول پٹھان فیملی کے چند لوگوں نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ آپ ہماری لڑکی سے نکاح فرمالیں۔ آپ نے ان کی خواہش کو منور فرماتے ہوئے نکاح کر لیا آپ کی اس زوجہ محترمہ کے بطن سے خدا نے آپ کو ایک فرزند عطا فرمایا جس کا نام آپ نے سید زین العابدین رکھا۔

کچھ عرصہ کے بعد حضور غوث الاعظم سرکار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے قصبہ کنٹر کے سادات کے پاس چند افراد کو بھیجا وہاں پر دو بھائی سجادہ تھے۔ جن میں سے ایک سید غیاث الدین دوسرے سید جمال الدین جو کہ حضرت سید علی غواص ترمذی چشتی صابری المعروف پیر بابا کے پوتے ہیں۔ ان کی ایک ہمشیرہ تھی۔ انہوں نے جب ان سے آپ کے لئے رشتہ طلب کیا تو وہ کہنے لگے کہ یہ صاحب مسافر ہیں اور ہمیں ان کے حسب نسب کا بھی کوئی علم نہ ہے۔ جبکہ ہماری ریت ہے کہ ہم اپنی لڑکیوں کا رشتہ اپنی قوم یعنی صحیح النسب سید کے علاوہ کسی اور کو نہیں دیتے۔

ان کے دادا حضرت سید علی غواص ترمذی چشتی صابری علیہ الرحمتہ کو جب علم ہوا تو انہوں نے اپنے پوتوں سید غیاث الدین اور سید جمال الدین سے فرمایا کہ تمہیں یہ رشتہ مبارک ہو کہ حضور غوث الاعظم سرکار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ رشتہ تمہارے گھر بھیجا ہے اور یہ لڑکا تم سے بلحاظ نسبت ایک وجہ سے بہتر ہے اور نسب میں ایسا ہے کہ عصر حاضر میں نظیر نہیں رکھتا۔ لہٰذا رشتہ کی طلب کو منظور کر لو۔

چنانچہ انہوں نے یہ رشتہ اپنے دادا حضرت پیر بابا کے کہنے پر قبول کر لیا اور اپنی ہمشیرہ کے نکاح پر راضی ہو گئے اور رشتہ آپ سے طے کر دیا۔

رب العالمین نے اس بی بی کے بطن سے آپ کو دو فرزند عطا فرمائے ان میں سے ایک حضرت سید شاہ محمد غوث لاہوری اور دوسرے حضرت سید علی رحمتہ اللہ علیہم اجمعین ہیں۔

سیرت وکردار☆: آپ اپنے وقت کے عظیم عالم دین اور شیخ طریقت ہوئے ہیں۔ عبادت وریاضت میں یکتائے زمانہ سلوک ومجاہدہ میں بلند مقام آپ کو حاصل تھا۔ آپ ہر وقت ذکر خدا میں مشغول رہتے اور کوئی لمحہ غافل نہ ہونے دیتے۔ آپ کے دروازے پر مخلوق خدا کا جم غفیر لگا رہتا ہزاروں افراد اکتساب فیض کر کے دین ودنیا کی دولت سے مالا مال ہوئے۔

آپ کا معمول تھا کہ ہر جمعہ کے دن صبح کی نماز سے نماز جمعہ تک ذکر جہر کا حلقہ قائم فرماتے تھے۔ اس میں نعت خوانی کرواتے اور آنے والے مریدین پر روحانی توجہ فرماتے۔ لنگر آپ کا وسیع اور دستر خوان کشادہ تھا۔ آنے والے کو کبھی مایوس نہ جانے دیا۔ آپ کی توجہ باطنی سے لاتعداد لوگ درجہ ولایت کو پہنچے۔ آپ صاحب کشف وکرامات بزرگ تھے۔ اپنے زمانے کے علماء اور مشائخ میں بلند مقام رکھتے تھے۔

کشف وکرامات ☆: نواب امیر خان حاکم ووالی کابل کا اکثر قیام پشاور میں ہی ہوتا تھا۔آپ کی ذات والا صفات سے انتہا درجے کی عقیدت ومحبت تھی۔کبھی صبح کبھی شام پا پیادہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور تحفہ وہدیہ بھی کبھی کبھی پیش کرتا مگر مسلکاً وہ کھلم کھلا شیعہ تھا۔اس کے رشتہ دار وعزیز واقارب نے اکٹھے ہو کر اس کو کہا ایک فقیر کی پیروی تیرے جیسے امیر کو زیب نہیں دیتی۔اس کے علاوہ مذہب وملت کا اختلاف بھی موجود ہے۔ان کو نواب نے جواب دیا کہ اے احمقو! تم اس عارضی وجاہت پر غرور نہ کرو اور شیعہ سنی ہونے پر نظر نہ رکھو۔خداوند تعالیٰ کی قسم میرا پختہ یقین ہے کہ عالمگیر کی حکومت وسلطنت انہی کے اختیار میں ہے۔اگر یہ چاہیں تو ہمارے پاس رہنے دیں اور چاہیں تو ہماری بجائے کسی دوسرے کو تخت پر بٹھا دیں۔اس واقعہ کے کچھ دنوں کے بعد یہی بات دوبارہ ان لوگوں نے نواب صاحب کی خدمت میں عرض کی۔نواب صاحب سمجھ گئے کہ میرے انکار پر بھی ان کی اصلاح نہیں ہوئی تو ایک دن ان سب کو متفقہ طور پر سید ابوالبرکات کی خدمت میں لے آئے۔حضرت سید ابوالبرکات نے اپنے باطنی تصرف سے ان کے آنے کی تمام وجہ دریافت کر لی اور ارشاد فرمایا اے امیر! فقراء کے حضور میں امتحان لینے کی نیت سے آنا سخت نقصان کا باعث ہوا کرتا ہے۔یہ سن کر نواب صاحب ادباً کھڑے ہو گئے اور عرض کیا حضور آپ کا فرمان برحق ہے۔آپ کے معتقدین میں سے اس کمترین کی عقیدت اور ان بے وقوفوں کی باتیں آپ کے ضمیر پر ہو بہو روشن ہیں۔

آپ نے آسمان کی جانب نظر اٹھائی تو اسی وقت اشرفیوں اور روپوں کی بارش شروع ہو گئی۔

چنانچہ گھر کا صحن سونے اور چاندی کے سکوں سے بھر گیا۔اس وقت دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں اور منکر لوگ بے اختیار روتے ہوئے آپ کے قدموں پر گر گئے اور اپنی گستاخی کی معافی مانگنے لگے۔اس وقت آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے امیر اپنے لشکر کو حکم دیں کہ وہ اس آسمانی تحفے کو قبول کر لیں اور اپنا سرمایہ بنا لیں۔

آپ کا حکم سنتے ہی اپنے کیا بیگانے سب کے سب ٹوٹ پڑے اور اپنی اپنی بساط کے مطابق اٹھا کر لے گئے۔اگرچہ تمام لوگ وہ نقدی اٹھا کر لے گئے مگر پھر بھی اس میں کسی قسم کی کمی واقع نہ ہوئی۔آخر وہ نقدی لوگوں کی نظروں سے اچانک غائب ہو گئی۔

اس کے بعد آپ نے نواب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے حاکم! اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے مجھ پر اتنی نوازشات فرمائی ہوئی ہیں اور اتنی دولت عطا فرمائی ہے کہ اگر مشرق ومغرب کے رہنے والے اکٹھے ہو کر ہر روز مجھ سے خرچہ وخوراک مانگیں تو سب کو دوں گا۔اور کسی قسم کی کمی اور ملامت نہ پاؤں۔مگر میں اس عظمت کو جان بوجھ کر چھپائے ہوئے ہوں کہ کہیں تمہارے بادشاہ کو رشک نہ پیدا ہو جائے۔

کرامت نمبر۲ ☆: امیر شریعت، شہباز طریقت حضرت پیر سید امیر علی شاہ گیلانی قادری پشاوری آف یکہ توت علیہ الرحمۃ اپنی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے جدامجد سے سنا ہے کہ حضرت سید ابوالبرکات سید حسن شاہ قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں یہ طریقہ مقرر تھا کہ ہر جمعہ کے دن فجر سے لے کر نماز جمعہ تک تمام خدام اور طالبان راہ حق ذکر جہر میں مشغول رہتے اور نعت خوان حضرات ذوق وشوق سے بھرپور نعتیں پڑھتے اور حضرت سید ابوالبرکات متوجہ الی اللہ رہتے۔جب ذاکرین اپنے ذکر کو بند کرتے تو آپ اپنا سر اقدس مراقبہ سے اٹھا کر ذاکرین کو رحمت کی نظر سے دیکھتے۔اس وقت آپ کی نظر ولایت جس پر بھی پڑ جاتی وہ اس وقت

ناسوت سے لاہوت کی منزل پر پہنچ جاتا اور ہر شخص جو نیک یا گناہ گار ہوتا اس نظر کے پڑتے ہی عارف باللہ ہو جاتا بلکہ وہ چرند پرند جو زیر نظر آ جاتے تو زخمی شکار کی طرح تڑپ تڑپ کر زمین پر گر جاتے۔

اتفاقاً ایک عالم وفاضل جامع کمالات ظاہری و باطنی حافظ عنایت اللہ جن کے ہزاروں شاگرد تھے۔انہوں نے ہر ایک کی زبانی آپ کی ان کرامات کو سنا تو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر بحث کے انداز میں کہنے لگا کہ میں نے سنا ہے کہ جہلا اور عوام پر نظر کرتے ہو تو تمہاری اس نظر سے اس کی حالت متغیر ہو جاتی ہے۔

لہٰذا میں بھی آیا ہوں اگر بات اسی طرح ہے تو مجھ پر بھی نظر کرو۔آپ نے ارشاد فرمایا اس وقت چلے جاؤ۔وقت آنے پر سب کچھ ہو جائے گا۔اس نے جواباً کہا کہ تو ابوالوقت ہے۔(یعنی وقت آپ کے تابع ہے) لہٰذا وقت کی قید کیوں لگاتے ہو۔یہ سن کر آپ جلال میں آ گئے اور اس پر ایسی نگاہ فرمائی کہ وہ زمین سے بلند ہوا اور ہوا میں ناچنے لگا اور کچھ دیر کے بعد زمین پر آ گرا اور کپڑے پھاڑ دیئے اور نعرہ لگانے لگا اور آہ وزاری کرنے لگا۔لوگوں نے ہاتھ پاؤں پکڑ کر حجرے میں بند کر دیا۔تین دن تک بے ہوش و مدہوش پڑا رہا۔جس وقت نماز کا وقت آتا اور اس کے کان میں حی علی الصلوٰۃ کہتے تو ہوش میں آ جاتا نماز کے بعد وہی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ بالآخر آپ ایک دن اس کے سرہانے تشریف لائے اور اس پر خصوصی توجہ فرمائی تو اس نے فوراً آنکھیں کھولیں۔اور اصلی حالت میں آ گیا۔جب اس کی نظر آپ کے روئے تاباں پر پڑی تو قدموں پر اپنا منہ رگڑتا اور یہ آیت کریمہ بار بار پڑھتا **سُبۡحَانَکَ تُبۡتُ اِلَیۡکَ وَاَنَا اَوَّلُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ** پاک ہے تیری ذات تیرے حضور میں توبہ کرتا ہوں اور میں پہلا مسلمان ہوں۔اس کے بعد آپ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہو گیا۔

کرامت نمبر۳ ☆ :ایک مرتبہ آپ سیاحت کشمیر اور اس علاقہ کے مشائخ عظام سے ملنے کی غرض سے اپنے چھوٹے بھائی حضرت پیر سید محمد فاضل شاہ قادری گیلانی علیہ الرحمتہ کو ہمراہ لے کر جب پشاور سے دھمتوڑ پہنچے تو وہاں مظفر نامی ایک شخص بڑے اشتیاق سے آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا۔اور نہایت ہی عاجزی سے آپ کو اپنے گھر کی دعوت دی تو آپ نے اس کی دعوت قبول کی اور اس کے گھر تشریف لے گئے۔اس شخص نے اپنی ہمت اور بساط کے مطابق آپ کی خدمت اور مہمانداری کے فرائض انجام دیئے اور کسی بھی معاملہ میں لحہ بھر بھی غفلت نہیں کی حتیٰ کہ تمام رات کمر بستہ خدمت گاری کرتا رہا۔صبح نمودار ہوئی اور آپ کی روانگی کا وقت آیا تو میزبان مظفر دوڑتا ہوا آیا اور نہایت ادب سے دست بستہ کھڑا ہو گیا۔آپ نے اسے اپنے قریب بلا کر اپنی پگڑی مبارک عطا فرمائی۔ اس نے عرض کیا حضرت میں بہت پریشان ہوں اور سلاطین دھمتوڑ اور پکھلی سے مغلوب ہوں۔حضرت ابوالبرکات کو اس کی حالت زار پر رحم آیا اور اپنی تلوار عنایت فرما کر ارشاد فرمایا کہ اس ملک کی بادشاہی تم کو بخش دی اور ان حکمرانوں کو مغلوب کر دیا ہے۔اپنے دل کو خوش رکھو اور مجھے ہر دم اپنے ساتھ سمجھو۔انشاءاللہ تم جس طرف بھی رخ کرو گے مظفر ومنصور ہو گے۔

اس بات کو تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ مظفر پر کامیابی کے دروازے اس طرح کھلے کہ تمام ملک اور کوہستان کی ساری آبادی بھی اس کے تصرف میں آ گئی۔

چنانچہ اس نے دریا کو عبور کر کے ایک شہر بنایا جس کا نام مظفر آباد رکھا۔ اور جب بھی سلاطین میں سے کوئی بھی اس کے ساتھ لڑتا تو شکست کھا کر لوٹتا۔ یہاں تک کہ آپ کی دعا اور نگاہ ولایت سے اس نے سلطان کا لقب پایا۔ اور سابقہ سلطان اس کے نوکر بن گئے۔ اور سلطان حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلطان مظفر خان مقرر ہوا اور اس کی سلطنت کشمیر تک وسیع ہوگئی۔ حتیٰ کہ اس وقت جبکہ ایک صدی سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے اس کی اولاد کا اس ملک پر اسی طرح تصرف قائم ہے۔ سلطان مظفر خان اکثر کہا کرتا تھا کہ میں جس وقت بھی لڑنے کے لئے گھوڑے پر سوار ہوتا ہوں تو جناب حضرت ابوالبرکات سید حسن شاہ گیلانی قادری علیہ الرحمتہ کو اپنے ہمراہ دیکھتا ہوں اس طرح کہ آپ بالمشافہ میرے ساتھ کھڑے ہیں۔

کرامت نمبر۴ ☆: آپ کے صاحبزادے حضرت شاہ محمد غوث گیلانی قادری لاہوری علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ آپ کے زمانہ میں آپ کے لنگر خانے کا ایسا نظام تھا کہ ہر امیر و غریب کو اس سے کھانا ملتا تھا۔ اور مانگنے والا جو بھی مانگتا اسے فوراً مل جاتا اور آپ کی عادت شریفہ تھی کہ بنفس نفیس ہر ایک کی خبر گیری و احوال پرسی فرماتے تھے۔ ہر ایک کو اپنے ہاتھ سے کھانا پہنچاتے اور یہ تمام اخراجات ہمیشہ قرض سے کرتے تھے۔

جس وقت بقالوں اور صرافوں کا قرض آپ کے ذمہ چار پانچ ہزار روپے ہو جاتا تو خداوند کریم اس کی ادائیگی کے لئے غیب سے کوئی ایسی سبیل نکال دیتا کہ قرض ادا ہو جاتا تھا۔

جب آپ کا وصال باکمال ہوا تو اس زمانے میں بھی آپ کے ذمہ چند ہزار روپے کا قرضہ تھا۔ میرے پاس ہر طرف سے لوگ فاتحہ خوانی اور افسوس کے لئے آ رہے تھے۔ لوگ آپس میں بیٹھ کر سرگوشیاں کرتے اور میں اپنے دل میں یہ خیال کرتا تھا کہ شاید یہ لوگ اپنے قرض کے متعلق کسی وسوسے میں مبتلا ہیں۔ میں نے پوچھا کیا باتیں کر رہے ہیں۔ تو ان میں سے موجود چند لوگوں نے کہا اے صاحبزادہ کونین ہم آپ کے والد گرامی کے کشف و کرامات کا تذکرہ کر رہے ہیں۔ اور پروردگار عالم کی قدرت کا مشاہدہ کر رہے ہیں کہ اس نے اپنے خاص بندوں کو کس مناسب طریقہ سے تربیت کی ہے اور ان کو کس طرح مراتب عالیہ پر پہنچاتا ہے کہ اہل خرد کی عقل عاجز رہ جاتی ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ ذرا مجھے بھی اس راز سے خبردار کرو کہ ذوق حاصل کروں۔

انہوں نے کہا کہ چند دن پہلے جب حضرت کی بیماری کی خبر سنی تو ہمارے دلوں میں خیال گزرا کہ اگر آپ کا وصال ہو گیا تو ہمارے قرض کا کیا بنے گا۔ لہٰذا ہمیں چاہئے کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کا کچھ فیصلہ کیا جائے۔

مگر جب رات ہوئی تو ہم نے کیا دیکھا کہ چند مشعل بردار افراد سونے اور چاندی کے سکے اٹھائے ہوئے آئے اور ہم سب کو ایک جگہ اکٹھا کر کے کہنے لگے ہم حضرت سید حسن شاہ گیلانی قادری کے بھیجے ہوئے افراد ہیں۔ آؤ اور ہمارے ساتھ حساب کرو جس جس کا بھی قرض ان کے ذمہ ہے وہ ہم سے وصول کرلو۔

چنانچہ ہم نے کھاتے نکالے اور حساب کیا۔ جس جس شخص کی جتنی رقم بنتی تھی ہر ایک قرض خواہ کو انہوں نے ادا کر دی۔ اور حضرت سید حسن کی جو حجتیں اور تمسکات ہمارے پاس موجود تھے۔ وہ سب لے کر چلے گئے۔

یہ واقعہ سن کر اہل مجلس رونے لگے اور آپ کے فراق غم اور نالہ وفغاں سے مجلس گونج اٹھی۔ جس پر میں نے برملا کہا اے دوستو مجھے اس واقعہ کا کوئی علم نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ آپ کاغذات دیکھو ان میں آپ ہمارے تمسکات پائیں گے۔
چنانچہ میں از راہ تعجب اٹھا اور کاغذات کھولے تو قرض خواہوں کے تمسکات اور دستاویزات موجود پائیں۔ جیسا کہ انہوں نے بیان کیا معاملہ کو ویسا ہی پایا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ماہ ذیقعد ۱۱۱۵ھ بمطابق 1703ء کو ہوا۔ مزار پر انوار سلطان پور پشاور شہر صوبہ سرحد میں مرجع خلائق عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔
موجودہ دور میں آپ کی اولاد میں سے حضرت پیر سید محمد امیر شاہ گیلانی قادری آف یکہ توت ایک عرصہ تک سجادہ نشین رہ کر دربار شریف کی خدمت اور آپ کے مقدس مشن کی تکمیل کرتے رہے۔ بہت سی کتابیں لکھیں اور پوری دنیا میں ان کے مرید موجود ہیں۔ حضرت پیر سید امیر شاہ گیلانی علیہ الرحمۃ اپنے وقت کے متبحر عالم دین، بہترین ادیب، صاحب طرز خطیب، ملکی سطح کے سیاستدان اور معروف صوفی بزرگ ہوئے ہیں۔ فقیر راقم الحروف کی اُن سے ملاقات رہی ہے بڑے بلند اخلاق پیار ومحبت کا مجسمہ تھے۔ حال ہی میں چند برس قبل حضرت کا وصال ہوا ہے۔

آج کل حضرت پیر سید امیر علی شاہ گیلانی علیہ الرحمۃ کے صاحبزادے حضرت سیّد سلطان آغا صاحب گیلانی مدظلہ سجادہ نشین ہیں۔ جو اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے بڑے ہی احسن انداز میں سلسلہ عالیہ کی خدمات کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سیّد عبداللطیف شاہ المعروف بری امام قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: مقتدائے قوم، ہدف تیر ملامت، پیشوائے اہل کرامت، متصرف بہ تصرفات، فخر السادات حضرت سیّد عبداللطیف شاہ قادری المعروف حضرت امام بری شاہ رحمتہ اللہ علیہ امام العارفین ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۰۲۶ھ بمطابق ۱۶۱۷ء میں ضلع باغ کلاں کے قصبہ چولی میں ہوئی۔ آپ کا اصل نام سیّد عبداللطیف شاہ ہے۔ حضرت سیّد جمال اللہ حیات المیر علیہ الرحمتہ نے آپ کو امام برّی کا لقب عطا فرمایا۔ اور ساتھ ہی تاکید فرمائی کہ اگر کوئی پوچھے کہ تمہیں امام برّی کا لقب کس نے دیا ہے۔ تو برملا کہہ دینا کہ مجھے یہ لقب حضرت امام مہدی بن حسن عسکری علیہ السلام نے عطا کیا ہے۔

آپ کے والد ماجد کا نام نامی اسم گرامی حضرت سید سخی محمود شاہ علیہ الرحمتہ ہے۔ انہوں نے اپنے گاؤں سے نقل مکانی فرما کر باغ کلاں (موجودہ اسلام آباد آبپارہ) میں آ کر ڈیرے ڈال دیئے۔ آپ کے والد بزرگوار نجف اشرف کے فارغ التحصیل عالم و فاضل تھے۔ آپ اپنے وقت کے متقی اور زاہد قائم اللیل اور قائم العلوم تھے۔ انہوں نے آپ کی تربیت اس طرح کی تھی جس طرح اُن کا حق تھا۔ آپ نے اپنی نگاہ ولایت سے اپنے بیٹے کو دیکھتے ہوئے ان کی بہترین انداز میں تربیت کی۔ اور اپنی زندگی کے آخری لمحات تک کماحقہ زیور تعلیم سے بہرہ ور کیا۔ حضرت سخی محمود بادشاہ علیہ الرحمتہ کا جب وصال با کمال ہوا تو انہیں آبپارہ اسلام آباد نزد شاہراہ کشمیر میں دفن کیا گیا۔

والد گرامی کی وفات کے بعد غور غشتی علاقہ چھچھ ضلع اٹک جو کہ اس زمانے میں علوم دینیہ کا مرکز تھا۔ آپ نے وہاں پر ریاضی، منطق، فقہ، حدیث کی تعلیم مکمل کی۔ اس کے علاوہ علم الکلام و علم ادب، علم معانی، علم طب اور علوم روحانی میں کمال حاصل کیا۔ یہاں سے تحصیل علوم مکمل کر کے کشمیر، بدخشاں، مشہد، نجف اشرف، کربلائے معلیٰ، بغداد شریف، بخارا، مصر، دمشق، مکہ مکرمہ اور مدینۃ المنورہ تشریف لے گئے۔ حج بیت اللہ کے دوران آپ نے علوم ظاہری اور باطنی کے خزانے حاصل کئے۔

بیعت و خلافت ☆: حج بیت اللہ اور زیارت روضۂ رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے فارغ ہو کر آپ مرشد حق کی تلاش

میں حجرہ شاہ مقیم ضلع قصور میں حضرت سید شاہ امیر بالا پیر علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔اس زمانہ میں یہ علاقہ روحانیت کا مرکز ومنبع تھا۔آپ نے حضرت سیّد شاہ امیر بالا پیر علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔اور روحانیت کے باقی تمام علوم مرشد کامل کی خدمت میں رہ کر مکمل کیے۔انہی دنوں حضرت پیرا شاہ غازی دمڑیاں والی سرکار بھی حضرت سیّد شاہ پیر بالا کے دست حق پرست ہوئے تھے۔باطنی علوم کی تکمیل کے بعد مرشد کامل نے آپ کو ظلمت و جہالت کی اندھیری چادر کے خاتمے کے لئے خطۂ پوٹھوار کی طرف روانہ کیا۔اور حضرت پیرا شاہ غازی المعروف دمڑیاں والی سرکار کو آزاد کشمیر کی طرف روانہ کیا۔

سلسلہ نسب وطریقت☆: آپ کا سلسلہ نسب حضرت امام موسیٰ کاظم سے ہوتا ہوا حضرت علی علیہ السلام سے جاملتا ہے اور شجرہ طریقت کے اعتبار سے آپ کا سلسلہ ۱۴ واسطوں کے بعد حضرت سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی حضرت غوث الاعظم سے جاملتا ہے۔آپ کے مرشد حضرت سیّد شاہ امیر بالا پیر بن حضرت سیّد محکم الدین شاہ محمد مقیم المعروف حجرہ شاہ مقیم حضرت غوث الاعظم علیہ الرحمۃ کے پوتے کی اولاد تھے۔

شادی واولاد☆: آپ نے نور پور شاہاں سے ۷ میل شمال میں واقع ایک گاؤں راہی سیداں ضلع ہزارہ کے ایک معزز خاندان کے سردار سیّد نور محمد کی صاحبزادی بی دامن خاتون سے شادی کی۔اللہ نے آپ کو ایک لڑکی عطا کی۔جو کچھ ہی عرصہ کے بعد رضائے الٰہی سے وصال فرما گئیں۔اور کچھ مدت کے بعد آپ کی اہلیہ محترمہ بھی اس دار فانی سے کوچ کر گئیں۔اس کے بعد آپ نے عائلی پابندیوں سے آزاد رہنے کا فیصلہ کرتے ہوئے دوسری شادی نہیں کی۔اور اپنا سارا وقت خدا کی عبادت و ریاضت میں گزارنا شروع کر دیا۔آپ نے اپنی زندگی کا ایک حصہ بطور سالک گزارا۔

حضرت غلام شاہ قادری اور حضرت شاہ محمد غوث لاہوری کی آپ سے ملاقات☆:

حضرت سیّد غلام شاہ قادری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے علاقہ پوٹھوار میں حضرت امام بری شاہ لطیف سے ملاقات کی۔اور آپ کو عابد و زاہد اور گوشہ نشین سالک پایا۔آپ پر بعض اوقات اس قدر جذب طاری ہوجاتا کہ آپ سالک کی بجائے مجذوب معلوم ہوتے تھے۔

اسی طرح حضرت شاہ محمد غوث لاہوری علیہ الرحمۃ نے حضرت امام بری شاہ لطیف رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی۔اور ان کو جذب سے نکال کر سلوک میں منتقل کیا۔اور اپنا کمبل مبارک حضرت امام بری سرکار کو اوڑھا کر صاحب ستر کیا۔

سیرت وکردار☆: آپ کی زندگی اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک انمول نمونہ تھی۔آپ نے خطہ پوٹھوار میں رشد و ہدایت کے وہ چراغ روشن کیے۔کہ تمام علاقہ کی کایا ہی پلٹ گئی۔آپ نے بے لوث دینی خدمات انجام دیں۔آپ کے دم قدم سے کفر وظلمت کے بادل چھٹ گئے۔آپ نے لوگوں کو جہاں اخلاقی اور اسلامی و مذہبی تعلیم دی۔وہاں اس کے ساتھ ساتھ تصوف کے جام بھی پلائے۔آپ ایک انقلاب آفرین ہستی تھے۔آپ کی نادر روزگار درس گاہ نے اسلام کو بہت ترقی دی۔

حضرت سیّد غوث علی شاہ قادری لاہوری نے آپ کی حیات مبارکہ اور سیرت و کردار پر 2 کتابیں تحریر کی ہیں۔ان کتابوں سے

صرف آپ کی روحانیت کی دنیا میں عرق ریز محنتوں کا پتہ چلتا ہے۔ بلکہ اِن کے مطالعہ سے روح میں تازگی اور ایمان میں پختگی پیدا ہوتی ہے۔

آپ کی دینی و علمی خدمات ☆: آپ نے اپنے آباؤ اجداد کے طریقے پر چلتے ہوئے بندگان خدا کی رشد و ہدایت کا سلسلہ احسن طریقہ سے شروع کیا۔ دین اسلام کی تعلیمات کو عام لوگوں تک پہنچانے کے لئے درس گاہیں قائم کیں۔ اور خود درس قرآن دیا دیتے اور وعظ و نصیحت کا فریضہ بھی انجام دیتے تھے۔ آپ کی روحانیت اور علمیت کا چرچا سن کر دور دور سے لوگ آپ کے درس میں شرکت کے لئے آیا کرتے تھے۔ دور دراز سے لوگوں کی آمد کے پیش نظر آپ نے طالبان دین حق کے لئے خورد و نوش کا بھی اہتمام کر رکھا تھا۔ لنگر کا سارا انتظام اللہ کریم کے فضل و کرم سے ہی پورا ہوتا تھا۔

آپ ایک جید عالم و فاضل تھے۔ شریعت معرفت طریقت اور حقیقت آپ پر روز روشن کی طرح عیاں تھی۔ نوجوانوں کی زندگی دوران کے تخیل کی رفعت و پابندی آپ کی تربیت پر منحصر تھی۔ حضرت برّی سرکار نے دینی علوم کی ترویج اور اپنے افکار و نظریات کو پھیلانے کے لئے تین اداروں کا قیام ضروری سمجھا۔

مدرسہ کو آپ نے اولیت دی۔ جہاں عربی علوم شریعت کی تعلیم کے علاوہ درس نظامی کی تعلیم کو فروغ ملا۔ صوفیائے کرام کیلئے تصوف کی تعلیم کے لئے خانقاہوں کے قیام کا اہتمام کیا۔ عوام الناس کے لئے وعظ و ہدایت کا انتظام مسجد میں کیا۔ حضرت برّی سرکار نے اپنے ان اداروں سے دین حق کی تبلیغ پورے زور و شور سے شروع کی۔ آپ نے اِس کے لئے ایک جگہ نہیں بلکہ علاقہ بھر میں پھر کر دین اسلام کی روشنی کو پھیلایا۔

اِس سلسلہ میں آپ دھیر کوٹ بھی تشریف لے گئے۔ وہاں پر بھی یہی سلسلہ رشد و ہدایت جاری کیا۔ لوگوں کو خدا کی وحدانیت کا درس دیا۔

دھیر کوٹ آزاد کشمیر میں ستی قوم آباد تھی۔ جو کہ آپ کی تبلیغ کے زور اور نگاہ ولایت سے مسلمان ہوگئی۔ دھیر کوٹ میں جب مسلمانوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہونے لگا اور ہر جگہ پر آپ کی دھوم شہرت اور چرچا ہونے لگا تو وہاں پر موجود ایک قوم تھوڑ آپ کے خلاف ہوگئی۔ اس قوم کا سردار کئی ہزار کا لشکر لے کر آپ کے خلاف جنگ کے لئے نکل آیا۔ مگر آپ نے جنگ کرنے کی بجائے اِس قوم کو دوبارہ خدا کی وحدانیت سے آگاہ کیا۔ آپ کی پُر اثر وعظ و نصیحت کا یہ اثر نکلا کہ لشکر میں شامل ایک دوسرا سردار اپنے بہت بڑے قبیلے کے ہمراہ حلقہ بگوش اسلام ہوا اور آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہوگیا۔ اس کی تقلید کرتے ہوئے اور بھی کئی لوگ میدان جنگ میں مسلمان ہونا شروع ہو گئے۔ اِس طرح آپ کے پاس بھی بہت بڑی قوت جمع ہو چکی تھی جب وہ لوگ جنگ سے باز نہ آئے۔ تو آپ نے ستی قوم کے نوجوانوں کو آگے کیا۔ نتیجتاً تھوڑ قوم کے اس سردار کو شکست فاش ہوئی۔

فقر و استغناء ☆: ایک مرتبہ مغل شہزادے تخی حسین شاہ کو نایاب پتھروں اور زمرد کی تلاش تھی۔ وہ ہزارہ کے علاقہ میں آیا۔ مگر باوجود کافی کوشش کے اس کو زمرد کی کان کا سراغ نہ مل سکا۔ دہلی کی جانب روانگی سے قبل شہزادے نے حضرت برّی شاہ عبداللطیف

رحمتہ اللہ علیہ کی عظمت بزرگی اور خداداد روحانیت کی شہرت سنی۔ تو آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر قدم بوسی کی۔ شہزادے کو دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ ایک بادشاہ کو فقیر کی کٹیاء میں کیا کام۔ شہزادے نے عرض کیا۔ حضرت میں ہیروں کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا ہوں۔ مگر کامیابی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ آپ اس سلسلہ میں میری مدد فرمائیں۔

آپ نے فرمایا شہزادے ایک مرتبہ پھر پہاڑ پر جاؤ اس چٹان جس پر قدیمی زبان میں کچھ لکھا ہوا ہے۔ اس کو ہٹاؤ اس کے نیچے زمرد کی کان مل جائے گی۔ شہزادہ آپ کے حکم کے مطابق مطلوبہ کان کی طرف چل دیا۔ جب وہ چٹان ہٹائی۔ اس کے نیچے سے انتہائی قیمتی اور نایاب ہیرے برآمد ہوئے مطلوبہ ہیرے حاصل کرنے کے بعد ایک طشت ہیروں کا بھر کر آپ کی خدمت میں بھی پیش کیا۔ آپ نے اس سے طشت لیکر ندی میں الٹ دیا۔ شہزادہ حیران ہوا اور عرض کی حضور آپ نے اتنے قیمتی ہیرے اس طرح ضائع کر دیئے آخر کیوں؟ آپ نے فرمایا شہزادے قیمتی پتھر تو تمہارے لئے ہیں میرے لئے تو وہ سنگریزے ہیں۔ اور اگر تمہیں یقین نہیں اور اگر ان پتھروں کے ضائع ہونے کا دکھ ہوا ہے تو آنکھیں بند کرو، تمہیں اس سے بھی قیمتی پتھر دکھا سکتا ہوں۔ شہزادے نے آنکھیں بند کیں تو دیکھ کر حیران و پریشان ہو گیا۔ کہ آپ کے حجرے میں اس سے قیمتی پتھر بکھرے پڑے ہیں۔ جن کا نظارہ انسانی آنکھ سے ناممکن ہے۔"
حضرت امام برّی سرکار کی اس کرامت کا اس شہزادے پر اتنا اثر ہوا کہ اس کا ظاہر و باطن روحانی عظمت سے روشن ہو گیا۔ اور اس نے فیصلہ کر لیا کہ اب تمام زندگی آپ کے قدموں سے وابستہ رہ کر ہی گزاروں گا۔

اس کے بعد شہزادے نے آپ سے شریعت و طریقت کی تعلیم حاصل کی۔ اور سلوک کی منزلیں طے کیں۔ اور ہر وقت ذکر خدا میں مشغول رہنے لگا اور ساری زندگی ایک لمحہ کے لئے بھی آپ کے قدموں سے جدا نہ ہوا۔ آپ کو شہزادے سے بڑا اُنس اور محبت تھی۔ اس کو ہمیشہ اپنے نزدیک جگہ دیتے۔ جب اس کا انتقال ہوا۔ تب بھی اس شہزادے کو آپ کے قدموں میں جگہ ملی۔ اس کا مزار بھی آپ کے مزار کے ساتھ اندر ہی واقع ہے۔

عبادت و ریاضت ☆: آپ نے کئی برس تک نور پور شاہاں کے قریب بہنے والی ندی نیلاں میں کھڑے ہو کر عبادت و ریاضت کی۔ اس کے بعد نور پور شاہاں کے قریب موضع بھوتوں کے قریب ایک غار میں طویل چلہ کشی کی۔ اور اسی غار میں آپ نے سلوک کی تمام منازل طے کیں۔ اور نفس کشی کی ایک شاندار مثال قائم کی۔ آپ کی محنت شاقہ کو دیکھ کر حضرت سخی حیات المیر علیہ الرحمتہ تشریف لائے اور آپ کو غار سے باہر نکالا اور فرمایا کہ میں تمہیں اس بر یعنی (زمین) پر اپنا نائب مقرر کرتا ہوں۔ اس روز سے آپ حضرت برّی امام کے نام سے مشہور ہو گئے۔

نوٹ ☆: بعض مورخین کہتے ہیں کہ ۱۲ سال تک پانی میں چلہ کشی کی وجہ سے آپ بحّری کہلائے۔ بعد میں لفظ بگڑ کر بری ہو گیا۔
آپ نے تمام عمر بڑی سادگی میں گزاری۔ آپ کو سامان زندگی حاصل کرنے کی کبھی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ ایک معمولی لباس آپ کے لئے مہینوں کافی ہوتا تھا۔ اکثر اوقات ایک تہبند اور ایک کمبل میں گزارا کیا کرتے تھے۔

بچپن کی کرامت ☆: آپ کا دور شہنشاہ جہانگیر کا دور تھا۔ آپ کے والد گرامی عبادت و ریاضت کے ساتھ ساتھ اپنی کھیتی

باڑی بھی کرتے تھے۔ انہوں نے اپنی گزر بسر کے لئے چند بھینسیں بھی رکھی ہوئی تھیں۔ مویشی چرانے جاتے تو آپ کو بھی ہمراہ لے جاتے۔ ایک مرتبہ آپ کے والد گرامی حضرت سخی محمود شاہ مویشی لیکر نہ گئے۔ آپ اکیلے ہی مویشی چرانے جنگل تشریف لے گئے۔

ایک دن درخت کے سائے کے نیچے بیٹھے تھے۔ آپ کو نیند آ گئی۔ اور آپ کی بھینس کسی زمیندار کے کھیت میں گھس گئی۔ اور پورے کھیت کا صفایا کر دیا۔ کھیت کے مالک نے آپ کے والد گرامی سے شکایت کی۔ تو آپ کے والد گرامی فوراً آپ کے پاس آئے اور نیند سے جگا کر آپ کی سرزنش کی۔

حضرت امام برّی سرکار نے اپنے والد گرامی سے عرض کیا۔ کھیت کے مالک کو غلط فہمی ہوگئی ہے۔ آپ فوراً کھیت میں جا کر دیکھ لیجئے۔ اس کا کوئی نقصان نہیں ہوا۔ آپ کے والد اس زمیندار کو لے کر جب کھیت پر گئے تو اس میں فصل کھڑی لہلہا رہی تھی۔ ایک پودے کا بھی نقصان نہیں ہوا تھا۔ یہ کرامت دیکھ کر زمیندار اپنے پورے خاندان سمیت آپ کا مرید ہو گیا۔

کرامت ۲ ☆: فصل کے موقع پر ماش کی فصل پک کر تیار ہوگئی۔ مزارع نے تمام ماش اکٹھے کئے۔ اور گھر لے گیا۔ فصل کا ڈھیر دیکھ کر مزارع کی نیت میں فتور آ گیا۔ اور دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ زمین کے مالک کو فصل کا وزن پورا نہیں بلکہ کم بتایا جائے اور فالتو فصل منڈی میں فروخت کر کے خوب اور زیادہ پیسے کما لئے جائیں۔ ابھی وہ یہ منصوبہ بنا رہا تھا کہ اس کے قریب حضرت امام بری سرکار آ کے رکے۔ اور مزارعے سے پوچھا۔ سناؤ بھئی اِس مرتبہ کتنے ماش پیدا ہوئے ہیں۔ اس نے بتانے سے گریز کیا۔ حضرت نے 3 مرتبہ پوچھا۔ مزارعہ ہر مرتبہ خاموش رہا۔

حضرت امام بری سرکار اس کی خاموشی دیکھ کر جلال میں آ گئے۔ اور فرمایا کہ تم دھوکے بازی کے منصوبے بناتے رہو۔ خدا نے تمام ماش کنکر میں تبدیل کر دیئے ہیں۔ مزارع بھاگا۔ اور کمرے میں جا کر دیکھا کہ ماش واقعی ہی کنکر میں تبدیل ہو چکے تھے۔ فوراً واپس آیا اور آپ کے پاؤں پکڑ لئے اور گڑگڑا کر رونے لگا۔ اور عرض کیا حضور فصل کا مالک میری چمڑی ادھیڑ دے گا۔ آپ خدا سے دعا کریں کہ میرے ماش دوبارہ اصلی حالت میں آ جائیں۔

آپ نے فرمایا کہ فصل کے مالک سے ڈرتے ہو۔ لیکن مالک کائنات سے نہیں ڈرتے تمہیں معلوم نہیں کہ جو ذات پاک اس زمین کے اندر سے ماش پیدا کر سکتی ہے وہ اسے کنکر بھی بنا سکتی ہے۔ اس مزارع نے توبہ کی آپ نے اس کے حق میں دعا فرمائی تو ماش اصل حالت میں ہو گئے۔ اس نے زمین کے مالک کو اصل پیداوار سے آگاہ کیا اور اس کا حصہ اس کو دینے کے بعد آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گیا۔

کرامت ۳ ☆: ایک مرتبہ آپ ایک خشک درخت کے نیچے آرام فرما رہے تھے کہ چند آدمی مویشی چراتے ہوئے اس طرف آ نکلے۔ ان کے قدموں کی چاپ سن کر آپ کی آنکھ کھل گئی۔ آپ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ ان لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ آپ جس درخت کے نیچے آرام فرما رہے تھے۔ مدت ہوئی ہے کہ یہ خشک ہے۔ اس کو بارشیں بھی سرسبز نہ کر سکیں۔ سنا ہے کہ اللہ کے ولیوں کی دعا سے اللہ کریم سوکھے درخت بھی ہرے بھرے کر دیتا ہے۔ اگر آپ اللہ کے ولی ہیں تو خدا کی بارگاہ میں دعا کر کے اس درخت کو سرسبز فرما

شاداب کروادیجئے۔

آپ ان لوگوں کی باتیں خاموشی سے سن رہے تھے کہ اِسی اثناء میں وہاں سکھ یاتریوں اور ہندو جوگیوں کا ایک قافلہ بھی آ گیا۔ انہوں نے سوچا کیوں نہ اس مسلمان ولی کی کرامت دیکھ لی جائے وہ بھی آپ کے قریب کھڑے ہو گئے۔ حضرت امام برّی سرکار نے بارگاہ رب العزت میں ہاتھ اٹھائے۔ اور عرض کیا اے مولائے کریم یہ لوگ میرا امتحان لینا چاہتے ہیں۔ مجھے اس میں سرخرو کر دے یہ کہہ کر آپ نے سجدے میں سر رکھا۔ ابھی سجدے سے سر اٹھایا ہی نہ تھا کہ سوکھا درخت ہرا بھرا ہو گیا۔ تمام کے تمام لوگ حیران رہ گئے۔ سکھ یاتریوں اور ہندو جوگیوں نے جب یہ کرامت دیکھی تو فوراً اسی وقت آپ کے دست حق پرست پر کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ اور آپ کے ارادت مندوں میں شامل ہو گئے۔

شاہجہان بادشاہ کی آمد☆: شاہجہان بادشاہ کسی مہم پر ہزارہ کے دورے پر آیا ہوا تھا۔ بادشاہ کے حواریوں نے حضرت امام برّی سرکار کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کو بادشاہ کے لئے خطرہ ثابت کرنے کی کوشش کی۔ بادشاہ نے بھی ان لوگوں کی لگی لپٹی باتوں میں آ کر فوج کا ایک لشکر اپنے بیٹے اورنگزیب کی قیادت میں تیار کیا اور حکم دیا کہ آپ کی درسگاہ کو گھیرے میں لے کر آپ کے مقتدیوں سمیت سب کو گرفتار کر لیا جائے۔

شہزادہ اورنگزیب فوج لیکر آپ کی درس گاہ پر پہنچ گیا۔ مگر آپ نے اس کی آمد کی کوئی پرواہ نہ کی۔ اور درس و تدریس میں مشغول رہے۔ اِس بات کا شہزادے پر بہت اثر ہوا اور وہ دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ یہ واقعی کوئی اللہ کے ولی کامل اور فقیر ہیں۔ جنہیں میری آمد کا علم ہونے باوجود انہیں نہ میری اور نہ ہی فوج کی پرواہ ہوئی۔

شہزادے کی اِس بات کا باطنی طور پر آپ کو علم ہو گیا۔ آپ نے درس کے دوران قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی جس کا ترجمہ یہ ہے ''اللہ کے ولیوں کو نہ خوف ہے اور نہ ہی انہیں کوئی حزن ملال ہے۔'' اس کے جواب میں شہزادے نے بھی قرآن مجید کی ایک آیت تلاوت کی۔ جس کا ترجمہ یہ تھا ''کہ اطاعت کرو اللہ کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور حاکم وقت کی اطاعت کرو۔'' آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ میں اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے ہی فارغ نہیں حاکم وقت کی اطاعت کیسے کر سکتا ہوں۔ پھر آپ نے درس دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہیں جو کہ لائق حمد و ثناء ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر و قابض ہے۔ اس کا نور چار سو پھیلا ہوا ہے۔ اس کا کوئی شریک و ثانی نہیں۔ وہ ہر برائی اور عیب سے پاک اور مبرا ہے۔

اس کے بعد شہزادے نے آپ سے دعا کی درخواست کی۔ آپ نے اِس کے لئے تفصیلی دعا فرمائی اور اس کو دعا کی اہمیت و فضیلت بیان فرمائی۔ اس ضمن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث بھی پیش کیں۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو دعا سے زیادہ کوئی چیز پسند نہیں۔ جو شخص اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں مانگتا وہ اس سے غضبناک ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ دعا مومن کا ہتھیار ہے۔ اور دعا قبولیت کا یقین رکھ کر کرنی چاہیے۔ شہزادے نے دعا قبول نہ ہونے کے متعلق دریافت کیا۔ تو فرمایا، رزق حلال دعا کی قبولیت کے لئے سب سے بڑی چیز ہے۔
حدیث شریف میں آیا ہے۔ ایک مرتبہ صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم

آپ میرے لئے دعا فرما دیجئے۔ چونکہ میری دعائیں قبول نہیں ہوئیں۔ آپ نے فرمایا کہ رزق حلال کا بندوبست کرو کیونکہ دعا کی قبولیت رزق حلال سے ہوتی ہے۔ اور لقمہ حرام سے 40 روز تک دعا قبول نہیں ہوتی۔ دوسری بات استغفار کی ہے۔ انسان عیوب کا اعتراف اور کمزوریوں کا اقرار اور آئندہ کے لئے توبہ کرے تو بھی دعا قبول ہو جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر انسان اپنی مذموم حرکات پر بھی قائم رہے اور دعا بھی کرتا رہے تو اس طرح دعا قبول نہ ہوئی بلکہ وقت کا ضیاع ہوگا۔

اِس کے بعد آپ نے شہزادہ اورنگزیب کو خوشخبری دی۔ کہ تم ہندوستان کے بادشاہ بنو گے۔ مگر یاد رکھو جب تک تم رزق حلال نہیں کماؤ گے۔ تمہاری دعا ہرگز قبول نہ ہوگی۔ شہزادے اورنگزیب پر آپ کی حکیمانہ اور مشفقانہ باتوں کا بہت اثر ہوا اور تاریخ گواہ ہے کہ اورنگزیب نے بادشاہت سے پہلے اور بادشاہت کے بعد ہمیشہ قرآن حکیم کی کتابت کر کے روزی کمائی اور رزق حلال کھایا۔ آپ نے اورنگزیب کو یہ بھی تلقین فرمائی۔ کہ رعایا کے ساتھ انتہائی محبت اور شفقت سے پیش آنا بادشاہت کو بڑی تقویت پہنچاتا ہے۔ اور ایسے بادشاہ ہی سے حکومت کو دوام ملتا ہے۔ جو اپنی رعایا میں مقبول ہوتا ہے۔

ارشادات و تعلیمات ☆ : فقر کے متعلق حضرت امام بری شاہ لطیف رحمتہ اللہ علیہ نے آنخضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ایک فرمان الفقر فخری (مجھے فقر پر ناز ہے) کی حقیقت بڑے جامع پیرائے میں بیان کی کہ فقیر کا درجہ خدا کے نزدیک بہت بلند ہوتا ہے۔ اور دنیاوی طور پر تنگ دستی فقیر کی شان ہے۔ کیونکہ دنیاوی مال و زر فقیر کی عبادت و ریاضت میں دخل انداز ہوتا ہے۔ درویش جس قدر تنگ دست ہوگا۔ وہ اتنا ہی اعلیٰ و ارفع مقام پر پہنچے گا۔ اور اس کی حقیقت کے اسرار و رموز اسی قدر زیادہ نصیب ہوں گے۔

نمبر۲ ☆ : آپ نے فرمایا کہ فقیر کا سرمایہ اللہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت اور والہانہ عشق ہے۔ عرفان کے سمندر پی جانا فقیر کی شان و پہچان ہے۔ فقیر کا در ہر ایک کے لئے کھلا ہوتا ہے۔ خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم امیر ہو یا غریب فقیر کے لئے سب یکساں ہوتے ہیں۔ اور فقیر ان کی طرف سے بے نیاز ہوتا ہے۔ فقیر کی زندگی کچی جھونپڑی میں بسر ہوتی ہے اور بعد از وصال بھی وہ کچی قبر میں رہتا ہے۔

نمبر۳ ☆ : آپ فرماتے ہیں کہ فقیری بڑا کھٹن اور نازک راستہ ہے۔ فقیر کی نظر صرف تین چیزوں پر ہوتی ہے۔ علم، فقر اور شمشیر، یعنی علم برائے تبلیغ اسلام، فقر برائے خدمت خلق اور شمشیر برائے جہاد اسلام۔

نمبر۴ ☆ : آپ فرماتے ہیں کہ فقیر کی زبان سے جو بات بھی نکلتی ہے وہی دل میں ہوتی ہے۔ کیونکہ اگر انسان کا دل نیک ہے۔ تو جسم بھی پاک ورنہ اس کے تمام اعمال بے کار ہو جاتے ہیں۔

پھنے شاہ بخاری کا مقابلہ اور شکست ☆ : اوچ شریف کے رہنے والے سیّد پھنے شاہ بخاری جو کہ صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔ انہوں نے جب حضرت برّی سرکار علیہ الرحمۃ کی شہرت سنی تو غضب و جلال میں آ کر فرمانے لگے۔ کہ ہماری اس مملکت میں دوسرا مشہدی ولی کیسے آ سکتا ہے۔ ہم اس کی تمام قوتوں اور روحانیت کو سلب کر لیں گے۔ اِس ارادہ سے وہ اوچ شریف سے اسلام آباد نور پور (سابق چور پور) کی جانب اس انداز سے روانہ ہوا کہ شیر پر سواری اور ہاتھ میں سانپ کا کوڑا۔ شیر پر سوار ہاتھ

میں ناگ اور ہمراہ ایک سو کے قریب ساتھی۔

جب وہ جہلم کے قریب پہنچا تو آپ نے اپنے مریدین سے فرمایا کہ اوچ شریف کے سیّد پھنے شاہ بخاری ہمارے ساتھ مقابلے کے لئے آ رہا ہے۔ اور ساتھ ہی شہادت کی انگلی پھنے شاہ کی طرف کی تو پھنے شاہ کا نصف دھڑ مفلوج ہو چکا تھا۔ اِس علاقے کے ایک بزرگ سیّد مہر شاہ خراسانی سکنہ نڑالا والا۔ اِس معاملہ کو باطنی طور پر دیکھ رہے تھے۔ پھنے شاہ نے ان بزرگ کو مدد کے لئے پکارا۔ تو حضرت مہر شاہ خراسانی نے باطنی طور پر حضرت بری سرکار سے عرض کیا کہ مہمان سمجھ کر معاف کر دیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر وہ مہمان بن کر آ رہا ہے تو بے شک آئے۔ اور میں اِسے اِس مصیبت سے آزاد کرتا ہوں۔

چنانچہ پھنے شاہ بخاری مہمان بن کر آپ کے پاس پہنچا۔ آپ کے مریدین پھنے شاہ کے لشکر کو دیکھ کر پریشان ہوئے تو آپ نے فرمایا۔ کہ آٹا گوندھنے والے برتن میں تھوڑا سا آٹا لے آؤ۔ آپ کے حکم پر آٹا برتن میں پیش کیا گیا۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے آٹا گوندھا اور مریدین سے فرمایا کہ میرا رومال اس پر ڈھکے رہنے دینا۔ حسب ضرورت آٹے کے پیڑے بناتے جاؤ۔ روٹی پکاتے جاؤ۔ پھنے شاہ بخاری کا لشکر اور آپ کے تمام مریدین کھانا کھا چکے تو پھنے شاہ نے عرض کیا۔ کہ سرکار میرے شیر اور سانپ کی خوراک کا بھی انتظام کیا جائے۔ آپ نے اپنے مریدین کو حکم دیا کہ رات کو شیر کے لئے گائے اور سانپ کے لئے مرغ کا اہتمام کیا جائے۔ تاکہ یہ بھی اپنا پیٹ بھر لیں۔ صبح کو پھنے شاہ اور اس کے ساتھیوں نے دیکھا کہ شیر اور سانپ دونوں غائب تھے۔

حضرت امام برّی سرکار کو جب علم ہوا تو آپ گائے کے قریب آئے اور فرمایا کہ یہ ہمارے مہمان ہیں ان کا مال واپس کرو۔ آپ کا فرمانا تھا۔ کہ گائے نے فوراً شیر کو اگل دیا۔ اسی طرح مرغ نے سانپ کو اگل دیا۔ اور دونوں زندہ تھے۔ پھنے شاہ بخاری کو رخصت کرتے وقت آپ نے فرمایا کہ تم نے جو ہمارے ساتھ مقابلہ کا ارادہ کیا تھا۔ اس کی ہم نے تو معافی دے دی۔ مگر کارکنان قضا و قدر نے ایک معمولی سزا کے طور پر فیصلہ کیا ہے۔ کہ تم تلی کے مقام پر اس جہان سے رخصت ہو جاؤ گے۔ لیکن زمین تمہیں جگہ نہ دے گی۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ضلع ہزارہ تلہاڑ کے قریب تلی کے مقام پر پھنے شاہ فوت ہو گئے۔ مریدین نے آس پاس زمین پر قبر کھودنے کی لاکھ کوشش کی۔ مگر جہاں ارادہ کرتے وہاں پر سخت پتھر نکلتا۔

چنانچہ مجبور ہو کر میت کو ساتھ لئے پھرتے رہے جہاں پڑاؤ کرتے رہے۔ زمین پتھریلی نکلتی۔ یہاں تک کہ پھنے شاہ کے مریدوں کا یہ قافلہ سری نگر کے راستے میں چناری کے مقام پر تکیہ رنگ امام کے سامنے دریا کے کنارے پہنچا۔ جہاں انہوں نے پھنے شاہ کی میت کو ایک تابوت میں بند کر کے لوہے کی زنجیروں اگا کر درخت کے کنارے لٹکا دیا جہاں وہ آج تک موجود ہے۔ اس تابوت کو کشمیر جانے والے سینکڑوں لوگ دیکھ چکے ہیں۔

دیو کا سیل پتھر بن جانا ☆: ایک دیو جو کہ آپ کی چلہ گاہ کے قریب ہی کہیں مقیم تھا۔ دوران عبادت آپ کو پریشان کرتا تھا۔ آپ نے کئی بار اس سے فرمایا کہ میری عبادت میں خلل ڈالنے سے باز آ جاؤ۔ مگر وہ اپنی سرکشی سے باز نہ آیا۔ ایک روز آپ نے اِس سرکش کو غصے میں آ کر پکڑا اور پوری طاقت سے دُور پھینک دیا۔ وہ دیو اوندھے منہ ایک پہاڑی پر جا گرا۔ اور وہیں سیل پتھر ہو گیا۔

حضرت امام بری سرکار رحمتہ اللہ علیہ نے یہ کرامت چلہ کشی کے دوران لوئی دندی کے مقام پر دکھائی۔ یہ مقام نور پور شاہاں سے 2 میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ آج بھی آپ کے عقیدت مند 2 میل کا سفر پیدل طے کر کے اس مقام پر موجود اس لمبے سے پتھر کو دیکھ کر حیران ہوتے ہیں۔ جو قیامت تک آپ کی کرامت کے طور پر باقی رہے گی۔

ستر بھینسوں کا زندہ کرنا ☆: ندی نیلاں میں آپ کا ایک مرید صادق رہتا تھا۔ اس کے پاس ستر بھینسیں تھیں۔ وہ آپ کو روزانہ ایک بھینس کا دودھ پلاتا تھا۔ اتفاق کی بات یہ ہے کہ جس روز اس نے آپ کو جس بھینس کا دودھ پلایا وہ مرگئی۔ اگلے روز وہ دوسری بھینس کا دودھ لے آیا۔ وہ بھی مرگئی۔ مختصر یہ کہ آپ کو جس بھینس کا بھی دودھ پلاتا وہ مرجاتی اس طرح اس کی تمام بھینسیں مرگئی۔

ایک روز آپ نے دیکھا کہ وہ مرید خالی ہاتھ چلا آرہا ہے۔ آپ نے پوچھا کہ بھئی دودھ لیکر نہیں آئے۔ تو عرض کرنے لگا حضور میں نے آپ کی خدمت میں جس بھینس کا بھی دودھ پیش کیا وہ مرگئی۔ حتیٰ کہ میری ستر کی ستر بھینسیں مرگئی ہیں۔ اب صرف ایک بھینسا ہی باقی رہ گیا ہے۔ آپ نے اسے تسلی دی اور فرمایا تمہارا یہ بھینسا بھی ستر بھینسوں جتنا دودھ دے گا تم جا کر دودھ دھونے کی کوشش کرو۔ وہ مرید گیا۔ اور بھینسے کی کمر پر ہاتھ پھیر اس کے نیچے بیٹھ کر دودھ دھونے لگا۔ قدرت خدا کی کہ اس نے ستر بھینسوں جتنا دودھ دیا۔ جب وہ دودھ لیکر آپ کی خدمت میں پہنچا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اب واپس ندی پر چلا جا۔ اور اپنی ہر بھینس کو پکار۔ اللہ کے حکم سے تمام بھینسیں زندہ ہو کر تیرے پاس آجائیں گی۔ مگر بھینسوں کو پکارتے ہوئے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھنا۔

چنانچہ اُس نے ایسا ہی کیا اور ندی کے کنارے کھڑے ہو کر اپنی تمام بھینسوں کے نام پکارتا گیا۔ تمام کی تمام بھینسیں زندہ ہو کر دریا سے نکلنا شروع ہو گئیں۔ اس شخص پر یہ کرامت دیکھ کر عجیب خوف طاری ہو گیا اور گھبرا گیا۔ اس نے ڈر کے مارے دریا کی جانب پیچھے مڑ کر دیکھا۔ اس وقت اس کا بھینسا دریا سے نکل رہا تھا۔ اس پر اس کی نظر پڑتے ہی وہ بھینسا پانی میں پتھر بن گیا۔ جو آج بھی ہر خاص و عام کو دعوت فکر اور آپ کی شان کرامت کا اظہار کر رہا ہے۔

وصال باکمال ☆: 1756ء بمطابق 1117ھ میں آپ طویل علالت کے بعد 91 برس کی عمر میں اِس دار فانی کو خیر باد کہتے ہوئے واصل بحق ہوئے۔ آپ کے جنازے میں بادشاہ اورنگزیب عالمگیر نے بھی شرکت کی۔ آپ کے مزار کی پہلی تعمیر بھی بادشاہ اورنگزیب عالمگیر نے کرائی۔ اور اِس علاقے موضع باغ کلاں کا نام بدل کر نور پور شریف رکھا۔ بعدازاں وقتاً فوقتاً ضرورت کے مطابق مزار شریف کی تعمیر و توسیع کا کام جاری رہتا ہے۔ جو کہ آج بھی جاری و ساری ہے۔ مزار پُر انوار نور پور شاہاں ضلع اسلام آباد میں مرجع خاص و عام ہے، جہاں پر کثیر خلق خدا حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتی ہے، فقیر راقم الحروف کو بارہا آپ کے در دولت کی حاضری کی سعادت حاصل ہے، آپ کا مزار قبلۂ عارفین ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سیّد شاہ محمد فاضل گیلانی قادری خانیاری رحمۃ اللہ علیہ

تعارف ☆: سلطان الذاھدین، سند الکاملین، زبدۃ العارفین، شاہد بزم الانسان سری، ہادی ساکنانِ بحری و بری، غزائی صحرائے الوہیت رازی صحرائے نبوت، نیرافق ولایت قادریہ حسنیہ حضرت سیّد شاہ محمد فاضل گیلانی قادری رحمۃ اللہ علیہ بادۂ نوشانِ توحید کے سالار ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۰۲۹ھ بمطابق 1619ء میں ٹھٹھہ صوبہ سندھ کے مقام پر ابوالبرکات حضرت سیّد عبداللہ شاہ صحابی گیلانی قادری علیہ الرحمۃ کے نورانی وروحانی گھر میں ہوئی۔

آپ کی تعلیم وتربیت اور پرورش آپ کے برادر اکبر جناب حضرت ابوالبرکات سیّد حسن شاہ گیلانی قادری علیہ الرحمۃ کی زیر سایۂ ہوئی۔ ظاہری تربیت کے علاوہ باطنی تربیت وتعلیم بھی حضرت ابوالبرکات سید حسن شاہ قادری علیہ الرحمۃ کے ذریعہ ہی مکمل ہوئی۔

قطب الاقطاب حضرت سیّد شاہ محمد غوث لاہوری قادری علیہ الرحمۃ اپنے والدگرامی ابوالبرکات سیّد حسن شاہ گیلانی قادری ثمہ پشاوری کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ جب میں نے ہندوستان کا سفر اختیار کیا تو اپنے چھوٹے بھائی سید محمد فاضل شاہ کو اپنے ساتھ لیا اوراس کو باقاعدہ تصوف وسلوک کی تعلیم دیتا رہا، حتیٰ کہ اس کو اپنی طرح کرلیا۔

مورخ کشمیر مفتی محمد شاہ کے حوالے سے امیر العلماء والمشائخ حضرت سید محمد امیر شاہ قادری المعروف مولوی جی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب ''تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ'' میں رقمطراز ہیں کہ انہوں نے اپنے محترم بھائی حضرت شاہ سیّد ابوالحسن قادری کی خدمت میں زانوئے ادب جھکایا، ظاہری فضائل کا تلمذ حاصل کیا۔ سلسلہ عالیہ قادریہ کی تعلیمات وہدایات کی اجازت حاصل کی۔ آپ تبلیغ اسلام، اشاعت سنت نبوی اور تزکیہ نفس کے لئے اپنے برادر بزرگوار کی ہمرکابی میں کشمیر تشریف لے گئے۔ جب حضرت سیّد حسن شاہ صاحب علیہ الرحمۃ چھ ماہ کشمیر رہ کر واپس آنے لگے تو آپ کو خرقہ خلافت عطا فرما کر اپنی جگہ پر مقیم رہنے کی تلقین فرمائی۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے برادر بزرگ حضرت پیر سیّد حسن شاہ قادری علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقۂ خلافت پا کر سرفراز وممتاز ہوئے۔

حضرت سیّد حسن شاہ علیہ الرحمۃ جب واپس پشاور کی جانب روانہ ہونے لگے تو خانیار کشمیر کے لوگوں نے ان کو روکنا چاہا تو انہوں نے مراقبہ کیا تو حضور غوث اعظم سرکار رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم واپس پشاور جاؤ۔

چنانچہ انہوں نے لوگوں سے کہا کہ میں پشاور جار ہا ہوں میری جگہ میرے چھوٹے بھائی حضرت سیّد محمد فاضل شاہ میرے قائم مقام ہونگے، ان کو خرقہ خلافت اور اس ملک کی ولایت عطا کر کے جار ہا ہوں۔ اس کے بعد حضرت سید حسن شاہ گیلانی علیہ الرحمۃ آپ کو کشمیر میں چھوڑ کر خود پشاور تشریف لے آئے۔

سیرت وکردار ☆: آپ نے اپنے پیرومرشد و برادر اکبر کے طریقہ پر قائم رہتے ہوئے کشمیر کے علاقہ خانیار میں تبلیغ دین اسلام، سنت نبوی کی اشاعت وفروغ، اور درس وتدریس کا وسیع پیانے پر کام کا آغاز کیا۔

اگرچہ آپ مسند درویشی پر تشریف فرما تھے، دنیا طلبی وجاہ وحشمت سے عملی طور پر علیحدہ تھے، مقررہ آمدنی میسر نہ تھی، مگر آپ کی فیاضی عام وخواص کے لئے یکساں تھی اور غربا پروری کے مخصوص اوصاف سے متصف ہو کر ہدایہ وتحائف کی آمدنی کا کثیر حصہ صرف کر دیتے تھے۔ صرف اہل وعیال کی ضرورت کے لئے کفایت شعاری کا اصول مدِ نظر رکھتے ہوئے بقدر قناعت صرف کرتے تھے۔

مختلف بلاد اور شہروں سے لوگوں کے ساتھ نہایت تواضع، انکساری، دل نواری اور خاطر داری سے پیش آتے بالخصوص سادات کرام اور علمائے کرام مشائخ عظام کی تعظیم وتکریم کا فریضہ بجالانا آپ کا مشغلہ خاص تھا۔

جناب مولوی مفتی سیّد محمد یحیٰی صاحب مفتی کا مراج فرماتے ہیں کہ لنگر آپ کا اس قدر وسیع اور دراز تھا کہ تقریباً تین لاکھ خروار فصلانہ آپ کے لنگر کا خرچ ہوتا تھا جو تحائف وغیرہ آتے وہ اسی وقت غربا اور مساکین میں تقسیم فرما دیتے تھے، حتیٰ کے شام تک ایک تنکہ بھی باقی نہ چھوڑتے تھے۔

آپ روحانی تعلقات، ذکر وفکر، مراقبہ، مکاشفہ اور تلاوت قرآن کریم کا لطف حاصل کرتے تھے، کافی عرصہ دنیا اور اہل دنیا سے کنارہ کش اور ایک سُو رہے کسی سے ملاقات تک نہ کرتے تھے اور ایک حد آمد ورفت کا سلسلہ بھی محدود کر چکے تھے، بقول جناب مورخ کشمیر ایک عرصہ تک خلوت نشینی کی حالت اختیار کر کے بلا نکاح رہے، یہاں تک کے شادی کا نام لینا بھی پسند نہ کرتے تھے۔

آخر الامر باطنی اشارہ پایا، حضرت محبوب سبحانی کی نورانی روحانیت رونما ہوئی اور آپ کی جناب سے ''یا ولدی'' اے میرے بیٹے کا خطاب دلنواز پایا۔

شادی واولاد☆: جناب خواجہ محمد مراد بیگ صاحب اپنی کتاب ''تحفۃ الفقرا'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک شجرہ جس میں یہ درج ہے کہ سیّد عبدالقادر، میروزیرشاہ، لطف اللہ شاہ اور فضل اللہ شاہ، یہ چاروں حضرت سیّد محمد فاضل شاہ گیلانی قاٹیاوی علیہ الرحمۃ کے فرزندان تھے، ان میں سے تین لاولد اور ایک صاحب اولاد ہوئے۔

حضرت سیّد عبدالقادر کے فرزند سیّد محمود شاہ تھے جو حضرت شاہ محمد غوث لاہوری علیہ الرحمۃ کے داماد تھے، پھر اُن کے بیٹے سیّد غلام شاہ آزاد اور اُن کے بیٹے سیّد بزرگ شاہ جن کے دو فرزند سید حسن شاہ اور سید علی شاہ تھے جو کہ ہر دو حضرات لاولد فوت ہو گئے، اس طرح آپ کا سلسلہ اولاد منقطع ہو گیا۔

حضرت پیر سید محمد امیر شاہ گیلانی قادری علیہ الرحمۃ المعروف مولوی جی فرماتے ہیں کہ ہمارے مستند شجروں میں میر سید بزرگ شاہ تک آپ کی اولاد درج ہے، ان ہر دو بھائیوں کے نام مورخ کشمیر صاحب پر اعتماد کرتے ہوئے لکھ دیئے۔

آپ کے جنازے میں رسول کریم ﷺ بمع اصحاب کے تشریف☆: حضرت سیّد شاہ ابوالحسن صاحب قادری علیہ الرحمۃ کے فیض یافتہ، صوفی بزرگ جناب میر محمد افضل صاحب اندرابی صائم الدھر اور قائم اللیل شخصیت کے حامل تھے۔ خلوت گزینی ان کو اس قدر محبوب تھی کہ اپنی جگہ سے ایک قدم بھی باہر جانا دشوار تھا۔

حضرت سیّد محمد فاضل شاہ گیلانی خانیاری قادری رحمتہ اللہ علیہ کے انتقال پر یہی بزرگ آپ کے جنازے پر کشمیر تشریف لائے، جنازہ کے موقع پر سماں یہ تھا کہ یہ کبھی تو آپ کے جنازے کے آگے اور کبھی پیچھے ہوتے۔ تدفین کے بعد رخصت کے وقت ان کے ایک خادم نے اس وارفتگی کا ماجرا پوچھا تو فرمایا کہ کس طرح میں اس جنازے کے قربان نہ ہوتا، جبکہ سرکار مدینہ خود اس جنازے پر تشریف لاتے، اور میں اُن کے جمال جہاں آرا کی تجلیات سے سیر نہ ہو سکتا تھا اور پھر صحابہ کرام بھی تو موجود تھے۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال ۱۹ جمادی الاول ۱۱۱۷ھ بمطابق 1705ء کو ہوا۔ بروز بدھ بوقت عصر آپ کی تدفین ہوئی۔

مزار پُرانوار محلّہ خانیار سرینگر کشمیر میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر آج بھی منہ مانگی مرادیں پا رہے ہیں۔

آپ کی قطعہ تاریخ وصال ''**یوصل الحبیبَ الی الحبیب**'' (ترجمہ)

محبّ اور محبوب کو ملا دو۔ ان حروف سے ۱۱۱۷ھ کا عدد نکلتا ہے۔

آپ کے بعد آپ کے چوتھے صاحبزادے حضرت سیّد عبدالقادر جو آپ کے مرید و خلیفہ تھے وہی جانشین بنے، یہ صاحبزادے

حضرت سیّد شاہ محمد غوث قادری لاہوری علیہ الرحمۃ کے داماد بھی تھے۔

ان کے بعد ان کے فرزند سیّد محمود شاہ سجادہ مقرر ہوئے۔ ان کے وصال کے بعد اُن کے سجادہ نشین ان کے بیٹے سید غلام شاہ آزاد مقرر ہوئے۔ ان کے وصال کے بعد اُن کے صاحبزادے میر سیّد بزرگ شاہ سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ ان کے بعد ان کے فرزند سیّد حسن شاہ سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ گیارہ سال سجادگی کے بعد جب ان کا وصال ہوا تو حضرت سیّد محمد فاضل شاہ گیلانی خانیاری رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کا سلسلہ منقطع ہو گیا، آپ کی اولاد کا سلسلہ ۱۲۴۱ھ بمطابق 1825ء تک جاری رہا۔

اس کے بعد مختلف حضرت مسند پر جلوہ افروز رہے اور آستانہ کا نظام چلاتے رہے۔۔

امیر ملت شیخ العصر حضرت قبلہ پیر سیّد محمد امیر علی شاہ گیلانی قادری علیہ الرحمۃ پشاوری فرماتے ہیں کہ 1946ء، 3 اگست کو کشمیر جانے کا اتفاق ہوا تو اس وقت حضرت سیّد مقبول شاہ گیلانی قادری سجادہ نشین تھے جو شیخ العلماء حضرت سید زین العابدین شاہ بن حضرت سید حسن شاہ پشاوری کی اولاد سے ہیں۔

حضرت سید مقبول شاہ صاحب بغایت سنجیدہ، متین، خوش خلق اور ملنسار اور فقیر منش ہیں۔ اور سیاسی امور میں حصہ لینے والے بھی ہیں۔ نوح کی تعلیمی ترقی میں خاصی سرگرمی دکھاتے ہیں۔ 1946ء میں ان کی عمر پچاس برس کے قریب تھی۔

آج کل خدا معلوم کون سجادہ نشین ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت شاہ عنایت قادری شطّاری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: مرشد زمانہ، شیخ یگانہ، پیشوائے اہل کمال، مرجع علوم ظاہری و باطنی حضرت شاہ عنایت قادری شطّاری رحمتہ اللہ علیہ 1059ھ بمطابق 1646ء کو جناب پیر محمد کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ کا پورا نام حافظ ابوالمعارف محمد عنایت اللہ حنفی قادری ہے۔ آپ کے والد ماجد جناب پیر محمد کا تعلق باغبانپورہ لاہور کے معروف آرائیں خاندان سے تھا۔ جبکہ ان کی شادی قصور میں ہوئی تھی۔

آپ بلا کے ذہین تھے۔ صرف 5 برس کی عمر عزیز میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا جبکہ نو برس کی عمر میں فارسی و عربی کی کتب پر حاوی ہو گئے اور بارہ برس کی عمر میں علوم متداولہ کی تکمیل کر کے دستار فضیلت حاصل کی۔

آپ نے علوم ظاہری کی تحصیل حضرت مولانا ابوالنصر عرف سید الیاس اور جناب مولوی عبدالہادی لاہوری سے کی، بعد ازاں حضرت شاہ علی رضا فاروقی نبیرہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ جن کا وصال 1141ھ بمطابق 1728ء کو ہوا۔ ان کے علاوہ شیخ محمد سلطان بخاری علیہ الرحمۃ سے باطنی استفادہ کیا۔

بیعت و خلافت ☆: آپ حضرت شاہ رضا قادری شطاری لاہوری علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست بیعت سے مشرف ہوئے اور باطنی علوم کی تکمیل اور سلوک کی منازل طے کرنے کے بعد اپنے مرشد سے قادریہ سلسلہ میں خلافت و اجازت حاصل کر کے سرفراز ہوئے۔

قصور سے لاہور آمد کی وجہ تسمیہ ☆: مرشد کامل سے اجازت و خلافت کے بعد جب آپ نے قصور میں خانقاہ قائم کی تو ہر چہار طرف سے عقیدت مندوں کا جم غفیر آپ کے گرد جمع رہنے لگا اور تھوڑے ہی عرصے میں آپ کی ولایت کا شہرہ چہار دانگ عالم میں ہونے لگا۔ جو کہ حاکم قصور کے لیے پریشانی کا باعث بن گئی اس کو آپ کی شہرت اور عوام میں پذیرائی ایک آنکھ نہ بھائی جس کی بنا پر وہ اس

تاک میں رہا کہ مجھے کوئی کمزوری ہاتھ آئے تو آپ کو علاقہ بدر کردوں۔

آپ کے قیام قصور کے دوران قصور کی رہنے والی ایک مغنیہ (گانے والی) کا شوہر فوت ہوا تو اس کے معاشی حالات دن بدن خراب ہونے شروع ہو گئے۔ جبکہ وہ اپنے مرحوم خاوند کے انتقال کے وقت تین ماہ کی حاملہ بھی تھیں۔ وہ بیوہ ہونے کے بعد انتہائی مفلسی اور کسمپرسی کی زندگی گزار رہی تھی۔

ایک روز وہ آپ کی خانقاہ معلیٰ میں حاضر ہو کر آپ کی خدمت میں عرض گزار ہوئی کہ مجھے زنانہ لنگر خانے میں لنگر کی خدمت گذاری کے لیے رکھ لیا جائے۔ تاکہ میں لنگر کے ٹکڑوں پر اپنا وقت گزار سکوں۔ آپ نے اس کی درخواست قبول کرتے ہوئے اسے لنگر کی خدمت کی ذمہ داری سونپ دی۔

چھ ماہ کے بعد اس کے ہاں حسین وجمیل بیٹی پیدا ہوئی۔ جسے آپ نے بچپن سے ہی اپنی تربیت میں لے لیا۔ اور بچپن میں ہی اسے دینی مسائل سکھائے۔ اور قرآن مجید حفظ کرایا۔

جب یہ نیک سیرت صالحہ بچی سن بلوغت جوانی کی عمر کو پہنچی تو اس کی والدہ نے آپ کی خدمت میں التجا کی کہ میری بچی کا اپنے کسی مرید سے نکاح کرا دیں۔ یہ سن کر آپ نے اس عورت سے فرمایا کہ انتظار کرو۔ وقت آنے پر شاہ عنایت بذات خود تمہاری بچی سے نکاح کا خواستگار ہوگا۔ یہ فرمان سن کر وہ عورت بہت خوش ہوئی اور اپنی سعادت سمجھ کر اس بات کو قبول کر لیا۔ چند روز کے بعد اس بچی کا نکاح آپ کے ساتھ ہو گیا۔

مغنیہ کے رشتہ داروں کو جب اس نکاح کا علم ہوا تو انہوں نے بہت شور مچایا واویلا کیا۔ اس لیے کہ وہ تو چاہتے تھے کہ بچی کو ماں سے لے کر اس سے گانے بجانے کا کام لیں گے۔ اس نکاح کے بعد ان کی امیدوں پر پانی پھر گیا اور واویلا بھی کام نہ آیا تو وہ اکٹھے ہو کر حاکم قصور نواب حسین خان کے پاس پہنچے اور اس کو تمام واقعہ بتا کر اُکسایا اور اس کے کان بھرے۔

چونکہ نواب حسین خان تو ذہنی طور پر پہلے ہی موقع کی تلاش میں تھا۔ اس نے موقع غنیمت جان کر آپ کو طلب کیا اور کہنے لگا کہ ایک مغنیہ کی بیٹی کو اپنے حرم میں داخل کرنا آنجناب کے شایان شان نہ ہے۔ یہ بہت گھٹیا لوگ ہوتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

آپ نے فرمایا کہ توبہ کر لینے کے بعد اور اللہ کے احکام کے مطابق زندگی گذارنے سے کوئی انسان گھٹیا نہیں رہتا۔ قرآن مجید نے ان لوگوں کو جو تقویٰ کی زندگی گذارتے ہیں۔ انتہائی معزز و محترم قرار دیا ہے۔ اور میں نے جو اس لڑکی کے ساتھ نکاح کیا ہے وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق اور شریعت حقہ کے عین مطابق کیا ہے۔ یہ بات نواب حسین خان کے ذہن میں کیسے آسکتی تھی اس لیے کہ وہ تو آپ کو قصور سے نکالنے کے لیے بہانے کی تلاش میں تھا۔

چنانچہ اس نے آپ سے کہا کہ ان حالات میں آپ کا قصور میں رہنا مناسب نہیں لہٰذا آپ یہاں سے فوراً لاہور چلے جائیں۔

یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ خدا کی زمین بہت وسیع ہے اگر تمہیں میرا یہاں رہنا پسند نہیں ہے۔ تو میں یہاں سے چلا جاتا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ نے اسی وقت اپنے اہل وعیال کو ہمراہ لیا اور عازم لاہور ہوئے۔ جب اہل قصور اور آپ کے عقیدت مندوں کو اس سارے معاملے کا علم ہوا تو وہ سراپا احتجاج بن گئے۔ اور آپ کے تعاقب میں نکل کر آپ کی خدمت میں عرض کی حضور آپ قصور چھوڑ کر نہ جائیں ہم ہر طرح سے آپ کے ساتھ ہیں۔

آپ نے ان کو تسلی دی اور فرمایا کہ تم فکر نہ کرو۔ حسین خان نے ہم کو قصور سے نکالا ہے لیکن ہم نے اس کو جڑ سے اکھیڑ کر باہر پھینک دیا ہے۔ چنانچہ پھر ہوا بھی ایسے ہی کہ ابھی چند روز ہی گذارے تھے کہ نواب حسین خان نے ایک شخص رنگو برہمن کو مسلمان کر لیا تھا۔ اس کے رشتہ داروں نے امرتسر جا کر سکھوں کے سردار گلاب سنگھ کو اس واقعہ سے آگاہ کیا تو انہوں نے قصور پر حملہ کر کے اس معرکہ میں نواب حسین خان کو گولی مار کر ہلاک کر دیا۔

قصور سے لاہور آنے کے بعد آپ آخری عمر تک لاہور ہی میں مقیم رہے اور وہیں آپ کا وصال ہوا۔

آپ کی علمی خدمات ☆: آپ ظاہری و باطنی علوم کے جامع تھے آپ نے بہت سی تصنیفات پر کام کیا ہے جن میں غایۃ الحواشی حاشیہ شرح وقایہ (دو جلدیں) اور ملتقطا الحقائق شرح کنز الدقائق بہت مشہور ہیں۔ اس کے علاوہ علم سلوک میں آپ کی دو کتابیں بہت مشہورر ہیں۔ جن میں ایک کا نام دستور العمل ہے۔ جو عملیات کی جامع کتاب ہے جبکہ دوسری کتاب کا نام لطائف غیبی ہے۔ جس میں اوراد مسنون اور اشغال واذکار درج ہیں۔

آپ کے ہاں درس میں قرآن پاک، حدیث وفقہ کے علاوہ مثنوی مولانا روم فصوص الحکم اور تصوف کی امہات کتاب کا درس بھی ہوتا تھا۔ طالبان حق دور دور سے آ کر اکتساب فیض کرتے تھے۔

آپ محفل سماع بھی منعقد کراتے تھے۔ جس میں حافظ شیرازی، دیوان ملا محمد شیریں، دیوان شمس تبریز، اور حضرت احمد جام، شیخ فخر الدین عراقی، ملا شاہ بدخشانی کے علاوہ دیگر عارفین کا کلام پڑھا اور سنا جاتا تھا۔

آپ کے خلفائے نامدار ☆: بزمانہ قیام قصور میں ہی حضرت سید وارث شاہ اور حضرت بابا پیر بلھے شاہ جیسی عظیم المرتبت ہستیاں آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوئیں۔

حضرت بابا بلھے شاہ کو ان کے رشتہ داروں نے طعنہ دیا تھا کہ تم نے سید ہو کر ارائیں کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ اس پر حضرت بابا بلھے شاہ نے جواب دیا تھا کہ

بھلے نوں سمجھاون آئیاں...... بھیناں تے بھرجائیاں ، آل نبی اولاد علی دی......توں کی لیکاں لائیاں

من لے بُلھیا ساڈا کہنا
چھڈ دے پلّا ارائیاں

اس کے بعد مزید فرمایا

جے توں لوڑیں باغ بہاراں چا کر ہو جا رائیاں
بلھے شاہ ذات کیہہ پچھیں شا کر ہو رضائیاں

پھر فرمایا

تُسی وچ اُوچ دے اوچے او اسیں وچ قصور قصوری آں
شاہ عنایت دی باغ بہاراں اسیں اوہدے وچ لسوڑی آں

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال بادشاہ محمد شاہ رنگیلا کے عہد میں 1141 ھ بمطابق 1728ء میں ہوا۔ مزار پُرانوار کوئینز روڈ شاہراہ فاطمہ جناح لاہور میں مرجعٔ خاص وعام ہے۔
جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نورِ ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت میاں سلطان عبدالحکیم قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆ : ولی مادرزاد، ولی بے مثال، آئینۂ جمال وجلال، صاحب کشف وکرامات وکمال، شیخ یگانہ، مرشد زمانہ، پروردۂ نگاہ لطف رسول مدنی، مقتدائے طریقت وشریعت، عارف حقیقت، واصلِ اصل حقیقت حضرت خواجہ میاں عبدالحکیم قادری رحمتہ اللہ علیہ قطب دائرہ کائنات ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت دسویں صدی ہجری کے درمیان موضع عبدالحکیم تحصیل کبیر والا ضلع خانیوال میں جناب غلام علی کے غریب گھر میں ہوئی۔

آپ کے والد گرامی درویش صفت انسان تھے اکثر بزرگوں کے پاس حاضری بھی دیا کرتے تھے۔ خاندانی پیشہ رنگریزی اور کپڑے دھونے کا تھا۔ آپ مادرزاد ولی ہیں۔ بچپن سے ہی چہرہ پر ولایت کے آثار نمودار تھے۔ ابھی آپ کی ولادت باسعادت نہ ہوئی تھی کہ ایک بزرگ حاجی رحمت اللہ جو بہت بڑے ولی اور عاشق خدا تھے۔ ایک دن آپ کے والد گرامی ان کے کپڑے دھونے کے بعد جب لے کر حاجی رحمت اللہ صاحب کے گھر لے کر گئے تو حاجی رحمت اللہ صاحب آپ کے والد گرامی کو دیکھ کر تعظیماً کھڑے ہو گئے۔ جبکہ بڑے بڑے جاہ وحشم والوں کے لیے کھڑے نہیں ہوتے۔ آپ کے والد گرامی نے کہا حاجی صاحب اس سے پہلے تو آپ ایسا نہ کرتے تھے آج کیا وجہ ہے کہ مجھ ناچیز کی اتنی تعظیم۔

حاجی رحمت اللہ صاحب نے جواب دیا کہ آپ کی پشت سے ایک قطب الاقطاب پیدا ہوگا میں اس کی تعظیم کے لیے کھڑا ہوا ہوں۔ اور آنے والے قطب کو سلام پیش کر رہا ہوں۔

آپ کی ولادت باسعادت کے وقت چند حاجی صاحبان آپ کے گھر آئے اور انہوں نے آپ کے والد گرامی جناب غلام علی کو ایک لوٹا، ایک جائے نماز اور ایک تسبیح پیش کی اور کہنے لگے ہمیں خواب میں کسی بزرگ نے یہ تمام اشیاء آپ کے گھر پہنچانے کا حکم مکہ معظّمہ میں دیا تھا۔ ہم یہ تمام چیزیں مکہ معظّمہ سے خرید کر آپ کے ہونے والے فرزند اور نونہال کے لیے تحفہ لائے ہیں۔

اے بزرگ جب تیرے گھر رحمت خداوندی سے بچہ پیدا ہو تو اس کا نافہ اس چھری سے کاٹو اور مٹی کے اس کوزے سے اسے غسل

دینا اور ناف کاٹنے کے بعد اس شہد کا سقا لگانا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور وہ تینوں چیزیں (چھری، مٹی کا کوزہ اور شہد) آج بھی آپ کے دربار پر تبرکات میں موجود ہے۔

جب آپ کی ولادت باسعادت ہوئی تو تمام اہل شہر مرد اور خواتین آپ کا دیدار کرنے اور مبارکباد دینے کے لئے آئے، گھر میں خوشیوں کا ایک سراپا ماحول یعنی آپ کا گھر جنت نظیر بنا ہوا تھا۔ بوقت ولادت آپ کے کانوں میں آذان کہی گئی بعدازاں دریہ نے اللہ کریم کا ذکر کرتے ہوئے آپ کو دودھ پلایا۔

جب آپ سن شعور کو پہنچے تو کسی دنیاوی کھیل کود سے آپ کو رغبت نہ ہوئی۔ سب سے الگ تھلگ ایک نئی دنیا آباد کیئے اپنے خیالوں میں مگن اور ذکر خدا میں مست الست رہتے۔ بچپن ہی سے نماز، روزہ، عبادت و ریاضت میں مشغول رہنے لگے۔

جب آپ کو علوم دینیہ کے حصول کا شوق غالب ہوا تو قرب وجوار میں کوئی ایسا دینی ادارہ موجود نہ تھا جہاں آپ جیسی نابغہ روزگار شخصیت کی تعلیم مکمل ہوتی، ان دنوں دہلی میں علوم دینیہ کا بہت شہرہ اور چرچا تھا جہاں زمانے کے بڑے بڑے فاضلین طالبان حق کی راہنمائی کے موجود تھے،

چنانچہ آپ پاپیادہ حصول علم کے لئے اپنے گھر سے نکلے اور کوبہ کو قریہ بہ قریہ پھرتے پھراتے دہلی پہنچے اور کسی قابل استاد کی تلاش کی جستجو میں مختلف مراکز دینیہ میں تشریف لے جاتے رہے، بالآ خرامید برآئی ایک قابل ترین استاد تک رسائی نصیب ہوئی، اور ان سے اپنا مقصد و مدعا بیاں کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میرے پاس اتنے زیادہ طالب علم ہیں میں ان کو بڑی مشکل سے تعلیم دے رہا ہوں، تمھیں کیسے وقت دے سکتا ہوں، میرے پاس صرف ایک تھوڑا سا وقت فارغ ہے، جس وقت میں قضائے حاجت کے لئے جاتا ہوں، اس وقت تم میرا کوزہ اٹھائے میرے ساتھ چلتے چلتے سبق پڑھ لو اسی طرح واپسی پر بھی بقیہ سبق مکمل کر سکو تو ٹھیک وگرنہ اس کے علاوہ میرے پاس کوئی وقت نہ ہے،

آپ نے شرط منظور کر لی، اس کے بعد استاد محترم نے فرمایا کہ اپنے خورد ونوش کا انتظام بھی آپ خود ہی کرینگے اور مطالعہ کے لئے روشنی کا انتظام بھی خود ہی کریں، اس لئے کہ طلبا کی کثرت کی بنا پر یہ سہولتیں آپ کو فراہم نہیں کی جاسکتی،

آپ نے استاد محترم سے سبق تو شروع کر دیا مگر ساتھ ساتھ اپنے خورد ونوش اور مطالعہ کے لئے روشنی کے انتظام کی فکر دامن گیر رہی، سرراہ چلتے ہوئے ایک بھٹیاری کو دیکھا جو دانے بھون کر اپنی گذر اوقات کرتی تھی،

آپ نے اس سے کہا مائی صاحبہ جب آپ بھٹی کے کام کاج سے فارغ ہو کر گھر جانے کی تیاری کر رہی ہوں اگر آپ کی اجازت ہو تو اس وقت جو دانے بھٹی سے باہر بکھرے ہوئے ہوتے ہیں میں اگر ان کو کھا کر اپنا گذر بسر کر لیا کروں تو کوئی حرج تو نہ ہے، مائی نے اجازت دے دی،

پھر آپ ایک دکاندار کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا بھائی رات کو جس وقت تک تیری دکان کھلی رہتی ہے اگر تیری اجازت ہو تو تیری موجودگی تک تیری دکان کی روشنی سے مطالعہ کر لیا کروں، دکاندار نے کہا مجھے کیا اعتراض ہے، اس کے بعد آپ کا معمول بن گیا

جب مسجد سے باہر نکلتے دوکاندار کے پاس بیٹھ کر مطالعہ کرتے، اور جب مائی بھٹی ٹھنڈی کر کے گھر جارہی ہوتی تو چند دانے بکھرے ہوئے کھا کر صبر شکر کرتے،

فضل رب کردگار☆: آپ ایک رات کے وقت مسجد سے بازار کی جانب کتاب ہاتھ میں اٹھائے دوکان کی طرف تشریف لے جارہے تھے کہ عین اسی وقت بادشاہ وقت اپنے دیوان خانے سے زنانہ محلات میں جانے کیلئے اس دھوم دھام سے نکلا کے ساتھ چند خدام مشعلیں اٹھائے ہوئے تھے، آپ ان مشعلوں کی روشنی میں شاہی قافلہ کے ساتھ چلتے رہے، حتی کے بادشاہ اپنے محل کے دروازے پر پہنچ گیا، اندر سے کنیزیں آئیں اور مشعلیں ہاتھوں میں لیکر محل میں داخل ہوگئیں، آپ اپنے مطالعہ میں مست و مستغرق ساتھ ساتھ چلتے رہے، اور زنانہ ڈیوڑھی میں داخل ہوگئے، بادشاہ نے اجنبی شخص کو دیکھ کر جاسوس کے شبہ میں آپ کی گرفتاری کا حکم دے دیا، اور کہا کہ صبح کو یہ طالب علم شاہی دربار میں پیش کیا جائے،

صبح کے وقت جب آپ دربار شاہی میں پیش کیے گئے تو آپ سے دریافت کیا گیا کہ تمھارا نام کیا ہے۔ اور کہاں کے رہنے والے ہو، آپ نے جواب میں فرمایا کہ عبدالحکیم میرا نام ہے، ملتان کا رہنے والا ہوں حصول علم کے لئے اس شہر میں آیا ہوا ہوں۔

بادشاہ نے پوچھا تم کس استاد کے پاس پڑھتے ہو آپ نے استاد کا نام بتا دیا، پھر پوچھا تمھارے کھانے کا انتظام کس کے گھر میں ہے، آپ نے فرمایا کہ بھٹیاری کی بھٹی کے بچے کچے دانے کھا کر گذارا کرتا ہوں، پھر پوچھا گیا کہ مطالعہ کس جگہ کرتے ہو، آپ نے فرمایا ایک دوکاندار کی دوکان رات کو جس وقت تک کھلی رہتی ہے اس کی روشنی سے استفادہ کرتا ہوں، چنانچہ بادشاہ نے استاد، بھٹیاری، اور دکاندار کو پیش کرنے کا حکم دیا، شاہی کارندے دوڑے اور تینوں کو لے کر دربار شاہی میں پیش کر دیا، بادشاہ نے استاد محترم سے پوچھا کیا یہ تمھارا شاگرد ہے، استاد نے کہا جی ہاں، پھر پوچھا اس طالب علم کے بارے تمھارا کیا خیال ہے، استاد محترم نے فرمایا نہایت ہی محنتی، نیک متقی اور پرہیز گار ہونے کے علاوہ انتہائی زیرک وذہین بھی ہے، شغل علم میں اس قدر سرشار ہے کہ دوسرے کسی کام کے ساتھ اس کا کوئی سروکار نہیں، اگرچہ سبق کا وقت اتنا ہی ہے کہ جب میں قضائے حاجت کے لئے جاتا ہوں تو یہ کوزہ اٹھائے ہوئے سبق پڑھتا جاتا ہے، اور واپسی پر بھی ایسے ہی کرتا ہے، اسکی چال چلن سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید یہ کوئی مادرزاد ولی اللہ ہے،

پھر بادشاہ نے بھٹیاری سے سوال کیا اس طالب علم کے بارے تو کیا جانتی ہے، اس نے کہا بادشاہ سلامت کئی دن ہوئے یہ میری اجازت سے میرے بھٹی کا کام ختم کر جانے کے بعد بھٹی کے اردگرد پڑے ہوئے دانے چن کر کھالیتا ہے، یہ نہایت ہی صابروشاکر درویش صفت شخص ہے، جب کبھی سویرے بھی آجائے کہ ابھی میں بھٹی کا کام ختم نہ کر چکی ہوں تو بندہ خدا کتاب کے مطالعہ میں مشغول بیٹھا رہتا، اگر عورتیں موجود ہوں تو اس نیک سیرت نے ان کو کبھی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا،

بادشاہ نے دکاندار سے سوال کیا کہ تم اس شخص کے بارے کیا جانتے ہوں اس نے کہا کہ یہ عارف یگانہ طالب علم کئی دن سے میری دوکان پر مطالعہ کے لئے آتا ہے، میری دوکان پر خدا کے فضل وکرم سے مال واسباب اور درہم ودینار کی فراوانی ہوتی ہے، کبھی کبھی اس کی موجودگی میں دروازہ کھلا چھوڑ کر چلا جاتا ہوں اور بہت دیر کے بعد جب واپسی آتا ہوں تو یہ کتاب کے مطالعہ میں ہی مصروف نظر آتا ہے،

جب یہ تینوں حضرات آپ کی صفائی پیش کر چکے تو بادشاہ نے استاد محترم سے کہا آج کے بعد انکے کھانے پینے اور رہائش کا انتظام شاہی دربار کے خرچ ہوگا، اور آپ بھی انکی تعلیم کے لئے مزید وقت نکال کر انکی تعلیم پر خصوصی توجہ فرمائیں،

سیرت وکردار ☆: آپ کے چہرے پر بچپن ہی سے آثار ولایت نمایا تھے، نماز روزہ فرضی نمازوں کے علاوہ نفلی عبادات کا بھی خصوصی خیال فرماتے تھے، تمام عمر مخلوق خدا کی خدمت کو اپنا فرض تصور کرتے رہے، آنے والے مہمان کی خدمت اس انداز سے فرماتے کہ مہمان شرمسار ہوکر عاجز ہو جاتا،

آپکے دور کے ایک بزرگ حضرت علی حیدر رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ آپ کی ملاقات کی غرض سے جب آپ کے پاس تشریف لائے تو تمام حالات وواقعات کا مشاہدہ کرنے کے بعد اپنے گھر پہنچے تو اپنی اہلیہ کے دریافت کرنے پر فرمایا کہ میں نے حضرت عبدالحکیم کو ایک باکمال شخص پایا ہے جو اخلاق حمیدہ سے متصف ہے جبکہ نماز کی حضوری تو عجب ہے، شریعت اور طریقت پر سختی سے قائم ہیں، حقائق ومعارف تو گویا ان کے خانہ ذار ہیں، اور مہمان نوازی میں تو اس قدر کمال حاصل ہے کہ شاید ہی اور کو حاصل ہو، میں نے ان کے لنگر خانہ میں ایسی یک رنگی دیکھی ہے خواہ امیر ہو یا غریب بنگر سب کو یکساں اور وافر مقدار میں ملتا ہے،

الحمدللہ آپ کی قائم کردہ یہ روایت آج بھی آپ کے سجادہ نشین حضرت صاحبزادہ میاں عبدالخالق چشتی مہروی مدظلہ العالی نے قائم کر رکھی ہے، دربار شریف پر آنے والے ہر مہمان کو لنگر سے دو وقت کی روٹی دستیاب ہے، جیسا کہ آپ کے زمانے میں قاعدہ تھا کہ آپ کے دردولت کے قریب سے جو بھی مسافر سڑک سے گذرتا آپ کے مقرر کردہ خدام ان کو لنگر کھائے بغیر نہ جانے دیتے، یہی طریقہ آج بھی جاری وساری ہے، جو آپ کے فیضان کا حصہ ہے، خداوند عالم نے آپ کو بارہ اولادوں سے نوازہ تھا، جن میں گیارہ صاحبزادیاں ایک صاحبزادے تھے، یہ تمام اولادیں ایک ہی نیک سیرت اور باکردار بیوی کے بطن سے تھا چودہ افراد کا یہ کنبہ صرف اور صرف خدا کے فضل وکرم اور آپکی محنت ومزدوری کی حلال روزی سے پل رہا تھا،

لنگر خانے کے لئے آپ کی صاحبزادیاں اپنے ہاتھوں سے چکی چلا کر لنگر کی روٹیاں پکاتیں تھیں، یعنی پورا کنبہ ہی ہمہ وقت مہمانوں کی خدمت کیلئے وقت اور مصروف تھا، اپنی حالت یہ تھی کہ دوپہر کا کھانا اکثر مہمانوں کو ہی دے دیا کرتے تھے جب کبھی مہمان بکثرت زیادہ آجاتیں تو سارا کنبہ خود بھوکا رہنا پسند کرتا مگر مہمان کی خدمت میں کبھی کسر نہ چھوڑی جاتی تھی،

بیعت وخلافت ☆: آپ حضرت غوث الاعظم میر میراں، پیر پیراں السید نا محی الدین عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ابدال پوتے جمال اللہ زندہ پیر حیات المیر المعروف باباولی قندھاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پروردۂ نگاہ ولایت اور باطنی طور پر بیعت ہیں اور انہی کے ایما پر اس وقت کے عظیم ولی کامل حضرت ابوایوب قتال علیہ الرحمتہ کے ہاتھ پر ظاہری بیعت بھی اختیار کی جبکہ انہی سے خرقۂ خلافت حاصل کر کے سرفراز ہوئے۔

حضرت جمال اللہ کون ہیں ☆: حضرت غوث الاعظم میراں محی الدین عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے پوتے حضرت سید جمال اللہ نماز کے وقت وضو کرایا کرتے تھے۔ ایک دن وضو کے فوراً بعد حضور شہنشاہ بغداد ایک شخص سے مصروف

گفتگو ہوئے تو شہنشاہ بغداد کے پوتے نے پوچھا حضور یہ کون تھے؟ فرمایا! بیٹے یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔انہیں قیامت تک موت نہیں۔یہ مخلوق کی راہبری پر مامور ہیں۔بچے نے بھولے پن سے عرض کی ہم بھی خلق خدا کی خدمت کریں گے۔کیا ہمیں بھی قیامت تک کی زندگی مل سکے گی۔

یہ سن کر حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وضو کا بچا ہوا پانی کا چلو بھر کر حضرت جمال اللہ کو پلا دیا۔اور فرمایا جاؤ آج سے آپ بھی مخلوق خدا کی خدمت کرو۔

حضور غوث الاعظم نے حضرت شیخ جمال اللہ کے لیے عمر جاوید کی دعا فرمائی تھی۔وہ آج تک زندہ ہیں اور زندہ پیر حیات المیر کے نام سے مشہور ہیں۔ان کی بیٹھکیں پورے برصغیر میں مختلف جگہوں پر قائم ہیں۔جن میں سے مرکزی بیٹھک حسن ابدال ضلع اٹک میں مرجع خاص و عام ہے۔

ایک روز حضرت سید جمال اللہ زندہ پیر حیات المیر میاں چنوں کے علاقے سے گزر رہے تھے تو انہوں نے آپ کو کپڑے رنگتا ہوا دیکھا اور ادا پسند آ گئی۔حضرت زندہ پیر نے پوچھا کیا کرتے ہو؟ عرض کی حضور کپڑے رنگتا ہوں۔جواب میں حضرت زندہ پیر نے فرمایا میں تمہیں ہی کیوں نہ رنگ دوں۔بس کرم کی ایک توجہ ڈالی اور قلب کی حالت بدل دی۔

اس کے بعد باطنی طور پر گاہے گاہے تعلیم دینے کے لیے آتے رہے۔پھر فرمایا کہ سلوک کی منازل طے کرنے کے لیے کوئی ظاہری پیر پکڑ واور بیعت ہو جاؤ۔تب آپ حضرت ابوایوب قتال علیہ الرحمۃ کے دست مبارک پر بیعت ہوئے اور سلوک کی منزلیں طے کیں۔

آپ کی انوکھی کرامت ☆: چونکہ آپ مادرزاد ولی تھے۔بچپن سے ہی عشق الٰہی کا غلبہ تھا۔ہمہ وقت عبادت وریاضت میں مشغول رہتے۔اس کے علاوہ کوئی اور کام نہ تھا۔

آپ کے والد گرامی کو لوگ تنگ کرتے تھے کہ کپڑے دھو اور رنگ کر کے وقت پر نہیں دیتے۔ایک دن کچھ لوگ کپڑے لیٹ ہونے کی بنا پر آپ کے والد گرامی سے بحث ومباحثہ کر رہے تھے تو آپ کے والد گرامی نے ان سے کہا آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ میں اکیلا ہوں۔خدا نے ایک بیٹا دیا۔جو میرے کام کا نہیں وہ ہر وقت یاد خدا میں مصروف ومشغول رہتا ہے۔جبکہ میں اس وقت بوڑھا اور ضعیف ہو چکا ہوں۔اتنا زیادہ کام میرے اکیلے کے بس کا روگ نہیں ہے۔

آپ کے والد گرامی کی امیدیں دم توڑ چکی تھیں ان کا خیال تھا کہ بیٹا جوان ہو کر میرا معاون و مددگار ثابت ہوگا میرا بوجھ بٹائے گا چونکہ ضعیفی اور کمزوری کی وجہ سے لوگوں کے کپڑے بھی لیٹ ہو جاتے تھے جسکی وجہ سے کئی مرتبہ اہل دیہہ سے جھگڑا بھی ہو جاتا۔آپ کے والد گرامی نے اندریں حالات لوگوں سے معذرت کر لی اور فرمایا تم کسی اور سے کپڑے دھلوا لیا کرو میں مجبور ہوں ضعیفی کے اس عالم میں پورے دیہہ کے کپڑے دھونے رنگ کرنے مجھے اکیلے شخص کے بس کی بات نہیں ہے جبکہ میرا صرف ایک ہی بیٹا ہے جو خدا مست اور ہر وقت عبادت وریاضت میں مشغول رہتا ہے جسکی وجہ سے وہ میرے کام میں میرا معاون ثابت نہ ہو سکا۔

آپ نے والد گرامی کی زبانی یہ گفتگو سنی تو نہایت ہی ادب سے سوال کیا۔ابا جان کیا کام ہے کتنا کام باقی ہے۔میں آپ کا کام

کروں گا۔ بوڑھے والد نے فرمایا بیٹا، اس وقت میرے پاس لوگوں کے پانچ سو کپڑے موجود ہیں جن کو رنگ کرنا ہے۔

آپ نے وہ تمام کپڑے منگوا کر پانی میں ڈال دیئے۔ اور جو جو رنگ جس جس کپڑے کو رنگنا تھا۔ اسی رنگ کے رنگے ہوئے کپڑے ایک ہی برتن میں پڑے ہوئے پانی سے نکالتے جاتے اور والد بزرگوار کو دیتے جاتے۔

اس دن کے بعد سے آپ نے اپنے والد گرامی سے کہہ دیا کہ اب کام جانے اور میں جانوں آپ آرام کریں۔

کشف و کرامات ☆: ایک دفعہ ایک ہندو عورت نے آپ کو دو پٹے رنگنے کو دیئے۔ آپ نے لے کر رکھ لیے۔ جب وہ دوبارہ آئی اور آپ سے دوپٹے مانگے تو آپ نے نفی میں جواب دیا۔ جواب سن کر وہ کہنے لگی۔ ہمارے ہاں کل شادی ہے اور تم نے ابھی تک دوپٹے نہیں رنگے۔

اس وقت آپ مٹی کی کھانی بنا رہے تھے۔ آپ نے اسی ہندوانی عورت سے فرمایا کہ اندر کمرے میں جا کر دوپٹے اٹھا لاؤ ابھی رنگ دیتا ہوں۔ وہ گئی اور دوپٹے لے کر حاضر خدمت ہوئی۔ آپ نے وہ دوپٹے مٹی میں ڈال دیئے۔ وہ عورت پریشان ہوئی اور چیخنے لگی کہ میرے دوپٹے خراب کر دیئے۔

آپ نے فرمایا پریشان نہ ہو۔ بتا اس دوپٹے کو کون سا رنگ کروں۔ پھر دوسرا اٹھایا پھر پوچھا، اس کو کونسا رنگ کروں۔ حتیٰ کہ تمام دوپٹے اٹھا کر پوچھتے گئے اور عورت کی حسب منشا اسی رنگ کے رنگے ہوئے مٹی سے نکالتے گئے اور عورت کو دیتے گئے۔

یہ کرامت دیکھ کر وہ عورت اسی وقت کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگئی۔

کرامت ۲ ☆: ایک دن آپ دریا پر کپڑے دھو رہے تھے کہ اچانک چند ہندو پریشانی کے عالم میں نظر آئے اور انہوں نے آپ سے پوچھا۔ اے بندۂ خدا دریا کو عبور کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

آپ نے فوراً کپڑے کا ایک تھان اٹھایا اور کھول کر دریا پر ڈال دیا اور فرمایا کہ میں نے پُل بنا دیا ہے۔ لہٰذا اس کے اوپر سے گزر جاؤ۔ انہوں نے سوچا شاید یہ شخص ہم سے تمسخر کر رہا ہے۔ ان میں سے ایک ہندو نے آپ سے کہا کہ پہلے آپ اس پُل سے گزر کر دکھائیں پھر ہم گزریں گے۔ ان کی بات سن کر آپ نے اپنے پاس بندھے ہوئے اپنے بیل سے فرمایا۔ یہ لوگ ہندو ہیں اور یہ کمزور عقیدے کے مالک ہیں۔ جبکہ تو ایک صاحب ایمان کا بیل ہے۔ تو اس کپڑے کے پُل سے گزر جا۔ آپ کا یہ فرمانا تھا کہ بیل فوراً کپڑے کے پُل سے گزر کر دریا کے دوسرے کنارے پہنچ گیا۔ آپ کی یہ کرامت دیکھ کر وہ تمام ہندو قدموں میں گر گئے اور کلمہ پڑھ کر آپ کے ہاتھوں پر اسلام قبول کر لیا۔

کرامت ۳ ☆: ایک روز آپ اپنی خانقاہ میں مریدین و احباب کے جھرمٹ میں تشریف فرما تھے کہ ایک ضعیفہ عورت روتی ہوئی آئی، آپ نے پوچھا مائی کیا بات ہے اس قدر درد کے ساتھ رونے کا سبب کیا ہے، مائی نے عرض کی حضور میرا جوان بیٹا جو مثل حضرت یوسف علیہ السلام حسین و جمیل تھا ایک عرصہ سے غائب ہے دن رات اس کی یاد میں رونا میرا مقدر بن چکا ہے آج آپ کے دربار میں دعا کے لئے حاضر ہوں خدا کی بارگاہ میں دعا فرمائیں کہ میرا لخت جگر مجھے مل جائے،

آپ سے اس کی حالت ذار کو نہ دیکھا گیا دریائے کرم جوش میں آ گیا آپ نے فرمایا مائی آنکھیں بند کرو ابھی ایک لمحہ بھی نہ گذرا تھا کہ فرمایا مائی جی آنکھیں کھول کر دیکھو سامنے کون کھڑا ہے، مائی صاحبہ نے جب آنکھیں کھولیں تو اپنے یوسف گمشدہ کو سامنے دیکھ سینے سے لگا کر پوچھا بیٹا تم کہاں تھے اور یہاں کیسے پہنچے اس نے جواب دیا کہ میں یہاں سے بہت دور ایک مقام پر روغن لینے کے لئے بازار کی جانب جا رہا تھا کہ اچانک ان بزرگ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اس جگہ لا کھڑا کر دیا اور دیکھو میرے ہاتھ میں روغن والا برتن بھی موجود ہے،

کرامت ۴ ☆: ایک مرتبہ ایک شخص نے آپکی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی حضور قطب کا کیا درجہ اور مقام ہوتا ہے ،آپ نے فرمایا کہ قطب کا درجہ کم از کم یہ ہے کہ جب اپنے مصلے کو کہے کہ اڑ تو وہ ہوا میں اڑنے لگتا ہے۔ اسی اثنا میں آپ کا مصلی جس پر آپ تشریف فرما تھے وہ ہوا میں اڑنے لگا، آپ نے پکڑ کر فرمایا میں نے مثال دی تھی تجھے اڑنے کا حکم تو نہیں دیا تھا جس پر وہ دوبارہ فرش پر آ گیا۔

کرامت ۵ ☆: ایک دن ایک شخص آپ کی خدمت میں ہرن شکار کر کے لایا اور عرض کی حضور یہ حلال شکار ہے میری طرف سے قبول فرمالیں، آپ نے تحفہ قبول فرما کر پوچھا تمھارا نام کیا ہے، اس نے عرض کی حضرت میرا نام سلطان ہے اور سرگانہ قوم سے تعلق رکھتا ہوں، آپ نے فرمایا کہ گذشتہ رات مجھے بذریعہ الہام معلوم ہوا ہے کہ تلمبہ کا علاقہ اللہ تعالیٰ تیرے سپرد کر دے گا، اس نے عرض کی حضور اگر وہ علاقہ میرے سپرد ہوا تو میں اور میری اولاد تا حیات آپ کی خدمت گار رہے گی انشاء اللہ میرے بعد میری اولاد یں بھی آپ کی اولاد کی خدمتگار رہیں گی، چنانچہ پھر ایسا ہوا بھی ایسا ہی کہ خداوند کریم نے تلمبہ کا علاقہ آپ کے کہنے کے مطابق سلطان سرگانہ کو عطا فرمادیا،

کرامت ۶ ☆: ایک شخص عرصہ دراز سے آپکی زیارت کے لئے ملتان سے گدھے پر سوار ہو کر آتا تھا ایک مرتبہ وہ اپنے معمول سے گدھے پر سوار ہو کر آپ کی زیارت کے لئے آ رہا تھا کہ سواری سے گر کر زخمی ہو گیا آپ نے زخمی حالت میں دکھ کر اسکے زخموں پر ہاتھ پھیرا جس سے زخم اچھے ہو گئے اسکے بعد آپ نے فرمایا کہ آئندہ میری زیارت کے لئے یہاں نہ آنا، اگر میری زیارت کا شوق ہو تو ہر جمعہ کو بعد نماز جمعہ حضرت غوث بہاوالدین زکریا علیہ الرحمۃ کے دربار پر آ کر زیارت کر لیا کرنا، اس طرح وہ ضعیف وناتواں آنے جانے کی زحمت سے بچ کر ہر جمعہ کو ملتان میں ہی حضرت بہاوالدین زکریا علیہ الرحمۃ کے دربار پر ہی آپ کی زیارت سے مشرف ہوتا رہا جبکہ آپ جمعہ کے روز کبھی بھی اپنے قصبہ اور خانقاہ سے باہر نہیں گئے،

کرامت ۷ ☆: کتب تواریخ اور بزرگان دین کی سوانح حیات اور تذکروں میں یہ بات موجود ہیں کہ حضرت سید عبداللہ شاد المعروف بابا بلھے شاہ قصوری قادری رحمۃ اللہ علیہ جن دنوں تلاش مرشد کے لئے سرگرداں تھے تو انکا گذر آپکی خانقاہ معلیٰ کے قریب سے ہوا تو ملاقات کے لئے حاضر ہوئے،

بعض تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ سرراہ کسی جنگل بیابان میں ملاقات ہوئی بہرکیف آپ نے، حضرت بابا بلھے شاہ علیہ الرحمۃ کا

آ گے بڑھ کر استقبال کیا بغل گیر ہوئے اور اپنے قریب بیٹھایا کافی دیر تک عارفانہ گفتگو بھی ہوئی، آپ کی گفتگو سے متاثر ہو کر بابا بلھے شاہ علیہ الرحمۃ نے بیعت کے لئے درخواست کی تو آپ نے فرمایا آپ کا جو باطنی حصہ میرے پاس ہے وہ میں تمھیں عطا کرتا ہوں، جہاں تک بیعت کا تعلق ہے تمھارا حصہ حضرت میاں شاہ عنایت قادری لاہوری علیہ الرحمۃ کے پاس ہے وہاں جا کر ان سے بیعت اختیار کرو، حضرت بابا بلھے شاہ قادری علیہ الرحمۃ آپ کی خانقاہ معلیٰ سے واپس روانہ ہوئے تو ان کا سینہ نور معرفت سے روشن ہو چکا تھا اور یہی وجہ تھی کہ جب وہ حضرت شاہ عنایت قادری علیہ الرحمۃ کی خدمت میں پہنچے تو انہوں نے پہلی نظر میں آنے والے شہباز کو پہچان کر فوراً اپنے ہاتھ پر بیعت سے سرفراز فرما دیا تھا،

برصغیر کی تاریخ کا اہم ترین واقعہ اور آپ کی کرامت ☆ : مغل شہنشاہ ہندشاہجہاں نے ایک روز خواب میں دیکھا کہ اس نے ایک پرشکوہ عالیشان مسجد تعمیر کرائی ہے۔ جس کا نقشہ خواب سے بیدار ہونے کے بعد اس کے ذہن میں ضرور تھا مگر صفحہ قرطاس پر اس کو اتار نہ سکتا تھا اور نہ ہی مکمل طور پر بیان کر سکتا تھا۔

ان دنوں دہلی میں ایک ماہر فن تعمیرات استاد حامد صاحب جو شاہی دربار سے منسلک تھے۔ دہلی میں ایک محلہ ان کے نام سے منسوب ہے جو کہ محلہ استاد حامد کے نام سے مشہور ہے۔ شہنشاہ نے انہیں بلوایا اور مسجد کی تعمیر کے بارے اپنا عندیہ دیتے ہوئے اپنے خواب کا ذکر بھی کیا۔ کہ جو مسجد مجھے خواب میں دکھائی گئی ہے اس کے مطابق ہو۔

استاد حامد پریشانی کے عالم میں دربار شاہی سے واپس ہوئے اور سوچ میں پڑ گئے۔ بالآخر ایک خدا رسیدہ بزرگ کی خدمت میں جا کر سارا قصہ عرض کیا تو انہوں نے اپنا رومال استاد حامد کے اوپر ڈال دیا۔ اس بزرگ کا رومال جیسے ہی استاد حامد کے سر پر آیا۔ مسجد کا سارا نقشہ استاد حامد کی آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ جس کو انہوں نے اچھی طرح ذہن نشین کر لیا اور بعد میں اس کے مطابق نقشہ کاغذ پر تیار کر کے بادشاہ شاہجہاں کے روبرو پیش کیا۔ جسے دیکھتے ہی بادشاہ اچھل پڑا اور چلا کر کہنے لگا۔ بے شک ایسی ہی مسجد مجھے خواب میں دکھائی گئی تھی۔

بادشاہ کے حکم سے فوراً اس کی تعمیر شروع ہوگئی۔ بصرف کثیر ایک عرصہ کے بعد اس کی تعمیر مکمل ہوگئی۔ جس کے باعث بادشاہ بہت خوش تھا اور اس خوبصورت مسجد کی تعمیر پر استاد حامد کو انعام سے نوازنا چاہتا تھا۔

مگر دہلی کے علمائے سو کے دل میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی کہ شہنشاہ نے مسجد کی تعمیر کے کسی بھی مرحلے میں علمائے دہلی کو اعتماد میں نہیں لیا۔ نہ ہی کسی کو اہمیت کے قابل سمجھا۔ ان علماء نے اعلان کر دیا کہ مسجد میں نماز پڑھنی ناجائز ہے۔ کیونکہ اس کا سمت قبلہ درست نہیں ہے۔ یہ خبر سن کر شہنشاہ کو بہت ملال ہوا۔ اس نے استاد حامد کو انعام سے نوازنے کی بجائے سزا کا مستحق گردانہ۔

اب استاد حامد نے پریشان ہو کر نقشہ دکھانے والے فقیر سے رابطہ کرنا چاہا تو پتہ چلا کہ ان کا تو وصال ہو چکا ہے۔ اس سلسلہ میں مختلف درویشوں سے رابطہ کیا تو پتہ چلا کہ میاں چنوں کے علاقہ میں ایک بزرگ جن کا نام عبدالحکیم ہے رنگریزی کا کام کرتے ہیں۔ جو کہ حضرت غوث اعظم کے پوتے سید جمال اللہ حیات المیر زندہ پیر کے پروردۂ نگاہ ولایت ہیں۔ ان سے اگر رابطہ کیا جائے تو

مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔

چنانچہ استاد حامد مسجد کا نقشہ لے کر میاں چنوں کے قریب موضع عبدالحکیم ریلوے اسٹیشن پہنچے اور آپ کی خدمت میں جس وقت پہنچے تو آپ اس وقت کپڑوں کو رنگ دے کر نچوڑ رہے تھے۔ آپ کپڑے رنگتے رہے اور نچوڑتے رہے۔ اسی دوران استاد حامد کی بات بھی سنتے رہے۔ ان کی مکمل بات سن کر فرمایا کہ مسجد کا نقشہ زمین پر پھیلا دو۔ میں جس وقت کپڑے نچوڑوں گا۔ تم نے جس طرف قبلہ کی سمت کھسکانی ہو میرے کپڑے نچوڑنے کی حرکت کے ساتھ ساتھ نقشہ سرکاتے رہنا۔ جب مقررہ مقام آ جائے تو روک دینا۔

چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب سمت قبلہ کا تعین استاد حامد کے نقشے کے عین مطابق صحیح ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ قبلہ کی سمت تو درست ہو گئی۔ مگر محراب میں شگاف پڑ گیا ہے۔ جا کر اسے بھروا دو۔ استاد حامد خوشی خوشی دہلی پہنچے اور مسجد میں جا کر دیکھا تو واقعی شگاف پڑا ہوا تھا۔ اسے فوراً بھروا دیا گیا۔ جس کا نشان آج بھی باقی ہے۔ یہ دیکھ کر بادشاہ بھی بہت خوش ہوا۔ استاد حامد سجدۂ شکر بجا لائے۔ یہ دیکھ کر علمائے سو کی بے چینی میں اور اضافہ ہو گیا اور انہوں نے نیا فتویٰ دے دیا کہ یہ مسجد رعایا کے پیسے سے بلا اجازت رعایا بنائی گئی ہے۔ لہٰذا اس میں نماز پڑھنا ناجائز ہے۔ بادشاہ نے استاد حامد کو دوبارہ طلب کیا اور علماء کے فتوے کے بارے بتایا۔ اور کہا کہ اس کا کوئی حل تلاش کرو۔

چنانچہ استاد حامد دوبارہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے کہ ہماری ان مولویوں سے جان چھڑائیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم جاؤ۔ میں خود بادشاہ سے مل کر اس کا حل بتا دوں گا۔

الغرض استاد حامد واپس آ گئے اور آپ کا پیغام بادشاہ کو پہنچا دیا۔ جس سے بادشاہ مطمئن ہو گیا۔ ایک شب بادشاہ تہجد کے لیے اٹھا تو کیا دیکھا کہ کمرے میں ایک نورانی صورت بزرگ ہیں۔ بادشاہ نے ان سے کہا کہ باوجود اتنے سخت پہرے کے میرے کمرے میں داخل ہونے کی کیسے جرأت ہوئی۔

آپ نے جواب میں فرمایا کہ شہنشاہ جو کوسوں دور بیٹھے شاہی مسجد کی محراب میں سمت قبلہ کو درست کر سکتا ہے۔ وہ آپ کی خوابگاہ میں بلا روک ٹوک آنے کی طاقت رکھتا ہے۔ شہنشاہ آپ کی بات سن کر بہت نادم ہوا۔ وہ نورانی صورت آپ ہی کی تھی۔

آپ نے شہنشاہ سے فرمایا کہ کیوں پریشان ہوتے ہو۔ مسجد میں نماز جائز ہے۔ بادشاہ اپنی رعایا کی جان و مال کا مالک ہوتا ہے۔ جو ظل اللہ ہے۔ اس نے اپنا مال شاہی مسجد کی تعمیر پر خرچ کیا ہے۔ اگر نو تعمیر شاہی مسجد میں نماز ناجائز ہوتی تو خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس مسجد میں تشریف نہ لاتے۔ جاؤ جا کر دیکھو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کا نشان حوض کے بائیں طرف موجود ہے۔

یہ سن کر بادشاہ بہت خوش ہوا۔ اور جا کر مسجد کو کھول کر جب وضو کے تالاب پر پہنچا تو دیکھا کہ واقعی مسجد میں قدم مبارک کا نشان موجود ہے۔ بادشاہ نے اسے بوسہ دیا اور اس جگہ نشان لگوا دیا۔ بعد ازاں سنگ مرمر کا پتھر اتنا بڑا بنا کر اس کو پختہ کرا دیا۔ آج بھی یہ نشان جامع مسجد شاہی میں قدم شریف کے نام سے مشہور اور مرجع خلائق ہے۔ آج بھی شاہی مسجد کی زیارت کرنے کے لیے جانے والے حضرات اس جگہ سے برکت حاصل کرنے کے لیے دو رکعت نماز نفل ادا کرتے ہیں۔

وصال با کمال ☆: آپ کا وصال با کمال ۱۱۴۵ ہجری بمطابق 1732ء کو ہوا۔

وصال سے قبل ایک دن آپ نے اپنے احباب واولاد سے فرمایا کہ میرا آفتاب حیات غروب ہونے کو ہے چاہے کہ ایک قطعہ زمین خرید لیا جائے آپ کے فرمان کے مطابق اعزا نے ایک قطعہ زمین خریدا جہاں آج کل آپ کا مزار پرانور ہے اس کے چند دنوں بعد آپ بیمار ہو گئے اور اسی بیماری میں آپ کا چند روز بعد وصال ہو گیا۔

مزار پُرانوار موضع عبدالحکیم، ریلوے اسٹیشن تحصیل کبیر والا ضلع خانیوال میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کونورایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کا سالانہ عرس ہر سال یکم ہاڑ کو ہوتا ہے۔ دوردور سے ہزاروں کی تعداد میں زائرین آکر شرکت کرتے ہیں۔

آپ کے مزار پر آپ کے دور کا قائم کردہ مدرسہ آج بھی بدستور علم دین اسلام کی روشنی پھیلا رہا ہے۔ جسکی نگرانی دربار شریف کے سجادہ نشین صاحبزادہ میاں عبدالخالق چشتی مہروی مدظلہ العالی جو آپ کے اولاد سے ہیں بڑے ہی احسن انداز میں فرمارہے ہیں دربار شریف ک ساتھ عظیم الشان جامع مسجد اور دارالعلوم دونوں اپنے فن تعمیر کا منہ بولتا ثبوت اور پانچوں وقت نمازوں کے علاوہ ہمہ وقت طلباء کی کثرت سے بھرپور ہیں۔

فقیر راقم الحروف کو آپ کے دربار شریف کے تادم تحریر ایک مرتبہ 20 اکتوبر 2009ء کو اپنے بیس رکنی قافلہ کے ہمراہ حاضری نصیب ہوئی ہے اس قافلہ کے روح رواں امیر جماعت اہل نسبت علامہ قاری غلام محمد چشتی صدر جماعت اہل سنت ضلع راولپنڈی بھی فقیر کے ہمراہ تھے سجادہ نشین میاں عبدالخالق چشتی مہروی انتہائی خلیق ومہربان اور متشرع اور مہمان نواز شخصیت کے حامل ہیں اور اپنے بزرگوں کے مشن کی تکمیل میں ہمہ وقت مصروف عمل ہیں خداوند عالم اس نوجوان سجادہ نشین کو دین حقہ کی خدمت کی مزید توفیق عطا فرمائے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سید محمد فاضل الدین گیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: بانی سلسلہ عالیہ قادری فاضلیہ بٹالہ شریف، نجیب الطرفین سید، نسبت رسولی، اولاد غوث الاعظم، شہباز میدان حقیقت ومعرفت، منبع جود وسخا، آفتاب علم وحکمت وولایت حضرت ابوالفرح سید محمد فاضل الدین گیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ گنجینۂ معرفت اور بانی سلسلہ قادریہ فاضلیہ ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 1070 ہجری بمطابق 1659ء کو حضرت ابوالحسن عنایت اللہ قادری گیلانی علیہ الرحمتہ کے گھر بمقام چک قاضی تحصیل شکرگڑھ ضلع سیالکوٹ میں ہوئی۔

آپ کا نام نامی اسم گرامی محمد فاضل ملقب بہ فاضل الدین ہے، جبکہ ابوالفرح اور ممدوح صاحب کے القاب سے معروف ہوئے۔

آپ نجیب الطرفین سید اور حضور پیران دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد پاک سے ہیں۔ آپ کا شجرہ نسب چند واسطوں سے حضور غوث الثقلین محبوب سبحانی السیدنا عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا کر ملتا ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

حضرت سید ابوالفرح محمد فاضل الدین گیلانی بن حضرت سید عنایت اللہ بن حضرت سید محمد عارف بن حضرت سید محمد معروف بن حضرت سید آدم بن حضرت سید موسیٰ بن حضرت سید فیروز الدین بن حضرت سید آغا بدیع الدین شہید بن حضرت سید محمد بن حضرت سید ابوالفضل احمد بن حضرت سید عبداللہ بن حضرت سید محمد بن حضرت بوصالح نصر بن سید عبدالرزاق بن حضرت غوث الاعظم پیران پیر دستگیر محبوب سبحانی قطب ربانی السیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعلیھم الرحمتہ والرضوان والغفران۔

آپ کے جد اعلیٰ کی شکرگڑھ میں آمد وشہادت ☆: 962 ہجری بمطابق 1554ء میں شہنشاہ ہمایوں اپنے ایام جلاوطنی میں متعدد مقامات کی سیر کرتے ہوئے بغداد شریف پہنچا اور حضرت غوث الاعظم سرکار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار گوہر بار میں حاضری دی اور مزار بغداد کے سجادہ نشین حضرت سید محمد جیلی علیہ الرحمتہ سے ملاقات کر کے درخواست کی کہ آپ اپنی اولاد میں سے کسی عظیم

شخصیت کو میرے ہمراہ بطور مذہبی پیشوا ہندوستان روانہ کر دیں تا کہ مجھے ان کی برکت سے فتح ونصرت نصیب ہو اور میری فوج میں ان کی وجہ سے جوش و جذبہ بھی پیدا ہو۔

حضرت سید جیلی علیہ الرحمتہ البغدادی نے ہمایوں کی درخواست کو قبول فرماتے ہوئے حضرت سید بدیع الدین شاہ المعروف شاہ آغا بدیع الدین شہید کو ہمایوں کے ہمراہ عازم ہندوستان کر دیا۔

ہمایوں نے ہندوستان آتے ہی مذہبی امور اور عدل وانصاف کے محکمے حضرت سید بدیع الدین شاہ شہید کے سپرد کر دیئے۔ مگر شومی قسمت کے ہمایوں اس کے بعد چھ ماہ بھی حکومت نہ کر سکا اور اپنے محل کی سیڑھیوں سے اترتے ہوئے گر کر مر گیا۔ اس کے بعد ملک میں غدر مچ گیا اور طوائف الملوکی کا دور شروع ہو گیا۔

شہنشاہ اکبر نے دہلی روانگی سے قبل اس علاقے کی حکمرانی کے تمام تر اختیار اور اسلامی فوج کی قیادت حضرت آغا بدیع الدین شاہ شہید کے حوالے کی اور خود دہلی چلا گیا۔ دشمن چونکہ تاک میں تھا اس نے موقع سے فائدہ اٹھایا کہ شہنشاہ کے جانے کے بعد مٹھی بھر مسلمان فوجی رہ گئے ہیں لہٰذا ایسے میں ان پر یکبارے حملہ کر دو۔ انہوں نے اپنے ساتھ مقامی جاٹوں کو ملا کر آغا بدیع الدین اور مسلمان فوج سے لڑائی کی حضرت سید بدیع الدین آغا شہید اس معرکہ میں دشمنان اسلام سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے اور ان کا مزار موضع سہاری تحصیل شکر گڑھ میں مرجع خاص و عام ہے۔

حضرت آغا بدیع الدین شہید آٹھ واسطوں سے آپ کے جد اعلیٰ ہیں، جس کی تفصیل شجرہ نسب میں آ چکی ہے۔

تربیت و تعلیم ☆: آپ کی ابتدائی تربیت و تعلیم کا آغاز اپنے گھر میں والدین کے زیر سایہ ہوا، بعد ازاں علوم متداولہ کی کتب کی تحصیل کے لیے سیالکوٹ اور لاہور کی مایہ ناز دینی درسگاہوں میں وقت کے جید اور متبحر علماء کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر کے تعلیم حاصل کرتے رہے۔

سیالکوٹ میں حضرت ملا عبدالحکیم کے قائم کردہ دینی مدرسہ میں ان کے نواسے حضرت ابوالحسن فتح محمد اور لاہور میں حضرت میاں محمد غوث لاہوری علیہ الرحمتہ سے عربی و فارسی کی کتابیں پڑھیں، اس کے علاوہ مزید تعلیم کے حصول کے لیے قصبہ بٹالہ ضلع گورداسپور تشریف لے گئے۔ جہاں اس زمانے کی مشہور و معروف درسگاہیں موجود تھیں۔ اور وہاں پہلے سے موجود آپ کے اجداد بھی مقیم تھے، گورداسپور کے علماء سے استفادہ کے بعد مزید تعلیم کے حصول کے لیے شیخ محمد فاضل کلانوری کی خدمت میں کچھ عرصہ رہے اور وہاں سے دہلی تشریف لے گئے اور علوم دینیہ کی تحصیل و تکمیل کر کے فارغ ہوئے۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت شیخ محمد فاضل کلانوری گورداسپوری علیہ الرحمتہ کے دست حق

پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز وممتاز ہوکر صاحب ارشاد ہوئے۔

شجرۂ طریقت☆: آپ کا شجرہ طریقت چند واسطوں سے حضرت غوث الثقلین محبوب سبحانی السیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا کر ملتا ہے، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

حضرت ابوالفرح شیخ فاضل الدین گیلانی مرید شیخ محمد افضل کلانوری مرید شیخ طاہر بندگی لاہوری مرید حضرت شیخ شاہ سید سکندر گیلانی کیتھلی مرید حضرت شاہ کمال کیتھلی مرید شاہ محمد فضیل مرید شمس الدین گدا مرید شاہ رحمٰن گدا مرید شاہ شمس الدین مرید شاہ عقیل مرید شاہ بہاؤالدین مرید سید عبدالوہاب مرید سید شرف الدین مرید حضرت سید عبدالرزاق قادری گیلانی مرید پیران پیر دستگیر محبوب قطب ربانی السیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی الحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعلیھم الرحمتہ والرضوان والغفران۔

خانقاہ قادریہ فاضلیہ کا قیام اور درس وتدریس☆: آپ کے صاحبزادے حضرت سید غلام قادر گیلانی قادری علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ والد گرامی حضرت ابوالفرح سید فاضل الدین گیلانی قادری رحمتہ اللہ نے مجھ سے بیان فرمایا کہ میں ایک دن قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف تھا کہ جب میں اس آیت پر

قُلِ اللّٰھُمَّ مَالِکَ الْمُلْکِ تُؤتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآ وَ تَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآ وَ تُزِلُّ مَّنْ تَشَاءُ بِیَدِکَ الْخَیْرُ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیٍٔ قَدِیْرٌ o

ترجمہ☆: کہو اے اللہ ملک کے مالک، جسے چاہے ہو بادشاہی دیتے ہو، اور جس سے چاہتے ہو بادشاہی لیتے اور جسے چاہتے ہو معزز کرتے ہو اور جسے چاہتے ہو ذلیل ورسوا کرتے ہو، بہتری تمہارے ہاتھ میں ہے بے شک تو ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔

پہنچا تو میں محویت میں سرشار ہو گیا اور اس دوران حضور غوث الاعظم جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ظہور فرمایا اور مجھ سے فرمایا کہ یہ قادریت کا پرچم تھام لو، اور لوگوں کو اس طرف بلاؤ اور جو اس پرچم قادریت کے سایہ میں آئے گا اللہ تعالیٰ اس کو سرفرازی عطا فرمائے گا اور ہر قسم کی آفات سے محفوظ و مامون فرمائے گا اور اس کے ایمان کی حفاظت فرمائے گا۔ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہیں اپنا نائب مقرر کرتا ہوں اور اپنے مشرب کا شارب بناتا ہوں، تمہارا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

اُٹھو اور لوگوں کو راہ ہدایت کی طرف بلاؤ اور میں ہر وقت تمہارے ساتھ رہوں گا اور دستگیری کروں گا اس کے بعد آپ پر کچھ دن محویت طاری رہی بعد ازاں سلوک میں واپس آ گئے۔ آپ نے حضور غوث الاعظم کے فرمان کی تکمیل کے لیے بٹالہ کے مشرقی جانب جو ایک غیر آباد جگہ تھی وہاں تشریف لائے اور ڈھائی روپیہ فی مرلہ کے حساب سے کچھ جگہ وہاں خرید کر خانقاہ قادریہ فاضلیہ کی بنیاد رکھی اور اس

پر ایک عمارت تعمیر کرائی جس میں اپنے رہنے کے علاوہ آنے والے طالبان حق کے لیے بہترین کمرے اور طلباء کے قیام کے لیے کمرے لنگر خانے تعمیر کرائے اور اس کے ساتھ ہی نمازیوں کے لیے ایک عظیم الشان مسجد بھی تعمیر کرائی۔

جب آپ نے تعمیر کا آغاز کیا تو آپ کے پاس پیسے نہ تھے تعمیر کے دوران تمام نظام خزانہ غیب سے چلتا رہا۔

مدرسہ کی تکمیل کے بعد وہاں طلباء کا ایک جم غفیر جمع ہو گیا۔ مدرسے میں صرف ساٹھ اساتذہ تھے، جن کو باقاعدہ ماہانہ تنخواہ دی جاتی تھی۔ اس کے علاوہ طلباء کی خورد و نوش اور لباس ادویات اور دیگر ضروریات کا کفیل بھی مدرسہ تھا۔

آپ خود بھی مدرسہ کے طلباء اور تصوف کا درس لینے والے طالبان حق کو درس دیا کرتے تھے۔ آپ کا بہت بڑا کتب خانہ تھا۔ جس میں ہزاروں کتابیں موجود تھیں۔ آپ سلوک و تصوف کی کتابوں کے علاوہ کنز الدقائق اور قافیہ کی کتابیں بھی خود پڑھایا کرتے تھے۔

سیرت و کردار☆: آپ کی زندگی میں لطافت میثاق و معیار نمایاں نظر آتا تھا۔ آپ کی دنیاوی وجاہت بھی بلند مرتبہ پر تھی جبکہ علم تصوف میں آپ کو قدوۃ کا رتبہ حاصل تھا۔ آپ کو فردیت قطبیت کے درجات کی سرفرازی ملی تو آپ نے نور توحید و رسالت کو عام کرنے میں نہایت فیاضی سے کام لیا۔ آپ کے دست مبارک پر ہزاروں کافروں نے کلمہ پڑھ کر اسلام کو قبول کیا اور سلسلہ عالیہ قادریہ فاضلیہ میں منسلک ہونے کا شرف و اعزاز حاصل کیا۔

حسن اخلاق میں بے مثال اور ورع وضع قطع میں یگانہ روز تھے۔ ہر آنے والے کو بڑی ہی محبت و پیار سے ملتے تھے۔ لنگر آپ کا وسیع اور دراز تھا۔ ہزاروں افراد روزانہ آپ کے دروازے پر لنگر سے مستفید ہوتے تھے۔

آپ کے اس علم و عرفان کے مرکز کو مشرق و مغرب میں نمایاں حیثیت حاصل تھی۔ جہاں دور دور سے ہزاروں افراد آ کر حاضری دے کر آپ کے علم و عرفان و فیضان سے مستفیض ہوتے تھے۔

آپ کو دنیا اور اہل دنیا سے سخت نفرت تھی اسی بنا پر تمام زندگی میں کبھی دنیا کو اپنے نزدیک نہ بھٹکنے دیا، والدین کے ترکے سے جو جائیداد آپ کو ملی تھی وہ تمام راہ خدا میں تقسیم کر دی۔ آپ کسی سے کوئی نذر و نیاز قبول نہ فرماتے۔ بادشاہوں اور وڈیروں کی طرف سے جو جاگیرات دی جاتیں وہ تمام آمدن لنگر غوثیہ کے مصارف میں استعمال کرتے تھے۔ آپ نے اپنی مسند جانشینی کے لیے مروجہ طریقہ سے ہٹ کر فیصلہ کیا ہے کہ میری مسند کا وارث وہ ہوا کرے گا جو علوم دینیہ اور تصوف و معرفت کے علم کے ساتھ ساتھ اس منزل کا راہی بھی ہو۔ علوم دینیہ سے خالی کوئی شخص بھی میرا سجادہ نہیں کہلا سکے گا۔

یہی وجہ ہے کہ آپ کے بعد سے تاحال آپ کے دربار کے سجادگان ظاہری و باطنی دینی و دنیاوی علوم سے مرصع چلے آ رہے ہیں۔

کشف و کرامات☆: ایک مرتبہ ایک نابینا شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا کہ میری آنکھوں کی بینائی

جاتی رہی ہے۔ لہٰذا آپ خدا کی بارگاہ میں دعا کریں کہ مجھے دوبارہ بینائی مل جائے۔

آپ نے اس کی بات سن کر فرمایا کہ ہماری خانقاہ کی دہلیز پر جو خاک پڑی ہے اسے سرمہ بنا کر آنکھوں میں لگاؤ خدا مہربانی کرے گا۔

چنانچہ اس مریض نے ایسا ہی کیا اور آپ کی خانقاہ کی دہلیز کی خاک چند روز آنکھوں میں لگاتا رہا جس سے اس کی آنکھوں کی بینائی دوبارہ واپس مل گئی اور وہ بینا ہو گیا۔

کرامت نمبر۲ ☆: ایک مرتبہ ایک شخص اپنے کم سن بچے کو لے کر حاضر خدمت ہوا۔ اور عرض کی حضور اس بچے کے مستقبل کی بہتری کے لیے دعا فرمائیں۔

آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور رب کریم کی بارگاہ میں عرض کی، اے اللہ! اس کو وزارت عنایت فرمائیو، یہ دعائیہ کلمات سن کر اس بچے کا باپ متعجب ہوا کیونکہ اس کے دل میں اس قسم کا کوئی خیال بھی نہ تھا۔

مگر پھر ہوا یہ کہ تقریباً پچیس برس کے بعد وہ بچہ دہلی کی حکومت میں واقعتاً وزارت کے منصب پر فائز ہوا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال سات ذالحج 1151ھ بمطابق 1738ء کو ہوا۔

وصال سے قبل آپ نے فرمایا کہ آج کتنا مبارک دن ہے کہ سات ذالحج میری پیدائش کا دن ہے، اس کے کچھ دیر بعد آپ آرام کی غرض سے چارپائی پر لیٹ گئے اور کلمہ شریف پڑھا اور اس کے بعد، **یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ**، پڑھتے پڑھتے آپ کا وصال وصال باکمال ہو گیا، بوقت وصال آپ کی عمر شریف بہتر برس تھی۔

مزار پُر انوار بٹالہ شریف ضلع گورداسپور انڈیا میں مرجع خاص وعام ہے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔ آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت سید غلام قادر شاہ گیلانی علیہ الرحمتہ جو اپنے وقت کے عظیم شیخ کامل ہوئے سجادہ نشین مقرر ہوئے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت پیرا شاہ غازی قلندر قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆ : امام العارفین، قدوۃ السالکین، برھان الواصلین، زبدۃ الکاملین سلطان العاشقین حضرت پیر محمد المعروف پیرا شاہ غازی قلندر رحمتہ اللہ علیہ ۱۶۶۵ء بمطابق ۱۰۷۶ھ میں موضع چک بہرام ضلع گجرات کے ایک نیک سیرت با کردار عبادت گزار اور نیک گھرانے میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

آپ کے والد گرامی بہترین حافظ قرآن ایک بڑے زمیندار مگر دیندار صاحب تقویٰ عبادت گزار اور تہجد گزار شخص تھے۔ اسی طرح آپ کی والدہ ماجدہ بھی اپنے وقت کی عظیم نیک سیرت و با کردار پابند صوم وصلوٰۃ اور تہجد گزار خاتون تھیں۔ ایسے نیک والدین کے گھر میں جب آپ نے آنکھ کھولی تو گھر کا تمام کا تمام ماحول مذہبی تھا ایسے مذہبی ماحول اور نیک والدین کی زیرنگرانی آپ کی تربیت و پرورش ہوئی جس کے سبب آپ بہت جلد اعلیٰ مقام کو پہنچے۔

خاندانی پس منظر ☆ : آپ کا تعلق قبیلہ پسوال جو گجر قوم ایک گوت بھی ہے سے ہے آپ کا تمام خاندان زمیندار طبقے سے متعلق ہے والدین بھی زمیندار اور کاشت کاری کرتے تھے۔

جب آپ کی ولادت باسعادت ہوئی تو گھر میں خیر و برکت کا نزول شرع ہو گیا جس سے آپ کے والدین سمجھ گئے تھے کہ پیدا ہونے والا بچہ غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک ہوگا ایک دن آفتاب ولایت بن کر اس دنیا پر جلوہ گر ہوگا اسی وجہ سے والدین نے آپ کا نام پیر محمد رکھا تھا مگر آپ کو پیار سے پیرا کہہ کر پکارتے تھی اور یہی وجہ ہے کہ اب آپ کو پیرا شاہ غازی قلندری کے نام سے لکھا اور پکارا جاتا ہے۔

ابتدائی تعلیم و تربیت ☆ : آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے گھر میں حاصل کی بعد ازاں اپنے گاؤں کی مرکزی جامع مسجد سے حاصل کی تلاوت قرآن مجید آپ کا معمول اور شوق تھا۔

سیرت و کردار ☆ : آپ کا معمول تھا کہ قرآن مجید حمائل کی صورت میں ہر وقت گلے میں ڈالے رکھتے اور جہاں بھی قیام فرماتے وہیں تلاوت قرآن فرماتے۔ عبادت و ریاضت میں یگانہ روزگار اور زہد و تقویٰ میں بے مثل و بے مثال تھے آپ ایک نیک سیرت

با کردار خوش اخلاق اور انتہائی درجہ کے سخی تھے۔ اپنی زبان وکلام سے کسی کو تکلیف نہ پہنچاتے مخلوق خدا کی خدمت آپ کا شعار تھا۔ آپ کے چہرہ مبارک سے شان ولایت کا اظہار ہوتا تھا نور ولایت ہر وقت آپ کی پیشانی سے چمکتا رہتا تھا۔ جو بھی آپ کے چہرہ انور کی زیارت کرتا گرویدہ ہو کر رہ جاتا۔ آپ کا لنگر وسیع اور دراز تھا ہر آنے والا آپ کے لنگر سے فیض پاتا تھا۔

فوج میں نوکری ☆: عالم شباب میں آپ مغلیہ فوج میں بھرتی ہو گئے۔ یہ اورنگزیب عالمگیر کا عہد حکومت تھا اس عہد میں مرہٹوں اور ہندو جاٹوں نے بار بار سرکشی کی مگر ہر بار ناکامی ان کا مقدر بنی۔ کیونکہ وہ جب بھی سر اٹھاتے لشکر اسلام ان کے سر پر جا پہنچتا اور ان کی بیخ کنی کر دیتا۔

آپ نے بھی فوج کی ملازمت کے دوران بے شمار معرکوں میں اپنی شجاعت کے جوہر دکھائے اس دوران کئی مرتبہ آپ زخمی بھی ہوئے۔ اور شدید ضربات برداشت کیں مگر آپ کی یہ فطرت تھی کہ آپ دشمن پر شہباز کی طرح جھپٹتے اور شیر کی طرح ان کی صفوں میں گھس کر ان کا ستیاناس کر دیتے۔ آپ نے کئی برس تک عسکری خدمات سرانجام دیں اور اس دوران مختلف فوجی دستوں کی قیادت اور کمان بھی آپ کے سپرد رہیں۔

آپ کی ان عسکری خدمات کے صلہ میں آپ کو غازی اور امیر العساکر والمغازی کے خطابات بھی ملے۔ آپ اورنگزیب عالمگیر کی وفات تک فوج میں اپنے فرائض سرانجام دیتے رہے بعد ازاں آپ نے فوج سے استعفیٰ دیا اور یاد خدا اور خدمت خلق میں مصروف ہو گئے۔

بیعت وخلافت ☆: جب آپ کی عمر بائیس برس کی ہوئی تو آپ مرشد کامل کی تلاش میں گھر سے نکلے اور حجرہ شاہ مقیم ضلع قصور پہنچ کر حضرت شاہ محمد حیات الامیر بالا پیر گیلانی قادری علیہ الرحمۃ کے دست مبارک پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت سے مشرف ہوئے۔

آپ کے مرشد کامل نے آپ کو بیعت فرمانے کے بعد آپ کے سر پر دست شفقت رکھا اور آپ کو اپنا فرزند کہہ کر پکارا۔ مرشد کامل کے یہ الفاظ چار دانگ عالم میں پھیل گئے اور آپ پیرا شاہ کے نام سے مشہور اور معروف ہو گئے اور آپ کو امیر العساکر والمغازی حضرت میاں پیرا شاہ غازی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے نام اسم گرامی سے پکارا اور لکھا جانے لگا۔

آپ حضرت سیّد شاہ محمد امیر بالا پیر گیلانی قادری علیہ الرحمۃ کے مرید اور خلیفہ اعظم ہوئے اور آپ کی وجہ سے اس سلسلہ کو چار چاند لگے۔

شادی واولاد ☆: بیعت طریقت کے دو سال بعد آپ کے پیر ومرشد نے آپ کو شادی کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اس سنت نبویہ کو پورا کرنے کے لئے آپ نے گجرات میں موجود اپنے خاندان کی ایک لڑکی سے عقد کر لیا۔ جس کے بطن سے خدا نے آپ کو دو فرزند عطا فرمائے۔ جن میں سے ایک حضرت میاں ساون جی جن کا مزار محلہ سراجاں پرانا میر پور کی مسجد کے نزدیک موجود ہے۔

دوسرے صاحبزادے میاں شہباز عرف ڈھیرو ہیں جن کا مزار اقدس دربار عالیہ کھڑی شریف میں موجود ہے۔ یہ آپ کے مرید

لیفہ بھی تھے۔
جبکہ آپ کے خلیفہ اول حضرت میاں دین محمد علیہ الرحمۃ ہیں۔ حضرت میاں دین محمد علیہ الرحمۃ آپ کے متبنی فرزند تھے۔
جیسا کہ پہلے تحریر کیا جاچکا ہے کہ آپ نے دوشادیاں کیں تھیں ایک زوجہ سے دو بیٹے تھے جبکہ دوسری بیوی سے کوئی اولاد نہ تھی۔
آپ کی وہ زوجہ جن سے آپ کی کوئی اولاد نہ تھی۔ وہ حسن و جمال میں باکمال اور بے مثال تھیں۔ آپ کو ان سے بہت محبت تھی۔
چنانچہ ایک دن آپ دریا کے کنارے قرآن پاک کی تلاوت فرمار ہے تھے کہ کسی نے آ کر خبر دی کہ آپ کی اس بیوی کو کسی نے زہر دے دیا ہے۔ جس سے وہ ہلاک ہوگئیں ہیں۔ اس جانکاہ خبر کا آپ کے دل پر گہرا اثر ہوا اور جزوی طور پر آپ کے ہوش وحواس جاتے رہے اور قرآن پاک سمیت دریا میں چھلانگ لگا دی اور بارہ سال تک غائب رہنے کے بعد ایک دن اچانک بالکل اسی حالت میں اسی جگہ سے دریا سے باہر تشریف لے آئے دیکھنے والے حیران تھے کہ جسم بالکل خشک اور قرآن مجید بھی بالکل خشک تھا۔ کسی چیز پر بھی پانی کا ذرہ برابر بھی اثر نہ تھا۔

ترک وطن اور مجاہدہ عبادت وریاضت ☆: چک بہرام ضلع گجرات سے آپ ترک سکونت کر کے مختلف مقامات پر مقیم رہے اور ان میں سے بیشتر مقامات پر آپ چلہ کش بھی رہے لیکن ان تمام مقامات میں چک ٹھاکرہ (کھڑی شریف) کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ آپ نے جن مقامات پر چلہ کشی فرمائی ان میں سے چند مشہور مقامات درج ذیل ہیں۔ (نمبر۱) ٹھٹھہ موسی۔ (نمبر۲) پیرو شاہ۔ (نمبر۳) موضع ملدی حدود قلعہ روہتاس۔ (نمبر۴) بوڑھا جنگل۔ (نمبر۵) بیلہ موضع مناور کنارہ دریائے جہلم۔ (نمبر۶) ملوٹ ضلع میر پور۔ (نمبر۷) جبوٹ۔ (نمبر۸) سوال شریف۔ (نمبر۹) چک ٹھاکرہ کھڑی شریف وغیرہ اہم مقامات ہیں۔
چک بہرام کے نزدیک کئی برس تک عبادت وریاضت اور چلہ کشی کی اور وہاں سے ۱۷۲۰ء اور ۱۷۲۵ء کے درمیانی عرصہ میں آپ موضع ٹھاکرہ کھڑی شریف میں تشریف لے آئے اور یہاں پر اپنے مرید خاص اور خلیفہ اکبر حضرت میاں محمد دین کو یہاں پر چھوڑا اور آپ بذات خود مختلف مقامات پر چلہ کشی اور عبادت وریاضت میں مشغول رہے۔
دوران چلہ کشی آپ جس مقام پر مصروف عبادت ہوتے وہاں پر آپ کے گرد مخلوق خدا کا ہجوم جمع رہتا۔ جہاں جہاں سے آپ گزرتے جاتے۔ آپ کی ولایت کی خوشبو کستوری کی طرح ہر طرف پھیلتی جاتی جس کی وجہ سے لوگ قافلہ در قافلہ فوج در فوج آنے لگتے اور آپ کے دست حق پرست پر سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں افراد اس دوران بیعت سے مشرف ہوئے۔

آپ کی نشست گاہیں ☆: آپ جہاں بھی بیٹھ جاتے وہ جگہ اہل عقیدت اور اہل نظر کے لئے زیارت گاہ بن جاتی۔ آپ کی نشست گاہیں ویسے تو بہت زیادہ ہیں مگر ذیل میں صرف چار نشست گاہوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

نمبرا ☆: میر پور شہر شمال کی جانب منگلہ جھیل کے اس پار دامن کوہ میں موضع ملوٹ ہے جہاں آپ کی نشست گاہ آج بھی موجود ہے۔ اس مقام پر آپ عرصۂ دراز تک قیام پذیر رہ کر عبادت وریاضت ومجاہدہ اور سلوک کی منزلیں طے کرتے رہے۔ اس علاقہ کو آپ کی خصوصی دعا ہے جس کی وجہ سے وہ زمین برکت سے مالا مال ہے۔

نمبر۲ ☆: دوسری نشست گاہ آپ کے دربار سے شمال کی جانب پہاڑ پر واقع ہے۔ اس جگہ پر ایک پتھر کی سل ہے جس پر آپ کافی عرصہ بیٹھے رہے اور جب اس پر سے اٹھے تو آپ کے جسم کے آثار اس پتھر کی سل پر قائم ہو گئے کہا جاتا ہے اور یہ پتھر کی سل پہلے بالکل سیدھی تھی آپ کی نشست کے لئے یہ کرسی نما بن گئی جو کہ آج بھی اپنی اصل حالت میں موجود ہے۔ یہ جگہ آپ کے دربار عالیہ سے تقریباً دو میل دور ہے۔

نمبر۳ ☆: تیسری نشست گاہ قلعہ روہتاس میں موضع ملدی کے قریب واقع ہے یہ بھی لوگوں کیلئے آج تک زیارت گاہ ہے۔

نمبر۴ ☆: چوتھی نشست آپ کے دربار عالیہ کے صحن میں واقع ہے جب سلام وزیارت سے فارغ ہو کر لنگر خانے کی طرف جانے لگیں اور پتھر کی پرانی حویلی کے مشرقی گیٹ کے پاس پہنچیں تو دائیں طرف کی قبروں میں آپ یہ نشست تلاش کریں گے۔

یا لنگر سے فارغ ہونے کے بعد جونہی پتھر کی حویلی میں داخل ہو نگے تو اپنے بائیں ہاتھ کی جانب جنگلے میں داخل ہو جائیں تو فوراً آپ کی نظر اس نشست گاہ پر پڑے گی۔ اب یہ جگہ سطح زمین سے اونچی کر کے پختہ تعمیر کر دی گئی ہے۔

تعلیمات ☆: جذب و مستی اور استغراق کی کیفیت طاری ہونے سے قبل آپ نماز روزہ حقوق اللہ اور حقوق العباد۔ غرضیکہ شریعت مطہرہ کے احکامات **اَمْرِ بِالْمَعْرُوْف نَهِیْ عَنِ الْمُنْكَر** وغیرہ پر خود بھی پابند رہتے اور دوسروں کو ان احکامات پر پابند رہنے کی تلقین فرماتے تھے۔

نمبر۱ ☆: آپ کو قرآن کریم سے حد درجہ کا عشق اور لگاؤ تھا قرآنی تعلیمات کو پھیلانے کا بہت شوق تھا اسی لئے قرآن پاک کو حمائل کی صورت میں گلے لٹکائے رکھتے تھے اور بیشتر وقت قرآن کریم کی تلاوت میں مصروف رہتے تھے اور اپنے پاس آنے والوں کو قرآن کی تلاوت کا درس دیتے تھے۔

نمبر۲ ☆: شریعت ظاہرہ کے علاوہ تزکیہ نفس کے لئے آپ روحانی تعلیم کے بھی مبلغ تھے۔ خلوص، صدق، سچائی اور ہمدردی آپ کی تعلیمات کے اصل جوہر ہیں۔

نمبر۳ ☆: آپ کی عملی زندگی ہی لوگوں کی رہنمائی کے لئے آپ کی تعلیم ہے۔

دمڑی والی سرکار کہلانے کی وجہ تسمیہ ☆: آپ اپنے مریدین سے بطور شیرنی یا نذر نیاز صرف ایک دمڑی لیا کرتے تھے اور بوقت وصال بھی آپ نے اپنے خلیفہ و جانشین حضرت میاں دین محمد علیہ الرحمۃ کو وصیت فرمائی کو جو میرے مزار پر حاضری کیلئے آئے اور لنگر میں حصہ لینا چاہے تو اس سے صرف ایک دمڑی لینا۔ اگر کوئی اس سے زیادہ دینا چاہے تو اس کی مرضی خواہ کوئی دے یا نہ دے۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو اپنے مریدین و عقیدت مندان کا کتنا خیال تھا۔ کہ کسی پر زیادہ بوجھ بھی نہ پڑے اور لنگر میں اُس کا حصہ بھی پڑ جائے۔

نوٹ ☆: اس زمانے میں ایک روپیہ کے چونسٹھ پیسے ہوا کرتے تھے اور ایک پیسے کی چار دمڑیاں ہوتی تھیں۔ اس حساب سے 256 دمڑیوں کا ایک روپیہ بنتا تھا۔

دوسرے لفظوں میں 256 آدمی مل کر ایک روپیہ لنگر کے لئے جمع کراتے اور 256 آدمی لنگر کھاتے مگر باوجود اس کے کبھی بھی لنگر میں کمی نہ آئی نہ آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

عاجز نردھن اس دے درتے لکھ نعمت کھاندے
ہک دمڑی دا تحفہ لے کے دیندا دان لکھاں دے

پیرا شاہ غازی قلندر☆: ایک اورنگزیب عالمگیر کے عہد میں مغلوں کی فوج میں بھرتی ہوئے اس دور میں سکھوں اور مرہٹوں اور ہندو جاٹوں نے کئی بار سر اٹھایا لیکن ہر بار ناکام رہے۔ اورنگریب عالمگیر شالی ہند، پنجاب اور دکن پر پوری نظر رکھتا تھا۔ جہاں بھی دشمن سر اٹھاتا تاوہ اپنی فوج کا لشکر بھیج کر اس سرکوبی کرا دیتا تھا۔ آپ نے بھی کئی معرکوں میں حصہ لیا اور دینی فریضہ جان کر وطن عزیز کا دفاع کیا۔ آپ جس معرکہ میں بھی شامل ہوتے ڈٹ کر لڑتے اور بہادری کے جوہر دکھاتے حتیٰ کے دشمن کو آپ کے مقابلے کی سکت نہ رہتی۔ آپ کی ذات شیر کی طرح جس طرف بھی صفوں میں گھس جاتی میدان کارزار کا نقشہ پلٹ کر رکھ دیتے۔ آپ نے کبھی بھی ہمت نہ ہاری۔ زخموں سے چور چور جسم کے باوجود جذبہ شہادت لئے لڑتے رہتے۔ آپ اپنی بے مثال عمدہ فوجی خدمات کے صلہ میں امیر لشکر بنائے گئے۔ اسی لئے آپ کو امیر العساکر والمغازی پیرا شاہ غازی قلندر کہا جاتا ہے۔

پیرا شاہ غازی قلندر کہلانے کی وجہ یہ ہے کہ اگر چہ آپ خود بھی قلندر کے رتبہ پر فائز ہو چکے تھے اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ کا تعلق کسی قلندر سے ضرور ہوگا وگرنہ اس نام کا استعمال بے معنی ہو جائے گا یقیناً کسی نہ کسی قلندر سے آپ کا باطنی تعلق ضرور ہوگا۔

نیز یہ کہ قلندر کی صفت میں یہ بات خاص طور پر شامل ہے کہ یہ لوگ دنیا کو ہیچ اور فانی سمجھتے ہیں اس لئے لذت دنیاوی سے کنارہ کشش رہتے ہیں۔ بالعموم یہ لوگ رند مزاج ہوتے ہیں کسی کو برا نہیں سمجھتے۔ نہ کسی شے کے مالک بنتے ہیں نہ وارث۔

قلندر لاہوری علامہ ڈاکٹر محمد اقبال نے خوب کہا۔

قلندر جز دو حرف لا اللہ کچھ بھی نہیں رکھتا

تیسرے یہ کہ آپ حضرت محمد امیر بالا پیر کے مرید و خلیفہ تھے جو حضرت شاہ مقیم حجروی کے فرزند جن کے پڑدادا حضرت سیّد بہاول شیر قلندر تھے لہٰذا حضرت بہاول شیر قلندر کی نسبت سے آپ قلندر کہلائے۔

کشف و کرامات☆: ایک دن آپ دریائے گنگا کے کنارے حجامت بنوا رہے تھے کہ اچانک نظروں سے غائب ہو گئے۔ حجام اس واقعہ پر سخت پریشان حیران و ششدہ تھا کہ تھوڑی ہی دیر گزری کہ اس نے دیکھا آپ پھر اسی جگہ موجود ہیں مگر آپ کا جسم اور کپڑے پانی سے تر بتر تھے۔ حجام کے پوچھنے پر آپ نے بتایا کہ ایک سوداگر کا جہاز سمندر میں غرق ہونے لگا تھا۔ جو مجھے حجامت بنواتے ہوئے نظر آیا۔ میں فوراً اس کی مدد کو پہنچا اللہ تعالیٰ نے میرے طفیل اس کا جہاز بچا لیا۔ میں اسے ساحل پر پہنچا کہ واپس آ گیا ہوں۔ حجام نے جب یہ ماجرا سنا تو دل سے آپ کے عقیدت مندوں میں شامل ہو گیا۔ اور آپ کے سر کے بال اور ناخن جو اُس نے تراشے تھے احتراماً اس نے دفن کر دیئے۔

اِتَّقُوْ بِفِرَسَةِ المؤمِنِ فَاِنَّهٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ۔ الحدیث

جہاں میں اہل ایماں صورت خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

کرامت ۲ ☆: ایک دن دریا کے کنارے قرآن پاک کی تلاوت میں آپ مصروف تھے چند مرید بھی آپ کے ہمراہ تھے کہ اچانک دریا میں چھلانگ لگا کر غائب ہوگئے۔ مریدین نے دریا میں غوطے لگا کر ہر چند تلاش کیا مگر آپ کو ڈھونڈنے میں ناکام رہے۔ لیکن وہ ناامید نہ ہوئے اور روزانہ اسی جگہ آتے جاتے اور آپ کا انتظار کرتے بالاخر بارہ برس کے بعد آپ دریا کے اسی کنارے اچانک نظر آئے تو تمام مریدین نے دیکھا کہ جسم بھی خشک تھا۔ اور قرآن پاک پر بھی پانی نے کوئی اثر نہ کیا وہ بھی بالکل خشک تھا۔ آپ کے مریدین نے عرض کیا حضور آپ کہاں تشریف لے گئے تھے تو آپ نے فرمایا کہ میں تم لوگوں کے پاس سے جانے کے بعد حضرت خضر علیہ السلام کا مہمان بن کران کے پاس ٹھہرا رہا۔

کرامت ۳ ☆: ایک دفعہ آپ پیدل سفر فرما رہے تھے کہ راستے میں دریا آ گیا۔ دریا پر نہ کشتی نہ ملاح۔ آپ نے اللہ اکبر کہہ کر دریا میں قدم رکھ دیا۔ ایک مسافر اور بھی آپ کے ہمراہ تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ میرا نام لیتا ہوا میرے پیچھے پیچھے چلا آ۔ جبکہ آپ بذات خود اللہ اللہ کہتے اور اسم ذات کا ورد کرتے ہوئے جا رہے تھے۔ جب پانی گہرا آیا تو ساتھی مسافر نے سوچا کہ یہ شخص خود تو خدا کا نام لے رہا ہے اور مجھے کہتا ہے کہ میرا نام پکارتا آ۔ کیوں نہ میں بھی اسی کو پکاروں جس کو یہ پکار رہا ہے۔

چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا تعمیل حکم چھوڑ کر خدا کو پکارنا شروع کر دیا۔ اچانک پانی کمر سے بلند ہو کر گلے تک پہنچا۔ تب اس کے پاؤں اکھڑنے لگے تو وہ آہ وزاری کرنے لگا۔ آپ نے پلٹ کر دیکھا اور اس سے فرمایا کہ ابھی تو تجھے میرا نام لینا نہیں آیا تو بھلا اس ذات حقیقی کا نام کیسے لے سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا ہر بلندی پر پہنچنے کے لئے ایک زینہ ہوتا ہے۔ معرفت خداوندی حاصل کرنے کے لئے پیر طریقت کی پیروی ضروری ہے۔ اس مقام پر وارث شاہ فرماتے ہیں۔

بنا مرشد راہ نہ ہتھ آوے
دوہداں باجھ نہ رجھدی کھیر سائیں

کرامت ۴ ☆: آپ کے مرید وخلیفہ حضرت میاں محمد بخش عارف کھڑی علیہ الرحمۃ تذکرہ مقیمی میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ میرپور کے علاقہ ملوٹ کی پہاڑی پر تشریف فرما تھے کہ آپ کو بذریعہ کشف علم ہوا کہ نادر شاہ درانی بادشاہ ایران نے دہلی کو فتح کر لیا اور اب وہ محمد شاہ روشن اختر بادشاہ دہلی از ۱۷۱۹ تا ۱۷۴۸ کو قتل کرنا چاہتا ہے۔

تو آپ فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور نہایت ہی پروقار مگر گرجدار آواز میں پکارا کہ خبردار خلیفہ کو قتل مت کرنا۔ اور اس جملہ کو دو مرتبہ دہرایا اور اس کے بعد اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ تمام حاضرین حیران و پریشان تھے کہ آپ نے کس کو للکارا ہے۔ بعد میں راز کھلا کہ آپ کی آواز نے نادر شاہ کو ارادۂ قتل سے روک دیا اور شہزادہ روشن اختر محمد شاہ کو خدا نے آپ کے طفیل دوبارہ زندگی عطا کر دی۔

جب محمد شاہ کے کان میں یہ آواز پڑی تو اس نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو آپ کا جمال جہاں آرا بھی سامنے تھا مگر چند لمحوں کے بعد وہ جمال چھپ گیا اس نے اس نورانی جمال والے کی تلاش شروع کی اور کافی تگ ودو کے بعد جب اسے آپ کا پتہ چلا تو دہلی سے آپ کو ملنے آیا اور آپ کا مشکور ہونا چاہا جب آپ کو پتہ چلا کہ محمد شاہ آیا ہے تو آپ نے ملنے سے انکار کر دیا اور خانقاہ سے باہر تشریف لے گئے۔ (یہ واقع ۲۱ مارچ ۱۷۴۸ کو کرنال کے میدان میں پیش آیا جبکہ آپ موضع ملوٹ ضلع میر پور کے ایک پہاڑ پر اپنے عقیدت مندوں کے ہمراہ تشریف فرما تھے۔

حضرت میاں محمد بخش عارف کھڑی آپ کی شان میں فرماتے ہیں:۔

شاہ سلطان انہاں دے بوہے عاجز بن وکھاندے
عاجز اس دے شاہ سداون اس دامان رکھاندے
بادشاہاں دا پیر کہاوے پیراں شاہ کر جانا
پیرا شاہ قلندر غازی نت سوا لکھ داتا
ساوی جھنگی جوبن رنگی جلوہ حسن کمالوں
ساخاں مستاں سر لٹکائے دم دم جھولن حالوں
اٹھویں روز ہوئے نت میلہ لوک زیارت آون
شاہ مرداں تے مست قلندر بھیراں گج سناون
پیر میرے دی دُھم چارچو فیرے آون ولی سلامی
چمن خاک کریندے خدمت دعویٰ رکھ غلامی
جنت شان مکان منور روپ ڈھلے ہر پاسے
در اسدے نت نویں سوالی پاون آس تراسے
رُڑھے جہاز لگاوے بنّے ہر مشکل حل کردا
لڑ لگے دا شرم تسانوں پاک شہیدا مردا

آپ کے خلفائے کرام☆: آپ کے متعدد خلفائے نامدار ہوئے ہیں۔ جن میں آپ کے پہلے خلیفہ وسجادہ نشین حضرت میاں دین محمد علیہ الرحمۃ جو آپ کے متبنّی بیٹے بھی ہیں مقرر ہوئے دوسرے خلیفہ میاں شہباز عرف ڈھیرو جو کہ آپ کے حقیقی فرزند ثانی

تھے۔ تیسرے خلیفہ وسجادہ نشین حضرت میاں جیون صاحب ہیں چوتھے خلیفہ وسجادہ نشین حضرت میاں شمس الدین قادری ہیں پانچویں خلیفہ وسجادہ نشین حضرت میاں بہاول بخش جبکہ چھٹے خلیفہ وسجادہ نشین حضرت میاں محمد بخش عارف کھڑی رحمتہ اللہ علیہم اجمعین ہوئے ہیں۔

وصال باکمال سے چندروز قبل کا واقعہ☆: ایک دفعہ علاقہ روہتاس میں موضع بوڑا جنگل کے قریب رات کو جذب و مستی میں نعرہ ہائے مستانہ لگا رہے تھے۔ آپ کی عادت شریفہ تھی کے ایسی کیفیت میں پہلے اسم ذات کے تین نعرے لگاتے۔ اللہ ہو۔ اللہ ہو۔ اللہ ہو۔ پھر **لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ** کہہ کر نفی کی ضرب لگاتے اور پھر لگاتار "مارو مار جانے نہ دو چور چور" کہنا شروع کر دیتے۔ دراصل آپ نفس ظالم کو چور کہہ کر لوگوں کو نفس امارہ کی فریب کاریوں سے آگاہ کرتے تھے۔

وصال سے دوروز قبل رات کو بھی آپ اسی قسم کی کیفیت کا سامنا تھا کہ ادھر سے چوروں کا گزر ہوا۔ انہوں نے سمجھا کہ یہ شخص لوگوں کو ہمارے بارے میں ہوکا لگا کر آگاہ کر رہا ہے۔

چنانچہ انہوں نے یکبارگی سے آپ پر حملہ کر دیا اور آپ کو مجروح کر کے بھاگ گئے۔ صبح کے وقت موضع بوڑہ جنگل کے لوگوں نے جب آپ کو زخمی حالت میں دیکھا تو اٹھا کر اپنے گھر لے آئے اور آپ کا کافی علاج معالجہ مرہم پٹی کی مگر آپ جانبر نہ ہو سکے۔

اس بات کی اطلاع چک ٹھاکرہ میں آپ کے خلیفہ وجانشین اول حضرت میاں دین محمد اور دیگر احباب کو بھی ہوگئی تمام احباب پہنچے تو سینکڑوں افراد کی موجودگی میں آپ نے فرمایا کہ مجھے اس علاقہ میں دفن کرو گے تو شاہان دہلی اور کابل تمہارے پاس چل کر آئیں گے کیونکہ یہ شاہراہ ان کی گزرگاہ ہے جو چاہو گے کھلائیں گے۔ اور تمہیں ہر قسم کی نعمت سے مالا مال کریں گے۔ اور اگر کھڑی لے جاؤ گے تو تمہاری مرضی دال روٹی پر گزارہ کرو گے لیکن پھر بھی خوش رہو گے۔ علاقہ روہتاس کے لوگوں کا اصرار تھا کہ آپ کو روہتاس میں ہی دفن کر دیا جائے لیکن آپ کے جانشین وخلیفہ حضرت میاں دین محمد نے آپ سے کھڑی شریف میں دفن کرنے کی اجازت چاہی تو آپ نے برضا ورغبت انہیں اجازت دے دی۔ اجازت ملتے ہی میاں دین محمد آپ کو لیکر ٹھاکر شریف پہنچے جہاں ایک آدھ دن اسی مجروح حالت میں رہنے کے بعد آپ کا وصال باکمال ہوگیا۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال ۷۷ برس کی عمر شریف میں مورخہ ۱۹ جولائی ۱۷۴۲ء بروز اتوار بمطابق ۱۴ شعبان المعظم ۱۱۵۵ھ کو ہوا۔ مزار پر انوار موضع چک ٹھاکرہ ضلع میرپور کھڑی شریف میں مرجع خاص وعام ہے جہاں پر اہل عقیدت ومحبت آج بھی حاضری دیکر اپنے قلوب واذھان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں اور منہ مانگی مرادیں حاصل کرتے ہیں۔

آپ کے مزار پُرانوار کے نورانی جلوے☆: آپ کے مزار پُرانوار پر یوں تو سینکڑوں افراد سلام کی غرض سے حاضری دیتے ہیں مگر نوچندی جمعرات کو میلے کا سماں ہوتا ہے اور سالانہ عرس مبارک ۱۴ شعبان المعظم کو منایا جاتا ہے جس میں ہزاروں افراد شرکت کرتے ہیں۔ دربار شریف کے باہر میلے کی سرگرمیاں اور دربار شریف کے اندر سلام وزیارت اور قرآن خوانی کا منظر قابل دید ہوتا ہے۔ جامع مسجد میں نعت خوانی اور تقاریر کا سلسلہ تمام رات جاری رہتا ہے۔

آپ کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ جب سے آپ نے جام شہادت نوش فرمایا ہے اس دن سے آج تک آپ کے مزار

پُرانوار پر شب و روز کثرت سے تلاوت قرآن کریم جاری ہے ہر روز بلاناغہ درجنوں ختم قرآن شریف ہوتے ہیں۔اور کوئی لمحہ درود و سلام کے گجروں سے خالی نہیں ہوتا۔آپ کے مزار پُرانوار سے تین فرلانگ دور محکمہ اوقاف آزاد کشمیر کی مساعی جمیلہ سے آپ کے نام پر آپ کی یاد میں جامعۃ الاسلامیہ کھڑی شریف قائم ہے۔جہاں پر تعلیم حاصل کرنے والے حضرات کے علاوہ بہترین اساتذہ پروفیسر صاحبان تعلیمی سرگرمیوں میں مصروف ہیں یہ ادارہ آپ کے فیضان کا تصدق اور مظہر ہے۔

دربار شریف سے منسلک جامع مسجد عظیم الشان فن تعمیر کا منظر پیش کر رہی ہے جبکہ نماز پنجگانہ کے علاوہ جمعہ کے روز اس علاقے کا سب سے بڑا اجتماع اسی مسجد میں ہوتا ہے۔

فقیر راقم الحروف کو بارہا آپ کے دربار مقدس کی حاضری کی سعادت نصیب ہے۔اس موقع پر جناب خالد ضیاء صدیقی قلندر، برادرم زبیر علی خان اور دیگر احباب بھی فقیر کے ہمراہ تھے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت طیب سلطان قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: متصرف بہ تصرفات، صاحب کشف وکرامات، شاہدِ بزم الانسان سری، ہادی سا کنان بحری و بری حضرت طیب سلطان قادری رحمتہ اللہ علیہ آپ مرآۃ جمال بے مثال ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۰۶۶ھ بمطابق 1655ء کے قریب ملتان کے علاقہ میں ہوئی، بعض حضرات کے نزدیک آپ کا آبائی علاقہ کوٹ کمالیہ ہے، آپ کے اجداد کا تعلق خاندان قریش سے ہے۔ آپ کی ابتدائی زندگی کے حالات کے بارے میں مورخین خاموش ہیں۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت شیر شاہ منیر محمد المعروف شیر شاہ بن حضرت مخدوم شاہ علی محمد قادری علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اورانہی کے ہاتھوں خرقۂ خلافت پا کر صاحب مجاز وصاحب ارشاد ہوئے۔

آپ کے پیرومرشد حضرت شیر شاہ منیر محمد المعروف شیر شاہ قادری علیہ الرحمۃ کے والد گرامی شاہ علی محمد قادری علیہ الرحمۃ ۹۵۰ھ بمطابق 1543ء کو مشہد مقدس ملک ایران سے ہجرت کر کے ملتان کے علاقہ میں تشریف لائے اور اُوچ شریف میں حضرت شاہ محمد غوث بندگی گیلانی قادری اُچوی علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے سرفراز ہوئے۔ حضرت مخدوم شاہ علی محمد قادری علیہ الرحمۃ کے چھ فرزند ارجمند تھے، جن میں سے صرف حضرت شیر شاہ منیر محمد المعروف شیر شاہ قادری علیہ الرحمۃ کی اولاد آگے چلی۔

حضرت شیر شاہ قادری علیہ الرحمۃ اپنے زمانے میں حد درجہ شہرت کو پہنچے لاتعداد افراد ان کے ہاتھوں حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ سینکڑوں ہندو کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوئے، ملتان کے قریب ''شیر شاہ جنکشن ریلوے سٹیشن، اور شیر شاہ قصبہ، یہ اُنہی کے نام سے معروف ہیں، وہیں اُن کا دربار مرجع خاص وعام ہے۔''

حضرت طیب سلطان قادری رحمتہ اللہ علیہ کافی عرصہ اپنے مرشد کی خدمت میں رہ کر استفادہ فرماتے رہے، پھر مرشد کامل کے حکم سے ضلع بھکر کے معروف قصبہ گوٹلہ جام جو طبابت کے لحاظ سے بھی کافی معروف ہے میں تشریف لا کر عبادت وریاضت، مجاہدہ وسلوک

میں مشغول رہے اور مخلوق خدا کی خدمت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔

مناقب سلطانی کی روایت☆: صاحب مناقب سلطانی نے لکھا ہے کہ حضرت طیب سلطان قادری رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت سلطان العارفین سلطان محمد باہو قادری علیہ الرحمۃ سے بھی اکتساب فیض کیا تھا۔ صاحب مناقب سلطانی آگے چل کر رقمطراز ہیں کہ جب حضرت سلطان العارفین علیہ الرحمۃ کو اطلاع ہوئی کہ سلطان طیب حضرت شیر شاہ کے مرید ہو گئے ہیں تو اس واسطے سلطان العارفین سلطان طیب سے ناراض ہو گئے۔

چونکہ حضرت شیر شاہ قادری علیہ الرحمۃ مادرزاد ولی تھے علاوہ اس کے وہ صاحب امراور صاحب کشف وکرامت تھے، ان کو جب یہ پتہ چلا کہ طیب سلطان، حضرت سلطان باہو علیہ الرحمۃ کے پاس استفادہ کے لئے گئے تھے، انہوں نے حضرت طیب سلطان قادری علیہ الرحمۃ کی نعمت باطنی سلب کر لی، چونکہ آپ اُن کے مرید تھے، اور وہ نعمت باطنی بھی انہوں نے ہی عطا کی تھی۔ اس نعمت باطنی کے چھن جانے کے بعد آپ گونگے اور لنگڑے ہو کر گھر میں پڑے رہے۔

اس بات کا علم بذریعہ کشف جب حضرت سلطان محمد باہو قادری علیہ الرحمۃ کو ہوا تو انہوں نے از راہ جذبہ حضرت شیر شاہ قادری علیہ الرحمۃ پر ناراضگی کا اظہار کیا۔

حضرت شیر شاہ علیہ الرحمۃ نے سلطان باہو قادری علیہ الرحمۃ کی ناراضگی کا اظہار سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا، رسول کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کچہری میں فیصلہ یہ ہوا کہ حضرت شیر شاہ قادری علیہ الرحمۃ سلطان طیب کو پہلے سے ساٹھ حصے زیادہ نعمت عطا کریں گے، واللہ اعلم بالصواب۔

کوٹلہ جام میں ورود مسعود☆: آپ مرشد کامل کے حکم سے کوٹ کمالیہ کے راستے سے ہوتے ہوئے ضلع بھکر کے معروف قصبہ ''کوٹلہ جام'' جہاں آج کل کوٹلہ جام ریلوے سٹیشن بھی موجود ہے، میں اس قصبہ کے جنوب مغرب میں جال کے ایک درخت کے نیچے آ کر قیام پذیر ہوئے، جہاں آج کل آپ کا دربار اور اس سے ملحقہ مسجد بھی موجود ہے۔

آپ کے ڈیرے سے کچھ فاصلہ پر کمہاروں کے گھر تھے۔ جن کا پیشہ برتن بنانا تھا، ایک دفعہ انہوں نے مٹی کے برتن بنا کر بھٹی میں پکانے کے واسطے رکھے اور آگ جلا دی، لیکن بھٹی آگ نہ پکڑتی تھی۔ بڑی کوشش کی لیکن بھٹی کو آگ نہ لگی، جس کے باعث وہ کمہار بہت پریشان ہوئے اور اس پریشانی کے عالم میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آگ نہ لگنے کا پورا قصہ بیان کیا۔ آپ ان کے ساتھ چل کر بھٹی تک گئے، اور چند لمحات رُک کر ایک جگہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ اس جگہ سے بھٹی کو کھولو، جب بھٹی کو کھولا گیا اور برتن دیکھے گئے تو ایک برتن میں بلی کے بچے موجود تھے، آپ نے بلی کے بچے باہر نکال لئے، اس کے بعد جب بھٹی کو آگ لگائی گئی تو بھٹی نے آگ پکڑ لی، وہ تمام کمہار آپ کی یہ کرامت دیکھ کر آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔

شادی واولاد☆: آپ کی شادی اُسی کمہار خاندان میں ہوئی، خداوند کریم نے آپ کو چار بیٹیاں اور دو بیٹے عبدالاسلام

اور سوہانرو عطا فرمائے۔ حضرت سوہانرو مجذوب فقیر جبکہ عبدالسلام اپنے والد گرامی کی طرح صاحب شریعت و طریقت بزرگ ہوئے ہیں۔ عبدالاسلام مادرزادولی تھے، جن کی تبلیغ سے سینکڑوں غیر مسلموں نے کلمہ پڑھ کر دین حق کو قبول کیا۔

آپ کے صاحبزادے کی کرامت ☆: ہندو خاندان کی ایک نوجوان لڑکی نے اپنے والدین سے چھپ کر حضرت عبدالسلام قادری علیہ الرحمۃ کے ہاتھ پر کلمہ پڑھا اور مسلمان ہوگئی۔ اپنے والدین سے چھپ چھپا کر نمازیں ادا کرتی رہی، ایک دن والدین نے دیکھ لیا تو اس کو زدوکوب کر کے دوبارہ آبائی مذہب ہندو اختیار کرنے کو کہا لیکن وہ نہ مانی اور کچھ عرصہ بعد اس کا انتقال ہوگیا۔

ہندوؤں نے اپنی رسم کے مطابق آگ لگا کر جلانا چاہا مگر اس کے جسم کو آگ نہ لگی۔ بالآخر اس کے والدین حضرت عبدالاسلام قادری علیہ الرحمۃ کے پاس آئے اور عرض کی حضرت اس کی میت لے جائیں، حضرت عبدالاسلام اس کی میت کو اپنے گھر لائے غسل دے کر کفن پہنایا اور اپنے والد کے مزار کے احاطہ میں اس کو دفن کر دیا، اس کا اسلامی نام فاطمہ بی بی رکھا گیا تھا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال نوے برس کی عمر میں ۱۱۵۸ھ بمطابق 1745ء کو ہوا۔ مزار پُر انوار قصبہ کوٹلہ جام تحصیل وضلع بھکر میں مرجع خاص و عام ہے، جہاں آج بھی ہزاروں کی تعداد میں لوگ حاضری دے کر منہ مانگی مرادیں پا رہے ہیں۔ آپ کا سالانہ عرس مبارک جو میلے کی شکل اختیار کر گیا ہے ہر سال آپ کے مزار پر ماہ چیت میں منعقد ہوتا ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت پیر سید زین العابدین شاہ گیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: پروردۂ نگاہ لطف رسول مدنی، فخر السادات، ولی مادرزاد، عارف باللہ، مالک مقام فنافی اللہ وفنافی الرسول حضرت پیر سید زین العابدین شاہ گیلانی الحسنی والحسینی قادری رحمتہ اللہ علیہ آفتاب و ماہتاب ولایت ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت غوث زماں حضرت پیر سید حسن شاہ گیلانی قادری علیہ الرحمتہ کے گھر کوٹلہ محسن خان ضلع پشاور میں ہوئی۔

آپ کی ابتدائی دینی تعلیم وتربیت اپنے والد گرامی کے زیر سایہ مکمل ہوئی۔ اس کے بعد وقت کے بڑے بڑے فاضل و متجر علمائے کرام کی صحبت وخدمت میں رہ کر اٹھارہ برس کی عمر میں تمام علوم دینیہ سے مکمل طور پر فراغت حاصل کی۔ جبکہ تفسیر وحدیث وقت کے عظیم ترین فاضل اکمل حضرت حافظ عنایت اللہ سے پڑھی۔ علم حدیث میں آپ کو اس قدر دسترس حاصل تھی کہ جب آپ کے سامنے کوئی حدیث بیان کرتا تو آپ جس وقت تک اس حدیث کے راوی پر تبصرہ وتنقید و بحث نہ فرما لیتے آپ کو آرام نہ آتا تھا۔

علوم دینیہ سے تکمیل وفراغت کے بعد آپ درس وتدریس میں مصروف ہو گئے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ علوم باطنی اور اس کے رموز واسرار حاصل کرنے کے لیے اپنے والد محترم سے راہ سلوک اختیار کر کے اصلاح باطن بھی شروع کر دی۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے عظیم والد بزرگوار حضرت خواجہ پیر سید حسن شاہ گیلانی قادری علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر اٹھارہ برس کی عمر میں بیعت ہوئے۔ اور اکیس برس کی عمر میں آپ کے والدِ گرامی نے سلسلہ عالیہ قادریہ کا منشور وخلافت نامہ لکھ کر عنایت فرما کر آپ کو صاحب ارشاد مجاز کیا۔

حاضری مزارات بزرگان دین وسیاحت ☆: اپنے والد گرامی شیخ کامل سے خرقہ خلافت حاصل کرنے کے بعد آپ نے سیاحت کی اجازت چاہی اور گھر سے نکل کر ہندوستان تشریف لے گئے اور بڑے بڑے علمائے کرام وبزرگان دین کی خدمت و صحبت میں رہ کر ظاہری وباطنی فیض حاصل کیا۔ اس سلسلہ میں بہت سے بزرگان دین کے مزارات پر بھی حاضری سے مشرف ہو کر ان کے فیوضات باطنی سے بہرہ مند ہوئے۔ اس دوران ہندوستان میں آپ نے تبلیغ واشاعت اسلام کی خدمت کا فریضہ بھی سرانجام دیا۔ ہندوستان میں تین سالہ قیام کے دوران لاتعداد افراد آپ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور ہزاروں افراد آپ کے روحانی فیضان سے مستفیض ہوئے۔

ہندوستان سے آپ کابل تشریف لے گئے اور کابل کے علماء اور مشائخ سے آپ کی ملاقاتیں ہوتی رہیں اور کابل اور گردونواح کے ہزاروں افراد سلسلہ عالیہ قادریہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ کابل میں ڈیڑھ سال قیام کے بعد آپ واپس پشاور تشریف لے

آئے اور تبلیغ دین اور سلسلہ عالیہ قادریہ کی رشد و ہدایت اور ترویج و اشاعت میں مصروف ہو گئے۔

آپ شریعت و طریقت کے معاملے میں بہت سختی سے کام لیتے تھے۔ کوئی کام خلاف شریعت سرزد نہ ہونے دیا۔

اگر کوئی شخص آپ کے سامنے خلاف شریعت کام کرتا تو آپ سختی سے محاسبہ فرماتے تھے۔

آپ خلاف سنت کام کرتے ہوئے دیکھ کر بڑے امراء کو اپنی مجلس سے اٹھا دیتے تھے۔ آپ کی حق گوئی اور بے باکی کا یہ عالم تھا کہ گورنر امیر خان آپ کے والد گرامی کی خدمت میں آتا تھا۔ اور جس وقت آپ موجود ہوتے تو گورنر قطعاً گفتگو نہ کرتا بلکہ خاموش اور مئودب بیٹھا رہتا تھا۔

کابل سے لے کر پشاور تک آپ کے علم و عرفان اور پابندی شریعت و طریقت و تصوف کی وجہ سے عوام و خواص میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

سلطانپور میں ورود مسعود☆: پشاور میں کچھ عرصہ قیام کے بعد آپ نے کشمیر کا سفر اختیار کیا۔ راستے میں جب حویلیاں شہر کے قریب موضع سلطان پور پہنچے تو آپ کو یہ مقام بہت پسند آیا۔ یہ جگہ اتنی پر فضا مقام پر واقع ہے کہ نیچے دوڑ پانی کی ندی بہتی ہے۔ اور گاؤں کے پاس صاف و شفاف پانی کا چشمہ بہتا ہے۔ آپ نے اس جگہ مستقل سکونت اختیار کر لی۔

چونکہ اس سے قبل آپ کے علم و عرفان کا پشاور سے کابل تک چرچا عام تھا۔ اس لیے جیسے جیسے لوگوں کو پتہ چلتا گیا لوگ آ کر علوم دینیہ کی تعلیم کے لیے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنے لگے۔ ہر جگہ سے دین کے متلاشی اور علوم دینیہ کے شائقین آ کر درس میں شامل ہونے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے طلباء کا ہجوم جمع ہو گیا۔ مریدین کا تانتا بندھ گیا۔

ایک طرف تفسیر و حدیث کا درس دوسری طرف تزکیہ نفوس اور تہذیب الاخلاق ہونے لگا۔ آپ کی خدمت دینی کا چرچا جب آزاد خان درانی وائی کشمیر نے سنا تو وہ حاضر خدمت ہوا۔ طلبہ اور مریدین کا ہجوم دیکھ کر حیران ہو گیا کہ ایک فقیر آدمی ان سب کے کھانے اور لباس کا ذمہ دار ہے۔ تو اس نے بطور عطیہ موضع مذکورہ اور اس کے متصل گاؤں جو کہ روڈ سے پار واقع ہیں آپ کو دے دیئے اور سند بھی لکھ دی۔ اس کے علاوہ اس نے اپنی بیٹی کی شادی بھی آپ سے کر دی۔

اس کے بعد آپ کچھ عرصہ کے لیے کشمیر چلے گئے اور واپس سلطان پور آ کر دوبارہ درس و تدریس شروع کیا اور وسیع پیمانے پر لنگر جاری کیا۔ اور اس جگہ پر باقاعدہ درس قائم کر کے علوم متداولہ کی کتب کا آغاز کیا۔ آپ بذات خود حدیث شریف پڑھاتے اور طریقت کے شغل میں مصروف رہتے۔ باقی کتابوں کے لیے متجر علماء کو درس میں پڑھانے کے لیے بٹھایا۔ آپ کو اس علاقے میں ''وڈے میاں'' یعنی بڑے استاد یعنی (صدر مدرس) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ کا یہ سلسلہ تادم آخر جاری رہا۔ آپ کے حلقہ ارادت میں وائی تنول، سخی صوبہ خان تنولی بھی شامل ہوا۔ اس کی اولاد آج تک آپ کی اولاد اور خاندان سے سلسلہ ارادت رکھتی ہے۔ اس نے آپ کو موضع مانگل جو کہ ایبٹ آباد سے آٹھ میل دور مانسہرہ روڈ پر واقع ہے پورا موضع بطور نذرانہ پیش کیا۔ اور اس کی سند بھی لکھ دی۔

اس کے علاوہ اور بھی صاحب ثروت، اہل عقیدت نے آپ کو بہت سے گاؤں بطور نذرانہ اور زمین لنگر کیلئے لکھ کر دیں۔

کثیر تعداد میں طلباء اور ہجوم مریدین کی وجہ سے آمدنی کم اور خرچ زیادہ تھا۔ مگر اس کے باوجود آپ کے لنگر وانتظام وانصرام میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی۔

سیرت و کردار ☆: آپ کی ذات والاصفات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگانی کا عملی نمونہ تھی، عبادت وریاضت، مجاہدہ وسلوک، نماز پنجگانہ کے علاوہ دیگر نوافل کا خصوصیت سے اہتمام آپ کی طبیعت کا خاصہ تھا۔ سخاوت وعطا تواضع، جوع، سکنت، قناعت، مروت، دیانت، صیانت، امانت، اکرام واحسان، عنایت ورعایت، خدمت وتسلیم اور استقامت میں یگانہ روزگار تھے۔

شادی و اولاد ☆: آپ نے دو شادیاں کیں۔ ان میں سید محمد فاضل شاہ صاحب کی دختر نیک اختر سے خداوند کریم نے آپ کو چھ صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں عنایت کیں۔ صاحبزادگان میں حضرت سید میر حبیب شاہ، حضرت سید عبدالقادر شاہ، حضرت سید میر اسماعیل شاہ، حضرت سید یعقوب شاہ اور میر سید اسحاق، حضرت سید عبداللہ شاہ ہیں۔

دوسری اہلیہ گورنر کشمیر آزاد خان درانی کی دختر نیک اختر سے خدا نے آپ کو دو صاحبزادے دیئے جن میں حضرت سید میر فقیر شاہ اور حضرت سید علی اصغر شاہ علیہم الرحمۃ عنایت کیئے۔

آپ کے یہ دونوں صاحبزادگان آپ کے حکم کے مطابق موضع بجکوٹ تھانہ ناڑ ایونین کونسل چھڑ براستہ حویلیاں تحصیل وضلع ایبٹ آباد میں تبلیغ اسلام اور سلسلہ عالیہ کی رشد وہدایت کے لیے گئے تھے اور وہیں خدمت خلق اللہ میں مصروف رہ کر وصال فرمایا۔ آپ کے ان ہر دو صاحبزادگان کی کرامت کا چرچا پوری وادئ نیلاں تحصیل وضلع ایبٹ آباد میں عام ہے۔ ان کا دربار کھنڈو والی زیارت (یعنی) جہاں پر شکر کی بارش ہوتی ہے۔

نوٹ ☆: ان کے بارے میں مشہور ہے کہ ہر سال ان کے عرس کے موقع پر ان کے مزار پر چینی، یا شکر کی آسمان سے بارش ہوتی تھی۔ جو عرصہ دراز تک ہوتی رہی۔ بعد ازاں مجاورین نے جب فروخت کرنا شروع کی تو اس کے بعد سے آسمان سے شکر کی بارش بند ہوگئی مگر باوجود اس کے آج بھی اس کو کھنڈو والی زیارت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

نوٹ ☆: موضع بجکوٹ میں غیر مقلدین کی آبادی زیادہ ہے۔ فقیر راقم الحروف 1983ء تا 1986ء موضع حاجیہ چمکنہ تحصیل وضلع ایبٹ آباد میں خطیب تھا۔ اس دور میں تقریباً 1984ء میں حضرت سید فقیر شاہ اور سید علی اصغر شاہ کے دربار پر عرس کے موقع پر نماز جمعہ کے بہت بڑے اجتماع سے فقیر نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانیت کے موضوع پر خطاب کی سعادت حاصل کی ہے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال 1160 ہجری بمطابق 1747ء کو ہوا۔ مزار پُر انوار موضع سلطان پور نزد حویلیاں شہر تحصیل وضلع ایبٹ آباد میں مرجع خاص وعام ہے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت محمود مستانہ قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆ : مست الست نغمات بے ساز، آشنائے رموز کنایات، آثار ولایتش ظاہر برخاص و عام بے دلیل، فارغ از مستقبل وحال، قطب دوراں حضرت محمود مستانہ قادری رحمتہ اللہ علیہ شمع قصر ہدایت ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت تقریباً ۱۰۹۱ھ بمطابق 1680ء کو اپنے وقت کے عظیم بزرگ میاں نہال الدین قوم چانڈیہ بلوچ کے علمی وروحانی گھرانے میں ہوئی، آپ کے آباؤاجداد میں نامعلوم مدت سے فقر وولایت کا سلسلہ جاری وساری ہے، جو آپ کے بعد آج کے دور تک بدستور اُسی طرح جاری وساری ہے، آپ کی اولاد اور خاندان کا ہر فرد کسی نہ کسی انداز میں خدمت دین متین میں مصروف ہے، آپ کے خاندان کے مرد تو ایک طرف رہے خواتین بھی درجۂ ولایت پر فائز تھیں۔ بالخصوص آپ کی زوجہ محترمہ جن کا نام مائی جعدہ تھا کے بارے میں مشہور ہے کہ سلطان العارفین حضرت سلطان محمد باہو قادری علیہ الرحمۃ کے خلیفہ حضرت پیر موسن شاہ جیسے ولی کامل ڈر کا اظہار کرتے تھے۔

آپ کی زوجہ محترمہ دلائل الخیرات شریف اور درود حاضری کے علاوہ دیگر اوراد و وظائف کی عامل اور دیگر عبادات میں یگانہ روزگار تھیں۔

بیعت وخلافت ☆ : آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت موسن شاہ قادری سلطانی علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف تھے، اور انہی سے خرقہ خلافت پاکر سرفراز وصاحب ارشاد ومجاز ہوئے۔

بیعت سے قبل مرشد کی بارگاہ میں حاضری کا واقعہ ☆ : حضرت سلطان محمد باہو قادری علیہ الرحمۃ کے خلیفہ حضرت موسن شاہ قادری علیہ الرحمۃ دریاء کے کنارلگی کشتی میں سوار ہوئے کشتی روانہ ہونے لگی تو ان کو کشف کے ذریعے کسی درویش کی آمد کی خبر ہوئی تو ملاح سے فرمایا کشتی روک لو اس لئے کہ ایک درویش مسافر جذبہ طلب صادق لے کر آرہا ہے۔

چنانچہ اُن کے حکم پر کشتی روک دی گئی، چند لمحات کے بعد ایک درویش بے گلیم آن پہنچا اور دیوانہ وار کشتی میں داخل ہوکر حضرت موسن شاہ قادری علیہ الرحمۃ کے قدموں میں گر گیا۔ اور عرض کی یا حضرت میرے دین وایمان کو اللہ اور اس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے حوالے کر دیں۔

آپ کی بات سُن کر حضرت موسن شاہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا اے درویش ذرا پھر کہو، درویش نے ایک بار پھر نہایت ذوق وشوق اور لجاحت سے عرض کی تو حضرت موسن شاہ علیہ الرحمۃ پر ایک عجیب وغریب پر جوش کیفیت طاری ہوگئی اور ان کی ایک ہی توجہ سے کشتی میں سوار تمام افراد پر جذب ومستی اور بیخودی کا ایک عالم طاری ہوگیا اور آپ بے ہوش ہوکر گر گئے۔

حضرت موسن شاہ علیہ الرحمۃ نے اپنے خلفا سے فرمایا کہ درود شریف پڑھ کر ان کے سینے پر دم کرو، یہاں تک کہ تمام افراد ہوش میں آ گئے، مگر آپ کو بدستور مستی واضطراب میں ہی رہنے دیا، حتیٰ کہ کافی دیر بعد خود ہی ہوش میں آ گئے، اور حضرت موسن شاہ علیہ الرحمۃ سے جو فیض باطنی حاصل ہوا وہ آپ کے سینے میں قرار پا گیا۔

انوار العارفین کے مصنف حافظ ممتاز احمد چشتی اور مناقب سلطانی کے مصنف حضرت حامد سلطان علیہ الرحمۃ کے مطابق حضرت موسن شاہ قادری علیہ الرحمۃ نے آپ کے سینہ بے کینہ کو فیض باطنی، نعمت سے سرفراز فرما کر ارشاد فرمایا: اے محمود! تمہیں یہاں سے رخصت ہے، تمہاری زوجہ مائی جعدہ جو اللہ اللہ کرنے والی ہیں، میں اس کی بددعا سے ڈرتا ہوں کہیں ہمیں بددعا نہ کر ڈالے اس لئے اب تم جلدی اپنے گھر پہنچو۔

راستے میں ایمان کے امتحان میں کامیابی ☆: اولیائے بھکر کے مصنف جناب نور محمد تھند صاحب مناقب سلطانی کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ جب آپ مرشد کامل کی اجازت سے گھر کی طرف واپس آ رہے تھے تو آپ کا گزر ایک بستی سے ہوا، بستی کی ایک عورت آپ کو مسافر جان کر اپنے گھر لے گئی، آپ کو کھانا کھلایا اور بعد میں گھر کے اندر سے تالا لگا کر آپ کو برائی کی دعوت دی۔

آپ نے فرمایا خدا سے ڈرو، لیکن خاتون بضد رہی، اور بار بار برائی کے لئے آمادہ کرتی رہی، مگر خدا کے فضل وکرم سے آپ اپنا ایمان بچانے میں کامیاب رہے اور خدا نے اس عورت کے شر سے آپ کو محفوظ رکھا، بالآخر عورت مذکور نے آپ کو گالیاں دے کر اپنے گھر سے نکال دیا، اور آپ اس امتحان میں ثابت قدم رہتے ہوئے اپنے گھر کی طرف چل دیئے۔

انوار العارفین کے مصنف حافظ ممتاز احمد چشتی رقمطراز ہیں کہ آپ کے حالات میں کردار کی عظمت کا پہلو خاص طور پر اجاگر ہوتا ہے اس لئے کہ جو واقعہ آپ کے ساتھ پیش آیا اس قسم کے موقع پر نفس اور شیطان کے باہمی تعاون سے جو تباہ کن سیلاب اُمڈ آتا ہے وہ انسانی عفت اور تقدس کو خس وخاشاک کی طرف بہا کر لے جاتا ہے، ایسے حالات میں ثابت قدم رہ کر استقامت کے راستے سے منحرف نہ ہونا یہ خاص بندگان خدا کا حصہ ہوا کرتا ہے، اور آپ کا اس مقام پر فتنہ وفساد سے بچ جانا اس بات کی برہان مبین ہے کہ اولیائے کرام اللہ تعالیٰ کے خاص فضل وکرم سے نفس اور شیطان کے فتنے سے محفوظ رہتے ہیں۔ چنانچہ یہ ارشاد خداوندی اس حقیقت کی تصدیق کرتا ہے۔

ان عبادی لیس لک علیھم سلطان (ترجمہ) بے شک میرے خاص بندوں پر تو شیطان غالب نہیں آ سکتا۔

گھر کی جانب واپسی اور خدمت دین☆: جب آپ اپنے گھر پہنچے تو آپ پر ایک عجیب مستانہ وار کیفیت طاری تھی۔ آپ کی اس کیفیت کو دیکھ کر لوگوں نے آپ کو محمود مستانہ کے نام سے معروف کر دیا، اور پھر آپ تادم آخر اسی نام سے معروف رہے۔ لوگ آپ کے پاس آتے آپ سے دعا کے طالب ہوتے۔ آپ کی زبان مبارک سے نکلا ہوا ایک ایک حرف پورا ہو کے رہتا تھا، ہزار ہا لوگ آپ کے معتقد تھے۔ اس کے باوجود آپ نے نہ ہی سلسلہ بیعت شروع کیا اور نہ ہی سلسلہ کو عام کیا صرف چند حضرات کو باطنی فیضان کی دولت سے مالا مال فرمایا۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال ۱۱۶۴ھ بمطابق 1750ء کو ہوا۔ آپ کا مزار مبارک تین مرتبہ منتقل ہوا۔ سب پہلے ڈھانڈلہ گاؤں کی مسجد میں تھا۔ دوسری مرتبہ جسد اطہر کو نکالا گیا تو بالکل اسی طرح جیسا کہ ابھی سوئے ہوں، آپ کو سکندر مرحوم کے قبرستان میں دفن کر دیا، وہاں سے منتقل ہو کر تیسری مرتبہ شیخ محمد عمر والے کنویں کے قبرستان اپنے پوتے حافظ میاں عیسیٰ علیہ الرحمۃ کے مزار کے قریب آپ کی مرقد منورہ ہے۔

آپ کا مزار پُر انوار بختاور بستی تحصیل بہل ضلع بھکر میں مرجع خاص و عام ہے جہاں آج بھی اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سید امان اللہ سلطان ہاتھی وان قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: شہباز قضائے تجرید، ہمائے آشیانہ تفرید، قطب اقلیم، بلبل مرغزار صمدیت، فائز بہ کمالات الفقر فخری، ہادی ساکنان بحری وبری، مزین بعزت مرتبہ کمال، حضرت سید امان اللہ شاہ المعروف سلطان ہاتھی قادری رحمتہ اللہ علیہ قطب آسمان ولایت ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۱۲۸ھ بمطابق 1715ء کو ہندوستان یوپی کے علاقہ ماہرہ شریف کے سادات کے عظیم چشم و چراغ اور ولی کامل کے گھر ہوئی۔

آپ کی ولادت سے قبل آپ کے والد کے ہاں کوئی نرینہ اولاد زندہ نہ رہتی تھی۔ ادھر بچہ پیدا ہوا چند لمحوں کے بعد فوت ہو گیا۔ اس کی بنا پر آپ کے والد گرامی کی طبیعت سخت پریشان رہتی تھی۔ جب آپ کی ولادت ہوئی تو ایک بزرگ آپ کے والد گرامی کے پاس آئے اور کہنے لگے جو بچہ آپ کے گھر میں پیدا ہوا ہے اسے میرے پاس لاؤ۔

چنانچہ آپ کو ان فقیر کی گود میں ڈالا گیا تو انہوں نے اپنا ہاتھ آپ کے جسم مبارک پر پھیر کر فرمایا کہ بچے کا نام امان اللہ رکھو۔ ہمیشہ اللہ کی امان میں رہے گا۔

فقیر کی فرمائش اور حکم کے مطابق آپ کا نام امان اللہ ہی رکھا گیا۔ مگر آپ نے سلطان ہاتھی وان کے نام سے شہرت پائی۔ اور آج بھی آپ کا دربار سلطان ہاتھی وان کے نام سے معروف ہے۔ آپ کی عمر عزیز صرف سات برس کی تھی کہ والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا۔ اور دس برس کی عمر کو پہنچے تو والد گرامی کا وصال ہو گیا۔

چونکہ آپ بچپن میں ہی والدین کی سرپرستی اور شفقت سے محروم ہو گئے تھے۔ جس کی بنا پر عموماً رنجیدہ اور ملول خاطر رہا کرتے اور ہمیشہ تنہائی اور گوشہ نشینی کو پسند کرتے یا جنگل کی طرف نکل جاتے اور یاد خدا میں مست و مستغرق رہتے تھے۔

یتیمی کی وجہ سے آپ میں صبر و استقامت فقر اور توکل کے جوہر پیدا ہو گئے تھے اور ہمیشہ ہر حال میں اللہ کی رضا پر راضی اور خوش رہتے تھے۔

خواب میں بلند مقام کی بشارت ☆: ایک دن آپ اپنے والدین کی جدائی کے غم میں پریشان تھے کہ اسی عالم میں

آپ کو نیند آ گئی تو خواب میں ایک بزرگ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔انہوں نے آپ سے فرمایا کہ بیٹا والدین کی جدائی کا غم نہ کرو اللہ تعالیٰ تمہیں بہت بلند مقام عطا کرنے والا ہے۔اور اس کی نشانی یہ ہے کہ تمہاری دستار پر ایک کیڑا موجود ہے۔جب آپ خواب سے بیدار ہوئے تو دستار مبارک پر واقعی کیڑا موجود تھا۔اسے دیکھتے ہی اسی وقت آپ پر جذب کی ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ آپ کو کسی چیز کا ہوش نہیں رہا۔دنیا سے الگ تھلگ وقت گزارنے لگے۔اسی کیفیت و مستی اور جذب کے عالم میں گھربار چھوڑ کر جنگل کی طرف نکل گئے اور بارہ برس تک ویران جنگل میں تن تنہا عبادت و ریاضت میں مشغول رہے۔اور حالت یہاں تک پہنچ گئی کہ کھانے پینے تک کا ہوش نہ رہا۔مسلسل روزے رکھتے رہے جس کی وجہ سے جسم بالکل سوکھ گیا۔بدن میں خون کا نشان نہ رہا۔

حضرت غوث الاعظم کے ہاتھ پر بیعت ☆: ایک رات جذب و مستی میں محو تھے کہ آپ کو خواب میں حضور غوث الثقلین پیران پیر دستگیر السیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت نصیب ہوئی۔

حضرت پیران پیر غوث الاعظم سرکار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو اپنے گلے سے لگایا اور فرمایا آج سے تم سلطان ہو۔اور میرے ہو۔لیکن میں تمہیں ہدایت کرتا ہوں کہ ظاہری طور پر بھی کسی مرشد کے ہاتھ پر بیعت اختیار کرو۔

آپ نے عرض کیا حضور آپ خود ہی اس سلسلہ میں حکم فرمادیں کس کی بیعت اختیار کی جائے۔حضرت غوث الاعظم سرکار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تمہیں بیعت کرنے والا تمہارا منتظر ہے۔اس کی تلاش کرو۔

چنانچہ آپ بیدار ہوئے تو جنگل کی تنہائی ترک کردی۔اور مرشد کی تلاش میں چل دیئے۔اس سلسلہ میں دہلی، پٹیالہ، لاہور اور ملتان کا سفر اختیار کیا اور ان تمام علاقوں میں مختلف بزرگوں سے ملاقاتیں کیں اور متعدد اولیائے کاملین کے مزارات پر حاضری دے کر ان کے روحانی فیوض و برکات سے مستفید ہوتے رہے۔ملتان سے آپ دریائے راوی کے کنارے ستگھرہ ضلع اوکاڑہ کے مقام پر حضرت سید محمد غوث جیلانی علیہ الرحمتہ کی خانقاہ معلیٰ میں پہنچے تو حضرت سید محمد غوث جیلانی قادری علیہ الرحمتہ اپنے حجرہ میں ذکر کی مجلس میں تشریف فرما تھے۔انہوں نے آپ کو دیکھ کر پہچان لیا اور آواز دے کر بلایا اور فرمایا کہ امان اللہ ہم نے تمہیں اپنے مرشد کی ہدایت کے مطابق پہچان لیا ہے۔میں مدتوں سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔آپ حضرت سید محمد غوث جیلانی قادری علیہ الرحمتہ کے یہ الفاظ سن کر ان کے قدموں میں گر گئے۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت سید محمد غوث جیلانی قادری علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز ہوئے۔

اوچ شریف آمد اور ہاتھی وان کا خطاب ☆: اپنے مرشد سے اجازت لے کر آپ مدینتہ السادات اوچ شریف آ گئے۔ان دنوں حضرت سید جلال الدین سرخ بخاری سہروردی علیہ الرحمتہ کا فیض اپنے عروج پر تھا آپ حضرت شیر شاہ جلال سرخ بخاری علیہ الرحمتہ کے خدام میں شامل ہو گئے۔

نواب آف بہاولپور کی طرف سے سواری کے لئے حضرت شیر شاہ جلال قطب کمال جلال الدین سرخ بخاری سہروردی علیہ

الرحمتہ کو ہاتھی ملا ہوا تھا۔آپ اس ہاتھی سے بہت پیار کرتے اکثر اس پر سوار ہو کر سیر کے لئے جاتے۔آپ کو ہاتھی سے اس قدر انس اور محبت ہوگئی کہ آپ ہاتھی سے باتیں کرتے اور وہ ہاتھی آپ کی باتوں اور اشاروں کو سمجھتا بھی تھا۔

ہاتھی سے آپ کے اس انس و محبت کو دیکھ کر آپ کے پیرومرشد کے صاحبزادے و سجادہ نشین حضرت شیخ کبیر نے آپ کو ہاتھی جان کہنا شروع کر دیا۔جس کی وجہ سے ہاتھی جان مشہور ہو گئے۔بعد میں یہ نام بگڑ کر ہاتھی وان مشہور ہو گیا۔جس کی وجہ سے لوگ آپ کے اصل نام کو بھول گئے اور ہاتھی وان کے نام سے پکارنے لگے۔

جھنگ میں ورود مسعود☆: آپ جس زمانہ میں جھنگ تشریف لائے وہ ملکی لحاظ سے افراتفری کا زمانہ تھا۔اور اس زمانے میں مغلیہ حکومت زوال پذیر ہو رہی تھی اور انگریز اپنا تسلط جما رہے تھے۔سکھوں کی شورش جاری تھی۔

جب آپ جھنگ میں وارد ہوئے تو حاکم جھنگ ولی داد خان سیال نے آپ کا بڑی گرم جوشی سے استقبال کیا۔اور اپنے محل کے قریب آپ کو ٹھہرایا۔نواب ولی داد خان سیال آپ کی آمد کے بعد زیادہ دیر زندہ نہ رہا بلکہ جلد ہی فوت ہو گیا تھا۔اس کے بعد اس کا بیٹا صاحب خان حاکم جھنگ مقرر ہوا۔مگر وہ آپ کے بارے میں اچھا خیال نہ رکھتا تھا۔اور وہ آپ کو اپنے لئے خطرہ محسوس کرنے لگا۔اور اس نے اندرون خانہ آپ کی مخالفت شروع کر دی۔اور آپ کو اپنے راستے سے ہٹانے کے لئے بہت سی ترکیبیں استعمال کیں۔

جب تمام حربے ناکام ہو گئے تو اپنے پیرومرشد حضرت گل محمد نوری کو بلوا کر آپ کی بدخوئی کی۔تو گل محمد نوری نے کہا کہ فکر نہ کرو میں تین ماہ یہاں رہوں گا اور سلطان ہاتھی وان کا امتحان لوں گا۔اس بات کی خبر آپ کے کسی مرید نے آپ کو بھی کر دی۔اور یہ بھی کہا آپ نے نواب صاحب سے جھگڑا بھی نہیں کرنا۔آپ نے فرمایا کہ مجھے کیا ضرورت ہے، جھگڑا کرنے کی۔جس کو ضرورت ہو گی مجھے بلا لے گا۔ایک دن نواب صاحب خان سیال نے آپ کو بلایا اور اس موقع پر اپنے مرشد گل محمد نوری کا تعارف بھی آپ سے کرایا۔اس دوران آپ نے اس کا انداز گفتگو دیکھ کر فرمایا ''جس گدھے پر ہم بوجھ ڈال دیں اسے نوابی مل سکتی ہے یہ کہہ کر آپ محل سے باہر آ گئے۔

چند دنوں کے بعد نواب صاحب خان سیال کا مرشد بھی یہ کہہ کر چلا گیا کہ سلطان صاحب کے سامنے ہماری پیش نہیں چلتی ہے۔

ایک دن آپ نے نواب صاحب خان کو چند بے گناہ غیر مسلم قیدیوں کی گرفتاری سے روکا۔لیکن وہ باز نہ آیا۔تو آپ نے جلال میں آ کر فرمایا کہ اس کی نوابی کا دور ختم ہو گیا ہے۔

سکھوں کا جھنگ پر حملہ☆: صاحب خان سیال حاکم جھنگ نے اپنی دوسری شادی بھوانہ کے کسی زمیندار کی لڑکی سے کرنے کا فیصلہ کر لیا۔شادی کا وقت مقرر ہوا۔بارات کی تیاریاں اپنے عروج پر تھیں۔آپ کے کسی مرید نے عرض کیا حضور کیا آپ نواب صاحب کی بارات میں جانے کی تیاری نہیں کر رہے؟ تو آپ نے فرمایا یہ شادی نہیں ہو گی۔

چنانچہ پھر ایسا ہی ہوا کہ نواب خان سیال تو اپنی دوسری شادی کے سلسلہ میں مصروف تھا۔شادی سے ایک روز قبل سکھوں نے جھنگ پر حملہ کر دیا اور ماہنی سیالوں نے نواب صاحب خان کو قتل کر کے محل کو گھیرے میں لے کر حکومت کا تختہ پلٹ دیا۔اس کے بعد ایک سال تک جھنگ بغیر کسی حاکم کے رہا۔ایک سال کے بعد نواب کبیر خان کو حاکم مقرر کیا گیا۔اس واقعہ کے بعد آپ کی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔

شادی و اولاد☆: آپ نے شادی کی اور اس اہلیہ کے بطن سے خداوند کریم نے اپنے فضل سے آپ کو دو فرزند عطا فرمائے ایک کا نام سید فتح محمد دوسرے کا نام سید محمد تھا۔ سید محمد تو جوانی کی عمر میں آپ کے سامنے فوت ہو گئے تھے جبکہ سید فتح محمد کافی عرصہ زندہ رہے۔ مگر یہ بھی آپ کی ظاہری حیات میں وصال پاک کر گئے۔ حضرت سید فتح محمد شاہ علیہ الرحمتہ کو خداوند کریم نے ایک فرزند عطا فرمایا۔ جس کا نام نامی اسم گرامی سید علی شیر شاہ تھا۔ اور ان کی پرورش بذات خود آپ نے فرمائی تھی۔ حضرت علی شیر شاہ صاحب آپ کے بعد آپ کے سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ ان سے آپ کے سلسلہ کو بہت فروغ ملا۔

قطب زماں حضرت سید قطب علی شاہ سندیلیاں شریف والے حضرت علی شیر شاہ قادری علیہ الرحمتہ کے ہاتھ پر بیعت تھے۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال ۱۱۶۸ھ بمطابق ۱۷۵۴ء کو ہوا۔ جس روز آپ کا وصال ہوا۔ آپ نے غسل کیا اور نئے کپڑے پہنے اور اپنے عبادت خانے میں چلے گئے۔ اور بلند آواز سے کافی دیر تک کلمہ شہادت پڑھتے رہے۔ جب کلمہ پڑھنے کی آواز آنی بند ہوگئی اور کافی دیر گزر گئی تو مریدین نے اندر جا کر دیکھا آپ چٹائی پر قبلہ رخ لیٹے ہوئے ہیں اور آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔

آپ کا مزار جھنگ شہر میں مرجع خلائق عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کے مزار کے ساتھ پانی کا ایک کنواں ہے۔ جس کا پانی ہر مرض کے لئے باعث شفا ہے۔ اور آپ کے زمانے کی چڑیاں بھی کنوئیں کے آس پاس درختوں پر مقیم ہیں۔

آپ کے دربار کے موجودہ سجادہ نشین حضرت پیر سید نادر سلطان بخاری مدظلہ ہیں جو کہ انتہائی خوبصورت نوجوان اور بڑے بلند اخلاق کے مالک ہیں۔ فقیر راقم الحروف کی ان سے ملاقاتیں ہیں۔ جبکہ فقیر ایک مرتبہ آپ کے عرس مبارک پر بھی حضرت سید نادر سلطان صاحب کی دعوت پر شامل ہوا ہے۔ آپ کے دربار پر عجیب کیف و مستی کا عالم ہے۔ سجادہ نشین حضرت صاحبزادہ پیر سید نادر سلطان قادری مدظلہ العالی کو جھنگ اور دیگر قرب و جوار کے اضلاع میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور عقیدت مندان دلی احترام سے پیش آتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سید عبداللہ شاہ المعروف بابا بُلھے شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆ : شیر بیشۂ تحقیق، شجاع صفدر صدیق، یگانۂ قیامت، سراج السالکین عمدۃ الکاملین برھان الواصلین حضرت بابا بلھے شاہ رحمتہ اللہ علیہ عاشق خیرالانام ہیں۔

آپ کے والد بزرگوار کا اسمِ گرامی سیّد سخی درویش محمد ہے۔ آپ اُچ شریف میں رہتے تھے۔ اُچ شریف سے سکونت ترک کر کے ملکوال تشریف لے آئے۔ پھر ملکوال سے پانڈو میں جا کر اقامت گزیں ہوئے۔ آپ کا نام عبداللہ شاہ ہے اور کنیت بلھے شاہ ہے۔ آپ کے والد ماجد اپنے زمانے کے ایک مشہور عالم دین تھے۔ عربی فارسی میں اُن کو دستگاہ حاصل تھی۔

چنانچہ آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت آپ کے والد گرامی کی زیرنگرانی میں ہوئی پھر قصور پہنچ کر حافظ غلام مرتضٰی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے مزید تعلیم ظاہری حاصل کی علوم ظاہری سے جلدی فارغ ہو کر باطنی علوم کی طرف متوجہ ہوئے تحصیل علوم باطنی بغیر مرشد کامل کے ممکن نہیں۔ آپ ہر وقت اسی تگ و دو میں رہتے تھے ایک دن آپ ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ آپ کو نیند آ گئی۔ خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت سیّد عبدالحکیم جو پانچویں پشت میں آپ کے جدامجد ہیں ایک تخت پر بیٹھے ہوئے ہوا میں اُڑ رہے ہیں ان کا تخت نیچے اُترا انہوں نے آپ کو دیکھ کر آپ سے دریافت فرمایا کہ تم کون ہو۔ آپ نے جواب دیا کہ میں سیّد ہوں انہوں نے آپ کا حسب و نسب دریافت فرمایا۔ آپ نے اپنا اور اپنے والد کا نام اُن کو بتایا انہوں نے آپ سے کہا کہ ہمیں پیاس لگی ہے۔ آپ نے دودھ پیش کیا انہوں نے دودھ سے بھرا پیالہ لیکر تھوڑا سا خود نوش فرمایا اور باقی آپ کو دے دیا۔ آپ نے باقی دودھ پی لیا دودھ پیتے ہی آپ ازخود رفتہ ہو گئے۔ آپ کا سینہ روشن ہو گیا۔ رخصت ہوتے وقت حضرت سیّد عبدالحکیم نے آپ سے فرمایا کہ ہمارے پاس تمہاری امانت تھی جو آج ہم نے تمہارے سپرد کر دی ہے۔ اور سنو آج کے بعد تمہیں روزانہ دس روپیہ ملا کریں گے۔ اب یہ ضروری ہے کہ تم مرشد کامل کی تلاش کرو کہ اس کی وساطت سے تم جلدی معرفت اور سلوک کے مقامات طے کر سکو۔

گھر آ کر آپ نے اپنا خواب اپنے والدِ گرامی سے بیان کیا آپ کے والدِ گرامی نے آپ سے کہا کہ انہیں بزرگ سے کہنا چاہیے تھا۔ کہ وہ بیعت کر لیں آپ نے اپنے والدِ محترم سے عرض کیا اب انہیں کہاں تلاش کیا جائے آپ کے والد بزرگوار نے مراقبہ کر کے آپ

کو بتایا کہ وہ بزرگ موضع سانده میں رونق افروز ہیں آپ اسی وقت سانده کی جانب روانہ ہوئے سانده پہنچ کر حضرت سیّد عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور ان سے اپنی خواہش کا اظہار کیا اُنہوں نے آپ سے فرمایا کہ جو تمہاری امانت ہمارے پاس تھی وہ ہم نے تم کو دے دی اب تمہارا حصہ حضرت شاہ عنایت اللہ قادری کے پاس ہے۔ان کے پاس چلے جاؤ اور ان سے اپنا حصہ لے لو۔

لاہور میں ورود مسعود☆: آپ یہ مژدہ سُن کر گھر واپس آئے اور اپنے والد بزرگوار کو سب حال سنایا اور حضرت شاہ عنایت اللہ قادری علیہ الرحمۃ سے بیعت کی اجازت چاہی۔آپ کے والد بزرگوار نے آپ کو بخوشی اجازت دے دی اور کچھ روپے اور دستار آپ کو دی تا کہ حضرت شاہ عنایت اللہ علیہ الرحمۃ کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کریں لاہور پہنچ کر آپ حضرت شاہ عنایت اللہ علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت سے مشرف ہونے کی خواہش ظاہر کی۔

حضرت شاہ عنایت اللہ علیہ الرحمۃ نے آپ سے فرمایا کہ اس شرط پر بیعت کروں گا کہ پہلے پانچ سو روپے نقد پانچ سو روپے کا ایک گھوڑا پانچ سو روپے کے طلائی کنگنوں کی ایک جوڑی اور پانچ سو روپے کی ایک پوشاک لے کر آئیں۔یہ شرائط سن کر آپ کی امیدوں پر پانی پھر گیا۔آپ نے سوچا کہ شرائط کا پورا کرنا میرے بس کی بات نہیں ہے۔

چنانچہ نا اُمید ہو کر دریا کی راہ لی راوی کے کنارے بیٹھے ہوئے اسی سوچ و بیچار میں تھے۔آخر کار عالم نا امیدی دریا میں ڈوب کر مَر جانے کا ارادہ کیا ابھی یہ طے کیا ہی تھا کہ ایک شخص چہرہ پر نقاب ڈالے ہوئے گھوڑے پر سوار وہاں آ پہنچا۔اُس سوار نے آپ سے کہا کہ میاں صاحب ایک کام کرو گے میں دریا میں نہانا چاہتا ہوں تمہیں تکلیف تو ہوگی۔میں جب تک نہاؤں تم میرا گھوڑا تھامو اور میرے سامان کی حفاظت کرو آپ نے ایسا کرنے پر آمادگی ظاہر کر دی اُس شخص نے ایک تھیلی جس میں پانچ سو روپے تھے طلائی کنگنوں کی جوڑی پوشاک اور گھوڑا آپ کے سپرد کیا اور خود دریا میں نہانے چلا گیا۔آپ اُس شخص کے انتظار میں بہت دیر وہاں بیٹھے رہے جب وہ کافی دیر تک دریا سے باہر نہیں آیا تو آپ یہ سوچ کر کہ وہ دریا میں ڈوب گیا ہے۔وہاں سے اُٹھے اور شہر کی جانب روانہ ہوئے شہر میں جب داخل ہوئے تو لوگ پوشاک اور گھوڑا دیکھ کر بے اختیار کہنے لگے کہ یہ گھوڑا اور پوشاک تو حضرت شاہ عنایت اللہ قادری علیہ الرحمۃ کا ہے۔

بیعت و خلافت☆: آپ خوشی خوشی وہ تمام سامان لیکر حضرت شاہ عنایت اللہ قادری علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت شاہ عنایت علیہ الرحمۃ آپ کو دیکھ کر مسکرائے آپ کو بیعت سے مشرف فرمایا۔اور بعدہ خرقہ خلافت عطا فرمایا کچھ عرصہ اپنے پیرو مرشد کی خدمت میں رہ کر ان کے فیوض و برکات سے مستفیض ہو کر چناب کے کنارے رہنے لگے اور عبادت و مجاہدہ میں مشغول ہو گئے اس کے بعد آپ نے قصور میں سکونت اختیار کر لی۔اور تعلیم و تلقین اور تبلیغ میں مصروف ہونے کے بعد لوگوں کو راہِ حق دکھاتے رہے۔

گوالیار میں آمد☆: آپ کے پیرو مرشد آپ سے کسی بات پر ناراض ہو گئے اور ولایت سلب کر لی تو آپ اپنے مرشد کے پاس گوالیار چلے گئے وہاں پہنچ کر حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری کے مزار پر حاضر ہوئے اور اُن سے روحانی فیوض و برکات حاصل کئے۔علاوہ اس کے فن موسیقی میں کمال حاصل کیا کچھ دنوں کے بعد آپ کے پیرو مرشد آپ سے خوش ہو گئے اور ولایت عطا کر دی۔

سیرت و کردار☆: آپ کو سماع کا بہت زیادہ شوق تھا فن موسیقی سے باخوبی واقف تھے آپ ایک عظیم شاعر ہونے کے

ساتھ صاحب دیوان بھی ہیں آپ کا تخلص بُلھے شاہ تھا آپ کو اپنے مرشد کامل سے والہانہ عشق تھا۔ آپ پابند شریعت وطریقت بزرگ تھے، نماز پنجگانہ تہجد، اشراق، چاشت آپ کا مستقل معمول تھا۔ سخاوت میں عدیم المثال تھے۔ لنگر آپ کا وسیع اور دراز تھا۔ خلق میں بے مثال تھے، تربیت مریداں پر خصوصی توجہ فرماتے تھے، ہمہ وقت خود بھی ذکر وفکر میں مشغول رہتے اور مریدین کو بھی مشغول بحق رکھتے تھے۔

کشف وکرامت ☆: آپ اپنے مویشیوں کو چرانے جنگل میں جایا کرتے تھے ایک دن کا واقعہ ہے کہ آپ حسب دستور اپنے مویشیوں کو چرانے جنگل میں گئے۔ جانور چراتے چراتے آپ ایک درخت کے نیچے جا کر بیٹھ گئے بیٹھے بیٹھے آپ کو نیند آ گئی مویشی چرتے چرتے ایک شخص کے کھیت میں چلے گئے۔ اتنے میں کھیت کا مالک آ گیا اُس نے جب مویشیوں کو اپنے کھیت میں دیکھا تو بے چین ہو کر آپ کو تلاش کرنے لگا درخت کے قریب آ کر دیکھا کہ آپ محوخواب ہیں اور ایک ناگ (کالا سانپ) اپنے پھن کا سایہ کئے ہوئے آپ کے پاس کھڑا ہے۔ کھیت کا مالک جیون خان یہ دیکھ کر متعجب ہوا۔ وہ بھاگا ہوا آپ کے والد کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ تمہارے مویشیوں نے میرا کھیت اجاڑ دیا ہے اور تمہارا لڑکا درخت کے نیچے مردہ حالت میں پڑا ہے۔ اور سانپ اُن کے برابر میں کھڑا ہے۔ آپ کے والد گرامی کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ کچھ آدمیوں کو لیکر فوراً وہاں پہنچے سانپ فوراً غائب ہو گیا آپ بیدار ہو گئے آپ کے والد صاحب نے کہا کہ لوگ شاکی ہیں کہ تمہارے مویشیوں نے کھیت اجاڑ دیا ہے۔ یہ سُن کر آپ نے اپنے والد بزرگوار سے کہا ایسا تو نہیں ہے کہ آپ خود دیکھ کر رائے قائم کیجئے۔ کہ کھیت اُجڑا ہے یا نہیں جب موقعہ دیکھا گیا تو کھیت پہلے سے زیادہ سرسبز وشاداب تھا یہ دیکھ کر جیون خان نے وہ کھیت آپ کے والد گرامی کو نذر کر دیا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال اےااھ بمطابق 1757ء کو آپ کا وصال ہوا۔ مزار فیض آثار قصور شہر میں مرجع خاص وعام ہے۔ راقم الحروف نے بارہا آستانہ عالیہ پر حاضری دی ہے۔ عجب رنگ اور کیفیت نظر آتی ہے۔ آپ کا کلام عارفین کی زبان پر عام رہتا ہے۔

بُلھا کیہ جاناں میں کون
نہ میں مومن وچ مسیتاں
میں میں وچ کفر دیاں ریتاں
نہ میں پاکاں وچ پلیتاں
نہ میں موسیٰ نہ فرعون
بُلھا کی جانا میں کون

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سید شاہ محمد غوث گیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: عمدۃ السالکین، دلیل الکاملین، شیخ المحدثین، امام العارفین، آفتاب بلندی ہائے عظمت وجلال، پیشوائے جمیع اہل کمال، مرآۃ جمال بے مثال، سلطان ارباب مشاہد ومجاہدہ ہیں۔ ولادت ۱۰۸۴ھ بمطابق 1673ء کو سلطان العارفین حضرت ابو البرکات سید حسن شاہ گیلانی قادری پشاوری علیہ الرحمتہ کے گھر موضع سلطان پور نزد پشاور صوبہ سرحد میں ہوئی۔

آپ نجیب الطرفین حسنی حسینی سید ہیں آپ کا شجرہ نسب حسب ذیل واسطوں سے حضور شہنشاہ بغداد پیران پیر دستگیر السیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا کر ملتا ہے۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

حضرت شاہ محمد غوث بن ابوالبرکات سید حسن بن سید عبداللہ بن سید محمود بن سید عبدالقادر بن سید عبدالباسط بن سید حسین بن سید قطب عالم بن سید احمد بن سید شرف الدین قاسم بن سید شرف بن سید بدرالدین حسن بن سید علاؤالدین علی بن سید شمس الدین محمد بن سید شرف الدین یحییٰ بن سید شہاب الدین احمد بن سید قطب العالم بن سید صالح النصر بن قطب الاقطاب سید عبدالرزاق بن قطب ربانی السیدنا عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

آپ کا نام نامی اسم گرامی شاہ محمد غوث ہے اور حضرت سخی شاہ محمد غوث کے نام سے آپ نے شہرت پائی۔ آپ نے اپنے عظیم والد گرامی حضرت سید ابوالبرکات حسن شاہ پشاوری علیہ الرحمتہ قادری کے زیر سایہ تربیت پائی۔ سات برس کی عمر عزیز میں قرآن پاک ختم کیا نو برس کی عمر میں پورے کلام اللہ کے حافظ ہو گئے۔ اس کے بعد کتب متداولہ کی تکمیل اٹھارہ برس کی عمر میں کر کے دستار فضیلت حاصل کر کے سرفراز وممتاز ہوئے۔ آپ نے تلویح توضیح اخوند مولانا محمد نعیم صاحب کابلی سے پڑھی اور حدیث شریف محدث جلیل مولانا شیخ جان محمد سہروردی خلیفہ میاں وڈا سے لاہور جا کر پڑھی اور انہی سے اجازت حاصل کی۔ جبکہ دیگر علوم درسیہ مولانا نور محمد مدقق حاجی مولانا یار بیگ صاحب مولانا عبدالہادی صاحب اور میاں محمد مراد سے اخذ کیے۔

آپ کے تمام کے تمام اساتذہ لاہور میں مقیم تھے اور اپنے وقت کے علماء میں فضلائے باکمال اور عارف کامل تھے۔

بیعت وخلافت ☆ : آپ اٹھارہ برس کی عمر شریف میں علوم ظاہریہ کی تکمیل کے بعد اپنے والد گرامی حضرت سید حسن شاہ گیلانی قادری پشاوری علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور بعد از تکمیل مجاہدہ وسلوک اپنے والد بزرگوار سے ہی خرقہ خلافت پا کر سرفراز وممتاز ہو کر صاحب ارشاد ہوئے۔

نوٹ ☆ : سندھ کے معروف صوفی بزرگ اور ولی کامل اولاد غوث الاعظم حضرت سید عبداللہ گیلانی (ثمہ ٹھٹھوی) جو کہ بغداد شریف سے ٹھٹھہ صوبہ سندھ میں آ کر آباد ہوئے اور یہیں شادی کی۔ان کو خداوند کریم نے دو عظیم روشن چراغ فرزند عطا فرمائے جن میں سے ایک حضرت سید محمد فاضل گیلانی جن کا مزار پرانوار خانیاری سری نگر مقبوضہ کشمیر میں مرجع خاص وعام میں ہے۔

دوسرے فرزند حضرت سید حسن شاہ گیلانی ثمہ پشاوری جن کا مزار پشاور شہر میں مرجع خاص وعام میں ہے۔ان حضرت سید حسن شاہ گیلانی علیہ الرحمتہ کے فرزندار جمند آپ حضرت سید شاہ محمد غوث لاہوری علیہ الرحمتہ ہیں۔اس طرح آپ سید عبداللہ بغدادی گیلانی ثمہ ٹھٹھوی سندھی کے حقیقی پوتے ہوئے۔

مختلف بزرگوں سے ملاقات وزیارات ☆ : آپ اپنے والد گرامی حضرت سید حسن شاہ گیلانی علیہ الرحمتہ کے وصال باکمال کے بعد سیر وسیاحت اور مختلف بزرگوں کی زیارت وملاقات کے لئے گھر سے نکلے اس عرصہ میں آپ نے جن بزرگوں سے اکتساب فیض کیا وہ درج ذیل ہیں:

پشاور میں آپ حضرت شیخ حافظ عبدالغفور کاشمیری نقشبندی کی خدمت میں اکثر حاضری دیتے رہتے جبکہ قصبہ لنڈی میں ایک مرتاض متقی بزرگ سے بھی آپ نے ملاقات کی۔

اٹک میں آپ حضرت شیخ یحیٰی نقشبندی سے ملے جو اپنے زمانے کے کاملین میں سے تھے۔ان کے علاوہ شاہ محمد فاضل اور شاہ زندہ فقیر سے بھی آپ نے ملاقاتیں کیں اور چندروز رہ کر اکتساب فیض کیا۔

شاہ زندہ فقیر کے بارے میں مشہور ہے کہ انہوں نے چالیس برس تک بول و براز نہیں کیا تھا۔اٹک کے مضافات میں ایک بزرگ میاں نور محمد سے بھی اکتساب فیض کیا جبکہ حضرت شاہ لطیف مجذوب کی خدمت میں بھی حاضری دی۔

محمود کامہ نزد جلال آباد کابل میں اخوند محمد نعیم سے ظاہر باطنی تعلیم میں استفادہ کیا۔

خطہ پوٹھوار کے علاقہ کے معروف بزرگ سید شاہ چراغ قادری المعروف شاہ چن چراغ جن کا مزار محلہ شاہ چن چراغ نزد صرافہ بازار راولپنڈی شہر میں مرجع خاص وعام ہے کی خدمت میں رہ کر اکتساب فیض کیا۔

نوشہرہ ضلع گجرات میں حضرت حاجی گلگو سے ملاقات کی جنہوں نے آپ پر خصوصی توجہ فرمائی۔دوسری مرتبہ جب یہاں آئے تو حضرت شاہ عصمت اللہ نوشاہی کی خدمت میں ساہن پال شریف تحصیل پھالیہ ضلع گجرات تشریف لے گئے۔ان کی خدمت میں بارہ برس تک حاضری دیتے رہے۔آپ خود فرماتے ہیں کہ جذبہ اور رقت قلب مجھے ان بزرگ سے حاصل ہوا۔کنجاہ ضلع گجرات میں میاں

محمد جعفر سے اکتساب فیض کیا۔

شاہ جہاں آباد دہلی میں آپ حضرت شیخ محمد چشتی سے ملے اور ان سے چند ملاقاتیں کیں۔ یہیں آپ کی ملاقات شیخ کلیم اللہ چشتی اور حضرت سید میراں شاہ بھکھ چشتی صابری علیہم الرحمۃ سے ملے اور اکتساب فیض کیا۔ بعدازاں اجمیر شریف چلے گئے وہاں کے بزرگوں سے ملاقات کے علاوہ خواجہ اجمیر کے مزار پرانوار پر مراقب رہ کر ان کے فیوض و برکات سے مستفید ہوئے۔ اور دوبارہ دہلی تشریف لا کر مہرولی میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمۃ کے مزار پرانوار پر حاضر ہوئے۔ اور ان کے فیوض و برکات سے مالا مال ہو کر سرہند شریف میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے مزار پرانوار پر حاضری دی اور ان کے پوتے حضرت صبغت اللہ مجددی علیہ الرحمۃ سے اکتساب فیض کیا۔ اسی دوران حضرت میاں عبدالاحد المشہور بہ میاں گل علیہ الرحمۃ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ یہ بزرگ بھی حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی اولاد پاک سے تھے۔ جنہوں نے آپ پر خصوصی شفقت و محبت فرمائی اور اپنے جدِ بزرگوار کے مزار پر لے جا کر آپ پر خصوصی توجہ فرماتے تھے۔

شہر دوآبہ میں حضرت شیخ عبدالنبی نقشبندی جو کہ خاموش طبیعت بزرگ تھے ان سے بھی ملاقات کی اور استفادہ کیا۔

اکبرآباد میں مشتاق شاہ مجذوب خادم مرتضٰی شاہ سے ملاقات کی۔

لاہور میں ورود مسعود☆: آپ اپنے تصنیف کردہ ''رسالہ غوثیہ'' میں رقم طراز ہیں کہ جب میں لاہور پہنچا جو کہ ایک پرانا شہر اور بزرگوں کا مسکن ہے۔ یہاں پر بعض اولیاء اللہ کے مزارات پر راتوں کو چلے کاٹے۔ اسی ضمن میں حضرت میاں میر قادری علیہ الرحمۃ کے مزار پرانوار پر معتکف رہا۔ حضرت میاں میر علیہ الرحمۃ نے خواب میں مجھ پر بڑی شفقت اور کمال محبت و توجہ سے ایک شغل عنایت فرمایا۔ صبح کے وقت جب میں وہاں سے اُٹھ کر حضرت شیخ حامد لاہوری علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور ان سے کسی شغل کے واسطے سوال کیا تو وہ ہنسے اور فرمایا کہ تجھ کو وہی شغل کافی ہے۔ جو آج رات میاں میر حضرت بالا پیر سے عطا ہوا ہے۔

حضرت شیخ حامد درویش علیہ الرحمۃ کا مزار حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری علیہ الرحمۃ کے مزار کے قریب ہے۔

لاہور میں ہی حضرت شیخ جان محمد محدث سہروردی علیہ الرحمۃ سے دورہ حدیث شریف پڑھ کر اجازت حاصل کی۔ اس کے علاوہ حضرت شیخ جان محمد ثانی سہروردی علیہ الرحمۃ کے مزار جو کہ میاں اسماعیل عرف وڈا میاں علیہ الرحمۃ کے مزار کے ساتھ ہے پر حاضری دی۔ یہ زمانہ محمد شاہ رنگیلا کا زمانہ تھا۔

آپ کی خانقاہ و مزار شریف کے متصل جامع مسجد میاں عزیز ککڑوائیں بارہ مولا کشمیر نے ۱۳۱۳ھ بمطابق 1895ء میں تعمیر کروائی تھی۔ اس کے ساتھ سجادہ نشینوں کے کمرے پختہ مکانات اور ایک غوثیہ ہال جسے انجمن غوثیہ نے 1896ء میں تعمیر کروایا تھا۔

آپ کے ہم عصر بزرگانِ دین☆: لاہور میں قیام کے زمانہ میں درج ذیل بزرگ آپ کے ہم عصر تھے۔ جن میں حضرت رضا شاہ قادری شطاری حضرت شاہ درگاہی صابری قادری حضرت شاہ بدرالدین گیلانی حضرت شاہ شرف الوری حضرت شاہ

عنایت قادری شطاری، حضرت شیخ عبدالقادر شاہ گدا گیلانی، حضرت شاہ فرید قادری نوشاہی، حضرت شیخ جان محمد سہروردی، حضرت شیخ قاری حامد سہروردی علیہم الرحمۃ والرضوان والغفران کے نام نامی اسمِ گرامی شامل ہیں جن سے آپ کے مراسم تھے۔

تصنیفات وتالیفات ☆: آپ کی تصانیف میں اسرار الطریقت، (۲) شجرہ بزرگان جس کو رسالہ غوثیہ بھی کہا جاتا ہے، (۳) درج الدرر فی اصول الحدیث خیر البشر، (۴) اسرار التوحید، (۵) شرح قصیدہ غوثیہ، (۶) شرح غوثیہ۔ یہ بخاری شریف کی شرح ہے، (۷) ترجمہ قرآن۔ جو کہ فارسی زبان میں ہے، (۸) رسالہ ذکر جہر جس میں اونچی آواز سے ذکر کرنا ثابت کیا گیا ہے۔

آپ کے صاحبزادگان ☆: آپ کے صاحبزادگان میں حضرت سید میر محمد عابد شا، حضرت سید میر شاکر شاہ، حضرت سید شاہ میر، حضرت سید میر باقر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اِن میں اوّل الذکر صاحب سجادہ ہوئے اور باقی تینوں بھی آپ کے خلفا اور صاحب مجاز تھے۔

آپ کے خلفاء ☆: آپ کے چاروں صاحبزادگان کے علاوہ درج ذیل حضرات کو بھی آپ نے خرقہ خلافت واجازت سے نوازا جن میں حضرت شیخ حافظ محمد سعید، حافظ محمد صدیق، محمد غوث قادری، شیخ وجیہ الدین المعروف پیر زہدی لاہوری اور جناب عبدالسلام قادری کے علاوہ آپ کے پوتے حضرت شاہ غلام قادری گیلانی بھی آپ کے خلفاء نامدار میں شامل ہیں۔

کشف وکرامات ☆: آپ کے ایک ہم نام بزرگ جو آپ کے مرید وخلیفہ اور پشاور میں مقیم تھے نادر شاہ درانی نے جب کابل کو فتح کرنے کے بعد ہندوستان پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کیا تو وہ پشاور میں آپ کے خلیفہ شاہ محمد غوث قادری کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے حملے میں کامیابی کی دعا اور استمداد کی درخواست کی تو انہوں نے نادر شاہ کو آپ کی خدمت میں حاضری کے لئے کہا۔

نادر شاہ نے آپ کو پیغام دے کر پشاور بلایا تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ بادشاہوں کے دربار میں حاضری ہمارے بزرگوں کے طریقے کے خلاف ہے۔

نادر شاہ یہ جواب پا کر بہت برہم اور سیخ پا ہوا۔ اور کہنے لگا کہ اچھا لاہور پہنچ کر اس گستاخی کا مزا چکھاؤں گا۔ جب وہ پشاور سے لاہور کی جانب نکلا تو راستے میں ایک ندی کی طغیانی نے اسے ایسا روکا کہ جس سے رستہ عبور کرنا اس کے لئے دشوار ہو گیا۔ کئی روز تک اس نے انتظار کیا مگر طغیانی کسی طرح کم نہ ہوئی۔ بلکہ روز بروز بڑھتی رہی۔ بالآخر پریشان ہو کر حضرت شاہ محمد غوث پشاوری کی خدمت میں دعا کے لئے ملتجی ہوا تو انہوں نے جواباً کہلا بھیجا یہ طغیانی تمہارے اس ارادہ بد کی وجہ سے ہے جو تم نے میرے مرشد حضرت شاہ محمد غوث گیلانی قادری لاہوری علیہ الرحمۃ کی نسبت سے کیا ہے۔

یہ سن کر وہ اپنے دل میں تائب ہوا اور لاہور پہنچ کر عقیدت وخلوص کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر معذرت چاہی۔

کرامت نمبر۲ ☆: جب رنجیت سنگھ کی وفات کے بعد کھڑک سنگھ جانشین حکومت لاہور ہوا تو اس کے بیٹے نونہال سنگھ نے جو بااختیار حکمران تھا اس نے حکم دیا کہ لاہور کی فصیل کے باہر چار ہزار قدم تک زمین صاف کر کے پریٹ چاروں طرف شہر کے بنائی

جائے۔اور راستے میں آنے والے مکانات اور درخت گرا دیئے جائیں۔اس کام کی نگرانی پر دلاروس فرنگی مقرر ہوا۔اس نے مکانات اور درخت گرانے شروع کر دیئے۔اس ضمن میں آپ کے مزار پر انوار کا بیرونی چبوترہ گرا دیا اور ارد گرد کے تمام درخت بھی کٹوا دیئے۔ اگلی صبح مزار کی چار دیواری گرائی جانے والی تھی کہ رات کو قدرت الٰہی سے کھڑک سنگھ مر گیا۔جب اس کا بیٹا نونہال سنگھ اس کو جلا کر واپس مرگھٹ سے قلعہ میں پہنچا تو سلامی کی توپوں کی گرج کی وجہ سے قلعے کی دیوار سے ایک پتھر نکل کر نونہال سنگھ کے سر پر گرا جس سے وہ جوانی کی عمر میں اسی وقت مر گیا۔اس کی والدہ ان دونوں واقعات کی نزاکت کو بھانپ گئی کہ یہ عذاب کس وجہ سے آیا ہے۔اس نے فوراً حکم دیا کہ حضرت شاہ محمد غوث گیلانی قادری کا مزار پر انوار نہ گرایا جائے بلکہ جو حصہ گرایا گیا ہے اس کو فوراً تعمیر کرایا جائے۔

وصال با کمال ☆: آپ کا وصال با کمال ۱۷ ربیع الاول شریف ۱۱۷۳ھ بمطابق 1759ء ہوا۔مزار پر انوار بیرون دہلی دروازہ برلب سڑک سرکلر روڈ لاہور میں مرجع خلائق عام ہے۔جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔عصر حاضر کے ایک مایہ ناز تاریخ گو شاعر اور ادیب شہر حضرت علامہ محمد عبدالقیوم طارق سلطان پوری مدظلہ العالی نے ہجری اور عیسوی دونوں کا مادۂ تاریخ یوں رقم فرمایا ہے۔

''خورشید احمد'' ''جلوۂ جہان فیضان قادریت''

۱۱۷۳ھ ۱۷۵۹ء

شد محمد غوث شیخ متقی
گشت چوں درباغ جنت جائے گیر
گفت سرور سال وصال آنجناب
ولی حق پیر کامل دستگیر

۱۱۵۲ء

فقیر راقم الحروف کو آپ کے دربار کی حاضری کی سعادت نصیب ہے جو ایک روحانی اور وجدانی کیفیت کا مرکز و منبع ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سید محمد موسیٰ شاہ غوث گیلانی اول قادری رحمتہ اللہ علیہ

حضرت سید محمد موسیٰ شاہ بن سید محمد عابد بن سید عبدالجلیل جیلانی گھوٹکی (سندھ) کے جیلانی سادات کرام کی حویلی میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

سلسلہ نسب یوں ہے ☆: الشیخ ابو صالح سید موسیٰ شریف عارف باللہ بن سید محمد عابد بن سید عبدالجلیل بن سید کمال الدین بن سید مبارک شاہ عادلپوری بن سید حسین دہلوی بن سید محمد مکی العربی بن سید یونس بن سید احمد بن سید جعفر بن سید عبدالقادر بن سید حسین بن ابونعمان بن سید حمید الدین بن سید عبدالجلیل بن سید عبدالجبار بن شیخ محی الدین ابو محمد سید عبدالقادر حسنی حسینی جیلانی غوث اعظم پیران پیر دستگیر رضی اللہ عنہ (آستانہ عالیہ قادریہ بغداد شریف)

حضرت سلطان باہو کا اثر ☆: حضرت موسیٰ شاہ کم سنی میں یتیم ہو گئے تھے والدہ ماجدہ نے پرورش کی۔ گھوٹکی میں ایک گلال شخص رہتا تھا، وہ سلطان العارفین حضرت سلطان باہو قدس سرہ (متوفی ۱۱۰۲ھ) کے فیض یافتہ مرید تھے۔ اس پر ہدایت کے آثار اور فیضان الٰہی کے انوار متجلی ہوئے اور اس کے حالات اعلیٰ درجے کے ہو گئے، خلقت اس کی طرف رجوع کرنے لگی، وہ صاحب ارشاد شیخ ہو گئے۔ حضرت موسیٰ شاہ کی والدہ نے یہ حالات دیکھ کر اس بزرگ درویش شخص سے بہت متاثر ہوئیں اور دریافت فرمایا: فقیر! آپ کو یہ نعمت عظمیٰ کہاں سے عطا ہوئی ہے۔" معلوم ہونے کے بعد مزید سیدہ صاحبہ نے فرمایا: آپ جب اپنے شیخ کی زیارت کے لئے جائیں تو برائے کرم میرے لاڈلے بیٹے موسیٰ شاہ کو بھی ساتھ لے جایئے گا تا کہ ان کی زیارت وصحبت سے میرے بچے کی بھی قسمت سنور جائے۔" جب درگاہ سلطانیہ شورکوٹ (ضلع جھنگ) فقیر جانے لگا تو سیدہ صاحبہ نے فرمایا: اپنے شیخ کی خدمت میں عرض کیجئے گا کہ ہم نے سنا ہے کہ آپ تارک الدنیا ہیں اور ہر ایک مرید وطالب کو ترک دنیا کا حکم دیتے ہیں ہم چونکہ از حد مسکین ہیں اور فقر و فاقہ اور مسکینی کا بوجھ ہم عمر بھر اٹھاتے اٹھاتے تنگ آ گئے ہیں۔ میرے بیٹے (موسیٰ شاہ) کو آپ دونوں نعمتیں عطا فرمائیں یعنی دینی اور دنیوی۔"

وہ درویش، نوجوان بچے (حضرت موسیٰ شاہ) کو اپنے ساتھ حضرت سلطان باہو کی خدمت شریف میں لے کر پہنچے، اور تمام معروضات عرض کر دیں، آپ نے فرمایا: سید موسیٰ شاہ کی والدہ کو ہماری طرف سے کہنا کہ انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک یہ دونوں نعمتیں تمہارے گھر میں رہیں گی۔ اور فرمایا: یہ بچہ چھوٹی عمر کا ہے اس کی ماں سے کہنا کہ پہلے اسے ظاہری تعلیم دلوائے اور جب فارغ التحصیل ہو جائے تو پھر ہمارے پاس آئے، اس سیدزادہ کے لئے ہمارے پاس نعمت (امانت) ہے۔

تعلیم وتربیت☆: جب آپ گھوٹکی واپس تشریف لائے والدہ ماجدہ نے آپ کو فوری طور پر مدرسہ میں داخل کیا۔ (مناقب سلطانی) وہیں تعلیم حاصل کرکے فارغ التحصیل ہوئے لیکن ہمیں مدرسہ واساتذہ کا علم نہ ہوسکا۔

بیعت وخلافت☆: جب آپ فارغ التحصیل ہوئے تو پھراسی درویش شخص کے ساتھ حضرت موسیٰ شاہ کو حضرت سلطان باہو کی خدمت میں بھیجا۔ جب رنگ پورکھیڑ (پنجاب) میں پہنچے تو اچانک خبر معلوم ہوئی کہ عاشق غوث اعظم، سلسلہ قادریہ کے علمبردار، فنافی اللہ حضرت سلطان باہو قدس سرہ الاقدس اس جہان فانی سے دارالبقا کو روانہ ہوگئے ہیں۔ یہ جانکاہ واقعہ سنتے ہی وہ فنافی الشیخ درویش بھی ملک بقا کو روانہ ہوگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ موسیٰ شاہ، رنگ پور سے اکیلے ہی روتے دھوتے شکستہ حال گرتے سنبھلتے حضرت سلطان باہو کے دربار مقدس پر وصال کے دوتین دن بعد پہنچے۔

وصال کے وقت آپ نے فرمایا: موسی شاہ نامی نوجوان جنوب کی طرف سے رب العلمین کی طلب کیلئے آرہا ہے، اسے خاص نعمت دینا۔ جناب صاجزادے صاحب...... کی زبان سے نکلا کہ یاحضرت! اسے کیا دینا چاہیے۔ حضرت قدس سرہ نے اپنا دست مبارک بڑھا کر انگشت مبارکہ سے خود اسم ذات اللہ لکھا اور اس کے حق میں کچھ نہ کہا۔

صاجزادہ صاحب (شیخ سلطان نورمحمد قادری) نے وہی اسم اللہ کا نقش مٹی کی رکابی سے ڈھانپ رکھا۔ دوتین دن کے بعد موسیٰ شاہ پہنچے تو فوراً اس اسم اللہ کے نقش سے رکابی اٹھائی اور انہیں دکھایا۔ موسیٰ شاہ دیکھتے ہی بے ہوش ہوکر زمین پر گر پڑے اور صاجزادوں نے بدستور اس نقش کو ڈھانپ دیا۔ حضرت موسیٰ شاہ تین دن اور رات بے ہوش اور بے خبر پڑے رہے۔ بعد ازاں ہوش میں آئے اور دوسری مرتبہ اسم ذاتی کے نقش کو دیکھا تو پھر مست ہوگئے۔ دودن اور دورات کے بعد ہوش میں آئے پھر تیسری بار جب دیکھا تو ایک دن اور ایک رات مست رہے۔ چوتھی بار دیکھنے کے بعد مستی غالب نہ آسکی یعنی نعمت نے دل میں قرار پکڑ لیا۔

جس مٹی پر نقش اللہ لکھا ہوا تھا وہ مٹی پانی میں گھول کر موسیٰ شاہ کو پلائی گئی۔ وہیں قیام کیا۔

صاجزادہ حضرت شیخ سلطان نورمحمد کی صحبت اختیار کی، سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔ ارشاد وتلقین کی اجازت ملنے کے بعد اپنے گوٹھ گھوٹکی (سندھ) میں مسند ارشاد پر متمکن ہوئے۔

آپ کا سلسلہ طریقت قادریہ یوں ہے:

حضرت موسیٰ شاہ جیلانی گھوٹکی، حضرت شیخ سلطان نورمحمد قادری شورکوٹ، حضرت سلطان باہو درگاہ سلطانیہ شورکوٹ ضلع جھنگ، حضرت سید عبدالرحمٰن جیلانی دہلوی، شیخ سید عبدالجلیل، شیخ سید عبدالقادر، شیخ سید عبدالستار، شیخ سید عبدالفتاح، شیخ نجم الدین برہانپوری، شیخ محمد صادق یحیٰی، شیخ عبدالجبار، شیخ حضرت سید عبدالرزاق جیلانی بغداد شریف، غوث اعظم سید عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

تعمیر مسجد☆: آپ گھوٹکی میں واپس تشریف لائے ارشاد تلقین، وعظ ونصیحت کا سلسلہ شروع کیا، تھوڑے ہی دنوں میں مجمع کثیر جمع ہوگیا، طالبان حق، مشتاقان دید آپ کو گھیرے ہوئے تھے۔ اس لئے ۱۱۴۸ھ کو ایک عظیم الشان جامع مسجد تعمیر کروائی جوکہ آج

بڑی شان سے قائم ہے اور جامع مسجد گھوٹکی کے نام سے مشہور ہے۔ یہ خوبصورت وشاندار جامع مسجد وسیع وعریض ہال وصحن پر مشتمل
ت دلکش ہے۔ یہ مسجد ساٹھ (۶۰) ستونوں پر قائم ہے اس سے اس کی وسعت کا اندازہ لگایئے۔ (مذکورہ سن واحوال پاکستان ٹی وی
رپورٹ سے لیا گیا ہے جو کہ سجادہ نشین سید مبارک علی شاہ جیلانی نے انٹرویو میں بتایا تھا)۔

اصلاح معاشرہ ☆: کتاب ''تذکرہ انوار علمائے اہل سنت سندھ'' کے مؤلف حضرت علامہ پیر سیّد زین العابدین شاہ
ندی مدظلہ العالی اپنی کتاب میں رقمطراز ہیں کہ حضرت موسیٰ شاہ نے سندھ میں ایک لاکھ آدمیوں کو ارشاد تلقین فرمایا۔ آپ کے امر
روف (دعوت تبلیغ) کے سبب ملک سندھ میں سوسوکوس تک کسی قسم کی بدعت مثلاً: بھنگ نوشی، حقہ کشی، ساز سرود، ڈھولک بانسری وغیرہ
ا بھی استعمال نہ ہوتا۔

آپ کی کوشش وکاوش سے ایک لاکھ انسان گمراہی وبدعت سے محفوظ رہے اور سیدھے راستے پر گامزن ہوئے۔ مساجد ومدارس
آباد ہوئے حلقۂ ذکر سے ویران قلب آباد زندہ ہوئے۔ آپ نے سلسلہ قادریہ کی ترویج واشاعت کے ذریعے بدعات کا قلع قمع کیا اور
ت نبوی کا احیاء کیا۔

وصال باکمال ☆: آپ کے دوستوں میں مخدوم الملک مخدوم عبدالرحمٰن شہید عباسی قدس سرہ (۱۱۴۵ھ) درگاہ مخادیم
ھیڑا ضلع خیر پور میرس کا نام نامی اسم گرامی مشہور ہے۔ اور ''محبوب الشہداء'' کتاب میں دونوں بزرگوں کی دوستی عقیدت ومحبت کا
کر خیر درج ہے۔

شیخ المشائخ، عارف باللہ، سید الکاملین حضرت مخدوم حافظ محمد اسماعیل نقشبندی قدس سرہ (خانقاہ پریاں لوءشریف ضلع خیر پور
برس) اور امام اہل سنت، عاشق خیر الوری، مجدد برحق، مفتی اعظم حضرت علامہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی قادری قدس سرہ بھی آپ کے
معصر، ہم عقیدہ، ہم مذہب تھے اور دونوں بزرگوں کا سن وصال ۱۱۷۴ھ ہے۔

آپ نے ۸ ذوالحجہ ۱۱۷۳ھ/۱۷۶۰ء بروز ہفتہ عصر کے وقت اس دنیا فانی سے کوچ کیا۔ آپ کی مزار مقدس جامع مسجد گھوٹکی کے
متصل مرجع خلائق ہے۔

بود موسیٰ شاہ اکبر پیر عالی قدر و شان
شد مقلب او ثانی محی الدین اندر جہاں
عارفان را پیر کامل سالکان را رہنما
در ولایت ہم کرامت شہرہ آفاق دان

بشکریہ: تذکرہ انوار علماء اہل سنت
صوبہ سندھ

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سیّد ملوک شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: قدوۃ السالکین، برھان الواصلین، سلطان العارفین، منہاج العابدین، حضرت سید ملوک شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ صاحب تجرید و ترک ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت دہلی کے معزز سادات گھرانے کے عظیم چشم و چراغ اور عارف کامل حضرت سید ناصر الدین علیہ الرحمتہ کے گھر ہوئی۔

آپ کی ابتدائی تربیت اپنے والدین کے زیر سایہ ہوئی۔ جب سن شعور کو پہنچے تو مدرسہ نظامیہ دہلی میں داخل ہو کر علوم دینیہ کی تکمیل کی۔ اس دوران آپ کی روحانی تربیت عارف باللہ حضرت مخدوم سید عبدالقادر شاہ قادری کرمانی علیہ الرحمتہ نے فرمائی۔

علوم دینیہ کی تکمیل کے بعد آپ دہلی کو خیر باد کہہ کر مرشد کی تلاش میں نکلے اور کو بہ کو، دیس بدیس پھرتے پھراتے کیتھل شریف پہنچے اور سلسلہ عالیہ قادریہ کے نامور بزرگ حضرت خواجہ محمد علی شاہ زندہ ولی علیہ الرحمتہ کی خدمت میں رہنے لگے۔ حضرت خواجہ محمد علی شاہ قادری علیہ الرحمتہ نے آپ کو سلوک و معرفت کی منازل طے کرائیں اور سلسلہ عالیہ قادریہ کے بزرگوں کے اوراد و وظائف آپ کو بخشے۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت خواجہ محمد علی شاہ قادری شاہ کیتھل کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر صاحب ارشاد و مجاز ہوئے۔

سیرت و کردار ☆: آپ عبادت و ریاضت میں یگانہ روزگار تھے۔ عبادت و ریاضت میں مشغولیت کی کیفیت یہ تھی کہ کئی کئی دن تک کھانا بھی نہ کھاتے اگر کوئی مرید زیادہ اصرار کرتا تو آپ فرماتے کہ کچھ کھا کر بھی نفس کا پیٹ نہیں بھرتا۔ آپ نے شہر کے دور دراز قبرستان کے ایک کونے میں ایک درخت کے نیچے ساری عمر عبادت و ریاضت میں گزار دی۔ آپ ہمہ وقت عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے کوئی لمحہ بھی خدا کی یاد سے غافل نہ گزارا۔ اور کثرت سے روزے رکھتے تھے۔

آپ نے تمام عمر شادی نہیں کی اور نہ ہی دنیاداری کو قریب بھٹکنے دیا۔ تمام عمر روپے پیسے کو ہاتھ نہ لگایا۔ اور نہ ہی کسی سے کبھی کوئی نذر نیاز قبول کی۔

ریاست بہاولپور کے پہلے نواب جناب نواب بہاول خان نے آپ کو جاگیر دینا چاہی تو آپ نے لینے سے انکار کر دیا۔نواب صاحب مذکور جب کبھی آ کر طالب دعا ہوتے تو آپ کی خدمت میں نقد نذرانہ پیش کرتے۔آپ وہ تمام رقم غرباء و مساکین اور بیواؤں میں تقسیم فرما دیتے اپنے پاس کچھ بھی نہ رکھتے تھے۔

بہاولپور میں ورود مسعود ☆ : آپ دہلی سے کیتھل اور وہاں سے سیر و سیاحت کرتے ہوئے مہار شریف ریاست بہاولپور موجودہ تحصیل چشتیاں ضلع بہاولنگر حضور قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہاروی علیہ الرحمتہ چشتی نظامی کے پاس پہنچے اور دو برس تک ان کی خانقاہ میں مقیم رہے۔وہاں سے بہاولپور شہر پہنچے۔

جب آپ کا ورود مسعود ہوا تو اس زمانے میں بہاولپور شہر کی بنیاد ابھی نہیں رکھی گئی تھی۔موجودہ بہاولپور شہر کی جگہ پر ایک چھوٹی سی کچی بستی جسے سوڈھا کس جھوک کہا جاتا ہے۔ایک دن آپ اس بستی سے دو تین کلومیٹر کے فاصلے پر جنوب کی طرف ایک بستی جس کو (مسیتاں والی بستی) یعنی مساجد والی بستی کہا جاتا ہے۔میں تشریف لائے اور اس بستی سے ملحقہ قبرستان میں آپ کو نورانیت وتجلیات الٰہی کی جھلک نظر آئی یہاں آپ نے قبرستان کے ایک کونے میں گھنے درخت کے نیچے ڈیرہ لگایا۔آپ اس درخت کے نیچے ذکرِ الٰہی میں اس قدر مشغول ہوئے کہ وہیں کے ہو کے رہ گئے۔اور پھر کبھی وہاں سے کہیں اور نہ گئے۔اور تمام عمر اس درخت کے نیچے گھاس پھونس کی جھونپڑی میں گزار دی۔

ہم عصر بزرگوں میں آپ کا باہمی تعلق ☆ : سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ کے معروف بزرگ قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہاروی چشتی نظامی علیہ الرحمتہ سے آپ کے گہرے مراسم تھے۔آپ دو برس تک ان کی خانقاہ میں ان کے پاس مقیم رہے۔

اس کے علاوہ سلسلہ اویسیہ کے معروف روحانی بزرگ حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی علیہ الرحمتہ سے آپ کا تعلق ورابطہ انتہائی بھائی چارے اور اخلاص سے قائم تھا۔

ایک مرتبہ حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی علیہ الرحمتہ آپ سے ملنے کے لئے گھوڑے پر سوار ہو کر تشریف لائے۔تو آپ نے ان کی بڑی تعظیم وتکریم کی۔دونوں بزرگ کافی دیر تک راز و نیاز کی گفتگو کرتے رہے۔

جب خواجہ سیرانی واپس جانے لگے تو آپ ان کے ساتھ اس جگہ تک الوداع کرنے گئے جہاں ان کا گھوڑا بندھا ہوا تھا۔وہاں پہنچ کر حضرت سیرانی نے اپنے خادم سے فرمایا کہ توکل کو لے آؤ۔(توکل) حضرت سیرانی کے گھوڑے کا نام تھا۔اس پر آپ نے فرمایا کہ آپ کو گھوڑے کی بجائے اللہ پر توکل کرنا چاہیئے تھا۔آپ کی زبان ترجمان سے یہ جملہ سن کر خواجہ سیرانی وجد میں آ گئے۔

کشف وکرامات ☆ : ریاست بہاولپور کے پہلے نواب محمد بہاول خان عباسی نے اپنی مستقل رہائش کے لئے رام کوڑا کے صوبے دار ملتان سے آدم ورہن کی زمین پٹہ پر حاصل کرنا چاہی مگر بعد میں اس کا ارادہ بدل گیا اور اس نے دریائے ستلج کے کنارے سے تین میل کے فاصلے پر اپنے نام سے (بہاولپور) ایک شہر بسانے کا پروگرام بنایا۔اور لوگوں کو یہاں لا کر آباد کرنا شروع کر دیا۔

اس نئے شہر میں لوگ آتے اور چند روز قیام کے بعد واپس چلے جاتے اس وجہ سے نواب بہاول خان خاصے پریشان ہوئے تو

ان کے کسی مشیر نے انہیں مشورہ دیا کہ آپ حضرت سید ملوک شاہ قادری علیہ الرحمتہ کے پاس حاضر ہوکر دعا کرائیں۔

نواب صاحب نے آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنی پریشانی ظاہر کی اور دعا کی درخواست کی تو آپ نے ایک برتن میں پانی منگوا کر اس میں سے کچھ پیا اور باقی پانی نواب موصوف کو دیا اور فرمایا کہ اس پانی کو شہر کی مرکزی مسجد کے کنویں میں ڈال کر منادی کرا دو کہ تمام لوگ اس کنوئیں کا پانی استعمال کریں۔نواب صاحب نے آپ کی نصیحت پر عمل کیا تو چند ہی دنوں میں شہر آباد ہونا شروع ہوگیا۔ جو بھی اس شہر مین آتا واپس جانے کا نام نہ لیتا۔اس طرح اس شہر کی آبادی میں دن بدن اضافہ ہوتا چلا گیا۔اور چند ہی دنوں میں بہاولپور نے ایک بڑے شہر کی حیثیت اختیار کرلی۔

شہر کی مرکزی جامع مسجد جس کے کنوئیں میں آپ کا جوٹھا پانی ڈالا تھا۔اب بھی موجود ہے اور وہ مسجد مچھی ہٹہ کے نام سے مشہور ہے۔

آپ کی دعا کی برکت سے بہاولپور شہر طویل عرصہ تک ریاست بہاولپور کا دارالخلافہ رہا۔جب ریاست مغربی پاکستان میں ضم ہوگئی تو اس وقت سے بہاولپور شہر بہاولپور ڈویژن کا ڈویژنل ہیڈکوارٹر ہے۔

اس شہر میں عظیم درس گاہ اسلامیہ یونیورسٹی، قائداعظم میڈیکل کالج اور برصغیر کا سب سے بڑا عالمی معیار کا سکول صادق پبلک سکول قائم ہے۔

کرامت نمبر۲ ☆: آپ ایک مرتبہ قبولہ شریف جاتے ہوئے بہاولنگر کے قریب پہنچے تو دریائے ستلج میں طغیانی تھی۔خادم نے واپس جانے کا کہا تو آپ نے فرمایا واپس جانے کے ضرورت نہیں۔تم میرے قدم بقدم چلے آؤ۔آپ کے خادم نے آپ کے حکم کی تعمیل کی اور آپ کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔اس طرح دونوں نے دریائے ستلج عبور کرلیا جب کنارے پر پہنچے تو پاؤں صرف ٹخنوں تک گیلے تھے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۷ رجب المرجب ۱۱۷۴ھ بمطابق ماہ مارچ 1761ء کو ہوا۔مزار پرانوار قبرستان قصبہ ملوک شاہ نزد بہاولپور شہر میں مرجع خلائق عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کی دعا اور قدموں کی برکت سے چاہ مستیاں والا جو کہ معمول کی کچی بستی تھی۔وہ آج بہاولپور کا مشہور قصبہ ملوک شاہ جو کہ آپ کے نام سے منسوب ہے کہلاتا ہے اور بڑی ہی بارونق جگہ بن چکی ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: شیخ الاسلام، حضرت، مخدوم الخادیم، سند الاقالیم، ملجاء الفقہاء والمحدثین، مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی قدس سرہ العزیز نسباً حارثی (پنھور) مسلکاً حنفی، مشرباً قادری اور مولداً سندھی تھے۔

حضرت مخدوم صاحب قدس سرہ العزیز کو علمی دنیا اور مذہبی تاریخ میں ایک خاص اہمیت اور عظمت حاصل ہے۔ وہ ذات فرشتہ صفات ایک رحمت کا خورشید تھا جو خلق کو روشنی پہنچاتا تھا...... اور رحمت کا ایک بادل تھا کہ دنیا اس عنایت کی بارش سے فیض حاصل کرتی تھی۔

تقریباً نصف صدی تک ان کی خانقاہ علم و فضل کا گہوارہ اور ارشاد و تلقین کا مرکز رہی۔ ہزاروں تشنگان علم نے وہاں آ کر اپنی پیاس بجھائی اور سینکڑوں گم گشتگان علم نے وہاں آ کر روشنی حاصل کی۔

ولادت باسعادت ☆: شیخ الاسلام حضرت مخدوم رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ۱۰، ربیع الاول بروز جمعرات ۱۱۰۴ھ بمطابق ۱۶۹۲ء کو بھورہ شہرہ (ضلع ٹھٹھہ، سندھ) میں ہوئی۔

آپ کا سن ولادت اس فقرہ سے نکلتا ہے۔

"انبت الله نباتاً حسنا"

۱۱۰۴ھ

نام و نسب ☆: آپ کا نام نامی اسم گرامی محمد ہاشم کنیت ابوعبدالرحمٰن اور القاب شیخ الاسلام، شمس الملت والدین، مخدوم الخادیم ہیں۔

شجرہ نسب ☆: آپ کا شجرہ نسب اس طرح ہے۔ محمد ہاشم بن عبدالغفور بن عبدالرحمٰن بن عبداللطیف بن عبدالرحمٰن بن خیرالدین حارثی رحمہم اللہ تعالیٰ۔

تعلیم و تربیت ☆: آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد حضرت مخدوم عبدالغفور رحمتہ اللہ علیہ سے حاصل کی اور تھوڑے عرصہ میں حفظ قرآن اور ابتدائی تعلیم مکمل کی بعد میں مزید تعلیم کیلئے آپ ٹھٹھہ تشریف لائے۔ اس وقت شہر ٹھٹھہ علم و ادب، تہذیب و تمدن کا مرکز تھا۔ وہاں آپ نے حضرت مخدوم محمد سعید رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت مخدوم ضیاء الدین رحمتہ اللہ علیہ سے بقیہ تعلیم کو مکمل کیا اور سند فراغت حاصل کی۔

اسی دوران ۱۱۱۳ھ میں آپ کے والد گرامی حضرت مخدوم عبدالغفور رحمتہ اللہ علیہ کا وصال ہوا۔ حضرت مخدوم صاحب رحمتہ اللہ

علیہ کو علم حدیث و تفسیر و تصوف میں کمال حاصل کرنے کا شوق تھا وہ سعادت آپ کو ۱۱۳۵ھ میں حرمین شریفین کے سفر کے دوران وہاں کے جید علماء کرام سے حاصل ہوئی۔

زیارت حرمین شریفین ☆: ۱۱۳۵ھ بمطابق ۱۷۲۳ء میں تقریباً اکتیس سال کی عمر میں حرمین شریفین کی زیارت کیلئے روانہ ہوئے۔ اس سعادت کے ساتھ ساتھ آپ نے وہاں کے اکابر علماء کرام سے علم تفسیر، حدیث، تصوف اور دیگر علوم وفنون میں استفادہ کیا اور سندیں حاصل کیں۔ مثلاً

☆ حضرت شیخ عبدالقادر مکی حنفی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۱۳۸ھ۔ ☆ حضرت شیخ عبد بن علی مصری رحمۃ اللہ علیہ۔ ☆ حضرت شیخ علی بن عبدالمالک دراوی رحمۃ اللہ علیہ کے اسماء سرفہرست ہیں۔

زیارت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ☆: اسی سفر میں آپ بتاریخ ۹ رجب المرجب شریف بروز جمعرات ۱۱۳۶ھ مدینہ طیبہ میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے جس کو آپ نے بطور یادداشت ایک کتاب کے حاشیہ میں تحریر فرمایا۔

علو مرتبت ☆: یہ روایت سینہ بسینہ منقول ہے کہ حضرت مخدوم صاحب قدس سرہ العزیز جب روضہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضر ہوئے صلوٰۃ وسلام کا نذرانہ پیش کیا تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو سلام کا جواب دیا اور فرمایا:

"وعلیکم السلام یا محمد هاشم التتوی"

اس سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ آپ کو دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کیا مرتبہ حاصل ہے۔

سیرت وکردار ہاشمیہ ☆: حضرت مخدوم صاحب قدس سرہ العزیز کی سیرت اور خوف خدا کا اندازہ آپ کے ان فرمودات سے لگایا جاسکتا ہے۔ آپ ہمیشہ اپنے نفس کو مخاطب ہو کر فرمایا کرتے تھے۔

۱۔ اے نفس! اگر اللہ سبحان وتعالیٰ کی عبادت کرتا ہے تو کر، ورنہ اس کا رزق نہ کھا۔

۲۔ اے نفس! جن چیزوں سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے روکا ہے ان سے باز آ، ورنہ اس کی سلطنت سے نکل جا۔

۳۔ اے نفس! قسمت ازلی ہے جو تمہیں مل رہا ہے اس پر قناعت کر ورنہ اپنے لئے کوئی اور تلاش کر جو تیری قسمت زیادہ کرے۔

۴۔ اے نفس! اگر گناہ کا ارادہ کرتا ہے تو ایسی جگہ تلاش کر جہاں تجھے خدا تعالیٰ دیکھ نہ سکے، ورنہ گناہ نہ کرے۔

تصنیف وتالیف ☆: درس وتدریس، وعظ ونصیحت، رشد وہدایت کا بھی سلسلہ جاری رکھا۔ آپ کی تصنیفات اکثر عربی و فارسی زبان میں ہیں اور بعض سندھی زبان میں بھی ہیں۔ جملہ تصنیفات کا احوال ہماری آنکھوں سے اوجھل ہے جس کی وجہ سے جملہ تصنیفات کا احاطہ ممکن نہیں۔ مکتوبات وفتاویٰ کے علاوہ مختلف حوالہ جات سے آپ کی تصانیف کی مختلف تعداد منقول ہے۔

بعض نے ایک سو پانچ، بعض نے ایک سو چودہ، بعض نے ایک سو چالیس اور بعض نے تین سو سے بھی زیادہ آپ کی تصانیف کا ذکر کیا ہے۔

جنہیں دیکھ کر حضرت مخدوم صاحب قدس سرہ العزیز کے علم ونظر کی وسعت، فقہی بصیرت، استدلال کی قوت، نگاہ کی جولانی اور بے پناہ قوت فیصلہ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

آپ کی جملہ تصنیفات افادیت واہمیت کے اعتبار سے منفرد اور ممتاز حیثیت کی حامل ہیں۔

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ

علوم وفنون ☆: حضرت مخدوم صاحب قدس سرہ العزیز کی تصنیفات وتالیفات فن وموضوع کے اعتبار سے مندرجہ ذیل عنوانات کے ماتحت آتی ہیں۔

علم قرآن، علم حدیث، اصول تفسیر، اصول حدیث، فقہ حنفی، اصول فقہ، فقہ مذاہب اربعہ، علم کلام، علم نحو، علم صرف، قراۃ وتجوید، علم فرائض، علم معانی وبیان، نحو، جدل، علم بیان، علم منطق، علم مناظرہ، علم فلسفہ، عروض وقوافی، جفر، علم حساب، تاریخ، اخلاقیات، سیر، ادب، نعت، اسماء الرجال، تصوف، نظم ونثر عربی، نظم ونثر فارسی، نظم ونثر سندھی وغیرہ۔ جب اس بات پر غور کیا جاتا ہے کہ ایک ہی قلم سے یہ مختلف انواع تصانیف نکلی ہیں اور ان سب کا علمی معیار نہایت اعلیٰ ہے تو حضرت مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علمی تبحر کا غیر فانی نقش دل پر قائم ہوجاتا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ

یک چراغ است دریں خانہ کہ از پرتو آں
ہر کجا می نگری انجمے ساختہ اند

بیعت وخلافت ☆: حضرت مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی قدس سرہ العزیز نے علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد اس وقت کے شیخ کامل، آفتاب مکلی، حضرت مخدوم ابوالقاسم نورالحق درس نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۳۸ھ) کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور بیعت کی درخواست کی۔

حضرت مخدوم ابوالقاسم نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے جواباً فرمایا ''مجھ سے تلقین لینے والوں (مریدین) کی صورتیں مجھ پر پیش کی گئیں ان میں آپ کا نام نہیں۔''

تو آپ نے عرض کیا کہ میرے شیخ کے متعلق رہنمائی فرمائیں تو حضرت مخدوم ابوالقاسم نے فرمایا کہ آپ کے مرشد قطب ربانی سید سعد اللہ بن سید غلام محمد سورتی قادری (المتوفی ۱۱۳۸ھ) ہیں۔ آپ ان کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوں۔ حضرت سید سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ عالیہ قادریہ کے عظیم پیشوا تھے۔ ہندوستان میں الہ آباد قصبہ سورت کے رہنے والے تھے۔

لہٰذا حضرت مخدوم صاحب قدس سرہ العزیز ۱۱۳۴ھ میں حرم شریف سے واپس ہوتے ہوئے ہندوستان کے شہر سورت کی بندرگاہ پر اترے۔

حضرت شیخ سعد اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور سلسلہ عالیہ قادریہ میں داخل ہوئے اور کامل ایک سال اپنے شیخ کی خدمت میں رہ کر سلوک کی منزلیں طے کیں۔ اور شیخ نے حضرت مخدوم صاحب کو خرقہ خلافت پہنا کر بیعت کی

اجازت سے مشرف فرمایا۔اس کے بعد آپ اپنے وطن واپس لوٹے۔

حضرت مخدوم صاحب قدس سرہ العزیز کومندرجہ ذیل سلاسل کی اجازت ملی تھی۔

(۱) قادریہ۔(۲) نقشبندیہ۔(۳) چشتیہ۔(۴) سہروردیہ۔(۵) شطاریہ۔(۶) قشیریہ۔(۷) شاذلیہ۔لیکن حضرت کا قلبی اور حقیقی تعلق سلسلہ عالیہ قادریہ سے تھا۔

عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ☆: حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ العزیز کی زندگی کا تخصص ہی عشق رسول اکرم تھا۔عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو ورثہ میں ملا تھا۔جس کا اثر آپ کی زندگی پر نمایاں نظر آتا تھا۔آپ کا سب کچھ سنت رسول کے مطابق ہوتا تھا۔آپ سنت مطہرہ کا بہترین نمونہ تھے۔

کبھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت وفراق میں زبان حال سے بادصبا سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف پیغام بھیجتے تھے اور اپنے دل کو تسلی دیتے تھے۔فرماتے ہیں:

ایــانسیــم صبــا ان زرت روضة　　سـلـم علی المصطفیٰ صاحب النعم

ترجمہ: اے نسیم صبا! اگر تو ان کے روضے کی زیارت کرتے تو صاحب نعمت یعنی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میرا اسلام کہنا۔

وقف عـنـد مـضـجـعـه فـی مـواجهة
وبـلـغ صـلـواتی و تسلیمی علی روح اکرم

ترجمہ: اوران کے مواجھہ شریف کے سامنے کھڑے ہوکر روح پاک پر میرا صلوٰۃ وسلام پیش کر۔

و قـل یـارسـول الـلـه عبد مـقـصـر
غـریـق فـی بـحـار السیـئـات و مـظـلـم

ترجمہ: اورعرض کرنا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ایک کوتاہی کرنے والا غلام گناہوں کے اندھیرے سمندر میں ڈوب رہا ہے۔

یـلـو ذالـی جـنـابک مستـغیثـاً
ویشـکـو ذنـوبـاً کـالـجبـال الاعـاظـم

ترجمہ: آپ کی جناب میں پناہ کے لئے فریاد کررہا ہے اور گناہوں کی شکایت کررہا ہے جو کہ بلند پہاڑوں کی مانند ہیں۔

روحـی فـداک وانـت حیـاة روحـی
وقـرة عیـنـی و الشـفـاء مـن الـسـقـم

ترجمہ: میری روح تم پر فدا اور آپ میری روح کی زندگی ہیں۔میری آنکھوں کی ٹھنڈک میری بیماری کی دوا آپ ہی تو ہیں۔
اور کبھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یوں استغاثہ کرتے ہیں۔

اغثنی یارسول اللہ حانت ندامتی
اغثنی یا حبیب اللہ قیامت قیامتی

ترجمہ: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدد کیجئے میری ندامت کا وقت آیا، اے اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدد کیجئے میری قیامت قائم ہوگئی۔

ان اشعار سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ آپ کے دل میں کس قدر عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا۔

دربار رسالت میں مخدوم صاحب کے فتوے کی مقبولیت ☆: صاحب تکملہ لکھتے ہیں: ایک سائل کسی مسئلہ کے بارے میں آپ سے فتویٰ لکھوا کر پھر آپ کے استاد مکرم حضرت مخدوم ضیاء الدین ٹھٹوی کے ہاں برائے تصدیق لے گیا۔

حضرت مخدوم ضیاء الدین رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کی رائے سے اتفاق نہ کرتے ہوئے دستخط کرنے سے انکار کردیا۔

پھر جب رات کو محو استراحت ہوئے تو خواب میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

چنانچه محمد هاشم گوید شما بر آں فتویٰ بدهید

یعنی جس طرح محمد ہاشم نے فتویٰ دیا ہے آپ بھی اسی کے مطابق فتویٰ دیں۔

چنانچہ مخدوم ضیاء الدین رحمتہ اللہ علیہ نے صبح ہوتے ہی اس سائل کو بلایا اور فوراً فتویٰ پر دستخط کردیا۔

اس کے بعد جب بھی حضرت مخدوم ضیاء الدین رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں کوئی بھی سوال آتا تو آپ فوراً حضرت مخدوم محمد ہاشم رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں بھیج دیتے اور فرماتے کہ......

فتویٰ در دست ایشاں دادہ اند

یعنی افتاء کا کام محمد ہاشم کے ہاتھ دے دیا گیا ہے۔

وصال باکمال ☆: جوں جوں سفر آخرت کا زمانہ قریب آتا رہا حضرت شیخ الاسلام پر علم وحکمت کی نئی نئی راہیں کھلتی جارہی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ فیضان نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کے نئے نئے چشمے پھوٹ رہے ہیں۔ بالآخر علم وعرفان، معرفت وایقان کا یہ آفتاب جہاں تاب ۶، رجب شریف بروز جمعرات ۱۱۷۴ھ بمطابق ۱۷۶۱ء کو بظاہر غروب ہوگیا۔ شہر مکلی (ضلع ٹھٹھہ) میں آپ کا مزار مبارک مرجع خلائق ہے۔

جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

بشکریہ انوار علمائے اہلسنت سندھ

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت شیخ گل محمد قادری المعروف تورڈھیری بابا رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: مرد قلندر ہمہ اوصاف یگانہ، غوث زمانہ، شیخ لاثانی، عالم ربانی حضرت گل محمد قادری رحمتہ اللہ علیہ المعروف تورڈھیر بابا قدوۃ السالکین ہیں۔

آپ کا اسم گرامی گل محمد اور والد گرامی کا نام مراد اور لقب تورڈھیر بابا ہے۔ آپ انتہا درجہ کے عابد وزاہد تھے۔ تبلیغ اسلام اور اشاعتِ تصوف میں کمال انہماک تھا۔ زندگی بھر اعمال اور اوراد و اذکار میں مستغرق رہے۔ آپ کا شمار پورے صوبہ سرحد کے اکابر مشائخ میں ہوتا ہے۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ کے عظیم روحانی پیشواء حضرت شیخ رحمکار المعروف کاکا صاحب علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ اور مجاہدہ کی تکمیل اور سلوک ومعرفت کی منازل طے کرنے کے بعد اپنے مرشد کاکا صاحب سے خرقہ خلافت پاکر سرفراز ہوئے۔

مقام فقر وولایت ☆: آپ کی خدمت میں اگر کوئی بیمار لایا جاتا تو آپ کی دعا سے وہ بیمار شفایاب ہوجاتا تھا۔ آج بھی آپ کے مزارِ پُرانوار پر خارش پھوڑے، پھنسی اور چنبل، دھدروالے کئی بیمار روزانہ آتے ہیں اور شفایاب ہوکر واپس جاتے ہیں۔

چونکہ آپ مستجاب الدعوات تھے۔ اس لیے آپ کے لنگر خانہ میں مخلوق خدا کا ایک اژدہام رہتا ہے۔ احمد شاہ ابدالی پانی پت کی دوسری لڑائی کے وقت موضع دوئی لہ دعا د پارہ تورڈھیری تہ راغلے دو۔ یعنی یہ بات بڑے ہی وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ بابا احمد شاہ ابدالی درانی، پانی پت کی دوسری لڑائی کے موقع پر تورڈھیری آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر طالب دعا ہوا کہ خدا مجھے کامیابی عطا فرمائے۔

چنانچہ آپ کی دعا سے اسے کامیابی حاصل نہ ہوسکی۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال دس رمضان المبارک 1180 ہجری بمطابق 1767ء کو ہوا۔ مزارِ پُرانوار بمقام تورڈھیری تحصیل وضلع صوابی میں مرجع خاص وعام ہے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت شاہ قبول اولیاء قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: صدر نشین محفل مشاہدات غیبی، مستغرق در بحر توحید و معرفت، ستارہ ولایت آسمانی، جگر گوشہ محبوب سبحانی، حضرت شاہ قبول اولیاء قادری رحمتہ اللہ علیہ قطب اکبر ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت جزیرۃ العرب کے ایک مقام تنجان ۱۱۰۱ھ میں حضرت سید عبداللہ شاہ گیلانی الحسنی والحسینی علیہ الرحمتہ کے گھر ہوئی۔

آپ حسنی حسینی گیلانی سید ہیں۔ آپ کا شجرہ نسب چند واسطوں سے حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی شاہ جیلاں پیر پیراں میر میراں حضرت شاہ عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ حضور غوث الاعظم کے چوتھے نور چشم حضرت سید عبدالرزاق گیلانی قادری علیہ الرحمتہ کی اولاد پاک سے ہیں۔

آپ کا رجحان بچپن سے ہی روحانیت اور طریقت وتصوف کی طرف مائل تھا۔ جب سن شعور کو پہنچے تو والدِ گرامی نے آپ کو علوم دینیہ کی ظاہری تعلیم کے لئے اس زمانے کے متبحر وجید علماء کے پاس مدرسہ میں بٹھا دیا۔ آپ نے اپنی خداداد صلاحیت سے بہت جلد علوم دینیہ سے فراغت حاصل کر کے تزکیہ نفس کی طرف مکمل توجہ دی اور عبادت وریاضت ومجاہدہ وسلوک میں مشغول ہو کر طریقت کی منازل کو عبور کیا۔

جب غلبہ عشق زیادہ بڑھا تو والد گرامی کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے سفر کی اجازت دی جائے تاکہ میں معرفت الٰہی حاصل کر سکوں۔ آپ کے والد گرامی نے آپ کو بخوشی اجازت دے دی اور دعا فرمائی کہ میں تجھے اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں کہ وہ مجھے اپنے نیک مقصد میں کامیاب کرے۔ وہاں سے آپ رخصت ہو کر منزل بہ منزل سفر کرتے ہوئے کراچی کی بندرگاہ پر پہنچے۔ اس وقت کراچی ماہی گیروں کی بستی تھی۔ وہاں سے چل کر آپ سندھ کے علاقہ میں پہنچے۔

بیعت وخلافت ☆: سیاحت کرتے ہوئے آپ جب سندھ میں پہنچے تو آپ کی ملاقات سندھ کی معروف روحانی شخصیت حضرت شاہ عنایت قادری علیہ الرحمتہ سے ہوئی، اور پہلی نظر ہی میں معاملہ طے ہو گیا، آپ اسی وقت سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت شاہ

عنایت قادری علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ بیعت کرنے کے بعد مرشد کامل نے آپ کے ذمے لنگر خانے کے پانی لانے کا کام سپرد کیا۔ آپ بارہ برس تک دن میں لنگر خانے کی ڈیوٹی سرانجام دیتے رہے اور رات بھر عبادت و ریاضت مجاہدہ وسلوک و معرفت کی کٹھن منزلیں طے کرتے رہے۔ روحانی منزل کی اس خاردار وادی کے سفر اور صبر آزما راستے کی ناہمواریوں کو طے کرنے میں آپ کے ذوق وشوق کو دیکھ کر آپ کے مرشد کامل نے سمجھ لیا کہ آپ راہ طریقت وسلوک و معرفت کی نازک منزل سے آشنا ہو چکے ہیں۔ تو انہوں نے آپ کو خرقہ خلافت سے سرفراز فرما کر اپنی دستار مبارک سر سے اُتار کر آپ کے سر پر رکھ دی۔ اور اپنا عصا مبارک عنایت فرما کر ارشاد فرمایا کہ ''شاہ قبول میرے خلیفہ اول ہیں'' اور آپ کو حکم دیا کہ آپ ہندوستان کے شمال مغرب کی جانب تشریف لے جا کر خدمت خلق اللہ کریں۔

پشاور میں ورود مسعود☆: مرشد کامل کی اجازت سے آپ نے شمال مغرب کی جانب سفر اختیار فرمایا۔ آپ کی پہلی منزل کشمیر تھی۔ جہاں آپ نے لاتعداد گمراہوں کو راہ ہدایت دکھائی اور ان کے دلوں کو تبلیغ دین سے نور ہدایت بخشا، کشمیر میں قیام کے دوران لاتعداد افراد آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور آپ کے فیوض و برکات سے مستفید ہوئے۔

کشمیر میں کچھ عرصہ قیام کے بعد آپ وہاں سے ہری پور ہزارہ کے معروف علاقہ سرائے گدائی کے ایک موضع کوکلیسا کے قریب ایک غار میں (جس کو وہاں کے لوگ اپنی زبان میں بھورہ کہتے ہیں) میں مقیم ہو کر عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ اس غار کو آپ کی چلہ کشی کی برکت سے یہ بزرگی نصیب ہوئی کہ وہاں کے لوگ اس کو بھورہ شریف کے باعزت نام سے یاد کرتے ہیں۔

اسی مقام پر آپ سے بہت سی کرامات کا ظہور ہوا۔ جس کی وجہ سے وہاں کے عوام وخواص آپ کے گرویدہ ہو گئے۔ آپ کی دعا سے پراچہ خاندان کی ایک عورت کے ہاں اولاد نرینہ ہوئی۔

آپ وہاں سے رخصت ہو کر دریائے اٹک کے کنارے مانسر گاؤں میں پہنچے اور یہاں کچھ عرصہ قیام فرما کر ایک ہندو لڑکے دیوان چند کو مسلمان کیا اور اس کا نام داتا دیوان رکھا۔ بعدازاں آپ نے اسے اپنی خصوصی توجہات اور باطنی فیوضات سے مالا مال کر کے اپنا خلیفہ خاص مقرر فرمایا۔ مانسر گاؤں اور اٹک کے گردونواح میں آج بھی داتا دیوان کی اولاد موجود ہے جو پشت در پشت روحانی طور پر آپ کی مرید چلی آ رہی ہے۔

۱۱۴۰ھ بمطابق 1727ء میں پشاور شہر کے ڈبگری محلہ میں آپ کا ورود مسعود ہوا۔ یہاں آپ نے خانقاہ قائم کر کے رشد و ہدایت کا فریضہ سرانجام دینا شروع کیا۔

سیرت و کردار☆: آپ نے تمام عمر تبلیغ دین اور اسلام کی تعلیمات کے فروغ و عبادت و ریاضت اور مجاہدہ وسلوک و معرفت کی تکمیل میں گزاری۔ اخلاق حسنہ میں آپ بے مثال تھے۔ ذکر وفکر و مراقبہ تزکیہ نفس، زہد وتقویٰ، سخاوت شجاعت میں یکتائے زمانہ تھے۔ عوام وخواص کا جم غفیر آپ کے گرد جمع رہتا تھا۔ دور دور سے لوگ سفر کر کے حاضر خدمت ہو کر آپ کے فیوضات باطنیہ سے مستفید ہو کر جاتے۔ لاتعداد افراد آپ سے صاحب ارشاد ہو کر اپنے اپنے علاقوں میں خدمت اسلام کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔

آپ کے خلفائے نامدار☆ : آپ کے خلفاء میں سے دو خلفاء بہت مشہور ہوئے جن میں حضرت داتا دیوان قادری مانسر گاؤں کنارہ دریا اٹک اور حضرت عبدالسلام قادری یاغستان علاقہ ہزارہ کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ جن کے دم قدم سے آپ کے سلسلے کو بہت فروغ حاصل ہوا۔

آپ کی اولاد وامجاد☆ : اللہ کریم نے اپنے خاص فضل وکرم سے آپ کو دو صاحبزادے عنایت فرمائے جن میں حضرت صاحبزادہ سید میر مرتضٰی گیلانی، دوسرے حضرت صاحبزادہ سید علی اکبر گیلانی ہیں۔ آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت میر سید مرتضٰی گیلانی آپ کے بعد سجادہ نشین مقرر ہوئے۔

نوٹ☆ : راولپنڈی شہر جامع مسجد روڈ کی عظیم روحانی شخصیت اور مجذوب قلندر حضرت گل وارث پیاؒ ،المعروف ماما جی سرکار علیہ الرحمتہ جن کا مزار نور پور شاہاں نزد دربار حضرت بری امام اسلام آباد کا نسبی وروحانی تعلق بھی آپ ہی کے سلسلہ سے بتایا جاتا ہے۔

وصال باکمال☆ : آپ کا وصال باکمال ۸۰ برس کی عمر میں ۱۱۸۱ھ بمطابق 1767ء کو ہوا۔ مزار پرانوارڈ بگری بازار پشاور صوبہ سرحد میں مرجع خاص وعام ہے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

ہر سال مئی کے کے آخری ہفتے میں آپ کا تین روزہ عرس مبارک ہوتا ہے۔ جس میں علمائے کرام تقاریر کرتے اور نعت خوان حضرت نعت خوانی کرتے ہیں۔ عرس کے موقع پر تین دن تک زائرین میں لنگر تقسیم کیا جاتا ہے۔ اور تین دن تک محفل سماع جاری رہتی ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سیّد میر شاکر شاہ گیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: عارف باللہ، قدوۂ اہل صفا، زبدۂ اصحاب حال وقال، جامع کمالات انسانی، معدن فیوضات رحمانی حضرت سیّد میر شاکر شاہ گیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ آپ کا شمار عارفانِ روزگار اور واصلانِ صاحب اسرار میں ہوتا ہے۔

آپ کی ولادت باسعادت شیخ المحدثین سیّد سخی شاہ محمد غوث گیلانی قادری بن حضرت ابوالبرکات سیّد محمد حسن قادری بن حضرت عبداللہ شاہ صحابی قادری گیلانی ثمہ ٹھٹھوی علیہم الرحمۃ کے علمی وروحانی گھر واقع پشاور میں ہوئی۔

آپ کی ابتدائی تعلیم وتربیت اپنے والدِ بزرگوار حضرت شاہ محمد غوث گیلانی قادری علیہ الرحمۃ کے ہاتھوں مکمل ہوئی۔ مزید اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے سرحد و پنجاب، افغانستان کے مقتدر علمائے کے سامنے زانوئے تلمذ طے کئے اور علم ظاہری میں بلند درجہ کو پہنچے۔

علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد مسند درس وتدریس کو رونق بخشی لاتعداد افراد نے آپ کے علوم وفنون سے استفادہ کیا، اور خدمتِ دین اسلام میں مصروف ہوکر خلق خدا کی خدمت کا فریضہ سرانجام دیا۔

علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد دورانِ تدریس ہی آپ نے باطنی علوم کی طرف توجہ فرمائی، سخت قسم کے مجاہدات وریاضات کیں، اور پہاڑوں میں رہ کر چلے کئے۔ اور والدِ گرامی کی زیرنگرانی تمام منازل سلوک وتصوف ومعرفت میں کمال حاصل کر کے مرتبہ بلند پر فائز المرام ہوئے۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے عظیم والد بزرگوار حضرت شاہ سید محمد غوث گیلانی قادری ثمہ لاہوری علیہ الرحمۃ کے دستِ حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور اُنہی سے خرقۂ خلافت پاکر سرفراز وممتاز ہوکر صاحب ارشاد و مجاز ہوئے۔

سلسلہ رشد وہدایت ☆: آپ نے حضور پیران پیر دستگیر السیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشارۂ باطنی پر جہلم سے ۳۵ میل دور پنڈ دادنخان کے علاقہ گھرجاک پہاڑی علاقہ میں عبادت وریاضت اور تبلیغ رُشد وہدایت کا سلسلہ شروع کیا۔

آپ نے نہایت ہی صبر واستقامت اور پُرعزم طریقہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ کی ترویج واشاعت کی، جس کی بدولت تھوڑے ہی

عرصہ میں تمام پہاڑی علاقے ذکر خدا سے روشن و منور ہو گئے، چک مجاہد، چک شادی، ہرنپور، جلالپور شریف، دارا پور اور دیگر گرد و نواح کے علاقوں اور گرد و نواح کے بڑے بڑے راجے، نمبردار، امراء اور غرباء آپ کی مجالس بابرکات اور آپ کی صحبت فیض کے اثر سے پابند صوم و صلوٰۃ اور متقی و پرہیزگار بن گئے، آپ ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' عملاً کرتے اور احکام خداوندی کو نافذ کرتے، مساجد میں اپنے خلفا اور دیگر اہل علم حضرات کو امام و خطیب فرماتے، جو باقاعدہ بوڑھوں، نوجوانوں اور بچوں کو قرآن کریم اور دینی علوم و مسائل کی تعلیم دیتے تھے، آپ اس پورے علاقے میں حضرت میراں شاہ شاکر کے پیارے نام سے پکارے جاتے تھے۔

شادی و اولاد اور دیگر معلومات ☆: آپ کے دربار کے سجادہ نشین حضرت سیّد امیر حیدر شاہ کے بقول آپ نے گکھڑ قوم میں شادی کی، جس سے آپ کی اولاد ہوئی۔

معروف روحانی پیشوا اور پشاور کی ممتاز علمی شخصیت حضرت آغا میر سید عیسیٰ علیہ الرحمۃ کشمیر سے پشاور کی جانب جاتے ہوئے آپ کے مزار پُر انوار پر حاضر ہوئے تو اُس وقت آپ کی اولاد سے ۱۲۱۷ھ بمطابق 1802ء میں حضرت سیّد میر اچھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین تھے۔

آپ کی اولاد میں حضرت سیّد امام علی شاہ علیہ الرحمۃ قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین حضرت آقا پیر سیّد جان شاہ قادری علیہ الرحمۃ کے مرید و خلیفہ تھے، حضرت پیر سیّد امام علی شاہ اپنے وقت کے صاحب کشف و کرامت بزرگ ہوئے ہیں۔

موجودہ سجادہ نشین حضرت پیر سید امیر حیدر شاہ، آغا سید ولایت شاہ، حضرت الحاج آغا سید امیر شاہ وغیرہ ہم حضرت قبلہ آغا سید سعید احمد شاہ بن الحاج آقا پیر جان گیلانی قادری ثمہ پشاوری علیہ الرحمۃ کے مرید ہیں جو مخلوق خدا کے کام آنے والے اور بزرگانہ اوصاف و صفات کے مالک ہیں۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۱۸۳ھ بمطابق 1769ء کو ہوا۔ مزار پُر انوار گھر جاک پہاڑ تحصیل پنڈ دادنخان ضلع جہلم میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں آج بھی اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت بابا حافظ شیخ احمد لاہوری قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: عارف باللہ، واصل الی اللہ، مالک مقام فنا فی اللہ وفنا فی الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، زبدۃ العارفین، قدوۃ السالکین، عمدۃ الکاملین، حضرت بابا شیخ احمد لاہوری قادری رحمتہ اللہ علیہ قطب آسمان ولایت ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۰۴۴ھ بمطابق 1643ء کو لاہور میں قادری سلسلہ کے ایک فرد کامل حضرت میاں نصر محمد کے گھر ہوئی۔

آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ کے ممتاز روحانی پیشوا حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی بن خواجہ ابو یوسف چشتی علیہم الرحمتہ کے خاندان سے متعلق اور ان کی اولاد پاک سے ہیں۔ آپ کے والد گرامی سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت میاں میر قادری علیہ الرحمتہ کے مرید تھے۔ مگر اولاد نرینہ کی دولت سے محروم تھے۔ بڑھاپا غالب آ جانے کے باوجود اولاد کی خواہش ان کے دل میں مچلتی رہتی تھی جس کے باعث اکثر مایوس نظر آتے تھے۔

ایک روز پریشانی کے عالم میں اپنے مرشد کامل حضرت میاں میر قادری علیہ الرحمتہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو مرشد کامل نے چہرہ دیکھتے ہی فرمایا نصر محمد اللہ کی رحمت سے مایوس ہو گئے ہو؟ فقراء کے لئے مایوسی زیب نہیں دیتی۔ اور سنو اللہ کی رحمت جوش میں آ گئی ہے۔ یہ فرما کر حضرت میاں میر مجلس سے اٹھ کر خلوت میں تشریف لے گئے۔ اور اس واقعہ کے ٹھیک ڈیڑھ برس کے بعد ۱۰۴۴ھ بمطابق 1634ء میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ آپ کے والد گرامی حضرت نصر محمد قادری علیہ الرحمتہ نے آپ کو گود میں اُٹھایا اور لا کر حضرت میاں میر قادری علیہ الرحمتہ کی گود میں پیش کر دیا۔ حضرت میاں میر قادری علیہ الرحمتہ نے آپ کا منہ چوما اور فرمایا کہ اس کا نام شیخ احمد رکھنا۔

ابتدائی تعلیم کا آغاز ☆: آپ نے اپنی خداداد فراست سے پانچ برس کی عمر میں قرآن مجید پڑھا اور گیارہ برس کی عمر تھی

تو آپ قرآن مجید کے حافظ ہونے کے ساتھ ساتھ ابتدائی دینی معلومات بھی حاصل کر چکے تھے۔

اس کے بعد آپ نے فقراء کی مجلس میں بیٹھنا شروع کر دیا۔ فقراء کی ان مجالس سے آپ کو عظیم روحانی دولت نصیب ہوئی اور اطمینان قلب ملا۔

آپ اتباع شریعت کا خصوصی اہتمام تو رکھتے ہی تھے مگر طریقت کے باطنی معاملات میں روحانی تسکین اور منزل تک راہبری کے لئے آپ کو مرشد کامل کی تلاش و جستجو رہی۔ اس سلسلہ میں مختلف مقامات تک رسائی بھی حاصل کی مگر طبیعت نے قبول نہ کیا۔ بالآخر آپ مرشد کی تلاش میں سندھ کے علاقہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ اور سندھ میں حضرت پیر مہر محمد بقا صاحب جو قبیلہ پگاڑو کے روحانی پیشوا تھے ان کا بہت وسیع حلقہ ارادت تھا۔ آپ ان کی شہرت سن کر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

بیعت و خلافت ☆ : آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت پیر مہر محمد بقا قادری علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر شرف بیعت سے مشرف ہوئے اور کچھ عرصہ ان کی خدمت میں رہ کر عبادت و ریاضت، مجاہدہ و سلوک و معرفت کی منزلیں طے کرتے رہے بالآخر مرشد کامل نے اپنی نظر شفقت و محبت سے آپ کو عرفان کی منزلیں طے کروانے کے بعد خرقہ خلافت و اجازت سے سرفراز فرما کر صاحب ارشاد کیا۔

جھنگ میں ورود مسعود ☆ : خرقہ خلافت کے حصول کے بعد ابھی آپ مرشد کامل کی خدمت میں ہی تشریف فرما تھے کہ حضرت مہر محمد بقا صاحب قادری علیہ الرحمتہ کے پیر و مرشد حضرت پیر سید عبد القادری جیلانی قادری علیہ الرحمتہ جو پیر کوٹ سدھانہ تحصیل جھنگ میں رہائش پذیر تھے وہ سندھ پہنچے اور چند دن مہر محمد بقا قادری علیہ الرحمتہ کی خانقاہ میں قیام پذیر رہ کر جب جھنگ واپس جانے لگے تو حضرت مہر محمد قا قادری علیہ الرحمتہ نے ان کی خدمت کے لئے حضرت پیر سید مبارک شاہ اور آپ کو بطور خادم خاص اپنے مرشد کے ہمراہ جھنگ بھیج دیا۔ اس طرح آپ کا جھنگ میں آنے کا سبب بنا۔ آپ کچھ عرصہ اپنے دادا مرشد کے ہمراہ پیر کوٹ سدھانہ میں رہے۔ بعد میں اپنے مرشد کی اجازت سے جھنگ صدر میں وارد ہوئے اور اپنا ڈیرہ ہندوؤں کے محلے میں ایک وسیع میدان میں ایک جھونپڑا ڈال کر لگا دیا۔

جس زمین پر آپ نے اپنی جھونپڑی لگائی وہ جگہ ہندوؤں کی تھی۔ انہوں نے آپ کو تنگ کرنا شروع کر دیا۔ اور مختلف حیلوں بہانوں سے آپ کو وہاں سے اُٹھانے کی فکر میں رہے۔ مگر آپ ان کی تمام حرکات و سکنات کو ہنس کر ٹال دیتے۔

ہندوؤں کا آپ کی جھونپڑی کو آگ لگانا اور جھونپڑی کا مکمل محفوظ رہنا ☆ : ایک دن آپ اپنی جھونپڑی سے نکل کر کہیں گئے ہوئے تھے کہ موقع دیکھ کر ہندو نوجوانوں نے جھونپڑی کو آگ لگا دی اور مطمئن ہو کر اپنے گھروں کو چلے

گئے اور کہنے لگے کہ اب دیکھیں گے کہ بابا شیخ لاہوری کیسے یہاں رہیں گے۔

لیکن اگلے روز جب آپ سفر سے واپس تشریف لائے تو جھونپڑی بدستور موجود تھی جب یہ معاملہ ہندوؤں نے دیکھا تو خو[ف] کے مارے گھبرائے جب ان کے بڑوں کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے ان نوجوانوں کو تنبیہہ کی اور کہا حضرت شیخ بابا لاہوری کو تنگ کرو۔ یہ تو بہت بڑے بزرگ معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن چند سر پھرے نوجوان ہندو پھر بھی آپ کو اپنے ہندو مذہب کے لئے نقصان باعث سمجھنے لگے اور مسلسل در پے آزار ہو گئے۔

کشف و کرامات ☆: آپ کی جھونپڑی کے سامنے ایک گلی تھی اس گلی میں محلہ کی عورتیں اکٹھی ہو کر گلی میں بیٹھ کر چر[خہ] کاتتی تھیں۔ ایک دن رام پیاری نامی عورت کا سوت گم ہو گیا۔ بڑی تلاش کے بعد جب نہ ملا تو کسی دوسری عورت نے اس سے کہا تمہارا سوت بابا شیخ نے چرا لیا ہو گا۔ لہٰذا اب اگر وہ گلی میں آئے تو اسے سختی سے منع کر دینا۔

چنانچہ آپ معمول کے مطابق جب گلی میں آئے تو رام پیاری نے آپ کو سخت وست جملے کہہ کر گلی میں دوبارہ آنے سے منع کر دیا۔ اس پر آپ ہنس پڑے تو رام پیاری کچھ زیادہ ہی مشتعل ہو گئی اور آپ کی شان میں بے ادبی سے پیش آئی اور برا بھلا کہا۔

اس کی اس حرکت پر آپ نے جلال میں آ کر اپنی انگلی سے اس طرف اشارہ کیا۔ پھر کیا تھا کہ رام پیاری کے کپڑوں کو آگ لگ گئی جس سے پورے محلے میں کہرام مچ گیا اور ہندوؤں نے شور مچا دیا کہ بابا صاحب نے رام پیاری پر جادو کر دیا۔

آپ واپس اپنی جھونپڑی میں آ گئے۔ ہندوؤں نے رام پیاری کی آگ بجھانے کی بہت کوشش کی مگر وہ جتنی آگ بجھانے کی کوشش کرتے تھے آگ اتنی ہی بھڑک جاتی تھی۔ جس کی وجہ سے اس کے جسم پر چھالے پڑ گئے۔ چہرہ جھلس گیا۔ جسم پر داغ پڑ گئے اور اس کی حالت غیر ہو گئی۔ اس کے کپڑوں سے مسلسل دھواں اُٹھ رہا تھا۔ یہ دیکھ کر چند بڑی عمر کے ہندو اکٹھے ہو کر آپ کے پاس حاضر ہوئے اور نیاز مندی سے عرض کرنے لگے حضور اس کی گستاخی کی ہم معافی چاہتے ہیں۔ آپ اللہ کے ولی ہیں اس کے لئے دعا فرمائیں کہ اس سے یہ عذاب ٹل جائے اور جانبر ہو جائے۔

آپ نے فرمایا کہ اس نے مجھ پر غلط الزام لگایا سوت سے میرا کیا کام۔ سوت اگر چرایا ہے تو اس کی نند نے چرایا ہے اور اس نے نند کے کہنے پر مجھے ملامت کیا۔

جب رام پیاری کی نند نے یہ بات سنی تو دھڑام سے زمین پر گری جس سے اس کا چھ ماہ کا حمل جو پیٹ میں تھا ساقط ہو گیا۔ جب اس کے گھر کی تلاشی لی گئی تو سوت اس کے گھر سے ہی نکلا۔ اس واقعہ کے بعد ان ہندوؤں کے دل میں آپ کی قدر و منزلت اور بھی زیادہ ہو گئی اور وہ بذات خود آپ کو اپنے گھروں میں لے جانے لگے۔

رام پیاری اور اس کی نند صحت یاب ہونے کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی کی خواستگار ہوئی تو آپ نے اسے معافی دے دی۔ اور رام پیاری کی نند جس کا پہلا حمل ساقط ہو گیا تھا اس کو خوشخبری سنائی کہ اللہ تمہیں لڑکا دے گا۔

چنانچہ سال کے بعد جب لڑکا پیدا ہوا تو وہ اس کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ اس بچے کو میرے سپرد کر دو اس کے بڑا ہونے کے بعد اس کو اسلام کی تعلیمات سے روشناس کرا کر سچا اور پکا مسلمان بناؤں گا۔

آپ کا فرمان ذیشان سن کر سارا خاندان اسی وقت مسلمان ہو گیا۔ لیکن مسلمان ہونے کے بعد ہندوؤں کی اس آبادی میں رہنا مشکل تھا۔ اس لئے آپ ان کو لے کر اپنے دادا مرشد کی خانقاہ پیر کوٹ سدھانہ شریف میں چلے گئے۔ یہ تمام خاندان پیر کوٹ سدھانہ شریف کے عظیم مرد حق حضرت پیر سید عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمتہ کا تمام عمر غلام بے دام رہا اور وہیں مستقل سکونت اختیار کی۔

کرامت نمبر۲ ☆ : آپ کی نگاہ ولایت سے جب کلمہ حق کی صدائیں بلند ہونے لگے اور ہندوؤں کے قبیلے جوق در جوق مسلمان ہونے لگے اور وہاں سے پیر کوٹ سدھانہ شریف کی جانب منتقل ہونے لگے تو ایک ہندو نے اپنے سادھو کو بلا کر ماجرا سنایا اور کہنے لگے کہ اس کا کوئی علاج بتاؤ تو وہ ہندو سادھو کہنے لگا کہ ابھی تو بابا شیخ لاہوری اپنے دادا مرشد کی خانقاہ گئے ہوئے ہیں۔

جب وہ واپس آئیں تو چند نوجوان مل کر ان کو قتل کر دینا۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو تم تمام ہندوؤں کو مسلمان کر کے تمہارے مذہب کا خاتمہ کر دیں گے۔

چنانچہ اس بات کی خبر آپ کو بھی ہو گئی۔ اور آپ واپس آ کر بڑے اطمینان سے اپنی جھونپڑی میں آرام فرما رہے تھے کہ ہندو جوانوں نے اس موقع کو غنیمت جان کر آپ پر حملہ کر دیا اور آپ کو قتل کر کے لاش ٹکڑے ٹکڑے کر کے ایک بوری میں بند کر کے دریائے چناب میں لے جا کر بوری کو پھینک کر خوشی خوشی اطمینان سے ٹہلتے ہوئے واپس جب محلے میں آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ آپ ان کی گلی میں زندہ و جاوید پھر رہے ہیں۔ وہ تمام آپ کو دیکھ کر سکتے میں رہ گئے۔ ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

آپ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا تم اگر مجھے ایک لاکھ بار بھی قتل کر دو مگر جب تک میرا خدا مجھے نہ مارے میں نہیں مر سکتا۔

یہ دیکھ کر وہ تمام ہندو خاندان کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے اور آپ کے غلام بے دام ہو کر رہ گئے۔

کرامت نمبر۳ ☆ : ایک مرتبہ دریائے چناب میں زبردست طغیانی آ گئی۔ لوگ سیلاب سے خوف زدہ ہو کر نقل مکانی کرنے لگے۔ اسی اثناء میں کچھ لوگ اکٹھے ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی حضور سیلاب کی وجہ سے مکانات گریں گے انسانوں اور حیوانوں مال مویشی کی ہلاکت کا خطرہ ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا فرمائیں تاکہ ہمیں اس مصیبت سے نجات مل سکے۔

آپ اپنی جھونپڑی سے باہر نکلے اور شہر کے قریب (کٹیا گھڑے بھن) کے مقام پر جہاں شہزادہ دارالشکوہ نے حفاظتی بند تعمیر

کرایا تھا تشریف لے گئے۔ اور وہاں کھڑے ہو کر دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے۔ آپ کے ساتھ آنے والے لوگ یہ دیکھ کر حیران کہ ابھی آپ نے ہاتھ نہیں چھوڑے تھے کہ پانی اترنے کی آوازیں آنے لگیں اور سیلاب اترنا شروع ہو گیا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۱۸۵ھ بمطابق 1771ء ۷ بیساکھ بروز پیر بعد نماز عشاء ہوا۔

وصال سے قبل آپ اپنی جھونپڑی میں تنہا ذکرِ الٰہی میں مصروف تھے اور اسی ذکر کے دوران آپ کی روح مبارک قفس سے پرواز کر گئی۔

وصال کے تھوڑی دیر بعد آپ کے پیر بھائی حضرت پیر سید مبارک علی سندھی قادری علیہ الرحمۃ آپ سے ملاقات کے جھونپڑی میں تشریف لائے تو دیکھا آپ سیدھے لیٹے ہوئے ہیں اور روح مبارک قفس عنصری سے پرواز کر گئی ہے۔ انہوں نے غسل دیا۔

آپ کے وصال کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پورے شہر اور ضلع میں پھیل گئی دور دور سے علمائے کرام مشائخ عظام آئے ہزاروں مریدین وعقیدت مندان جمع ہو گئے۔ جب تمام انتظامات مکمل کر کے آپ کو عام مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنے کیلئے جانے لگے تو آبادی اور محلے کے تمام ہندو اکٹھے ہو کر آئے اور جنازہ قبرستان میں لے جانے سے روک کر کہنے لگے۔ کہ حضرت لاہوری نے تمام عمر ہماری ملکیتی زمین پر جھونپڑی میں گزاری ہے۔ ہم اپنی زمین ان کی درگاہ کیلئے وقف کرتے ہیں۔ آپ ان کو اسی پر دفن کریں گے اور اسی مقام پر مزار بنائیں۔

چنانچہ جہاں آپ کی جھونپڑی تھی وہاں قبر کھودی گئی اور وہیں آپ کو دفن کیا گیا۔ اور ان ہندوؤں نے مسلمانوں کے ساتھ مل کر کا مزار پر انوار تعمیر کرایا۔ اس کے بعد وہی ہندو ہر سال ۷ بیساکھ کو آپ کا میلہ کرتے تھے اور نذر و نیاز پکا کر لوگوں میں تقسیم کرتے رہے۔ قیام پاکستان کے بعد جب وہ ہندو وہاں سے چلے گئے تو یہ جگہ مفتی عبدالرحیم پانی پتی نے حاصل کر لی اور یہاں ایک پختہ مسجد تعمیر کرائی اور آپ کا مزار مسجد کے صحن میں شامل کر لیا۔ مفتی عبدالرحیم صاحب کے وصال کے بعد ان کو بھی آپ کے قدموں میں دفن کر دیا گیا۔ اب اس جگہ پر جامعہ رحیمیہ قائم ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت پیر مبارک شاہ سندھی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: عارف حق، عارف باللہ، عارف کامل، عارف یگانہ، مرشد زمانہ حضرت پیر مبارک شاہ سندھی قادری رحمتہ اللہ علیہ وۃ الاخیار ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۱۰۶ھ بمطابق ۱۶۹۴ء کو سندھ میں ہوئی۔ آپ کی جائے پیدائش اور آپ کے آباؤ اجداد اور تعلیم و بیت کے بارے میں تذکرہ نگار خاموش ہیں۔ آپ کی ولادت کے بارے میں سندھ کا گمان اس لئے غالب آتا ہے کہ آپ سندھ سے پنے پیرو مرشد مہر محمد بقاء کے حکم سے ان کے مرشد کے ہمراہ ان کی خدمت کے لئے جھنگ آئے تھے۔ اور دوسرا یہ کہ آپ تمام عمر سندھی لے نام سے مشہور رہے اور تذکرہ نگاروں کی کتابوں میں بھی مبارک سندھی لکھا اور پڑھا جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ سندھ لے رہنے والے تھے اور سندھ میں پیدا ہوئے۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت مہر محمد بقا قادری علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے شرف تھے اور ان ہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز و ممتاز ہوئے۔

بابا شیخ لاہوری اور آپ کی یگانگت ☆: حضرت پیر سید عبدالقادر شاہ جیلانی علیہ الرحمتہ کوٹ سدھانہ والے جب سندھ پہنچے اور حضرت پیر مہر محمد بقا کے پاس قیام کیا تو اس وقت حضرت مہر محمد بقاء کے پاس بابا شیخ لاہوری قادری اور پیر مبارک شاہ سندھی تشریف فرما تھے۔ تو حضرت پیر مہر محمد بقا نے اپنے مرشد حضرت سید عبدالقادر جیلانی کو تحفے کے طور پر اپنے ان دونوں مریدوں کو پیش کیا تھا اور آپ ہر دو حضرات حضرت پیر سید عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمتہ کے ہمراہ جھنگ پہنچے تھے۔

نمبر۲ ☆: ایک مرتبہ بابا شیخ لاہوری قادری علیہ الرحمتہ آپ کے ساتھ دریا کی سیر کر کے واپس آرہے تھے کہ آپ پنڈی محلہ

کے قریب آ کر رک گئے۔ حضرت بابا شیخ لاہوری قادری نے رکنے کی وجہ پوچھی تو آپ نے کہا کہ مجھے اس جگہ سے روحانیت کی خوشبو آ رہی ہے۔ خدا اگر منظور کرے تو اسی جگہ میرا مدفن ہو۔ حضرت بابا شیخ لاہوری نے فرمایا اگر میری زندگی میں تمہارا انتقال ہوا تو میں اسی جگہ دفن کروں گا۔ لیکن اتفاق سے بابا صاحب کا وصال آپ سے پہلے ہو گیا اور آپ کو آپ کی خواہش کے مطابق اسی جگہ دفن کیا گیا۔ اس جگہ ایک کنواں اور ایک مسجد بھی آباد ہے۔

جھنگ کی ولایت کا عطا ہونا ☆: جس دن آپ کے پیر بھائی حضرت بابا شیخ لاہوری قادری علیہ الرحمۃ کا وصال با کمال ہوا تو اس دن آپ کی طبیعت بہت بے چین ہوئی۔ آپ کو پریشان دیکھ کر آپ کے دادا مرشد حضرت پیر سید عبدالقادر جیلانی پیر کوٹ سدھانہ والوں نے بلا کر فرمایا کہ مبارک شاہ آج تمہارا دوست دنیا سے رخصت ہو گیا ہے اور جھنگ خالی ہے۔ لہٰذا تم وہاں چلے جاؤ۔

یہ خبر سنتے ہی آپ پیر کوٹ سدھانہ سے چل کر جھنگ صدر پہنچے۔ اور بابا شیخ لاہوری قادری علیہ الرحمۃ کو اپنے ہاتھوں سے غسل دے کر نماز جنازہ ادا کر کے ان کی تدفین کی۔ اور اس کے بعد اس جگہ تشریف لے آئے جہاں آج کل آپ کا مزار ہے۔ ڈیرہ ڈال کر بیٹھ گئے اور سلسلہ رشد و ہدایت جاری شروع کر دیا۔ آپ نے اپنے ڈیرے کے قریب ایک ویران مسجد کو دیکھا تو طبیعت کو سخت رنج ہوا۔ کہ تمام آبادی کے مسلمان سامنے والی مسجد میں آ جاتے ہیں۔ مگر اس میں آبادی کا کوئی مسلمان نہیں آتا۔

آپ نے اس مسجد میں باقاعدہ سے آذان دینا شروع کی۔ خود ہی آذان دیتے اور خود ہی نماز پڑھاتے۔ نماز باجماعت ہوتی ہے۔ مگر نماز پڑھنے والے نظر نہیں آتے۔ مسجد میں نماز باجماعت کی آواز سن کر لوگ حیران تھے۔

چنانچہ آبادی کے چند افراد پنڈی محلہ جھنگ میں مقیم ایک سید بزرگ کے پاس گئے اور تمام قصہ کوتاہ بیان کیا تو انہوں نے فرمایا کہ یقیناً کوئی ولی اللہ ہے جو مسجد میں آباد ہے۔ وہ سید خود بھی مسجد میں آئے آپ سے ملاقات بھی کی اور آپ کے دست مبارک پر بیعت بھی اختیار کی۔ اس کے بعد اہل محلہ اور دور دراز کی آبادیوں کے لاتعداد افراد آپ کے دست حق پرست پر بیعت سے سرفراز ہوئے۔ اور آپ کی محنت وجد و جہد سے وہ ویران مسجد بھی آباد ہو گئی۔

کشف و کرامات ☆: ایک مرتبہ آپ ایک قبرستان سے گزر رہے تھے کہ ایک قبر کے پاس رک گئے اس کی میت کو عذاب ہو رہا تھا۔ آپ قبرستان سے واپس تشریف لائے اس میت کے ورثاء کو بلایا اور فرمایا کہ تمہارے اس مرحوم شخص نے فلاں بیوہ کی امانت میں خیانت کی ہے جس کی وجہ سے وہ عذاب الٰہی میں مبتلا ہے تم جا کر بیوہ کی امانت واپس کر دو تا کہ وہ عذاب سے بچ سکے۔ چنانچہ ورثا نے اسی وقت اس معاملہ کو ٹوہ لگائی تو معاملہ درست ثابت ہوا اور اسی وقت جا کر اس بیوہ کی امانت اس کے حوالے کی۔

کرامت نمبر ۲ ☆: ایک دفعہ ملک میں قحط پڑ گیا بڑے بڑے زمینداروں اور تاجروں نے غلہ ذخیرہ کر لیا غریب آدمی

روٹیوں کو ترس گئے اور نوبت فاقوں سے مرنے تک آ گئی۔

غریب حضرات اکٹھے ہو کر حضرت پیر سید مبارک سندھی قادری علیہ الرحمتہ کے پاس دعا کے لئے گئے آپ نے فرمایا خدا بہتر کرے گا۔ اس کے بعد آپ نے پورے شہر میں منادی کرادی کہ جس جس شخص نے غلے کا ذخیرہ رکھا ہے وہ تمام حضرات رضا کارانہ طور پر تمام غلہ غریبوں میں تقسیم کر دیں وگرنہ دس روز کے اندر ذخیرہ اندوزی کرنے والا بڑے سخت عذاب میں گرفتار ہو جائے گا۔ بہت سے لوگوں نے آپ کی ہدایت پر عمل کیا اور تمام غلہ اناج وغیرہ جو ذخیرہ کر رکھا تھا وہ غریبوں میں مفت تقسیم کر دیا۔ صرف ایک آدمی نے ایسا نہیں کیا اور اس نے آپ کے اعلان و حکم کی کوئی پرواہ نہیں کی۔

پھر دنیا نے دیکھا کہ جس شخص نے غلہ چھپائے رکھا دس دن سے پہلے پہلے اس کے مکان کو آگ لگ گئی اور وہ خود بھی جل کر اس میں کوئلہ بن گیا۔ اس کے بعد تمام غلہ جو اس کے گوداموں میں محفوظ تھا لوگوں نے مال غنیمت سمجھ کر تقسیم کر لیا۔

وصال باکمال ☆ : آپ کا وصال باکمال ۱۱۸۷ھ بمطابق 1773ء کو ہوا۔ مزار پر انوار محلہ پنڈی جھنگ صدر میں مرجع خلائق عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سید عبدالقادر جیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: مخصوص رسول عربی، متصرف ولایت شرقی وغربی، بحر اسرار، معدن حقائق ومعارف، شمع قصر ہدایت، قطب مادر زاد، آثار ولایتش ظاہر برخاص وعام، حضرت سید عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی قادر رحمتہ اللہ علیہ خورشید ولایت ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۱۱۰ھ بمطابق 1698ء بروز جمعتہ المبارک بوقت طلوع آفتاب بغداد شریف میں نجیب الطرفین سادات کے عظیم فرد کامل حضرت سید محمد ابراہیم شاہ قادری علیہ الرحمتہ کے گھر ہوئی۔

آپ کے والد گرامی حضرت پیر سید محمد ابراہیم شاہ قادری گیلانی علیہ الرحمتہ بارگاہ غوثیہ بغداد شریف کے سجادہ نشین سید محمد یٰسین شاہ کے خدام میں شامل تھے۔ ان کی عمر ساٹھ برس کی ہو چکی تھی مگر اولاد نرینہ سے محروم تھے۔ عمر کے آخری حصے میں جب آپ کی ولادت باسعادت ہوئی تو حضرت پیر سید محمد ابراہیم شاہ کا گھرانہ بھی دنیاوی مسرتوں سے ہم کنار ہو کر پر بہار ہو گیا۔

آپ حسنی حسینی اور اولاد غوث الاعظم ہیں۔ آپ کا شجرہ نسب ۱۶ واسطوں سے حضرت غوث الاعظم سرکار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ۲۶ واسطوں سے حضرت امام المشارق والمغارب مولائے کائنات علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ملتا ہے۔

تعلیم وتربیت ☆: آپ کی ابتدائی تربیت اپنے والدین کے زیر سایہ مکمل ہوئی۔ ابھی آپ کی عمر عزیز تین برس کی تھی والد گرامی نے آپ کو بغداد شریف کے ایک دینی مدرسہ میں داخل کرا دیا۔ سات برس کی عمر میں ناظرہ قرآن کریم مکمل کیا اور دس برس کی عمر میں حفظ قرآن کر کے فارغ ہوئے اور اس کے بعد علوم دینیہ کی تعلیم حاصل کرنے میں مصروف ہو گئے آپ کی عمر عزیز بارہ برس کی تھی ابتدائی علوم دینیہ اور ضروریات دین کے تمام مسائل آپ کو ازبر ہو گئے تھے، اس کے بعد علوم متداولہ کی کتب اور تعلیم مکمل کر کے روحانی تشنگی دور کرنے کے لئے بارگاہ غوثیہ میں حاضری دینے لگے۔ حضور غوث الاعظم سرکار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار سے آپ کو علم وعرفان کی نعمت عطا ہوئی اور شریعت وطریقت کے ماہ کامل بنے۔

درگاہ غوثیہ کے سجادہ کے ہمراہ ہندوستان میں آمد☆ : بادشاہ دہلی محمد شاہ نے حضرت سید محمد یٰسین شاہ علیہ الرحمتہ سے درخواست کی کہ آپ ایک تبلیغی وفد لے کر ہندوستان تشریف لائیں اور ہمیں خدمت کا موقع فراہم کریں۔ اور آپ ہندوستان کے بزرگوں کے مزارات کی زیارات بھی فرمائیں۔

چنانچہ سجادہ نشین درگاہ غوثیہ بغداد شریف نے اس کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے ایک دس رکنی وفد ترتیب دیا جس میں آپ بھی اپنے والد گرامی کے ہمراہ شامل تھے۔ بغداد شریف کے مشائخ کا یہ وفد جب دہلی پہنچا تو دہلی کے مشائخ صوفیا نے عظیم الشان استقبال کیا۔ اس موقع پر آپ نے ہندوستان کے بزرگوں کے مزارات کی زیارات کیں اور اس زمانے کے جید علماء سے ملاقاتیں کیں۔ تو آپ کو ہندوستان کی سرزمین اور اس کے اردگرد کے ماحول سے انسیت ہوگئی۔ یہ وفد چھ ماہ قیام کے بعد ہندوستان سے واپس بغداد شریف پہنچا تو اس کے ایک سال بعد آپ نے اپنے والد گرامی سے دوبارہ ہندوستان جانے کی اجازت چاہی تو انہوں نے بخوشی آپ کو اجازت عنایت فرمادی۔

بیعت وخلافت☆ : آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے والد گرامی کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز صاحب ارشاد ہوئے والد گرامی نے خرقہ خلافت عطا فرمانے کے بعد آپ کو عازم ہندوستان کیا۔

ہندوستان میں ورود مسعود☆ : آپ تقریباً ۱۱۴۱ھ بمطابق 1728ء کو بغداد شریف سے سندھ کے راستے ہندوستان میں داخل ہوئے۔ آپ جس جس مقام سے گزرتے جاتے جہاں جہاں آپ کا قیام ہوتا عقیدت مندوں کا ایک ہجوم آپ کے گرد جمع ہو جاتا۔ آپ ایک مقام پر تبلیغ فرما کر جب دوسرے مقام پر جاتے وہاں بھی آپ کے چشمہ فیض سے فیض یاب ہونے والے عقیدت مند جمع ہو کر فیض یاب ہوتے۔ آپ جہاں جہاں قیام کرتے گئے فیض کے دریا بہاتے گئے۔ پندر سندھ کا پہلا شہر ہے جہاں آپ نے قیام کیا۔ پھر نصیر آباد، لکی سیداں، لعل شہباز قلندر، نوشہرہ فیروز، روہڑی، سانگھڑ، شکار پور سمیت ان تمام شہروں میں تھوڑا تھوڑا عرصہ مقیم رہے۔ اور مخلوق خدا کو خدا کے دین کا پیغام پہنچایا۔ اس موقع پر آپ نے سہروردیہ سلسلہ کے عظیم روحانی پیشوا حضرت سید عثمان مروندی المعروف لعل شہباز قلندر علیہ الرحمتہ کے مزار پر چند روز تک چلہ کشی کی اور ان کے فیوضات سے مالا مال ہوئے۔

قبیلہ پگاڑو کے روحانی پیشوا کا بیعت ہونا☆ : سندھ کے علاقہ نوشہرہ فیروز میں جب آپ پہنچے تو وہاں آپ کی ملاقات حضرت مہر محمد بقا علیہ الرحمتہ سے ایک مجلس میں جہاں آپ تشریف فرما تھے سے ملاقات ہوئی۔ دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھتے ہی بیک آواز میں کہا ہم نے پہچان لیا اس کی وجہ یہ تھی کہ بارگاہ غوثیت سے آپ کو ہدایت ملی تھی کہ مہر محمد بقا کو مرید کرلیں اور مہر محمد بقا کو

باطنی طور پر بشارت ملی تھی کہ تمہارا مرشد تمہارے گھر چل کر آئے گا۔ چنانچہ آپ نے مہر محمد بقا کو بیعت فرمایا اور چند روز کے قیام کے بعد اگلی منزل کو روانہ ہو گئے۔

سندھ سے صوبہ سرحد میں آمد اور چلہ کشی ☆: سندھ سے آپ صوبہ سرحد پہنچے تو آپ کو باطنی طور پر حکم ملا کہ چلہ کشی کرو۔ آپ نے اپنے خادم سے فرمایا کہ میں اس پہاڑی کی غار میں چلہ کروں گا۔ جس روز میرا چلہ ختم ہو تم ۴۱ دانہ جو اور پانی کا لوٹا لے آنا تاکہ افطار کرسکوں، یہ ہدایات دے کر آپ پہاڑی کی غار میں چلے گئے جب چالیس دن پورے ہوئے اور غار سے نکلے تو آپ کا خادم جو اور پانی لانا بھول گیا۔ وہ مطلوبہ اشیاء لینے گیا آپ اس کا انتظار کرتے رہے جب رات ہوگئی تو دوبارہ چلے میں چلے گئے اور دوسرا چلہ شروع کر دیا اس کے اختتام پر بھی خادم حاضر نہ ہوسکا تو آپ نے تیسرا چلہ شروع کر دیا جب یہ ختم ہوا تو مسلسل عبادت و ریاضت کے باعث جسم بالکل لاغر اور کمزور ہو چکا تھا۔ آپ حجرے سے باہر نکلے تو خادم پھر بھی غائب تھا۔ جس پر آپ کو خاصہ تعجب ہوا۔ اچانک وہاں سے ایک قافلہ گزرا تو آپ نے ان سے پانی طلب کیا۔ انہوں نے پانی پیش کیا تو اس پانی سے آپ نے روزہ افطار کیا۔

احمد شاہ کو ٹھیکری پر کابل کی حکومت کا پروانہ ☆: جس مسافر نے آپ کو پانی پیش کیا تھا آپ نے اُس سے پوچھا تمہارا کیا نام ہے۔ اس شخص نے اپنا نام احمد خان درانی بتایا۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ احمد خان تم نے میری پیاس بجھائی۔ اللہ تعالیٰ تمہاری پیاس کا سامان کرے گا۔ احمد خان نے عرض کیا حضرت میری پیاس کیا ہے آپ نے فرمایا حکومت۔ جاؤ آج سے تم احمد خان نہیں بلکہ احمد شاہ ابدالی ہو۔ اور کابل کی حکومت خدا تمہیں عطا فرمائے گا۔ لیکن اس سے قبل کہ تم کابل کی حکومت سنبھالو تم واپس اپنے وطن مولو دملتان جاؤ۔ وہاں ایک مجذوب بزرگ رہتے ہیں۔ ان کی وفات ہونے والی ہے۔ ان بزرگ کا کفن دفن کرنے کے بعد اپنی مہم پر جانا۔ آپ نے احمد شاہ ابدالی کو اپنا کرتا مبارک اتار کر دیا۔ اور ایک ٹھیکری پر کابل کی حکومت کا پروانہ لکھ کر دیا۔

صوبہ سرحد سے بغداد شریف کو واپسی ☆: ابھی آپ صوبہ سرحد میں ہی تھے کہ آپ کو روحانی طور پر معلوم ہوا کہ والد گرامی بہت ضعیف ہو چکے ہیں اور ملنے کے لئے بیتاب ہیں چنانچہ آپ افغانستان کے راستے سے عراق گئے وہاں سے کربلائے معلیٰ، نجف اشرف کی زیارت کر کے حجاز مقدس پہنچے اور حج بیت اللہ کرنے کے بعد بغداد شریف تشریف لائے۔ آپ کی آمد کی اطلاع آپ کے والد گرامی کو روحانی طور پر ہو چکی تھی۔ اس لئے وہ گھر سے دور ایک راستے میں درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ چونکہ آپ نے بھی اسی راستے سے آنا تھا دونوں باپ بیٹا کی جب ملاقات ہوئی تو بغل گیر ہو کر ملے اور دونوں بغداد میں اکٹھے داخل ہوئے۔

ہندوستان تیسری مرتبہ آمد اور والد گرامی اور والدہ کا وصال ☆: آپ کے قیام بغداد کو ابھی چھ ماہ بھی نہ

ہوئے تھے کہ آپ کے والد گرامی کا وصال ہو گیا، جس کا آپ کو دلی صدمہ پہنچا۔ والد گرامی سے پہلے والدہ کا انتقال ہوا۔ ادھر بغداد میں آپ کو اطلاع مل گئی کہ نادر شاہ والی کابل قتل ہو گیا ہے۔ اور اس کی جگہ امرائے دربار نے احمد شاہ ابدالی کو اپنا امیر چن لیا ہے۔

چونکہ والد گرامی اور والدہ دونوں کا انتقال ہو چکا تھا اس لئے اب بغداد میں طبیعت کو سکون نہیں مل رہا تھا۔ بلکہ آپ کی طبیعت ہندوستان جانے کے لئے بے قرار تھی۔ آپ بارگاہ غوث الاعظم میں حاضر ہوئے اور وہاں سے ہندوستان کے سفر کی اجازت لے کر براستہ کابل عازم ہندوستان ہوئے۔ جب آپ کابل پہنچے تو احمد شاہ ابدالی نے آپ کا استقبال کیا اور شاہی مہمان خانے میں ٹھہرایا۔ کابل میں چندروزہ قیام کے بعد آپ پنجاب کی طرف چل دیئے۔

قصبہ پیرکوٹ سدھانہ میں خانقاہ کا قیام☆: کابل سے آپ عازم پنجاب ہو کر ضلع جھنگ کے قصبہ پیرکوٹ سدھانہ جو کہ دریائے چناب کے کنارے واقع ہے میں تشریف لائے اور اس جگہ خانقاہ قائم کر کے سلسلہ رشد و ہدایت کا آغاز کیا۔ چند ہی دنوں میں عوام کا اژدھام آپ کے گرد جمع رہنے لگا۔ ہزاروں افراد آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ لاتعداد افراد واصل الی اللہ ہو کر بلند درجہ کو پہنچے۔ اور بے شمار لاعلاج مریضوں کو آپ کی دعا اور روحانی توجہ سے شفا ملی۔ بہت سے گمراہ گناہوں سے توبہ کر کے یاد خدا میں مست و مستغرق ہو گئے۔ آپ کی خانقاہ معلیٰ میں ہر وقت عام لوگوں کے لئے لنگر جاری رہتا۔ سینکڑوں افراد روزانہ فیض پا کر جاتے تھے۔

آپ کی ازواج واولاد☆: آپ نے پہلا نکاح گوجرانوالہ کے مغل گھرانے کی ایک خاتون سے کیا۔ اس خاتون کے بطن سے خدا نے آپ کو دو صاحبزادے مرزا پیر اور سید شاہ عطا فرمائے۔

آپ نے دوسری شادی بنو ہاشم خاندان کی ایک خاتون سے کی۔ جن کے بطن سے خدا نے دو صاحبزادے سید غلام مصطفیٰ شاہ اور حامد شاہ عطا فرمائے۔ آپ کی یہ اولاد اور ان کی اولادیں گوجرانوالہ میں ہیں۔ آپ نے تیسری شادی سید حسن شاہ گیلانی کی دختر نیک اختر سے کی۔ ان کے بطن سے خدا نے آپ کو چھ فرزند عطا فرمائے۔ جن میں بڑے صاحبزادے سید گیلانی آپ کے وصال کے بعد سجادہ نشین ہوئے۔ آج تک سجادہ نشینی کا سلسلہ آپ کی اولاد میں جاری ہے۔ جبکہ مشہور تپ دق ڈاکٹر سید ریاض علی مرحوم سید مغیث الدین، سید غیاث الدین اور حضرت پیر سید محمد افضل شاہ آپ ہی کی اولاد سے ہیں۔

آپ کے خلفائے نامدار☆: یوں تو آپ کے خلفاء لاتعداد ہیں مگر جن حضرات سے آپ کے سلسلہ طریقت کو فروغ ملا ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔ پیر سید مہر محمد بقا قادری سندھ، حضرت سید صالح محمد شاہ، حضرت میاں اسماعیل، میاں محمد صالح، حاجی عبدالقادر، میاں غلام مصطفیٰ، میاں محمد بوٹا، حافظ رحمت علی، میاں نور محمد نکیانہ، میاں محمد عثمان ٹوانہ۔ فقیر محمد حافظ محمد صدیق لالی وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔

سیرت وکردار☆: آپ کی تمام عمر عبادت وریاضت، مجاہدہ وسلوک ومعرفت کے حصول میں گزری کوئی لمحہ بھی یادِ خدا سے غافل نہ گزرا۔ شریعت وطریقت کی پابندی آپ کا معمول خاص تھا۔ لنگر ہمہ وقت جاری رہتا۔ سخاوت میں عدیم المثال تھے، زہد وتقویٰ و علم وعرفان میں یکتائے روزگار تھے۔ نگاہ کا یہ عالم کہ جس کو نگاہ ولایت سے دیکھتے دنیا بدل کر رکھ دیتے۔ آنے والے کی دلی کیفیت کو اپنے نور باطن سے جان لیتے تھے آپ کا فیضان روحانی عرب وعجم اور ملک پاکستان کے طول وعرض میں آج بھی جاری ہے۔ ہزار ہا کرامات آپ سے سرزد ہوئیں۔ آپ پاکستان میں حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سلسلہ کے نقیب ثابت ہوئے۔ آپ سے روحانی فیضان حاصل کر کے جانے والوں نے دور دور تک آپ کے فیضان کو عام کیا۔

کشف وکرامات☆: جب احمد شاہ ابدالی لاہور میں لوٹ مار کر کے واپس جا رہا تھا تو اس وقت آپ بھی لاہور میں موجود تھے احمد شاہ ابدالی نے آپ کو آتے دیکھ کر اپنا قافلہ روک دیا۔ اور آپ کو بطور مہمان ٹھہرایا۔ آپ نے احمد شاہ ابدالی کو کہا جتنے قیدی تمہارے پاس ہیں ان کو رہا کر دو۔

چنانچہ احمد شاہ ابدالی نے حکم کی تعمیل کی اور تمام قیدی رہا کر دیئے۔ جب احمد شاہ نے آپ کو قیدیوں کی رہائی کی اطلاع دی تو آپ نے فرمایا تمہارے ایک سپاہی نے صندوقوں میں عورتوں کو بند کر رکھا ہے ان کو بھی آزاد کر دو۔

چنانچہ احمد شاہ نے خود جا کر صندوق کھلوائے تو ان میں سے عورتیں نکلیں۔ احمد شاہ نے اس سپاہی کو حکم عدولی کی بنا پر قتل کر دیا ان رہا شدہ عورتوں میں چھ عورتیں ایسی تھیں جن کا کوئی وارث نہ تھا۔ چنانچہ آپ نے ان کو اپنے ذمہ لے لیا اور ان کو اپنے وصال تک اپنی خانقاہ میں رکھا۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال☆ ۱۱۹۰ھ بمطابق 1776ء کو ہوا۔ مزار پر انوار قصبہ پیر کوٹ سدھانہ تحصیل و ضلع جھنگ میں مرجع خاص وعام ہے۔ جہاں آپ کا سالانہ عرس مبارک یکم مئی کو ہر سال بڑی دھوم دھام اور احترام سے منایا جاتے ہے ہزاروں افراد شرکت کر کے آپ کے فیضان سے اپنے دلوں کو منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت رہے برقرار شاہی

حضرت میر سیّد عابد شاہ گیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: پروردۂ آغوش ولایت ولطف رسول مدنی، فخر و سالار خانوادہ سادات گیلانیہ، امام العارفین، سلطان العاشقین، برھان الکاملین، شیخ یگانہ، مرشد زمانہ حضرت میر سیّد عابد شاہ گیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ آپ شان عظیم، حال قوی، ہمت بلند اور نفس قاطع رکھتے تھے۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۱۱۱ھ بمطابق 1699ء میں قطب الاقطاب شیخ المحدثین حضرت سیّد شاہ محمد غوث قادری گیلانی ثمہ لاہوری بن حضرت سخی سید حسن شاہ گیلانی قادری ثمہ پشاوری بن حضرت سیّد عبداللہ شاہ صحابی علیہم الرحمۃ کے علمی و روحانی گھر میں ہوئی۔

آپ کی تعلیم و تربیت اپنے عظیم والد بزرگوار کے زیر سایہ مکمل ہوئی، قرآن مجید کے پختہ حافظ اور علوم نقلیہ و عقلیہ اور علم حدیث پر مہارت تامہ حاصل تھی۔

مورخ کشمیر کے حوالے سے امیر اہل سنت حضرت پیر سیّد محمد امیر شاہ گیلانی قادری المعروف مولوی جی صاحب ثمہ پشاوری علیہ الرحمۃ اپنی کتاب ''تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ'' میں رقم طراز ہیں کہ آپ نے قرآن مجید کی باتجوید حفظ سے فراغت حاصل کر کے دوسری فارسی، عربی کتابوں کا حظ اُٹھایا۔ علمی فضائل کی کافی دستگاہ حاصل کی، آپ کے علم و فضل، تواضع، منکسر المزاجی اور کثیر الکرامت ہونے کا شہرہ آج تک زبان زد خاص و عام ہے۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ میں اپنے عظیم والد بزرگوار حضرت سیّد شاہ محمد غوث لاہوری قادری علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے، اور اُنہی سے خرقۂ خلافت پا کر سرفراز و ممتاز ہوئے۔

سیرت و کردار ☆: آپ نے اپنے والد گرامی سے رخصت حاصل کر کے سرینگر کے ایک محلہ سیری باغ میں آ کر خانقاہ قائم کی، اور اپنے بزرگوں کے طریقہ کے مطابق لنگر غوثیہ کا اجراء فرما کر درس و تدریس اور طالبان حق کی راہنمائی کا فریضہ انجام دینا شروع کر دیا، آپ کی خانقاہ معلیٰ میں طالبان حق کی تہذیب واخلاق اور تزکیہ نفوس شروع ہو گیا، تھوڑے ہی عرصہ میں اپنے اخلاق و اخلاص اور بے لوث خدمت کی وجہ سے مقبول ہو گئے۔

بقول مورخ کشمیر اور بقول صاحب کتاب ''تذکرہ مشائخ قادریہ حسینیہ'' حضرت پیر سیّد محمد امیر شاہ گیلانی علیہ الرحمۃ کے، آپ کے علم و عرفان کا اتنا چرچا ہوا کہ کشمیر اور اطراف و جوانب سے جوق در جوق طلباء اور فقرا آنے لگے اور آپ کے علمی کمالات اور فیوض باطنی سے مستفید ہونے لگے اور علماء کے مرکز بن گئے۔

آپ کی عام فیاضی اور نان جوی کا تناچرچا ہوا نیز آپ کی حسن سیرت اور مخصوص اوصاف اتنی شہرت پا گئے کہ حکام کے کانوں

تک اس بات کی اطلاع پہنچی ،حکومت کے ارباب حل وعقد نے حسب ذیل تیرہ گاؤں، جن میں کانز، کھ، لامورہ، ڈاڈہ اویز کھڈھ، کرم سیر، سمپورہ، والورہ، برن وار، وار پیردار، باتیج، حیدواورانگر بطور جاگیرات آپ کے نام پر منتقل کر دیئے۔

آپ ان جاگیرات کی آمدنی مستحق غربا کی ضرورت اور اخراجات کے لئے تقسیم فرماتے تھے، آپ کی سیاسی دسترس اس قدر ہمہ گیر تھی کہ جب کسی حاکم یا گورنر کی تبدیلی کا مسئلہ پیش آتا تو آپ سے مشورہ کرنے کے بعد وہ مسئلہ حل ہو جاتا اور آپ کی رائے سے اتفاق کیا جاتا۔ جب دُرانی عہد ختم ہوا، اور سکھوں کی سکھا شاہی قائم ہوئی تو مہاراجہ رنجیت سنگھ نے آپ کی تمام جاگیریں ضبط کر لی، اور خود ان جاگیرات پر متصرف ہوا۔

مورخ لاہور جناب علامہ محمد دین فوق مرحوم فرماتے ہیں کہ آپ کے نام شاہان مغل کی طرف سے جاگیر وعطایات کی سندات میں نے خود سرینگر میں دیکھی ہیں۔

نیز فرماتے ہیں کہ خانیار کے متصل ببرہ باغ ایک محلّہ ہے، وہاں بھی سادات گیلانیہ کے کئی گھر آباد ہیں۔ان کے مورث اعلیٰ سیّدہ شاہ محمد غوث ہیں۔لیکن افسوس ہے ایسے جلیل القدر ''سلف کے خلف'' انقلاب زمانہ سے بے حس ہیں۔ بلکہ سُنا ہے کہ انہوں نے اپنی مفلوک الحال کی وجہ سے اپنے خاندانی کاغذات، شجرے، جاگیروں کے پٹے، شاہی احکامات وغیرہ اور کئی قلمی کتابیں کہیں فروخت کردی ہیں۔

وصال باکمال ☆ : آپ کا وصال باکمال ۱۳ ربیع الاول ۱۱۹۳ھ بمطابق 1779ء میں ہوا۔

مورخ کشمیر مفتی محمد شاہ فرماتے ہیں کہ آپ کی وطن گاہ کے سلسلہ میں عجیب قسم کا اختلاف پیدا ہوا، کچھ لوگوں کا موقف تھا کہ آپ کا مزار محلّہ خانیار سرینگر میں حضرت سیّد محمد فاضل شاہ قادری علیہ الرحمۃ کی درگاہ میں ہونا چاہیے، اور کچھ لوگوں کا موقف تھا کہ آپ کا تابوت لاہور پہنچا کر آپ کے والد گرامی حضرت سیّد شاہ محمد غوث لاہوری قادری علیہ الرحمۃ کے پاس دفن کیا جائے۔

مختصر یہ کہ جناب جان محمد صاحب سیالکوٹی نے یہ رائے پیش کی کہ قرعہ اندازی کرلی جائے۔اور قرعہ اندازی کی بنا پر آپ کا مدفن جناب شیخ عبدالرشید صاحب قادری کے صحن میں قرار پایا، احباب نے مرقد منورہ کے اردگرد روضہ کی صورت میں عمارت بنوائی تھی جو کہ منہدم ہوگئی ہے۔

امیر العلماء والمشائخ حضرت قبلہ مولانا پیر سیّد محمد امیر شاہ قادری گیلانی ثمہ پشاوری علیہ الرحمۃ المعروف مولوی جی صاحب فرماتے ہیں کہ جب میں کشمیر میں آپ کے مزار کی زیارت کے لئے گیا تو زیارت شریف بالکل گری ہوئی تھی۔اور قبر مبارک سے تمام پتھر اٹھا کر مجاور نے اپنا مکان تعمیر کر لیا تھا، عمارت کا صرف ایک بڑا دروازہ بطور یادگار باقی ہے۔

آپ کی تاریخ وفات ''ہست بہشت جائے او'' بنتی ہے۔خداوند عالم نے آپ کو چار فرزند حضرت پیر سید رسول شاہ، حضرت پیر سید غلام شاہ، حضرت پیر سیّد موسیٰ شاہ، حضرت سیّد پیر یوسف شاہ علیہم الرحمۃ عطا فرمائے تھے۔ جو اپنے زمانے کے چوٹی کے ولی اور علم و عرفان کا منبع ٹھہرے اور ایک عالم نے ان سے استفادہ کیا۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت پیر سید محمد بقا شاہ قادری شہید

تعارف ☆ : حضور امام الاولیاء، سرتاج السالکین، غواص معرفت، صاحب اسرار حقیقت، سید العارفین، پیشوائے جمیع اہل کمال، قطب ابدال، مجمع البحرین سید محمد بقا شاہ لکیاری شہید المعروف پیر سائیں پنڈھنی بن حضور قبلہ عالم، مرشد انس و جن خواجہ سید محمد امام شاہ لکیاری حسینی ۱۱۳۵ھ گوٹھ رسول پور تحصیل کنگری ضلع خیر پور میرس (سندھ) میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

تعلیم و تربیت ☆ : پروفیسر لطف اللہ بدوی شکار پوری کی تحقیق کے مطابق آپ نے مختلف مدارس میں تعلیم حاصل کر کے نصاب مکمل کیا۔

لیکن تفصیل معلوم نہ ہوسکی کہ آپ نے کن اساتذہ و مدارس میں تحصیل علم کی۔

گھر کی منتقلی ☆ : آپ نے بعد میں رسول پور گوٹھ سے نقل مکانی کر کے گوٹھ رحیم ڈنہ (تحصیل پیر جو گوٹھ) میں مستقل رہائش اختیار کی۔

صحبت صالح ☆ : آپ نے بعد تحصیل علم عارف کامل، شیخ المشائخ، مخدوم محمد اسماعیل جونیجو نقشبندی قدس سرہ (پریان لوء شریف ضلع خیر پور میرس) سے صحبت اختیار کی اور اس صحبت مبارکہ نے زندگی کے لئے اکسیر کا کام کیا اور مخدوم صاحب کے وصال مبارکہ تک صحبت جاری رکھی اور بعد وصال بھی مزار مقدس پر حاضری دیتے رہے۔ یہ وہ لازوال محبت تھی جس نے آپ کو بہت کچھ دیا تھا بلکہ روحانیت کی بلندیوں تک پہنچایا۔ اسی محبت کے سبب ایک روز بیعت ہونے کی درخواست کی۔

بیعت ☆ : حضرت مخدوم صاحب نے آپ سے فرمایا: سید صاحب! آپ کی بیعت قادری سلسلہ میں ایک پیر کامل سے ہو گی جس کی نشانی یہ ہوگی کہ ان کے ہاتھ پر پکی ہوئی مچھلی زندہ ہوگی۔ حضرت کی روحانی تڑپ دن بدن بڑھتی جارہی تھی بالآخر آپ کی امید پوری ہوئی کہ آپ کے شیخ کامل پنجاب سے روہڑی شریف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موئے مبارک کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے اور ادھر سے آپ نے بھی بے قراری کے سبب موئے مبارک کی زیارت کے لئے حاضری دی، وہیں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موئے مبارکہ کے وسیلہ جلیلہ سے طالب و مطلوب کا آمنا سامنا ہوا، نظر نظر سے ملی تو بے قراروں کو قرار نصیب ہوا، اور

یقین نے کہا کہ یہی رشد مربی ہیں، یہی رہبر ورہنما ہیں لیکن مخدوم صاحب سے جونشان ملا تھا، اس کا دیکھنا باقی تھا اس لئے سندھ کی عظیم ولذیذ ڈش تلی ہوئی مچھلی اور پکی ہوئی روٹی بزرگ کے سامنے پیش کی۔ بزرگ نے ہاتھ دھوئے اور دھلے ہوئے ہاتھوں کے چھینٹے تلی ہوئی مچھلی پر مارے تو مچھلی میں جان آ گئی دستر خوان سے زندہ اٹھ کر چھلانگ لگاتی ہوئی واپس دریائے سندھ میں چلی گئی۔ اب تو آپ کو یقین کامل ہو گیا کہ یہ وہی میرے پیر ہیں جن کے لئے دل تڑپ رہا ہے اور عرصہ سے متلاشی ہوں بس بغیر دیر کے بزرگ کے دست بوس ہوئے اور موئے مبارک کے مقام پر ساحل دریا سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت، فرد حقیقت، شیخ المشائخ، قطب الاقطاب، حضرت سید عبدالقادر جیلانی بغدادی قدس سرہ کے دست اقدس پر بیعت ہوئے۔ پھر وہیں سے مرشد کے ساتھ سفر اختیار کیا اور ایک عرصہ تک مرشد کامل کی صحبت میں درگاہ شریف پیر کوٹ (چناہ شریف) ضلع جھنگ، صوبہ پنجاب میں گزارا۔

مرشد کا احترام اور اس کا انعام☆: آپ نے پیر خانہ پر کچھ عرصہ قیام کے بعد مرشد کریم سے اپنے گھر جانے کی خواہش ظاہر کی تو مرشد کریم نے رخصت کی اجازت دے کر فرمایا: ''اپنے گھر سے جب واپس آنے لگیں تو راستہ میں ''رامتز'' (تحصیل روہڑی شریف) سے ہمارے لئے تازی مسواک ضرور لیتے ہوئے آیئے گا۔'' آپ پیر خانہ سے رخصت ہو کر اپنے گھر پہنچے مگر ابھی چند روز ہی گزر رہے تھے کہ مرشد کریم کی یاد نے تڑپا دیا اور آپ حاضری کے لئے گھر سے پیدل روانہ ہوئے۔ غلبہ شوق و ذوق میں چلے جا رہے تھے یہاں تک کہ آپ ''رامتز'' سے گزر کر تقریباً سات میل آگے بمقام رشید پور جا پہنچے تو حضرت مرشد کریم کا فرمان یاد آیا، آپ فوری طور پر الٹے قدم رامتز پہنچے تا کہ مرشد کریم کے فرمان کی تاخیر کا مداوا ہو سکے۔ رامتز میں چند مسواکیں بنوا کر دیوانہ وار درگاہ پیر کوٹ پہنچ کر حضرت مرشد کے حضور پیش کیں۔ حضرت جیلانی بچشم باطن اس محبت بھرے منظر کا مشاہدہ کر چکے تھے، فرمایا: ''محمد بقا شاہ! آپ کو ہماری خاطر بہت مشقت اٹھانی پڑی۔''

عرض کی: حضور! بندہ کے نزدیک تعمیل ارشاد میں راحت ہی راحت ہے۔ حضرت جیلانی نے بکمال مسرت آپ کو سینے سے لگایا جو دینا تھا وہ دے دیا، مرید نے مرشد کا دل جیت کر بہت کچھ پا لیا۔ آپ نے فرمایا: شاہ صاحب! اب میں تمہیں اور تمہاری اولاد کو یہاں (پیر کوٹ) پہنچنے کے لئے دور دراز کا سفر معاف کرتا ہوں۔'' حضور قبلہ عالم شہید بادشاہ سے لے کر آج تک آپ کے مبارک خاندان کا ایک فرد بھی وہاں حاضر نہ ہو سکا۔ یہاں تک کہ خانوادہ راشدیہ قادریہ کے عظیم فرد کامل پیر طریقت حضرت پیر سید زین العابدین شاہ راشدی مدظلہ العالی، مصنف کتاب انوار علمائے اہل سنت سندھ نے بارہا حاضری دینے کی کوشش کی یہاں تک کہ جھنگ صدر بھی پہنچ گئے لیکن وہاں جانے میں بے شمار رکاوٹیں کھڑی ہو جاتیں کہ پندرہ منٹ کا سفر طے نہیں ہو پاتا پھر انہیں حضرت جیلانی کا یہ فرمان عالیشان یاد آتا اور سوچتے کہ مشیت الٰہی یہی ہے بغیر چوں و چرا کے قبول کرنا چاہیے ورنہ حاضری کی ضد میں کوئی تکلیف نہ اٹھانی پڑے۔ اس طرح ہر بار جھنگ سے واپسی ہوئی۔ لیکن حضرت جیلانی کی اولاد و سجادہ نشین، حضرت کے خاندان کے ایک ایک گھر پر چاہے وہ سندھ کے کسی بھی مقام پر ہو شہر ہو چاہے دیہات سال میں دو بار تشریف لاتے ہیں۔ اور ہم بغیر مشقت کے گھر بیٹھے زیارت سے مشرف ہوتے رہتے ہیں۔ اس طرح حضرت جیلانی کا فرمان الہامی آج تک پورا ہو رہا ہے۔

خلافت وتبرکات ☆: حضرت جیلانی نے آپ کو خلافت کے ساتھ مختلف تبرکات بھی عنایت فرمائے۔ایک بار حضرت سید عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ نے اپنے مرید خاص، خلیفہ اجل حضرت سید محمد بقا شاہ لکیاری رحمتہ اللہ علیہ سے بہت مسرور ہو کر فرمایا:

بابا! ہمارے جد امجد، غوث الثقلین، محبوب سبحانی قطب ربانی حضور شیخ محی الدین سید عبدالقادر جیلانی حسنی حسینی رضی اللہ عنہ (بغداد شریف) کے روح مبارک پر شب معراج حضور پُر نور سید عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قدم شریف رکھا تھا۔ اسی قدم شریف کی برکت سے حضرت غوث الثقلین کا قدم مبارک تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے۔آپ کا فرمان عالیشان ہے:

قدمی هٰذهٖ علیٰ رقبة کل ولی اللّٰه

یعنی، میرا یہ قدم (مبارک) تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے۔

اس کے مطابق ہمارے خاندان میں یہ طریقہ رائج ہے کہ جس خاص الخاص منظور نظر مرید پر مخصوص توجہ اور شفقت فرماتے ہیں تو جدی سنت کے مطابق اس کی گردن پر اپنا قدم رکھتے ہیں اور یہ قدم پشت بہ پشت ہم پہ بھی آیا ہے۔لیکن میں نے کسی مرید کے ساتھ یہ سنت و مطابقت پوری نہیں کی ہے۔آج دل چاہ رہا ہے کہ آپ کی گردن پر اپنا قدم رکھوں۔حضرت سائیں محمد بقا شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے مرشد کے حکم کی تعمیل میں فوری طور پر اپنی گردن جھکا دی اور حضرت نے اپنا قدم مبارک آپ کی گردن مبارک پر رکھ کر اپنی خاندانی سنت سے سرفراز اور مشرف فرمایا اور اجازت عطا فرمائی۔

وصیت میں فرمایا: مخدوم محمد اسماعیل میرے دینی بھائی ہیں ان کی خدمت میں ضرور حاضری دیتے رہیے گا۔بعد میں سورہ یاسین شریف کی تعلیم فرمائی اور زکوۃ نکالنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

حضرت مخدوم صاحب سے بھی آپ کو سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں خلافت واجازت حاصل تھی۔

حضرت مخدوم صاحب ۸ ربیع الاول ۱۱۷۴ھ کو انتقال فرما گئے۔اس کے تقریباً ۱۷ برس بعد ۱۱۹۱ھ میں حضرت جیلانی کا انتقال ہو گیا۔

ان صدمات نے آپ کو چور چور کر دیا اور سات سال کے بعد آپ نے بھی انتقال کیا۔

علمی مقام ☆: ایک بار گوٹھ کھہڑا (تحصیل گمبٹ) میں مخدوم احمدی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس علماء وصوفیاء کا مجمع جمع تھا کہ الفقر سواد الوجہ فی الدارین (حدیث) کے مفہوم سمجھنے میں وقت پیش آئی۔استاد العلماء حضرت علامہ مخدوم احمدی عباسی رحمتہ اللہ علیہ نے کہا کہ حضرت پیر سید محمد بقا شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے اس کا مفہوم سمجھا جائے۔ایک بار سید العارفین حضرت لکیاری بادشاہ اپنے دوست مخدوم احمدی کے پاس تشریف لے گئے، مخدوم صاحب نے موقعہ ومحل کی مناسبت سے حدیث شریف کا مفہوم سمجھانے کی درخواست کی۔

آپ نے فرمایا: ''حدیث شریف صحیح ہے۔''سواد'' سے آنکھ کے ڈھیلا کی سیاہی مراد ہے۔جس طرح آنکھ کی روشنی سیاہ ڈھیلا کی وجہ سے ہے اسی طرح ''دونوں جہانوں میں چہرے کی روشنی فقیری سے ہے۔''

آپ مرشد کریم کی خدمت میں رہ کر اپنی ہستی کو مٹا چکے تھے، انا کو مار چکے تھے، تبھی تو سید اور کامل واکمل کے صاحبزادے ہونے کے باوجود مرشد کی خدمت کو معمول بنا رکھا تھا۔یہ ایک حقیقت ہے کہ خدمت میں ہی عظمت ہے، جب تک خادم نہیں بنے گا تو مخدوم بھی

نہیں بن سکتا۔ اور مخدوم بننے کیلئے خادم بننا ضروری ہے۔ ان دنوں کی بات ہے جب آپ مرشد خانہ پر عام فقیر کی طرح خدمت
مشغول تھے۔ (غالباً ابتدائی دنوں کی بات ہے) مرشد کریم حضرت جیلانی کے صاحبزادہ صاحب کو ایک مشکل تحریر استاد نے دی
حضرت جیلانی تک پہنچادیں وہ کہیں سے حل کرا کر دیں گے۔ صاحبزادہ صاحب وہ لے کر جارہے تھے کہ آپ راستے میں مل گ
آپ نے دریافت کیا کہ آپ کے دست مبارک میں کیا ہے۔ صاحبزادے نے کہا: فقیر صاحب! یہ استفتاء ہے جو کہ استاد محترم سے
نہ ہوا، اب اباجان کے پاس لے کر جارہا ہوں۔ آپ نے عرض کیا یہ پرچہ مجھے فقط ایک رات عنایت فرمادیں۔ صاحبزادہ صاحب ب
مشکل سے راضی ہوئے۔ حضرت نے رات ہی میں لکڑیاں جلا کر بغیر کتب کی مدد کے جواب تحریر فرما کر صبح سویرے صاحبزاد
صاحب کو تحریر پیش کردی۔ ایک سیدھے سادھے خادم سے لاینحل مسئلہ کا حل دیکھ کر سب خادمین حیرت کا مجسمہ بن گئے۔ اس ر
خادمین و مریدین کو پتہ چل گیا کہ یہ فقیر صاحب بہت بڑے عالم بھی ہیں جنہوں نے اپنے علم و فضل کو فقیری میں چھپا رکھا تھا گویا
گودری میں لعل، لیکن مشک وعنبر چھپ سکتی ہے کہاں!

شادی واولاد☆: ایک روز پیر خانہ پر مجلس میں شادی بیاہ کا ذکر تھا۔ آپ نے اس امر پر اپنی ناگواری کا اظہار کیا۔ حضرت
جیلانی نے سن کر فرمایا: ''آپ نکاح وشادی سے کس لئے اجتناب کرتے ہیں؟''

آپ نے عرض کی، حضور! اس خیال سے کہ شادی کے بعد اولاد خدا جانے کیسی پیدا ہو۔

یہ سن کر حضرت جیلانی نے فرمایا: ''آپ شادی کر لیں بفضلہٖ تعالیٰ تمہارے ہاں اولاد صالح تولد ہو گی جن میں غوث وقطب بھی
ہوں گے۔''

اس کے بعد آپ نے اپنے خاندان میں جلد ایک عفیفہ سیدہ سے نکاح کیا۔ اس سے آپ کو چار صاحبزادے تولد ہوئے جو کہ
عالم دین کے علاوہ کامل اکمل ولی اللہ تھے۔ اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔

☆ قدوۃ اہل صفاء، مقتدائے عارفان حضرت پیر سید عبدالرسول شاہ لکیاری قدس سرہ ولادت ۱۱۶۸ھ وفات ۱۲۱۳ھ

☆ امام العارفین، مجدد برحق، آفتاب ولایت حضرت پیر سید محمد راشد شاہ پیر سائیں روزے دھنی قدس سرہ ولادت ۱۱۷۱ھ
وفات ۱۲۳۴ھ

☆ تاج الاصفیاء، زین الاولیاء، حضرت میاں سید مرتضیٰ علی شاہ لکیاری قدس سرہ ولادت ۱۱۷۲ھ وفات ۱۲۳۵ھ

☆ عارف باللہ، عالم علیم، حضرت پیر سید میاں محمد سلیم شاہ لکیاری قدس سرہ ولادت ۱۱۷۸ھ وفات ۱۲۴۱ھ

حضرت سید العارفین پیر سائیں پٹ دھنی اور آپ کے چاروں صاحبزادوں نے عین مطابعت حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے مطابق ۶۳ سال کی عمر شریف میں انتقال کیا۔

عبادت وریاضت☆: آپ کے جانشین امام العارفین نے آپ کی زبان فیض ترجمان سے ایک واقعہ سماعت فرمایا
جس کو روایت کیا اور آپ کی ملفوظات کے جامع نے محفوظ کیا جس سے آپ کے بچپن کی پاکیزہ زندگی اجاگر ہوتی ہے۔ آپ فرماتے

شروع سے عادت تھی کہ نماز پنجگانہ، شب خیزی، تہجد، اشراق کے نوافل اور درود شریف میں پوری طرح مشغول رہتا تھا۔ شوق کا
تھا کہ نماز تہجد مسجد میں ادا کرتا تھا اور فجر تک وظائف میں مشغول رہتا اور سنت کی ادائیگی کے بعد درود شریف کا ورد رکھتا اس کے
ز فجر ادا کرتا اس کے بعد تلاوت کلام مجید سورج طلوع کے بعد اشراق کے نوافل ادا کر کے مسجد شریف سے باہر نکلتا اور رب کریم
شانہ سے یہ دعا کرتا تھا کہ:

''یاالٰہی تیرا شکر ہے کہ تو نے عبادت کی توفیق عطا فرمائی۔''

ان دنوں گوٹھ سائیدی (رسول پور) کی مسجد شریف کے دروازے پر ایک مجذوب شخص برہنہ سر، شب و روز آگ جلائے بیٹھے
تے تھے، وہ مجھے دیکھ کر فرماتے: ''بیٹا! ہنوز دلی دوراست۔'' دہلی ابھی دور ہے۔

اس وقت مجذوب کا کہنا سمجھ میں نہیں آتا اور جب رب کریم جل شانہ کی طلب میں قدم بڑھایا تو پتہ چلا کہ مجذوب کا کہنا درست
بے شک اللہ عزوجل کے عشق کے بغیر سب کچھ فضول ہے۔

ترک دنیا ☆: اس سلسلہ طریقت میں مشائخ طریقت ترک دنیا کے عمل کے پابند رہے ہیں۔ حضرت مخدوم محمد اسماعیل
رک دنیا تھے، حضرت سید عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ آخرین کیمیائے نظرایسے تارک دنیا تھے کہ ساری زندگی سیر و سیاحت و تبلیغ
ں بسر فرمائی بغداد شریف سے نکلے برصغیر کی۔ سیاحت کی، گھر گھر حب رسول کا پیغام پہنچایا مردہ دلوں کو زندہ کیا اور زندگی کا
خری حصہ پیرکوٹ میں بسر کیا۔ وہی تعلیم حضرت سید العارفین سید محمد بقا شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو ملی اور پھر آپ کے ذریعے آپ کی اولاد
ر خلفاء کرام کو پہنچی۔۔

ایک روز حضرت مخدوم محمد اسماعیل قدس سرہ نے آپ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''شاہ صاحب! زمین کا تپہ (ٹکڑا) بھی ایک قسم کا تپ (بخار) ہے۔''

آپ نے مخدوم صاحب کی زبانی یہ ارشاد گرامی سن کر اپنی خاندانی جاگیر جو کہ آپ کو ورثہ میں ملی ہوئی تھی اور آپ کے خاندان کو
مغل بادشاہ سے بطور نذرانہ ملی تھی۔ آپ نے وہ جاگیر بغیر دیر کے راہ خدا میں دے دی۔

آج دنیا کا کیا عالم ہے کہ زن و زر کے حصول کے لئے خاندانی وقبائلی جھگڑے کھڑے ہو جاتے ہیں اور برسوں تک بلاوجہ
طرفین کا خون بہتا رہتا ہے۔ ترک دنیا اور حب دنیا میں اس قدر طویل خلیج وفرق ہے۔

پٹ دھنی کا مطلب ☆: سندھی زبان میں پٹ، پدھر، دھرتی کو کہتے ہیں یعنی دھرتی والے/ خاک نشین۔ جس طرح
مولائے کائنات، امیر المومنین، امام المشارق والمغارب حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ''ابوتراب'' کہا جاتا ہے۔ ابوتراب اس
لئے کہا گیا کہ آپ انتہائی سادہ زندگی گزارتے تھے، اکثر فقر و فاقہ رہتا، مٹی پر بیٹھنے لیٹنے میں آپ کو کوئی قباحت نہیں ہوتی بلکہ مٹی پر
آرام فرمانا آپ کو مرغوب تھا اس لئے آپ کو ابوتراب (مٹی کے باپ/مٹی والے) کہا گیا۔

اسی طرح آپ کے لخت جگر، جگر گوشہ حضرت پیر سائیں پٹ دھنی (مٹی والے) بھی انتہائی سادگی پسند تھے، تارک دنیا تھے فقر و

فاقہ کی سنت سے سرفراز تھے۔ نہ کوئی مسند تھی اور نہ آرائش سے لدھا ہوا حجرہ بلکہ تکلف سے آزاد تھے۔ ساری زندگی کچی مسجد شریف
کچے صحن پر مٹی پر رکوع وسجود کرتے ہوئے گزری۔ جب سفر پر جاتے گرمی ہو چاہے سردی، سر پر کتابوں کی گٹھڑی کا بارگراں اور
کہیں ریت کے ٹیلے جس پر پاؤں رکھتے ہی دب جاتا ہے، کہیں نوکیلے پہاڑی راستے کہ چلتے ہوئے جان نکل جائے، کہیں مٹی کا گر
اور ناہموار راستے پھر بھی اللہ کا شیر اپنی منزل کی طرف رواں دواں نہ تھکتے تھے، نہ گرمی سردی سے گھبراتے، نہ سفر کی صعوبتوں
برداشت ہوتے بلکہ شوق ومحبت میں چلتے رہتے اپنے حدف پر ضرور پہنچتے۔اس طرح آپ کی زندگی سخت جدوجہد سے عبارت ہے۔

نذر☆: آپ نے جب ترک دنیا اختیار کیا تو نذرانہ بھی قبول کرنا چھوڑ دیا۔لیکن شیخ کامل سے مرید صادق کا حال کیسے
سکتا ہے۔ایک بار آپ، حضرت مخدوم صاحب کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے تو مخدوم صاحب نے پانچ پیسہ آپ کی چادر مبار
دامن میں باندھ دیئے اور فرمایا:

''میری اہلیہ محترمہ نے نذر مانی تھی کہ اگر گائے کو بچھڑا ہوگا تو پانچ پیسہ پیر دستگیر (شہنشاہ بغداد) کی نذر دوں گی اور نذر
ہوئی۔یہ پانچ پیسہ بادشاہ پیر دستگیر کے نذر کے ہیں۔اس کے بعد آپ نذرانہ قبول فرماتے۔''

اس سے واضح ہوا کہ حضرت مخدوم صاحب جیسے کامل اکمل ولی اللہ بلکہ وقت کے غوث نے نہ فقط پیران پیر دستگیر رضی اللہ عنہ
نذر کو جائز بتایا بلکہ حل المشکلات کے لئے مجرب بھی سمجھتے تھے اور یہ بھی کہ پیران پیر دستگیر کی نذر کے بہتر مستحق سادات کرام
حضرت کے لئے یہ ارشاد تھا کہ نذرانہ رد نہ کریں قبول فرمائیں۔جب بندہ محبت سے نذرانہ پیش کرتا ہے تو دراصل میں یہ رب کر
عطاوعنایت سے عطا ہوتا ہے اس لئے بندہ کا کام ہے کہ مالک پر نظر رکھے نہ کہ بندہ پر۔

حضرت سیدنا امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
''جو مال تمہارے پاس بے مانگے اور بے طمع آجائے اسے لے لو اور جو نہ آئے اس کے پیچھے اپنے نفس کو مت ڈالو۔'' (بخا
ومسلم بحوالہ قاسم ولایت ص ۸۹)

رزق نہ رکھیں ساتھ پنچھی اور درویش
جن کا رب پر آسرا ان کو رزق ہمیش

حضرت مخدوم محمد اسماعیل جونیجو نقشبندی نور اللہ مرقدہ، سرکار غوث اعظم کے حضور درج ذیل شعر میں نذرانہ عقید
پیش کرتے ہیں:

غوث سراج الاولیاء قطب المعارف اصفیاء
سرمہ بصائر اتقیاء بغداد اوجائے نگر

شوق مطالعہ☆: آپ کو دینی کتب کو جمع کرنے اور مطالعہ کرنے کا انتہائی شوق دامن گیر تھا۔تفسیر، حدیث، فقہ آپ
پسندیدہ موضوع تھے۔تصوف میں مولانا جلال الدین عارف رومی قدس سرہ السامی کی بلند پایہ کتاب ''مثنوی شریف'' کو نہ صرف ا

ر رکھتے بلکہ اپنے صاحبزادوں کو اس سے درس بھی دیا کرتے تھے۔ آپ کتابوں کے متعلق فرمایا کرتے تھے: ''کتاب مہنگی خرید نے
یض زیادہ ملتا ہے۔'' کتابوں کی گٹھڑی ہمیشہ آپ کے ساتھ رہا کرتی تھی، چاہے آپ گھر میں ہوں، چاہے مسجد شریف میں ہوں
چاہے سفر پر ہوں۔ کتابوں کو ساتھ رکھنا آپ کو بہت مرغوب تھا، اس سے علم کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے اور علم دشمن جاہل صوفیوں کی
یب ہوتی ہے۔ اس سے بھی آپ کے شوقِ علم کا پتہ لگتا ہے کہ آپ نے اپنے چاروں صاحبزادوں کو دور دراز علاقوں لاڑکانہ،
پور کے دینی مدارس میں داخل کرا کے تحصیل علم کی لگن پیدا فرمائی۔ اور صاحبزادوں کی بھی ایسی تربیت فرمائی کہ انہوں نے آپ کو
ید نہیں کیا بلکہ علم ظاہر و باطن میں کمال حاصل کر کے آپ کو مسرور کیا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۱۹۸ھ بمطابق 1783ء کو ہوا۔

مولانا اعجاز قدوسی مرحوم (کراچی) رقمطراز ہیں:

حضرت سید محمد بقا شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے قادریہ چشتیہ اور نقشبندیہ سلسلہ کے سرچشموں سے فیضیاب ہو کر سندھ میں عرفان و تصوف
دولت کو عام کیا اور اپنی پوری زندگی رشد و ہدایت اور اعلائے کلمۃ الحق میں صرف فرمائی۔ وہ اپنے زمانے کے نہ صرف عارف کامل
ظیم المرتبت عالم تھے بلکہ سندھی زبان کے بلند پایہ شاعر بھی تھے۔

پروفیسر لطف اللہ بدوی شکارپوری نے ''تذکرہ لطفی'' جلد اول میں آپ کی مختصر شاعری کو تبرکاً محفوظ کیا ہے۔

قدوسی لکھتے ہیں: سید العارفین حضرت سید محمد بقا شاہ لکیاری کتابوں کا ایک گٹھا سر پر رکھے ہوئے تشریف لئے جا رہے تھے کہ
ستے میں ڈاکوؤں نے اس گٹھے کو مال و دولت کا انبار سمجھ کر آپ کو شہید کر دیا۔ حضرت شیخ طیب مجذوب قدس سرہ کے نام سے مشہور
ستان (تحصیل پیر جو گوٹھ ضلع خیرپور میرس صوبہ سندھ) میں آپ مدفون ہوئے۔

جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نورِ ایمان سے منور کرتے ہیں، موجودہ سجادہ نشین حضرت پیر سید
دان شاہ المعروف پیر پگارا شریف سلسلہ کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔

بشکریہ انوار علمائے اہلسنت سندھ

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سیّد محی الدین المعروف سیّد غلام شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ

تعارف ☆ : ہمالۂ علوم، وارث علوم غوثیہ وحسنیہ، صاحب فضائل صُوری ومعنوی، سالک مسالک حقیقت، صاحب حال اہل دل، صاحب علم وعرفان غریق دریائے وحدت ومعرفت حضرت سیّد محی الدین المعروف سیّد غلام شاہ گیلانی قادری رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ عالیہ قادریہ حسنیہ کے بلند پایہ بزرگ ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت زبدۃ العارفین حضرت سیّد عابد شاہ گیلانی قادری بن شیخ المحدثین حضرت سیّد شاہ محمد غوث لاہوری قادری علیہ الرحمۃ کے علمی وروحانی گھر میں ہوئی۔

آپ کی تعلیم وتربیت اپنے دادا بزرگوار حضرت شیخ المحدثین حضرت سیّد شاہ محمد غوث قادری گیلانی لاہوری علیہ الرحمۃ کے ہاتھوں مکمل ہوئی، دادا بزرگوار نے ظاہری وباطنی علوم وفنون کی دولت بے بہا سے آپ کو مالا مال کر کے ایسا حافظ قرآن والحدیث اور علوم ظاہری وباطنی اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں درجۂ کمال کو پہنچایا کہ اس زمانے کے بڑے بڑے علماء مسائل کی الجھی ہوئی گتھیاں سلجھانے کے لئے آپ کے پاس آئے اور تسلی وتشفی پا کر واپس جاتے تھے۔

بیعت وخلافت ☆ : آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے عظیم دادا بزرگوار حضرت شیخ المحدثین امام العرفاء حضرت سیّد شاہ محمد غوث قادری گیلانی ثمہ لاہوری علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت تھے، اور انہی کے ہاتھوں خرقۂ خلافت پا کر سرفراز وممتاز ہوئے۔

امیر العلماء والمشائخ، شیخ الحدیث والتفسیر حضرت پیر سیّد محمد امیر گیلانی قادری ثمہ پشاوری المعروف مولوی جی صاحب علیہ الرحمۃ اپنی کتاب تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ میں رقم طراز ہیں کہ

اس فقیر کو جناب آغا سید سیّد شریف حسین صاحب علیہ الرحمۃ سجادہ نشین حضرت شاہ محمد غوث قادری لاہوری علیہ الرحمۃ نے اُس سند کی زیارت کروائی تھی جو انہوں نے آپ کو بطور خلافت کے لکھ کر دی تھی۔

سیرت وکردار ☆ : آپ کی تمام عمر حدیث شریف پڑھاتے ہوئے گزری۔ طلباء کی خدمت آپ کا وصفِ خاص تھا، او

علماء کوعزت واحترام کی نظر سے دیکھتے اور امراء سے بالکل کنارہ کش رہتے تھے، لنگر سے طلباء فقراء اور مسافروں کو روٹی کپڑا اور ہر قسم کی سہولت مہیا فرماتے تھے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے، اشاعت سنت نبوی کے لئے زندگی وقف کر رکھی تھی، ہر وقت تزکیہ نفس اور تہذیب اخلاق میں مصروف رہتے تھے۔

آپ نے اپنے جدِ بزرگوار ابوالبرکات حضرت سخی سید حسن شاہ گیلانی قادری ثمہ پشاوری علیہ الرحمۃ کے حالات و واقعات پر ایک رسالہ بنام ''در بعضی خوارق عادات سیّد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ'' لکھا اور اپنے مرشد کریم و دادا بزرگوار حضرت شاہ سیّد محمد غوث قادری لاہوری کے مختصر حالات لکھے۔

آپ کی اولاد کا تذکرہ سیّد محبوب شاہ داتوی ہزاروی نے اپنی کتاب ''بحر الجمان'' کے صفحہ ۱۶۵ پر کیا ہے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال بارہویں صدی ہجری کے آخر میں ہوا۔ مزار پُر انوار وزیر باغ پشاور شہر صوبہ سرحد میں حضرت سخی سید حسن شاہ بادشاہ علیہ الرحمۃ کے احاطہ میں مرجع خاص و عام ہے، جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

فقیر راقم الحروف کو آپ کے دربار کی حاضری کی سعادت حاصل ہوئی ہے اس موقع پر خطیب اہل سنت علامہ محمد ثناء اللہ قادری اور صوفی باصفا جناب صوفی محمد حامد نواز نقشبندی موجود تھے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سیّد شاہ میر گیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: زبدۃ العارفین، قدوۃ السالکین، امام العاشقین، دلیل الکاملین، حضرت سیّد شاہ میر گیلانی قادری مظفر آبادی رحمتہ اللہ علیہ صاحب فضل وکمال اور دیدِ جمال حق ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت سند المحققین، شیخ المحدثین حضرت شاہ محمد غوث گیلانی قادری ثمہ لاہوری بن حضرت ابوالبرکات سید حسن شاہ گیلانی قادری ثمہ پشاوری بن حضرت سید عبداللہ شاہ صحابی گیلانی قادری ثمہ ٹھٹھوی علیہم الرحمۃ کے علمی وروحانی گھر واقع پشاور صوبہ سرحد میں ہوئی، والد گرامی نے آپ کا نام سید میر رکھا، مگر آپ حضرت شاہ میر صاحب مظفر آبادی کے نام سے معروف ہوئے۔

ابتدائی تعلیم اپنے والدِ گرامی حضرت شاہ محمد غوث لاہوری قادری علیہ الرحمۃ سے حاصل کی۔ بقیہ تعلیم دیگر فاضلین زمانہ سے لاہور میں حاصل کر کے علوم ظاہری میں تکمیل حاصل کی، اور پھر اس کے بعد کچھ عرصہ تک درس وتدریس میں مصروف رہے۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے عظیم والد بزرگوار حضرت سیّد شاہ محمد غوث قادری ثمہ لاہوری علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف تھے اور اُنہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز وممتاز ہو کر صاحب ارشاد ومجاز ہوئے۔

درس وتدریس وخدمت سلسلہ عالیہ قادریہ ☆: آپ حضور محبوب سبحانی قطب ربانی السید ابو محمد محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے حکم سے آزاد کشمیر کے دارالخلافہ مظفر آباد میں تشریف لائے اور اسی جگہ کو اپنی مستقل آماجگاہ قرار دے کر سلسلہ درس وتدریس میں مصروف ہو گئے۔

درس قرآن، درس حدیث کے علاوہ دیگر علوم وفنون کی کتابیں علماء طلباء کو پڑھاتے رہے، اس کے ساتھ ساتھ سلسلہ عالیہ قادریہ کو فروغ دینے کے لئے شب وروز کوشاں رہے، اپنی خانقاہ معلیٰ میں لنگر جاری فرمایا جہاں ہر چھوٹا بڑا لنگر سے مستفید ہوتا تھا، ہزاروں مسافر اور غریب آپ کے لنگر سے دو وقت کا کھانا کھا کر سیر ہوتے۔ آپ نے بیواؤں اور یتیموں کے ماہوار وظیفے مقرر کیے ہوئے تھے۔

یتیموں اور لاوارث لڑکیوں کی شادی کا انتظام بھی لنگر سے کیا جاتا تھا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر آپ کا وصف خاص تھا۔ آپ صاحب کشف وکرامات اور مستجاب الدعوات بزرگ تھے، زہد وتقویٰ کو آپ پر ناز تھا۔

شادی و اولاد ☆: بقول صاحب الجمان، سلطان مقرب خان جو مظفر آباد کا حاکم تھا نے آپ کے اخلاق حسنہ اور خدمت دین اسلام سے حد درجہ متاثر ہو کر اپنی صاحبزادی کا آپ سے عقد کر دیا۔

جب آپ، یہ اہلیہ وصال کر گئیں تو اُس نے اپنی دوسری دختر نیک اختر بھی آپ کے نکاح میں دے دی، اور تقریباً پندرہ ہزار روپے کی جاگیر بھی دی، آپ نے رسول کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان ذیشان کے مطابق وہ تمام جاگیر مسلمان فقراء غرباء اور بے وسیلہ لوگوں میں تقسیم کر دی۔

خداوند قدوس نے آپ کو پانچ فرزند حضرت سید میر حسین شاہ، حضرت سید محمد علی شاہ، حضرت سید میر ولی شاہ، حضرت سید میر سلطان شاہ اور سید چراغ شاہ عطا فرمائے۔ جو اپنے اپنے وقت کے عظیم و کبیر شیوخ اور دین اسلام کے علمبردار و پاسبان ہوئے، ان کی وجہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ کو آزاد کشمیر میں بہت فروغ ملا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال بارہویں صدی ہجری میں ہوا۔ مزار پُرانوار مظفر آباد آزاد کشمیر میں مرجع خاص و عام ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سیّد عبداللہ شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: محبِ محبوب، فارغ از عیوب، عارف صادق حجۃ الاسلام والمسلمین فخر السادات پروردۂ آغوش ولایت حضرت سیّد عبداللہ شاہ صاحب قادری رحمتہ اللہ علیہ مورد فیض ایزدی ہیں آپ حضرت غوث الثقلین محبوب سبحانی قطب ربانی السیّد نا میراں محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں آپ کے والد بزرگوار کا نام سیّد عبدا لجلیل ہے۔ آپ کی نسبت باطن وظاہر گیارہ واسطوں سے حضرت سیّد عبدالعزیز بغدادی علیہ الرحمتہ فرزندِ ارجمند حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتی ہے۔

ہندوستان میں آپ کے تشریف لانے کی دو وجوہات بیان کی جاتی ہیں۔ اوّل یہ کہ آپ کے صاحبزادے کا انتقال آپ کے لئے صدمہ جانکا تھا۔ اس کے رنج وغم میں آپ نے دور دراز سفر اختیار کیا اور سفر کی تکالیف کو برداشت کیا۔

دوسری وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ آپ کو حضرت شاہ نیاز احمد بریلوی کے قادری سلسلہ میں بیعت کرنے کی غرض سے ہندوستان بھیجا گیا تھا۔ آپ نے دہلی پہنچ کر جامع مسجد دہلی میں قیام فرمایا۔ دہلی میں آپ کو بہت شہرت حاصل ہوئی۔ حضرت مولانا فخر الدین فخر جہاں، حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید سیّد ظفر علی شاہ آبادی میراں نانو اور میر فتح علی علیہم الرضوان جیسی عظیم المرتبت اور باکمال ہستیوں نے آپ کی انتہائی تعظیم وتکریم کی اور آپ کی پالکی کو ان بزرگوں نے کاندھے پر اٹھایا۔

دہلی سے آپ رام پور میں رونق افروز ہوئے نواب فیض اللہ خان صاحب والی رام پور آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ بیعت سے مشرف ہو کر انہوں نے اس بات کی کوشش کی کہ آپ رامپور ہی میں مستقل سکونت اختیار فرمالیں چنانچہ نواب صاحب کے اصرار پر آپ راضی ہو گئے نواب صاحب نے آپ کو جاگیر پیش کی آغا پور گاؤں آپ کی نذر کیا۔

مسجد کی تعمیر ☆: رام پور میں آپ نے ایک عالی شان مسجد تعمیر کرائی مسجد تعمیر ہو رہی تھی کہ ایک دن آپ کو بذریعہ مکاشفہ حضرت غوث الاعظم کی طرف سے اس بات کا اشارہ ہوا کہ مسجد گر جائے گی۔

چنانچہ آپ فوراً خلوت سے باہر تشریف لائے اور معماروں اور مزدوروں کو باہر آنے کی ہدایت فرمائی۔ جب معمار اور مزدور مسجد سے باہر آ گئے تو فوراً مسجد گر گئی۔ آپ نے از سر نو مسجد کی تعمیر کا حکم دیا۔ نواب فیض اللہ صاحب نے مسجد کی تعمیر کیلئے روپیہ نذر کرنا چاہا

مگر آپ نے انکار کر دیا اور نواب صاحب رام پور کی نذر قبول نہیں فرمائی۔

سیرت و کردار☆: آپ قادری سلسلہ کے جلیل القدر بزرگ ہیں حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روحانیت آپ کی معاون و مددگار تھی۔آپ غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیوض و برکات سے ہمہ وقت مستفید و مستفیض ہوتے تھے۔امور دینی و دنیاوی آپ پر منکشف ہوتے رہتے تھے۔فتوحات بکثرت آتی تھیں۔آپ اس میں سے کچھ نہ بچاتے تھے سب غرباء،فقراء،مساکین پر خرچ کر دیتے تھے۔آپ بزرگی و عظمت کے مالک تھے۔جس شہر میں تشریف لے جاتے تھے وہاں کے لوگ آپ کی پالکی کو کندھا دینا اپنے لئے باعث فخر سمجھتے تھے۔

آپ کے خلفائے نامدار☆: آپ کے تین خلفاء تھے جن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔مولوی امجد علی صاحب، حضرت نیاز احمد بریلوی، حضرت شمس الضحیٰ اکبر آبادی علیہم الرضوان۔

کشف و کرامات☆: آپ رامپور میں مسجد تعمیر کرا رہے تھے بظاہر آپ کے پاس کوئی مال و متاع نہ تھا جس مصلے پر بیٹھا کرتے تھے۔اس کے نیچے سے جب خرچ کی ضرورت ہوتی نکال کر دیتے رہتے تھے۔ایک مزدور کو خیال ہوا کہ شاہ صاحب کا سارا روپیہ مصلے کے نیچے دفن ہے رات کو اس مزدور نے زمین کھودی لیکن کچھ بھی نہ ملا۔زمین کو پھر سے برابر کر دیا اور کسی سے ذکر نہیں کیا۔آپ نے دوسرے دن پھر مصلے کے نیچے سے نکال کر خرچ کیا۔شام کو سب مزدوروں کا حساب کیا۔اور اُس مزدور کو دگنی مزدوری یہ کہہ کر دی کہ آدھی مزدوری دن کی ہے آدھی رات کی۔اُس مزدور نے جب یہ سنا تو بہت شرمندہ ہوا اور معافی کا خواستگار ہوا۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال ۱۲۰۷ھ ۱۴ محرم الحرام بمطابق 1792ء کو ہوا مزار فیض آثار رام پور یوپی انڈیا میں مرجع خاص و عام ہے۔جہاں اہل عقیدت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو منور کرتے ہیں۔

آپ کے مزار مبارک کے دروازے پر آپ کی تاریخ وفات ان اشعار میں کندہ ہے۔

دریغا حسد تا قطب معظم — چراغ دود مانِ غوث اعظم

گرامی گوہر دریائے پُرنور — کہ نامش سیّد عبداللہ مشہور

بیکشبنہ دہ و چار زر محرم — بہرو زد خمہ از آفاق عالم

دریں غم باہزاراں آہ و حسرت — طلب کر دم ز دل تاریخ رحلت

بدل گفتا سروش رحمت حق — جناں را روحِ پاکش داد رونق

۱۲۰۷ھ

رہے آستاں سلامت رہے برقرار شاہی

حضرت عبداللہ شاہ بلوچ قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: متصرف بہ تصرفات، صاحب کشف وکرامات، سلطان ارباب مشاہدہ، آفتاب نور توحید وتفرید، صاحب ترک وتجرید حضرت شیخ عبداللہ شاہ بلوچ قادری علیہ الرحمتہ آئینہ جلال وجمال حقانی ہیں۔

ابتداء میں آپ کا پیشہ ساربانی تھا۔ آپ بہت مالدار اور تعمیراتی کاموں میں دلچسپی رکھتے تھے۔ لاہور میں کئی قلعے اور بستیاں آپ نے ذاتی دلچسپی سے تعمیر کروائیں۔ لیکن جب کوچہ فقر میں قدم رکھا تو آپ کی توجہ دنیا سے ہٹ کر آخرت کی طرف مذکور ہوگئی اور دنیاوی سب مال ومتاع راہ خدا میں لٹا دیا اور عبادت وریاضت میں مشغول ہو گئے۔

بیعت وخلافت ☆: آپ حضرت شیخ شرف الدین قادری پانی پتی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز وممتاز ہوئے۔ آپ کا سلسلہ طریقت چار واسطوں سے حضرت میاں میر قادری علیہ الرحمتہ سے ملتا ہے۔

سیرت وکردار ☆: آپ نے مرشد کامل کے حکم سے کوٹ عبداللہ شاہ مزنگ لاہور میں خانقاہ قائم کی اور اپنے مریدین کی ظاہری اور باطنی تربیت میں مشغول ہو گئے۔ اسی مقام پر آپ طالبان راہ حق اور متلاشیان علم کو درس وتدریس کے ذریعے مستفید کرتے رہے۔ اور مخلوق خدا کی خدمت میں مصروف رہ کر ایک خلق کثیر کو اپنے علمی وروحانی فیوض وبرکات سے مالا مال کرتے رہے۔ سینکڑوں افراد آپ کے ذریعے بلند مرتبہ پر پہنچے۔

آپ کے خلفائے نامدار ☆: آپ کے خلفائے نامدار میں سے جن حضرات نے شہرت پائی ان میں حضرت مولانا حافظ غلام محمد المشہور راما م گاموں خطیب وامام جامع مسجد وزیر خان لاہور جو اپنے وقت کے شیخ یگانہ اور بلند پایہ کے عالم دین تھے۔ (۲) حضرت شیخ فیض بخش قریشی قادری لاہوری جو حضرت شیخ امام بخش جد مادری مؤلف کتاب کے والد تھے (۳) حافظ اللہ یار پشاوری جن کو آپ نے حکم ربی سے خود پشاور جا کر مرید کیا تھا کے نام آپ کے خلفاء میں شامل ہیں۔

کشف وکرامات ☆: ایک ہندو کو کسی نے بتایا کہ مسلمان فقراء کو کیمیاء سازی کا علم ہوتا ہے۔ وہ جس شخص کو یہ علم سکھا دیں

اس کے وارے نیارے ہو جاتے ہیں۔

ہندو بہت لالچی تھا۔ پیسے پیسے پر جان دینے والا تھا۔ اس نے کیمیا گری کے شوق میں بہت سارو پیہ صرف کیا محنت کی مگر کامیاب نہ ہوسکا۔ بالآخروہ آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر ملتجی ہوا کہ آپ اس سلسلے میں میری مدد ورہنمائی فرمائیں۔

آپ نے فرمایا لالہ جی! میرے پاس تو وہ علم ہے کہ اگر آپ جان لیں تو جس چیز پر بھی نظر ڈالیں گے وہ سونا بن جائے گی۔ لالہ بولا بابا جی! فی الحال تو میں کیمیا گری کا علم سیکھنا چاہتا ہوں۔ آپ جس علم کی بات کر رہے ہیں وہ میں بعد میں سیکھ لوں گا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ اچھا بازار سے جا کر تانبے کے پیسے، سم الفار اور گندھک لے آؤ۔ ہندو بھاگا بھاگا بازار گیا اور مطلوبہ چیزیں لے آیا۔

آپ نے اپنے ایک مرید سے فرمایا میں جس پیالے میں کھانا کھاتا ہوں وہ لے آؤ۔ جب وہ پیالہ آیا تو آپ نے فرمایا کہ دس پیسے اور سم الفار اور گندھک اس میں ڈال کر اس میں کوئلے ڈالو اور آگ لگا دو۔

چنانچہ اس ہندو نے ایسا ہی کیا۔ جب کچھ دیر گزر گئی تو آپ نے ہندو سے فرمایا کہ اس چمٹے سے پیسہ باہر نکالو۔ اس نے پیسہ باہر نکالا تو اس پر سیاہ پردہ سا تھا۔ آپ نے فرمایا اس پر ایک اینٹ کی دو ضربیں مارو۔ اس نے ایسا ہی کیا تو اس سے اوپر کا سیاہ پردہ الگ ہو گیا اور وہ جگمگ جگمگ کرتا زر خالص نکل آیا۔

ہندو لالہ نے جب یہ دیکھا تو اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ لیکن چند ہی لمحوں میں اس کے دل کی کیفیت بدل گئی اور وہ آپ کی خدمت میں ملتجی ہوا کہ یا حضرت مجھے وہ علم سکھا دیجئے کہ اس کا علم جاننے والا جس شے پر نظر کرے وہ سونا بن جائے۔ اس ہندو نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کی اور مسلمان ہو کر آپ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوا۔

کرامت نمبر ۲ ☆: ایک نام نہاد صوفی نے عمل کے ذریعے ایک جن کو مسخر کر لیا۔ وہ اس جن کو زمین کے نیچے چھپا دیتا اور جو چاہتا اس سے کہلوا دیتا تھا۔ لوگوں میں اس کی شعبدہ بازی کا بہت چرچا تھا۔ بہت سی خلقت کو اس نے گمراہ کر کے اپنے پیچھے لگا لیا تھا۔

ایک روز وہ عامل آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا تم نے بہت سے لوگوں کو اپنا مرید بنا لیا ہے اور مشیخیت کی دکان خوب گرم کر رکھی ہے۔ اگر تم مجھے کچھ مال دو تو میں خاموش ہو جاؤں گا ورنہ تمہاری اس شہرت کو ختم کر دوں گا۔

آپ اس کی بات سن کر مسکرائے اور اپنے مرید خاص شیخ فیض کو حکم دیا کہ اسے دس روپے دے کر رخصت کر دو۔

مرید نے تعمیل کی مگر وہ دنیا کا پجاری صوفی بولا یہ تو بہت کم ہیں۔ اس کے ساتھ ہی وہ زبان درازی پر اُتر آیا اور براہ راست آپ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ اگر تجھے کو فقیری کا دعویٰ ہے تو کوئی کرامت دکھا یا پھر میری کرامت دیکھ کر میرا مرید ہو جا۔ میں سو سال کے مردے کو گویا کر سکتا ہوں۔ اور مسیحائی کی یہ کرامت مجھ سے کئی بار ظاہر ہو چکی ہے۔ آپ نے اسے بہت سمجھایا مگر جب نہ سمجھا تو آپ اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہا اچھا دکھاؤ اپنی کرامت اور میرے ساتھ قبرستان چلو۔

آپ اسے قبرستان میانی صاحب لے گئے اور آپ کے ہمراہ خلقت کا ایک ہجوم تماشہ دیکھنے کے لئے جمع ہو گیا۔ آپ نے قبرستان میں ایک قبر پر نشان لگا کر فرمایا اس قبر کے مردے کو حکم دو کہ وہ بولے اور اپنا حال بتائے۔ اگر مردے نے اپنا حال بتایا تو میں

تمہارا مرید ہو جاؤں گا۔

چنانچہ وہ شعبدہ باز صوفی قبر کے سرہانے کھڑا ہو گیا اور پکارا کہ **یٰسٓ** قبر سے آواز آئی **وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْم**۔

اس کے بعد شعبدہ باز نے آپ سے کہا کہ دیکھ لو قبر کا مردہ زندہ ہو گیا۔ اب تم اس سے جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھ لو۔ یہ تمہاری ہر بات کا جواب دے گا۔ آپ نے اس کی بات سن کر اپنا پاؤں زمین پر دے مارا اور فرمایا جو اس شعبدہ باز نے زمین میں داخل کیا وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے باہر نکل آئے۔

اسی وقت ایک چودہ سالہ لڑکا زمین سے نکل کر سامنے آن کھڑا ہوا۔ آپ نے پوچھا کون ہو؟ وہ بولا یا حضرت میں کویت کا رہنے والا ہوں اور میرا تعلق قوم جنات سے ہے۔ گزشتہ ایک برس سے اس عامل کی قید میں ہوں۔ اس کے حکم کے مطابق میں زمین کے اندر چلا جاتا ہوں اور جو کچھ یہ کہتا ہے میں وہی کلام کرتا ہوں۔

آپ نے فرمایا اب تم فکر نہ کرو۔ میں نے اس عامل بد کا عمل بد باطل کر دیا ہے۔ اب تم آزاد ہو۔ جہاں چاہو چلے جاؤ۔ یہ سن کر اس جن نے آپ کا شکریہ ادا کیا اور وہاں سے غائب ہو گیا۔

اب آپ نے بلند آواز سے فرمایا **یٰسٓ**۔ اس پر اس سارے قبرستان کے مردے بولے **وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْم**۔ اس کے بعد آپ نے اس نام نہاد صوفی سے فرمایا تم جس قبر سے چاہو اس کا حال پوچھو۔ یہ دیکھ کر وہ سخت شرمندہ ہوا اور آپ کے قدموں پر گر گیا اور توبہ کر کے آپ کا مرید ہو گیا۔

وصال باکمال ☆ : آپ کا وصال باکمال ۸۰ برس کی عمر میں ۷ جمادی الاول ۱۲۱۲ھ بمطابق 1797ء کو ہوا۔ مزار پر انوار چاہ جنڈی مزنگ محلہ لاہور میں مرجع خلائق عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔ مفتی غلام سرور قادری لاہوری نے قطعہ تاریخ لکھی ہے۔

چو عبداللہ شاہ مرد عجیب
شد زدنیا بسوئے دوست قریب
جستم از دلچو سال تا رتحش
گفت ہاتف بگوش ہوش غریب

رہے آستاں سلامت رہے برقرار شاہی

حضرت حافظ محمد صدیق لالی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆ : عارف باللہ، ولی اکمل، وافضل، واقف اسرار شریعت وطریقت حضرت حافظ محمد صدیق لالی قادری رحمتہ اللہ علیہ زبدۃ العارفین ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۱۵۲ھ بمطابق 1739ء کو چنیوٹ کے ایک قصبہ میں لالی خاندان کے ایک دیندار بزرگ شخصیت کے گھر ہوئی۔

آپ کے والد گرامی ایک دین دار بزرگ تھے انہی کے ہاتھوں آپ کی ابتدائی تربیت ہوئی اور انہی کی پاکیزہ تربیت اور صحبت کی بنا پر بچپن ہی سے آپ کا رجوع دین حق کی طرف تھا۔ ابتدائی تعلیم اپنے گھر میں ہی مکمل کی اور بعد ازاں دیگر علوم دینیہ کے حصول کے لئے آپ چنیوٹ کے ایک بزرگ عالم دین جن کی شہرت کا اس زمانے میں ڈنکا بج رہا تھا کہ پاس تشریف لے گئے اور علوم متداولہ کی کتب پڑھ کر فارغ التحصیل ہوئے۔

جب آپ عالم شباب کو پہنچے تو ایک رات خواب میں ایک بزرگ کی زیارت نصیب ہوئی۔ ان بزرگ نے آپ سے فرمایا اللہ تک رسائی کے لئے کوئی وسیلہ اختیار کرو تا کہ علم معرفت وسلوک کی منزلوں سے آشنا ہوسکو۔

آپ نے ان بزرگ سے عرض کیا حضور آپ ہی میری رہنمائی فرمائیں کہ میں کہاں اور کس کے پاس جاؤں۔ انہوں نے ارشاد فرمایا یہاں سے جنوب کی جانب چلے جاؤ دریا کے کنارے ایک بزرگ تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔

صبح کو جب آپ بیدار ہوئے تو دل کی دنیا ہی بدلی ہوئی تھی۔ ایک عجیب وغریب کیف ومستی کا سماں آپ پر طاری تھا۔ اس مستی میں گھر سے نکلے اور چلتے چلتے قصبہ پیر کوٹ سدھانہ میں حضرت پیر سیّد عبدالقادر جیلانی قادری علیہ الرحمتہ کی خانقاہ معلّی میں پہنچے۔ وہاں پہلے سے علم وعرفان کی ایک مجلس ہو رہی تھی۔ آپ نہایت ہی مودبانہ انداز میں ایک جگہ بیٹھ گئے۔ جب حضرت پیر سیّد عبدالقادر جیلانی قادری علیہ الرحمتہ مجلس سے فارغ ہوئے تو آپ نے آگے بڑھ کر سلام ومصافحہ کیا تو انہوں نے فرمایا حافظ محمد صدیق مجھ سے میرے مرشد کامل نے تمہارے بارے میں سفارش کی ہے۔ آؤ میرے پاس بیٹھو۔ تا کہ میں اپنے مرشد کامل کے سامنے سرخرو ہوسکوں۔ آپ

آگے بڑھے اور مرشد کامل کے قریب ہو کر بیٹھ گئے۔ انہوں نے پوچھا کیا تم شریعت سے واقف ہو چکے ہو آپ نے عرض کی کوشش کر رہا ہوں۔ مرشد نے فرمایا انشاء اللہ شریعت و معرفت پر عبور حاصل کر لو گے۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت پیر سیّد عبدالقادر جیلانی قادریہ علیہ الرحمتہ پیر کوٹ سدھانہ والوں کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ اور تکمیل مجاہدات اور سلوک و معرفت کی منازل طے کرنے کے بعد اُنہی سے خرقہ خلافت حاصل کر کے سرفراز و صاحب ارشاد ہوئے۔

سیرت وکردار ☆: آپ اپنے زمانے کے فقیہہ اور علوم ظاہریہ و باطنیہ میں کمال درجہ رکھتے تھے۔ عبادت و ریاضت میں یکتائے زمانہ اور سخاوت و حلم اور بردباری میں عدیم المثال تھے۔ تمام عمر شریعت مطہرہ کی پاسداری میں گزاری، شریعت و طریقت پر سختی سے عمل پیرا رہے۔ نمود و نمائش نام کو بھی نہ تھی۔ تکبر و غرور آپ سے کوسوں دور تھا۔ حسن اخلاق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکمل اتباع فرماتے۔ آنے والے سائل کی بات کو بڑی محبت شفقت سے سماعت فرماتے۔ لنگر وسیع اور دستر خوان کشادہ تھا۔

مرشد کامل کے وصال کے بعد آپ پر رقت طاری رہتی تھی۔ عشق کا سمندر سینے میں موجزن تھا۔ آپ کے چہرے سے ولایت کے آثار نمایاں تھے۔ زیارت کرنے والا زندگی بھر کے لئے معتقد ہو کے رہ جاتا تھا۔

تصنیف وتالیف ☆: آپ نے اپنی حیات مبارکہ میں بہت سی تصنیف لکھیں۔ جن میں بحر العشق، نور الحقیقت، رسالہ چہل حدیث، رسالتہ القرآن، رسالتہ الجلیل، ٹولے، عبرت نامہ، فرحت نامہ، حلیہ شریف، ذوق وشوق، سی حرفیاں، رباعیاں شامل ہیں۔ ان کتابوں میں کچھ قلمی ہیں اور کچھ شائع ہو چکی ہیں۔

قصبہ لالیاں ☆: آپ اپنے مرشد کامل کے ہاتھ پر بیعت کے بعد ان کے وصال تک پیر کوٹ سدھانہ شریف میں ہی مقیم رہے۔ بعد ازاں آپ چنیوٹ تشریف لے آئے اور چنیوٹ میں چند ماہ قیام کے بعد قصبہ لالیاں جہاں آپ کا مزار پرانوار ہے۔ یہ ایک بالکل ویران اور غیر آباد جگہ تھی۔ آپ کے تشریف لانے کے بعد یہ جگہ آباد ہوئی اور پھر یہ قصبہ بنا اور آپ کے نام لالی کی وجہ سے لالیاں کے نام سے معروف ہوا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۲۱۸ھ بمطابق 1808ء کو ہوا۔ مزار پرانوار قصبہ لالیاں تحصیل چنیوٹ ضلع جھنگ میں مرجع خلائق عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔
آپ کے بارے میں قصبہ لالیاں کا بچہ بچہ عقیدت و احترام رکھتا ہے اور اہل آبادی کی زبان پر عموماً یہ شعر ورد زبان رہتا ہے۔

محمد صدیق لالیا
کنڈ ساری دیاں والیا

رہے آستاں سلامت رہے برقرار شاہی

حضرت سید محمد راشد پیر سائیں روزہ دھنی قادری رحمۃ اللہ علیہ

تعارف ☆: محی السنۃ، ماحی البدعۃ، امام العارفین، غوث العالمین، آفتاب قادریہ، نائب رسول اللہ، شیخ الشیوخ، تیرہویں صدی کے مجدد برحق، سادات راشدیہ کے مورث اعلیٰ وغیرہ۔

آپ کی ولادت باسعادت ۶ رمضان المبارک ۱۱۷۱ھ بمطابق 1757ء کو حضرت پیر سید محمد بقا شاہ شہید بن حضرت سید محمد اما شاہ رحیم اللہ کے گھر واقع گوٹھ رحیم ڈنہ کلہوڑو عرف پرانی درگاہ خیر پور میرس صوبہ سندھ میں ہوئی۔

آپ بھی حضور غوث اعظم سیدنا محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ باسرارہ العزیز کی طرح ماہ صیام میں دن کے وقت شیر مادر نہ پیتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ کا لقب روزہ دھنی (روزے والے) مشہور ہوا۔

کنیت ☆: آپ کی بعض تحریروں میں نام کے ساتھ کنیت ''ابو یاسین'' رقم ہے۔

حسب ونسب ☆: آپ صحیح النسب حسینی سید ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب پینتیس واسطوں سے امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین، خلیفہ رابع، داماد رسول مقبول، فاتح خیبر، شیر خدا، امام المشارق والمغارب حضرت سیدنا علی المرتضیٰ شاہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ لکیاری سادات کا خاندان اپنے شرف ومجد اور نجابت کے اعتبار سے تمام سندھ میں ممتاز سمجھا جاتا ہے۔ لکیاری سادات کی شرافت و نجابت اور فضائل کا تذکرہ سندھ کے مورخین اور تذکرہ نگار نہایت اہتمام سے کرتے ہیں۔ گیارہویں صدی ہجری کا ایک سندھی مورخ میرک یوسف جس نے ۱۰۴۴ھ میں سندھ کے شاہجہانی دور کے حالات پر شاہجہاں کے لئے ''مظہر شاہجہانی'' کے نام سے ایک کتاب تالیف کی تھی، اپنی اس بیش بہا تالیف سے لکیاری کے سادات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

سادات لکیاری بسیار صحیح النسب اند

آگے چل کر اس نے ان کی ''شرافت خاندانی'' کو سراہتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ ایسے صحیح النسب ہیں اور اپنے نسب پر اس قدر نازاں ہیں کہ وہ اپنی لڑکیوں کا رشتہ دوسرے سادات میں نہیں کرتے۔ (مظہر شاہجہانی ص ۲۸۴/ اخبار مہران حیدر آباد شاہ صدر نمبر ۱۹۵۸ء/ تذکرہ صوفیاء سندھ ص ۱۰۹)

سندھ کے نامور مورخ علامہ میر علی شیر قانع ٹھٹھوی (متوفی ۱۲۰۳ھ) رقمطراز ہیں:

از بسیار صحیح النسب سادات است

(تحفۃ الکرام فارسی، جلد۳، ص۳۶۳)

تعلیم وتربیت ☆: آپ کے والد محترم شیخ المشائخ حضرت سیّد محمد بقا شاہ لکیاری شہید قدس سرہ العزیز نے تمام مصروفیات کے باوجود اپنی اولاد کو پورا ٹائم دیا، ان کی تعلیم وتربیت نہایت احتیاط سے فرمائی اور اپنی نگرانی میں ان کو اعلیٰ تعلیم دلوائی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم مولانا حافظ محمد اکرم کھمر و سے حاصل کی (آگے جاکر موصوف کی بیٹی سے آپ کی شادی ہوئی) مولانا موصوف بڑے عالم فاضل تھے۔ ان کے علاوہ حضرت حافظ زین الدین مہیسر رحمتہ اللہ علیہ سے تعلیم حاصل کی جو کہ آپ کے والد مکرم حضرت پیر سیّد محمد بقا شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے فیض یافتہ مرید اور صاحب کمال شخصیت کے مالک تھے۔ قرآن مجید اور فارسی کی ابتدائی کتب پڑھنے کے بعد بقا پور ضلع لاڑکانہ میں حضرت مخدوم محمد طیب پھنور رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں تعلیم حاصل کی۔

ملفوظات میں منقول ہے کہ حضرت نے بچپن میں مخدوم طیب پھنور کے ہاں بقا پور میں تعلیم حاصل کی تھی۔ حضرت مخدوم شہاب الدین منگریو، مخدوم طیب کے بڑے خلفاء سے تھے، مخدوم صاحب کے ہاں بقا پور میں زیارت کے لئے حاضر ہوتے تھے اور تیسرے چوتھے ہفتے اپنے مرشد معظم کی اجازت سے حضرت پیر سائیں اور آپ کے برادر اکبر حضرت سید عبدالرسول شاہ کو دعوت دے کر لاڑکانہ اپنے پاس لے کر آتے تھے۔

تیسرے چوتھے ہفتے طالب علم سید کی خاص دعوت کا اہتمام کرنے کی کیا وجہ تھی؟ اس سوال کا جواب خود مخدوم منگریوں عنایت فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے نور کی تجلیات اس سید کی پیشانی میں چمک رہی ہیں اور قیامت تک روشن رہیں گی اور آپ کی اولاد ایک دوسرے سے اشرف واکمل ہوں گی۔

آپ مادرزاد ولی تھے، کاملین کو بچپن ہی سے آپ کی پیشانی میں ولایت کا نور نظر آیا تھا انہیں معلوم ہو گیا تھا کہ تیرہویں صدی کا مجدد، غوث اور محی الدین یہی بچہ ہوگا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت کا بچپن میں لاڑکانہ میں کس جگہ قیام ہوتا تھا؟ اس سلسلہ میں فقیر کی معلومات یہ ہیں کہ جامع مسجد شاہی بازار، لاڑکانہ کی قدیم مسجد ہے، سرہیہ قوم کے خان صاحب نے تعمیر کروائی تھی۔ اس مسجد میں مخدوم شہاب الدین منگریو امام و مدرس تھے، غالباً اسی مسجد میں حضرت نے قیام فرمایا تھا اور یہ وہی مخدوم ہیں کا مزار گوٹھ خیر محمد آریجہ میں مرجع خلائق ہے۔ مخدوم شہاب الدین سے پیشتر علامہ شیخ ابن یاسین رحمتہ اللہ علیہ اسی مسجد میں مدرس وامام تھے، ان کی نامور علمی درسگاہ تھی، یہیں سے حضرت علامہ محمد محدث آریجوی رحمتہ اللہ علیہ (حضرت پیر سائیں کے استاد) اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے فارغ التحصیل ہوئے تھے۔

افسوس کہ اس مسجد شریف پر وہابیت کا قبضہ ہو گیا ہے، قیام پاکستان کے بعد مولوی شفیق پٹھان چشتی سنی بن کر اسی مسجد کا امام بن گیا، حقیقت میں وہ وہابی تھا، اس کے بعد سے اسی فرقہ کے قبضہ میں ہے۔ قیام پاکستان سے قبل اس مسجد کے ساتھ میدان میں سرائے تھی ضلع لاڑکانہ کے علماء ومشائخ اور دیگر معززین جب شہر میں تشریف لاتے تو اسی سرائے میں قیام کرتے اور اسی مسجد میں نماز ادا

فرماتے تھے۔ سرہیہ قوم کے اہل دل مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے اوران کے سواری کے جانوروں کو بھی گھاس پوس دیتے تھے۔

اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے حضرت کو اور آپ کے برادر اصغر حضرت سید مرتضیٰ علی شاہ کو جید عالم اور کامل اکمل ولی حضرت علامہ حاجی فقیر اللہ علوی رحمتہ اللہ علیہ کی درسگاہ واقع شکارپور (سندھ) میں داخل کیا گیا۔ حاجی صاحب کی درسگاہ سندھ کی نامور درسگاہ تھی۔ حاجی صاحب سندھ کے نامور فقیہ محدث و عاشق رسول حضرت مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی قدس سرہ کے نہ صرف شاگرد تھے بلکہ خلیفہ مجاز بھی تھے، اس کے علاوہ مخدوم صاحب کے استاد حدیث حضرت شیخ عبدالقادر مکی حنفی سے بھی سند حدیث حاصل کی۔

ایک بار حضرت سید محمد بقا شاہ شہید اپنے فرزند ارجمند کو دیکھنے، تعلیم کا حال احوال لینے کے لئے شکارپور تشریف لے گئے اپنے خیال کے برعکس دیکھا کہ صاحبزادہ صاحب مسند پر بیٹھے ہوئے ہیں، استاد صاب نہایت احترام سے پیش آرہے ہیں اور نفیس وعمدہ طعام پیش کیا جارہا ہے۔ آپ نے یہ دیکھ کر فرمایا: ''جہاں طلباء کو اس طرح عمدہ کھانا ملتا رہے گا وہاں حصول تعلیم بمشکل ہے۔''

آپ نے اسی وقت اپنے دونوں صاحبزادگان کو اس مدرسہ سے رخصت دلا کر حضرت مخدوم یار محمد قدس سرہ کی درسگاہ واقع کوٹری کبیر (ضلع نوشیرو فیروز) میں داخل درس کرایا۔ جہاں پر طلباء کے لئے فقر وقناعت کا سامان رہتا تھا۔ بعض اوقات فاقوں کی نوبت بھی آجاتی تھی۔ وہاں تعلیم حاصل کرنے کے بعد منتہی کتب اور دورہ حدیث شریف کے لئے گوٹھ خیر محمد آریجہ ضلع لاڑکانہ میں استاد الکل حضرت علامہ محمد محدث آریجوی قدس سرہ کے مدرسہ میں داخل ہوئے۔ (اس مدرسہ میں حضرت شیخ العلماء علامہ سید محمد عاقل شاہ لکیاری یوسف ثانی گیسو دراز رحمتہ اللہ علیہ ہالائی تحصیل کنڈیارو، آپ کے ہم درس تھے)۔ اور مقررہ نصاب کی تکمیل کے بعد فیض و فضیلت کی دستار حاصل کی اور رخصت یاب ہو کر درگاہ مقدس پر جلوہ افروز ہوئے۔

آپ کے استاد علامہ آریجوی کا سلسلہ اساتذہ علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی تک اور اسی راستہ سے سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور پھر آگے حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتا ہے۔

بیعت و خلافت ☆: حضرت پیر سائیں اور آپ کے برادر اصغر حضرت سید علی مرتضیٰ شاہ دونوں بزرگ کوٹری کبیر کے مدرسہ میں زیر تعلیم تھے۔ آپ کے والد ماجد نے شیخ الشیوخ حضرت مخدوم محمد اسماعیل قدس سرہ کے صحبت یافتہ مرید حضرت مخدوم میاں عبدالرحمٰن رحمتہ اللہ علیہ کے مشورے پر دوران تعلیم مدرسہ کوٹری کبیر جا کر دونوں صاحبزادوں کو بیعت کیا اور ذکر و اذکار کی تلقین فرمائی۔

حضرت فرماتے ہیں: (اسی مدرسہ میں دوران طالب علمی)، ذکر جہر نے مجھ پر اس قدر اثر کیا کہ از سرتا پا مو بہ مو، ذاکر بن گئے۔

حضرت پیر سید محمد راشد سلسلہ عالیہ قادریہ اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں اپنے والد ماجد شیخ الاسلام والمسلمین، سید العارفین، واصل باللہ، امام الاتقیاء حضرت پیر سید محمد بقا شاہ لکیاری شہید المعروف پیر سائیں پٹ دھنی قدس سرہ الاقدس (درگاہ شریف طیب مقام تحصیل کنگری) سے بیعت اور خلیفہ مجاز تھے۔

حضرت پیر سائیں پٹ دھنی بادشاہ (۱۱۹۸ء) سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں قطب الدوران شیخ المشائخ، سید الکاملین، حضرت حافظ مخدوم محمد اسماعیل جونیجو قدس سرہ الاقدس درگاہ پریان لوء شریف ضلع خیرپور میرس کے خلیفہ مجاز تھے اور سلسلہ عالیہ قادریہ میں مظہر غوث

اعظم، قطب الارشاد، سید الاولیاء، حضرت سید عبدالقادر شاہ جیلانی کیمیائے نظر آخرین (خامس) درگاہ شریف پیر کوٹ (ضلع جھنگ صدر پنجاب) سے دست بیعت اور اجلہ خلفاء میں سے تھے۔

سجادہ نشینی ☆: سید محمد راشد شاہ قدس سرہ اپنے والد ماجد مرشد مربی سید محمد بقا شاہ کی شہادت کے بعد ۱۰ محرم الحرام ۱۱۹۸ھ کو سجادہ نشین ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر اٹھائیس برس تھی۔

خلفاء کرام و دیگر نامور مریدین ☆: جس قدر آپ کے متوسلین اور مریدین کا حلقہ وسیع تھا اسی قدر آپ کے خلفاء کرام کی تعداد بھی کثیر تھی۔ آپ کا ہر خلیفہ اپنے مقام پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکا۔ آپ کے خلفاء سے بھی مخلوق خدا بڑی تعداد میں فیضیاب ہوئی۔

ایک روایت کے مطابق آپ کے خلفاء کرام کی تعداد گیارہ سو (۱۱۰۰) تھی۔

فقیر نے آپ کے متعلق کتب (ملفوظات شریف کبیر و مکتوبات شریف وغیرہ) سے کھنگال کر بعض خلفاء و اہل علم مریدین کے اسماء گرامی کی ایک لسٹ ترتیب دی ہے جو کہ درج ذیل ہے:

۱۔ حضرت خلیفہ سید حسن شاہ جیلانی بانی درگاہ سوئی شریف (ضلع گھوٹکی) اور آپ کے خلیفہ مجاز حضرت حافظ محمد صدیق قادری بانی درگاہ بھرچونڈی شریف تھے۔

۲۔ حضرت خلیفہ سید جان محمد شاہ بخاری بانی درگاہ چھرائی شریف (اڈیرہ لعل ضلع حیدرآباد) بڑے صاحب کمال بزرگ تھے۔ آپ کے مریدوں کی کثرت علاقہ کیچ مکران میں ہے۔

۳۔ حضرت عارف باللہ الودود خلیفہ محمود رحمتہ اللہ المعبود بانی درگاہ شریف محمودیہ (کڑیو گھنور تحصیل گولارچی ضلع بدین) آپ کے مریدین کی بڑی تعداد علاقہ کچھ، کاٹھیاواڑ اور بمبئی میں تھی۔ آپ ملفوظات شریف کے جامع ہیں۔

۴۔ حضرت خلیفہ نبی بخش لغاری (مٹھی، ٹنڈو باگو ضلع بدین) آپ قادر الکلام صوفی شاعر تھے اور ''خلیفہ نبی بخش جو رسالو'' آپ کی نظم میں تصنیف ہے (مرتبہ ڈاکٹر نبی بخش بلوچ)۔ آپ کے مریدین کی کثیر تعداد علاقہ کچھ، کاٹھیاواڑ اور دھوراجی میں آباد تھی۔

۵۔ خلیفہ محمد حسین مہیسر جامع ''صحبت نامہ'' مدفون گوٹھ دگانو مہیسر تحصیل میرو خان ضلع لاڑکانہ وغیرہ وغیرہ تفصیل کے لئے رجوع کیجئے ''آفتاب ولایت''

تصنیف و تالیف ☆: محترم ڈاکٹر سید خضر نوشاہی صاحب (ریسرچ اسکالر ہمدرد یونیورسٹی کراچی) حضرت کی تصانیف کے متعلق رقمطراز ہیں:

''آپ نے نہ صرف وعظ و تذکیر سے ظاہری علوم اور چشم فیض سے قلبی و روحانی اور باطنی عرفان کی دینی و علمی خدمات انجام دیں بلکہ تصنیف و تالیف کے ذریعے بھی اس فریضہ کو بہ طریق احسن نبھایا۔ آپ کی تصانیف اور تالیفات علم و عرفان کا بیش قیمت خزینہ ہیں جن سے صاحبان علم و دانش آج تک مستفیض ہو رہے ہیں۔ یہ تصانیف علمی خزینے ہونے کے علاوہ اس دور کی تاریخ تہذیب و تمدن اور

معاشرتی اقدار کی بھی آئینہ دار ہیں۔جن سے آج کا طالب علم متذکرہ موضوعات کے لئے استفادہ کرسکتا ہے۔

جامعہ راشدیہ ☆ : حضرت امام العارفین، آفتاب ولایت، محی الدین، محی السنۃ، قاطع البدعۃ، حضرت سید محمد راشد پیر سائیں روزہ دھنی نوراللہ مرقدہ فارغ التحصیل ہونے کے بعد پرانی درگاہ شریف پر کھبڑ کے درخت کے نیچے درس وتدریس کا مشغلہ جاری فرمایا تھا۔اس طرح ''جامعہ راشدیہ'' کی بنیاد پر پڑی اورنئی درگاہ (یعنی موجودہ درگاہ شریف) حضرت پیر سید علی گوہر شاہ اصغر راشدی نے تعمیر کروائی، درگاہ پر جامع مسجد وسیع وعریض صحن، خوبصورت باغ، عالیشان مہمان خانہ اور عظیم مدرسہ آپ ہی کی یادگار ہیں۔اورآگے جاکراسی مدرسہ کا نام ''جامعہ راشدیہ'' معروف ہوا۔اس سے ہمارے مؤقف کی تائید ہوتی ہے کہ آپ کی مسجد شریف کی افتتاحی تقریب کے وقت آپ کے استاد محترم مخدوم یار محمد صدیقی نے بزبان فارسی تاریخی قطعہ کہا تھا اس میں بھی ایک مصرعہ میں مدرسہ کی جانب ارشاد ہے:

''مسجد و مدرسہ ذکر اشغال''

معلوم ہوا کہ مدرسہ راشدیہ کے بانی ومبانی حضرت پیر سائیں روزے والے خود ہیں یہ انہیں کا فیضان ہے جو کہ مدرسہ کی صورت میں آج بھی جاری وساری ہے اور تشنگانِ علم کو خوب سیراب کررہا ہے۔

جامعہ راشدیہ کی مسند تدریس پر وقت کے نامور اور جید علماء اہل سنت جلوہ افروز ہوئے اور اپنے اپنے دور میں مسلک حقہ اہل سنت کی خوب تبلیغ واشاعت فرمائی اور آج اس درسگاہ کی تقریباً ستر (۷۰) شاخیں سندھ کے دیہات میں اپنے وسائل کے مطابق کام کررہی ہیں۔

میروں کے دور حکمرانی میں قاطع شیعیت، مفتی اعظم خیر پور میرس، فخر اہل سنت حضرت علامہ محمد سعداللہ انصاری نے جامعہ راشدیہ میں تدریس کے فرائض انجام دیئے۔قیام پاکستان کے بعد قاطع نجدیت، مفتی اعظم پاکستان، سرمایہ اہلسنت، حضرت علامہ مفتی محمد صاحبداد خان جمالی نے جامعہ میں درس وتدریس کے ساتھ فتاویٰ نویسی کا کام کیا اور شیخ الحدیث، پیکر تقدس، استاد العلماء، حضرت علامہ مفتی محمد تقدس علی خان قادری بریلوی نے جامعہ میں آخری عمر تک درس حدیث دیا۔اس طرح افتخار اہل سنت، سراپا فقیر، استاد العلماء حضرت مولانا محمد صالح قادری مہر نے آخری دم تک درگاہ شریف کی مسجد شریف کی امامت، خطابت، جامعہ میں تدریس اور انتظامی امور باحسن طریقے سے ادا فرماتے رہے۔جامعہ راشدیہ نے اپنے اپنے دور میں درس تدریس کے ذریعہ علماء اہل سنت کی ایک متحرک ٹیم تیار کی۔حضرت امام العارفین کا فیضان جامعہ راشدیہ کی صورت میں بھی انشاءاللہ تعالیٰ تا قیام جاری رہے گا۔

وصال باکمال ☆ : امام العارفین، غوث العالمین، تیرہویں صدی کے مجدد برحق حضرت پیر سائیں روزہ دھنی قدس سرہ اقدس کا وصال باکمال یکم شعبان المعظم ۱۲۳۴ھ بروز جمعۃ المبارک ۶۳ سال کی عمر میں ہوا۔

آپ کا جسدِ پاک نورانی پرانی درگاہ شریف (گوٹھ رحیم ڈنہ کلہوڑو) میں دفن کیا گیا تھا لیکن بعد میں سیلاب کے خطرہ کے پیش نظر آپ کے پوتے حضرت پیر سید علی گوہر شاہ اصغر راشدی رحمۃ اللہ علیہ نے ۶ جمادی الاول ۱۲۵۰ھ بمطابق اکتوبر ۱۸۳۴ء کو یعنی ۱۶

سال کے بعد آپ کا تابوت منتقل کر کے نئی (موجودہ) درگاہ شریف راشدیہ پیران پگارہ (تحصیل پیر جو گوٹھ ضلع خیر پور میرس سندھ) میں دفن کیا گیا۔

مزار مقدس پر ۱۹۶۹ء میں دوسری بار پیر پگارہ ہفتم کی زیر نگرانی ایک نئی عمارت تعمیر ہوئی، عالیشان دلکش، قرآنی آیات سے مزین گنبد تعمیر ہوا۔ گنبد شریف اور مناروں پر خالص سونے کی چادر بچھائی گئی ہے۔ تاحال مزید تزئین و آرائش کا کام جاری ہے۔

حضرت خلیفہ محمود نظامانی قدس سرہ نے قطعہ تاریخ کہا اور ''نور ھادی مہدی آخر زمن'' سے سن وصال نکالا۔ (ملفوظات شریف جلد ۶) فرماتے ہیں:

سال وصلش پر سیدم زجان
ساعتی درفکر ماند بعد ازان
گفت در تاریخ آن شافع بمن
نور ھادی، مہدی آخر زمن
(۱۲۳۴ھ)

مولانا حکیم سید محمد شجاع لکیاری (لکھی والے ضلع سکھر) نے تاریخ وصال اس طرح کہی ہے۔ جس سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپ کو زہر دیا گیا جس کے سبب شہادت ہوئی۔

واہ محمد راشد راہ نما شیخ و شباب
شد شہید ازسم واصل گشت باحق درشتاب
سال تاریخ و مہ وروز وصال وقت گو
اول شعبان مرد طلوع آفتاب
(۱۲۳۴ھ)

آپ کے وصال مبارک کے بعد درج ذیل سجادگان مقرر ہوئے۔ ان میں ہر ایک کو ''پیر صاحب پگارہ'' کہا جاتا ہے۔

۱۔ حضرت پیر سید صبغت اللہ شاہ راشدی پیر صاحب تجر دھنی، پگارہ اول
۲۔ حضرت پیر سید علی گوہر شاہ اصغر راشدی پیر صاحب بنلہ دھنی، پگارہ دوئم
۳۔ حضرت پیر سید حزب اللہ شاہ مسکین راشدی پیر صاحب تخت دھنی پگارہ سوئم بانی حر تحریک
۴۔ حضرت پیر سید علی گوہر شاہ ثانی راشدی پیر صاحب مخہ دھنی، پگارہ چہارم
۵۔ حضرت پیر سید شاہ مردان شاہ اول راشدی پیر صاحب کوٹ دھنی، پگارہ پنجم
۶۔ حضرت پیر سید صبغت اللہ شاہ شہید راشدی پیر صاحب پگ دھنی، پگارہ ششم، امام انقلاب

یہ وہی امام انقلاب پیر سید صبغت اللہ شاہ شہید ہیں، جنہوں نے انگریز سپرنٹنڈنٹ جیل سے کہا تھا:

''شہادت تو ہمارے سر کا تاج ہے اس میں پریشان ہونے کی کونسی بات ہے۔''

حضرت پیر حزب اللہ شاہ راشدی (صاحب دیوان مسکین فارسی) کی مساعی جمیلہ سے جیسلمیر کی ہندو برادری ''سلاوٹ'' کے تمام افراد کلمہ شریف پڑھ کر مسلمان ہوئے اور سلسلہ قادریہ میں آپ کے دست بیعت ہوئے۔ اس برادری کے بہت سے کنبے آج کل کراچی اور حیدرآباد میں رہائش پذیر ہیں۔ (مخزن فیضان) حیدرآباد سندھ میں اس خاندان کی جامع مسجد ''سلاوٹ'' بھی ہے جس پر وہابیوں نے قبضہ کر رکھا ہے۔

۷۔ موجودہ پیر صاحب پگارہ ہفتم سید شاہ مردان شاہ عرف سکندر علی شاہ راشدی (صدر فنکشنل مسلم لیگ پاکستان و معروف سیاستدان) اسی دربار شریف کے سجادہ نشین ہفتم اور جامعہ راشدیہ کے چانسلر ہیں اور جامعہ راشدیہ کے فاضل علماء آپ ہی کی نسبت ''سکندری'' کہلواتے ہیں۔

اس آستانہ، مرکز رشد و ہدایت، منبع فیوض و برکات پر موجودہ پیر صاحب کی سرپرستی میں ''شرعی عدالت' بھی قائم ہے، جہاں قاضی حضرات شرعی فیصلہ صادر فرماتے ہیں۔ پیر صاحب کی طرف سے ''حر جماعت'' کو خصوصاً تاکید ہے کہ وہ اپنے ذاتی خاندانی تنازعات، جھگڑوں میں کورٹ کچہری و تھانہ وغیرہ کے چکروں میں نہیں پڑیں، بلکہ وہ اپنے پیر خانہ پر علماء کی جانب رجوع فرما کر اپنا مسئلہ حل کرائیں اس طرح ہزاروں روپے ضائع ہونے سے بچتے ہیں اور وقت بھی۔

عرس مبارک ☆: دربار مقدس ''راشدیہ'' (پیر جو گوٹھ ضلع خیر پور میرس) پر ہر سال ۲۷، رجب المرجب کی شب کو جشن معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عرس مبارک امام العارفین نہایت عقیدت و احترام سے منایا جاتا ہے جو کہ بدعات خرافات و غیر شرعی افعال سے بالکل پاک خالص روحانی ماحول ہوتا ہے۔ جس میں لاکھوں فرزندان اسلام شریک ہوتے ہیں۔

۲۷، رجب المرجب کو بعد نماز فجر ''جامعہ راشدیہ'' کے فارغ التحصیل طلباء کی دستار فضیلت ہوتی ہے۔ عطا کردہ سند الفراغ پر اساتذہ و اکابر علماء کے علاوہ چانسلر پیر صاحب پگارہ کی بھی دستخط ہوتی ہے۔

اس عظیم الشان روحانی وجدانی اور عرفانی محفل میں ملک بھر کے جید علماء نامور خطباء اور مشائخ اہل سنت شرکت فرماتے ہیں۔ رات بھر حمد و نعت، ذکر و اذکار، وعظ و نصیحت اور صلوٰۃ و سلام کی گونج ہوتی ہے، جس میں روح کی خوب ترقی اور نفس کی اصلاح کا زبردست سامان ہوتا ہے، جو سالکان طریقت ایک بار شرکت کرتے ہیں، وہ سال بھر اس محفل پاک میں شرکت کے انتظار میں رہتے ہیں۔

بشکریہ، تذکرہ انوار علمائے اہلسنت سندھ

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سیّد موسیٰ شاہ گیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: واصل بحق در علم ظاہری و باطنی، متحقق با استحقاق، والی کشور ولایت حضرت سیّد موسیٰ شاہ گیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ جامع الحسنات وصفات وکمالات ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت خاندان گیلانیہ کے عظیم فرد کامل ولی العصر حضرت سیّد محمد عابد گیلانی قادری علیہ الرحمتہ کے علمی روحانی گھر واقع کشمیر میں ہوئی۔

جب سن شعور کو پہنچے تو سب سے پہلے قرآن مجید حفظ کیا اور علوم نقلیہ وعقلیہ میں تکمیل کی، آپ احادیث مبارک کے حافظ تھے ،اپنے زمانے کے سرکردہ علماء میں آپ کا شمار ہوتا تھا، تمام عمر دین متین اور علوم دینیہ کی خدمت اور عبادت وریاضت میں گزاری۔

علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد تین برس تک بالکل الگ تھلگ رہ کر ذکر الٰہی میں سلوک ومعرفت کی منزلیں طے کیں، اس دوران نہ کچھ کھایا نہ پیا، سب کچھ اور سب کو یاد الٰہی اور عشق الٰہی میں بھول گئے۔

جبھی جا کے منزل عشق میں درس مقام فنا لیاء
جو لکھا پڑھا تھا نیاز نے تو وہ صاف دل سے بھلا دیا

تقریباً ساڑھے پانچ برس تک کشمیر کے جنگلوں میں طلب حق کی جستجو لیئے پھرتے رہے بڑے بڑے اکابر شیوخ وفقراء اور مشائخ زمانہ کی محبتوں سے فیض یاب ہوئے۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے عظیم والد گرامی حضرت سیّد محمد عابد شاہ الگیلانی قادری علیہ الرحمتہ کے دست گرفتہ تھے انہی سے خرقہ خلافت پاکر سرفراز وصاحب ارشاد ہوئے۔

سیرت وکردار ☆: والد گرامی سے خرقہ خلافت پاکر صاحب مجاز ہوئے اور سلوک ومعرفت کی منازل طے کرنے کے بعد والد گرامی کی مسند ارشاد پر رونق افروز ہوکر خدمت خلق خدا میں مصروف ہوئے، اور اپنے بزرگوں کے طریقہ پر قائم رہتے ہوئے درس وتدریس اور تبلیغ اسلام اور تزکیہ نفوس کا سلسلہ شروع کر دیا، لنگر آپ کا وسیع اور دراز تھا ہر خاص وعام دو وقتوں کا کھانا آپ کی خانقاہ سے

تناول کرتا تھا۔

فقراء مساکین، علماء طلباء کی پرورش اور دینی علوم حاصل کرنے والے طلباء کو ہر قسم کی سہولت مہیا کرنا آپ کا شعار تھا۔ حدیث پاک کا درس خود ارشاد فرماتے اور دیگر علوم عقلیہ ونقلیہ پڑھانے کیلئے قابل ترین علماء کی خدمات حاصل کر رکھی تھیں، گویا کہ آپ کی خانقاہ معلیٰ بیک وقت علوم ظاہری و باطنی علوم کا سرچشمہ تھی' جہاں سے ہر طالب اپنے ذوق وشوق و مزاج اور مقدر کے مطابق اپنا حصہ وصول کرتا تھا۔

آپ انتہائی پابند شریعت وطریقت اور صاحب زہد وورع اور صاحب عرفات اور صاحب کشف وکرامات بزرگ تھے۔ صاحب تاریخ کشمیر تحریر کرتے ہیں کہ کشمیر آپ کے علوم ظاہری و باطنی کے فیض سے منور تھا، آپ کی غرباء پروری کا شہرا اطارف وجوائب میں پھیلا ہوا تھا، کوئی بھی وارد وصادر آپ کی سخاوت سے محروم نہیں لوٹا۔

اولاد وامجاد☆: خداوند عالم نے آپکو دو فرزند حضرت سیّد عیسیٰ شاہ اور حضرت سید قطب الدین شاہ علیھم الرحمتہ جیسے فرد کامل عطا فرمائے جنکی ولایت علم وعرفان کا شہر پورے کشمیر وصوبہ سرحد و پنجاب تک پھیلا ہوا تھا، اور آج بھی ان بزرگوں کی جلائی ہوئی شمع روشن ہے۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال ۱۷ جمادی الثانی ۱۲۳۶ھ بمطابق 1820ء کو ہوا۔ مزار پُرانوار کشمیر میں اپنے بزرگوں کے سائے میں مرجع خاص وعام ہے، جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دیکر آج بھی اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان۔ سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت شیخ محمد شعیب قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: عارف اکمل، شیخ کامل، آفتاب طریقت، ماہتاب شریعت، شہباز حقیقت و معرفت حضرت شیخ محمد شعیب قادری رحمتہ اللہ علیہ کلید السالکین ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت موضع تورڈھیری کنارہ دریائے لنڈا تحصیل صوابی ضلع مردان صوبہ سرحد میں اپنے زمانے کے عارف کامل حضرت حافظ گل محمد قادری علیہ الرحمتہ کے گھر ہوئی۔

1748ء میں احمد شاہ ابدالی جب سکھوں سے لڑنے کے لیے قندھار سے براستہ پشاور آیا تو آپ کے والد گرامی حضرت گل محمد قادری اور دادا بزرگوار حضرت اخون غازی بابا علیہم الرحمتہ بھی احمد شاہ ابدالی کے لشکر میں شامل ہو کر سکھوں سے لڑتے ہوئے سرہند شریف تک گئے۔ اس کے بعد آپ کے والد گرامی اور دادا بزرگوار مستقلاً موضع تورڈھیری میں قیام پذیر ہو گئے اور یہیں آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ بچپن کے عالم میں تھے کہ والد گرامی نے آپ کی تربیت و تعلیم پر بھرپور توجہ مرکوز کر دی۔ ان کی خواہش تھی۔ یہ لڑکا دین اسلام کا عظیم مبلغ اور مرد مجاہد بنے۔

چنانچہ اسی نیک جذبہ کے تحت آپ کو بزرگان کرام کی خدمت میں طلب دعا کے لیے لے جاتے رہے۔ اسی ضمن میں آپ کے والد گرامی صوبہ سرحد ضلع پشاور کی معروف علمی و روحانی شخصیت غوث زماں حضرت خواجہ میاں محمد عمر چمکنی نقشبندی علیہ الرحمتہ کی خدمت میں بھی لے کر گئے تو آپ کو دیکھتے ہی حضرت خواجہ میاں محمد عمر چمکنی علیہ الرحمتہ نے فرمایا کہ

"اللہ تعالیٰ اس ہونہار بچے کو بلند مدارج اور مقامات علیا سے نوازے گا"

چنانچہ ایسا ہی ہو کے رہا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کمالات روحانی عطا فرمائے اور اس سے بڑھ کر فضیلت یہ کہ خدا نے آپ کو مقام شہادت بھی نصیب فرمایا۔

ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ

بزرگان دین کی نظر کرم دعا اور فیضان و تربیت پدری سے آپ کی طبیعت میں علم کی لگن زیادہ ہو گئی۔ اور حصول علم کے لیے گھر سے نکل

پڑے۔ مختلف اساتذہ سے علوم متداولہ پڑھنے کے بعد آپ اسی علاقہ کے ممتاز عالم دین اور روحانی شخصیت حضرت مولانا حافظ محمد صاحب قادری علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درس میں داخلہ لے کر علم کی تکمیل کیلئے کوشاں ہو گئے۔

حضرت حافظ محمد قادری علیہ الرحمۃ کے درس میں آپ کی طبیعت خوب لگی اور ذہنی و قلبی طور پر مطمئن ہو گئے اور بقیہ علوم دینیہ کی تکمیل وہیں پر مکمل کی۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے استاد محترم حضرت حافظ محمد قادری علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ اور انہی کی خدمت میں رہ کر عبادت و ریاضت میں مشغول ہو کر مجاہدات کی تکمیل کی اور سلوک و معرفت کی منازل طے کر کے خرقہ خلافت سے سرفراز ہو کر صاحب ارشاد ہوئے۔

نوٹ ☆: آپ کے پیرو مرشد حضرت حافظ محمد صدیق (بنیر) والوں کے مرید وخلیفہ تھے اور وہ حضرت شیخ جنید پشاوری علیہ الرحمۃ کے مرید وخلیفہ تھے۔

سیرت وکردار ☆: آپ نے اپنے شیخ کے ہاتھ پر بیعت ہونے کے بعد ایک لمحہ بھی یاد خدا سے غافل نہ گذارا۔ اپنے شیخ کی خدمت میں رہ کر سلسلہ عالیہ کی تعلیم مکمل کی اور مجاہدات اور عبادات میں مصروف رہے اور چلے کاٹے۔ آپ شریعت مطہرہ کے اس قدر پابند تھے کہ ایک بال برابر بھی شریعت محمدیہ سے کبھی انحراف نہیں کیا۔ آپ کا چہرہ مبارک اللہ کے انوار وتجلیات سے ہر وقت جگمگاتا رہتا تھا۔ جو بھی ایک مرتبہ چہرہ انور کی زیارت کرتا وہ زندگی بھر کبھی کسی دوسرے بزرگ کے پاس جانے کی خواہش نہ کرتا۔

اپنے مرشد سے رخصت پانے کے بعد آپ نے تور ڈھیری میں اپنے مشائخ کے طریقہ کے مطابق درس وتدریس اور رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع کر دیا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے مختلف دیہاتوں اور قصبوں کے دورے کیئے اور مریدین کا حلقہ بنا کر لنگر جاری کیا۔ اور سلسلہ عالیہ کی اشاعت وترویج اپنے اخلاق حسنہ سے فرمائی۔ آپ کی ولایت کا شہرہ سن کر دور دور سے متلاشیان علم و معرفت اس مرکز رشد وہدایت سے فیض پانے لگے۔ آپ کے مریدین کی تعداد ہزاروں میں تھی۔ سینکڑوں افراد کو کامل بنا کر آپ نے خرقہ خلافت سے نواز کر صاحب ارشاد اور فائز المرام کیا۔ جنہوں نے آپ کے نقش قدم پر چل کر تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دیا اور **اَمْـرِ بِالْمَعْرُوْف نَهِیْ عَنِ الْمُنْكَرْ** کے لیے جہاد اور سلسلہ عالیہ کی نشر واشاعت کر کے کمال درجہ کو پہنچایا۔

آپ کے خلفائے نامدار ☆: یوں تو آپ کے سینکڑوں خلفائے نامدار ہوئے ہیں۔ مگر ان میں حضرت غوث زماں شیخ عبدالغفور صاحب قادری المعروف سوات بابا جی علیہ الرحمۃ آپ کی زندگی کا عملی نمونہ اور بلند پایہ شیخ کامل تھے۔

وصال باکمال ☆: آپ سکھوں سے لڑائی لڑتے ہوئے ۱۲۳۸ ہجری بمطابق 1822ء کو پشاور میں شہید ہوئے۔

آپ کا مزار پُر انوار تور ڈھیری کنارہ دریائے لنڈا تحصیل وضلع صوابی صوبہ سرحد میں مرجع خاص وعام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت میاں محمد کامل قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: شہسوار میدان تجرید وترک، مرآۃ جمال بے مثال، ناطق اللسان احوال، خورشید ولایت قادریہ حضرت میاں محمد کامل قادری رحمتہ اللہ علیہ بحر اسرار و معدن حقائق و معارف ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۱۵۰ھ بمطابق 1737ء اور ۱۱۶۰ھ بمطابق 1747ء کے درمیانی عرصہ میں ولی العصر حضرت میاں محمد جام علیہ الرحمۃ کے گھر میں ہوئی۔ آپ کے آباؤ اجداد میں تمام بزرگ اپنے اپنے زمانہ کے عظیم شیوخ ہوئے ہیں۔

آپ کے اجداد میں حضرت "لعلو" علیہ الرحمۃ بہت بڑے ولی کامل ہوئے ہیں جن کا سلسلہ نسب وطریقت خوب پھلا پھولا، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

حضرت میاں محمد کامل بن میاں محمد جام بن سلیمان بن محمد جام بن لعلو علیہم الرحمۃ، جو جدّ کلاں ہیں آپ کے، طائفہ لعلو خوب پھلا پھولا اُن میں سے بعض چھتر اور بعض بزرگ لہڑی صوبہ سندھ سکونت پذیر ہوئے۔

آپ نے علوم دینیہ کی تعلیم خلیفہ صاحبڈ نہ قوم بخار سے حاصل کی۔ آپ کے اُستاد آپ کے چچا بزرگوار کے خلیفہ مجاز تھے، جن کی تربیت نے آپ کو کندن بنا کر رکھ دیا، اور علوم ظاہریہ و باطنیہ کے دریچے آپ کے سامنے کھول دیئے۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت مخدوم میاں محمد صدیق گھڈواری شریف کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز و ممتاز ہوئے۔

مجذوبہ کی آپ کے بارے بشارت ☆: جس زمانے میں آپ فیوضات باطنیہ کے حصول کے لئے اپنے مرشد حضرت مخدوم میاں محمد صدیق قادری علیہ الرحمۃ کے ہاں مقیم تھے۔ انہی دنوں حضرت مخدوم کے ایک مرید صادق جو حکام سندھ اور قوم تاپران سے تھے، ملاقات کی غرض سے حضرت مخدوم صاحب کے پاس آئے۔

حضرت مخدوم میاں محمد صدیق علیہ الرحمۃ نے دونوں کو ایک مجذوبہ عورت مائی ورائی کی زیارت کے لئے بھیجا۔ جو روہڑی کے بازار میں پھرا کرتی تھی، اور فرمایا آپ دونوں اپنی اپنی دلی مراد کا خواب اخذ کر کے لائیں۔

چنانچہ دونوں مرشد کامل کے حکم کے مطابق روہڑی کے بازار میں اُس مجذوبہ رابعہ وقت کے پاس پہنچے اور ان کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

مولانا محمد قاسم کی کتاب کے حوالے سے جناب ڈاکٹر انعام الحق کوثر اپنی کتاب صوفیائے بلوچستان میں رقمطراز ہیں کہ آپ کے ساتھ جانے والے پیر بھائی جو حکام سندھ اور قوم تاپران سے تھے۔ نے دل میں خیال کیا کہ میرے گھر میں بچہ پیدا ہونے سے قبل ہی ضائع ہو جاتا ہے یا پھر پیدائش کے بعد مر جاتا ہے۔

اور آپ نے اُس رابعہ وقت کے پاس بیٹھ کر دل میں خیال جمایا کہ جس طرح اللہ نے مجھے ظاہری و باطنی علم اور فضل و کمال سے نوازا ہے، خدا کرے یہ فیضان تا قیامت میری نسلوں میں جاری رہے۔

وہ مجذوبہ دونوں کے دلوں میں آنے والے حال سے بذریعہ کشف آگاہ ہوئی اور اپنے قریب بیٹھے ہوئے ایک ہندو دکاندار جو اُن مجذوبہ کا معتقد تھا سے فرمایا کہ پانی سے بھرا ہوا ایک مٹکا اور ایک کٹورا لاؤ، اُس نے تعمیل ارشاد کی، اُس مجذوبہ نے دو کٹورے یکے بعد دیگرے پانی سے بھر کر گرا دیئے اور تیسرا کٹورا بھر کر واپس مٹکے میں ڈال دیا۔ بعدازاں کہنے لگی کہ لکڑیوں کو اکٹھا کر کے اچھی طرح سے آگ لگاؤ اور آگ روشن ہونے کے بعد دیکھتی رہی۔

ان دونوں واقعات کو دیکھ کر ہر دو صاحبان اپنے مرشد کامل حضرت مخدوم میاں محمد صدیق قادری علیہ الرحمۃ کی خدمت میں پہنچے اور تمام واقعہ گوش گزار کیا۔

حضرت مخدوم نے ان کو تعبیر یہ بتائی کہ پانی کے دو کٹوروں کو بھر کر گرانا اور تیسرے کو واپس ڈالنے کا مطلب یہ ہے کہ ٹالپر کے دو بچے ہلاک ہونگے اور تیسرا صحیح سالم رہے گا اور آگ جلانے کا اشارہ میاں محمد کامل کی بات کی طرف ہے کہ اُن کے اور اُن کی اولاد کے فیض سے ایک جہان منور ہوگا۔ پھر فرمایا اے میاں ''محمد کامل تو جگر گوشۂ من ہستی کہ ہمہ فیض و فقر مرا فائز و حاوی می باشی۔''

اس کے بعد مرشد کامل نے آپ کو کچھی صوبہ بلوچستان کے علاقہ کٹبار میں سکونت اختیار کرنے اور وہاں خلق خدا کی رُشد و ہدایت کا فریضہ انجام دینے کا حکم صادر فرمایا کہ آپ کو رخصت فرما دیا۔ اس کے بعد آپ کٹبار شریف میں رہائش پذیر ہو کر زراعت و کاشتکاری کر کے گزر اوقات کرنے لگے، اس کے ساتھ ساتھ ایک مسجد میں امامت کا فریضہ بھی سرانجام دیتے رہے۔

خواجہ محکم الدین سیرانی کی آپ کے بارے عقدہ کشائی ☆: کٹبار شریف میں سکونت اختیار کرنے اور زراعت کے شعبہ سے منسلک رہنے اور مسجد میں امامت کے فرائض انجام دینے کے دوران آپ نے اپنے باطنی احوال کو مخفی رکھا اور کسی پر اپنی باطنی کیفیات ظاہر نہ ہونے دیں۔

ایک مرتبہ آپ کے علاقہ کٹبار سے سلسلہ عالیہ اویسیہ کے سرخیل ولی کامل حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی علیہ الرحمۃ کا گزر ہوا، وہ سیرا اور میر نصیر خان براہوئی سے ملاقات کے قلات تشریف لے جا رہے تھے، انہوں نے کٹبار کے قریب گھانگھرہ شہر میں ایک رات کے لئے قیام کیا تو وہاں قوم گھانگھرہ کا ایک شخص جو امام مسجد اور نیک صالح مرد تھا، نے حضرت خواجہ سیرانی کے چہرہ انور پر نور ولایت دیکھ کر اُن سے بیعت کی درخواست کی۔

حضرت خواجہ سیرانی نے اُس امام مسجد سے فرمایا تمہارے نزدیک گودھ شہر میں کٹبار کے مقام پر میاں محمد کامل صاحب موجود

ہیں، جو کامل ولی اللہ اور خدا کے مقرب ہیں۔ آپ ان کی جانب رجوع کریں۔ اور ان کی خدمت سرانجام دیں۔

چنانچہ وہ شخص گودھ شہر میں پہنچا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر خواجہ سیرانی کا سلام و پیغام پہنچایا۔ اس کے بعد سے آپ نے اپنے اخفا و استتار کے انداز کو فیض بخشی اور فیض رسانی میں بدل دیا اور سب سے پہلے گھانگھرہ کے اس امام مسجد کو اپنے ہاتھ پر شرف بیعت بخشا، پھر بتدریج سلسلہ عالیہ کو عام کرتے گئے، آپ کے ہاتھ پر بلوچستان اور صوبہ سندھ کے بڑے بڑے قبائل سے لوگ آپ کر بیعت ہوئے۔ آپ کے مریدین میں سے بہت سے افراد سلوک کی منازل طے کر کے مقام بلند کو پہنچے اور ان کے ذریعے آپ کا سلسلہ دور دراز تک پہنچا جو آج تک جاری و ساری ہے اور آپ کے مرشد کی دعا سے تا قیامت جاری و ساری رہے گا۔

سیرت و کردار☆: آپ اپنے وقت کے عظیم ولی کامل اور بلند پایۂ عالم ربانی تھے، اگرچہ آپ نے علم ظاہری درسی شرح مولانا جامی تک پڑھا تھا۔ مگر علم لدنی کی بدولت دیگر ظاہری و باطنی علوم پر آپ کو مہارت تامہ حاصل تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ اپنے مرشد کرم حضرت مخدوم میاں محمد صدیق قادری اور حضرت سلطان العارفین سلطان باہو علیہم الرحمۃ کے طریقہ کے مطابق فقر محمدی کو غنا پر ترجیح دیتے تھے۔ اور اپنی گذر بسر کے لئے کاشتکاری کی طرف توجہ فرماتے تھے، آج بھی جو زمینیں آپ کی خانقاہ سے شمال کی جانب واقع ہیں، وہ آپ کی اولاد کے قبضہ میں ہیں، یہ سب آپ کی زر خرید اور ان میں سے کچھ رقبہ آپ کو نذر کے طور پر وڈیروں نے پیش کیا تھا۔

آپ کی تمام زندگی شریعت مطہرہ کی پابندی و پاسداری میں گزری۔ بڑے بڑے اہل علم و فضل و کمال مسائل کے حل کے لئے آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اور بڑے بڑے جید علماء آپ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ ان میں سے مولوی عبدالحکیم ساکن کنڈہ سرفہرست ہیں۔

الدنيا جيفة و طالبها كلاب ☆: آپ تارک دنیا ہونے کو قلندری مشرب سمجھتے تھے، آپ کے تارک دنیا ہونے کے بارے میں آپ کی دختر نیک اختر حضرت مائی خدیجہ رحمۃ اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ

ایک مرتبہ آپ نے مجھے بلایا اور کہا اے جان پدر! ''ان تین اشرفیوں سے بھری ہوئی دیگوں کو دیکھ رہی ہو۔'' میں نے کہا جی ابا حضور دیکھ رہی ہوں۔ پھر فرمایا یہ مکار دنیا ہے جو مجھے مکر و فریب سے اپنے جال میں پھنسانا چاہتی ہے، اور مجھے قبول کرنے کو کہتی ہے، مگر میں اسے قبول نہیں کروں گا۔

پھر چند بار اس پر تف کر کے اعتراض فرمایا، میں نے عرض کیا اگر آپ اجازت دیں تو ان دیگوں میں سے کوئی چیز لے لوں، آپ نے فرمایا ''نا بابا یہ فریب اور دھوکہ دینے والی چیز ہے، اس خیال فاسد کو اپنے دل سے نکال دے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ''**الدنيا جيفة و طالبها كلاب**'' یہ دنیا مردار ہے اور اس کے چاہنے والے کتے ہیں۔

رات کے وقت آپ نے اپنی چارپائی اُن دیگوں کے اوپر رکھی اور سو گئے، مبادا گھر کا کوئی فرد اُن میں سے کوئی چیز نہ نکال لے، حتیٰ کہ تین رات تک وہ دیگیں آپ کے صحن میں پڑی رہیں پھر غائب ہو گئیں۔

ایک اور صاحب راوی ہیں کہ ایک روز نماز فجر پڑھ کر مسجد سے باہر نکلے کہ ناگاہ ''تف تف'' کی آواز میرے کانوں میں پڑی۔

اُٹھ کر دیکھا کہ ایک بڑی دیگ جو اشرفیوں سے بھری ہوئی دروازے پر رکھی ہوئی ہے اور حضرت میاں صاحب تِف تِف کہہ کر باہر نکلے اور دیگ نظروں سے اوجھل ہوگئی۔

اولاد وامجاد ☆: خداوندِ عالم نے آپ کو تین صاحبزادیاں اور تین صاحبزادے جن میں حضرت میاں محمد جام، حضرت میاں محمد حیات اور حضرت میاں محمد حسن علیہم الرحمۃ عنایت فرمائے، جو اپنے اپنے وقت کے چوٹی کے ولی کامل اور شیخ طریقت ہوئے ہیں۔

ہے میرے واسطے کونین اُن کے دامن میں ☆: معروف مورخ و تذکرہ نگار جناب ڈاکٹر انعام الحق کوثر اپنی کتاب تذکرہ صوفیائے بلوچستان میں رقمطراز ہیں کہ ایک سال آپ کے پیرومرشد حضرت مخدوم میاں محمد صدیق علیہ الرحمۃ اپنے مریدوں کی دعوت پر کچھی تشریف لائے تو آپ بھی وہاں پہنچ گئے۔ درد گردہ کی تکلیف میں مبتلا ہوئے۔ اسی حالت میں حضرت مخدوم صاحب کو گھر کے اندر آنے کی دعوت دی تاکہ اہل وعیال زیارت کرسکیں۔

آپ نے خفیہ طور پر اپنی صاحبزادی مائی خدیجہ سے کہا، جب مخدوم صاحب تشریف لے آئیں تو ان کی خدمت میں عرض کرنا میرے والد کی مقاماتِ فقر میں فلاں سے فلاں مقام تک رسائی باقی ہے۔ عنایت فرما کر وہاں تک پہنچا دیجئے مہربانی ہوگی۔

آپ کی صاحبزادی مائی خدیجہ نے ارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت مخدوم کی بارگاہ میں گزارش کر دی، حضرت مخدوم نے کمال شفقت سے تبسم فرمایا اور آپ سے فرمایا ''اُٹھ اے ڈھگا'' آپ فوراً اُٹھ کر ادب سے بیٹھ گئے۔ حضرت مخدوم صاحب نے آنکھیں بند کیں اور توجہ فرمائی، اور فرمایا ''میڈی کنڈوں لگ آؤ'' یعنی میرے پیچھے چلے آؤ، آپ بھی مراقبہ میں چلے گئے، ایک گھنٹے کے بعد حضرت مخدوم صاحب نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا ''اب اُس مقام پر پہنچ گئے ہو'' پھر فرمایا ''اب اپنے خیال میں دوبارہ جایئے، تاکہ امتحان ہو جائے'' آپ نے دوبارہ اپنے خیال میں اُس مقام کو طے کیا، بعد ازاں حضرت مخدوم صاحب کی قدمبوسی کے شرف سے بہرہ ور ہوئے۔

واقعہ نمبر۲ ☆: ایک رات آپ وجد کی حالت میں اس قدر جوش میں آگئے کہ گھر کے تمام افراد نیند سے بیدار ہوگئے، اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوگئے، آپ نے پانے صاحبزادوں کی طرف دیکھ کر پوچھا ''کوئی چیز دیکھتے ہو یا نہیں'' سب جواب دینے سے قاصر رہے، آپ نے فرمایا

دربیت الله شریف بار شباران شده است و من بجماعت ارواح اولیا در زیر میزاب ایستاده آب که از میزاب می آید برسر خود میر یختم و میند شیدم

گھر کے تمام افرادِ خانہ نے دیکھا تو اُس وقت حقیقتاً آپ کے کپڑے تر ہوچکے تھے۔

کشف وکرامات ☆: کٹبار شہر میں شرقی وجنوبی گوشے کی جانب قوم کلوئی بلوچ آباد تھی۔ کہ اُس کی زمینیں اب تک بغیر مالک کے ویران پڑی ہیں۔

اتفاقاً کٹباروں میں سے ایک شخص کے ہاتھوں اُس قبیلے کی ایک گائے مرگئی، جسے اُس نے کاشتکاری کے سلسلہ میں زیادہ زدو

کوب کیا تھا۔

وہ کٹبار بلوچوں کے ڈر سے آپ کو بطور مصنف ہمراہ لے کر معافی مانگنے کے لئے گیا، آپ بلوچوں سے معافی دینے کیلئے فرمایا۔ مگر اُن بے خبروں نے آنجناب کی قدر نہ جانی اور معافی دینے سے انکار کر دیا، اور کہا ہم گائے کا معاوضہ لیں گے۔

آپ وہاں سے ناراض ہو کر واپس چلے آئے، مگر خدا کا کرنا یہ ہوا کہ دوسرے روز ہی بلوچوں میں ایسا تنازعہ کھڑا ہوا کہ دو، تین شخص مارے گئے، جس کے نتیجہ میں وہ تمام لوگ اس جگہ سے کوچ کر گئے۔ اور اُن کی زمین بغیر مالک کے ویران ہو گئیں۔

اب گاہے بہ گاہے، کٹبار وہاں آبادی کر لیتے ہیں مگر بلوچوں میں سے کوئی شخص بھی مالک ہونے کے باوجود کاشت نہیں کر سکتا۔

کرامت نمبر۲ ☆: جس زمانے آپ شہر گودھ میں قیام پذیر تھے، رود خانہ لہڑی میں طغیانی آ گئی، پانی شہر کے اس قدر قریب پہنچ گیا کہ غرق ہونے کا خوف پیدا ہو گیا۔ اہل کٹبار جمع ہو کر دعا کے لئے آپ کی خدمت میں پہنچے اور دعا کے لئے درخواست گزار ہوئے۔

آپ ان کی درخواست پر رود خانہ کے کنارے پر کھڑے ہوئے، اور فرمایا کہ شہر کی طرف لکڑ باندھ دی جائے۔

چنانچہ صبح کے وقت آپ کی ہدایت پر عمل کیا گیا، جب ظہر کا وقت آیا تو قدرت کی شان دیکھنے میں آئی کہ پانی لکڑ کی جانب سے مڑ کر دوسرے کنارے کی طرف بہنے لگا اور شہر غرق ہونے سے بچ گیا۔

وصال باکمال ☆: ایک روز آپ نے اپنے صاحبزادوں کو بلایا اور فرمایا مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے تم بہار کے مہینے میں ہمارے پاس آ جاؤ گے۔

چونکہ موسمِ بہار کا مہینہ قریب تھا، اس لئے سب مغموم ہو گئے۔ خدا کے فضل و کرم سے وہ مہینہ یونہی گزر گیا۔ سب نے خوش ہو کر اللہ کا شکر ادا کیا۔ اس امر کا اظہار جب آپ کے سامنے کیا گیا تو آپ نے فرمایا ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد مبارک کے مطابق میرا انتقال بہار کے مہینے میں ہوگا۔'' اگر اس مرتبہ نہیں تو شاید آئندہ موسم بہار میں ہو۔

چنانچہ آئندہ موسم بہار میں آپ پرانے عارضہ درد گردہ میں مبتلا ہوئے۔ تکلیف بڑھتی گئی، چار پانچ روز کے بعد ۶ (چھ) رجب المرجب ۱۲۳۹ھ بمطابق 1824ء بروز دوشنبہ یعنی پیر کے دن بوقت چاشت کبریٰ آپ کا وصال باکمال ہوا۔

جس وقت آپ کی روح مبارک پرواز کر رہی تھی اس وقت آپ کی صاحبزادی رابعہ دوراں حضرت مائی خدیجہ نے زوردار قہقہہ لگایا، یہ دیکھ تمام حاضرین نے سبب پوچھا تو انہوں ن فرمایا کہ میرے والد گرامی کو حضور نبی کریم سرور کائنات، فخر موجودات علیہ افضل الصلوٰۃ التسلیمات تشریف لائے تھے۔

آپ کا مزار پُر انوار کٹبار شریف، صوبہ بلوچستان میں مرجع خاص و عام ہے، جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت پیر سید صبغت اللہ شاہ راشدی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: صاحب حال، اہل دل، قدوۂ ابرار روزگار، ولی افضل و اکمل، جلیل القدر، عالی مرتبت ماہتاب ولایت حضرت پیر سید صبغت اللہ شاہ راشدی قادری رحمتہ اللہ آپ کا شمار پگارہ خاندان کے آفتاب و ماہتاب ہیں۔

امام العارفین حضرت پیر سید محمد راشد شاہ پیر صاحب روضے دھنی رضی اللہ عنہ (۱۲۳۴ھ) کے وصال کے بعد ان کے صاجزادے پیر سید صبغت اللہ شاہ راشدی اول پچاس سال کی عمر میں مسند آرائے رشد و ہدایت ہوئے اور دستار سجادگی ان کے سر پر باندھی گئی۔ اس خاندان میں یہ پہلے پیر ہیں جو پیر پگارہ (صاحب دستار) کے لقب سے مشہور ہوئے۔ سید صبغت اللہ شاہ اول ۱۱۸۳ھ/ ۱۷۷۹ء کو بمقام گوٹھ رحیم ڈنہ کلہوڑو عرف پرانی درگاہ شریف تحصیل پیر جو گوٹھ ضلع خیر پور میرس (سندھ) میں تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت ☆: حضور امام العارفین کی زیر سرپرستی درگاہ شریف پر مروجہ نصاب کی تعلیم حاصل کی اور حضرت سے مثنوی شریف و دیگر تصوف کی کتب کا درس لیا۔

ڈاکٹر نبی بخش بلوچ لکھتے ہیں: آپ قرآن شریف، حدیث شریف اور فقہی احکام پر دسترس رکھتے تھے۔ حدیث شریف کا خاص مطالعہ کیا تھا اور روزانہ بعد نماز فجر درس حدیث دینا آپ کا معمول تھا۔ حدیث شریف میں معلومات شارح جتنی تھی لیکن آپ محض لفظی شارح نہیں بلکہ عارف شارح تھے۔ (مقدمہ: خزانۃ المعرفۃ ص ۱۷)

بیعت و خلافت ☆: اپنے والد ماجد حضور امام العارفین کے دست اقدس پر سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ میں بیعت ہوئے اور انہی کی خدمت عالیہ میں رہ کر منازل سلوک طے کیں اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز و ممتاز ہوئے۔

کتب خانہ ☆: آپ کو دینی علمی اور صوفیانہ کتب سے خاص دلچسپی تھی۔ اہم و مفید کتابوں کو جمع کرنا تا حیات دستور رہا۔ اس لئے آپ کے کتب خانہ میں نادر و نایاب کتب کا ذخیرہ جمع ہو گیا تھا۔

صحیح بخاری کا استقبال ☆: عارف باللہ علامہ خواجہ فقیر اللہ علوی قدس سرہ (متوفی ۱۱۹۵ھ مدفون خانقاہ علویہ شکار پور سندھ) کے وصال مبارک کے بعد ان کے کتب خانہ سے صحیح البخاری کا ایک قلمی نسخہ آپ نے تبرکاً منگوایا جب لوگ اس نسخے کو لے کر

آئے تو پیر صاحب نے ہزاروں آدمیوں کے ساتھ اپنے والد ماجد کے استاد محترم کے نسخے کا استقبال کیا اور اس نسخے کے حصول کو ا
بڑی خوش قسمتی سمجھا۔

اولاد☆: آپ کو سات بیٹے تولد ہوئے۔ (۱) سید عبدالقادر شاہ (۲) سید غلام مصطفیٰ شاہ (۳) سید علی گوہر شاہ اول
(۴) سید علی محمد شاہ (۵) سید علی حیدر شاہ (۶) سید علی ذوالفقار شاہ (۷) سید شاہ مراد شاہ علیہم الرحمۃ
آپ کے بعد آپ کے تیسرے صاحبزادے حضرت سید علی گوہر شاہ اصغر راشدی المعروف پیر صاحب بنگلہ دھنی سجاد
نشین ہوئے۔

مقام و مرتبہ☆: سید صبغت اللہ شاہ اول کی سندھ میں مقبولیت اور ان کے علمی و روحانی مراتب کا اندازہ سید حمید الدین
کے اس بیان سے ہوتا ہے جو انہوں نے سید صبغت اللہ شاہ کے متعلق تحریر کیا ہے۔ ''باشندگان سندھ کے نزدیک سارے ملک (متحد
ہندوستان) میں ان (پیر صبغت اللہ) جیسا کوئی شیخ و مرشد نہیں۔ تقریباً تین لاکھ بلوچ ان کے مرید ہیں۔ مرجع خلق عام ہیں۔ جاہ
جلال سے زندگی گزار رہے ہیں۔ جود و کرم، اخلاص و مروت میں بھی شہرہ آفاق ہیں۔ ان کا کتب خانہ بڑا عجیب و غریب کتب خانہ
ہے۔ بادشاہوں اور امراء کے پاس بھی ایسا کتب خانہ نہ ہوگا۔ پندرہ ہزار (۱۵۰۰۰) معتبر کتابیں اس میں موجود ہیں۔''

سیرت و کردار☆: آپ اپنے والد ماجد کی صحیح پیروی کرنے والے تھے، سنت مبارکہ کے پابند پرہیزگار، شب بیدار، سخی،
مہمان نواز، خلق عظیم سے آراستہ، سادگی پسند، تکلیف سے زندگی آزاد، اہل دنیا زمینداروں حکمرانوں سے بے نیاز، غریبوں کسانوں
کے ہمدرد، متوکل ایسے کہ جو موجود ہوتا راہ خدا میں خرچ فرما دیتے اور کل کے لئے بچا کر نہیں رکھتے تھے۔ ہمہ وقت مالک کی یاد میں
مشغول رہے، عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سرشار، حضور امام العارفین کی طرح آپ بھی ہر سال نہایت عقیدت واحترام سے
جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انعقاد فرماتے تھے۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف و توصیف مقام وعظمت پر مشتمل
نعت شریف اور صوفیانہ کلام بغیر ساز کے سماعت فرماتے بلکہ اپنی روحانی خوراک بتاتے تھے۔
رشد و ہدایت، تبلیغ و تلقین کے لئے دور دراز علاقوں تک سفر کیا اور معرفت کا پیغام گھر گھر پہنچایا۔ جہاں بھی گئے وہاں ذکر شریف و
نعت شریف کی محافل ضرور قائم کیں اس طرح خشک دلوں کی معرفت کی چاشنی نصیب ہوئی۔ آپ کے بلند روحانی مقام و مرتبہ اور
زبردست تصرف کے سبب سالک منٹوں میں روحانی مقامات طے کر جاتے تھے۔

کھسیانی بلی کھمبا نوچے☆: نامور مورخ و مصنف مولانا حکیم رمضان علی قادری صاحب (سنجھورو ضلع سانگھڑ) رقمطراز
ہیں۔ ''ابن الوقت وہابی جب اپنے پیشواؤں کو ملکی و ملی خدمات سے تہی دامن پاتے ہیں تو اپنی خفت مٹانے کو مشاہیر مشائخ و علمائے اہل
سنت میں سے کسی کے ساتھ ان کا کوئی نہ کوئی تعلق جوڑنے کی کوشش کرنے لگتے ہیں۔ طرح طرح کے افسانے تراش کر مسلمانوں کی
آنکھوں میں دھول جھونکنا چاہتے ہیں کہ چونکہ ہمارے فلاں پیشوا کا رابطہ فلاں بزرگ سے تھا لہٰذا ہمیں بھی لہو لگا کر شہیدوں میں مل
جانے کا حق حاصل ہے پھر خواہ تاریخی واقعات ان کے دعوؤں کی صریحاً تکذیب کرتے ہوں یا واقفان حال ناقابل تردید دلائل سے ان

کے افسانوں کو جھوٹا بھی ثابت کر دیں یہ لوگ اپنی رٹ لگاتے چلے جائیں گے۔

وہابی صاحبان سید احمد رائے بریلوی اور مولوی اسماعیل دہلوی (مصنف تقویۃ الایمان) کی نام نہاد تحریک جہاد کو صحیح و درست ثابت کرنے کی ناکام کوشش میں ان کی درگاہ شریف پیر جو گوٹھ میں آمد اور حضرت پیر سید صبغت اللہ شاہ صاحب اول سے ان کی ملاقات کا بڑا ڈھنڈورہ پیٹتے ہیں اور اس سے یہ ظاہر کرنا چاہتے کہ ہمارے پیشواؤں کی یہ شان ہے کہ حضرت پیر صاحب پگارہ جیسی عظیم شخصیت نے بھی ان کی خاطر مدارت کی اور کئی روز تک ان کی مہمان نوازی فرمائی۔ اتنی سی بات کا بتنگڑ بنا کر اب یہاں تک کہنے لگے ہیں کہ حضرت پیر صاحب موصوف (معاذ اللہ) ان کی تحریک وہابیت کے حامی اور مددگار تھے۔

حالانکہ حقیقت صرف اس قدر ہے کہ سید احمد رائے بریلوی اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ مسافروں کی حیثیت میں آئے اور حضرت پیر صاحب موصوف نے اپنی اعلیٰ خاندانی روایات کے تحت ان کی مسافر نوازی فرمائی۔ ان کی مومنانہ صورتیں دیکھ کر انہیں دیندار سمجھتے ہوئے اعلیٰ اخلاق سے پیش آئے تو یہ صرف قبلہ پیر صاحب موصوف کی بلند ہمتی اعلیٰ ظرفی اور آپ کے اخلاق کریمانہ کا اظہار تھا۔ مگر اس سے یہ کیوں کر ثابت ہوا کہ پیر صاحب موصوف ان کی نام نہاد تحریک جہاد کے حامی و موید تھے؟ آیا کوئی بھی وہابی یہ ثابت کر سکتا ہے کہ سید احمد نے حضرت پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو اپنے اور اپنی تحریک کے متعلق صاف صاف مندرجہ ذیل باتوں سے مطلع کیا تھا؟

۱۔ میں اپنی محسن و مربی حکومت برطانیہ کا حقیقی خیر خواہ اور وفادار ایجنٹ ہوں۔

۲۔ میں انگریزوں کی مخالفت اور حصول آزادی کے لئے ان سے لڑنا مذہباً حرام سمجھتا ہوں۔

۳۔ میں انگریز کے اقتدار کے استحکام کی خاطر بڑی خدمات سرانجام دے چکا ہوں۔

۴۔ میں ابن عبدالوہاب نجدی کے نقش قدم پر چل کر مشرک مسلمانوں کے خلاف جہاد کی تیاری کر رہا ہوں۔

۵۔ ہم کسی کا ملک چھین کر حکومت کرنا نہیں چاہتے، نہ انگریز کا نہ سکھوں کا۔

۶۔ ہم سکھوں کے خلاف جہاد کا نعرہ صرف اس لئے لگاتے ہیں کہ مسلمان ہمیں چندہ دیں اور نعرہ جہاد کی کشش سے ہماری لڑاکا جماعت میں شامل ہوں۔

۷۔ ہم سرحدی علاقہ میں افغانوں کے تعاون سے یا انہیں کچل کر انگریزوں کے زیر سایہ ''ریاست وہابیہ'' قائم کرنا چاہتے ہیں۔

۸۔ میرے دست راست مولوی اسماعیل دہلوی نے ابوالوہابیہ نجدی کی کتاب ''التوحید'' کا خلاصہ ''تقویۃ الایمان'' کے نام سے لکھا ہے۔

۹۔ اس کی وہابیہ حرکات سے ''دہلی'' اور دیگر شہروں میں شورش بپا ہے مسلمانوں میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑک رہی ہے۔

۱۰۔ اب ہم برٹش گورنمنٹ کی اجازت و تائید اور حمایت سے مسلمانان ہند کا شرک، ایران کا رفض، چین کا کفر اور افغانستان کا نفاق مٹا دینے کی خاطر سرحدی علاقہ میں افغانوں سے جہاد کرنے جا رہے ہیں۔

۱۱۔ ہم آپ کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوئے ہیں کہ آپ ان مقاصد کی تکمیل میں ہماری امداد فرمائیں، کیا کوئی وہابی یہ ثابت کر سکتا ہے کہ سید احمد نے حضرت پیر صاحب پگارہ کی خدمت میں یہ تمام باتیں عرض کر دی تھیں اور پیر صاحب پگارہ نے ان کی رام کہانی سن کر ان کی تائید وحمایت اور امداد فرمائی تھی؟ نہیں اور ہر گز نہیں۔ واضح رہے کہ حضرت پیر صاحب موصوف بفضلہ تعالیٰ اہل سنت و جماعت کے سردار اور ایک عظیم روحانی پیشوا تھے، سلسلہ رشد و ہدایت اور حلقہ ذکر وفکر قائم کئے تھے، ہزاروں لاکھوں مسلمانان اہل سنت آپ سے فیوض و برکات حاصل کر رہے تھے، ان کے متعلق کوئی صحیح الدماغ شخص سوچ بھی نہیں سکتا کہ وہ ا[illegible] جیفۂ دنیا کے طلبگار ابن الوقت وہابیوں کی گندی سیاست اور گھناؤنی سازش میں ملوث ہو سکتے ہیں، اس قدر جلیل القدر پاکباز بزرگ کے سامنے روباہ صفت وہابیوں کی کیا مجال تھی کہ وہ اپنی مذموم سرگرمیوں اور ناپاک عزائم کا اظہار بھی کر سکیں بلکہ اگر لوگ شامت اعمال سے اس قسم کا کچھ اظہار کر بیٹھتے تو یقیناً دھکے دے کر نکال دیئے جاتے اور صاف سنا دیا جاتا کہ

برو ایں دام برشاخ دگر نہ ۔ کہ عنقارا بلند است آشیانہ

بات صرف اتنی سی ہے کہ سید احمد اور ان کے ساتھی بگلے بھگت بن کر چند روز عالی مقام پیر صاحب کے ہاں مسافرانہ حیثیت سے قیام پذیر رہے، پیر صاحب موصوف نے از راہ احسان ان کی خاطر مدارت کی اور ممکن ہے کہ ان کی کچھ مالی مدد بھی کر دی ہو اور اس طرح مزید لطف و کرم کا مظاہرہ فرما دیا ہو تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ قبلہ پیر صاحب پگارہ رحمۃ اللہ علیہ نے (معاذ اللہ) ان کی وہابیت قبول کر لیا تھا اور ان کی ناپاک تحریک میں شامل ہو گئے تھے۔ لیکن وہابی صاحبان ہیں کہ وہ اتنی سی بات کو اتنا اچھال رہے ہیں اور اپنی حکمت عملی کے تحت جھوٹے افسانے تراش کر قبلہ پیر صاحب موصوف پر بہتان لگا رہے ہیں۔ (تاریخ وہابیہ ص ۲۶۹)

جامعہ راشدیہ کے فاضل، مناظر اہل سنت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب سکندری مخالفین کی جانب سے بہتان تراشی کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

موجودہ ابن الوقت وہابی یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ جب سید صبغت اللہ شاہ اول پیر صاحب پگارا نے سید احمد رائے بریلوی اور مولوی اسماعیل دہلوی کے نام نہاد جہاد سے متفق ہو کر اپنے پانچ سو (۵۰۰) مریدان کی تحویل میں دے دیئے تو سید احمد نے خوش ہو کر انہیں ''حر'' کے خطاب سے نوازا تھا۔ حالانکہ سید حزب اللہ شاہ پیر صاحب پگارہ سوئم کے عہد سے قبل خاندان راشدیہ کے مریدوں کو حر کہنے یا کہلانے کا سراغ تک نہیں ملتا۔ پس وہابیہ کا یہ دعویٰ بھی سراسر غلط اور خلاف واقع اور نری بکواس ہے۔

میں پورے وثوق کے ساتھ اعلان کرتا ہوں کہ یہ سب جھوٹ ہے اور پیران پگارہ پر الزام تراشی ہے۔ وہابیہ کی اس من گھڑت کہانی میں اگر کچھ بھی صداقت ہوتی تو آستانہ عالیہ راشدیہ (پیر جو گوٹھ) کے تحریری ریکارڈ میں کچھ تو ذکر موجود ہوتا۔ حالانکہ درگاہ شریف راشدیہ پیران پگارہ کے کسی مکتوب یا ملفوظ میں ان کی اس کہانی کے بارے میں ایک حرف تک موجود نہیں ہے۔

(مخزن فیضان ص ۴۰۰/ ۴۰۵ مطبوعہ درگاہ شریف پیر جو گوٹھ ۱۴۰۸ھ)

ملفوظات شریف ☆: آپ کی ملفوظات شریف ''خزانۃ المعرفۃ'' کے نام سے آپ کے صاحبزادے وجانشین حضرت پیر

سید علی گوہر شاہ راشدی پیر پگارہ دوئم (صاحب دیوان کلام اصغر) نے فارسی میں مرتب فرمائی تھی جس کا سندھی ترجمہ مفتی محمد رحیم سکندری نے کیا ہے اور جامعہ راشدیہ سے ۱۴۱۱ھ کو شائع ہوئی۔ خزانۃ المعرفۃ آپ کے حالات واقعات مسلک ومشرف پر مستند مجموعہ ہے۔ اس کے مطالعہ سے الزامات اتہامات کا رد بلیغ ہوتا ہے اور حقیقت کھل کر سامنے آ جاتی ہے۔

آپ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بشری وجود سے معراج کی دولت حاصل کی اور سر کی آنکھوں سے مشاہدے کی نعمت نصیب ہوئی۔ (ص ۳۵۰)

☆ آپ نے جماعت کو اولیائے اللہ کی امداد ونصرت حاصل کرنے کے لئے اَعِیْنُوْنِیْ یَا عِبَادَ اللّٰہ کی تعلیم دی۔

☆ آپ نے تصور شیخ کی تعلیم فرمائی۔

☆ پیران پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غوث الثقلین اور غوث الاعظم کہتے تھے۔

☆ آپ روزانہ ختم قادریہ میں المدد یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ ایک سو گیارہ (۱۱۱) بار پڑھتے تھے۔

☆ آپ جب تہجد کے وقت اوراد ووظائف سے فارغ ہوتے تو یہ دعائیہ نظم پڑھتے تھے۔

یا حبیبی سیدی درماندہ ام	مرکب اندر حرص و عصیان راندہ ام
رحمۃ للعالمینی یارسول	ہم شفیع المذنبینی یارسول
مشکلم پیش است من دربیکسی	یارسول اللہ مارا تو بسی
یا محمد لطف آمد عام تو	بس بود ما را محمد نام تو
احمد اجز تو شفیعم نیست کس	یارسول اللہ فریادم برس
عاجزم درماندہ ام دستم بگیر	غیر تو دیگر ندارم دستگیر
الصلوٰۃ والسلام تا قیام	بر محمد و آل و اصحابش کرام

☆ آپ اور آپ کے مریدین پیران پیر دستگیر کی گیارہویں کی نیاز دلاتے تھے۔ (ص ۵۳۵)

خلفاء کرام ☆: جس قدر مریدین کی کثرت ہوگی اس قدر خلفاء کی بھی کثرت ہوگی۔ لیکن ہماری ناقص معلومات کے مطابق بعض خلفاء کے نام معلوم ہو سکے جو کہ درج ذیل ہیں:

☆ خلیفہ میاں خان محمد قادری مدفون مکران دیکھئے انوار علماء اہل سنت

☆ خلیفہ سید میاں محمد شاہ خزانۃ المعرفۃ ص ۴۷۴

☆ خلیفہ محمد صدیق بن خلیفہ محمد ناھیو ص ۴۷۲

☆ خلیفہ غوث محمد ص ۴۲۶

وصال باکمال ☆: خلیفۃ اللہ حضرت پیر سید صبغت اللہ شاہ راشدی اول سجادہ نشینی کے بعد تیرہ (۱۳) برس تک دینی

روحانی خدمات جلیلہ سرانجام دینے کے بعد ۶، رمضان المبارک ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء کو ۶۳ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ (خزانۃ المعرفۃ ص ۳۲ مقدمہ) آپ کے وصال پر کئی شعراء نے مناقب اور قطعات تاریخ وصال کہے، ان میں سے صاحب دیوان شاعر خلیفہ گل محمد ہالا والے کا ایک قطعہ نقل کرتے ہیں:

غوث عالم مرشد فیاض ماکان کرم — کامل و اکمل مربی و مهدی و اعلیٰ همم
صبغت الله پیر ما آن محی دین احمدی — محی دلها ماصی عصیان و آثار امم
چون به امر ارجعی نقل مکان زین دار کرد — وائی واویلا زعالم خواست تالوح و قلم
دربیان سال وصال از اسم پاک آن شفیع — صبغت الله زیب دلها گفته ام بیش و کم

۱۲۴۶ھ

بشکریہ انوار علمائے اہلسنت سندھ

حضرت میاں محمد حیات قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف☆: ولی ابن ولی، عارف ابن عارف، مردِ حقیقت آ گاہ، پیشوائے اہل طریقت و معرفت، عالم ربانی، مرشدِ ثانی، حضرت میاں محمد حیات قادری رحمتہ اللہ علیہ ولی بے نظیر اور مرشدِ روشن ضمیر ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت قطب الاقطاب حضرت میاں محمد کامل قادری علیہ الرحمۃ کے گھر واقع کٹبار شریف شہر گودھ صوبہ بلوچستان میں ہوئی۔

آپ کی ابتدائی تربیت و تعلیم اپنے والدِ بزرگوار کے ہاتھوں ہی مکمل ہوئی، بعدازاں علوم دینیہ کی مزید تعمیل کے لئے مولوی محمود بھاگی اور مولوی نور محمد پنجابی جو مولوی محمود کی وفات کے بعد اپنے استاد کی جگہ پر بھاگ شریف کے مدرسے کے مدرس بنے، آپ نے ان سے علوم دینیہ عقلیہ و نقلیہ میں کمال حاصل کیا۔ اور علم و فضل کے اعتبار سے اپنے علاقہ کے معروف اور متبحر علماء میں شمار ہوتے تھے، حضرت مولوی عبدالحلیم صاحب آپ کے ہم درس رہے ہیں۔

بیعت و خلافت☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے عظیم والد بزرگوار حضرت میاں محمد کامل قادری علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور اُنہی سے خرقۂ خلافت پا کر سرفراز و صاحب مجاز ہو کر والد گرامی کے بعد ان کی مسند ارشاد کے وارث ٹھہرائے۔

سیرت و کردار☆: آپ انتہا درجہ کے نیک متقی و پرہیز گار، نماز پنجگانہ کے علاوہ دیگر نوافل اور تہجد کا باقاعدہ اہتمام فرماتے تھے۔ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا احترام آپ کے رگ و ریشے میں سمایا ہوا تھا۔ سنت کے احترام میں یہاں تک حالت تھی کہ اگر پیراہن کہیں سے پھٹ جاتا تو پیوند لگواتے، کئی بار لوگوں نے التماس کی کہ نئی قمیص پہن لیں، مگر آپ ان لوگوں کی بات پر عمل کرنے کی بجائے فرماتے تھے کہ پیوند والا کپڑا پہننا سنت ہے، اور میں سنت کو ترک نہ کروں گا۔

صابر و شاکر اس قدر کے بڑی سے بڑی مصیبت پر بھی کبھی واویلا نہ کیا نہ ہی صبر کے دامن کو چھوڑا، ایک مرتبہ آپ کتاب کا مطالعہ فرما رہے تھے کہ کتاب میں پڑھا کہ اگر بچہ چھوٹی عمر میں فوت ہو جائے تو قیامت کے دن اپنے ماں باپ کی شفاعت کا باعث بنے گا۔ آپ نے اُسی وقت دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے اور رب کعبہ کی بارگاہ میں دعا کی اے مالک میرے چھوٹے بچے کو ہمارا شفیع بنا دے۔

آپ کی دعا کو حق تعالیٰ سبحانہٗ نے شرف قبولیت بخشا آپ کا چھوٹا بیٹا جس کی عمر تین سال تھی وہ فوت ہو گیا، اس پر آپ نے رب جلیل کا شکر ادا کیا۔

آپ نے ساڑھے سولہ سال تک اپنے والد گرامی کے وصال کے بعد سے تادم آخر مخلوق خدا کی رشد و ہدایت کا فریضہ سرانجام

دیا اور لوگوں کو صراط مستقیم پر گامزن کیا، لاتعداد افراد آپ کے علم و فضل اور دولت عرفان کی بدولت عارف کامل بن کر آسمان ولایت کا ستارہ بن کر چمکے۔

خداوندِ عالم نے جس طرح آپ کو باطنی حسن کی دولت سے مالا مال کیا تھا، اسی طرح رب کبریا نے ظاہری حسن و جمال کا وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ آپ کا جسم اور سر کے بال دراز اور داڑھی مبارک سینہ تک تھی، بدن کا رنگ گندمی سبزی مائل تھا، آنکھیں کناروں سے سیاہ اور درمیان سے سرخ، ناک بڑی، لباس اپنے والدِ گرامی کی طرح سادہ اور سر پر پگڑی باندھتے تھے۔

کشف و کرامات ☆: ایک مرتبہ شہر سیالان میں محترمہ تپ اس قدر پھیلا کہ جو کوئی مبتلا ہوتا کم ہی زندہ بچتا۔ اُس شہر میں آپ کے ایک شاگرد اور مرید مولوی علی محمد بھی قیام پذیر تھے۔

مولوی علی محمد نے جب لوگوں کی یہ حالت دیکھی تو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام صورتحال عرض کی، اور ساتھ چلنے کی درخواست کی۔ آپ انسانیت کی بھلائی اور مولوی صاحب کی دلجوئی کے لئے وہاں پہنچے اور اُس شہر کی مسجد میں قیام فرمایا، اور عام منادی کرائی کہ شہر کے علیل تندرست، چھوٹے بڑے سب لوگ مسجد میں آئیں اور مجھ سے بغل گیر ہو کر ملیں۔

چنانچہ آپ کے ارشاد کی تعمیل کی گئی، سب لوگ بغلگیر ہو کر ملے۔ آپ جسم اطہر کے ساتھ جن جن لوگوں کا جسم مَس ہوا وہ تمام آپ کی دعا و برکت سے تندرست ہو گئے، اور جتنے لوگ بیمار نہ تھے وہ آئندہ کے لئے بیماری سے نجات پا گئے۔

کرامت نمبر۲ ☆: نیابت لہڑی میں نائب ہزار خان کے روبرو ٹیسڑ کے کفش دوزوں کا مقدمہ تھا، وہ لوگ آپ کو اپنا شفیع بنا کر نائب ہزار خان کے پاس لائے، آپ پہلے اپنے محبّ مُلا احمدی کے ہاں مہمان بنے، پھر نائب ہزار خان کے پاس کفش دوزوں کے مقدمہ کی خاطر تشریف لے گئے۔ نائب نے اقتدار کے نشے میں مست ہو کر بہت زیادہ غرور و تکبر کا مظاہرہ کیا۔ اور آپ کے ارشاد عالیہ پر کوئی توجہ نہ دی، نائب کی یہ حالت دیکھ کر آپ رنجیدہ خاطر ہو کر واپس اپنے میزبان قاضی ملا احمدی کے پاس تشریف لے آئے۔

ادھر اللہ کے حکم سے دوپہر کے وقت نائب کو خون آمیز اسہال آنے شروع ہو گئے، جس سے وہ گھبرا گیا اور سمجھ گیا کہ یہ سب ایک فقیر خدا مست کی توہین کا نتیجہ ہے، اُس نے اُسی وقت اپنے گھر والوں کو آپ کی خدمت میں معذرت خواہی کے لئے بھیجا اور مقدمہ کا فیصلہ آپ کی رضا و مرضی کے مطابق کر دیا۔ نائب کے اہل خانہ کی طرف سے معذرت خواہی پر آپ نے اُسے معاف کر دیا، اور اس کی شفایابی کے لئے رب کعبہ کے حضور دعا کی، جس کی بدولت نائب کے اسہال بند ہو گئے۔

وصال با کمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۲۳ ربیع الآخر ۱۲۵۵ھ بمطابق 1839ء کو ہوا۔

مزار پُر انوار کٹبار شہر گودھ صوبہ بلوچستان میں والد گرامی کے پہلو میں مرجع خاص و عام ہے، جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔ آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت میاں محمد اکرم قادری علیہ الرحمۃ سجادہ نشین ہوئے، جن کے ذریعہ آپ کے فیض و عرفان کو گوں نہ گوں عروج نصیب ہوا۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت پیر سید عیسیٰ شاہ گیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: شیخ العلماء والفقراء سند الاصفیا والصلحاء شہباز اقلیم ولایت، آثار ولائتش ظاہر و ہر خاص و عام بے دلیل، حضرۃ العلام پیر سید عیسیٰ شاہ گیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ ساقی خمخانہ اسرار ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت امام المشائخ علامہ کبیر حضرت سید موسیٰ شاہ گیلانی قادری علیہ الرحمتہ کے علمی و روحانی گھر واقع سرینگر کشمیر میں ہوئی۔

جب سن شعور کو پہنچے تو والد گرامی کے سامنے زانوے تلمذ طے کر کے قرآن مجید حفظ کیا، بعدازاں علوم متنداولہ کی از اول تا آخر حتیٰ کے دورہ حدیث شریف بھی انہی پڑھکر علوم درسیہ کی فراغت حاصل کی۔

علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد درس تدریس کے ساتھ ساتھ باطنی علوم میں کمال حاصل کرنے کیلئے اپنے خاندانی اوراد و وظائف اور ذکر وفکر عبادت و ریاضت اور چلہ کشی میں مشغول ہو کر تصوف کی منازل سلوک طے کیں اور روحانیت میں مقام بُلند کو پہنچے۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے عظیم والد بزرگوار حضرت سیّد موسیٰ شاہ گیلانی قادری علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز و ممتاز ہوئے۔

سیر و سیاحت ☆: آپ نے بزرگوں کے طریقہ پر قائم رہتے ہوئے حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ کے باطنی حکم پر سرینگر سے پشاور کے لیئے ہجرت کی۔

چنانچہ آپ نے اپنے بزرگوں کے مزارات پر حاضری دینے کے بعد پشاور میں قیام فرمایا، سب سے پہلے آپ نے لاہور میں شیخ المحدثین حضرت سید شاہ محمد غوث لاہوری علیہ الرحمتہ کے مزار پر انوار پر حاضری دی، وہاں سے پنڈ دادنخان ضلع جہلم میں حضرت سید میر شاکر شاہ صاحب علیہ الرحمتہ کے مزار پر حاضری ہوئے اثنائے سفر مختلف شیوخ و علماء و مجازیب سے ملاقات و استفادہ کرتے ہوئے پشاور تشریف لائے۔

آپ نے اس دوران ہندوستان کا سفر بھی کیا وہاں کے مختلف شہروں میں مختلف بزرگوں کے مزارات پر حاضری دیتے ہوئے صوبہ یوپی پہنچے، جہاں آپ نے سادات رجوعیہ کے ایک فرد کامل کی دختر نیک اختر سے شادی کی، بعدازاں مستقلاً پشاور تشریف لے

آئے، اور حضرت ابوالبرکات سیّد حسن شاہ گیلانی قادری المعروف حسن بادشاہ علیہ الرحمتہکے مزار پُر انوار پر حاضر ہو کر انکے فیوض و برکات سے مالا مال ہوئے۔

درس تدریس ☆: پشاور میں آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا، جس میں روزانہ قرآن حکیم کا درس صبح و شام دیتے، اس مقصد کے لئے لنگر جاری فرمایا، آپ کے درس میں کثیر تعداد میں طلباء علماء آنے لگے، ہر طرف سے لوگ آ کر داخل ہونے لگے طلباء کا اس قدر ازدھام ہوگیا کہ لنگر کا خرچ بے تحاشا بڑھ گیا، حتیٰ کے آپ نے اس مقصد کیلئے کئی مرتبہ قرض بھی لیا، مگر لنگر شریف اور طلباء کے معاملے میں کسی حکمت عملی سے کام نہیں لیا، قرض جب زیادہ ہو جاتا تو رب العزت کی طرف سے کوئی نہ کوئی غیب سے اسباب پیدا ہو جاتے، کہ قرض کی تمام رقم ادا ہو جاتی اور لنگر کا نظام مسلسل چلتا رہتا تھا۔

سیرت و کردار ☆: آپ نہایت ہی صاحب حال اور کثیر الکرامت بزرگ تھے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ سرکار مدینہ کا نام سنتے ہی آپ پر بے ساختہ رقت طاری ہو جاتی اور کیفیت کے آثار نمایاں ہو جاتے اسی عشق و محبت کے جذبہ صادقہ کی وجہ سے آپ کو اویس قرنی کے پیارے نام سے پکارا جاتا تھا۔

آپ کے حلقہ ارادت میں ہر قسم کے لوگ شامل تھے فقراء اغنیاء امراء، حکمران، علمائے کرام کی ایک کثیر تعداد آپکی دست گرفتہ تھی، مگر آپ کے استغناء کا یہ حال تھا کہ کسی کی بھی پرواہ نہ کرتے تھے، نہ ہی کسی کی جگہ پر جاتے حتیٰ کے امراء اور حکمرانوں کے تحائف اور نذرانے بھی قبول نہیں فرماتے تھے۔

تمام عمر دو دنیاوی مخمصوں سے فارغ اور الگ ہو کر تبلیغ دین متین میں مصروف رہے، امر بالمعروف نہی عن المنکر آپ کا شعار تھا۔ آپ نے اپنی تمام زندگی اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی اور حضور سیّدی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارک کی اتباع میں گزاری۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۳ شعبان المعظم ۱۲۵۶ھ بمطابق 1840ء کو ہوا۔

مزار پُر انوار حضرت ابوالبرکات سیّد حسن شاہ علیہ الرحمتہ کے مزار مبارک کے اندرونی احاطہ کے دروازے کے سامنے تھڑے پر وزیر باغ پشاور شہر صوبہ سرحد میں مرجع خاص و عام ہے۔

جہاں آج بھی عقیدت و محبت والے لوگ حاضری دیکر اپنے قلوب وارثان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

خداوند کریم نے آپکو دو فرزند حضرت سیّد شاہ غلام صاحب المعروف بہ آغا جی اور حضرت سیّد اکبر شاہ المعروف بہ آغا پیر جان گیلانی قادری علیھم الرحمتہ عطا فرمائے تھے، ہر دو حضرات کا اپنے اپنے زمانہ میں بلند پایہ مشائخ میں شمار ہوا۔

فقیر راقم الحروف کو آپ کے دربار کی حاضری کی سعادت حاصل ہے، اس موقع پر خطیب اہل سنت حضرت علامہ محمد ثناء اللہ قادری اور مجاہد اہل سنت جناب صوفی حامد نواز نقشبندی ناظم جامعہ غوثیہ زاہدیہ ولایت جان حیال شریف راولپنڈی بھی ہمراہ تھے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت میاں شمس الدین قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: آفتاب ولایت، ماہتاب شریعت، شیخ طریقت ولی العصر، شمس کھڑی، شریف حضرت میاں شمس الدین قادری رحمتہ اللہ علیہ حضرت میاں جیون قادری علیہ الرحمۃ کے فرزندار جمند اور جانشین تھے۔

بچپن ہی سے ولایت کے آثار آپ کے چہرہ سے عیاں تھے۔ گھر کے مذہبی ماحول کی وجہ سے آپ بچپن میں ہی دینی تعلیم کے حصول کے لئے مصروف عمل ہو گئے۔ ابھی آپ کے بچپن کا عالم تھا کہ والد گرامی کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ خاندان میں کوئی فرد یا بزرگ ایسا نہ تھا جو آپ کی پرورش کرتا ان حالات میں گھر کا تمام بوجھ آپ کے کندھے پر آن گرا اور مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹنے لگے مگر آپ کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی۔

ایک مرتبہ گردش زمانہ کے پیش نظر کھڑی شریف سے اپنی آبائی ضلع گجرات میں تشریف لے گئے اور ایک دینی درسگاہ میں داخل ہو کر تعلیم حاصل کرنے لگے ابھی چند ہی ماہ گزرے تھے کہ آپ کے دل میں خیال پیدا ہو کہ اگر میں اپنے آباؤ اجداد کے مزارات سے دور اور گجرات میں تعلیم حاصل کرنے میں مصروف رہا تو ہمارے بزرگوں میں سے جو بزرگ زندہ ہیں اگر وہ دنیا سے روپوش ہو گئے تو ان سے فیض یاب ہونے سے بھی محروم ہو جاؤں گا۔

چنانچہ آپ گجرات سے تعلیم کا سلسلہ ترک کر کے واپس کھڑی شریف پہنچے اور حضرت بابا بدوح شاہ علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضری دی تو انہوں نے فرمایا کہ میاں شمس الدین تمہارے حصے کا جو کچھ بھی ہمارے پاس موجود ہے۔ وقت آنے پر تمہیں دے دیا جائے گا ابھی آپ تعلیم جاری رکھیں۔

اس کے بعد آپ نے اپنے علاقے میں ہی تعلیم کا سلسلہ شروع کر دیا اور عرصہ دراز تک حصول علم کیلئے مصروف رہے۔

حضرت دمڑی والی سرکار کی جانب سے بشارت ☆: ایک مرتبہ آپ اپنے جد اعلیٰ حضرت پیرا شاہ غازی قلندر المعروف دمڑی والی سرکار علیہ الرحمۃ کے مزار پُر انوار پر زیارت کے لئے گئے تو آپ پر رقت طاری ہو گئی اسی عالم میں آپ سو گئے۔ تو حضرت پیرا شاہ غازی قلندر علیہ الرحمۃ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ بیٹا تمہارے دونوں بازو

میرے ہاتھ میں ہیں۔

اس واقعہ کے بعد آپ ایک دن حضرت میاں فیض بخش کھنیارہ شریف والوں کی خدمت میں حاضر ہوئے۔شرف ملاقات کے بعد جب آپ واپس آنے لگے تو حضرت میاں فیض بخش علیہ الرحمۃ نے اٹھ کر آپ کے دونوں بازو پکڑ کر فضا میں بلند کئے اور فرمایا کہ اے والی بغداد محبوب سبحانی اس فقیر کے دونوں بازو پکڑلو میں اس کو آپ کے سپرد کرتا ہوں۔یہ کلمات بہ تکرار ارشاد کئے اور فرمایا کہ جاؤ تمہارے دونوں بازو حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں ہیں جو بھی تمہارے مقابلے میں آئے یا ہمسری کا دعویٰ کرے گا وہ سرنگوں ہوگا اور فرمایا کہ تمہارا فرمان لاہور کشمیر سمیت بہت سی جگہ اور لوگوں پر جاری رہے گا۔چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

سیرت و کردار☆: آپ نیک سیرت با کردار، حسن اخلاق میں بے مثال اور صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔ شریعت ظاہرہ کے تحت شاہراہ طریقت پر گامزن رہتے ہوئے آپ نے سلوک کی منازل طے کیں اور شریعت مطہرہ سے کبھی باہر قدم نہ رکھا۔نماز پنجگانہ اور دیگر نوافل کے علاوہ تہجد کا خصوصی اہتمام فرماتے تھے۔قرآن اور صاحب قرآن سے خصوصی لگاؤ رکھتے۔ ہر وقت عشق رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سمندر میں غوطہ زن رہتے تھے۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال 1847ء بمطابق ۱۲۶۴ھ کو ہوا۔مزار پُرانوار کھڑی شریف میں حضرت پیرا شاہ غازی قلندر اور حضرت میاں محمد بخش عارف کھڑی کے مزار سے جنوب کی جانب چند گز دور پالکی نما شکل میں دکھائی دیتا ہے۔جہاں آپ کی اولاد اور آپ کے خاندان کے دیگر بزرگوں کی قبریں موجود ہیں۔جو سب کی سب ایک ضمنی چاردیواری کے اندر محفوظ ہیں۔

آپ کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت میاں بہاول بخش سجادہ نشین مقرر ہوئے۔

فقیر راقم الحروف کو جناب خالد ضیاء صدیقی قلندر اور برادرم ملک زبیر علی خان کے ہمراہ آپ کے دربار کی حاضری کی سعادت حاصل ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت میاں محمد حسن قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆ : ولی ابن ولی، کامل ابن کامل، عارف ابن عارف، جامع الحسنات والصفات وکمالات، صاحب کشف و کرامات حضرت میاں محمد حسن قادری رحمتہ اللہ علیہ متصرف بہ تصرفات ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۱۹۸ھ بمطابق 1783ء میں معروف روحانی درگاہ کٹبار شریف شہر گودھ صوبہ بلوچستان میں اپنے زمانے کے عظیم شیخ کامل حضرت میاں محمد کامل قادری علیہ الرحمۃ کے علمی وروحانی گھرانے میں ہوئی۔

ابھی آپ کے بچپن کا زمانہ تھا کہ ایک روز آپ زرد رنگ کی لنگی (یعنی پگڑی) پہنے گھر میں بیٹھے تھے کہ اچانک آپ کے والد گرامی حضرت میاں محمد کامل قادری علیہ الرحمۃ تشریف لائے اور آپ کے سر پر زرد پگڑی دیکھ کر جلال میں آ گئے اور غصے کی حالت میں آپ کو پاس بلا کر فرمایا کہ میں تو اس خیال میں تھا کہ اپنی گدڑی (یعنی فقر کی دولت) تیرے کندھوں پر رکھوں گا، مگر تم تو ابھی سے لنگی باندھنے لگے ہو۔

چنانچہ آپ نے اُس روز سے پگڑی کا استعمال ترک کر دیا۔ اور ٹوپی کا استعمال فرمانے لگے۔ اور علوم دینیہ کے حصول میں مگن ہو گئے۔ آپ نے علوم ظاہریہ کی تمام درسی کتب فارسی، وعربی، فقہ مثنوی شریف، دیوان خواجہ حافظ اور بوستان سعدی اس طرح پڑھیں کہ ان میں سے بعض کتابیں آپ کو از بر ہو گئیں تھیں اور گاہے بہ گاہے آپ بوستان سعدی کی داستانیں خوش الحانی سے پڑھا کرتے تھے۔

علوم دینیہ کے حصول کے ساتھ ساتھ آپ اپنے والد گرامی اور برادر اکبر حضرت میاں محمد حیات علیہم الرحمۃ کی ظاہری حیات کے زمانے میں کٹبار شریف کی درگاہ کے خدام کے ہمراہ کھیتی باڑی کے کاموں میں بھی حصہ لیتے تھے۔ اس کے ساتھ عبادت وریاضت میں بھی سرگرم عمل تھے۔

بیعت وخلافت ☆ : آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے عظیم والد بزرگوار حضرت میاں محمد کامل قادری علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف تھے اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز وممتاز ہوئے۔

سیرت وکردار ☆ : آپ کی عادت شریفہ تھی کہ جذب شکر ومستی کی حالت، کثرت وظائف اور کلمہ لا الہ الا اللہ کی ضرب

لگاتے ہوئے ایک جگہ سے دوسری جگہ چلے جاتے تھے، مثلاً اگر گھر میں تشریف فرما ہوتے تو مسجد میں آ جاتے۔ اس کیفیت کے دوران آپ کے ہاتھ میں عصا مبارک ہوتا تھا، لوگ عصا سے ڈر کر بھاگتے ادھر سے اُدھر ہو جاتے، آپ فرماتے کہ اس حالت میں اگر کسی کو میرا یہ عصا لگ جائے یقیناً اُسے صفائی قلب حاصل ہو جائے گی، آپ کی اس کیفیت سے واقعتاً چند صاحبان کو صفائی قلب حاصل ہوئی بھی تھی۔

کبھی کبھی مستی و جذب کی حالت میں آپ کی زبان مبارک بند رہتی، مگر نماز اور ذکر و اذکار کا سلسلہ معمول کے مطابق جاری رہتا۔ اس کے علاوہ دیگر گفتگو بالکل نہ ہوتی تھی، کبھی کبھی جذب و مستی کی حالت میں پہلے لفظ ''عالم الغیب''۔ ''واجب الوجود'' کہتے پھر دوسرے الفاظ زبان پر لاتے جو علماء و فضلا کے فہم میں نہ آتے۔ اس دوران ''واہ جی واہ'' بہت کہتے تھے، اللہ کے نام کی ضرب زوردار آواز سے لگاتے۔

بڑھاپے کے عالم میلاد شریف اور کافی پڑھتے تو جذب و مستی میں ڈوب جاتے، اکثر راتوں کو حاضرین مجلس پر روشنی کی کرنیں بکھر جاتیں اور دیواریں روشن ہو جاتیں تھیں۔

آپ کا معمول تھا کہ صبح کی نماز کے بعد چاشت کے نوافل ادا کرنے تک مسجد تشریف میں ہی ذکر و فکر اور مراقبہ میں مشغول رہتے تھے۔ دیگر امور میں خاصی مصروفیت کے باوجود پانچ روز میں ایک لاکھ مرتبہ درود شریف پڑھتے تھے۔

کشف و کرامات ☆: خان صاحب نصیر خان کا شاہ غاسی تاج محمد برادر کلاں شاہ غاسی ولی محمد خان بگڑہ ماچھی میں بٹائی لینے کی غرض سے آیا۔ اُس نے میاں محمد جام کے قطعات زرعیہ کی خانصاحب کی تحریر کے مطابق عشر لینے کی بجائے بٹائی لینا چاہی۔

آپ نے اپنے صاحبزادے میاں غلام حیدر کو رقم دے کر بھیجا۔ لیکن شاہ غاسی نے غرور و تکبر سے آپ کے صاحبزادے کی پرواہ نہ کی اور خان کی تحریر کو بھی نظر انداز کر کے بٹائی کا مطالبہ جاری رکھا، صاحبزادہ صاحب اس صورت حال سے کبیدہ خاطر ہوئے اور چند روز تک وہیں قیام پذیر رہے۔

ایک روز شاہ غاسی مذکور ہاتھ کو کپڑے میں لپیٹے ہوئے آپ کے صاحبزادے میاں غلام حیدر کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی پگڑی اتار کر اُن کے قدموں پر رکھ دی۔ اور معافی کی درخواست چاہی اور کہنے لگا میں آج رات حسب دستور چارپائی پر لیٹا ہوا سو رہا تھا کہ اچانک چارپائی اُوپر اُٹھی اور میں اُس سے نیچے گر پڑا۔ یہ میرے ہاتھ پر زخم وہیں آیا ہے، دوسری بار بھی ایسا ہوا، بعد ازاں میں زمین پر سو گیا۔ اسی اثنا میں ایک سفید ریش بزرگ کو دیکھا جو کہہ رہے تھے کہ اے تاج محمد اس کام کو چھوڑ دو ورنہ نقصان اُٹھاؤ گے (اُس نے جو حلیہ بیان کیا وہ میاں صاحب کا تھا) میں جان گیا ہوں کہ وہ بزرگ آپ کے معاون ہیں۔ مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا، اس لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔

چنانچہ خان صاحب کی تحریر کے مطابق عُشر ہی لوں گا۔ اور بٹائی کا خیال آج کے بعد کبھی دل میں نہ لاؤں گا۔

آپ کے صاحبزادہ صاحب نے حاضر خدمت ہو کر تمام صورتحال عرض کی تو آپ نے فرمایا بیٹے یہ مدد اور ہمت اپنے بزرگوں

کی سمجھواور اپنے حال پر مغرور نہ ہو جانا۔

سردار اسداللہ کے بعد اُس کے بیٹے سردار مُلا محمد نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہی، مگر کم عمری کے سبب آپ نے انکار کر دیا، دوسرے سال اس کا عجز وشوق دیکھ کر اُسے اپنے باصفا مریدوں کے گروہ میں شامل کرلیا، اور پوری توجہ سے اُسے مستفید فرمایا۔

کرامت نمبر۲ ☆ : ایک دفعہ سردار موصوف چند مسلح رئیسانی سواروں کے ہمراہ آپ کی زیارت کے لئے آیا۔ راستے میں ہرنوں کا گروہ دیکھ کر سردار نے شکار کا ارادہ کیا اور دل میں کہا اے مرشد میاں محمد حسن صاحب پہنچنے تا کہ میں ہرنوں کو شکار کرلوں۔ اللہ کی قدرت دیکھئے ہرن زیادہ بھاگے بغیر شکاری کے جال میں پھنس گئے۔

سردار نے سارا واقعہ اپنے ساتھیوں کو بتلایا تو اُن میں سے میر محمد حسن رئیسانی نامی شخص نے کہا کہ میں حضرت کا اُس وقت معتقد بنوں گا جب وہ آج ہمیں دنبے کے گوشت کے کباب کھلائیں گے۔ ایک اور نے خیال کیا کہ ہمیں جوار کی شیریں روٹی ملنی چاہیے، جو کچھی کے علاقے کی مشہور سوغات ہے۔

چنانچہ جب یہ سب کٹبار شریف آپ کی خدمت میں پہنچے تو سردار نے آپ کی خدمت میں ہرن پیش کئے۔ آپ نے ہنس کر فرمایا ہرن حسن کی ملکیت نہیں۔ بلکہ خدا کے پیدا کئے ہوئے جانور ہیں، مہربانی کر کے دوبارہ ایسا سوال مت کرنا۔

بعدازاں اپنے خلیفہ اللہ بخش سے فرمایا کہ دنبہ ذبح کر کے اُس کا جگر، دل اور گردے، مع نصف گوشت سردار صاحب کے ملازموں کو دے دیں، تا کہ وہ خود ہی کباب تیار کریں، نیز انہیں جوار کی روٹیاں بھی مہیا کر دیں۔

آپ کی اس کرامت کو دیکھ کر تمامی افراد اسی وقت آپ کے ہاتھ پر بیعت ہو گئے۔

وصال باکمال ☆ : آپ کا وصال باکمال ۲۷ ذیعقد بروز دوشنبہ ۱۲۷۴ھ بمطابق 1857ء کو ہوا۔

مزار پُرانوار والد گرامی کے پہلو میں درگاہ معلیٰ کٹبار شریف شہر گودھ صوبہ بلوچستان میں مرجع خاص و عام ہے جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب واذہان کو منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت پیر سیّد محمد یٰسین راشدی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: شیخ المشائخ، سراج العارفین، قطب الاقطاب، مخزم علوم سبحانی، معدن فیوض ربانی، عارف باللہ تاجدار ولایت حضرت سید محمد یاسین شاہ راشدی المعروف پیر صاحب جھنڈے دھنی اول بن امام العارفین، آفتاب ولایت حضرت سید محمد راشد شاہ المعروف پیر سائیں روزہ دھنی علیہم الرحمۃ گوٹھ رحیم ڈنہ کلہوڑ وعرف پرانی درگاہ تحصیل پیر جو گوٹھ ضلع میر پور میرس (سندھ) میں ۱۲۱۲ھ کو تولد ہوئے۔ شجرہ مبارکہ کی رو سے امام العارفین کے صاحبزادوں میں آپ کا چوتھا نمبر تھا۔

تعلیم وتربیت ☆: آپ نے اپنے والد ماجد حضرت امام العارفین کی زیر سرپرستی میں آستانہ معلیٰ پر درسی تعلیم حاصل کی۔

بیعت وخلافت ☆: اپنے والد ماجد سے سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ میں بیعت ہوئے انہی کی صحبت میں پروان چڑھے۔ مقامات سلوک طے کئے، مجاہدے وریاضتیں کیں۔

جھنڈے دھنی کا مطلب ☆: امام العارفین قدس سرہ کے وصال کے بعد بڑے صاحبزادے حضرت پیر سید صبغت اللہ شاہ اول رحمتہ اللہ علیہ سجادہ نشین ہوئے جس کے سبب ''پیر پگارہ اول'' کہلائے اور جھنڈا اپنے بھائی پیر سید محمد یاسین شاہ کے سپرد کیا جو کہ ''پیر صاحب جھنڈے دھنی'' کے نام سے موسوم ہوئے۔ افغانستان کے بادشاہ تیمور شاہ کے بیٹے زمان شاہ نے یہ ''جھنڈا'' سندھ میں اشاعت شریعت وتبلیغ اسلام کے اعتراف میں امام العارفین قدس سرہ کی خدمت اقدس میں ازراہ عقیدت واحترام پیش کیا تھا۔

پیر صاحب جھنڈے دھنی، صاحب العلم اول کے علاوہ ''مکانات والے'' بھی آپ کو کہا جاتا ہے جس کا سبب یہ ہے کہ آپ نے مختلف دیہات (گوٹھوں) میں قیام کیا تھا۔ مثلاً غ گوٹھ رحیم ڈنہ کلہوڑو، فرید آباد نزد ڈوکری اس کے بعد ٹھلاء شریف اور آخر میں سعید آباد (ہالا، حیدرآباد) کے نزدایک گوٹھ قائم فرمایا جہاں مستقل سکونت اختیار کی جس نے آپ کے حوالہ سے ''درگاہ'' شریف پیر سائیں جھنڈے دھنی'' کے نام سے برصغیر میں شہرت حاصل کی۔

اولاد وامجاد ☆: خداوند کریم نے آپ کو سات صاحبزادے عطا فرمائے:

(۱) سید امام الدین شاہ لاولد۔ (۲) سید محمد راشد شاہ لاولد۔ (۳) سید فضل اللہ شاہ شہید سجادہ نشین اول، جھنڈے دھنی دوئم لاولد۔ (۴) غوث الزمان حضرت پیر سید رشید الدین شاہ راشدی المعروف پیر سائیں بیعت دھنی، جھنڈے دھنی سوئم، مدفون درگاہ جھنڈا شریف۔ (۵) حضرت پیر سید ہدایت اللہ شاہ راشدی جامع ملفوظات متوفی ۱۳۳۲ھ مدفون ٹھلاء شریف۔ (۶) حضرت پیر سید صدیق الرسول شاہ راشدی مدفون ٹھلاء شریف۔ (۷) حضرت پیر سید محمد فاضل شاہ راشدی (شجرہ مبارکہ سادات راشدیہ)۔

آپ کے خلفائے نامدار☆: حضرت علامہ پیر سیّد زین العابدین شاہ راشدی مدظلہ العالی فرماتے ہیں آپ سے ...وں کی تعداد میں عوام وخواص بیعت تھے۔ان میں علماء ومشائخ، قاضی، سادات اور زمیندار وغیرہ سبھی شامل تھے۔آپ کے خلفاء ...متعلق معلومات نہ مل سکی اس لئے فقیر نے آپ کی ملفوظات شریف کی ورق گردانی کی جہاں تک مجھے اسماء گرامی دستیاب ہوئے، وہ ...ج ذیل ہیں:

☆ حضرت خلیفہ مراد علی نظامانی بلوچ۔ ماتلی۔ ☆ خلیفہ الہ داد نظامانی۔ ☆ خلیفہ سید محمد یعقوب شاہ۔ ☆ خلیفہ عبداللہ ...انی گوٹھ راجو نظامانی ضلع بدین۔ ☆ خلیفہ محمد ابوبکر۔ ☆ خلیفہ محمد ذاکر۔ ☆ سید شاہ رکن بن سید فیض محمد راشدی شاہ جو گوٹھ ...یرو ضلع لاڑکانہ۔ ☆ مولانا قاضی عبدالرسول

تصنیف وتالیف☆: رات بھر عبادت اور دن میں مریدین کی تربیت اور اس پر مستزاد یہ کہ کئی کئی ماہ تک دور دراز علاقوں ...بلیغی وروحانی دورہ کرنا، جس کے سبب آپ انتہائی مصروف رہا کرتے تھے۔اس کے باوجود ایک کتاب تحریر فرمائی۔

☆ صراط الطالبین (فارسی): آپ نے مرشد ومربی کے وصال کے بعد سلوک اور روحانی تربیت پر مشتمل یہ بے مثال کتاب ...ریر فرمائی۔اس میں طالب حق کو ذکر شریف کے چھ اقسام اور فکر کے انیس (۱۹) اقسام بڑی تفصیل سے سکھانے کا اہتمام فرمایا ہے۔

آپ کے صاحبزادے حضرت پیر سید ہدایت اللہ شاہ راشدی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں: ''کسی کامل سے اجازت لے کر صراط ...طالبین کا مطالعہ کریں اور وظائف میں مشغول ہوں تو سراپا فیض بن جائیں گے۔'' (ملفوظات شریف ص ۳۷)

تذکرہ علمائے اہل سنت سندھ کے مؤلف حضرت علامہ پیر سیّد زین العابدین شاہ راشدی مدظلہ العالی فرماتے ہیں میرے علم کے مطابق اس کتاب کا پہلا سندھی ترجمہ آپ کے صاحبزادے سید ہدایت اللہ شاہ نے کیا جو کہ قدیمی سندھی ہے، اس کے بعد حضرت قاضی ...خ محمد نظامانی رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ کیا اور مفتاح رشد اللہ میں شامل کیا، اس کے بعد مفتی غلام محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ مدرس جامعہ عربیہ قاسم العلوم درگاہ عالیہ حضرت مشوری شریف نے ترجمہ کیا جسے درگاہ مشوری شریف کے شعبہ نشر واشاعت نے ۲۰۰۱ء کو شائع کیا اور اب ادارہ قاسم العرفان کراچی نے اردو ترجمہ کی نوید سنائی ہے۔

☆ ملفوظات شریف (سندھی): آپ کے احوال، ارشادات، آداب، اخلاقیات اور درس سنت نبوی پر مشتمل ہے۔جس کے مطالعہ سے زندگی بنتی سنورتی نظر آتی ہے۔پیر کامل کی عظمت بھی واضح ہو رہی ہے کہ انہوں نے مریدین کی کس نہج پر تربیت وتعلیم فرمائی۔لیکن افسوس ہے کہ بہت مختصر ہے۔اس مجموعہ کے مرتب وجامع آپ کے صاحبزادے حضرت سید ہدایت اللہ شاہ راشدی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

شعر وشاعری☆: ''ملفوظات شریف پیر سائیں جھنڈے دھنی اول'' کے آخر میں بارہ صفحات پر آپ کی شاعری پھیلی ہوئی ہے جو کہ تمام سندھی زبان میں ہے۔آپ کا پیغام صوفیانہ ہے کہ انسان اپنی ذات کو پہچانے اور اپنی سوئی ہوئی صلاحیت کو اجاگر کرے۔ایسا نہ ہو کہ من کی دنیا سے لاتعلق ہو کر بیگانہ ہو جائے۔اس کے علاوہ شاعری میں سوز وگداز ومٹھاس دیدنی ہے۔''سید'' تخلص

اپنایا ہے۔

عادات وخصائل☆: حضور سیدنا امام العارفین رحمتہ اللہ علیہ پوری زندگی میں سنت مبارکہ پر سختی سے کاربند رہے ا
حال میں سنت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو اپنے عمل سے زندہ رکھا۔ آپ کی اسی ادا کو خلف رشید حضرت پیر صاحب جھنڈ
نے زندگی بھر قائم ودائم رکھا۔ اپنی زندگی کو شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ سے بچا کر، انتہائی سادگی، سخاوت، توکلت علی اللہ اور فاقہ کشی سے
مسکینی کو سنت نبوی سمجھ کر سینے سے لگایا۔ نہ مسند تھی، نہ مخصوص قسم کا آرائش سے لدھا ہوا کمرہ تھا۔ سارا دن طالبان حق کے ساتھ مع
چٹائی پر اللہ عزوجل کے گھر کچی مسجد شریف میں بسر کرتے تھے۔ جو ہوتا راہ خدا میں خرچ کر دیتے اور کل کے لئے بچا کر نہیں رکھتے تھے
ایک بار آپ نے تشکر نعمت کے طور پر فرمایا: ''مجھ سے مرشد کریم کی تمام متابعت (پیروی) پوری ہوئی ہے۔'' (ملفوظا
شریف ص ۲۲)

آپ فرماتے ہیں: ''دین کے علماء وہ ہیں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت نصیب ہوئی اور وہ جنہوں نے ا
ترک کر دیا وہ ظاہر کے علماء ہیں بلکہ درحقیقت وہ علماء نہیں ہیں۔''

ایک بار ایک ہزار روپیہ جمع ہوا تو آپ نے فرمایا: ''دل پر گرانی محسوس ہو رہی ہے'' یہاں تک کہ پوری رقم راہ خدا میں خرچ
دی پھر فرمایا: ''اب گرانی ختم ہوئی ہے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔''

ایک بار ایسا وقت بھی آیا کہ ایک پورا ماہ فقر وفاقے میں بسر ہوا، مہینہ بھر گھر میں چولہا نہیں جلا، بلکہ چنے یا مٹھی روٹی یا پھر فاقہ
وقت گزرتا تھا لیکن اس کے باوجود جماعت پر شوق وذوق کا غلبہ تھا۔

ہے معرفت کا راستہ شمشیر برہنہ
کانٹوں کی راہ چلتا ہے ہر عاشق جلیل
خود سید الرسل پہ تھے کفار خشت زن
ڈالے گئے تھے آگ میں اللہ کے خلیل
اے رہروان راہ طریقت! خدا گواہ
ٹکرائے گا جو تم سے وہ ہو جائے گا ذلیل

ایسے مسکینی کے حالات میں بھی اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل بھروسہ تھا اور طبیعت میں بے نیازی تھی۔ دین کا وہ درد وجذبہ تھا کہ
اپنی فکر نہیں، احساس ہے تو امت مسلمہ کا کہ ان تک دین کا پیغام پہنچائیں، غافلوں کو بیدار کرنا اور مردہ دلوں کو زندہ کرنا، مالک کا در
بھولنے والوں کو، مالک کی محبت کو جگانے کے لئے نہ معلوم کہاں کہاں تک دور دراز ریتی کے ان علاقوں میں قدم رنجہ فرمایا کہ انسانوں
میں دہشت وبربریت تھی، کوئی نماز پڑھنے والا نہیں، کہیں پانی عدم دستیاب تو کہیں بھوک افلاس سے انسان نڈھال تھے۔ سب کی دلجوئی
فرمائی اور محبت اکسیر سے بے مثال انسان تراشے۔ ان دنوں میں نہ پکے راستے تھے اور نہ ہی سفر کی سہولت کے لئے ٹرین وکوچ سروس کی

لیکن آپ نے تاحیات دور دور علاقوں تک سفر کر کے انسانوں کو بھولا ہوا سبق یاد دلایا نہ صرف یاد دلایا بلکہ روحانیت کی چاشنی سے
راز فرمایا اور طالبان حق کی ایسی تربیت فرمائی کہ انہوں نے بھی ہر آڑے وقت میں بھی ہمت مردانہ سے کام لیتے ہوئے بے مثال
نقش چھوڑے ہیں۔ آپ کے صاحبزادے حضرت پیر سائیں بیعت دھنی (آپ پر علامہ پیر سیّد زین العابدین شاہ راشدی مدظلہ العالی
ایک جدا کتاب تحریر کی ہے جو کہ درگاہ مشوری شریف سے چھپ چکی ہے) کی ذات والا اس قدر فیاض تھی کہ سندھ کا اکثر حصہ آپ
حلقہ ارادت میں داخل ہو چکا تھا جس میں علماء کرام و مشائخ عظام کی کثرت تھی۔

دین محمد وفائی لکھتا ہے: ''پیر صاحب ترک و توکل کے مالک تھے، تسلیم و رضا کے مجسمہ تھے، رضا الٰہی میں فنا کے مقام کو پہنچے
ئے تھے۔ توکل کی یہ حالت تھی کہ مسلسل فاقوں (بھوک) کی کیفیت رہتی لیکن اس کے باوجود کسی کے سامنے سوال نہیں کرتے،
عت کو یاد الٰہی کی تربیت دیتے اور اذکار میں مشغول فرماتے تھے۔ نماز کی پابندی اور قادری سلسلہ کے اذکار کا سختی کے ساتھ انتظام و
تمام فرماتے تھے۔ سندھی زبان میں کبھی کبھی کافی (شاعری کی ایک صنف) گن گناتے تھے جس میں تصوف اور عشق الٰہی کی رموز بیان
کی گئی ہیں۔ سندھ کے ٹالپر حکمران میر نور محمد خان ولد میر نصیر خان ٹالپر حیدر آبادی نے حضرت پیر صاحب سے گزارش کی کہ لنگر خانہ کے
گیر قبول فرمائیں۔ لیکن آپ نے دوٹوک الفاظ میں انکار کر دیا۔ آپ ہمیشہ کی طرح توکل پر گزارا کرتے تھے۔

آپ ہمیشہ فرماتے تھے کہ: ''مرشد کو چاہیے کہ وہ ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے مالک عزوجل سے غافل نہ ہو۔'' (ملفوظات
ریف ص ۷۲)

وصال باکمال☆: حضرت تاجدار ولایت پیر سائیں سید محمد یاسین شاہ راشدی رحمۃ اللہ علیہ نے زندگی کا آخری بار
ساڑھے چار ماہ کا روحانی دورہ فرمایا لاکھوں بندگان خدا زیارت سے فیضیاب ہوئے۔ اسی سفر کے دوران راجو خانانی گوٹھ میں ۱۵،
جب المرجب ۱۲۷۵ھ/ فروری ۱۸۵۹ء بروز ہفتہ، بوقت اشرق ۶۳ سال کی عمر میں مطابعت نبوی میں حقیقی سفر کا پیغام آیا اور آپ
واصل باللہ ہوئے۔

اس وقت مریدین، خلفاء کے علاوہ آپ کے تین صاحبزادے حضرت پیر سید رشید الدین شاہ، حضرت پیر سید ہدایت اللہ شاہ،
حضرت پیر سید صدیق الرسول شاہ اور خواہرزادہ (بھانجہ) پیر میاں سید عبدالرسول شاہ راشدی بھی موجود تھے۔ راجو نظامانی تحصیل
گولارچی ضلع بدین میں تدفین عمل میں آئی۔ لیکن ایک سال گزرنے کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے و جانشین پیر سید فضل اللہ شاہ
راشدی شہید نے جسم مبارک کو نکال کر لاڑکانہ لے کر آئے اور باقرانی اسٹیشن کے بالمقابل درگاہ ٹھلاء شریف (پیر جو گوٹھ) میں مسجد
شریف کے شمال میں دفن کیا۔ آپ کی مزار مقدس مرجع خلائق ہے۔

ایک سال کے بعد جب آپ کا جسم مبارک قبر سے باہر لایا گیا تو ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ ابھی تازہ وضو کر کے آرام فرما رہے
ہیں، تر و تازہ نورانی چہرہ مبارک دیکھ کر دل باغ باغ ہو رہا تھا۔

وصال کے بعد☆: آپ کے وصال کے وقت آپ کے صاحبزادے حضرت پیر سید رشید الدین شاہ عمر کے چھوٹے تھے،

بعد میں سلوک طے کرنے کا شوق دامن گیر ہوا۔ ایک روز چچا جان کے پاس پہنچے، عرض کی، انہوں نے فرمایا: برخوردار! جمعہ کو آنا
محبت کے غلبہ کے سبب بے آرام ہو گئے۔ عاشق صادق سے تاخیر برداشت نہ ہو سکی افسردہ ہوئے دل بھر کر آیا، مسجد شریف میں آ
بھر کر گریہ فرمایا۔ جب نیت سچی تو منزل آسان ہوتی ہے یہاں بھی یہی ہوا، آنکھوں سے آنسوں کی جھڑی لگنے کی دیر تھی کہ آواز آئی
رشیدالدین شاہ! آپ فرماتے ہیں کہ آواز میں کشش واپنائیت کے سبب دل کھینچا جارہا تھا سر اٹھایا آنکھیں صاف کر کے کیا دیکھا
کہ والد ماجد مرشد ومربی حضرت پیر سائیں محمد یاسین شاہ راشدی رحمتہ اللہ علیہ مزار شریف سے کمر تک نمایاں کھڑے ہیں اور مجھے
دیتے ہوئے فرمایا: بیٹا! کیوں رو رہے ہو؟ میں نے پوری حقیقت بیان کر دی۔ آپ نے فرمایا: بیٹا! کیوں اِدھر اُدھر بھاگتے ہو ہم
کھڑکی سے اس طرح فیض تقسیم کرتے ہیں (یہ کھڑکی درگاہ ٹھلاء شریف میں مسجد شریف میں ہے، کھڑکی مزار شریف کی طرف کھلتی
قریب آ تجھے طریقت ہم طے کرائیں گے۔ آپ فرماتے ہیں کہ بعد میں کتاب ''صراط الطالبین'' لے کر روزانہ مزار شریف پر حاضر
مزار شریف کے سامنے کھڑکی کے پاس بیٹھ کر سبق لیتا تھا۔ اس طرح پوری طریقت مبارکہ چالیس روز میں طے کی۔ سبحان اللہ!

پیر کامل صورت ظل اله — یعنی دید پیر دید کبریا
فیض حق اندر کمال اولیاء — نور حق اندر جمال اولیاء

اس حکایت سے چند مسئلے واضح ہوئے کہ:

۱۔ جب کوئی طالب حق آئے تو بغیر دیر کے تلقین کرنی چاہیے۔

۲۔ حضرت پیر سائیں نہایت سخی ہیں کہ وصال کے بعد بھی فیض بانٹ رہے ہیں فقط کوئی لینے والا ہو۔

۳۔ اللہ والوں کو اپنی اولاد کس قدر عزیز ہے کہ ان کا غم انہیں شاق گزرتا ہے۔

۴۔ اولیاء اللہ بعد وصال بھی مزار شریف میں زندہ جاوید ہیں اور طالب حق کو فیض پہنچاتے ہیں اور مشکل کے وقت
کی مشکل کو حل کرتے ہیں باذن اللہ تعالیٰ ﷺ

آخوند احمد ہالا والے مرحوم نے قطعہ تاریخ وفات کہا:

دل بآء و ناله بعد البعد منه
گفت: آه باللہ رضی اللہ عنه

۱۲۷۵ھ

آپ کا مزار پُر انوار باقرانی ریلوے اسٹیشن کے بالمقابل درگاہ ٹھلاء شریف پیر جو گوٹھ ضلع لاڑکانہ صوبہ سندھ میں مرجع خاص
عام ہے، جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

بحوالہ: تذکرہ انوار علمائے اہل سنت سندھ

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سلطان سردار بخش قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: خانوادہ سلطان العارفین کے روشن چراغ، مرد میدان جاہد و فی اللہ، ذبیح خنجر تسلیم و رضا، قتیل صمصام اقتلوفی سبیل اللہ، سلطان ملک بقا حضرت سلطان سردار بخش قادری رحمتہ اللہ علیہ لسان حق کے ترجمان و معارف ہیں۔

آپ کی ولادت، تربیت و تعلیم اور زندگی کے دیگر مراحل کے بارے میں مورخین خاموش ہیں۔ مناقب سلطانی کے حوالے سے صاحب تذکرہ اولیائے بھکر، جناب مہر نور محمد تھند صاحب رقمطراز ہیں کہ سلطان العارفین حضرت سلطان باھو علیہ الرحمۃ جب بھکر تھل کے علاقہ میں تشریف لائے تو اپنے خلیفہ حضرت سلطان حمید قادری علیہ الرحمۃ کے ہمراہ چلتے ہوئے آپ قصبہ سے باہر مشرقی جانب میدان چول میں ایک ٹیلے سے نیچے اتر کر اس جگہ تشریف لائے جہاں آج کل آپ کا مزار پُرانوار ہے، ان دنوں مزار کے ساتھ جانب جنوب ایک بہت بڑا جال کا درخت تھا، اس مقام پر حضرت سلطان باھو قادری علیہ الرحمۃ آرام فرما ہوئے، اور کچھ دیر بعد اپنے خلیفہ حضرت سلطان حمید قادری علیہ الرحمۃ سے فرمایا اے حمید یہ وہ جگہ ہے جہاں ہماری اولاد میں سے ایک شہید کا مزار بنے گا۔

شجرہ نسب ☆: آپ سلطان العارفین حضرت سلطان محمد باھو قادری علیہ الرحمۃ کی اولاد سے ہیں، آپ کا شجرہ نسب چند واسطوں سے حضرت سلطان العارفین سے اس طرح جا کر ملتا ہے۔

حضرت سردار بخش شہید قادری بن حضرت شیخ شاہ نواز بن حضرت شیخ خیر محمد بن حضرت شیخ نور محمد بن حضرت شیخ محمد حسین بن حضرت سلطان ولی محمد بن سلطان العارفین حضرت سلطان محمد باھو قادری رحمتہ اللہ علیہم اجمعین۔

آپ کو شہید کرنے کی سازش ☆: آپ کی عمر تقریباً 18-17 برس کی تھی کہ آپ اپنے جدّ بزرگوار حضرت سلطان العارفین حضرت سلطان باھو قادری علیہ الرحمۃ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اکثر سیاحت کے لئے سفر میں رہتے تھے۔ ایک مرتبہ سیاحت

کرتے ہوئے آپ ڈیرہ اسماعیل خان کے علاقہ سادات ''کانی کرم'' میں جا نکلے۔

اس علاقہ میں آپ کے بزرگوں کے زمانے سے ہزارہا لوگ آپ کے بزرگوں کے مرید چلے آرہے تھے، سادات کرم کانی بھی سلسلہ پیری مریدی سے منسلک چلے آرہے تھے جن کا خانوادہ الگ تھا۔

جب آپ اس علاقہ میں پہنچے تو آپ کے خاندان کے بزرگوں کے ہزارہا مریدوں کی اولادیں آپ کی طرف متوجہ ہونے لگیں۔

کانی کرم کے علاقہ میں آپ کے قیام کو ابھی تھوڑا عرصہ ہی گزرا تھا۔ کہ سادات کانی کرم نے محسوس کیا کہ اگر یہ حضرت سردار بخش یہاں تھوڑا عرصہ اور قیام پذیر رہے تو ہمارا سلسلہ پیری مریدی ختم ہو کے رہ جائے گا۔ اس لئے کہ چند ہی دنوں میں ہزارہا افراد دیوانہ وار آپ کے گرد جمع ہو چکے، آپ کی یہ عظمت و شہرت ان کو ایک آنکھ نہ بھائی، اور وہ اپنے آپ یعنی ''اپنی پیری مریدی'' کو بچانے اور آپ کو اپنے راستے سے ہٹانے کی فکر میں لگ گئے، مگر ان کے دل میں بار بار یہ خیال بھی رہتا تھا کہ آپ کے ہزاروں مریدوں کے سامنے مقابلہ بھی مشکل اور مخالفت ہمارے لئے نقصان کا سبب ہوگی۔

چنانچہ انہوں نے ایک خفیہ سازش تیار کی اور اس پر عمل درآمد کے لئے وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر ملتمس ہوئے کہ آپ ہمارے علاقہ میں بحیثیت مہمان تشریف لائے ہیں لہٰذا ہماری طرف سے ایک وقت کے کھانے کی دعوت قبول فرمائیں، آپ نے ان کی دعوت قبول کر لی، وقت مقرر پر انہوں نے آپ کے لئے جو کھانا تیار کیا تھا اس میں زہر ملا دیا۔

آپ مقرر وقت پر سادات کانی کرم کے ڈیرے پہنچے کھانے کے وقت جب کھانا سامنے لایا گیا تو آپ کو اس کی سازش کا بذریعہ کشف علم ہو گیا۔ آپ نے ان سے فرمایا۔ اے سادات کانی کرم میں آپ لوگوں کی سازش سے باخبر ہوں کہ تم نے میرے کھانے میں زہر ملا دیا ہے۔ باوجود اس کے کہ چونکہ امرِ الٰہی اسی طرح ہے، اور یہ ہو کر رہنا ہے، اس لئے میں تمہارا یہ کھانا مرضی مولا کے تحت کھا رہا ہوں، یہ الفاظ کہہ کر آپ نے لقمہ توڑ کر کھانا شروع کر دیا۔

چونکہ آپ کے چند مریدین بھی ہمراہ تھے، وہ آپ کی زبانِ ترجمان سے نکلنے والے جملے بھی سن چکے تھے، انہوں نے آگے بڑھ کر آپ کو کھانے سے روکنے کی کوشش کی مگر آپ چند لقمے تناول فرما چکے تھے۔

جب دیگر مریدین کو اس حقیقت کا علم ہوا تو سینکڑوں مریدین تلواریں نیام سے باہر نکال سادات کرم کانی سے لڑنے کے لئے تیار ہو گئے، آپ نے اپنے مریدین کو سختی سے منع فرما دیا اور وہاں سے اُٹھ کر مشرقی جانب چل دیئے اور درّہ عبور کر کے اپنے ایک مرید خاص شیر زمان موچی کے گھر پہنچے۔

تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ شیر زمان آپ کا بہت ہی زیادہ خدمتگار اور تابعدار مرید تھا، اس نے آپ کے قیام کے لئے ایک الگ کمرہ تعمیر کیا ہوا تھا، جس میں وہ کسی کو بھی داخل نہیں ہونے دیتا تھا۔

جب کبھی آپ اس طرف تشریف لے جاتے تو وہ آپ کے آرام اور قیام کے لئے کمرہ کھول دیتا تھا، جب آپ شیر زمان کے گھر پہنچے تو آپ نے اپنے ہمراہ سینکڑوں مریدین سے فرمایا چونکہ امرالٰہی اسی طرح تھا کہ ہماری شہادت اس طرح ہو لہٰذا میرا وقت قریب آن پہنچا ہے، موت برحق ہے، بالآخر ہم سب کو موت سے ہمکنار ہونا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے میری جائے مدفن بھی مقرر ہے، میرے وصال وشہادت کے بعد میری میت کو اُونٹنی پر رکھ دینا۔ جہاں بھی میری اونٹنی بیٹھ جائے وہیں مجھے دفن کر دینا۔ یہ تمام نصیحتیں کرنے کے بعد آپ کمرہ عبادت میں داخل ہو کر ذکر الٰہی میں مصروف ہو گئے، کچھ دیر کے بعد ذکر کی آواز بند ہوئی تو مریدین نے حجرہ عبادت میں داخل ہو کر کیا دیکھا کہ آپ حالت سجدہ میں شہادت کا جام پی چکے ہیں۔

چنانچہ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کے جسد اطہر کو صندوق میں رکھ کر آپ کی اونٹنی پر رکھ دیا، اونٹنی نے دربار حضرت سلطان العارفین کی طرف رُخ کر کے چلنا شروع کر دیا، اور دریائے سندھ پار کر کے بھکر شہر کے نزدیک اُس ٹیلہ پر آ کر بیٹھ گئی، جس کی طرف سلطان العارفین حضرت سلطان محمد باھو قادری علیہ الرحمۃ نے اشارہ کر کے فرمایا تھا کہ یہ جگہ ہمارے خاندان کے ایک فرد کی جائے مدفن بنے گی۔ مریدین نے اس مقام پر آپ کی نماز جنازہ ادا کی اور آپ کو دفن کر دیا۔

کشتگان خنجر تسلیم را ☆: آپ اپنے والدین کی اولاد میں اکلوتے تھے، والدگرامی کا وصال آپ سے بہت پہلے ہو چکا تھا۔ اب صرف آپ کی والدہ ہی بقید حیات تھیں، جن کے لئے آپ کی شہادت کا صدمہ ناقابل برداشت تھا، والدہ صاحبہ کو آپ کے غم میں ہمہ وقت آنسو بہانے کے علاوہ کوئی اور کام نہ تھا، نہ کھانے کا ہوش نہ پینے کی فکر، ہمہ وقت صدمے سے نڈھال، حتیٰ کے والدہ صاحبہ نے آپ کے مزارپُرانوار کے قریب ہی رہائش اختیار کر لی۔

تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ ایک رات آپ اپنی والدہ محترمہ کو خواب میں آ کر ملے اور عرض کی اماں جی ''غم نہ کرو میں تم سے ملنے روز آیا کروں گا'' لیکن یہ بات راز میں رہنے دینا، اگر یہ راز فاش ہو گیا تو پھر آپ سے نہ مل سکوں گا۔

آپ کی والدہ محترمہ کے پاس ایک خاتون بطور خدمتگار رہتی تھیں، آپ کی والدہ محترمہ نے اس کو حویلی کے دوسرے کمرے میں سونے کے لئے کہا مگر وہ آپ کی والدہ کے کمرے میں ہی سوتی تھی۔

آپ ہر روز اپنی والدہ کی آنکھیں ٹھنڈی کرنے کے لئے رات کو خواب میں آ کر ملتے، ان سے پیار محبت کی باتیں کرتے والدہ سے پیار لیتے، آپ کے آنے جانے کے بعد والدہ کے دل کے صدمے کا بوجھ ہلکا ہونا شروع ہو گیا اور وہ خوش وخرم رہنے لگیں۔

اس بات کو ایک مدت گزر گئی کسی کو اس راز کا علم نہ ہو سکا۔ ایک رات آپ والدہ سے ملاقاتی ہوئے، ماں بیٹا دونوں باہم گفتگو کر رہے تھے۔ کہ خادمہ کی آنکھ کھل گئی، اس نے دیکھا کہ ایک نوجوان مائی صاحبہ کے پاس بیٹھا محوِ گفتگو ہے، وہ حیران وششدر ہو کر آپ کی

والدہ کی چارپائی کے قریب آئی تو آپ کو دیکھتے ہی حیرانگی کے عالم میں کہا سائیں آپ زندہ ہیں؟

آپ نے والدہ محترمہ کی طرف دیکھا اور عرض کی اماں جی! راز فاش ہوگیا ہے، اب انشاء اللہ بروز قیامت ملاقات ہوگی، یہ کہہ کر آپ وہاں سے غائب ہو گئے، مگر اس واقعہ کے دو دن بعد آپ کی والدہ محترمہ کا وصال ہو گیا۔ آپ کے دربار کے موجود سجادہ نشین حضرت قبلہ پیر سلطان خیر محمد صاحب مدظلہ فرماتے ہیں کہ وہ خدمت گار خاتون اس کے بعد 130 برس تک زندہ رہیں اور دربار شریف پر حاضری دیتی رہی، اور میری پھوپھی صاحبہ سے اس بات پر اظہار ندامت کرتی تھیں کہ کاش میں حضرت سلطان سردار بخش قادری علیہ الرحمۃ اور ان کی والدہ کی ملاقات میں مخل نہ ہوتی۔

وصال با کمال ☆: آپ کا وصال با کمال شہادت کے ذریعہ ۱۲۶۷ھ تا ۱۲۷۷ھ بمطابق 1850ء اور 1860ء کے درمیان ہوا، مزار پُر انوار بھکر شہر محلہ سردار بخش میں مرجع خاص و عام ہے جہاں آج بھی اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر منہ مانگی مرادیں پا رہے ہیں۔

آپ کے دربار کے سجادہ نشین حضرت قبلہ پیر سلطان خیر محمد قادری صاحب انتہائی وضع دار شخصیت کے حاصل بزرگ ہیں، اکثر مریدین کی دعوت پر بلوچستان ڈیرہ اسماعیل خان کے دوروں پر رہتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سیّد شاہ غلام گیلانی قادری المعروف بہ آغہ میر جی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: قدوۂ ارباب کمال، زبدۂ اصحاب قال وحال، جامع کمالات انسانی، معدن فیوضات رحمانی، جامع علوم و معقول ومنقول، حاوی معالم فروع واصول، عالم، عارف، محدث، مفسر، صوفی باصفا، حضرت سیّد شاہ غلام گیلانی قادری المعروف بہ آغہ میر جی رحمتہ اللہ علیہ علم تفسیر اور حدیث میں اپنی مثال آپ تھے۔

آپ کی ولادت باسعادت شمس العلماء والمشائخ، امام الفقراء حضرت سید میر عیسیٰ شاہ گیلانی قادری علیہ الرحمۃ کے علمی وروحانی گھر واقع پشاور میں ہوئی۔

آپ کی ابتدائی تعلیم وتربیت اپنے عظیم والد گرامی حضرت سید میر عیسیٰ شاہ علیہ الرحمۃ کے ہاتھوں مکمل ہوئی۔ دیگر علوم دینیہ میں مختلف علماء سے مہارت تامہ حاصل کر کے علوم ظاہری میں تکمیل کی۔

آپ اپنے وقت کے چوٹی کے عالم وفاضل مدرس، محقق، ادیب اور بہترین خطیب اور عربی وفارسی کے بلند پایہ شاعر تھے، صوبہ سرحد، کابل، قندھار اور ہرات کے بڑے بڑے علماء آپ کی علمی صلاحیت کے معترف تھے، اور آپ کے سامنے زانوے ادب طے کرنے پر خوش نصیبی سمجھتے تھے۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے عظیم والد گرامی کے دستِ گرفتہ تھے، اور انہی سے خرقہ قادریہ پا کر سرفراز وممتاز ہوئے۔

سیرت وکردار ☆: آپ اپنے والد گرامی کے طریقہ پر قائم رہتے ہوئے قرآن مجید کا درس دیتے، ہر شب جمعہ کو حلقہ ذکر کراتے، لنگر ہر خاص وعام کے لئے ہمہ وقت جاری رہتا، صوبہ سرحد کے علماء اور مشائخ کو آپ بڑی قدر ومنزلت سے دیکھتے اور ان کے احترام واکرام میں کوئی کسر نہ چھوڑتے۔

زہد وتقویٰ، عبادت وریاضت میں آپ کی ذات عدیم المثال تھی۔ اخلاق محمدی کا عملی نمونہ ایسا کہ ہر خاص وعام اس کا کھلے دل سے معترف تھا۔ ہمہ وقت یاد الٰہی میں مشغول رہنا، خدمت قرآن وسنت اور سلسلہ عالیہ قادریہ کی اشاعت آپ کی طبیعت ثانیہ کا خاصہ رہا ہے، جس کا ہر شخص معترف رہا۔

غیرت فی الدین میں آپ بہت سخت اور باہمت ثابت ہوئے۔ کبھی کسی چھوٹے بڑے، اعلیٰ یا ادنیٰ کی تخصیص نہ کی، مذہبی امرا وزراء کے دروازوں پر چل کر گئے، نہ ہی ان کے احکام کو کبھی قبول کیا۔

ایک مرتبہ حاکم پشاور کے کان میں درد تھا، اس نے آپ کے پاس پیغام بھیجا کہ بہتر ہوگا کہ آپ تشریف لا کر میرے کان میں دم کریں، آپ نے کہلا بھیجا کہ وہ فقیر بہت ہی برا ہے جو امیر کے دروازے پر جائے، اتنا فرما کر آپ اپنے جدِ اعلیٰ حضرت سید ابوالبرکات حسن شاہ بادشاہ علیہ الرحمۃ کے مزار پُر انوار پر تشریف لے گئے، فاتحہ شریف پڑھی جب وہاں سے یکہ توت واپس پہنچے تو وہ حاکم مذکور پالکی میں سوار آ رہا تھا۔ آپ نے اُسی وقت دم کیا، اور اس کے حق میں دعا کر کے رخصت کر دیا۔

شعر و شاعری ☆: آپ اگرچہ علوم ظاہری و باطنی میں مکمل مہارت تامہ اور اُس وقت کے علماء میں علم و فضل کے بادشاہ تسلیم کئے جاتے تھے، اور شیوخ زمانہ تصوف و سلوک و معرفت میں عدیم المثال تسلیم کرتے تھے اس کے باوجود فارسی کے بلند پایۂ شاعر بھی تھے، آپ کی شاعری دنیاداروں کی مدح سرائی کے لئے قطعاً نہ تھی۔ بلکہ آپ کی شاعری میں عشقِ الٰہی اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضور غوث الثقلین محبوب سبحانی الشیخ السید نا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے دیدار کے ذوق و شوق میں ڈوبی ہوئی تھی۔

آپ کی شاعری متین، سنجیدہ اور پاکیزہ الفاظ و خیالات کا مرکز و محور تھی۔ سلوک و معرفت کے اونچے اونچے مقامات آپ نے نہایت ہی سادہ الفاظ میں بیان فرمائے ہیں۔ جنہیں پڑھ کر سالک اپنی منزل کو آسانی سے پا سکتا ہے۔

آپ کی مناجات کو اللہ رب العزت کی بارگاہ میں اتنی قبولیت نصیب ہوئی کہ مساجد میں اور عرسوں کی محافل و مجالس میں ان مناجات کو پڑھ کر دعائیں مانگی جاتی ہیں۔

فارسی زبان میں آپ کی لکھی ہوئی نعت شریف حسب ذیل ہے۔

چوں روز حشر بردار نبرد حق مرا خوانند
دراں ساعت بایں عاصی نداکن یارسول اللہ
چوں از خویشاں جفا دیدم ہما مکرود نما دیدم
پشت حبیبِ بدر یدم و فاکن یارسول اللہ
برائے دیدن روئیت شفیع آوردہ ام سویت
جناب چار یارت راھدا کن یارسول اللہ
برائے اہل بیت خود مکن ازدر مرا تو در
ازاں لعل لبِ نوشیں دوا کن یارسول اللہ
سیاہ رو میرجی بردرستادہ حاجتش بنگر
بپاس شاہ جیلانی روا کن یارسول اللہ

حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں آپ استغاثہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں

ز ہجراں دل تباہم من اغثنا یا شہہ جیلان
زعصیاں روسیا ہم من اغثنا یا شہہ جیلان
زنا رعشق افروزم مثال شمع می سوزم
بحال بدشب وروزم اغثنا یا شہہ جیلان
بہ ہجرم تابہ کے مانی، برائے وصل کے خوانی
بکن باذات خود فانی اغثنا یا شہہ جیلان
سگ سیّد حسن ہستم گرفتہ درازل دستم
زشوقت من ہمیں مستم اغثنا یا شہہ جیلان
غلام حضرت فاضل سگم غوث حق کامل
زحق ایں فیض شد نازل اغثنا یا شہہ جیلان
بحضرت عابد و باقر بحضرۃ شاہ آں شاکر
بسیّد موسیٰ ذاکر اغثنا یا شہہ جیلان
سزدائے عیسےٰ عالی چرا اے میرجی نالی
کہ داری ایں چنیں والی اغثنا یا شہہ جیلان

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۲۰ ماہ شعبان المعظم ۱۲۸۲ھ بمطابق 1865ء کو ہوا۔ مزار پُرانوار باغ وزیر خان پشاور شہر صوبہ سرحد میں حضرت سید ابوالبرکات سید حسن شاہ کے احاطہ میں مرجع خاص و عام ہے جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

فقیر راقم الحروف کو تادم تحریر ایک مرتبہ آپ کے دربار کی حاضری نصیب ہے، اس موقع پر راولپنڈی کے شعلہ نوا خطیب علامہ محمد ثناءاللہ قادری صاحب اور جناب صوفی حامد نواز نقشبندی آف حیال شریف بھی ہمراہ تھے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت میاں محمد اکرم قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: ولی ابن ولی، کامل ابن کامل، عارف ابن عارف، پیشوائے جمیع اہل فضل وکمال، صاحب کشف وکرامات، جامع الصفات والحسنات حضرت میاں محمد اکرم رحمتہ اللہ علیہ قطب الارشاد ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت اپنے زمانے کے عظیم شیخ کامل حضرت میاں محمد حیات قادری بن میاں محمد کامل قادری علیہم الرحمۃ کے علمی وروحانی خانوادے واقع کٹبار شریف گودھ شہر صوبہ بلوچستان میں ہوئی۔ آپ کا گھرانہ علم وفضل کی دولت سے مالا مال اور پورے علاقے اور دور دراز کے لوگ آ کر آپ کے بزرگوں سے ظاہری وباطنی علوم میں استفادہ کرتے تھے، ایسے علمی وروحانی ماحول میں آپ نے اپنے بزرگوں سے ظاہری وباطنی علوم میں استفادہ کیا۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے والد گرامی حضرت میاں محمد حیات قادری بن میاں محمد کامل قادری کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف تھے۔ اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز وممتاز ہو کر ان کے جانشین بن ان کی مسند کے وارث قرار پائے۔

سیرت وکردار ☆: آپ انتہا درجہ کے نیک متقی اور پرہیز گار تھے، زمینداری اور گھر کے کام کاج بھی اپنے ہاتھوں انجام دیتے تھے، اس کے علاوہ آپ کو موٹے تازے خوب پلے ہوئے گھوڑے رکھنے کا بھی شوق غالب تھا، کبھی کبھی شکار سے بھی دل بہلاتے تھے۔

آپ کا زیادہ تر وقت دینی معاملات میں گزرتا، صبح کے وقت تلاوت قرآن پاک اور دلائل الخیرات شریف کا ورد بھی اپنے معمولات میں فرق نہ آنے دیا۔

اپنی مسجد میں نماز پنجگانہ کی امامت خود فرماتے، پرہیز گاری کا عالم یہ تھا کہ نماز کے لئے جدا کپڑے مقرر کر رکھے تھے، جو صرف نماز کے وقت ہی زیب تن فرماتے تھے۔

آپ کے صاحبزادے کا مرتبہ بلند اور وصال باکمال ☆: آپ کے ایک صاحبزادے میاں عبدالرسول قادری جو علیم وحیاء اور تقویٰ وپرہیز گاری کے زیور سے مرصع تھے، باطنی حسن کے علاوہ خداوند عالم نے ظاہری حسن وجمال سے بھی

خوب نوازا ہوا تھا۔ جس کی بنا پر لوگ انہیں یوسف ثانی کے نام سے پکارتے تھے۔

جب وہ سن شعور کو پہنچے تو کنڈ شہر کے معروف عالم دین میاں نور محمد کی خدمت میں رہ کر اکتساب علم کرتے رہے، بعد میں گوٹھ شہر میں مولوی میاں قادر بخش صاحب سے فارسی کی درسی کتب اور صرف ونحو وغیرہ کی کتابیں پڑھیں۔

اسی اثنا میں اتفاقاً سندھ اور کچھی کے علاقہ میں ہیضہ کی وبا پھوٹ گئی، آپ فی الفور وہاں پہنچے اور صاحبزادے کو اپنے ساتھ واپس کٹبار لے آئے، مگر آپ کو بذریعہ کشف یہ معلوم ہو گیا تھا کہ صاحبزادے سے فراق کا وقت بہت قریب ہے جس کی وجہ سے آپ پورے راستے اپنے صاحبزادے عبدالرسول سے محبت وشفقت کا اظہار فرماتے رہے۔

کٹبار شریف میں بھی ہیضہ کی بیماری کا اثر ظاہر ہو چکا تھا، آپ نے اپنے صاحبزادے میاں عبدالرسول اور صاحبزادہ میاں تاج محمد (خلف الرشید میاں محمد حسن) کو برڑہ شہر کے قریب پیر سید امین شاہ صاحب کی خانقاہ مقدسہ کی زیارت کے لئے بھیج دیا۔

اتفاقاً اُسی شہر میں آپ کے صاحبزادے میاں عبدالرسول پر اس مہلک بیماری کا حملہ ہوا جس کی بنا پر آپ اپنے اعزا کے ہمراہ وہاں پہنچے اور صاحبزادہ عبدالرسول صاحب کو واپس کٹبار شریف لے آئے۔ واپس آنے کے بعد صاحبزادہ صاحب کا ۱۲ ذیقعد ۱۲۷۸ھ بمطابق 1861ء کو وصال ہو گیا۔

کہتے ہیں کہ جب تجہیز وتکفین سے فارغ ہو چکے اور جنازہ اٹھانے لگے تو صاحبزادہ عبدالرسول کی والدہ اس جانکاہ حادثے کی متحمل نہ ہو سکیں اور بے اختیار ہو کر گریاں ونالاں کرتے ہوئے بیٹے کی میت کے اوپر گر پڑیں۔

موقع پر موجود سینکڑوں لوگوں نے دیکھا جو جنازہ اٹھانے آئے تھے کہ متوفی صاحبزادے نے اپنی آنکھیں کھول کر اپنی والدہ ماجدہ کی جانب دیکھا، حاضرین مجلس اس کیفیت سے حیران رہ گئے اور ان میں سے بہت سے بے ہوش ہو گئے۔

اس صاحبزادے کے وصال کے بعد آپ اکثر مغموم ومحزون رہنے لگے، اور گھوڑے کی سواری اور لباس فاخرہ پہنا چھوڑ دیا۔

کشف وکرامات ☆: ایک مرتبہ آپ سیّد حسین شاہ خلف الرشید میاں راجن شاہ علیہم الرحمۃ کی دعوت پر لاڑکانہ صوبہ سندھ تشریف لے گئے، سیّد حسین شاہ کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی، اس نے آپ کی خدمت میں درخواست کی کہ آپ میرے ہمراہ مخدوم اسماعیل صاحب پریا کو والہ کے مزار پر چل کر اولاد کے لئے دعا فرمائیں، آپ پاس خاطر کے لئے ان کے ہمراہ چل دیئے۔ راستے میں ایک ہندو جوگی کی قبر تھی جب آپ کا وہاں سے گزر ہوا تو سید حسین شاہ نے امتحان کی غرض سے آپ سے کہا کہ اگر پہلے اس قبر پر فاتحہ پڑھ لیں تو بہتر ہوگا۔

چنانچہ دونوں گھوڑے سے اُتر کر قبر کے قریب پہنچے تو آپ نے فرمایا "فاتحہ کو چھوڑیئے یہ کافر ہے اور جہنم کے عذاب میں مبتلا ہے، یہ سنتے ہی سیّد حسین شاہ آپ کے قدموں میں گر گئے اور کہنے لگے بے شک یہ کافر ہے، میں نے تو امتحان کی غرض سے کہا تھا، قصہ مختصر یہ کہ آپ نے حضرت مخدوم اسماعیل علیہ الرحمۃ کے مزار پر دعا کی، جس کی بدولت خداوند عالم نے حضرت سید حسین شاہ کو فرزند عطا فرمایا۔

کرامت نمبر۲ ☆: ایک روز آپ محمد خان گرانی سے کسی بات پر ناراض ہوئے، اُس نے اپنے دل میں آپ کے بارے

بغض و کینہ رکھا، ایک بار آپ چند لوگوں کے ہمراہ بھاگ سے آ رہے تھے، محمد خان اپنے کھیتوں کو پانی دے رہا تھا۔ آپ نے ہمراہیوں سے پوچھا یہ محمد خان ہے یا کوئی اور، ساتھیوں نے عرض کی حضور محمد خان ہی ہے اور دانستہ آپ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوا، بعض نے کہا شاید دیکھا نہیں ہوگا۔

آپ نے فرمایا شاید اندھا ہو گیا ہو اور ہمیں نہ دیکھا ہو۔ اللہ کی قدرت دیکھئے اسی روز اُس کی آنکھوں میں ایسا درد اُٹھا کہ وہ چار پانچ روز میں نابینا ہو گیا۔

کرامت نمبر۳ ☆: ایک دن نہال اپری کے بیٹے کوڑا اور دلاور آپ کو اُس قبرستان میں لے گئے جہاں اُن کے والد کا مدفن تھا، وہاں پہنچ کر دونوں نے عرض کی کہ آپ مقبرہ کے اندر تشریف لے چلیں اور ہمارے باپ کی قبر پہچان کر فاتحہ پڑھیں، آپ نے کئی مرتبہ انکار کیا اور فرمایا کہ پہلے تم مجھے اپنے والد کی قبر بتاؤ پھر میں شریعت کے مطابق فاتحہ پڑھوں گا، لیکن وہ اپنی بات پر بضد رہے، چار و نا چار آپ قبرستان میں گئے قبر کی شناخت کر کے فاتحہ پڑھی، آپ کا یہ کشف اور کرامت دیکھ کر کوڑا اور دلاور دونوں آپ کے مخلص مرید بن گئے۔

وصال با کمال ☆: آپ کا وصال با کمال ۲۱ شعبان المعظم ۱۲۸۵ھ بمطابق 1868ء کو ہوا۔

مزار پُر انوار کٹبار شریف شہر گودھ صوبہ بلوچستان میں مرجع خاص و عام ہے، جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کے بعد آپ کے چچازاد بھائی حضرت میاں غلام حیدر قادری سجادہ نشین مقرر ہوئے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سیّد غوث علی شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: قطبِ ابرار، عاشق، معشوق، آفتاب ولایت، قدوۂ السالکین، برھان الواصلین، حضرت سیّد غوث علی شاہ صاحب قادری پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب بتیس واسطوں سے حضرت نبی مختار مدینے کے تاجدار احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے جاملتا ہے۔آپ حسنی حسینی سیّد ہیں آپ کے والد بزرگوار کا اسم گرامی سیّد احمد کبیر علیہ الرحمۃ ہے۔ جو اپنے زمانے کے بہت بڑے ولی کامل ہوئے ہیں دور دور تک ان کی ولایت کا شہرہ تھا۔اسی طرح آپ کی والدہ ماجدہ بھی صاحبِ جذب وسکر تھیں۔

آپ کی ولادت باسعادت جمعہ کے روز ماہ رمضان المبارک ۱۲۱۹ھ بمطابق 1804ء میں موضع اتھاون میں ہوئی۔آپ کا نام نامی اسم گرامی سیّد غوث علی شاہ تھا۔

تعلیم وتربیت ☆: آپ کے والد ماجد نے آپ کو دہلی بلایا اور آپ کی تعلیم کی تکمیل دہلی میں ہی ہوئی۔آپ نے حدیث و فقہ کی کتب حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اور مولانا شاہ محمد اسحاق سے پڑھیں۔منطق ودینیات کی تعلیم آپ نے مولوی فضل امام صاحب خیرآبادی سے حاصل کی۔مثنوی مولانا روم علیہ الرحمۃ آپ نے مولوی قلندر علی جلال آبادی سے پڑھیں۔آپ کو علم ہیئت ودیگر علوم ظاہری وباطنی میں دستگاہ حاصل کی۔

بیعت وخلافت ☆: آپ کئی سلسلوں میں بیعت ہیں اور کئی سلسلوں کے بزرگوں سے خرقۂ خلافت پا کر سرفراز ہوئے سب سے پہلے آپ اپنے والد بزرگوار سیّد احمد کبیر رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔ان کے علاوہ حضرت سیّد لعل شاہ کے روحانی فیوض برکات سے مستفید ومستفیض ہوئے۔خاندان سہروردیہ میں آپ حضرت سیّد فدا حسین رسول شاہیؒ کے مرید وخلیفہ ہیں۔خاندان قادریہ میں آپ حضرت سیّد اعظم علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے مرید وخلیفہ ہیں۔نقشبندی سلسلہ میں آپ حضرت حبیب اللہ شاہ علیہ الرحمۃ کے مرید وخلیفہ ہیں۔

نوٹ ☆: خاندان چشتیہ میں آپ حضرت امیرالدین علیہ الرحمۃ کے مرید وخلیفہ ہیں۔مگر آپ پر خاندان قادریہ کے بزرگوں کا تصرف اور رنگ ہی غالب رہا۔

سیر و سیاحت ☆: آپ نے ہندوستان کی سیر و سیاحت کے بعد مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، بغداد شریف۔ نجف اشرف۔ بیت المقدس۔ مصر۔ روم و شام کی سیر و سیاحت فرمائی۔ مقامات مقدسہ پر حاضری دے کر روحانی فیوض و برکات سے مستفید ہوئے بہت سے درویشوں سے جن کی تعداد نواسی (۷۹) کے قریب ہے ملاقات کی اور ان کے روحانی اور باطنی فیوض و برکات سے مستفید ہوئے اس کے علاوہ آپ نے بہت سے جوگیوں، سنیاسیوں، دیگر مذاہب کی بزرگ ہستیوں سے ملے اور اُن سے استفادہ کیا۔

سیرت و کردار ☆: آپ قطب ارشاد تھے آپ کو مرتبہ غوثیت بھی حاصل تھا آپ کمالات باطنی میں یکتا اور توحید میں لاثانی تھے۔ آپ کو نسبتِ جذب حاصل تھی۔ ترک تجرید، قناعت و توکل، ریاضت و مجاہدہ میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ کی سخاوت کا یہ حال تھا کہ جو کچھ آتا اسی وقت محتاجوں۔ بیواؤں اور مسکینوں کو تقسیم کر دیتے تھے کوئی سائل آپ کے دروازے سے کبھی خالی نہ گیا۔ خوراک آپ کی بہت کم تھی۔ کھانا سادہ پسند فرماتے تھے۔ لباس سفید اور سادہ ہوتا تھا۔ رنگین کپڑے نہیں پہنتے تھے۔ آپ کو علم ظاہری اور علم باطنی میں کمال حاصل تھا آپ منبع شریعت و طریقت تھے۔ فصاحت و بلاغت اور متانت میں بے نظیر تھے۔

تعلیمات ☆: آپ کی تعلیمات اہل ذوق و شوق، اہل تصوف اور اہل عرفان ہی کیلئے مفید نہیں بلکہ ہر شخص آپ کی تعلیمات سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اسلام کی ترقی کا دارومدار اتفاق اولوالعزمی اور غیرت پر ہے۔

(نمبر۲) آپ طالب حق کو ہدایت فرماتے تھے کہ غیر اللہ سے کبھی کسی حاجت کے واسطے سوال نہ کرنا۔ کیونکہ سوال کرنا اصول طریقت کے بالکل خلاف ہے۔ اس لئے کہ حصول مقصد اصلی اسی پر منحصر ہے۔ کہ طالب ماسویٰ اللہ سے بے سروکار ہو اور موجودات عالم سے قطع تعلق کرے سوال کرنا فقر کی شان و عظمت کے منافی اور سبب تذلیل ہے یہ فعل اعزاز فقر کے پاک و شفاف دامن پر بدنما دھبہ لگاتا ہے۔

کشف و کرامات ☆: ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا وہ عسرت اور تنگی معاش سے پریشان تھا۔ آپ سے دعا کا خواستگار ہوا۔ آپ نے اس کو ایک چٹکی خاک دی اور تاکید فرمائی کہ اس کو سرہانے رکھنا اور فجر کی نماز کے بعد اکیس مرتبہ پڑھا کرنا:

اے کریمے کہ از خزانہ غیب، گبرو ترسا وظیفہ خود داری
دوستاں را کجا کُنی محروم، تو کہ بادشمنا نظر داری

ترجمہ ☆: اے وہ کریم کہ غیب کے خزانے سے مومن و کافر کو وظیفہ خودداری عنایت کرتا ہے۔ تو دوستوں کو کب محروم کرتا ہے جبکہ دشمنوں پر بھی تیری نظر کرم ہے۔

اس شخص نے ایسا ہی کیا۔ اس کو پانچ روپے روزانہ سرہانے کے نیچے سے ملنے شروع ہو گئے۔ کچھ دنوں کے بعد اس شخص نے آپ کی ہدایت کے خلاف اس بات کا ذکر لوگوں سے کر دیا چنانچہ اسی روز سے پیسے ملنے بند ہو گئے۔

کرامت ۲ ☆: ایک شخص عطا محمد کو دولت تو ملی تھی لیکن اولاد کی دولت سے محروم تھا۔ ضعیف ہو گئے تھے مگر اولاد کی آرزو باقی تھی۔ عطا محمد نے آپ سے عرض کیا حضور خدا کا دیا سب کچھ ہے مگر اولاد جیسی دولت سے محروم ہوں۔ دعا فرمائیں آپ نے فرمایا

عطا محمد خدا نے چاہا تو بیٹا ہوگا۔

چنانچہ آپ کی دعا سے عطا محمد کا گھر روشن ہوا۔ عطا محمد اپنے بچے کو آپ کے پاس لائے آپ نے بچے کے سر پر اپنا ہاتھ پھیرا۔ پھر دوسرا ہاتھ عطا محمد کے سر پر رکھا۔ اور فرمایا:

پیرے کہ دم زعشق زند بس غنیمت است
از شاخ کہنہ میوۂ نورس غنیمت است

ترجمہ☆: آخری عمر میں عشق ہو جانا غنیمت ہے، پرانی شاخ پر تازہ پھل غنیمت ہے۔

کرامت ۳☆: ایک شخص جو پانی پت میں نائب تحصیل دار تھا آپ سے بہت عقیدت رکھتا تھا اس نے کوئی امتحان دیا اور کامیابی کی دعا کے لئے آپ کے پاس حاضر ہوا اور کہنے لگا حضور اگر ملازمت مستقل ہو جائے تو کیا ہی اچھا ہو۔ آپ اس کی بات سُن کر مسکرائے اور پھر اُس سے مخاطب ہو کر فرمایا ایسی بشارت اول باپ ہی دیا کرتا ہے۔

چنانچہ وہ شخص جب گھر پہنچا تو اس کو اس کے اپنے والد کا خط ملا اس وقت وہی خوش خبری اس کے والد نے تحریر کی تھی۔

کرامت ۴☆: پنڈت شومدت دھلی میں کمشنر کے ملازم تھے کمشنر ان سے کسی بات پر خفا ہو گیا اُس نے اس کو برخاست کرنے کی دھمکی بھی دی پنڈت جی کو آپ سے بے حد عقیدت تھی وہ دہلی سے پانی پت آئے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک مرتبان میں مربہ بھرا ہوا تھا۔ آپ کو پیش کیا آپ نے پنڈت جی سے دریافت فرمایا۔ کہ مرتبان میں کیا ہے۔ پنڈت جی نے عرض کیا کہ حضور کے لئے مربہ لایا ہوں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ بہت خوب مربی بیاؤ مربہ بخور پھر پنڈت جی نے سارا قصہ آپ کے گوش گزار کیا۔ آپ نے فرمایا کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں سب ٹھیک ہو جائے گا۔ اور میاں تم کو اس نے ڈپٹی کر دیا ہے۔ تم پریشان نہ ہو خدا فضل کرے گا۔ وہ بھی مہربان ہوگا۔ بعد ازاں پنڈت جی کو معلوم ہوا کہ واقعی کمشنر نے ان کو ایکسٹرا اسسٹنٹ بنانے کی پرزور سفارش کی ہے۔ کچھ ہی دنوں کے بعد پنڈت جی ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ہو گئے۔

وصال باکمال☆: آپ نے زندگی کے آخری ایام پانی پت میں گزارے۔ قلندر صاحب کے مزار کے ایک حجرے میں قیام پذیر رہے۔ آپ کا وصال باکمال ۲۶ ربیع الاول ۱۲۹۷ھ بمطابق 1879ء کو ہوا۔ مزار پر انوار پانی پت میں آج بھی مرجع خاص وعام ہے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت علامہ قاضی محمد نور کمال قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆ : ہمالۂ علوم، جامع معقول و منقول، شیخ یگانہ، مرشد زمانہ، تیغ بے نیام، ضیغم اسلام، حضرت علامہ مولانا قاضی محمد نور کمال قادری رحمتہ اللہ علیہ جامع الصفات وحسنات ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ولی العصر، فاضل اجل حضرت علامہ قاضی نور احمد ہاشمی کے علمی وروحانی گھر واقع میانوالی شہر میں ہوئی۔
آپ قوم کے لحاظ سے قریشی ہاشمی اور عیسیٰ خیل ضلع میانوالی کے خوانین کے مذہبی وروحانی پیشوا ہیں۔ آپ عیسیٰ خیل کے مشہور علمی وروحانی قاضی خاندان کے عظیم چشم و چراغ ہیں، آپ کے خاندان میں بڑے بڑے جید علماء ہو گزرے ہیں۔ زمانے کے بڑے بڑے کاملین نے آپ کے بزرگوں اور آپ کے سامنے زانوے تلمذ طے کر کے علمی استفادہ کیا ہے۔

بھور شریف ضلع میانوالی کی معروف علمی وروحانی شخصیت حضرت خواجہ پیر فتح محمد نقشبندی بھوروی علیہ الرحمۃ نے آپ کے سامنے زانوے تلمذ طے کر کے علمی تشنگی دور فرمائی۔ حضرت بھوروی اکثر فرماتے تھے کہ حضرت قاضی نور کمال قادری رحمتہ اللہ علیہ نے مجھے علم سے اس قدر نوازا ہے کہ پھر مجھے دوبارہ کسی استاد کے پاس جانے کی حاجت نہیں رہی۔

حضرت بھوروی کے علاوہ قاضی محمد حفیظ اللہ مرحوم جو آپ کے بھانجے بھی ہیں، حضرت علامہ قاضی محمد لطیف اللہ صاحب اور قاضی محمد جلال صاحب جو آپ کے بھتیجے ہیں وہ بھی آپ کے نامور شاگردوں میں شامل تھے۔

اس طرح آپ کے قائم کردہ علمی مرکز دینی ادارے سے مولوی مفتی محمود سابق وزیر اعلیٰ سرحد، سربراہ جمعیت علمائے اسلام، اور جامعہ اشرفیہ لاہور کے شیخ الحدیث علامہ مفتی محمد موسیٰ خان بھی فارغ التحصیل ہیں۔

بیعت و خلافت ☆ : آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں شمس العرفا زبدۃ الاولیاء حضرت اخوند عبدالغفور قادری سیدو شریف سوات والوں کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔

جب آپ حضرت اخوند صاحب کی خدمت میں جا رہے تھے تو آپ کے دل میں تین سوالات پیدا ہوئے اور دل میں سوچا کہ اگر اخوند صاحب نے میرے سوالوں کا جواب میرے بتائے بغیر دے دیا تو بیعت اختیار کر لوں گا ورنہ واپس لوٹ آؤں گا۔

آپ کے دل میں پہلی بات تو یہ تھی کہ میں نسوار استعمال کرتا ہوں اور دل میں خواہش تھی کہ حضرت اخوند صاحب اس کے استعمال
جازت دے دیں، دوسری خواہش دل میں یہ تھی کہ بے موسم کا پھل ملے، تیسری خواہش ایک نایاب کتاب کے بارے میں تھی۔
چنانچہ آپ حضرت اخوند صاحب کے پاس پہنچے تو اخوند صاحب نے فرمایا قاضی صاحب نسوار سونگھ لیں، اس کے بعد حضرت
صاحب نے اپنے خادم خاص سے فرمایا کہ فلاں صندوق سے فلاں پھل نکال لاؤ اور قاضی صاحب کو پیش کردو، اس کے بعد اخوند
صاحب نے آپ کو مطلوبہ نایاب کتاب بھی عنایت فرمادی۔
چنانچہ ان تینوں باتوں کے پورا ہونے کے بعد آپ نے حضرت اخوند عبدالغفور قادری علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت
داخل۔

کشف وکرامات ☆: ایک مرتبہ رمضان المبارک کے مہینہ میں آپ عیسیٰ خیل کے پٹھان قبائل، خانی خیل، عیسب خیل،
خیل کے ہمراہ لاہور تشریف لے گئے۔ مغرب کا وقت قریب تھا آپ اپنے ساتھیوں سمیت لاہور کی بادشاہی مسجد میں تشریف لے
آپ سمیت تمام ساتھی روزے کی حالت میں تھے، جب افطاری کا وقت آیا تو مسجد میں پہلے سے موجود کسی بھی شخص نے افطاری کا
پوچھا۔
تمام قبائل کے افراد نے آپ سے عرض کیا قاضی صاحب ان لوگوں کے اس ناشائستہ رویہ پر کوئی کرامت دکھائیں، آپ نے
اللہ جل شانہٗ مالک اور رازق ہے۔
چنانچہ عشاء کی اذان ہوئی نماز کے بعد نماز تراویح شروع ہوئی تو بادشاہی مسجد کا حافظ جو بہت پختہ منزل کا حافظ تھا اور بڑی ہی
سے قرآنِ حکیم پڑھنے کی مہارت رکھتا تھا، سب نے اُس کی اقتداء میں نماز تراویح شروع کی۔ اتفاقاً حافظ صاحب سے سہواً ایسا
ادا ہوگیا، جس کے ادا ہونے سے معنیٰ کفریہ بن جاتا ہے، آپ نے لقمہ دیا حافظ صاحب نے لقمہ نہ لیا۔ آپ نے تین مرتبہ لقمہ دیا،
ری مرتبہ آپ نے سلام پھیر کر تمام نمازیوں کو مخاطب کر کے فرمایا سلام پھیر دو سب کی نماز ٹوٹ گئی ہے۔
چنانچہ حافظ صاحب نے بھی سلام پھیر دیا اور بڑے جوش میں کہا آپ کوئی قاضی نور کمال ہیں جو مجھے ٹوک رہے ہیں۔ آپ
جواباً فرمایا ہاں میں قاضی نور کمال ہی ہوں، یہ کہہ کر آپ نے فتاویٰ پر لگانے والی مہر کی انگوٹھی حافظ صاحب کے سامنے کر دی،
تو تمام لوگ قدموں میں بچھے بچھے جانے لگے، اور نماز مکمل ہونے کے بعد آپ کے لئے انواع واقسام کے کھانے منگوائے
نے لگے، اور آپ کے لئے رہائش کی جگہ بھی فراہم کر دی گئی، یہ دیکھ کر تمام قبائل کے لوگ پہلے سے بھی زیادہ آپ کی ولایت و
رف کے قائل ہوگئے۔

کرامت نمبر۲ ☆: ایک مرتبہ اہل تشیع اپنے مقررہ روٹ سے ہٹ کر آپ کی گلی سے تعزیہ کا جلوس نکالنا چاہتے تھے، آپ
نے فرمایا تم لوگوں کا جو مقرر کردہ راستہ ہے اسی سے آئیں اور واپس ہوں، نئے راستے بنانے اور امن وامان کو خراب کرنے کی کیا
ضرورت ہے۔

اہل تشیع کے چند ذمہ دار لوگ نواب عبداللہ خان اعزازی مجسٹریٹ عیسیٰ خیل کے پاس چلے گئے، عبداللہ خان جو علا...
نواب اور انگریز حکومت کی طرف سے اعزازی مجسٹریٹ بھی تھا انہوں نے کہا کہ تم لوگ اس گلی سے گزرو میں قاضی صاحب...
عرض کر دوں گا۔

اُسی رات نواب عبداللہ خان نے خواب میں دیکھا کہ سفید رنگ کے لباس میں ملبوس ایک شخص عیسیٰ خیل شہر کی حدود سے باہر...
رہا ہے، عبداللہ خان نے آواز دی کہ آپ کون ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ میں دین اسلام ہوں اور عیسیٰ خیل سے باہر نکل رہا ہو...
قاضی نور کمال تو مجھے عیسیٰ خیل شہر میں رکھے ہوئے ہیں، مگر عبداللہ خان مجھے باہر نکال رہا ہے۔

یہ دیکھ کر عبداللہ خان بہت گھبرایا اور نیند سے بیدار ہو کر اسی پریشان حالت میں آپ کی خدمت میں صبح سویرے نماز فجر...
کرنے کے لئے جامع مسجد بازار والی جو حضرت قاضی صاحب نے اپنی ذاتی گرہ سے زر کثیر خرچ کر کے بنوائی تھی میں پہنچا نماز فجر...
بعد سلام پیش کر کے عرض کیا یا حضرت اہل تشیع اپنے سابقہ روٹ پر ہی قائم رہیں گے آپ کی گلی سے نہیں آئیں گے، میں آپ...
معافی کا خواستگار ہوں مجھے معاف فرما دیں۔ اس کے بعد اس نے اپنا پورا خواب آپ کے سامنے بیان کیا۔

اس کے بعد ایک تھال سکوں سے بھرا ہوا، ایک ڈھاکہ کی ململ کا تھان، ایک قیمتی لٹھے کا تھان اور ایک خالص مٹھائی کا تھ...
آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ اس کے علاوہ آپ کے مدرسہ کے ہر طالب علم کو ایک ایک جوڑا کپڑوں کا ایک تھالی سکوں کی اور ا...
ایک سیر مٹھائی بھی ہر طالب علم کو دی۔ حضرت قبلہ پیر فتح محمد بھوروی نقشبندی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ زمانہ طالب علمی میں مجھے بھی...
اشیاء ملی تھیں۔

وصال باکمال ☆ : آپ کا وصال باکمال ۱۲۹۷ھ بمطابق 1880ء کو ہوا۔ مزار پُر انوار بھور شریف تحصیل عیسیٰ خیل...
میانوالی میں مرجع خاص وعام ہے، جہاں آج بھی اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کر...
ہیں آپ کے بعد پروفیسر خلیل الرحمٰن ہاشمی آج کل آپ کے سجادہ نشین ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت میاں بہاول بخش قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: ولی ابن ولی، شیخ العصر، عارف باللہ، امام الواصلین، قدوۃ السالکین، حضرت میاں بہاول بخش قادری رحمتہ اللہ علیہ حضرت میاں شمس الدین قادری کے گھر کھڑی شریف ضلع میر پور میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کی خصوصی توجہ سے آپ میں بچپن ہی سے بزرگی اور ولایت کے آثار نمایاں نظر آنے لگے تھے۔ ہر وقت ذکر خدا میں مست و سرشار رہتے۔ دنیا اور اہل دنیا سے کوئی تعلق نہ تھا۔ آپ ظاہری علوم دینیہ کی تعلیم سموال شریف ضلع میر پور میں حاصل کی۔ علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد والد گرامی جو آپ کے پیرو مرشد بھی تھے کی خدمت میں مصروف ہو کر سلوک کی منازل طے کیں آپ ایک بہترین شاعر بھی تھے اگر چہ آپ کی کوئی مستقل تصنیف نہیں تاہم اردو، پنجابی، فارسی میں اپنے چھوٹے بھائی میاں محمد بخش عارف کھڑی کی طرح بہترین اور جامع کلام لکھتے تھے۔

آپ کے والدِ گرامی نے اپنے وصال سے قبل آپ کو اپنا سجادہ و جانشین منتخب فرما دیا تھا اور تمام مریدین کے سامنے آپ کی دستار بندی کر دی تھی۔

وصال با کمال ☆: آپ کا وصال با کمال ۱۸۸۱ء بمطابق ۱۲۹۸ھ کو ہوا مزار پُر انوار کھڑی شریف میں آپ کے والد گرامی میاں شمس الدین قادری علیہ الرحمۃ کے پہلو میں واقع ہے۔

آپ کے بعد آپ کے چھوٹے بھائی رومی کشمیر حضرت میاں محمد بخش عارف کھڑی علیہ الرحمۃ سجادہ نشین مقرر ہوئے۔

نوٹ ☆: حضرت میاں محمد بخش عارف کھڑی اپنے مرشد کی طرح آپ کا احترام کرتے ہوئے حد ادب بجالاتے تھے انہوں نے آپ کی شان میں درج ذیل اشعار بھی پیش کیے۔

سخناں دی او قیمت پاوے شعر میرے خوش لیندا — اوس صراف آگے جو تردا سو خزانے پاندا
شعراں وچ طبیعت اوسدی کردی وال شگافی — ایس زمانے ایس نقدی دی اس پر تم صرافی
اللہ بھاوے قدر شناسی اس جہی اج کسوں — رمز پچھانے معنے جانے ایہہ تاثیراں جسوں
میرا ہے اووڈا بھائی عمروں عقلوں و سبھوں — دانشمند اکابر دانا بحر نظم دے کسبوں

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت پیر سیّد نیاز الحسن شاہ گیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆ : ہمالۂ علوم، مناظر اسلام، عالم ربانی، مرشد لاثانی، جگر گوشۂ غوث الصمدانی، حاجی الحرمین شریفین حضرت پیر سیّد نیاز الحسن شاہ گیلانی قادری رزاقی رحمتہ اللہ علیہ موضع کھوجہ سیداں نواں شہر ضلع جالندھر بھارت میں حضرت پیر سیّد علی نواز شاہ بن شاہنواز بن سیّد غلام حسین بن سیّد برکات محمد شاہ علیہم الرحمتہ کے گھر پیدا ہوئے۔

آپ اپنے وقت کے چوٹی کے عالم فاضل اور بہت بڑے مناظر اور شیخ طریقت اور صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔آپ کے بارے میں یہ بات موضع کھوجہ سیداں میں بہت مشہور ہے کہ آپ جب رات کو ذکر خدا میں مشغول ہو جاتے تھے تو آپ کا جسم حصوں میں تقسیم ہو کر جسم کا ہر حصہ الگ الگ فرش پر پڑا رہتا تھا پھر آپ جب جذب کی کیفیت سے باہر آتے تو پورا جسم اپنی اصلی حالت میں آ جاتا۔

ایک دن آپ کے ایک مرید خاص نے دل میں سوچا کہ کیوں نہ اس حقیقت سے آگاہی حاصل کی جائے۔ وہ رات کو تہجد کے وقت اٹھا اور آپ کے حجرہ مبارک میں آیا تو کیا دیکھا کہ آپ کے جسم کے کئی حصے فرش پر الگ الگ پڑے ہوئے ہیں اور جسم کے ہر حصے سے اللہ ھو اللہ ھو کی آوازیں آ رہی ہیں۔

عبادت و ریاضت و مجاہدہ ☆ : آپ نے تمام عمر فرض نمازیں تو الگ نفل نمازوں میں بھی کبھی کوتاہی نہیں آنے دی نماز تہجد، نماز اشراق، نماز ضحیٰ اور چاشت نماز فی الزوال اوابین کے نوافل، صلوٰۃ التسبیح کا روزانہ معمول تھا۔اس کے علاوہ ایام بیض کے روزے ہر جمعرات اور دوشنبہ کو معمول کے مطابق رکھتے۔شوال کے مہینے میں چھ روزے باقاعدگی سے رکھتے۔اسی طرح ذوالحج کے مہینے میں اول دنوں کے 9 روزے رکھتے۔محرم الحرام میں نویں اور دسویں کا روزہ رکھتے تھے۔اس کے علاوہ تسبیحات اور اوراد و اذکار اور درود شریف کا ورد آپ کا مستقل معمول تھا۔آپ نے چلّہ معکوس کے علاوہ دیگر چلے بھی کیے۔کنویں میں لٹک کر عبادت کرنا بھی زبان زد خاص و عام پر ہے۔

درس و تدریس اور جنات کی خدمت گزاری ☆ : قرآن و سنت کی تعلیم کے لئے آپ نے دو الگ ادارے قائم

رکھے تھے۔ایک طلباء کے لئے دوسرا طالبات کے لئے۔آپ بذات خود تمام شعبوں میں اپنے طالبان کو پڑھاتے صبح وشام قرآن وحدیث کا درس جاری رہتا سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں افراد آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر کے مستفیض ہوئے۔

آپ کے پاس دین متین کی تعلیم کے حصول کے لئے نہ صرف انسان بلکہ جنات بھی آتے تھے اور تعلیم حاصل کرتے تھے۔ان جنات میں ایک جن جس کا نام آپ نے خیراتی شاہ رکھا تھا وہ اپنے اہل خاندان کے ہمراہ حاضر ہو کر قرآن وحدیث کی تعلیم حاصل کرتا تھا۔

خیراتی شاہ جن کے بارے میں یہ بات بھی شہرت کو پہنچی ہے کہ وہ صبح نماز تہجد کے وقت آپ کے دائیں پاؤں کے انگوٹھے کو چوستا تھا۔جس سے آپ بیدار ہو کر اپنے معمولات میں مشغول ہو جاتے۔

نوٹ ☆: خیراتی شاہ جن کئی مرتبہ موجودہ سجادہ نشین الحاج پیر سید محمد مخدوم گیلانی سے ان کی رہائش گاہ لندن میں ملاقات کے لئے حاضری دیتا رہا اور ایک دو مرتبہ کچھ احباب نے اس کا سایہ بھی دیکھا۔

مرزا قادیانی کے خلاف مناظرہ میں شرکت ☆: مرزا غلام احمد قادیانی نے جب اپنی شامت اعمال کے پیش نظر حضور تاجدار گولڑہ پیر سید مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ کو مناظرہ کا چیلنج کیا تو پورے برصغیر کے مسلمانوں کے دلوں میں ایمان کی ایک لہر دوڑ گئی اور پورے ہند کے علماء اور مشائخ اس علمی مقابلے کے لئے میدان عمل میں نکل آئے۔ان علماء اور مشائخ کے ہمراہ آپ بھی مسلمانان کھوجہ سیداں کی نمائندگی کے لئے جالندھر سے لاہور پہنچے اور اس مناظرہ میں حضرت پیر سیّد جماعت علی شاہ اور حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ علیہم الرحمۃ کے ساتھ کفر کے مقابلے کے لئے کھڑے رہے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال چودھویں صدی ہجری کے اوائل میں موضع کھوجہ سیداں تحصیل نواں شہر ضلع جالندھر انڈیا میں ہوا۔آپ کا مزار پُر انوار مرجع خاص وعام ہے۔جہاں آج بھی ہندو سکھ اور مسلمان حاضری دیکر اپنے دامنوں کو گوہر مراد سے بھرتے ہیں۔

نوٹ ☆: آپ کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ تقسیم ہند کے بعد موضع کھوجہ سیداں میں کوئی مسلمان باقی نہ رہا ہے آج کل وہاں پر سکھوں کی مکمل طور پر عملداری ہے اور سکھوں نے تقسیم برصغیر پاک وہند کے بعد انڈیا گورنمنٹ سے اجازت لیکر باقاعدہ ہر سال **28-29** جون **9-10** ہاڑ کو آپ کا میلہ وعرس کراتے ہیں پورے مشرقی پنجاب کے عوام وخواص اس میں شرکت کرتے ہیں جس کی باقاعدہ ویڈیو فلم آپ کے پڑپوتے حضرت مخدوم سید طارق حسن گیلانی اور راقم الحروف کے پاس موجود ہے۔ہزاروں کی تعداد میں ہندو سکھ اس میلہ وعرس میں شرکت کرتے ہیں۔جس کا چشم دید مشاہدہ آپ کے نواسے مخدوم سیّد طیب گیلانی بذات خود فیصل آباد سے کئی مرتبہ کھوجہ سیداں جالندھر انڈیا جا کر کر چکے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت میاں رکھیل شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: فخر سلسلہ عالیہ قادریہ، زبدۃ العارفین، قدوۃ السالکین، حضرت میاں رکھیل شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ آپ زہد و تقویٰ میں لاثانی تھے۔

آپ رہنے والے فتح پور گنداوا صوبہ بلوچستان کے تھے، آپ کا تعلق سلسلہ عالیہ قادریہ کی معروف درگاہ میراں پور شریف والی عظیم خانقاہ سے ہے، جہاں سے پورے صوبہ بلوچستان میں سلسلہ عالیہ قادریہ کا فیضان پہنچا۔

آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت مخدوم عبدالستار صوفی القادری کے مرید وخلیفہ تھے۔ آپ کی توجہات اور محنت ولگن سے سلسلہ عالیہ کو کافی فروغ حاصل ہوا۔

آپ کو شاعری سے بھی کافی لگاؤ تھا، آپ ایک صاحب دیوان شاعر تھے، آپ کا مرتب کردہ دیوان ''بحر العشق'' آپ کی یادگار ہے، جس کی طباعت لاہور میں ہوئی، یہ دیوان ۳۸۸ کافیوں اور ۱۷۳ ابیات (سی حرفی) پر مشتمل ہے، ۱۳۸ کافیاں اور ابیات سندھی زبان میں ہیں باقی ابیات پنجابی زبان میں ہیں، اس دیوان کے کل صفحات ۲۱۲ ہیں، شروع میں فقیر فیض محمد صوفی القادری بلوچستانی کا فارسی میں لکھا ہوا دیباچہ بھی موجود ہے۔

الغرض آپ کا دیوان ''بحر العشق'' عشق حقیقی سے مرصع ہے، اوراس میں مقامات سلوک ومعرفت پر اچھی طرح بحث کی گئی ہے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال تیرھویں صدی ہجری میں ہوا۔ مزار پُر انوار فتح پور گنداوا صوبہ بلوچستان میں مرجع انام ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت میاں غلام حیدر قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: عارف باللہ، فنافی اللہ وفنافی الرسول، کشتۂ عشق مصطفیٰ، صوفی باصفاء، زبدۂ احرار نامدار حضرت میاں غلام حیدر قادری رحمتہ اللہ علیہ علم وعمل اور عشق رسول کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنی مثال آپ تھے۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۹ ذیعقد ۱۲۳۶ھ بمطابق ۱۸۲۰ء کو معروف شیخ طریقت حضرت میاں محمد حسین قادری علیہ الرحمۃ کے گھر واقع کٹبار شریف (گودھ) صوبہ بلوچستان میں ہوئی۔

آپ کے والد گرامی قدر اپنے زمانے کے چوٹی کے شیخ کامل اور معتبر عالم دین تھے، اسی طرح آپ کی والدہ ماجدہ بی بی عالم خاتون گنداوہ کے قاضی رحمت اللہ قوم گھوٹہ کی پوتی اور میاں پیر محمد کی صاحبزادی تھیں۔

آپ کی ابتدائی تعلیم وتربیت اپنے تایا بزرگوار حضرت میاں محمد حیات قادری علیہ الرحمۃ کے ہاتھوں مکمل ہوئی اور ان کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر کے علوم دینیہ وعقلیہ نقلیہ کے کتب متداولہ پڑھیں، بعدازاں کنڈہ شہر میں مولوی نور محمد مرحوم سے تحصیل علم کر کے فارغ ہوئے۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے عظیم والد گرامی حضرت شیخ میاں محمد حسن قادری علیہ الرحمۃ کے دست حق پر بیعت سے مشرف ہوئے، اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز وممتاز ہوئے۔

سیرت وکردار ☆: آپ عبادت وریاضت میں اس حد تک محو ہوئے کہ تین دن تک لگاتار طریقہ قادریہ کے مطابق روزہ رکھتے تھے۔ اکثر سات روز تک کا روزہ لگاتار رکھتے تھے، میلاد شریف اور کافیاں سننے کا جنون کی حد تک شوق غالب تھا۔ جب میلاد شریف یا کوئی کافی وغیرہ سنتے تو آپ پر رقت طاری ہو جاتی تھی، جذبات سے نڈھال اور بے خود ہو کر کبھی کبھی خود بھی میلاد شریف یا کافیاں پڑھنا شروع شروع کر دیتے تھے۔

عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ☆: آپ کو فنافی الرسول کا درجہ ومقام حاصل تھا۔ اکثر وبیشتر رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اشتیاق میں گریہ وزاری کرتے اور کملی والے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عشق میں تڑپتے رہتے تھے۔ ۱۲۹۴ھ بمطابق ۱۸۷۷ء تا ۱۲۹۵ھ بمطابق ۱۸۷۸ء میں آپ کی فیض بخشی عام رہی ہے، یہ دو سال آپ کے مریدوں میں "شغل" کے سال مشہور ہیں۔

۱۲۹۶ھ بمطابق ۱۸۷۸ء تا ۱۸۷۹ء میں ایسا صبر وسکوت اختیار کیا کہ اکثر گھر سے باہر ہی تشریف نہ لائے، اس کے بعد سرکار دو

عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق میں ہر وقت تڑپتے اور روتے رہتے تھے، اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اگر یہ خوش طبعی عمل میں نہ آئے تو میرا سینہ اشتیاق محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آگ میں جل جائے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ابتدائے حال میں آپ اس قدر اسمِ محمد کے تصور میں رہتے تھے کہ ہر وقت اپنے آپ کو مجلس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر سمجھتے تھے، حتیٰ کہ قضائے حاجت میں بھی ادب حیا کی چھاپ لگی رہتی، اور ویسے ہی اُٹھ کر آ جاتے۔

چنانچہ ایسی حالت میں اپنے استاد مولوی نور محمد صاحب علیہ الرحمۃ کنڈوی کی طرف رجوع کیا، اور حقیقتِ حال بیان کی، مولوی صاحب نے فتویٰ صادر فرمایا کہ یہ امر خیالی ہے، اور ضروری قضائے حاجت میں اس پر اثر نہیں پڑتا۔

اس کے بعد جب قضائے حاجت سے فارغ ہو چکے تو پھر مولوی صاحب کی خدمت میں پہنچے اور کہا میں نے اپنے خیال کے مطابق مجلس عالیہ میں کہ جائے ادب وقدس ہے، بے ادبی کی ہے، اس کا بوجھ آپ کے ذمہ ہے۔

کشف و کرامات ☆: ڈھاڈر کا رہنے والا ایک شخص جمعہ نامی آپ کے حلقہ ارادت میں آیا، اسے میلاد شریف اور بزرگوں کی کافیاں پڑھنے کا بہت شوق تھا، آپ بھی اس سے کافیاں اور میلاد شریف سنتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ ڈھاڈر شہر کے علاقہ کدام میں تشریف لے گئے۔ اس موقع پر جب آپ نے دیکھا کہ جمعہ نعت خوان نہیں آیا تو آپ نے دیگر حضرات سے اس کے بارے پوچھا تو معلوم ہوا کہ ڈیڑھ برس سے سخت بیمار ہے۔ اور اُس کے پاؤں ایک بیماری کے سبب خشک ہو گئے ہیں۔

آپ نے اسے بلوا کر فرمایا آج رات مولود شریف پڑھو خدا تعالیٰ رحم فرمائے گا، اُس شخص نے سچے دل اور عقیدت ومحبت سے پوری رات میلاد شریف پڑھا تو خدا کے فضل وکرم سے اور آپ کی دعا کی برکت سے وہ خود بخود عصا کا سہارا لے کر خوشی خوشی اپنے گھر چلا گیا۔

کرامت نمبر۲ ☆: ایک مرتبہ آپ کڑک شہر میں شیر زمان خان یاروزئی برادر زادہ بختیار خان کی شادی کی دعوت میں شریک ہونے کے لئے تشریف لے گئے، باروزئیوں نے رات کے وقت ولیمہ کے لئے گائیں اور بھیڑیں ذبح کیں۔

اتفاقاً عین اُس وقت زوردار آندھی اور تیز ہوا چلی کہ لوگ کام سے عاجز آ گئے۔ چند احباب نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کی درخواست کی، جیسے ہی آپ نے بارگاہ کبریا میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے وہ دعا فوراً مستجاب ہوئی، اور ہوا بالکل تھم گئی۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال بروز پیر بوقت ظہر ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۰۰ھ بمطابق ۱۸۸۲ء کو ہوا۔ مزار پُر انوار کٹبار شریف، شہر گودھ، صوبہ بلوچستان میں مرجع خاص وعام ہے، جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت مولانا گل محمد شہداد کوٹی قادری رحمتہ اللہ علیہ

علامۃ الزماں مولانا الحاج گل محمد بن شیخ الاسلام علامہ مفتی نور محمد شہداد کوٹی قدس سرہ الاقدس کنڈہ، تحصیل بھاگ، ریاست قلات (بلوچستان) میں ۲۱، رجب المرجب ۱۲۴۰ھ بمطابق 1824ء کو آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

تعلیم وتربیت ☆: کنڈو اور شہداد کوٹ میں اپنے والد ماجد کے پاس جملہ علوم عقلیہ ونقلیہ میں تحصیل کی۔ اس وقت آپ کی عمر بائیس (۲۲) برس تھی۔

بیعت وخلافت ☆: سلسلہ عالیہ قادریہ میں عمدۃ العارفین مولانا میاں غلام حیدر قادری قدس سرہ (درگاہ کٹبار شریف بلوچستان) کے دست بیعت ہوئے۔ غالباً انہی سے خرقہ خلافت پاکر سرفراز ہوئے۔

درس وتدریس ☆: آپ کے والد ماجد کنڈو سے شہداد کوٹ نقل مکانی کر کے آئے تھے لہٰذا والد ماجد کی قائم کردہ درسگاہ میں تمام عمر درس میں صرف فرمائی۔

علامہ الحاج حافظ گل محمد شہداد کوٹی کی تدریس کی برکت سے تمام سندھ میں علم پھیلا۔ سندھ میں کوئی ایسا گوٹھ نہیں تھا جس میں آپ کا شاگرد یا پھر اس کا شاگرد نہ ہو۔

ایک روایت کے مطابق آپ کے فارغ التحصیل شاگردوں کی تعداد ۴۸۶ چار سو چھیاسی ہے اور وہ تمام اپنے وقت میں بڑے مدرس اور علامہ تھے۔

آپ کے نامور تلامذہ ☆: آپ کے شاگردوں کی طویل فہرست میں سے چند نام معلوم ہو سکے وہ درج ذیل ہیں:

☆ برادر اصغر مفتی اعظم علامہ مولانا خواجہ غلام صدیق شہداد کوٹی۔ ☆ علامہ مولانا داد محمد قاضی آف مکران (بلوچستان)۔ ☆ مولانا علامہ عبدالحکیم افغانی (کابل، افغانستان)۔ ☆ جامع العلوم علامہ محمد حسن قریشی (حیدرآباد، سندھ)۔ ☆ مفتی اعظم علامہ مخدوم حسن اللہ صدیقی (پاٹ شریف ضلع دادو)

سفر حرمین شریفین ☆: آپ کو حج بیت اللہ اور مدینہ منورہ میں روضہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حاضری وزیارت

کی سعادت نصیب ہوئی۔

شاعری ☆: آپ فارسی زبان کے بلند پایہ شاعر بھی تھے لیکن صد افسوس اپنوں کی غفلت اور لاپرواہی کے سبب علمی و ادبی سرمایہ ضائع ہو گیا، جوہریوں کی عدم دستیابی کی وجہ سے گوہر، نایاب ہی رہ گئے، ان کی تاریخ کو اپنوں نے ہی ملیامیٹ کر دیا۔ شاداب شہداٹ اور تجلیات صدیقیہ کے مصنفین نے اپنی کتب میں آپکا تذکرہ تک نہیں کیا کس قدر افسوس کی بات ہے، کس قدر احسان فراموشی ہے۔ محترم منظور احمد حلیمی نے آپ پر مختصر مضمون لکھ کر آپ کے حالات کو محفوظ کیا ہے۔ رب کریم جزائے خیر عطا فرمائے۔ انہوں نے آپ کا ایک شعر نقل کیا ہے جو کہ حضرت امیر خسرو نظامی چشتی علیہ الرحمہ (دہلی) کی رباعی کی تضمین میں کہا تھا:

می سازم، می سازم، چوں خون بکباب اندر
می گویم می خندم چوں برق سحاب اندر

کرامت ☆: حاجی سائیں داد مستوئی بلوچ ابتدا میں علامہ گل محمد شہدادکوٹی کا سخت مخالف تھا بلکہ وہ اہل علم سے چڑ کھاتا تھا۔ ایک بار ایک شخص نے آ کر آپ سے عرض کی کہ قبلہ! آپ کا پڑوسی سائیں داد نے میرے دوسو (۲۰۰) روپے ہضم کر لئے ہیں لہٰذا آپ ان سے دلوا دیں۔ آپ نے انہیں بلوانے کے لئے تین بار خادم بھیجا لیکن اس نے ہر بار ایک ہی جواب دیا کہ "میں ملاں کے پاس ہرگز نہیں جاؤں گا۔"

چوتھی بار آپ نے یہ کہلا بھجوادیا کہ "اس ملا کے دروازے پر تمہارے بار بار چکر لگیں گے۔"

اور ایسا ہی ہوا آپ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ پورے ہوئے کہ اسی رات سرد موسم کے باوجود آدھی رات کو سائیں داد چیختا چلاتا ہوا آپ کے مدرسہ میں پہنچا اور بوریہ نشین درویش حضرت گل محمد سے اپنی گستاخی کی معافی حاصل کی اور اس کے بعد آخر عمر تک حضرت کے صادق مرید و سچے خادم کی طرح خدمت میں ہی رہا۔ انتقال کے وقت اولاد کو وصیت کرتے ہوئے کہا کہ اس درگاہ کی خدمت ومحبت کو کبھی نہیں چھوڑنا اور بزرگوں کے عرس پابندی وعقیدت سے کرتے رہنا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۲۷ ذوالحجہ ۱۳۰۶ھ/ ۱۸۸۹ء کو 66 سال کی عمر میں انتقال کیا۔ برادر اصغر شاگرد ارشد و جانشین مفتی اعظم غوث الزماں خواجہ غلام صدیق شہدادکوٹی قدس سرہ الاقدس نے نماز جنازہ کی امامت کے فرائض انجام دیئے اور درگاہ شریف صدیقیہ شہدادکوٹ (ضلع لاڑکانہ سندھ) میں تدفین ہوئی دربار مقدس ہر دور میں مرجع خلائق رہی ہے اور رہے گی انشاءاللہ تعالیٰ۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ مولوی پائندہ خان قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: عالم ربانی، مرشد لاثانی، منبع حسنات وکمالات و فیوض و برکات، صاحب کشف و کرامات حضرت خواجہ مولوی پائندہ خان قادری رحمتہ اللہ علیہ قدوۃ السالکین ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت انیسویں صدی عیسویں کے اوائل میں اپنے زمانہ کے درویش خدا مست حضرت خواجہ خدا بخش قادری علیہ الرحمتہ کے گھر ہوتر شریف موضع جبوڑی تحصیل کہوٹہ ضلع راولپنڈی میں ہوئی۔

چونکہ آپ مادرزاد ولی تھے اسی وجہ سے بچپن ہی سے چہرۂ انور پر ولایت کے آثار نمایاں تھے۔ والدین نے آپ کا نام نامی اسم گرامی پائندہ خان رکھا جو بعد میں کثرت استعمال کی وجہ سے مولوی پائندہ خان مشہور ہو گیا۔

ابھی آپ کی عمر عزیز صرف چھ برس کی تھی کہ آپ اپنی بکریاں چرانے کے لئے جنگل میں جایا کرتے تھے، ایک دن آپ حسب معمول بکریاں چرا رہے تھے کہ اچانک ایک مرد کامل فقیر مست الست اس جگہ تشریف لائے، آپ نے مہمان نوازی کے طور پر بکریوں کا دودھ دوھ کر آنے والے مرد حقانی کو پیش کیا۔

ان مہمان بزرگ نے دودھ نوش فرما کر کیف و مستی کے عالم میں آپ سے فرمایا بیٹے مانگ کیا مانگتا ہے، اگرچہ آپ پر کمسنی کا عالم تھا مگر اس کے باوجود آپ نے برمحل ان بزرگ کی توقع سے بڑھ کر جواب میں عرض کیا "حضور مجھے اپنے جیسا بنا دیں" اتنا عرض کرنے کی دیر تھی، ان بزرگ مرد حقیقت آگاہ نے فرمایا بیٹا میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالو، آپ نے نگاہیں اُٹھائیں اور فقیر کی آنکھوں سے آنکھیں ملائیں تو فقیر کی آنکھوں سے شعلوں کی طرح انوار نکلے جو آپ کی آنکھوں کے ذریعے آپ کے قلب میں جاگزیں ہو گئے۔

بس پھر کیا تھا کہ اس واردات قلبی کے بعد وہ مرد خدا آگے آگے اور آپ ان کے پیچھے پیچھے تھے یہاں تک کہ وہ بزرگ رود بونیر علاقہ سوات صوبہ سرحد کے کنارے پہنچ گئے، اور قریب ہی ان بزرگ نے دریا میں چھلانگ لگائی اور نظروں سے پوشیدہ ہو گئے، جس سے آپ کی کیف و مستی میں مزید اضافہ ہوا اور اسی کیف و مستی میں آپ کچھ عرصہ صحرا بہ صحرا پھرتے رہے، اور پھرتے پھراتے حصول علم کے لئے کابل تشریف لے گئے، اور دس برس تک کابل میں تحصیل علوم وفنون فرمانے کے بعد فارغ التحصیل ہوئے۔

وطن کی جانب ورود مسعود☆: دس برس کے طویل عرصہ کے بعد آپ نے اپنے وطن ہوتر شریف موضع جبوڑی کا رخ کیا اور قریہ بہ قریہ پھرتے پھراتے جب لہڑی تحصیل کہوٹہ کے مقام پر پہنچے تو اس علاقہ کے معزز فرد کامل حضرت سائیں محمد غریب کی قیامت خیز نظروں نے جب آپ کے روحانی کمالات کا مشاہدہ کیا تو دل کی بازی ہار گئے، اور آپ کے دست حق پرست پر بیعت سے سرفراز ہو کر آپ کی معیت اختیار کر لی۔

ادھر اہل خانہ و اعزا کا یہ حال تھا کہ دس برس تک مسلسل تلاش کے بعد آپ کی زندگی سے مایوس اور نا اُمید ہو چکے تھے بوڑھی والدہ آپ کی جدائی کے غم میں رو رو کر بصارت سے محروم ہو چکی تھیں۔

جب آپ اپنے مرید صادق حضرت سائیں محمد غریب کی معیت میں اپنے آبائی گاؤں ہوتر شریف پہنچے تو برادری اور اعزا اور گردونواح کے عوام و خواص خوشی کے مارے دوڑے ہوئے آپ کے ساتھ ساتھ آپ کے گھر پہنچے اور آپ کے والدین کو مبارک باد دینے لگے۔

قریبی عزیزوں نے جب آپ کی والدہ ماجدہ جو خود بھی ایک نیک سیرت خاتون تھیں کو بتلایا کہ آپ کا لخت جگر واپس آ گیا ہے، تو والدہ محترمہ کو یقین نہ آیا، اتنی دیر میں آپ لوگوں کے ہجوم سے نکل کر والدہ محترمہ کے سامنے آ کھڑے ہوئے اور والدہ سے عرض کیا امی جان ذرا اپنا چہرہ اوپر اٹھا کر اپنے نور نظر کو دیکھیں تو سہی، آپ کی آواز سن کر والدہ محترمہ نے پلکیں اوپر کو اٹھائیں تو رب قدیر نے ان کی آنکھوں کی بینائی واپس لوٹا دی، والدہ نے فرطِ جذبات و محبت سے آگے بڑھ کر اپنے نور عین کو گلے لگایا اور رب کعبہ کے حضور سجدہ شکر ادا کیا۔

نوٹ☆: تحصیل علم کے بعد آپ کی یہ پہلی کرامت تھی، جس کے عینی شاہدین علاقہ بھر کے عوام و خواص اپنے بیگانے سبھی تھے۔

سیرت و کردار☆: آپ کی ذات گرامی مجمع البحرین تھی، جہاں آپ معقولات و منقولات میں تبحر رکھتے تھے، وہاں آپ بحر معرفت کے غواص بھی تھے، اپنے عہد کے یہ مولائے روم اور ظاہر و باطن کے امام علم تفسیر و حدیث پر ید طولیٰ رکھنے کے ساتھ ساتھ شریعت محمدیہ اور مور شریعت پر سختی سے عمل پیرا تھے، امور شریعہ کی خلاف ورزی سے سخت نفرت کے باعث آپ عامۃ الناس میں ملقب بہ لفظ مولوی ہی نہیں بلکہ معنوی بھی تھے۔

آپ کی ذات والا صفات سے لاتعداد کرامت کا ظہور ہوا، لاتعداد افراد اور طالبان حق نے آپ کے دس حق پرست پر بیعت کی، ان میں سے بہت سے افراد آپ کی صحبت اور نگاہ ولایت کی بدولت درجہ ولایت کو پہنچے بہت سے گم کردہ راہوں کو راہ ہدایت ملی۔

آپ نے تمام عمر جہاں اپنے رب کی عبادت و ریاضت میں صرف کی وہاں مخلوق کی رشد و ہدایت کا فریضہ بھی بحسن و خوبی سرانجام دیا۔ آپ کی شبانہ روز کی جد و جہد محنت و لگن اور اخلاص و للّٰہیت کی بنا پر ہوتر شریف کی خانقاہ طالبان عشق و مستی کا مرجع و مرکز بن چکی تھی، صبح صادق کے وقت ذکر اللہ کی سُریلی صدائیں ہر آنے والے کے دل میں اتر جاتیں اور ان کے دلوں کے کشکول محبت کے موتیوں سے بھر جاتے تھے، محبت بھری ان صداؤں میں آپ کے جگر کا لہو، اور آنکھوں سے بہنے والے آنسو پتھر دلوں کو بھی تڑپا دیتے تھے۔

فیضان وعرفان کی بارش ☆: آپ کے خالہ زاد بھائی حضرت اللہ دتہ علیہ الرحمۃ جن کا اصل نام حضرت مہر علی تھا، ان کی تربیت آپ ہی کے ہاتھوں مکمل ہوئی، موصوف پنجاڑ سکول میں فقط تیرہ دن گئے، سکول میں ان کا ایک لڑکے سے جھگڑا ہوا جس سے دلبرداشتہ ہو کے انہوں نے سکول جانا چھوڑ دیا تھا۔ سکول چھوڑنے کے بعد ہمہ وقت آپ ہی کے پاس زیادہ تر رہتے اور خدمت میں مشغول ومصروف رہتے تھے۔

ایک روز آپ نے جناب حضرت اللہ دتہ صاحب سے سکول نہ جانے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے مذکورہ واقعہ آپ کے سامنے بیان کیا، تو آپ کا دریائے کرم چونکہ اس وقت جوش میں تھا، آپ نے حضرت اللہ دتہ صاحب سے فرمایا منہ کھولو، حضرت اللہ دتہ صاحب نے تعمیل ارشاد کی، تو آپ نے ان کے منہ میں اپنا لعاب دہن شریف ڈالا اور فرمایا تیری نسل میں ولایت اور علم وعرفان کا امتزاج ہوگا۔ جناب حضرت اللہ دتہ صاحب کے منہ میں لعاب کا جانا تھا کہ ان کے سینے میں علم وحکمت کے شگوفے پھوٹنے لگے، اور ان کو علم لدنی حاصل ہوگیا، اور کائنات کے اسرار نہانی طشت از بام ہوگئے۔ اس کے بعد آپ کی پیشنگوئی سو فیصد درست ثابت ہوئی، جس کی واضح دلیل حضرت اللہ دتہ علیہ الرحمۃ کا دربار اور ان کی اولاد میں اپنے زمانے کے معروف صاحب علم وعرفان بزرگ حضرت علامہ محمد صادق علیہ الرحمۃ جو اپنے زمانے معروف کے شیخ طریقت اور یگانہ روزگار عالم دین ہوئے ہیں، حضرت اللہ دتہ کے دوسرے بیٹے حکیم عبدالرحمٰن صاحب ہیں۔

حضرت مولانا محمد صادق علیہ الرحمۃ کو خداوند کریم نے تین صاحبزادے عطا فرمائے جن میں اول الذکر، آفتاب علم وحکمت، مجمع العلوم والفنون حضرت علامہ مولانا قاری عبدالجلیل صاحب نقشبندی مدظلہ العالی، دوم جامع الکمالات، مجمع البحرین شیخ یگانہ حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر عبدالغنی صاحب مدظلہ العالی، سوم حضرت علامہ طارق محمود عباسی ایڈووکیٹ جو علوم جدیدہ وقدیمہ پر مکمل دسترس رکھتے ہیں۔

آپ کے خلفائے نامدار ☆: آپ کے خلفائے کرام کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔ اول حضرت سائیں محمد غریب اللہ قادری دربار عالیہ ہڑی شریف۔ دوم حضرت میاں چنوں قادری دربار عالیہ پیپید شریف۔ سوم حضرت سائیں مندو صاحب بارل آزاد کشمیر۔ چہارم حضرت سائیں عبدالستار قادری صاحب سلیٹھ شریف علیہم الرحمۃ والرضوان والغفر ان کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

کشف وکرامات ☆: آپ سے کثیر تعداد میں کرامات کا صدور ہوا۔ جس میں سے بطور نمونہ چند ایک پیش خدمت ہیں۔

یہ بات روز ازل سے متفق علیہ چلی آرہی ہے کہ جہاں کوئی اللہ کا نیک بندہ ہوتا ہے اور اس کے ارد گرد عقیدت مندوں کا ہجوم بھی ایک فطرتی عمل کے طور پر موجود ہوتا ہے، دوسری طرف حاسدین بھی اپنے مشن کی تکمیل کے لئے اللہ کے اس نیک بندے کے مقابلے میں کھڑے ہو جاتے ہیں اور مختلف حیلوں بہانوں سے اس کے خلاف محاذ آرائی کرتے ہیں۔ اگرچہ ایسے لوگوں نے ہر دور میں اپنے منہ کی کھائی مگر وہ شرارت ضرور کرتے ہیں۔ اسی طرح کا ایک واقعہ آپ کے ساتھ بھی پیش آیا جو بعد کو بہت بڑی کرامت کے طور پر آج بھی اہل علاقہ کی زبان پر موجود ہے وہ یہ کہ:

ایک مرتبہ آپ کے مخالفین نے کسی آدمی کی گائے مار کر آپ کی زمین میں پھینک دی، گائے کے مالک نے تھانہ کہوٹہ میں آپ

کے خلاف رپٹ درج کرادی۔

چنانچہ تھانیدار تفتیش کے لئے جائے وقوعہ پر آیا تو واقعی گائے آپ کے کھیت میں مری ہوئی پڑی تھی۔ تھانیدار آپ کے پاس ہوتر شریف پہنچا اور اس ضمن میں چند سوال و جواب پوچھے۔ آپ نے فرمایا معاملہ کا حل تو جائے وقوعہ پر ہی ہوسکتا ہے، اس لئے وہاں چلتے ہیں۔

تھانیدار اور دیگر معززین کو لے کر آپ جائے وقوعہ پر گئے اور اپنی زبان ترجمان سے گائے کو مخاطب کر کے فرمایا "قومی باذن اللہ" آپ کا یہ ارشاد سن کر گائے اٹھ کر کھڑی ہوگئی، آپ نے دوبارہ گائے سے فرمایا تم اس کے کھیت میں جا کر مرو جس نے تمہیں مارا ہے۔ وہ گائے وہاں سے چل کر مارنے والے کی زمین میں دوبارہ جا کر مرگئی۔

یہ اعجاز ولایت دیکھ کر نہ صرف پولیس بلکہ رپٹ درج کرانے والوں اور دیگر حاسدین کو سخت شرمندگی ہوئی اور قدموں میں گر کر معافی کے خواستگار ہوئے، اور آپ کے دست مبارک پر ان تمام نے بیعت اختیار کرلی۔

نوٹ ☆: مذکورہ بالا واقعہ کے راوی جناب سردار محمد اسلم صاحب ایڈووکیٹ سابق ڈپٹی اٹارنی جنرل حکومت پاکستان ہیں۔

کرامت نمبر۲ ☆: معروف عالم دین حضرت علامہ مفتی محمد صدیق (بلہڑیا) فرماتے ہیں کہ آپ کا ایک مرید جو فوج میں ملازم تھا، جزائر فلپائن میں بحری جہاز پر سوار تھا کہ جہاز سمندر کی طوفانی موجوں کی نذر ہوکر ڈوبنے لگا تو دوسرے مصاحبین کی طرح اس نے بھی جہاز سے سمندر میں چھلانگ لگادی، اور تیرنے کے لئے ہاتھ پاؤں مارنے لگا۔ چونکہ سمندر میں تیرنا بساط انسانی سے باہر ہے، جب اُس فوجی کو ڈوبنے کا پختہ یقین ہوگیا اور موت کو سر پر منڈلاتے دیکھا تو اُس نے آپ کا نام لے کر یکے بعد دیگرے دو مرتبہ پکارا، جواب نہ پاکر زبان حال سے شکوہ کناں ہوا کہ میرے مرشد ناقص ہیں، کاش میں نے کسی کامل کے ہاتھ میں ہاتھ دیا ہوتا، اس کی زبان سے ان کلمات کا نکلنا تھا کہ ایک غیبی ہاتھ نمودار ہوا جس نے ایک جھٹکے سے بمبئی کے ساحل پر پہنچا دیا، وہ فوجی بمبئی سے موضع جموڑہ پہنچا۔ آپ نے اپنے مریدین سے فرمایا کہ ایک فوجی جوان آرہا ہے جاؤ اس کو جا کر کہو کہ تم ہوتر شریف مت آؤ کسی کامل کے ہاتھ پر بیعت کرلو، لیکن وہ فوجی جہان شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ وہ دیوانہ دوڑتا ہوا خانقاہ معلّٰی ہوتر شریف میں داخل ہوا، اور آپ کے قدموں سے لپٹ گیا۔

کرامت نمبر۳ ☆: ایک مرتبہ آپ خانقاہ عالیہ ہوتر شریف میں اپنے مریدین کے ہمراہ تشریف فرما تھے کہ آپ کی نظروں کے سامنے سے ایک پٹواری کا گزر ہوا، اسے دیکھ آپ کی زبان ترجمان سے بے ساختہ نکلا کیا ہی اچھا ہوتا یہ آدمی دنیا کی لذات چھوڑ کر خدا والا ہوجاتا۔

آپ کی زبان ترجمان سے یہ الفاظ نکلنے کی دیر تھی کہ پٹواری کے دل کی حالت بدل گئی۔ وہ سب کچھ چھوڑ کر آپ کی خانقاہ میں مقیم ہوگیا اور بقیہ تمام زندگی آپ کی خدمت کی اور غلام بے دام بن کر رہا، اور دن ورات خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد میں گزاری۔

کرامت نمبر۴ ☆: مولانا نثار احمد سیفی جو حضرت بابا محمد سخی سردار قادری علیہ الرحمۃ سوہا شریف پنجاڑ والوں کی اولاد سے ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت مولوی خواجہ پائندہ خان قادری رحمۃ اللہ علیہ سوہا شریف کے اصلاحی دورے پر تشریف لائے تو

اس وقت آپ کی ملاقات حضرت بابا محمد سخی سردار علیہ الرحمۃ سے ہوئی، ان دنوں مولوی صاحب کو درد گردہ لاحق تھا، جس کا ذکر انہوں نے حضرت بابا محمد سخی سردار علیہ الرحمۃ سے کیا اور دعا کی استدعا کی تو حضرت بابا محمد سخی سردار علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ حضرت اگر کل صبح طلوع آفتاب سے پہلے تکلیف میں افاقہ محسوس ہو جائے تو سمجھ لینا محمد سخی سردار نے استعانت کی ہے۔

اس کے ساتھ ہی حضرت بابا محمد سخی سردار علیہ الرحمۃ نے آپ سے گزارش کی کہ ہم پنجاڑ میں ایک سکھ دکاندار سے لنگر کا سودا سلف خریدتے ہیں، اس نے سود کی رقم سود در سود بہت زیادہ بنا دی ہے، دعا کریں خدا اس سے نجات عطا فرمائے۔ حضرت خواجہ مولوی صاحب نے وجدانی کیفیت میں آکر کہا کہ اگر آج شام سے پہلے کچھ سنا تو کہہ دینا کہ مولوی صاحب ہوتر والوں نے استعانت کی ہے۔

چنانچہ عین سورج غروب ہونے سے پہلے پنجاڑ میں ایک شور برپا ہوا کہ سکھ دکاندار اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ یہ سن کر لوگوں کی حیرانگی کی انتہا نہ رہی۔ بعدازاں اس وارثان نے اس کے کھاتوں والے رجسٹر کھولے تو ان کی حیرانگی میں اور زیادہ اضافہ ہوا کہ تمام رجسٹر سفید تھے، جن سے تحریر محو ہو چکی تھی۔

ادھر صبح کا سورج طلوع ہونے سے قبل خواجہ مولوی پائندہ خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کو گردے کی تکلیف ہوئی اور گردے میں موجود پتھری پیشاب کے ذریعے باہر نکل گئی، جس کی وجہ سے آپ کو مکمل صحت ہوگئی۔

اس طرح دونوں ہم عصر اولیائے کاملین کی پیشن گوئیاں بصورت کرامت پوری ہو کے رہیں۔

کرامت نمبر ۵ ☆: آپ کے ہمعصر بزرگوں میں جن سے آپ کے خصوصی مراسم بھی تھے۔ آفتاب ولایت، شمس العارفین حضرت خواجہ محمد ہاشم نقشبندی بگھاروی علیہ الرحمۃ جو کہ انتہائی متبع شریعت بزرگ تھے۔ انہوں نے جب رفقاء کے ذریعے سنا کہ مولوی خواجہ پائندہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ حقہ نوشی کرتے ہیں تو وہ بغرض ملاقات پڑیکہ گاؤں میں تشریف لائے۔

حضرت خواجہ محمد ہاشم بگھاروی علیہ الرحمۃ کی آمد کی خبر جب آپ نے سنی تو مسجد کو صاف کروایا اور ان کا فقید المثال استقبال فرمایا، اور اس قدر احترام اور اظہار محبت کیا کہ حضرت خواجہ بگھاروی بہت خوش ہوئے، اور ان کے دل میں آپ کی محبت پیدا ہوگئی، دوران گفتگو حضرت خواجہ بگھاروی آپ کی حقہ نوشی پر کچھ اظہار فرمایا تو آپ نے ان کے سامنے تین مرتبہ حقے کا پانی تبدیل کروایا اور تینوں مرتبہ حقے سے پانی کی بجائے دودھ ہی برآمد ہوتا رہا، یہ دیکھ کر حضرت خواجہ محمد ہاشم بگھاروی علیہ الرحمۃ نے فرمایا یہ وہ مقام ہے جسے تبدیلی اعیان کہتے ہیں۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۳۰۸ھ بمطابق **1890** عیسویں کے درمیان کے کسی سال میں ہوا۔ مزار پُرانوار ہوتر شریف موضع جبوڑی تحصیل کہوٹہ ضلع راولپنڈی میں مرجع خاص وعام ہے جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت شیخ حافظ محمد صدیق قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: صوفی لامکانی، حافظ آیات قرآنی، آئینۂ جلال و جمال حقانی، مظہر کمال تامہ انسانی محو توحید و معرفت، خورشید ولایت حضرت شیخ حافظ محمد صدیق قادری رحمتہ اللہ علیہ قطب باالتفاق ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت تقریباً 1234 ہجری بمطابق 1818ء کو بھرچونڈی شریف تحصیل ڈھرکی ضلع گھوٹکی صوبہ سندھ میں جناب حضرت میاں محمد ملوک کے گھر میں ہوئی۔

آپ کے خاندان کے لوگ عرب سے کیچ مکران کے راستے سندھ میں داخل ہوئے۔اور بھرچنڈی شریف سے تین میل دور ایک جگہ پر ڈیرہ لگایا اور قوم سمہ میں شادی کر کے یہیں آباد ہو گئے۔آپ کے والد گرامی جناب میاں محمد ملوک کا گزر بسر زمیندارہ پر تھا۔آپ ابھی بچپن کے عالم میں ہی تھے، والد گرامی کا سایہ سر سے اٹھ گیا، اس کے بعد آپ کی تربیت و تعلیم کا بوجھ آپ کی والدہ ماجدہ کے سر آ پڑا جس کو انہوں نے بحسن خوبی سرانجام دیا۔

تعلیم و تربیت ☆: آپ کی والدہ محترمہ نے آپ کو ایک حافظ صاحب کے سپرد کیا جو آپ کو قرآن مجید پڑھاتے تھے مگر وہاں آپ کی قلبی تسکین نہ ہو سکی۔اور تحصیل علم کے لیے گھر سے نکل کر دور دراز کا سفر اختیار کیا اور چلتے چلتے موضع جندو ماڑی احمد پور شرقیہ ریاست بہاولپور کے علاقہ کے ایک مدرسہ میں داخل ہو کر تحصیل علم کرنے لگے۔

سلسلہ عالیہ اویسیہ کے روح رواں حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی علیہ الرحمتہ کا اس علاقہ سے روزانہ گزر ہوتا۔تو وہ اپنے احباب سے فرماتے کہ اس مدرسہ میں تعلیم حاصل کرنے والے طلباء سے

گفت بوئے بوالعجب آمد بمن
ہم چنانکہ مرنبی را از یمن

کسی کامل کی خوشبو آ رہی ہے۔خادم نے عرض کیا ایک تھان کھدر کا لے کر طلباء میں تقسیم فرمائیں پتہ چل جائے گا۔
چنانچہ ایک ایک طالب علم کو خواجہ سیرانی نے بلا کر اپنے ہاتھوں سے کسی کو قمیض کا کپڑا کسی کو چادر کا کپڑا پیش کیا۔اس دوران ہر ایک

طالب علم ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کر رہا تھا۔لیکن ایک بچہ دور ایک گوشے میں کھڑا ٹکٹکی باندھے حضور خواجہ سیرانی کو دیکھ رہا تھا۔جب سب طلباء فارغ ہو گئے تو حضرت خواجہ سیرانی نے اس بچے کو بلا کر چادر پیش کرنا چاہی تو اس بچے نے عرض کیا۔حضور! میں تو ایسی چادر چاہتا ہوں کہ جو نہ میلی ہو، نہ ہی چھوٹی ہو، اور نہ ہی پھٹے، حضرت خواجہ سیرانی نے چادر پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ وہی ہے، وہ چادر آج تک آستانہ عالیہ بھرچونڈی شریف میں موجود ہے۔

آپ کی عمر عزیز بارہ برس کی تھی کہ آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو ہمراہ لے کر حضرت قبلہ پیر سید حسن شاہ صاحب جیلانی علیہ الرحمتہ کی خدمت میں بھرچونڈی شریف لے گئیں۔حضرت جیلانی کی پہلی نگاہ نے آپ کے مرتبہ ومقام کو پہچان لیا کہ یہ گوہر نایاب ہے۔انہوں نے بڑی ہی شفقت و محبت سے آپ کو قرأت وتجوید سے قرآن کریم حفظ کرایا۔یہی وجہ تھی کہ پورے سندھ میں آپ کی قرأت مشہور تھی۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت سید محمد حسن شاہ جیلانی قادری علیہ الرحمتہ بانی سوئی شریف صوبہ سندھ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز وممتاز ہوئے۔

سلسلہ رشد و ہدایت اور طریقۂ بیعت ☆: مرشد کامل سے اجازت وخلافت کے بعد جب آپ نے سلسلہ رشد و ہدایت اور عوام الناس کو بیعت کرنا شروع کیا تو ایک الگ طریق جاری فرمایا۔

جب کوئی طالب حق بیعت کے لیے آتا تو آپ طالب سے فرماتے کہ ہماری صورت دیکھ کر آنکھیں بند کرو۔اور قدرے توقف کے بعد آنکھیں کھولنے کا حکم فرماتے۔اور ''لا الہ الا اللہ'' ایک ہزار ایک بار۔''الا اللہ'' ایک ہزار بار ''ھو'' ایک ہزار بار۔بعد اس کے ذکر قدسرے مراقبہ جس میں قلب کے اندر اسم ذات کا تصور قائم رکھے۔ان اذکار کو پڑھنے کے لیے مغرب یا عشاء کے بعد یا پھر رات کے کسی حصے میں کرے۔اور قیام وقعود ہر حرکت وسکون میں قلب کا دھیان اسم ذات کی طرف رکھے اور کسی وقت بھی اپنے آپ کو اس ذکر سے خالی اور فارغ نہ رکھے۔

طالب کو یہ باتیں ذہن نشین کرانے کے بعد تصور شیخ دل میں قائم کرنے کی تلقین فرماتے۔اور فرماتے کہ اگر تو نے تصور شیخ دل میں قائم کرلیا تو یاد خدا میں یہی تصور تمہاری معاونت کرے گا۔

آپ نے اپنے سلسلہ طریقت کی بنیاد تین چیزوں پر رکھی۔اول تلاوت قرآن، دوم، نماز، سوم، ذکر خدا، یہ کام تو طالب کا ہوتا۔اور ان تمام معاملات میں سوز وگداز پیدا کر کے بوجھ کو ہلکا کرنا اور ان فرائض طریقت کو طبیعت ثانیہ بنا دینا پیر مغاں کا کمال اور کام ہے۔

انداز تربیت اور حسن اخلاق ☆: ایک دن آپ صبح کی نماز پڑھ کر مسجد سے باہر نکلے تو کیا دیکھا کہ ایک لڑکا جو آستینوں میں بانہیں ڈالے سردی سے کانپ رہا تھا، آپ نے پوچھا تیری چادر کہاں ہے۔اس نے عرض کی حضور کسی نے چرالی ہے۔

نماز ظہر کے بعد جب آپ روبہ قبلہ بیٹھے ہوئے تھے تو وہی لڑکا حاضر خدمت ہوا۔اور عرض کرنے لگا حضرت مجھے توبہ کی تلقین کیجئے۔آپ نے فرمایا، کیوں۔لڑکے نے عرض کی صبح کو میں نے کسی پر چادر چرانے کا گمان بد کیا تھا۔حالانکہ چادر میرے بستر پر موجود تھی۔میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک امتی پر گمان بد کیا ہے لہٰذا مجھے توبہ کرائی جائے۔آپ نے اسے توبہ کرائی۔جس کی وجہ سے

حاضرین پر اس توبہ نے گہرا نقش چھوڑا ہے۔

نمبر۲ ☆: ایک جولاہا جو کہ آپ کی جماعت کا فقیر تھا۔ نماز پر نہ پہنچ سکا اور ذرا تاخیر سے آیا تو آپ نے تاخیر کی وجہ پوچھی تو اس نے عرض کیا۔ آپ کے لیے کپڑا بن رہا تھا، آذان ہوئی تو تھوڑا سا باقی تھا۔ میں نے کہا اسے پورا کر کے ساتھ ہی لے کر جاؤں گا۔ اسی وجہ سے تاخیر ہوگئی۔ اور جماعت میں شامل نہ ہو سکا۔ آپ نے وہ کپڑا اس سے لے کر جلا دیا۔ اور فرمایا کہ جو چیز راہ حق میں رکاوٹ پیدا کرے وہ اس قابل نہیں کہ اسے باقی رکھا جائے۔

نمبر۳ ☆: آپ کے زمانے میں ایک شخص مہمان ہوا۔ لنگر کی تقسیم عشاء کے بعد ہوتی تھی۔ مہمان نے عشاء سے قبل کھانا طلب کیا۔ فقیروں نے کہا کہ نماز کے بعد ہی دال دلیہ تقسیم ہوگا۔ چلو تم بھی نماز پڑھ لو اور پھر کھا لینا۔ اس نے کہا میری چالیس برس کی عمر ہوگئی ہے۔ آج تک نماز نہیں پڑھی۔ اللہ تعالیٰ نے تو میری روٹی بند نہیں کی۔ آج تم ہو کہ بغیر نماز پڑھے روٹی نہیں دیتے۔ فقیروں نے یہ بات آپ کی خدمت میں عرض کی تو آپ نے اس کو طلب کیا اور فرمایا کہ یار بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ سے تو کوئی پوچھنے والا نہیں۔ ہم سے اگر سوال ہوا کہ تم نے ایک بے نماز کو کیوں کھانا کھلایا۔ تو ہم کیا جواب دیں گے۔ آپ کے ان سیدھے سادھے لفظوں میں وہ مٹھاس اور کشش تھی کہ اس شخص پر رقت طاری ہوگئی اور چالیس سالہ گناہوں کا دفتر آنسوؤں سے دھلنے لگا۔

نمبر۴ ☆: سندھ کے ممتاز مفتی مولانا عبدالغفور الہمایونی کے شہر میں آپ دعوت پر تشریف لے گئے۔ مفتی صاحب ان دنوں گھر پر موجود نہ تھے۔ ان کے بہت سے آدمی آپ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔

حسب دستور آپ نے بیعت میں تصور شیخ بتلایا۔ جب مفتی صاحب واپس تشریف لائے تو بعض طالبان حق نے مولانا کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت خواجہ حافظ محمد صدیق بھرچونڈی شریف سے تشریف لائے تھے اور بیعت کے بعد ذکر الٰہی کے ساتھ (شیخ کی) صورت کا تصور بھی طالب کو بتلایا ہے۔ مفتی صاحب نے فرمایا کہ التحیات میں **السلام علیک ایھا النبی** کے کاف خطاب میں تصور مراد نہیں تو اور کیا ہے۔ یہ بات جب آپ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا کعبہ تین سو ساٹھ بتوں کا مرکز تھا جب صورت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم آئی تب کعبہ بتوں سے پاک ہوا۔

نمبر۵ ☆: ایک ضعیفہ نے آپ کی دعوت کی۔ آپ مقررہ وقت پر اس کے گھر تشریف لے گئے۔ ضعیفہ چونکہ کافی عمر رسیدہ تھی نظر کم آتا تھا۔ اس نے چاول ابال کر دم کر کے اس پر شکر ڈالنے کے لیے برتن اٹھایا۔ مگر شکر کی بجائے نمک چھڑک دیا۔ اور ایک دفعہ پر اکتفا نہیں کیا بلکہ محبت وعقیدت میں بار بار میٹھا زیادہ کرنے کے لیے ڈالتی رہی۔

جب آپ تشریف لیے گئے اور کھانا پیش کیا گیا تو آپ نے بلا عذر حسب منشا کھانا کھایا اور باقی ماندہ کھانا اپنے خادم خاص کو دیا۔ جب خادم نے پہلا لقمہ اٹھایا تو تھوکا اور فریاد کی اے بڑھیا! تو نے شکر کی بجائے نمک ڈال کر غضب کر دیا۔ وہ بیچاری رو رو کر عرض کرتی ہے کہ للہ میرا قصور معاف فرمائیں۔ مجھے ضعیفی اور نظر کی کمزوری کے باعث کھانڈ اور نمک کا فرق محسوس نہیں ہوا۔ دونوں کا برتن ایک جیسا تھا۔ آپ نے فرمایا میری نگاہ تیرے ہاتھ پر نہ تھی۔ بلکہ اس پر تھی جس نے ہمیشہ میٹھی میٹھی نعمتوں سے نوازا ہے۔

تعمیر مسجد کا ایک خاص انداز☆: آپ نے بھر چونڈی شریف میں ایک عظیم الشان اور ایسی مسجد تعمیر کروائی جس کی مثال آپ کے زمانہ یا آپ کے زمانے کے بعد اب تک نہیں ملتی۔

آپ نے مسجد کی تعمیر کے لیے جن لوگوں کو منتخب کیا اور جس تقویٰ اور پاکیزگی و طہارت ظاہری و باطنی کا معیار قائم کیا۔ وہ اپنی مثال آپ ہے۔

اینٹیں بنانے والے اور اینٹیں پکانے والے مزدور باوضو اور پھر مسجد کی تعمیر میں کام کرنے والے مزدور اور معمار باوضو۔ بلا وضو ایک اینٹ بھی نہیں لگائی گئی۔ حالت یہ تھی کہ گارا بنانے والا اگر گارا بنا رہا ہے تو زبان پر ذکر الٰہی جاری ہے۔ معمار اینٹ ہاتھوں سے لگا رہا ہے لیکن زبان پر ذکر خدا جاری ہے۔ مسجد کی تعمیر میں پیر اور مرید، امام اور مقتدی، فقرا خلفاً، خادم و مخدوم سب کے سب ہی گارا اینٹ اٹھانے میں لگے ہوئے ہیں لیکن ذکر الٰہی میں رطب اللسان ہیں۔ مسجد کی تعمیر کرنے والا معمار جب تعمیر سے فارغ ہوا تو اس نے فیصلہ کر لیا کہ اس مسجد کی تعمیر کی مزدوری نہیں لوں گا۔ اس لیے کہ طہارت کا جو معیار قائم کیا گیا ہے۔ مزدوری لینے سے اجر وثواب ختم ہو جائے گا۔

جب فارغ ہوا تو آپ کے قدموں میں بیعت کے لیے ڈھیر ہو چکا تھا۔ بیعت کے بعد اپنے قلب کو ذکر الٰہی سے ذاکر بن چکا تھا۔

مسجد مکمل ہونے کے بعد آپ سے اجازت لے کر جب وہ ریلوے اسٹیشن کی طرف جا رہا تھا تو دل میں سوچ رہا تھا کہ دیکھتے ہیں کہ اب کیا بنتا ہے۔ جیب میں پھوٹی کوڑی بھی نہیں اور جانا بھی ملتان ہے۔ کرایہ کیسے ادا کروں گا۔ وہ انہی خیالات میں گم ریلوے اسٹیشن کی جانب قدم بڑھا رہا تھا کہ پیچھے سے ایک جانی پہچانی آواز سنائی دی۔ پیچھے مڑ کر دیکھا تو مرشد کامل حضرت حافظ محمد صدیق بھر چونڈی سر پر چھوٹی سی گٹھڑی اٹھائے ہوئے تیز تیز قدموں سے آگے بڑھ رہے ہیں اور قریب آ کر وہ گٹھڑی معمار کو تھما دی اور فرمایا کہ تم نے فی سبیل اللہ مسجد کی تعمیر کا کام کیا ہے۔ ہم نے بھی خدا واسطے تجھے انعام دیا ہے۔ آپ جب واپس چلے آئے تو اس نے کچھ دور جا کر اس گٹھڑی کو کھول کر دیکھا تو گٹھڑی میں مزدوری سے زیادہ رقم موجود تھی۔ جسے دیکھ کر وہ حیران رہ گیا۔

آپ کے صاحبزادے شیخ عبدالرحمان ثانی صاحب علیہ الرحمتہ فرمایا کرتے تھے کہ اس مسجد میں نماز پڑھنے کا باقی مساجد سے زیادہ ثواب ہے۔ کیونکہ بانی مسجد کے انفاس متبرکہ سے جماعت تزکیہ نفوس کر کے قد افلح کے مقام پر فائز ہو چکی تھی۔ بغیر مزدوری اور لالچ کے بغیر کام ہو رہا تھا۔ اس میں ایسے لوگ شامل تھے جن کا ہر سانس یاد خدا میں اور جن کا ہر لمحہ عبادت خدا میں بسر ہوتا تھا۔ جن کی سجدہ ریزیوں کی داستانیں آج بھی منبر اور محراب میں پڑھی اور سنی جاتی ہیں، عشق الٰہی میں جن کے آہ و بکا کی شہادت مسجد کی اینٹیں دے رہی ہیں اور جن کی سرفروشانہ خدمات کا اعتراف بھر چونڈی شریف کے کوچے کا ہر ذرّہ دے رہا ہے۔ مگر افسوس کے سننے والے نہ رہے۔

بھر چونڈی شریف میں جُبّہ شریف کی آمد☆: دو مغل شہزادے آپ کی زیارت کے لیے بھر چونڈی شریف میں آئے اور چند روزہ قیام کے بعد شہزادگی بھول گئے اور آپ کے غلام بے دام بن کر عرض کرنے لگے۔ حضور ہمیں بیعت کر کے اپنی غلامی میں قبول فرمائیں۔

آپ نے بیعت سے مشرف فرمایا جب وہ واپس جانے لگے تو انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ مبارک یہ کہہ کر آپ کو

پیش کیا کہ نصف آپ رکھ لیں۔اور نصف ہمیں دے دیں۔آپ نے جُبّہ مبارک کھولا اور اپنے جسم مبارک پر رکھا تو آپ کی پنڈلیوں تک آیا، آپ نے ارادہ کیا کہ اس کے دو حصے کر دیئے جائیں۔مگر عشق دامن گیر ہوا کہ ایسا نہیں کرنا۔آپ نے شہزادوں سے فرمایا کہ اسے تم ہی لے جاؤ۔میرا عشق مجھے اجازت نہیں دیتا کہ اس کے دو حصے کیے جائیں۔

جب شہزادوں نے جُبّہ سے اپنے شیخ کا اس قدر عشق دیکھا تو برضا و رغبت جبہ مبارک آپ کے حضور پیش کر دیا۔جو آج تک بھر چونڈی شریف میں موجود ہے۔ہر جمعہ کو اس کی زیارت جمعہ کے نمازیوں کو کرائی جاتی ہے۔

اس جُبّہ مبارک کے ساتھ سند بھی تھی، مگر افسوس کے دیمک کے ظلم سے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی ہے جو کہ موجود ہونے کے باوجود پڑھی نہیں جاتی۔

یہ جُبّہ مبارک شہنشاہ تیمور لنگ سے ان شہزادوں کے حصے میں آیا تھا، جس کو انہوں نے اپنے شیخ کے آستانے کی زینت بنادیا۔

سیرت و کردار☆: آپ نے اپنے قلب مبارک کو سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈھال رکھا تھا سیرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی۔بغیر کوشش خاص کے سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوتا تھا اور یہی وہ کمال تھا کہ جس کے باعث چہار دانگ عالم سے عوام و خواص دور دراز کا سفر کر کے آپ کی قدم بوسی کو باعث عزت سمجھتے تھے۔

بے نماز آدمی سے راہ و رسم لین دین کھانا پینا اچھا نہ سمجھتے تھے۔اسی طرح غیر شرعی اور غیر اخلاقی رسومات کے خلاف تمام عمر جہاد کیا۔اور لوگوں نے ذہنوں کو بدل کر سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع کیا۔آپ نسوار اور تمبا کو نوشی کو بہت برا جانتے تھے۔نسوار کھانے والے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کو مکروہ تحریمی جانتے تھے۔جس کنویں پر تمبا کو کی کاشت ہوتی اس کے پانی سے وضو بھی نہ کرتے اور جماعت کو تاکید حکم تھی کہ جماعت کے آئین کی پابندی کریں۔یہی وجہ ہے کہ آج تک اس جماعت میں حقہ اور نسوار وہ مقام نہ حاصل کر سکی جو عام خانقاہوں پر پایا جاتا ہے۔

جس شادی میں ڈھول باجے نقارے بجائے جاتے، اس شادی میں اپنے مریدین کو شرکت سے منع فرماتے تھے۔آپ کے بعض مریدوں نے آپ کے اس فرمان پر عمل کے لیے اپنی قریبی رشتہ داریاں قربان کر دیں۔آپ احکام شریعت پر عمل کروانے کے لیے عملی طور پر وہ کام کیئے جن سے عہد نبوی کے دور کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔اور اس کا اثر آج بھی آپ کے سلسلہ کے بہت سے لوگوں میں موجود ہے۔آپ کا معمول تھا کہ روزانہ تلاوت قرآن کریم اور دلائل الخیرات شریف کی تلاوت فرماتے۔ہر روز نماز عشاء سے قبل حلقہ ذکر میں ضرور شامل ہوتے نماز عشاء کے بعد طالبان حق کو مسائل سمجھاتے، رات کے آخری حصے میں تہجد آپ کا مستقل معمول تھا، اس کے علاوہ بھی نوافل ادا فرماتے، تہجد کے بعد ذکر جہر فرماتے۔اور طالبان و سالکین راہ سلوک کو اس وقت ذکر الٰہی کی نہایت ہی تاکید فرماتے۔نماز جمعہ سے پہلے سورۃ کہف ضرور تلاوت فرماتے۔نماز جمعہ کے بعد جبہ شریف کی زیارت اور غلاف کعبہ اور غلاف روضۂ مقدسہ کی زیارت کرتے اور آنکھوں سے لگاتے۔

کشف و کرامات☆: ایک دفعہ دو چور گھر سے چوری کرنے کی نیت سے نکلے۔اور لنگر کے وقت آپ کی خانقاہ معلیٰ میں

آئے۔ لنگر کھا کر چوری کرنے چل دیئے۔ جب خانقاہ سے نکلے تو تمام رات چلتے چلتے گزر گئی مگر وادی بھر چونڈی شریف سے باہر نہ جا سکے۔ حتیٰ کہ صبح ہوگئی۔ وہ چور صبح کو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے۔ حضور رات کو یہاں سے لنگر کھا کر گئے اور یہاں سے آدھا میل دور وردی چلکاری سے آگے نہ جا سکے جبکہ تمام رات سفر میں گزر گئی۔

آپ نے فرمایا کہ لنگر کا دال دلیہ کھا کر تم یہ کام تو نہیں کر سکتے۔ یہ سنتے ہی وہ قدموں میں گر کر معافی کے خواستگار ہوئے اور آپ کے دست مبارک پر بیعت ہو کر آپ کی جماعت وغلامی میں داخل ہو گئے۔

کرامت نمبر۲ ☆: فقیر محمد ہاشم مارواڑی آپ کے خاص خدام میں سے تھا، مارواڑہ کے علاقے میں کسی مندر میں گھس کر اس نے بتوں کو توڑ ڈالا۔ جب مندر سے باہر نکلا تو مندر والوں نے تعاقب کیا، جب مندر والے اس کے قریب پہنچ گئے تو اس نے اس خیال سے کہ اب قتل مقاتلے تک نوبت آ گئی ہے۔ لہٰذا پہلے نماز ادا کرلوں تا کہ نماز قضا نہ ہو جائے۔ وہ نماز میں مصروف تھا تو کسی نے مشورہ دیا کہ دوران نماز شہید کر دیا جائے۔

مگر وہاں پر موجود کسی شخص نے کہا کہ اس فقیر کو مت مارو۔ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اس نے مندر کے بڑے بڑے پتھروں کے بت جو ہم جیسے چار آدمی بھی نہ اٹھا سکیں۔ اس نے اکیلے ہی اٹھا کر باہر پھینک دیئے ہیں۔ تم اسے راجہ کے پاس لے جاؤ۔ جب وہ اس فقیر کو راجہ کے پاس لے گئے تو راجہ نے تمام قصہ کوتاہ کو سن کر فقیر محمد ہاشم کو چھوڑ دیا۔

جب یہ خبر آپ کو پہنچی تو آپ نے فرمایا مارڈ یچی کا بچہ اگر فقیر کو نہ چھوڑتا تو قلعہ جودھپور کی اینٹ سے اینٹ بجادی جاتی۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال دس جمادی الثانی 1308 ہجری بمطابق 1890ء کو ہوا۔ مزار پُر انوار بھر چونڈی شریف سب تحصیل ڈھر کی ضلع گھوٹکی صوبہ سندھ میں مرجع خاص وعام ہے۔

جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آج کل دربار شریف پر حضرت پیر عبدالخالق قادری صدر مرکزی جماعت اہلسنت پاکستان موجودہ سجادہ نشین ہیں۔ فقیر راقم الحروف بذریعہ ٹیلی فون آپ سے رابطہ ہے۔ حضرت پیر عبدالخالق اپنے اسلاف کی زندہ تصویر اور بلند اخلاق کے مالک ہیں۔ خُدا سلامت رکھے۔ اور تادیر غلامانِ بھر چونڈی شریف پر آپ کا سایہ قائم ودائم رکھے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ محمد عمر عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: غوث زمانہ، عارف یگانہ، ہمہ صفت قلندرانہ، فیض یافتہ نسبت رسول، حضرت خواجہ محمد عمر عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ زبدۃ العارفین ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۳۳ھ بمطابق ۱۸۱۷ء کو موضع مان ضلع گوجرانوالہ میں حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ایک عارف کامل حضرت میاں جیون عباسی علیہ الرحمۃ کے گھر میں ہوئی۔

آپ کا سلسلہ نسبت بیالیس واسطوں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے جا کر ملتا ہے۔

آپ کے والد گرامی حضرت میاں محمد جیون علیہ الرحمۃ بھی اپنے وقت کے عظیم مرد کامل ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی اجداد میں بہت سے بزرگ عارف وکامل ہوئے ہیں۔

آپ کو خداوند کریم نے بچپن ہی سے گونہ گوں صلاحیتوں سے مالا مال کیا ہوا تھا۔ آپ کی پرورش، تربیت و تعلیم اپنے برادر اکبر حضرت سخی احمد یار عباسی قادری علیہ الرحمۃ کی زیرنگرانی مکمل ہوئی۔ بعدازاں ظاہری و باطنی روحانی، صوری و معنوی، پرورش و تربیت پا کر تمام کمالات ظاہری و باطنی کا منبع ٹھہرے۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے برادر اکبر حضرت سخی احمد یار عباسی قادری علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز و صاحب مجاز ہوئے۔

نسبتِ اویسی ☆: آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبتِ اویسی بھی حاصل تھی۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ تصوف و طریقت و سلوک کی منازل طے کرتے ہوئے ایک مقام پر حقیقت کے ادراک کے لئے میں بارگاہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کیا تو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ابھی تم بچے ہو، اس بوجھ کے اُٹھانے کے متحمل نہیں ہو سکو گے، میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما دیجئے کیا ہوگا؟ یہی ہوگا کہ میں سوکھ کر کانٹا ہو جاؤں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے اصرار پر توجہ فرما دی تو اس کے بعد آپ کا جسم مبارک سوکھنا شروع ہو گیا۔ اور آپ کے جسم اور سر مبارک پر ایک بال بھی نہ رہا۔ بہت سے قبل ترین اطباء سے علاج کرایا گیا مگر بے سود، اطباء اس بیماری کی تشخیص اور علاج سے عاجز تھے۔ بالآخر اطباء نے مشورہ دیا کہ گاؤں

سے باہر عام آدمیوں سے علیحدہ کر دیا جائے۔ اور خورد ونوش کا بندوبست بھی علیحدہ ہی کیا جائے۔

آپ اپنے گاؤں سے باہر اپنی زمینوں میں سب سے الگ تھلگ دن رات راضی برضائے مولیٰ ہمہ وقت ذکر وفکر میں مشغول، عبادت وریاضت میں مگن رہتے، اس کے علاوہ قصیدہ مضریہ شریف خوش الحانی سے تلاوت فرماتے تھے۔

ایک دن آپ دوپہر کے وقت قصیدہ مضریہ کی تلاوت میں مصروف تھے کہ نور کا ایک شعلہ روشن ہوا، اس نور سے نور مجسم رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمال جہاں آرا سے مشرف ہوئے۔ سرکار علیہ السلام نے اپنی چادر مبارک کا ایک کونہ آپ کے جسم پر لہرایا تو آپ اُسی وقت روبہ صحت اور تندرست وتوانا ہو گئے، ایسا محسوس ہوتا تھا جیسا کہ جسم میں کوئی بیماری تھی ہی نہیں۔

اس کے بعد آپ اکثر وبیشتر خواب میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوتے رہتے تھے اور اپنے پیرو مرشد حضرت سخی احمد یار عباسی قادری اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فیضان باطنی وروحانی سے مالا مال ہوتے رہے۔

مختلف درباروں کے سجادگان کا آپ سے فیض حاصل کرنا☆: برصغیر پاک وہند کے اولیاء کرام کے سجادگان میں سے اکثر حضرات نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور آپ سے ہر چہار سلاسل عالیہ سے طالبان حق، صاحب سلوک وصاحب منزل ومقام مجازیب اہل لشکر نے روحانی استفادہ کر کے فقر وولایت میں ارفع واعلیٰ مقام حاصل کیے۔

آپ نے اپنی علمی وروحانی مہارت اور اپنی نابغہ روزگار شخصیت کی تاثیر سے ایک کثیر تعداد مخلصین کی پیدا فرمائی اور ان کے ذریعے برصغیر پاک وہند میں ایک عظیم دینی وروحانی انقلاب پیدا فرمایا۔ اور ایک طویل عرصہ تک لوگوں کے قلوب واذہان کو عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مرصع ومزین کرتے رہے۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال ۵ محرم الحرام ۱۳۰۹ھ بمطابق ۱۸۹۱ء کو ہوا۔ مزار پُر انوار، دربار قادریہ بازار خراداں والا گوجرانوالہ شہر میں مرجع خاص وعام ہے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کر رہے ہیں۔

آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد عبداللہ علیہ الرحمۃ ان کے وصال کے بعد ان کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد کریم اللہ عباسی قادری علیہ الرحمۃ نے بطور سجادہ نشین سلسلہ عالیہ کو آگے بڑھایا۔ ہر دو حضرات اپنے اپنے وقت کے عظیم اولیائے کبار سے ہوئے ہیں۔ ان کے بعد سجادہ نشین حضرت خواجہ محمد بشیر عباسی قادری علیہ الرحمۃ مقرر ہوئے۔

آج کل موجودہ سجادہ نشین فخر المشائخ حضرت صاحبزادہ شبیر احمد صاحب عباسی قادری مدظلہ العالی ہیں جو بہترین انداز میں اپنے اسلاف کی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے سلسلہ عالیہ قادریہ دربار عالیہ کی خدمت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ اللہ کریم تادیر غلامان دربار قادریہ کے سروں پر آپ کا سایہ قائم ودائم رکھے۔ آمین۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت میاں تاج محمد قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆ : عالم ومتکلم ومحدث، صاحب فضائل وصوری ومثنوی، سرخیل مبارزان طریقت حضرت میاں تاج محمد قادری رحمتہ اللہ علیہ آپ شاہد بزم وصال ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۴۷ھ بمطابق ۱۸۳۱ء میں اپنے زمانے کے عارف کامل حضرت خواجہ میاں محمد حسن قادری علیہ الرحمۃ کے گھر کٹبار شریف صوبہ بلوچستان میں ہوئی۔

آپ اپنے والد کے سب سے چھوٹے بیٹے ہیں۔ بچپن کا زمانہ تھا ابھی آپ فارسی کا رسالہ ''نام حق'' پڑھ رہے تھے، ایک روز اونٹ پر سوار ہوئے، اوراس کو دوڑانے لگے، اسی اثنا میں آپ کے والد بزرگوار کی نظر آپ پر پڑی تو انہوں نے آپ کو تنبیہ کی اور فرمایا ''بی نہ مایر تکلی۔ بٹ تیرانداز'' اس کے بعد اہل خانہ سے مشورہ کر کے آپ کو حصول علوم دینیہ کے لئے ''کنڈہ'' بھیج دیا، آپ نے بارہ برس تک انتہائی ذوق وشوق سے علوم دینیہ کے لئے ''کنڈہ'' بھیج دیا، آپ نے بارہ برس تک انتہائی ذوق وشوق سے علوم دینیہ کی تعلیم حاصل کی۔

کنڈ شہر میں آپ کے تعلیمی اخراجات آپ کے والدِ گرامی کے ایک مرید جو آپ کے والدِ گرامی کے نائب کا درجہ رکھتے تھے نے برداشت کئے، آپ علوم دینیہ کی تکمیل کے بعد گھر پہنچے اور اس کے بعد بڑے ہی انہماک کے ساتھ درس وتدریس میں مشغول رہ کر تشنگان علوم دینیہ کو اس چشمہ سے سیراب فرماتے رہے۔

بیعت وخلافت ☆ : آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے عظیم والدِ گرامی حضرت خواجہ میاں محمد حسن قادری علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف تھے اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز وممتاز ہوئے۔

سیرت وکردار ☆ : آپ تمام دن درس وتدریس میں مصروف رہتے اور رات کے وقت اپنے والدِ گرامی سے فیوض باطنی حاصل کرتے ہوئے تمام منازل فقر طے کرتے رہے، رات کو تلاوت قرآن کریم، درود پاک، دلائل الخیرات، اور دیگر اوراد ووظائف پورے فرماتے تھے۔

اس کے علاوہ زمینداری کا مشغلہ بھی جاری رہتا تھا، عبادت وریاضت، فقر وتصوف کی منازل، رات کے آخری حصے میں تہجد کی ادائیگی آپ کے معمولات کا حصہ رہیں۔

مقام فقر وتصوف ☆: آپ فقر اور مقامات سلوک میں اس قدر کامل تھے کہ آپ کے بڑے بھائی حضرت میاں غلام حیدر صاحب نے کئی مرتبہ اپنے مریدین کی محفل میں کہا تھا کہ میاں تاج محمد فقر کے درجات ومقامات میں مجھ سے پیش پیش ہیں۔

یہی وجہ تھی کہ حضرت میاں غلام حیدر کی ظاہری زندگی میں تمام سردار، زمیندار اور عام مرید آپ کی اُسی طرح تعظیم کرتے تھے جس طرح میاں غلام حیدر صاحب کی کرتے تھے۔

آپ کے بڑے بھائی حضرت میاں غلام حیدر نے اپنی عمر شریف کے آخری حصے میں اپنے کاروبار اور تمام امور آپ کے سپرد کر دیئے ہیں۔

کشف وکرامات ☆: ایک مرتبہ آپ مریدوں کی دعوت پر موضع بھاگ تشریف لے گئے، وہاں مفتی مُلا احمد نے ایک فتنہ پرداز شخص محمد حیات لوہار سے کہا کہ تم حضرت میاں تاج محمد قادری کے پاس جا کر تلقین وارشاد حاصل کرو، اور ان سے کہو کہ مجھے ایک دفعہ میں ہی کشف القبور اور کشف القلوب سکھا دو۔

چنانچہ محمد حیات نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا حضرت مجھے مرید کر لیجئے اور ایسی توجہ فرمائیں کہ ایک ہی دفعہ کشف القبور اور کشف القلوب کی منزل طے کرا دیجیے، اس کی یہ بات آپ کو ناگوار گزری، اور فرمایا کہ ان مراتب کو اپنے سکھانے والے سے سیکھو اور یہاں سے چلے جاؤ۔

خدا کی قدرت کہ وہ شخص تھوڑے عرصہ بعد مجنوں اور مسلوب العقل ہو گیا، پھٹے پرانے کپڑے اور برے حال میں ادھر اُدھر مارا مارا پھرتا رہا۔

آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد حسن قادری فرماتے تھے وہ شخص مجھے کئی مرتبہ ملا اور کہتا تھا کہ تمہارے والد بزرگوار کی بددعا سے دربدر اور خاک بسر ہوا ہوں۔

کرامت نمبر۲ ☆: ایک بار آپ ہمایوں تشریف لے گئے، وہاں چند روز قیام فرمایا، عید سعید کا دن تھا، محفل آرائی ہوئی، گفتگو کے دوران حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء دہلوی علیہ الرحمۃ کا ذکر آیا تو مولانا ہمایونی نے کہا کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ قطب صاحب کی مجلس میں قوالی ہو رہی تھی، قوالوں نے جب یہ شعر پڑھا۔

کشتگان خنجر تسلیم را ہر زماں از غیب جانے دیگر است

تو خواجہ صاحب کی حالت متغیر ہو گئی، پہلے مصرعہ پر ان کی روح بدن سے نکل جاتی تھی اور دوسرے پر واپس آ جاتی تھی، قوالوں نے جتنی دفعہ یہ شعر پڑھا اتنی ہی دفعہ یہ حالت رونما ہوئی۔

یہ واقعہ سنتے ہی آپ پر اس قدر شدید حالت وجد طاری ہوئی کہ آپ چارپائی سے نیچے گر پڑے اور یہ کیفیت کافی دیر تک وارد

رہی، حتیٰ کہ مولانا ہمایونی کے دل میں خوف پیدا ہوا کہ مبادا آپ کی روح مبارک ہی پرواز کر جائے اور وہ اُٹھ کر چلے گئے۔

کرامت نمبر۳ ☆: ایک مرتبہ کٹبار شریف میں مولوی میاں محمد ہاشم اور میاں جی علی شیر آپ کی مجلس میں موجود تھے، مجلس میں حضرت سلطان العارفین سلطان باہو علیہ الرحمۃ کے ملفوظات کا ذکر ہو رہا تھا، کسی نے کہا کہ انہوں نے اپنی کتاب ''شمس العارفین'' میں لکھا ہے کہ چوتھے آسمان پر ایک دروازہ ہے۔ اس پر چار فرشتے متعین ہیں، جن کی شکل شیر کی سی ہے، دو شیر دروازے کے ایک طرف اور دو دروازے کے دوسری طرف اپنے ہاتھوں میں ننگی تلواریں لئے کھڑے ہیں، جب سالک وہاں پہنچتا ہے تو فرشتے اُس سے کہتے ہیں کہ اگر عاشق صادق ہو تو اپنا سر اس مقتل پر رکھو اور یہی مقام فنا فی اللہ ہے۔

ابھی یہ گفتگو جاری تھی تو آپ پر وجد و کیف کی حالت طاری ہوگئی، اور چار پائی سے نیچے گر پڑے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا روح مبارک بدن سے پرواز کر گئی ہے، تقریباً ایک گھنٹے کے بعد ہوش میں آئے۔

جب آپ گھر پہنچے تو آپ کے فرزند ارجمند مولوی محمد حسن نے وجد و مستی کا حال پوچھا تو فرمایا کہ یہ مقام بفضل اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے اپنے والد بزرگوار حضرت میاں محمد حسن کی زندگی میں ہی حاصل تھا، مگر خوف کے مارے یہ خیال ذہن میں نہیں آنے دیتا تھا، کہ مبادا طائر روح قفس عنصری سے پرواز کر جائے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۷ صفر المظفر ۱۳۱۰ھ بمطابق ۱۸۲۹ء کو ہوا، مزار پُر انوار کٹبار شریف صوبہ بلوچستان میں مرجع خاص و عام ہے۔

کہا جاتا ہے کہ بوقت وصال صبح کے وقت آپ کے چہرے اور سینہ پر نورانی کرنیں نمودار ہوئی تھیں، اور تمام بالوں سے ذکر اللہ کی آوازیں آرہی تھیں۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بوقت وصال زمین میں زلزلہ پیدا ہوا تھا اور مسجد کے قریب اس حجرے کی ایک دیوار بھی گر گئی تھی جس میں بیٹھ کر آپ چلہ کشی کیا کرتے تھے۔

آپ کے وصال کے بعد ایک دن میر عبدالکریم خان رئیسانی تعزیت کے لئے کٹبار شریف پہنچا۔ دعا اور فاتحہ کے لئے جب آپ کی خانقاہ میں گیا تو اسے مرقد منورہ سے ذکر خدا اور ''ہُو ہُو'' کی آواز چند مرتبہ سنائی دی، اور مرقد منورہ کو جنبش ہوئی، موقع پر موجود بہت سے افراد پر وجد و مستی کی حالت طاری ہوگئی۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت پیر سیّد فضل دین شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ

تعارف ☆: واصلِ الی اللہ، عارف باللہ، شہنشاہ طریقت وتصوف ومعرفت، حضرت پیر سید فضل دین شاہ قادری گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت پیر سید مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ کے والد گرامی حضرت پیر سید نذر دین شاہ علیہ الرحمۃ کے ماموں تھے۔

حضرت تاجدار گولڑہ بھی آپ کو ماموں ہی کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ آپ ایک بلند پایۂ مقام کے ولی کامل اور صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔ آپ سیف زبان تھے زبان ترجمان سے جو کچھ بھی ارشاد فرما دیتے ویسا ہی ہو کے رہتا تھا۔

آپ کے پاس لوگوں کا ایک اژدہام ہمہ وقت جمع رہتا تھا۔ دم درود وتعویذات کا اس قدر اثر تھا کہ بلا امتیاز وتفریق آپ کے پاس ہر مذہب وملت اور ہر طبقے کے لوگ حاضری دے کر اپنے دامنوں کو گوہر مراد سے بھرتے تھے۔

آپ کے دادا جان کی وصیت ☆: تاجدار گولڑہ حضرت پیر سید مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ آپ کے دادا جان نے آپ کی پیدائش سے قبل یہ وصیت فرمائی تھی کہ میرے بیٹے سید رسول شاہ علیہ الرحمۃ کے ہاں خدا کے فضل وکرم سے ایک بیٹا ہوگا اسے اپنے حال پر چھوڑ دینا چنانچہ اسی طرح کیا گیا کہ جب آپ کی ولادت باسعادت ہوئی اور آپ کچھ بڑے ہوئے تو آپ کے معاملات میں خاندان کے کسی فرد نے دخل نہیں دیا۔ آپ اکثر اسی جگہ پر جا کر بیٹھتے اور محوِ عبادت رہتے۔ جہاں آج آپ کا مزار پُر انوار ہے اس جگہ سے آپ کو بہت اُنس تھا آپ نے تمام عمر اسی جگہ پر گزاری۔

مولائے کائنات کی زیارت ☆: ایک دن آپ کو حضرت امام الاولیاء مولائے کائنات مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی زیارت خواب میں ہوئی تو آپ نے عرض کیا کہ مجھے وہی کلمہ پڑھا دیں جو حضرت رسول کریم ﷺ نے آپ کو پڑھایا تھا۔ مولائے کائنات علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے آپ سے فرمایا کہو **لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰه** پھر آپ نے یہی کلمہ پڑھا۔

ایک مجذوب کی پیشین گوئی ☆: حضرت سائیں علی محمد المعروف مسکین شاہ علیہ الرحمۃ جنہوں نے آپ کی پرورش آپ کے والد بزرگوار کے وصال باکمال کے بعد فرمائی تھی وہ بھی اپنے وقت کے عارف کامل بزرگ تھے۔ انہوں نے ایک دن آپ سے فرمایا تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کے لنگر کے لیے ۱۲۵ روپے یومیہ مقرر فرما دیا ہے اگر اس سے زیادہ ہو گیا تو آپ کی قسمت مگر اس سے کم

کسی قیمت پر نہ ہوگا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ کی حیات مبارکہ میں آپ کے لنگر کا چرچا زبان زد خاص و عام پر ہے جو کہ آج تک اسی طرح جاری و ساری ہے۔

تصرفات باطنی ☆: حضور تاجدار گولڑہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں سفر حج پر حجاز مقدس گیا۔ جب میں واپس گولڑہ شریف پہنچا تو آپ نے میرے سفر کے دوران پیش آنے والے واقعات کا خود مجھ سے ذکر کیا اور فرمایا کہ ایک روز میں نے دیکھا کہ تم جہاز میں قبلہ رُخ بیٹھ کر فلاں فلاں وظیفہ پڑھ رہے تھے۔

چنانچہ فی الحقیقت میں وہی وظیفہ پڑھ رہا تھا۔ جس سے معلوم ہوا کہ آپ کے تصرفات باطنیؒ اس قدر ہیں کہ آپ کی نگاہ پورے ماحول پر اثر انداز تھی۔ آپ نے تمام عمر مجرّد گزاری نہ شادی کی نہ اولاد ہوئی۔

نوٹ ☆: آپ نے ہی حضور تاجدار گولڑہ علیہ الرحمۃ کی ظاہری و باطنی تربیت بھی اپنی نگرانی میں فرمائی تھی اور آپ ہی کے فرمان پر حضور تاجدار گولڑہ علیہ الرحمۃ شہنشاہ کلیام حضرت قبلہ خواجہ فضل دین کلیامی چشتی صابری علیہ الرحمۃ کی خدمت میں اکثر و بیشتر حاضری دیا کرتے تھے اور آپ ہی نے اپنے وصال با کمال سے قبل آپ کو اپنی مسند پر بٹھا دیا تھا اس طرح حضور تاجدار گولڑہ علیہ الرحمۃ کا سلسلہ اپنے والد اور آپ کی موجودگی میں شروع ہو گیا تھا اور ان دونوں بزرگوں نے آپ کی ولایت کے عروج کا زمانہ بھی بنفس نفیس دیکھا ہے۔

وصال با کمال ☆: آپ کا وصال با کمال ایک سو آٹھ برس کی عمر شریف میں ۱۲ ذیعقد ۱۳۱۱ھ بمطابق ۳-۱۸۹۲ء میں ہوا۔

آپ کا مزار حضور تاجدار گولڑہ علیہ الرحمۃ کے مزار کے شمال مغرب میں مرجع خاص و عام ہے جہاں اہلِ عقیدت و محبت آج بھی حاضری دے کر اپنے دامنوں کو گوہر مقصود سے بھرتے ہیں۔

فقیر راقم الحروف نے بھی بارہا آپ کے مزار پُر انوار پر حاضری دینے کا شرف حاصل کیا ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سید عبدالعلی گیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: جگر گوشۂ شاہ کیتھل شاہ کمال، پروردۂ آغوش ولایت، پیشوائے جمیع اہل کمال، ساقی خمخانہ اسرار، حضرت پیر سیّد عبدالعلی گیلانی قادری کیتھلی رحمتہ اللہ علیہ آپ بادشاہ عالم راز ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت برصغیر کی ممتاز روحانی قادری درگاہ کیتھل شریف ضلع کرنال انڈیا کے معروف سادات گیلانی کے عظیم بزرگ حضرت شاہ سید علی بن حضرت شاہ سید محمد علی گیلانی قادری علیہم الرحمۃ کے علمی وروحانی گھر میں ہوئی۔

آپ کے اجداد میں آٹھ پشت قبل حضرت سید شاہ کمال قادری گیلانی رحمتہ اللہ علیہ اپنے وقت کے عظیم وکبیر شیخ طریقت ہوئے ہیں۔ حضرت شاہ کمال قادری علیہ الرحمۃ نے حق پرستی کے جرم میں سخت قسم کی تکلیفیں برداشت کر کے تبلیغ اسلام اور سلسلہ عالیہ قادریہ کی اشاعت کا فریضہ سرانجام دیا ہے۔ اُن کی محنت و مشقت عبادت وریاضت سے قصبہ کپس تھل جو ہنومان کی پرستش کا بہت بڑا مرکز تھا۔ کیتھل شریف کے نام سے پوری دنیا میں معروف ہوا اور رُشد و ہدایت اور روحانیت کا سرچشمہ بن گیا۔ اس جگہ سے علم وعرفان کے ایسے چشمے جاری ہوئے جن سے بے شمار بندگان خدا فیضیاب ہوئے۔ اور سلسلہ عالیہ قادریہ کے جتنے بڑے بڑے مراکز ہیں وہ سب کیتھل شریف کے مرکزِ روحانیت سے بہرہ ور اور فیضیاب ہوئے ہیں۔

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے عظیم روحانی پیشوا مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی علیہ الرحمۃ کے والد ماجد حضرت شیخ عبدالآحد چشتی صابری علیہ الرحمۃ نے حضرت شاہ کمال قادری علیہ الرحمۃ سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت اختیار کر کے خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔

یہ بات بھی تواتر سے شہرت کو پہنچی ہے کہ بچپن کے زمانہ میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی بیمار ہو گئے۔ بے حد علاج معالجہ کے بعد اُن کے والد گرامی حضرت شیخ عبدالاحد اپنے بیمار بچے کو لے کر حضرت شاہ کمال شاہ کیتھل علیہ الرحمۃ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔

حضرت شاہ کیتھل نے گود میں اٹھا کر پیار کیا اور صحت کے لئے دعا فرمائی۔ اور آپ کے والد گرامی کو بشارت دی کہ اس بچے کو بڑی عظمت وشہرت حاصل ہوگی اور اللہ تعالیٰ اس بچے کے ذریعے سے بے شمار لوگوں کو درجۂ کمال پر پہنچائے گا۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی منصب مجددیت پر فائز ہونے کے بعد اکثر فرمایا کرتے تھے کہ، جب ہم کو خاندان قادریہ کا کشف ہوتا ہے تو حضرت غوث الثقلین کے بعد حضرت شاہ کمال جیسا بزرگ نظر نہیں آتا، جس طرح آسمان کے ستاروں کا شمار ناممکن ہے، اسی طرح شاہ کمال کیتھلی قادری علیہ الرحمۃ کی کرامات کا شمار کرنا ناممکن ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی نے حضرت شاہ کمال قادری کے روحانی وارث و جانشین قطب الاقطاب حضرت شاہ سکندر قادری محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کی اور خرقہ قادریہ حاصل کیا تھا۔ اس طرح حضرت مجدد الف ثانی سے جو سلسلہ جاری ہوا وہ قادری مجددی کہلاتا ہے۔

حضرت امام ربانی نے حضرت شاہ سکندر قادری کیتھلی علیہ الرحمۃ کی عظمتِ روحانی کا یہ کہہ کر اظہار فرمایا ہے کہ میں گرمیوں کے موسم میں دوپہر کے وقت آفتاب کو بلا خیرگی چشم متواتر دیکھ سکتا ہوں۔ مگر جب میں حضرت شاہ سکندر قادری کے قلب انور پر نظر ڈالتا ہوں تو غلبہ اشعاع انوار کی وجہ سے نظر نہیں ٹھہرتی۔

حضرت شاہ سکندر کیتھلی قادری علیہ الرحمۃ اور ان کے سجادگان عظام حضرت شاہ محب اللہ الیاس زہدی، حضرت سید محمد شاہ علی، حضرت سید شاہ بالائے ماہ، حضرت سید شاہ حسن الدین، حضرت سید شاہ کبیر الدین عابد، حضرت سید محمد شاہ علی، قبلۂ عالم حضرت سید علی شاہ اور حضرت سید عبد العلی شاہ علیہم الرحمۃ نے ہزاروں تشنگان راہ سلوک و معرفت کو صراط مستقیم پر گامزن کیا۔

''مکتوبات معصومیہ'' دفتر اول میں دو مکتوبات نمبر ۲۷، نمبر ۴۷ میں حضرت شاہ محب اللہ الیاس زہدی علیہ الرحمۃ کے نام ملتے ہیں، جن میں حضرت خواجہ محمد معصوم بن شیخ احمد سرہندی علیہم الرحمۃ نے آنجناب کی بڑی تعریف کی ہے۔

آپ کا شجرہ طریقت ☆: آپ کا شجرہ طریقت نو واسطوں کے بعد حضرت شیخ الآفاق شاہ کمال کیتھلی علیہ الرحمۃ سے جا کر ملتا ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

حضرت سید عبد العلی شاہ، مرید و خلیفہ ہیں اپنے والد گرامی حضرت سیّد علی شاہ کے وہ سید محمد علی شاہ کے وہ سید حسن الدین شاہ کے وہ شاہ کبری الدین عابد کے وہ سید محمد شاہ علی کے وہ سید شاہ سکندر کیتھلی کے وہ حضرت سید شاہ کمال قادری گیلانی شاہ کیتھل علیہم الرحمۃ کے مرید و خلیفہ تھے۔

آپ کے والد گرامی حضرت شاہ سید علی سید بہت بڑے صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔ انہوں نے اپنے والد ماجد سلطان

عارفین حضرت شاہ سید محمد علی قادری سے فیض حاصل کیا تھا جو ایک بلند پایہ صاحب نسبت بزرگ ہونے کے علاوہ ایک زبردست عالم دین بھی تھے۔ اور اُنکی خدمت میں صوفیائے کرام کے علاوہ بڑے بڑے علماء بھی بغرض استفادہ حاضر ہوتے تھے۔

سیرت و کردار☆: حضرت سید عبدالعلی شاہ قادری الملقب عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے ابتدائی عمر میں ظاہری تعلیم کی تکمیل فرمائی تھی، ذہانت کا یہ عالم تھا کہ اساتذہ حیران رہ جاتے تھے۔ قرآن مجید کی تلاوت اور حدیث شریف کے مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور سے قلب مبارک ہمیشہ پُر نور رہتا تھا۔ تبلیغ اسلام کی دھن تھی۔ آپ کے دست حق پرست پر بہت سے افراد نے اسلام قبول کیا۔ علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد باطنی علوم پر توجہ مذکور ہوئی تو اس قدر سخت مجاہدے کیے کہ موجودہ دور میں مثال محال ہے، ہمیشہ روزے سے رہتے اور کوئی لمحہ یادِ خدا سے غافل نہ گزرتا۔ چہرہ مبارک پر جلال اس قدر تھا کہ کسی کو آنکھ ملانے کی تاب نہ ہوتی تھی۔ جس طرف نظر اُٹھ جاتی سکوت طاری ہو جاتا تھا۔ لیکن شاہ جلالی کے ساتھ آپ بے انتہا بردباد اور منکسر المزاج تھے۔

کبھی کسی شخص پر ناراض نہ ہوتے اگر کوئی بات خلاف طبع ہو بھی جاتی تو خاموشی اختیار فرما لیتے تھے۔

آپ کے در دولت پر بڑے بڑے امرا اور والیان ریاست حاضری کا شرف حاصل کرتے تھے۔ لیکن آپ دنیاوی دولت و شہرت سے متنفر تھے۔ ایک مرتبہ مہاراجہ ''جے پور'' نے ایک گاؤں کی ملکیت کے کاغذ آپ کی نذر کئے۔ جب فرمان کے ذریعے اس کی سند آپ کی خدمت اقدس میں پیش ہوئی تو آپ نے مہاراجہ کا فرمان یہ کہہ کر چاک کر دیا کہ ہم دنیا کی جاگیر کے طالب نہیں۔

عوام و خواص کو آپ کی ذات والا صفات سے اتنی پختہ عقیدت و محبت تھی کہ بڑے بڑے مقدمات کے فیصلے آپ کے دربار کے احاطہ میں کیے جاتے تھے۔ فریقین سے کہہ دیا جاتا کہ حضرت کی جائے نماز پر ہاتھ رکھ کر اپنے سچا ہونے کی قسمیں کھائیں، اور جس فریق کو اپنی سچائی کا پورا یقین ہوتا وہ آپ کی جائے نماز پر ہاتھ رکھ کر قسم کھا لیتا۔

یہ بات پورے علاقہ میں آج بھی مشہور ہے کہ اگر کوئی شخص آپ کی جائے نماز پر ہاتھ رکھ کر قسم کھانے کی کوشش کرتا تو اُس کی زبان گنگ ہو جاتی تھی۔

کرنال کا نواب خاندان، اور درگاہ کیتھل شریف☆: پاکستان کے پہلے وزیر اعظم شہید ملت جناب لیاقت علی خان شہید اور ان کے مورث اعلیٰ نوابان کرنال کو سلسلہ عالیہ قادریہ کے اس سرچشمہ سے فیض اور عقیدت و محبت حاصل رہی، اور ہر دور میں دربار قادریہ کیتھل شریف میں حاضر ہونا اس کے لئے باعث فخر رہا۔

اس خاندان کے مورث اعلیٰ نواب ابوالفتح علی خان علیہ الرحمۃ کو براہ راست حضرت شاہ کمال کیتھلی علیہ الرحمۃ سے شرف بیعت حاصل تھا۔ کیتھل سے کئی میل دور وہ سواری سے اتر جاتے اور کافی طویل فاصلہ پا پیادہ طے کرتے تھے۔

مشہور ہے کہ حضرت شاہ کمال کیتھلی قادری علیہ الرحمۃ نے نواب ابوالفتح علی خان کی عبادت وریاضت سے خوش ہو کر انہیں خرقہ خلافت بھی عطا فرمایا تھا۔ اس خاندان کی ثروت، عزت ووقار حضرت شاہ کمال قادری اوران کے جانشینوں کے روحانی تصرفات کا نتیجہ تصور کیا جاتا ہے۔

قائد ملت لیاقت علی خان شہید کے دادا نواب احمد علی خان کو سلطان العارفین حضرت شاہ سید علی قادری سے شرف ارادت حاصل تھا۔ انہیں اپنے پیرومرشد سے اتنی زبردست عقیدت تھی کہ کبھی کیتھل شریف کی طرف پاؤں کر کے نہیں سوئے، انہیں مرشد کے دربار کا پانی اس قدر عزیز تھا کہ نواب صاحب کی ایک گاڑی روزانہ مظفر نگر یا کرنال سے کیتھل آتی اور نواب صاحب کے لئے پانی لے کر جاتی تھی۔ نواب صاحب کو کیتھل شریف کے علاوہ کسی دوسرے شہر کا پانی پسند نہ تھا۔ مرشد کامل کے وصال کے بعد ان کی نذرنیاز پر فراخدلی سے خرچ کرتے تھے۔

جب نواب صاحب کے وصال کا وقت آیا تو اپنے فرزند نواب رستم علی خان کو تاکید کے ساتھ وصیت کی کہ مرنے کے بعد مجھے خاندانی قبرستان میں دفن کرنے کی بجائے مجھے میرے مرشد کے دربار کے قرب وجوار میں دفن کیا جائے، چنانچہ ان کی وصیت کے مطابق انہیں کیتھل شریف میں دفن کیا گیا تھا۔

قائد ملت نواب لیاقت علی خان کے والد گرامی نواب رستم علی خان حضرت سید عبدالعلی قادری سے شرف بیعت حاصل تھا، انہیں بھی اپنی خاندانی روایات کے مطابق دربار کیتھل شریف سے حد درجہ عقیدت حاصل تھی۔ جب کبھی آپ سے ملاقات کے لئے تشریف لاتے تو دو تین فرلانگ دور سے ہی سواریوں سے اتر کر پیدل آتے جب کیتھل شریف ایک ڈیڑھ فرلانگ رہ جاتا تو جوتیاں اتار ننگے پاؤں چلتے۔ جدی پشتی رئیس اور پروردۂ ناز ونعمت ہونے کے باوجود ناہموار راستے اور گلیوں کے صبر آزما نشیب وفراز اور کانٹوں، سنگریزوں کی زحمت بڑی خندہ پیشانی سے برداشت کرتے تھے۔

نواب رستم علی خان نے کبھی اپنے پیرومرشد سے آنکھ ملا کر بات نہیں کی اور نہ ہی کوئی کام مرشد کی اجازت کے بغیر کرتے تھے۔

جب شہید ملت خان لیاقت علی خان پیدا ہوئے تو نواب رستم علی خان نے پیدائش کے چھٹے روز انہیں کیتھل شریف لیے جا کر اپنے مرشد حضرت شاہ عبدالعلی گیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ کے قدموں پر ڈال دیا۔

آپ نے بچے کو بڑی محبت سے سینے سے لگایا اور نواب رستم علی خان سے فرمایا تمہارا یہ بچہ حکمرانی کے لئے پیدا کیا گیا ہے، تم تو محض نواب ہو، انشاءاللہ کسی ملک کا بادشاہ بنے گا، کروڑوں آدمی اس کے سامنے سر جھکائیں گے اور فوجیں آمنے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑی ہوں گی۔

چنانچہ آپ کی یہ بشارت حرف بہ حرف پوری ہوئی۔ کروڑوں انسانوں نے محبت وعقیدت سے ان کی قیادت کے سامنے سر جھکا

یا، وہ پاکستان کے پہلے وزیراعظم مقرر ہوئے۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال ۲۳ شعبان المعظم ۱۳۱۸ھ بمطابق ۱۵ دسمبر ۱۹۰۰ء کو ہوا۔ مزار پُر انوار کیتھل شریف ضلع کرنال انڈیا میں مرجع خاص وعام ہے جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت قبلہ پیر سید علی احمد شاہ گیلانی قادری سجادہ نشین مقرر ہوئے جو قیام پاکستان کے بعد ڈیرہ غازی خان میں مدت دراز تک شمع علم وعرفان جلاتے رہے۔ ۱۹۶۲ء میں ان کا وہیں وصال ہوا۔

ان کے بعد ڈیرہ غازی خان میں سجادہ نشین حضرت پیر سید مقبول محی الدین گیلانی مدظلہ العالی مقرر ہوئے۔ جو بڑی ہی خوش اسلوبی سے آستانہ عالیہ قادریہ ڈیرہ غازی خان کا نظم ونسق چلا رہے ہیں۔

حضرت پیر سید مقبول محی الدین گیلانی مدظلہ العالی حسن اخلاق، علم وعمل، فقر وروحانیت، طریقت وشریعت کردار وگفتار، سیرت وصورت، میں بے مثال ہی۔ غلامان دربار قادریہ ڈیرہ غازی خان آپ کے دیوانے مستانے نظر آتے ہیں، آپ کے اخلاق سے خلق محمدی کا سبق ملتا ہے۔ آپ کے علم سے اسلاف کی یادیں تازہ ہوتی ہیں، گو کے آپ علم کے ایسے آفتاب ہیں کہ جس کی کرنوں نے پورے سلسلے کو جگمگا رکھا ہے۔ یقیناً ایسے لوگ روز روز پیدا نہیں ہوتے۔

فقیر راقم الحروف کو حضرت پیر سیّد مقبول محی الدین گیلانی المعروف میاں صاحب مدظلہ العالی سے ملاقات کا شرف حاصل ہے، نہایت ہی نفیس، باصلاحیت ونتنظم المزاج اور مہمان نواز ولجپال شخصیت کے حامل ہیں، آج کے دور میں سلسلہ عالیہ کے لوگوں کے لئے آپ کا وجود باجود غنیمت ہے، خدا تا دیر آپ کا سایہ سلامت رکھے، آمین ثمہ آمین۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت پیر عبدالوہاب قادری المعروف پیر صاحب مانکی شریف رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: نمونۂ سلف صالحین، برہان الواصلین، قدوۃ الکاملین، سراج السالکین حضرت عبدالوہاب قادری المعروف پیر صاحب مانکی شریف رحمتہ اللہ علیہ شہسوار میدان تجرید وترک ہیں۔

آپ کے آباؤ اجداد موضع اکوڑہ خٹک تحصیل نوشہرہ صوبہ سرحد کے رہنے والے تھے، لیکن سکھا شاہی کے دور میں آپ کے والد گرامی حضرت مولانا ضیاء الدین علیہ الرحمۃ اپنے وطن سے ہجرت کر کے علاقہ ''بداش'' میں تشریف لے گئے اور اُسی جگہ مسجد میں امامت وخطابت اور تبلیغ اسلام میں مشغول ہو گئے، آپ بھی اپنے والدِ گرامی کے ساتھ اسی جگہ مقیم رہ کر عبادت و ریاضت میں مصروف اور حصول علوم دینیہ میں مشغول رہے، اس کے کچھ عرصہ بعد مولانا ضیاء الدین کی اولاد اور آپ بذات خود ڈیرہ کٹی خیل میں مقیم ہو گئے۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت اخوند عبدالغفور قادری آف سوات علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔

انگریز نے ۱۸۶۳ جب مالاکنڈ اور سوات پر چڑھائی کی اور قبضہ کرنا چاہا تو آپ انگریز کے خلاف اپنے شیخ کامل حضرت اخوند عبدالغفور قادری علیہ الرحمۃ کے ہمراہ اس لشکر میں شامل ہوئے، اور اس میدان میں بہادری وجوانمردی کے جوہر دکھائے، آپ کے پیرو مرشد نے خوش ہو کر آپ کو خرقہ خلافت سے نواز کر صاحب ارشاد ومجاز کیا۔

مانکی شریف میں ورود مسعود ☆: موضع کٹی خیل میں پانی کی بہت زیادہ کمی تھی، اس لئے آپ اپنے مرشد کامل کی ہدایت پر نوشہرہ کے علاقہ واقعی مانکی شریف میں مستقلاً آباد ہو گئے اور اس زمین کو ذکر خدا اور ذکر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روشن اور منور کیا۔

موضع مانکی آپ کے قدموں کی برکت سے مانکی شریف کہلایا۔ آپ کی اس علاقہ میں دینی خدمات اور عبادت وریاضت میں مقام بلند کی بنا پر لوگ آپ کا اصل نام بھول گئے، اور پوری دنیا میں آپ کو پیر صاحب مانکی شریف کے نام سے لکھا اور پکارا جاتا ہے۔

سیرت و کردار ☆: آپ کو مغربی تہذیب سے سخت نفرت تھی، مجالس میں سادگی آپ کا شعار تھا۔ آپ کا شمار ان بزرگوں

ہوتا ہے جنہوں نے شمال مغربی سرحدی صوبہ میں سلسلہ عالیہ قادریہ کو غیر معمولی فروغ بخشا، ان میں آپ کا نام ہمیشہ زندۂ جاوید رہے گا آپ نے احیائے ملت اور اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر بے شمار مصائب و آلام اور سختیاں برداشت کیں، مانکی شریف ہی سرحد کا وہ واحد دربار ہے کہ جن کے سجادگان نے تحریک پاکستان کی نہ صرف کھل کھلا کر حمایت کی بلکہ اس تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے بھرپور کردار ادا کیا، اور ایک طویل جلوس انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر اور گاڑیوں کی لمبی قطار آپ کے سجادگان کی قیادت میں مسلم لیگ اور قائداعظم محمد علی جناح کی حمایت میں نکالا، آپ کے دربار اور مریدین کے تعاون سے بالآخر مسلم لیگ کامیاب ہوئی اور پاکستان کے مخالفین اور گاندھی کے ایجنٹوں کو منہ کی کھانی پڑی۔

اولاد وامجاد☆: خداوند کریم نے آپ کو دو صاحبزادیاں اور پانچ صاحبزادے عنایت فرمائے، جن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

صاحبزادہ عبدالحق ثانی، صاحبزادہ عبدالرزاق عرف حاجی گل، صاحبزادہ عبدالرحمٰن، صاحبزادہ عبدالقیوم، صاحبزادہ عبدالواسع قادری، یہ تمام صاحبزادے آپ کے مشن کی تکمیل کے لئے ہمہ وقت کوشاں رہتے تمام کے تمام نیک و متقی ہوگزرے ہیں۔

آپ کی علمی وقلمی خدمات☆: آپ کی تصانیف میں احکام المذاہب، اور ہدایت الابرار بہت مشہور ہیں۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال ۱۳۲۲ھ بمطابق ۱۹۰۴ء کو ہوا، مزار پُر انوار مانکی شریف تحصیل وضلع نوشہرہ صوبہ سرحد میں مرجعٔ خاص وعام ہے، جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت پیر صاحبزادہ محمد عبدالحق ثانی علیہ الرحمۃ سجادہ نشین ہوئے، ان کے وصال کے بعد آج کل صاحبزادہ محمد امین الحسنات صاحب سجادہ نشین ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سیّد حاجی عبداللہ شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: فخر السادات، پروردۂ لطف رسول مدنی، فقیر یگانہ، مرشدِ زمانہ، عارف باللہ، حضرت حاجی سید عبداللہ شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ، آپ علم وفضل وکمال میں یکتا اور روحانیت میں بے مثال شخصیت کے مالک تھے۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۰۲ھ بمطابق 1787ء میں عراق کے ایک چھوٹے سے قصبے میں ہوئی، دستور کے مطابق ابتدائی تعلیم وتربیت اور دینی علوم کی تکمیل عراق میں ہی مقتدر علماء سے کی۔

جب جوانی کو پہنچے تو سیاحت کی غرض سے گھربار کو الوداع کہا اور ملک در ملک کو بہ کو پھرتے پھراتے مختلف علماء اور مشائخ سے ملاقات کرتے اور ان کی فیوض وبرکات حاصل کرتے ہوئے بلوچستان پہنچے تو مکران سے ہوکر خضدار کے قریب ''باغبانہ'' کے مقام پر قیام کیا اور رشد وہدایت کا فریضہ سرانجام دینے لگے۔

قسمت نے باریابی کی توجہ بیت اللہ شریف اور مدینہ منورہ میں زیارت روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تشریف لے گئے تو آپ مدینہ پاک میں چودہ برس مقیم رہے۔

چودہ برس کے بعد واپس دوبارہ ''باغبانہ'' کو ہی تبلیغ اسلام اور رشد وہدایت کا مرکز بنا کر خدمت دین اسلام اور خدا کی مخلوق کی راہنمائی کا فریضہ سرانجام دینے لگے۔ دور دور سے لوگ آکر استفادہ کرنے لگے، لاتعداد افراد نے آپ کے دست مبارک پر بیعت اختیار کی اور بہت سے گم کردہ راہوں نے راہ ہدایت حاصل کی۔

آپ اکثر سندھ اور کچھی کے علاقوں کا دورہ بھی فرماتے، جہاں آپ لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتیں بتاتے۔ آپ مخلوق میں حاجی صاحب کے نام سے جانے اور پہچانے جاتے تھے۔ آپ کی مادری زبان اگرچہ عربی تھی مگر اس کے علاوہ ترکی، فارسی، چینی، پشتو، براہوئی، سندھی اور دیگر زبانوں پر بھی عبور رکھتے تھے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ایک سو بیس برس کی عمر شریف میں ۴ شوال ۱۳۲۲ھ بمطابق 1904ء کو کرخ ضلع خضدار میں ہوا، آپ کے جسد اطہر کو آپ کے خلیفہ عطا محمد نے فیروز آباد صوبہ بلوچستان میں لاکر تدفین کی، مزار پُرانوار پر قبہ موجود ہے۔

آپ کے بعد آپ کے فرزند ارجمند حضرت سید غلام محی الدین شاہ علیہ الرحمۃ جانشین مقرر ہوئے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ غلام صدیق قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆ : غوث زماں، قطب زمن، واقفِ اسرار و علن، سند الفقہاء محرم حریم جلال، کشور ولایت، خورشید سپہر ہدایت حضرت خواجہ غلام صدیق قادری علیہ الرحمۃ آپ زہد و تقویٰ میں لاثانی اور مشہور اولیاء سے ہیں۔

آپ کا شجرہ نسب حسب ذیل ہے: خواجہ غلام صدیق بن شیخ الاسلام علامہ نور محمد بن مولانا غلام محمد بن محمد توکل فاروقی اور آگے جا کر آپ کا شجرہ نسب علامہ تفتازانی (مصنف شرح عقائد نسفی) سے ملتا ہے اور اس سے آگے امیر المومنین، خلیفہ دوئم، جانشین مصطفیٰ حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۶۰ھ بمطابق 1842ء میں گوٹھ کنڈا تحصیل بھاگ ناڑی ضلع کچھی صوبہ بلوچستان میں اپنے وقت کے متبحر عالم دین حضرت شیخ الاسلام مولانا نور محمد علیہ الرحمۃ کے علمی خانوادے میں ہوئی۔

آپ مادرزاد ولی اور علم لدنی سے سرفراز تھے۔

تعلیم و تربیت ☆ : تعلیم کا آغاز گھر سے کیا۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی ان کے علاوہ بقیہ تعلیم اپنے برادر اکبر استاد العلماء حضرت علامہ گل محمد شہداد کوٹی (متوفی ۱۳۰۶ھ) سے حاصل کر کے درس نظامی مکمل کیا اور تیرہ سال کی عمر میں دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے۔

ایک روایت کے مطابق علامہ غلام صدیق فرماتے تھے کہ جب مولانا ہمایونی، ہمایون سے شہداد کوٹ ہمارے پاس پہنچے تھے تو درمیانی (معمولی) مدت میں میں فقہ حنفی کی کسی معتبر کتاب کو حفظ کر لیتے تھے۔ یہ آپ کے حافظہ کا کمال تھا۔ (مقالات قاسمی)

بیعت و خلافت ☆ : آپ قادریہ سلسلہ کے مشہور شیخ کامل عارف باللہ حضرت خواجہ غلام حیدر قادری قدس سرہ (درگاہ کلبار شریف بلوچستان) کے دست حق پر بیعت ہو کر خرقۂ خلافت سے سرفراز ہوئے۔

درس و تدریس ☆ : شہداد کوٹ میں خانقاہ والی مسجد شریف میں ۱۳ سال کی عمر سے دم آخر تک تقریباً پچاس سال درس و

تدریس کے ذریعے علم کی روشنی اطراف عالم میں پھیلانے میں بسر کیئے۔ آپ کے شاگرد ارشد تاج الفقہاء علامہ مفتی مخدوم حسن اللہ صدیقی رحمۃ اللہ علیہ (پاٹ شریف) بعد فراغت اپنے گوٹھ پاٹ شریف (ضلع دادو) اور مٹیاری (ضلع حیدر آباد) میں درس و تدریس مشن جاری رکھا۔ ان سے بہت سے علماء نے استفادہ کیا خصوصاً علم و عمل کے حسین امتزاج سراج الفقہاء علامہ کے مفتی ابوالفیض غلام عمر جتوئی رحمۃ اللہ علیہ (لاڑکانہ) اور مفتی اعظم استاد العلماء حضرت علامہ قاضی لعل محمد مٹیاروی رحمۃ اللہ علیہ ان دونوں بزرگوں سے لا اور شمالی سندھ اور بلوچستان کے بے شمار علماء نے فیض حاصل کیا۔ درس کے اختتام پر روزانہ معمول کے مطابق نعت خوانی ہوا کرتی تھی گویا نعت خوانی آپ کی خوراک تھی۔

وقت کے غوث ☆: ایک مرتبہ آپ لاڑکانہ شہر کی افغان اسٹریٹ (باقرانی روڈ) دعوت میں مدعو تھے اور پلنگ پر تشریف فرما تھے کہ ایک سائل نے سوال کیا کہ حضرت! غوث کو اللہ تعالیٰ نے کتنی طاقت عطا فرمائی ہے؟

آپ نے فرمایا: وقت کے غوث کو قدرت نے اتنی طاقت عطا کی ہے کہ اگر پلنگ کو اڑنے کا حکم دے تو اڑنے لگے۔ آپ کا کہنا تھا کہ لوگوں نے دیکھا کہ حضرت صاحب کی پلنگ حرکت میں آ گئی۔ آپ نے فرمایا: اے پلنگ صبر کر ہم تو غوث وقت کی طاقت رہے تھے نہ کہ تم کو حکم دیا تھا۔

دربار قلندر میں مقبولیت ☆: ہر ماہ شہباز ولایت حضرت حافظ محمد سید عثمان سیوہانی سرکار رحمۃ اللہ علیہ المعروف لعل شہباز قلندر (سیوہن شریف ضلع دادو) کے مزار شریف پر حاضری دینا آپ کا معمول تھا۔ شہباز قلندر کے دربار میں آپ کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ بوقت ضرورت آپ اپنے کسی خادم یا طالب علم کو خط دے کر سیوہن شریف بھجوا دیتے تھے اور آپ کا خادم یا طالب علم وہ خط آپ کے حکم سے شہباز قلندر کے مزار پر انوار کے غلاف مبارک کے نیچے رکھ دیا کرتا تھا اور اگلے روز وہ ہی خط اٹھا کر واپس شہداد کوٹ لے کر آتے تھے۔ اس خط کی پشت پر جواب لکھا ہوا ہوتا تھا۔

نکاح کی عمدہ شرط ☆: آپ نے اپنے عقد مسنون کے وقت اعلان فرمایا:

''میرا نکاح وہ عالم پڑھے جس نے پوری زندگی میں تہجد کی نماز کبھی قضاء نہ کی ہو۔'' پرہیز گاری و تقویٰ کا یہ اعلان ہوتے ہی محفل پر سکوت طاری ہو گیا۔ علماء مشائخ صوفیاء سادات طلباء اور مریدین کی کثیر جماعت میں آپ کے نامور شاگرد مخدوم حسن اللہ صدیقی بڑی ہمت کر کے آگے بڑھے اور نکاح خوانی کے فرائض انجام دیئے۔

پیدائشی حافظ قرآن ☆: ماہ رمضان المبارک میں تراویح میں ختم قرآن پڑھنے کے لئے ہر سال حافظ صاحب ڈیرہ غازی خان سے آیا کرتے تھے۔ لیکن ایک بار رمضان المبارک کا چاند نظر آنے کے بعد بھی حافظ صاحب نہیں پہنچے۔ تو اس موقعہ پر آپ کے والد ماجد نے گھر میں اہل خانہ کو فرمایا کہ الحمدللہ! غلام صدیق عالم فاضل تو بن گئے لیکن اگر ساتھ میں حافظ القرآن بھی ہوتے تو فرض اور وتر میں پڑھاتا اور نماز تراویح غلام صدیق پڑھاتے۔ یہ بات سن کر خواجہ غلام صدیق نے اپنے والد ماجد کے سامنے دست بستہ

ہو کر عرض کی کہ حضور! الحمدللہ! یہ عاجز قرآن پاک کا حافظ بھی ہے۔ یہ سن کر آپ کے والد ماجد بہت خوش ہوئے اور خواجہ غلام صدیق نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے رمضان المبارک میں نماز تراویح میں قرآن حکیم کا ختم سنایا۔ (تجلیات صدیقیہ)

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ تیرہ سال کی عمر میں ختم درس نظامی کیا اور فتویٰ دینے لگے اور بعد بلوغت تراویح میں ختم قرآن سنایا۔ والد ماجد و برادر اکبر کی زیر نگرانی تعلیم حاصل کی جس میں حفظ قرآن کا پروگرام نہیں تھا۔ اچانک آپ نے اپنے کو حافظ قرآن بتایا بلکہ ثابت کر دکھایا۔ ظاہر ہے یہ وہبی فیض، علم لدنی تھا۔ اس سے معلوم کہ آپ پیدائشی حافظ قرآن تھے۔

کشف و کرامات ☆: (۱) سفر حج کے دوران آپ کے ہونہار شاگرد و خلیفہ استاد العلماء مولانا مفتی غلام محمد مہیسر صاحب کی طبیعت ناساز ہوگئی اور وہ پریشان ہوگئے۔ آپ نے فرمایا: غلام محمد غم نہ کر، اللہ تعالیٰ شفا دے گا۔ آپ کے تین بیٹے ہوں گے ان کے نام (۱) احمد علی۔ (۲) محمد مسعود۔ (۳) محمد سعید رکھنا آپ نے جیسا فرمایا ویسے ہی ہوا۔

۲۔ حافظ نور مصطفیٰ ڈیرہ غازی خان (پنجاب) سے حضرت صاحب کی زیارت کے لئے آئے۔ حافظ نور مصطفیٰ نوجوان خوش الحان قاری تھے۔ حضرت صاحب نے لنگر سے وظیفہ مقرر کیا اور اس کو مدرس رکھا۔ چند ماہ کے بعد اس کے بھائیوں کا خط آیا کہ تمہارے والد صاحب انتقال فرما گئے ہیں لہٰذا آپ جلد ڈیرہ غازی خان آئیں۔ حافظ نور مصطفیٰ خط پڑھ کر نہایت پریشان ہوئے اور خلیفہ غلام محمد مہیسر صاحب کو خط دکھایا۔ خلیفہ غلام محمد صاحب اور حافظ نور مصطفیٰ، حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خط دکھایا۔ خلیفہ صاحب نے عرض کی حضرت! حافظ نور مصطفیٰ کے والد فوت ہوگئے ہیں فاتحہ پڑھیں اور حافظ صاحب کو اجازت عطا فرمائیں۔ حضرت نے فرمایا: حافظ اگر جانا چاہتا ہے تو اجازت ہے لنگر سے کرایا وغیرہ دیا جائے۔ لیکن حافظ کا والد زندہ ہے، اپنے گاؤں سے باہر مویشی چرا رہا ہے (اس وقت) ایک درخت کے نیچے کھڑا ہے، اس کی بغل میں ایک تھیلا ہے، اس میں دلائل الخیرات موجود ہے۔ اس کے دل میں یہ خیال ہے کہ پہلے وظیفہ پڑھوں یا کچھ دیر درخت کے نیچے آرام کروں پھر وضو کر کے وظیفہ پڑھوں۔

لیکن حافظ صاحب کو تسلی نہ ہوئی، اس پر فرمایا: ''اب کے بعد ہماری اور حافظ نور مصطفیٰ کی ملاقات مشکل ہے۔''

حافظ اجازت لے کر گھر گئے۔ والد زندہ تھے۔ حضرت نے جو کچھ فرمایا وہ درست تھا۔ دو تین ماہ کے بعد حافظ نور مصطفیٰ شہداد کوٹ واپس آئے لیکن ان کے آنے سے قبل حضرت صاحب انتقال کر چکے تھے۔ (تذکرہ صوفیائے بلوچستان)

تعظیم و تکریم ☆: آپ جب بھی مرشد خانہ دربار کٹبار شریف جاتے تو ریلوے اسٹیشن سے بارہ میل تک برہنہ پا اور پیدل جاتے۔ پیر خانہ پر کبھی بھی چارپائی پر نہیں سوئے حالانکہ آپ کے مرشد کریم کے صاحبزادگان آپ کے شاگرد تھے۔

آپ اپنے اساتذہ کرام کا بہت احترام کرتے۔ جن کا نام محمد یا عبدالقادر ہوتا تھا، اس کا بھی انتہائی احترام فرماتے تھے۔ سادات کرام اور حفاظ کرام کی بھی بہت تعظیم و تکریم کیا کرتے تھے۔

مولانا پیر سید تراب علی شاہ راشدی آپ کے شاگرد و داماد تھے۔ ایک بار شاہ صاحب کی آنکھیں دکھنے لگیں اور علاج سے کچھ

افاقہ نہ ہوا۔ آپ اپنے داماد کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ شاہ صاحب نے حویلی میں پردہ کرایا اور آپ کو اندر بلوانے کے لئے بلاوا بھیجا۔ آپ نے صاحبزادے سے فرمایا:

''میں سادات کرام کی حویلی میں کیسے قدم رکھوں یہ آل رسول کا آستانہ ہے، یہ خاتون جنت کا چمن ہے۔'' بار بار اسرار پر فرمایا: ''میں اپنی آنکھوں پر چادر باندھتا ہوں تاکہ اندر حویلی کے در و دیوار پر میری نظر نہ پڑے اور مجھے احتیاط سے لے کر چلنا تاکہ میرے ہاتھ حویلی کے در و دیوار سے مس نہ ہوں۔'' بالآخر ایسا ہی ہوا، آپ کی نظر کرم سے شاہ صاحب کی طبیعت سنبھل گئی اور آپ کو حویلی سے باہر تک رخصت کے لئے خود اٹھ کر آ گئے۔

فوری طور پر آنکھوں کا درست ہونا، درد کا دفع ہونا یہ بھی آپ کی عظیم کرامت ہے۔

ایک ترکھان نے ایک رحل اور ایک تختہ چوبی لا کر آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ رحل تلاوت کرنے کے لئے اور تختہ چوبی وضو کرنے کے لئے۔

آپ نے فرمایا: قرآن حکیم کا رحل اور تختہ چوبی ایک ساتھ لے کر آئے ہو۔ اس لئے مجھ سے یہ بے ادبی نہ ہوگی کہ تختہ چوبی پر بیٹھا کروں۔'' آپ نے تختہ چوبی کو بیٹھنے کے لئے استعمال نہ کیا بلکہ اس پر حدیث اور تفسیر جیسی دینی کتب رکھا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت نے اپنے طالب علم ''محمد نواز'' کو ''دل نواز'' کہہ کر بلایا۔ اس نے عرض کیا: حضور! آپ نے مجھے میرے اصلی نام سے نہیں بلایا اگر ناراضگی ہے تو معافی چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: کوئی ناراضگی نہیں۔ وضو نہیں تھا اس لئے حضور پاک کا نام نامی اسم گرامی نہیں لیا۔ بغیر وضو کے حضور پاک ﷺ کا اسم پاک کبھی زبان سے نہیں لیا ہے۔ زندگی میں عمداً بھی مدینہ منورہ کی طرف پیٹھ نہیں کی۔ سادات کرام و حفاظ کرام کا نہایت احترام کرتے تھے۔ (تذکرہ صوفیائے بلوچستان)

سفر حرمین شریفین ☆: آپ نے ظاہری زندگی میں دو مرتبہ حجاز مقدس کا سفر اختیار کیا۔ ایک مرتبہ رئیس الحاج پیر بخش خان کھاوڑ آپ کے رفیق سفر تھے۔

جب آپ جدہ پہنچے تو آپ نے وہاں جوتے اتار دیئے اور وہاں سے تمام سفر برہنہ پا کیا۔ مکہ مکرمہ میں حج کرنے کے بعد مدینہ منورہ کا سفر اختیار کیا۔ حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار مقدس میں نہایت عجز و انکساری و گریہ کی حالت میں حاضری دی۔ سنہری جالیوں کے سامنے ہاتھ باندھ کر نہایت تعظیم و تکریم سے سر جھکا کر درود شریف کے گجرے پیش کئے۔ آپ کی مسلسل گریہ زاری دیکھ کر رفقاء کو خوف ہونے لگا کہ کہیں حضرت ہم سے بچھڑ نہ جائیں۔

دوسری مرتبہ حرمین شریفین کی حاضری کے وقت رئیس الحاج علی محمد خان کھاوڑ رفیق سفر تھے۔

حج کے سفر کے دوران سخاوت ☆: سفر حج کے دوران آپ نے رئیس علی محمد کھاوڑ سے فرمایا: ''چالیس غریب آدمیوں کو حج کراؤ۔'' اس نے آپ کے حکم کو سر آنکھوں پر رکھا۔ جب غریب فقراء کو یہ اعلان باسعادت معلوم ہوا تو وہ حضرت کی خدمت میں

حاضر ہوتے حضرت سے اجازت لے کر درخواست رئیس صاحب کے پاس جمع کراتے تھے۔اس طرح بندرگاہ پر اسی (۸۰) امیدوار جمع ہو گئے تھے۔چالیس کا کرایہ رئیس صاحب ادا کر چکے تھے۔حضرت صاحب نے رئیس صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا:

آپ پریشان نہ ہوں ہم اپنے وعدے پر پورے ہیں چالیس آپ کے ذمہ، باقی چالیس کو بھی ناامید نہ کریں گے، اس کا انتظام حضرت غوث اعظم سرکار بغداد کے دربار عالیہ میں عرض کر کے کروا دیتا ہوں اور پھر آپ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے ہوئے اپنی واسکٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور بقایا چالیس آدمیوں کا کرایہ ادا کیا۔(تجلیات صدیقیہ) آج کے رئیس صاحبان اور پیر صاحبان کے لئے اس واقعہ میں درس عمل ہے کہ وہ فقط خود حج وعمرہ نہ کریں بلکہ غریبوں مسکینوں سادات وعلماء کو بھی موقعہ دیں۔

سیرت و کردار☆: آپ شریعت مطہرہ کے پابند، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق میں سرشار، نہایت ادیب، انتہائی مخلص، متقی پرہیزگار، متوکل، دریا دل سخی، انتہائی شفیق ومہربان، پیکر اخلاق، مہمان نواز، زندگی بالکل سادہ، عمر بھر چٹائی استعمال کی، قالین کو پسند نہ کیا۔دن رات طلباء کی تعلیم وتربیت پر صرف فرما کر تسکین محسوس کرتے۔مادرزاد ولی، کرامت کے دہنی اور زبان مبارک سے جو نکلتا وہ ہو کر رہتا۔

لباس سفید، عمامہ سفید یا سبز اور چادر پسند فرماتے تھے۔اور ملتانی جوتا استعمال میں لاتے تھے۔

مراقبہ سے آپ کو گہرا لگاؤ تھا۔فراغت کے وقت خواہ بیل گاڑی پر سوار ہوں یا کسی اور سواری پر، پورا وقت چادر اوڑھ کر مراقبے میں رہتے تھے۔

☆ آپ نفی اثبات (لا الٰہ الا اللہ) کا ورد کثرت سے کرتے تھے۔۲۲ ہزار تک ایک ہی سانس میں نفی اثبات کا ذکر کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔

☆ آپ کا کھانا تیار کرنے کے۔لئے نمازی خاتون مقرر ہوتی تھی اور وہ باوضو کھانا پکاتی تھی۔ہوٹل کا کھانا کبھی نہیں تناول فرماتے تھے۔

☆ رفع حاجت کے وقت علیحدہ جوتا اور تہبند استعمال میں لاتے تھے۔عبادت کے لئے شلوار اور مسجد شریف جانے کے لئے الگ جوتا استعمال میں لایا کرتے تھے۔

☆ ہمیشہ باوضو رہتے تھے۔

☆ تکبیر اولیٰ آپ کی کبھی قضا نہیں ہوئی۔

☆ ہمیشہ شہود باری تعالیٰ اور دربار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حاضری کا شرف رہتا تھا۔(ایضاً)

اس سے معلوم ہوا کہ آپ ''صاحب حضوری'' بزرگ تھے۔

☆ حضرت کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ دوران سفر بھی ہوٹل کا کھانا، بازار کی مٹھائیاں کھانا پسند نہیں کرتے تھے۔گھر میں حائضہ عورت کو کھانا پکانے کی اجازت نہیں ہوتی تھی بلکہ نماز، ذکر شریف کی پابند خاتون باوضو ہو کر کھانا پکاتی تھی اور سفر میں خادم کھانا تیار کرتا تھا۔

ردِّ وہابیت ☆: ردِ وہابیت کے حوالہ سے آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ جب سندھ میں تاج محمود امروٹی عبیداللہ سندھی کے ذریعے وہابیت نمودار ہوئی تو آپ اور آپ کے بیشمار مریدین اور عظیم تلامذہ نے سدباب کیا۔ عوام الناس کو نئے فتنہ وفتنہ وہابیت کی اللہ عزوجل، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جناب میں گستاخانہ وکفری عقائد سے بروقت آگاہ فرما کر عوام الناس کو گمراہی و بے دینی سے بچایا۔ آپ نے ان کے مقابلہ میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تحریک کو پروان چڑھایا محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جذبہ کو عام کیا۔

آپ اپنے وقت کے بے مثال پیر کامل تھے، ہزاروں لوگ آپ سے فیضیاب ہوئے، روزانہ اس قدر لوگ زیارت وحاجت برائی کے لئے حاضر ہوتے کہ پاؤں رکھنے کی جگہ نہیں ہوتی تھی، بلاشبہ آپ مرجع خلائق تھے۔

آپ نے وہابیت کے عقائد باطلہ کے رد میں بے شمار فتاویٰ جاری فرمائے جو کہ ''فتاویٰ جنگ'' میں محفوظ کئے گئے تھے اور رسائل بھی تحریر میں لاتے تھے۔

آپ نے سنت کا احیاء کیا، بدعت کا قلع قمع کیا، دین کی اشاعت کی۔ شیعہ کے غلط عقائد کا نوٹس لیا، ان کی بدعات شیعہ سے عوام الناس کو آگاہ کیا۔ احقاق حق وابطال باطل کا حق ادا کیا۔ مزید ملاحظہ فرمایئے ''امروٹی جو اصلی روپ''میں، آپ میلاد شریف سالانہ اہتمام فرماتے، ہر ماہ کو گیارہویں شریف کا پابندی سے انتظام فرماتے تھے، سائل کو تعویذ عنایت فرماتے، پانی پر دم کر کے دیتے تھے اور دعا بھی کرتے تھے۔ آپ اہل سنت وجماعت کے دینی وروحانی پیشوا اور فقہ حنفی کے متبحر عالم دین ومفتی شرع متین تھے۔

حقیقی توکل ☆: رئیس پیر بخش خان کھاوڑ نے آپ کے مدرسہ کے لئے ۱۳۰۰ ایکڑ اراضی زمین وقف کی تھی اور ہر فصل مدرسہ میں پہنچا دیا کرتے تھے۔ کئی مرتبہ خان صاحب نے تمام اراضی آپ کے نام تحریری طور پر منتقل کرانے کے لئے اصرار کیا۔ لیکن آپ ہر بار فرماتے:

''میرا نام حضور غوث اعظم کے دفتر مبارک میں درج ہے، اس لئے انگریزوں کے دفتر میں نام درج کرانے کی ضرورت نہیں۔''

خادم کا مقام ☆: رئیس پیر بخش خان کے انتقال کے بعد فرمایا: ''ہے کوئی باطن کی آنکھ والا جو حاجی پیر بخش کی قبر میں قرب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکات وانوار کا مشاہدہ کرے۔ مرحوم کو حضور پاک کے مہمانوں (طلباء وعلماء) کی خدمت کے صلے میں یہ انعام ومقام ملا ہے۔''

شاعری ☆: آپ کو عربی، فارسی، سندھی، سرائیکی، بلوچی وغیرہ زبانوں پر دسترس تھی۔ فارسی سندھی میں آپ کا نعتیہ کلام منتشر ہے۔ آپ کی زندگی کے تمام پہلوؤں پر کماحقہ کام کرنے کی ضرورت وشدت محسوس کی جارہی ہے۔ بے تحاشہ صدری مواد بھی دستیاب ہوسکتا ہے۔ آپ کا تخلص ''صدیق'' اور دستخط میں ''فقیر غلام صدیق شہدادکوٹی'' لکھتے تھے۔

نعت بزبان فارسی (شاداب شہدادکوٹ ص ۸۰) نعت سندھی (سندھی میں نعتیہ شاعری ص ۱۶۹) اور پیران پیر دستگیر حضور سیدنا

بدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی شان میں بزبان سندھی منقبت کہی ہے جس کا ردیف ہے: ''یا غوث اعظم اولیاء'' (پیران پیر دستگیر) صفحہ ۸۹) وغیرہ کتابوں میں انتخاب کلام دستیاب ہے۔

اولاد و امجاد☆: خداوند کریم نے آپ کو دو بیٹے (۱) میاں عبدالوہاب۔ (۲) میاں غلام دستگیر عطا فرمائے، لیکن دونوں بچپن میں انتقال کر گئے۔ مولانا پیر سید تراب علی شاہ راشدی داماد تھے۔ آپ نے اپنے بھانجے مولانا میاں نصیر الدین اول کو جانشین مقرر کیا جس کی تعلیم و تربیت خود فرمائی تھی۔ ان کے حالات اپنے مقام پر آئیں گے۔

تصنیف و تالیف☆: تمام مصروفیات کے باوجود آپ تصنیف و تالیف کا وقت نکال لیتے تھے، فتویٰ نویسی کا کام کے لئے آپ نے خاص وقت مقرر کیا تھا۔ آپ کے نورانی قلم کے نوشتہ نے بے شمار مظلوموں کو ان کا ورثہ اور حقوق دلانے میں انتہائی اہم کردار ادا کیا ہے۔ آپ کے فتاویٰ مبارکہ اور مکتوبات شریف جو کہ موتیوں کی لڑیاں اور ہدایت کے شہہ پارے ہیں، آج بھی بعض حضرات کے پاس نمونہ موجود ہے۔

☆تفسیر قرآن حکیم بزبان فارسی ☆فتاویٰ جنگ ☆دیگر رسائل

محترم ہیبت خان حلیمی (ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ آف پولیس کوئٹہ) لکھتے ہیں: ''آپ نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں بزبان فارسی نعت اور قرآن حکیم کی تفسیر لکھی تھی۔ فتاویٰ جنگ کے نام سے فتاویٰ کا عظیم ذخیرہ تھا۔ لیکن افسوس کہ اقرباء کی کم سنی، معتقدین اور خلفاء کی غفلت اور لاپرواہی کی وجہ سے یہ جواہر پارے ضائع ہو گئے۔ (تجلیات صدیقیہ) مفتی خلیفہ غلام محمد مہیر ''جنگ'' کے ضائع ہونے کا بہت افسوس کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ آپ کے شرعی فتاویٰ پر مشتمل مجموعہ ایک ضخیم جلد کی صورت میں تھا۔ جس کو جنگ کا نام دیا گیا تھا۔ آپ کی وفات کے بعد وہ جنگ آپ کے داماد پیر سیّد تراب علی شاہ راشدی (قمبر ضلع لاڑکانہ) کے قبضہ میں آ گیا، اس کے بعد معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے؟

جس کے مطالعہ سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک علم کا دریا موجزن ہے۔ مختلف فیہ مسائل کے متعلق مدلل تحقیق درج تھی۔ کاش! وہ کتاب مل جائے۔

تلامذہ☆: آپ کے تلامذہ کی کثیر جماعت ہندو پاک ایران، قطر، اردن، خلیج اور افغانستان وغیرہ میں پھیلی ہوئی تھی۔ ان میں سے بعض کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

☆استاذ العلماء علامہ مفتی مخدوم حسن اللہ صدیقی پاٹ شریف ضلع دادو۔ ☆استاذ العلماء مولانا عطاء اللہ فیروز شاہی تحصیل میہڑ۔ ☆استاذ العلماء علامہ مولانا عطاء اللہ فیروز شاہی تحصیل میہڑ۔ ☆استاذ العلماء مولانا مفتی داد محمد بلوچ قاضی مکران بلوچستان۔ ☆استاذ العلماء مولانا عبدالحکیم افغانی کابل، افغانستان۔ ☆استاذ العلماء علامہ مولانا عبداللہ نوناری رتو دیرو ضلع لاڑکانہ۔ ☆استاذ العلماء علامہ مولانا قاضی عبدالفتاح بھرمی۔ ☆حضرت مولانا حکیم پیر سید پیر بخش شاہ راشدی درگاہ پیر جو گوٹھ نودیرو ضلع لاڑکانہ۔

☆ حضرت مولانا پیر سید تراب علی شاہ راشدی علی خان قمبر ضلع لاڑکانہ۔ ☆ حضرت مولانا پیر عزیز اللہ قادری درگاہ کٹبار شریف بلوچستان۔ ☆ حضرت مولانا پیر داد محمد قادری درگاہ کٹبار شریف بلوچستان۔ ☆ حضرت مولانا سید شہاب الدین شاہ لکیاری ہالانی ضلع نوشہرہ فیروز۔ ☆ حضرت مولانا حکیم جان محمد عباسی گوٹھ سنہڑی لاڑکانہ۔ ☆ مولانا محمد عاقل گوٹھ عاقل تحصیل و ضلع لاڑکانہ۔ ☆ مولانا عبدالرحمٰن تونیہ۔ ☆ مولانا غلام محمد شہدادکوٹی۔ ☆ مولانا حکیم محمد بچل عباسی (سابق مدرس مدرسہ قدیم عیدگاہ جامع مسجد قاسمیہ لاڑکانہ)

وصال باکمال ☆: آپ کا وصاب اکمال ۲۳ ربیع الاول شریف ۱۳۲۳ھ مطابق ۲۸ مئی ۱۹۰۵ء کو ہوا ۶۳ سال کی عمر شریف میں اس دنیا کے حجاب سے نکل کر محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آغوش رحمت میں ہمیشہ کے لئے ہم نشین ہوئے۔

آپ کے وصال کے ۳۷ سال بعد ۱۹۴۲ء کو شہدادکوٹ میں سیلاب آیا۔ سارا شہر خالی ہو گیا۔ پورا شہر پانی میں ڈوب گیا اور ریت کے ٹیلوں تک پانی چڑھ گیا لیکن اس مرد کامل کا مزار مقدس اور متصل پوری درگاہ شریف اس خطرے سے محفوظ رہی۔ پانی کو قریب آنے کی ہمت نہ ہو سکی۔ یہ عظیم کرامت دیکھ کر بے شمار ہندوؤں نے اسلام قبول کر لیا۔

آپ کا مزار پرانوار شہدادکوٹ صوبہ سندھ میں مرجع خلائق ہے اور آپ کا سالانہ عرس مبارک ۲۱، ۲۲، ۲۳ ربیع الاول کو تین روز تک نہایت عقیدت و احترام سے منایا جاتا ہے۔

آج بھی اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

بشکریہ انوار علمائے اہلسنت سندھ

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت میاں محمد بخش قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: فاضل جلیل، عارف بے مثیل، معلم مدرستہ یہدی بہ اللہ من اناب، قطب دائرہ کائنات، آفاقی شاعر، حضرت میاں محمد بخش قادری رحمتہ اللہ علیہ قبلۂ عارفاں ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۶ ۱۲۴۶ھ بمطابق ۱۸۳۰ء کو پسوال گجر قبلہ کے ایک بزرگ کے گھر واقع چک بہرام ضلع گجرات میں ممتاز و مستند عالم دین حضرت علامہ مولانا میاں شمس الدین قادری علیہ الرحمۃ کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی جناب میاں شمس الدین قادری علیہ الرحمۃ اپنے وقت کے ممتاز و مستند عالم دین اور باکمال صوفی بزرگ اور حضرت پیرے شاہ غازی قلندر علیہ الرحمۃ کی درگاہ کے سجادہ نشین تھے۔

آپ نے علوم دینیہ کی تکمیل اپنے والد گرامی علامہ میاں شمس الدین قادری سے کی اور زہد و تقویٰ اور صفا باطن کا اعلیٰ ذوق بھی انہی کے فیض نظر کا نتیجہ تھا۔

تلاش مرشد کامل ☆: علوم ظاہریہ سے فراغت کے بعد تزکیہ باطن اور معرفت کے اسرار و رموز حاصل کرنے کا اشتیاق پیدا ہوا۔

اس سلسلہ میں جہاں کہیں کسی صاحب دل اور اہل نظر کا پتہ چلتا آپ وہاں پہنچ جاتے۔ اور ان سے روحانی استفادہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے۔ ایک دن آپ کی طبیعت میں سخت اضطراب پیدا ہوا اور سوچنے لگے کہ بالآخر ماجرہ کیا ہے کہ اتنی کوشش کے باوجود گوہر مقصود ہاتھ نہیں آ رہا۔ آپ نے مقصد کے جلد حصول کے لئے استخارہ کیا اور سونے کی نیت سے لیٹ گئے اور نیند اور بیداری کے درمیان دیکھا کہ حضرت پیرے شاہ غازی قلندر المعروف دمڑی والی سرکار علیہ الرحمۃ آپ کو بازو سے پکڑ کر فرما رہے ہیں۔ تم میرے مرید ہو اور میں تمہارا پیر ہوں سلسلہ عالیہ قادریہ میں سائیں غلام محمد میرے روحانی فرزند ہیں۔ کلروڑی شریف میں حاضر ہو کر ان کی ظاہری بیعت کر لو۔

بیعت و خلافت ☆: آپ اٹھے اور بڑی خوشی خوشی کلروڑی شریف پہنچے اور حضرت سائیں غلام محمد قادری علیہ الرحمۃ کی

خدمت میں حاضر ہو کر مدعا عرض کیا تو انہوں نے فرمایا کچھ دن ''صبر کرو''۔

چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد پھر حاضر ہوئے اور درخواست پیش کی تو فرمایا ابھی کچھ دن اور صبر کرو۔ آپ اسی طرح بار بار حاضری دیتے رہے اور کئی سال گزر گئے۔ اس دوران آپ نے تزکیہ باطن اور سلوک کی منازل طے کیں اور با قاعدہ عبادت و ریاضت میں مصروف رہے۔ آخر ایک دن حضرت سائیں غلام محمد آپ کو اپنے مرشد کامل کے دربار پر لے گئے اور وہاں پر آپ کو شرف بیعت سے مشرف فرمایا۔ اور حکم دیا کہ کشمیر جا کر حضرت شیخ احمد ولی علیہ الرحمۃ سے مزید فیض حاصل کرو۔

شیخ احمد ولی کی خدمت میں حاضری ☆: مرشد کامل کا حکم ملتے ہی آپ سرینگر جموں کشمیر تشریف لے گئے اور حضرت شیخ احمد ولی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضری دیکر شرف نیاز حاصل کیا۔ حضرت شیخ احمد ولی علیہ الرحمۃ بھی آپ سے بڑی شفقت و محبت سے پیش آئے اور اسرار معرفت سے آگاہ کر کے خلعت خلافت سے نواز کر وہاں سے آپ کو رخصت کر دیا۔

کھڑی شریف میں تشریف آوری ☆: سرینگر میں حضرت شیخ احمد ولی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں کچھ عرصہ رہنے کے بعد آپ اپنے مرشد کامل کی اجازت سے واپس کھڑی شریف تشریف لے آئے اور کھڑی شریف میں آپ نے علم و حکمت اور فضل و کمال کے جوہر بکھیر نے شروع کر دیئے چاروں طرف آپ کی شہرت کے ڈنکے بجنے لگے دور دور سے پیاسے مستانے آنے لگے اور آپ کی صحبت اور نظر ولایت سے مست شراب الست ہونے لگے لاتعداد افراد آپ کے انفاس قدسیہ، ارشادات عالیہ، اور فیض نظر سے مستفید ہوئے اور ان میں سے کئی حضرات درجہ ولایت کو پہنچے۔

سیرت و کردار ☆: آپ ایک متمول اور خوشحال خاندان کے چشم و چراغ ہونے کے باوجود جوانی ہی میں علائق دنیا سے بیزار اور ظاہری جاہ وحشم سے متنفر تھے آپ کے والدین نے بڑی محبت سے ایک جگہ آپ کی نسبت طے کی تھی لیکن آپ نے اسے بھی توڑ دیا اور ساری زندگی تجرّد میں گزاری تمام زندگی معمولی مقدار میں کھانا کھایا اور عمر کے آخری حصے میں تو خوراک کی مقدار بالکل ہی نہ ہونے کے برابر رہ گئی تھی۔

عبادت و ریاضت کی لگن اور محبت الٰہیہ کی محویت نے آپ کے دل کو دنیا اور دنیاوی امور سے پوری طرح مستغنی کر دیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کی محفل میں بیٹھنے والا اللہ تعالیٰ کی محبت، اہل اللہ کی عقیدت، ذکر و فکر کے شوق اور روحانی سکون کی دولت سے مالا مال ہو کر لوٹتا تھا۔ آج بھی آپ کی مرقد منورہ پر حاضری دینے والے روحانی سکون کی دولت لیکر جاتے ہیں۔

تصنیف و تالیف ☆: آپ کی متعدد تصانیف یادگار ہیں جو آپ کے تجر علمی، عقیدے کی پختگی، حسن عقیدت کی فراوانی، قدرت کلام اور فی البدیہہ شعر گوئی پر شاہد عدل ہیں۔ آپ کی چند مشہور تصانیف درج ذیل ہیں۔ (نمبر ۱) تحفہ رسولیہ۔ (نمبر ۲) گلزار فقر۔ (نمبر ۳) کرامات غوث اعظم۔ (نمبر ۴) تحفہ میراں۔ (نمبر ۵) ہدایت المسلمین (ردّ نجدیت)۔ (نمبر ۶) نیرنگ عشق۔ (نمبر ۷) تذکرہ مقیمی۔ (نمبر ۸) سخی خواص خان۔ (نمبر ۹) قصہ شیخ صنعاں۔ (نمبر ۱۰) مرزا صاحباں۔ (نمبر ۱۱) شاہ منصور۔ (نمبر ۱۲) سوہنی مہینوال۔ (نمبر ۱۳) شیریں فرہاد۔ وغیرہ آپ کی یادگار ہیں۔

سیف الملوک اور اس کی شہرت☆: آپ کی تصانیف میں سے سیف الملوک آپ کی سب سے زیادہ شہرت یافتہ تصنیف ہے۔ سیف الملوک جو آج بھی لاکھوں نہیں کروڑوں دلوں کی دھڑکن ہے۔ اور خطہ پوٹھوہار میں تقریباً تمام مرد وزن اسے بڑی عقیدت ومحبت سے پڑھتے اور سنتے ہیں۔ سیف الملوک میں آپ نے محض بدیع الجمال اور سیف الملوک کے حسن وعشق کا قصہ ہی بیان نہیں کیا بلکہ بقول عارف رومی

خوشتر آں کے باشد کہ سرد براں
گفتہ آید در حدیث دیگراں

ترجمہ☆: بہت خوب ہے محبوب کا وہ راز جو کسی غیر کی بات میں کہہ دیا گیا ہو۔

عاشق صادق کو عشق حقیقی، تصوف کے گہرے اسرار وغواض اور محبوب حقیقی کے راستے میں پیش آنے والے طوفانِ مصائب کے سامنے مردانہ وار سینہ سپر ہونے کا درس بھی دیا ہے۔ چنانچہ آپ ایک مقام پر فرماتے ہیں۔

بات مجازی رمز حقانی ون و ناں دی کاٹھی
سفرالعشق کتاب بنائی سیف چھپی وچ لاٹھی

آپ واضح طور پر تاثر دینا چاہتے ہیں کہ سیف الملوک ایسا مجازی عاشق بے پناہ مصیبتوں سے دوچار ہوتا ہے اس کے باوجود اس کی ثابت قدمی میں فرق نہیں آتا۔ اور وہ کسی نہ طرح اپنی حقیقی منزل کو پالیتا ہے۔ جبکہ عاشق حقیقی کو تو اس سے بھی زیادہ ہمت واستقلال کا مظاہرہ کرنا چاہیے اور کسی بڑی سے بڑی مصیبت کو خاطر میں لائے بغیر راہ طلب میں گامزن رہنا چاہیے۔

آپ کا کلام اسرار معرفت کی عام فہم تشریح ہے۔ اور اس سے اسی وقت استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی معرفت کو مقصود قلب ونظر بنا کر پڑھا جائے ورنہ محض قصہ پڑھ لینے سے دل بہلانے کے علاوہ اور کیا حاصل ہوسکتا ہے۔

اس نادر قصّے کا انتخاب بھی میاں صاحب کی جدت طبع کا نتیجہ ہے۔ طویل قصّے کو جس خوش اسلوبی اور تسلسل سے پیش کیا ہے وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ پھر لطف یہ کہ حسن وعشق، رنج وراحت، بحر وبر، باغ وبہار اور حقیقت ومجاز کسی بھی عنوان پر آپ کا شہسوار قلم رکنے کا نام نہیں لیتا۔

سیف الملوک کے مطالعہ کی بنا پر اگر آپ کو جامی پنجاب یا رومی کشمیر کہا جائے تو ہرگز مبالغہ نہ ہوگا۔ آپ نے تیس سال کی عمر عزیز میں اسے مکمل کیا تھا۔

آپ کا خاندانی پس منظر☆: آپ حضرت میاں شمس الدین قادری علیہ الرحمۃ کے منجھلے بیٹے تھے۔ آپ کے برادر کلاں کا نام میاں بہاول بخش اور برادر خورد کا نام حضرت میاں علی بخش تھا۔ آپ تین بھائی اور آپ کی ایک ہمشیرہ تھیں جن کی شادی حضرت میاں کا کو صاحب سے ہوئی تھی۔ میاں بہاول بخش اور علی بخش دونوں شادی شدہ اور صاحب اولاد تھے ان دونوں حضرات کی اولاد واسباط کا سلسلہ آج بھی موجود ہے۔ آپ نے شادی نہیں کی تھی بھائیوں کی اولاد کو ہی اپنی اولاد تصور فرماتے تھے۔

آپ کے جد امجد حضرت میاں دین محمد قادری علیہ الرحمۃ حضرت پیرا شاہ غازی قلندر دمڑی والی سرکار کے مرید و خلیفہ و جانشین و متبنّیٰ تھے جو موضع چک بہرام ضلع گجرات میں برصغیر ہند و پاک کی مشہور و معروف قوم گجر کے قبیلہ پسوال میں پیدا ہوئے۔ جب حضرت دمڑی والی سرکار چک ٹھاکرہ سے نقل مکانی کر کے کھڑی شریف تشریف لائے تو آپ کے جد اعلیٰ حضرت میاں دین محمد بھی ان کے ہمراہ تشریف لائے تھے۔ اور یہیں آ کر آباد ہو گئے۔

نوٹ ☆: بعض حضرات اہل قلم کا یہ کہنا غلط ہے کہ آپ فاروقی یا قریشی ہاشمی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ مغالطے اس لئے پیدا ہوئے کہ آپ کے خاص الخاص مرید حضرت ملک محمد صاحب ٹھیکیدار جہلمی مرحوم و مغفور نے آپ کی سوانح حیات تحریر کرتے ہوئے آپ کو حضرت عمر فاروق خلیفہ دوئم کی اولاد شمار کر کے فاروقی قرار دیا۔

حالانکہ یہ بات درست نہیں شاید اس لئے کہ ملک محمد صاحب کو یہ غلط فہمی اس لحاظ سے پیدا ہوئی کہ پسوال بعض لوگوں کے نزدیک حضرت وجیہہ کلبی صحابی رسول کی اولاد میں اور وجیہہ کلبی کا تعلق کسی لحاظ سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے جوڑا گیا ہو جبکہ یہ بات قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے، اول تو یہ کہ اس سلسلہ میں تاریخ کی کتابیں اور اسماء الرجال کی کتب خاموش ہیں۔ دوئم یہ کہ حضرت وجیہہ کلبی متوفی ۴۵ ہجری کا کشمیر یا برصغیر میں آنا ثابت نہیں۔

ٹھوس تحقیق کے مطابق پسوال گجر قوم کی ایک مشہور گوٹ ہے جس کی جنم بھومی طلوع اسلام سے قبل ہی برصغیر پاک و ہند ہے۔ یہ قوم اس سرزمین کی اصل وارث قوموں میں سے ہے۔

لفظ گجر دم صبح کے اس حسین نورانی وقت کو کہتے ہیں۔ جب پوہ پھٹتی ہے چونکہ یہ قوم شروع ہی سے مویشی پالنے۔ زمینداری کرنے اور علی الصبح اٹھنے کی عادی ہے۔ اس لئے گجر کہلاتی ہے۔ اس قوم کی ایک اپنی مستقل تاریخ ہے اور برصغیر پاک و ہند میں ہر جگہ پھیلی ہوئی ہے۔ اس قوم کی عظمت اس بات سے بھی ظاہر ہے کہ پورے ملک میں اس کے نام پر کئی شہر کئی علاقے اور قصبے آباد ہیں۔ مثلاً گجرات، گجرات کاٹھیاواڑ، گوجرانوالہ، گوجرخان، گجر باندی اور کھڈ گجراں وغیرہ۔

علاوہ ازیں اس قوم کی کئی گوتیں ہیں جن میں سے پسوال بھی اس کی معروف گوت ہے اور حضرت میاں محمد بخش عارف کھڑی کا تعلق بھی اس گوت سے ہے۔

مختصر یہ کہ آپ کے جد امجد حضرت میاں دین محمد قادری علیہ الرحمۃ حضرت پیرا شاہ غازی قلندر علیہ الرحمۃ کے پہلے سجادہ نشین مقرر ہوئے پھر ان کے بعد یہ سلسلہ چلتا ہوا آپ کے والد گرامی میاں شمس الدین قادری علیہ الرحمۃ اور آپ کے بڑے بھائی جناب میاں بہاول بخش تک پہنچا۔

آپ کے والدین نہایت درجہ کے متقی و پرہیزگار اور عبادت گزار تھے۔ معاشرے میں ان کا بلند و بالا مقام تھا۔ حضرت دمڑی والی سرکار کی سجادگی شروع سے ہی آپ کے خاندان میں رہی۔ اس وجہ سے اہل علاقہ و عقیدت مندان دربار کھڑی شریف اس خاندان کے افراد کی طرف پیٹھ کر کے چلنا بھی گناہ سمجھتے تھے۔ اور یہ سلسلہ آج بھی قائم ہے۔ اہل نظر آج بھی اس گھرانے کے نہ صرف بزرگوں

بلکہ بچوں کی بھی عزت وتوقیر بجالاتے ہیں۔ افرادی قوت اور دنیاوی وجاہت کے اعتبار سے بھی آپ کسی سے پیچھے نہ تھے۔ کیوں کہ آپ کسی اقلیتی برادری سے منسوب نہ تھے۔ مزید یہ کہ آپ کے آباؤاجداد پشت در پشت کئی پشتوں سے ولی اللہ چلے آ رہے ہیں۔

تعلیم وتربیت ☆: آپ کی والدہ ماجدہ نیک اور پارسا عابدہ خاتون تھیں اسی طرح آپ کے والد گرامی حضرت میاں شمس الدین قادری علیہ الرحمۃ بھی اپنے زمانے کے عارف کامل اور خدا کے مقرب بندے تھے۔ گھر کے مذہبی ماحول اور نیک سیرت ماں باپ کی نگرانی میں آپ تعلیم وتربیت جو ابتدائی زمانے میں ہوئی اس نے آگے چل کر بھی ایسا رنگ دکھایا کہ سوال شریف کے مدرسے میں آپ اپنے بڑے بھائی کے ہمراہ تعلیم حاصل کرتے رہے۔ پورے مدرسے میں آپ دونوں بھائی بلا کے ذہین تھے۔ سبق پر پوری توجہ دیتے جو سبق استاد دیتے وہ فوراً یاد کر لیتے تھے حتیٰ کہ پورے مدرسے میں تمام طلباء سے نمایاں حیثیت حاصل کر لی۔ جس کی وجہ سے آپ کے مہربان اساتذہ کی نظریں بھی آپ پر جم گئیں۔ اس زمانہ میں حافظ محمد علی اس درسگاہ کے صدر مدرس تھے اور حافظ غلام حسین صاحب بھی وہیں مدرس تھے۔

چنانچہ آپ اور آپ کے بڑے بھائی نے عربی فارسی قواعد زبان صرف ونحو۔ قرآن وحدیث وفقہ تفسیر۔ علم بدیع، علم کلام، فلسفہ و تصوف اور شعر وادب اس زمانہ کے اہم علوم تھے۔ آپ نے دس برس تک اس درسگاہ میں رہ کر تمام مروجہ علوم میں کامل دستگاہ حاصل کر لی اور صرف سترہ برس کی عمر میں فارغ التحصیل ہو گئے اور یہیں سے آپ کا شاعرانہ ذوق بھی بیدار ہوا۔ دونوں بھائیوں نے زمانہ طالب علمی میں ہی شعر کہنے شروع کر دیئے تھے۔

سوال شریف کی درسگاہ کے اساتذہ کرام جملہ بزرگ ظاہری علوم کے علاوہ باطنی علوم کے بھی حامل تھے اس لحاظ سے آپ کو اپنے آبائی خاندان اور اساتذہ کرام ہر دو جانب سے فیض یاب ہونے کے عمدہ مواقع میسر آئے۔

زمانہ طالب علمی کی طلب وجستجو ☆: جس زمانہ میں آپ سوال شریف کی درسگاہ میں زیر تعلیم تھے آپ کے اساتذہ میں سے حضرت حافظ محمد علی مرحوم نے آپ دونوں بھائیوں کو بلایا اور فرمایا کہ آج دونوں بھائی مل کر مولانا عبدالرحمٰن جامی علیہ الرحمۃ کا کلام سنائیں۔ آپ نے عرض کی حضرت آج ہم مولانا جامی کی لکھی ہوئی نعت اس شرط پر سنائیں گے کہ آپ ہمارے حق میں دعا فرمائیں گے کہ تمام علوم خواندہ وناخواندہ پر ہمیں دسترس حاصل ہو جائے۔ اور جو کتب ہم نے ابھی تک نہیں پڑھی ہیں وہ بھی پڑھنی آ جائیں حافظ صاحب نے یہ شرط منظور کر لی۔

چنانچہ آپ نے حافظ صاحب کو درد بھری آواز میں مولانا جامی کلام سنایا جس سے حافظ محمد علی صاحب مرحوم پر کیفیت سی طاری ہو گئی جو کافی دیر تک جاری رہی۔ جب سکون ہوا تو قبلہ حافظ صاحب نے دونوں صاحبزادوں کے حق میں ایسی پرتاثیر دعا مانگی جسے حق تعالیٰ نے قبول فرما لیا اور دونوں صاحبزادوں کے سینے علوم ظاہری وباطنی کے لئے کھول دیئے۔

تعلیم سے فراغت کے بعد کے مشاغل ☆: آپ تقریباً سولہ سترہ برس کی عمر میں تمام مروجہ علوم کی تکمیل کے بعد ہمہ تن مصروف عبادت وریاضت ہو گئے۔ تاریخ انسانی اور کائنات کی تخلیق کے مقصد کا بغور مطالعہ کیا۔ عمر عزیز کا کوئی بھی لمحہ ضائع نہ

ہونے دیا اللہ تعالیٰ کی وسیع وعریض کائنات میں تفکر وتدبیر کو شرع ہی سے اپنا شعار بنایا۔ حتیٰ کہ آپ تلاش حق کی جستجو میں عرفان کی ساری منزلیں طے کر کے عارف باللہ ہو گئے۔

مگر تمام زندگی تصوف وسلوک میں گزارنے کے باوجود سلوک کی کسی منزل میں بھی شریعت مطہرہ سے باہر نہیں ہوئے۔ آپ کا قدم شہنشاہ بغداد حضرت پیر سیّد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نقش قدم پر تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ آپ کے قدم کسی حال میں بھی سرکار علیہ السلام کے بتائے ہوئے راستے سے نہیں ہٹے۔ آپ علی الصبح بلا ناغہ حضرت پیرا شاہ غازی قلندر دمڑی والی سرکار علیہ الرحمۃ کے مزار پرانوار پر حاضری دیکر اپنے دامن سے جھاڑ و دیتے۔ اور روزانہ کے اوراد و وظائف وہیں پر مکمل کرنے کے بعد سیر وتفریح کے لئے کھلی فضا میں نکل جاتے اور پھر سیر سے واپس آ کر شعر وشاعری کے کام میں مصروف ہو جاتے۔

والد گرامی کی دعا☆: آپ کا معمول تھا کہ آپ اپنے والد گرامی کے جسم کو تھکا ہوا محسوس کرتے تو اُن کا جسم دبانے کو مٹھیاں بھرا کرتے تھے۔ ویسے بھی کوئی موقع خدمت کا ہاتھ سے جانے نہ دیتے۔ ایک دن آپ کے والد گرامی دوپہر کے وقت چادر اوڑھے آرام فرما رہے تھے کہ آپ ان کی چارپائی کے قریب آ کر بیٹھ گئے اور پاؤں دبانے لگے۔ چند لمحوں کے بعد آپ والد گرامی نے پوچھا کہ کون ہے تو آپ نے عرض کیا حضرت میں محمد بخش ہوں۔

یہ سن کر آپ کے والد گرامی کی زبان ترجمان سے نکلا کہ تجھ پر کملی والے آقا علیہ السلام کی بخشش ہو۔ مانگ کیا مانگتا ہے۔ آپ نے عرض کیا ابا حضور جو کچھ مانگنا تھا وہ تو آپ نے دے دیا ہے۔ دل میں خواہش تھی کہ سچا فقیر بن جاؤں۔ سو آپ نے نہایت ہی عمدہ دعا دے دی ہے۔ اللہ کرے یہی پوری ہو جائے۔ یہ سن کر آپ کے والد گرامی نے فرمایا۔ آمین۔

یہ ذوق و شوق دیکھ کر پُرنم ہوئی وہ آنکھ
جس کی نگاہ تھی تیغ صفت بے نیام
پوری کرے خدائے محمد تیری مراد
کتنا بلند تیری محبت کا ہے مقام علامہ اقبال

پھر دنیا نے دیکھ لیا کہ وہ دعا کس قدر قبول ہوئی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمنامی کا فیض اس قدر جاری ہوا کہ تمام کرۂ ارض پر آپ کا نام مشہور ہے۔ جہاں سیف الملوک ہے وہاں محمد بخش ہے۔ جہاں محمد بخش ہے وہاں سیف الملوک ہے۔

آپ اپنی کتاب ہدایت المسلمین میں خود فرماتے ہیں۔

ڈر دا نام لکھاواں ناہیں شوخی تھیں شرماواں
عیب خطا میرے رب بخشے اسدا فضل سچاواں
خوامخواہ کوئی پیچھا چاہے آخر آکھ نساواں
کرے نصیب مینوں او دائم ایہہ محمد نانواں

شالا زائل کرے نہ میں تھیں اوہ حضرت ہمنامی
جسدے دوہاں جہاناں اندر ملک تے فلک سلامی

والد گرامی کا انتقال پر ملال ☆: جب آپ کی عمر عزیز اٹھارہ برس کی ہوئی تو آپ کے والدِ گرامی بیمار ہو گئے اور انہیں محسوس ہو گیا کہ اب بچنا محال ہے۔ تو انہوں نے اپنی زندگی میں ہی سجادگی کا فیصلہ کرنا چاہا۔

اس مقصد کے لئے آپ کے والد گرامی نے علاقہ کھڑی شریف اور دور ونزدیک کے سرکردہ مریدوں کو بلایا جب مقررہ تاریخ کو تمام مریدین جمع ہو گئے تو انہوں نے بستر علالت پر تکیوں کے سہارے بیٹھ کر ایک پر تاثیر خطبہ دیا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجنے کے بعد مریدین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے اللہ کے نیک بندو اور درویشوں کے مخلص عقیدت مندوں میں نے تمہیں اس لئے تکلیف دی ہے کہ میں بستر علالت پر پڑا اپنے آخری وقت کا انتظار کر رہا ہوں۔ کام تمام ہو چکا ہے۔ یہ اس کا کرم ہے کہ کوئی اہم فریضہ سرانجام دینے کے لئے یا شاید آپ لوگوں سے آخری ملاقات کے لئے مجھے چند گھڑیاں مہلت دے رکھی ہے۔

اُن کی زبان ترجمان سے یہ الفاظ نکلنے تھے کہ عاشقان باصفا کے صبر کا پیمانہ چھلک گیا۔ الفاظ کچھ ایسے تھے اور تاثیر ایسی تھی کہ ہر شخص پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ بعض کے لب پر آہ وزاری اور آنکھوں سے اشک جاری اور بعض کی رو رو کر ہچکیاں بندھ گئیں۔ جب مریدان باصفا کی آتش غم ذرا کم ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ اے مرے مریدان باصفا میرے دونوں بیٹے تمہارے سامنے ہیں۔ ہر بادشاہ کا کوئی نہ کوئی وارث ہوتا ہے۔ اکثر بادشاہوں کے بڑے بیٹے وارث ہوتے ہیں۔ جب بادشاہ دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو لوگ بڑے بیٹے کی تاجپوشی کرتے ہیں۔

لیکن امامت وخلافت کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔ یہاں ہر فیصلہ قانون خداوندی اور خدا خوفی کو مدنظر رکھ کر کیا جاتا ہے اگر چہ میرا بڑا بیٹا بہاول بخش بھی ہر قسم کی لیاقت وصلاحیت رکھتا ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ میرے بیٹوں میں میرے بعد سجادہ نشینی کا سب سے زیادہ اہل میرا صاحبزادہ محمد بخش ہے۔ کیا آپ حضرات اس سے اتفاق کرتے ہیں کہ میں اسے اپنے بعد دربار عالیہ حضرت پیرا شاہ غازی قلندر دمڑی والی سرکار کا سجادہ نشین مقرر کر دوں۔

یہ سنتے ہی تمام حاضرین نے بیک زبان کہا آمین آمین۔

اب اگلا مرحلہ بیعت کا تھا۔ اس سے پہلے حضرت میاں محمد بخش عارف کھڑی اپنی جگہ پر کھڑے ہو گئے اور اظہار خیال کی اجازت چاہی جب والد گرامی کی طرف سے اظہار خیال کی اجازت مل گئی تو عرض کیا کہ حضور میرے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ میں آپ کی نظر میں قبول ٹھہرا اور آپ نے فیضان نظر جاری فرما دیا۔ اور جملہ حاضرین کا بھی شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے حاضر خدمت ہو کر آپ کے فرمان ذیشان کو بغور سنا اور نہایت خوشی سے آپ کے حکم کو قبول کیا۔

لیکن یا حضرت میں اپنے برادر بزرگ میاں بہاول بخش کی موجودگی میں اپنے آپ کو اس منصب کا اہل نہیں سمجھتا۔ میرے لئے ہرگز یہ بات باعث فخر نہیں ہے کہ بہاول بخش محمد بخش کے ہاتھ پر خلافت اور سجادہ نشینی کی بیعت کرے۔ بلکہ میرے لئے یہ بات باعث

فخر ہوگی کہ میں اپنے بڑے بھائی کے ہاتھ پر بیعت کروں۔ جہاں تک زہد وتقویٰ کی بات ہے میں اپنے آپ کو ان سے افضل نہیں سمجھتا۔ منصب سجادگی پر متمکن ہونا ان کے لئے زیادہ موزوں ہے جب بار گراں ان کے کندھے پر پڑے گا اور اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان شامل ہو جائے گا تو ان جیسا پرہیز گار بھی کوئی ڈھونڈے سے نہ ملے گا۔ ان وجوہات کے پیش نظر میں اس منصب کو قبول کرنے سے قاصر ہوں۔ لہٰذا حضور اپنے فیصلے پر نظر ثانی فرمائیں۔ آپ کی دو منٹ کی پرتاثیر تقریر نے وہ سماں باندھا کہ حاضرین وسامعین آپ کی انصاف پسندی اور تواضع عاجزی وانکساری سے بے حد متاثر ہوئے اور آپ کے والد محترم بھی فرط محبت سے چشم پرنم ہو گئے اور آپ کو بانہوں میں لیکر کافی دیر تھپکی دیتے رہے۔ اور فرمایا کہ صاحبزادہ محمد بخش کے فیصلہ پر مہر تصدیق ثبت کی جاتی ہے۔

اور ہمارے بعد صاحبزادہ بہاول بخش دربار عالیہ کھڑی شریف کا سجادہ نشین ہوگا۔ اس کے بعد آپ کے والد گرامی نے نہایت رقت قلب سے آپ کے حق میں خداوند قدوس سے دعا مانگی اور شہنشاہ بغداد حضرت پیران پیر دستگیر سیّد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو مدد اور دستگیری کے لئے پکارا اور فرمایا کہ اے رب رحمان تو سمیع وعلیم ہے تو رحمان ورحیم اور قادر کریم ہے تو سنتا ہے اور تو ہی ہر ایک کا فریادرس اور کارساز ہے۔ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور محبوب سبحانی السید نا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے میرے بچے کو ہر دو جہان میں عزت وآبرو عطا فرما۔ اور اپنے نیک بندوں کی صف میں ملا۔ یہ صرف تیری رضا کا طالب ہے۔ تو بھی اس کی طلب پوری فرما۔ آمین ثم آمین۔ اس واقعہ کے چندروز بعد ماہ اکتوبر 1847ء بمطابق ۱۲۶۴ھ کو آپ کے والد گرامی کا سایہ آپ کے سر سے اٹھ گیا۔

حدود دربار میں چھپر کی تعمیر اور رہائش ☆: والد گرامی کے وصال کا آپ کے دل پر گہرا اثر ہوا۔ چونکہ والدہ ماجدہ کا انتقال پہلے ہی ہو چکا تھا۔ اب والد کا سایہ بھی سر سے اٹھ چکا تھا۔ ان حالات میں آپ پر غموں کے پہاڑ ٹوٹ گئے ان حالات میں آپ نے انتہائی ہوش مندی اور تحمل سے کام لیا مگر چونکہ غم اتنا شدید تھا کہ بھولے سے بھی نہ بھلایا جاتا۔ اور آپ کے دل کی کیفیت کچھ اس طرح تھی

کتنا شدید غم ہے کہ احساس غم نہیں
تم میرے ساتھ ساتھ ہو یہ بھی تو کم نہیں

یہ غم ایسا تھا کہ تمام عمر اس درد میں کمی نہ آسکی بلکہ بڑھتا گیا۔ اور پھر یہی درد عشق حقیقی کے روگ کا علاج بن گیا۔ بقول غالب

عشرت قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا
درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہو جانا
رنج سے خوگر ہوا انسان تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں مجھ پہ پڑیں اتنی کہ آساں ہو گئیں

پھر آپ کے عشق کا یہ درد نوک قلم کے ذریعے کتابوں میں پھیل کر سوز عالم گیر بن گیا۔ یہی وجہ ہے کہ سوز وتاثیر اور شاعری کے

میدان میں میر تقی میر اور استاد دامن سے جا ملتے ہیں۔

ہمارے آگے جب تیرا کسی نے نام لیا
دل ستم زدہ کو ہم نے تھام تھام لیا
میرے سلیقے سے نبھی میری محبت میں
تمام عمر میں ناکامیوں سے کام لیا

آپ شروع سے ہی یاد خدا میں مست الست تھے سجادگی کا بار بھی آپ کے کاندھے ٹل گیا تھا۔اس لئے آپ کے پاس اب دو ہی کام تھے یا عبادت وریاضت یا پھر شعروشاعری۔

ایک دن آپ دربار شریف کی حدود میں داخل ہوئے اور ایک طرف ایک چھپر ڈال کر وہاں پرانی رہائش سے منتقل ہو گئے۔اور وہیں پر چلہ کشی عبادت وریاضت میں مشغول ہو گئے۔پھر آپ کا معمول یہ تھا کہ صبح دربار شریف کی صفائی اور پھر کھلے میدان میں تھوڑی دیر کے لئے جا کر سیر کر کے واپس آ کر خدا کی یاد میں مست ومستغرق ہو جاتے اور فارغ وقت میں شعروشاعری کا آپ کا مشغلا رہا۔

ایک درویش سے ملاقات ☆: میاں محمد سکندر اپنی تصنیف لطیف ''عارف کھڑی'' میں رقم طراز ہیں کہ ایک دن آپ حسب معمول جنگل کی سیر میں مصروف تھے کہ اچانک ایک بزرگ صورت خضر میں ملے۔انہوں نے فرمایا کہ اگر آپ چاہیں تو ہم آپ کو ایک بوٹی کے ذریعے مس خام سے زرخالص بنانا سکھا دیں۔آپ نے عرض کیا مجھے اس کی ضرورت نہیں بلکہ مجھے ایسی چیز کی ضرورت۔ہے جو میرے دل کی دنیا خام کی بجائے کندن میں بدل ڈالے۔

یہ بات سن کر وہ بزرگ اس روز تو چلے گئے مگر کچھ روز کے بعد دوبارہ اسی جنگل میں آن ملے اور فرمایا کہ ہم قندھار سے آئے ہیں اگر آپ چاہیں تو ہم آپ کو ایک ایسا وظیفہ بتا دیں جس سے جنگل کے تمام جانور آپ کے مطیع اور تابع فرمان ہو جائیں گے۔

آپ نے عرض کی مجھے اس کی بھی ضرورت نہیں ہے اب تو صرف ایک دھن ہے کہ

یزداں بکمند ے آور اے ہمت مردانہ

ترجمہ ☆: اے ہمت مردانہ خدا کو تلاش کر۔

آپ نے اس بزرگ ہستی سے اپنے اعلیٰ مقاصد میں کامیابی کے لئے دعا کی درخواست کی تو وہ بزرگ شخصیت آپ کو ڈھیروں دعاؤں سے نواز کر رخصت ہو گئے۔

کامل دے دروازے اُتے محکم لائیے جھوکاں ☆: جب آپ حضرت سائیں غلام محمد قادری علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر شرف بیعت سے مشرف ہوئے تو اس کے بعد آپ کے مرشد کامل نے فرمایا میاں محمد بخش آپ کے روحانی فیض کا کچھ حصہ کشمیر میں ہے لہٰذا آپ اپنا حصہ لینے کے لئے غوث زماں قطب دوراں حضرت شیخ احمد ولی علیہ الرحمۃ کے پاس کشمیر چلے جائیں مرشد کامل کا حکم ملتے ہیں آپ میرپور سے وادی کشمیر کی جانب پاپیادہ روانہ ہو کر حضرت شیخ احمد ولی کے آستانہ پر پہنچے۔وہاں پہنچ کر

معلوم ہوا کہ حضرت شیخ موجود نہ ہیں۔ آپ نے پوچھا کہ کب تشریف لائیں گے تو جواب ملا کہ کوئی مقررہ وقت اور ٹھکانہ بتا کر نہیں جاتے۔ خدا جانے کب تشریف لائیں گے۔ آپ چونکہ کافی طویل سفر یا پیادہ کر کے گئے تھے مگر باوجود اس کے ہمت نہ ہاری دل کو تسلی دی اور خود سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اللہ کی رحمت پر نظر رکھ وہ مایوس نہ لوٹائے گا یہ سوچ کر زبان حال سے پکار اٹھے۔

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ والی آس امید نہ چھوڑیں

آپ اگرچہ یہ سن چکے تھے کہ حضرت گھر پر موجود نہیں مگر باوجود اس کے آستانہ عالیہ کے خدام سے اجازت لیکر گھر میں داخل ہوئے تو کیا دیکھا کہ گھر کے اندر ایک خوبصورت نوجوان تخت پر بیٹھا ہوا مصروف تلاوت قرآن ہے۔ آپ نے ان سے سلام دعا کے بعد پوچھا کہ حضرت شیخ احمد ولی کب تشریف لائیں گے تو جواب ملا کہ دو یا تین ماہ بعد تشریف لائیں گے ابھی یہ بات ختم نہ ہوئی تھی کہ حضرت شیخ احمد ولی گھر کے دوسرے دروازے سے اندر داخل ہوئے اور اندر آتے ہی آپ سے بڑے پرتپاک طریقہ سے ملے۔ اور ایک ہی نگاہ فیض سے آپ کے روحانی فیض کا حصہ آپ کو منتقل فرمادیا۔

چنانچہ آپ حضرت شیخ احمد ولی کے چشمہ فیض سے سیراب ہو کر کشمیر کے مقامات مقدسہ کی زیارت میں مصروف ہو گئے بالخصوص چرار شریف اور حضرت شیخ نورالدین ولی علیہ الرحمۃ کے مزارات مقدسہ پر حاضری دی اور کسب فیض کیا۔ اس علاقہ کے لوگوں کو جب آپ کی آمد کا علم ہوا تو وہ لوگ قافلہ در قافلہ جوق در جوق آپ کی خدمت شریفہ میں حاضر ہونا شروع ہو گئے۔

دربار عالیہ کھڑی شریف کی سجادہ نشینی ☆: آپ کے بڑے بھائی حضرت میاں بہاول بخش جو والد گرامی کے وصال کے بعد دربار عالیہ کھڑی شریف کے سجادہ و خلیفہ مقرر ہوئے تھے۔ ۱۸۸۱ء بمطابق ۱۲۹۸ھ کو ان کا بھی وصال ہو گیا۔ اس کے بعد حسب معمول آپ دربار عالیہ کے خلیفہ سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ اس زمانہ کی بات ہے کہ جب آپ اپنی بیشتر تصانیف مکمل فرما چکے تھے اور آپ کی عمر شریف تقریباً 51-52 برس کی ہو چکی تھی۔ چونکہ اب ذمہ داریاں بڑھ چکی تھیں۔ جن کی وجہ سے دربار سے دور یا باہر رہائش نہ رکھ سکتے تھے۔ اس لئے آپ مستقل طریقہ سے دربار شریف کے چھپر میں ہی قیام پذیر ہو گئے۔ اگر کہیں جانا بھی پڑ جاتا تو ہفتہ عشرہ سے زیادہ کبھی آپ باہر نہیں ٹھہرتے اور جلد ہی واپس آجاتے تھے۔

بڑے بھائی کے انتقال کے بعد آپ کے دل کو شدید قسم کا صدمہ پہنچا ایک طرف تو بڑا بھائی دوسری طرف دونوں بھائیوں میں اس قدر ہم آہنگی اور مزاج شناسی اور حقیقی رشتہ کے علاوہ گہری علمی اور ہم ذوقی دوستی بھی تھی ان تمام وجوہات کی بنا پر آپ کو رہ رہ کر بھائی کی یاد ستاتی رہی۔ مگر آپ نے ہمت سے کام لیا اور خدا نے آپ کو اس عظیم صدمہ کو برداشت کرنے کی قوت عطا فرمائی اور آپ نے اپنے سر پڑنے والی تمام ذمہ داریوں کو بحسن و خوبی سرانجام دیا اور دربار عالیہ کھڑی شریف کی رونق کو چار چاند لگا دیئے۔

آپ نے اپنی خلافت و سجادگی کے دور میں دربار عالیہ کھڑی شریف کا انتظام و انصرام اس خوبی سے چلایا کہ اس کی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔ آمدن میں خاطر خواہ اضافہ ہوا۔ لنگر خانے کے انتظام میں باقاعدگی اور تسلسل کے علاوہ وسعت بھی بڑھ گئی۔

حلقہ مریدین میں زہد و تقویٰ عبادت و ریاضت کی عادت ڈالی جس سے عقیدت مندوں اور مریدین کی اخلاقی اقدار میں اضافہ

ہوااور پھر لوگوں کے عقائد کی اصلاح کی۔آپ عقیدت مندوں سالکین مریدین اور مسافروں کے مسائل سے باخبر رہتے تھے آنے والوں کوشرف ملاقات سے بخشتے ان کی فریادیں سنتے ان کی حاجات برآری کے لئے خداوند قدوس سے گڑگڑا کر دعا مانگتے۔

آپ نے اپنی سجادگی کے دوران دربار عالیہ کی بے شمار خدمات سرانجام دیں۔جس میں تعمیری کام کی اہمیت سب سے زیادہ ہے۔اگرچہ آپ سے پہلے خلفاء بھی اس طرف توجہ دیتے رہے ہیں۔لیکن تعمیرات کے دواہم بڑے کام قدرت نے آپ ہی سے مکمل کروانے تھے۔

نمبرا ☆ : حضرت پیرا شاہ غازی قلندر دمڑی والی سرکار علیہ الرحمۃ کے مزار پُر انوار پر گنبد دار روضے کی تعمیر۔

نمبر۲ ☆ : دربار کے ارد گرد پتھر کی پختہ چاردیواری کی تعمیر آپ کے عالی شان اور زندہ جاوید کارنامے ہیں۔

مصروفیات کے اس دور میں بھی آپ نے اپنی چند تصانیف جن میں ہیر رانجھا، پنج گنج بھی مکمل کی۔جبکہ زائرین کے خوردونوش اور رہائش کا انتظام کرنے میں ذاتی طور پر دلچسپی لیتے جس کی وجہ سے دن دن دیگ سوائی کا کرشمہ زیا نظر آنے لگا۔

مسلم ہندو کوئی نہ نابر سیّوے سب لوکائی
داتا سخی محمد بخشا دن دن دیگ سوائی

احترام سادات ☆ : ایک مرتبہ ایک سیّد پولیس انسپکٹر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے کچھ دیر قیام کے بعد جاتے ہوئے بتقاضائے ادب سیّد انسپکٹر صاحب نے آپ کے پاپوش مبارک سیدھے کر کے رکھ دیئے تا کہ آپ کو پہنچتے ہی کوئی دشواری پیش نہ آئے بلکہ انہیں اپنے قریب پائیں۔

وہ تو بپاس ادب یہ کام کر کے چلے گئے آپ نے اس کے بعد سے وہ جوتا پہننا چھوڑ دیا اور اٹھوا کر رکھ دیا کہ اسکو سیّد زادے کا ہاتھ لگ گیا ہے لہٰذا اب میں اس میں پاؤں نہ ڈالوں گا۔

واقعہ نمبر۲ ☆ : ایک سیّدزادے کو کسی افسر نے کسی الزام پر نوکری سے نکال دیا۔اس واقعہ کا علم آپ کو بھی ہو گیا۔اور وہ افسر گاہے بگاہے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہتا تھا۔اس واقعہ کے بعد جب وہ افسر آپ سے ملاقات کے لئے حاضر ہوا تو آپ نے سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا۔یہاں تک کہ اس افسر نے آپ کو راضی کرنے کے لئے حضرت قاضی سلطان محمود اعوان شریف اور دیگر چند بزرگوں کو سفارش کے لئے آپ کے پاس لایا۔نتیجتاً یہ ہوا کہ اس نے معافی بھی مانگی اور نوکری سے نکالے ہوئے سیّد زادے کو بلا کر بخوشی ملازمت پر بحال بھی کر دیا۔اور آئندہ کے لئے خاندان سادات کا احترام کرنے کا بھی عہد کیا۔

واقعہ نمبر۳ ☆ : آپ کا معمول تھا کہ سال میں ایک مرتبہ موضع چک جانی ضلع گجرات میں سرکار علیہ السلام کے موئے مبارک کی زیارت کے لئے تشریف لاتے تھے۔

چک جانی کی حدود میں داخل ہوتے تو گھوڑی سے اتر کر تشریف لے جاتے اور پاپوش مبارک پاؤں سے اتار کر بغل میں رکھ لیتے۔اس حالت میں آپ پاپیادہ موئے مبارک والے مقام پر پہنچتے اور نہایت ہی ادب سے دوزانوں ہو کر قبلہ رخ بیٹھ کر موئے

مبارک کی زیارت فرماتے۔ اس دوران آپ پر رقت طاری ہو جاتی۔ حتیٰ کہ آپ کی ریش مبارک اور دامن آنسوؤں سے تر ہو جاتا۔ بعد از زیارت کے گاؤں سے اس حالت میں باہر تشریف لاتے کہ اس مقدس مقام کی طرف پیٹھ نہ فرماتے۔ موئے مبارک کی زیارت کے بعد موضع دھنی میں آ کر چند دن اپنے عقیدت مندوں کے پاس قیام فرماتے تھے۔

ایک دفعہ جب موئے مبارک کی زیارت کے بعد حسب معمول آپ جب اس گاؤں میں پہنچے تو آپ کو معلوم ہوا کہ گاؤں کے ایک نوجوان لڑکے نے ایک سیّدزادے کو غیر نظر سے دیکھا اور شرارت کی۔ مگر گاؤں کے لوگوں نے اس شخص سے قطع تعلق نہ کیا۔ آپ کے علم میں جب یہ بات آئی تو آپ فوراً ہی وہاں سے چلے آئے اور دوبارہ پھر کبھی اس گاؤں میں نہ گئے۔

تواضع اور اخلاق ☆: آپ میں تواضع کی صفت بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔ آپ سے جو بھی ملنے کے لئے آتا شاد کام واپس جاتا۔ دربار پر آنے والے اکثر مریدین غریب ہی ہوتے تھے لیکن کچھ لوگ امراء روسا کے طبقے کے بھی آتے تھے۔ مگر آپ سب سے ایک ہی انداز میں ملتے اور ایک جیسا ہی سلوک فرماتے۔ اگر کوئی دیرینہ محسن یا خاص عزیز یا بزرگ شان والا کوئی آ جاتا تو اسے اپنے ساتھ ہی بیٹھا لیتے تھے۔ مگر کھانے پینے کے معاملات میں ان کے ساتھ بھی عام لوگوں کی طرح سلوک فرماتے۔

آپ اپنے استادوں اور پیرو مرشد اور حضرت پیرا شاہ غازی قلندر دمڑی والی سرکار علیہ الرحمۃ کے مزار پُر انوار کا بے حد احترام کرتے ان میں کسی کی طرف بھی پوری زندگی پیٹھ نہ ہونے دی۔ آپ اپنے بزرگوں کا احترام کرتے اور عزیزوں کے ساتھ شفقت سے پیش آتے۔ آپ بہت وسیع اخلاق کے مالک نہایت ہی شریف النفس، صابر، بردبار، تحمل مزاج، ملنسار اور باوقار شخصیت کے مالک تھے۔ اسی طرح قادر الکلام، فصیح اللسان، اور شیریں زبان ہونا آپ کی خصوصی صفت تھی۔

علم وفضل کی دولت ☆: جیسا کہ اس سے قبل تحریر کیا جا چکا ہے کہ آپ نے علوم ظاہریہ کی تکمیل صرف 16-17 برس کی عمر عزیز میں کر لی تھی۔ سموال شریف کی درسگاہ سے عربی، فارسی، اردو مع قواعد زبان؛ صرف ونحو، قرآن وحدیث، فقہ وتفسیر، معقولات و منقولات، علم بدیع، علم کلام، فلسفہ، حکمت، علم حکمت وتصوف، علم ریاضی وعلم دلائل اور شعر وادب وغیرہ گویا کہ سموال شریف کی درسگاہ سے آپ تمام علوم مروجہ کے ساتھ لیس ہو کر نکلے۔ آپ کے پاس نہ صرف کتابی علم بلکہ آپ علم لدنی سے بھی مالا مال تھے۔ آپ کے علمی تجرد کا اندازہ آپ کی تصانیف بالخصوص تحفہ رسولیہ اور ہدایت المسلمین سے بخوبی لگ سکتا ہے۔ جن میں قرآن پاک اور حدیث رسول کے اصل متن پیش کر کے مستند شرعی اور فقہی کتب کے حوالے سے استدلال کیا گیا ہے۔ ان کتابوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دوران تصنیف سینکڑوں کتابیں آپ کے مطالعہ اور نظر کے سامنے رہتی تھیں۔ جن کی فہرست بہت طویل ہے۔

آپ کے زمانے کے علماء اور مشائخ آپ کے علم وفضل وکمال کے معترف تھے۔

آپ مذہب اسلام کے سواد اعظم اہل سنت و جماعت سے تعلق رکھتے تھے فقہ میں حضرت امام ابوحنیفہ کے پیروکار اور سلسلہ طریقت میں حضرت پیر پیراں میر میراں حضرت السیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے سلسلہ عالیہ قادریہ سے منسلک اور روحانیت میں حضرت پیرا شاہ غازی قلندر دمڑی والی سرکار علیہ الرحمۃ اور سلسلہ طریقت میں ظاہری بیعت حضرت سائیں غلام محمد قادری

علیہ الرحمۃ کے ہاتھ پر تھی۔

مرد بھلیرا مرشد میرا شاہ غلام محمد
اہل طریقت اہل شریعت و انگ امام محمد

سخاوت وتوکل ☆: آپ کا معمول تھا کہ دربار شریف پر جو بھی عطیات وتحائف آتے آپ تمام کے تمام غربا اور مساکین میں تقسیم فرما دیتے تھے جو بھی نقدی نذرانہ آتا وہ دربار شریف کی تعمیر اور لنگر پر خرچ کر دیتے اور آنے والے وقت کا خیال نہ کرتے اور نہ ہی اپنے لئے کوئی چیز بچا کر رکھتے۔ سخاوت کے دریا آپ نے بہائے اور دوسروں کو بھی نصیحت فرماتے کہ سخاوت اپناؤ اسی میں تمہارا بھلا ہے۔

مہاراجہ رنبیر سنگھ کی آمد ☆: ایک مرتبہ مہاراجہ رنبیر سنگھ جو جموں وکشمیر کا ۱۸۵۷ء تا ۱۸۸۵ء حکمران رہا۔ اپنے وزیروں، مشیروں سمیت آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا۔ آپ روزانہ کے اوراد وظائف میں مشغول تھے۔ مہاراجہ کے آنے کی خبر خدام نے آپ کو دی تو آپ نے اپنے اوراد و وظائف مکمل کئے اور بڑے تحمل اور وقار کے ساتھ حجرہ مبارک سے صحن دربار میں تشریف لائے۔ مہاراجہ سمیت تمام حاضرین آپ کے ادب میں کھڑے ہوگئے۔ آپ نے بیٹھ جانے کا حکم دیا۔ اور مہاراجہ سے آنے کا سبب پوچھا تو عرض کرنے لگا حضور کی خدمت میں قدمبوسی کے لئے اور دعا کے لئے حاضر ہوا ہوں۔

تقریباً آدھا گھنٹہ مہاراجہ نے دربار شریف میں قیام کیا اور جانے سے قبل اپنے وزیر کو نذرانہ پیش کرنے کا کہا تو وزیر موصوف نے روپوں کی تھیلی آپ کی خدمت میں پیش کی۔ آپ نے تھیلی ہاتھ میں لیکر پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ تو مہاراجہ نے عرض کیا حضور یہ ہماری طرف سے نذرانہ ہے۔ آپ نے تھیلی میں سے ایک روپیہ نکال کر اپنی ایک آنکھ پر رکھ کر فرمایا کہ یہ کیسی نذر نیاز ہے کہ جس نے میری پہلی نظر بھی بند کردی ہے۔ مہاراج ہمیں ایسی نذر و نیاز کی قطعاً کوئی ضرورت نہ ہے جو ہماری آنکھوں پر پٹی باندھ دے۔

یہ کہہ کر آپ نے ایک روپیہ اپنے لنگر کے خادم کو دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ روپیہ مہاراجہ کی طرف سے لنگر میں شامل کرلو۔ اور بقایا تھیلی مہاراجہ کو واپس کرتے ہوئے نصیحت فرمائی کہ عوام کا خاص خیال رکھو اور رعایا کے ساتھ عدل وانصاف کرو اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔ آپ سے وعظ ونصیحت سننے کے بعد انتہائی ادب سے رخصت ہوکر چلا گیا۔

کشف وکرامات ☆: میاں عبدالغنی سب انسپکٹر پولیس راجہ محمد حسن مرحوم جہلم سب رجسٹرار کے مقدمہ قتل کی تفتیش کر رہے تھے کہ ان کی حراست سے ایک زیر تفتیش ملزم فرار ہوگیا۔ جس کی وجہ سے عدالت نے انہیں ایک ماہ قید کی سزا سنائی۔ جب وہ ضمانت پر رہا ہوئے تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر دعا کے طالب ہوئے۔

چنانچہ آپ نے دعا فرمائی معاملہ رفع دفع ہوگیا۔ اس کے بعد کسی اور جرم میں قصوروار ٹھہرے تو دوبارہ حاضر خدمت ہوکر دعا کے لئے درخواست کی۔ آپ نے دعا فرمائی وہ معاملہ بھی خدا کے فضل وکرم سے ختم ہوگیا مگر اس کے ساتھ ہی آپ نے فرمایا کہ راجہ صاحب آپ مسلسل غفلت کا شکار ہو رہے ہیں اور ہمارے بارے میں بھی تمہاری نیت میں فتور آ گیا ہے لہٰذا پھر پکڑے جاؤ گے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ تیسری مرتبہ پھر پکڑے گئے جس کی وجہ سے تمام عزت بھی برباد ہوگئی۔ لیکن باوجود اس کے رہائی پھر بھی آپ کی دعا سے ملی۔

کرامت نمبر۲ ☆: موضع بانگ دوارہ میں ایک سکھ ساہوکار کی دکان تھی۔ چوہدری حسن علی اس کا مقروض تھا۔ ایک دن حسن علی اور حیدر علی دریائی پتن کے راستے جہلم جا رہے تھے۔ جب دربار کے میلہ میں پہنچے تو سکھ دکاندار جہلم جاتا ہوا میلے میں مل گیا۔ حسن علی نے تنہائی کا موقع دیکھ کر سکھ دکاندار کو قتل کر دیا۔ تھانے میں رپٹ ہوگئی۔ پولیس نے اس شک کی بنا پر کہ جس روز مقتول سودا لینے جہلم گیا۔ حسن علی اور حیدر علی اس گھر پر نہ تھے۔ پولیس نے ان کو شامل تفتیش کر لیا۔ مگر ایک ماہ گزر گیا تھا کہ کسی نتیجہ پر نہ پہنچے۔ جس کی وجہ سے تفتیشی افسر تھانے دار اپنی ناکامی کی وجہ سے خفت محسوس کر رہا تھا۔ ایک دن اچانک حسن علی نے اچانک کسی وجہ سے گھر میں جھگڑا کھڑا کر دیا اور اپنی بیوی کو تھپڑ مارا جس پر اس کی بیوی نے شور مچا دیا کہ لوگوں اس نے کچھ روز قبل سکھ ساہوکار کو مارا تھا اب یہ مجھے مارنا چاہتا ہے۔ شور کی آواز سن کر لوگ اکٹھے ہوگئے اور یہ بات پولیس تک پہنچ گئی۔ پولیس نے حسن علی اور حیدر علی کو گرفتار کر لیا۔

جب بے گناہ حیدر علی کی ماں کو علم ہوا تو وہ روتی پیٹتی ہوئی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی حضور میرا بیٹا بالکل بالکل بے گناہ ہے وہ اس جرم میں شریک نہ ہے۔ لہٰذا آپ دعا فرمائیں کہ میرا بیٹا بری ہو جائے۔ آپ نے اس کی ماں کو تسلی دلائی کہ تیرا بیٹا جلد ہی بری ہو کر آ جائے گا فکر نہ کر۔ اللہ کریم کرم کرے گا۔

چنانچہ ایک روز ایسا ہوا کہ حسن علی اور حیدر علی جیل میں بند تھے حسن علی سے حیدر علی نے کہا حسن علی دیکھو قتل تم نے کیا ہے اور تم نے بے گناہ میرا نام بھی شامل کروا دیا ہے جبکہ تم خود جانتے ہو کہ میں تمہارے اس جرم میں شریک نہیں۔ لہٰذا بات یہ ہے کہ سزائے موت تو ہونی ہے مگر میں یہ چاہتا ہوں کہ تمہیں صرف تمہارے جرم کی سزا ملے ایسا نہ ہو کہ تمہارے کہنے پر عدالت تمہارا شریک سمجھ کر مجھے بھی سزائے موت یا پھانسی دے دے تو تم پر دو قتل کا جرم خدا کے سامنے بن جائے گا ایک قتل تو تم نے سکھ کیا ہے دوسرا قتل تمہارے مسلمان بھائی کا تم پر پڑ جائے گا اس لئے صبح کو جب عدالت میں پیش ہو تو تم صاف کہہ دو کہ قتل میں نے کیا ہے لہٰذا حیدر علی کو بری کیا جائے۔

حیدر علی کی ان باتوں کا حسن علی پر گہرا اثر ہوا اور اس نے صبح کو عدالت میں پیش ہو کر بیان دے دیا کہ سکھ ساہوکار کا قتل میں نے کیا ہے حیدر علی بے قصور ہے عدالت نے اس کی بات سن کر حیدر علی کو بری کر دیا۔ اس طرح آپ کی دعا سے حیدر علی باعزت بری ہو کر گھر آ گیا۔

کرامت نمبر 3 ☆: آپ کے مرید خاص جناب ملک محمد جہلمی مرحوم تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کے حکم سے آپ کی دو کتابیں تحفہ رسولیہ اور تحفہ میراں طبع کرانے کی غرض سے لاہور گیا اور اس دوران پنڈت من پھول بہادر جی (سی ایس آئی) کے گھر ٹھہرا۔ پنڈت جی کا بیٹا گینش مل میرا دوست تھا۔ یہ دونوں باپ بیٹے غیر مذہب ہونے کے باوجود آپ کے معتقد تھے اور کئی مرتبہ آپ کی خدمت میں حاضری دے چکے تھے۔

مجھے اپنے کام کے سلسلہ میں چار مہینے رکنا پڑ گیا۔ اس دوران ایک دن پنڈت جی میرے لئے مٹھائی لائے مگر مٹھائی میں بھنگ

ملی ہوئی تھی جس کا مجھے علم نہ تھا میں نے وہ مٹھائی لیکر کھالی مگر کچھ ہی دیر بعد میری حالت خراب ہوگئی جس کا پنڈت جی کو کافی فکر لاحق ہوا اور وہ مجھے علاج معالجے کے لئے ہسپتال لے گئے۔

خدا کے فضل و کرم سے چند روز بعد مجھے افاقہ ہوا تو ایک دن آپکا خط کھڑی شریف سے لاہور پنڈت جی کے گھر پہنچا جس میں میری بیماری کا تفصیلاً ذکر تھا میں یہ خط پڑھ کر پریشان ہوا اور خوش بھی کہ میرے مرشد کو میرے حالات کی تمام خبر اور علم ہے۔ میں نے وہ خط پنڈت جی اور اسکے اہل وعیال کو دکھایا تو وہ سب لوگ آپ کی اس کرامت اور روشن ضمیری سے بے حد متاثر ہوئے۔

وصال باکمال ☆: ماہ جنوری موسم سرما میں ایک دن آپ نے مغرب کی نماز کے لئے ٹھنڈے پانی سے وضو فرما کر نماز مغرب ادا کی بعداز نماز مغرب آپ نے خادم خاص کو انگیٹھی جلانے کا حکم دیا خادم نے تعمیل کر کے انگیٹھی پیش کی آپ آگ تاپ رہے تھے کہ کمزوری سے آپ ایک طرف جھک گئے خادموں نے فوراً آپ کو اٹھا کر چارپائی پر لٹایا۔ ایک دن اور ایک رات بدستور آپ پر غشی طاری رہی یہ فالج کا حملہ تھا ایک روز کے بعد مورخہ 7 ذالحج بمطابق 1324ھ 22 جنوری 1906ء کو آپ کا وصال باکمال ہوگیا۔

مزار پرانوار دربار پیرا شاہ غازی قلندر دمڑی والی سرکار علیہ الرحمہ کے مزار کی جانب مشرق کھڑی شریف میں مرجع خاص وعام ہے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت آج بھی حاضری دیکر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔ آپ کا سالانہ عرس مبارک 7 ذالحج کو ہر سال منایا جاتا ہے جس میں علمائے کرام مشائخ عظام آپکی سیرت وکردار کے مختلف پہلوؤں پر بیان کرتے ہیں جبکہ معروف نعت خوان حضرات بھی اپنا نذرانہ عقیدت پیش کرنے کے علاوہ آپکا کلام سیف الملوک پیش کرتے ہیں۔ عرس مبارک کے موقع پر عقیدت مندوں کا ہجوم دیدنی منظر پیش کرتا ہے۔

آپ کا عرس مبارک کھڑی شریف کے علاوہ تین جگہ اور بھی منایا جاتا ہے۔

نمبرا ☆: موضع دھنی شریف، جو کہ چک جانی ضلع گجرات میں واقع ہے یہاں آپ عموماً قیام فرماتے تھے' 10 ماگھ کو یہاں عرس ہوتا ہے۔

نمبر۲ ☆: موضع پنجن شریف جہاں آپکا دلق مبارک اور ایک عدد عصا شریف اور دانت مبارک ایک تربت میں دفن ہے یہاں بھی ہر سال باقاعدگی سے عرس ہوتا ہے

نمبر۳ ☆: تحصیل وضلع چکوال میں آپ کی ایک بیٹھک تھی اس لئے وہاں بھی ہر سال 10 ماگھ کو عرس ہوتا ہے۔

فقیر راقم الحروف کو آپ کے دربار گوہر بار میں حاضری کی بارہا سعادت حاصل ہے، ایک مرتبہ آپ کے عرس کے موقع پر ۱۴۔۱۵ شعبان کی درمیانی رات کو جناب خالد ضیاء صدیقی المعروف قلندر، جناب زبیر علی خان اور تنویر خان نیازی کے ہمراہ حاضری کے موقع پر عجیب وغریب روحانی کیف وسرور حاصل کرنے کا موقع بھی نصیب ہوا۔

رہے آستاں سلامت رہے برقرار شاہی

حضرت پیر سیّد نذر دین شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ

تعارف ☆: عارف کامل ولی العصر امام السالکین عارف ربانی حضرت پیر سید نذر دین شاہ قادری المعروف اجی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ۳۵۔۱۲۳۴ء بمطابق ۱۸۱۵ء کو گولڑہ شریف کے روحانی مرکز میں ہوئی۔

حضرت پیر سید غلام شاہ علیہ الرحمۃ کی شادی اپنے چچا پیر سید رسول شاہ علیہ الرحمۃ کی صاحبزادی اور پیر سید فضل دین شاہ کی ہمشیرہ سے ہوئی تھی۔ مراج البحرین کے ان دریاؤں سے تولد ہونے والے اس ماہ کامل کا اسم گرامی حضرت پیر سید نذر دین شاہ تھا جو حضور تاجدار گولڑہ پیر سید مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ کے والد گرامی تھے۔

خطہ پوٹھوار میں والد کو پوٹھواری زبان میں اجّی جی کہتے ہیں اس لیے آپ اجّی جی کے نام سے معروف ہوئے۔

اور بذات خود حضور تاجدار گولڑہ علیہ الرحمۃ نے جہاں جہاں آپ کا ذکر اپنی تحریروں میں کیا ہے وہاں پر اجّی جی ہی تحریر فرمایا ہے۔

آپ مادرزاد ولی تھے۔ عبادت و ریاضت میں یکتائے روزگار تھے۔ شب و روز ذکر خدا میں مصروف رہتے۔ دینی کتب کے مطالعے کا بہت زیادہ شوق تھا۔ نماز پنجگانہ اور تہجد اور دیگر نوافل کا خصوصیت سے اہتمام فرماتے۔ تمام عمر شریعت وطریقت کی پاسداری میں گزاری۔

شجرہ نسب ☆: آپ کی شادی حسن ابدال کے گیلانی خاندان میں ہوئی تھی جو حجرہ شاہ مقیم والے حضرت بہاول شیر قلندر گیلانی ضلع اوکاڑہ والوں کی اولاد سے ہیں۔ حضرت بہاول شیر قلندر گیلانی علیہ الرحمۃ حضرت غوث پاک کے صاحبزادے عبدالرزاق علیہ الرحمۃ کی اولاد سے ہیں اور وہ نویں صدی ہجری میں بغداد شریف سے حجرہ شریف مقیم ضلع اوکاڑہ تشریف لائے تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضور تاجدار گولڑہ علیہ الرحمۃ اپنے والد اور والدہ دونوں کی طرف سے نجیب الطرفین حسنی حسینی گیلانی سیّد ہیں۔ آپ کی والدہ پیر بہادر شاہ گیلانی علیہ الرحمۃ کی دختر نیک اختر تھیں۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ جدّیہ میں اپنے ماموں حضرت پیر سید فضل دین شاہ گولڑوی قادری علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے آپ کو اجازت وخلافت بھی تھی اور سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں اپنے

صاحبزادے حضرت پیر سید مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ سے وظائف حاصل کیے تھے۔

سیرت و کردار☆: آپ انتہائی بلند اوصاف حمیدہ کے حامل اور باطنی تصرفات کے مالک تھے۔ آپ کی طبیعت میں غریب پروری، مظلوموں کی حمایت کا درد بدرجہ اتم موجود تھا۔ کسی کی تکلیف کو برداشت نہ کر سکتے تھے۔ بڑے سے بڑے جابر شخص کی زیادتی اور شکایت پر فوراً اس کے خلاف ڈٹ جاتے اور مظلوم کا حق اس ظالم سے دلوا کر رہتے تھے۔

جوانی سے لے کر آخری عمر تک سخاوت شجاعت سپہ گری کے اوصاف و کمالات آپ کی شخصیت میں نمایاں رہے۔ آپ گھوڑے کی سواری بہت شوق سے فرماتے اور اپنے زیر استعمال سواری کے لیے بہترین گھوڑا استعمال کرتے تھے۔

کشف و کرامت☆: آپ جس مسجد میں محو عبادت اور مطالعہ کتب میں مصروف رہتے تھے اس مسجد کے قریب سکھوں کا محلّہ تھا۔ جہاں قلعہ دار کی ایک رشتہ دار لڑکی بدچلنی کے الزام میں حاملہ پائی گئی۔ اس موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے آپ کے ایک مقامی مخالف جو قلعہ دار کا معتمد خاص تھا اور آپ کے خاندان کی روز افزوں عزت و شہرت سے حسد رکھتا تھا۔ اُس نے قلعہ دار سے کہہ کر یہ الزام آپ پر لگا دیا۔

قلعہ دار نے بغیر کسی انکوائری بغیر ثبوت و شہادت کے آپ کو گرفتار کروا کر زندہ جلانے کا حکم دے دیا۔ اس بے گناہ الزام و سزا کے خلاف قرب و جوار کے مسلمان سراپا احتجاج بن گئے اور مسلمانوں کا ایک وفد قلعہ دار سے ملا اور اس کو اپنے ارادے سے باز رہنے کو کہا۔

سکھ قلعہ دار نے کہا۔ ٹھیک ہے میں تمہاری بات ایک شرط پر مان لوں گا کہ بذات خود سجادہ نشین حضرت پیر سیّد فضل دین شاہ علیہ الرحمۃ دربار میں میرے پاس تشریف لا کر مجھے یقین دلائیں کہ یہ بے گناہ ہیں تو میں چھوڑ دوں گا۔

جب لوگ یہ پیغام لے کر حضرت پیر سیّد فضل دین شاہ علیہ الرحمۃ کے پاس گئے تو انہوں نے فرمایا کہ میں کسی قیمت پر سکھ قلعہ دار کے پاس نہیں جاؤں گا اور فرمایا کہ قلعدار سے کہہ دو کہ اسے زندہ جلا دو اگر یہ گنہگار ہے تو ہمارے لیے اس کا جل جانا ہی بہتر ہے۔

سزا کی مقررہ تاریخ سے ایک دن پہلے مواضعات میرا بادیا، ومیرا اکو وغیرہ کے مسلمانوں نے اجتماع کر کے سکھ قلعہ دار کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

مگر بڑے پیر صاحب آپ کے ماموں جناب سیّد فضل دین شاہ علیہ الرحمۃ نے تمام مواضعات میں اپنا نمائندہ بھیج کر اطلاع کرائی کہ جو کوئی بھی ایسا قدم اُٹھائے گا اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق واسطہ نہ ہوگا۔ بڑے پیر صاحب کا پیغام سن کر لوگ خاموش ہو گئے۔

اور سزا والے دن علی الصبح ہی ہزاروں افراد مرد و زن مسلمان، قلعے کے باہر جمع ہو گئے۔ اس قلعے کے کھنڈرات شہر سے مغرب کی جانب کچھ دور ندی کے کنارے اب تک موجود ہیں۔ عورتوں نے آہ و بکا کرتے ہوئے اپنے زیورات کا ڈھیر لگا دیا اور کہا کہ ہمارے پیر زادے کو زیورات سے تول کر جرمانہ وصول کر لو مگر انہیں رہا کر دو۔ مگر سکھ قلعہ دار اپنے فیصلے پر ڈٹا ہوا تھا۔

اُس زمانے کے دستور کے مطابق عبرت عامہ کے لیے سزائے موت شارع عام پر سب کے سامنے دی جاتی تھی۔ اس کے لیے ایک کھلی جگہ پر لکڑیوں کا الاؤ بہت بڑا ڈھیر لگا کر چتا تیار کی گئی اور قلعہ دار کی فوج نے اس کو گھیرے میں لے لیا۔

یہ بدھ چہار شنبہ کا دن تھا کہ اُس روز حضرت پیر سید نذر دین شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کو حضرت غوث الاعظم کی زیارت نصیب ہوئی جنہوں نے فرمایا کہ چتا پر جانے سے پہلے غسل کر کے گھر میں جو نیا کپڑوں کا جوڑا ہے وہ پہن کر دو رکعت نماز نفل پڑھ لینا۔

جب آپ کو قلعہ دار کے سپاہی آگ کی چتا پر لے جانے لگے تو آپ نے اُن سے غسل کرنے اور نیا جوڑا کپڑوں کا پہننے کی اجازت طلب کی۔

قلعہ دار کے سپاہیوں نے آخری خواہش کی تکمیل کی خاطر آپ کو اجازت دی اور خود غسل کے لیے پانی بھر کر دیا اور گھر سے نیا لباس بھی لا کر دیا۔ جو آپ نے زیب تن فرمایا اور دو رکعت نماز نفل ادا فرمائی اور چتا پر جا کر بیٹھ گئے۔

اس کے بعد قلعہ دار کے سپاہیوں نے لکڑیوں پر تیل ڈال کر آگ لگانے کی کوشش کی مگر لاکھ جتن کے بعد بھی آگ نہ جلی۔ یہ ناکامی دیکھ کر الزام لگانے والے حاسد نے قلعہ دار سے کہا کہ تمہارے سپاہی پیروں سے مل گئے ہیں۔ اس لیے وہ دانستہ ہیرا پھیری کر رہے ہیں میں دیکھتا ہوں کہ آگ کیسے نہیں جلتی۔ یہ کہہ کر وہ شخص آگے بڑھا اور اُس نے آپ کے کپڑوں اور لمبے لمبے گھنگریالے بالوں پر بہت سا تیل ڈالا اور ایک برتن میں خشک بنولے ڈال کر جلائے جب اُس برتن میں شعلے بلند ہونے لگے تو اُس برتن کو آپ کے تیل سے تر بتر کپڑوں اور بالوں کے نیچے رکھ دیا۔ آگ کے شعلے آسمان کی طرف لپک رہے تھے اور شعلوں کی حرکت سے آپ کے بال لوگوں کو ہوا میں اڑتے ہوئے نظر آنے لگے۔ آپ کا جسم اور کپڑے تو در کنار آپ کے بالوں نے بھی آگ کے اثر کو محسوس نہیں کیا۔ جب اُس بد باطن نے یہ ماجرا دیکھا تو اُس نے جلتے ہوئے بنولوں کو آپ کے تیل میں شرابور کپڑوں پر اُلٹ دیا مگر وہ بھی آپ کو تکلیف دیئے بغیر لکڑیوں پر جا گرے اور بجھ گئے۔ یہ تمام ماجرا دیکھ کر لوگوں میں آپ کی بے گناہی کا غوغا اُٹھ کھڑا ہوا اور قلعہ دار نے حکم دیا کہ مخبر کو گرفتار کر کے اسی چتا پر جلایا جائے۔

اور قلعہ دار خود گلے میں کپڑا ڈال کر آپ کے سامنے دست بدستہ کھڑا ہو گیا اور معافی مانگنے لگا اور کہنے لگا کہ میں تسلیم کرتا ہوں کہ آپ واقعی بے گناہ ہیں اور یہ میری غلطی ہے کہ میں نے اس بد باطن شخص کے کہنے پر آپ کے ساتھ اتنا بڑا ظلم کیا۔

ادھر یہ تمام کھیل جاری تھا کہ دوسری طرف آپ کے ماموں حضرت پیر سید فضل دین شاہ علیہ الرحمۃ صبح ہی سے اپنا منہ بغداد شریف کی جانب کر کے کھڑے ہوئے تھے اور بار بار آدمی بھیج کر آپ کے حالات سے باخبر ہو رہے تھے۔ جب ان کو یہ معلوم ہوا کہ مخبر گرفتار ہو گیا ہے اور قلعہ دار معافی کے لیے ہاتھ باندھے کھڑا ہے تو آپ نے فوراً پیغام بھیجا کہ سیّد نذر دین شاہ سے کہہ دو کہ اُس شخص کو معاف کر دے۔ لیکن پیغام پہنچنے سے پہلے ہی آپ نے قلعہ دار سے کہہ دیا تھا کہ میں اُس وقت تک چتا سے نہیں اُتروں گا جب تک مجھ پر الزام لگانے والے کو معاف نہیں کر دیا جاتا۔ جب قلعہ دار نے آپ کے کہنے پر اسے معاف کر دیا تو اس کے بعد آپ چتا سے نیچے اُترے۔

چتا سے نیچے اُترنے کی دیر تھی کہ لوگوں نے آپ کے لباس کے ساتھ غلاف کعبہ جیسا سلوک کیا اور عالم شوق وارفتگی میں آپ کے کپڑے چیتھڑے کر دیئے اور تبرک سمجھ کر ہمراہ لے گئے۔

خدا کی شان کہ اس واقعہ کے بعد جلد ہی ۱۸۴۸ء میں پنجاب سے سکھوں کی عمل داری کا تختہ اُلٹ گیا اور پنجاب پر انگریزوں کی

[حک]ومت کا قبضہ ہو گیا۔

اس واقعہ کے بعد آپ کا تمام عمر معمول رہا ہے کہ ہر بدھ کی رات کو غسل ضرور فرماتے تھے اور اپنے متعلقین کو بھی بطور وظیفہ برائے [ح]ل مشکلات بتلایا کرتے تھے۔

سائیں مجی نامی ایک مجذوب جو آپ کے خاندان کے دامن سے وابستہ تھے اس واقعہ کے دوسرے روز حضرت پیر سید فضل دین [ش]اہ علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آکر کہنے لگا کہ حضرت تمام لوگ آپ کو مبارکباد دے رہے ہیں لیکن مجھے کسی نے بھی شاباش [ن]ہیں دی اور نہ ہی میرے ہاتھوں کو مہندی لگائی۔ حالانکہ یہ دیکھئے صاحبزادے کی آگ بجھاتے بجھاتے میرے ہاتھوں پر چھالے پڑ گئے [ہ]یں۔ آپ اکثر اس آگ والے واقعہ پر انکساری فرماتے اور فرماتے تھے کہ یہ سب تمہارے پیر سید مہر علی شاہ کی کرامت تھی کہ جو اس وقت [م]یرے صلب میں تھے۔ جس کی وجہ سے آگ نے مجھے جلنے نہ دیا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب سے سیّد مہر علی شاہ میرے صلب میں آئے ہیں اس کی وجہ سے مجھے عشق الٰہی کی آگ بھڑکائے رکھتی [ہ]ے۔ پوری پوری رات عبادت میں مصروف رہ کر بھی سکون نہیں ملتا۔ جب نوافل پڑھ کر تھک جاتا ہوں تو پھر کنوؤں سے پانی نکال کر تمام [م]ساجد کے سقاوے بھرآتا مگر نیند تھی کہ میرے پاس پھٹکتی بھی نہ تھی اور نہ ہی طبیعت کو قرار آتا تھا۔

آپ فرماتے ہیں کہ جب حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ میرے صلب سے شکم مادر میں منتقل ہوئے تو پھر ان کی والدہ کی بھی یہی کیفیت ہو گئی تھی کہ تمام رات عبادت میں مصروف رہ کر وقت گزارا کرتی تھیں۔ رات بھر نیند نہیں آتی۔ ہر وقت ذکر خدا میں مصروف رہتی تھیں۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۹۰ برس کی عمر شریف میں ۲۴ رجب المرجب ۱۳۲۴ ہجری بمطابق 1905ء کو گولڑہ شریف ضلع اسلام آباد میں ہوا۔

آپ کی وصیت تھی کہ میرے وصال باکمال کے بعد میری قبر پر روضہ نہ بنانا اور مجھے مسجد کے قریب دفن کرنا تاکہ اذان کی آواز آتی رہے۔

چنانچہ آپ کی وصیت کے مطابق دربار عالیہ گولڑہ شریف سے ملحقہ مسجد کے متصل مدرسے کی وسیع عمارت کے اندر آپ کو دفن کیا گیا۔ جہاں آپ کا مزار آج بھی مخلوق خدا کی زیارت کے لیے مرجع خاص و عام ہے۔ فقیر راقم الحروف کو بھی بارہا اس در دولت پر حاضری کا شرف حاصل رہا ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سید علی شیر شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆ : ولی ابن والی، عارف ابن عارف، مستغرق در بحر عشق و محبت، واقف اسرار علم لدنی، حضرت پیر سیّد علی شیر شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ قطب آسمان ولایت ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۱۷ھ بمطابق 1802ء کو جھنگ شہر میں حضرت پیر سیّد فتح علی شاہ قادری علیہ الرحمتہ بن حضرت سید امان اللہ المعروف سلطان ہاتھی وان قادری علیہم الرحمتہ کے گھر ہوئی۔ آپ نے روحانیت اور علم و عمل کے گہوارے میں آنکھ کھولی۔ گھر میں عرفان کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ اس ماحول میں آپ کی پرورش آپ کے دادا جان قطب الوقت حضرت سید امان اللہ المعروف سلطان ہاتھی وان قادری علیہ الرحمتہ کے ہاتھوں ہوئی۔ اسی بنا پر آپ بچپن میں ہی علم و معرفت کے جام ان کی نگاہوں سے پی چکے تھے۔ اور شریعت و طریقت کے اسرار و رموز سے اچھی طرح واقف ہو گئے تھے۔

آپ کے دادا جان نے آپ کی تعلیم کے لئے بہترین اساتذہ کا انتخاب کیا جنہوں نے پوری لگن اور محنت سے آپ کی تعلیم پر خصوصی توجہ دی اور آپ تھوڑے ہی عرصہ میں عربی و فارسی کے علاوہ دیگر علوم متداولہ کی کتب پڑھ کر فارغ ہو گئے۔

آپ قرآن کے حافظ اور متبحر عالم اور مسائل شرعیہ کے شارح تھے۔ آپ کے دادا حضرت سیّد امان اللہ المعروف سلطان ہاتھی دان قادری علیہ الرحمتہ شرعی مسائل کے لئے عموماً آپ ہی کی طرف رجوع کرتے تھے۔ تاکہ آپ کی قابلیت اور علمیت میں مزید نکھار آ جائے۔

بیعت و خلافت ☆ : آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے دادا حضرت سیّد سلطان ہاتھی دان قادری علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز ہوئے۔

سیرت و کردار ☆ : آپ بہترین پختہ حافظ قرآن اور عالم باعمل اور صاحب علم و عرفان تھے، ہر وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہنا آپ کی طبیعت کا خاصہ تھا۔ عبادت و ریاضت مجاہدہ و سلوک میں یکتائے روزگار تھے۔ قرآن مجید جب پڑھتے تو راستے چلتے لوگ کھڑے ہو کر آپ کی زبان سے قرآن سنتے تھے۔ خداوند کریم نے آپ کو لحنِ داؤدی سے نوازا ہوا تھا۔ آپ کے فیضان و علم و عرفان کی

دا نگ عالم میں دھوم تھی۔ دور دور سے دکھی لوگ اور لا علاج بیمار آتے شفا پا کر واپس لوٹتے کبھی کوئی سائل آپ کے در سے خالی نہ
۔ سخاوت میں عدیم المثال تھے۔

اولاد و امجاد ☆ : خداوند کریم نے آپ کو دو صاحبزادے عطا فرمائے اور وہ دونوں ہی اپنے وقت کے عارف کامل اور
صاحب کمال بزرگ تھے۔ ایک کا نام علی شاہ اور دوسرے صاحبزادے کا نام سید حسین شاہ تھا۔

سیّد حسین شاہ پنجابی اور فارسی کے بلند پایہ شاعر تھے۔ ان کا نعتیہ کلام بہت بلند مقام اور پنجابی کے دوہڑے بڑے سوز و گداز
بھرپور تھے۔

وصال باکمال ☆ : آپ کا وصال باکمال ایک سو دس برس کی عمر میں ۱۳۲۶ھ بمطابق 1908ء کو ہوا۔

مزار پرانوار قصبہ میرک سیال تحصیل شورکوٹ ضلع جھنگ میں مرجع خلائق عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر آج
اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کے دربار پر ہر سال میلہ لگتا ہے۔ جس میں ختم شریف نذر نیاز لنگر کا سلسلہ بہت وسیع ہوتا ہے

آپ کے سجادہ نشین حضرت سید امیر علی شاہ مقرر ہوئے۔ ان کے بعد سید نور سلطان اور ان کے وصال کے بعد سید امیر سلطان مقرر
ہوئے۔ آج کل نہ جانے کون بزرگ بطور سجادہ تشریف فرما ہیں۔

آپ اپنے دادا حضرت سلطان ہاتھی وان قادری علیہ الرحمۃ کے بعد سجادہ نشین رہے مگر تھوڑے ہی عرصے کے بعد مریدین کی
خواست پر قصبہ میرک سیال تشریف لے آئے اور پھر تا حیات بلکہ تا دم آخر وہیں قیام پذیر رہ کر آپ کا وصال ہو گیا۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت مولانا محمد عثمان نورنگ زادہ قادری رحمۃ اللہ علیہ

تعارف ☆ : عالم ربانی، مرشد لاثانی، امام العاشقین، برھان الواصلین حضرت مولانا محمد عثمان نورنگ زادہ سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ کے کاملین سے ہیں۔ عارف باللہ حضرت مخدوم نوراللہ نورنگ رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۹۹۴ھ) کے خاندان کے چشم و چراغ، رجال السند کے سرفراز موتی، نامور عالم دین، فقیہ افخم حضرت مولانا محمد عثمان نورنگ زادہ سنی حنفی قادری کی ولادت گوٹھ کھورواہ (تحصیل گولارچی ضلع بدین) میں حافظ محمد کے گھر ہوئی۔

نورنگ کی وجہ تسمیہ ☆ : مخدوم نوراللہ کو کسی معترض نے طنزیہ کہا: پیری مریدی کے لئے شرط ہے کہ سید ہوں اور تم کون ہو؟ (یعنی تم سید نہیں ہو لہٰذا بزرگ نہیں ہو) مخدوم صاحب نے جیب سے مسواک نکال کر فرمایا: یہ میری پہچان ہے یہ کہہ کر مسواک کو زمین میں گاڑا تو ایک ہی دن ان میں نو (۹) رنگ دیکھنے میں آئے۔ اس کرامت کے بعد آپ نورنگ سے مشہور ہوئے۔

مسجد کی بنیاد ☆ : امام العارفین پیر صاحب روضے دھنی قدس سرہ الاقدس کے خلیفہ عارف باللہ حضرت محمود نظامانی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۶۷ھ) کے مریدین میں سے ایک مرید بمبئی (انڈیا) کے بڑے تاجر تھے۔ چینی (شکر) سے بھرا ہوا جہاز بمبئی سے کراچی لا رہے تھے کہ جہاز کو ڈوبنے کا خطرہ لاحق ہوا۔ جس کے سبب اس نے نذر مانی کہ یا خدا! اگر جہاز ڈوبنے سے بچ گیا تو سات مساجد اور سات پکے کنویں فی سبیل اللہ بنواؤں گا۔ کھورواہ کے میمن، خلیفہ صاحب کے مرید تھے اور کھورواہ میں اس سے قبل مسجد نہیں تھی۔ تاجر کی منت پوری ہوئی تو اپنا وعدہ پورا کیا۔ خلیفہ صاحب کی نشاندہی پر مساجد اور کنویں بنوائے۔ خلیفہ صاحب کے کہنے پر کھورواہ میں ایک مسجد شریف اور پکا کنواں بنوایا۔ مسجد شریف کی امامت کیلئے خلیفہ صاحب نے مولانا محمد عثمان نورنگ کے والد حافظ محمد صاحب کو مقرر کیا جو خلیفہ صاحب کے مرید خاص تھے۔ اس کے بعد اس خاندان نے ہمیشہ کیلئے کھورواہ میں سکونت اختیار کی۔ (السند ۳۷)

مخدوم نوراللہ نورنگ سہروردی ذات کے سومرہ اور ملتان شریف کے بزرگ کی طرف سے لاڑ میں خلیفہ تھے۔ پیدا اگھم کوٹ ضلع حیدرآباد) میں ہوئے جہاں آپ کا مدرسہ تھا اور آپ کا روضہ شریف ٹنڈو غلام حیدر تحصیل گوالارچی میں ہے۔ آپ کی اولاد نورنگ زادہ کہلواتی ہے۔

تعلیم وتربیت ☆: مولانا محمد عثمان نورنگ زادہ نے وقت کے نامور جید علماء سے حدیث، تفسیر، فقہ، منطق، فلسفہ، تاریخ اور تصوف کی تعلیم حاصل کر کے مخدوم نورنگ کے تاریخی مدرسہ سے فارغ التحصیل ہوئے۔

تصنیف وتالیف ☆: نیاز ہمایونی رقمطراز ہیں: مولانا محمد عثمان عالم دین کے ساتھ ساتھ طب، جعفر اور نجوم سے بھی دلچسپی رکھتے تھے۔

مولانا محمد عثمان کثیرالتعداد تصنیف بزرگ تھے، درج ذیل تصانیف معلوم ہوسکی ہیں۔

☆ تحفۃ المسلمین (نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی بیان ہے)۔ ☆ تحفۃ الاسلام ۵ جلد توحید رسالت، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کے مسائل پر مشتمل۔ ☆ کیمیائے کرامات یعنی کرامات غوث اعظم (سندھی)۔ ☆ ہدیۃ الندیۃ فی جواز الخطبۃ بلسان الھندیہ۔ ☆ اکسیر الاحمر فی اسرار الجفر مطبوعہ ۱۸۵۱ء۔ ☆ خطبات عثمانی جمعہ کے خطبات بزبان سندھی نظم۔ ☆ قصیدہ غوثیہ کا سلیس سندھی میں ترجمہ کیا۔ ☆ ترجمہ فتوح الغیب۔ سرکار غوث اعظم کی کتاب کا سندھی ترجمہ عرصہ پہلے شائع ہوا، اب نایاب ہے۔ ☆ بینات القرآن ہدایۃ العصیان (سندھی) مطبوعہ بمبئی طبع قدیم۔ ☆ عجیب العجائب۔ ☆ راہ نجات۔ ☆ نماز اشراق (نفل) کی فضیلت

تفسیر تنویر الایمان (سندھی) آپ کے نام سے شہرت رکھتی ہے۔ حقیقت میں آپ نے چند پارے لکھے اور اس میں بھی ردوبدل ہوئی۔ اس سلسلہ میں علامہ پیر سیّد زین العابدین شاہ راشدی مدظلہ العالی کا مضمون ''مولانا محمد عثمان نورنگ زادہ کا مسلک'' ماہنامہ الراشد کنگری کے شمارہ جمادی الاول س ۱۴۲۲ھ میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

درس وتدریس ☆: حسن علی آفندی نے مسلمانوں کی تعلیم وتنظیم کے لئے جب کراچی میں تاریخی درسگاہ ''سندھ مدرسۃ الاسلام'' کی بنیاد رکھی۔ تو مولانا صاحب نے آفندی کا ساتھ دیا اور سن ۱۸۵۰ء میں سندھ مدرسہ الاسلام کراچی کے ''معلم الفقہ'' مقرر ہوئے۔

مولانا صاحب جید عالم، فقیہ، مفتی، صوفی، مفسر، مورخ، شاعر کے علاوہ علم طب، علم نجوم، رمل اور جعفر کی بھی مہارت تامہ رکھتے تھے۔ سندھ مدرسۃ الاسلام میں دوران تعلیم بے شمار فرزندان اسلام نے آپ سے دینی تعلیم حاصل کی۔ ان دنوں سندھ مدرسۃ الاسلام سے ایک ماہنامہ جاری ہوا جس کے آپ پہلے ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ مجلہ میں آپ کے فکر انگیز مضامین اور نعتیہ شاعری شائع ہوتی تھی۔

شعروشاعری ☆: آپ بلند پایہ شاعر تھے ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی نے ''سندھی نعتیہ شاعری'' میں آپ کی ایک نعت کی ہے۔اس کے علاوہ خطبات عثمانی منظوم سندھی خطبات پر مشتمل ہے۔سرکار غوث اعظم کی شان میں طویل منقبت، اپنے جد مخدوم نورنگ کی شان میں طویل منقبت اور مرشد مربی پیر سائیں بیعت دہنی کی شان میں طویل مناقب وغیرہ آپ کی شاعری کے ا نمونہ ہیں۔آپ اس طرح نظم میں اپنے نظریات احساسات جذبات کا بھی اظہار فرماتے رہے۔یہ تو مطبوعہ مواد ہے اور غیر مطبوعہ م اکثر ضائع ہو گیا۔

بیعت وخلافت ☆: حضرت مولانا محمد عثمان نورنگ زادہ، شمس العارفین، واقف اسرار و رموز حقیقت، غوث الزمان حضرت خواجہ پیر سید محمد رشید الدین شاہ راشدی المعروف پیر صاحب بیعت دہنی قدس سرہ الاقدس (درگاہ شریف پیر صاحب جھنڈ دہنی ضلع حیدرآباد) کے دست اقدس پر بیعت ہو کر سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ میں داخل ہوئے۔مولانا کو سرکار غوث اعظم اور اپنے مرشد سے بے پناہ محبت تھی، اسی محبت میں زندگی گزاری اور اسی محبت سے اس جہان فانی سے رخصت ہوئے۔اس کے ثبوت میں آ کی تصنیف کیمیائے کرامات، خطبات عثمانی اور تحفۃ المسلمین پیش کی جاسکتی ہیں۔اور اپنے پیرومرشد کو ان القابات سے یاد کیا ہے۔

استغاثہ بدرگاہ عرش اشتباہ، ملجاء، الغرباء، ماواء الفقراء، کہف الوریٰ، منظور نظر حضرت سید الانبیاء، محبوب رب العلاء، غو الزمان، قطب الدوران، ہادی گمراہان، داعی الخلق الی اللہ حضرت مرشدنا و مولانا پیر سائیں صاحب العلم رشید الدین شاہ جھنڈے و ادام اللہ تعالیٰ برکاتہ وفیوضاتہ۔

آپ کا مسلک ☆: اس موضوع پر حضرت پیر سیّد زین العابدین شاہ جیلانی راشدی مصنف کتاب ''تذکرہ انوار علم اہلسنت سندھ'' نے مفصل مضمون رقم کیا ہے، یہاں ایک جھلک پیش خدمت ہے۔مولانا محمد عثمان نے ایک نعت سندھی زبان میں فرمائی جو کہ ۲۵ مصرعہ پر مشتمل ہے اس نعت میں ندا کے الفاظ بھی ہیں۔

یارسول اللّٰہ! یا خیر النبی

یا حبیب الٰہ! یا خیر الوریٰ

یا شفیع الخلق! یا نور الھدیٰ

(خطبات عثمانی

اپنی ایک کتاب میں رقم فرماتے ہیں:۔ یہ بات بالاتفاق ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنے مقدس نور سے حض

انورعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور مبارک پیدا کیا۔(تحفۃ المسلمین ص ۱)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی امت کے گنہگاروں کو دوزخ سے نکلوا کے جنت کو لے جائیں گے(تحفۃ المسلمین ص ۶۱)۔

ایک مقام پر سرکار غوث اعظم، محبوب سبحانی، قطب ربانی، مرشد حقانی، شیخ محی الدین سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بغداد شریف) کی شان میں درج ذیل فارسی شعر ندا سے متعلق درج فرما کر اپنے مبارک مسلک کا اعلان فرما دیا:

یا غوث اعظم پاک وقتِ مدد است   شد سینہ زدرد چاک وقت مدد است

مہر چند کا وارہ و خستہ خاطریم   لاحد زلنا سواک وقت مدد است

ایک سندھی منقبت میں دربار غوثیہ میں یوں عرض کرتے ہیں:

المدد   یاغوث   اعظم   دستگیر

الغیاث   اے   حضرت   پیراں   پیر

(کیمیائے کرامات)

وصال باکمال ☆: حضرت مولانا محمد عثمان نورنگ زادہ نے آخری عمر میں سندھ مدرسۃ الاسلام سے استعفیٰ دے کر اپنے گوٹھ کھورواہ تشریف لے گئے، جہاں زیادہ وقت عبادت میں گزرتا تھا اور اپنے پوتے مولوی محمد کو تعلیم دیتے اور تفسیر تنویر الایمان کا کام شروع کیا جو کہ آپ کی آخری کوشش تھی۔۲۹، ذوالقعدہ ۱۳۳۶ھ/ ۱۹۱۸ء کو انتقال کیا۔(السند، اسلام آباد)

آپ کا مزار شریف، عارف کامل حضرت خلیفہ محمود نظامی قادری قدس سرہ کی درگاہ شریف (کڑیو گھنور ضلع بدین) میں روضہ شریف کے زیر سایہ صحن میں مرجع خلائق ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت قاضی سلطان محمود قادری رحمۃ اللہ علیہ

تعارف ☆: والئ اقلیم ولایت، حامی سنت، ماحی بدعت، غریق بحر محبت، مقتدائے اہل مودت، غوث الاسلام والمسلمین قطب الحق والیقین، صاحب کشف وکرامات وکمال، پیکر شوکت و جمال، آئینہ جلال و جمال مزئین بعزت مرتبہ کمال حضرت قاضی سلطان محمود قادری رحمۃ اللہ علیہ سلطان ارباب مشاہدہ ہیں۔

آپ کی ولادت با سعادت ۱۲۵۲ھ بمطابق 1837ء کو آوان شریف ضلع گجرات کے ایک معزز کھوکھر گھرانے کے عظیم فرد کامل جناب غلام غوث بن غلام مصطفیٰ بن غلام محمد بن محمد محفوظ بن حافظ محمد جمیل بن حافظ محمد جمال کے گھر ہوئی۔

تعلیم و تربیت ☆: آپ کے اجداد کرام جن کے علم و عمل وفضل اور شرافت کا شہرہ دور دور تک پھیلا ہوا ہے۔آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے گھر سے ہی مکمل کی اور درس نظامی کی تکمیل حاجی والا ضلع گجرات، تھوہا محرم ضلع اٹک، غور غشتی نزد حضرو اور پیر زئی شریف پشاور کے علماء سے کی، درس نظامی کی تکمیل کے بعد آپ اتمان زئی تشریف لے گئے جہاں مولانا کافر ڈھیری کے مدرسہ میں داخلہ لے کر تفسیر و حدیث کی تعلیم حاصل کی۔اسی مقام پر بیضاوی شریف کی تکمیل کر کے آفتاب علم و حکمت ٹھہرے۔

بیعت و خلافت ☆: بیضاوی شریف کی تکمیل کے بعد آپ اپنے ایک طالب علم ساتھی کے ہمراہ سیدو شریف (نزد سوات) صوبہ سرحد میں قطب الوقت حضرت اخوند عبداللہ قادری کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ یہ زمانہ وہ تھا کہ جس میں حضرت اخوند عبداللہ قادری علیہ الرحمۃ کی ذات مبارکہ مرجع خلائق بنی ہوئی تھی۔کابل، ایران، ہندوستان کے گوشے گوشے سے طالبان حق جوق در جوق آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر معرفت و ہدایت کے نور سے مستفید ہو رہے تھے۔

جب آپ حضرت اخوند کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہ بڑی محبت و شفقت سے پیش آئے اور رمضان المبارک ۱۲۸۲ھ کی ایک مقدس صبح آپ کو بیعت سے مشرف فرمایا اور خدام سے سبز رنگ کی ایک دستار مبارک منگوا کر آپ کے سر پر بطور دستار فضیلت باندھی۔

بیعت کے بعد آپ آٹھ برس تک عبادت و ریاضت اور مجاہدہ میں مشغول رہ کر منازل سلوک طے کرتے رہے۔۱۲۹۰ھ کو آپ کے پیر و مرشد حضرت اخوند شیخ عبداللہ المعروف اخوند عبدالغفور قادری علیہ الرحمۃ نے آپ کو خرقہ خلافت قادریہ سے سرفراز کر کے فرمایا"

مولوی راہ حق بگو' اوراس کے ساتھ ہی فرمایا کہ تمہارا فیض حضرت شاہ دولہ ولی دریائی گجراتی قادری علیہ الرحمتہ کے پاس ہے۔ وہاں جا کران کے مزار پرانوار سے اپنا فیض حاصل کرو۔

شاہ دولہ کے مزار سے فیض اور دیگر درباروں پر حاضری ☆ : مرشد کامل حضرت اخوند کے فرمان کے بعد آپ سیدوشریف (سوات) صوبہ سرحد سے اپنے وطن مالوف گجرات میں حضرت شاہ دولہ ولی دریائی قادری علیہ الرحمتہ کے مزار پر انوار پر حاضر ہوکر عبادت وریاضت میں مشغول ہوگئے اور زیادہ وقت وہیں گزارنے لگے۔

اس زمانے میں حضرت شاہ دولہ کا مزار بالکل معمولی حالت میں سادہ سا تھا۔آپ نے زرکثیر خرچ کر کے وہاں ایک عالی شان مسجد تعمیر کروائی اور مزار شریف کو بھی نہایت خوبصورت انداز میں تعمیر کرایا جو آج تک آپ کے فن تعمیر کا دلکش نمونہ اور یادگار ہے۔

حضرت شاہ دولہ ولی گجراتی علیہ الرحمتہ کے باطنی ارشاد پر آپ نے لاہور میں حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ اور حجرہ شاہ مقیم ضلع قصور کھڑی شریف، بٹالہ شریف، کلانور، اور سیالکوٹ کے علاوہ حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی کے مزار پر حاضری دینے کے علاوہ دیگراولیائے کرام کے مزارات پر حاضری دے کران کے روحانی فیوض وبرکات سے مستفید ہوتے رہے۔

آپ کے خلفائے نامدار ☆ : یوں تو پشاور سے لے کر کلکتہ تک آپ کے خلفائے کرام کی ایک طویل فہرست ہے۔ بڑی تگ ودو اور تلاش کے بعد جو نام مل سکے وہ درج ذیل ہیں۔ حضرت حافظ سید محمد عبداللہ شاہ (مدفن چک نمبر ۱۵ شمالی گجرات) مولوی سراج الدین صاحب لاہور۔ حضرت پیر شیر شاہ (پنڈ میانی) حضرت مولانا نیاز الدین (تیراہی) حضرت پیر حسن شاہ۔ حضرت مولانا خلیل الرحمٰن صاحب (ڈھوک شمس) مولوی عبدالرحمٰن دیوبندی (مستری احمد بخش صاحب، سائیں فتح الدین صاحب، حضرت مفتی قاضی عبدالسبحان کھلابٹی ہری پور ہزارہ، صاحبزادہ محبوب عالم صاحب رحمتہ اللہ علیہم اجمعین کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

نوٹ ☆ : آخرالذکر مولانا صاحبزادہ محبوب عالم صاحب آپ کے بھتیجے ہیں جو آپ کے بعد سجادہ نشین بھی رہے ہیں۔

آپ کے خصوصی مریدین اور عقیدت مند ☆ : آپ کے لاتعداد مریدین ہوئے ہیں مگران میں درج ذیل مریدین وعقیدت مندان حکیم الامت ڈاکٹر علامہ محمد اقبال، میاں غلام جیلانی، میاں عبدالباری سابق صدر پنجاب مسلم لیگ، نواب معشوق حسین خان، چوہدری غلام غوث صاحب صمدانی، خان غلام احمد خان، سابق مشیر مال ریاست جموں وکشمیر، خان عبدالقیوم خان صاحب، سابق ڈی آئی جی، نواب غلام حیدر خان کھلابٹ ہری پور، مولوی نوراللہ سیالکوٹی صاحب، مولوی صفی الدین صاحب سابق پروفیسر کلکتہ یونیورسٹی، رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں جن کا آپ کے ساتھ قلبی تعلق تھا۔ جناب چوہدری غلام غوث صمدانی اور خان عبدالقیوم خان صاحب کی آپ سے عقیدت ومحبت کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے اپنے متعلقین کو وصیت کر رکھی تھی کہ مرنے کے بعد ہمیں حضرت قاضی صاحب اعوان شریف کے قدموں کی جانب آدان شریف گجرات میں دفن کرنا۔

چنانچہ حسب وصیّت ہردوحضرات کو اپنے اپنے وقت پرآپ کے مزار پرانوار کے قدموں کی جانب دفن کیا گیا۔

آپ کے معتقدین میں نواب محمد زمان آف کھلابٹ، نواب فخر یار جنگ سابق وزیر مال ریاست حیدرآباد دکن، مسیح الملک حکیم

محمد اجمل خان دہلوی، کے علاوہ مناظر اسلام فاتح قادیاں حضرت مولانا نواب الدین (رمداسی) ثمہ سنگوہی چشتی صابری علیہم الرحمۃ اور عارف کھڑی حضرت میاں محمد بخش قادری کی آپ کی ذات سے عقیدت کا یہ عالم تھا کہ آوان شریف میں کبھی بھی جوتی پہن کر نہیں آئے بلکہ جب بھی آتے ننگے پیر تشریف لاتے تھے۔ اور جب بھی آپ کا ذکر کرتے تو پہلے تازہ وضو کر لیتے۔ میاں محمد بخش عارف کھڑی کا معمول تھا کہ جب کبھی آوان شریف سے واپس کھڑی شریف جاتے تو دور تک آپ کی طرف پشت نہیں کرتے تھے۔ جب بھی آپ کا خط میاں صاحب عارف کھڑی کے پاس آتا تو سب سے پہلے وضو فرماتے اور پھر خط کو بوسہ دے کر کھڑے کھڑے پڑھتے تھے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۳۳۸ھ بمطابق مئی 1919ء کو ہوا۔ نماز جنازہ آپ کے خلیفہ مولانا محمد نیاز الدین تیراہی نے پڑھائی۔

مزار پرانوار آوان شریف ضلع گجرات میں مرجع خلائق عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سائیں پیر بخش قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆ : صوفی باصفا پیر طریقت، امیر شریعت، مبلغ دین، ملت حضرت سائیں پیر بخش قادری رحمتہ اللہ علیہ دلیل الکاملین ہیں، آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۵۸ھ بمطابق 1842ء کو اپنے وقت کے عظیم بزرگ حضرت میر دائم علیہ الرحمتہ کے گھر محلہ رنگ پورہ سیالکوٹ شہر میں ہوئی، آپ بچپن ہی سے خاموش طبیعت اور نیک شہرت کے مالک تھے، بچپن سے لے کر جوانی تک تمام ایام عبادت و ریاضت اور ذکر وفکر میں گزارتے رہے، ہمیشہ گوشہ نشینی اور دنیا سے الگ تھلگ رہنا آپ کی طبیعت کا خاصہ تھا۔

رات کے وقت محلہ کے قبرستان میں تشریف لے جا کر عبادت وریاضت میں محو اور مستغرق رہتے، کبھی آسمان پر چمکنے والے چاند اور اس کے نور میں جلوہ قدرت کا مشاہدہ فرماتے اور کبھی زمین میں قدرت کی تخلیق کا فکر اور زبان پر خالق کائنات کا ذکر اور پلکوں پر آنسوؤں کی لڑیاں بہہ رہی ہوتیں۔ تمام زندگی قبرستان میں شب بیداری اور پچھلی رات دو بجے کے بعد اپنے محلہ کے چوکوں میں اپنی جلالی اور روحانی آواز سے یہ صدا لگاتے

"اٹھو رحمتاں اکٹھیاں کر لو — اپنے رب کولوں معافیاں منگ لو"

بیعت وخلافت ☆ : آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں سیالکوٹ کی عظیم روحانی شخصیت عارف کامل حضرت سائیں لسو شاہ علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز ہوئے۔

مرشد کامل کے دست حق پرست پر بیعت ہونے کے بعد آپ کافی عرصہ ان کی خانقاہ میں رہ کر توحید ورسالت اور فقر کے رموز سے آشنائی حاصل کرتے رہے، اور ان کے روحانی فیض سے مستفیض ہوتے رہے۔

سیرت وکردار ☆ : آپ عبادت وریاضت میں یکتائے زمانہ تھے، ہمہ وقت یاد خدا میں مست ومستغرق اور سرشار رہتے تھے۔

آپ کا معمول تھا کہ راتوں کو گلی کوچوں میں ہو کا مار کر لوگوں کو خدا کی طرف راغب کرتے اور دن کے وقت آبادی کے گھروں کے دروازوں پر دستک دے کر ساس کو بہو سے اور بہو کو ساس سے، باپ کو بیٹے سے اور بیٹے کو باپ سے، بیٹی کو ماں سے اور ماں کو بیٹی سے پیار اور محبت وادب کی تلقین فرماتے، آبادی کے جس گھر میں آپ دستک دیتے اس گھر کے مکین کیا مرد کیا عورتیں اور بچے بچارے

خوشی سے پھولے نہ سماتے۔

الغرض آپ اس بستی میں پیار، محبت، اخوت و یگانگت اور باہمی تعلقات اور ایک دوسرے کے حقوق کی نگہداشت کا نشان بن گئے اور معاشرے کے تمام طبقات آپ کو احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

آپ کا معمول تھا کہ اپنے پاس آنے والوں کو بھی عبادت خداوندی کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے کے حقوق کی حفاظت، دیانت، امانت، شرافت، انسان دوستی اور حسن اخلاق اور بے لوث خدمت کا درس اس انداز سے دیتے کہ آپ کی زبان سے نکلے ہوئے جملے لوگوں کے ذہنوں اور دلوں میں جگہ بنا لیتے اور لوگ ان معاشرتی برائیوں سے کنارہ کش ہو کر انسانیت کے علمبردار اور مخلوق خدا کے خدمت گار بن جاتے۔

مہاراجہ گلاب سنگھ والی جموں کشمیر جب سیالکوٹ سرائے مہاج میں آ کر قیام کرتا تو بڑے اہتمام و احترام و عقیدت و محبت سے آپ کی خدمت میں رنگ پورہ میں حاضر ہوتا، اور بیش بہا تحفے اور نذرانے آپ کی خدمت میں پیش کرتا، مگر آپ نے کبھی ایک جبہ تک اس سے وصول نہ کیا۔

بلکہ اسے ہمیشہ ہر ملاقات میں تلقین فرماتے کہ اپنی رعایا کو ایک آنکھ سے دیکھنے کی عادت ڈالو، مہاراجہ تم مسلمانوں پر بہت ظلم کرتے ہو اس ظلم سے باز آ جاؤ ورنہ یاد رکھو تم تمہاری اولاد سے ریاست کی حکمرانی اس طرح چھن جائے گی، کہ عبرت بھی الامان پکار اُٹھے گی اور پھر تمہاری رعایا تمہارا دامن پکڑ کر تمہیں کہے گی:

اونچے محلوں میں رہنے والو فرزانوں دیکھ رہے ہو
دنیا کا دستور بدلنے کو دیوانے جاگ اُٹھے ہیں

کشف و کرامات ☆: ایک دفعہ ایک رئیس خاندان کے میاں بیوی جو کہ قوم سے آرائیں تھے، آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس وقت آپ کھیت کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے، اس جوڑے نے آ کر عرض کی حضور ایک عرصہ ہوا ہماری شادی ہوئی ہے مگر ہم اولاد کی نعمت سے محروم ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کریں کہ مالک کریم ہمیں بھی اولاد جیسی نعمت سے نواز دے تا کہ ہم بھی دنیا والوں کے ساتھ مل جائیں۔

آپ نے فرمایا کہ اگر تم دونوں اللہ تعالیٰ کے حضور سچے دل سے یہ وعدہ کرو کہ ہم ہمیشہ پانچوں وقت کی نماز پڑھیں گے تو میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کروں گا کہ اے مالک انہوں نے خلوص دل سے تیری بارگاہ میں جھکنے اور تجھے سجدہ کرنے کا وعدہ کیا ہے، اے اللہ تعالیٰ ان کو اولاد جیسی نعمت سے نواز دے۔

انہوں نے آپ سے وعدہ کر لیا تو آپ نے فرمایا جاؤ:

پانچ کدواور تن تراں ایخو رب نوں عرض کراں

پھر ہوا بھی یہی کہ رب تعالیٰ نے ان کو پانچ بیٹے اور تین بیٹیاں عطا فرمائیں جیسا کہ آپ نے پانچ اور تین کا فرمایا تھا۔

کرامت نمبر۲ ☆: ایک نالے میں سیلاب آ گیا۔ سیلاب کا پانی بھر بھر کر موجوں سے ٹکرا تا رہا تھا۔ ان موجوں میں بیس فٹ لمبا اور موٹا تازہ اژدھا پھنکارتا ہوا نالے کے کنارے پر آ گیا۔

اس ناگہانی آفت و بلا کو دیکھ کر ساری بستی گھبرا گئی اور بستی کے تمام افراد اکٹھے ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ حضور اس ناگہانی آفت و بلا سے ہماری جان چھڑائیے۔

آپ اپنی جگہ سے اُٹھے اور نالے کے اس کنارے جہاں اژدھا تھا وہاں پہنچے اور اژدھے کو مخاطب کر کے فرمایا ''اوے اللہ تعالیٰ کی مخلوق'' تیرا اس زمینی مخلوق سے کیا کام، لوٹ جاو اپس پانی میں، موقع پر موجود عینی شاہدین نے دیکھا کہ آپ کی زبان ترجمان سے ان الفاظ کا نکلنا تھا کہ وہ اژدھا خاموشی سے پانی کی طوفانی لہروں میں گم ہو گیا۔

وصال با کمال ☆: آپ کا وصال با کمال ۱۳۳۸ھ بمطابق 1919ء میں ہوا۔ مزار پرانوار محلہ رنگ پورہ گلی سائیں پیر بخش سیالکوٹ شہر میں مرجع خلائق عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت میاں دین محمد قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: عارف کامل، فنافی المرشد، بلبل چمنستان کھڑی شریف، پروردۂ غازی قلندر، حضرت میاں دین محمد قادری رحمتہ اللہ علیہ چک بہرام ضلع گجرات میں پسوال گجر خاندان کے معزز گھرانے کے چشم و چراغ تھے آپ رشتہ کے اعتبار سے حضرت پیر شاہ غازی قلندر علیہ الرحمۃ کے بھانجے یا بھتیجے تھے۔ حضرت غازی قلندر نے جب یاد خدا میں مستغرق ہو کر اپنے آبائی علاقے چک بہرام ضلع گجرات کو چھوڑنے کا فیصلہ کیا تو آپ کی والدہ سے فرمایا کہ یہ اپنا بیٹا مجھے دے دو اب یہ میرا بیٹا بن کر میرے ساتھ رہے گا اور میں ہی اس کی پرورش کروں گا۔

چنانچہ آپ کی والدہ نے بخوشی برضا و رغبت آپ کو حضرت غازی قلندر دمڑی والی سرکار کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی۔ اس کے بعد سے آپ اپنے مرشد کے ہمراہ تمام زندگی رہے اور آج بھی بعد از وصال انہیں کے ساتھ وقت گزار رہے ہیں۔

حضرت پیر شاہ غازی قلندر دمڑی والی سرکار علیہ الرحمۃ نے آپ کو اپنا بیٹا بنانے کے علاوہ اپنا روحانی اور خانقاہی وارث بھی مقرر فرما کر آپ کو اعزاز بخشا۔

سیرت و کردار ☆: آپ اعلیٰ درجہ کے نیک پارسا، متقی و پرہیزگار، دیندار، پابند شریعت و طریقت، حسن اخلاق اور سخاوت میں بے مثال اور مستجاب الدعوات اور کامل ولی اور سراپا مشعل ہدایت تھے آپ کے فیضان صحبت سے ہزاروں بندگان خدا مستفیض ہوئے۔ آپ کی نگاہ ولایت کی بدولت بے راہوں کو راہ ہدایت ملی آپ کا لنگر وسیع اور دراز تھا۔ آپ آنے والے زائرین کی ضرورتوں کا بذات خود خیال رکھتے تھے۔

غیرت مندی یا کرامت ☆: موضع بڑجن ضلع میر پور کے باشندے جو حضرت پیر شاہ غازی قلندر کے عقیدت مند اور مریدین تھے۔ حضرت غازی قلندر کے وصال کے بعد حضرت قطب الدین صاحب پنڈی والوں کی اولاد میں سے ایک بزرگ کے کچھ لوگ مرید بن گئے۔ اس طرح ان حضرت صاحب کا موضع بڑجن میں آنا جانا شروع ہو گیا۔

ایک مرتبہ آپ موضع بڑجن تشریف لائے ہوئے تھے کہ وہ بزرگ پیر صاحب بھی تشریف لے آئے۔ ان کے مریدین ان کی

خدمت میں مصروف تھے۔آپ نے جب یہ دیکھا تو دل میں خیال پیدا ہوا غیرت نے جوش مارا تو آپ نے ان پیر صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ لوگ ایک عرصہ سے ہمارے مرید اور خدمت گزار ہیں۔اب انہوں نے تمہیں کامل اور ہمیں ناقص تصور کرتے ہوئے تمہاری طرف رجوع کر لیا ہے۔آئیں اس بات کا فیصلہ اس طرح کرتے ہیں کہ اس موضع کے تمام افراد مردوں عورتوں کو مع ان کے مال مویشی کے سل پتھر کر دیتے ہیں۔اگر تمہیں ہمت ہے تو پھر انہیں اصل حالت میں لے آؤ۔یا تم انہیں سل پتھر کر دو ہم انہیں دوبارہ اصل حالت میں لے آئیں۔اگر یہ بات منظور ہے تو کر لو۔اگر نہیں منظور تو فوراً اس علاقہ سے بخیریت تمام جان کی سلامتی کے ساتھ نکل جاؤ۔

چنانچہ وہ بزرگ بے چون و چرا اس علاقہ سے چلے گئے اور گاؤں کے تمام لوگوں نے قدم بوس ہو کر معافی مانگ لی۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال تیرھویں صدی ہجری میں ہوا۔مزار پُر انوار حضرت بیرا شاہ غازی قلندر دمڑی والی سرکار علیہ الرحمۃ کے مزار پُر انوار کے ساتھ مشرقی پہلو میں مرجع خاص و عام ہے۔آپ کے صاحبزادے حضرت میاں جیون ولی بھی بہت نیک پارسا اور صاحب کشف و کرامت بزرگ ہوئے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت مولانا الشاہ احمد رضا خان قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: مقتدائے ارباب یقین، کشتۂ عشق رسولؐ، معدن حکمت ربانی، تیغ بے نیام، ضیغم اسلام، عالم ربانی، متیم لامکانی، پیشوائے اہل سنت، نبیرۂ امام اعظم، امام اہل سنت مجدد دین وملت حضرت مولانا احمد رضا خان محدث بریلی رحمتہ اللہ علیہ اہل سنت کے امام ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۴ جون ۱۸۵۹ء بمطابق ۱۰ اشوال المکرم ۱۲۷۲ھ کو بریلی شریف یوپی انڈیا میں ہوئی۔

آپ نسباً پٹھان مسلکاً حنفی مشرباً قادری مولداً بریلوی تھے۔ آپ کے والد ماجد کا نام نامی اسمِ گرامی مولانا نقی علی خان تھا۔ جو اپنے وقت کے بلند پایۂ عالم اور صاحب کشف وکرامت بزرگ تھے۔

آپ کے دادا کا نام نامی مولانا رضا علی خان تھا۔ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی نے اپنے نعتیہ دیوان مین ان دونوں بزرگوں کا ذکر اس طرح فرمایا ہے کہ احمد رضا ہندی ابن نقی ابن رضا۔

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی کا نام نامی محمد رکھا گیا تھا مگر آپ کے دادا نے آپ کا نام احمد رضا تجویز کیا۔ بعد ازاں آپ نے خود اپنے نام کے ساتھ عبد المصطفیٰ کا اضافہ فرمادیا۔ چنانچہ آپ اپنے نعتیہ دیوان میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

خوف نہ رکھ رضا تو تو ہے عبدِ مصطفیٰ
تیرے لئے امان ہے تیرے لئے امان ہے

ذہانت وذکاوت ☆: اعلیٰ حضرت محدث بریلوی نہایت ہی ذہین اور زکی تھے اپنی فطری زکاوت کی بنا پر ۱۳ سال ۱۰ ماہ کی عمر شریف میں آپ نے علوم دینیہ سے سند فراغت حاصل کر لی تھی۔ علوم عربیہ سے فراغت کے بعد آپ کے والد ماجد مولانا نقی علی خان نے دارالافتا کی ذمہ داری آپ پر ڈال دی۔ آپ نے اس صغرسنی میں اپنے اس علم فضل کے سبب فتویٰ نویسی کا آغاز فرمایا۔ مولانا ظفر الدین کے نام ایک مکتوب میں خود اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ بحمدہ تعالیٰ فقیر نے ۱۴ شعبان ۱۲۸۶ھ کو ۱۳ سال کی عمر میں پہلا فتویٰ لکھا اور زندگی بالخیر رہی تو دس شعبان ۱۳۳۶ھ بمطابق ۱۹۱۷ء کو اس فقیر کو فتاویٰ لکھتے ہوئے پچاس سال ہوجائیں گے۔ اس نعمت کا شکر فقیر کیسے ادا کر سکتا ہے۔

بیعت وخلافت ☆: اعلیٰ حضرت محدث بریلوی ۱۸۷۷ء بمطابق ۱۲۹۴ھ کو اپنے والد گرامی کے ہمراہ حضرت شاہ آل رسول کی خدمت میں حاضر ہوکر قادریہ سلسلہ میں بیعت سے مشرف ہوکر اجازت وخلافت سے بھی نوازے گئے آپ نے اپنے دیوان میں اپنے شیخ کامل کی شان میں ایک منقبت بھی لکھی جس کا مطلع یہ ہے کہ:

خوشادلے کہ ہندش ولائے آل رسولؐ
خوشا سرے کہ کندش فدائے آل رسولؐ

اس کے علاوہ آپ کو جن سلاسل طریقت میں اجازت وخلافت حاصل تھی اس کی تفصیل آپ نے بذات خود اس طرح لکھی ہے:

(نمبر۱) قادریہ برکاتیہ جدیدہ۔ (نمبر۲) قادریہ آبایئۃ قدیمہ۔ (نمبر۳) قادریہ الھدیہ۔ (نمبر۴) قادریہ رزاقیہ۔ (نمبر۵) قادریہ منوریہ۔ (نمبر۶) چشتیہ نظامیہ قدیمیہ۔ (نمبر۷) چشتیہ محبوبیہ جدیدہ۔ (نمبر۸) سہروردیہ واحدیہ۔ (نمبر۹) سہروردیہ فضلیہ۔ (نمبر۱۰) نقشبندیہ علائیہ صدیقیہ۔ (نمبر۱۱) نقشبندیہ علائیہ اس کے علاوہ آپ کو مصافحات رابعہ کی اسناد بھی ملیں جس کے متعلق آپ بذات خود تحریر فرماتے ہیں۔

(نمبر۱) مصافحۃ الحسینہ۔ (نمبر۲) مصافحۃ الخضریہ۔ (نمبر۳) مصافحۃ العمریہ۔ (نمبر۴) مصافحۃ المنامیہ۔ ان مصافحات و اجازات کے علاوہ مختلف اذکار۔ اشغال واعمال وغیرہ کی بھی آپ کو اجازت تھی۔ مثلاً خواص القرآن، اسماء الٰھیہ، دلائل الخیرات، حصن حصین اور دعا حفنی وغیرہ۔

حج بیت اللہ اور سفر حجاز مقدس ☆: ۱۹۰۵ء بمطابق ۱۳۲۳ھ کو اعلیٰ حضرت محدث بریلی حج بیت اللہ شریف کی ادائیگی اور زیارت روضۂ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حجاز مقدس تشریف لے گئے حج اور زیارت حرمین شریفین کے موقع پر آپ نے ایک منظوم کلام لکھا جس کا مطلع یہ ہے۔

شکر خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے
جس پر نثار جان فلاح و ظفر کی ہے

حجاز مقدس کے علمائے کرام اور مشائخ عظام نے آپ کی نہایت درجہ تعظیم وتوقیر کی جس کا اندازہ ''حسام الحرمین الدولۃ المکیہ'' کفل الفقیہ کے مطالعہ سے ہوتا ہے۔ حضرت شیخ اسماعیل علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اہل مکہ جوق در جوق اعلیٰ حضرت فاضل بریلی کے گرد جمع ہوگئے۔ بہت سے حضرات نے آپ سے سَندِ اجازت مانگی علماء کے اصرار پر آپ نے بہت سے علمائے کرام مشائخ عظام کو سنداجازت مرحمت فرمائی۔

اس سفر میں آپ کے ہمراہ مولانا حامد علی خان بھی ساتھ تھے۔ اجازت طلب کے بعد سب سے پہلے مولانا سیّد عبدالحیٔ تشریف لائے۔ اُن کے ہمراہ ایک جوان صالح شیخ حسین جمال بن عبدالرحیم تھے ان دونوں حضرات کو سنداجازت فرمائی گئی۔ اس کے بعد آپ دربار رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں حاضری کے لئے مدینہ منورۃ تشریف لے گئے۔ مدینہ منورہ میں جو حضرات اعزاز واکرام سے

نوازے گئے اس کے متعلق مولانا عبدالرحیم مہاجر مکی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں کئی سال سے مدینہ منورہ میں مقیم ہوں۔ برصغیر ہندوستان سے ہزاروں صاحب علم آتے رہے۔ان علماء میں صلحاء، اتقیاء، سب ہی ہوتے تھے اور دیکھا یہ گیا ہے کہ وہ سب شہر کے گلی کوچوں میں مارے مارے پھرتے تھے کوئی بھی اُن کو مڑ کر نہیں دیکھتا تھا لیکن اعلیٰ حضرت عظیم البرکت محدث بریلوی کی عجیب شان ہے کہ مدینہ منورہ کے علماء اور مشائخ سب اُن کی طرف جوق در جوق چلے آرہے ہیں۔اُن کی تعظیم کے لئے بقصد تعجیل کوشاں ہیں۔یہاں بھی اعلیٰ حضرت نے بہت سے علماء کو سند اجازت مرحمت فرمائی ان میں شیخ عمران حمدان الحرسی، سیّد مامون بری، شیخ الدلائل شیخ محمد سعید وغیرہ قابل ذکر ہیں جن پر اعلیٰ حضرت نے تلطف فرمایا۔

سیرت و کردار☆ : آپ نے اپنے ظاہری و باطنی علوم سے لوگوں کو فیض یاب کیا اور دینِ اسلام کی خدمت میں ہمہ تن مصروف رہے۔آپ فرماتے تھے کہ ایک شخص مجاہدات ۸۰ سال کی عمر میں کرے یا ۸۰ سال مجاہدہ کرے کیونکہ جس طرح اس عالم میں مسبّبات کو اسباب سے مربوط فرمایا گیا ہے۔اسی طریقہ پر اگر چھوڑ دیں اور جذب وعنایات ربانی بعید کو قریب نہ کردیں تو اس راہ کو طے کرنے کے لئے ۸۰ برس درکار ہیں اور رحمت باری اگر توجہ فرمائے تو ایک دن میں چور سے ابدال کردیا جاتا ہے۔اور صدق سنت کے ساتھ اگر کوئی شخص مشغول ہوجائے تو اس کو امداد الٰہی تصور کرنا چاہیے کیونکہ ارشاد ربانی ہے کہ: وہ ہماری راہ میں مجاہدہ کریں ضرور انہیں اپنے راستے دکھائیں گے۔

اعلیٰ حضرت کی بافیض صحبت جو بھی اختیار کرتا اس پر حقیقت ومعرفت کے تمام دروازے کھل جاتے تھے۔شریعت وطریقت کے وہ باریک مسائل جن کو حل کرنے کے لئے بڑے بڑے اکابرین مدتوں صرف کر کے حل نہ کرسکتے آپ ایک فقرے میں ان مسائل کا حل نہایت سادہ اور سہل طریقے سے فرمادیتے تھے آپ کی محفل میں روحانیت وولایت کے جواہر عالیہ وزواہر عالیہ اس طرح بکھرے ہوئے تھے کہ جو بھی چاہتا جھولیاں بھر لیتا تھا۔آپ کے فیوض وبرکات کے چشمے سے ایک زمانے روحانیت کی تشنگی دور کی آپ نے ملت اسلامیہ کے لئے زبانی تحریری اور عملی خدمات سرانجام دیں۔آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہر شخص خدا سے بخشش اور خیر کا طالب ہے اسی لئے ساری مخلوق خدا کے دربار میں جبیں ریز ہوتی ہے۔

ایک مرتبہ ایک پری نے جو خود سلیمانی تھی شیطان کو نماز پڑھتے دیکھا تو پری حیران ہوئی اُس نے شیطان سے پوچھا تم تو انسان کے ایمان وآگہی کے دشمن ہو مگر آج نماز پڑھ رہے ہو کیا تمہیں خبر ہے کہ تمہاری کوئی عبادت قبول نہ ہوگی۔شیطان نے پری کو جواب دیا کہ میں نماز اس لئے پڑھتا ہوں کہ نماز بخشش مانگنے کا وسیلہ ہے۔شاید اس سے میری بخشش ہوجائے۔اور پھر اللہ تعالیٰ نے کسی کو بخشش اور خیر مانگنے سے روکا بھی نہیں۔

آپ کے فرمودات☆ : آپ اپنے متعلقین کو فرمایا کرتے تھے کہ اہل اللہ کی زندگی اللہ تبارک وتعالیٰ کی ایک نعمت ہے ان کی ذات پاک کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ ہر مصیبت ٹال دیتا ہے۔ان نفوس قدسیہ کے قدم کی برکت سے وہ عقدے چٹکی بجاتے بجاتے حل ہوجاتے ہیں۔جنہیں قیامت تک ناخن تدبیر کبھی بھی نہ کھول سکے جس سے بڑے بڑے صاحب علم وعقل حیران رہ جاتے ہیں۔

اور ان کے سامنے ذرہ بھی لب کشائی نہ کر سکے ان کی صورت، ان کی سیرت، ان کی رفتار، ان کی گفتار، ان کی ہر روش، ہر ادا اور ہر کردار و اسرار پروردگار عالم کا ایک بہترین مرقع اور منہ بولتی تصویر ہے۔

نمبر۲ ☆: آپ فرماتے ہیں کہ دوام کسی کو بھی حاصل نہیں نہ ہمیشہ کوئی روانہ رہے گا ہمیشگی رب العزت کے لئے ہے۔ جو ہمیشہ سے موجود ہے اور موجود رہے گا جبکہ ہر شے کو ایک دن تباہ اور فناء اور معدوم ہونا ہے۔ اسی لئے اسلاف کرام رحمتہ اللہ علیہم اجمعین نے ایسے پاک انفاس قدسیہ کے حالات مبارکہ و حکایات و ملفوظات جمع فرمائے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ اپنے اسلاف کے ان گراں قدر علمی خزینوں سے پورا فائدہ اٹھائیں اور افکار عشق و محبت اور مسائل شریعت و طریقت کے مجموعہ معرفت و حقیقت کے گنجینہ کو اپنی آنے والی نسلوں کے لئے چھوڑ جائیں تا کہ یہ سلسلے تا قیامت جاری و ساری رہ سکیں۔

نمبر۳ ☆: ہندوستان میں گائے کا گوشت کھانا ہندو پسند نہیں کرتے تھے۔ اس سلسلے میں اکثر مسلمان بھی ان کی تقلید کرتے تھے کئی افراد نے طبی نقطہ نظر سے اس کے مضر اثرات مرتب کرر کھے تھے۔ ایک دن اعلیٰ حضرت محدث بریلی کے سامنے گائے کے گوشت کے کھانے اور اس کے مضر ہونے کا ذکر آیا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

گائے کا گوشت حلال اور غریب پرور گوشت ہے۔ اور بعض حالتوں میں گوشت بُز سے نافع تر ہے۔ عام گوشت کے شوقین گائے کے گوشت کو ہی پسند کرتے ہیں۔ اور بکری کے گوشت کو تو بیماروں کی خوراک کہا جاتا ہے۔ گائے کی قربانی کا تو خاص طور پر قرآن پاک میں ذکر موجود ہے اور خود آپ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قربانی اپنی ازواج مطہرات کی طرف سے فرمائی ہے۔

نمبر۴ ☆: بچوں کے ناموں کے بارے میں اعلیٰ حضرت ارشاد فرماتے ہیں کہ میرے پاس کسی شخص نے آ کر کہا کہ میں اپنے بچوں کا کیا نام رکھوں۔ میں نے کہا کہ اوّل اسمائے حسنیٰ میں سے نام رکھنا مسنون ہے اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص میری محبت کی وجہ سے اپنے بیٹے کا نام محمد یا احمد رکھے گا روز قیامت اللہ تعالیٰ دونوں باپ بیٹوں کو بخش دے گا۔ اور قیامت کے روز ملائکہ کہیں گے کہ جن کا نام محمد یا احمد ہے۔ جنت میں چلے جاؤ اس طرح ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس گھر میں کسی کا نام محمد یا احمد ہے اس گھر کی زیارت کے لئے ملائکہ دن میں ایک مرتبہ ضرور آتے ہیں۔

نمبر۵ ☆: کسی شخص نے آپ سے سوال کیا کہ قبرستان میں کیونکر بغیر جوتوں کے داخل ہونے کا حکم ہے اور اگر راستے میں ببول کے کانٹے پڑے ہوں تو کیا پھر بھی جوتے اتارنے ضروری ہوں گے۔ اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ شریعت مطہرہ کا قاعدہ ہے کہ جب کسی کام سے منع فرماتی ہے تو کسی مصلحت سے اور جب بندہ کو ضرورت پیش آتی ہے تو فوراً اپنی حمایت اٹھا لیتی ہے۔ خمر و خنزیر سے بڑھ کر کونسی چیز حرام فرمائی گئی ہے۔ مگر ساتھ ہی مضطر کا استثناء فرما دیا کہ جب جنگل میں انسان کو شدت کی پیاس لگی ہو اور پانی نہ ملے اور شراب موجود ہو اور ایسی حالت ہو جائے کہ مرنے کا اندیشہ ہو یا منہ میں نوالہ اٹکا ہوا ہو سوائے شراب کے کوئی چیز ایسی نہیں کہ نوالہ اتر سکے اور پیئے بغیر دم گھٹ کر مر جانے کا خطرہ ہو ایسی حالت میں اگر شراب نہ پی اور مر گیا تو گنہگار ہوگا اور موت حرام ہوگی۔ اسی طرح سخت بھوک لگی ہو اور سوائے خنزیر کے کوئی چیز دستیاب نہ ہو اور ایسی جگہ پر ہو جہاں اور کسی چیز کے ملنے کی توقع نہ ہو تو اگر خنزیر کا گوشت نہ

کھایا اور مر گیا تو گنہگار ہو گا تو ایسی موت بھی حرام ہو گی۔

نمبر ۶ ☆: ایک مرتبہ کسی شخص نے اعلیٰ حضرت محدث بریلی کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ کیا مرنے کے بعد عذاب روح پر ہوتا ہے یا جسم پر بھی ہوتا ہے آپ نے ارشاد فرمایا روح اور جسم دونوں پر عذاب ہوتا ہے۔ اور اسی طرح ثواب بھی کیونکہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ ایک لنجھا کسی باغ کے سامنے پڑا تھا اور میوے دیکھ رہا تھا مگر اس تک جا نہیں سکتا تھا۔ اتفاقاً ایک اندھے بھی ادھر سے گزر ہوا وہ اندھا باغ میں جا تو سکتا تھا مگر باغ کے میوے دیکھ نہیں سکتا تھا۔ لنجھے نے اندھے سے کہا بھائی مجھے باغ میں لے چلو وہاں جا کر ہم دونوں میوے کھائیں گے۔ اندھے نے اس کو اپنے کاندھے پر سوار کیا اور باغ میں لے گیا لنجھے نے میوے توڑے اور دونوں نے کھائے۔ اس صورت میں مجرم کون ہو گا یقیناً دونوں ہی مجرم ہوں گے۔ اندھا بھی اور لنجھا بھی اس میں اعلیٰ حضرت نے جسم کو اندھے سے تشبیہ دی اور لنجھے کو روح ~~کہا تھا~~ آپ کا سمجھانے کا انداز انتہائی دلنشین اور شگفتہ ہوا کرتا تھا۔ جب تک سائل کو اپنے سوال کا جامع اور ٹھوس جواب نہ مل جاتا۔ آپ مسئلہ کو مختلف رنگوں میں بیان کرتے رہتے اور بار بار سمجھا کرنے سے گھبراتے نہ تھے۔

نمبر ۷ ☆: ایک شخص نے اعلیٰ حضرت کے سامنے اپنا خواب بیان کرتے ہوئے عرض کیا کہ میری بیٹی کچھ عرصہ قبل انتقال کر گئی تھی۔ میں کئی مرتبہ خواب میں اس کو علیل اور برہنہ دیکھ چکا ہوں اس لئے سخت مضطرب ہوں اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ اپنی بیٹی کو کلمہ طیبہ ستر ہزار مرتبہ پڑھ کر بمع درود شریف بخش دو انشاء اللہ آئندہ اس کو تم خواب میں ایسی حالت میں نہ دیکھو گے کیونکہ پڑھنے والے کے لئے بھی اور جس کو بخشا جائے اس کیلئے بھی اور اگر تمام مومنین مومنات کو ایصال ثواب کیا جائے تو اس کو ثواب بے شمار ملتا ہے۔

پھر آپ نے حضرت شیخ محی الدین ابن عربی کا ایک واقعہ سنایا کہ وہ کسی جگہ دعوت میں تشریف لے گئے اُس میں ایک لڑکا بھی شریک تھا جو کشف میں شہر بھر میں مشہور تھا اچانک کھانا کھاتے ہوئے وہ لڑکا رونے اور چلانے لگا۔ جب اُس سے اُس کی وجہ دریافت کی تو بولا کہ میری ماں کو جہنم میں لے جانے کا حکم ہوا ہے اور فرشتے اس کو جہنم کی طرف لے جا رہے ہیں۔ حضرت ابن عربی کے پاس ستر ہزار مرتبہ کلمہ پہلے کا پڑھا ہوا محفوظ تھا آپ نے اپنے دل میں ہی اس کی ماں کو بخش دیا اور ایصال ثواب کے لئے دعا فرمائی تھوڑی دیر بعد وہ لڑکا خوش ہو گیا۔ اور ہنسا حضرت ابن عربی نے اس سے ہنسنے کا سبب پوچھا تو اُس نے عرض کی کہ ابھی میں نے دیکھا ہے کہ فرشتے میری والدہ کو جنت کی طرف لے جا رہے ہیں۔

حضرت شیخ ابن عربی فرماتے ہیں کہ مجھے اس لڑکے کے کشف کی تصدیق ہو گئی کہ کلمہ طیبہ پڑھنے کے ثواب سے کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ کلمہ طیبہ کے ذکر سے روح بالیدہ خاطر ہو جاتی ہے۔

نمبر ۸ ☆: حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں اکثر لوگ سوال کرتے تھے کہ وہ ولی ہیں یا نبی آپ نے اُن کے متعلق فرمایا کہ جمہور کا مذہب یہی ہے۔ کہ وہ نبی ہیں۔ اور زندہ ہیں جس طرح حضرت الیاس علیہ السلام کے ذمہ بحر کی خدمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چار نبیوں کو زندہ رکھا ہوا ہے ان کا وعدہ الہیہ ابھی آیا ہی نہیں یوں تو سارے نبی زندہ ہیں جس کے متعلق ارشاد باری بھی ہے کہ بیشک اللہ نے زمین پر حرام قرار دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو خراب کرے تو اللہ کے نبی زندہ ہیں اور انہیں باقاعدہ روزی بھی دی جاتی ہے۔ نبیوں

پر ایک آن کو نصِ تصدیق وعدہ الٰہیہ کے لئے موت طاری ہوتی ہے۔اس کے بعد پھر ان کو حیات حقیقی و دنیاوی عطا کر دی جاتی ہے۔ جو نبی ظاہر زندہ ہیں ان چاروں میں سے دو آسمان پر اور دو زمین پر زندہ موجود ہیں۔ان کو جب حق تعالیٰ چاہیں گے موت کا ذائقہ چکھا دیں گے کیونکہ اللہ کا فرمان ہے کہ ایک دن موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔

نمبر۹ ☆: کسی محفل میں سوال اٹھا کہ اولیائے کرام میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ عبادت و ریاضت کے ساتھ کشتی و کسرت بھی کرتے ہیں کیا یہ اولیائے کرام کے لئے جائز ہے۔اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ بالکل جائز ہے۔اس پر آپ نے حضرت بہاؤالدین خواجہ نقشبندی کا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ حضرت خواجہ نقشبند نے حضرت خواجہ امیر کلال کی عبادت و ریاضت اور ولایت کا چرچا سنا تو ان کی ملاقات کے لئے گئے۔

جب ان کی خانقاہ کے قریب پہنچے تو آپ نے دیکھا کہ لوگوں کا ایک ہجوم ہے جو ایک میدان میں جمع ہے جب آپ اس ہجوم کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ اس میدان میں کشتی ہو رہی ہے اور حضرت امیر کلال بھی اس کشتی میں شریک ہیں۔حضرت خواجہ نقشبند کو یہ بات ناگوار گزری کیونکہ آپ اپنے وقت کے بہت بلند پایہ عالم اور پابند شریعت تھے۔آپ کے دل میں جب یہ بات پیدا ہوئی تو اسی وقت آپ پر غنودگی طاری ہوگئی آپ نے خواب میں دیکھا کہ میدان محشر بپا ہے ان کے اور جنت کے درمیان ایک دلدل کا دریا حائل ہے یہ اس کے پار جانا چاہتے ہیں جب دریا میں اترتے ہیں تو جتنا زور آگے بڑھنے کے لئے لگاتے ہیں اتنا ہی دلدل میں پھنستے جاتے یہاں تک کہ بغلوں تک دلدل میں پھنس جاتے ہیں اسی کشمکش میں سخت پریشان ہیں کہ اس میں کیسے نکلا جائے اتنے میں امیر کلال تشریف لائے اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو دلدل سے باہر نکال کے دوسری طرف جنت میں لے جاتے ہیں۔اس کے بعد آپ کی آنکھ کھل جاتی ہے۔تو اس سے پہلے کہ آپ حضرت امیر کلال علیہ الرحمۃ سے کچھ عرض کریں وہ خود انہیں مخاطب کر کے فرمانے لگے کہ بہاؤالدین اگر ہم کشتی نہ لڑیں تو یہ طاقت کہاں سے آئے۔جس نے تمہیں دلدل سے نکالا جائے یہ سن کر خواجہ بہاؤالدین امیر کلال علیہ الرحمۃ کے قدموں پر گر گئے اور ان کی بیعت سے مشرف ہوئے۔

نمبر۱۰ ☆: اعلیٰ حضرت کے مریدوں نے ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت ایک صاحب جو پہلے محدث تھے مدرسہ میں پڑھاتے تھے۔اب ان کی حالت یہ ہے کہ وہ مخفی باتیں بھی بتاتے ہیں ہر وقت ان کے ہاں لوگوں کا ہجوم رہتا ہے مگر وہ نماز کی پابندی نہیں کرتے۔

اعلیٰ حضرت یہ سُن کر مسکرا دیئے اور ایک واقعہ ان مریدین کے سامنے بیان فرمایا کہ ایک صاحب اولیائے کرام میں سے تھے ان کی خدمت میں بادشاہ وقت قدم بوسی کے لئے حاضر ہوئے۔اس وقت آپ کے پاس کچھ سیب نذر میں آئے تھے۔آپ نے ان سیبوں کو بادشاہ کے سامنے رکھ کر ایک سیب بادشاہ کو دیا اور ایک خود لے لیا۔اچانک بادشاہ کے دل میں ایک شیطانی خیال پیدا ہوا اور اُسنے سوچا کہ سیبوں میں سے ایک سیب جو سب سے بڑا ہے۔اگر حضرت وہ اٹھا کر مجھے دے دیں تو پھر میں ان کو ولی مان لوں گا۔ان باتوں کو اللہ تعالیٰ نے ان بزرگوں کو القاء کے ذریعے سب کچھ بتا دیا۔

چنانچہ انہوں نے وہی بڑا سیب اٹھا کر فرمایا کہ ایک مرتبہ ہم مصر گئے تھے ایک جگہ بھاری جلسہ تھا وہاں ایک شخص کے پاس گدھا تھا

اس گدھے کو اس کے مالک نے سدھار رکھا تھا اُس گدھے کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر کہا جاتا کہ فلاں جگہ پر فلاں چیز پڑی ہے اٹھالاؤ گدھا سارے جلسے میں جاتا گھومتا اور جس شخص کے پاس وہ مطلوبہ چیز ہوتی اس کے پاس جا کر سر ٹیک دیتا۔

یہ حکایت سنا کر اللہ کے ولی نے بادشاہ سے کہا کہ اگر ہم تمہیں بڑا سیب نہ دیں تو ولی نہ ہوئے اگر دے دیں تو پھر اس گدھے سے بڑھ کر کیا کمال دکھایا یہ فرما کر سیب بادشاہ کی طرف پھینکا اور فرمایا وہ صفت جو غیر انسان کے لئے کمال نہیں اور جو غیر مسلم کے لئے ہو سکتی ہے مسلم کے لئے کمال نہیں۔

آپ کی علمی اور دینی خدمات☆: اعلیٰ حضرت نے دینی خدمات اس قدر انجام دیں ہیں کہ ان کا شمار اور احاطہ تحریر میں لانا مشکل ہے۔ آپ عمر بھر علوم اسلامی کے ظاہری و باطنی اسرار کے مطالعہ میں مصروف رہے۔ آپ نے علوم قدسیہ کے علاوہ دیگر علوم وفنون کی بھی تکمیل کی اور بعض علوم وفنون میں تو خود آپ کی طبیعت سلیم نے رہنمائی کی۔ ایسے تمام علوم وفنون کی تعداد ۴۵ ہے جن میں علم قرآن، علم حدیث، اصول حدیث، فقہ جملہ مذاہب، اصول فقہ، جدل تفسیر، عقائد کلام، صرف، نحو، معانی، بیان، بدیع وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ ان علوم کے علاوہ آپ نے علم الفرائض، عروض، نجوم، اوفاق، فن تاریخ اعداد نظم ونثر فارسی، نظم ونثر ہندی، خط نسخ اور خط نستعلیق وغیرہ میں بھی کمال حاصل کر رکھا تھا۔

آپ نے جن علوم وفنون پر دسترس حاصل کی ان کی تعداد ۵۴ سے زیادہ ہے۔ عالم اسلام میں مشکل سے کوئی عالم ایسا نظر آئے گا جو اِس قدر علوم وفنون میں دسترس رکھتا ہو پھر یہی نہیں کہ آپ نے ان علوم کی تکمیل کی بلکہ ہر ایک علم وفن میں اپنی کوئی نہ کوئی یادگار چھوڑی ہے ان علوم وفنون جن کا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے۔ ان میں سے بعض کو اعلیٰ حضرت نے خود ترک فرما دیا تھا اور بعض کو خود اپنایا تھا اس ترک قبول پر آپ روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ میں نے فلسفہ کو اس وقت سے ترک کیا جب میں نے یہ محسوس کیا کہ اِس میں سوائے طبع کاری کے کچھ نہیں اس کی ظلمت اور رنگ جب چھا جاتا ہے۔ تو دین سلب کر لیتا ہے اور اس کی ظلمت ہی کی وجہ سے قیامت کا خوف ہلکا ہو جاتا ہے اس لئے میں نے اپنی ذمہ داریوں پر غور کیا اور ہیت ہندسہ، نجوم، بورگارشات اور فنون ریاضی سے میرا شغف اس لئے نہیں کہ اس میں مجھے مزید مشق حاصل ہو بلکہ یہ توجہ تو محض تفریح طبع کے لئے ہے اس کے علاوہ اس سے وقت کے تعین اور تعدیل میں مدد ملتی ہے۔ جس سے مسلمانوں کو نماز روزے کے اوقات کی جانچ کے لئے فائدے پہنچ سکتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت کا محبوب مشغلہ☆: اعلیٰ حضرت محدث بریلوی اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میرا سب سے محبوب مشغلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت کرنا ہے کیوں کہ وہابی مسلک کے لوگ آپ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں اور توہین بھی کرتے ہیں آپ وہابی حضرات کی زبان درازی کا مقابلہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میرے اس عمل کو اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا کیونکہ اس نے خود فرمایا ہے کہ میں اپنے بندے سے اس کے حسن ظن سے معاملہ فرماتا ہوں اور میرا ظن یہی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفوں کی زبان درازی کا مقابلہ کروں آپ کے دیگر مشاغل میں قابل ذکر بدعتیوں کی بیخ کنی، مفسدین اور دین کے دشمنوں کی نشاندہی حسب استطاعت اور واضح مذہب حنفی کے مطابق فتویٰ نویسی ہے۔

وصال باکمال☆: ایک روز اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اپنے بھائیوں کو حکم دیا کہ میرے پاس بیٹھ کر سورۃ یاسین شریف اور سورہ رعدؔ کی تلاوت کرو جب دونوں سورتیں تلاوت فرمادی گئیں پھر آپ نے وہ دعائیں جو سفر پر چلتے وقت پڑھی جاتی ہیں وہ پڑھیں اس کے بعد کلمہ طیبہ پڑھا اس کے بعد آپ کے چہرے پہ ایک لمحہ کے لئے نور چمکا جس میں ایسی چمک اور جنبش تھی جس طرح آئینے میں لمعان خورشید جنبش کرتا ہے۔اس کے بعد آپ کی روح مبارک جسم اطہر سے پرواز کرگئی اور آپ فرمایا کرتے تھے جنہیں ایک جھلک دکھادیتے ہیں وہ شوق دیدار میں ایسے جاتے ہیں کہ جانا معلوم بھی نہیں ہوتا۔

آپ کا وصال باکمال ۲۵ صفر المظفر بروز جمعتہ المبارک ۱۳۴۰ھ بمطابق 1921ء کو ہوا۔مزار پُر انوار دار العلوم منظر الاسلام کے شمال جانب ایک پُر شکوہ عمارت کے اندر محلہ سوداگراں شہر بریلی شریف یو پی انڈیا میں ہے۔آپ کا سالانہ عرس مبارک آپ کے مزار پُر انوار کے علاوہ بھی پوری دنیا میں ہر سال ۲۴۔۲۵ صفر المظفر کو بڑی عقیدت واحترام سے منایا جاتا ہے۔اس موقع پر آپ کے مزار شریف پر ہزاروں علماء اور مشائخ عُرس میں شرکت کے لئے پوری دنیا سے آتے ہیں اور فیوض وبرکات سے جھولیاں بھرتے ہیں۔

مزار شریف کی تعمیر کا انداز انتہائی دلکش اور گنبد اور میناروں کا ڈیزائن بہت خوبصورت ہے۔جسے دیکھنے کے بعد عشاق کی زبان سے بے ساختہ سبحان اللہ کا لفظ نکلتا ہے۔اللہ کریم اس آستانے کے فیضان کو مزید بڑھائے اور اس چمنستان ولایت کو عقیدت مندان کے لئے رشد وہدایت کا مرکز بنائے رکھے۔آمین۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت مولانا خواجہ حافظ محمد عبداللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ

تعارف ☆ : حافظ آیات قرآنی، مبلغ القرآن، محدث وجد و بیان، مدرس مسائل عشق و عرفان حضرت مولانا خواجہ حافظ محمد عبداللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ خورشید ولایت ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 1283 ہجری بمطابق 1866ء کو بھرچونڈی شریف سب تحصیل ڈھرکی ضلع گھوٹکی صوبہ سندھ میں حضرت قاضی اللہ بخش قادری علیہ الرحمۃ کے علمی و روحانی گھرانے میں ہوئی۔ آپ بانی بھرچونڈی شریف حضرت خواجہ حافظ محمد صدیق قادری علیہ الرحمۃ کے چھوٹے بھائی کے بیٹے یعنی بھتیجے ہیں۔ آپ نے جس روحانی و علمی ماحول میں آنکھ کھولی اور جس گود میں پرورش پائی وہ ذکر الٰہی سے سرشار اور عشق و محبت کی سرمستیاں تھیں۔ آپ کے کان بجز اس سامعہ نواز آواز کے کسی اور آواز سے آشنا نہیں ہوئے۔

آپ نے بھرچونڈی شریف کے صاف ستھرے، پاکیزہ اور علمی و روحانی ماحول اور ایک عظیم ولی کامل کی سرپرستی میں تربیت پائی۔ جس سے آپ میں وہ نکھار آیا کہ آپ، کے علمی و روحانی کارنامے اور خانقاہی نظام میں ایک جدّت تربیت پائی جس سے اس درگاہ میں آنے والے سائلین متوسلین و عقیدتمند ان کو قیامت تک رہنمائی ملتی رہے گی۔

تعلیم و تربیت ☆ : آپ نے قرآن پاک اپنے تایا جان بانی بھرچونڈی شریف حضرت خواجہ حافظ محمد صدیق قادری علیہ الرحمۃ سے حفظ کیا اور دینی کتب حضرت مولانا محمد اسحاق قادری جو بھرچونڈی شریف کے خلیفہ تھے ان سے کوٹ سبزل جو بھرچونڈی شریف سے پچپن میل کے فاصلے پر جانب مشرق حدود سابق ریاست بہاولپور میں واقع ہے سے پڑھیں، آپ جس دن مدرسہ سے رخصت پر آتے تو پاپیادہ آتے تھے۔

ایک دفعہ آپ نے بُعدِ مسافت کی وجہ سے گھوڑی خریدی اور اس پر سوار ہو کر مدرسہ سے بھرچونڈی شریف آئے۔ جب آپ کے تایا جان خواجہ محمد صدیق قادری علیہ الرحمۃ کو پتہ چلا کہ مدرسہ آنے جانے کے لیے گھوڑی خریدی گئی ہے تو انہوں نے فوراً گھوڑی فروخت کر کے تمام رقم فقراً میں تقسیم کر دی۔ اور فرمایا کہ ابھی سے تم صاحبزادہ بننا چاہتے ہو۔ تم گھوڑیوں پر سواریاں کرتے پھرو اور فقراً طالبین مولیٰ کے لیے رات کا آذوقہ بنو۔ جو کسی بھی طرح ٹھیک نہ ہے۔

آپ نے بیس برس کی عمر میں حفظ القرآن مع تجوید اور درس نظامی کی مکمل کتب پڑھ کر علوم متداولہ کی تحصیل و تکمیل کی اور واپس بھر چونڈی تشریف لا کر علوم باطنیہ کی طرف متوجہ ہو کر عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ آپ ہمیشہ اپنے تایا بزرگوار کی خدمت میں حتیٰ سفر و حضر میں بھی ایک پل کے لیے جدا نہ ہوتے تھے۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے تایا بزرگوار حضرت خواجہ حافظ محمد صدیق قادری بانی بھر چونڈی شریف کے دست حق پرست پر بیعت سے سرفراز ہوئے۔ اور انہی سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں سرفراز و ممتاز ہو کر مرشد کی ظاہری حیات میں ہی ان کے جانشین مقرر ہوئے۔

بانی بھر چونڈی شریف حضرت خواجہ محمد صدیق قادری علیہ الرحمتہ نے جب آپ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا تو اس وقت آپ کی عمر شریف صرف پچیس برس تھی۔ آپ کے مرشد نے بہت سے فقراء کی روحانی تربیت آپ کے سپرد کر دی تھی۔

سیرت و کردار ☆: خداوند کریم نے آپ کو ایسی جامع صفات سے آراستہ کر کے بھیجا تھا کہ جس کی نظیر خانوادہ فقر میں مشکل سے ملتی ہے۔ آپ نے جس نوعیت سے سالکین کی تربیت فرمائی اور جس انداز سے طالبان حق کی نگاہ میں جور و جفا کو لطف و عطا سے درد کو راحت سے بدلا وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔

آپ کا طریق تمام سلاسل سے الگ ایک انوکھی طرز رکھتا ہے۔ ذکر میں سوز و گداز پیدا کرنا آپ کا وصف خاص تھا۔ جب آپ لبوں کو ہلا کر کچھ ارشاد فرماتے تو طالبین اور حاضرین مجلس پر گریہ وزاری، فریاد و فغاں کا ایک محشر قائم ہو جاتا تھا۔

جب آپ حجرے سے نکل کر مسجد میں نماز کیلیے آتے تو روئے تاباں کو دیکھ کر کئی افراد بیہوش ہو جاتے اور کئی ایسے افراد جن کے کانوں میں کبھی صدائے اسم ذات نہ پڑتی تھی ان سے ذکر الٰہی کے ترانے بے اختیار نکل جاتے۔

آپ نے اپنی جماعت میں آہ و درد اور نہ تھمنے والے آنسوؤں کی بارش کا وہ سماں پیدا کر دیا تھا جو کسی جگہ ڈھونڈے سے نہیں مل سکتا۔ یہ وہ نایاب چیز ہے جو کسی دوکان سے نہیں مل سکتی۔ جس کو آپ نے عام کر دیا تھا۔ جس میں ہر خورد و کلاں مست نظر آتا تھا۔

ذکر اللہ کی چاروں تسبیحیں ممکن نہیں کہ کوئی طالب رو رو کر بیہوشی میں پوری نہ کرتا ہو۔ مسجد کے ہر گوشے سے سسکیوں کی آوازیں آتی تھیں، رات کی تنہائی میں تلاوت قرآن یا ذکر رحمان کی درد آلودہ آوازیں آتی تھیں، جماعت میں ایسے لوگ بھی تھے جنہیں عشق کی مستیوں نے عقل سے بے نیاز کر دیا یہ لوگ دیوانہ مطلب خود ہوشیار کے مصداق اپنی دھن میں دنیا و مافیہا سے بے خبر نگاہ مرشد نے ان سے دنیاوی اسباب تو چھین لیئے۔ مگر علم و عرفان اور سوز و گداز اس قدر عطا کیا کہ شکوۂ تنگی داماں کرتے عمریں گزار دیں۔

عصر کی نماز کے بعد مسجد شریف۔ میں محفل لگتی۔ کبھی کبھار غزل اور کافیاں فقیر فتح محمد بڑے ہی سوز و گداز کے عالم میں سنایا کرتا تھا، اس وقت کا سماں الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔

کبھی کبھی بخاری شریف کی حدیث جناب حضرت سید مغفور القادری مصنف کتاب ''عباد الرحمٰن'' کے والد گرامی حضرت مولانا الحاج سید سردار شاہ صاحب سے پڑھاتے اور بذات خود اس کی تشریح مختصر مگر جامع الفاظ میں فرماتے۔ مصنف کتاب ''عباد الرحمٰن''

فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی اس فقیر ناچیز کو بھی یعنی دو مرتبہ عصر کے بعد کی محفل میں حدیث شریف پڑھنے کا حکم دیا اور ایسے حسین پیرائے میں تشریح خود فرمائی کے حاضرین دنگ رہ گئے۔

کبھی کبھی لنگر کے دروازے پر عوام میں گھل مل جاتے اور لنگر کے اُبلے ہوئے چنے لے کر بہت خوشی سے کھاتے اور فرمایا کرتے جاتے وقت اس لنگر سے جو کچھ تیار ہو لے جایا کرو۔ اس لقمے میں ایک قسم کا نور ہوتا ہے۔ آپ کو اپنی جماعت کے فقراء اور طالبین سے بے حد محبت اور شفقت تھی، اپنے مرشد کامل کے عرس مبارک کے موقع پر جب بیرونی جماعتیں رخصت لے کر روانہ ہوتیں تو آپ ان کی جدائی سے صدمے سے بیمار ہو جاتے۔ کئی مرتبہ جماعت کو ریلوے اسٹیشن سے واپس بلایا گیا کہ آپ کی طبیعت ناساز ہو گئی ہے، جنہوں نے ٹکٹ نہیں خریدے ہوتے تھے وہ واپس آجاتے آپ ان کو دیکھ کر خوش وخرم ہو جاتے تھے۔

عشق رسول ﷺ اور مدینہ پاک سے نسبت ☆: آپ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اس قدر سرشار تھے کہ دنیا و مافیہا کی خبر نہ رہتی تھی۔ ایک مرتبہ آپ ٹانگے پر سوار ہو رہے تھے کہ آپ نے دیکھا کہ ٹانگے کے تختے پر کسی نے اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم لکھا ہوا ہے۔ اسم پاک پر نگاہ پڑتے ہی آبدیدہ ہو کر فوراً ٹانگے سے نیچے اترے۔ اور کوچوان فقیر ابراہیم مارواڑی کو حکم دیا کہ اس کو کھرچو۔ وہ کھرچتا ہے آپ نے اسم محمد کی کھرچن کا مسالہ اپنے ہاتھ میں اکٹھا کیا اور اپنے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد عبدالرحمان قادری علیہ الرحمتہ کو دے دیا۔ صاحبزادے صاحب نے ہاتھ سے لے کر اسے منہ میں ڈالا اور نگل گئے کہ یہ اسم محمد کا مسالہ ہے۔

جب بھی کوئی شخص دیار عرب سے آتا تو آپ مختصر لفظوں سے پوچھتے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ اور مدینہ منورہ کے باشندے خوش وخرم تھے۔

ایک مرتبہ شریف مکہ کے خلاف لوگوں نے سازش کا جال ملک کے طول وعرض میں پھیلا دیا اور آخری وجہ یہ تھی کہ شریف مکہ نے برطانیہ کو عرب کے کچھ مخصوص علاقے کا ٹھیکہ دے دیا۔ جس کو حرمین شریفین کا متولی وسلطان ماننے کو تیار نہیں ہے۔ اس لیے شریف کو حرمین شریفین سے دستبردار ہو جانا چاہیے۔

اس پر برصغیر پاک وہند اور عرب وعجم کے علماء ومشائخ سے فتوے لیے اور ان کی مہریں لگوائیں اور دستخط کروائے گئے۔

جب یہ محضر نامہ آپ کے سامنے پیش ہوا تو آپ نے یہ کہہ کر دستخط کرنے سے یہ لکھ کر انکار کر دیا کہ حرمین شریفین سے جس کو ذرا سی نسبت حاصل ہے۔ ہم اس کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتے۔ ہماری ان سے غلامی اور خادمی کی نسبت ہے۔ خادم اپنے مخدوم اور غلام اپنے آقا کے متعلق کچھ کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ اور کہے گا تو یہ منسوب الیہہ کی بے ادبی ہوگی۔ العیاذ باللہ۔

حاجی احمد صاحب جو آپ کے اخیانی بھائی تھے نے حضرت مولانا الحاج سید سردار شاہ صاحب علیہ الرحمتہ کے ساتھ حج کیا اور غلاف کعبہ پکڑ کر شاہ صاحب سے عہد لیا کہ بعد زیارت گنبد خضریٰ واپس میرے ساتھ چلنا ہوگا۔ اس لیے کہ آمد کے وقت صحبتوں میں جو ذوق وشوق شامل حال رہا۔ اسے واپسی کے وقت بھی دیکھنا چاہتے تھے۔ اس لیے مدینہ منورہ پہنچ کر بصد تاکید دامن گیر ہوئے کہ اپنے اس عہد کا پاس کریں جو غلاف کعبہ پکڑ کر آپ نے کیا تھا۔

لیکن شاہ صاحب نے واپس آنے سے انکار کر دیا۔ حاجی احمد صاحب واپس اکیلے آئے اور آپ کی خدمت میں شکوہ کرنے لگے کہ شاہ صاحب نے اس عہد کا بھی پاس نہیں کیا۔ جو غلاف کعبہ پکڑ کر کیا تھا، آپ نے ان کی بات سن کر ارشاد فرمایا۔ حاجی صاحب تم اس راز سے واقف نہیں ہو۔ شاہ صاحب خود نہیں رکے بلکہ ان کو خود حضور سرور کائنات نے نہیں آنے دیا۔ اور روک لیا۔

اصل واقعہ یوں ہوا۔ کہ جس رات کی صبح قافلہ مدینہ منورہ سے روانہ ہونے والا تھا۔ اس رات حضرت مولانا الحاج پیر سید سردار شاہ صاحب کو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جمال جہاں آرا سے مشرف فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا

اَلْمَدِیْنَۃَ خَیْرٌ اَللّٰھُمَّ لَوْ کَانُوْ یَعْلَمُوْنَ

ترجمہ☆: مدینہ ان کے لیے بہتر ہے اگر وہ جانتے ہوں۔

یہ ایک قسم کا اشارہ تھا کہ تم یہیں رہو۔

اس حکم کے بعد شاہ صاحب ایک سال رہ کر دوسرا حج پڑھ کر واپس ہوئے۔ اس دوران صحاح ستہ کا دورہ اور فصوص الحکم شیخ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمتہ شاہ صاحب نے مولانا عبدالباقی لکھنوی ثمہ المدنی علیہ الرحمتہ سے پڑھیں۔

احترام سادات☆: جن دنوں آپ سابق ریاست بہاولپور کے دورے پر تھے۔ حضرت مولانا سردار شاہ صاحب نے آپ کی خدمت میں دعوت پیش کی۔ آپ بمع جماعت میرے گھر تشریف لائیں۔ اس وقت کا جماعت کا نظارہ یہ تھا کہ بیس کے قریب اونٹ بہترین ساز وسامان سے مزین دو دو فقیر نورانی شکلوں والے صاحب جبہ و دستاران پر سوار بیس پچیس گھوڑے۔ ایک گھوڑا گاڑی اور ایک موٹر کار جس میں آپ سوار تھے، قدم قدم پر ذکر الٰہی کا نعرۂ مستانہ، موٹر کے دائیں بائیں مستانے بھاگم بھاگ چلے آرہے تھے، نہ منزل کا پتہ نہ راہ کا۔ جس وقت آپ اس مخصوص قطعۂ زمین پر پہنچے جس پر ہمارا گھر تھا، آپ پاپیادہ ہو گئے۔ اور جماعت سے مخاطب ہو کر فرمایا یہ سادات کا گھر ہے۔ یہ آستان مقدس ہے، اس زمین کی بے ادبی نہ ہونے پائے۔ عصا مبارک سے آستان حرم بنایا۔ اور اس کے اندر یوں بے ادبی سے احتراز کی تاکید فرمائی کہ سادات کرام کو ایسی نسبت و تعلق حاصل ہے، جس سے کوئی نسبت افضل نہیں ہے۔

مصنف کتاب "عبادالرحمن" حضرت علامہ پیر سید عبدالمغفور شاہ صاحب مدظلہ فرماتے ہیں کہ آپ کا معمول تھا کہ ہمارے پورے گھر کا خرچ خوارد ونوش آپ اپنے لنگر سے عنایت فرماتے تھے۔ ہماری ایک ماماتھی جو گھر کا کام کاج کرتی تھی۔ اس کا خرچ اور کپڑے بھی یہ کہہ کر دیتے تھے کہ سادات کے گھرانے کی لونڈی ہے جس کی خدمت ہمارے ذمہ ہے۔ جس طرح سادات ہمارے مخدوم ہیں وہ بھی ہماری مخدومہ ہے۔

ایک مرتبہ ایک سیّد صاحب سر اور پاؤں سے ننگے کپڑے میلے کچیلے دوپہر کے وقت تشریف لائے اور آپ کے کمرے کے دروازے سے باہر سے جھانکا۔ اتفاق سے کوئی خادم اس وقت آپ کے پاس موجود نہ تھا۔ کمرے میں آپ اکیلے ہی تشریف فرما تھے۔

آپ نے جونہی اس اجنبی کو دیکھا فوراً کھڑے ہوئے اور دروازہ کھول کر بڑے ہی نیاز سے ان سے ملے اور پوچھا کیا آپ سیّد ہیں۔ عرض کی جی حضور سیّد ہوں۔ آپ نے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اپنے پلنگ پر سرہانے کی جانب بٹھایا اور خود پائنتی کی طرف بیٹھ کر دیر تک ان کا حال احوال دریافت فرماتے رہے۔

جب خدام آئے تو دیکھ کر حیران رہ گئے کہ آپ بذات خود پائنتی اور میلے کچیلے کپڑے والے اجنبی کو سرہانے بٹھایا ہوا ہے۔ آپ نے سیّد کو الوداع کرتے وقت معقول نذرانہ دے کر رخصت کیا۔ اگر کوئی صاحب پیر کوٹ سدھانہ شریف ضلع جھنگ سے تشریف لاتے تو

آپ خود جا کر اقامت گاہ میں انہیں ملتے نہایت ہی ادب سے ان کی خیریت پوچھتے۔ اس لیے کہ اس خاندان کے مورث اعلیٰ آپ کے شیوخ طریقت سے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ خاندان حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے ہے۔ جتنے دن وہ بزرگ قیام کرتے آپ انتہائی ادب واحترام اور تعظیم سے ان کی مہمان نوازی فرماتے۔ اور جاتے وقت معقول نذرانہ دے کر رخصت فرماتے تھے۔

آپ حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سالانہ عرس بڑی عقیدت واحترام سے مناتے تھے۔ اس موقع پر بہترین پوشاک کسی درویش یا عالم کو پیش فرماتے تھے۔

کشف و کرامات ☆: ایک دفعہ ضلع رحیم یار خان سے ایک زمیندار حاضر خدمت ہوا۔ اور عرض کرنے لگا حضور میں اپنے لڑکے کا رشتہ جس گھر سے کرنا چاہتا ہوں۔ لڑکی والے مجھے رشتہ نہیں دیتے۔ آپ نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے۔ اس نے عرض کی حضور میں دعا کیلئے حاضر نہیں ہوا۔ بلکہ میرا مقصد یہ ہے کہ میرے لڑکے کا نکاح مطلوبہ لڑکی سے آپ بذات خود پڑھا دیں۔

آپ نے فرمایا اچھا رات کو جماعت میں رہو۔ اس نے قیام کیا۔ جب صبح کو حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ جاؤ میں نے مطلوبہ لڑکی سے تمہارے بیٹے کا نکاح پڑھا دیا ہے۔

چنانچہ وہ شخص گھر پہنچا دوسرے دن لڑکی والوں نے لڑکے والوں کو خود بلا کر رشتہ دے دیا۔

کرامت نمبر۲ ☆: خانپور ضلع رحیم یار خان کا رہنے والا ایک ہندو مسمی ٹیکہ مل ایک سنگین مقدمہ میں پھنس گیا۔ جس کے باعث اس نے فقراء کی خدمت شروع کر دی تاکہ مقدمہ سے جان چھٹ جائے۔

ایک رات اس ہندو نے خواب میں دیکھا کہ ایک نورانی صورت والے بزرگ جن کی داڑھی مبارک حنا سے سرخ ہے۔ تشریف لائے اور اس کے پیروں پر لگی ہوئی لوہے کی بیڑیاں کاٹ رہے ہیں۔

صبح کو بیدار ہو کر اس نے سرخ حنا والی داڑھی نشانی کے طور پر یاد رکھی اور تلاش شروع کر دی۔ بالآخر تلاش کرتے کوبہ کو پھرتے پھراتے وہ بھرچونڈی شریف پہنچ گیا۔ اور آپ کا روئے تاباں دیکھتے ہی فوراً پہچان گیا کہ یہی وہ بزرگ ہیں جنھوں نے میری بیڑیاں کاٹی تھیں۔

وہ بھرچونڈی شریف میں دو ڈھائی ماہ رہا اور لنگر کا پانی بھرنا، لکڑیاں کاٹ کر لانا اس قسم کے کام اس نے اپنے ذمہ لیے ہوئے تھے۔

دو ماہ کے بعد آپ نے اسے بلا کر ارشاد فرمایا ٹیکہ مل تمھارا مقدمہ خارج ہو گیا ہے تم گھر چلے جاؤ۔ اور آرام کی زندگی گذارو۔ وہ پورے یقین سے اپنے گھر گیا تو پتہ چلا کہ واقعتاً مقدمہ خارج ہو گیا ہے۔ وہ خوشی خوشی آپ کا شکریہ ادا کرنے کے لیے بھرچونڈی شریف پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ حضرت صاحب تو اپنے خلیفہ غلام محمد کی دعوت پر دین پور تشریف لے گئے ہیں۔

چنانچہ ٹیکہ مل بھی دین پور پہنچ گیا۔ اور آپ کی خدمت میں دعوت کے لیے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا ٹیکہ مل گائے ذبح کرو گے؟ اس نے عرض کیا اگر آپ جماعت کے ہمراہ تشریف لائیں تو گاؤ ماتا کی جانی کروں گا۔ جب آپ تشریف لے گئے تو اس نے آپ کے لیے بکرے اور دُنبے ذبح کر رکھے تھے اور جماعت کے لیے گائے ذبح کر کے لنگر پکا کر کھلایا۔

ٹیکہ مل کی عادت تھی کہ وہ درود شریف بکثرت پڑھتا تھا اس کے ہاں اولاد نرینہ نہ تھی۔ پاکستان بننے سے قبل جب وہ فوت ہوا تو ہندوؤں نے حسب دستور اس کو آگ میں جلانا چاہا۔ لیکن ہندو اس وقت حیران رہ گئے کہ اس کی میت کو آگ نہیں لگی۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال 25 رجب المرجب 1346ھ بروز منگل بوقت نماز عشاء بمطابق 1927ء کو ہوا۔

مزار پُر انوار بھر چونڈی شریف سب تحصیل ڈھرکی ضلع گھوٹکی صوبہ سندھ میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب واذہان کونور ایمان ۔سے منور کرتے ہیں۔

آج کل حضرت پیر عبدالخالق قادری دربار شریف سجادہ نشین ہیں جو بڑے ہی احسن انداز میں سلسلہ عالیہ کی خدمت کا فریضہ سرانجام دے رہیں ہیں۔

آج کل موجودہ سجادہ نشین آپ کے پوتے حضرت خواجہ پیر محمد عبدالخالق صاحب قادری مدظلہ العالی ہیں، جو پڑھے لکھے اور بلند اخلاق کے مالک ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت میاں جیون قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: ولی ابن ولی، شہنشاہ طریقت، شہباز کھڑی شریف، مرشد برحق، فنافی اللہ، عارف کامل حضرت میاں جیون قادری رحمتہ اللہ علیہ حضرت میاں دین محمد قادری علیہ الرحمۃ کے فرزندار جمند اور جانشین ہیں۔ آپ انتہا درجہ کے خاموش طبیعت اور متوکل منکسر المزاج طبیعت کے مالک تھے۔ سخاوت عبادت وریاضت تقویٰ پرہیزگاری میں اپنی مثال آپ تھے۔ دنیا اور اہل دنیا سے بے خبر ہر وقت یاد خدا میں مست و مستغرق رہتے۔ آپ کے پاس آنے والا سائل کبھی مایوس اور خالی نہ لوٹتا تھا۔ حاجت مندوں کے دامنوں کو گوہر مراد سے بھر دیتے تھے۔ آپ صاحب کشف و کرامت بزرگ ہوئے ہیں۔ لاتعداد کرامات آپ سے سرزد ہوئیں۔ یاد خدا میں مست و مستغرق رہنے کے ساتھ ساتھ اپنے اہل و عیال کے رزق حلال کے لیے آپ بذات خود ہل چلاتے زمینداری فرماتے تھے۔ ایک دن ہل چلاتے چلاتے سارا سامان زمینداری اور بیل ایک غریب کاشتکار کو دے دیئے اور فرمایا کہ جا عیش کر آج کے بعد ہم اگلی دنیا کے لئے ہل چلائیں گے۔

اولاد و امجاد ☆: آپ کے چار صاحبزادے ہیں۔ (نمبر۱) میاں قادر بخش۔ (نمبر۲) میاں کریم بخش۔ (نمبر۳) میاں الٰہی بخش۔ (نمبر۴) میاں شمس الدین۔ ان چاروں میں سے ایک صاحبزادہ تو صغر سنی میں ہی وصال فرما گئے دوسرے صاحبزادے مست و مجذوب تھے۔ منصب سجادگی کے لئے حضرت میاں شمس الدین کو منتخب فرمادیا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال تیرھویں صدی ہجری میں ہوا۔ آپ کا مزار پُرانوار بھی اپنے والد گرامی کے قریب ہی کھڑی شریف ضلع میرپور آزاد کشمیر میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضر دے کر اپنے قلوب و اذہان کو منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت فقیر محمد جی الہاشمی سروری قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: امیر شریعت برہان طریقت پروردۂ آغوش ولایت حضرت فقیر محمد جی الہاشمی سروری قادری رحمتہ اللہ علیہ 1865ء میں حضرت فقیر محمد دین ہاشمی قادری علیہ الرحمۃ کے گھر پیدا ہوئے۔

آپ اپنے والد گرامی کے اکلوتے فرزند ارجمند ہیں۔ بچپن سے جوانی تک آپ کی تعلیم و تربیت آپ کے عظیم والد گرامی کے زیر سایہ ہی مکمل ہوئی۔ قرآن و حدیث صرف و نحو عربی و فارسی و دیگر علوم دینیہ آپ نے اپنے والد بزرگوار کی سرپرستی میں ہی مکمل کئے۔ اپنے والد گرامی کی خصوصی نگاہ ولایت کے سبب آپ نے جلد ہی علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد باطنی علوم پر توجہ دینا شروع کر دی۔ آپ انتہائی درجہ کے نیک متقی پارسا پرہیزگار عبادت گزار پابند صوم و صلوٰۃ اور اعلیٰ درجہ کے سخی تھے۔ عاجزی اور انکساری کا عالم یہ تھا کہ دربار شریف پر آنے والے مہمانوں اور خدام کے لئے لنگر خانہ سے لنگر اپنے سر پر خود اٹھا کر لاتے اور مہمانوں میں لنگر اپنے ہاتھ سے تقسیم فرماتے تھے۔

جب مہمان اور خدام لنگر کھا کر فارغ ہو جاتے تو جو کھانا بچ جاتا وہ خود تناول فرماتے اور بعد میں لنگر کے تمام برتن بھی خود لنگر خانے میں لے جاتے تھے۔

تمام زندگی نمود و نمائش اور شہرت سے پرہیز کیا اور اپنے احوال کو پوشیدہ رکھا۔ خدمت خلق کو تمام زندگی اپنا شعار بنائے رکھا۔ آپ کا معمول تھا کہ مختلف امراض کی ادویات اپنے پاس رکھتے تھے اگر کوئی جسمانی مریض آ جاتا تو آپ اس کو اس مرض کی دوا فراہم فرما دیتے۔ آپ کی نگاہ فیض جس پر بھی ایک بار پڑ جاتی اس کا سینہ روشن ہو جاتا اور وہ مادیت سے منہ موڑ کر روحانیت کی طرف مائل ہو جاتا اور یاد خدا میں مست و مستغرق ہو جاتا تھا۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ سروریہ قادریہ میں اپنے والد گرامی حضرت فقیر محمد دین ہاشمی سروری قادری علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور والد گرامی سے خرقۂ خلافت حاصل کر کے صاحب ارشاد ہوئے اور اپنے عظیم والد بزرگوار کے وصال کے بعد ان کے سجادہ نشین بھی مقرر ہوئے۔

آپ کے فیض یافتہ احباب☆: اپنے والد بزرگوار کے بعد آپ نے مسند برہان شریف کا سجادہ ہونے کا حق ادا کر دیا اور اپنی شب و روز کی محنت شاقہ سے نہ صرف برہان شریف بلکہ ایبٹ آباد، حسن ابدال اور گولڑہ غربی اٹک پنج کٹھہ اور ملک کے طول و عرض سے ہزاروں افراد نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔

بالخصوص حضرت پیر سید فتح حیدر شاہ جن کا مزار حسن ابدال میں مرجع خاص و عام ہے۔ بابا امیر خان چوہدری محمد اشرف خان، ملک محمد امین شامل ہیں جنہوں نے آپ سے خصوصی طور پر اکتساب فیض کیا۔ یہ چاروں حضرات ہر سوموار کو حسن ابدال سے اکٹھے ہو کر آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے۔ ان حضرات کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ چاروں حضرات آپ کے محرم راز تھے۔

دربار عالیہ برہان شریف کا اعزاز☆: دربار عالیہ سلطانیہ برہان شریف کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ حضرت سلطان باہو علیہ الرحمۃ کے صاحبزادگان حضرت صاحبزادہ محمد نواز سلطان والد گرامی حضرت سلطان غلام دستگیر قادری، سلطان غلام باہو، سلطان غلام دستگیر القادری نے بھی اپنی تعلیم کی تکمیل کے لئے اس دربار عالیہ میں قیام کیا اور فقہ حدیث اور آداب تصوف کی تعلیم کے سلسلہ میں یہ بزرگ ہستیاں کئی برس تک آپ کے پاس مقیم رہیں۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال ۱۳۴۷ھ بمطابق 1928ء کو برہان شریف میں ہوا۔ آپ کو آپ کے عظیم والد گرامی حضرت فقیر محمد دین ہاشمی علیہ الرحمۃ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

مزار پُر انوار موضع برہان شریف نزد حسن ابدال تحصیل حسن ابدال ضلع اٹک میں مرجع خاص و عام ہے جہاں پر اہل عقیدت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سائیں کرم الٰہی المعروف کانواں والی سرکار قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆ : عارف باللہ، مالک مقام فنافی اللہ، فارغ از مستقبل وحال، صاحب جلال و جمال متصرف بہ تصرفات، صاحب کشف وکرامات، حضرت سائیں کرم الٰہی المعروف بابا کانواں والی سرکار رحمتہ اللہ علیہ صاحب ترک وتجرید ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 1834ء بمطابق ۱۲۵۰ھ ارائیں خاندان کے ایک عظیم فرد جناب مہر غلام محمد کے گھر گجرات میں ہوئی۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام بھولاں بی بی ہے جو کہ ایک نیک متقی و پرہیز گار خاتون تھیں۔

ولادت باسعادت کے وقت ایک عجیب واقعہ ظہور پذیر ہوا کہ جس کمرے میں آپ کی ولادت ہوئی اس میں اندھیرا تھا مگر ولادت کے وقت قدرت خداوندی سے اس میں روشنی ہوگئی تھی۔

والدہ کی گود میں تھے تو آپ نہ عام بچوں کی طرح ہنستے نہ روتے نہ ہی کبھی آپ کو بھوک پیاس نے ستایا۔ جب والدہ دودھ پلاتیں تو جب تک ذکر خدا کا ورد نہ کرتیں تو آپ دودھ نہ پیتے تھے۔

جب سن شعور کو پہنچے تو اس وقت بھی کھانا بہت کم کھاتے اور زیادہ تر ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔

تعلیم وتربیت ☆ : آپ کے گھر کا ماحول چونکہ شروع ہی سے مذہبی اور روحانی تھا والدین کے علاوہ آپ کے بھائی مہر نظام الدین اپنے وقت کے بہترین عالم دین اور چوٹی کے فاضل تھے۔ والدین نے آپ کو حصول علم کے لئے محلّہ کی مسجد کے امام حضرت میاں نتھا صاحب جو کہ اپنے زمانے کے نہ صرف جید عالم دین تھے بلکہ اس زمانے کے عظیم مرد قلندر اور صاحب حال درویش تھے کے پاس قرآن کی تعلیم کے لئے بٹھا دیا۔ مگر چند ہی دنوں کے بعد آپ اپنے بھائی حضرت مولانا مہر نظام الدین کی درس گاہ میں داخل ہوگئے اور تھوڑے ہی عرصے میں مدرسہ کے تمام بچوں سے پہلے ہی قرآن مجید حفظ کر لیا۔ اس دوران بہت سی باتیں ایسی سرزد ہوئیں کہ جس سے یہ راز کھل گیا یہ بچہ کوئی معمولی نہیں بلکہ اپنے وقت کا عظیم ولی کامل ہے۔ آپ نے قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد قصیدہ غوثیہ یاد کر کے اس پر عبور حاصل کیا اور اس کے عامل بن گئے۔

مگر اس دوران آپ کا دل دنیاداروں حتیٰ کہ اپنے گھر والوں سے بھی بھر گیا اور اہل خاندان سے الگ تھلگ ہو کر ایک جھونپڑی میں رہائش اختیار کر کے یاد خدا میں مشغول ہوگئے۔

بیعت وخلافت ☆ : آپ بہت سے فقراء اور درویشوں کے پاس حاضری دیتے رہے مگر گوہر مقصود کہیں ہاتھ نہ آیا بالآخر حضرت پیر سید امام علی شاہ گیلانی قادری آستانہ عالیہ جمن چنڈالہ ضلع گجرات کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ رزاقیہ میں بیعت سے مشرف ہو کر انہی کے دست مبارک سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز وممتاز ہوئے۔

سیرت و کردار☆: آپ مادرزاد ولی اور صاحب کشف و کرامات بزرگ ہیں۔ تمام عمر شریعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ و
اور احکام خداوندی پر عمل پیرا رہے۔ کوئی کام خلاف شریعت سرزد نہ ہونے دیا۔ مرشد کامل سے خرقہ ملنے کے بعد آپ مختلف بزرگوں کے
مزارات پر حاضری دے کر ان کے فیوض و برکات سے مستفید ہوتے رہے۔ اس سلسلہ میں آپ نے طویل سفر بھی اختیار کئے بعد از ا
گجرات سے شمال مشرق کی جانب اپنی آبائی زمینوں میں اپنا ڈیرہ لگایا اور تقریباً ساٹھ برس تک یاد خدا میں مشغول رہنے کے ساتھ سات
مخلوق خدا کی خدمت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ اس دوران آپ نے بیس برس تک ایک لوہار کی دکان پر لوہے کا بڑا بادان (ہتھوڑا
چلانے کا کام کیا کرتے اور اپنی ریاضت وعبادت بھی مکمل کرتے رہے۔ اسّی برس تک آپ نے کبھی نماز تہجد قضا نہ کی۔ آپ پر بچپن سے
ہی درویشانہ رنگ غالب تھا مگر اس کے باوجود کبھی کبھی کھیتی باڑی میں اپنے والد گرامی کا ہاتھ بٹانے کے لئے کھیتوں میں ہل چلانے کے
لئے جاتے تو آپ کے استاد محترم جناب میاں نتھا کو بذریعہ کشف علم ہو جاتا تو وہ دوڑتے ہوئے کھیتوں میں تشریف لا کر آپ کے ہاتھوں
سے ہل لے کر خود چلاتے اور آپ سے فرماتے کہ آرام کریں آپ کی جگہ میں کام کروں گا۔

آپ کے والد گرامی نے جب یہ دیکھا کہ آپ کے استاد محترم اور بزرگ عالم دین و ولی کامل میرے بچے کی اس قدر خدمت میں
عزت اور توقیر کرتے ہیں تو یقیناً آنے والے وقتوں میں یہ میرا نور نظر بہت بڑا ولی کامل ہوگا۔ یہ سوچ کر آپ کے والد گرامی نے اس کے
بعد آپ سے کھیتی باڑی کے کام کے لئے کہنا چھوڑ دیا لیکن بعض اوقات آپ بذات خود اپنی مرضی سے ہل وغیرہ چلایا کرتے تھے۔ آپ
نے دنیا اور اہل دنیا کو اپنے نزدیک نہ بھٹکنے دیا۔ حتیٰ کہ اپنے والد کی جائیداد میں بھی حصہ دار نہ بنے آپ سے بڑے آپ کے دو بھائی تھے
جن میں ایک مولوی نظام الدین دوسرے مہر فضل دین تھے۔ ان میں جائیداد کا تنازعہ بنا تو وہ فیصلے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر
ہوئے تو آپ کے ہاتھ میں اس وقت روٹی پکڑی ہوئی تھی۔ آپ نے روٹی کے دو ٹکڑے کئے اور فرمایا والد کی جائیداد کے دو ٹکڑے کرتا
ہوں۔ ایک حصہ نظام الدین کا دوسرا فضل دین کا۔ اس طرح آپ نہ صرف زمین و جائیداد سے دستبردار ہوئے بلکہ دو بھائیوں کے درمیان
جھگڑے کو ختم کرنے کا باعث بھی ہوئے۔

اخلاق آپ کا بہت بلند اور سخاوت میں عدیم المثال تھے۔ آپ کے پاس جو کچھ بھی لنگر میں نذر و نیاز کے لئے آتا آپ فوراً
اسی وقت محفل میں موجود خدام وعقیدت مندان میں تقسیم فرما دیتے اور جو کچھ بھی بچتا وہ کوؤں کو تقسیم فرما دیتے۔ یہی وجہ تھی کہ کوے ہر
وقت آپ کی خانقاہ معلیٰ کے اردگرد نہ صرف جمع رہتے بلکہ آپ کے کندھوں اور جسم اطہر پر سوار رہتے اور آپ ہمہ وقت ان کی خوراک
ان میں تقسیم فرماتے رہتے تھے۔ اسی بنا پر آپ کو کانواں والی سرکار کے نام سے لکھا اور پکارا جاتا ہے۔

احترام سادات☆: آپ کو سادات کرام بالخصوص نواسہ رسول جگر گوشہ بتول سید الشہداء حضرت امام عالی مقام امام
حسین علیہ السلام کی ذات والا صفات سے بے حد پیار اور لگن تھی۔ ان کے نام تک کا احترام فرض جانتے تھے۔

آپ کے ایک ہم عصر ایک بزرگ جو آپ کے پیر بھائی تھے جن کا نام نامی سید حسین شاہ تھا سے آپ کی بے تکلفی اور گہری دوستی
تھی۔ اس زمانے میں گجرات میں کشتی کا کھیل اپنے عروج پر تھا۔ سید حسین شاہ نے ایک دن آپ کو کشتی کھیلنے کی دعوت دی آپ کشتی کے

لئے میدان میں آئے تو ضرور مگر ہوا یہ کہ بہت جلد سید حسین شاہ سے شکست کھا کر نیچے گر پڑے۔ سید حسین شاہ نے خوشی کے عالم میں آپ سے کہا کہ دیکھا میں نے آپ کو اپنے مقابلے میں کس طرح پچھاڑا ہے۔ آپ نے بڑی عقیدت و محبت سے فرمایا شاہ صاحب اپنے نام کی مناسبت دیکھو کہ کس عظیم ہستی سے اس کی نسبت ہے۔ لہٰذا کون اس کو بچھاڑ سکتا ہے۔

کشف و کرامات ☆ : ایک دن آپ لنگوٹ باندھے ہوئے اپنی خانقاہ میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے آپ کے گھڑے سے پانی نکال کر پینا چاہا۔ آپ نے اسے منع فرما دیا تو وہ کہنے لگا اس میں کون سا دودھ ہے جو آپ پینے سے منع فرما رہے ہیں۔ آپ نے یہ جواب سنا تو فرمایا اگر دودھ پینا ہے تو کنویں سے جا کر پی لو۔

آپ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور کنویں پر لے گئے وہ درویش دیکھ کر حیران رہ گیا کہ کنویں میں دودھ کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا۔ یہ دیکھ کر ورطہ حیرت میں ڈوب کر رہ گیا اور قدموں میں گر کر معافی کا خواستگار ہوا۔

آپ کی اس کرامت کی خبر پورے گجرات شہر میں آن واحد میں پھیل گئی۔ لوگ گھڑے اور برتن بھر کر دودھ لے جا رہے تھے۔ لا تعداد لوگوں نے جگہ پر ہی دودھ پیا۔ اور یہ سلسلہ تین دن تک جاری رہا۔ تین دن کے بعد وہ دودھ پانی میں تبدیل ہو کر اپنی اصلی حالت میں آ گیا۔ آج بھی لوگ مختلف بیماریوں سے نجات کے لئے اس کنویں کا پانی استعمال کر کے شفایاب ہوتے ہیں۔

کرامت نمبر۲ ☆ : ایک سکھ جس کے پانچ عزیز رشتہ دار مقدمہ قتل میں گرفتار تھے آپ کے در دولت پر حاضر ہوا اور رو کر ان افراد کی رہائی کے لئے فریاد کر کے کہنے لگا۔ کہ کسی طرح وہ بری ہو جائیں۔ آپ نے اٹھ کر اسے ڈنڈے مارنا شروع کر دیئے۔ ابھی چار ڈنڈے پڑے تھے کہ وہ تلملا کر بھاگ گیا۔ آپ نے فرمایا کہ پانچواں بیچ میں ہی چھوڑ گئے ہو۔

چنانچہ مقدمے کے فیصلے والے دن جب وہ تاریخ پر پیش ہوا۔ تو اس کے چار آدمی بری ہو گئے اور پانچویں کو سزائے موت کا حکم سنایا گیا۔ اب وہ افسوس کرنے لگا کہ اگر پانچواں ڈنڈا بھی کھا لیتا تو یہ بھی بری ہو جاتا۔

کرامت نمبر۳ ☆ : ایک بوڑھی عورت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی حضور ایک سال سے مجھے بخار ہے جو اترنے کا نام ہی نہیں لیتا۔ آپ نے اس کی بات سن کر ارشاد فرمایا اپنا بخار اس کیکر کے درخت کو دے دو۔ اس کے بعد آپ نے کیکر کے درخت کی طرف اشارہ فرمایا۔ اللہ کی قدرت سے وہ عورت اسی وقت تندرست ہو گئی اور کیکر کا درخت خشک ہو گیا۔ اور اس میں شگاف پڑ گئے۔ اور ایک مدت کے بعد اس میں کونپلیں پھوٹیں جس سے وہ درخت پھر سے ہرا بھرا ہو گیا۔

وصال باکمال ☆ : آپ کا وصال باکمال ۱۸ جولائی 1929ء بمطابق ۲۲ صفر المظفر ۱۳۴۸ھ پانچ ساون بروز جمعرات بوقت شام ۵ بجے ہوا۔ مخلوق خدا کے اژدہام کی وجہ سے تین مرتبہ نماز جنازہ ادا کی گئی۔

مزار پر انوار جھنگی کا نواں والی گجرات میں مرجع خلائق عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت میاں محمد پناہ قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: بحر شریعت وطریقت، خورشید ولایت، غواصِ بحرِ معانی، قطب ابدال، صاحب جذبات وجلال ونفحات جمال
بے مثال، حضرت میاں محمد پناہ قادری رحمتہ اللہ علیہ آپ شانِ عظیم اور حال قوی، ہمت بلند اور نفس قاطع رکھتے تھے۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۹۳ھ بمطابق 1876ء میں قطب المشائخ والعلماء حضرت میاں تاج محمد قادری علیہ الرحمۃ
گھر واقع کٹبار شریف شہر گودھ صوبہ بلوچستان میں ہوئی۔

آپ کا گھرانہ صدیوں سے علم وعرفان کا گہوارہ چلا آ رہا تھا، فقر و درویشی اور علم شریعت وطریقت آپ کو ورثہ میں ملا تھا۔ آپ
ابتدائی تعلیم وتربیت اپنے گھر میں مکمل ہوئی۔ بعد میں اپنے برادر بزرگ حضرت میاں مولوی محمد حسن قادری علیہ الرحمۃ کے نیک
شاگرد حضرت مولانا خدا بخش لہائی سے فارسی کی درسی کتب پڑھیں اور باقی تعلیم صرف بہائی سے توضیحات تک مولانا حاجی عبداللہ
ساکن عمرپور سے حاصل کیں، اس کے علاوہ کتب شرعیہ کے مطالعہ کا بھی شوق تھا، منقول ومعقول خاص کر علم تصوف ومعرفت میں درجہ
کمال تک پہنچے، آپ انتہا درجہ کے صاحب ذوق وشوق اور مرجع عوام وخواص تھے۔ بحر عشق محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سر سے پاؤں
تک غرق رہے۔

قبل از وصال آپ کی کیفیت ☆: آپ نے اپنے صاحبزادوں حضرت حاجی میاں تاج محمد اور میاں احمد شاہ منٹھر
کو اشارۃً اپنے وصال کے بارے میں بتا دیا تھا، دس دن کی علالت کے دوران اپنے فرزندِ اکبر کو وصیت فرمائی کہ میری نیت تھی کہ میں
حج بیت اللہ کرنے جاؤں، مگر اب تک یہ نیت پوری نہیں ہوئی۔

یوں تو حیات وممات اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، ویسے میرے بعد حج خیر کرا دینا، حج خیر فقہا کے نزدیک جائز ہے، اس کے
علاوہ چند باتیں خانگی امور کے بارے میں بھی ارشاد فرمائیں، حج اخیر آپ کے وصال کے بعد حاجی عبدالغنی پسر حاجی غلام محمد کھو
ساکن شاہی واہ کے ذریعے ادا ہوا۔

وصال سے چار پانچ روز پیشتر آپ نے دو تین گائے اور دو عدد بھیڑیں، اور ایک بکرا فی سبیل اللہ راہ خدا میں ذبح کرایا، مگر

تمام گوشت اُسی طرح محفوظ کروادیا، اور فرمایا کہ اس کے مصرف کے بارے بعد میں بتاؤں گا۔

وصال سے قبل عشاء کی نماز کے بعد سردار بہادر نواب میر اسداللہ خان اپنے دیگر افراد خانہ جن میں میر تاج محمد خان، میر محمد بخش خان، میر محمد اکبر خان اور قاضی یار محمد کے ہمراہ آپ کی زیارت وعیادت کے لئے تشریف لائے، اُس وقت آپ نے اُس گوشت میں سے بکرے کا گوشت پکوانے کا حکم دیا، ملاقات کے بعد نواب رئیسانی اور قاضی صاحب کی جانب متوجہ ہوکر فرمایا آپ تشریف لائے بہت اچھا کیا، آپ کے آنے سے میرا دل باغ باغ ہوگیا، اور شاید یہ وقت آخر ہو۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۲۰ شوال المکرّم ۱۳۴۸ھ بمطابق 1929ء کو صبح کے وقت ہوا۔

مزار پُرانوار کٹبار شریف شہر گودھ صوبہ بلوچستان میں مرجع خاص وعام ہے، جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب واذہان کو نورِ عرفان کی دولت سے مالا مال کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت مولوی میاں محمد حسن قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: جامع الحسنات وصفات وکمالات، علم وفقر کے شہنشاہ، عارف واکمل وافضل حضرت مولوی میاں محمد حسن قادری رحمتہ اللہ علیہ درگا کٹبار شریف کے روشن چراغ ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۸۳ھ بمطابق 1866ء میں اپنے وقت کے صوفی بزرگ حضرت میاں تاج محمد قادری علیہ الرحمۃ کے علمی وروحانی گھرانے واقع کٹبار شریف شہر گودھ صوبہ بلوچستان میں ہوئی۔

آپ کی ابتدائی تربیت وتعلیم اپنے گھر میں ہی والد گرامی کے ہاتھوں مکمل ہوئی، اس کے علاوہ فارسی کی تمام کتب بھی والد بزرگوار سے ہی پڑھیں، بعدازاں مٹھری کے مقام پر مولوی گل محمد شہداد پوری جو سردار محمد اسد اللہ خان رئیسانی کے پاس عہدہ قضا پر متعین تھے ان سے استفادہ کیا، صرف شرح مُلا جامی ومُلا عبدالغفور، مولانا حافظ علی مراد سے پڑھیں، آپ کے استاد حافظ علی مراد نابینا ہونے کے باوجود درسی کتب پر مکمل مہارت تامہ رکھتے تھے۔ منتہیٰ درجہ کی کتابیں مولوی محمد ہاشم ساکن گڑھی یٰسین سے پڑھیں اور اُنہی کے ہاتھوں دستار فضیلت حاصل کر کے فارغ التحصیل اور متبحر عالم بن کر آسمان علم کا ستارہ بن کر چمکے۔

تعلیمی سلسلہ میں مختلف بزرگوں کی پیشین گوئی ☆: جن دنوں آپ اپنے والد بزرگوار سے صرف بہائی پڑھ رہے تھے، اُن دنوں آپ کے والد بزرگوار کو احمد خان کھوسہ کی دعوت پر سندھ جانا پڑا۔ سندھ جاتے ہوئے اس خیال سے کہ آپ کے اسباق میں حرج پیدا ہوگا آپ کو بھی ہمراہ لے گئے۔

سندھ سے واپسی پر حضرت پیر سید حسن شاہ علیہ الرحمۃ کے مزار پُرانوار پر حاضری دی اور دعا پڑھی، رات کو قبّے کے اندر قبر کے قریب سوئے، جب صبح کو اُٹھے تو آپ کے والد گرامی نے آپ کو مبارکباد دی اور فرمایا میں نے تمہارے تحصیل علم کے لئے دعا کی تھی، میں نے دیکھا کہ پیر صاحب نے تمہیں سبز انگوٹھی پہنائی ہے۔ اس سے میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ خداوند تعالیٰ تجھے عالم بنائیں گے، اور تمہیں عہدہ قضا بھی تفویض ہوگا۔

اسی طرح آپ کے والد گرامی نے آپ کے لئے حضرت مخدوم محمد صدیق علیہ الرحمۃ کے مزار پُرانوار پر بھی دعا کی تھی، بعداز

عا فرمایا تھا کہ الحمدللہ حضرت مخدوم صاحب ہم پر وہی نظرِ شفقت رکھتے ہیں جو ہمارے بزرگوں پر تھی۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے والد بزرگوار حضرت میاں تاج محمد علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست بیعت سے مشرف تھے۔اور اُنہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز وممتاز ہوئے۔

سیرت وکردار ☆: آپ کو دینی علوم کے علاوہ علم حکمت پر مکمل عبور حاصل تھا۔اور اپنے اس فن میں کامل واکمل تھے،جس سے ایک زمانہ مستفیض ہوتا رہا ہے،لوگوں کا تانتا ہر وقت آپ کے در دولت پر بندھا رہتا،لاتعداد لا علاج مریض شفایاب ہوئے۔

آپ نے علم فقہ سے متعلق چند رسائل بھی تصنیف فرمائے،عنفوان شباب میں کچھ عرصہ تک درس وتدریس کے شعبہ سے بھی سلک رہے،اس دوران جن حضرات نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر کے استفادہ کیا اُن میں حضرت مولانا عبدالستار اور ولانا خدا بخش لہائی زیادہ مشہور ہیں۔

علاقہ کچھی اور سندھ کے آس پاس کے لوگ آپ کے سرمایۂ علمی سے بالواسطہ اور بلاواسطہ بہرہ یاب ہوتے رہے ہیں۔

اکثر ناڑی اور لہڑی کے علاقوں سے متعلق مقدمات اور معاملات حکام بالا کے توسط سے آپ کی خدمت میں بھیجے جاتے تھے، پ شریعت کے احکام کے مطابق فیصلے صادر فرماتے تھے،کبھی کبھی حکام بالا آپ کو اپنے پاس بلا کر روبرو بھی فیصلے کرواتے تھے۔

آپ روحانی فیوض وبرکات کے علاوہ دینوی امور میں بھی دلچسپی لیتے تھے،اچھی خوراک اچھا لباس خصوصیت سے استعمال رماتے تھے،مہمان نوازی آپ کی مشہور تھی،آپ کا کمرہ ہمہ وقت مہمانوں سے بھرا رہتا تھا،کٹبار کی بڑی جامع مسجد جس کی نظیر لہڑی اور ڑی کے علاقہ میں نہیں ملتی،آپ نے اپنی ذاتی کوشش سے تعمیر کروائی۔

لہڑی کے قریب رفاہ عام کی غرض سے اپنی جیبِ خاص سے ہزاروں روپے خرچ کر کے بند بنوایا تاکہ لوگ اپنی زمینوں کو آباد کر سکیں۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال بروز چہارشنبہ (بدھ) ۲۲ ذیعقد ۱۳۵۰ھ بمطابق 1931ء کو ہوا۔

مزار پُرانوار کٹبار شریف شہر گودھ صوبہ بلوچستان میں مرجع خاص وعام ہے، جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت الحاج سیّد سردار شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: پروردۂ نگاہ لطف رسول مدنی، فخر السادات، عالم ربانی، مرشد لاثانی، ستارۂ ولایت آسمانی حضرت الحاج سید سردار شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ قدوۃ الاخیار ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت قصبہ گڑھی اختیار خان، خانپور ضلع رحیم یار خان کے سادات بخاری قطبی خاندان کے ایک عظیم فرد کامل کے گھر میں ہوئی۔

قصبہ گڑھی اختیار خان، ایک نیک پاکباز انسان جناب حاجی اختیار خان مرحوم کے نام سے منسوب ہے۔ قصبہ کی مرکزی جامع مسجد بھی انہی حاجی صاحب مرحوم کی تعمیر کردہ ہے جو کہ اپنے علاقہ کی عظیم الشان مساجد میں سے ایک مسجد ہے۔

بانی بھرچونڈی شریف حضرت خواجہ حافظ محمد صدیق قادری علیہ الرحمتہ نے قصبہ گڑھی اختیار خان کی مسجد کو دیکھ کر نہ صرف حاجی صاحب کے فن تعمیر کی داد دی بلکہ اسی طرز اور نقشہ پر دربار عالیہ بھرچونڈی شریف میں مسجد کی تعمیر مکمل کی ہے۔

حضرت پیر سید سردار شاہ بخاری قادری علیہ الرحمتہ نے ابتدائی تعلیم سے لے کر درس نظامی تک کی تعلیم اپنے علاقہ کے متجر علماء سے حاصل کی۔

اور جب دوسری مرتبہ حج بیت اللہ شریف کے لیے گئے تو مدینۃ الرسول میں ایک سالہ قیام کے دوران دورۂ حدیث شریف اور فصوص الحکم حضرت مولانا عبدالباقی لکھنوی ثمہ مدنی علیہ الرحمتہ سے پڑھ کر تحصیل و تکمیل کی۔

حج بیت اللہ اور سرکار علیہ السلام کی نگاہ کرم ☆: آپ نے اپنی زندگی میں دو مرتبہ حرمین شریفین کا سفر کیا اور ہر مرتبہ میں ایک سال قیام کیا۔ یعنی ایک مرتبہ حج کو گئے حج پڑھا اور پھر قیام کر کے اگلے برس حج پڑھ کر واپس آ گئے۔ اسی طرح دوسری مرتبہ بھی ہوا۔ اس طرح آپ نے اپنی زندگی میں چار مرتبہ حج بیت اللہ شریف کی سعادت حاصل کی۔ اور قیام کے دوران زیادہ تر آپ کا قیام مدینہ شریف میں ہوتا تھا۔

جب آپ نے پہلی مرتبہ حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر واپسی کا ارادہ کیا تو خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال

جہاں آرا سے مشرف ہوئے۔ سرکار علیہ السلام نے ارشاد فرمایا

اَلْمَدِیْنَۃَ خَیْرَ الَّھُمْ لَوْ کَانُوْ یَعْلَمُوْن

سرکار علیہ السلام کا یہ فرمان ذیشان سن کر آپ نے وطن واپسی کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ اور مدینہ پاک میں ہی پورا سال قیام پذیر رہے۔ اس دوران آقا علیہ السلام کی خصوصی نگاہ کرم آپ کے شامل رہی۔ مدینہ منورہ میں قیام کے دوران جس چیز کی ضرورت ہوتی آپ مواجہ شریف کے سامنے سرکار کی بارگاہ میں عرض کر دیتے۔ فوراً شنوائی ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ آپ کے کپڑے میلے ہو گئے۔ صابن وغیرہ کے لیے پیسے بالکل نہ تھے۔

آپ نے مواجہ شریف کے قریب کھڑے ہو کر آقا علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے کپڑے میلے ہو گئے ہیں۔ آپ کے دربار میں اس حالت میں حاضری دیتے ہوئے شرم آتی ہے۔ یہ بات کر کے آپ نماز عصر میں مصروف ہو گئے۔ جب سلام پھیرا تو ایک شخص نے پچھلی صف سے آپ کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا یہ لو صابن اور کپڑے دھو لیجئے۔ اور اگر مجھے اتار کر دے دیں تو میں دھو بھی دیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا نہیں میں نے جو کچھ عرض کیا تھا وہ مجھے مل گیا ہے۔

مدینہ پاک کا ایک اہم واقعہ☆: آپ مدینہ پاک میں اپنے قیام کے زمانے کا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم حرم مدینہ منورہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں مولوی خلیل احمد انبیٹوی سہارنپوری حرم شریف میں آئے اور نماز ظہر ادا کرنے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ ایک مصیبت زدہ عرب دور سے مولوی صاحب کا نماز میں خشوع وخضوع دیکھتا رہا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو وہ عرب قریب آیا اور مولوی صاحب سے کہنے لگا۔ اے شیخ! آپ اللہ کے ولی معلوم ہوتے ہیں۔ آپ نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی نماز یاد دلا دی ہے۔

یقیناً آپ کی دعا اللہ کی بارگاہ میں قبول ہو گی۔ میں سخت مصیبت میں ہوں۔ آپ میرے ساتھ ساتھ چل کر روضہ شریف کی جالی کے سامنے کھڑے ہو کر میرے لیے دعا کریں۔ تاکہ میری مشکل آسان ہو جائے۔ کیونکہ یہ جگہ ایسی ہے کہاں دعائیں مقبول ہوتی ہیں۔

جونہی مولوی خلیل احمد نے یہ بات سنی تو غصے کے عالم میں کہنے لگے تم اہل عرب نے مشرکین مکہ کا اعتقاد اپنا لیا ہے۔ کیا خدا یہاں نہیں سنتا جو وہاں چلیں۔ تمہیں ایسی بات کہتے ہوئے شرم نہ آئی۔

مولوی خلیل احمد کا اتنا کہنا ان کے اپنے لیے وبال جان بن گیا۔ اس عربی نے کہا لعنت ہو تم پر تم مجوسی نکلے۔ میں نے تو دور سے اندازہ لگایا تھا کہ تم مسلمان ہو گے۔ مگر میرا خیال غلط نکلا۔ تم منافق ہو۔ اسلام کی آڑ میں تم نے اپنے مطلب کی نشر واشاعت کا جال بچھا رکھا ہے۔ یہ کہہ کر اس نے ڈنڈا اٹھایا اور مولوی خلیل احمد کو مارنے لگا۔ میں نے موقعہ کی نزاکت اور مسجد نبوی کے تقدس کو دیکھتے ہوئے اس عربی کو آواز دے کر کہا۔ اِصْبِرْ، اِصْبِرْ یَا شَیْخ بِحَضْرَۃِ النَّبِیْ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمْ تَفْعَلْ ھٰکَذَا صَلِّ عَلَی النَّبِیِّ صَلَی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمْ۔ تب اس عربی نے ڈنڈا روکا۔ میں نے اس کا غصہ ٹھنڈا کیا۔ اس طرح مولوی خلیل انبہٹوی کی جان بخشی ہوئی۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت شیخ ثانی خواجہ محمد عبداللہ قادری آف بھرچونڈی شریف صوبہ سندھ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اورانہی سے خرقۂ خلافت پاکر سرفراز وممتاز ہوئے۔

سیرت وکردار ☆: آپ کوخدانے بہت سی خوبیوں اوراعلیٰ صفات اور بہترین صلاحیتوں سے نوازا ہوا تھا۔ آپ کی مجلس میں جوآتا وہ وہاں سے اٹھنا بھول جاتا تھا۔ قرآن مجید کے دس سپارے تلاوت کرنا آپ کا روزمرہ کا معمول تھا۔ مرض الموت کے علاوہ کبھی ناغہ نہیں ہوا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب تلاوت کرتا ہوں زبان میں شہد کا مٹھاس پیدا ہو جاتا ہے۔ جس کے مزے لے کر پڑھتا رہتا ہوں۔

علم باطن کا شوق آپ کو حضور شیخ ثانی خواجہ محمد عبداللہ قادری علیہ الرحمتہ کی خدمت میں لے گیا۔ جہاں آپ نے باطنی علوم کی تکمیل فرمائی۔

آپ کے مرشد کامل آپ پر اس قدر مہربان تھے کہ جب ان کی خدمت میں کوئی سالک یا شاغل آتا تو وہ آپ کے پاس تربیت کے لیے بھیج دیا کرتے تھے۔

آپ اپنے مرشد کی ظاہری حیات مبارکہ میں تمام عمر بھرچونڈی شریف کی مرکزی جامع مسجد میں امام رہے۔ اور حلقہ ذکر بھی آپ کے سپرد رہا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال گیارہ شعبان المعظم 1351 ہجری بروز منگل نیم شب بمطابق 1932ء کو ہوا۔ مزار پُرانوار قصبہ گڑھی اختیار خان خانپور ضلع رحیم یارخان میں مرجع خاص وعام ہے۔

جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت پیر سیّد مغفور القادری مدظلہ سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ جو اپنے وقت کے بہترین عالم و فاضل صاحب تصنیف، صاحب درد، صاحب دل، بزرگ اور آستانہ عالیہ بھرچونڈی شریف میں حضرت شیخ ثالث خواجہ پیر محمد عبدالرحمان قادری علیہ الرحمتہ کے مرید اور اجازت وخلافت یافتہ ہیں۔ خدا کرے عمر دراز اور زیادہ۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سیّد سعید احمد شاہ گیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: خورشید ولایت قادریہ، محدث حقائق وجد و پیان، قبلہ طالبان، غواصِ بحر معانی، آشنائے رموز کنایات حضرت قبلہ عالم سید سعید احمد شاہ گیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ حال قوی اور ہمت بلند میں مشہور تھے۔

آپ کی ولادت باسعادت قطب الوقت حضرت آقا سید پیر جان شاہ قادری علیہ الرحمۃ کے علمی و روحانی گھر واقع پشاور میں ہوئی۔ آپ آقا سیّد پیر جان شاہ علیہ الرحمۃ کے تیسرے فرزند ارجمند تھے، آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت کا والد گرامی نے بہت خیال رکھا اور بڑے ناز و انداز سے آپ کی تعلیم کا ابتدائی مرحلہ از خود مکمل کرایا، بعد ازاں دیگر علوم و فنون کی تکمیل کے لئے دیگر مقتدر علماء اور مشائخ کے پاس ان کے مدارس میں داخل ہو کر ہمت مردانہ سے کام لیتے ہوئے بہت ہی تھوڑے عرصے میں علوم و فنون میں درجہ کمال کو پہنچے۔

بیعت و خلافت ☆: آپ نے سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے عظیم والد گرامی کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے، اور انہی کے ہاتھوں خرقہ خلافت و اجازت پا کر سرفراز و ممتاز ہو کر صاحب ارشاد ہوئے۔

سیرت و کردار ☆: آپ نہایت ہی باوقار، ذی وجاہت، صاحب اثر و نڈر بے باک شخصیت کے حامل تھے اوصاف حمیدہ اور محامد حسنہ کے حامل، انتہائی فیاض، سخی، مہمان نواز اور پاکیزہ صورت و سیرت اور نفس مطمئنہ کی شان رکھتے تھے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچے اور پکے عاشق صادق تھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق میں آپ کی حالت یہ تھی کہ جب کوئی حاجی حج کر کے اور زیارت روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کر کے واپس آتا تو مدینہ پاک کے حالات سن کر آپ پر رقت طاری ہو جاتی۔

خداوند عالم نے کثیر تعداد میں خیر و برکات سے آپ کو نوازا ہوا تھا۔ تمام عمر درویشی میں بادشاہی کی، مگر توکل و استغنا میں عدیم المثال اور یگانہ روزگار تھے۔

رب کائنات نے جس طرح باطنی حسن وافر مقدار میں عطا فرمایا تھا، اُسی طرح ظاہری حسن و جمال میں بھی اپنی مثال آپ تھے، دیکھنے والا آپ کے چہرے کو تکتا ہی رہ جاتا تھا۔ آخری عمر میں ظاہری آنکھوں کی بینائی سے محروم ہو گئے تھے، مگر باطنی آنکھیں اس قدر

روشن ومنور تھیں کے آنے والے کے دل کے حالات سے فوراً باخبر ہو جاتے اور ازخود اس کے آنے کا مقصد نہ صرف بتا دیتے تھے، بلکہ اس کے مقصد کا مداوا بھی فرما دیتے تھے۔

آپ کا معمول تھا کہ ہر جمعہ کی شب ذکرِ الٰہی کا حلقہ قائم فرماتے، اپنے بزرگوں کے طریقہ پر اپنے اسلاف کے اعراس کا اہتمام فرماتے خصوصاً گیارہ ربیع الثانی کے دن حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ایصال ثواب کی محفل سجائے، تمام دن صبح سے لے کر نماز عشاء تک لنگر غوثیہ جاری رہتا، ہزار ہا لوگ اس تبرک کو کھاتے اور گھروں کو بھی لے کر جاتے تھے۔ الحمدللہ یہ سلسلہ اب بھی جاری وساری ہے۔

آپ نے کبھی کسی سیاسی جماعت میں حصہ نہیں لیا، ہاں وہ مجاہدین جو انگریزوں کے خلاف آزاد قبائل میں لڑ رہے تھے، اُن کی حتی الامکان امداد ودستگیری فرماتے تھے، ترکوں کی حمایت میں ہر وقت کمر بستہ رہے، عقائدِ اہل سنت وجماعت پر سختی سے گامزن اور علمائے اہل سنت کی انتہا درجہ کی قدر ومنزلت فرماتے تھے۔

عقائد باطلہ مثلاً نیچریت، قادیانیت، نجدیت، ووہابیت، اور گلابی وہابیت کو نہایت ہی ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے اور ارشاد فرماتے جس طرح آگ لکڑی کو جلا کر بھسم کر دیتی ہے اسی طرح خراب عقیدہ والے صحبت نیک اعمال کو کھا کر انسان کو تباہ و برباد کر دیتی ہے۔

آپ اپنے متعلقین ومعتقدین کو ہمیشہ بدعقیدہ لوگوں سے بچنے کی تلقین فرماتے تھے۔

ارشادات وتعلیمات ☆: آپ فرماتے ہیں کہ مرید مخلص کو اپنے شیخ کی صحبت ہی کافی ہے۔ اکثر فرماتے تھے کہ ''یک در گیر ومحکم گیر'' یعنی ایک کا ہو کے رہ جا، اور فرماتے ہزار عیوب سے اپنے پیر کی صحبت بچا لیتی ہے۔

نمبر۲ ☆: آپ فرماتے ہیں کہ ''حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عشق ہی عین ایمان ہے۔''

نمبر۳ ☆: آپ فرماتے ہیں کہ جس نے اپنے پیر کا ادب کیا وہ مراد کو پہنچ گیا۔

اولاد وامجاد ☆: خداوند عالم نے آپ کو کثیر تعداد میں اولادیں عطا کیں، جن کا وصال بچپن ہی میں ہو گیا تھا۔ صرف ایک صاحبزادی جن کی شادی حضرت سید سعید جان بن الحاج آقا سید سکندر شاہ علیہم الرحمۃ سے ہوئی۔

جبکہ ایک صاحبزادے حضرت حافظ سیّد محمد زمان شاہ قادری علیہ الرحمۃ زندہ تھے جن کے ذریعے آپ کا ظاہری وباطنی سلسلہ آگے چلا اور خوب پھلا پھولا۔

کشف وکرامت ☆: جناب حاجی محمد قاسم مرحوم فرماتے ہیں کہ میں نے پوری زندگی میں ڈھائی ہزار بزرگوں کی زیارت کی مگر آپ جیسا کشف عیانی والا درویش نہیں دیکھا۔

حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ مجھ پر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ بہت تنگ دست ہو گیا۔ مجھے ایک فقیر نے فراخی رزق کے لئے ایک وظیفہ دیا، میں حضرت شاہ محمد غوث لاہوری قادری علیہ الرحمۃ کی مسجد مبارک میں وہ وظیفہ پڑھا کرتا تھا۔

ایک دن جب میں وظیفہ پڑھ کر فارغ ہوا تو پشاور سے بڑے آغا جی تشریف لے آئے، اُس وقت آپ ظاہری آنکھوں سے

معذور تھے۔میں نے قدم بوسی کی تو آپ نے فوراً فرمایا حاجی صاحب آپ فلاں وظیفہ پڑھ رہے تھے۔ میں نے عرض کی حضور درست ہے۔فرمایا وہ وظیفہ چھوڑ دو، پھر فرمایا کہ یہ وظیفہ پڑھا کرو۔

حاجی قاسم صاحب مرحوم فرماتے ہیں کہ میں آپ کے اس کشف عیانی کو دیکھ کر دنگ رہ گیا، اور اس کے بعد سے آپ کا بتایا ہوا وظیفہ شروع کر دیا۔ جس کے بعد مرے حالات دن بدن بدلنے شروع ہو گئے۔ اس کے ساتھ ہی مجھے باطنی تشفی ہو گئی، اور پھر مجھے دوبارہ کبھی تنگدستی کا خیال تک نہ آیا۔ جس چیز کی ضرورت ہوتی تھی اللہ تعالیٰ فوراً عطا فرما دیتا تھا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۳۵۸ھ بمطابق 3 مئی 1939ء کو عشاء کے وقت ہوا۔ 4 مئی 1939ء کو دن گیارہ بجے کے قریب آپ کی نماز جنازہ ہزاروں افراد نے پڑھی، جس میں مسلمان تو مسلمان رہے، سینکڑوں کی تعداد میں غیر مسلم بھی غمناک انداز میں شریک ہوئے۔

مزار پُر انوار وزیر باغ پشاور صوبہ سرحد میں حضرت سید ابوالبرکات حسن شاہ بادشاہ قادری علیہ الرحمۃ کے احاطہ میں مرجع خاص و عام ہے، جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر آج بھی منہ مانگی مرادیں پا رہے ہیں۔

فقیر راقم الحروف کو تادم تحریر ایک مرتبہ آپ کے مزار پُر انوار کی حاضری کی سعادت حاصل ہے۔ اس موقع پر علامہ محمد ثناء اللہ قادری خطیب اعظم جامع مسجد قباء گلستان فاطمہ کالونی غوث اعظم روڈ کے علاوہ مجاہد اہل سنت صوفی باصفا حضرت علامہ صوفی حامد نواز نقشبندی مدظلہ بھی فقیر راقم الحروف کے ہمراہ تھے۔

آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت حافظ سیّد محمد زمان شاہ قادری گیلانی علیہ الرحمۃ سجادہ نشین مقرر ہوئے، ان کے وصال کے بعد امیر اہل سنت حضرت علامہ مولانا سید محمد امیر شاہ گیلانی علیہ الرحمۃ سجادہ نشین مقرر ہوئے، ان کے وصال کے بعد مجاہد اسلام فخر السادات گیلانیہ حضرت آغا سید نور سلطان شاہ گیلانی قادری مدظلہ العالی سجادہ نشین ہیں، جو بلند پایۂ عالم اور جامع الحسنات و صفات ہیں، فقیر راقم الحروف سے اچھی طرح یاد اللہ ہے، خدا حضرت کا سایہ تادم حشر قائم و دائم رکھے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت آغا سید فقیر شاہ گیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: مردِ قلندر ہمہ اوصاف یگانہ، غوث زمانہ، فقیر مست الست، ستارۂ ولایت آسمانی، واقف اسرار علم لدنی، مستغرق در بحرِ عشق و محبت، شاہباز میدان حقیقت و معرفت حضرت آغا سید فقیر شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ آفتاب بلندی ہائے عظمت و جلال ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت پشاور میں اپنے زمانے کے عظیم فرد کامل حضرت سید میر بزرگ شاہ علیہ الرحمتہ جو حضرت شاہ قبول اولیاء قادری پشاوری علیہ الرحمتہ کی پانچویں پشت سے اولاد میں سے تھے۔ آپ کی والدہ محترمہ حضرت میر سید فتح شاہ بخاری علیہ الرحمتہ موضع وڈپگہ پشاور کی اولاد سے ہیں۔ اس طرح آپ حسنی حسینی سیّد ہیں۔

آپ نے ابتدائی دینی اور روحانی تعلیم اپنے والد گرامی علیہ الرحمتہ سے ہی حاصل کی اور دینی و دنیاوی علوم میں دن و رات محنت کر کے درجۂ کمال کو پہنچے۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے والد گرامی حضرت سیّد میر بزرگ شاہ قادری علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقۂ خلافت و اجازت حاصل کر کے سرفراز ہوئے۔

آپ اپنے والد گرامی کے بعد ان کے سجادہ نشین بھی مقرر ہوئے۔

سیرت و کردار ☆: آپ کی ذات والا صفات حسن اخلاق کا مجسمہ اور خلائق کیلئے ایک مکمل نمونہ تھی۔ پابندی صوم و صلوٰۃ کا یہ عالم تھا کہ حتی الوسع نماز باجماعت ادا کرتے تھے۔ فضائل میں سب سے بڑی خوبی حلیمی، صبر و شکر، اور سخاوت و قناعت تھی۔

کسی نے پوری زندگی میں آپ کو غصہ کی حالت میں نہیں دیکھا۔ خداوند کریم نے شکل و صورت ایسی عطا فرمائی کہ دیکھنے والا شیدا ہو کے رہ جاتا تھا۔ رعب و جلال کا عالم یہ تھا کہ کوئی بڑے سے بڑا آدمی بھی آنکھ ملانے کی ہمت نہ رکھتا تھا۔

آپ جب کبھی بچوں سے گفتگو فرماتے تو بچوں کو محسوس نہ ہوتا کہ ہم کسی بزرگ سے بات کر رہے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کی مجلس میں کیا بوڑھا کیا جوان محظوظ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ جو بھی آپ کی بارگاہ میں آیا۔ فیض سے محروم نہ گیا۔ آپ پر نکلس کی بیماری نے حملہ کر دیا۔ سخت تکلیف کے باوجود کبھی زبان پر شکوہ نہ آیا۔ سخت تکلیف میں فرماتے اے رب العالمین میں ناچیز تیری آزمائش کے قابل نہیں ہوں۔ تو اس ناچیز کو اس امتحان میں اپنے فضل و کرم سے ثابت قدم رکھ۔

آپ جس قدر خوش مزاج تھے اسی قدر خوش لباس بھی تھے۔ جب مسند پر جلوہ افروز ہوتے تو محسوس ہوتا تھا کہ درویشی کے لبادہ میں

ایک بادشاہ مسند نشین ہے۔ اور حقیقت بھی اسی طرح تھی کہ اللہ کریم کے انوار و تجلیات اور انعام و اکرام کی ہمہ وقت آپ پر بارش ہوتی تھی، آپ کی مجلس میں اگر امراء کو دیکھا جائے تو پتہ یہ چلتا تھا کہ آپ کی مجلس میں امراء ہی امراء موجود ہیں اور اگر فقراء کی طرف نظر اٹھتی تو ایک قلندری دربار معلوم ہوتا تھا۔

رحمت خداوندی کے اس انعام و اکرام میں ایک انعام آپ کی اہلیہ محترمہ بھی ہیں۔ جو برصغیر پاک و ہند کی مشہور ہستی حضرت آقائے سید میر جانی شاہ قلندر کی نواسی ہیں۔ جو اپنے خاندان کی ایک ہی چشم و چراغ ہیں کوئی نرینہ اولاد ان کے خاندان میں نہ تھی۔

اسی لیے آپ کو حضرت شاہ قبول اولیاء کی سجادہ نشینی کے علاوہ حضرت آقائے میر جانی شاہ قلندر علیہ الرحمتہ کی سجادہ نشینی اور انہی کی وساطت سے زبدۃ العارفین، سلطان السالکین حضرت سید شاہ عبدالطیف قادری المشہدی علیہ الرحمتہ المعروف بری امام سرکار کی سجادہ نشینی بھی آپ کو عنایت ہوئی۔

آپ نے ان تمام فرائض کو اس خوش اسلوبی سے انجام دیا کہ برصغیر پاک و ہند میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ آپ کے فیض و کرم کے اس دریا سے نہ صرف پاک و ہند میں بلکہ پورے برصغیر اور اس سے باہر کے لوگ بھی آپ کے روحانی فیضان سے مستفید ہوتے رہے۔

آپ کی بردباری اور تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ جب حضرت بری امام سرکار علیہ الرحمتہ کا بارہ روزہ عرس مقدس موجود نور پور شاہاں نزد اسلام آباد میں شروع ہوتا تو آپ اس دوران شب و روز ایک ہی جگہ بیٹھے رہتے۔ سوائے نماز اور دربار بری امام کی حاضری کے۔ لیکن کسی نے ان ایام میں آرام کرتے نہیں دیکھا۔ نہ ہی تازہ وضو کرتے دیکھا۔ آپ کے اس عمل سے لوگ آج تک حیران ہیں۔

وصال کی پیشگی اطلاع اور کرامت☆: آپ اپنے وصال سے قبل پشاور سے مری آ گئے۔ اور وصال سے چند دن پہلے اپنے ان مریدین کو خطوط لکھے جو پشاور سے مری جاتے ہوئے راولپنڈی کے راستے میں رہتے ہیں۔ آپ نے خطوط میں صاف اور واضح لکھا کہ مری سے واپسی پر آپ لوگوں کے ہاں قیام نہ کروں گا۔ بلکہ سیدھا پشاور جاؤں گا۔ راولپنڈی والوں کو لکھا تھا کہ میں شہر میں داخل ضرور ہوں گا لیکن باہر باہر نکل جاؤں گا اور یکم رمضان المبارک کو اپنے گھر پہنچ جاؤں گا۔ خط پڑھنے والے کسی شخص کو علم نہ ہو سکا کہ خط کا مطلب کیا ہے۔ خط کا مطلب اس وقت واضح ہوا کہ جب آپ کی میت باہر باہر پشاور لے جائی جا رہی تھی اور یکم رمضان المبارک کو آپ کی میت کو لحد میں اتارا جا رہا تھا۔

وصال سے قبل والی رات ایک ہولناک رات تھی۔ سخت بادل چھائے ہوئے تھے۔ کوہ مری پر طوفان نوح کا سماں تھا۔ مری پر سیلاب نوح آسمان سے برس رہا تھا۔ اور محسوس ہوتا تھا کہ کوہ مری اب غرق ہوئی۔ اب غرق ہوئی۔ اس ہیبت ناک منظر سے خوف کھاتے ہوئے مری [illegible]ن کے رہنے والے آپ کے خلیفہ حضرت پیر سعد اللہ شاہ صاحب نے عرض کیا حضرت یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیا مری غرق تو نہیں ہو رہی؟ آپ نے جواب میں فرمایا اللہ کے فضل و کرم سے کچھ بھی نہیں ہوگا۔ آرام سے سو جاؤ۔ آپ کے تمام ساتھی سو گئے۔ مگر آسمان سے موسلا دھار بارش تمام رات برستی رہی۔

جب صبح اٹھے تو اپنے چھوٹے صاحبزادوں حضرت سید ذوالفقار علی شاہ اور حضرت سید افتخار علی شاہ صاحب جو آپ کے ہمراہ مری

میں تھے۔ان سے فرمایا اٹھو وقت قریب آرہا ہے۔اب تمہیں بیدار ہونا ہوگا۔آپ کے یہ الفاظ ان کی سمجھ میں نہ آئے کہ اس کا کیا معنی ہے۔

دوپہر بارہ بجے جناب میر کریم بخش مرحوم سابق ڈائریکٹر تعلیمات جو کہ سردار عبدالرشید سابق وزیر اعلیٰ مغربی پاکستان کے خسر تھے۔ اور آپ کے ساتھ بڑی محبت وعقیدت رکھتے تھے آپ سے ملنے کیلئے آئے اور کشمیر پوائنٹ کی طرف چہل قدمی کیلئے نکلے۔

جناب میر کریم بخش صاحب نے آپ کو کھانے کی دعوت دی اور دو چار روز مری میں قیام کا کہا، آپ نے انکار کیا اور فرمایا کہ یکم رمضان کو اپنے گھر پہنچنا ہے۔میر کریم بخش بار بار آپ سے رہنے کی بات کر رہے تھے اور اصرار کر رہے تھے کہ حضرت ٹھہر جایئے۔لیکن آپ یہی فرما رہے تھے کہ نہیں اب ٹھہر نہیں سکتا یکم رمضان کو اپنے گھر پہنچنا ہے۔آپ نے یہ الفاظ کہے اور یا الٰہی خیر کہتے ہوئے زمین پر گر گئے اور مالک حقیقی سے جا ملے۔

مری سے پشاور تک میت کے ساتھ سفر کرنے والوں نے دیکھا کہ ایک چھوٹا سا بادل کا ٹکڑا تھا جو کہ سارے راستے سایہ کرتا آرہا تھا۔پشاور پہنچنے کے بعد آپ کا جنازہ 72 گھنٹے کی تاخیر کے بعد اٹھا۔کیونکہ آپ کے بڑے صاحبزادے آغا سید گوہر علی شاہ کشمیر گئے ہوئے تھے۔ان کا انتظار تھا۔سخت گرمی اور پشاور میں اگست کا مہینہ اور پھر اس گرمی میں 72 گھنٹے کی تاخیر یہ آپ پر خدا کا فضل وکرم تھا۔

ہر خاص وعام نے دیکھا کہ جب جنازہ اٹھا تو قبلہ کی طرف سے سیاہ ابر اٹھا اور اٹھتے ہی پشاور شہر پر چھا گیا۔اور اس طرح جنازے پر تمام راستے ہلکی ہلکی پھوار پڑتی رہی۔معلوم ہوتا تھا کہ آسمان بھی آنسو بہا رہا ہے۔اور جب نماز جنازہ پڑھی جارہی تھی۔اس وقت اس قدر تیز بارش ہوئی کہ سب کو دھوڈالا۔

ادھر رمضان المبارک کا چاند نظر آرہا تھا اور ادھر آپ کو مرقد منورہ میں اتارا جارہا تھا۔اس طرح آپ کی وہ پیشین گوئی کرامت بن کر پوری ہوئی کہ یکم رمضان المبارک کو اپنے گھر پہنچ جاؤں گا۔

آپ کی سخاوت بعد از وصال ظاہر ہوئی کہ جب لوگ آکر کہہ رہے تھے کہ ہمیں حضرت کی طرف سے اتنا وظیفہ ملتا تھا۔اور یہ لوگ صرف برصغیر پاک وہند کے نہ تھے بلکہ اس خطہ سے باہر کے بھی تھے۔اس وقت عقیدتمندوں کو علم ہوا کہ آپ خدا کی رضا کے لیے کس قدر فیاض تھے اور کس پوشیدہ انداز سے مخلوق کے سفید پوش اور مستحقین کی امداد اور دادرسی کرتے تھے۔

شادی واولاد☆: آپ نے ایک شادی کی۔خداوند کریم نے آپ کو تین صاحبزادے جن میں حضرت آغا سید گوہر علی شاہ صاحب سجادہ نشین، حضرت آغا سید ذوالفقار علی شاہ صاحب بی ایس سی، ایل ایل بی، ایڈووکیٹ پشاور ہائی کورٹ اور حضرت آغا سید افتخار علی شاہ لیکچرار گورنمنٹ کالج پشاور کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔جبکہ تین بیٹیاں بھی خدا نے عنایت فرمائی تھیں۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال ۳۰ شعبان المعظم ۱۳۶۰ھ بمطابق 31 اگست 1941ء میں بعمر ۵۵ برس ہوا۔ مزار پُر انوار یکہ توت اندرون پشاور شہر میں مرجع خاص وعام ہے۔جہاں آج بھی اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت پیر سیّد صبغت اللہ شاہ دوم شہید قادری

تعارف ☆: شہید تیغ عشق ووفا، مرد میدان جاہدو صی اللہ، محقق در مقام ذوق وشہود، غرق شہود ذات مطلق، آئینہ جلال و جمال حقانی، مظہر تامہ کمال انسانی، امام انقلاب حضرت پیر سید صبغت اللہ شاہ دوم شہید آپ شان عظیم، حال قوی، ہمیت بُلند اور نفس قاطع رکھتے تھے۔

حضرت پیر سید صبغت اللہ شاہ ثانی راشدی بن حضرت پیر سید شاہ مردان شاہ اول بن حضرت، پیر سید حزب اللہ شاہ بن حضرت پیر سید علی گوہر شاہ اصغر بن حضرت پیر سید صبغت اللہ شاہ اول بن امام العارفین آفتاب ولایت حضرت پیر سید محمد راشد شاہ العمروف پیر سائیں روضے دھنی رضی اللہ عنہ۔

حضرت سید صبغت اللہ شاہ دوئم ۱۳ صفر المظفر ۱۳۲۷ھ/ ۱۹۰۸ء کو درگاہ عالیہ راشدیہ پیرانِ پاگارہ (پیر جو گوٹھ، ضلع خیر پور میرس، سندھ) میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ والد ماجد شمس العلماء و العرفاء حضرت پیر سید شاہ مردانؒ شاہ اول راشدی المعروف پیر صاحب پاگارہ پنجم کے وصال (۷ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ/ ۹ نومبر ۱۹۲۰ء) کے بعد سید صبغت اللہ نومبر ۱۹۲۱ء کو فقط بارہ سال کی عمر میں مسند نشین ہو کر پیر صاحب پاگارہ ششم کی حیثیت سے متعارف ہوئے۔

تعلیم وتربیت ☆: خانقاہ شریف میں اپنے والد ماجد و پیرومرشد کی تربیت میں پروان چڑھے۔ بعد مسند نشینی کے بھی تعلیم و مطالعہ کا سلسلہ جاری رکھا۔ حافظ خدا بخش سومرو اور مولانا امام بخش مہیسر اساتذہ میں سے تھے۔

خطابات ☆: پیر صاحب پاگارہ ششم، صاحب دستر (پگ دھنی)، امام انقلاب، سورھیہ بادشاہ شہید بادشاہ بطل حریت، مجاہد اعظم۔

سفر حرمین شریفین ☆: ۱۹۳۷ء کو آپ نے حج بیت اللہ اور مدینہ منورہ میں روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حاضری کی سعادت حاصل کی۔ آپ کے منشی محمد پریل کی روایت کے مطابق خیر پور ریاست کے سابق وزیر محمد یعقوب کے لڑکے محمد لقمان بھی آپ کے ساتھ تھے۔ جہاز قاہرہ سے ہو کر جدہ پہنچا۔ وہاں کے بادشاہ عبدالعزیز نے آپ کو شاہی محل میں دعوت پر مدعو کیا تھا۔ واپسی بحری جہاز میں ہوئی اور رفیق سفر مخدوم شفیع محمد ہاشمی (کھہڑا شریف) تھے۔

شخصیت ☆: مسلم لیگی رہنما جناب قاضی محمد اکبر مرحوم (برادر اکبر قاضی عبدالمجید عابد، بانی روزنامہ عبرت سندھی حیدرآباد) آپ کی شخصیت و جاہت کے متعلق رقم طراز ہیں:

مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میں نے پیر صاحب کو اپنی چشم گنہ گار سے دیکھا ہے۔ یہ انسانی حسن کا نادر نمونہ تھے اور روحانی عظمت نے ان کے چہرے پر بلا کا نور اور جلال بکھیر دیا تھا کہ کوئی شخص خواہ وہ کس قدر بھی مضبوط دل رکھتا ہو ان سے آنکھیں ملانے کی تاب نہیں لا سکتا تھا۔ بڑے بڑے انگریز، سر، اور خان بہادر اس مجاہد اعظم کے سامنے جاتے تو یک بارگی لرز جاتے تھے لیکن یہ کس قدر شرمناک حقیقت ہے کہ اس عظیم انقلابی مجاہد کے خلاف جھوٹا مقدمہ گھڑنے والے اور شہادتیں دینے والے بیگانے نہ تھے خود اپنے ہی تھے۔ اس طرح انہوں نے غداری کی روایت یہاں بھی قائم رکھی بہر حال انگریز ''حُر جماعت'' کو کچل نہ سکا اور نہ اس کا شیرازہ منتشر کر سکا۔ (بحوالہ تذکرہ پیران پاگارہ از تبسم چوہدری)

سیرت و کردار ☆: آپ کی ذات کے متعلق مندرجہ ذیل حقیقتیں معلوم ہو سکی ہیں۔

۱۔ بسا اوقات اپنا کھانا خود اپنے ہاتھ سے تیار کرتے۔

۲۔ فجر سے پہلے اٹھ کر ورزش کرتے اور اس کے بعد نماز فجر جماعت سے ادا کرتے۔

۳۔ اکثر اوقات اپنے مریدوں کے ساتھ مل کر کام کرتے چنانچہ ایک مرتبہ کھیتی کو باڑھ دینے میں بھی فقیروں کا ہاتھ بٹایا۔

۴۔ اگر کوئی مرید نقد نذرانہ پیش کرتا اور عرض کرتا کہ قبول فرمائیں تو آپ فرماتے ''قبول''۔ لیکن کوئی ایک لاکھ بار درود شریف کا ہدیہ پیش کرتا تو فرماتے۔ ''قبول ہے اور تم پر آفرین ہو'' اور اس کیلئے دعا کرتے۔

۵۔ آپ کا دستور تھا کہ نقد نذرانہ اپنے ہاتھ میں نہ لیتے تھے لیکن اگر کوئی فقیر مسواک پیش کرتا تو (سنت نبوی کی وجہ سے) ہاتھ بڑھا کر وصول فرما لیتے۔

۶۔ ایک بار سیٹھارجہ (ضلع خیر پور سے دو بھرتلی کے گوٹھ میں ایک دعوت پر تشریف لے گئے وہاں ایک خاتون چنوں کی ایک چھبی (ٹوکری) لیکر حاضر ہوئی۔ آپ نے فرمایا: اماں! اس کو تم ہی اچھی طرح پکا سکتی ہو۔ لہٰذا اسے پکا کر لاؤ اور اس کے ساتھ جوار کی روٹی بھی لاؤ میں تمہاری دعوت کھاؤں گا اور باقی جماعت میزبان کی دعوت کھائے گی۔

۷۔ ایک بار گرڑنگ کے بنگلے (سانگھڑ) میں ایک ڈپٹی کلکٹر نے آپ سے پوچھا کہ آپ برطانوی حکومت کے کارندوں کی خاطر خواہ عزت کیوں نہیں کرتے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: ''ان لوگوں کی عادات واطوار دیکھ کر جب کبھی میں یہ ارادہ بھی کرتا ہوں کہ ان کی عزت کروں تو مجھے اپنے حسینی ہونے پر شک ہونے لگتا ہے۔'' (تذکرہ پیران پارگاہ صفحہ ۱۹۰)

جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفاں

تعلیمات وارشادات ☆: آپ نے رتناگری جیل میں مریدین کی دینی وروحانی تربیت کے سلسلہ میں کتاب بھی لکھی

جس کا خلاصہ ڈاکٹر بلوچ نے مہران سوانح نمبر ۱۹۵۷ء میں درج کیا ہے اس میں سے بعض باتیں درج ذیل ہیں:

☆ اے دوست! حریص نہ بن، حرص قاتل ہے۔

☆ ہزار عبادت ایک گناہ کے مقابلہ میں نیست ہے۔

☆ اے دوست! اپنے نفس کا شکار کر جو کہ عجب شکار ہے (یعنی نفسانی خواہشات کا قلع قمع کر)

☆ علم، حیا، فیاضی اور رحم کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔ (یعنی ان کو اپنائے رکھ)

☆ اے دوست! پیٹ تمہارا دشمن ہے اس لیے زیادہ روزے رکھ کر پیٹ کا علاج کر، جو یہ تکلیف (گناہ سے) بہتر ہے۔

☆ اے دوست! حساب اپنا صاف رکھ، پھر کوئی غلطی نہ کرنا، یہ کہنا یاد رکھ۔

☆ اے دوست! زمانہ اچھا ہے خود کو اچھا بننا چاہیے۔ زمانہ کو خراب کہنے والا خود وہ خراب ہے۔

رتنا گری جیل میں ملنے آنے والے مریدین سے فرمایا:

☆ فقیرو! جماعت کو سلام کہیے گا اور کہیے گا کہ ذکر (قادری چار تسبیح) و نماز کی پابندی کریں۔

☆ جیسے پہلے نماز و عید درگاہ شریف راشدیہ پر ادا کرتے تھے، ویسے ہی وہیں جا کر ادا کریں، میں آپ کے ساتھ ہوں۔ (سانگھڑ جی شریان ۵۸)

ماہر فنون ☆: حضرت پیر صاحب شریعت مطہرہ کی پابندی، حقوق العباد کی پاسداری، جذبہ خدمت خلق، ذکر و فکر، شجاعت (دلیری، بہادری) ہمت مرداں، عسکری فکر سے سرشاری، آداب جہاد سے بیداری، ذہانت کی بلندی، دوراندیشی، بردباری، تکنیکی دماغ، نظم و ضبط تنظیم سازی، توکل علی اللہ، جہد مسلسل اور فہم و فراست ایمانی وغیرہ سے سرشار تھے۔ اس دور میں بھی آپ کے پاس جدید ہتھیار، اسلحہ اور موٹر گاڑیاں وغیرہ سبھی کچھ تھا اور اس کی مشینری کی خرابی کیلئے آپ کو کسی مکینک کی ضرورت نہیں پڑتی تھی اس لئے کہ یہ سارا کام آپ خود کرتے تھے، جدید مشینوں کی ریپرنگ پر آپ پوری دسترس رکھتے تھے اور مجاہدین کو بھی سکھاتے تھے، اس طرح آپ ماہر فنون تھے۔

جیل سے آزادی کے بعد آپ نے پریس کے سامنے سکھر پل (برج کی تین فنی خامیاں بتا کر اپنے، پرائے، دوست، دشمن سب کو حیران میں ڈال دیا بلکہ انگریز ماہر تعمیر و انجینئر بھی حیرت و اعتراف کا مجسمہ بن چکے تھے۔ آپ نے فرمایا:

۱۔ پل طویل ہونے کی صورت میں اس پر سائبان ہونا چاہیے تھا تا کہ بارش یا برف باری کی صورت میں آنے جانے والوں کی حفاظت ہو سکتی تھی۔

۲۔ پل کی چوڑائی کم رکھی گئی ہے، مستقبل قریب میں ٹریفک کے بڑھنے کے باعث؟ تکالیف کا سامنا ہوگا۔

۳۔ دریا میں جو دروازے بنائے گئے ہیں وہ تنگ و چھوٹے ہیں جس کے باعث بڑی کشتی یا جہاز کے گزرنے کا مسئلہ پیدا ہوگا۔ کم از کم ایک دروازہ بڑا رکھا جاتا۔ (امام انقلاب صفحہ ۸۶)

کانگریس سے برأت ☆: نامور صحافی، روزنامہ مہران کے سابق ایڈیٹر جناب سید سردار علی شاہ رقمطراز ہیں: اگر حضرت شہید کا کانگریس سے کوئی تعلق ہوتا تو سندھ پراونشل کانگریس کمیٹی کے صدر ڈاکٹر چوئتھرام کی سرکردگی میں سندھ اسمبلی کانگریس پارٹی کے چند ممبران کا وفد ان کی خدمت میں حاضر ہوکر کانگریس میں شمولیت کی دعوت کیوں دیتا اور پھر حضرت شہید وفد کو یہ جواب کیسے دیتے کہ:

''ہم کسی کی سیادت اور قیادت قبول کرنے کیلئے ہرگز تیار نہیں ہیں کیونکہ ہمارے رہنما ہادی برحق حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور ہمارا دستور العمل قرآن ہے۔''

حضرت شہید اگر کانگریس سے وابستہ ہوتے یا ڈاکٹر چوئتھ رام کی دعوت کے بعد وابستہ ہوجاتے تو انہیں گاندھی کی قیادت اور ان کے نظریہ عدم تشدد کو قبول کرنا پڑتا جو ظاہر ہے کہ حضرت شہید جیسی بلند و بالا شخصیت اور شمشیر وسناں سے کھیلنے والے غازی ومجاہد کیلئے ناممکن تھا۔

(مقدمہ تذکرہ پیران پاگارہ صفحہ ۴۰)

جو حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا ھادی ورہنما سمجھتا ہو وہ بھلا گاندھی جیسے متعصب ہندو اور کٹر قسم کے بت پرست کی قیادت وسیادت کو کب قبول کرسکتے تھے۔ ایک کافر (انگریز) سے جہاد کرنے والے دوسرے کافر (ہندو مشرک) سے کیسے اتحاد کرسکتے تھے؟

قرآن حکیم کا فیصلہ ☆:

☆ (ترجمہ) ان میں تم بہت کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں کیا ہی بری چیز ہے اپنے خود آگے بھیجی یہ کہ اللہ کا ان پر غضب ہوا اور وہ عذاب میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور اگر وہ ایمان لائے اللہ اور ان نبی پر اور اس پر جو ان کی طرف اترا تو کافروں سے دوستی نہ کرتے اُن میں تو بہتیرے فاسق ہیں۔ (المائدہ آیت ۸۰۔۸۱)

☆ (ترجمہ) اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں (کافروں، مشرکوں) کو دوست نہ بناؤ، تم انہیں خبریں پہنچاتے ہو دوستی سے حالانکہ وہ منکر ہیں اس حق کے جو تمہارے پاس آیا۔

(سورہ الممتحنہ آیت ۱)

☆ (ترجمہ) مسلمان کافروں کو اپنا دوست نہ بنالیں، مسلمانوں کے سوا۔ اور جو ایسا کرے گا اسے اللہ اور اس کے رسول سے کچھ علاقہ نہ رہا۔ (آل عمران آیت ۲۸)

''یاد رہے کہ حروں کے غیور علمبردار (پیر صاحب) نے کانگریس کا منت کش ہونا کبھی گوارا نہیں کیا۔'' (روزنامہ قربانی ۹ فروری ۱۹۴۷ء بحوالہ امام انقلاب صفحہ ۴۴)

انگریز سے برأت ☆: یہود ونصاریٰ اہل کتاب نہیں۔ اہل کتاب تو وہ تھے جو اپنے نبی اور آسمانی کتاب پر سچے دل سے ایمان لائے، وہ بہت ہی قلیل تھے بالآخر وہ ختم ہوگئے۔ کثیر تعداد ان کی تھی جنہوں نے اپنے نبی، اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کی ایک نہ سُنی بلکہ نیکی کی دعوت پر انہیں طرح طرح سے ستایا گیا، اذیتیں دی گئیں، نبوت کا، کتاب کا انکار، پیغمبر کو قتل کرنے کی کوشش بلکہ کتاب میں طرح

طرح کی خیانتیں وتحریفیں کیں، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج توریت، زبور وانجیل میں سے ایک نسخہ بھی دنیا کے کسی بھی حصے میں اصل حالت میں موجود نہیں۔ ایسے لوگ مومن مسلمان ہی نہیں ٹھہرے تو اہلِ کتاب کیسے بن گئے؟ بلکہ ایسے منکرینِ رسالت وکتاب کو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں کفار کے زمرے میں شمار فرمایا ہے۔

اس وضاحت سے واضح ہوا کہ انگریز کافر ہیں اور دوسرا یہ کہ انہوں نے ہمارے ملک پر ناجائز قبضہ جمالیا تھا جس سے ہمارے ایمان جسم وجان عزت وآبرو کو نقصان تھا، ایسی صورت میں مسلمانوں پر جہاد فرض ہو چکا تھا۔ حضرت پیر صاحب نے ان سے جہاد کا اعلان کیا لیکن اس سے عرصہ قبل بچپن ہی سے آپ کو انگریز سے شدید نفرت تھی۔

روایت ہے کہ آپ نے لڑکپن میں ہی جب کہ آپ پیر پاگارہ بن چکے تھے اپنے چچا مرحوم پیر علی گوہر شاہ ثانی کے نام پر انگریزوں کا دیا ہوا ایک ''آفرین نامہ'' بنگلے کی دیوار پر آویزاں دیکھ کر فرمایا:

''ہمارے بزرگ بھی کس قدر سادہ لوح تھے۔ خداوند تعالیٰ نے ان کو بڑی عزت بخشی تھی۔ لیکن پھر بھی یہ آفرین نامہ موجود ہے۔''

اور اس کے بعد فریم توڑ کر آفرین نامہ پرزہ پرزہ کر دیا۔ (مہران سوانح نمبر ۱۹۵۷ء)

یہ آپ کی خودداری، عزت نفس، حریت پسندی اور خاندانی وجاہت کا منہ بولتا شاہکار ہے۔

ایک روز کلکٹر سکھر کی طرف سے آپ کی ملاقات کرنے کا پیغام پہنچا۔ آپ نے اپنی فراست سے آنے والا خطرہ بھانپ لیا۔ اپنے خلیفہ احمد کو سکھر بھیجا تا کہ وہ کلکٹر سے ملاقات کرے۔ خلیفہ احمد نے کلکٹر سے ملاقات کی اور گجراتی زبان میں گفتگو کی۔ کلکٹر پارسی تھا اور گجراتی اس کی مادری زبان تھی۔ وہ خلیفہ احمد کی گفتگو سے متاثر ہوا اور پیر صاحب کے نام پیغام دیا کہ حکومت آپ کو ہندو مسلم فسادات رکوانے کے صلے میں ایک تلوار، بندوق اور خطاب دینے کا ارادہ رکھتی ہے۔ خلیفہ احمد نے کلکٹر سے اپنی ملاقات، گفتگو کی تفصیلات اور حکومت کی پیشکش سے پیر صاحب کو آگاہ کیا۔ آپ نے خلیفہ احمد کے ہاتھ کلکٹر کو پیغام بھیجا:

''ہمارے لیے ہمارا خاندانی خطاب ''پیر پاگارو'' ہی کافی ہے، ہمیں کسی دوسرے خطاب یا القاب کی ضرورت نہیں۔''

انگریز حکومت کی طرف سے حضرت پیر صاحب کے نظریات، رجحانات اور عزائم کو جانچنے کی یہ آخری کوشش تھی۔ اس کے بعد انگریز حکومت کو یقینی ہو گیا کہ پیر صاحب کی وفاداری مشکوک ہے۔ (مردانِ حُر مضمون نگار: سید ارشاد احمد عارف، ماہنامہ اردو ڈائجسٹ لاہور فروری ۱۹۸۰ء)

ان تاریخی شواہد کے باوجود من مانی رکھنا اور یہ کہنا کہ پیر صاحب شہید کانگریسی تھے یا کانگریس کے حمایتی تھے۔ بالکل غلط اور من گھڑت ہے۔ کانگریس کے ساتھ پیر صاحب کا رشتہ جوڑنا تاریخی شواہد کا خون کرنا ہے بلکہ اپنے مفادات کو تحفظ دینے کے مترادف ہے۔

انگریزوں کے خلاف اعلان جہاد☆: حضرت پیر صاحب شہید کی تحریک کا نام ''حُر تحریک'' ہے اور ان کا ولولہ انگیز پُرجوش نعرہ تھا ''بھیج پاگارہ''۔ اس تحریک کے دو مراکز تھے۔

۱۔ خانقاہ راشدیہ پیران پاگارہ پیر جو گوٹھ ضلع خیر پور میرس۔

۲۔ گڑنگ کا بنگلہ عرف پیر صاحب کا بنگلہ سانگھڑ سندھ۔

حروں کی یہ جماعت جو پیرانِ پاگارا کی روحانی فرمانروائی کو تسلیم کرتی ہے۔ ''اَطِیْعُو اللّٰـهَ وَاَطِیْعُو الرَّسُوْلَ وَ اُوْلِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ'' کے قرآنی حکم پر پُوری طرح کاربند رہتی آئی ہے، وہ اپنے مرشد کریم کو ''اُولِی الْاَمْرِ'' کی حیثیت سے دیکھتی ہے اور اُس کے ہر حکم کو جو اسلام کے خلاف نہ ہو قبول کرنے اور اُس پر عمل کرنے کو اپنا فریضہ سمجھتی ہے۔

اس جماعت کیلئے صوم وصلوٰۃ کی پابندی لازمی ہے۔ اسے چنگ ورباب (موسیقی) کے استعمال سے روکا گیا ہے۔ اس کے افراد رنگین کپڑا (زنانہ شعار) نہیں پہن سکتے۔ اُن کیلئے ننگے سر چلنا ممنوع ہے۔ انہیں سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ ہمیشہ پاکیزگی اور طہارت کے ساتھ رہنے کا حکم ہے اور جھوٹ نہ بولنے، منشیات سے پرہیز کرنے، شرافت، بردباری، حق گوئی، نیک نیتی اور اس قسم کی تمام اسلامی اقدار کو اپنانے کی تلقین کی گئی ہے۔''

شہادت ☆: کتاب، تذکرہ انوار علمائے اہل سنت سندھ کے مصنف حضرت علامہ پیر سیّد زین العابدین شاہ راشدی مدظلہ العالی رقمطراز ہیں کہ مقدمہ کے دوران انگریزی حکومت نے اپنے کئی ایجنٹوں کو پیر صاحب کے پاس بھیجا کہ وہ حکومت سے معافی مانگ لیں تو انہیں معاف کیا جاسکتا ہے اور اس طرح وہ پھانسی سے بچ سکتے ہیں لیکن حضرت پیر صاحب نے اُن سب کو ایک ہی جواب دیا اور بلاشبہ آزادی کا پرستار اور سادات کا سپوت ایسے ہی جواب دے سکتا ہے۔

آپ نے فرمایا:

''شہادت ہمارا تاج ہے۔ اسے آگے بڑھ کر پہن لینا ہمارے لئے عبادت ہے۔ ہم نے صرف آزادی کو چاہا ہے اور یہ کوئی جرم نہیں ہے۔ ظالم سے معافی مانگنے کا ہم تصور بھی نہیں کرسکتے۔ ہم تو صرف اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں۔''

ملٹری کورٹ میں جب آپ پر مقدمہ چلایا گیا تو آپ نے اس سے بیزاری اور بے رُخی کا اس انداز سے اظہار کیا جو حریت پسندوں اور مجاہدوں کی شایانِ شان ہے۔ آپ نے مسکراتے ہوئے پھانسی کا پھندہ گلے میں ڈالنا پسند کرلیا لیکن کافر کی غلامی اور جابر سے مافی طلب کرنے کو ہرگز گوارا نہ کیا۔ (تذکرہ پیران پاگارہ ۱۸۸)

انگریز سپرنٹنڈنٹ جیل پیر سید صبغت اللہ شاہ شہید کے ساتھ جیل میں شطرنج کھیلنے آیا کرتا تھا جس رات آپ کو پھانسی دی جانی تھی اور اس کی اطلاع بھی پیر شہید کو دے دی گئی تھی۔ سپرنٹنڈنٹ جیل آپ کے پاس آیا تو آپ نے اسے شطرنج کھیلنے کی دعوت دی۔ اس سے پہلے پیر صاحب ہمیشہ بازی جیت لیا کرتے تھے۔ اس رات سپرنٹنڈنٹ جیل کو توقع تھی کہ پیر صاحب اپنے انجام کو مدنظر رکھتے ہوئے ذہنی کشمکش میں مبتلا ہوں گے، مگر اُس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب پیر صاحب نے یکے بعد دیگرے اُسے تین دفعہ شہہ مات دے دی، پھر فرمایا:

''شہادت تو ہمارے سر کا تاج ہے، اس میں پریشان ہونے کی کون سی بات ہے۔''

صرف آزادی کو چاہا ہے اور یہ کوئی جرم نہیں ہے۔ ظالم سے معافی مانگنے کا ہم تصور بھی نہیں کرسکتے۔ ہم تو صرف اللہ سے اپنے

گناہوں کی معافی مانگتے ہیں۔''

بہرحال ۲۰ مارچ ۱۹۴۳ء/۱۴ ربیع الاول ۱۳۶۲ھ کو فجر کے وقت سینٹرل جیل حیدر آباد میں فقط ۳۵ سال کی عمر میں آپ کو پھانسی دے دی گئی۔ اس طرح آپ ۲۳ سال مسند نشین رہے۔ چونکہ آپ حق پر تھے، اس لیے نہایت سکون قلب سے موت کا ذائقہ چکھا، چہرے پر سکون کے آثار تھے اور کرب و بے چینی کی کوئی علامت سکون قلب سے موت کا ذائقہ چکھا، چہرے پر سکون کے آثار تھے اور کرب و بے چینی کی کوئی علامت موجود نہ تھی۔ (تذکرہ پیران پاگارہ صفحہ ۱۸۸)

آپ نے اپنے جدِ اعلیٰ ریحانۃ الرسول شہید حق و صداقت حضرت سیدنا امام حسین شہیدِ کربلا رضی اللہ عنہ کی سنت مبارکہ کو اپنے عمل سے تقریباً ۱۴ سو سال کے بعد زندہ کیا:

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

آپ کی تدفین کہاں ہوئی؟ آپ کا مزارِ پُر انوار کس مقام پر ہے۔

بے باک صحافی سید سردار علی شاہ مرحوم لکھتے ہیں:

''انگریز نے اپنے اقتدار کو بچانے کے لئے حضرت سید صبغت اللہ شاہ اور ان کی جماعت (حروں) کے ہزاروں بے گناہوں کے خون ناحق سے ہاتھ رنگے تھے۔ لیکن قدرت نے سید صبغت اللہ شاہ کے بعد اس کو پانچ برس کی بھی مہلت نہیں دی اور جس سلطنت میں کبھی سورج غروب نہیں ہوتا تھا اس کے عروج کا سورج چار سال چار مہینے میں غروب ہو گیا۔ نہ صرف اس برصغیر میں بلکہ اس کے تمام ممالک محروسہ میں اور ایسا غروب ہوا کہ مستقل میں پہلے کی سی آب و تاب کے ساتھ اس کے دوبارہ چمکنے کا امکان ہی نہیں رہا اور وہ سلطنت جو کبھی کرۂ ارض پر درجۂ اول کی سلطنتوں میں شمار ہوتی تھی اب ایک زوال پذیر سلطنت ہے اور تیسرے درجہ کی سلطنتوں میں شمار ہونے لگی ہے۔''

کراچی کے ایک نامور عیسائی شہری مسٹر آر ڈی روچا (جو کسی زمانے میں کراچی میونسپل کارپوریشن میں افسر تھے اور آج کل ریٹائرڈ زندگی بسر کر رہے ہیں) نے بتایا: پیر صاحب کو حیدر آباد سینٹرل جیل میں پھانسی دی گئی۔ اس کے بعد ان کے جسم نورانی کو کوٹری کے سامنے دریائے سندھ پر لایا گیا جہاں اسے ایک لانچ میں رکھ کر دریائے سندھ کے ذریعے سمندر تک پہنچایا گیا۔ سمندر میں ایک چھوٹا سا بحری جہاز لنگر انداز تھا۔ جس کے ذریعے پیر صاحب کو کراچی کے مغرب میں واقع ایک جزیرہ ''استولا'' پہنچا کر وہاں سپرد خاک کیا گیا۔ (پیر سید صبغت اللہ شاہ شہید مضمون نگار: علی حسن جمالی، روزنامہ جنگ ۱۸ مارچ ۱۹۸۷ء)۔

لیکن قرآئن اور میرا وجدان کہتا ہے کہ بہادر آباد کی پہاڑی پر نزد باغ و بہار لان آپ کی مزار شریف ہے جس کو عرف عام بسم اللہ بابا کی مزار کہا جاتا ہے۔ قرائن میں سے بعض اہم نکتے یہ ہیں۔

۱۔ پیر صاحب پاگارہ کی رہائش کنگری ہاؤس وہاں سے قریب ہے۔

۲۔ پیر صاحب مع فیملی وہاں حاضری اکثر دیتے ہیں۔

۳۔ پیر صاحب کے برادر اصغر سید نادر علی شاہ راشدی مزار شریف کے متولی تھے اور اب ان کے صاحبزادے اکبر شاہ ہیں۔

۴۔ مزار کے خدام فقیر عمر کوٹ کے حُر فقیر ہیں۔

۵۔ بہادر آباد کے عمر رسیدہ زائرین نے بھی اس بات کی تصدیق کی۔

۶۔ ۷، ۸، ۹ ذوالحج آپ کے عرس مبارک پر مرد حضرات کے علاوہ خواتین نے بھی تصدیق کی اور حضرت کی بے شمار کرامات سنائیں۔

۷۔ وہاں آپ کی شان میں مناقب پڑھے گئے اور اور مزار شریف پر آویزاں بھی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ فقیر بھی اکثر اوقات حاضری کی سعادت حاصل کر کے لطف و سرور پاتا ہے۔

بشکریہ، تذکرہ انوار علمائے اہلسنت سندھ

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سیّد شاہ محمد نور گیلانی قادری المعروف پیر جہانیاں رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: ولی ابن ولی، صاحب کشف وکرامات وعلم وعرفان، پروردۂ نگاہ ولایت حضرت سیّد شاہ محمد نور قادری رحمتہ اللہ علیہ اسم بامسمّی ہیں۔آپ غوث زماں حضرت سیّد بہاول ولی شاہ گیلانی المعروف میراں لال بہاول شیر قلندری قادری علیہ الرحمتہ کے فرزند ارجمند اور صاحب کشف وکرامات بزرگ ہیں۔آپ علم وعرفان کا منبع سیادت وسخاوت میں آپ پیر جہانیاں کے نام سے مشہور و معروف ہیں۔

تحقیقات چشتی کے مصنف نور احمد چشتی نے لکھا ہے کہ جب آپ کے والد گرامی حضرت بہاول شیر قلندر کا وصال با کمال ہوا تو آپ اس وقت موجود نہ تھے۔بعد ازاں جب آپ تشریف لائے تو غلبہ محبت اور دفور عشق میں اپنے والد گرامی کی مرقد منورہ کو کھولا تو اس سے پہلے فرمادیا تھا کہ کوئی بھی شخص میرے اور حضرت کے درمیان نہ آئے ورنہ بھگتے گا۔

آپ نے جب مرقد منورہ کو کھولا تو ایک معمار بلا اجازت زیارت شوق کی خاطر وہاں چلا گیا اور حضرت بہاول شیر قلندر کے چہرہ مبارک کی زیارت سے مشرف ہوگیا۔مگر واپس آکر جب معماروں والا کام کرنے لگا تو اندھا ہوگیا۔اس نے دعا کی اے مولیٰ !اگر مجھے بینائی مل جائے تو میں تیرے اس ولی کامل کا مزار بڑی محنت سے بہت ہی خوبصورتی سے تعمیر کروں گا۔

حضرت شاہ محمد نور نے فرمایا جا جب تک معماروں کا کام حضرت کے روضے کا کرتا رہے گا بینا ہوا کرے گا اور کام کے بعد اندھا رہے گا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا وہ جب کام کر رہا ہوتا تو آنکھوں سے نظر آنے لگ جاتا جب کام سے فارغ ہوتا تو نابینا ہو جاتا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۳۶۳ھ بمطابق 1943ء میں اپنی خانقاہ واقع تحصیل چونیاں میں ہوا۔مزار پرانوار چونیاں شہر ضلع قصور میں مرجع خلائق عام ہے۔جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سیّد امان علی شاہ ترمذی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: متصرف بہ تصرفات، صاحب کشف وکرامات، مالک مقام فنافی اللہ وفنافی الرسول حضرت سید امان علی شاہ ترمذی قادری رحمتہ اللہ علیہ خورشید ولایت ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت موضع گنڈ تر ہزارہ میں اپنے وقت کے عظیم فرد کامل فخر السادات حضرت سید عبادت علی شاہ ترمذی علیہ الرحمتہ کے گھر ہوئی۔

آپ کا تعلق غوث زماں قلندر ہمہ صفت موصوف حضرت سید علی ترمذی المعروف حضرت پیر بابا علیہ الرحمتہ کی اولاد پاک سے ہے۔

آپ کے والد کے پڑدادا اپنے آبائی وطن بنیر سے ترک وطن کر کے موضع گنڈ تر ضلع ہزارہ تشریف لائے تھے۔ آپ جب سن شعور کو پہنچے تو اپنے گاؤں سے چل کر موضع گنجیاں نزد کوٹ نجیب اللہ تحصیل وضلع ہری پور میں حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب خطیب جامع مسجد ایبٹ آباد کے والد سے تحصیل علم کرتے رہے۔ اور علوم دینیہ سے فراغت کے بعد اسی موضع میں مستقلاً قیام پذیر ہو گئے۔

بیعت وخلافت ☆: علوم ظاہریہ کی تکمیل کے بعد طلب حق کی جستجو ہوئی اور علوم باطنیہ حاصل کرنے کا شوق دامن گیر ہوا تو غوث زماں حضرت خواجہ عبدالرحمان قادری چھوہروی علیہ الرحمتہ کی ولایت کا شہرہ سن کر ہری پور پہنچے اور سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت خواجہ عبدالرحمان قادری چھوہروی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہو کر عبادت وریاضت، مجاہدہ وسلوک ومعرفت میں مشغول ہو کر بلند مرتبہ پر پہنچے اور اپنے شیخ کامل سے خرقۂ خلافت پا کر سرفراز وممتاز ہو کر صاحب ارشاد ہوئے۔

سیرت وکردار ☆: آپ اپنے مرشد کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد سلسلہ عالیہ قادریہ کے اوراد واذکار میں مشغول ہو گئے اور اپنے لئے حویلیاں کے قریب ایک الگ جگہ موضع تنگی میں منتخب کر کے چلہ کشی اور ریاضت ومجاہدہ میں مشغول رہے۔ اور مرشد سے خلافت حاصل کرنے کے بعد اسی جگہ کو تبلیغ اسلام اور سلسلہ عالیہ قادریہ کی ترویج واشاعت کا مرکز قرار دے کر رشد وہدایت میں مصروف ہو گئے۔ اس جگہ پر مخلوق نے ہزاروں کی تعداد میں آپ سے روحانی استفادہ کیا۔ لاتعداد افراد آپ کی دعا سے شفایاب ہوئے۔ اس علاقہ

کے لوگوں نے آپ کو رہائش کے لیے ایک مکان بھی بنوادیا۔ اس جگہ آپ نے شادی بھی کی۔ مگر اس بیوی سے کوئی اولاد نہ ہوئی تو آپ نے دوسری شادی کرلی جس سے ایک لڑکی اور تین لڑکے پیدا ہوئے۔

آپ کی عبادت وریاضت کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ نماز ظہر قضا ہوگئی۔ چونکہ آپ نابینا تھے۔ جب آپ کو علم ہوا کہ نماز ظہر قضا ہوگئی تو آپ نے تین دن تک کھانا نہ کھایا اور تین روز تک روتے رہے اور رب کبریا کے حضور معافی مانگتے رہے۔

شادی واولاد ☆: آپ نے دو شادیاں کیں۔ پہلی بیوی سے کوئی اولاد نہ تھی۔ دوسری بیوی سے خدا نے آپ کو ایک بیٹی اور تین بیٹے جناب سید مسکین شاہ، سید محمد شاہ، سید قدرت شاہ عنایت کیئے۔

کشف وکرامات ☆: آپ صاحب کشف وکرامت بزرگ تھے۔ کثیر کرامات آپ سے سرزد ہوئیں۔ آپ نے کبھی کرامات کا اظہار نہیں کیا۔ اگر کوئی غیر ارادی طور پر سرزد ہوگئی تو آپ اپنے طور پر اپنے آپ کو ملامت کرتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ بیمار تھے تو آپ کا ایک مرید حاجی غلام محمد ساکن بالڈھیر (نزد ایبٹ آباد) آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ نے فرمایا حاجی صاحب فوراً واپس چلے جاؤ۔ چونکہ وہ آپ کے پاس رہنے کے لیے آیا تھا اور بضد تھا کہ مجھے رات رہنے دیا جائے۔

آپ نے فرمایا حاجی صاحب تم واپس چلے جاؤ میں اس بیماری سے نہیں مرتا۔

چنانچہ واپس چلے گئے اور آپ چند ہی دنوں میں روبصحت ہوگئے۔ تو آپ اس اظہار کرامت پر سخت نادم ہوئے اور فرمایا کہ امام مسجد کو بلوایا جائے۔ جب امام صاحب تشریف لائے تو آپ نے فرمایا کہ مولانا مجھ سے شریعت کی حد ٹوٹ گئی ہے۔ لہٰذا مجھ پر حد شرعی نافذ کرو۔ مولوی صاحب نے عرض کی حضور آپ خود بزرگ ہیں اس مسئلہ میں آپ خود فیصلہ کرلیں۔ بالآخر فیصلہ یہ ہوا کہ آپ تین روزے رکھیں گے۔ یہ شرعی حد تھی۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ایک سوبیس برس کی عمر میں ۱۶ صفر المظفر ۱۳۶۳ ہجری بمطابق 22 فروری 1943ء بروز بدھ بوقت ظہر ہوا۔

مزار پُرانوار موضع گنجیاں کوٹ نجیب اللہ تحصیل وضلع ہری پور ہزارہ صوبہ سرحد میں مرجعِ خاص وعام ہے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت شیخ دین محمد المعروف شکر پورہ باباجی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆ : پیشوائے جمیع اہل کمال، ساقی خمخانہ اسرار، سرشار بادہ خمار، ہادی ساکناں بحری وبری غزائی صحرائے الوہیت، رازی صحرائے نبوت، متصرف ولایت شرقی وغربی حضرت شیخ دین محمد المعروف شکر پورہ باباجی صاحب قادری رحمتہ اللہ علیہ خورشید ولایت ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۹۳ھ بمطابق 1876ء کو موضع شکر پورہ تحصیل وضلع پشاور کے ایک ہندو گردیال کے گھر ہوئی۔ باپ نے آپ کا پیدائشی نام ہری چند رکھا۔

جب آپ سن شعور کو پہنچے تو آپ کے والد نے موضع نختی میں دنیاوی تعلیم کے حصول کے لئے پرائمری سکول میں داخل کرا دیا پرائمری پاس کرنے کے بعد ہائی سکول میں داخل ہو گئے۔ آپ کا بچپن اپنے ہم مذہب وہم عصر بچوں سے مختلف تھا۔ طبیعت شروع سے نیک اور عادات وخصلات پسندیدہ تھے۔ بلکہ غیر مسلم ہونے کے باوجود آپ حضرت اخون پنجو صاحب صابری علیہ الرحمتہ کے مزار پر حاضری دیا کرتے تھے۔

قسمت کی یاوری بہ شرف مسلمانی ☆ : بچپن سے نیک سیرت اور اچھی عادات کے سبب آپ حضرت اخون پنجو بابا چشتی صابری علیہ الرحمتہ کے مزار پرانوار پر تشریف لے جانے لگے تو مقدر کا ستارہ بدل گیا۔ ظلمت دور ہونے لگی۔ پنجو بابا کی روحانیت غلبہ کرنے لگی، کفر وشرک روانہ ہونے لگا۔ اسلام اور ایمان کی لذت وحلاوت آپ کے سینے میں موجزن ہونے لگی۔ اسی دوران آپ کو اسلامی کتابوں کے مطالعہ کا شوق دامن گیر ہوا۔ ان کے مطالعہ سے آپ اسلام کی طرف متوجہ ہوئے تو اپنے چند ہم سبق مسلمان دوستوں سے اظہار بھی کر دیا کہ میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں۔ مگر راستہ نظر نہیں آتا کہ کس ذریعے اسلام میں داخل ہو جاؤں۔ مگر اس اثنا میں آپ لگاتار کفر وشرک کی حالت میں مزار پرانوار حضرت اخون پنجو بابا چشتی صابری علیہ الرحمتہ پر حاضری دیتے رہے۔

ایک دن قسمت نے یاوری کی حضرت اخون پنجو بابا چشتی صابری علیہ الرحمتہ کے مزار پرانوار سے آپ کو روحانی طور پر حکم ملا کہ آپ حضرت خواجہ نجم الدین المعروف ہڈہ ملا قادری علیہ الرحمتہ کے پاس جا کر ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کر کے داخل سلسلہ ہو جائیں۔

یہ حکم ملتے ہی اپنے ایک مسلمان دوست محمد امیر کے ساتھ حضرت خواجہ نجم الدین المعروف ہڈہ ملا صاحب قادری علیہ الرحمتہ کی خدمت میں پہنچ کران کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔انہوں نے آپ کا اسلامی نام شیخ دین محمد رکھا۔اور آپ کو اپنا بیٹا بنا لیا۔

حضرت کی خاص توجہ کمال اور تربیت و شفقت و محبت سے آپ بہت جلد علوم دینیہ اور مسائل دینیہ سے آگاہ ہو کر نماز روزہ اور دیگر احکام الٰہیہ کے پابند ہو گئے۔آپ نے فقہ کی ابتدائی کتابیں بھی حضرت خواجہ نجم الدین قادری المعروف ہڈہ ملا سے ہی پڑھیں۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت خواجہ نجم الدین قادری المعروف ہڈہ ملا علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور تکمیل مجاہدات اور ریاضات وسلوک و معرفت کی منزلیں طے کرنے کے بعد انہی کے ہاتھوں خرقہ خلافت پا کر سرفراز و ممتاز ہو کر صاحب ارشاد ہوئے۔

جہاد بالنفس اور جہاد بالسیف ☆: آپ نے عبادات و ریاضات، مجاہدات وسلوک کے ذریعے تمام عمر اپنے نفس سے جہاد کیا۔اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے مرشد کامل کی معیت میں جہاد بالسیف یعنی تلوار سے اسلام دشمنوں کے خلاف عملی طور پر جہاد میں بھی حصہ لیا۔

1897ء میں آپ کے پیرومرشد نے علم جہاد بلند کیا اور انگریزوں کے مضبوط قلعے شبقدر پر حملہ کیا تو آپ بھی ایک مرد مومن کی طرح ایک مجاہد بن کر اس جہاد میں شریک ہوئے۔پھر یہی لڑائی سجناں خواڑ میں منتقل ہوئی۔اسی لڑائی میں آپ کی پیشانی مبارک پر گولی لگی جس سے آپ شدید زخمی ہو گئے تھے۔

1916ء میں جب معروف روحانی بزرگ حاجی ترنگزئی علیہ الرحمتہ نے جب انگریزوں کے خلاف علم جہاد بلند کرتے ہوئے شبقدر کے قلعہ پر حملہ کیا تو آپ نے اس جہاد میں بڑے جوش و خروش اور بلند حوصلہ سے حصہ لیا۔اس جہاد میں حصہ لینے کی پاداش میں انگریزوں نے آپ کو گرفتار کر کے بند کر دیا اور آپ کی نقل و حرکت پر پابندی لگا دی۔1935ء میں جب حاجی ترنگزئی صاحب علیہ الرحمتہ نے دوبارہ فرنگیوں کے خلاف جہاد کیا تو انگریزوں نے آپ کے گاؤں بالخصوص آپ کی قیام گاہ پر تھانہ تنگی سے سپاہی منگوا کر چوکی لگا دی۔تاکہ آپ جنگ میں شامل نہ ہو سکیں جب تک یہ جنگ جاری رہی چوکی قائم رہی۔جنگ ختم ہونے پر یہ چوکی بھی ختم کر دی گئی۔

سیرت و کردار ☆: آپ نے اپنے پیرومرشد کے وصال کے بعد اپنے گاؤں شکر پورہ پشاور میں خانقاہ قائم کر کے رُشد و ہدایت کا سلسلہ شروع کیا اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے مسئلے پر بلا رعایت لوگوں کو اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دی۔اور تبلیغ اسلام کے لئے انتھک جدوجہد کی جس کے نتیجے میں آپ کی مساعی جمیلہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ کو پشاور اور اس کے گرد و نواح میں بہت تقویت ملی۔ہزاروں کی تعداد میں لوگ آپ کے ہاتھ پر نہ صرف بیعت ہوئے بلکہ ان میں سے بعض حضرات خدا پرست ہو کر پیرو ہادی بن کر ابھرے اور آپ کی جلائی ہوئی شمع کو روشن کرنے اور سلسلہ عالیہ قادریہ کو پھیلانے میں مددگار ثابت ہوئے۔

آپ نے کچھ عرصہ شکر پورہ میں تبلیغ اسلام اور ترویج و اشاعت کا فریضہ سرانجام دے کر اپنے مشن کو آگے بڑھانے کے لئے دور

دراز علاقوں کے دورے بھی کئے جن میں ضلع اٹک کے علاقہ چھچھ کے عوام وخواص کو آپ کی روحانیت اور فیض باطنی سے بہت فائدہ پہنچا۔ لاتعداد لوگ آپ کے ہاتھ پر بیعت ہو کر منزل حقیقی کو پہنچے اور خدارسیدہ ہوئے۔

اس کے علاوہ پتہ خلیل، مہمند ایجنسی، داؤدزئی اور محمد زئی کے علاقوں میں آپ نے تبلیغی مراکز قائم کئے۔ وہاں پر موجود خلاف شریعت رسم ورواج کا قلع قمع کیا۔ بیواؤں کے نکاح کرائے۔ چھوٹے بچوں کی سنتیں کرائیں۔ ایک ایک دن میں دس دس شادیاں صرف چند کھجوروں پر کروائیں۔ لوگوں کو غلط رسم ورواج پر ہزاروں روپے کے ناجائز خرچ سے بچاتے رہے۔

ضعیف اور ٹوٹی پھوٹی اور شکستہ حالت مساجد کی تعمیر کرواتے۔ اپنے پیرومرشد کے آستانے کے لنگر کے لئے راشن، چینی، چائے کی پتی، بستر اور دیگر سامان ضروریات ہر سال پشاور سے کابل بھجواتے۔

حج بیت اللہ شریف اور حاضری روضہ رسول ☆: آپ نے دو مرتبہ حج بیت اللہ شریف ادا کیا اور زیارت روضہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرف ہوئے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں حاضری کے دنوں آپ نے دلائل الخیرات شریف کا چلہ مکمل کیا۔ آپ سچے پکے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کو خاص نسبت حاصل تھی۔ جس وقت بھی آپ کے سامنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر پاک آتا تو آپ کی آنکھوں سے اشکوں کا سیلاب بہہ نکلتا تھا۔ اس وقت آپ پر ایک خاص کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔

غیرت ایمانی کا پرجوش مظاہرہ ☆: آپ کی یہ مخصوص عادت تھی کہ آپ جہاں کہیں بھی تبلیغ اسلام کے لئے تشریف لے جاتے تو وہاں کی مسجد میں قیام فرماتے۔ اور کسی کے گھر بالکل بھی قیام نہ فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ بٹ گرام تشریف لے گئے تو جس مسجد میں آپ نے قیام فرمایا وہ بالکل ٹوٹی پھوٹی ہوئی تھی اور اس مسجد کے قریب مقابلے میں بہت اونچا مندر تھا۔ یہ دیکھ کر آپ رو پڑے اور فرمایا کہ سچے خدا کا گھر تباہ حال پڑا ہوا ہے جب کہ ہندوؤں کے جھوٹے خدا کا مندر اتنا اونچا اور عالی شان ہے۔

چنانچہ آپ نے ارادہ کر لیا کہ اس مسجد کو اس مندر کے مقابلے میں اس سے بہتر تعمیر کراؤں گا۔ اس وقت آپ کی جیب میں صرف چھ پیسے تھے۔ آپ نے خدا کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے اس مسجد کو شہید کروا کر اس کی جگہ از سرنو تعمیر کا آغاز کرایا اور دیکھتے ہی دیکھتے خدا کے فضل وکرم اور آپ کی نگاہ ولایت کی برکت سے مسجد کا کام بہت جلد پایہ تکمیل کو پہنچ گیا۔ اور وہ مسجد ہندوؤں کے مندر سے بہت ہی زیادہ عالی شان بن گئی۔ جسے دیکھ کر ہندو اور سکھ مشتعل ہوئے اور انگریز حکومت کو درخواست دے کر مسجد کا کام رکوانے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ آپ نے نختی گاؤں کے ایک عالم دین کو اس مسجد کا امام مقرر کیا اور مسجد میں مدرسہ قائم کر کے لنگر بھی جاری کیا۔

کشف وکرامات ☆: آپ کا ایک مرید فضل احمد ملک زمیندار سکنہ یکہ توت بیان کرتا ہے کہ میں ایک دن اپنے باغ میں بیرون یکہ توت میں دوپہر کے وقت گیا نماز ظہر کا وقت تھا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ گرمی ہے فی الحال کچھ دیر سو لیتا ہوں۔ آرام کرنے کے بعد نماز ظہر ادا کرلوں گا۔

جب میں نے سرہانے پر سر رکھا تو میرے منہ پر کسی نے زور سے طمانچہ مارا میں نے اٹھ کر ادھر ادھر دیکھا مگر نظر کوئی نہ آیا۔ میں پھر لیٹ گیا تو پھر کسی نے زور سے طمانچہ میرے منہ پر رسید کیا۔ میں بہت پریشان ہوا۔ طمانچے لگ رہے ہیں مگر مارنے والا نظر نہیں آ رہا ہے۔

میرا معمول تھا کہ جمعہ کے روز آستانہ عالیہ پر آپ کی خدمت میں حاضری کے لئے جایا کرتا تھا۔ جب میں حسب معمول جمعہ کی رات کو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے میرا کان پکڑ کر فرمایا ''سیری موزپہ وخت ٹیں'' یعنی آدمی نماز وقت پر ادا کرتا ہے۔

کرامت نمبر۲ ☆: معروف علمی و روحانی شخصیت فخر السادات حضرت قبلہ الحاج پیر سید امیر علی گیلانی قادری علیہ الرحمۃ یکہ توت والے اپنی شہرہ آفاق تصنیف تذکرہ علماء مشائخ سرحد میں اپنا چشم دید واقعہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رمضان شریف میں حضرت قطب زمان شیخ جنید پشاوری علیہ الرحمۃ کے مزار پرانوار کے ساتھ مسجد میں ستائیسویں رات کو ختم قرآن پاک کے بعد آپ نے لوگوں کو دال روٹی کا لنگر تقسیم کیا۔ آپ کے مریدین نے عرض کیا حضور مخلوق خدا ہزاروں کی تعداد میں جمع ہے اور ہمارے پاس صرف ستر روٹیاں اور مسور کی دال کا ایک دیگچہ ہے۔ کیا بنے گا آپ نے فرمایا یہ غوث الثقلین کا لنگر ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو پورا کر دے گا۔ یہ فرما کر آپ لنگر تقسیم کرنے والی جگہ پر آئے اور اپنا رومال روٹیوں پر ڈال دیا اور دال خود تقسیم کرنی شروع کر دی۔ اور ہر فرد کو دو روٹیاں اور دال دیتے جاتے یہاں تک کہ تمام لوگ جن میں عورتیں بچے بوڑھے جوان سبھی لوگ شامل تھے سب نے اس لنگر سے سحری کی۔ سب کے سب جانے کے بعد روٹیوں کا رومال اٹھایا تو پندرہ روٹیاں اب بھی باقی تھیں۔

جانشین و خلیفہ اکبر ☆: آپ نے ایک غیر مسلم کو مسلمان کر کے اپنے ہاتھ پر مرید کیا اور نہایت ہی احسن انداز میں تربیت کر کے اس کو خرقہ خلافت عطا فرما کر اس کو اپنا خلیفہ اکبر و جانشین مقرر فرمایا اور وصال سے قبل تمام مریدین کو جمع کر کے حکم دیا کہ اس کی تعظیم و توقیر بالکل اسی طرح کرنی ہے جس طرح میری کرتے ہو۔ پھر فرمایا کہ مجھے میری مسجد کے ایک کونے میں دفن کرنا تاکہ مسجد سے مرنے کے بعد تعلق قائم رہے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۸ ذی الحج ۱۳۶۲ھ بمطابق 1943ء کو ہوا۔

مزار پرانوار موضع شکر پورہ چارسدہ روڈ پشاور سے دس میل دور دریائے شاہ عالم کے کنارے ٹپہ داؤدی پشاور میں مرجع خلائق عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔ آپ کا سالانہ عرس آپ کے جانشین و خلیفہ اکبر حضرت شیخ محمد حسین کی زیر نگرانی ۸ ذالحج کو انعقاد پذیر ہوتا ہے۔

رہے آستاں سلامت رہے برقرار شاہی

حضرت پیر سید شمس الدین شاہ گیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف☆: فخر السادات گیلانیہ، پروردۂ آغوش ولایت، امام العارفین، قدوۃ السالکین، دلیل الکاملین، برہان الواصلین، سلطان العاشقین حضرت پیر سید شمس الدین شاہ گیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ آفتاب و ماہتاب ولایت ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 1299 ہجری بمطابق 1881ء کو موضع بدھال شریف ضلع پونچھ آزاد کشمیر میں خاندان گیلانیہ قادریہ کے عظیم چشم و چراغ حضرت پیر سید میر حسن گیلانی قادری علیہ الرحمتہ کے علمی و روحانی گھر میں ہوئی۔

آپ مادرزاد ولی تھے۔ بچپن سے ہی آزادانہ قلندرانہ صفات رکھتے تھے، اپنے ہم عمر بچوں سے مختلف طبیعت کے مالک تھے۔ ہر وقت ایک غور و فکر آپ کے چہرے سے عیاں نظر آتا تھا۔

آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت والد گرامی کے زیر سایہ مکمل ہوئی۔ مگر بچپن میں ہی دوران تعلیم آپ نے عبادت و ریاضت و مجاہدہ شروع کر دیا تھا۔ جس کے باعث آپ پر بسا اوقات وجدانی کیفیت طاری رہتی تھی۔ بچپن کے عالم میں آپ سے کرامات کا ظہور ہونا شروع ہو گیا تھا۔ جس کے باعث پورے علاقہ میں آپ کی ولایت کے چرچے اور ڈنکے بجنے لگے۔

بیعت و خلافت☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے عظیم والد گرامی حضرت پیر سید میر حسین شاہ گیلانی قادری علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے سرفراز ہوئے۔ اور انہی سے خرقۂ خلافت پا کر سرفراز ہو کر صاحب ارشاد ہوئے۔

جبکہ آپ نے فیض باطنی حضور محبوب سبحانی قطب ربانی غوث الصمدانی السیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حاصل کیا تھا۔

سیرت و کردار☆: آپ نے تمام عمر شریعت مطہرہ اور طریقت بزرگان دین کی پاسداری میں گذاری، بچپن ہی سے عبادت و ریاضت اور نماز پنجگانہ اور کثرت نوافل ادا کرنا آپ کا معمول تھا۔ علوم ظاہری و باطنی میں آپ یکتائے زمانہ تھے۔ بے شمار کرامات صغر سنی کے عالم میں آپ سے سرزد ہوئیں۔ آپ کے پاس ہمہ وقت مخلوق خدا کا ہجوم لگا رہتا تھا۔ سینکڑوں افراد روزانہ فیض پا کر مرادیں حاصل کر کے لوٹتے تھے۔ لنگر خانہ اس قدر وسیع اور دراز تھا کہ سینکڑوں افراد روزانہ دستر خوان پر کھانا کھاتے تھے۔ آپ کے مریدین کی

تعداد ہزاروں میں تھی۔ بدھال شریف پونچھ سے لے کر مظفرآباد تک اور پھر اس کے ارد گرد کے علاقوں سے روزانہ سینکڑوں افراد میلوں کا سفر کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر علم و عرفان کی دولت سے مالا مال ہو کر جاتے تھے۔

آپ کی خدمت میں دور دور سے آنے والے کئی کئی دن قیام کرتے تھے۔ آپ کے اس قدر وسیع اخراجات پر لوگ حیران و پریشان تھے کہ آخر اس قدر اخراجات کہاں سے اور کیسے پورے ہوتے ہیں۔ مگر حقیقت سے ناآشنا لوگوں کو یہ علم نہ تھا کہ یہ سب حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات بابرکات کا فیضان و کرم ہے کہ جس سے سب مستفید ہو رہے ہیں۔

آپ کی زبان میں رب تعالیٰ نے وہ تاثیر رکھی تھی کہ لاعلاج مریضوں کے حق میں جب دعا فرماتے تو وہ شفایاب ہو کر واپس جاتے تھے۔ آپ کا یہ فیض و کرم اور عرفان صرف مسلمانوں تک نہیں بلکہ زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والے اور بلا مذہب و ملت کے تفریق سب پر خصوصی شفقت فرماتے تھے۔ اور بلا امتیاز و تفریق تمام مذاہب کے لوگ آپ کی دعا سے شفایاب ہو کر جاتے۔ خداوند کریم نے آپ کے وجود باجود کو مخلوق کے لیے مرجع انام بنایا ہوا تھا۔ اور یہی وجہ ہے کہ آپ کی خدمت میں آنے والا سائل کبھی خالی نہیں لوٹا۔

راجہ جگد یو سنگھ والی پونچھ نے جب آپ کی ولایت کا شہرہ سنا تو وہ بھی قدم بوسی کے لیے حاضر ہوا۔ اور آپ کی خدمت میں پانچ سو روپے نذرانہ پیش کیا۔ مگر آپ نے اس کے خلوص کے پیش نظر صرف گیارہ روپے رکھ لیے اور بقیہ رقم واپس لوٹا دی۔ اور وہ گیارہ روپے راجہ کے سامنے ہی عقیدت مندوں اور غرباء میں تقسیم کر دیے۔

اس کے بعد راجہ جگد یو سنگھ والی ریاست پونچھ نے کئی مرتبہ حاضر ہو کر آپ کو جاگیر کی پیش کش کی، مگر آپ نے ہر دفعہ اس کی پیش کش کو ٹھکرا دیا۔

آپ کی دینی و ملی خدمات ☆: ریاست پونچھ کے اکثر لوگ توہم پرست اور بد رسومات کا شکار تھے۔ آپ نے اپنے علم و عرفان اور حکمت عملی سے مسلمانوں کو سنت نبوی کی پیروی اختیار کرنے کی ہدایت فرمائی۔ اور نماز روزے کی پابندی کی تاکید کی۔ آپ نے تمام عمر اپنے مریدین کے حلقہ میں سنت نبوی کے احیاء کا درس دیا۔ اور مسلمانوں کو ہندوانہ رسومات سے نجات دلائی۔ آپ بذات خود سنت نبوی کا اس قدر احترام کرتے تھے کہ آپ کی محفل میں بیٹھنے والا کوئی بھی شخص کھل کھلا کر ہنس نہیں سکتا تھا۔ آپ پر دن و رات خوف خدا طاری رہتا تھا۔ حکام بالا کے ستائے ہوئے لوگ جب آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر فریادی ہوتے تو آپ آبدیدہ ہو جاتے اور فرماتے تھے کہ خدا ایک نہ ایک دن رعیت کو اس ظلم و ستم سے نجات دلائے گا۔ پھر وہ وقت بھی آیا اور آپ کی دعا قبول ہوئی کہ 1947ء کے انقلاب میں ڈوگرہ راج کی بربریت سے لوگوں کو نجات مل گئی۔

آپ کے زمانے میں اس پورے علاقے میں مسلمان سود خور کھتریوں کے مقروض تھے اور کھتریوں کا سود در سود کا مکروہ دھندہ اپنے عروج پر تھا۔ جس کے باعث مسلمانوں کا اس جال سے نکلنا مشکل دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ مخلوط نظام زندگی کی بنا پر مسلمان رسومات بد کا شکار بھی ہوتے جا رہے تھے۔ آپ نے ریاست پونچھ کے دیگر حصوں سے علمائے کرام کو دعوت دے کر بلوایا تاکہ وہ اپنے علم اور حکمت کے ذریعے اس پسماندہ علاقہ کے لوگوں میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کریں۔ اس سلسلہ میں حضرت علامہ پیر

سید صادق حسین شاہ نے آپ کی دعوت پر پورے علاقے کا دورہ کیا اور مسلمانوں کو سود خوروں سے بچنے اور رسومات بد سے بچنے کی تلقین کی۔ جس سے علاقہ بھر کے مسلمانوں کے حوصلے بلند اور عقائد پختہ ہو گئے۔

اس لیے کہ مسلمانوں کا کوئی پرسان حال نہ تھا۔ کھتریوں نے مسلمانوں کی ارضیات و جائیداد پر قبضہ کر رکھا تھا۔ مگر جب علمائے حق نے مسلمانوں کا شعور بیدار کیا اور مسلمانوں کے حق میں تقریریں کیں تو کھتری خوف زدہ ہو گئے اور ان کی گرفت مسلمانوں پر ڈھیلی پڑ گئی۔ اور اس تحریک کے بعد سود خور کھتری مسلمانوں کے معاملہ میں بہت محتاط ہو گئے۔

آپ کی اولاد و امجاد☆: خداوند کریم نے آپ کو پانچ صاحبزادے حضرت پیر سید احسان الدین شاہ حضرت سید عزیز الدین شاہ، حضرت سید عدل الدین شاہ، حضرت سید نور حسین شاہ عطا فرمائے۔ پانچویں فرزند کا نام معلوم نہ ہو سکا۔

حضرت سید احسان الدین شاہ صاحب وصال فرما چکے ہیں۔ ان کے ایک ہی صاحبزادے غلام غوث شاہ صاحب ہیں۔

جبکہ سید عزیز الدین شاہ کو خدا نے چار صاحبزادے عنایت کیئے۔ جن میں سید شبیر احمد شاہ، سید انیس احمد شاہ، سید عابد حسین شاہ، سید عارف حسین شاہ صاحب کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

حضرت سید عدیل الدین شاہ کے ایک ہی صاحبزادے سید تصدق حسین شاہ ہیں۔ حضرت سید نور حسین شاہ کے بھی ایک صاحبزادے سید امتیاز حسین شاہ ہیں۔

آپ کے دو صاحبزادوں حضرت پیر سید عزیز الدین شاہ اور حضرت پیر سید عدل الدین شاہ صاحب نے ملکی اور قومی سطح پر ہر کام میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا۔ اور اپنے علاقے کے مسلمانوں کی دینی اور دنیاوی راہنمائی کی ہے۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال 1364 ہجری بمطابق 1944ء کو ہوا۔ مزار پُر انوار بدہال شریف ضلع پونچھ آزاد کشمیر میں مرجع خاص و عام ہے جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آج کل حضرت سید عابد حسین شاہ صاحب جو کہ اس کے علاقے کے بڑے عالم دین اور مرکزی جامع مسجد بدہال شریف کے خطیب بھی ہیں، متفقہ طور پر سجادہ نشین اور دربار کے ساتھ مدرسہ شمس العلوم کے مہتمم بھی ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سید امیر حیدر المعروف چن پیر شاہ گیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: نبیرہ حضرت غوث الاعظم فخر السادات گیلانیہ، امام الفقرا والصلحا، زبدۃ العارفین، دلیل الکاملین، حضرت سخی سید امیر حیدر گیلانی المعروف بہ حضرت چن پیر شاہ گیلانی قادری علیہ الرحمتہ دلیل الکاملین ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 1919ء میں حضرت سید اصغر علی شاہ گیلانی علیہ الرحمتہ کے گھر محلہ پیر گیلانیاں اندرون موچی دروازہ لاہور میں ہوئی۔ آپ کا پیدائشی نام نامی اسم گرامی سید امیر حیدر امام ہے مگر آپ نے سید چن شاہ گیلانی کے نام سے شہرت پائی۔

سلسلہ نسب ☆: آپ شہنشاہ بغداد پیران پیر دستگیر حضرت الشیخ عبدالقادر گیلانی الحسنی والحسینی غوث الاعظم سرکار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد پاک سے ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب چند واسطوں سے حضرت غوث الاعظم تک پہنچتا ہے جس کی تفصیل اس طرح ہے۔

حضرت سید امیر حیدر شاہ المعروف حضرت چن پیر شاہ گیلانی بن سید اصغر علی شاہ بن سید محمد علی شاہ بن حضرت سید مبارک بن حضرت سید احمد شاہ بن سید قائم علی شاہ گیلانی المعروف بودیا نوالے جن کا مزار ستگھرہ شریف ضلع اوکاڑہ میں مرجع خلائق ہے بن سید عبدالواحد المعروف سید خانن مقانن بن سید احمد بن سید عبدالرسول بن سید عبدالوہاب بن سید احمد شاہ المعروف بابو شاہ بن سید عبدالواحد بن سید نظام الدین میر میران بن سید مصلح الدین شاہ محمد میر بن سید ابو محمد کمال الدین علی بن سید ابو علی ضیاء الدین مسعود بن سید ابوالعباس احمد بن سید صفی الدین صوفی عبدالسلام بن سید سیف الدین عبدالوہاب بن حضرت سید عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجمعین و علیہم الرحمتہ

خاندانی پس منظر اور تعلیم و تربیت ☆: آپ کے جدّ اعلیٰ حضرت غوث محمد جیلی ثمہ اوچی علیہ الرحمتہ تحصیل احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور تشریف لا کر مقیم ہوئے۔ ان کی آمد سے سلسلہ عالیہ قادریہ کی ہندوستان میں داغ بیل پڑی اور حضرت غوث محمد اوچی قادری سلسلہ کے پہلے بزرگ ہیں جو ہندوستان کی سرزمین میں تشریف لائے اور اس سلسلہ کو فروغ دیا۔ انہوں نے اوچ شریف میں اپنی خانقاہ تصوف کے ساتھ ایک دینی درس گاہ کی بنیاد رکھی جہاں سے لاتعداد افراد علم ظاہر و باطن حاصل کر کے مالا مال ہوئے۔ اور ان کے ہاتھ پر لاکھوں غیر مسلم کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوئے۔

حضرت غوث محمد اوچی کو خدا نے چار فرزند حضرت سید عبدالقادر ثانی حضرت سید عبداللہ ربانی حضرت سید نور نورانی حضرت سید مبارک حقانی علیہ الرحمتہ عطا فرمائے۔ یہ چاروں فرزند اپنے زمانے کے کاملین ہوئے، حضرت سید مبارک گیلانی اوچی کے ایک ہی بیٹے تھے۔ جن کا نام سید مصلح الدین المعروف ناصر حسن گیلانی جو تبلیغ اسلام کے لئے اوچ شریف سے لاہور آ کر مقیم ہوئے۔ ان کی اولاد

سے ایک بزرگ سید احمد شاہ گیلانی بن سید قاسم علی شاہ گیلانی بودیانوالے سرکار جن کا مزار ستگھرہ ضلع اوکاڑہ میں ہے ان کے پوتے حضرت سید محمد علی شاہ گیلانی ستگھرہ شریف ضلع اوکاڑہ سے بستی پیر غلام قادر جو کہ پاکپتن شریف حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار سے صرف ۴۔۵ کلو میٹر کے فاصلے پر ہے آ کر آباد ہوئے۔ اور اسی مقام سے فیضان سلسلہ عالیہ قادریہ جاری کیا۔ اس چشمہ علم وعرفان سے لاتعداد افراد فیضاب ہوئے۔

تعلیم وتربیت ☆: آپ نے ابتدائی تعلیم لاہور ہی سے حاصل کی اس کے بعد فارسی وعربی کی کتابیں پاکپتن شریف کے معروف عالم دین مولانا عبدالحق سے پڑھیں۔ تعلیم کے علاوہ آپ کو دینی کتابوں کے مطالعہ کا بے حد شوق دامن گیر تھا۔ کلام اقبال کے خصوصی مطالعہ کے علاوہ فارسی کے معروف شعراء نظام الملک طوسی، میرزا بیدل، حافظ شیرازی اور نظامی گنجوی کا کلام خصوصیت سے پڑھا کرتے تھے۔ آپ کو علم شریعت وتصوف سے خصوصی دلچسپی تھی۔ انگریزی پر بھی خاصہ عبور حاصل تھا۔ انگریزی اور فارسی میں بہت اچھے انداز گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ عربی وفارسی کی گرائمر پر بھی کافی حد تک دسترس حاصل تھی۔

بیعت وخلاف ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے والد بزرگوار حضرت پیر سید اصغر علی شاہ گیلانی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقہ خلافت پاکر سرفراز وممتاز ہوئے۔

سیرت وکردار ☆: آپ کا زندگی بھر معمول رہا کہ رات کے پچھلے پہر جاگ کر عبادت وریاضت اور نوافل میں مشغول ہو جاتے۔ نماز فجر ادا کرتے ہی سو جاتے۔ آپ کے ساتھ رہنے والے حضرات میں سے کسی کو ہرگز معلوم نہ ہوتا کہ آپ نے شب بیداری کی ہے۔ اپنے والد اور شیخ طریقت کے بتائے ہوئے اوراد ووظائف کو ہر ممکن پورا فرماتے درود شریف کثرت سے پڑھتے اور عقیدت مندوں کو بھی درود شریف کا ہی وظیفہ بتاتے۔ سخاوت کا عالم یہ تھا کہ ہر کسی سے شفقت سے پیش آتے آنے والوں کو جھولیاں بھر بھر کر عطا فرماتے تھے۔

لباس بہت عمدہ اپنی حیثیت کے مطابق زیب تن فرماتے گھر اور خانقاہ میں سفید لٹھے کی چادر اور نفیس قسم کے کھدر کا کرتہ اور پاؤں میں سلیپر یا نہری جوتی پہنتے تھے۔ موسم گرما میں سفید ململ کا کرتا لٹھے کی شلوار استعمال کرتے۔ اعلیٰ قسم کی خوشبو کا استعمال آپ کا معمول تھا۔ اگر کہیں جانا ہوتا تو بوسکی کی قمیص لٹھے کی شلوار پاؤں میں سیاہ بوٹ سر پر پگڑی یا سیاہ رنگ کی جناح کیپ شلوار قمیص پر واسکٹ یا کبھی کبھی کوٹ استعمال کرتے تھے۔

اسی طرح آپ کی خوراک بھی بہت مختصر مگر نفیس ہوتی تھی۔ صبح کے وقت ہلکا سا ناشتہ فرماتے دوپہر کے کھانے میں سبزی یا گوشت آپ کا معمول تھا۔ رات کے وقت خشک چاول اور مونگ کی دال اور کبھی کبھی جو کا دلیہ تناول فرماتے تھے۔

اخلاق آپ کا بہت عمدہ آنے والے عقیدت مندان اور مریدین سے نہایت درجہ کی شفقت ومحبت فرماتے۔ ہر ایک کے ساتھ خندہ روی سے پیش آتے ہر چھوٹے بڑے سے یکساں سلوک فرماتے۔ آپ کی خانقاہ میں ہر امیر وغریب ایک ہی کھانا ایک ہی دستر خوان پر کھاتا تھا۔ مریدین سے ملازموں والا کام نہ لیتے بلکہ کام کے لئے جو حضرات مقرر تھے ان کو باقاعدہ تنخواہ مرحمت فرماتے۔ آپ

کے پاس آنے والا ہر شخص یہ تصور کرتا تھا کہ جو شفقت مجھ پر ہے شاید ہی کسی اور پر وہ شفقت ہو۔ آپ کو گھوڑے کی سواری کا شوق تھا۔ اپنے اصطبل میں نہایت ہی عمدہ نسل کے گھوڑے رکھتے اور گھوڑ اسوار تھے۔

تحریک پاکستان اور حضرت چن پیر گیلانی ☆ : سلطنت برطانیہ کے دور میں بڑے بڑے جاگیردار نواب اور ناعاقبت اندیش پیرزادے اور نام نہاد سجادہ نشین گورنمنٹ برطانیہ کے اشارے پر ناچ رہے تھے۔ ان دنوں ضلع منٹگمری موجودہ (ساہیوال) کے لوگوں کی بھی یہی پوزیشن تھی وہاں کے سرمایہ دار جاگیردار نام نہاد پیرزادے اور سجادہ نشین اور احراری ملاّ ننگ اسلاف بن کر انگریز حکومت کی خفیہ ہدایت پر سر فضل حق کی بنائی ہوئی پارٹی میں شامل ہو رہے تھے۔ اس پارٹی کا مقصد تقسیم ہند کے منصوبے کو نقصان پہنچا کر اکھنڈ بھارت کے منصوبے کو عملی جامہ پہنانا تھا۔

1946ء میں جب دستور ساز اسمبلی کے انتخابات ہوئے جن کی بناء پر ہی تقسیم ہند کی بنیاد تھی۔ پنجاب اور بنگال میں جن اضلاع میں مسلم لیگ کامیاب ہوئی ان کا الحاق پاکستان کے ساتھ ہونا تھا۔ جن میں کانگریس اور یونینسٹ پارٹی کامیاب ہوئی ان کا الحاق بھارت کے ساتھ ہونا تھا۔

ضلع منٹگمری موجودہ (ساہیوال) پنجاب کا اہم ضلع تھا۔ اگر اس ضلع میں کانگریس کامیاب ہو جاتی تو اس کا الحاق بھی بھارت کے ساتھ ہو جاتا۔ جس کے نتیجے میں جی ٹی روڈ سے پشاور، کراچی راولپنڈی جیسے اہم شہر کٹ جاتے۔ جس سے ایک نئے بننے والے ملک پاکستان کو کافی ہی نہیں بلکہ ناقابل تلافی نقصان ہوتا۔

مسلم لیگی قیادت نے جب اس اہم مسئلہ پر غور کیا تو طے پایا کہ ضلع منٹگمری سے کسی ایسی شخصیت کو مسلم لیگ کی حمایت کے لئے آمادہ کیا جائے جو ان جاگیرداروں اور نام نہاد ٹھیکیداروں کو شکست دے کر مسلم لیگ کو کامیاب کرائے اس وقت مسلم لیگ کے چند سرکردہ حضرات مسٹر ممتاز خان دولتانہ کی قیادت میں بستی غلام قادر پاکپتن شریف تشریف لائے اور آپ سے مسلم لیگ کی حمایت اور کامیابی کے لئے دعا کی درخواست کی تو آپ نے نہ صرف حمایت کا یقین دلایا بلکہ اسی وقت دس اکتوبر 1945ء کو بستی غلام قادر پاکپتن شریف میں مسلم لیگ کے جلسے کا اعلان کیا اور اس جلسے کی کامیابی کے لئے پورے ضلع میں رابطے کئے۔ جس کی بنیاد پر دس اکتوبر کو عوام کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر بستی غلام قادر میں موجود تھا۔ اس موقع پر آپ کے والد گرامی نے مبلغ ایک ہزار روپے مسلم لیگ کے فنڈ کے لئے مسٹر ممتاز خان دولتانہ کو دیئے اور باقاعدہ طور پر پاکستان مسلم لیگ میں شمولیت کا اعلان کیا۔ جنوری 1946ء میں دستور ساز اسمبلی کا الیکشن ہوا تو آپ نے پورے ضلع کا طوفانی دورہ کیا اور تقریریں کیں اور اللہ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر ووٹ مانگتے رہے۔ اور مسلمانان منٹگمری کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنے میں کامیاب ہوئے۔ جس کی بنا پر مسلم لیگ اپنی بلندیوں کو چھونے لگی۔ اور انگریز کے پروردہ وڈیرے نام نہاد مذہبی گماشتے بوکھلا گئے اور مقامی ایس ڈی ایم کی عدالت میں ایک مقدمہ زیر دفعہ 171/C جس میں اللہ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر ووٹ مانگنے کی سزا تین سال قید رکھی گئی تھی دائر کر دیا گیا۔

عدالت نے جب آپ کو طلب کیا تو آپ عدالت میں پیش ہونے کے لئے نکلے تو ہزاروں افراد آپ کے ہمراہ تھے جبکہ عدالت

کا احاطہ بھی مسلم لیگی کارکنوں جن کی تعداد ہزاروں میں تھی سے بھرا ہوا تھا۔ ہر طرف فضا نعرہ تکبیر اللہ اکبر پاکستان مسلم لیگ زندہ باد حضرت چن پیر شاہ گیلانی زندہ باد کے نعروں سے فضا گونج گئی۔ لوگوں کا جم غفیر دیکھ کر ایس ڈی ایم گھبرا کر اپنی عدالت سے بنگلے پر بھاگ گیا اور وہاں جا کر اس نے مسلم لیگی وکلاء کو طلب کیا اور کہا کہ آپ حضرت چن پیر شاہ گیلانی کو واپس بھجوا دیں اور ان کی طرف سے صرف وکلا ہی پیش ہوا کریں گے۔ جب وکلا نے آپ کو ایس ڈی ایم کا پیغام پہنچایا تو آپ کے والد گرامی حضرت پیر سید اصغر علی شاہ گیلانی نے پر جوش لہجہ میں فرمایا کہ میرا بیٹا کسی اخلاقی جرم کا مرتکب نہیں ہوا۔ اس لئے ہم اصالتاً ہی پیش ہوں گے۔ اور پھر آپ دونوں باپ بیٹا اصالتاً ہی پیش ہوتے رہے۔ اور آپ کے ہمراہ عقیدت مندان مریدین اور مسلم لیگی کارکن بھی ہزاروں کی تعداد میں آتے رہے۔ بالآخر مقامی ایس ڈی ایم نے تنگ آ کر استغاثہ خارج کر دیا۔ اس طرح انگریز حکومت کے گماشتوں اور احراری و کانگرسیوں کو ایک دفعہ پھر مسلم لیگ سے ہزیمت اٹھانا پڑی۔ جب دستور ساز اسمبلی کے الیکشن مکمل ہوئے تو رانا عبدالحمید خان مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے ایم ایل اے منتخب ہوئے۔

تحریک کے دوران علالت ☆: تحریک پاکستان کے لئے دن رات کی جانے والی جدوجہد کے نتیجے میں آپ کی صحت کافی حد تک خراب ہو گئی اور پھیپھڑوں کا عارضہ لاحق ہو گیا۔ ڈاکٹروں نے آپ کو کسی پر فضا مقام پر جانے اور مکمل طور پر آرام کا مشورہ دیا۔ مگر چونکہ پنجاب اسمبلی کے الیکشن شروع تھے اس لئے آپ نے ڈاکٹروں کے مشورہ کو قبول نہ کیا۔ اس ضمن میں آپ کی صحت مزید بگڑنے لگی تو اس زمانے کے مشہور و معروف ماہر امراض سینہ ڈاکٹر ریاض علی اور مقامی ڈاکٹر دولت رام نے آپ کی والدہ ماجدہ کو پیغام بھجوایا کہ حضرت چن پیر شاہ کو مکمل آرام کرائیں اور اس انتخابی مہم سے روکیں آرام نہ ہونے کی صورت میں ان کو کافی نقصان ہوگا۔

آپ کی والدہ ماجدہ نے فرمایا کہ اگر میرے اس اکلوتے بیٹے چن پیر شاہ کی بجائے دس بیٹے بھی ہوتے تو میں اسلام کے نام قربان کر دیتی۔ والدہ کے اس روح پرور الفاظ نے آپ کی ہمت بندھوائی۔ اور آپ ضلع کی صوبائی نشستوں کے امیدواروں کی انتخابی مہم میں دل کھول کر کام کرتے رہے۔ جس کی بنا پر ضلع کی چھ میں سے چار نشستوں پر مسلم لیگ کے امیدوار کامیاب ہوئے جو کہ مسلم لیگ کی فقید المثال کامیابی ہے۔

آپ کے لئے قائد اعظم کا اعزاز ☆: حضرت قائد اعظم محمد علی جناح ضلع منٹگمری اور بالخصوص پاکپتن شریف کے مسلم لیگی کارکنوں کی خدمت کے ہمیشہ معترف رہے۔ جس کی بنا پر قائد اعظم محمد علی جناح کی طرف جناب چوہدری نذیر احمد ایڈووکیٹ ممبر مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی نے ساہیوال اسٹیڈیم میں قرآن پاک اور ایک تلوار کا تحفہ مسلم لیگ کی خدمت کے اعتراف کے طور پر آپ کو پیش کیا جو کہ آپ کے لئے بہت بڑا قومی اعزاز تھا۔

کشف و کرامات ☆: آپ کے ایک مقرب دوست میاں مقبول احمد مانیکا آپ کے ساتھ کہیں جا رہے تھے کہ راستے میں میاں مقبول احمد مانیکا کی زرعی اراضی واقع تھی۔ اس زرعی اراضی آبپاشی کے لئے (موگا) یعنی کنکشن نہر سے کیا گیا تھا اس میں پانی مقدار نہایت کم تھی۔ میاں مقبول احمد نے عرض کی حضور اللہ کریم کی بارگاہ میں دعا فرمائیں کہ اس (موگا) میں پانی زیادہ ہو جائے۔ آپ نے فرمایا زیادہ ہو جائے گا۔ اس کے بعد پانی کی مقدار اتنی زیادہ ہوئی کہ محکمہ نہر والے بھی حیران ہو گئے۔

میاں مقبول احمد کے مخالفین نے ہر چند پانی کم کرانے کی کوشش کی مگر پانی کی مقدار کم نہ ہوسکی۔ اور آپ کی دعا سے اس میں بہت زیادہ برکت ہوگئی۔

کرامت نمبر۲ ☆: ایک مرتبہ آپ سلطان نامی اپنے ملازم کے ساتھ کہیں تشریف لے کر جا رہے تھے اس موقع پر آپ کے نواسے سید حیدر امام گیلانی مدظلہ کے علاوہ دیگر عقیدت مندان بھی ہمراہ تھے۔ چلتے چلتے راستے میں آپ نے ایک کُتی کو دیکھا جو اپنی دونوں آنکھوں سے محروم تھی۔

آپ نے اپنے مریدین کو فرمایا کہ اس کو پکڑ کر میرے پاس لاؤ۔ جب کتیا کو پکڑ کر لائے تو آپ نے ایک چٹکی مٹی اُٹھا کر اس کی آنکھوں میں ڈال دی۔ موجود تمام لوگ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ کُتی کی آنکھ میں مٹی پڑتے ہی اس کی دونوں آنکھیں ٹھیک ہوگئیں۔

بعد از وصال آپ کو ہدیہ تبریک ☆: آپ کے وصال باکمال کے بعد چوہدری نذیر احمد ممبر مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی نے ہفت روزہ جریدے ''پاکستان لاہور'' میں آپ کو یوں خراج عقیدت پیش کیا کہ مرحوم اسم بامسمیٰ چاند تھے جو کہ صرف اپنے والدین اور عزیز و اقارب کے لئے ہی نہیں بلکہ اپنے محاسن کی وجہ سے پوری قوم کے لئے چاند تھے۔

حضرت چن پیر نہ صرف ایک بڑے بزرگ خاندان قادریہ گیلانیہ کے چشم و چراغ تھے بلکہ خود ایسے اوصاف حمیدہ کے مالک تھے جو کہ دنیا کی عظیم ہستیوں کا طرہ امتیاز ہے۔ انکساری، محبت، خوش کلامی، معاملہ فہمی اور خدمت قوم کا بے لوث جذبہ ہمارے ممتاز گھرانوں میں خال خال نظر آتا ہے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال چند ماہ کی علالت کے بعد درود شریف پڑھتے ہوئے ۷۲ برس کی عمر عزیز میں مورخہ ۱۳۶۶ھ بمطابق 29 ستمبر 1946ء کو بوقت 8 بجے رات ہوا۔ 30 ستمبر کو آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ بے پناہ مخلوق کے سبب سات مرتبہ نماز جنازہ پڑھی گئی۔ شام کو آپ کے باغ میں ہی دفن کیا گیا۔

آپ کے ہاں اولاد نرینہ نہ تھی۔ صرف ایک بیٹی تھی۔ خدا نے اس نیک بخت خاتون کو تین بیٹے عطا فرمائے ہیں۔ ان میں سید حیدر امام گیلانی، سید علی اکرام گیلانی المعروف سید شوکت گیلانی، سید علی حسن گیلانی۔ اول الذکر جناب حضرت سید حیدر امام گیلانی مدظلہ آج کل سجادہ نشین ہیں۔ جو کہ دربار شریف پر آنے والوں کی خدمت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ کا عرس مبارک ہر سال ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ چیت بمطابق 26 تا 28 مارچ کو بڑی دھوم دھام سے مزار پر انوار پر منایا جاتا ہے۔ ہزاروں عقیدت مندان شرکت کر کے مستفید ہوتے ہیں۔

مزار پر انوار بستی غلام قادر جو کہ پاکپتن شریف سے چار کلومیٹر دور ہے میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں آپ کے والد گرامی اور دادا جان و دیگر حضرات کے مزارات بھی مرجع خلائق ہیں۔

فقیر راقم الحروف کو عرس پاکپتن کے موقع پر دربار شریف پر حاضری کا موقع نصیب ہوا بہت ہی حسین و دلکش اور روحانیت سے بھرپور جگہ ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت حاجی مرید خان المعروف بگا شیر قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: حاجی الحرمین شریفین، صدر نشین محفل مشاہدات غیبی، بہ ہستی ذات مطلق موجود، قطب اکبر، آئینہ جمال وجلال حقانی، مظہر تامہ کمال انسانی، حضرت حاجی مرید خان المعروف حاجی بگا شیر ولی رحمتہ اللہ علیہ درجہ ولایت میں گوہر نایاب ہیں۔ آپ مغلیہ دور کے بادشاہ محمد شاہ کے دور میں چار ہزار سواروں کے دستے کی کمان کیا کرتے تھے۔ اور شاہی دربار کے اعلیٰ رکن تھے اور تاریخ اس پر شاہد ہے کہ اعلیٰ مناصب پر فائز شخصیات کو تمام دنیاوی سہولتوں کے ساتھ ساتھ جاہ حشم شان وشوکت کی کوئی کمی نہیں ہوتی۔ اسی طرح آپ حضرت مرید خان المعروف حاجی بگا شیر ولی رحمتہ اللہ علیہ کو مغل بادشاہ کے چار ہزار سواروں کے دستے کا سالار ہونے کا اعزاز ہونے کی وجہ سے تمام سہولتیں میسر تھیں کسی چیز کی کمی نہ تھی۔

مگر باوجود اس کے آپ کے دل میں ایک کسک تھی جو ہمہ وقت آپ کو بے چین رکھتی تھی۔ اس لئے کہ خداوند کریم نے آپ سے بہت بڑا کام لینا تھا اور وہ کام کسی مرد حقیقت آگاہ کی غلامی کئے بغیر ناممکن تھا دن ورات آپ کے سینے کی آتش بھڑکتی جارہی تھی اور شوق باذوق کی تکمیل کی خواہش دل میں موجزن تھی کہ دہلی میں ایک صاحب ولایت اہل باطن مرد حق کا ظہور ہوا۔ ان کے کشف وکرامات کا شہرہ سُن کر سینکڑوں لوگ فیض یابی کی غرض سے ان کی خدمت میں حاضر ہونے لگے آپ نے بھی ان کا شہرہ سنا تو رات کو ارادہ کرلیا کہ صبح اٹھ کر سب سے پہلے اس مرد حق ولی کامل کی زیارت اور بیعت کرلی جائے۔

آنکھ سوئی تو قسمت جاگ گئی ☆: آپ ان بزرگ کی زیارت اور ان کے ہاتھ پر بیعت ہونے کا مصمم ارادہ کرکے سو گئے تو خواب میں کسی مرد درویش کی آواز سنی وہ فرمارہے ہیں ''اے مرد میدان جو کچھ تم چاہتے ہو وہ میرے پاس ہے کسی اور کے پاس جانے کی ضرورت نہیں۔'' صبح کو جب بیدار ہوئے تو دل کی کیفیت عجیب تھی۔ بقول عارف:

دل کی بستی عجیب بستی ہے
لوٹنے والوں کو ترستی ہے

آپ نے ہاتف غیبی کی آواز سننے کے بعد ان بزرگ کے پاس بیعت کی غرض جانے کا ارادہ بدل دیا مگر دل میں خیال پیدا ہوا کہ شاید یہ شیطانی وسوسہ ہو۔ جو مجھے اس مرد کامل کے روحانی فیوض وبرکات سے مستفید ہونے سے روک رہا ہو۔ تمام دن اسی ادھیڑ بُن میں گزر گیا بالآخر رات آئی پھر دوبارہ ارادہ کیا صبح کو اس بزرگ کے پاس حاضری دے کر ان کے روحانی فیوض وبرکات حاصل کئے جائیں یہ ارادہ کرکے آپ سو گئے مگر رات کو پھر وہی آواز آئی کہ ''خبردار کسی اور کے پاس مت جانا میں ہی تمہارا پیر ہوں۔'' آپ نے

دوسری مرتبہ پھر یہ آواز سنی مگر آواز دینے والے کی زیارت نہ ہوئی تو آپ اس قدر بے چین ہوئے کہ زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ جس کی وجہ سے آپ کے قلب پر عجیب قسم کی واردات کا ظہور ہوا۔ جس کا اظہار میاں محمد بخش عارف کھڑی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مثنوی میں اس طرح فرماتے ہیں۔

یارب ایں حرماں چہ بود از بھر مَن
کہ نہ دیدم روئے آں اھل سخن

ترجمہ☆: خداوندِ عالم یہ کیسی بدنصیبی ہے میرے لئے کہ آواز دینے والے کی زیارت نہ کر سکا۔

نے بداں سوے رفتم را پائے ماند
نے دریں جا ماندم را جائے ماند

ترجمہ☆: نہ ان کی طرف جانے کی طاقت ہے اور نہ یہاں رہنے کی جگہ ہے۔

من زلیخاہ وار حیران ماندہ
نے بمغرب نے بکنعان خواندہ

ترجمہ☆: مجھے زلیخاں کی طرح حیران کر دیا نہ مغرب کی خبر نہ کنعان کا نشان۔

نز مکان و نام خود آگاہ کرد
دست مَن از دیگراں کوتاہ کرد

ترجمہ☆: نہ اپنے مکان کا پتہ دیا اور نہ ہی اپنا نام بتایا اور دوسروں سے بھی روک دیا۔

ایں صلاحِ خودی یا غول مَن است
رھبر است ایں خواب یا خود رھزن است

ترجمہ☆: یہ میری خوش نصیبی ہے یا کہ بدنصیبی یہ خواب میرا رہبر ہے یا راہزن۔

چنانچہ تیسری رات کو بھی اسی طرح کی آواز سنی تو آپ کے اضطراب میں اضافہ ہو گیا اور ''نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن'' والی صورت حال پیدا ہو گئی۔ بالآخر چوتھی رات کو آپ نے سونے سے قبل نہایت ہی عجز و انکساری سے عرض کیا اے آواز دینے والے از راہ کرم اپنا نام و ٹھکانہ تو بتا دیں کہ آپ کون ہیں۔ اگر آپ واقعی حقیقی راست باز مرد کامل ہیں تو اپنا نام و ٹھکانہ بتا دیں تاکہ حاضر ہو کر بانصیب ہو جاؤں۔ وگرنہ میں کل صبح جا کر اس شیخ کا مرید ہو جاؤں گا۔

آپ اپنا مافی الضمیر بیان کر کے سو گئے تو خواب میں کیا دیکھا کہ ایک صاحب جمال و کمال شخصیت سامنے ہے پھر کیا تھا آپ وہ رخ زیبا دیکھتے ہی والہانہ انداز میں قدموں پہ گر گئے اور عرض کی اے مرد با کمال مجھے اپنا نام و پتہ تو بتا دیں۔ آپ کی فریاد سن کر اُس مرد حقیقت آگاہ نے فرمایا ''میرا نام پیرا شاہ غازی قلندر ہے'' علاقہ میرپور میں ملوٹ کی پہاڑی کے ایک پتھر پر بیٹھا تمہارا

منتظر ہوں...... آ جاؤ...... صبح کو جب آپ بیدار ہوئے تو دل بے تاب کی دھڑکن تیزی سے بڑھ رہی تھی سلگتی ہوئی چنگاری جل اٹھی غلبۂ محبت نے کام دکھایا صبر وضبط کے بندھن ٹوٹ گئے۔ دنیا و مافیہا سے بیزار ہو کر تمام مال و اسباب خدا کی راہ میں تقسیم کر دیا۔ آرام آسائش کو خیر باد کہا نوکری سے استعفیٰ پیش کیا۔ لوئی کمبل کا لباس زیب تن فرما کر کمر ہمت باندھی اور برہنہ پا مرشد کامل کی چوکھٹ کی جانب چل دیئے۔ اِدھر مرید بامراد اپنے دل میں ذوق وشوق لئے منزل کی جانب چلتے ہوئے منزل کے قریب تھے اُدھر پیر روشن ضمیر ملوٹ کی پہاڑی پر تشریف فرما ہیں۔ کھانے کا وقت تھا خدام نے کھانا حاضر کیا تو فرمایا ابھی تھوڑا سا انتظار کرو ہمارا ایک مہمان آنے والا ہے وہ آجائے تو پھر کھانا اکٹھے کھائیں گے۔

آپ حضرت مرید خان المعروف حاجی بگا شیر ولی رحمۃ اللہ علیہ سیاہی مائل زلفیں شانوں پر بکھری ہوئیں اور سفید ریش مبارک لئے ملوٹ کی پہاڑی پر چڑھے اور مرشد کامل حضرت پیرا شاہ غازی قلندر علیہ الرحمۃ کا رخ زیبا دیکھا ادھر مرشد نے اپنی مراد کو دیکھا اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا ''بگا شیر آ گیا'' (یعنی سفید شیر آ گیا) آپ مرشد کامل کے قدموں میں گر گئے مرشد نے اٹھا کر سینے لگایا اور فرمایا ''آ گئے ہو نصیب خان''۔

آپ کا اصلی نام مرید خان ہے مگر حضرت غازی قلندر علیہ الرحمۃ نے آپ کو نصیب خان کا خطاب مرحمت فرمایا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ نے اپنا شوق سفر شروع کرنے سے پہلے جو عرض کی تھی اے مرد باکمال اپنا نام و ٹھکانہ بتا دیں تاکہ حاضر ہو کر بانصیب ہو جاؤں۔ اس بات کا حضرت پیرا شاہ غازی قلندر علیہ الرحمۃ کو باطنی طور پر علم ہو چکا تھا جبھی تو جمال جہاں آرا دکھایا اور نام پتہ بتایا پھر جب ملاقات ہوئی تو نصیب خان کا خطاب عطا فرمایا۔

بیعت وخلافت ☆: آپ حضرت پیرا شاہ غازی قلندر علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے مرشد کامل نے پہلی نشست میں ہی آپ کو خرقہ خلافت سے سرفراز فرما کر ارشاد فرمایا مرید خان بادشاہ وقت کے چار ہزار سواروں کی قیادت چھوڑ کر درویش کے در پر حاضر ہوئے ہو۔ لہٰذا بارگاہ ایزدی سے آپ کو چار ہزار اہل باطن (اولیاء اللہ) کا سردار بنایا جاتا ہے۔
اور آپ کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر حضرت پیرا شاہ غازی قلندر علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ آپ کا نام حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی غوث الصمدانی السید نا الشیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دفتر پاک بغداد شریف میں درج کر دیا گیا ہے۔ جب آپ نے ہاتھ اوپر اٹھائے ہوئے تھے تو تمام حجاب اٹھ گئے تھے اور آپ کی نگاہ پُر تاثیر نے بذات خود اولیاء اللہ کی فہرست میں اپنا نام دیکھ لیا تھا۔

عبادت وریاضت وچلہ کشی ☆: اس کے بعد آپ کچھ عرصہ اپنے مرشد کامل کی خدمت میں رہ کر عبادت وریاضت میں مشغول رہے اور اپنے مرشد کے فیوض باطنی سے مالا مال ہوتے رہے پھر مرشد کامل نے ایک پہاڑی کی جانب اشارہ کر کے فرمایا اس پہاڑی پر جاؤ اور کچھ عرصہ خلوت وتنہائی میں گزارو اور میرے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق چلہ اور عبادت وریاضت کرو۔
آپ مرشد کا حکم ملتے ہی فوراً اس پہاڑی پر تشریف لے گئے اور چلہ کشی میں اس طرح مصروف ہوئے کہ ایک عرصہ گزر گیا آپ

کے جسم مبارک کو جنبش تک نہ ہوئی۔اس دوران ایک دن حضرت غازی قلندر علیہ الرحمۃ نے آپ سے باطنی طور پر فرمایا کہ ہم اس جہان سے کوچ کر چکے ہیں اور تمہیں خبر تک نہ ہوئی۔کیا تم اسی حالت میں بیٹھے رہو گے۔مرشد کا فرمان سنتے ہی آپ پر سے استغراق ختم ہوا او حالت صحو میں آئے وہاں سے اٹھ کر پہاڑی سے نیچے اترے اور آبادی میں آ کر اپنے پیرومرشد سرکار غازی قلندر علیہ الرحمۃ کے مزار پُرانوار کھڑی شریف میں نڈھال اور زاروقطار روتے ہوئے پہنچے اور مرقدِ منورہ سے لپٹ گئے۔طبیعت کی نڈھالی اور غم کی وجہ سے آپ کو غنودگی آ گئی تو مرشد کامل کا دیدار ہوا اور مرشد کامل نے فرمایا کہ اب لمبے سفر پر چلے جاؤ۔

ادائیگی فریضہ حج بیت اللہ اور زیارت روضہ رسول ﷺ☆: مرشد کامل کی جانب سے لمبے سفر کا سن کر دل میں خیال آیا کہ لمبے سفر سے کیا مراد ہے۔چنانچہ آپ نے ایک اہل باطن بزرگ سے مشورہ کیا تو انہوں نے فرمایا لمبے سفر سے مراد حاضری حرمین شریفین ہے۔

آپ نے فوراً حرمین شریفین کی حاضری کا پروگرام ترتیب دیا۔نیت کی اور زادراہ کی پرواہ کئے بغیر خالی دامن حرمین شریفین کی جانب پاپیادہ خدا کے توکل پر چل دیئے۔راستے میں حجاج کا ایک قافلہ ملا تو آپ بھی ان کے ہمراہ ہو لئے۔جب قافلہ ملتان کے نواحی ریگستانی علاقہ میں پہنچا تو ناگہاں بادمخالف سے ایک طوفان اٹھا جس نے قافلے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

اس علاقہ میں جب کبھی ایسا ریتلا طوفان آتا ہے تو لوگ ریت میں دب کر رہ جاتے ہیں۔تو اکثر لوگ غوث العالم حضرت شیخ بہاوالحق زکریا ملتانی علیہ الرحمۃ کا نام نامی اسم گرامی بلند آواز سے پکار کر آپ سے روحانی استمداد کی التجا کرتے ہیں۔

چنانچہ اہل قافلہ نے حضرت شیخ بہاوالحق زکریا ملتانی علیہ الرحمۃ کے نام کا ورد کرنا شروع کیا اور استمداد کے لئے پکارا۔آپ بھی اہل قافلہ کے ہمراہ حضرت بہاوالحق زکریا ملتانی علیہ الرحمۃ کے نام کو پکارتے رہے۔ہوا یہ کہ اہل قافلہ تو بہ سلامت طوفان سے نکل گئے مگر آپ ریت کے ڈھیر میں دب کر رہ گئے اور ریت نے ٹیلے کی شکل اختیار کر لی۔اور آپ اس میں دھنسے جا رہے تھے اگرچہ آپ کو کوئی جسمانی تکلیف تو نہ پہنچی مگر اس ڈھیر سے نکلنے کی کوئی تدبیر نہ تھی۔بہت دیر تک آپ اس میں پھنسے رہے بالآخر دل میں خیال پیدا ہوا کہ میں نے اپنے پیرومرشد کو پکارنے کی بجائے حضرت بہاوالحق ملتانی علیہ الرحمۃ کو پکارا لہٰذا یہ سزا اسی وجہ سے مل رہی ہے۔

چنانچہ آپ نے حضرت پیرا شاہ غازی قلندر دمڑی والی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کو مدد کے لئے پکارا تو حضرت غازی قلندر علیہ الرحمۃ روحانی طور پر جلوہ گر ہوئے اور فرمایا کہ ''مرید میرا ہو کر پکارتا بہاوالحق کو ہے'' آپ نے عاجزی وانکساری سے معافی چاہی تو پیرومرشد غازی قلندر علیہ الرحمۃ نے آپ کو بازو سے پکڑ کر ریت کے ڈھیر سے باہر نکالا اور جانے والے قافلے سے ملا دیا۔آپ قافلے کے ہمراہ چلتے چلتے مکہ مکرمہ پہنچے۔حج بیت اللہ شریف ادا کیا اور روضہ رسول ﷺ پر حاضری دی اور واپس چلے آئے۔

جب آپ حج بیت اللہ شریف کی ادائیگی اور زیارت روضہ رسول ﷺ سے واپس اپنی منزل پر پہنچے تو مرشد کامل نے پھر ارشاد فرمایا لمبے سفر پر جاؤ۔

چنانچہ آپ دوبارہ حج بیت اللہ شریف کی ادائیگی کے لئے تشریف لے گئے اور حرمین شریفین کی حاضری کے بعد واپس پھر اپنی

منزل پر وطن مالوف پہنچے تو مرشد کامل نے تیسری مرتبہ پھر حکم دیا کہ لمبے سفر پر جاؤ۔

چنانچہ آپ پھر حج بیت اللہ شریف کی ادائیگی اور زیارت روضہ رسول ﷺ کی نیت سے تیسری پھر عازم حرمین شریفین ہوئے حج بیت اللہ شریف کی ادائیگی کے بعد زیارت روضۂ رسول کریم ﷺ سے فارغ ہوئے اور واپس وطن مالوف پہنچے۔

حضرت لدھا بادشاہ علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضری ☆: ایک مرتبہ آپ کے پیرومرشد نے باطنی طور پر آپ کو اپنے مقام سے ہجرت کر کے چوکھ (علاقہ جموں) میں رہائش اختیار کرنے کا حکم دیا اور ساتھ ہی فرمایا کہ راستے میں حضرت لدھا بادشاہ علیہ الرحمۃ کے پاس حاضری دے کر فیوض و باطنی کا اپنا حصہ وصول کرتے جانا۔

چنانچہ حکم ملتے ہی رخت سفر باندھا اور چلتے چلتے راستے میں حضرت لدھا بادشاہ علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہو کر دست بستہ کھڑے ہو گئے۔

حضرت لدھا بادشاہ علیہ الرحمۃ کی نظر ولایت جب آپ پر پڑی تو فرمایا کہ جاؤ میرے واسطے کھانا لے کر آؤ۔ آپ تعمیل حکم کی خاطر چل پڑے مگر کھانا خریدنے کے لئے آپ کے پلے کچھ نقدی وغیرہ تو تھی نہیں مگر توکل بر خدا چلتے رہے۔ راستے میں ایک شخص ملا جس نے کچھ کھانا آپ کو از خود پیش کیا۔ آپ وہ کھانا لے کر حضرت لدھا بادشاہ کی خدمت میں پہنچے اور کھانا پیش کیا تو انہوں نے حسب منشا کھا کر پس خوردہ ہڈی دور پھینکی اور آپ سے فرمایا کہ اسے پکڑ لاؤ اور خبردار ہڈی کو نیچے نہ گرنے دینا۔

آپ نے نہایت چستی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس ہڈی کو زمین پر گرنے سے پہلے اٹھا لیا اور حضرت لدھا بادشاہ علیہ الرحمۃ کو پیش کر دی۔

حضرت لدھا بادشاہ علیہ الرحمۃ نے خوش ہو کر آپ کو فیوض و برکات کا باطنی حصہ عطا فرما کر رخصت فرما دیا۔

وہاں سے رخصت ہو کر اپنے شیخ کامل کے بتائے ہوئے مقام چوکھ پہنچے اور قیام پذیر ہو کر مخلوق خدا کی رشد و ہدایت میں مصروف ہو گئے۔ چوکھ میں آپ کے قیام کو ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ دور دور تک آپ کی شہرت کے ڈنکے بجنے لگے سینکڑوں زائرین روزانہ حاضر ہو کر آپ کے فیوض و برکات سے مستفید ہونے لگے اس مقام پر اٹھارہ افراد کو آپ کی نگاہ ولایت و پُر تاثیر سے خداوند قدوس نے مقام خاص عطا فرمایا۔

عالم خودداری ☆: مقام فقر میں آپ کی خودداری کا یہ عالم تھا کہ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی نے میری یا میرے سلسلہ کے کسی فقیر کی ذرہ بھر بھی خدمت کی ہو تو اس کو اس کا حق دنیا میں ہی ادا کر دیا جائے گا۔ اور فرمایا کہ میں سپاہی فقیر ہوں کسی کا حق لے کر دنیا سے نہیں جانا چاہتا۔

اولاد و امجاد ☆: آپ نے دو شادیاں کیں جن میں ایک بیوی سے خداوند قدوس نے آپ کو تین صاحبزادے عطا فرمائے اور دوسری بیوی سے دو صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں عطا فرمائی تھیں۔

کشف و کرامت ☆: ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ کی خدمت عالیہ میں خربوزہ پیش کیا۔ آپ نے خوش ہو کر اسے اپنے

سینے سے لگایا۔ آپ کے سینے سے لگتے ہی اس شخص کی حالت میں تغیر آ گیا اور محبت الٰہی کا شعلہ اس کے سینے میں بھڑک اٹھا۔ اور اس کے وجود پر آتش عشق الٰہی نے ایسا غلبہ کیا کہ اس نے قریب ہی دریا میں چھلانگ لگا دی۔ وہاں پر موجود لوگ اس کو بچانے کے لئے دوڑے لیکن آپ نے فرمایا اسے رہنے دو اگر فوراً پانی سے نکالو گے تو آتش عشق سے اس کا بدن جل کر خاکستر ہو جائے گا۔
چنانچہ جب اس کے وجود کی تپش کچھ کم ہوئی تو وہ شخص پانی سے باہر نکل آیا۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میرے پیر و مرشد نے میرا ہاتھ پکڑ کر سات دریائے عشق الٰہی ناپیدا کنارے یک لخت پار کرا کے مقام فنا سے مقام بقا تک پہنچا دیا۔
آپ کے اس مقام پر عارف کھڑی کا بیان ☆: آپ کے اس مقام پر حضرت میاں محمد بخش عارف کھڑی علیہ الرحمۃ اپنی مثنوی میں فرماتے ہیں۔

پیر کامل یا فتم گشتم مرید — از کرم برمن بچشم دل بدید

ترجمہ☆: پیر کامل میسر آیا تو میں مرید ہو گیا جب کرم کی نگاہ سے انہوں نے میری طرف دیکھا۔

ذرہ را خورشید معنی کرد حرف — قطرہ را ساخت چنداں بحرزرف

ترجمہ☆: ایک ذرے کو سورج بنا دیا اور قطرے کو سمندر بنا دیا۔

اکنوں رزیں قطرہ گر بر چکد — مدیم ازوے آید برصد رسد

ترجمہ☆: اور اب اگر یہ قطرہ ٹپکے تو اس سے سینکڑوں دریا بن جائیں۔

من کہ بے سمع و بے بصر شدم — قابل مقبول رستم از عدم

ترجمہ☆: اور میں بغیر دیکھے اور سنے کے عدم سے لے کر آج تک قابل مقبول بن گیا۔

ساقیم جام ابدرا ساقیم — باقیم من با قیم من باقیم

ترجمہ☆: عدم کے جام کا میں ساقی ہوں میں باقی ہوں میں باقی ہوں میں باقی ہوں۔

ایک مقام پر عارف کھڑی فرماتے ہیں☆:

بگا شیر ولی مردانہ — جس نوں جانے سب زمانہ
غوثاں اُتے غوث یگانہ — حاجی صبح قربانی دا

حضرت قبلہ مولوی محبوب علی صاحب آپ کے بارے فرماتے ہیں☆:

طفیل حاجی الحرمین بگا شیر درکالی
مشرف ساز زاں فیضش منم بدکار یااللہ

حضرت حاجی حافظ اکرام صاحب آپ کے بارے فرماتے ہیں☆:

بگے شیر دے واسطے رب سائیں سدا امن امان رکھا مینوں

رکھیں وچ امان ایمان میرا آخر وقت بھی ہوئے عطا مینوں

آپ کے خلفائے نامدار☆: یوں تو آپ سے بہت سے اور لاتعداد لوگوں نے فیوض و برکات حاصل کئے مگر دو شخصیات ایسی ہیں کہ جنہوں نے آپ سے روحانی فیوض و برکات نہ صرف لوٹے بلکہ اپنے وقت کے کاملین میں ایسے شمار ہوئے کہ فیض کے دریا بہا دیئے اور ان کا فیضان آپ کے صدقے قیامت تک جاری رہے گا۔

ان میں حضرت میاں فیض بخش کھدیارہ شریف نزد مندرہ تحصیل گوجر خان ضلع راولپنڈی والے جن کو آپ نے ایام طفولیت میں ہی اپنی پرورش اور آغوش رحمت وولایت میں لے لیا تھا۔ حضرت میاں فیض بخش جب سن بلوغت کو پہنچے تو آپ نے اپنی نگاہ ولایت کی تاثیر سے انہیں کندن بنا کر افضل واکمل کر دیا۔ آج بھی دربار عالیہ کھدیارہ شریف کے ڈنکے چاردانگ عالم میں بج رہے ہیں۔

دوسرے خلیفہ حضرت صاحبزادہ عبدالحکیم صاحب علیہ الرحمۃ چکڑالی شریف تحصیل کلر سیداں ضلع راولپنڈی والے جو کہ علمائے حق کے بہت اچھے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ حضرت بھی آپ کی نگاہ ولایت سے علم و ہنر میں یکتا مرد اہل صفا مجموعہ صبرو استقلال اور صاحب کشف وکرامات بزرگ ہیں۔ علم و ہنر تو انہیں موروثی حصہ سے ملا تھا۔ جبکہ فقر وولایت کی دولت آپ کی چوکھٹ کو چومنے سے ملی تھی۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال ۱۳۶۶ھ بمطابق **1946**ء میں ہوا۔ مزار پُر انوار موضع درکالی شریف تحصیل کلر سیداں براستہ چوک پنڈوڑی ضلع راولپنڈی میں مرجع خاص و عام ہے جہاں آج بھی سینکڑوں زائرین وحاجت مندان حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کے سالانہ عرس کے موقع پر روزانہ ہزاروں کی تعداد میں عقیدت مندان حاضری دیتے ہیں۔ غالباً تحصیل کلر سیداں میں آپ کا عرس ومیلہ سب سے بڑا اور تاریخی ہوتا ہے۔

دربار شریف کا نظام آج کل محکمہ اوقاف پنجاب کے پاس ہے۔ ہفتہ میں ایک دن اوقاف کے آفیسران آ کر دربار شریف کے غلے کی تمام آمدن اور نقدی کے علاوہ اجناس مرغ بکرے دیسی گھی اور چادریں لے کر چلے جاتے ہیں۔ مگر دربار شریف پر حاضری دینے والے زائرین کے لئے سہولیات کا محکمہ اوقاف کو کوئی خیال نہ ہے۔ نہ ہی دربار شریف کی آمدنی سے کوئی قابل ذکر تعمیرات کرائی گئیں اور نہ ہی آج تک آپ کی سوانح حیات پر کوئی کتاب چھاپی جاسکی اور نہ ہی محکمہ اوقاف آپ کے دربار شریف کے وسیع وعریض رقبہ پر بنی ہوئی مسجد کا خیال رکھ سکا اور نہ ہی کوئی دارالعلوم قائم کیا جاسکا۔ آج تک دربار شریف کی تعمیر وترقی اور عرس وغیرہ کا نظام عقیدت مندان عوام الناس ہی کرتے چلے آرہے ہیں جبکہ محکمہ اوقاف پنجاب صرف دربار کی آمدنی کا مالک ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت مخدوم سید غلام مصطفیٰ شاہ گیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: نمونہ سلف صالحین، برھان الواصلین، دلیل الکاملین، سلطان العاشقین حضرت مخدوم سید غلام مصطفیٰ شاہ گیلانی قادری المعروف حامد گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ آفتاب و ماہتاب ولایت ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 1295 ہجری بمطابق 1878ء کو ملتان میں پیر طریقت امیر شریعت فخر السادات گیلانیہ حضرت پیر سید صدرالدین گیلانی قادری سجادہ نشین دربار حضرت موسیٰ پاک شہید ملتان کے گھر ہوئی۔

بچپن سے ہی آپ کے چہرہ سے ولایت کے آثار نمایاں تھے۔ سن شعور کو پہنچے تو قرآن کریم کی تعلیم حاصل کی۔ تکمیل قرآن کے بعد گورنمنٹ ہائی سکول میں داخلہ لے لیا۔ اس کے ساتھ دینی تعلیم کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ 1204 ہجری میں ایچی سن کالج لاہور میں داخل ہو گئے۔ اور 1309 ہجری میں ڈپلومہ حاصل کیا۔ اس کے بعد گورنمنٹ برطانیہ کی طرف سے ایک ممتاز عہدہ پر فائزہ ہو گئے۔

آپ کو دینی علوم اور تاریخ دانی میں کافی عبور حاصل تھا۔ اس کے علاوہ عربی و فارسی زبان پر بھی کافی دسترس حاصل تھی۔

بیعت و خلافت و سجادگی ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے والد گرامی پیر طریقت حضرت مخدوم سید صدرالدین گیلانی قادری علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقۂ خلافت پا کر سرفراز و صاحب ارشاد ہوئے۔

سیرت و کردار ☆: آپ کو حضرت پیران پیر دستگیر سیدنا عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت گہری عقیدت و محبت تھی۔ آپ سادات کرام علمائے کرام کی بے حد عزت و قدر کرتے تھے۔ آپ نہایت خوش اخلاق و خوش اعتقاد اور نہایت ہی سادہ طبیعت کے مالک تھے۔ رشد و ہدایت میں آپ کو خاص ملکہ حاصل تھا۔ آپ کی خدمت میں امراء رؤسا، صوفیاء علماء فیض روحانی حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوتے تھے۔

آپ کے والد گرامی اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اس کے بچپن سے لے کر اپنی آخری عمر تک اس کا کوئی گناہ نہیں دیکھا۔ جس طرح ظاہری شان و شوکت اور جاہ و عظمت آپ کے چہرہ مبارک سے عیاں ہوتی تھی بعینہ اسی طرح شریعت و طریقت کے آثار زہد و

عبادت تقویٰ وریاضت کے آثار بھی آپ کی جبین اقدس سے ظاہر ہوتے تھے۔آپ نے اپنے والد گرامی کے وصال کے بعد رشد وہدایت کا ایسا دریا بہادیا تھا کہ کثیر تعداد میں لوگوں کے دلوں کی کھیتی کو سیراب کر کے لہلہادیا۔

حج بیت اللہ شریف وزیارت روضۂ رسول ﷺ☆: آپ نے اپنے عظیم والد گرامی کے ہمراہ حج بیت اللہ شریف ادا کیا۔اور مدینہ پاک میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ انور پر حاضری کی سعادت حاصل کی۔ 1329 ہجری بمطابق 1911ء میں اپنے والد گرامی کے بعد سجادہ نشین درگاہ حضرت موسیٰ پاک شہید مقرر ہوئے۔اور 1942ء میں اپنے زرکثیر سے حضرت موسیٰ پاک شہید کے دربار کواز سرنو تعمیر کرایااوراس کے ساتھ خوبصورت مسجد بھی آپ کی تعمیر کا عظیم شاہکار ہے۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال ۱۳۶۹ ہجری بمطابق 1949ء کو ہوا۔مزار پرانوار دربار موسیٰ پاک شہید پاک گیٹ کے اندر ملتان شہر میں مرجع خاص وعام ہے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔ملک پاکستان کے موجودہ وزیراعظم جناب مخدوم سیّد یوسف رضا گیلانی آپ کے سگے بھتیجے اور دربار حضرت موسیٰ پاک شہید کے موجودہ سجادہ نشین بھی ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت میاں خدا بخش قادری رزاقی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: صوفی باصفا، ماہتاب شریعت، آفتاب طریقت، ترجمان حقیقت، حضرت میاں خدا بخش قادری رزاقی رحمتہ اللہ علیہ شمع رشد وہدایت ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۱۵ھ بمطابق 1800ء کو جالندھر میں ہوئی۔

آپ اوائل عمر سے ہی کم گو، سنجیدہ اور راست باز تھے۔ بچوں کے ساتھ کھیلنے سے احتراز فرماتے اس لئے کہ آپ مادرزاد ولی تھے۔ نوجوانی کے عالم میں بھی اکثر ذکر وفکر میں مشغول رہتے تھے۔ شب بیداری آپ کا معمول تھا۔ تمام رات عبادت الٰہیہ اور تلاوت قرآن کریم میں گزر جاتی تھی۔

بیعت وخلافت ☆: آپ جوانی کے عالم میں مرشد کی تلاش میں گھر سے نکلے اور بغداد شریف پہنچ کر چالیس برس تک حضور غوث الاعظم سرکار پیر پیراں میر میراں سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پرانوار پر چلہ کرتے رہے۔ اس دوران حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلید بردار حضرت سید احمد شریف الدین قادری علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ شجرہ طریقت حسب ذیل ہے۔

حضرت میاں خدا بخش قادری مرید سید احمد شریف الدین مرید حضرت شیخ مصطفیٰ مرید حضرت شیخ سید محمد مرید حضرت سید عبدالعزیز مرید حضرت سید عبداللہ تقی مرید شیخ سید عبدالقادر مرید حضرت شیخ محمد مرید حضرت شیخ شمس الدین مرید حضرت شیخ شرف الدین مرید حضرت شیخ سید محی الدین مرید حضرت سید علاؤ الدین مرید حضرت شیخ سید شمس الدین مرید حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ مرید حضرت شیخ سید شہاب الدین احمد مرید حضرت سید محمد صالح مرید حضرت سید عبدالرزاق مرید حضرت سید عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعلیہم الرحمتہ والرضوان والغفران۔

مرشد کے حکم سے وطن کی جانب واپسی ☆: آپ چالیس برس بغداد شریف میں عبادت وریاضت میں مشغول رہے اور مجاہدے وسلوک ومعرفت کی تکمیل کے بعد اپنے مرشد کامل کے حکم سے واپس جالندھر تشریف لائے اور جالندھر کی نواحی بستی

سید کبیر میں مقیم ہوئے۔ وہاں آپ نے کافی عرصہ رشد و ہدایت کا فریضہ سرانجام دیا۔ لاتعداد لوگ آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور بہت سے افراد کو فیضان و معرفت حاصل ہوا۔

1947ء میں قیام پاکستان کے بعد لاہور تشریف لا کر کچھ عرصہ قیام پذیر رہے۔ وہاں سے مستقل طور پر ساہیوال تشریف لے آئے اور خدمت خلق میں مصروف و مشغول ہو گئے۔

آپ کے خلفائے نامدار☆: آپ کے خلفاء میں حضرت فضل شاہ قادری المعروف نور والے انفنٹری روڈ مصطفیٰ آباد، دھرم پورہ لاہور میں مقیم تھے۔ انہوں نے چودہ برس کی مسلسل عبادت و ریاضت کے بعد آپ سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال 155 برس کی عمر شریف میں ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۶۹ھ بمطابق ۱۹ جولائی 1950ء بروز اتوار کو ہوا۔

مزار پرانوار ساہیوال شہر کے معروف قبرستان ''پیر بخاری'' میں مرجع خلائق عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت حافظ سیّد محمد زمان شاہ گیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: برھان العاشقین، دلیل الکاملین، فخر الواصلین، پروردۂ نگاہ لطف رسول مدنی، جگر گوشۂ شیخ المحد ثین حضرت حافظ سیّد محمد زمان شاہ گیلانی قادری، المعروف حضرت آغا جان رحمتہ اللہ علیہ پیشوائے جمیع اہل کمال ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۰۵ھ بمطابق 1887ء میں ولی العصر فخر السادات حضرت سید سعید احمد شاہ گیلانی قادری علیہ الرحمۃ کے علمی وروحانی گھر پشاور صوبہ سرحد میں ہوئی۔

آپ کی ولادت کی خوشخبری جب آپ کے داداجان حضرت آقا پیر جان علیہ الرحمۃ نے سنی تو رب کعبہ کے حضور سجدۂ شکر ادا کیا۔ اور بہت سی نقد رقم غرباء ومساکین میں تقسیم فرمائی اور نومولود کے کان میں اذان کہی۔ اپنے دست مبارک سے آپ کے منہ میں گھٹی ڈالی، سنت مطہرہ کے مطابق ساتویں دن عقیقہ کیا اور ''سید محمد زمان شاہ'' نام تجویز فرمایا اور پیار سے آپ کو ''آغا جان'' پکارتے تھے۔ داداجان کا پیار سے پکارنے والا نام اس قدر معروف ہوا کہ اہل خانہ واہل خاندان کے علاوہ اہل پشاور اور سلسلہ عالیہ میں داخل ہونے والے افراد بھی آپ کو ''آغا جان'' کے پیارے لقب سے یاد کرتے تھے۔

تعلیم وتربیت ☆: آپ کا گھرانہ علم وفضل اور طریقت وشریعت کا گہوارہ تھا۔ ناظرہ قرآن اور دیگر ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی۔ حضرت آقا پیر جان صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے آغا جان کی ابتدائی پرورش اور نشوونما پر خصوصی توجہ دی آپ کی سیرت وکردار کی تعمیر کے لئے ہر ممکن کوشش فرمائی اور آپ کی شخصیت کو پروان چڑھانے اور انسانیت کاملہ کے اوصاف سے کما حقہ متصف کرنے کے لئے بڑی محنت اور جان فشانی سے کام لیا۔

تعلیم اور حفظ قرآن ☆: آپ نے سکول میں انگریزی تعلیم کے حصول کے ساتھ ساتھ قرآن مجید فرقان حمید کے حفظ کا سلسلہ بھی شروع کر رکھا تھا۔ داداجان کے وصال کے بعد آپ کی طبیعت میں بے چینی رہنے لگی اور انگریزی تعلیم سے دل اُچاٹ ہو گیا۔ چنانچہ مڈل کا امتحان پاس کرنے کے بعد آپ نے دنیوی تعلیم کو خیر باد کہہ کر اپنی ساری توجہ کلام الٰہی کے حفظ کرنے پر مرکوز فرمائی اور حضرت حافظ الٰہی بخش زرگر صاحب سے قرآن کریم حفظ فرمایا نیز دیگر علوم اسلامیہ کا اکتساب پشاور کے مختلف علمائے کرام سے کیا۔

بیعت وخلافت ☆: حضرت آقا پیر جان صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو آپ سے بے حد پیار تھا۔ اسی محبت وشفقت کے سا
انہوں نے آپ کی پوری پوری نگہداشت فرمائی اور اپنی توجہ کاملہ سے آپ کی روحانی استعداد میں برابر اضافہ فرماتے رہے۔ یہاں تک
کہ آپ جب بارہ سال کے ہوئے تو داداجان کا آخری وقت آ گیا۔ وصال سے پہلے رات کو ساڑھے بارہ بجے حسب معمول تہجد کے
لیے اُٹھے اور نماز پڑھ کر آپ کو اپنے پاس بلایا سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت وخلافت سے نوازا اور اپنی تسبیح ومصلیٰ عنایت فرما کر علم لد
اور روحانی فیوض وبرکات کی امانت بھی مرحمت فرما کر آپ کے قلبِ اطہر کو علم ومعرفت کا خزینہ بنادیا۔

دورکعت میں ختم قرآن ☆: حضرت آقا پیر جان صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خصوصی نوازشات کا اثر تھا کہ پند
سال کی عمر میں رمضان المبارک کے دوران دورکعت تراویح میں آپ نے پورا قرآن سنایا لیکن نہ تو کوئی غلطی سرزد ہوئی اور نہ ہی
کسی مقام پر رُکے۔

یہ واقعہ یوں پیش آیا کہ آپ کے اُستاد حضرت حافظ الٰہی بخش صاحب جو زرگری کا کام کرتے تھے۔ ان کے اور مسجد گدائی خا
مسلم مینا بازار کے حافظ محمد صادق صاحب کے درمیان ایک مرتبہ رمضان شریف کے مہینے میں تلخ کلامی ہوگئی۔ تو انہوں نے حافظ الٰہی
بخش صاحب پر طنز کرتے ہوئے کہا جاؤ جاؤ تم پھونکیں مارا کرو اور زرگری کیا کرو تمہارا قرآن سے کیا تعلق! نہ تمہیں قرآن آتا ہے اور نہ
ہی تمہارے شاگردوں کو اس سے حافظ صاحب طیش میں آ گئے۔ اور اُسے چیلنج دے دیا کہ آج رات جامع مسجد گنج علی خان بازار کلا
میں تمہارا اور میرا قرآن مجید سُنانے کا مقابلہ ہوگا۔ ظہر کے وقت یہ واقعہ پیش آیا اور شام تک پورے شہر میں یہ بات پھیل گئی۔ زندہ دلان
پشاور اور بڑے بڑے جیّد حفاظ کرام رات کو جامع مسجد گنج علی خان میں جمع ہو گئے دونوں مدعی اور مدعا علیہ حفاظ کرام بھی اپنے شاگردو
کی فوج ظفر موج لیے آمنے سامنے ہوئے حضرت حافظ الٰہی بخش صاحب نے فرمایا کہ پہلے میرا سب سے چھوٹی عمر کا شاگرد قرآن حکیم
سنائے گا اور تم اور تمہارے شاگرد اُس کی غلطیاں نوٹ کریں۔ اُس کے بعد تم اپنے شاگرد کو میدان میں پیش کرو ہم لوگ اُس کی غلطیاں
پکڑیں گے اس طرح حقیقت خود بخود کھل کر سامنے آ جائے گی۔ موقع پر موجود غیر جانبدار حفاظ کرام نے بھی اس کی تائید کی جب اس
اتفاق رائے ہو گیا تو حافظ الٰہی بخش زرگر صاحب نے حضرت سید محمد زمان شاہ صاحب کو مصلے پر کھڑا کر دیا۔ چنانچہ آپ نے اللہ کا نا
لے کر جو پہلی رکعت میں الحمد للہ سے قرآن کریم پڑھنا شروع فرمایا تو تیئیسویں پارہ میں سورہ یٰسین شریف پر رکوع کیا جبکہ دوسری رکعت
میں آخری پارے کی سورہ الم نشرح تک پڑھ کر جب سلام پھیرا تو تمام مسجد اللہ اکبر، جزاک اللہ سبحان اللہ اور نظر بد دور کے نعروں
گونج اٹھی۔ تمام حفاظ کرام حیران رہ گئے۔ کہ اس چھوٹی سی عمر میں دورکعت کے اندر پورا قرآن اس قدر ضبط اور روانی سے پڑھا کہ
کہیں رُکنے کی نوبت آئی نہ ہی کوئی غلطی ہوئی۔ درحقیقت یہ حضرت آقا پیر جان صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی تربیت اور نظر کرم کا فیضان تھا
یہ دیکھ کر لوگ عش عش کر اُٹھے۔ اس واقعے کو پشاور کی تاریخ میں اس قدر شہرت حاصل ہوئی کہ آئندہ کسی کو حافظ الٰہی بخش زرگر صاحب
متعلق ایک لفظ زبان سے نکالنے کی جرأت نہ ہوئی اور اُن کی عزت ومکرمت میں بے انتہا اضافہ ہوا۔

سیروسیاحت ☆: علوم اسلامیہ سے فراغت کے بعد آپ اپنے اسلاف کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے برصغیر پاک وہند

سفر پر روانہ ہوئے۔اور ہندوستان کے تقریباً تمام مشہور اولیائے کرام کے مزارات پر حاضری دی اُن کے سجادہ نشینوں وخلفاء دیگر علماء و مشائخ اور مجاذیب وفقراء سے مل کر ایک طویل عرصے کے بعد واپس پشاور تشریف لائے لیکن طبیعت نہ لگی اور پھر سیر وسیاحت پر روانہ ہو گئے۔پھر تو آپ کا یہ معمول بن گیا کہ اگر چھ ماہ پشاور میں رہتے تو چھ ماہ لاہور، دہلی، لکھنو، کلکتہ، رنگون، احمد آباد اور کشمیر میں گزار دیتے۔

اس عرصے میں یہاں پر بہت سے حضرات کے ساتھ آپ کے قریبی مراسم پیدا ہو گئے لاہور میں آپ کا قیام حضرت محدث کبیر شاہ محمد غوث صاحب قادری گیلانی پشاوری ثم لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ عالیہ قادریہ غوثیہ بیرون دہلی دروازہ لاہور ہوا کرتا تھا۔اور یہاں پر اکثر شاعر مشرق حضرت علامہ محمد اقبال مولانا ظفر علی خان، حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب ناظم اعلیٰ حزب الاحناف لاہور حضرت علامہ سید ابوالحسنات صاحب قادری خطیب جامع مسجد وزیر خان لاہور رئیس الاحرار سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی علامہ علاؤ الدین صاحب صدیقی وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی لاہور، حضرت علامہ مولانا غلام محمد مرشد صاحب خطیب سنہری جامع مسجد لاہور اور جناب شورش کاشمیری وغیرہ سے مختلف مسائل پر تبادلہ خیال ہوا کرتا تھا۔

دہلی میں آنجناب رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک پشاوری مرید لالہ میاں محمد صاحب کے ہاں پہاڑ گنج میں رونق افروز ہوا کرتے تھے اور مفتی اعظم اہلسنت حضرت علامہ مفتی مظہر اللہ صاحب خطیب جامع مسجد فتح پوری، مفتی ہند حضرت علامہ مفتی کفایت اللہ صاحب مہتمم مدرسہ نعمانیہ دہلی اور خصوصاً حضرت خواجہ حسن نظامی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اکثر ملاقاتیں رہتی تھیں جبکہ اجمیر شریف میں حضرت علامہ مولانا غلام معین الدین صاحب صدر مدرس دار العلوم معینیہ سے بڑے ہی برادرانہ تعلقات استوار تھے۔

کلکتہ رنگون بمبئی اور احمد آباد میں آپ کے بے شمار پشاوری عقیدت مند رہائش پذیر تھے۔جو یہاں کی سیاست پر پوری طرح چھائے ہوئے تھے۔خصوصاً تاج محمد صاحب پشاوری بلدیہ کلکتہ کے چیئر مین تھے۔جبکہ ملا جان محمد صاحب خلافت کمیٹی بنگال کے صدر اور روح رواں تھے یہاں پر بھی بلند پایہ دینی وسیاسی شخصیات سے رشتہ اخوت ومحبت قائم تھا۔

کشمیر میں آنجناب کے اکثر خاندانی بزرگوں کی خانقاہ ہیں۔نیز یہاں پر آپ کے ماموں سسر جناب شہزادہ حکیم غلام محمد صاحب کا مطلب الکوثر امیرا کدل سری نگر پورے کشمیر میں شہرت رکھتا تھا۔اور سری نگر میں ہی حضرت سیّد سخی شاہ محمد فاضل رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ عالیہ کے سجادہ نشین اور کشمیر کے مقبول رہنما میر سید مقبول شاہ صاحب گیلانی کے ساتھ خصوصی قرب وتعلق تھا۔اور حضرت محدث کبیر کے فرزند ارجمند حضرت سید شاہ میر صاحب قادری گیلانی مظفر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین حضرت سید حسام الدین شاہ صاحب قادری گیلانی کے ساتھ بھی اکثر وبیشتر ملاقاتیں ہوا کرتی تھیں۔

دینی وروحانی خدمات ☆: آغا جان رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے بزرگوں کی روایات کے مطابق اپنی تمام زندگی درس قرآن حکیم اور مریدین ومتوسلین کے تہذیب نفوس میں بسر فرمائی۔غوثیہ لنگر بھی جاری رکھا لیکن اس کے علاوہ پشاور میں مجلس میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قیام اور جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آغاز کا سہرا بھی آپ کے سر ہے۔کیونکہ اس تنظیم کے قیام سے قبل مسلمان عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پُر مسرت موقع پر جشن ولادت منانے کی بجائے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

دیا اور اس میں سے توحید کے مضامین بیان کیئے۔ آپ کی دل آویز گفتگو اور لحن داودی کی بنا پر سکھ مرد اور عورتیں آپ پر فریفتہ ہو کر روپے پیسے اور سونے کے کنگن و دیگر زیورات اتار کر آپ پر نچھاور کرتے رہے۔ آپ نے دعائے خیر فرمائی اور وہ تمام سونا جو آپ کے قدموں پر پڑا تھا اٹھایا اور ایک رومال میں باندھ کر سکھوں کے سردار کو یہ کہہ کر دے دیا کہ ہم نے یہ تمام رقم اور زیورات امرتسر کے دربار صاحب کو دان کر دی اسے لے جائیں ہم فقروں کو کسی مال و زر کی طمع نہیں۔

الاستقامت فوق الکرامت ☆: ایک مرتبہ ایک شیعہ نے آپ کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا اور الزام لگایا کہ یہ اہل تشیع کو برا بھلا کہتے ہیں اور گالیاں دیتے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں آپ کو گرفتار کر لیا گیا۔ آپ کے صاحبزادے سید فخر الزمان شاہ قادری جن کی عمر اس وقت چھ سال کی تھی انہوں نے جب آپ کو ہتھکڑی پہنے ہوئے دیکھا تو رونے لگے اور پوچھنے لگے یہ زنجیر آپ کو کس نے پہنائی ہے؟ آپ نے انہیں دلاسہ دیا اور فرمایا کہ بیٹا یہ اسلام کی خاطر میرا زیور ہے۔ چنانچہ یہ کیس تین ماہ تک چلتا رہا بالآخر ہندو جج کنول نین نے آپ کو باعزت طور پر بری کر دیا اور فیصلے میں لکھا کہ میں ایسے شخص کے بارے میں تصور بھی نہیں کر سکتا کہ وہ کسی کو گالی دے یا کسی کے خلاف ناشائستہ بات زبان پر لائے۔ ایک مرید نے اس صورت حال سے پریشان ہو کر عرض کی قبلہ عالی جناب کی مخالفت پر پیمانہ حاسدان کب تک لبریز رہے گا تو آپ نے مسکرا کر فرمایا کیا یہ اشعار آپ کی نظروں سے نہیں گزرے۔

ان یحسودلی فانی غرمیهم ☆ قبلی من الناس اهل الفضل

قدوم لی ولهم مابی و بالهم ☆ معات اکثر الناس غیض بمامجدد

مانجی الله والرسول معاً ☆ من لسان الورا فکیف اناه

ترجمہ ☆: لوگ مجھ سے حسد کرتے ہیں تو بھی ان کو ملامت نہیں کرتا ☆ کیونکہ مجھ سے قبل اہل فضل لوگ بھی حسد کئے گئے پس میرے لیے محمود ہونا اور ان کا حاسد ہونا ہمیشہ رہے گا ☆ اور اکثر لوگ (پہلے لوگوں کی بندگی کے سبب سے غصہ سے مارے گئے) اللہ اور اس کے رسول نے لوگوں کی زبان سے نجات نہیں پائی تو میں کون ہوں۔

یہی وجہ تھی کہ آپ کے تحمل اور صبر و برداشت کے پیش نظر انہیں خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھا کہ آپ کا وجود اہل سنت جماعت کیلئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔

ماخوذ۔ اخبار الفقیہ 14 جون 1929ء جلد 12 طبع امرتسر

آپ کی علمی و قلمی خدمات ☆: آپ پختہ اور متبحر عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ ایک کامیاب مقرر اور بہترین خطیب ہونے کے علاوہ وقت کے بہترین مناظر اور شاعر بھی تھے۔ آپ کے کلام میں بلا کا اثر تھا آپ کے منظوم کلام کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ دیہاتی عورتیں دودھ بلاتی اور آٹا پیستی ہوئیں آپ کے اشعار پڑھا کرتی تھیں۔ آپ کے اشعار خصوصاً کلمہ طیبہ کا ذکر کرتیں اور بھیڑ بکریاں چرانے والے چرواہے ماہیے اور دیگر گیتوں کی بجائے کلمہ طیبہ کا ذکر کرتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ پہاڑوں کے پتھر بھی کلمہ پڑھ رہے ہیں

نیز برصغیر پاک و ہند کے مایہ ناز نعت خوان شاعر جناب محمد اعظم چشتی تو ہر سال بڑی باقاعدگی سے تشریف لاتے جن کو سننے کے لئے پشاور کے محبان رسول ﷺ ایک سال تک بڑی شدت سے انتظار کیا کرتے تھے۔ مجلس میلاد النبیؐ پشاور نے یہ سلسلہ عشق و محبت 1943ء سے لے کر 1955ء تک جاری و ساری رکھا یہاں تک کہ آغا سید ظفر علی شاہ صاحب نے ادارۂ تبلیغ الاسلام کے نام سے پشاور میں ایک تنظیم کی بنا ڈالی اور ربیع الاول شریف میں جلسوں اور بارہ ربیع الاول کو جلوس کا بابرکت فریضہ انجام دینا شروع کیا تو مجلس میلاد النبی پشاور نے اپنے پروگرام ترک کر کے اُن سے تعاون کرنا شروع کر دیا۔

گیارہویں شریف ☆: پشاور میں حضرت ابوالبرکات سیّد حسن بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضور غوث اعظم محبوب سبحانی، قندیل نورانی شہباز لامکانی، ہیکل یزدانی سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرس مبارک کے سلسلے میں گیارہویں شریف کے جو معمولات شروع فرمائے تھے اُسے آپ کی اولاد امجاد نے دوام بخشا۔ آغا جان رحمۃ اللہ علیہ بھی تمام عمراس پر کاربند ہے۔ اس ضمن میں ہر اسلامی مہینے کی گیارہ تاریخ کو بعد نماز فجر آستانہ عالیہ قادریہ آقا پیر جان صاحب یکہ توت پشاور میں عقیدت مند جمع ہو جاتے اور ختم غوثیہ شریف پڑھا جاتا۔ دُعا کے بعد حاضرین ناشتہ کرتے اور آغا جان رحمۃ اللہ علیہ سے مل کر اپنے اپنے کاموں پر چلے جاتے جبکہ یکم ربیع الثانی سے گیارہ ربیع الثانی تک ختم غوثیہ شریف ہر روز بعد نماز فجر پڑھا جاتا۔ پھر گیارہ ربیع الثانی کو تمام دن غوثیہ لنگر تقسیم ہوتا جس میں اہل پشاور کے علاوہ ملحقہ دیہات سے بھی بڑی تعداد میں حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے شیدائی تناول تبرک کے لئے آتے اور رات کو ذکر وفکر اور نعت خوانی کی محفل منعقد ہوتی جو تمام رات جاری رہتی اس میں شمولیت کرنے کے لئے لاہور، جہلم، سرگودھا، حضرو اور مردان سے بھی کثیر تعداد میں مریدین و متوسلین حاضر ہوا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں اپنے دیگر مشائخ عظام کے اعراس کے موقع پر ایسی ہی روحانی محافل کا اہتمام کرتے الحمد للہ ثم الحمد للہ! کہ انوار و تجلیات اور ذکر وفکر کا یہ سلسلہ آج بھی قائم و دائم ہے۔

معاشرتی خدمات ☆: آپ نے عشق رسول اللہ اور اولیائے کرام کی تعلیمات کی روشنی میں ذکر وفکر اور اخوت و بھائی چارے کے جذبات کو فروغ دے کر معاشرے کو امن و سکون اور اطمینان و یک جہتی سے ہمکنار کرنے کی مساعی جمیلہ کے ساتھ اُن برائیوں کی جڑ کاٹنے پر بھی توجہ مرکوز فرمائی جو معاشرے کی قوت کو دیمک کی طرح آہستہ آہستہ چاٹتی چلی جا رہی تھیں۔ اس ضمن میں پشاور شہر سے چکلہ (قحبہ خانہ) ختم کرنے کے لئے آپ کی گراں قدر خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ اس سلسلے میں آپ نے مجاہد اسلام، فخر کشمیر حضرت حاجی محمد امین صاحب قادری کے ساتھ مل کر اقدامات کئے۔ اور طویل صلاح مشورے کے بعد دونوں بزرگوں نے معاشرے کو چکلے کی لعنت سے پاک کرنے کے لئے یہ پروگرام وضع فرمایا کہ روزانہ سو مسلح افراد قصہ خوانی بازار کی پشت پر واقع طوائفوں کے اڈے پر تعینات کئے جائیں جن میں سے نصف دن کو اور نصف رات کو پہرہ کریں۔ اور یہاں آنے والوں کی دینی حمیت وغیرت دلا کر اس گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے بچائیں۔ اس مقصد کے لئے دونوں بزرگوں نے پشاور اور ملحقہ دیہات کا دورہ کر کے لوگوں کو اس پروگرام سے آگاہ فرمایا اور اپنے عقیدت مندوں کو بطور رضا کار پہرہ دینے کے لئے بھرتی کیا۔ اس سلسلے میں جامع مسجد مہابت خان پشاور میں ایک جلسہ عام بھی کیا گیا۔ جس میں تقریر کرتے ہوئے حاجی محمد امین صاحب نے اپنی پگڑی اتار کر زمین پر رکھ

نے دوران وہیں پر یہ عہد کر دیا ہے کہ جب تک پشاور کو پشاور کے علاقوں سے پاک نہیں کیا جائے گا۔ اس وقت تک پگڑی سر پر نہیں
رکھوں گا۔ چنانچہ جب عبدالغفار خان اور دوسرے حضرات پشاور نے پگڑی اٹھا کر آپ کے سر پر رکھ دی اور معذرت کی کہ وہ بھی
اس کارِ خیر میں ان کے ساتھ ہوں گے۔ اس موقع پر بادشاہ خان، باچا خان، شیخ محمد اسحاق اور کئی دوسرے دیہاتوں کے بڑے آقا جان
کے مریدین نے بھی اپنی خدمات پیش کیں اور ملک محمد زرین قادری آف پشاور اس جماعت کی قیادت میں آ گئے تاکہ آقا جان
صاحب تشریف لے آئے حافظ محمد امین صاحب نے پشاور میں ایک مکان کرایہ پر لے لیا اور یوں ان دونوں حضرات مشائخ عظام کی
سرپرستی میں رضاکاروں نے چکلے کے پاس ڈیوٹی دینا شروع کی۔ ملک محمد زرین صاحب ان کی نگرانی پر مامور تھے اور حالات کا
جائزہ لے کر رپورٹ دیتے رہتے تھے۔ آقا جان اور حافظ محمد امین صاحب خود بھی وقتاً فوقتاً جائزہ لینے پہنچ کر ڈیوٹی پر متعین اچھے
عقیدت مندوں کی حوصلہ افزائی کرتے رہتے تھے۔ یہ سلسلہ تین چار روز تک چلتا رہا اور آخرکار طوائفیں مجبور ہو گئیں اور یکے بعد دیگرے
اپنا کاروبار چھوڑ کر جانے لگیں اور یوں شہر پشاور سے چکلے کا خاتمہ ہوا۔

آپ کی سیاسی خدمات حضرت آقا جان رحمۃ اللہ علیہ ان دینی و روحانی پیشواؤں میں سے نہیں تھے جو سیاست
کو شجر ممنوعہ [illegible] سے الگ تھلگ رہنے میں ہی عافیت سمجھتے تھے بلکہ ان صاحبوں میں سے تھے جو سیاست سے تعلق رکھتے تھے جو امت محمدیہ کی بھلائی اس کے
مفادات کی حفاظت اور خدمت خلق کے جذبے کے تحت سیاست میں حصہ لینے کو عبادت کا درجہ دیتے تھے۔ اور اسی عزم اور تڑپ کی خاطر
آپ نے خانقاہ سے نکل کر میدان عمل میں آنے میں کبھی پس و پیش سے کام نہیں لیا بلکہ مسلمانوں کی بروقت صحیح سمت میں رہنمائی کے
لئے ہمیشہ صف اول میں نظر آتے رہے۔

چنانچہ جب جنگ عظیم اول کے خاتمہ پر سلطنت ترکیہ کی حمایت میں ہندوستان کے مسلمانوں نے تحریک خلافت شروع کی
اس موقع پر چند علماء کرام نے جذبات کی رو میں بہہ کر حقائق سے چشم پوشی کرتے ہوئے انڈیا کو دارالحرب قرار دے دیا اور ترک
موالات کے فتوے جاری کئے تو اس کے نتیجے میں ایک غیر دانشمندانہ ہجرت کی تحریک شروع ہوئی۔

مذہب کے نام پر ہجرت کی اس تحریک کا سب سے زیادہ اثر باشندگان سرحد پر ہوا۔ صوبے کے طول و عرض میں ایک آگ
جلتی نظر آنے لگی جسے دیکھو وہ بس سامنے گھر بار چھوڑ کر افغانستان کا رخ کرنے لگا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ دور دراز کے علاقوں سے نظر آنے
لگے۔ اس خیال سے کہ ہم [illegible] پہنچ کر آباد ہو جاتے ہیں۔ گھر بار لٹ گئے۔ عورتیں بیوہ ہو گئیں والدین بیٹوں سے بچھڑ
گئے اور بہت سے [illegible] سے جدا ہو گئے۔ یہ ایک قیامت صغریٰ کا نظارہ تھا۔ افغانستان کا راستہ چونکہ پشاور سے ہی ہو کر جاتا تھا
اس لئے ہندوستان کے دیگر علاقوں سے آنے والے قافلے پشاور سے ہی گزر کر افغانستان جا رہے تھے۔ ان کی آمد سے مزید جوش و خروش
پیدا ہو گیا۔ اور باشندگان پشاور بھی جلد از جلد دارالحرب سے نکل جانے کے متمنی نظر آنے لگے اگرچہ باشندگان پشاور مہاجرین کے قافلے
[illegible] کی ضروریات بھی پوری کر رہے تھے۔ اور اس مقصد کے لئے ایک ہجرت کمیٹی قائم کی گئی جس نے ایک مستقل پشاور میں سرائے
کرائے لے رکھی تھی۔ وہ تین دن تک مہاجرین یہاں ٹھہرتے اور پھر افغانستان روانہ ہو جاتے۔ سنجیدہ خیال اور دوراندیش مسلمان رہنماؤں

گیر ہجرت کے خلاف تھے لیکن علماء کی مخالفت کے باعث خاموشی اختیار کیے ہوئے تھے۔ کیونکہ اگر کوئی اس معاملے میں بولنے کی کوشش کرتا تو علماء مداخلت فی الدین قرار دے کر اُسے چپ کرا دیتے جبکہ دوسری طرف سیدھے سادے مسلمان ہجرت کو جہاد سمجھ کر قربان ہو رہے تھے۔ آنجناب رحمتہ اللہ علیہ اس کڑے وقت میں خاموش نہ رہ سکے، امت اسلامیہ کی یہ تباہی آپ سے نہ دیکھی جاسکی اور کسی بڑے سے بڑے آدمی کی بھی مخالفت کی پرواہ کئے بغیر میدانِ عمل میں کود پڑے۔ کمر ہمت باندھ لی اور پشاور وملحقہ دیہات کا دورہ شروع کر دیا۔ جہاں جاتے لوگوں کو جوش کی بجائے ہوش سے کام لینے کی تلقین کرتے، افغانستان کی حقیقی صورت حال سے اُنہیں آگاہ فرماتے کہ وہ جنگ زدہ چھوٹا سا ملک اس قدر لوگوں کو پناہ دینے کے قابل نہیں نیز ہجرت کے ایک دوسرے پہلو کی طرف اُن کی توجہ مبذول کروائی کہ فتوے دینے والے خود کیوں دارالحرب میں مقیم ہیں کیا یہ فتویٰ خود اُن کی اپنی ذات پر لاگو نہیں ہوتا؟ ان معقول دلائل کی روشنی میں لوگوں کے عقل وحواس بجا ہوئے اور یوں آپ کی بروقت رہنمائی سے بے شمار گھرانے تباہ ہونے سے بچ گئے۔ علاوہ ازیں جب حکومت برطانیہ کے پشاور میں بلدیاتی انتخابات کا اجراء کیا تو آنجناب جو خدمت خلق کے جذبے سے بدرجہ اتم سرشار تھے۔ ان انتخابات میں ایک امیدوار کی حیثیت سے سامنے آئے۔ اپنے خاندانی وقار اور ذاتی صلاحیتوں کی بدولت ممبر منتخب ہوئے اور پھر ہمیشہ بلا مقابلہ منتخب ہوتے ہوئے گیارہ سال تک میونسپل کمیٹی پشاور میں میونسپل کمشنر کی حیثیت سے فرائض انجام دیئے آپ کی اس قومی خدمت کا ذکر بلدیاتی خدمات کے عنوان سے آگے آرہا ہے۔ نیز سرحد میں مسلم لیگ کے احیاء اور تحریک پاکستان میں آپ نے جو ناقابل فراموش کردار ادا کیا اس کی مثال نہیں ملتی۔

بلدیاتی خدمات ☆: انگریزوں نے ۱۸۸۶ء میں بلدیہ پشاور قائم کی لیکن اس کے ممبر حکومت نامزد کرتی تھی پھر ۱۹۰۱ء میں سرحد کو ایک الگ صوبے کا وجود دینے کے باوجود ۲۹ سال تک اُسے تمام اصلاحی سکیموں سے محروم رکھا گیا۔ بلدیہ کے ساتھ بھی یہی ناروا سلوک کیا جاتا رہا یہاں تک کہ ۱۹۲۹ء میں پہلی بار بلدیہ پشاور میں انتخابات کا طریقہ رائج کرنے کا اعلان کیا گیا۔ اس موقع پر بلدیہ پشاور کے ممبران کی تعداد 16 رکھی گئی جن میں سے نصف تعداد کے لئے انتخابات ہوئے جبکہ باقی آٹھ حکومت کی طرف سے نامزد کئے گئے۔ بلدیہ کا دوسرا انتخاب دسمبر 1932ء میں ہوا۔ اس انتخاب سے پہلے بلدیہ کے ممبران کی تعداد میں اضافہ کر کے ان کی تعداد 24 کر دی گئی اور اسی الیکشن میں آنجنابؒ نے حصہ لیا۔ مجلس خلافت پشاور کی طرف سے آپ کے مقابلے میں پشاور کے ایک بہت بڑے سرمایہ دار تاجر غلام جیلانی کو کھڑا کیا گیا اور مجلس خلافت نے اس کی انتخابی مہم میں بھرپور حصہ لیا اور تمام وسائل بروئے کار لائے گئے جبکہ آغا جان رحمتہ اللہ علیہ کو انجمن سادات پشاور کا پورا پورا تعاون حاصل تھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سادات پشاور کی محبت اور عقیدت مندوں کی کوشش سے آپ اس قدر بھاری اکثریت سے کامیاب ہوئے کہ مخالف امیدوار کی ضمانت بھی ضبط ہوگئی اس کے بعد پھر کسی کو آپ کے مقابلے میں آنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ اور 1943ء تک آپ بلا مقابلہ منتخب ہوتے رہے۔ اس زمانے میں بلدیہ پشاور کے لئے شہر کے وسط میں چوک یادگار کے متصل ایک خوبصورت عمارت تعمیر کی گئی تھی۔ جس میں بلدیہ کے مختلف شعبہ جات کام کرتے تھے نیز ایک بہت بڑا ٹاؤن ہال بھی اس عمارت میں بنایا گیا تھا جس کی دیواروں پر بہترین لکڑی کا نفیس کام کیا گیا تھا۔ اس ہال میں دوسو اعلیٰ قسم کی نشستوں کا

اہتمام کیا گیا تھا۔ بلدیہ کے ممبران کی میٹنگ اسی ہال میں ہوا کرتی تھی۔ علاوہ ازیں شہر بھر کی علمی وادبی اور سرکاری وتجارتی تقاریب انعقاد بھی اسی ہال میں ہوتا تھا اور بلدیہ کی عمارت پر خوبصورت مینار بنائے گئے تھے۔ اوران میناروں پر ہواپیا بارش پیما اور زلزلہ پیما آلات نصب تھے۔ اسی عمارت میں ایک پبلک لائبریری بھی قائم کی گئی تھی۔ اوراس لائبریری سے منسلک تین عدد ریڈنگ روم شہر کے مختلف علاقوں میں کام کیا کرتے تھے۔ پورے برصغیر پاک وہند میں شائع ہونے والے اخبارات ورسائل لائبریری کی زینت بنتے تھے جن سے اہالیان پشاور مستفید ہوا کرتے تھے۔ اس زمانے میں جناب کریم بخش صاحب لائبریرین کی حیثیت سے یہاں کام کرتے تھے جناب محمد یونس صاحب بھی اس عرصے میں میونسپل کمیٹی کے سیکرٹری کے عہدے پر تعینات ہوئے۔

میونسپل کمشنر کے فرائض ☆: بلدیہ کے ممبر میونسپل کمشنر کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ جس کے فرائض کی فہرست تو بہت طویل ہے البتہ چند اہم امور کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔ شہر کے باشندوں کو تعلیم، صحت، صفائی، نکاسی آب، روشنی، آبنوشی، کھیلوں کے میدان اور پارکوں کی سہولت بہم پہنچانا بلدیہ کی اولین ذمہ داری تھی اوراس فریضے سے بطریقۂ احسن عہدہ برآ ہونے کے لئے درج ذیل پانچ قسم کی کمیٹیاں تشکیل دی گئی تھیں۔

1. Finance Sub Committee
2. Education Sub Committee
3. Public Works Sub Committee
4. Sanitation Sub Committee
5. Garden Sub Committee

ان کمیٹیوں کے امور نمٹانا ممبران بلدیہ کی ذمہ داری ہوتی تھی۔ ہر کمیٹی چند ممبران پر مشتمل ہوتی تھی۔ حضرت آغا جان رحمتہ اللہ علیہ ان میں سے دوسری اور چوتھی سب کمیٹی کے رکن تھے۔ بلدیہ کی حدود میں جائیداد کی خرید وفروخت، تعمیر ومرمت اور توسیع کے کام کے لئے بلدیہ سے باقاعدہ اجازت لینی پڑتی تھی۔ ہر میونسپل کمشنر کے ذمے مختلف علاقوں کے امور کی نگرانی کی ذمہ داری ہوا کرتی تھی۔ وہ جائے وقوعہ کا معائنہ کر کے رپورٹ پیش کرتا جس پر ہفتہ وار میٹنگ میں باقاعدہ بحث ہوتی اور بعدازاں اُس کا فیصلہ کیا جاتا تھا۔ شہر بھر میں موت اور بیماریوں کی تفصیلات پر مبنی ہر تین ماہ بعد ایک خصوصی میٹنگ ہوا کرتی تھی۔ اس مقصد کے لئے باقاعدہ ریکارڈ مرتب کیا جاتا تھا۔ جس سے ممبران کو اموات اور بیماریوں کی شرح میں کمی یا اضافے کا ریکارڈ مرتب کیا جاتا تھا۔ اور حسب ضرورت امراض کی روک تھام اور سدباب کے لئے مناسب اقدامات کی سفارش کی جاتی تھی۔ شہر کے ہر محلے میں ایک محلہ دار ہوتا تھا جو اپنے محلے میں پیدائش واموات کا ریکارڈ جمع کرنے کا ذمہ دار ہوتا تھا۔ اور محلہ دار کا تقرر اس علاقے کے میونسپل کمشنر کی سفارش پر کیا جاتا تھا۔ بلدیہ کی تمام منقولہ وغیر منقولہ املاک اور سامان وغیرہ کی سالانہ جانچ پڑتال بھی میونسپل کمشنر کے فرائض میں داخل ہوتی تھی۔ نیز میونسپل کمیٹی کی طرف سے لائسنسوں کے اجراء کا کام بھی میونسپل کمشنر انجام دیا کرتے تھے۔

ادبی خدمات ☆: آغا جان رحمتہ اللہ علیہ کو اردو اور فارسی ادب سے بہت لگاؤ تھا۔ اوران دونوں زبانوں کی نظم ونثر کا وسیع اور گہرا مطالعہ رکھتے تھے۔ اگرچہ خود ادیب وشاعر نہ تھے لیکن شعراوادباء کی بڑی قدر کرتے تھے اوراپنے ادبی ذوق کی تسکین کیلئے آستانہ

عالیہ قادریہ پر اکثر و بیشتر محافل مشاعرہ کا انعقاد کیا کرتے تھے، جن میں پشاور شہر کے علاوہ ملک بھر سے شعراء کرام تشریف لا کر حاضرین سے اشعار پر داد و تحسین وصول کرتے۔ اسی طرح کی ایک محفل میں درج ذیل تین اشعار پر شعراء نے سامعین سے بے انتہا داد پائی۔

اخلاق و کردار☆: آپؒ اپنے اسلاف کے اوصاف سے بدرجۂ اتم متصف تھے نہایت ہی مرنجان مرنج شگفتہ مزاج، ہمدرد، فیاض مستقل مزاج، انسان دوست، کشادہ قلب اور وسیع المشرب قادری بزرگ تھے۔ آپ کی خانقاہ کے دروازے پر ہر قسم کے لوگوں کے لئے ہر وقت کھلے رہتے تھے۔ سنی، شیعہ، ہندو، سکھ اور عیسائی ہر مذہب و ملت سے تعلق رکھنے والے آستانہ عالیہ قادریہ آقا پیر جان صاحب رحمتہ اللہ علیہ یکہ توت پر حاضری دیتے تھے۔ آپ ہر ایک کے ساتھ نہایت شفقت و محبت سے پیش آتے اُن کی فریاد سن کر مشکلات و مصائب رفع کرنے کی کوشش کرتے۔

جود و سخا اور غریب پروری کا جذبہ صادقہ بھی آپ کی ذات اقدس میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ غریبوں، مسکینوں اور محتاجوں کو کھانا کھلانا آپ کو انتہائی مرغوب تھا۔ بزرگانِ کرام کی سنت پر عمل کرتے ہوئے تمام عمر غوثیہ لنگر جاری رکھا۔ اور کبھی کوئی سوالی آپ کے در اقدس سے خالی ہاتھ واپس نہیں لوٹا۔ نمود و نمائش کے سخت خلاف تھے۔ تصوف کے اسرار و معرفت کی کیفیات باطنی کو ہر ممکن طریقے سے پوشیدہ رکھتے، تقویٰ و پارسائی اور کشف و کرامات کے ظاہر فرمانے کو بھی ناپسند کرتے تھے۔ اگر از خود آپ کی ذات والا صفات سے کسی غیر معمولی واقعے کا صدور ہو جاتا تو فوراً خالق حقیقی کی طرف اس کی نسبت فرما دیتے۔

اخلاص و للّٰہیت اور عزم و استقلال آپ کے مزاج کا خاصہ بن چکا تھا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی رضا اور مخلوق خدا کے فائدے کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر کام پورے خلوص سے سرانجام دیتے۔ نیز جب کوئی فیصلہ فرماتے تو اُس کے تمام پہلوؤں پر اچھی طرح سوچ بچار کر کے عمل درآمد کرتے اور پھر پوری قوت کے ساتھ اُس فیصلے پر جم جاتے، کسی بھی قسم کی مخالفت اور رکاوٹوں کو خاطر میں نہ لاتے۔ چنانچہ مسلم لیگ کے احیاء اور آزادی وطن کی تحریک جب شروع فرمائی تو ۱۹۳۶ء سے لے کر ۱۹۴۷ء تک نہایت مستقل مزاجی کے ساتھ منزل مقصود کی طرف قدم بڑھاتے رہے۔ انگریز، ہندو اور نیشنلسٹ مسلمانوں کی مخالفت کے علاوہ مسلم لیگ کے اندرونی خلفشار و انتشار کے مایوس کن دور میں بھی آپ نے نہایت ثابت قدمی کا ثبوت پیش فرمایا۔ اور تحریک پاکستان کو کامیابی سے ہمکنار کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ کبھی کسی قسم کے عہدے یا منصب سے سروکار نہ رکھا بلکہ اتحاد و یکجہتی کے فروغ کے لئے ہمیشہ ایثار و قربانی سے کام لے کر اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دی یہاں تک کہ قیام پاکستان کے بعد بھی اپنی ناقابل فراموش خدمات کو کیش کروانے کی کوشش نہ کی اور نہ ہی کسی قسم کا مادی فائدہ یا صلہ حاصل کرنے کی خواہش کی بلکہ حسب سابق اپنے اجداد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے فقر و درویشی کا سلسلہ جاری رکھا اور اپنی اولاد کو بھی اسی انداز میں تربیت فرمائی۔

شادی و اولاد☆: آپ کی شادی افغانوں کے مشہور قبیلے سدوزئی کے شہزادہ محمد تاور جان صاحب کی صاحبزادی سے ۱۹۱۰ء میں قرار پائی۔ اس موقع پر بڑے بڑے شعراء اکرام نے آپ کے سہرے لکھے جو شائع بھی کئے گئے تھے۔ اس پاک طینت بیوی سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین صاحبزادیاں اور آٹھ صاحبزادے عنایت فرمائے دو بیٹیاں ناکتخدا فوت ہو گئیں۔ جبکہ ایک دختر فرخندہ اختر کی شادی

سرحد و پنجاب کے مشہور و معروف قادری و چشتی سجادہ نشین حضرت سید شریف حسین صاحب شاکر بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی۔

آپ کے فرزندوں میں سیّد نور احمد شاہ گیلانی (مرحوم) سیّد شیر احمد شاہ گیلانی (مرحوم)، حکیم سیّد احمد حسین گیلانی (مرحوم)، سیّد محمد امیر شاہ صاحب قادری گیلانی، سیّد انور شاہ گیلانی (مرحوم)، سیّد محمد قمر الزمان شاہ گیلانی (مرحوم)، سیّد اختر الزمان شاہ گیلانی (مرحوم) اور سیّد اصغر شاہ گیلانی (مرحوم) کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

وصال باکمال ☆: خانوادۂ قادریہ گیلانیہ حسینیہ کے یہ چشم و چراغ، عظیم دینی و روحانی پیشوا سرحد میں مسلم لیگ کے بانی اور تحریک پاکستان کے نامور رہنما ۶۳ برس کی عمر میں ۲۸ ذیعقد ۱۱ ستمبر ۱۹۵۰ء کو اس جہان فانی سے رخصت ہو کر اپنے خالق حقیقی سے ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کے انتقال پر تمام پشاور شہر غم واندوہ میں ڈوب گیا اور خاندانی روایات کے مطابق ذکر الٰہی کے حلقے اور نعت خوانی کے ساتھ آنجنابؒ کا جنازہ اٹھایا گیا اور حضرت ابوالبرکات سیّد حسن قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے قبرستان میں دفن کر دیئے گئے۔ اس موقع پر ملک بھر کی دینی و سیاسی جماعتوں نے تعزیتی قراردادیں پاس کیں اور اخبارات و جرائد نے شیذرے اور اداریئے لکھ کر آپ کی درخشندہ خدمات کو خراج تحسین پیش کیا۔ آپ کے بعد آپ کے عظیم فرزندِ ارجمند امیر العلماء والمشائخ حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی المعروف مولوی علیہ الرحمۃ سجادہ نشین مقرر ہوئے، 2004ء میں ان کے وصال کے بعد اُن کے عظیم اور بلند فکر فرزند حضرت صاحبزادہ آغا سیّد نور الحسین شاہ المعروف حضرت سلطان آغا مدظلہ العالی سجادہ نشین مقرر ہوئے جو بڑے ہی احسن انداز میں سلسلہ عالیہ کی خدمت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں، خدا تا دیر پر اُن کا سایہ سلامت رکھے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت پیر سید ظہور شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: مجمع جمال صُوری ومعنوی، صاحب کمال ظاہری و باطنی، عارف حق، مرد خدا حضرت مولانا پیر سیّد ظہور شاہ رحمتہ اللہ علیہ قدوۃ الاخیار ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۰۶ھ بمطابق 1888ء میں مولانا پیر سید میر محمد شاہ قادری بن میر عبدالرحمٰن شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہم کے گھر جلالپور جٹاں ضلع گجرات میں ہوئی۔ آپ کا شجرہ نسب 22 واسطوں سے منبعٔ ولایت امیر المومنین حیدر کرار حضرت علی المرتضےٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے جاملتا ہے۔ آپ کے جدامجد کشمیر کے قصبہ رہیہ کاپڑں سے ہجرت مکانی کر کے جلالپور جٹاں ضلع گجرات میں تشریف لے آئے تھے۔ آپ جب سن شعور کو پہنچے تو قرآن پاک مولانا حافظ نورالدین رحمتہ اللہ علیہ سے حفظ کیا اور کچھ درسی کتابیں بھی انہی سے پڑھیں۔ بعدازاں کچھ عرصہ کے بعد اپنے برادر مکرم جناب مولانا پیر سید محمد اعظم شاہ رحمتہ اللہ علیہ جو مفتیٔ اعظم کشمیر تھے کے پاس جموں کشمیر جا کر پڑھتے رہے اس کے بعد کچھ عرصہ تک یکہ توت پشاور کے مدرسہ اسلامیہ میں صرف ونحو کی کتابیں پڑھیں اور بعدازاں بریلی شریف جا کر اکتساب فیض کیا اور سند فراغت حاصل کی۔

بیعت وخلافت ☆: ظاہری اور علوم دینیہ کی تکمیل کے بعد آپ اپنے والد گرامی پیر طریقت مولانا سید میر محمد شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور مجاہدہ وریاضت اور سلوک کی منزلیں طے کرانے کے بعد آپ کے مرشد اور والد گرامی حضرت مولانا پیر سید میر محمد شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو خرقہ خلافت سے نوازا اور اجازت بیعت دی اس کے علاوہ آپ نے حضرت میاں شیر محمد شرق پوری رحمتہ اللہ علیہ سے بھی استفادہ کیا اور حضرت میاں صاحب شرقپوری کے حکم پر ہی تبلیغی دوروں کا آغاز کیا آپ کی زندگی کا زیادہ حصہ پنجاب کے مختلف علاقوں کے علاوہ بمبئی حیدر آباد دکن بلکہ پورے برصغیر پاک وہند میں تبلیغ اسلام اور دشمنان دین سے مناظروں میں گذرا۔ پورا سال دوروں پر رہتے اور سال بھر کا کچھ حصہ منارہ شریف ضلع چکوال میں گذارتے مگر وہاں بھی متلاشیان راہ حق میں رشد وہدایت کا فریضہ انجام دیتے رہتے۔ آپ نے 1922ء کے قریب منارہ شریف ضلع چکوال کو اپنا مسکن اور رشد وہدایت کا مرکز بنایا پھر تا حیات اسی جگہ کو اپنا مرکز ومحور بنائے رکھا جہاں کہیں تبلیغ اسلام کیلئے تشریف لے جاتے واپس منارہ شریف تشریف

لا کر کچھ عرصہ قیام فرماتے پھر تشریف لے جاتے۔کئی مرتبہ آپ کے مخالفین نے انگریز حکومت کو کہکر مختلف اضلاع میں آپ کے داخلے پابندی لگوائیں۔ان تمام تخریبی کاروائیوں کے باوجود آپ کے پائے استقلال میں لغزش نہیں آئی۔

سیرت و کردار☆: آپ اپنے دور کے مقبول ترین مقرر و خطیب تھے۔آپ جہاں کہیں بھی خطاب فرمانے کے لئے تشریف لے جاتے ہزاروں کی تعداد میں سامعین آپ کی تقریر سننے کے لئے پہنچ جاتے۔آپ خدا پاک کی دی ہوئی نعمت خوش الحانی سے جب تقریر فرماتے تو مجمع میں سحر طاری ہو جاتا۔آپ اپنے خطاب کے اندر عوام الناس کو عقائد و اعمال اور اخلاق کی اصلاح بھرپور طریقے سے فرماتے اور اس دوران کلمہ طیبہ کا ذکر بھی کراتے۔جس کا حاضرین کے دل پر گہرا اثر پڑتا اور بہت سے لوگ راہ راست پر آ جاتے۔قدرت ایزدی نے آپ کو زور بیان کے ساتھ ساتھ حسن سیرت و صورت کا حصہ وافر عطا فرمایا تھا۔آپ اپنے خطابات میں مسلک اہل سنت کی حقانیت کو بڑے مدلل طریقے سے بیان فرماتے تھے اور عقائد باطلہ بالخصوص اہل تشیع کا رد بڑی خوبصورتی سے فرماتے تھے انسان تو انسان حیوان بھی آپ کے حسن بیان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔

اونٹ نے آپ کا وعظ سنا☆: ایک دفعہ آپ موضع کنووال ضلع جہلم میں بہت بڑے اجتماع سے خطاب فرما رہے تھے کہ ایک اونٹ سوار اپنا سفر موقوف کر کے مجلس میں آ کر بیٹھ گیا۔جب اس نے اونٹ کو بٹھانا اور باندھنا چاہا تو اونٹ نے شور مچا دیا۔آپ نے اونٹ کی آواز اور شور سن کر فرمایا کہ اسے چھوڑ دو یہ بھی کالی کملی والے آقا ﷺ کا ذکر سننا چاہتا ہے۔چنانچہ اونٹ کو چھوڑ دیا گیا تو وہ خاموشی سے بیٹھ کر جب تک آپ کی تقریر جاری رہی سنتا رہا۔

تصویر بنوانے سے انکار☆: آپ شریعت مطہرہ پر بڑی ہی پابندی سے عمل کرتے تھے اگر کوئی شخص آپ کے سامنے خلاف شریعت کام کرتا تو آپ سختی سے منع فرما دیتے تھے۔ایک مرتبہ آپ موضع بوچھال کلاں ضلع چکوال میں ایک عظیم مذہبی اجتماع سے خطاب فرما رہے تھے کہ انگریز ڈپٹی کمشنر نے سر راہ گذرتے ہوئے عوام کا جم غفیر دیکھا تو رک گیا اور جلسہ گاہ میں جا کر اجتماع کی تصویر بنانے لگا۔

آپ نے فوراً منع فرما دیا اور فرمایا کہ ہمارے دین اسلام میں تصویر بنانے کی اجازت نہیں ہے۔چنانچہ انگریز ڈپٹی کمشنر فوٹو اتارنے سے باز رہا اور کافی دیر تک عوام الناس میں کھڑے ہو کر آپ کی تقریر دل پذیر کو سنتا رہا جلسہ کے اختتام پر وہ انگریز ڈپٹی کمشنر آپ کی خدمت عالیہ میں بصد احترام حاضر ہوا اور آپ سے معذرت کرنے کے بعد رخصت ہو کر واپس چلا گیا۔

وہابیوں دیوبندیوں مرزائیوں سے تو آپ کا ہمہ وقت مقابلہ رہتا ہی تھا۔مگر بعض شیعہ حضرات جن میں آپ کے شہر کے ذوالفقار علی شاہ اور اس کا والد جو غالی قسم کے شیعہ تھے۔وہ بھی آئے روز آپ کو تنگ کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھتا۔آپ نے ان کے عقائد باطلہ کے رد میں بہت سی کتب تصنیف فرمائیں اور کئی مرتبہ ان کو مناظروں میں شکست فاش دیکر اہل سنت کی حقانیت کا پرچم بلند فرمایا۔

جرأت و بے باکی☆: آپ نے تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اکابرین مسلم لیگ کے شانہ بشانہ کام کیا اور دو ٹوک انداز میں فرمایا کرتے تھے کہ کانگرس ایک ہندو جماعت ہے اور دیگر جماعتیں نیشلسٹ مسلمان کانگرس کی حمایت کر کے مسلمانوں کی

تحریک آزادی کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔تحریک پاکستان کے آخری دور 1946ء کے انتخاب کے موقع پر اپنے مریدوں کو قیام پاکستان کے حق میں ووٹ ڈالنے کی ہدایت کی اس موقع پر سردار خضر حیات خان ٹوانہ جو آپ کے معتقد خاص بھی تھے 1946ء کے انتخاب میں آپ کی حمایت حاصل کرنا چاہی تو وہ آپ کی تلاش میں مارا مارا پھرتا رہا لیکن آپ تک نہ پہنچ سکا۔ان دنوں آپ خوشاب میں اتفاقاً تشریف لائے اور رات کا قیام ڈیرے پر فرمایا تو اسی اثناء خضر حیات ٹوانہ ٹوہ لگا کر آپ کی قیام گاہ تک پہنچ گیا۔ بڑی اماں اور پیر صاحب کے منجھلے بیٹے سید فخر الزمان شاہ صاحب کو بھی ہمراہ لے کر آیا۔آپ نے دوٹوک لفظوں میں فرمایا کہ میں مسلم لیگی امیدواروں کی حمایت کروں گا دیگر کسی بھی جماعت سے وابستہ امیدوار سے میرا کوئی تعلق نہ ہے۔اگرچہ آپ ہمارے محبین میں سے ہیں لیکن چونکہ یہ قومی معاملہ ہے اس لیے ہم صرف مسلم لیگ کی حمایت کریں گے آپ کی حمایت نہیں کر سکتے۔اس نے آپ کو کئی مربہ زمین ہدیہ کی پیشکش کی لیکن آپ نے اسے رد کرتے ہوئے فرمایا اس دنیاوی مال کی خاطر ہم ضمیر اور مذہب نہیں بیچ سکتے۔چنانچہ خضر حیات ٹوانہ صاحب جو کہ بعد میں وزیراعلیٰ پنجاب بنے ان کو مایوس لوٹنا پڑا۔

آپ کی حق گوئی و بے باکی کی بناء پر کئی مرتبہ آپ پر قاتلانہ حملے بھی کیے گئے۔جو اس کے باوجود آپ اپنے مشن پر سختی سے گامزن رہے اور آپ کے پائے استقلال میں ذرہ برابر بھی جنبش نہیں آئی۔مخالفین نے جھوٹے مقدمات بنوائے،دروغ گوئی،بدکلامی اور ہر قسم کی سختی سے آپ کو کلمہ حق کہنے روکا مگر آپ نے اعلائے کلمۃ الحق کو پوری ہمت وقوت سے پھیلاتے رہے۔آپ تمام عمر شریعت مطہرہ کی پابندی کا حکم فرماتے رہے۔کوئی کام یا عمل شریعت کے خلاف دیکھتے تو اس کی مخالفت وممانعت کرتے۔اس ضمن میں کسی چھوٹے بڑے کا لحاظ ملحوظ خاطر نہ رکھتے۔فتوہ نویسی میں ہمیشہ حق کی تائید فرماتے۔

آپ نے تقریباً چالیس برس تک وعظ کے ذریعے اہل اسلام کے دلوں کو نور ایمان سے گرمائے رکھا۔اور ساری عمر سفر میں ہی گزار دی اور دور دراز کے علاقوں میں جا کر دین کی تعلیمات کو عام کیا سرگودھا۔جہلم۔گجرات۔گورداسپور،پٹھانکوٹ،امرتسر،گجرات،لاہور، خوشاب اور جموں وغیرہ کے علاقوں میں آپ کا اکثر ورود مسعود رہتا۔خصوصاً جب کلمہ شریف کا ذکر کرتے راہ سے گزرتے تو ایک دلپذیر سماں پیدا ہو جاتا مسلمان تو مسلمان رہے سکھ اور ہندو تک آپ کے ادب میں کھڑے ہو جاتے اور احترام سے پیش آتے۔

ایک دفعہ لاہور کے قصبہ بھسین میں کسی مرید نے جلسہ میں مدعو کیا۔یہاں شیعہ حضرات بڑی تعداد میں رہتے تھے۔انہوں نے وہاں کے سکھوں کے ذریعہ آپ پر قاتلانہ حملہ کا منصوبہ بنایا۔آپ کو ان کے ارادوں کا پتہ چل گیا جنہوں نے مدعو کیا تھا انہوں نے بھی جلسہ منسوخ کر دینے کی درخواست کی لیکن آپ نے فرمایا ظہور شاہ ڈکر کر میدان سے بھاگ نہیں سکتا۔جلسہ ہوا اردگرد کے بہت سارے لوگ ارادت مند تھے جلسہ گاہ میں پہنچ گئے۔وہ کرایہ کے قاتل جونہی اپنے مردود خیال کو پورا کرنے کیلئے اٹھا تو ان کے اردگرد سٹیج پر بیٹھے سارے کے سارے لوگوں کی صورتیں پیر صاحب قبلہ کی شکلوں میں تبدیل ہو جاتیں۔اس نے تین بار کوشش کی لیکن تینوں بار ایسا ہی ہوا بالآخر دو قدموں میں گر پڑا اور سارا ماجرا کہہ سنایا۔

آپ کو گرنتھ صاحب کا بڑا حصہ یاد تھا آپ نے موقع کی نزاکت کو بھانپ کر خطبہ مسنونہ پڑا اس کے بعد گرنتھ کا وعظ کہنا شروع کر

دیا اور اس میں سے توحید کے مضامین بیان کیئے۔ آپ کی دل آویز گفتگو اور لحن داودی کی بنا پر سکھ مرد اور عورتیں آپ پر فریفتہ ہو کر روپے پیسے اور سونے کے کنگن ودیگر زیورات اتار کر آپ پر نچھاور کرتے رہے۔ آپ نے دعائے خیر فرمائی اور وہ تمام سونا جو آپ کے قدموں پڑا تھا اٹھایا اور ایک رومال میں باندھ کر سکھوں کے سردار کو یہ کہہ کر دے دیا کہ ہم نے یہ تمام رقم اور زیورات امرتسر کے دربار صاحب دان کر دی اسے لے جائیں ہم فقروں کو کسی مال وزر کی طمع نہیں۔

الاستقامت فوق الکرامت ☆: ایک مرتبہ ایک شیعہ نے آپ کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا اور الزام لگایا کہ یہ اہل تشیع برا بھلا کہتے ہیں اور گالیاں دیتے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں آپ کو گرفتار کر لیا گیا۔ آپ کے صاحبزادے سید فخر الزمان شاہ قادری جن کی عمر اس وقت چھ سال کی تھی انہوں نے جب آپ کو ہتھکڑی پہنے ہوئے دیکھا تو رونے لگے اور پوچھنے لگے یہ زنجیر آپ کو کس نے پہنائی ہے؟ آپ نے انہیں دلاسہ دیا اور فرمایا کہ بیٹا یہ اسلام کی خاطر میرا زیور ہے۔ چنانچہ یہ کیس تین ماہ تک چلتا رہا بالآخر ہندو جج کنول نین نے آپ کو باعزت طور پر بری کر دیا اور فیصلے میں لکھا کہ میں ایسے شخص کے بارے میں تصور بھی نہیں کر سکتا کہ وہ کسی کو گالی دے یا کسی کے خلاف ناشائستہ بات زبان پر لائے۔ ایک مرید نے اس صورت حال سے پریشان ہو کر عرض کی قبلہ عالی جناب کی مخالفت پر یہ حاسدان کب تک لبریز رہے گا تو آپ نے مسکرا کر فرمایا کیا یہ اشعار آپ کی نظروں سے نہیں گزرے۔

ان یحسودلی فانی غرمیھم	قبلی من الناس اھل الفضل
قدوم لی ولھم مابی و بالھم	معات اکثر الناس غیض بمامجدد
مانجی اللہ والرسول معاً	من لسان الورا فکیف اناہ

ترجمہ☆: لوگ مجھ سے حسد کرتے ہیں تو بھی ان کو ملامت نہیں کرتا ☆ کیونکہ مجھ سے قبل اہل فضل لوگ بھی حسد کئے گئے ☆ پس میرے لیے محمود ہونا اور ان کا حاسد ہونا ہمیشہ رہے گا ☆ اور اکثر لوگ (پہلے لوگوں کی بندگی کے سبب سے غصہ سے مارے گئے) ☆ اللہ اور اس کے رسول نے لوگوں کی زبان سے نجات نہیں پائی تو میں کون ہوں۔

یہی وجہ تھی کہ آپ کے تحمل اور صبر و برداشت کے پیش نظر انہیں خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھا کہ آپ کا وجود اہل سنت جماعت کیلئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔

ماخوذ۔ اخبار الفقیہ 14 جون 1929ء جلد 12 طبع امرتسر

آپ کی علمی وقلمی خدمات ☆: آپ پختہ اور متبحر عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ ایک کامیاب مقرر اور بہترین خطیب ہونے کے علاوہ وقت کے بہترین مناظر اور شاعر بھی تھے۔ آپ کے کلام میں بلا کا اثر تھا آپ کے منظوم کلام کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ دیہاتی عورتیں دودھ پلاتی اور آٹا پیستی ہوئیں آپ کے اشعار پڑھا کرتی تھیں۔ آپ کے اشعار خصوصاً کلمہ طیبہ کا ذکر کرتیں اور بھیڑیں چرانے والے چرواہے ماہیے اور دیگر گیتوں کی بجائے کلمہ طیبہ کا ذکر کرتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ پہاڑوں کے پتھر بھی کلمہ پڑھ رہے ہیں۔

آپ اپنے وعظ میں نماز روزہ پر بہت زیادہ زور دیتے تھے۔ شادی بیاہ کے موقعوں پر غیر شرعی رسموں کے خلاف کھل کر بیان فرماتے۔ اپنے مریدوں کو نماز کی خصوصی ہدایت وتاکید فرماتے کہ نماز باجماعت کا اہتمام کیا کرو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کثرت سے درود پڑھا کرو۔ آپ کی مجالس ذکر و وعظ درود وسلام سے مزین ہوتیں۔ متعدد نعتیں اور مناقبات اپنی نوک قلم سے تحریر فرمائیں۔ اکثر بزرگوں کی زبانی سنا ہے کہ کلمہ طیبہ کے ساتھ جو اشعار اردو پنجابی کے ساتھ محافل ذکر اور بالخصوص جنازہ کے جلوس میں پڑھے جاتے ہیں وہ آپ ہی نے سب سے پہلے تحریر و ترتیب دیئے تھے۔ اگرچہ ان اشعار کی تعداد بہت زیادہ ہے مگر قارئین کے ذوق کے لیے صرف 12 اشعار پیش خدمت ہیں۔

کھو لَا اِلٰــہ اِلــلّٰــہ	ہے محمد پیارا رسول اللہ ﷺ
ایہو افضل ذکر پچھان دلا	آیا وچ حدیث بیان دلا
ایہو مطلب خاص قرآن دلا	کھو لَا اِلٰــہ اِلــلّٰــہ
ایک پاک خدا نوں جان میاں	رکھ شرکوں پاک ایمان میاں
تا بنیوں مسلمان میاں	کھو لَا اِلٰــہ اِلــلّٰــہ
کتھے دوست محرم یار میاں	جو آئے تیرے نال میاں
سب ہوگئے خواب و خیال میاں	کھو لَا اِلٰــہ اِلــلّٰــہ
پڑھ کلمہ کر کے ہوش میاں	مارے رحمت رب دی جوش میاں
کیوں بیٹھے ہو خاموش میاں	کھو لَا اِلٰــہ اِلــلّٰــہ
کیسا بیج توحید دا بویائی	کل باغ محمدی ہویائی
دشمن دیکھ حسد تھیں رویائی	کھو لَا اِلٰــہ اِلــلّٰــہ
کئی یار پیارے یاراں دے	دلدار اپنے دلداراں دے
جا بیٹھے وچ مزاراں دے	کھو لَا اِلٰــہ اِلــلّٰــہ
جھڑے خوب جوانیاں والے نی	چن چہرے عجب نرالے نی
بھن خاک مٹی نے گالے نی	کھو لَا اِلٰــہ اِلــلّٰــہ
سب دور وڈیائیاں کر کے توں	راہ رب سچے دا پھڑ لے توں

میری گل سنی کن دھر کے توں
کھو لا اِلٰـہ اِلـلّٰـہ

کر خالی محل چبارے نی
سوہنے بولی مار سدا مارے نی
او چھپ گئے قبراں سارے نی
کھو لا اِلٰـہ اِلـلّٰـہ

نہیں یاد اندھری گور تینوں
کی وڑیا اندر چور تینوں
راہ دسدا ہور شیطان تینوں
کھو لا اِلٰـہ اِلـلّٰـہ

ایہہ کلمہ نور و نور میاں
کرے عیب کفر سب دور میاں
سانوں دسیا پیر ظہور میاں
کھو لا اِلٰـہ اِلـلّٰـہ

اسی طرح آپ نے نماز کے بارے میں جو اپنا منظوم کلام لکھا وہ بھی آپ کی یادگار ہیں۔ جن کے تین شعر درج ذیل ہیں۔

قائم کرو نماز غفلت کو چھوڑ دو
جنت تمہیں دلائے گی اے بیبیو نماز
پایہ پکڑ کر عرش کا رب غفور سے
محشر میں بخشوائے گی اے بیبیو نماز
جب تم خدا کے فضل سے جنت میں جاؤ گی
دلہن تمہیں بنائے گی اے بیبیو نماز

آج مورخہ 03 نومبر 2009ء تمام دن حضرت پیر ظہور شاہ قادری اور حضرت پیر سید میر احمد شاہ نقشبندی علیہم الرحمتہ کے مضامین کی غلطیاں کمپیوٹر پر عزیزم محمد عمر اقبال مالک سنی گرافکس سے لگوا رہا تھا کہ بعد نماز مغرب قبلہ حضرت پیر سید مسعود حیدر شاہ بخاری مدظلہ العالی کو فون کر کے خریت دریافت کی اور حضرت پیر سید ظہور شاہ قادری کی تاریخ وصال کنفرم کی۔ کام مکمل کر کے اپنے آستانے پر آ کر ہر دو مضامین کی فائنل پروف ریڈنگ رات 2 بجے مکمل کی تو اچانک دل میں بات وارد ہوئی کہ قبلہ والد گرامی حضور فیض الملت کے قلمی نسخوں میں حضرت پیر سید ظہور شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی جانب سے لکھے گئے اشعار موجود ہونگے۔

فقیر راقم الحروف نے واردات قلبی کے یقین کے لیے قبلہ والد گرامی کا قلمی نسخہ ڈھونڈا جو پہلی نظر میں مل گیا۔ جب کھولا تو دل باغ باغ ہو گیا کہ کلمہ طیبہ پر حضرت پیر سید ظہور شاہ قادری کے چند اشعار ایک پرانے بوسیدہ کاغذ جسے ہاتھ لگانے سے ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔ راقم الحروف نے 10 شعر کلمہ شریف کے ساتھ وہاں سے اس میں شامل کیئے اس طرح اب یہ 12 اشعار ہو گئے جو حضرت پیر سید ظہور شاہ قادری علیہ الرحمتہ کے نوک قلم سے لکھے گئے۔ قبلہ والد گرامی کے قلم سے لکھے ہوئے قرطاس پر ابھی اور بھی شعر موجود ہیں جو صفحہ کی خرابی کی بنا پر شامل نہ کیئے مگر میری حیرانگی کی اسوقت انتہا نہ رہی کہ جب اس سے اگلے صفحے پر والد بزرگوار کے قلم سے حضرت پیر سید ظہور شاہ قادری رحمتہ اللہ کی شان میں کسی شاعر نے لفظ **الّا اللّٰہ** پر تکرار لکھی، جو قارئین کے ذوق کے لیے پیش خدمت ہے۔ میں اپنے قلب پر اچانک اس بات کو وارد ہونے پر صاحب تزکرہ حضر پیر سید ظہور شاہ اور اپنے والد بزرگوار حضرت فیض الملت حافظ فیض محمد چشتی صابری

رحمتہ اللہ علیہم کا تصرف سمجھتا ہوں کہ جن کی توجہات سے ایک ایسا نسخہ جو کبھی کسی زمانے میں میری نظر سے گذرا اور اب برمحل قلب میں خیال آیا اور بہت دور پڑا ہوا نسخہ بہت آسانی سے دستیاب ہوا یہ سب ان بزرگوں کی نگاہ کا تصرف ہے۔

میں صدقے جاواں مرشد دے — جس سبق پڑھایا اِلّا اللّٰہ
کردور سیاہی اندر دی — وچ چانن لایا اِلّا اللّٰہ
اک عاشق مرد بلال میاں — سن اس دا تو کچھ حال میاں
یارانہ حضرت نال میاں — اس دل تھیں لایا اِلّا اللّٰہ
لگی عشق دی سینے آگ میاں — چھڑی عشق دی گئی سی واگ میاں
پیاں دھماں اندر جگ میاں — رنگ خوب کھلایا اِلّا اللّٰہ
سر عشق دی گٹھڑی چائی سی — سنگ مرشد پیت لگائی سی
جند وچ شکنجے آئی سی — پر داغ نہ لایا اِلّا اللّٰہ
سنگ پیر دے پیت لگائی اے — بازی عشق دی سر پر لائی اے
جند پیر توں گھول گھمائی اے — جو پیر سکھایا اِلّا اللّٰہ
جیوے سوہنا پیر جلالپوری — چلی جسدے عشقدے دستے چھری
میں گولی آہاں سب تھیں بری — گل مرشد لایا اِلّا اللّٰہ
سوہنے پیرتوں صدقے واری میں — جس ڈبدیاں ڈبڑیاں تاری میں
رکھا ورد اے ہر دم جاری میں — جو پیر سکھایا اِلّا اللّٰہ
اے سید حافظ حاجی ہے — اے شہر مدینے دا راہی ہے
ساڈا روز حشر نوں ساجھی ہے — اے عہد لکھایا اِلّا اللّٰہ
کیتا پیر ظہور ظہور میاں — ہویا عالم نور و نور میاں
لا مذہب ہوئے چور میاں — آکے ضرب اے لائی اِلّا اللّٰہ
بد مذہباں دا بیڑ غرق ہویا — اونہاں نال تعلق ترک ہویا
سچ جھوٹ دے اندر فرق ہویا — ہادی پھیرا پایا اِلّا اللّٰہ
دتے چھد تعلق سارے نی — سب وہم و خیال و سارے نی
جدوں پیر ظہور پیارے نی — جی وچ رچایا اِلّا اللّٰہ

آپ کی قلمی خدمات☆: آپ نے واعظ وتبلیغ کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے تصنیف وتالیف کا سلسلہ بھی نہایت خوش اسلوبی سے جاری رکھا اور عوام اہل سنت کے لئے نہایت مفید ومقبول عام تصانیف کا ذخیرہ بطور یادگار چھوڑا۔ جن میں اصلاح اعمال کے علاوہ عقائد باطلہ خاص طور پر مرزائیت اور اہل تشیع کی مدلل طریقہ سے تردید کی ہے۔ آپ کی چند شہرہ آفاق تصانیف مندرجہ ذیل ہیں۔
ظہور صداقت دررد مرزائیت، قہر یزدانی برسر دجال قادیانی، نور ہدایت، ظہور ہدایت، شمشیر پیر برگردن شریر، وظائف حضوری، چرخہ ظہوری، خطبات ظہوری، سیف مرید برفرقہ یزید، صمصام حنفیہ، سیف الخادمین علی رؤس الفاسقین، مرغوب الواعظین المعروف بہ محبوب العاشقین، ظہور کرامت۔

اولاد امجاد☆: اللہ کریم نے آپ کو چار صاحبزادیاں اور چار صاحبزادے سید قمر الزمان شاہ، سید فخر الزمان شاہ، فاضل حزب الاحناف لاہور، سید محبوب زمان شاہ سید خالد مسعود شاہ جن میں سید فخر الزماں شاہ آپ کے دربار کے سجادہ نشین ہیں۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال ۲۲ جمادی الاول ۱۳۷۳ھ بمطابق 8 فروری 1953ء اتوار اور پیر کی درمیانی شب ہوا۔ آپ کا مزار پرانوار منارہ ضلع چکوال میں مرجع خاص وعام ہے آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے سید فخر الزمان شاہ قادری سجادہ نشین مقرر ہوئے جو ہر سال بڑے اہتمام سے آپ کا عرس مبارک کراتے ہیں۔

حضرت خواجہ سیّد عالم شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: پروردۂ نگاہ لطف مدنی، فخر السادات، عالم ربانی، مرشد لاثانی حضرت خواجہ سیّد عالم شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ صاحب تجرید وتفرید ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت قصبہ نواں شہر تحصیل وضلع ایبٹ آباد ہزارہ میں 1275 ہجری بمطابق 1858ء میں سادات کے عظیم گھرانے میں ہوئی۔

آپ حضرت خواجہ عبدالمقیم صاحب جو حضرت خواجہ کنگال کے خلیفہ ہیں کے پوتے ہیں۔

بچپن ہی سے آپ پر حصول علم اور تزکیہ نفس کا جذبہ غالب تھا۔ جب سن شعور کو پہنچے تو موضع خاکی تحصیل مانسہرہ میں حضرت خواجہ فقیر اللہ بکوٹی علیہ الرحمتہ کی خدمت میں حاضر ہو کر تحصیل علم میں مصروف ہو گئے۔ دوران حصول علم آپ حضور پرنور فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے تو سرکار علیہ السلام نے مرشد کامل کی خدمت میں حاضری کا اشارہ فرمایا۔ آپ نے خواب سے بیدار ہو کر اپنے استاد گرامی سے اس خواب کا ذکر کیا تو انہوں نے حضرت غوث زماں خواجہ عبدالرحمان قادری چھوہروی علیہ الرحمتہ کی جانب آپ کی راہنمائی فرمائی۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں غوث زماں حضرت خواجہ عبدالرحمان قادری چھوہروی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور مرشد سے طریقت کی تعلیم لے کر واپس چلے آئے اور عبادت وریاضت میں مصروف رہ کر مجاہدات کی تکمیل اور سلوک ومعرفت میں کمال درجہ کو پہنچ کر جب دوبارہ مرشد کامل کے پاس پہنچے تو مرشد کامل نے خوش ہو کر آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ کی خلافت واجازت سے نواز کر صاحب ارشاد کیا۔

سیرت وکردار ☆: مرشد کامل سے خرقۂ خلافت پانے کے بعد آپ اپنے پیر خانے میں ہی مرشد کامل کی زیر سرپرستی عبادت وریاضت، مجاہدہ وسلوک اور طریقت کی منازل طے کرنے کے لیے ہمہ تن مشغول ہو گئے اور تمام رات قیام فرماتے اور دن بھر روزے رکھتے۔ شام کو ستو اور پانی سے روزہ افطار فرماتے تھے۔ چلہ کشی اور ریاضت شاقہ آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔

آپ کے مرشد نے جب دیکھا کہ کام تمام ہو چکا ہے تو آپ کو بلا کر نواں شہر ایبٹ آباد شہر جانے کا حکم دیا اور سلسلہ عالیہ کی ترویج و اشاعت کا حکم دیا۔ اور فرمایا کہ وہاں خانقاہ قائم کر کے بقایا زندگی وہیں بسر کرو۔

چنانچہ آپ اپنے شیخ کامل کے حکم کے مطابق اپنے آبائی علاقہ نواں شہر نزد ایبٹ آباد شہر تشریف لے آئے اور خانقاہ قائم کر کے سلسلہ عالیہ قادریہ کی رشد و ہدایت کا فریضہ سرانجام دینے میں مصروف ہو گئے۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ آپ کے پاس آنے لگے۔ لاتعداد لوگ آپ کے روحانی فیوض و برکات سے مستفید و مستفیض ہونے لگے۔ بہت سے گم کردہ راہوں کو راہ ہدایت ملی۔ بے شمار بیمار آپ کے پاس آ کر شفایاب ہوئے۔

بڑے بڑے امراء آپ کے در دولت پر آ کر حاضری دیتے اور طالب دعا ہوتے۔ مگر آپ پوری زندگی کسی کے دروازے پر نہیں گئے۔ نہ ہی آپ کی کوئی جائداد تھی۔ نہ ہی کوئی آمدنی کے ظاہری اسباب تھے۔ مگر غیب سے اللہ تعالیٰ آپ کے تمام کام سرانجام دے دیتا تھا۔

آپ نے اپنے شیخ کی موجودگی میں ادباً کسی کو اپنے ہاتھ پر بیعت نہ کیا۔ بلکہ جو بھی بیعت کے لیے آتا اس کو مرشد کامل کے پاس بھیج دیتے تھے۔ مرشد کامل کے وصال با کمال کے بعد آپ نے چند اصحاب کو مرید کیا۔

آپ اپنے مرشد کامل کے وصال کے بعد ہر سال عرس مبارک میں شرکت کے لیے چھوہر شریف ہری پور تشریف لے جاتے تھے۔ اس کے علاوہ کبھی بھی نواں شہر کی خانقاہ سے باہر نہ نکلتے تھے۔ ماسوائے نماز جمعہ کی ادائیگی کے، نماز جمعہ ایبٹ آباد شہر میں آ کر پڑھتے تھے۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال ۲۱ صفر المظفر ۱۳۷۴ ہجری بمطابق 16 ستمبر 1954ء کو ہوا۔ مزار پُر انوار موضع نواں شہر ایبٹ آباد شہر میں مرجع خاص و عام ہے۔

جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔ آپ کا سالانہ عرس 16 ستمبر کو ہر سال آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا غلام ربانی مدظلہ العالی کی زیر نگرانی انعقاد پذیر ہوتا ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سیّد غلام محی الدین شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: عارف واکمل شیخ یگانہ، مرشد زمانہ، مقتدائے راہ دین حضرت سیّد غلام محی الدین شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ آپ سیاح بادیہ تجرید وتفرید ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت فخر السادات عارف کامل حضرت سید حاجی عبداللہ شاہ قادری علیہ الرحمۃ کے گھر واقع باغبانہ، تحصیل خضدار قلات ڈویژن صوبہ بلوچستان میں ہوئی۔

آپ کے اجداد بغداد شریف کے رہنے والے تھے، بغداد سے ہجرت کر کے باغبانہ تحصیل خضدار تشریف لا کر مقیم ہوئے، یہ خاندان چھ پشتوں سے صوبہ بلوچستان میں آباد ہے۔

آپ انتہادرجہ کے نیک متقی و پرہیز گار، اور شریعت وطریقت پرسختی سے کاربند تھے، مجاہدہ وسلوک میں ممتاز مقام حاصل تھا، آپ صاحب کشف وکرامت بزرگ ہوئے ہیں۔ محبوب علی خان مگسی اور نوابزادہ میر سیف اللہ خان مگسی ہر دو حضرات آپ کے دست مبارک پر بیعت سے سرفراز تھے۔ آپ بھی اپنے ان دونوں مریدوں سے بہت پیار اور شفقت فرماتے تھے۔ آپ اکثر وبیشتر خضدار سے جھل مگسی تشریف لایا کرتے تھے۔ نواب محبوب علی اور نوابزادہ میر سیف اللہ خان مگسی مرحوم ہر دو حضرات کو اپنے مرشد کامل سے بے حد عقیدت ومحبت وانسیت تھی، ہر دو حضرات آپ کے سالانہ عرس مبارک کا اہتمام بڑی عقیدت ومحبت سے کیا کرتے تھے۔ تین دن تک دونوں وقتوں کا کھانا جاری رہتا، عرس کی محفل میں شرکت وخطاب کے لئے دور دور سے علمائے کرام، صوفیائے کرام، نعت خوان حضرات تشریف لا کر عقیدت ومحبت کے نذرانے پیش کرتے تھے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۲۶ جمادی الثانی ۱۳۷۵ھ بمطابق ۹ فروری ۱۹۵۵ء بروز جمعرات دن دو بجے جھل مگسی میں ہی ہوا۔

مزار پُر انوار جھل مگسی صوبہ بلوچستان میں مرجع خاص وعام ہے۔ جہاں آج بھی اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔ آپ کے بعد آپ کے سجادہ نشین حضرت حاجی سید گل محمد شاہ مقرر ہوئے، جن کی زیر نگرانی ہر سال آپ کا عرس مبارک منایا جاتا ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت مولانا احمد شاہ قادری علیہ الرحمۃ

تعارف ☆ : آفتاب طریقت، ماہتاب شریعت، شہباز حقیقت و معرفت، شیخ یگانہ حضرت مولانا احمد شاہ قادری علیہ الرحمۃ قدوۃ الاخیار ہیں۔

آپ کے والد گرامی حضرت سلیمان شاہ بابا اور دادا بزرگوار حضرت اتم بابا اپنے وقت کے متجر عالم دین اور شیخ طریقت تھے۔

آپ کی تعلیم و تربیت علاقہ مردان کی معروف علمی و روحانی شخصیت اور حکیم حاذق حضرت مولانا نور احمد المعروف پیر بہاری صاحب قادری علیہ الرحمۃ کے ہاتھوں ہوئی۔ تمام دینی کتب صرف، نحو منطق، فلسفہ، ادب، فقہ، تفسیر و حدیث دیگر علوم متداولہ حضرت پیر بہاری صاحب قادری علیہ الرحمۃ سے پڑھے اور معقول و منقول میں کمال حاصل کیا۔

ظاہری علوم کی تکمیل کے بعد باطنی علوم اور روحانی فیوض و برکات و حقائق و معارف حاصل کرنے کیلئے آپ اپنے استاد محترم حضرت مولانا نور احمد قادری المعروف پیر بہاری علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔

اور اپنے شیخ کی صحبت میں رہ کر عبادت و ریاضت میں مشغول رہ کر مجاہدات کی تکمیل کی اور سلوک و معرفت کی منازل طے کیں۔

آپ کی تمام عمر شریعت و طریقت کے احکام کی پابندی میں گذری اور سلسلہ عالیہ قادریہ کے فروغ کے لیے دن رت جدوجہد میں مصروف رہے۔ درس و تدریس میں اپنے شیخ کے معاون تھے۔ آپ کی پوری زندگی قال اللہ اور قال الرسول پر عمل کرنے اور عمل کروانے اور دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم گھر گھر پہنچانے میں صرف ہوئی۔ جن حضرات نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر کے دینی علوم کا اکتساب کیا۔ ان میں حضرت مولانا جلال الدین نوی کلی، حضرت مولانا گل رحیم المعروف اسمار مولانا صاحب مالک کتب خانہ رحیمیہ، پشاور۔ حضرت مولانا میاں محمد عمر، حضرت مولانا ولایت شاہ، حضرت مولانا سیّد قبول شاہ ساکن گندف، حضرت مولانا حاجی عبدالمستعان صوابی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

چونکہ آپ صاحب سلسلہ بھی تھے۔ اس لیے پورے علاقے میں آپ کی پیری مریدی کا سلسلہ رائج رہا اور لاتعداد افراد آپ کے دستِ مبارک پر بیعت ہوئے۔

آپ کے خلفائے نامدار☆: آپ کے چند مشہور خلفاء میں مولانا فضل الرحمن نوی کلی قادری، حضرت مولانا شیخ بختیار قادری صاحب بٹ خیلہ، اخوندزادہ، امین الحق قادری کوٹو کہنہ ڈھیر دیر کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔جن کے ذریعے آپ کے سلسلہ کا چراغ آج بھی جگمگا رہا ہے۔

اولادوامجاد☆: خداوندکریم نے آپ کوایک صاحبزادہ عبدالمتین عنایت فرمایا۔جوظاہری وباطنی تعلیم سے آراستہ اورنہایت ہی ہونہاراوراخلاق حسنہ کامالک ہے۔

وصال باکمال☆: آپ کاوصال باکمال 4 صفرالمظفر ۱۳۷۶ ہجری بمطابق 9 ستمبر 1956ء بروزاتوارکوہوا۔

مزارپُرانوارآپ نے جس مسجد میں تمام عمرگذاری اسی مسجد کے صحن میں موضع نواں کلی مردان صوبہ سرحد میں مرجع خاص و عام ہے۔

جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کراپنے قلوب واذہان کونورایمان سے منورکرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرارشاہی

حضرت پیر محمد اکبر شاہ قادری المعروف گھنڈ والی سرکار رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: عارف باللہ، مالک مقام فنافی اللہ، ولی مادر زاد، فقیرِ مست الست حضرت پیر محمد اکبر شاہ قادری المعروف گھنڈ والی سرکار رحمتہ اللہ علیہ ساقی خمخانۂ اسرار ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۰۵ھ بمطابق 8 دسمبر 1887ء کو ایک روحانی بستی ''محمد شریف والی'' جو موچھ سے دس کلومیٹر جنوب مغرب دریائے سندھ کے کنارے ضلع میانوالی میں حضرت قاری محمد امین شاہ کے گھر ہوئی۔

آپ کے خاندان میں بڑے بڑے عظیم و کبیر اولیائے کاملین ہو گزرے ہیں، جن میں حضرت خواجہ محمد شریف علیہ الرحمۃ جن کے نام پر یہ بستی آباد ہے، یہ بزرگ آپ کے جدامجد ہیں۔ آپ ہاشمی خاندان سے متعلق ہیں۔ آپ کا نام نامی اسم گرامی حضرت محمد اکبر شاہ ہے جبکہ آپ گھنڈ والی سرکار کے نام سے معروف ہوئے۔ گھنڈ والے بابا کے نام سے معروف ہونے کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ آپ ہمہ وقت اپنا چہرہ چھپائے رکھتے تھے، اس لئے آپ کو گھنڈ والی سرکار کے نام سے لکھا اور پکارا جاتا ہے۔ آپ کا اصل نام اکثر لوگوں کے علم میں ہی نہ ہے۔

تعلیم کے دوران واقعہ عجیب ☆: آپ کی ابتدائی تربیت و تعلیم اپنے والد گرامی حضرت قاری محمد امین شاہ علیہ الرحمۃ کے ہاتھوں مکمل ہوئی، ابتدائی کتابیں مولانا محمد فاضل شاہ قادری اور قاضی سلطان احمد سے پڑھیں۔

آپ اپنی خودنوشت سوانح حیات میں تحریر فرماتے ہیں کہ بچپن میں مجھے بہت کم سنائی دیتا تھا، میں اپنے استاد محترم کے پاس پڑھ رہا تھا۔ بظاہر میری نظر کتاب پر اور دل یاد خدا میں مشغول تھا کہ استاد محترم نے سبق کے متعلق پوچھا تو چونکہ میری توجہ سبق کی طرف نہ تھی، جس کی بنا پر استاد نے مجھے ایک تھپڑ رسید کر دیا۔

اس بات کو ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ ایک لڑکی بھاگتی ہوئی استاد جی کے پاس آئی اور کہنے لگی استاد جی آپ کا بیل گھر میں حرام ہو گیا ہے (یعنی مر گیا ہے) استاد محترم فوراً گھر گئے تو دیکھا بیل واقعی مردار ہو چکا تھا مگر اب افسوس کے علاوہ ہو بھی کیا سکتا تھا۔

چنانچہ واپس مدرسہ میں آئے اور ہمیں سبق پڑھانا شروع کر دیا، کچھ دیر ہی گزری تھی کہ ایک بچہ بھاگتا ہوا آیا اور کہنے لگا استاد جی آپ کا دوسرا بیل بھی مر گیا ہے، استاد جی گھر گئے تو دیکھا کہ دوسرا بیل بھی مر چکا ہے۔

اب استاد جی مدرسہ میں واپس آئے اور مجھے مخاطب کر کے کہنے لگے ''ڈورے (یعنی بہرے) یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے'' میں نے عاجزی کا اظہار کیا تو کہنے لگے بیٹا تو نے کچھ نہیں کیا، میں اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ میں نے جو تمہیں مارا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں آیا۔

بیعت وخلافت ☆: آپ اپنی والدہ محترمہ سے ملنے کے لئے بہاولپور تشریف لے گئے تو آپ کی ملاقات حضرت حجتہ اللہ ثانی محمد علیہ الرحمۃ کے خلیفہ حضرت شاہ محمود قادری علیہ الرحمۃ سے ہوئی تو اُنہی کے ہو کے رہ گئے، اور ان کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور کچھ عرصہ بعد انہی کے ہاتھوں خرقہ خلافت پا کر صاحب ارشاد و مجاز ہوئے۔

عطائے خرقہ خلافت کے بعد مرشد کامل نے حکم دیا کہ موسیٰ خیل میں حضرت نوری ناگ سلطان علیہ الرحمۃ کے دربار پر جا کر اپنے حصے کا فیض حاصل کرو۔

حضرت نوری ناگ سلطان کے دربار پر چلّہ کشی ☆: مرشد کامل کے حکم کے مطابق آپ موسیٰ خیل پہنچ کر حضرت نوری ناگ سلطان علیہ الرحمۃ کے مزار پر پہنچ کر عبادت و ریاضت میں مصروف ہو گئے، آپ کا معمول یہ تھا کہ دن کو روزہ رکھتے اور شام کو چھٹانک کی مقدار میں کھچڑی تناول فرماتے، قرآن مجید کی تلاوت کے علاوہ روزانہ دو ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ کا ورد، رات کو اکتالیس مرتبہ قصیدہ بردہ شریف، اس کے علاوہ فرض نماز اور دیگر نوافل کا اہتمام فرماتے۔

دوسری مرتبہ کے چلہ کے بارے خود فرماتے ہیں کہ کھانے کے لئے لے گیا تھا وہ اُسی طرح واپس لے آیا تھا، یعنی چالیس روز کچھ کھایا نہ پیا۔

تیسرے چلّے کے متعلق فرماتے ہیں کہ مسجد نوری ناگ سلطان علیہ الرحمۃ کے صحن میں چھ فٹ گہرا گڑھا کھود کر چلہ کش ہوا، جب تک جسم میں طاقت رہی کھڑے ہو کر نماز ادا کرتا رہا، جب آہستہ آہستہ کمزوری لاحق ہوئی تو صرف فرائض کھڑے ہو کر ادا کرتا تھا اور نفل بیٹھ کر پڑھتا رہا۔

ان چلوں کے علاوہ آپ نے جنگل میں بھی عبادت و ریاضت کے لئے ایک جگہ بنا رکھی تھی جہاں آپ تنہائی میں بیٹھ کر اللہ کا ذکر فرماتے تھے۔

آپ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں کسی بزرگ کی زیارت کو گیا وہ بزرگ گوشت بھون کر کھا رہے تھے، انہوں نے مجھے بھی عطا فرمایا، لیکن ہوا یہ کہ میں کھانے سے پہلے بسم اللہ شریف پڑھنا بھول گیا، جب مجھے یاد آیا تو میں نے کھانا فوراً چھوڑ دیا، میرے نفس نے کہا کہ مجھے انصاف دو، میں نے اپنا معاملہ بزرگ موصوف کی خدمت میں پیش کر دیا۔ انہوں نے ایک عارف کامل کی طرف بھیجا،

انہوں نے فیصلہ دیا کہ ایک سال تک نفس کو گوشت سے محروم رکھا جائے۔

چنانچہ ان کے حکم کی تعمیل میں اپنے نفس کو ایک سال تک سزادی اور گوشت سے محروم رکھا۔

موچھ سے میانوالی شہر میں ورودِ مسعود☆: آپ موچھ سے نقل مکانی کر کے میانوالی شہر تشریف لائے اور مستقل سکونت اختیار فرمائی۔ جس جگہ آپ نے ڈیرہ لگایا وہ آہستہ آہستہ "محلہ پیر صاحب گھنڈ والے" کے نام سے مشہور ہو گیا، جو آج کل واںڈھی گھنڈ والی کے نام سے مشہور ہے۔

آپ نے یہاں خانقاہ معلیٰ قائم فرما کر مخلوق خدا کی رُشد و ہدایت کا آغاز فرمایا۔ رفتہ رفتہ مخلوقِ خدا جوق در جوق آپ کی خدمت میں حاضر ہوتی اور فیض یاب ہو کر جانے لگی، لاتعداد افراد راہ راست پر آئے، کثیر تعداد میں لاعلاج مریض شفایاب ہوئے، بہت سے افراد نے آپ کے ظاہری و باطنی فیض سے استفادہ کیا، حتیٰ کے جنات بھی آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو کر استفادہ کرنے لگے۔

آپ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں اپنی عبادت گاہ میں گیا تو جنات حاضر ہو گئے اور انہوں نے مجھ سے دین کا علم سیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ میں نے ان سے کہا کہ اس مقصد کے لئے کسی عالم دین کے پاس جاؤ، لیکن وہ بضد رہے آخر نصف رات کے بعد ان کو وقت دیا پہلے چار جن تھے، آہستہ آہستہ سولہ ہو گئے، پھر کچھ پریاں بھی آ گئیں، الغرض یہ سلسلہ اٹھارہ برس تک جاری رہا۔

ایک روز میرا ایک دوست میاں احمد رات کو میرے حجرے میں داخل ہوا تو جنات نے پہلے تو اسے مارا پھر اسے باندھ کر ڈال دیا۔ میں جب باہر نکلا تو دیکھا میاں احمد بیچارہ رسیوں سے بندھا ہوا پڑا تھا۔ پوچھنے پر میاں احمد نے بتایا کہ میں آپ کو ملنے آ رہا تھا کہ یہ بلا نازل ہو گئی۔

میاں احمد کی بات سن کر میں اُن جنات پر ناراض ہوا، اور ان کو اپنے درس سے فارغ کر دیا، لیکن وہ بعد میں معافی مانگنے آ گئے، میں نے ان کو معاف کر دیا۔

غوث اعظم کے گستاخ کی شامت☆: آپ اپنی خود نوشت سوانح حیات میں تحریر فرماتے ہیں، ایک شخص میرے پاس آیا اور کچھ مسئلہ دریافت کیا میں نے اس کو جواب دیا، اُس شخص نے حضور غوث الاعظم سرکار رضی اللہ عنہ کے متعلق کچھ گستاخانہ الفاظ اپنی زبان سے ادا کیے، جنہیں سُن کر میں لرز گیا، اور اس گستاخ کے پاس سے اُٹھ کر اپنے حجرہ میں چلا گیا۔

اُدھر اس گستاخ کا ذہن گستاخی کے سبب اُلٹا ہو گیا اور پاگل ہو کر ماؤں بہنوں کو گالیاں دینے لگا۔ سات روز تک اس کی یہی کیفیت رہی، بالآخر اس کے وارثان اسے پکڑ کر میرے پاس لائے تو میں نے اسے سمجھایا کہ تو نے حضور غوث اعظم سرکار کی شان میں گستاخی کی ہے، جب تک تو اللہ تعالیٰ سے معافی نہیں مانگے گا، اللہ تعالیٰ کے عذاب میں گرفتار رہے گا، لہٰذا تو نماز پڑھ اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے دعا کر اے اللہ مجھ سے تیرے محبوب بندے کی شان میں بے ادبی ہو گئی ہے، تو مجھے معاف فرما اور مجھ پر رحم فرما اور میں آئندہ ایسی بے ادبی نہیں کروں گا۔

چنانچہ اُس نے خدا کے حضور گڑگڑا کر دعا مانگی اور خدا سے اس بے ادبی کی معافی چاہی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی دوبارہ صحت عطا فرمادی۔

اولاد وامجاد☆: خداوند قدوس نے آپ کو اپنے خاص فضل سے تین بیٹے عطا فرمائے، جن کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں، حضرت پیر عبید اللہ شاہ، حضرت پیر محمد حفیظ اللہ شاہ المعروف پیر مستانہ اور پیر محمد اقبال شاہ، آج کل پیر محمد حفیظ اللہ شاہ المعروف پیر مستانہ کے صاحبزادے پیر ظفر الحسن شاہ صاحب مدظلہ سجادہ نشین ہیں۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال ۱۳۷۶ھ بمطابق 1957ء کو ہوا۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگوں کے علاوہ ضلع خوشاب کی معروف روحانی شخصیت حضرت حافظ سیّد حسن علی گیلانی جبی والے جنازہ پڑھانے کے لئے تشریف لائے تو اسی اثنا میں حضرت پیر سیّد شاہ عالم شاہ گیلانی میانوالی والے بھی تشریف لے آئے، انہوں نے بتایا کہ صبح تہجد کے وقت میرے گھر پر دستک ہوئی، ابھی میں گھر سے باہر نہ نکلا تھا کہ آواز آئی۔ پیر صاحب گھنڈ والے وصال فرما گئے ہیں آپ نے جنازہ پڑھانا ہے۔ جب میں گھر سے باہر نکلا تو کوئی آدمی نظر نہ آیا۔

یہ سُن کر حضرت حافظ پیر سید حسن علی شاہ گیلانی صاحب نے فرمایا کہ پھر جنازہ آپ ہی پڑھائیں، نماز جنازہ حضرت پیر سیّد شاہ عالم شاہ گیلانی آف میانوالی کی اقتدا میں گورنمنٹ ہائی سکول کے گراؤنڈ میں ادا کی گئی۔

آپ کا مزار پُر انوار وانڈھی گھنڈ والی میانوالی شہر میں مرجع خاص و عام ہے، جہاں اہل عقیدت و محبت آج بھی حاضری دے کر منہ مانگی مرادیں پا رہے ہیں۔

آج کل آپ کے پوتے حضرت پیر ظفر الحسن شاہ صاحب مدظلہ العالی آپ کے دربار کے سجادہ نشین ہیں جو بڑے ہی احسن انداز میں سلسلہ عالیہ قادریہ کو فروغ دینے میں ہمہ وقت مصروف ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت صوفی فیض محمد فیصل قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: مشعلہ دار شبستان طریقت ومعرفت، صاحب کشف وکرامت، سرخیل مبارزانِ راہ عشق ومحبت حضرت صوفی فیض محمد فیصل قادری رحمتہ اللہ علیہ فقر وتصوف ومعرفت میں اپنی مثال آپ تھے۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۰۱ھ بمطابق ۱۸۸۳ء بروز جمعرات جناب خان محمد کے گھر واقع گاجان شہر کے قبیلہ لاشار میں ہوئی، آٹھ برس کی عمر ہوئی تو خاندانی دستور کے مطابق اپنے بیلوں اور مال مویشی کو چرانے کے لئے جنگل لے جانے لگے، دس برس کی عمر تک کھیل کود میں ہی وقت گزرا۔

پھر آپ کی زندگی میں یک لخت انقلاب آیا اور آپ تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے، اور والدین کو بتائے بغیر ایک عالم دین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کی حضرت میں دین کا علم سیکھنا چاہتا ہوں، مولانا صاحب نے آپ کے ذوق وشوق کو دیکھ کر آپ کو پڑھانا شروع کر دیا۔

جب آپ نے قرآن کریم ختم کر لیا تو اُستاد محترم نے علاقائی دستور کے مطابق آپ کے ہاتھ تسبیح سے باندھ کر چند طالب علموں کے ہمراہ آپ کو گھر کی طرف بھیج دیا، جب آپ گھر پہنچے تو والدین نے ہاتھ بندھے ہوئے دیکھ کر حقیقت دریافت کرنا چاہی تو ساتھی طالب علموں نے بتایا کہ انہوں نے قرآن پاک ختم کر لیا ہے، اس لئے استاد صاحب نے ان کے ہاتھ تسبیح سے باندھ کر بھیجا ہے کہ آپ استاد محترم کی مٹھائی دیں، یہ سن کر آپ کے والدین بہت خوش ہوئے، اور فوراً ایک ٹوکری مٹھائی آپ کے استاد محترم کو بھجوا دی۔

اس کے بعد آپ نے فارسی وعربی کی ابتدائی کتب کا آغاز کر دیا، پہلے پہل تو رفتار سُست رہی بعد ازاں سبق صحیح طرح یاد ہونا شروع ہو گئے، اور آپ نے علوم ظاہریہ کی تکمیل میں مہارت تامہ حاصل کر لی۔

علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد آپ کو باطنی علوم کا شوق دامنگیر ہوا تو مرشد کامل کی تلاش میں سرگرداں رہے، بالآخر منزل مقصود آپ کا مقصد ٹھہری۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت رکھیل شاہ قادری علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے

سرفراز ہوئے، اور انہی سے خرقۂ خلافت پاکر سرفراز و ممتاز ہوئے۔

مجاہدہ وریاضت ☆: جب آپ مرشد کامل کے ہاتھ پر بیعت ہوئے تو مرشد کامل کے حکم پر ان کی خانقاہ میں طلبا کو درس دینے میں مصروف ہو گئے، بعدازاں مرشد کے حکم سے ایک پرانی مسجد میں بیٹھ کر چلہ کشی شروع کر دی۔

آپ نے چالیس روز کے چلے کے دوران صرف چند کھجوریں تناول فرمائیں اور ایک کوزہ پانی استعمال کیا، اور یاد الٰہی میں اسقدر غرق ہوئے کہ اپنی بھی ہوش نہ رہی، جب چالیس دن پورے ہوئے اور لوگ چلہ سے اٹھانے کے لئے پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ آپ نڈھال پڑے ہوئے ہیں۔ حتیٰ کے سانس بھی مشکل سے آرہی تھی، بڑی جدوجہد سے آپ کے منہ میں شربت ٹپکایا سانس آئی، اس طرح آپ نے یہ پہلی منزل کامیابی سے مکمل کی۔

آپ کئی برس تک مرشد کامل کی خانقاہ واقع فتح پور علاقہ گنداوا ضلع کچھی میں رہے، اور مرشد کامل کی راہنمائی میں طریقت کی منازل طے کرتے رہے۔

سلسلہ رُشد و ہدایت اور نصیر آباد کے قریب قیام ☆: طریقت وتصوف کی منزلیں طے کرنے کے بعد آپ نے مرشد کامل سے نواب شاہ صوبہ سندھ جانے کی اجازت لی اور گھر آکر جب نواب شاہ جانے کی تیاری کرنے لگے تو آپ کے قبیلے کے لاشاریوں نے آپ کو نواب شاہ جانے سے روکا اور کہنے لگے کہ نصیر آباد بلوچستان میں ہمارے قبیلہ کے لوگوں پر مشتمل ایک بستی ہے جو جنات اور دیو، پریوں کی وجہ سے ویران و بے آباد ہو کے رہ گئی ہے، لہٰذا آپ وہاں چلیں اور اس بستی کو جنات اور دیو، پریوں سے آزاد کروا کر اسے آباد کریں۔

چنانچہ آپ نے سندھ نواب شاہ جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور نصیر آباد کے قریب اس بستی میں تشریف لے گئے اور اس بستی کا نام فیض پور رکھا، دیکھتے ہی دیکھتے وہ بستی لوگوں کی آمدورفت کی وجہ سے آباد ہونا شروع ہو گئی، آپ کی خدمت میں دور دراز کے لوگ آنے لگے اور آپ کے آستاں سے فیض پانے لگے، اس بستی کی رونقیں بحال ہونا شروع ہو گئیں، آپ کی خانقاہ معلّٰی زیارت گاہ ہے ہر خاص و عام بن گئی۔

ایک مجذوبہ عورت کی پیشن گوئی ☆: کہتے ہیں اس بستی میں ایک مجذوبہ عورت بھی رہتی تھی جس نے جنات اور دیو پریوں کے خوف سے لوگوں کو ہجرت کرتے دیکھا تھا، وہ مجذوبہ عورت کبھی کبھی کہا کرتی تھی کہ ایک نہ ایک دن یہاں ایک مرد خدا آئے گا، اسے کوئی (مراد جن) اس بستی سے نکالے تو میں دیکھوں؟

بالآخر اس مجذوبہ عورت کی بات سچی نکلی کہ آپ کی وجہ سے وہ ویران بستی آباد ہو گئی۔

کشف وکرامات ☆: ایک دن گنداوا کے قریب صدیق کی ویران مسجد میں آپ یاد خدا میں بیٹھے تھے کہ ایک شخص حیران وسرگرداں ہانپتا کانپتا آیا اور کہنے لگا خدا کے لئے مجھے کہیں چھپالیں، میرے دشمن مجھے قتل کرنے کے لئے آرہے ہیں۔

آپ نے فرمایا میرے پاس ایسی کوئی جگہ نہیں ہے جہاں میں تمہیں چھپاؤں، یہ صرف ایک ویران مسجد ہے، اس نے کہا جس

طرح بھی ہو سکے مجھے میرے دشمنوں سے بچالیں، اس کی بات سن کر آپ نے فرمایا اب کھڑے ہی نہ رہو جاؤ مسجد کے کسی کونے میں کر بیٹھ جاؤ، خدا تمہیں امان دے گا۔

وہ شخص آپ کے فرمان پر مسجد کے اندر ایک کونے میں بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر گزری تو پانچ چھ آدمی لاٹھیوں اور کلہاڑیوں سے مسلح وہاں آپہنچے، اور آپ سے کہنے لگے یہاں ہمارا مفرور آیا ہے، یہ اُس کے قدموں کے نشان ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ میں ایک فقیر آدمی ہوں، تمہارے مفرور کا میرے ساتھ کیا تعلق، وہ میرے پاس کہاں ہے، میں نے اس کو کہاں چھپایا ہے۔

وہ لوگ مسجد کے اندر داخل ہوئے انہوں نے مسجد کا کونہ کونہ چھان مارا، لیکن مفرور کا نام ونشان تک اُن کو نہ ملا، وہ لوگ مایوس ہو کر چلے گئے، ان کے جانے کے بعد وہ مفرور بھی سلامتی کے ساتھ مسجد سے باہر آ گیا، اور اپنی منزل کو سدھار گیا۔

کرامت نمبر۲ ☆: آپ نے درخت کا ایک پودا لگایا چند دنوں کے بعد وہ خشک ہو گیا، ایک روز آپ نے اسے دیکھ کر مریدوں سے دریافت کیا تم اسے پانی کیوں نہیں دیتے، انہوں نے عرض کیا حضور ہم تو پانی دیتے ہیں لیکن یہ سوکھ گیا ہے۔

آپ نے اس درخت کے کناروں کو آہستہ آہستہ عصا مارتے رہے اور فرمایا اب اسے پانی دو، خدا نے چاہا تو یہ ہرا بھرا ہو جائے گا، خدمتگاروں نے آپ کے فرمان پر عمل کیا، وہ پودا سرسبز ہو کر ایک بڑا درخت بن گیا۔

کرامت نمبر۳ ☆: آپ کی بستی کو جانے والی راہ پر ایک آدمی نے قبضہ کر لیا، چونکہ وہ زمین آپ نے راستہ کے لئے وقف کر رکھی تھی، اس شخص کی وجہ سے لوگوں کی آمد ورفت بند ہو گئی۔

بالآخر لوگ مجبور ہو کر آپ کے پاس آئے اور حقیقت حال بیان کی اور عرض کیا حضور آپ ہمیں اجازت دیں ہم لڑ جھگڑ کر اس سے راستہ واپس لے لیتے ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ ہم فقیروں کا کام لڑنا جھگڑنا نہیں بلکہ خدا کی مخلوق کے لئے دعا کرنا ہے، آپ کا یہ جواب سُن کر سب لوگ لاچار ہو کر خاموش ہو گئے۔

خدا کی قدرت ایک روز وہی راستہ بند کرنے والا شخص ہیضہ میں مبتلا ہو گیا، آپ کو پتہ چلا تو آپ نے ایک تعویذ لکھ کر کسی کے ہاتھ اس شخص کے پاس بھیجا اور ہدایت فرمائی کہ اس کو پانی میں گھول کر پانی پی لو۔

خدا نے چاہا تو تندرست ہو جاؤ گے، اور فرمایا کہ ڈرنا نہیں اور یہ خیال نہ کرنا کہ فقیر مجھے بد دعا دی ہے۔

چنانچہ اس تعویذ کے استعمال سے وہ شخص تندرست ہو گیا۔ بعد صحت کے وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی کا خواستگار ہوا۔

کرامت نمبر۴ ☆: آپ کے چند مرید ایک ہندو بنیئے کے مقروض تھے، قرض کے بدلے اُس بنیے نے ان کی زمینوں پر قبضہ کر لیا، ان لوگوں نے بہت منت سماجت کی مگر وہ نہ مانا، بالآخر وہ لوگ مجبور ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رو کر عرض کرنے لگے حضور آپ اس بنیے کے اور ہمارے درمیان کوئی تصفیہ کرا دیجئے۔ ہم عہد کرتے ہیں کہ تھوڑے تھوڑے کر کے اس کا قرض

اتار دیں گے۔

آپ نے اس ساہوکار سے کہا کہ ان غریبوں کے حال پر رحم کرو، اور میری ضمانت پر ان کی زمینیں واپس کر دو، مگر وہ ساہوکار نہ مانا۔ بلکہ اس کے بعد تحصیل میں جا کر رپورٹ درج کرا دی، جس کے سبب آپ کے مریدین پریشان ہو کر حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے فرمایا تم لوگ جاؤ اور خدا کی ذات پر بھروسہ کرو، انشاء اللہ اسے کامیابی نہ ہوگی۔

ساہوکار کی رپورٹ پر تحصیل دار نے قرض داروں کو عدالت میں طلب کیا، اور ہندو ساہوکار سے کہا جاؤ اپنا بہی کھاتہ لے کر آؤ، ہندو جلدی سے گیا اور بہی کھاتہ لے کر عدالت میں پہنچا اور بہی کھاتہ کھول کر حساب دیکھنا شروع کیا تو آخر تک آپ کے کسی بھی مرید کے ذمے ایک پیسہ بھی بقایا نہیں نکلا، یہ دیکھ کر وہ ششدر رہ گیا، اور کھاتے اٹھا کر بغل میں دبا کر گھر کی طرف چلتا بنا، یہ دیکھ کر قرض داروں کی جان میں جان آئی۔

مگر ہوا یہ کہ اُس روز کے بعد اُس ہندو کا کاروبار بالکل ٹھپ ہو گیا، جس کے سبب وہ غریب اور قلاش ہو گیا، اور اس کا دو منزلہ مکان بھی گر گیا۔

زندگی کے آخری ایام اور علالتِ لاعلاج ☆: زندگی کے آخری ایام میں آپ علیل ہوئے تو علاج کے لئے ایک ڈاکٹر کو بلایا گیا، نبض دیکھ کر ڈاکٹر نے آپ سے پوچھا جناب طبیعت کیسی ہے، آپ نے گرج کر کہا کہ خدا کا شکر ہے میں تندرست ہوں۔

ڈاکٹر یہ کیفیت دیکھ کر کمرے سے باہر نکل کر رونے لگا، لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے؟ ڈاکٹر نے کہا میں حیران ہوں کہ نبض بالکل بند ہے، مگر معلوم نہیں کہ شیر کی طرح گرج کر بات کرنے والا کون ہے؟ حالانکہ تھرما میٹر سے دیکھا تو جسم کا درجہ حرارت ۱۰۲ تھا۔

زندگی کے ان لحات میں بھی آپ کی نماز قضا نہیں ہوئی، فجر کی نماز کے وقت اپنے صاحبزادے سے فرمایا تیمّم کے لئے ایک اینٹ لاؤ، وہ اینٹ لائے آپ نے تیمّم کیا اور لیٹے لیٹے نماز پڑھنا شروع کی اور اسی حالت میں آپ کا وصال ہو گیا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۳۷۷ھ بمطابق ۸ نومبر ۱۹۵۷ء کو ہوا۔ مزار پُر انوار بستی فیض پور نصیر آباد صوبہ بلوچستان میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں آج بھی اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کے بعد آپ کے جانشین حاجی محرم فقیر مقرر ہوئے، جن کے پاس آپ کا لکھا ہوا دیوان بھی محفوظ ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت علامہ قاضی عبدالسبحان قادری کھلابٹی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: فقیہہ اعظم، علامہ دوراں، سلطان المناظرین، قبلۂ طالبان، محدث وجدو پیان، مدرس مسائل عشق وعرفا قطب الارشاد، فردالافراد، شہباز میدان عشق ومستی، علم وعرفان میں بلند پایہ ہستی حضرت علامہ مولانا قاضی عبدالسبحان قادری کھلابٹی علیہ الرحمتہ آفتاب آسمان طہارت و پاکیزگی اور بلندی عظمت وجلال ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 1316 ہجری بمطابق 1898ء میں کھلابٹ ٹاؤن شپ نزد ہری پور ہزارہ میں قریشی ہاشمی علوی خاندان کے عظیم چشم وچراغ کے گھر ہوئی۔

آپ کا خاندان کئی پشتوں سے علم وعرفان کا گہوارہ چلا آرہا ہے۔ایسے علمی وروحانی ماحول میں آپ کی تربیت ہوئی اور وہیں آپ نے دین اسلام کی بنیادی تعلیم حاصل کی۔آپ کے بزرگوں نے آپ کی دینی تعلیم پر خصوصی توجہ دی۔

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں ہی مختلف فنون کے اساتذہ کی خدمت میں حاضر رہ کر حاصل کی۔بقیہ تعلیم کی تکمیل کے لیے آپ نے دور دراز کے سفر طے کیئے۔اور اپنے زمانہ کے متجر علمائے کرام کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر کے علم معقول ومنقول میں کمال حاصل کیا۔آپ نے علم نحو اور معقولات کی کچھ کتابیں حضرت مولانا گرھان والوں سے پڑھیں۔اکثر علوم متداولہ کی کتب فخر العلماء حضرت مولانا قطب الدین صاحب غورغشتوی علاقہ چھچھ سب تحصیل حضرو ضلع اٹک سے پڑھیں۔اس کے بعد ہندوستان جا کر مدرسہ عالیہ ٹونک میں داخلہ لے کر وہاں حضرت علامہ حکیم برکات احمد سے کچھ کتابوں کے اسباق پڑھے۔اور ان کی صحبتوں سے خوب مالا مال ہوئے۔

اس دوران حضرت علامہ شیر بہادر مارتونگی سے بھی آپ نے کچھ علوم اخذ کیئے۔تقریباً چھ ماہ تک دارالعلوم دیوبند میں مولانا محمد ابراہیم صاحب سے حمد اللہ کے چند اسباق پڑھے اور علم معانی کے اسباق مولانا عبدالسمیع رامپوری سے شروع کیئے۔کبھی کبھی مولانا انور شاہ کشمیری محدث کے دورۂ حدیث کی کلاس میں بیٹھ کر دورۂ حدیث شریف کی سماعت کیا کرتے تھے۔

مگر چھ ماہ کے بعد وہاں سے دارالعلوم سہارنپور تشریف لے گئے۔چند ایام گزار کر وہاں سے پنجاب کے ضلع گجرات کی تحصیل

لیہ میں تشریف لا کر موضع انھی میں ایک عالم وفاضل کے پاس ٹھہر گئے۔اور رسالہ میر زاہد وغیرہ کے اسباق ان سے پڑھے۔اس دوران مولانا حمید الدین مانسہروی سے کچھ علوم حاصل کیئے اور علوم احادیث اور تفاسیر اپنے چچا وخسر جناب محدث ہزاروی مولانا محمد شکیل صاحب علیہ الرحمۃ سے مکمل کیئے۔قطبی اور میر قطبی کے کچھ اسباق حضرت قاضی حکیم عبد القیوم سے پڑھے اس کے علاوہ علم طب بھی قاضی صاحب سے پڑھا۔اور علوم کی تکمیل کر کے فراغت حاصل کی۔

آپ نے زیادہ تر علوم دینیہ حضرت علامہ مولانا قطب الدین غور غشتوی علیہ الرحمۃ سے پڑھے اور یہ آپ کے خصوصی اساتذہ میں سے تھے۔آپ اکثر فرماتے تھے کہ میرے پاس جو کچھ بھی ہے وہ انہی کی نظر کا صدقہ ہے کہ جس نے مجھے آج یہاں تک پہنچایا۔

درس وتدریس ☆: آپ کے صاحبزادے حضرت علامہ قاضی غلام محمود ہزاروی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ آپ نے چالیس برس سے زیادہ عرصہ کھلابٹ ٹاؤن شپ ہری پور میں پڑھایا۔اور آپ سے اس عرصہ میں بڑے بڑے ذہین وفطین لوگ پڑھ کر فارغ التحصیل ہوکر درس وتدریس میں اندرون وبیرون ملک مصروف ہیں۔کھلابٹ میں چالیس سال کے عرصہ میں کسی سے کوئی معاوضہ وصول نہ کیا فی سبیل اللہ دین کی خدمت کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ہمیشہ آپ کے حلقۂ درس میں شائقین علوم دینیہ کا ہجوم رہتا تھا۔

1936ء میں آپ نے مدرسہ بیگم پورہ گجرات میں ایک سال تک پڑھایا پھر واپس گھر آ گئے۔1949ء میں دوبارہ مدرسہ انجمن خدام الصوفیہ گجرات میں بطور صدر مدرس تشریف لے گئے اور تین سال تک طلبائے کرام کو پڑھاتے رہے۔اس دوران فتویٰ نویسی کا شعبہ اور فرائض بھی آپ کے ذمہ تھے۔

دو سال تک شرقپور شریف میں تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔اس کے بعد مبلغ عالم اسلام حضرت علامہ الشاہ محمد عارف اللہ قادری علیہ الرحمۃ کے قائم کردہ مدرسہ احسن المدارس، باغ سرداراں، راولپنڈی میں ایک سال تک پڑھاتے رہے۔اس کے بعد دار العلوم رحمانیہ ہری پور شہر میں ایک سال تک طلباء کو حدیث شریف پڑھائی اور دورۂ حدیث پڑھا کر فارغ التحصیل طلباء کی دستار بندی فرمائی۔اس کے بعد پھر واپس اپنے گھر کھلابٹ تشریف لے گئے اور گھر میں ہی رہ کر شائقین علوم دینیہ کو سیراب کرتے رہے۔آپ کا معمول تھا کہ سحری سے لے کر نماز ظہر تک طلباء کو درس دیتے۔اور شاگردوں کو مطالعہ پر بہت توجہ دلاتے تھے۔اور ان سے اکثر فرمایا کرتے تھے کہ علم مطالعہ کرنے سے آتا ہے۔اور کمال بھی اسی سے پیدا ہوتا ہے۔

آپ کی علمی وقلمی خدمات ☆: درس وتدریس کے علاوہ آپ نے اپنی نوک قلم سے نہایت ہی اہم موضوعات پر اہم علمی نوادرات تحریر فرمائی ہیں۔جن میں سے چند کتب کے نام درج ذیل ہیں۔

(۱) فائض الانوار شرح معانی الآثار یہ طحاوی شریف کی شرح ہے۔(۲) مواہب الرحمٰن فی اغلاط جواہر القرآن۔یہ کتاب مولوی غلام خان راولپنڈی کی کتاب جواہر القرآن کی علمی غلطیوں کا محاسبہ ہے۔(۳) سوی الصراط فی تحقیق حلیہ اسقاط۔(۴) حاشیہ ہدایہ۔(۵) حاشیہ نوار الانوار۔(۶) حل وجود رابطی حمد اللہ۔(۷) حل حاصل الحصول ومحصول شرح جامی۔(۸) ضابطۃ التہذیب۔(۹) حاشیہ خیالی۔(۱۰) حاشیہ شرح نخبۃ الفکر۔(۱۱) حاشیہ شریفیہ علی السراجی۔(۱۲) حاشیہ صدرا۔(۱۳) حاشیہ مطول۔(۱۴) حاشیہ مختصر المعانی۔

(۱۵) حاشیہ مقامات حریری۔ (۱۶) حاشیہ السبع المعلقات۔ (۱۷) حاشیہ جامی۔ (۱۸) حاشیہ تلویح۔ (۱۹) رد منکرین سنت۔ (۲۰) کتاب الوسیلہ لابن امام تیمیہ حرانی۔ (۲۱) فتاوی قادریہ۔ (۲۲) حاشیہ قاضی مبارک۔ (۲۳) حاشیہ بخاری شریف۔ (۲۴) حاشیہ ... شریف۔ (۲۵) حاشیہ بیضاوی شریف۔ (۲۶) انوار الاتقیافی حیاۃ الانبیاء۔ (۲۷) حاشیہ میرزاہد رسالہ۔ (۲۸) شرح ہدایت النحو۔ (...) محققانہ شرح عبدالرسول۔

ان تمام کتب میں سے زیادہ تر عربی اور غیر مطبوعہ ہیں۔ مگر یہ تمام کتابیں قابل دید و قابل مطالعہ ہیں۔ انوار الاتقیاء اور موا... الرحمٰن چھپ چکی ہیں۔ جو کہ آج کل نایاب ہیں۔ کاش مولانا کی اولاد میں کوئی شخص آپ کی ان تمام تصانیف کو چھپوانے کے لیے کسی ادارے کی خدمات حاصل کر لے۔ اور منظر عام پر لے آئے تو یہ نہ صرف اس کا عظیم کارنامہ ہوگا بلکہ اہل سنت کے مدرس دینیہ اور سنی ط... کے لیے علم اور عقیدہ میں مضبوطی کا باعث ہوں گی اور مولانا مرحوم کی محنت بھی زندہ و جاوید ہو جائے گی۔ (فقیر صابری)

بیعت وخلافت☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں غوث زماں حضرت قاضی سلطان محمود قادری اعوان شریف گجرات وا... کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقۂ خلافت پا کر سرفراز ہوئے۔

دین متین اور مسلک حقہ کے لیے عملی جدوجہد☆: آپ نے صرف مسجد و مدرسہ اور خانقاہ کے اندر بیٹھ کر در... تدریس اور تحریر پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ قریہ قریہ بستی بستی اور شہر شہر گھوم پھر کر فرقۂ باطلہ کے علماء کو حق کی طرف بلایا اور ان سے مناظرے کر... ان کو لاجواب کیا۔ ہزارہ، چھچھ، اٹک، راولپنڈی اور جہلم کے علاقہ میں آپ کا وجود مسعود گمراہ اور بدعقیدہ مولویوں کے لیے ایک عذاب الٰہی تھا۔

آپ کے صاحبزادگان نے انتہائی محنت وکاوش سے ان تمام مناظروں کو کتابی شکل میں شائع کر دیا ہے۔ آپ نے یہ مناظرے قادیانیوں، چکڑالیوں، وہابیوں، دیوبندیوں اور غیر مقلدین کے ساتھ کیئے۔ یہ کل ستائیس مناظرے ہیں۔

آپ کے صاحبزادگان نے اس کتاب کا نام بھی ستائیس مناظرے رکھا ہے۔ اس میں ان تمام مناظروں کی روئداد کو مفصل طر... سے لکھا ہے۔ مگر یہ کتاب بھی آج کل نایاب ہے۔

سیرت وکردار☆: آپ نہایت ہی عابد و زاہد، متقی و پرہیزگار اور پابند صوم وصلوٰۃ بزرگ تھے۔ انتہائی متبع سنت اور اپنے طریقت کے بتائے ہوئے اوراد و وظائف پر سختی سے کاربند تھے۔

آپ انتہا درجہ کے حلیم الطبع اور بردبار اور ایثار و قربانی کا مجسمہ اخلاق کریمانہ کا پیکر تھے۔ غیور اس قدر تھے کہ بڑے سے بڑ... شخص کو بھی خاطر میں نہ لاتے تھے۔ کلمہ حق کے اظہار کے وقت عزم و ارادہ اور یقین کی مضبوط چٹان تھے۔

آپ کو خدا نے وہ مرتبہ بلند فرمایا تھا کہ بڑے بڑے قادیانی، اور وہابی، دیوبندی، چکڑالوی مناظر آپ کے سامنے آتے خاموش ہو کے رہ جاتے اور شکست کھا کر واپس لوٹتے تھے۔ جس کو آپ کی کرامت ہی کہا جا سکتا ہے۔

اولاد وامجاد☆: خداوند کریم نے آپ کو دو صاحبزادے علامہ قاضی غلام محمود اور علامہ قاضی محمد یوسف ہزاروی عطا فرمائے

وحضرات علم و عمل کا بحر بے کنار اور علوم متداولہ سے فارغ التحصیل ہیں اور آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دین اسلام کی اشاعت اور کار مدینہ علیہ السلام کی اطاعت اور اولیائے کرام کی اتباع و محبت کی دعوت دیتے رہے ہیں۔

اوّل الذکر حضرت علامہ قاضی غلام محمد ہزاروی تمام عمر جہلم شہر کی جامع عیدگاہ کے خطیب اور دار العلوم عربیہ غوثیہ نیا محلہ جہلم کے مہتمم رہ کر علوم دینیہ کی تعلیم اور مسلک حقہ کی خدمت کرتے ہوئے ان کا وصال ہو چکا ہے۔

آپ کے تلامذہ کے اسمائے گرامی ☆: یوں تو سینکڑوں کی تعداد نہیں بلکہ ہزاروں افراد نے آپ سے علمی اکتساب کیا ہے۔ مگر چندان علمائے حق کے اسمائے گرامی پیش خدمت ہیں کہ جنہوں نے آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنی اپنی جگہ پر مدارس دینیہ قائم کر کے دین اسلام اور علوم دینیہ کی خدمت کا فریضہ سرانجام دیا۔

ان میں حضرت مولانا قاضی حبیب الرحمان موضع تھپلہ ہزارہ، شیخ الحدیث والتفسیر قاضی ابرار شاہ موضع کیا، ضلع ہزارہ، حضرت علامہ میاں یحیٰی، جوڑا پنڈ ہزارہ، حضرت مولانا محمد سعید الرحمان کوٹ نجیب اللہ، مولوی غلام رسول کوٹ نجیب اللہ، حضرت مولانا قاضی نور النبی کوکب لاہور، حضرت علامہ مناظر اسلام محمد عنایت اللہ سانگلہ ہل، حضرت علامہ مولانا سید حامد علی شاہ صاحب گجراتی کے علاوہ کابل، قندھار، ہرات، غزنی، آزاد قبائل صوبہ سرحد، پنجاب، سندھ، بلوچستان اور بھارت تک آپ کے شاگردوں کا سلسلہ پھیلا ہوا ہے۔

ان میں سے سینکڑوں علماء امامت و خطابت اور بہت سے علماء تدریس و فتاویٰ نویسی میں مصروف عمل اور بہت سے حضرات اپنے قائم کردہ دار العلوم چلانے میں مصروف ہیں۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال 12 شوال المکرم ۱۳۷۷ ہجری بمطابق 2 مئی 1957ء کو ہوا۔ مزار پر انوار ایبٹ ٹاؤن شپ تحصیل و ضلع ہری پور ہزارہ صوبہ سرحد میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں آج بھی اہل علم و فضل اور آپ کے معتقدین حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سیّد صابر حسین شاہ بخاری قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆ : دریائے گوہر فضل وکمال مخصوص بعنایت رسول عربی، متصرف بہ تصرفات، بحرِ اسرار ومعدن حقائق ومعارف، شمع قصرِ ہدایت، حضرت سید صابر حسین بخاری قادری المعروف شہنشاہ خیبر رحمتہ اللہ علیہ آفتاب نور توحید وتفرید ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۲۱ھ بمطابق 1903ء بوقت صبح گھوڑا گلی تحصیل مری ضلع راولپنڈی میں خاندان بخاری سادات کے ایک عظیم فرد کامل کے گھر ہوئی۔ آپ کا سلسلہ نسب چند واسطوں سے حضرت سید مخدوم جہانیاں جہاں گشت سہروردی رحمتہ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔

آپ کی تربیت وتعلیم کی ذمہ داری آپ کے دادا جان حضرت سید حیات شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے ذمہ تھی۔ جنہوں نے پوری لگن اور توجہ سے آپ کو ظاہری وباطنی علوم سے مرصع فرمایا اور آپ کو مجاہدات مکمل کروا کر منازل سلوک طے کروائیں۔

بیعت وخلافت ☆ : شروع شروع میں آپ نے مختلف شعبہ زندگی کو اپنایا مگر قدرت ایزدی کو منظور ہی کچھ اور تھا کہ اچانک آپ کی ملاقات حضرت چن پیر شاہ سرکار پنڈوڑیاں شریف اسلام آباد سے ہوئی تو آپ ان کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقۂ خلافت پا کر سرفراز وممتاز ہوئے۔

نوٹ ☆ : آپ کے دادا مرشد حضرت میراں جتی ستی لال المعروف ننگے سرکار نسبی رشتے میں آپ کے پڑدادا بھی ہیں۔ اس وجہ سے آپ کے پیرومرشد حضرت سید چن پیر شاہ سرکار آپ سے بہت پیار کرتے تھے۔

اس کے علاوہ حضرت بابا لعل شاہ قلندر بیابانی مری والے، اور حضرت سید ضامن علی شاہ بخاری سہروردی آپ کے خالہ زاد بھائی اور پیر بھائی بھی ہیں۔

اس طرح ایک ہی خاندان کے یہ تینوں فرد حضرت چن پیر شاہ سرکار پنڈوڑیاں شریف ضلع اسلام آباد کے فیض یافتہ اور مرید بامراد تھے۔

سیرت وکردار ☆ : آپ بلند پایہ ولی تھے۔ جنگل بیابانوں اور چشموں اور دریاؤں کے اندر دن رات عبادت وریاضت

میں ہی مصروف رہتے تھے۔ تمام عمر اپنے مرشد کی خدمت اور تعظیم بجالاتے رہے، قلندرانہ روش کے فقیر تھے زبان ترجمان سے جو فرماتے وہ ویسے ہی ہو کے رہتا تھا۔ آپ کی زبان سے نکلا ہوا جملہ کبھی خالی نہ گیا۔ لنگر آپ کا وسیع اور دستر خوان دراز تھا۔ اپنے زمانے کے عظیم مرد قلندر ہمہ اوصاف یگانہ تھے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۸ ذیعقد ۱۳۷۷ھ بمطابق ۵ جون 1958ء بروز جمعرات صبح ۴ بجے ہوا۔

مزار پر انوار آبدرہ شریف پشاور صوبہ سرحد میں مرجع خلائق عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کا سالانہ عرس مقدس ہر سال 5 جون کو اور دوسرا عرس ۱۸ ذیعقد کو منایا جاتا ہے۔ 20 تا 21 جون آپ کے پیرومرشد چن پیر شاہ بادشاہ کا عرس پنڈوڑیاں شریف ضلع اسلام آباد نزد کھنہ پل منایا جاتا ہے۔ جہاں آبدرہ شریف پشاور شہر سے ڈالی لائی جاتی ہے۔

جشن نوروز کے سلسلہ میں ہر سال 22 مارچ کو نشان بھی چڑھایا جاتا ہے۔

جناب محترم سید ظہور حسین شاہ بخاری المعروف قیس سلطان مدظلہ جو آپ کے نواسے بھی ہیں کی نگرانی میں ہر سال آپ کا عرس مبارک بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ پیر عبدالرحمٰن قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: پروردۂ آغوش ولایت، شہباز معرفت وحقیقت، پیشوائے اہل طریقت غریق در بحر توحید ورسالت حضرت خواجہ عبدالرحمٰن قادری رحمتہ اللہ علیہ قطب آسمان ولایت ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 1310ھ ہجری بمطابق 1892ء کو بھرچونڈی شریف سب تحصیل ڈھرکی ضلع گھوٹکی صوبہ سندھ میں غوث الوقت برھان شریعت حضرت خواجہ حافظ محمد عبداللہ قادری علیہ الرحمتہ کے علمی وروحانی گھر میں ہوئی۔

جس وقت آپ نے اس دنیا میں آنکھ کھولی تو اس وقت آستانہ عالیہ بھرچونڈی شریف علم وعرفان کا گہوارہ تھا۔ جس میں دور دور سے لوگ آکر فیضان وعرفان حاصل کرتے تھے۔ حالت یہ تھی کہ پندرہ سے زیادہ نیم برہنہ فقیر مجذوب اور تین چار سو فقراء کی جماعت اور بہت سے قرآن کریم حافظ کرنے والے طلباء آستانے میں موجود تھے۔ ہر طرف سے ذکر اللہ کی صدائیں بلند ہورہی تھیں۔ اس کے لیے کوئی دن یا وقت مقرر نہ تھا۔ بلکہ ہمہ وقت اور آدھی رات تک یہ سلسلہ قائم رہتا۔

ایسے ماحول میں آپ کی تربیت ایک غوث الوقت کی زیر سرپرستی میں ہوئی جو علم وعرفان کی دولت کو دنیا میں تقسیم فرمانے کے ساتھ ساتھ لاتعداد لوگوں کو وضو کے مسائل، نماز کے مفسدات ومکروہات فرائض وواجبات، مستحبات سکھا رہے تھے۔

تعلیم وتربیت ☆: آپ کی ابتدائی تربیت اپنے والد گرامی کے زیر سایہ مکمل ہوئی، بعدازاں اپنے ہی مدرسہ میں قرآن کریم مکمل کرکے حفظ شروع کیا مگر نیم حفظ کی حد تک رہ گیا۔ اس کے بعد آپ کے والد گرامی نے آپ کو سراج الفقہاء استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی محمد سراج الدین قادری دین پوری علیہ الرحمتہ کے سپرد کرکے آپ کی تعلیم ان کے ذمہ لگادی۔ مفتی صاحب آپ کے والد گرامی کے مرید وخلیفہ اور مدرسہ بھرچونڈی شریف کے استاد بھی تھے۔

انہوں نے آپ کو صرف ونحو، سے فقہ حنفی تک کی کتابیں پڑھائیں اور اپنی خانگی مصروفیات کے باعث اپنے گھر دین پور ضلع رحیم یار خان چلے گئے جس کے باعث آپ کے اسباق رک گئے۔ بعدازاں میانوالی میں ضلع ہزارہ کے ایک عالم دین سے کچھ اسباق پڑھے مگر طبیعت مطمئن نہ ہوئی تو واپس گھر چلے آئے۔

جب آپ واپس بھر چونڈی شریف پہنچے تو معلوم ہوا کہ والد گرامی مریدوں کی دعوت پر کہیں گئے ہوئے ہیں۔ اس دوران ایک عالم دین سیاحت کرتے کرتے بھر چونڈی شریف پہنچے تو آپ نے ان کو مجبور کر کے بھر چونڈی شریف میں قیام پر راضی کرلیا۔ اور ان سے اسباق کی تکمیل شروع کر دی۔ آپ کے والد گرامی کو دوران سفر ہی معلوم ہو گیا تھا کہ صاحبزادے صاحب نے ایک عالم دین کو روک کر ان سے اسباق شروع کر دیئے ہیں۔ جسے سن کر وہ بہت خوش ہوئے۔ اور اپنے ساتھ سفر میں موجود دیرینہ رفیق سفر حضرت الحاج مولانا سید سردار شاہ صاحب قادری علیہ الرحمتہ سے فرمایا کہ اپنے فرزند ارجمند سید مغفور القادری کو بھی بھر چونڈی شریف میں مولانا مذکور سے تعلیم دلوائیں۔ چنانچہ مولانا سید سردار شاہ صاحب نے اپنے صاحبزادے سید مغفور القادری کو بھی آپ کے والد گرامی حضرت حافظ عبداللہ صاحب کے ہمراہ بھر چونڈی بھیج دیا۔

آپ کے والد گرامی جب واپس بھر چونڈی شریف پہنچے تو آپ کے استاد مولانا صاحب سے مل کر بہت خوش ہوئے۔ اور آپ کی تعلیم جاری رہی مگر مولانا موصوف آپ کے والد گرامی سے چند روز میں اتنے مانوس ہو گئے اور حضرت حافظ عبداللہ قادری صاحب کی شفقت و محبت اور ان کی خانقاہی تربیت کے طور طریقے دیکھ کر آپ کے والد گرامی کے دست حق پرست پر بیعت سے سرفراز ہو گئے اور پھر کیا تھا کہ مولانا موصوف چالیس برس تک بھر چونڈی شریف میں ہی مستقل مقیم رہے۔ ان چالیس برس میں سے تین سال اپنے مرشد حضرت حافظ عبداللہ قادری علیہ الرحمتہ کی ظاہری حیات میں بیعت کے بعد گذارے اور بقایا سینتیس برس اپنے شیخ کے فرزند اور شاگرد رشید کے پاس گذارے۔

آپ نے علوم دینیہ کی تمام تحصیل و تکمیل ان مولانا صاحب سے مکمل کی اور تمام عمر ان کو استاد ہی سمجھا اور اسی درجہ کی عزت کی۔ جبکہ استاد محترم نے اپنے شیخ کے وصال کے بعد آپ کو اپنے شیخ کا سجادہ سمجھ کر سینتیس برس خدمت و عزت کی۔

بیعت و خلافت و سجادگی ☆: آپ اپنے عظیم والد گرامی کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت تھے اور انہی سے خرقہ خلافت حاصل کر کے سرفراز و ممتاز ہوئے اور ان کے وصال کے بعد ان کی مسند کے جانشین ان کے وصال کے تیسرے روز مقرر ہوئے۔

حسب دستور قل خوانی کے بعد حضرت مولوی احمد صاحب قادری سجادہ نشین خان گڑھ جو بھر چونڈی شریف کے ہی خلفاء سے تھے نے آپ کے سر پر اپنے دست مبارک سے دستار رکھی۔ اس موقع پر بھر چونڈی شریف کے لاکھوں مریدین و عقیدتمندان موجود تھے۔

سیرت و کردار ☆: آپ نہایت ہی سادہ زندگی گذارنے کے عادی تھے، امانت اور جاہ و جلال سے تخت متنفر تھے، سجادگی کے بعد آپ میں کچھ تبدیلی واقع ہوئی تھی۔ لیکن زندگی بھر وہی حلقہ ہائے ذکر و فکر وہی سالکین راہ حق کی طلب و تشنہ لبی وہی سوز و ساز اور اتباع شریعت مطہرہ اور طریقت بزرگان کے انداز اپنائے رکھے۔

اگر چہ آپ کے دور میں رے کشوں کا ہجوم اور بھی بڑھ گیا تھا۔ مگر آپ نے تربیت مریدین اور طالبان راہ حق کی خدمت دستور خانقاہی کے قواعد و ضوابط فقر و سلوک کی خاموش صحبتوں میں کوئی کمی نہ آنے دی بلکہ قومی سیاست میں ''نکل کر خانقاہوں سے ادا کر

رسم شبیری'' کے کردار کو بھی آگے بڑھایا۔

سیاست زمانہ کی شورش اور طریقت کی دل جمعیاں ایک ذات میں کم ہوتی ہیں۔لیکن آپ کی ذات چونکہ مجمع البحرین تھی آپ نے اپنے طرز عمل سے ثابت کر دیا کہ

جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

یہ منظر بھی آنکھوں نے بہت کم دیکھا ہوگا کہ اگر کوئی سیاسی جلسہ ہے تو اسٹیج پر ذکر و مراقبے کی تلقین کی جاری ہے اور اگر طالبان راہ کا اجتماع ہے تو سیاسی گتھیاں بھی سلجھائی جا رہی ہیں۔غرض کہ آپ نے سلطانی میں فقیری اور فقیری میں سلطانی کر کے دنیا کو بتا دیا کہ میری رگ رگ میں بوئے اسد اللہی اور شان استغنائی رچی ہوئی ہے۔

آپ نے سجادہ مشیخیت پر اپنی خدمات کے وہ لافانی نقوش چھوڑے ہیں جن کو رہتی دنیا تک یاد رکھا جائے گا۔ان تمام مصروفیات کے باوجود نماز باجماعت کے ایسے پابند تھے کہ زندگی بھر میں شاید ہی کوئی نماز منفرداً ادا ہوئی ہو۔بیماری کی حالت میں جبکہ چلنے پھرنے کی طاقت نہ ہوتی تو چارپائی پر اپنے آپ کو اٹھوا کر جماعت میں شرکت فرماتے۔حسب دستور نماز پڑھاتے یا مقررہ امام کو اشارہ فرما دیتے۔ ایام بلوغ سے بڑھاپے تک کبھی ایک نماز بھی فوت نہیں ہوئی۔

الیکشن کے زمانے میں مسلم لیگ کے ٹکٹ پر اسمبلی کے ایک امیدوار آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ووٹوں کے سلسلہ میں آپ کی مدد چاہی۔آپ نے اخلاقی طور پر کھانا وغیرہ کھلایا اتنے میں نماز عشاء کا وقت ہو گیا تو انہوں نے جانے کی اجازت چاہی۔ آپ نے فرمایا کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے مگر وہ نہیں رکے اور رخصت ہو کر چلے گئے۔آپ نے فرمایا جو اپنے خالق کا وفادار نہیں وہ مخلوق سے کیا وفا کرے گا۔۔

ایک مرتبہ کسی سفر کے دوران روہڑی ریلوے اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر نماز کا وقت ہو گیا تو آپ نے اپنی جماعت سے فرمایا پہلے نماز پڑھ لی جائے پھر اگلا سفر ہوگا۔دوسو کے قریب افراد آپ کے ہمراہ تھے صفیں بن گئیں خود مصلے امامت پر کھڑے ہیں۔انگریز حکومت کا دور تھا۔ریلوے اسٹیشن پر انگریز حکام نماز عشاء کے اس روح پرور نظارے کو دیکھ کر حیران و ششدرہ گئے۔اور اپنی ٹوپیاں اتار کر آپ کو سلام پیش کر رہے تھے۔الغرض سفر ہو یا حضر ذکر الٰہی کے حلقے پوری شان و شوکت سے قائم ہوتے اور ایک دنیا اُمڈ پڑتی۔ریل میں سفر کے دوران ذکر کا وقت آ گیا تو پوری جماعت کے حق ھُو کے نعروں سے ریل کا پورا ڈبہ گونج پڑتا۔بلکہ یہ محسوس ہوتا تھا کہ ریل کا انجن اور اس کے ڈبے بھی اس ذکر میں شریک ہیں۔بیعت کا عالم یہ تھا کہ آپ جہاں جس جگہ جلوہ افروز ہیں، ریل ہے یا کوئی اور جگہ بیعت ہونے والے خوش نصیب بیعت ہو رہے ہیں۔آپ کا سفر بھی کیا سفر ہوتا، ایک تبلیغ دین ہوتی تھی، جو اس فقیر بے کلاہ کے ہاتھوں سرانجام ہو رہی ہوتی تھی۔مارواڑہ، راجپوتانہ کے ریگستانی علاقوں کا سفرات کو ستاروں کے ذریعے طے کیا جاتا۔اونٹوں پر سواری کی حالت میں ذکر اللہ کا ترانہ ریگستان کے تودوں کو رعشہ سیماب دیتا ہوا ایک عجیب کیفیت پیدا کرتا ہے۔

تحریک پاکستان اور جماعت احیاء الاسلام کا قیام☆: مسلمانوں کی بے حسی اور اسلام سے بیگانگی ہمیشہ

آپ کو بے چین رکھتی تھی۔ جب کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش آتا تو آپ بے قرار ہو جاتے۔ الیکشن کے زمانے میں اراکین اسمبلی کے جھوٹے وعدوں اور منافقت بھری سیاست کے خاتمے کے لیے آپ نے ایک انجمن کا قیام ضروری سمجھا تاکہ پوری مسلمان قوم مل کر بے چینیوں کا مقابلہ کر سکے۔

چنانچہ آپ نے صوبہ سندھ کے چند بااثر حضرات کا اجلاس بلا کر انجمن احیاء الاسلام کی بنیاد رکھی۔ اتفاق رائے سے اجلاس نے آپ کو اس کا صدر اور حضرت پیر سید عبدالمغفور شاہ صاحب کو نائب صدر اور حافظ غلام قادر کو خازن چنا گیا۔ جماعت کا منشور بنا پھر چھپا اور پورے سندھ کے ہر بڑے شہر ہر دیہات اور قصبے میں بھجوایا گیا جس کے نتیجے میں صرف تین ماہ کے اندر آٹھ ہزار ممبر بنے۔ پورے سندھ میں انجمن احیاء الاسلام کے جلسے ہوئے اس موقع پر علماء اور مشائخ کا اتنا روح پرور اجتماع دیکھنے میں آتا اور ان مشائخ و علماء کی وجہ سے عوام الناس کا جوش دیدنی ہوتا تھا۔

اس مقصد کے لیے آپ کی سرپرستی اور پیر سید مغفور القادری کی زیر ارادت ایک اخبار بھی ''الجماعۃ'' کے نام سے نکلنا شروع ہو گیا۔ جس کے لیے آپ نے باقاعدہ پرنٹنگ پریس خریدا گیا۔ ان تمام کاوشوں کے نتیجہ میں آپ کی انجمن احیاء الاسلام سندھ کے گوشے گوشے میں ایک عظیم تحریک بن کر ابھری۔

صوبہ سندھ میں اس سے قبل کانگریس کا زور تھا۔ مسلم لیگ نے ابھی تک صوبہ سندھ میں قدم نہ ٹکائے تھے۔ مسلم لیگ کا دفتر صرف سیٹھ عبداللہ ہارون تک محدود تھا۔ مسلم لیگ کو صوبہ میں متعارف کرانے کے لیے مولانا ابوالحامد بدایونی اور سیٹھ عبداللہ ہارون اور خان بہادر کھوڑ نے ایک عظیم الشان جلسہ کا اہتمام کیا جس کی صدارت آپ نے خود فرمائی تھی۔ مقررین میں حضرت قائداعظم محمد علی جناح، نوابزادہ لیاقت علی خان، نوابزادہ اسماعیل خان کے علاوہ بہت سے اکابر اسٹیج کی زینت تھے۔

اس جلسہ کے بعد اہل سندھ کی زبان پر مسلم لیگ اور پاکستان کا نام سنا جانے لگا۔ اسمبلی کے آٹھ ممبر مسلم لیگ میں شامل ہوئے۔ جن ممبروں کو آپ نے انجمن احیاء الاسلام کے پلیٹ فارم سے کامیاب کرایا تھا۔ ان کی تعداد پانچ تھی۔ آپ نے ان کو حکم دیا تم بھی پاکستان مسلم لیگ میں شامل ہو جاؤ۔ پھر وقت وہ بھی آیا کہ آپ نے احیاء الاسلام کو مسلم لیگ میں ضم کر دیا۔ تاکہ مسلم لیگ مضبوط سے مضبوط تر ہوتی جائے۔ اس ضمن میں آپ نے کانگرس کو کمزور اور مسلم لیگ کو مضبوط کرنے کے لیے پورے سندھ کے مشائخ کا کنونشن حیدر آباد میں بلایا۔ جس میں سندھ کے سرہندی مشائخ کا کردار قابل تحسین رہا۔ آپ نے تحریک پاکستان کو کامیاب بنانے کے لیے پندرہ پندرہ دن کے دورے ملک کے طول و عرض میں کیئے۔ ان تمام دنوں میں متواتر صبح و شام جلسوں سے غزالی دوراں علامہ سیّد احمد سعید شاہ کاظمی چشتی صابری اور مولوی عبداللہ احمد پوری، پیر سید مغفور القادری علیھم الرحمۃ والغفران آپ کے ہمراہ خطاب کر کے عوام کے ذہنوں میں پاکستان کے قیام کی اہمیت کو واضح کر کے مسلم لیگ کی حمایت کے لیے تیار کرتے۔ اسی دوران 1946ء میں صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، حضرت علامہ سید محمد شاہ محدث کچھوچھوی، کی مساعی جمیلہ سے آل انڈیا کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ جس میں آپ نے پورے سندھ کے مقتدر مشائخ اور اپنے عقیدتمندوں سمیت شرکت کر کے اسے کامیاب کرایا۔ اس موقع پر بنارس کے علماء اور مشائخ اور

عوام الناس نے آپ سے والہانہ محبت وعقیدت کا اظہار کیا۔

اس کے بعد سے برصغیر کے سیاستدان اور مشائخ وعلماء اور دانشور حتیٰ کہ انگریز حکام یہ بات کہنے پر مجبور ہو گئے کہ جب تک مشائخ وعلماء گھر سے نہ نکلے تھے۔ قائداعظم محمد علی جناح اکیلے تھے۔ جب یہ سرفروشان دین مصطفوی خانقاہوں اور حجروں سے باہر نکلے تو قائداعظم اور مسلم لیگ کا طوطی بولنے لگا۔ اور وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ اب پاکستان بن کر رہے گا۔ دنیا کی کوئی طاقت اس کے راستے میں رکاوٹ نہیں بن سکتی۔ پھر دنیا نے دیکھا کہ ان بوریا نشینوں کی قربانیاں رنگ لائیں اور پاکستان بن کر رہا۔ جس میں ان فقیروں کا اخلاص شامل تھا۔

یہاں یہ بات بھی بڑی اہمیت رکھتی ہے کہ قیام پاکستان سے قبل سندھ اسمبلی میں یہ بات ریکارڈ پر موجود ہے کہ سندھ اسمبلی کے ارکان نے بھرے اجلاس میں اس بات کا اعتراف کیا کہ سجادہ نشین بھرچونڈی شریف حضور خواجہ عبدالرحمٰن قادری سندھ کی وہ عظیم شخصیت ہیں کہ جنہوں نے اتنی لازوال قربانیوں کے بالعوض ایک چائے کی پیالی بھی کسی سے نہیں پی۔

اس کے علاوہ مسجد منزل گاہ سکھر پر حکمرانوں کے قبضے اس کو دفتر میں تبدیل کرنے کے خلاف آپ نے پورے سندھ سے مشائخ و علماء اور عوام کو جمع کر کے تحریک چلائی اور اس سلسلہ میں جیل کی قید بھی کاٹی مگر مسجد منزل گاہ سکھر انتظامیہ سے واپس لے کر مسلمانوں کو دی۔ جو کہ سندھ کے عوام وخواص کا مذہبی اثاثہ ہے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۹ جمادی الاول ۱۳۸۰ھ بمطابق 30 اکتوبر 1960ء بروز اتوار ایک بجے دن ہوا۔

مزار پُر انوار بھرچونڈی شریف سب تحصیل ڈھرکی ضلع گھوٹکی صوبہ سندھ میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں آج بھی ہزاروں عقیدت مندان حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت خواجہ پیر عبدالخالق قادری مدظلہ العالی آپ کے جانشین وولی عہد مقرر ہوئے۔ جو اپنے اسلاف کی طریقت پر عمل پیرا ہو کر آپ کے مشن کو آگے بڑھا رہے ہیں۔

فقیر راقم الحروف کو حضرت خواجہ پیر عبدالخالق قادری آف بھرچونڈی شریف سے ملاقات کا شرف حاصل ہے۔ جو آج کل مرکزی جماعت اہلِ سنت پاکستان کے صدر بھی ہیں۔ جو نہایت ہی بلند اخلاق اور صاحب تقویٰ اور نیک سیرت شخصیت کے حامل ہیں، مالک کریم آپ کو درازی عمر نصیب فرمائے، آمین!

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سائیں سلطان ٹکا قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: سلطان الکملاں، شمس العارفین، امام العاشقین، بدر المعشوقین، قطب الاقطاب، حضرت خواجہ سلطان سائیں ٹکا سرکار قادری رحمتہ اللہ علیہ امام العارفین ہیں۔

آپ کے والدین بڑے ہی نیک اور متقی پرہیز گار تھے۔ ان کے ہاں اولاد نہ ہوتی تھی۔ آئے روز اللہ کریم جل شانہ کی بارگاہ میں دست بدعا رہتے خداوند کریم نے مہربانی فرمائی اور ایک نہایت شکیل وحسین وجمیل فرزند عطا فرمایا۔ والدین کریمین نے آپ کا نام نامی اسم گرامی سلطان ٹکا رکھا۔ ایک ہی فرزند ہونے کی وجہ سے اس کی پرورش اور تربیت پر خصوصی توجہ دی گئی۔ آپ شروع ہی سے پرجلال شخصیت کے مالک تھے۔ بچپن ہی سے آپ میں ولایت کے آثار نمایاں تھے۔ عام بچوں کی طرح کھیل کود میں آپ نے کبھی دلچسپی نہیں لی ہمیشہ اپنی مستی میں مست الست رہے۔

تعلیم وتربیت ☆: آپ نے بچپن میں قرآن کریم اپنی والدہ ماجدہ سے گھر ہی میں پڑھا اور پھر دینی کتب پڑھنے کے لئے اپنی بستی میں موجود ایک عالم دین کے پاس جاتے رہے اور ان سے علوم ظاہریہ کی کچھ کتابیں پڑھیں۔ بچپن کے ایام میں آپ کا حافظہ کچھ کمزور تھا۔ مگر بعد میں تیز ہو گیا تھا۔ جو سبق بھی استاد سے لیتے فوراً یاد ہو جاتا کچھ عرصہ کے بعد آپ راولپنڈی فیض آباد مری روڈ کے قریب اوجڑی کیمپ میں اپنی خالہ کے گھر تشریف لے آئے آپ کی خالہ نے آپ کو سکول میں داخل کرا دیا۔ ادھر آپ نے سکول کی تعلیم حاصل کرنا شروع کی اور ادھر گاؤں میں آپ کے عزیز واقارب نے آپ کے والدین کو کہنا شروع کر دیا کہ انہیں راولپنڈی کیوں بھیج دیا۔ فوراً واپس بلایا جائے اور گھر ہی میں زمیندار وغیرہ کی ترغیب دی جائے۔ مگر چونکہ آپ کے والدین علم کی اہمیت کو سمجھتے تھے۔ ان کی یہ خواہش تھی کہ آپ پڑھیں اور تعلیم حاصل کریں۔ انہوں نے آپ کی تعلیم پر خصوصی توجہ دینا شروع کر دی۔ آپ کے خاندان کے اکثر لوگ پڑھے لکھے اور بڑے بڑے عہدوں پر فائز تھے۔ اس لئے آپ کو بھی تعلیم کی طرف زیادہ متوجہ کیا گیا۔

سیرت وکردار ☆: آپ شروع ہی سے سچے راست باز متشرع اور شجاعت میں بےنظیر تھے۔ آپ ہمیشہ دنیا کی تمام محفلوں اور آلائشوں سے دور رہے۔ خاندانی حسب ونسب اچھا ہونے پر ہر چھوٹا بڑا آپ کی تعظیم کے لئے دست بستہ کھڑا رہتا۔ مگر آپ لوگوں کی طرف سے کی گئی تعظیم کے سبب بڑائی یا تکبر نہ کرتے تھے۔ بلکہ غریبوں عاجزوں مسکینوں سے زیادہ محبت فرماتے۔ غریب پروری آپ کا شعار رہا۔ کبھی کسی بات پر غصہ آ جاتا تو اپنے جذبات پر قابو پا لیتے تھے۔ پوری پوری رات اللہ کے ذکر اور کبھی تلاوت قرآن اور کبھی نوافل میں گذر جاتی۔ آپ اپنے معتقدین کے ہمراہ تمام رات خدا کے ذکر وفکر میں گذار دیتے۔ نماز میں خشوع اور خضوع کا یہ عالم تھا کہ آپ پر

دوران نماز لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔ حضور شہنشاہ بغداد پیران پیر دستگیر حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے حد درجہ عقیدت تھی۔ عشق رسول ﷺ میں ہمیشہ سرشار رہتے تھے۔

بیعت وخلافت ☆: علوم ظاہریہ سے فارغ ہونے کے بعد جب آپ میں خدا کی جستجو اور تلاش منزل کا غلبہ بڑھا تو خیال پیدا ہوا کہ کسی مرشد کامل کی بیعت کی جائے مگر مرشد حضرت امام بری شاہ عبداللطیف قادری علیہ الرحمۃ جیسا مرد قلندر ہو۔ اس دوران بہت سے درویشوں سے ملاقات بھی ہوئی مگر آپ کی تشفی نہ ہو سکی۔

ایک دن حضرت پیر سید عبداللطیف شاہ المعروف بری امام سرکار علیہ الرحمۃ نے باطنی طور پر اپنا جلوہ دکھایا اور آپ کو اپنے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف فرمایا۔ حضرت سید عبداللطیف المعروف بری امام سرکار علیہ الرحمۃ سے باطنی طور پر بیعت سے مشرف ہونے کے بعد ظاہری طور پر بیعت کے لئے مرشد کامل کی جستجو بڑھ گئی بالآخر مقصود کو پہنچے اور ظاہری مرشد کامل کے ہاتھ پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ آپ ظاہری طور پر جن کے ہاتھ پر شرف بیعت ہوئے تھے ان کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ مگر عرف عام میں مشہور یہی ہے کہ آپ حضرت بری امام شاہ لطیف قادری مشہدی علیہ الرحمۃ کے مرید تھے۔

فوج میں نوکری ☆: تعلیم کی تکمیل کے بعد آپ کے والد نے آپ کو فوج میں بھرتی کروا دیا اگرچہ آپ کا رجحان اس طرف نہ تھا۔ مگر والدین کے حکم کی تعمیل کی غرض سے آپ فوج میں ملازم ہو گئے مگر ہر وقت دل میں ایک ہی خیال رہتا کہ وہ وقت کب آئے گا کہ فوج سے ڈسچارج کر دیا جائے۔ دوران ملازمت آپ کوئی پہرہ یا پریڈ ڈیوٹی نہیں کرتے تھے۔ آپ صبح سکول میں پڑھاتے اور رات کو اللہ کی عبادت وریاضت میں مشغول رہتے۔ پلٹن کے لوگ اس حقیقت کو جان گئے کہ آپ مقبولان خدا میں سے ہیں۔ آپ کے چہرہ انور پر جو انوار وتجلیات ظاہر تھے۔ انہیں دیکھ کر پوری پلٹن آپ کا احترام کرتی حتی کہ آپ کے افسران بھی آپ کی حد درجہ تعظیم کرتے۔ آپ نے پلٹن میں ملازمت کے دوران لوگوں کو خدا اور اس کے رسول ﷺ کی طرف متوجہ فرمایا اور لوگوں کے دلوں میں خوف خدا اور عشق رسول ﷺ کی شمع روشن کی۔ پلٹن کے لوگ آپ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہونا شروع ہو گئے حتی کہ حالت یہ ہو گئی کہ پوری پلٹن ہی ذاکر وشاغل ہو گئی۔ جنگ عظیم کے موقع پر جب آپ کی پلٹن کو جنگ میں جانے کا حکم ملا تو ایک افسر نے آپ کو پلٹن سے علیحدہ کر کے ڈپو پر بھیج دیا اور آپ کی خدمت کے لئے چند سپاہی مقرر کر دیئے گئے۔ اور فوج میں لوگوں کو بھرتی کرنے کے لئے آپ کو مقرر کر دیا۔

تھوڑا عرصہ آپ نے بھرتی شروع رکھی اور ڈیوٹی کرتے رہے۔ پھر اس کے بعد آپ اپنے گھر میں رہنے لگے اس دوران بیعت کا سلسلہ عام وخاص ہونے لگا۔ ابھی گھر پر آئے تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا کہ پلٹن سے پیغام آنے شروع ہو گئے کہ آپ نے پلٹن میں آکر ڈیوٹی نہیں سنبھالی تو آپ کو ڈسچارج بھی نہیں کیا جائے گا۔ چار و ناچار پھر دوبارہ کچھ عرصہ ملازمت کے بعد آپ نے فوج کو خیر باد کہہ دیا اور ڈسچارج ہو کر گھر میں واپس آنے لگے تو لوگوں کا ایک اژدھام آپ کے ساتھ چل پڑا۔ پلٹن کے ہر ساتھی کی آنکھ اشکبار تھی ہر دل میں آپ کی جدائی کا غم تھا۔ لوگ جلوس کی شکل میں جھنڈے اور نشان اٹھائے ہوئے چل رہے تھے۔ فوج سے واپسی کا منظر دیدنی تھا۔ جو بیان سے باہر ہے۔

مولانا فقیر اللہ بکوٹی سے تعلق ☆: حضرت مولانا فقیر اللہ بکوٹی علیہ الرحمۃ اپنے زمانے کے بہت بڑے ولی کامل اور قادری سلسلہ کے عظیم بزرگ تھے۔ آپ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ اکثر اپنے مریدین کو حکم دیتے تھے کہ حضرت سائیں سرکار کی خدمت میں حاضری دیا کرو علاقہ پونچھ کے کچھ لوگ جو حضرت مولوی فقیر اللہ بکوٹی علیہ الرحمۃ کے مرید تھے وہ کشمیر سے اپنے مرشد کی خدمت میں سلام کرنے کی غرض سے حاضر ہوئے تو مولوی فقیر اللہ بکوٹی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ میرا سلام ہو چکا اب حضرت سائیں سلطان ٹکا سرکار رحمۃ اللہ علیہ خدمت میں جا کر میرا بھی اور اپنا بھی سلام عرض کرو۔ چنانچہ وہ مرید تین چار روز کا پیدل سفر کر کے جب آپ کی خدمت میں پہنچے تو سلام عرض کرنے کے بعد کافی عرصہ تک آپ کی خدمت میں ٹھہرے رہے۔

کشف و کرامات ☆: فوج میں ملازمت کے دوران آپ نماز اپنے کمرے میں پڑھا کرتے تھے۔ ایک دن پلٹن کی مسجد کے مولوی صاحب نے کہا کہ بہت سے آدمی جناب منشی صاحب کی طرح ڈیرے پر نماز پڑھ لیتے ہیں۔ مسجد میں آ کر نماز نہیں پڑھتے آج کے بعد وہ تمام حضرات مسجد میں آ کر باجماعت نماز ادا کیا کریں وگرنہ جرمانہ ہوگا اور اس کے ساتھ ہی کچھ سخت الفاظ بھی کہے۔ آپ کو فوج میں منشی جی کہا جاتا تھا۔ مولوی صاحب نے جاتے ہوئے کہا کہ منشی جی بھی مسجد میں آیا کریں۔

چنانچہ آپ چارونا چار مسجد میں میں نماز پڑھنے چلے گئے اور مولوی صاحب کی اقتدار میں نماز باجماعت ادا کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ جب مولوی صاحب نماز پرھاتے ہوئے سجدے میں گئے تو ان پر ایسی حالت طاری ہوگئی کہ بے ہوش ہو گئے سجدے میں پڑے ہوئے جب کافی دیر ہوگئی تو مقتدی سجدے سے سر اٹھا کر دیکھنے لگے۔ مگر مولوی صاحب بدستور سجدے کی حالت میں تھے کہ لوگوں میں چہ مگوئیاں شروع ہوگئیں کوئی کہتا کہ مولوی صاحب نے شاید افیون کھالی ہے کہ بیہوش ہو گئے غرض کہ جتنے منہ اتنی باتیں ہونے لگیں۔

کافی دیر کے بعد جب مولوی صاحب کو ہوش آیا تو آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ سارا جسم تھر تھر کانپ رہا تھا۔ اپنے جذبات پر قابو پا کر لوگوں سے کہنے لگے میں نشئی آدمی نہیں ہوں میں نے جو راز نماز کے دوران دیکھا ہے وہ اس سے پہلے نہیں دیکھا مجھے اس حقیقت کا تو آج علم ہوا ہے کہ منشی جی تو ولی اللہ ہیں۔ آپ نے دوران نماز مہربانی فرمائی کہ مجھے اپنے ساتھ مدینے شریف لے گئے اور حضور ﷺ کے ساتھ نماز ادا فرمائی۔

آپ کے ساتھ میرا بگڑا نصیبا بھی سنور گیا کہ مجھے بھی حضور ﷺ کی زیارت ہوگئی اور ان کے ہمراہ نماز ادا کرنے کا شرف بھی حاصل ہوا۔

کرامت نمبر ۲ ☆: راجہ غلام مصطفیٰ صاحب دھنیال ساکن پنڈ بیگوال جو کہ اسی پلٹن میں آپ کے ساتھ ملازم تھے وہ فرماتے ہیں کہ میری مونچھیں بہت بڑی بڑی تھیں۔ ایک دن آپ میرے کمرے میں تشریف لائے میں سویا ہوا تھا۔ آپ قینچی لے کر میرے پاس بیٹھ گئے اور میری ایک مونچھ صاف کر دی۔ اس کے بعد آپ نے مجھے جگایا جب میری آنکھ کھلی تو میں نے عرض کیا کہ حضور آپ کس وقت تشریف لائے تو آپ نے فرمایا کہ میں کافی دیر سے تمہارے پاس بیٹھا ہوا تھا مگر تمہیں خبر نہیں ہوئی۔ آپ نے مجھ سے شیشہ

مانگا میں نے شیشہ آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔

آپ نے فرمایا کہ اس میں اپنا چہرہ دیکھو جب میں نے شیشے میں اپنا چہرہ دیکھا تو حلیہ ہی بگڑا ہوا تھا کہ میری ایک مونچھ صاف تھی۔ میں نے عرض کیا حضور میں آپ کی اس بات سے بہت خوش ہوں میری دوسری مونچھ بھی صاف کر دیجئے۔ میں نے قینچی لی اور دوسری مونچھ بھی کاٹ دی۔ اس روز آپ نے مجھے چند وظائف بتلائے اور پھر فرمایا کہ آنکھ بند کرو جب میں نے آنکھ بند کی تو مجھے کچھ اور ہی اسرار نظر آنے لگے اور میرے دل کی کیفیت بھی بدل گئی اس سے پہلے نماز نہ پڑھتا تھا۔ مگر اس کے بعد تو کیفیت ہی یہ ہو گئی کہ رات بھر نیند نہیں آتی تھی۔ تہجد اشراق، چاشت، اوابین اور دیگر وظائف میرا معمول بن گیا۔

ایک روز میں سو گیا تو دیکھا کہ آپ حضرت امام بری شاہ لطیف علیہ الرحمتہ کے دربار میں کھڑے ہیں اور میں سرو کے درخت کے نیچے کھڑا ہوں۔ آپ دربار شریف کے اندر تشریف لے گئے اور اندر سے ایک شیشی خوشبودار لائے اور اس شیشی کا ڈھکن آپ نے میری مونچھوں اور ماتھے پر ملا تو اس کی خوشبو میں نے بیدار ہونے کے بعد بھی اسی طرح محسوس کی۔ جب میں بیدار ہوا تو میرا تنبو اور دریاں بسترے اور تمام سامان خوشبو سے مہک رہے تھے اور میرے ساتھ بہت سے آدمی اس سائبان میں لیٹے ہوئے تھے جب وہ جاگے تو کہنے لگے کہ کیسی خوشبو ہے۔

چنانچہ اس بات کا پلٹن میں بہت چرچا ہوا۔ خوشبو ایسی جو کسی عطار سے بھی نہ ملے مگر میں نے اس راز کا پردہ نہیں اٹھایا۔ اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ آپ تشریف لائے میں تہجد کی نماز پڑھ کر اپنے وظائف میں مشغول تھا بتی جل رہی تھی میں کھڑا ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ وظائف کے دوران کھڑا نہیں ہونا چاہیے۔

آپ نے فرمایا کہ کیا دیکھا ہے۔ میں نے عرض کیا یا سرکار ابھی یہ کچھ دیکھ رہا تھا۔ میں نے جو کچھ دیکھا تھا وہ آپ کے گوش گذار کر دیا تمام واقعہ سن کر فرمایا کہ اس کو سنبھال کر رکھنا۔

کرامت نمبر۳ ☆: یہی راجہ غلام مصطفیٰ صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ پلٹن میں آپ بیمار ہو گئے چنانچہ علاج معالجہ کی غرض سے آپ کو ہسپتال میں داخل کرا دیا گیا۔ ایک دن میں ہسپتال میں آپ کی عیادت کے لئے گیا تو دیکھا کہ آپ بستر پر لیٹے ہوئے ہی وظائف پڑھ رہے تھے۔ میں نے آپ کے کام میں مداخلت مناسب نہ سمجھی اور آپ کے بستر کے قریب ہی ایک چارپائی پر لیٹ گیا۔ اچانک میری آنکھ لگ گئی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ہسپتال کے چاروں طرف گردونواح میں اولیائے کاملین کی کثیر تعداد جمع ہے۔ مجھے ان کی جلالت سے پسینہ آ گیا اور اسی گھبراہٹ کے عالم میں آپ اچانک میری طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا کیا بات ہے میں نے خواب کا واقعہ عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی بیمار ہو جائے تو کیا اس کے اہل قرابت تیمارداری کے لئے نہیں آتے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۳۸۰ھ بمطابق 1960ء کو ہوا۔ مزار پر انوار کامرہ شریف تحصیل کوٹلی ستیاں ضلع راولپنڈی میں مرجع خاص و عام ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت الحاج حافظ سید احمد شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: مدرس مسائل عشق وعرفان، محدث وجد ومستی و پیمان، پروردۂ نگاہ نورنبوت، شہباز میدان حقیقت ومعرفت، غوث زمانہ، شیخ یگانہ حضرت خواجہ حافظ سید احمد شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ قدوۃ الاخیار ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت موضع سریکوٹ تحصیل وضلع ہریپور ہزارہ صوبہ سرحد کے سادات کے علمی گھرانے میں ہوئی۔ جب سن شعور کو پہنچے تو آپ نے قرآن مجید بمع قرأت اپنے وطن مالوف میں ہی حفظ کرلیا اور علوم دینیہ کی کتب کی تعلیم مکمل کرنے کے لیے آپ ہزارہ سے ہندوستان تشریف لے گئے۔ جہاں مختلف مدرس دینیہ میں علوم دینیہ کی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ اور دورۂ حدیث شریف پڑھنے کے لیے شیخ الہند مولوی محمود الحسن کے پہلے تلامذہ میں شامل ہوگئے۔ مولانا محمود الحسن کی آپ پر خصوصی شفقت تھی۔

علوم دینیہ کی تکمیل وفراغت کے بعد آپ افریقہ کے شہر کیپ ٹاؤن، زنجبار، ممباسہ میں اشاعت اسلام اور اعلائے کلمتہ الحق کے لیے عرصہ دراز تک تبلیغ میں مصروف رہے۔ اور کافی عرصہ کے بعد وطن مالوف لوٹے۔

بیعت وخلافت ☆: افریقہ سے واپسی پر آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں غوث زماں، عارف کامل حضرت خواجہ عبدالرحمٰن قادری چھوہروی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور ان کے بتلائے ہوئے ذکر واذکار اور مجاہدات وریاضات کر کے علوم باطنیہ سے سرفراز ہوئے۔ جس سے آپ کے وجود مسعود میں علم ظاہر وباطن روحانی فیوضات وکمالات کے چشمے پھوٹنے لگے۔ اور مخلوق خدا آپ کے علم وعرفان سے فیض ظاہری وباطنی پانے لگی۔ اس دوران آپ اشاعت دین اسلام کے لیے رنگون تشریف لے گئے۔ اور وہاں کی مرکزی جامع مسجد ''مسجدِ ناخدا'' میں امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دینے لگے۔

اسی دوران آپ نے تبلیغ قرآن وحدیث کے ساتھ ساتھ سلسلہ عالیہ قادریہ کی اشاعت بھی شروع کر کے طالبان حق کی رشد وہدایت میں مصروف رہے۔ جس کی بنا پر مخلوق آپ کی گرویدہ ہوگئی۔ دور دور تک آپ کے علم وعرفان کی شہرت پھیل گئی۔ اور لوگوں نے اصرار کیا کہ

آپ اپنے پیرومرشد کو رنگون آنے کی دعوت دیں تا کہ ہم ان کے ہاتھ پر بیعت کا شرف حاصل کرسکیں۔

آپ نے اپنے مرشد کامل کو خط کے ذریعے لوگوں کے اشتیاق سے آگاہ کیا تو آپ کے شیخ کامل نے آپ کو اپنا ایک رومال بھیج دیا اور فرمایا کہ سحری کے وقت جو بھی شخص میرے اس رومال پر ہاتھ رکھے گا وہ میرا مرید کہلائے گا۔ آپ کی بیعت کے تین برس کے بعد آپ کے شیخ کامل حضرت خواجہ عبدالرحمٰن چھوہروی قادری علیہ الرحمتہ نے آپ کو خرقہ خلافت سے سرفراز فرما کر صاحب ارشاد کیا۔

آپ کی زندگی کے تین اہم کارنامے☆: آپ نے اپنی زندگی میں تین نہایت ہی اہم کارنامے سرانجام دیئے۔ جن سے دین اسلام کا فروغ اور اشاعت علوم دینیہ اور خدمت شیخ وسلسلہ عالیہ قادریہ بکمال وجوہ ہو رہی ہے اور انشاء اللہ قیامت تک ہوتی رہے گی۔ ان میں آپ کا پہلا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے اپنے مرشد کامل کے قائم کردہ مدرسے کو دومنزلہ عظیم الشان عمارت کی صورت میں تبدیل کروایا۔

اس دارالعلوم میں اساتذہ کی رہائش کے لیے مکانات تعمیر کرائے۔ طلباء کے لیے ہوسٹل تعمیر کرایا۔ مدرسین اور ملازمین کی تنخواہوں کے لیے رنگون سے ہر مہینے تنخواہیں بھیجنے کا بندوبست کرایا۔ چوہدری فضل القادر اسپیکر قومی اسمبلی آپ کے معتقد خاص تھے۔ انہوں نے دارالعلوم رحمانیہ کا حسن انتظام اور اس کی عظیم الشان عمارت دیکھ کر متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور محکمہ تعلیم سے پچاس ہزار روپیہ کی نقد گرانٹ اس دارالعلوم کو دلوائی۔

فیلڈ مارشل محمد ایوب خان مرحوم سابق صدر پاکستان نے دارالعلوم رحمانیہ کا دورۂ کیا تو اس کے لیے دو لاکھ روپے نقد عطیہ عنایت کیا۔

آپ کا دوسرا اہم کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے اشاعت اسلام کے لیے سابق مشرقی پاکستان میں چاٹگام کے مقام پر "جامعہ احمدیہ سنیہ" کے نام سے ایک سہ منزلہ دارالعلوم کی بنیاد رکھی۔ اور اس دارالعلوم کے تمام انتظامات واخراجات اپنے مریدین کے سپرد کیئے۔ جن کی سرکردگی میں یہ مدرسہ ترقی کی منازل طے کر رہا ہے۔ سابق مشرقی پاکستان میں آپ کے خلفاء کی وساطت سے سلسلہ عالیہ قادریہ کو بہت فروغ ملا جس سے آپ کا مقصد وحید شریعت کی پابندی، خدمت دین اور مسلمانوں میں باہمی اتحاد واتفاق ہے۔ آپ کے مریدین نے آپ کے ان تمام مقاصد کو اجاگر کرنے کے لیے ایک انجمن بنام "اہل سنت والجماعت" بھی قائم کی۔ اس انجمن کی زیر سرپرستی ڈھاکہ میں ایک دارالعلوم قائم کیا گیا۔ یہی انجمن اس دارالعلوم کے انتظام وانصرام اور تعلیمی نظام کو چلا رہی ہے۔

آپ کا تیسرا کارنامہ یہ ہے کہ آپ کے پیرومرشد حضرت خواجہ عبدالرحمٰن قادری چھوہروی علیہ الرحمتہ نے تیس سپارے درود شریف جو کہ تین جلدوں پر مشتمل مسمی بہ "مجموعہ صلوٰۃ الرسول" لکھا۔ آپ نے اپنی جیب سے زرکثیر خرچ کر کے اسے چھپوایا اور عوام الناس تک پہنچایا۔ پھر دوسری بار بھی زرکثیر سے اسے چھپوا کر منظر عام پر لائے تا کہ میرے شیخ کی اس محنت عظیمیہ سے ہر کس وناکس کو فائدہ پہنچے۔

سیرت وکردار☆: آپ نے تمام عمر عبادت وریاضت اور ذکر وفکر میں گذاری، تبلیغ اسلام، اقامتِ دین، خدمت خلق اور اشاعت سلسلہ عالیہ قادریہ میں آپ کا طرہ امتیاز تھا۔ تقریباً طویل عمر میں وصال تک ایک لحہ بھی غفلت کا شکار نہ ہوئے۔ ہمت واستقلال، صبر اور شکر

پ عظیم مجسمہ تھے۔ اگرچہ آپ سے سینکڑوں کرامات کا اظہار ہوا۔ مگر آپ استقامت فی الدین کو کرامت پر ترجیح دیتے تھے۔

اولاد و امجاد☆: خدا نے آپ کو دو فرزندار جمند عنایت کیئے۔ بڑے فرزند حافظ محمد طیب صاحب، شریعت و طریقت دونوں پر بلند مرتبہ رکھتے ہیں۔ اور اپنے والد کی طرح خدمت دین اسلام اور اشاعت سلسلہ عالیہ قادریہ کے اپنی زندگی وقف کیئے ہوئے خدمت خلق کا جذبہ آپ کی اولاد میں کوٹ کوٹ کر آج بھی بھرا ہوا ہے۔

صوبہ سرحد کے سابق وزیر اعلیٰ عزت مآب جناب پیر سیّد صابر شاہ صاحب بھی آپ ہی کے نور نظر ہیں جو نہایت ہی شریف شخصیت کے مالک اور اپنے بزرگوں کے طریقہ پر قائم رہتے ہوئے قومی، ملکی اور مذہبی خدمت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال گیارہ ذی العقد ۱۳۸۰ ہجری بمطابق 27 اپریل 1961ء کو ہوا۔ مزار پُر انوار تحصیل و ضلع ہری پور میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے تے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت فقیر نور محمد سروری قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆ : مقرب بارگاہ غوثیہ، سلطان الفقرا، امام العرفاء، معدن فیوضات رحمانی، جامع کمالات انسانی حضرت فقیر محمد سروری قادری سلطانی رحمتہ اللہ علیہ امین نور ولایت غوثیہ ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۰۰ھ بمطابق ۱۸۸۲ء میں حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کی اولاد سے نسبتاً پٹھان ایک بز حضرت حاجی گل محمد علیہ الرحمۃ کے گھر کلاچی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں ہوئی۔

آپ نے اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور میں تعلیم مکمل کی۔ اس کے بعد ۱۹۱۲ء میں بغداد شریف تشریف لے گئے، اس دو آپ نے سوچا کہ حضرت سلطان العارفین سلطان باہو کی کم وبیش ایک سو کتابوں کی اشاعت لازمی ہے۔

چنانچہ اس ضمن میں آپ نے مکتبہ سلطانیہ کے نام سے ایک ادارہ قائم کر کے حضرت سلطان باہو قادری علیہ الرحمۃ کی کتب ترتیب وتدوین فرمائی اور ایک سو میں سے چالیس کے قریب کتابوں کو طباعت کے قابل بنایا، جن میں سے صرف چند کتابیں زیور سے آراستہ ہوسکیں۔

آپ کا معمول تھا کہ جب کبھی لاہور تشریف لاتے مولوی تاج دین قادری علیہ الرحمۃ خطیب وامام مسجد کہنہ قصاب والی گا کرگراؤنڈ گڑھی شاہو والوں سے ضرور ملتے تھے۔

بیعت وخلافت ☆ : آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت سلطان باہو کے سجادہ نشین سوئم حضرت صالح محمد سلطانی قادر علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے، اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز ومجاز ہوئے۔

آپ کی علمی وقلمی خدمات ☆ : آپ کی تصانیف میں سے درج ذیل تصانیف اب تک منظر عام پر آسکیں، جن

عرفان حصہ اول، عرفان حصہ دوم انگریزی، حکم نامہ، اردو ترجمہ نورالہدیٰ فارسی، مصنفہ حضرت سلطان باہو، مخزن الاسرار، اور سلطان الاوراد بھی آپ ہی کی یادگار ہیں۔

اولاد و امجاد☆: خداوند عالم نے آپ کو دو صاحبزادے جن میں حضرت صاحبزادہ فقیر عبدالمجید کامل سروری قادری دوسرے حضرت صاحبزادہ فقیر عبدالرشید خان سروری قادری ہیں۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال ۱۳۸۰ھ بمطابق ۱۸۔۱۷ اکتوبر کی درمیانی رات ۱۹۶۰ء کو فیصل آباد میں ہوا وہاں سے آپ کا جسد خاکی، کلاچی لایا گیا، مزار پُر انوار کلاچی جو ڈیرہ اسماعیل خان سے ۴۲ میل کے فاصلے پر علاقہ درمان ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں مرجع خاص وعام ہے۔ جہاں ہر سال آپ کا سالانہ عرس مبارک ۱۸۔۱۷۔۱۶ اکتوبر کو انعقاد پذیر ہوتا ہے۔ عرس کے تمام انتظامات کی نگرانی آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت فقیر عبدالحمید کامل سروری قادری مدظلہ العالی فرماتے ہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ شرکت کر کے اپنے دامنوں کو گوہر مراد سے بھر کر واپس جاتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سید نذر محی الدین گیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: ولی ابن ولی، عارف ابن عارف کامل، آفتاب شریعت، ماہتاب طریقت، شہباز میدان حقیقت و معرفت حضرت پیر سید نذر محی الدین گیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ نمونہ سلف صالحین ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 26 صفر المظفر 1299 ہجری بمطابق 1883ء کو ولی العصر عالم ربانی حضرت پیر سید ظہور الحسنین گیلانی قادری علیہ الرحمتہ کے عظیم علمی وروحانی گھر بٹالہ شریف ضلع گورداسپور مشرقی پنجاب انڈیا میں ہوئی۔

تربیت و تعلیم ☆: آپ کی ابتدائی تربیت و تعلیم اپنے عظیم والد گرامی کے ہاتھوں سے مکمل ہوئی۔ اس کے بعد مزید تعلیم کے آپ کے والد گرامی نے اپنے ایک مرید جناب حافظ محمد رمضان کی ڈیوٹی لگادی جس کو وہ بحسن وخوبی انجام دیتے رہے۔

ان کے فوت ہو جانے کے بعد مولوی محمد عالم مدرس مدرسہ رحمانیہ لاہور اور مولانا سید احمد علی مرحوم پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور خطیب بادشاہی مسجد لاہور کو آپ کے والد گرامی نے مختلف اوقات میں علوم تفسیر و حدیث، فقہ و تصوف کیلئے مامور فرمایا جو کہ بٹالہ شریف کے مدرسہ میں بطور مدرس متعین تھے اور آپ کو تعلیم دیتے رہے۔ والد گرامی کی سرپرستی اور ان متجر علماء کی خصوصی دلچسپی کے باعث آپ فارسی و عربی، ادبیات، صرف ونحو، فقہ و تفسیر کے جملہ علوم بالخصوص علم فقہ میں مکمل دسترس حاصل تھی۔ آپ نے دوران تعلیم اپنا تمام وقت بڑی محنت ولگن سے علوم دینیہ کی تکمیل میں ہی صرف کیا اور گھوڑے کی سواری کے علاوہ کسی کھیل سے آپ کو دلچسپی نہ تھی۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ فاضلیہ میں اپنے عظیم والد گرامی حضرت پیر سید ظہور الحسنین شاہ گیلانی قادری علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقہ خلافت واجازت حاصل کر کے سرفراز وممتاز ہوئے۔

دربار قادریہ فاضلیہ کی سجادگی ☆: آپ اپنے عظیم والد گرامی کے وصال کے بعد انیس برس کی عمر میں مورخہ دس شوال 1317 ہجری بمطابق 1900ء کو ان کے سوئم والے دن ہزارہا مریدین وعقیدتمندان کی موجودگی میں سجادہ نشینی کے منصب پر فائز ہوئے اور تادم آخر اس فریضہ کو بحسن وخوبی سرانجام دیتے رہے۔ اگر یوں کہہ دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ آپ نے بٹالہ شریف سے فاضلیہ کالونی فیروز پورہ روڈ لاہور تک سلسلہ عالیہ کی جو خدمات سرانجام دی، وہ تاریخ کا روشن باب ہیں۔ اس طرح آپ نے دربار عالیہ

قادریہ فاضلیہ کا صحیح معنوں میں سجادہ نشین ہونے کا حق ادا کر دیا۔

سیرت و کردار☆: آپ انتہا درجہ کے متوکل علی اللہ تھے، زندگی میں تکالیف و مصائب کے بڑے بڑے مراحل آئے مگر آپ کی زبان پر ہر دم شکر الحمد للہ علی کل حال کا ورد رہا، حسن اخلاق میں اس قدر راسخ و مضبوط تھے کہ اگر کسی سے کوئی رنج بھی پہنچتا تو بڑی سنجیدگی اور فراخدلی سے درگذر فرما دیتے اور انتقام سے گریز فرماتے۔

آپ انتہائی بردبار اور حلیم الطبع خوش اخلاق اور روادار وضع دار شخصیت کے مالک تھے، سخاوت میں عدیم المثال تھے لنگر آپ کا ہمہ وقت جاری رہتا، مدرسے کے سینکڑوں مسافر طلباء کے علاوہ دور دراز سے آنے والے زائرین و مہمان اور محتاج و فقرا اغنیا سب ہی ایک دستر خوان پر خدا کی نعمتوں سے بہرور ہوتے، کئی بیوہ اور یتیم گھرانوں کی روٹی آپ کے لنگر سے مستقل جاتی تھی۔

دینی تعلیم حاصل کرنے والے مدرسے کے طلباء کو نہ صرف تین وقت کا لنگر ملتا بلکہ کپڑے اور دیگر ضروریات زندگی کی سہولت بھی مہیا کی جاتی تھی۔

آپ نے سلسلہ عالیہ قادریہ فاضلیہ کی ترویج و اشاعت کے لیے دور دراز مقامات پر ہزاروں میل سفر کر کے ہزاروں افراد کو سلسلہ عالیہ قادریہ فاضلیہ میں بیعت سے مشرف فرمایا۔ لاتعداد افراد آپ کی نگاہ ولایت سے منزل حقیقی کو پہنچے۔ اور بہت سے گم کردہ راہوں کو راہ ہدایت ملی۔ بہت سے جاہلوں کو علم و عرفان کی دولت سے مالا مال کیا۔ بہت سے افراد آپ کے فیضان باطنی سے مالا مال ہوئے۔ آپ کے دور سجادگی میں خانقاہ معلی بٹالہ شریف کی تعمیر و ترقی میں بالخصوص مسجد، لنگر خانہ، مہمان خانے وغیرہ کی تعمیرات میں غیر معمولی ترقی و توسیع ہوئی۔

آپ نے اپنے دور سجادگی میں خانقاہ کلانور شریف جہاں حضرت شیخ محمد افضل کلانوری قادری اور حضرت شیخ سید غلام غوث قادری صاحب کے مزارات ہیں، وہاں ایک خوبصورت عمارت بطور قیام گاہ تعمیر کرائی اس لیے کہ آپ سال میں دو مرتبہ بٹالہ شریف سے کلانور شریف عرس پر تشریف لے جاتے تھے اور وہاں عرس کا سارا اہتمام خود فرماتے تھے۔ آپ کے معتقدین میں سے کسی نے بھی اس قدر طویل عرصہ بٹالہ شریف کی سجادگی نہیں فرمائی کہ جتنا عرصہ آپ کا عہد جانشینی ہے یعنی آپ ساٹھ برس تک بٹالہ شریف کی روحانی و علمی درگاہ کے سجادہ نشین کے منصب پر فائز رہے اور اس دوران ہزاروں افراد نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت اختیار کی۔

آپ سے لاتعداد کرامات سرزد ہوئیں مگر آپ نے کبھی ان کو اپنی طرف منسوب نہ ہونے دیا بلکہ یہ فرماتے تھے کہ یہ ہمارے خواجگان کا فیضان و عرفان ہے۔

آپ مجسم جمال تھے پوری زندگی میں کوئی شخص ایسا نہیں جو یہ کہہ سکے کہ آپ کو کبھی غصہ بھی آیا تھا، انداز گفتگو ایسا تھا کہ سننے والے کا دل مچل جائے۔

اس قدر سیف اللسان تھے کہ زبان سے نکلا ہوا جملہ کبھی خالی نہ گیا۔

آپ کے تبلیغی دورے☆: آپ کا معمول تھا کہ سال میں ایک مرتبہ ایک ماہ کے لیے دورے پر نکلتے اور اس سلسلہ میں

جس جس مقام شہر یا دیہات یا قصبے میں جانا ہوتا وہاں کے مریدین وعقید تمندان کو کئی کئی ماہ پہلے دورے کے نظام الاوقات کی تفصیل بھجوا دی جاتی اور انتہائی نظم و نسق اور وقت کی پابندی کے ساتھ پورے دورے کو مکمل کیا جاتا۔

مریدین اپنے اپنے علاقوں میں کئی کئی مہینے پہلے آپ کے استقبال کیلئے تیاریاں شروع کر دیتے، خیمے گھوڑے، گاڑیاں اور کثیر تعداد میں مریدین اس دورے میں شامل ہوتے، جبکہ آپ بذات خود کار میں سوار ہوتے تھے۔ پورے دورے میں کسی مقام پر چند منٹ، کہیں چند گھنٹے اور کسی جگہ رات کا قیام ہوتا۔ جس جس علاقے میں آپ تشریف لے جاتے وہاں کے مریدین کے علاوہ دیگر حضرات کی طرف سے بھی دعوتوں کا اہتمام ہوتا، اور کئی کئی میل دیہاتوں اور دیگر مضافات میں لوگ استقبال کے لیے جمع ہو جاتے تھے، مگر اس پورے دورے میں نماز با جماعت اور اپنے اوراد و وظائف اور معمولات درود وسلام کا خصوصی خیال خود بھی فرماتے اور دورے میں شامل مریدین کو بھی پابند فرماتے تھے۔

اس دورے میں جس دیہات یا قصبہ میں مسجد کی حالت بہتر نہ ہوتی وہاں کے مریدین تو حکم دے کر مساجد کی بہتری اور تعمیری معاملے پر ان کی توجہ مبذول کرواتے۔

قیام پاکستان کے لیے خدمات اور ہجرت☆: آپ نے قیام پاکستان کی تحریک چلنے سے بہت پہلے ہی اس کی پیشین گوئی فرما دی تھی جب تحریک پاکستان کا آغاز ہوا تو آپ نے اپنے صاحبزادے بدر محی الدین گیلانی علیہ الرحمتہ کو حکم دیا کہ قیام پاکستان کے لیے دو قومی نظریہ کے بارے پورے برصغیر کے مریدین وعقید تمندان کو خانقاہ عالیہ بٹالہ شریف کی طرف سے خطوط لکھیں اور قیام پاکستان کا نقطۂ نظر ان تک پہنچایا جائے اور ان کو حکم دیا جائے کہ وہ قائداعظم اور مسلم لیگ کی حمایت کریں۔

چنانچہ حسب الارشاد آپ کے صاحبزادے نے پورے برصغیر میں عقید تمندان کو ہزاروں خطوط لکھے اور قیام پاکستان کی ضرورت واہمیت کی طرف ان کو متوجہ کیا۔ اس کے علاوہ پورے برصغیر کے مشائخ عظام کو بھی خطوط لکھے۔

اس سلسلہ میں آپ کی یہ کرامت بھی زد خاص وعام ہے کہ آپ نے بٹالہ شریف اور گرد و نواح کے مریدین وعقید تمندان اور متوسلین کو بذریعہ خواب آنے والے حالات سے خبردار کیا اور ان کو نقل مکانی کا حکم دیا۔

جن لوگوں نے حکم کی تعمیل کی ان کا جان و مال اور عزت وآبرو محفوظ رہی اور وہ بحفاظت پاکستان پہنچ گئے۔

آپ کے صاحبزادے بدر محی الدین گیلانی قادری علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ قیام پاکستان کے بعد 1947ء میں جب پاکستان روانگی کا وقت آیا تو آپ بمعہ اہل خانہ سب سے پہلے اپنے اجداد بالخصوص حضرت ابوالفرح سید محمد فاضل الدین گیلانی قادری علیہ الرحمتہ کے مزار پُر انوار پر پہنچے اور الوداعی سلام اشکبار آنکھوں سے پیش کیا اور وہاں سے اپنے اہل وعیال سمیت رخصت ہو کر لاہور تشریف لائے۔

آپ کے لاہور تشریف لانے سے جہاں اہل لاہور کی قسمت جاگی وہاں آپ پر اپنے متوسلین اور مریدین اور وابستگان دربار قادریہ فاضلیہ کی مشکلات حل کرنے کی ذمہ داری بھی آپ پر آن پڑی۔

آپ نے اپنے صاحبزادے بدر محی الدین گیلانی علیہ الرحمتہ کے ذمہ یہ ڈیوٹی لگادی کہ ان کی مشکلات کا ہر صورت ازالہ کیا جائے اوران کو نئے سرے سے اس نئے ملک میں باآسان زندگی گذارنے کے لیے حکمت عملی وضع کی جائے۔

چنانچہ آپ کے ایماپران کی آبادکاری کیلئے ایسی جامع حکمت عملی وضع کی گئی کہ جس سے ہزاروں بے گھر افراد آباد ہوکر باآسان زندگی گذارنے لگے اور پھر کچھ ہی روز میں آپ کی دعا سے ان کے مقدر سنور گئے اور آج وہ خوشحال زندگیاں گزارر ہے ہیں۔

پھر دنیا نے دیکھا کہ لاہور تشریف لانے کے بعد حضرت شیخ محمد طاہر بندگی قادری اور حضرت شیخ ابومحمد قادری لاہوری کی ارواح مقدسہ نے اپنے سلسلہ کی بقیۃ السلف کی پذیرائی اس انداز سے کی اور یہ نفوس حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمتہ کے سایہ عاطفت میں طریقت قادریہ کا علم نئی آب وتاب کے ساتھ کس طرح لہرانے میں کامیاب وبامراد ہوئے اور پھر یہی لاہور ثانی بٹالہ شریف ہوا۔

حضرت ابوالفرح سید محمد فاضل الدین گیلانی قادری علیہ الرحمتہ کی یاد کو تازہ کرنے کیلئے فیروز پور روڈ پر خانقاہ قادریہ فاضلیہ اور فاضلیہ کالونی قائم ہوئی جو قیامت تک آپ کے عرفان وفیضان اور محنت ولگن اور سلسلہ پر توجہ کا ثبوت مہیا کرتی رہے گی۔

آپ کے خلفائے نامدار☆: آپ نے جن حضرات کو خرقہ خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا ان میں حضرت سائیں رحمت اللہ قادری گجرات، حضرت پیر سید غلام جیلانی قادری پیرمحل ضلع فیصل آباد، حضرت پیر سید آفتاب حسین شاہ قادری فاضلی منڈی شریف کوٹلی آزاد کشمیر، حضرت سید عنایت علی شاہ جعفری قادری پشاوری علیھم الرحمتہ کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

اولاد و صاحبزادگان☆: خداوند کریم نے آپ کو چھ فرزند عطا فرمائے جن میں اول الذکر حضرت صاحبزادہ پیر سید بدر محی الدین گیلانی قادری فاضلی آپ کے سجادہ نشین ہوئے، ان کے علاوہ سید آفتاب محی الدین سیکشن آفیسر محکمہ خوراک، سید ضیاء محی الدین (بی ایس سی انجینئرنگ)، سید ذکا محی الدین بی اے (منیجر بینک) سید نعیم حسین ایڈیشنل اکاؤنٹنٹ جنرل پاکستان، سید ماہتاب حسین شاہ گیلانی۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال ۷ ربیع الثانی ۱۳۸۱ھ بمطابق 18 ستمبر 1961ء کو تقریباً 82 برس کی عمر شریف میں ہوا۔

مزار پُرانوار قبرستان میانی صاحب نزد مزار حضرت شیخ محمد طاہر بندگی قادری علیہ الرحمتہ مرجع خاص وعام ہے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت سید بدر محی الدین گیلانی قادری فاضلی علیہ الرحمتہ سجادہ نشین مقرر ہوئے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سید احمد حسین گیلانی قادری المعروف محبوب ذات رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: آفتاب علم و حکمت، سپہر نیر افق ولایت، زبدۃ العارفین، برھان المتقین، انیس السالکین، تاج العارفین، قطب الاسلام والمسلمین حضرت سید احمد حسین شاہ گیلانی قادری المعروف محبوب ذات رحمتہ اللہ علیہ جمال معرفت و کمال حقیقت ہیں۔

آپ کی ولادت با سعادت 1317 ہجری بمطابق 1897ء بروز جمعتہ المبارک حضرت سید نواب علی شاہ گیلانی قادری علیہ الرحمتہ کے گھر منڈیر شریف ضلع سیالکوٹ میں ہوئی۔

آپ کا شجرہ نسب چند واسطوں سے حضرت سید آغا بدیع الدین شہید قادری گیلانی تک پہنچتا ہے، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے،
حضرت پیر احمد حسین بن سید نواب علی بن سید حیدر علی بن سید حسن شاہ حضوری بن سید سالم علی بن سید میراں محمد جان بن سید میر عبد الغفور بن سید میر علی اسلم بن سید اشہد باللہ الامجد بن سید میر زاہد عنایت اللہ بن سید علی عارف بن سید محمد معروف بن سید صفی الدین آدم بن سید شرف الدین موسیٰ بن سید شاہ فیروز الدین بن سید آغا بدیع الدین شہید علیہم الرحمتہ والرضوان والغفران۔

حضرت آغا بدیع الدین شہید عراق سے ہندوستان تشریف لائے تھے اور ان کا شجرہ نسب نو واسطوں سے حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا کر ملتا ہے، آپ کی عمر شریف ابھی آٹھ سال چار ماہ سات یوم کی تھی کہ آپ کے نانا جان حضرت سید میر شرف علی شاہ کا وصال چار ذی الحجہ 1322 ہجری کو ہو گیا۔

ابھی دس برس کی عمر نہیں ہوئی تھی کہ والدہ ماجدہ کا وصال ہو گیا، اور والدہ کے صرف چھ ماہ بعد ۹ ذی الحج 1324 ہجری کو یوم حج اکبر آپ کے دادا بزرگوار حضرت قبلہ پیر سید حیدر علی شاہ علیہ الرحمتہ کا وصال با کمال ہو گیا۔

ان بزرگوں کے وصال کے بعد آپ کی پرورش اور تربیت و تعلیم کی تمام تر ذمہ داری آپ کے والد بزرگوار حضرت پیر سید نواب علی شاہ قادری گیلانی علیہ الرحمتہ اور دادی صاحبہ پر آ پڑی۔

آپ کی دادی صاحبہ چونکہ ضعیفہ تھیں مگر عابدہ زاہدہ متقیہ اوراس قدر عبادت گزار تھیں کہ مسلسل تین تین ماہ کے روزے رکھتی تھیں، بالخصوص ماہ رجب، شعبان اور رمضان کے روزے آپ کی مستقل عادت اور معمول تھا۔

ضعیفی کے باوجود آپ کی دادی صاحبہ آپ کے لیے سالن خود پکایا کرتی تھیں۔ ایک دن آپ کی دادی صاحبہ نے کسی خادمہ سے کہہ کر ہانڈی تیار کرائی۔ خادمہ نے غلطی سے چمچ اٹھا کر دیوار کے ساتھ رکھ دیا، اتفاقاً آپ کا وہاں سے گزر ہوا تو آپ نے چمچ کو دیوار کے ساتھ دیکھا تو اس روز سالن سے روٹی نہیں کھائی، بلکہ سرخ مرچیں خود کوٹ کر اس سے روٹی تناول فرمائی۔

بچپن کا انداز زندگی ☆: آپ مادری ولی تھے، بچپن ہی سے خوارق عادات آپ سے سرزد ہونا شروع ہوگئیں تھیں۔

آپ کی عادت تھی کہ گھر میں جتنی بھی بالائی ہوتی وہ کھا لیتے یہ بات اہل خانہ کو ناگوار گذری کہ سب کے حصے کی بالائی اکیلا شخص کھا جاتا ہے، ان کی ناراضگی دیکھ کر آپ نے بالائی کھانا چھوڑ دی، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ خاندان کے تمام گھروں میں مکھن نکلنا بند ہوگیا۔

اب سب کو فکر لاحق ہوئی اور آپ کی منت سماجت کرنا شروع کر دی، جب آپ راضی ہو گئے تو مکھن پہلے سے بھی زیادہ نکلنا شروع ہوگیا۔

نمبر۲ ☆: آپ کے والد محترم نے روڈس کے مدرسے میں داخل کرا دیا، آپ جب استاد کے سامنے سبق پڑھنے بیٹھے تو استاد نے کہا الف سے آم، تو آپ نے فرمایا ''الف سے اللہ'' استاد حیرت میں رہ گئے اور کہنے لگے میں نے آج تک ایسا باشعور طالب علم نہیں دیکھا۔ جو اس کم سنی کے عالم میں اتنا شعور رکھتا ہو۔

چنانچہ آپ کی اس بات کی دھوم پورے علاقہ میں پھیل گئی اور لوگ بے ساختہ کہنے لگے کہ واقعی سادات کے گھرانے میں پیدا ہونے والا یہ بچہ ولی اور عارف ہے۔

نمبر۳ ☆: ایک دفعہ مٹی کے کھلونے گھگو گھوڑے بیچنے والی عورت سر پر ٹوکرا اٹھائے آئی۔ محلہ کے تمام بچوں نے اس سے کھلونے خریدے آپ اس کے قریب ضرور گئے مگر خریدا کچھ نہیں۔

آپ چونکہ والدین کی اکلوتی اولاد کے طور پر تھے جس کے باعث والدین نے کانوں میں سونے کی بالیاں ڈال دیں تھیں، جن کو دیکھ کر کھلونے بیچنے والی عورت نے حسرت بھری نگاہوں سے کہا کہ کاش میں بھی اپنی بیٹی کو ایسی بالیاں پہناتی۔ یہ سن کر آپ نے بالیاں اپنے کانوں سے نکالیں اور اس عورت کو دے کر فرمایا لو یہ اپنی بیٹی کو پہنا دینا۔ بالیاں لینے میں اس عورت نے ہچکچاہٹ محسوس کی۔ کہ ایسا نہ ہو کہ اس بچے کے وارثان مجھے پکڑ کر مارنا شروع کر دیں، آپ اس کے دل کے خیال پر مطلع ہو گئے اور فرمایا۔ مائی تم یہاں سے چلی جاؤ، جب تک تم میری نظروں سے اوجھل نہ ہو جاؤ گی اس وقت تک میں گھر نہیں جاؤں گا۔

چنانچہ وہ مائی چلی گئی۔اس کے بعد آپ گھر تشریف لے گئے۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس عمر میں آپ کو یہ ادراک تھا کہ انسانی دل سونے سے زیادہ قیمتی ہے۔

نمبر۴ ☆: آپ مشن ہائی سکول گندم منڈی سیالکوٹ میں جس زمانے میں تعلیم حاصل کر رہے تھے تو ان دنوں اسکول کی فٹ بال ٹیم کے کپتان بھی تھے۔

ایک دن آپ کی ٹیم مرے کالج سیالکوٹ میں میچ کھیلنے کے لیے گئی۔تو مدمقابل ٹیم مضبوط تھی اور آپ کی ٹیم کمزور تھی۔نتیجتاً دوسری ٹیم جیت رہی تھی کامیابی کے لیے آپ کی ٹیم کے کوئی اثرات نہ تھے۔کھیل ختم ہونے میں چند منٹ باقی تھے،آپ کے ساتھی مایوس ہو کر آپ سے عرض گزار ہوئے شاہ جی اگر میچ ہار گئے تو بڑی بدنامی اور بے عزتی ہوگی۔آپ نے فرمایا کہ اگر اب بھی تم اس گراؤنڈ میں اللہ وحدہٗ لاشریک کے سامنے جھک جاؤ تو میں یقین دلاتا ہوں کہ تمہاری شکست فتح میں بدل سکتی ہے۔یہ سنتے ہی آپ کی ٹیم میں شامل مسلمان لڑکے جب سجدے میں گرے تو ان کے ساتھ ٹیم میں شامل ہندو، سکھ اور عیسائی لڑکے بھی آپ کی امامت میں سجدے میں گر گئے اور زور زور سے اللہ اللہ پکارنے لگے۔

اس کے بعد آپ نے گراؤنڈ میں اتر کر ایسی کک لگائی جو گول میں پہنچ کر فتح کا نشان بن گئی جس کے دیکھنے کے بعد مخالف ٹیم اور گراؤنڈ میں بیٹھے تمام تماشائیوں کا ذہن ماؤف ہوگیا۔ہر شخص ششدرہ گیا اور ٹیم کے تمام ساتھیوں پر اس واقعہ کے بعد آپ کی ولایت و کرامت لوگوں پر کھل کر واضح ہوگئی۔

ملازمت وسیاحت ☆: 1914ء میں آپ نے واٹر ورکس جو کہ سیالکوٹ میں پانی کی سپلائی کے لیے تیار ہو رہا تھا میں ملازمت اختیار کر لی۔

محکمہ کی طرف سے ایک کنواں کھدوایا گیا۔تیار ہونے کے بعد اس کو چیک کیا جانا تھا کہ جس کے لیے آپ کو منتخب کیا گیا۔

آپ کنویں میں اترے اور ایسی ڈبکی لگائی کہ ایک گھنٹہ تک کنویں سے باہر تشریف نہ لائے۔آپ کے کنویں میں اترنے کے بعد چند لمحات تو لوگوں نے انتظار کیا مگر بعد میں تشویش ہوئی تو واٹر ورکس سپرنٹنڈنٹ کو اطلاع دی گئی۔اس نے آتے ہی غوطہ خوروں کو بلا کر غوطہ لگانے کا حکم دے کر کہا کہ فوراً شاہ صاحب کو نیچے اتر کر تلاش کرو۔

ابھی یہ پروگرام بن رہا تھا کہ آپ اچانک پانی کی سطح پر نمودار ہوئے۔آپ کو دیکھ کر اوپر کھڑے ہوئے بہت سے لوگ ڈر کر وہاں سے بھاگ گئے،مگر آپ انتہائی اطمینان سے وہاں سے نکل کر باہر آ کر بیٹھ گئے۔آپ نے ان تمام کو آوازیں دے کر بلایا اور پوچھا کیا بات ہے تم کیوں ڈرے تھے۔اور باہر آنے پر مجھے حیران کن نگاہوں سے کیوں دیکھ رہے تھے۔انہوں نے بتایا کہ آپ چونکہ ایک گھنٹہ

سے زیادہ کنویں میں رہے۔ہم سمجھے کہ شاید آپ ڈوب کر ہلاک ہو گئے ہیں مگر زندہ دیکھ کر خوف کھا گئے کہ اتنی دیر کنویں میں ڈوبنے والا کوئی انسان زندہ نہیں رہ سکتا آپ کیسے زندہ نکل آئے ہیں۔

اس واقعہ کے بعد آپ نے ملازمت سے استعفیٰ دے دیا اور اپنے گاؤں منڈیر شریف واپس تشریف لے آئے۔

مگر چند ہی دن کے بعد سیالکوٹ میں حضرت مونگا شاہ ولی علیہ الرحمتہ کے مزار پر پہنچے تو شام ہو چکی تھی، وہاں کے مجاوروں نے کہا کہ یہاں پر رات کو ٹھہرنا خطرے سے خالی نہیں۔آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں تو رات کا قیام یہیں کروں گا چاہے کچھ بھی ہو۔

آپ نے رات کو وہاں قیام کیا جب صبح ہوئی تو مجاور آپ کو زندہ اور صحیح سلامت دیکھ کر حیران رہ گئے۔

صبح کو آپ وہاں سے روانہ ہوئے اور جب موضع اگوکی پہنچے تو سبز لباس پہنے ہوئے ایک بزرگ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ انہوں نے پوچھا۔کہا جا رہے ہو؟ آپ نے کہا یہ تو مجھے بھی معلوم نہیں۔انہوں نے فرمایا کہ میرا نام سید عبدالقادر جیلانی ہے تم میری اولاد ہو تم جہاں بھی جاؤ، ہم تمہارے ساتھ ہوں گے۔

آپ وہاں سے چلتے ہوئے لاہور کے قریب موضع چیا کی مسجد میں چالیس روز تک معتکف رہے۔وہاں سے روانہ ہو کر حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، وہاں کچھ دن چلہ کشی کے بعد حضرت سیدنا عزیز مکی علیہ الرحمتہ لاہوری کے دربار پر حاضری دی اور چند روز معتکف رہے۔

لاہور سے آپ راولپنڈی تشریف لائے اور شیخ عبدالرحمٰن اینڈ برادرز کی دوکان پر ملازمت اختیار کر لی اس دوران ہر روز شام کو حضرت سید عبداللطیف المعروف بری امام علیہ الرحمتہ کے دربار گوہر بار میں حاضری دیتے رہے، راولپنڈی سے بری امام کا سفر ہر روز پیدل فرماتے مگر چہرے پر کبھی تھکن کے آثار نہ ہوتے تھے۔

شیخ عبدالرحمان اینڈ برادرز (ملٹری سپلائرز) کی کافی شاپ میں آپ بطور منیجر ملازم تھے، اس دوران آپ مری، اپرٹوپہ، کالا باغ، باڑیاں کے علاقہ میں زیادہ تر رہے، اس دوران آپ پر جذب کا عالم بھی طاری رہنے لگا، آپ دن بھر ملازمت کے فرائض سرانجام دیتے اور رات بھر ذکر و فکر اور یاد خدا میں مصروف و مشغول رہتے تھے، اور راتوں کو جنگلوں میں نکل جاتے اور بارگاہ خداوندی میں اپنے آپ کو پیش کر دیتے۔اس وقت مری کے پہاڑوں میں آبادی بالکل نہ تھی، جنگل گھنے تھے، جن شیر اور چیتے کھلے عام پھرتے نظر آتے، مگر آپ بے خوف و خطر ان جنگلوں میں مصروف عبادت رہتے، ان جنگلوں میں آپ کی دعا سے پانی کا ایک چشمہ بھی جاری ہوا، جہاں بعد میں انگریزوں نے باؤلی بنادی۔

ایک مرتبہ رات کے وقت یاد الٰہی میں مشغول تھے کہ ایک شیر نے اپنا پنجہ آپ کے پاؤں مبارک پر رکھ دیا، جس کی وجہ سے شیر کے جسم میں حرارت اور بجلی کا سا اثر ہوا، اور وہ باؤلی میں گر کر مر گیا۔

اس واقعہ کے بعد اس کا نام شیر کی باؤلی پڑ گیا۔ اور اب بھی وہ شیر باؤلی کے نام سے مشہور اور معروف ہے۔

مری کشمیر روڈ پر کوہالہ کے مقام پر بھی آپ سخت سردی کے موسم میں کھلے آسمان تلے محو عبادت رہے۔

اپر ٹوپہ کے جس مقام پر آپ عبادت کرتے تھے۔ ایک ناگ آپ کے حجرہ مبارک پر تمام رات پہرہ دیتا تھا۔ جب صبح کو آپ فجر کی نماز پڑھ لیتے تھے تو وہ اپنی جگہ پر واپس چلا جاتا تھا۔

اپر باڑیاں کی سابق چھاؤنی میں بھی آپ نے چلہ کشی کی وہاں کے لوگ آپ سے مانوس ہو گئے تھے۔ جب آپ وہاں سے رخصت ہونے لگے تو لوگوں نے عرض کیا حضور ہمیں اپنے فیض سے نوازیں، آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور اس کے بعد فرمایا کہ جس کسی کو کوئی بیماری یا تکلیف ہو اس درخت کے پتے کھا لیا کرے خدا شفا دے دے گا۔ لوگوں نے عرض کیا حضور جب موسم کی وجہ سے درختوں پر پتے نہیں ہونگے تو پھر ہم کیا کریں گے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ درخت ہمیشہ ہر موسم میں سرسبز و شاداب رہے گا۔ اور یہ درخت سدا سہاگن کی حیثیت رکھے گا۔ وہ درخت آج تک سدا سہاگن کے نام سے معروف ہے۔

شادی و اولاد☆: آپ وہاں سے نوکری چھوڑ کر واپس اپنے گاؤں منڈیر شریف آ گئے، آپ کے والد گرامی نے 25 ذی الحج 1333 ہجری بمطابق 4 نومبر 1915ء کو بٹالہ شریف کے سادات خاندان گیلانیہ کے ایک معزز بزرگ حضرت سید مظفر علی شاہ کی دختر نیک اختر سے آپ کی شادی کر دی۔

ان کے بطن سے خدا نے آپ کو چار صاحبزادے جن میں سید محمد افضال احمد شاہ، سید محمد اقبال احمد شاہ، سید افتخار حسین شاہ، سید امجد علی شاہ عطا فرمائے، اس کے علاوہ خدا نے آپ کو سات بیٹیاں عطا فرمائیں جو سب فوت ہو گئیں۔

حضور شہنشاہ بغداد کی دوسری مرتبہ زیارت☆: مری کے پہاڑوں میں دوران عبادت و ریاضت حضور غوث الاعظم سرکار نے آپ کو اپنی زیارت و دیدار سے مشرف فرمایا اور خود اپنی راہنمائی میں تمام منازل سلوک طے کرائیں۔

اس کے بعد دوبارہ کچھ عرصہ کے بعد حضور غوث پاک کی زیارت سے مشرف ہوئے تو انہوں نے آپ کو ظاہری بیعت کا حکم فرمایا۔

مگر چونکہ آپ کی باطنی بیعت اور علوم باطنی کی تکمیل حضور غوث الاعظم سرکار کے ہاتھوں سے مکمل ہو چکی تھی اس لیے ظاہری بیعت میں کرنے میں آپ کو تردد ہوا۔

سیدنا غوث الثقلین نے فرمایا کہ لوگوں نے آپ سے ظاہری بیعت اور فیض حاصل کرنا ہے۔ اس لیے ظاہری بیعت آپ کے لیے ضروری ہے تاکہ ان لوگوں کا شجرہ طریقت و بیعت چلے۔

بیعت و خلافت☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے ماموں حضرت پیر سید فتح علی شاہ صاحب کے دست حق پرست پر

بیعت ہوئے اورانہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز وممتاز ہوئے۔

کشف وکرامات ☆: تحصیل مری کے قیام کے دوران آپ کی ایک کرامت بہت زیادہ مشہور ہوئی کہ آپ نے شیخ عبدالرحمٰن اینڈ برادرز کی تمام کافی شاپ گوراپلٹن پرلٹادی۔مگر جب دوکان کے مالکان کوتشویش ہوئی توانہوں نے دوکان کا اسٹاک رجسٹر چیک کیا خدا کے فضل وکرم سے دوکان کا تمام سامان اسٹاک رجسٹر کے مطابق پورا نکلا، جسے دیکھ کر مالکان انگشت بدنداں رہ گئے۔

کرامت نمبر۲ ☆: کافی شاپ کے معاملہ سے نبٹ کرآپ باڑیاں تحصیل مری کے پہاڑوں سے ایک روز گزر رہے تھے کہ حضرت خواجہ فقیراللہ بکوٹی نے مسجد کے چبوترے پر بیٹھے ہوئے آپ کوآواز دے کر کہا کہ آپ نے پرایامال لٹادیا ہے۔

آپ اس وقت جوش وجلال کی کیفیت میں تھے،آپ نے فرمایا فقیراللہ تو صاحب نظر ہے، تجھے ایسی بات نہیں کرنی چاہیئے تھی، جس نے مال لٹایا ٹھیک لٹایااور مالکوں کو پورا بھی کردیا۔

اس کے بعد آپ نے حضرت خواجہ فقیراللہ کا ہاتھ پکڑ کر قصیدہ غوثیہ کا ایک شعر پڑھا۔

وَ عَبْدُالْقَادِرُ مَشْهُوْر اسْمِیْ

وَ جَدِّیْ صَاحِبَ الْعَیْنِ الْکَمَالِ

یہ شعر پڑھنے کی دیر تھی کہ مسجد کانپنے لگی اور فقیراللہ صاحب کے دل میں خوف سا پیدا ہوگیا کہ کہیں مسجد بھاگنا نہ شروع کر دے، یا گر نہ جائے۔

آپ نے خواجہ فقیراللہ کا ہاتھ چھوڑ دیااور جھٹکا دے کر نیچے بٹھادیا،تھوڑی ہی دیر میں مسجد ساکن ہوگئی،مگراس کی محراب کے اوپر والی دیوار میں شگاف پڑ گیا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۳۸۱ھ بمطابق 1961ء کو ہوا۔مزار پُرانوار منڈیر شریف ضلع سیالکوٹ میں مرجعٔ خاص وعام ہے۔جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کراپنے قلوب واذہان کونورایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت مولانا حکیم پیر سید عبدالغفار شاہ راشدی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆ : عالم باعمل، فاضل اجل، خطیب بے بدل، حکم حاذق، نامور ادیب و شاعر، شمس الاطباء مولانا حکیم پیر سید عبدالغفار شاہ بن مولانا پیر سید امان اللہ شاہ راشدی علیہ الرحمۃ کی ولادت باسعادت گوٹھ ریلن متصل لاڑکانہ (سندھ) میں ۱۷ شعبان المعظم ۱۳۰۱ھ میں ہوئی۔

تعلیم و تربیت ☆ : رموز الاطباء میں ہے: آپ نے دس سال تک فارسی درسیات اور علوم شرعیہ کی تحصیل کی۔ پندرہ سال کی عمر میں طبی کتابیں اپنے والد ماجد سے دیکھنی شروع کیں۔ پانچ سال تک اکثر مروجہ کتب کا مطالعہ کیا ایک سال تک مفردات و مرکبات کو دیکھا بھالا اور تیار کیا۔ ایک سال اپنے والد ماجد کے اہتمام میں مطب (آپ کے والد کا مطب گوٹھ ریلن میں تھا) کرتے رہے۔ جس میں آپ کے والد محترم آپ کو مشورہ دیتے تھے اور نیک و بد سمجھاتے رہتے تھے۔ بعدازاں (لاڑکانہ شہر میں) علیحدہ مطب جاری کیا۔ بیرون علاقہ جات سے بھی لوگ علاج معالجہ کی غرض سے آتے جاتے تھے۔ مرکبات و مفردات کا کافی ذخیرہ آپ کے ہاں تیار رہتا تھا اور غریبوں کا مفت علاج کرتے تھے۔

شاعری ☆ : حضرت پیر عبدالغفار شاہ نے سندھی، فارسی، اردو اور سرائیکی زبانوں میں شاعری کی ہے۔ آپ کا کلام صوفیانہ ہے۔ آپ نے شاعری میں ''حسینی'' اور ''سچیڈنہ'' تخلص اپنایا ہے۔ عارف کامل حضرت سید شاہ عبداللطیف بھٹائی رحمتہ اللہ علیہ سے آپ کو والہانہ عقیدت تھی۔ ''شاہ جو رسالو'' (مرتبہ مرزا قلیچ بیگ) آپ کے مطالعہ میں رہتا تھا۔ علامہ پیر سید زین العابدین شاہ راشدی مدظلہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس زیر مطالعہ نسخہ کا طالب علمی کے دور میں مطالعہ کیا تھا اس نسخہ پر کہیں املا کی درستگی، کہیں پریس کی غلطی کی نشاندی اور کہیں حاشیہ تحریر کیا تھا۔

حضرت سید صاحب ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں: شعراء کے گروہ میں نہ جامی، نظامی ہوں، نہ غالب، حالی ہوں نہ وقت کے کبر اقبال ہوں۔ نہ سندھی کے شاہ لطیف، شاہ اصغر ہوں۔ نہ خیر محمد، شاہ محمد ہوں۔ نہ وقت کے جتوئی، ثنائی ہوں۔ صرف شاعرانہ انداز میں اپنے جذبات کا اظہار کر رہا ہوں۔ (قلمی نسخہ مملوکہ روح اللہ شاہ) محترم منظور ظفر رقمطراز ہیں: پیر عبدالغفار شاہ ایک منظوم فیچر بعنوان ''بات ساہیڑیوں (دوستوں) کے درد'' تحریر کیا۔ اس میں آپ نے درج ذیل لوک داستانوں پر اپنے مخصوص انداز میں کلام پیش کیا۔

(۱) سسی: امید وصال۔ (۲) سہنی: سوز و فراق۔ (۳) ھیر: نیاز مندی۔ (۴) مومل۔ (۵) سورٹھ: سوز دل۔ (۶) لیلا۔ (۷) مارئی: یاد وطن۔

ویسے عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ وقت کے نامور شعراء نے اپنے کلام میں مندرجہ بالا سروں میں کلام تو پیش کیا ہے لیکن شاہ صاحب والی مندرجہ بالا تقسیم و شناخت واضح نہیں کی۔

آپ اپنے وقت کے انمول گوہر، گہری سوچ رکھنے والے مدبر، اہل دل اور اہل قلم تھے۔ جب مجلّہ نئی زندگی (سندھی) کو جاری کئے ہوئے تین سال کا مختصر عرصہ ہوا تھا۔ انہی دنوں شاہ صاحب نئی زندگی میں وقت بوقت طبع آزمائی کرتے رہتے تھے۔ کبھی تحقیقی مضمون اور کبھی شاعری۔ ایک دور آیا کہ نئی زندگی میں شاعری کی صنف وائی و کافی زیر بحث آئی تو شاہ صاحب نے اس موقعہ پر ایک دلچسپ مضمون نئی زندگی میں شائع کرایا۔

آپ اپنے مضمون میں رقمطراز ہیں: ''کافی و وائی دو جداگانہ صنفین ہیں۔ اپنی وسعت میں کافی کافی ہے۔ کافی کی تاریخ قدیم ہے۔ وائی حادث ہے۔ مورخ غلط فہمی کے سبب وائی کو کافی سمجھ بیٹھے ہیں۔ کیوں کہ اصناف شاعری یا موسیقی کا سندھ میں اتنا مواد موجود نہ تھا اس لئے امتیاز نہ تھا کہ وائی کیا ہے یا کافی کیا ہے۔ (ماہنامہ نئی زندگی کراچی اپریل ۱۹۵۴ء)

حضرت پیر عبدالغفار شاہ نے زیادہ مارئی کو گایا ہے اور دوسرے نمبر پر سسئی پنوں آجاتے ہیں۔ ان کے علاوہ درج ذیل سروں میں کلام دستیاب ہے۔

(۱) سر سارنگ۔ (۲) لیلی چنیسر۔ (۳) سورٹھ راء دیاج۔ (۴) سر آسا۔ (۵) سر سہنی میہار۔ (۶) سر کانگل وغیرہ۔

آپ نے شاعری کی درج ذیل صنف میں شاعری کی ہے: کافی، وائی، بیت، غزل، مثنوی، رباعی، مخمس، سہ حرفی، سہرا، لولی، مولود شریف (نعت) اور قصیدہ وغیرہ۔

آپ کی شاعری میں ایک بات بالکل واضح ہے کہ آپ کی شاعری کا انداز و طرز بیان حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی کی شاعری سے ملتا جلتا ہے۔ (ماہنامہ پیغام سندھی کراچی جنوری ۱۹۸۰ء)

فارسی شاعری کانمونہ☆:

بیاد دلبر محمد حیات ما توشد گر نیائی تو باعث مماست ماتوشد
مصحف روئے تو شد سبب عشق ما بہ ہمہ احسن صفات ما تو شد
زبان داریم ست بہ ثنا خوانیت کہ بہ آیات متشابہات ماتوشد
بس نداریم جز تو کہ عزیز کہ روح اعظم شش جہات ماتوشد
صد شکر گویم آں خدائے عزوجل کہ بدوجہاں سرور کائنات ماتوشد
سیہ کاری مرا محکم نورُ دیدۂ شد لیکن کافی شافع سیئات ماتوشد
دست ''حسینی'' بدامنت مضبوط زد حمد خدا کہ وسیلہ نجات ماتوشد

کتاب انوار علمائے اہل سنت سندھ کے مصنف علامہ پیر سید زین العابدین شاہ راشدی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ حضرت صاحب کے کلام کا جہاں تک میں نے مطالعہ کیا میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ حضرت پیر صاحب درج ذیل خصوصیات کے مالک تھے۔
۱۔حضور پرُنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عاشق صادق۔۲۔ با اخلاق حاذق حکیم۔۳۔غریب پرور معالج۔۴۔تاریخ کے ما
(ماہنامہ پیغام کراچی)

حکمت☆: سندھ کے نامور و برگزیدہ خاندان ''سادات راشدیہ'' کی سندھ میں دو چیزیں شناخت بن چکی ہیں۔ایک پیر مریدی (۲) حکمت طب۔ پیر عبدالغفار شاہ کا حکمت خاندانی پیشہ تھا۔طب میں مہارت، نبض شناسی اور دواسازی میں اونچا مقام تھا۔آپ کا اپنے دور میں برصغیر کے بڑے بڑے نامور حاذق حکماء میں شمار ہوتا تھا۔اس دور کے مستند حکیموں کی جانب سے قائم کردہ طبی اداروں کی طرف سے اعزازی طور پرآپ اداروں کی مجلس مشاورت کے رکن تھے۔اور ایک طبی ادارہ کے تمام ممبروں کے متفقہ فیصلہ کے تحت پیر صاحب کو اپنے وقت میں سب سے بڑا سند (سرٹیفکیٹ) ''فخر الحکماء'' عطا کی گئی۔ جو کہ طب کے حوالہ سے اعلیٰ خدمات، بہتر کارکردگی کی وجہ سے ''حاذق حکیم انسٹیٹیوٹ'' رجسٹرڈ (پی پی) کی جانب سے دی گئی۔ یہ سند ۱۸، مئی ۱۹۳۶ء کو عطا کی گئی۔
ایک دوسرے ادارے دی آل انڈیا دارالتجارب (The all India Dar-u-Tajarib) کی جانب سے جنوری ۱۹۳۹ء کو سند دی گئی۔اس سند میں ادارے کی ایگزیکٹو کمیٹی کی جانب سے اعلیٰ خدمات کا واضح اعتراف کیا گیا ہے۔
ایک بار ایک ملاقات میں ہندوستان کے نامور حکیم محمد اجمل خان دہلوی (منسوب اجمل دواخانہ کمپنی لاہور) نے لاڑکانہ

رئیس غلام محمد اسران سے مخاطب ہو کر پیر صاحب کی جانب اشارہ کر کے کہا:

''آپ کے ہاں حکیم اجمل پہلے سے موجود ہے ان سے علاج کروائیں، آپ نے خواہ مخواہ مجھے دہلی سے بلوایا ہے۔''

طب کے حوالے سے ایک مجلّہ ''رموز حکمت'' نامور حکیم محمد عبدالرحیم جمیل گجراتی کی زیرادارت گجرات سے جاری ہوا۔ ایک مقام پر دیگر حکماء کے نسخہ جات کے ساتھ پیر صاحب کا نسخہ بھی درج ہے۔

کتاب کی تمہید میں مجموعی طور پر یہ درج ہے کہ اس کتاب میں تمام نسخہ جات تیر بہدف اور آزمودہ ہیں۔ کتاب رموز الاطباء مطبوعہ لاہور ۱۹۱۴ء میں حضرت پیر صاحب کی سوانح مع آزمودنسخہ جات درج ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ وہ ایک لائق فائق، مستند اور مانے ہوئے حاذق حکیم تھے۔ حکیم نیاز ہمایونی نے ''سندھ کی طبع تاریخ'' جلد دوم میں آپ کا مختصر ذکر کیا ہے لیکن سن تاریخ وغیرہ درست درج نہیں کئے ہیں۔

صحافت ☆ : پیر عبدالغفار شاہ راشدی بیدار مغز عالم، ساج سدھار پیر تھے، دین کی تبلیغ و ترویج، شاعری کے فروغ و عروج، اور انسانیت کی فلاح و بہبود کے سلسلہ میں انہوں نے ایک مجلّہ جاری کیا تھا۔

سندھ کے نامور صحافی و سیاستدان علی محمد راشدی رقمطراز ہیں: اخبارات کے علاوہ لاڑکانہ سے ایک ماہنامہ ادبی رسالہ ''الکاشف'' جاری ہوا۔ مگر زیادہ عرصہ چل نہ سکا۔ وہ رسالہ پیر میاں عبدالغفار شاہ راشدی ریگن گوٹھ والے نے جاری کیا جو کہ صاحب قلم ہونے کے ساتھ ساتھ حکیم بھی تسلیم شدہ تھے۔ رسالہ میں طرح طرح کے مضامین شائع ہوتے تھے۔ وہ (مجلّہ) اپنے دور میں معیاری رسالہ سمجھا جاتا تھا۔ (اھی ڈینھن اھی شینھن سندھی ج ۲ ص ۴۸۳)

تصنیف و تالیف ☆ : حضرت پیر عبدالغفار شاہ صاحب قلم تھے، لکھنا ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ شاعری، حکمت اور تصوف ان کے پسندیدہ موضوع تھے۔ ان کی نگارشات میں سے بعض مضامین کے نام معلوم ہو سکے جو کہ درج ذیل ہیں:

☆ تربیت عاشقاں۔ ماہنامہ نئی زندگی سندھی کراچی جولائی ۱۹۵۲ء۔ ☆ ستن ساھیرین جا سور (سات دوستوں کے درد) نئی زندگی کراچی دسمبر ۱۹۵۴ء۔ ☆ کافی۔ نئی زندگی کراچی اپریل ۱۹۵۴ء

آپ عارف کامل حضرت علامہ سید احمد خالد شامی (مدفون بمبئی) کے دست مبارک پر بیعت تھے جیسا کہ حضرت شامی کے تذکرہ میں مذکور ہے۔

فقیہ اعظم سے عقیدت ☆ : فقیہ اعظم، تاج العارفین، امام اہل محبت حضرت خواجہ محمد قاسم مشوری قادری قدس سرہ (بانی درگاہ مشوری شریف) سے حضرت پیر عبدالغفار شاہ کو نہایت عقیدت تھی۔ آپ نے اپنے صاحبزادے مولوی حکیم سید روح اللہ شاہ

راشدی کو مشوری شریف کے دارالعلوم جامعہ عربیہ قاسم العلوم میں دینی تعلیم کے لئے داخل کرایا جہاں سے انہوں نے فارغ التحصیل ہونے کے ساتھ ساتھ سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ قاسمیہ میں حضرت قبلہ عالم مشوری سرکار سے بیعت ہونے کا شرف بھی حاصل کیا۔

حضرت قبلہ عالم مشوری سائیں نے حضرت امام العارفین پیر سائیں روزے دھنی قدس سرہ الاقدس کی ملفوظات شریف سندھی ترجمہ کر کے جلد اول ۱۹۶۲ء میں درگاہ مشوری شریف سے شائع کیا تو کتاب کے آخر میں حضرت قبلہ عالم نے پیر صاحب کا ان الفاظ میں اظہار تشکر کیا ہے۔

ملفوظات شریف کے متعدد نسخوں کے تقابلہ کے بعد بعض نقل (حکایات) میں تقدیم تاخیر اور کمی بیشی نظر آئی۔ اس صورت میں جناب پیر صاحب مرحوم میاں عبدالغفار صاحب راشدی رحمۃ اللہ تعالیٰ ساکن ریلن نزد لاڑکانہ کے نسخہ پر اعتماد کیا گیا ہے۔ (ملفوظات شریف جلد اول صفحہ آخری)

معلوم ہوا دونوں بزرگوں کے آپس میں دیرینہ اور گہرے مراسم تھے۔

شادی واولاد ☆: حضرت پیر عبدالغفار شاہ نے تین شادیاں کی۔ پہلی بیوی سے ایک بیٹا دوسری بیوی سے دو بیٹے اور ایک بیٹی اور تیسری بیوی سے تین بیٹے اور تین بیٹیاں تولد ہوئیں۔ نام درج ذیل ہیں۔

(۱) حکیم سید علی قطب شاہ راشدی (والد مرحوم حکیم سید مظہر علی شاہ لاڑکانہ شہر)۔ (۲) حکیم سید امام اللہ شاہ راشدی (والد لطف علی شاہ ساکن کراچی)۔ (۳) حکیم سید اسد النبی شاہ راشدی مرحوم۔ (۴) سید نور اللہ شاہ راشدی۔ (۵) حکیم مولوی سید روح شاہ راشدی لطف زندگی دواخانہ لاڑکانہ۔ (۶) سید فیض اللہ شاہ راشدی۔

وصال باکمال ☆: پیر سید عبدالغفار شاہ ''راشدی ہاؤس'' مراد میمن گوٹھ، ملیر کراچی میں ۲۰، محرم الحرام ۱۳۸۱ھ بمطابق جولائی ۱۹۶۱ء میں اسّی (۸۰) سال کی عمر میں انتقال کیا۔ آپ کے پیارے دوست و پیر بھائی مولانا قاضی عزیز اللہ بکڑو (ساکن ٹھٹھ بہرام تحصیل میرو خان ضلع لاڑکانہ) نے نماز جنازہ کی امامت کے فرائض انجام دیئے۔ اور وصیت کے مطابق میمن گوٹھ کراچی میں دفن کئے گئے۔ میمن گوٹھ میں مزار شریف مرجع عوام خواص ہے۔ سالانہ عرس شریف نہایت عقیدت سے منعقد ہوتا ہے جس میں علماء کرام تقاریر اور نعت خوان نعت خوانی کرتے ہیں۔

بشکریہ، تذکرہ انوار علمائے اہلسنت سندھ

حضرت مخدوم سید علی احمد شاہ قادری گیلانی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: حاجی الحرمین شریفین، صدر نشین محفل مشاہدات غیبی، آئینہ جلال و جمال حقانی، مظہر تامہ کمال انسانی، پروردۂ آغوش ولایت، قطب دائرۂ کائنات، متصرف بہ تصرفات حضرت مخدوم سید علی احمد شاہ قادری گیلانی رحمتہ اللہ علیہ والیٔ اقلیم ولایت و تصوف ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 12 شعبان المعظم 1315 ہجری بمطابق 8 جنوری 1898ء بروز جمعتہ المبارک برصغیر پاک و ہند کی معروف قادری درگاہ کیتھل شریف ضلع کرنال انڈیا میں عظیم روحانی پیشوا اور سلسلہ عالیہ قادریہ کے ترجمان حضرت سید عبدالعلی بملقب عبداللہ شاہ قادری علیہ الرحمتہ کے گھر میں ہوئی۔ آپ نجیب الطرفین سید ہیں۔ آپ کا شجرہ نسب 25 واسطوں سے حضرت پیران پیر دستگیر غوث الاعظم سرکار السیدنا عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا کر ملتا ہے۔

آپ ہندوستان کی معروف قادری شخصیت حضرت شاہ کمال کھیتلی قادری علیہ الرحمتہ کی پشت سے بارہویں بزرگ ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا سلسلہ نسب بھی حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ سے ملتا ہے۔ والد گرامی حضرت عبدالعلی بملقب عبداللہ شاہ قادری بھی اپنے وقت کے عظیم شیخ کامل اور عارف باللہ تھے۔ ہزاروں افراد ان کے ہاتھ پر بیعت تھے۔

ابھی آپ کی عمر عزیز صرف تین برس کی تھی کہ والدِ بزرگوار حضرت شاہ عبدالعلی بملقب عبداللہ شاہ قادری کا وصال ہو گیا۔ اس کے بعد آپ کی تربیت کا بوجھ آپ کی والدہ ماجدہ اور چچا سید غلام رسول شاہ پر آن پڑا۔ ابھی ڈیڑھ برس اور گذرا تھا کہ چچا بزرگوار کا بھی وصال ہو گیا۔ اس کے بعد آپ کی تمام تربیت و تعلیم کی مکمل ذمہ داری آپ کی والدہ ماجدہ کے ناتواں کندھوں پر آ پڑی۔

آپ کا بچپن عام بچوں سے مختلف تھا۔ محلہ یا برادری کے کسی لڑکے سے کوئی دوستی، تعلق واسطہ نہ تھا۔ ایک مجذوب و مست نظام دین تھا۔ وہ آپ کے دوست تھے۔ ان سے قدرے گفتگو فرما لیتے تھے۔ جب کبھی کسی ضروری کام سے باہر نکلتے وہ مجذوب آپ کے ساتھ رہتے اور آپ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ آپ بچپن ہی سے بے حد متین اور سنجیدہ مزاج اور مؤدب تھے۔ کھیل کود سے کوئی رغبت نہ تھی۔ بچپن ہی سے پڑھنے لکھنے کا شوق دامن گیر تھا۔

تعلیم وتربیت☆: آپ کی والدہ ماجدہ نے دستورزمانہ کے مطابق قرآن پاک کی تعلیم کے لیے محلّہ کی مسجد میں داخل کرا دیا۔ سات برس کی عمر میں آپ نے قرآن پاک مکمل ختم کیا۔

اس کے بعد مولانا غلام مرتضٰی صاحب سے درسی کتب کے علاوہ گلستان، بوستان، کریما، پندنامہ وغیرہ پڑھیں اور درس نظامی کی تعلیم انہی سے مکمل کر کے سند فراغ حاصل کی۔

اس کے بعد پرائمری تعلیم کے لیے سکول میں داخل ہوکر پرائمری پاس کی۔ بعدازمڈل تک تعلیم اپنے شہر میں ہی حاصل کی۔ چونکہ کیتھل شہر میں کوئی ہائی سکول موجود نہ تھا۔ اس کے لیے کرنال جانا پڑتا تھا۔ جس کے لیے یتیمی کے باعث اسباب نہ تھے۔ اس لیے آپ نے دنیاوی تعلیم کو خیر آباد کہہ دیا۔ اوراس کے بعدروحانی تعلیم پرتوجہ دینے لگے۔ چونکہ روحانیت بچپن ہی سے آپ پر غالب تھی۔ اس لیے زیادہ تر توجہ بھی ادھرہی رہی۔

درس وتدریس اور غیبی امداد☆: چونکہ آپ کوشروع دن سے ہی مالی مشکلات کا سامنا تھا۔ جس کے باعث گھر کا نظام توکل پر تھا۔ اورتوکل کا بھی یہ عالم کے اپنے حالات سے کسی کو کبھی خبر نہ ہونے دی۔ کچھ عرصہ کے لیے ریلوے کے محکمہ میں ملازمت اختیار کی مگر طبیعت کا میلان نہ ہونے کے باعث تھوڑے ہی عرصے کے بعد نوکری کو خیرباد کہہ دیا اور گھر چلے آئے۔

جب گھر آئے تو قدرت نے ایک غیبی ذریعہ روزی کا بنادیا کہ آپ کے محلّہ کی مسجد کے خطیب مولانا شمس الاسلام نے ایک انجمن اسلامیہ کے زیراہتمام مسلمان بچوں کی تعلیم کے لیے ایک سکول کھولا ہوا تھا۔ سکول میں دینی تعلیم بھی دی جاتی تھی۔ مسلمان بچے خاصی تعداد میں پڑھتے تھے۔

مولانا شمس الاسلام آپ کے خاندانی عظمت سے بخوبی واقف وآگاہ تھے۔

اس لیےانہوں نے آپ کواسکول میں بچوں کو پڑھانے کی پیش کش کی۔ جسے آپ نے بخوشی قبول کرلیا۔ ابتدائی جماعتوں کے بچے آپ سے بہت مانوس تھے۔ اس لیے کہ آپ کی شفقت اور محبت ہی اتنی تھی کہ بچے یہ سمجھتے تھے کہ روایتی استادوں والی طبیعت آپ کی بالکل نہ ہے۔ آپ نے اس شعبہ میں ڈھائی برس تک کام کیا بعدازاں ملازمت چھوڑ کر گوشہ نشین ہو گئے۔ اورزیادہ تر وقت یادخدا میں بسر ہونے لگا۔

مجاہدہ وریاضت☆: خداوندکریم نے آپ کو ظاہری و باطنی طور پر بے پناہ صلاحیتوں اوراستعداد و قابلیت سے نوازا ہوا تھا۔ ویسے بھی روحانیت آپ کو ورثہ میں ملی ہوئی تھی۔ جس کے حصول کے لیے آپ کو کوئی خاص زیادہ محنت نہ کرنا پڑی تھی۔ تین برس کی عمر میں والدگرامی کا وصال پانچ برس کی عمر میں دادا جان کا انتقال اس کے بعد تعلیمی میدان میں غربت کی بنا پر جو سختیاں برداشت کیں الغرض ہوش سنبھالنے کے بعد سے تاحال آپ امتحان درامتحان سے گزرتے رہے۔ اور ہر امتحان میں خداوندکریم کے فضل سے ثابت قدمی آپ کا مقدر رہی۔ ان تمام مراحل سے گذرنے کے بعد آپ نے گوشہ نشینی اختیار کی اور راتوں کو اکثر جنگلوں میں نکل جاتے اور پوری پوری رات کبھی اپنے جداعلیٰ کے دربار پر اور کبھی حضرت خواجہ عبدالرشید المعروف صوفی بدھنی علیہ الرحمتہ کے مزار پر عبادت

ریاضت میں وقت گذار دیتے۔

آپ کو اپنے جد اعلیٰ حضرت شاہ کمال قادری علیہ الرحمتہ سے باطنی فیض و عرفان حاصل تھا اور حضرت خواجہ صوفی عبدالرشید المعروف صوفی بدھنی علیہ الرحمتہ سے بھی اویسی فیض حاصل تھا۔ پہلے پہلے تو کچھ عرصہ صوفی بدھنی کے مزار پر مسلسل جاتے رہے بعد ازاں یہ سلسلہ موقوف کردیا۔ اور صرف اپنے جد امجد کے مزار سے اکتساب فیض کرتے رہے۔

نوٹ ☆: حضرت خواجہ عبدالرشید صوفی بدھنی حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کے خلیفہ تھے اور حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کے پیر بھائی ہیں۔

پندرہ برس تک مسلسل لگا تار محنت و ریاضت و عبادت اور مجاہدہ و سلوک کے بعد ایک دن خالق حقیقی کی بارگاہ میں سربسجود ہو کر عرض کی، اے مالک یہ فقیر تیرے سوا کسی اور کے آگے ہاتھ نہ پھیلائے گا۔ اور عرض کی اے مالک تو جس حال میں رکھے، تیرہ بندہ اسی حال میں رہے گا۔ تو خود ہی جود و کرم کا دروازہ کھولے گا۔

آپ کی یہ نیاز مندانہ عرض بارگاہ الٰہی میں قبول ہوئی۔ اسی رات آپ نے خواب میں ہاتف غیبی کی ندا سُنی۔ ''علی احمد خزانے کی کنجی لے لے'' آپ نے عرض کی مجھے خزانے کی کنجی نہیں خدا کی خوشنودی چاہیئے۔ میری صرف یہی دعا ہے کہ اللہ کے سوا کسی اور کے آگے دست سوال دراز نہ کرنا پڑے۔

چنانچہ خدا کی بارگاہ میں آپ کی یہ دعا قبول ہوئی اور اس کے بعد سے آپ پر فاقہ کی نوبت نہیں آئی۔ نہ ہی کبھی کوئی تکلیف ہوئی اور فتوحات کے دروازے کھل گئے۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت شاہ سکندر قادری علیہ الرحمتہ سے اویسی بیعت سے مشرف تھے۔ اسی طرح حضرت خواجہ صوفی عبدالرشید المعروف صوفی بدھنی سے بھی اویسی فیض حاصل تھا۔

سلسلہ رشد و ہدایت و سجادگی ☆: آپ نے خدمت دین اسلام اور اصلاح انسانیت کے لیے خلق خدا کی رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع کیا۔ تھوڑے ہی دنوں میں ہر طرف آپ کی شہرت ہوگئی۔ دور دراز سے لوگ آنے لگے۔ اور علم و عرفان کے اس چشمہ سے سیراب ہو کر جانے لگے۔ جگہ جگہ آپ کی کرامات کے چرچے زبان زد خاص و عام ہوگئے۔

حضرت شیخ محمد طیب علیہ الرحمتہ جن کا مزار کیتھل شریف میں ہی ہے۔ ان کی اولاد سے بشیر نامی شخص کو آپ سے بڑی عقیدت و محبت تھی۔ وہ ایک کاروباری اور متمول شخص تھا۔ اس نے آپ کا چھوٹا سا مکان دیکھا تھا۔ اس نے اپنے بھائیوں کی مدد سے اس مکان کو بڑا اور کشادہ اور پختہ تعمیر کرادیا۔

اگرچہ آپ سے سلسلہ رشد و ہدایت جاری تھا۔ مگر سجادہ نشین کیتھل شریف کی حیثیت سے آپ کی دستار بندی نہیں ہوئی تھی۔ مگر آپ اس ظاہری رسم کی قیود سے آزاد رہنا چاہتے تھے۔ ادھر لوگوں کے دلوں میں خواہش تھی کہ ہر حال میں دستور کے مطابق آپ کی دستار بندی ہونی چاہیئے۔ اس سلسلہ میں بلا امتیاز و تفریق ہندو مسلم سب ہی پیش پیش تھے۔

چنانچہ شہر کے عمائدین جن میں ذیلدار عبدالشکور خان، قاضی شریف حسین سفید پوش، خطیب عیدگاہ شیخ امام الدین قریشی، فیض الحسن خان اور عبدالواحد خان اس تحریک کے چلانے میں پیش پیش تھے۔

بالآخر گیارہ جمادی الثانی 1369 ہجری بمطابق 24 مئی 1945ء کو پورے شہر کیتھل کے تمام ہندو مسلم عمائدین وعوام کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ تمام مہمانوں کیلئے کھانے کا انتظام ہوا۔ اور اس بڑے اجلاس میں مسلم لیگ کے سیکرٹری ڈاکٹر قمر مسعود نے سجادہ نشینی کا اعلان کیا۔ رسم کے مطابق شاہ کمال کیتھلی کے مرید باوا استیل پوری کے گدی نشین مہنت شدھ پوری نے آپ کے سر پر سب سے پہلے پگڑی رکھی۔ پھر شہر کے مسلمانوں کی طرف سے شیخ محمد شریف نے پگڑی رکھی۔ سر کردہ افراد کے علاوہ کرنال کے نواب خاندان کی جانب سے بھی آپ کے سر پر پگڑی باندھی گئی۔

قیام پاکستان اور ہجرت ☆: آپ نے تحریک پاکستان میں بھر پور حصہ لیا اور حضرت قائداعظم محمد علی جناح اور مسلم لیگ کو مضبوط اور فعال کرنے کے لیے اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے عملی طور پر کردار ادا کیا۔

برصغیر کی تاریخ میں یہ بات مسلمہ ہے کہ جب تک علمائے کرام مشائخ عظام آگے نہ بڑھے تھے۔ تحریک پاکستان بھی تحریک پاکستان نہ تھی۔ اسی طرح مسلم لیگ کا بھی عملی طور پر عوام میں کوئی خاص اثر نہ تھا۔ علمائے اہل سنت اور مشائخ ملت اسلامیہ کی عملی کوششوں کا ثمر ہے کہ مسلم لیگ اور تحریک پاکستان کو دوام ملا اور پاکستان کا قیام عمل میں آیا۔

اس بات کا اعتراف قائداعظم محمد علی جناح اور شہید ملت نواب لیاقت علی خان کے ان خطوط سے بھی ہوتا ہے جو کہ انہوں نے قیام پاکستان کے بعد مختلف مشائخ عظام کو لکھے تھے۔ اور اسی قسم کا ایک خط شہید ملت نواب لیاقت علی خان نے تحریک پاکستان کی کامیابی کے بعد آپ کو لکھا تھا۔ نوابزادہ لیاقت علی خان نے اپنے دوسرے خط میں آپ کے نام لکھا:

مکرمی معظمی مرشدِ گرامی!

اسلام علیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہ۔ آپ کی خصوصی توجہ کا شکریہ۔ آپ کے تعاون کے لیے ممنون ہوں۔ امید ہے کہ آئندہ بھی مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ اور آزادی کے حصول کی کوششوں میں آپ کی دعائیں اور ہمدردیاں ہمارے شامل رہیں گے۔

نیازمند۔ لیاقت علی خان

14 اگست کو آزادی کا سورج طلوع ہوا تو ہر طرف خون کی ہولی کھیلی جارہی تھی۔ مسلمانوں کے قافلے بھارت سے ہجرت کر کے اپنے ہی خون میں تیرتے ہوئے پاکستان پہنچ رہے تھے۔

لیکن کیتھل شہر ایسی جگہ تھی جہاں نہ گھروں میں آگ لگی نہ دلوں میں نفرت کی چنگاریاں بھڑکیں۔ ایک مردخدا کی اور آپ کے امجد کے تصرف تھا کہ یہ شہر بدامنی کے باوجود پُرامن رہا۔

جس محلہ میں آپ کی رہائش تھی وہ محلہ سادات کہلاتا تھا۔ جو ہندو آبادی سے ملحق تھا۔ اس لیے بعض خیر خواہوں نے آپ سے عرض کیا کہ آپ بھی مسلمانوں کے محلہ میں منتقل ہوجائیں۔ لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا اور وقت آخر تک اپنے ہی مکان میں قیام پذیر رہے۔

محلہ سادات کے لوگ آپ کی وجہ سے مطمئن تھے کہ آپ کے ہوتے ہوئے کسی کو جرأت نہ ہوگی۔احترام کا یہ عالم تھا کہ ہندو آپ کے گھر کے سامنے سے گذرتے ہوئے احتراماً جھک کر گزرتے تھے اور آپس میں اور ان بدلتے ہوئے حالات میں ان کا رویہ جوں کا توں رہا۔ بلکہ ان دنوں مسلمانوں سے ان کا سلوک پہلے سے اچھا ہو رہا۔

جب آپ کے لیے نوابزادہ لیاقت علی خان نے اسپیشل ٹرین بھجوائی تو آپ نے اپنے تمام رفقاء عقیدتمندان کو ہمراہ لیا اور رخت سفر باندھا۔تو غیر مسلم خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ حضور آپ یہاں سے نہ جائیں۔

پاکستان آمد اور ڈیرہ غازیخان میں ورود مسعود☆: ہجرت کے بعد آپ سب سے پہلے لاہور تشریف لائے اور کرشن نگر میں اپنے عقیدتمند شیخ ارشاد کے ہاں ایک ہفتہ قیام کے بعد آپ لاہور سے فیصل آباد چلے گئے اور چند روزہ قیام کے بعد ملتان تشریف لے گئے۔وہاں حافظ محمد صدیق ملتانی اور حافظ سیف الرحمان کو شرف میزبانی حاصل ہوا۔ملتان میں روہتک کے مہاجرین بھی آپ کے منتظر تھے۔

پروفیسر چوہدری اکرم شاہ نے ملتان میں مستقل سکونت کے لیے عرض کیا۔مگر آپ نے فرمایا میں قبولہ شریف میں دیوان غلام دستگیر صاحب کے پاس جانا پسند کروں گا۔

حضرت دیوان غلام دستگیر نے آپ کی آمد کے بارے انتظامات پہلے سے ہی مکمل کر رکھے تھے۔آپ قبولہ شریف میں ڈیڑھ برس تک مقیم رہے۔چونکہ قبولہ ایک قصبہ ہے۔جہاں شہری سہولتیں مفقود تھیں۔بچوں کی تعلیم کا کوئی خاطر خواہ نظام نہ تھا۔ملتان سے مولانا احمد علی حصاروی قبولہ شریف میں آپ سے ملنے کے لیے تشریف لائے تو آپ نے ان سے اس علاقہ میں ہونے والی تکالیف کا اظہار کیا۔تو مولانا نے اس کی تائید کی،اور عرض کیا حضور میں بھی آپ کو یہاں سے ملتان لے جانے کے لیے آیا ہوں۔روہتک والوں کا اصرار ہے کہ آپ ملتان تشریف لائیں۔انہوں نے آپ کو ملتان چلنے کے لیے رضامند کر لیا اور اپنے ہمراہ ملتان لے گئے۔اس طرح ملتان والوں کی دیرینہ خواہش پوری ہوگئی۔

آپ کے لیے ایک بہت بڑی کوٹھی خالی کرائی گئی۔جہاں آپ اقامت گزیں ہوئے۔اس موقع پر مخدوم سید غلام مصطفیٰ شاہ گیلانی قادری علیہ الرحمۃ،سجادہ نشین حضرت موسیٰ پاک شہید نے ہر طرح سے تعاون کیا۔ان کے علاوہ علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی صابری علیہ الرحمۃ اور ان کے چچا افق کاظمی نے آپ کے باطنی کمالات کا تذکرہ سُنا تو آپ سے آ کر ملے۔افق کاظمی صاحب کو آپ سے اس قدر انس ہو گیا کہ وہ اکثر و بیشتر آپ کے پاس آنے لگے۔ملتان میں آپ کا حلقہ کافی وسیع تھا۔امیر وغریب سب ہی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔

کیتھل شریف کے اسی فیصد لوگ ڈیرہ غازیخان میں مقیم تھے۔جب انہیں آپ کے بارے علم ہوا کہ آپ ملتان میں سکونت پذیر ہیں تو انہوں نے عبدالرحمان خان اور شیخ محمد شریف اور محمد عمر کے ذریعے آپ سے ڈیرہ غازی خان میں مستقل قیام کی خواہش کا اظہار کیا۔ اس معاملے میں جب آپ نے اپنی والدہ ماجدہ سے مشورہ کیا کہ کیتھل شہر کے لوگ دوسروں کی بہ نسبت زیادہ مستحق ہیں۔

چنانچہ والدہ محترمہ کی منظوری کے بعد جنوری 1950ء میں آپ نے ڈیرہ غازی خان میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ ڈیرہ غازی خان میں عوام وخواص نے آپ کی بہت پذیرائی کی لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس ڈویژن کی روحانی دنیا کے تاجداروں نے بھی آپ کی بہت پذیرائی کی۔ حضرت سخی سرور، حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی، حضرت خواجہ غلام فرید کوٹ مٹھن شریف، حضرت مُلا شاہ قائد ڈیرہ غازیخان، پیر سید عادل شاہ ڈیرہ غازی خان۔ ان تمام بزرگوں نے اپنے اپنے دربار پر آنے والے عوام وخواص کو باطنی طور پر ان کے مقصد کی کامیابی کے لیے حکم دیا کہ ڈیرہ غازی خان میں حضرت مخدوم سید علی احمد شاہ قادری گیلانی کی خدمت میں حاضری دویں۔ بہت سے بزرگوں نے روحانی طور پر لوگوں کو بشارتیں دیں۔

اسی طرح سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے ممتاز روحانی پیشوا حضرت خواجہ غلام حسن المعروف پیر سواگ شریف نے اپنے مرید پینڈ خان نمبردار کو خواب میں فرمایا۔ تمہارے شہر میں ایک بہت بڑے بزرگ جو قطب الوقت ہیں، تشریف لائے ہیں۔ ان کی خدمت میں حاضری دو اور میری طرف سے ایک بکرا، دو سیر آٹا اور گھی لے جا کر ان کو پیش کرو۔

اس کے ساتھ ہی حضرت خواجہ غلام حسن صاحب نے اپنے مرید کو آپ کی زیارت بھی کرا دی۔ اور آپ کے خادم خاص نیاز کی صورت بھی دکھا دی۔ اس کے بعد سے آپ کی خدمت میں تاحیات حاضری دیتا رہا۔

سیرت وکردار☆: آپ کی تمام عمر شریعت محمدی کی پاسداری اسلاف کے اصولوں میں ایک بال بھی فرق نہ آنے دیا۔ اور نہ ہی کسی کی وجاہت وشان وشوکت سے مرعوب ہوئے۔ تمام زندگی صبر وشکر اور رضائے خداوندی اور عالی ہمت سے گزاری۔ نمود ونمائش سے سخت نفرت تھی۔ مجلسی نشست صاف ستھری اور نہایت سادہ تھی۔ دری پر ہی اعلیٰ وادنیٰ سب بیٹھتے۔ آپ کا دروازہ اعلیٰ وادنیٰ، غریب امیر سب کے لیے کھلا رہتا تھا۔ بلاتفریق، بلا جھجک لوگ عقیدت سے حاضر ہوتے اور آپ سب کے ہم نشین ہوتے۔

طالبان حق وطالبان دعا اپنی دنیاوی اعراض کے لیے آ کر بیٹھتے۔ آپ کی توجہ بیک وقت سب پر برابر ہوتی۔ سب سے مساویانہ سلوک فرماتے اور خندہ پیشانی سے پیش آتے۔ ہر ایک یہی سمجھتا کہ آپ مجھ پر ہی زیادہ مہربان ہیں۔ محفل میں کشش ایسی ہوتی کہ ایک بار جو آ کر بیٹھتا پھر اٹھنے کا نام نہ لیتا۔ روزانہ حاضری اس کا معمول بن جاتی۔

آپ جب محفل میں گفتگو فرماتے تو کسی کو لب کشائی کی جرأت نہ ہوتی۔ حاضرین پر ایسا سکوت طاری ہو جاتا کہ جیسے کوئی محفل میں موجود ہی نہیں ہے۔

آپ کے بارے شہر بھر میں شہرت تھی کہ آپ پیدائشی ولی کامل اور عارف باطن ہیں آپ کا یہ مرتبہ اہل نظر سے کسی طرح بھی پوشیدہ نہ ہے آپ کا قلب مبارک ہر وقت ذکر خفی میں مشغول رہتا ایک نور کا ہالہ آپکے روئے تاباں کے گرد قائم رہتا تھا، جب کبھی استغراق کی کیفیت ہوتی تو اہل نظر واہل دل سمجھ جاتے کہ آپ بحر حقیقت میں غوطہ زن ہیں،

آپکے کمالات وکشف کا چرچا کیتھل شریف اور اس کے گردونواں کے علاقہ میں عام تھا ہر شخص ہندو ہو یا مسلمان، سکھ ہو یا عیسائی، آپ سے دلی عقیدت رکھتا تھا، جو آپکے اخلاق کریمانہ کے سبب سے تھا، تحمل میں آپ کی شان یکتا تھی کبھی کسی مخالف کی مخالفت نہ کی

ہمیشہ صبر کا دامن تھامے رکھا، یہی وجہ تھی کہ لوگ آپکو صابر کے نام سے پکارتے تھے،

جب آپ نے سن شعور و عالم شباب میں قدم رکھا اور کیتھل شریف کی مسند ارشاد کو سنبھالا تو گویا ہر طرف نور سحر کا اجالا ہو گیا جسے دیکھو وہ آستانہ عالیہ کی طرف دوڑتا ہوا چلا آ رہا ہے مالک کریم نے باطنی قوت کے ساتھ آپکو حسن باطنی کی صورت ظاہری سے بھی نوازا ہوا تھا گویا آپ سراسر (لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِی اَحْسَنِ تَقْوِیْم) کی تفسیر ہیں، سرخ و سفید رنگ گنجان ریش مبارک، سرگیں آنکھیں ایسی سحر انگیز کے جس طرف نگاہ ڈالی ایک عالم کو دیوانہ بنا ڈالا زبان اس قدر شریں کے الفاظ موتی بن کر بکھرتے نظر آتے ،چہرہ مبارک جس طرف التفات فرماتے وہی گرویدہ ہو کے رہ جاتا ہر قسم کا لباس آپ کے جسم مبارک پر جچتا کھدر ہو یا سوتی، خود کپڑے کی شان دوبالا ہو جاتی،

جب شام کے وقت گھر سے درگاہ شریف کی طرف رخ فرماتے تو تمام لوگ عقیدت کی آنکھیں آپکے قدموں پر رکھتے کہ شاہ کیتھل و غوث اعظم سرکار کے لاڈلا جلوہ فرما ہو رہے ہیں تمام عمر اپنے اجداد کے مشن کی تکمیل میں اس طرح صرف کی کہ دامن پر کوئی داغ نہ لگنے دیا شریعت اور طریقت کے دامن کو سختی سے تھامے رکھا، تمام عمر حضور غوث اعظم سرکار بغداد کے فیضان کے نقیب بن کر گذاری ۔دربار عالیہ کیتھل شریف میں یوں تو آپ کی مجلس ہر وقت حاضرین و زائرین سے معمور رہتی تھی جبکہ غلام حسین ایڈووکیٹ علیگ صدر میونسپل کمیٹی صوفی برکت علی ارائیں، مستان شاہ اور نیاز احمد نیازی، ابراہیم صدیقی اور رام ایشور دیالی المعروف بھگت یہ تمام حضرات آپ کی مجلس کے مستقل رکن تھے،

مستان شاہ اور بھگت جی کے لطائف ظرائف سے آپ بے حد محظوظ ہوتے، حاضرین مجلس بھی اس سے لطف اٹھاتے تھے اگر چہ آپ کو دنیاوی مال و متاع سے کوئی رغبت نہ تھی لیکن مخلصین کی طرف سے ان کی دلجوئی کے لئے تحفہ قبول فرما لیتے تھے اسی طرح آپ مستحقین کی نہایت خاموشی اور رازداری سے امداد فرما دیا کرتے تھے،

ہر سال حضور پیران پیر سید غوث الاعظم دستگیر محبوب سبحانی قطب ربانی حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں ایصال ثواب کے لئے گیارھویں شریف بڑی دھوم دھام سے مناتے جس میں ہزاروں مسلمان عقیدت مندوں مریدین کے علاوہ ہندو سکھ سب ہی شامل ہوتے، گیارھویں شریف کی یہ مجلس عشاء کی نماز کے وقت شروع ہو کر تا فجر جاری رہتی، نعت خوان حضرات نعت خوانی کرتے مناقبات پیش کرتے علمائے کرام حضرت غوث پاک کی سیرت پر تقریریں کرتے آخر میں ختم شریف ہوتا اور تبرک کی تقسیم کے بعد لوگوں کو رخصت فرماتے تھے،

آپکی خدمت میں رجال الغیب کی حاضری ☆: یہ بات تواتر سے شہرت دوام کو پہنچی ہے کہ آپ کی خدمت میں جنات اور رجال الغیب تک قدم بوسی کے لئے حاضر ہوتے تھے۔

ایک مرتبہ ایک درویش بزرگ صورت آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کچھ دیر بیٹھنے کے بعد وہ بزرگ چلے گئے ان کے جانے کے بعد خدام نے عرض کی حضور یہ کون بزرگ تھے، آپ نے خاموشی اختیار فرمائی، خدام کے بار بار استفار پر فرمایا دراصل تم لوگوں کا دل ایسے

رازوں کا متحمل نہیں ہوسکتا، یہ جنات کا سردار تھا ان کا ڈیرہ آجکل شہر سے باہر شرقی جانب اترا ہوا ہے۔

آپ کے خدام بتاتے ہیں کہ کبھی کبھی آپ تنہائی میں بیٹھے بیٹھے مسکرا دیتے یا ہوا میں اشارے کرتے دراصل اسوقت آپ کا ایسا کرنا مقدس روحوں سے روحانی معاملہ ہوتا تھا بعض اوقات تو ہم نے حجرہ مبارک میں سے جب آپ وہاں تشریف فرما ہوتے تھے آپ کو کسی سے باتیں کرتے ہوئے بھی سنا ہے۔

آپ کے خصوصی خدمتگار جناب نیاز احمد فرماتے ہیں کہ ایک دن میں ضد کر بیٹھا کہ آج مجھے جن دیکھا دیجئے وہ کیسے ہوتے ہیں، پہلے تو آپ نے بہت ٹالا اور خاموشی اختیار کر لی شام کے وقت میں درگاہ حضرت شاہ کمال کیتھلی قادری رحمۃ اللہ علیہ میں حاضر تھا کہ میرے چاروں طرف مجھے ایسی مخلوق نظر آئی کہ جن کے سر آسمان پر اور پاؤں پاتال میں تھے۔

میں چیخیں مارتا ہوا حضرت غوث الاعظم کا نام لیتا ہوا وہاں سے دوڑا، میری یہ کیفیت دیکھ کر دنیا اکھٹی ہوگئی لوگوں کے استفار پر میں نے جب تمام ماجرا بیان کیا تو آپ مجھ پر ناراض ہوئے اور فرمایا کہ میں پہلے ہی کہتا تھا کہ تم لوگ برداشت نہ کرسکو گے۔

اسی خدمتگار نیاز احمد کا بیان ہے کہ ایک دفعہ رات بارہ بجے ایک بزرگ آئے اور کچھ دیر بیٹھ کر چلے گئے آپس میں جو گفتگو ہوئی اس کا ایک لفظ بھی میری سمجھ میں نہیں آیا، ان کے جانے کے بعد میں نے ان کے بارے استفار کیا تو فرمایا کہ کسی سے اس کا ذکر نہ کرنا یہ ابدال تھے۔

ارشادات وتعلیمات ☆:

۱۔ آپ فرماتے ہیں کہ وہ دل عرفان کا متحمل نہیں ہوسکتا جس میں دنیا کی حرص اور جاہ و مرتبہ کی خواہش ہو۔

۲۔ آپ فرماتے ہیں کہ علمائے ظاہر کا علم وسیع ہوتا ہے اور علمائے باطن کا عمیق۔

۳۔ آپ فرماتے ہیں کہ مرتبہ اسی کا بلند ہے جس کو علم و عمل دونوں کی توفیق ہوتی ہے۔

۴۔ آپ فرماتے ہیں کہ جس نے اللہ کو پہچان لیا، اسے سوال کی حاجت نہیں اور جس نے اس کی معرفت حاصل نہیں کی، وہ حاجت مند ہی رہے گا۔

کشف و کرامت ☆: راؤ محمد سلیمان روحانیت اور بزرگوں کی فضیلت کے قائل نہ تھے۔ سورۃ یٰسین اور سورۃ مزمل پڑھنا ان کے معمول خاص کا حصہ تھا۔ اکثر کہتے تھے جب تک بزرگ کی کرامت نہ دیکھ لوں گا مرید نہیں ہوں گا۔ آپ کے عقیدتمند کے ہمراہ ایک مرتبہ آپ کے پاس حاضر ہوئے۔

اتفاق سے نماز کا وقت ہوا تو آپ نے راؤ صاحب سے فرمایا راؤ صاحب آؤ نماز پڑھ لیں۔ راؤ صاحب نے جواب دیا کہ آپ کونسا خانہ کعبہ میں نماز پڑھا دینگے۔ یہ جواب دے کر وہیں گاؤ تکیہ سے ٹیک لگا کر سو گئے تو خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شیر انہیں اٹھا کر خانہ کعبہ لے گیا۔ وہاں بہت سی خلقت نماز میں مشغول ہے۔ راؤ صاحب نے ان کے ساتھ نماز پڑھی۔ اس کے فوراً بعد آنکھ کھل گئی۔ آپ نماز پڑھ کر واپس تشریف لائے اور راؤ صاحب سے فرمایا ''کیا اب بھی شک ہے۔''

کرامت نمبر۲ ☆: شیخ محمد اسماعیل کا ہڈیوں کا بہت بڑا کاروبار تھا۔ جس جگہ وہ کاروبار کرتے تھے وہ مشترکہ تھی۔ دوسرے حصہ دار یہ جگہ ان سے خالی کروانا چاہتے تھے۔ اس سلسلہ میں ان پر مقدمہ بھی ہوا۔ جب کوئی بس نہ چلا تو معاملہ پنچائیت میں رکھ دیا گیا۔ مگر باوجود اس کے شیخ صاحب نے جگہ خالی نہ کی۔

حصہ داروں نے خیال کیا کہ نہ مقدمے سے نہ پنچائیت سے جگہ چھوڑتے ہیں تو پھر کیوں نہ ان کو قتل کرا دیا جائے۔

چنانچہ قتل کیلئے بندے مامور کر دیئے گئے۔ اور قتل کا مقدمہ بھگتنے کیلئے دس ہزار روپے چندہ بھی جمع کیا گیا۔ مگر یہ کارروائی بالکل خفیہ تھی۔ شیخ اسماعیل کے بھانجے حافظ نور احمد چونگی میں محرر تھے۔

یہ تمام تفصیل ان کو کسی طرح پتہ چل گئی۔ انہوں نے اپنے ماموں کو آگاہ کر دیا کہ تم جلد ہی قتل کر دیئے جاؤ گے۔ یہ خبر پا کر شیخ اسماعیل نے ایک ملازم کو آپ کی خدمت روانہ کیا اور کہا کہ تمام صورتحال سے سرکار کو آگاہ کرو۔ ملازم نے تمام روئیداد آپ کے گوش گزار کی تو آپ نے فرمایا شیخ صاحب سے کہہ دو۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ جب کوئی قتل کرنے آئے گا تو ہم نپٹ لیں گے۔ آپ کا یہ فرمان ذیشان سن کر شیخ صاحب مطمئن ہو گئے۔

آخر وہ دن بھی آ گیا جس دن ان کو قتل کرنا تھا۔ آدھی رات کے وقت گاؤں کے 40 افراد کا جتھہ شیخ اسماعیل کے مکان کے باہر پہنچا۔ انہوں نے دیکھا کہ شیخ صاحب تو آرام کی نیند سو رہے ہیں اور ایک بزرگ شیر پر سوار ہاتھ میں شمشیر برہنہ لیے ہوئے چارپائی کے ارد گرد پھر رہے ہیں۔ حملہ آوروں کے دل میں خیال آیا کہ اس علاقے میں شیر کیسے آ سکتا ہے ہمیں صرف وہم ہے۔

چنانچہ یکبارگی سے ہمت کر کے آگے جو بڑھے تو شیر کی زوردار دھاڑ سن کر مارے خوف کے سٹ پٹائے ہوش گم ہو گئے۔ اور وہاں سے دم دبا کر بھاگے اور اس سازش کے اصل محرکوں کے پاس جا کر دم لیا۔ اور جو کچھ ان پر بیتی وہ انہیں کہہ سنائی۔ مگر انہیں یقین نہ آیا۔

اگلے دن پھر رات گیارہ بجے یہ پھر اسی مکان پر گئے تو دیکھتے ہیں کہ شیخ صاحب تو سوئے ہوئے ہیں مگر ایک بزرگ ہاتھی پر سوار ہاتھ میں شمشیر برہنہ لیے پھر رہے ہیں اور شیخ صاحب کی حفاظت کر رہے ہیں۔ ان لوگوں کو اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا اور آگے بڑھ کر قتل کے ارادے سے حملہ کرنا چاہا۔ ابھی آگے بڑھے ہی تھے کہ ہاتھی ان کی طرف زور سے چنگھاڑا تو وہ لوگ وہاں سے بھاگم بھاگ سیدھے اپنے مرکز پر پہنچے اور جا کر تمام واقعہ سنایا تو وہ کہنے لگے کہ تم بزدل لوگ ہو اور جھوٹے افسانے گھڑ کر ہمیں سنا رہے ہو۔ ہم کل خود تمہارے ساتھ چلیں گے۔

چنانچہ اگلی رات ساٹھ ستر آدمی سرداروں کے پیچھے پیچھے باہر والے مکان پر پہنچے تو کیا دیکھا کہ شیخ صاحب تو بڑے اطمینان سے سو رہے ہیں اور ایک بزرگ شیر پر سوار ہاتھ میں تلوار لیے ان کی حفاظت کر رہے ہیں۔

وہ تمام لوگ مسلح تھے۔ اس لیے بے خوف و خطر آگے بڑھے اور شیخ صاحب کو قتل کرنا چاہا۔ ابھی چند قدم ہی چلے ہوں گے کہ شیر دھاڑ کر ان کی جانب بڑھا۔ پھر ان کے بھی اوسان خطا ہو گئے اور سر پر پاؤں رکھ کر وہاں سے بھاگے۔

اب سب کے ہوش ٹھکانے آ گئے اور ارادۂ قتل سے باز آ گئے۔ اور لطف کی بات یہ کہ گذشتہ تین راتوں کے واقعات کا شیخ

صاحب کو احساس تک نہیں کہ شیر دھاڑا، ہاتھی کی چنگھاڑ نکلی۔ چالیس پچاس، ستر آدمیوں کے جتھوں کا شور اور انہیں خبر ہی کوئی نہیں۔ اور وہ مزے سے سوئے رہے۔

جب یہ تمام واقعات حافظ نور احمد نے اپنے دوست حافظ شہاب الدین کو سنائے۔ شہاب الدین نے جب خانقاہ شریف میں جا کر آپ کی زیارت کی تو پہچان گئے کہ واقعہ یہی بزرگ تھے جو راتوں کو کبھی شیر اور کبھی ہاتھی پر تلوار لیے موجود ہوتے تھے۔

کرامت نمبر ۳ ☆: آپکے چاہنے والے عبدالغنی صاحب بیان فرماتے ہیں کہ ہماری بکری کا دودھ اتنا کم تھا کہ اس کے بچے کا بھی پیٹ نہ بھرتا تھا، ایک روز بکری کو لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے بکری کی پشت پر ہاتھ رکھ دیا، پھر تو یہ عالم ہو گیا کہ ہمیں دودھ رکھنے کے لئے برتن بھی تلاش کرنے پڑتے تھے، اس کے بعد کبھی دوبارہ دودھ کی کمی کی شکایت پیدا نہیں ہوئی،

کرامت نمبر ۴ ☆: ایک دفعہ نھو ملک کے لڑکے سے آپ نے فرمایا کہ تو دن کے وقت ہمارے ہاں کام کیا کر، اس نے جواب میں عرض کی حضور میں روزانہ دو آنے کی مزدوری کرتا ہوں، اگر دو آنے لیکر گھر نہ جاؤں تو میرا والد مجھے مارے گا،

آپ نے فرمایا! تجھے روزانہ تکیئے کہ نیچے سے چار آنے مل جایا کریں گے تو ہمارے ہاں کام کیا کر، اس نے ایسا ہی کیا صبح کو جب اٹھتا تو اسے تکیے کے نیچے سے چار آنے مل جاتے تھے،

اس نے جب اس کا تذکرہ اپنے والدین سے کیا تو تکیے کے نیچے سے پیسے ملنے بند ہو گئے،

کرامت نمبر ۵ ☆: ایک دن گلی سے گزرتے ہوئے ایک بنیئے کا پاؤں آپ کے پاؤں پر آ گیا، اس نے حقارت سے کہا کیا تجھے نظر نہیں آتا؟ آپ نے فرمایا اندھا تو ہے بس اتنا کہنا تھا کہ قدرت خداوندی سے اس کی آنکھیں نور بصارت سے محروم ہو گئیں اور وہ عمر بھر اندھا ہی رہا،

کرامت نمبر ۶ ☆: جے رام کا واقعہ شہر کے بچے بچے کے علم میں ہے، جس کا مکان آپکے مکان سے ملحق تھا، اس نے اپنے مکان نئے سرے سے بنانا شروع کیا تو اپنے مکان کی چند کھڑکیاں آپکے مکان کی طرف رکھ لیں،

آپ نے اپنی والدہ ماجدہ کے کہنے پر مہاجن مذکور کو ایسا کرنے سے منع فرمایا تو مہاجن نے کہا یہ مکان ہمارا ہے آپکا نہیں، آپ کی والدہ کو اگر بے پردگی کا خیال ہے تو وہ اپنی آنکھیں بند کر لیا کریں، آپ نے فرمایا یہ مکان نہ تیرا ہے نہ میرا بلکہ خدا کا ہے، پھر فرمایا تمھاری ہی آنکھیں بند ہو جائیں گی، دوسرے دن وہ مہاجن جب صبح کو اٹھا تو اندھا ہو چکا تھا، اس نے اپنی آنکھوں کا علاج بمبئی، کلکتہ، دہلی کے بڑے بڑے ڈاکٹروں سے علاج کرایا مگر اس کے باوجود بینا نہ ہو سکا نابینا ہی رہا، حالانکہ آپکی عمر عزیز اس وقت صرف چھ برس کی تھی، وہ مہاجن اس کے بعد کہا کرتا کہ میرے برے دن آ گئے، میری تقدیر الٹ گئی، سب کچھ خاک میں مل گیا، عزت کی جگہ ذلت، دولت کی جگہ مفلسی نے لے لی،

کرامت نمبر ۷ ☆: سید لیاقت حسین تھانیدار پر رشوت کا مقدمہ بنا، معاملہ سنگین تھا، تمام ثبوت مہیا تھے، جبکہ جج نہایت سخت گیر فرد جرم لگ چکی تھی شہادت بھی گذر چکی تھی، بحث مکمل ہو چکی تھی، صرف حکم سنانا باقی تھا،

سید لیاقت حسین مذکور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر طالب دعا ہوا آپ نے فرمایا آئندہ ایسی غلطی نہ کرنا، بعدازں اس کے لئے دعا فرمائی، مگر اس کی تسلی نہ ہوئی ان دنوں وہاں کی جامع مسجد کی سیڑھیوں پر ایک درویش صفت خاتون کی بڑی شہرت تھی لیاقت حسین ان کے پاس گئے تو اس درویش خاتون نے دور ہی سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تیرا کام وہی کرے گا جہاں سے تو آیا ہے واپس چلا جا یہاں کیوں آیا ہے چنانچہ سید لیاقت حسین مذکور تھانیدار دوبارہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قدموں میں سر نیاز رکھ کر طالب استمداد ہوا اور پھر دنیاں نے دیکھا کہ جب موقع آیا تو وہ بری ہو گیا،

ایک مولانا اور حقہ نوشی ☆: آپ کی عادت تھی کہ حقہ نوشی فرماتے تھے مگر حقہ نوشی کا انداز اس قدر نفیس کہ شاہد ہی بہت کم لوگ اس کی صفائی کا اتنا اہتمام کرتے ہوں، آپ کے خدام دور دور سے اعلی درجے کا تمبا کو لیکر آتے اور انتہائی خوبصورت نیچے اور حقے خدمت میں پیش فرماتے تھے

شہر کے ایک بہت بڑے عالم دین مولوی نعمت اللہ آپ کی حقہ نوشی پر معترض تھے ایک دن وہ آپ کے در دولت سے گذرے تو آپ نے انہیں آواز دیکر بلایا وہ بھی بلا چوں چراں چلے آئے،

آپ اس وقت حقہ نوش فرما رہے تھے حاضرین مجلس اس وقت آپ کی یہ کرامت دیکھ کر حیران رہ گئے کہ جب آپ مولوی نعمت اللہ صاحب سے فرمایا کے مولانا حقہ نوش فرمایئے تو مولانا نے بلا جھجک بلا تاخیر و بلا عذر حقہ پینا شروع کر دیا اور چلتے وقت عرض کیا حضور ایک حقہ اس غلام کو بھی عنایت فرما دیجیے،

چنانچہ آپ نے ایک نفیس حقہ اندر سے منگوا کر مولوی نعمت اللہ صاحب کے حوالے کیا اس دن کے بعد سے مولانا روز آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور حقے کے ایسے شوقین ہوئے کہ حقہ خود تیار کر کے پیتے اور حاضرین مجلس کو بھی پلاتے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۲۲ رجب المرجب ۱۳۸۲ ہجری بمطابق 21 دسمبر 1962ء بروز جمعۃ المبارک بعد نماز جمعہ کو ہوا۔

وصال سے قبل چہرہ مبارک پر ایک پھنسی تھی دوسرے دن بھی اس پھنسی سے خون جاری تھا۔

مزار پُر انوار ڈیرہ غازی خان شہر قادری چوک میں مرجع خاص وعام ہے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آج کل آپ کے دربار کے سجادہ نشین آپ کے صاحبزادے حضرت پیر سید مقبول محی الدین گیلانی مدظلہ العالی ہیں۔ جو بڑے ہی اچھے انداز میں سلسلہ عالیہ و دربار عالیہ کی خدمت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ صاحبزادہ سید مقبول محی الدین گیلانی مدظلہ پڑھے لکھے اور باشعور، باہمت، باصلاحیت وباکردار اور بلند اخلاق کے مالک ہیں۔

فقیر راقم الحروف کو تادم تحریر ایک مرتبہ 19 اکتوبر 2009ء کو اپنے بیس رکنی قافلے کے ہمراہ آپکے دربار مقدس پر حاضری کا موقع نصیب ہوا ہے اس موقع پر خطیب اہل سنت امیر جماعت اہل نسبت علامہ قاری غلام محمد چشتی صدر جماعت اہل سنت ضلع راولپنڈی بھی فقیر

کے ہمراہ تھے دربار شریف اور ملحقہ جامع مسجد اور دیوان خانہ لنگر خانے اور مسافر خانوں کی تعمیر تزئین و آرائش و زیبائش اور اس کے ساتھ قادریہ فری ڈسپنسری اور ہائی سکول بھی موجودہ ہے۔ جو سجادہ نشین حضرت میاں پیر سید مقبول محی الدین گیلانی صاحب مدظلہ العالی کی فہم و فراست، حسن انتظام اور فن تعمیر کا منہ بولتا ثبوت ہے دربار شریف اور مسجد کی صفائی کا انتظام و انصرام اور آبادی قابل رشک ہے حضرت پیر سید مقبول محی الدین گیلانی قادری مدظلہ العالی اعلیٰ درجہ کے مہمان نواز اور وسیع القلب اور کھلے ذہن کے مالک اور منتظم المزاج شخصیت کے مالک ہیں۔ الحمدللہ فقیر نے انہیں باکمال و بامروت وضع دار اور رواداری کا عظیم پیکر پایا ہے۔ ایک ہی ملاقات میں آپ نے اپنی یاد کے انمٹ نقوش ہمارے دلوں پر چھوڑے ہیں راقم الحروف کا آپ سے اکثر و بیشتر فون پر رابطہ رہتا ہے۔ مالک کریم کی بارگاہ میں دعا ہے کہ حضرت شاہ کمال کیتھلی قادری علیہ الرحمتہ کے اس چراغ کو تا ابدالآباد روشن اور منور رکھے۔ آمین

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ فضل الدین عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: مرد حقیقت آگاہ، پروردۂ نگاہ ولایت، ولی العصر، عالم ربانی، پیر طریقت، ماہتاب شریعت حضرت خواجہ فضل الدین قادری رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت موضع جنڈی شریف تحصیل کہوٹہ ضلع راولپنڈی میں علاقہ کے معروف عباسی خانوادے میں ہوئی۔ گھر کا ماحول شروع سے انتہائی سادہ اور مذہبی تھا۔ آپ کے خاندان کے متعدد افراد زہد وتقوی اور عبادت وریاضت میں بے مثل و بے مثال تھے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر میں ہی حاصل کی اور سکول کی دنیاوی تعلیم اپنے علاقہ کے سکول میں حاصل کی اور اس کے ساتھ ساتھ علوم دینیہ کے حصول کے لیے اپنے علاقہ کے مقتدر علمائے کرام کے سامنے زانوے تلمذ طے کیئے۔

بیعت وخلافت ☆: دربار عالیہ جنڈی شریف کا سب سے بڑا امتیاز وخصوصیت یہ ہے کہ اس آستانے کے تمام مشائخ طریقت جن میں حضرت سائیں اللہ دتہ قادری علیہ الرحمتہ اور حضرت خواجہ محمد شفیع عباسی قادری علیہ الرحمتہ اور بالخصوص آپ کی ذات کی روحانی نسبت اور سلسلہ بیعت حضرت محبوب سبحانی، قطب ربانی، غوث الصمدانی، شہباز لامکانی، میراں محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالی عنہ کے لاڈلے اور انکی اولاد پاک سے برگزیدہ شخصیت غوث زماں، امام عاشقاں حضرت السید پیر یوسف شاہ گیلانی البغدادی رحمتہ اللہ علیہ جن کا مزار پرانوار منڈی پھلروان ضلع سرگودھا میں مرجع خاص وعام ہے کہ دست حق پرست پر تھی اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز وممتاز ہوئے۔

سیرت وکردار ☆: آپ انتہائی درجہ کے نیک متقی وزاہد و پارسا تھے۔ عبادت وریاضت میں ایک خاص مقام رکھتے تھے۔ ساری زندگی خدا اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کی بجا آوری میں گذاری۔ کبھی کوئی کام خلاف شریعت وطریقت سرزد نہ ہونے دیا اور اگر کسی کو خلاف شرع کام کرتے ہوئے دیکھتے تو فوراً آپ کا جمال جلال میں بدل جاتا اور سختی سے باز پرس کرتے تھے۔ سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر دم اور ہر قدم پر خیال رکھتے تھے۔ نماز پنجگانہ مسجد میں تشریف لے جا کر ادا فرماتے تھے تکبیر اولیٰ کا اتنا خیال رکھتے کہ کبھی فوت نہ ہونے دیتے فرض نمازوں کے علاوہ نوافل بالخصوص صلوٰۃ اوابین، اشراق، چاشت، تحیۃ الوضو، تحیۃ المسجد اور زرات

کے آخری پہر میں نماز تہجد کا خصوصیت سے اہتمام فرماتے تھے۔

اخلاق کریمانہ کی حالت یہ تھی کہ سنت نبوی کا عملی نمونہ نظر آتے کبھی کسی کو سخت بات زبان سے نہ کہی، مخالفین کی بات سن کر کبھی غصہ نہ کیا بلکہ برداشت کر کے انکے لیے ہدایت کی دعا فرماتے تھے۔ صبر و رضا اور استقلال کا دامن کبھی ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ ہمیشہ راضی برضا رہتے کبھی کسی بات کا شکوہ زبان پر نہ آنے دیا جسطرح آپ عبادت و ریاضت میں بے مثال تھے اسی طرح آپ سخاوت میں بھی بے مثال تھے آنے والا کبھی بھی آپکے دروازے سے خالی نہیں گیا۔ ضرورت مندوں کی حاجت روائی آپ کا شعار رہا ہے۔ دستر خوان وسیع اور کشادہ تھا اپنا ہو بیگانہ ہر ایک کے لیے دروازے کھلے رکھتے تھے۔

گفتگو میں اسقدر حلیمی اور نرمی تھی کہ محسوس ہوتا تھا کہ منہ سے پھول جھڑ رہے ہیں۔ زبان ترجمان سے جو فرماتے وہ دل پر اثر کرتی تھی۔ آپ کے پاس آنے والے سینکڑوں بے راہ روی کا شکار حضرات نیک اور عبادت گزار بن گئے۔ آپ کی مجلس میں بیٹھنے والا گناہ کے نزدیک نہیں بھٹکتا تھا۔ آپ نے تمام زندگی دنیا اور اہل دنیا کو اپنے پاس پھٹکنے نہیں دیا۔ آپ کی ذات ہمہ وقت ذکر خدا میں مست و سرشار تھی۔ دشمنان خدا اور دشمنان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے آپ ننگی تلوار تھے۔

شہنشاہ جیلاں غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ کے نور نظر اور آپکے پیر و مرشد حضرت پیر السید یوسف گیلانی بغدادی رزاقی قادری رحمتہ اللہ علیہ نے جنڈی شریف میں بیت المجاہدین قائم کیا جسکا مقصد دشمنان دین و وطن کے خلاف جہاد میں عملی طور پر حصہ لینا تھا میں آپ نے حضرت سائیں اللہ دتہ عباسی قادری علیہ الرحمتہ اور اپنے داماد حضرت خواجہ محمد شفیع عباسی قادری علیہ الرحمتہ کے ہمراہ میدان عمل میں بھرپور حصہ لیا۔ خدمت خلق کے جذبہ سے سرشاران بندگان خدا نے جنڈی شریف کے آستانے پر ''سرائے غوثیہ'' کے نام سے ایک مسافر خانہ قائم کر رکھا تھا۔ جہاں مخلوق خدا کی خدمت وہدایت وراہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا جاتا تھا۔

آپ کو اپنے مرشد گرامی حضرت پیر السید یوسف گیلانی البغدادی رزاقی قادری رحمتہ اللہ علیہ سے جنون کی حد تک لگاؤ تھا ہر وقت حضور غوث اعظم سرکار رضی اللہ تعالی عنہ کے جلوؤں میں گم رہا کرتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عشق آپ کے سینے میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ اسکے ساتھ ساتھ حضرت امام المشارق والمغارب مولائے کائنات علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور امام اہلسنت مجدد دین و ملت حضرت الشاہ احمد رضا خان قادری محدث بریلی رضی اللہ تعالی عنہ سے آپکو حد درجہ عقیدت ومحبت اور پیار تھا۔

اور یہی وجہ تھی کہ آپکے دور میں اگر کسی بھی فرقہ باطلہ نے سر اٹھایا تو آپ اس کی سرکوبی کے لیے میدان عمل میں اتر گئے اور اسکی سرکوبی کیئے بغیر نہ رہتے۔ آپ نے حضرت خواجہ محمد شفیع عباسی قادری علیہ الرحمتہ اور دیگر عقید تمندوں کے ہمراہ تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا۔ اور تحریک پاکستان سمیت ہر تحریک میں ہراول دستے کی حیثیت سے شمولیت اختیار کی۔

آپ کا قیمتی سرمایہ اور روشن مینار☆: آپ کی سب سے بڑی کرامت یہ کہ آپ نے اپنے بعد اپنے روحانی مشن اور سلسلہ طریقت کو چلانے کے لیے اپنے نواسے مفکر ملت، یادگار اسلاف، فاضل جلیل عالم نبیل، مبلغ یورپ، حضرت علامہ پیر وفیسر پیر عبد القادر قادری مدظلہ العالی کو جانشین وسجادہ مقرر فرمایا۔ آپ نے اپنے اس عظیم نواسے کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دی اور اپنی صحبت و

نگاہ ولایت سے علامہ پیر عبدالقادر قادری کو ایسا کندن بنا دیا کہ پورے پاکستان ہی نہیں بلکہ دیار غیر یورپی ممالک میں آج جنڈی شریف کے آستانے کا نہ صرف نام روشن ہے بلکہ اس آستانے کے ہر چراغ سے ایک چراغ جل رہا ہے۔ جن سے پورے عالم اسلام میں روشنی پھیلی ہوئی ہے اور دنیا یہ بات کہنے پر مجبور ہے کہ

''یہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہوگی''

مفکر ملت اسلامیہ حضرت علامہ پیر پروفیسر عبدالقادر قادری صاحب مدظلہ العالی وطن عزیز کے مایہ ناز عالم دین، اور عظیم شیخ طریقت ہیں۔ اسوقت تک سینکڑوں علماء آپکے شاگردوں میں شمار کیئے جاتے ہیں اور اسی طرح لاتعداد افراد آپکے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہو چکے ہیں۔

آپ کے دربار کے سجادہ نشین علامہ پیر عبدالقادر قادری مدظلہ العالی ہر دلعزیز شخصیت کے طور پر جانے پہچانے جاتے ہیں، علامہ موصوف سماجی و مذہبی خدمت کا جذبہ رکھنے والے قائدانہ صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ آپ اپنی ذات میں ایک انجمن کی حیثیت رکھتے ہیں جہاں بیٹھ جاتے ہیں وہیں آپکے ملنے والے اردگرد جمع ہو جاتے ہیں۔ جہاں کھڑے ہو جاتے ہیں وہیں دوستوں اور علمائے کرام مشائخ عظام کا ایک ہجوم آپ کے گرد جمع ہو جاتا ہے۔

آپ سے ملنے والا آپ کا ہر دوست ہر ساتھی ہر طالب علم یہ سمجھتا ہے کہ علامہ موصوف مجھ سے جتنا پیار کرتے ہیں اتنا کسی اور سے نہیں کرتے۔ آپکی ذات اخلاق اور محبت کی عملی تصویر ہے۔

حضرت علامہ پیر عبدالقادر قادری مدظلہ العالی نے اپنی ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی حضرت خواجہ پیر محمد شفیع عباسی قادری علیہ الرحمتہ جو اپنے اپنے زمانہ کی عظیم روحانی و علمی شخصیت تھے سے اور اپنے نانا حضرت خواجہ فضل الدین عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ بعد ازاں علوم دینیہ کی تکمیل کے لیے مفکر اسلام شہزادۂ غوث الوریٰ فخر سادات مرد آہن حضرت علامہ پیر سید عبدالقادر شاہ جیلانی مدظلہ العالی آف تینچ بھاٹہ راولپنڈی کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر کے تکمیل کی اور علوم جدیدہ وظاہریہ میں ایم اے ایل ایل بی کی ڈگریاں حاصل کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔

۱۹۶۷ء میں واہ کینٹ کی سرزمین کو آپکے قدم چومنے کا شرف حاصل ہوا پھر کیا تھا کہ وہیں کے ہو کے رہ گئے۔ ۱۹۷۳ء میں علامہ موصوف نے واہ کینٹ بستی کاریگراں H-24 میں بڑے وسیع و عریض رقبے پر عظیم فکری علمی اور روحانی مرکز ''جامعہ رضویہ انوار العلوم'' کا سنگ بنیاد عظیم علمی و روحانی شخصیت حضرت ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمتہ آف بھیرہ شریف کے دست مبارک سے رکھوایا۔ جامعہ کا افتتاح مفکر اسلام شہزادۂ شاہ جیلاں حضرت علامہ پیر سید عبدالقادر جیلانی مدظلہ العالی نے کیا اور خدا کے دین کی حفاظت اور علوم دینیہ کی تعلیم کا عظیم کام شروع کر دیا۔ بے سروسامانی کے عالم میں شروع ہونے والے اس ادارے نے پوری دنیائے اسلام میں شہرت کی منزلوں کو چھوا وہ صرف اس لیے کہ اس پورے کار خیر میں حضرت خواجہ فضل الدین عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ کی نگاہ ولایت اور آپکے والد گرامی حضرت خواجہ محمد شفیع عباسی قادری علیہ الرحمتہ کے فیضان اور پیر پیراں میر میراں حضرت سید

عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولایت کا تصرف شامل حال رہا ہے۔ان بزرگوں کے جلائے ہوئے اس چراغ اور نوری کرنوں سے پورا عالم جگمگا رہا ہے۔جامعہ رضویہ انوار العلوم مین تقریباً سینکڑوں طلباء وطالبات شعبہ حفظ وناظرہ اور درسی کتب کے شعبہ میں تعلیم حاصل کرر ہے ہیں۔دین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم کے حصول میں مصروف ہیں۔

اس کے علاوہ طلبا وطالبات ۵۰ سے زائد علمی مراکز اندرون ملک و بیرون ملک علامہ موصوف کی زیر سرپرستی چل رہے ہیں۔ علامہ موصوف کی زیرادارت ماہنامہ فیضان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اجرا اہل سنت وجماعت کی اشاعت تحریک میں خوبصورت اور نمایاں کردار ادا کر رہا ہے۔اس کے علاوہ علامہ موصوف تنظیم اہل سنت انٹرنیشنل کے سربراہ بھی ہیں۔جو تحریکی اور تنظیمی میدان میں اہل سنت وجماعت کے نمائندگی کا فریضہ سرانجام دے رہی ہیں۔

سالانہ عالمی امام احمد رضا کانفرنس کا انعقاد ہمیشہ زندہ رہنے والا کارنامہ ہے۔شہزادۂ اعلیٰ حضرت عالمی مبلغ اسلام حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری اور حضرت علامہ مفتی محمد منان رضا خان قادری مدظلہ العالی ہر دو شہزادگان کا جامعہ رضویہ انوار العلوم واہ کینٹ میں تشریف لانا اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ علامہ موصوف کو مشن اعلیٰ حضرت سے خصوصی لگاؤ اور محبت ہے۔

بنیرہ اعلیٰ حضرت علامہ مفتی محمد منان رضا خان قادری بریلوی نے علامہ پیر عبدالقادر قادری ایم اے ایل ایل بی کو اجتماع عام میں ہزاروں افراد کی موجودگی میں عام اجازت وخلافت سے بھی سرفراز وممتاز فرمایا۔ان کے علاوہ جانشین اعلیٰ حضرت مفتی اختر رضا خان قادری بریلوی نے بھی آپ پر خصوصی شفقت فرماتے ہوئے قادریہ رضویہ سلسلہ کے وظائف کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔اس کے علاوہ جگر گوشۂ غوث الوریٰ لاڈلہ شاہ جیلاں حضرت پیر السید یوسف گیلانی قادری بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے نہ صرف آپ کو اپنے دست مبارک پیر شرف بیعت سے مشرف فرمایا بلکہ تھوڑے ہی عرصہ بعد دستار خلافت سے بھی سرفراز وممتاز فرما کر صاحب ارشاد کیا۔جنڈی شریف کے اس روحانی آستانے پر حضرت خواجہ فضل الدین عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ محمد شفیع عباسی قادری علیہ الرحمۃ کے سالانہ عرس مبارک کے علاوہ پورے سال میں متعدد دینی ومذہبی وروحانی محافل کا اہتمام ہوتا ہے۔

جبکہ میلاد النبی ﷺ اور حضرت سیدنا امام حسین علیہ اسلام کی مناسبت سے محرم الحرام میں اور سالانہ عرس مبارک حضرت پیر السید یوسف گیلانی قادری البغدادی رحمتہ اللہ علیہ اور پیران پیر دستگیر سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سالانہ عرس مبارک کے موقع پر جامعہ غوثیہ جنڈی شریف سے فارغ ہونے والے طلباء کی دستار بندی آپ ہی کی زیر سرپرستی ہوتی ہے۔جس میں دنیائے اہل سنت کے ممتاز علمائے کرام مشائخ عظام وفاقی وصوبائی وزراء اراکین پارلیمنٹ عمائدین علاقہ شرکت وخطاب کرتے ہیں۔

وصال باکمال ☆: حضرت خواجہ فضل الدین عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ کا وصال باکمال ۱۳۸۳ھ بمطابق ۱۹۶۳ء کو جنڈی شریف میں ہوا۔مزار پرانوار موضع جنڈی شریف تحصیل کہوٹہ ضلع راولپنڈی میں مرجع خاص وعام ہے جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دیکر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت مولانا پروفیسر حامد حسن فاروقی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: آئینہ جلال و جمال حقانی، مظہر تامہ کمال انسانی، مست الست نغماتِ بے ساز، حضرت ملانا الحاج پروفیسر حامد حسن فاروقی نقشبندی قادری رحمتہ اللہ علیہ کا شمار عارفان روزگار اور واصلان صاحب اسرار میں ہوتا ہے۔

آپ کی ولادت باسعادت حضرت مولانا احمد حسن فاروقی علیہ الرحمۃ کے علمی گھر میں ۲۹، جمادی الآخر ۱۳۰۴ھ/ ۱۰ مارچ ۱۸۸۷ء کو بچھراؤں ضلع مراد آباد (یو۔ پی انڈیا) میں ہوئی۔ سلسلہ نسب عارف کامل حضرت بابا فریدالدین مسعود چشتی گنج شکر قدس سرہ الاقدس (آستانہ عالیہ پاکپتن شریف ضلع ساہیوال) سے جا ملتا ہے۔ اس بنا پر آپ فاروقی اور فریدی بھی کہلاتے تھے۔

تعلیم و تربیت ☆: ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کرنے کے بعد اسٹیٹ ہائی اسکول رامپور سے ۱۹۰۹ء میں میٹرک پاس کیا پھر مدرسہ عالیہ رامپور میں داخل ہو کر فارسی اور عربی کی تحصیل کی۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور سے منشی فاضل اور اردو فاضل کے امتحانات پاس کرنے کے بعد ایف۔ اے کیا۔

درس و تدریس ☆: غالباً ۱۹۲۳ء میں ندوۃ العلماء لکھنو کا سالانہ جلسہ حلیم ہائی اسکول کانپور میں منعقد ہوا جس کی صدارت حکیم محمد اجمل خان دہلوی فرما رہے تھے۔ ان دنوں آپ حلیم مسلم ہائی اسکول کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ آپ نے ''عربی لسانیات'' پر ایک بلند پایہ علمی مقالہ پڑھا جس سے حاضرین عش عش کر اٹھے۔ نواب صدر یار جنگ حبیب الرحمٰن شروانی نے جوش طرب میں پیشانی چوم لی، حکیم اجمل خان نے کرسی صدارت سے اٹھ کر بے اختیار گلے لگا لیا اور پر جوش الفاظ میں داد دی اور سید سلیمان ندوی نے کہا: جزاک اللہ! آپ نے ہمارا کام انجام دیا ہے۔ دیگر مشاہیر نے بھی آگے بڑھ کر داد تحسین کے پھول برسائے۔

کانپور، اٹاوہ اور بڑودہ میں شاندار تعلیمی خدمات سرانجام دینے کے بعد ۱۹۲۷ء کو سینٹ جانسن کالج آگرہ میں پروفیسر ہو گئے۔ ۱۹۴۵ء کو اپنے برادر اکبر مولانا پروفیسر عابد حسن فریدی (۱۸۷۹ء۔ ۱۹۴۵ء) کے وصال پر صدر شعبہ اردو، فارسی بن گئے۔ ۱۹۵۱ء کو ریٹائر ہوئے۔

بیعت و خلافت ☆: دسمبر ۱۹۲۷ء کو علی پور شریف (ضلع نارووال، پنجاب) حاضر ہو کر امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی

شاہ سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے اور ۷ جولائی ۱۹۴۵ء کو حضرت امیر ملت آگرہ تشریف لائے تو آپ کو خلافت سے نوازا۔
آپ ''قادری'' اس لئے کہلاتے تھے کہ بیعت ہونے سے قبل آپ کے بھائیوں اور چچازاد بھائیوں نے ایک دن گھر میں بیٹھ کر فیصلہ کیا کہ اپنے اپنے نام کے ساتھ لقب لگانا چاہیے۔ چنانچہ آپ نے اپنے نام کے ساتھ قادری آپ کے بڑے بھائی پروفیسر عابد حسن نے فریدی اور آپ کے چچازاد بھائی پروفیسر محمد طاہر نے فاروقی لقب اختیار کیا جو نام کا حصہ اور وجہ شہرت بن گیا۔ (میاں محمد صادق صاحب قصوری نے فقیر کے نام ایک خط میں یہ وجہ بتائی ہے)۔

شاعری ☆: آپ ایک جید عالم فاضل ہونے کے ساتھ بہت بڑے شاعر بھی تھے۔ حضرت امیر مینائی کے شاگرد رشید منشی امتیاز علی راز رامپوری سے شرف تلمذ تھا۔ غزل کے علاوہ نظم ونثر اور نعت ومنقبت میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ عربی، فارسی، اردو سنسکرت اور انگریزی زبانوں پر دسترس رکھتے تھے۔ آپ کی نعتیہ شاعری میں سے ایک نعت تبرکاً درج کرتا ہوں:

صاحب لولاک آیہ رحمت ظل الٰہی سایہ رحمت
صلی اللہ علیہ وسلم

کہتی ہے ان سے رحمت داور اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَر
صلی اللہ علیہ وسلم

حکم ان کا فرمان خدا کا اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی
صلی اللہ علیہ وسلم

بدر جی بھی شمس ہدیٰ بھی عاشق بھی محبوب خدا بھی
صلی اللہ علیہ وسلم

شمع سبل بھی، ہادی کل بھی فخر بشر بھی، ختم رسل بھی
صلی اللہ علیہ وسلم

رحمت والے، راحت والے شوکت والے، سطوت والے
صلی اللہ علیہ وسلم

امی، علم سکھانے والے راہ عقل دکھانے والے
صلی اللہ علیہ وسلم

یاد الٰہی کرنے والے فقر میں شاہی کرنے والے
صلی اللہ علیہ وسلم

ہم جیتے ہیں ان کے سہارے　　　ہم ان کے ہیں وہ ہیں ہمارے
صلی اللہ علیہ وسلم

آپ کے صوفیانہ کلام میں سے رباعیات کا نمونہ پیش خدمت ہے:

بشر اگر مطلوب خدا ہو　　ہو جائے فنا جو ما سوا ہو
زاہد ہو مگر طلب میں گرداں　　ذاکر بھی مثال آسیا ہو
غفلت کا جو پردہ چاک ہو جاتا ہے　　عالم نظروں میں خاک ہو جاتا ہے
ہوتا ہے جب آلودۂ عصیاں نادم　　اشکوں میں نہا کے پاک ہو جاتا ہے

ممتاز شاعر صبا اکبر آبادی ثمہ کراچی مرحوم لکھتے ہیں:

مولانا قادری کا تاریخ گوئی کا کمال بھی ضرب المثل بن چکا ہے۔ منٹوں میں نہیں سیکنڈوں میں ایسی برجستہ تاریخ کا مادہ نکالتے تھے اور اس پر ایسے مصرے لگاتے تھے کہ موضوع کی پوری اہمیت واضح ہو جاتی تھی۔ اس سلسلے میں ان کی کہی ہوئی تاریخوں کا ایک کثیر ذخیرہ ان کے صاحبزادگان کے پاس موجود ہے۔

ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی صدر شعبہ اردو دہلی یونیورسٹی دہلی رقمطراز ہیں:

اب تک انہوں نے دو ہزار سے زیادہ تاریخی مادے نکالے ہیں اور ان میں سے ایک ہزار سے زیادہ نظم کر دیئے ہیں۔ پھر کوئی تاریخ ایسی نہیں جس میں کوئی لطیفہ اور کوئی چٹکلہ نہ ہو۔ شگفتگی و برجستگی بلا استثناء ہر تاریخ میں ملے گی۔ اندر سے چائے لا رہے ہیں، ریل میں سوار ہو رہے ہیں، وضو کر رہے ہیں اور تاریخ کہہ رہے ہیں۔ یہ روانی اور آمد تاریخ کے معاملہ میں نہ دیکھی نہ سنی۔

۱۔ آپ نے اپنے پیر مرشد حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری کے وصال کی تاریخ قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ سے نکالی ہے:

یایتھا النفس المطمنة ارجعی الی ربک. (پارہ ۳۰ الفجر: ۲۷) ۱۳۷۰ھ

۲۔ صدر الافاضل رئیس المفسرین علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی کے وصال پر قطعہ تاریخ وصال کہا:

سب بے سروپا ہو گئے ایسا تھا مولانا کا غم
فضل و سخا رشد و ہدیٰ حلم و حیا عدل و کرم
اے قادریؔ خستہ جگر تاریخ رحلت کر رقم
"ہیں رونما اب درد و غم قہر و جفا رنج و ستم"

۱۹۴۸ء

۳۔ آگرہ والے حضرت مولانا مفتی محمد عبدالحفیظ حقانی (والد مولانا محمد حسن حقانی کراچی) کے وصال پر قطعہ تاریخ وصال کہا:

مفتی عبدالحفیظ صاحب آج پردہ فرما کے حق سے ہیں واصل
نیک دل، طبع، نیک اوصاف سر بسر پاک جان و روشن دل
واعظ خوش بیان و بحر علوم صاحب فیض و فاضل کامل
تربت پاک ان کی نورانی رشک خلد ان کی اولیں منزل

قادری نے بھی ان کا سال وصال
لکھ دیا ''وصل ذات کا حامل''

۱۳۷۷ھ

۴۔ ۱۳۶۶ھ کو جب حضرت سیماب اکبر آبادی نے قرآن کریم کا منظوم ترجمہ مکمل فرمایا اور اس کی اطلاع قادری صاحب کو پہنچی تو آپ نے بعجلت ایک تاریخ کہہ کر بھیجی جس کا تاریخی مصرعہ تھا:

''آ گئی وحی منظوم اردو میں''

۱۳۶۶ھ

قادری صاحب ایک مکتوب میں رقمطراز ہیں:

۵۔ ۳۱ جنوری ۱۹۵۱ء/ ۱۳۷۰ھ کو علامہ سیماب اکبر آبادی نے کراچی میں رحلت فرمائی اس وقت قبلہ قادری صاحب آگرہ (اکبر آباد) میں تھے لہٰذا آپ نے تعزیت نامے کے ساتھ ایک ایسی تاریخ مرتب کر کے بھیجی جس کی کوئی دوسری مثال ممکن نہیں ہے۔ اس تاریخ کا پہلا عنوان تھا:

مجمع تواریخ

۱۳۷۰ھ

اور دوسرا عنوان تھا:

انتقال پر ملال یگانہ آفاق علامہ سیماب اکبر آبادی

۱۹۵۱ء

۶۔ ۱۳۶۶ھ/ ۱۹۴۷ء کو دنیا کے نقشہ پر پاکستان ابھر کر سامنے آیا۔ قیام پاکستان کا سن کر انہوں نے قرآن پاک کی ایک آیت سے استخراج فرمایا۔ ملاحظہ کیجیے۔

مسلمانوں کا پاکستان حق تھا

کہ تھا ارشاد: کنتم خیرامۃ

۱۳۶۶ھ

عادات وخصائل ☆: خود اپنے متعلق لکھتے ہیں: ''میرا مشغلہ زندگی بجز لکھنے پڑھنے کے کچھ نہیں رہا۔لڑکپن اور طالب علمی میں بھی کھیلوں اور میچوں میں حصہ نہیں لیا۔ بلکہ عجیب بات یہ ہے کہ کھیلنا کیا معنی، مجھے کھیل دیکھنا ہی نہیں آتا۔''

ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی لکھتے ہیں: ''قادری صاحب نیچی نظر کر کے پڑھاتے ہیں اور نیچی نظریں کر کے چلتے ہیں۔راستے میں سلام کیجئے انہیں خبر نہ ہوگی، پان بہت کھاتے ہیں لیکن کالج میں نہیں۔ڈبیا سفر میں رکھتے ہیں۔قادری صاحب اپنے خیالات میں بڑے سخت و مضبوط ہیں لکھتے ہیں،''میں اپنے مذہب، اخلاق و معاشرت، ادب اور شاعری میں نہایت کٹر واقع ہوا ہوں۔ میں اپنے مذہب کو الہامی، اپنی تہذیب کو توفیقی اور اپنے شعر و ادب کو روایتی سمجھتا ہوں اور ان میں سے کسی کے متعلق اپنے نظریہ ادب کو بدلنے کے لئے تیار نہیں۔''

پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر فاروقی سابق صدر شعبہ اردو پشاور یونیورسٹی پشاور لکھتے ہیں:

آپ نے عربی فارسی کے علاوہ انگریزی ادب اور تنقید کا وسیع مطالعہ اپنے شوق سے کیا تھا جیسا کہ ان کے علمی اور تنقیدی مقالات سے ثابت ہے۔انگریزی ادب کے پروفیسر آپ کی دقت نظر اور وسعت علم سے حیران رہ جاتے تھے، یہی حال فارسی و عربی اور دینی علوم کا تھا کہ آپ نے مدرسہ میں جس قدر علم حاصل کیا تھا، عمر بھر کے مطالعہ سے بہت کچھ اضافہ کیا تھا اور جلیل القدر عالم بن گئے تھے۔۱۹۵۵ء کو آگرہ سے کراچی آ گئے۔ یہاں آ کر آپ نے تصنیفات کا سلسلہ بالکل ختم کر دیا تھا اور صرف عبادت و ریاضت میں وقت صرف فرماتے تھے۔آپ خاموش مزاج اور کم گو شخص تھے۔تواضع، مہمان نوازی، بردباری، انکساری اور استبازی آپ کی طبیعت ثانیہ تھی۔شاگردوں یا بچوں پر کبھی غصہ نہیں ہوتے تھے۔''

ڈاکٹر خواجہ صاحب مزید لکھتے ہیں: قادری صاحب بڑے سنجیدہ متین اور منکسر المزاج آدمی ہیں۔لیکن زاہد خشک نہیں وہ روایت پرست ہونے کے باوجود اچھی اور نئی بات جہاں بھی ملتی ہے اسے پسند کرتے ہیں اور داد دیتے ہیں۔''

پاکستان میں قیام ☆: تذکرہ انوار علمائے اہل سنت کے مصنف علامہ پیر سید زین العابدین شاہ راشدی قادری مدظلہ اپنی کتاب میں رقمطراز ہیں کہ ۱۹۵۵ء کو بھارت سے کراچی تشریف لے آئے تھے۔آپ ادیب کے ساتھ صوفی بھی تھے۔آپ عابد و زاہد تھے، مرشد سے محبت رکھتے تھے ہر ہفتہ گھر پر حلقہ ذکر شریف کا اہتمام فرماتے تھے۔تمام اوراد و وظائف طریقت کے پابند تھے۔آپ کم گو تھے۔تواضع مہمان نوازی بردباری اور انکساری آپ کی طبیعت ثانیہ تھی۔

اولاد ☆: آپ کو چار بیٹے اور غالباً دو بیٹیاں تولد ہوئیں۔(۱) ساجد حسن قادری (کوئٹہ) (۲) ڈاکٹر خالد حسن قادری (لندن اسکول فار اورینٹل لینگویجز لندن)۔(۳) ماجد حسن قادری ۔(۴) راشد حسن قادری مرحوم مدفون کراچی (بروایت فرید قریشی ایڈیٹر تصوف کراچی)

جناب رئیس امروہی لکھتے ہیں: حضرت مولانا کے چاروں فرزند بحمد اللہ مدارج اعلیٰ (بڑی پوسٹوں) پر فائز ہونے کے ساتھ اپنے جلیل القدر باپ کے علمی وادبی ذوق کے بھی وارث ہیں۔ (سہ ماہی تصوف قادری نمبر حصہ اول ۱۹۸۴ء)

تلامذہ ☆: آپ کے نامور تلامذہ میں بعض کے نام درج ذیل ہیں:

☆ نامور اسکالر پروفیسر ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی سابق وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی۔

☆ پروفیسر کرار حسین سابق وائس چانسلر بولان یونیورسٹی کوئٹہ۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال مورخہ ۲۴ محرم الحرام ۱۳۸۴ھ بمطابق ۶ جون ۱۹۶۴ء کو کراچی میں ہوا۔ پاپوش نگر ناظم آباد کراچی کے قبرستان میں آپ کی مرقد منورہ مرجع خاص وعام ہے۔۔ آپ کے صاحبزادگان ہر سال آپ کا عرس مناتے ہیں۔

جناب راشد حسن قادری نے آپ کے انتقال پر قطعہ تاریخ وفات کہا ہے جو کہ درج ذیل ہے:

تھا عشق رسول میں ہمیشہ جو شغف
واصل جو ہوئے "رب" سے وہ رحلت کے بعد
مائل رہا دل سدا مدینے کی طرف
حاصل ہوا قبر میں زیارت کا شرف

۱۷۶۲+۲۰۲_۱۹۶۴ء

بشکریہ، تذکرہ انوار علمائے اہلسنت سندھ

حضرت سید رجب علی شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆ : زبدۃُ العارفین، قدوۃ السالکین، امام الواصلین، حضرت سیّد رجب علی شاہ المعروف سائیں راج ولی رحمتہ علیہ ہنزہ نگر گلگت میں سیّد مبارک علی شاہ کے گھر اٹھارویں صدی ہجری کے آخر میں آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ کے آباؤ اجداد حسنی حسینی سادات میں سے تھے اور حضرت غوث پاک میر میراں پیر پیراں حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے تھے۔ اسی واسطے آپ کا گھرانہ بڑے گھرانے والے سیدوں کے نام سے مشہور تھا۔ آپ کا گھرانہ شروع ہی سے دیندار اور متقی و پرہیزگار تھا اور پورے علاقہ میں علم و عرفان کا مرکز تھا۔

تعلیم و تربیت ☆ : آپ نے شریعت و طریقت کی ظاہری و باطنی اور ابتدائی تعلیم اپنے گھر میں ہی اپنے بزرگوں سے حاصل کی۔ ۱۹۰۱ء میں آپ ضلع پونچھ آزاد کشمیر سے ہجرت کر کے کوہ مری میں تشریف لے آئے اور وہاں پر مزدوروں کے ہمراہ کوٹھیوں اور لارنس کالج کے تعمیری کام میں مزدوری اور محنت کر کے دن گذارتے اور تمام رات عبادت و ریاضت کر کے یادالٰہی میں وقت گذارتے آپ کا قلب مبارک محنت و مزدوری کے دوران بھی یاد خدا میں مشغول رہتا۔

۱۹۱۴ء میں آپ نے فوج میں ملازمت کر لی اور ڈیوٹی کرتے رہے مگر ڈیوٹی کے دوران آپ یاد خدا میں مصروف رہتے مجاہدے اور ریاضت کی وجہ سے آپ پر روحانیت جذب و مستی کا غلبہ طاری ہونے لگا۔ آپ کے چہرہ پر روحانیت کے غلبہ کی وجہ سے آپ اپنی پلٹن میں یکتا اور ممتاز نظر آتے تھے۔

اللہ کی شان کہ جارج پنجم شہنشاہ کا لڑکا آپ کو انتہا درجہ کی عقیدت و محبت سے ملا کرتا تھا وہ آپ کو اپنے ہمراہ انگلستان لے گیا۔ اسے قدرتی طور پر آپ کی عادات و اخلاق سے اُنس و پیار تھا۔ جب جذب و مستی کا ہر وقت آپ پر غلبہ رہنے لگا تو آپ نے ملازمت کو خیر باد کہہ دیا اور انگلستان سے واپس تشریف لا کر مختلف بزرگوں کے مزارات پر حاضری دیتے رہے۔ اسی دوران آپ بغداد شریف حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار گوہر بار پر حاضر ہوئے اور کچھ دن وہیں پر قیام پذیر رہے۔ حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو باطنی طور پر حکم دیا کہ واپس اپنے وطن چلے جائیں۔

چنانچہ آپ حکم ملتے ہی فوراً وطن پہنچے اور راولپنڈی پہنچ کر حضرت سید عبداللطیف شاہ قادری المعروف بری امام سرکار علیہ الرحمتہ کے مزار پرانوار پر حاضری دے کر مجاہدے و مراقبے میں مصروف ہو گئے۔ بالآخر حضرت بری امام سرکار علیہ الرحمتہ نے آپ کو حکم دیا کہ کامرہ شریف میں حضرت سائیں سلطان ٹکا قادری سرکار علیہ الرحمتہ کی خدمت اقدس میں پہنچیں۔

بیعت و خلافت ☆: آپ حضرت سیّد عبداللطیف شاہ قادری المعروف بری امام سرکار علیہ الرحمتہ کا حکم ملتے ہی ۱۹۲۳ء میں کامرہ شریف تحصیل کوٹلی ستیاں میں حضرت سائیں ٹکا سلطان کی خدمت اقدس میں پہنچے اور ان کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور عبادت و ریاضت میں مصروف ہو گئے ہر وقت ذکر خدا میں مستغرق رہتے آپ کے مرشد حضرت ٹکا سرکار علیہ الرحمتہ بھی آپ سے بہت پیار کرتے اور شفقت سے پیش آتے اور آپ پر بہت خوش اور مہربان تھے۔ ایک مرتبہ چند درویشوں نے حضرت سائیں ٹکا سرکار علیہ الرحمتہ سے آپ کے متعلق شکایت کی گلگتی درویش زیادہ راشن کا مطالبہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں کام مقررہ مقدار سے زیادہ کرتا ہوں۔ لہٰذا راشن بھی زیادہ لوں گا۔

اس پر حضرت سائیں ٹکا سرکار علیہ الرحمتہ نے حکم دیا کہ آج سے گلگتی درویش کھانا میرے ساتھ تناول کیا کرے گا۔ اس بات سے حضرت ٹکا سرکار علیہ الرحمتہ کی آپ پر شفقت و محبت کا اظہار ہوتا ہے۔

چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد حضرت سائیں ٹکا سرکار نے آپ کو خرقہ خلافت سے نواز کر صاحب ارشاد کیا۔

سیرت و کردار ☆: آپ انتہا درجہ کے متقی و پرہیزگار عابد و زاہد اور پارسا تھے۔ نماز پنجگانہ باجماعت ادا فرماتے تھے اور تہجد کے علاوہ دیگر نوافل خصوصیت کے ساتھ ادا فرماتے حسن اخلاق میں بے مثال اور سخاوت میں یکتا تھے۔ آنے والے عقیدت مندان سے بڑی محبت سے پیش آتے اور ان کی خوب خاطر تواضع فرماتے اور انہیں بڑی محبت سے ذکر تلقین فرماتے آپ کے تمام مریدین ذاکر و شاغل تھے۔

وصال باکمال ☆: آپ نے تمام زندگی کوہ مری لوئر مال کشمیر محلہ کی ایک بوسیدہ مسجد میں گزاری اور اسے از سر نو تعمیر کیا اور بائیس سال تک اس مسجد میں بطور مؤذن خدمت کرتے رہے بعد ازاں چند حاسدین کی مخالفت کی بنا پر دھوبی گھاٹ مری میں قیام کیا بالآخر گیارہ جمادی الاول ۱۳۸۷ ہجری بمطابق 1967ء کو آپ کا وصال باکمال ہو گیا۔ آپ کا مزار پرانوار دھوبی گھاٹ تحصیل مری ضلع راولپنڈی میں مرجع خاص و عام ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سلطان محمد مشتاق قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: سلطان الطریقت، گنج حقیقت، برہان شریعت، مخزن سخی، معدن وفا، کان صفا حضرت سلطان محمد مشتاق قادری رحمتہ اللہ علیہ قدوۃ الاخیار ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۳۸ھ بمطابق ۱۹۱۹ء کے لگ بھگ ولی العصر حضرت سلطان محمد حیات قادری علیہ الرحمۃ کے روحانی و علمی گھر واقع دربار حضرت سلطان محمد باہو گڑھ مہاراجہ تحصیل شورکوٹ ضلع جھنگ میں ہوئی۔

آپ آٹھویں پشت میں سلطان العارفین حضرت سلطان باہو علیہ الرحمۃ کی اولاد پاک سے ہیں۔ آپ نے تمام عمر ترک و تجرید میں گزاری، آپ نہایت ہی رحم دل، خداترس اور غریب پرور تھے، آپ کے ڈیرہ پر اکثر اندھے، لنگڑے، لولے اور محتاج قسم کے لوگ پڑے رہتے تھے۔ ان تمام کے خورد و نوش اور لباس کا انتظام بھی آپ بذات خود فرماتے تھے۔

آپ نے اپنی مختصر زندگی میں سینکڑوں غریبوں، ناداروں، اور لاعلاج مریضوں کے علاج اپنی گرہ سے مفت کروایا، آپ کا معمول تھا کہ اکثر بیماروں کو اپنے ہمراہ ہسپتالوں میں لئے پھرتے اور ان کے علاج معالجے کراتے تھے، یوں محسوس ہوتا ہے کہ آپ نے اپنی زندگی دکھی انسانیت اور ان مفلوک الحال، غریب و نادار معذور لوگوں کے لئے وقف کر رکھی تھی، اور اسی کام کو اپنا مشن بنائے رکھا۔

آپ جب کبھی سندھ اور بلوچستان کے دورے سے واپس لوٹتے تو وہاں سے کئی مفلس و نادار معذور مریض آپ کے ہمراہ ہوتے جنہیں ملتان اور لاہور کے ہسپتال میں لے جا کر داخل کراتے اور ان کے علاج معالجے کا بندوبست فرماتے تھے۔ اور کئی مریضوں کو اکثر اپنے دوستوں کے سپرد کر دیا کرتے تھے۔

سلسلہ طریقت کے لئے خدمات ☆: آپ نے بلوچستان میں زیادہ تر علاقہ موسیٰ خیل اور سبی ناڑی میں سلسلہ طریقت کو فروغ دیا، ناڑی کی آبادی کے اکثر لوگ آپ ہی کے مرید تھے۔

دینی اور علمی خدمات ☆: آپ نے عوام الناس تک دین اسلام کی تعلیم کو گھر پہنچانے کے لئے پنجاب میں بھکر کے مقام پر ایک دینی مدرسہ "جامعہ انوار باہو" کی بنیاد رکھی، اسی طرح اسی نام پر آپ نے بلوچستان کے علاقہ "بھاگ" ضلع سبی اور ڈھاڈر ضلع

پچھی میں دو اسلامی و دینی مدرسے قائم کئے اور وہاں قرآن حکیم کی تعلیم شروع کرائی۔ یہ سب آپ ہی کے مشن کا نتیجہ ہے کہ آج کوئٹہ کی وحدت کالونی اور مستونگ میں سوگر کے مقام پر قلات اور ڈیرہ میں ''انوار باہو'' کے نام سے حضرت قبلہ پیر سید غلام دستگیر القادری اور حاجی سلطان نور حسین نے مدارس دینیہ کھول رکھے ہیں، جو کامیاب اور خود کفیل ہیں۔

اولاد و امجاد ☆: آپ نے شادی ضرور کی تھی مگر اولاد کوئی نہ تھی، آپ بالکل لاولد فوت ہوئے۔

بی اور بلوچستان، موسیٰ خیل ضلع لورالائی کے مریدوں میں آپ کی لاتعداد کرامات مل سکیں۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۳۸۷ھ بمطابق ۱۹۶۷ء میں بلوچستان کے علاقہ مانی، خارفورٹ سنڈیمن میں ہوا، مزار پُر انوار، حضرت سلطان سردار بخش شہید علیہ الرحمۃ کے دربار واقع محلہ سردار بخش تحصیل و ضلع بھکر صوبہ پنجاب میں مرجع خاص و عام ہے۔

آپ اکثر درج ذیل شعر پڑھا کرتے تھے۔

اے دل نہ کر ارمان جو کچھ بنٹی واہ واہ بنٹی
مولا دی ایہا کنٹی جو کچھ بنٹی واہ واہ بنٹی

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت مولانا سلطان اعظم قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف☆: عارف اکمل، خطیب بے بدل، مرشد زمانہ، عارف یگانہ، حضرت مولانا سلطان اعظم قادری رحمتہ اللہ علیہ ماہتاب فقر وولایت ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت سے قبل آپ کے والد بزرگوار حضرت میاں غلام محمد قادری علیہ الرحمۃ کے ہاں اولاد نرینہ نہ تھی۔

آپ کی والدہ ماجدہ بھی ایک نیک خاتون اور حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قادری علیہ الرحمۃ کے خانوادہ میں مریدہ تھیں۔ ایک دن مرشد کامل نے ان کو روزے رکھنے کا حکم دیا تو آپ کی والدہ نے بارہ برس تک مکمل روزے رکھے۔

اس کے بعد آپ کے والدین پر خدا کا فضل واحسان آپ کی ولادت کی صورت میں ہوا تو والدین نے آپ کا نام نامی اسم گرامی سلطان اعظم تجویز فرمایا پھر دنیا نے دیکھا کہ آپ اسم بہ مسمیٰ ثابت ہوئے۔

آپ کے والدین کا تعلق مردم خیر سرزمین چھپڑ شریف اور قوم اعوان سے ہے، جو سیکسر ضلع خوشاب میں واقع ہے، اسی جگہ آپ کی بنیادی تربیت اور تعلیم کا آغاز کا ہوا، بعد ازاں مختلف مدارس دینیہ میں رہ کر اکتساب علم کرتے رہے۔

آپ کے اساتذہ میں علامہ غلام محمود آف پپلاں ضلع میانوالی، علامہ غلام رسول موضع انہی ضلع گجرات کے پاس علوم متداولہ کی کتب پڑھیں۔ اور دورۂ حدیث مولوی انور کشمیری دیوبندی سے پڑھ کر سند فراغت حاصل کی۔

بیعت وخلافت☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں سلطان العارفین حضرت سلطان باہو علیہ الرحمۃ کے سجادہ نشین حضرت سلطان نور احمد قادری علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور انہی کے ہاتھوں خرقہ خلافت پا کر سرفراز وممتاز ہوئے۔

سیرت وکردار☆: آپ کا خاندان حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قادری علیہ الرحمۃ کے خدام میں شمار ہوتا تھا۔ خاندان میں روحانیت بزرگان دین سے عقیدت ومحبت آپ کے بزرگوں میں رچی بسی ہوئی تھی۔ سلسلہ عالیہ میں بیعت کے بعد آپ کی ظاہری زندگی میں انقلاب بپا ہو گیا۔ تقویٰ، طہارت اور عبادت وریاضت کے جذبات بدرجۂ اتم پیدا ہو گئے۔

آپ کا معمول تھا کہ نماز فجر کے بعد اشراق تک اوراد ووظائف مکمل فرماتے۔ درود کبریت احمر ہمیشہ بکثرت پڑھتے۔ آپ

خود فرماتے کہ درودِ پاک کی برکت سے مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار اقدس تک رسائی ہوئی۔ نماز اشراق کے بعد شائقین علوم دینیہ کو درسی کتابیں تعلیم فرماتے یہ سلسلہ نماز ظہر کے بعد تک جاری رہتا۔ نماز عصر کے بعد قرب وجوار سے آنے والوں کے شرعی مسائل کا حل فرماتے۔

آپ کا یہ معمول تھا کہ ہر ماہ حضرت سلطان باہو قادری علیہ الرحمۃ کے مزار پُر انوار پر حاضری دیتے۔ مگر دوران سفر بھی درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔

کئی مرتبہ بیداری کے عالم میں حضرت سلطان باہو قادری علیہ الرحمۃ کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے۔

یاد خدا اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی ذات والا صفات میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ زندگی بھر سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف کوئی عمل سرزد نہ ہونے دیا۔ آپ کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، سنت کے عین مطابق تھا۔ راستے میں چلتے ہوئے نظریں جھکا کر چلتے۔ اس قدر سادہ زندگی گزارتے کے ہمیشہ کھڈی کے بنے ہوئے کپڑے استعمال کرتے تھے۔ حالانکہ اپنے وقت کے عظیم مفسر ومحدث اور فقیہہ جبکہ روحانیت میں بلند مقام رکھتے تھے۔

آپ کے چند تلامذہ کے اسمائے گرامی ☆: یوں تو آپ کے تلامذہ کی تعداد شمار سے باہر ہے، چند مشہور تلامذہ کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔ شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ محمد قمرالدین سیالوی سیال شریف سرگودھا، شیخ الحدیث علامہ محمد اشرف سیالوی، شیخ الحدیث سیال شریف، مولانا محمد حسین شوق پپلاں ضلع میانوالی، مولانا شہباز خان، مولوی واحد بخش کوٹ مٹھن شریف، مولوی خدا بخش موضع کفری ضلع خوشاب، مولوی واحد بخش کوٹ مٹھن شریف، مولوی خدا بخش موضع کفری ضلع خوشاب، مولوی شمس الدین موضع رجانہ ضلع سرگودھا، مولوی غلام قادر موضع پنج گرائیں، ضلع بھکر، مفتی محمد نواز جال تحصیل پپلاں ضلع میانوالی، مولوی غلام یٰسین دیوبندی واں بھچراں ضلع میانوالی، مولوی غلام حسین دیوبندی ڈیرہ اسماعیل خان جیسے فاضلین زمانہ آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر کے علوم دینیہ میں اکتساب فیض کرتے رہے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۳۸۷ھ بمطابق 1967ء میں ہوا۔ مزار پُر انوار موسیٰ والی تحصیل پپلاں ضلع میانوالی میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں آپ کے عقیدت مندان آج بھی حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کے دربار مقدسہ کے ساتھ ایک بہترین خوبصورت مسجد اور اس سے ملحقہ ایک دینی مدرسہ بھی موجود ہے۔ آج کل آپ کے سجادہ نشین میاں غلام محی الدین صاحب ہیں۔ جو آپ کے طریقہ پر قائم رہتے ہوئے دین اسلام اور سلسلہ عالیہ قادریہ کی خدمت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت مولانا سید عبدالسلام قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: حاجی الحرمین شریفین، محبوب غوث اعظم، مقبول بارگاہ رحمانی، ناصر الاسلام حضرت علامہ مولانا سید عبدالسلام قادری رحمتہ اللہ علیہ آپ شیخ العصر اور عالم بے مثال تھے۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۲۳ھ بمطابق 1905ء میں بمقام ''باندہ'' یو پی انڈیا میں اپنے وقت کے عظیم صوفی بزرگ حضرت پیر طریقت مولانا سیّد امامت علی شاہ علیہ الرحمۃ کے گھر ہوئی۔

آپ کا تعلق جدی پشتی اولیاء اللہ اور علمی گھرانہ سے ہے۔ آپ کا خاندان حضرت سیدنا امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہد شریف (ایران) کی اولاد سے ہے۔ آپ کا خاندان مشہد منور سے اوچ شریف (بہاولپور) آیا (وہاں بھی خاندانی بزرگ مدفون ہیں) وہاں سے بعض سادات شاہپور (یوپی، انڈیا) آئے اور مولانا صاحب کا خاندان کراچی میں رونق افروز ہے۔

تعلیم و تربیت ☆: آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد مولانا حافظ سید امانت علی قادری سے حاصل کی پھر ان کے حکم سے اعلیٰ تعلیم کے لئے مرکزی درسگاہ جامعہ نعیمیہ مراد آباد (یوپی انڈیا) رجوع کیا۔ جہاں صدرالافاضل، مفسر، قرآن وحید العصر، استاد الاساتذہ حضرت علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ کی سرپرستی میں درسی نصاب کی تکمیل کے بعد فارغ التحصیل ہوئے۔

بیعت و خلافت ☆: آپ نے اپنے برادر معظم حضرت مولانا سید محمد عبدالرب قادری رحمتہ اللہ علیہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کی۔ والد ماجد رحمتہ اللہ علیہ کی ہدایت و بشارت کے مطابق پیر صاحب نے آپ کو خلافت عطا فرمائی۔

تحریک پاکستان ☆: آپ نے علماء اہل سنت کے ساتھ مل کر تحریک پاکستان میں نمایاں کردار ادا کیا۔ آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس ۱۹۴۶ء میں شعبہ نشر و اشاعت کے سیکرٹری رہے۔ اور کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لئے پورے ہندوستان کا دورہ کیا

بڑے بڑے جلسوں جلوسوں میں خطاب کر کے سنی کانفرنس کی دعوت اور مسلمانوں کے لئے آزاد مملکت کی اہمیت کو اجاگر کیا۔

مجاہد ملت علامہ عبدالحامد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کی رفاقت میں مختلف صوبوں میں جا کر پاکستان کے لئے لوگوں کو قائل کرنا اور بلند عزم کے ساتھ تحریک چلانا آپ ہی کا طرۂ امتیاز ہے۔

پاکستان میں قیام ☆: آپ ۱۹۴۷ء کو پاکستان کے مرکزی شہر کراچی تشریف لائے جب پاکستان میں جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی صدر مجاہد ملت حضرت علامہ عبدالحامد بدایونی منتخب ہوئے اور ان کے ساتھ آپ نائب صدر منتخب ہوئے۔ آپ نے نائب صدر کی حیثیت سے ملک وملت کی دینی وسیاسی خدمات انجام دیں۔

فن خطابت کی جولانیاں ☆: ان کے دل میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ اس لئے ان کی تقریر میں چاشنی عشق اور درد تھا۔ تقریر کے دوران لوگوں کو رلا دیتے تھے۔ دوسری بات یہ کہ نعت خوانی میں اپنے وقت میں کوئی ثانی نہیں رکھتے تھے۔ اتنی خوبصورت خوش لحن آواز تھی کہ لوگ مسحور، مسرور اور روح پرور لمحات میں گم ہو جاتے تھے۔ کلکتہ، بمبئی، لاہور، ملتان، کوئٹہ وغیرہ مقامات پر اپنی تقریر کا لوہا منوایا۔

پاکستان بننے کے بعد کراچی کی مرکزی جامع مسجد نیو میمن (بولٹن مارکیٹ) کے پہلے خطیب مقرر ہوئے۔ کافی عرصہ کے بعد میمن مسجد کے سامنے سینما تعمیر ہونے لگا تو حضرت کو معلوم ہوا آپ نے جمعہ کے خطاب میں پرجوش و ولولہ انگیز خطاب کیا فرمایا: "مسجد کے سامنے سینما بنانا مسجد کا مقابلہ کرنا ہے مسجد اللہ عزوجل کا گھر ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے گھر کا مقابلہ کریں گے وہ نیست و نابود ہو جائیں گے۔" اس طرح مسجد کے سامنے فتنہ ختم ہو گیا۔ اس جگہ اب لیاقت مارکیٹ موجود ہے۔ اس کا مطلب آپ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بھرپور جذبہ رکھتے تھے اور اعلاء کلمۃ الحق کہنے میں ڈرنے والے نہیں تھے بلکہ اعلانیہ حق فرما دیتے تھے۔ اسی طرح وہابی، دیوبندی، تبلیغی، مودودی، قادیانی، شیعہ، پرویزی اور غیر مقلدوں کا شدید رد فرماتے اور ان کے باطل عقائد پر سخت گرفت فرماتے تھے۔

خطیب پاکستان مولانا محمد شفیع اوکاڑوی علیہ الرحمۃ آپ کے فن خطابت سے بہت متاثر تھے اس لئے اکثر آپ کے پاس حاضر ہوتے اور فن خطابت سے فیض یاب ہوتے۔ نیو میمن مسجد کے علاوہ ملیر کینٹ کی چھاؤنی مسجد اور کینٹ اسٹیشن کی مسجد غریب نواز میں خطابت کے امور انجام دیئے۔

تحریک ختم نبوت ☆: آپ نے تحریک ختم نبوت میں علماء اہل سنت کے ساتھ بھرپور کردار ادا کیا، قادیانیوں کو کافر قرار دیا اور بڑے بڑے جلسوں میں ان کے عقائد باطلہ کی خوب خبر لی، ان کے باطل عقائد ونظریات مکروفریب شرارت وسازش کی بیخ کنی کی۔ عوام الناس کو قادیانیت کے خلاف متحد ومنظم کیا تا کہ وہ ان کی ہر سازش کو ناکارہ بنائیں اور منہ توڑ جواب دیں۔

حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضۂ رسول کریم ﷺ ☆: آپ سات بار حج بیت اللہ اور روضہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حاضری سے باریاب ہوئے۔ایک بار حج کیلئے قرعہ اندازی میں نام نہ آیا تو بے حد مغموم ہوئے اور حج آفیسر سے تلخ کلامی بھی ہوئی۔اور فرمایا ''میں جا کے رہوں گا۔کوئی مجھے روک نہیں سکتا'' یہ الفاظ اطمینان یقین اور بھروسہ سے کہے۔ رات ہوئی ایک نعت قلب کی گہرائی، درد، الفت اور تڑپ کے ساتھ یوں لکھی:

سوئے کوئے مصطفیٰ کو میرا دل ہوا روانہ
تو یقین ہے بلاشک کہ میرا بھی ہو گا جانا
نہ رکاوٹیں رہیں گی نہ یہ مشکلیں رہیں گی
یہ مٹے گی ایک دم میں اُنہیں ہوگا جب بلانا

بہرحال اچانک ہی حاجی کیمپ میں نام کا اعلان ہوا یوں آپ حج کو رواں دواں ہوئے۔ایک مرتبہ سفر حج میں آپ کے چھوٹے صاحبزادے سید منظور الاسلام قادری بھی ساتھ تھے۔دوران سفر جہاز سفینہ حجاج درمیان سمندر میں تغیانی اور طوفانی ہواؤں اور موجوں کی زد میں آ کر ڈوبنے لگا۔تمام لوگ خوف و ہراس میں مبتلا ہو گئے۔اس وقت آپ جہاز کے کپتان کے پاس گئے اور انہیں اطلاع دی اور جہاز کے چاروں سمت اذانیں دلائیں۔اور پھر جہاز کے عرشہ میں محفل میلاد پاک منعقد کی اور پوری رات محفل میں نعت خوانی ذکر رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوتا رہا۔بعد نماز فجر صلوٰۃ وسلام پڑھا گیا تو ایسا محسوس ہوا کہ طوفان عاجز ہو کر خوف سے بھاگ رہا ہے اور ایک دم سمندر میں ٹھہراؤ پیدا ہوا اور یوں طوفان ٹل گیا۔

حضرت غوث اعظم سے عقیدت ☆: آپ کو سرکار غوث اعظم، قطب ربانی، محبوب سبحانی، مرشد حقانی، شیخ محی الدین ابو محمد سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نہایت عقیدت تھی۔آپ نے تین چار بار بغداد شریف جا کر درگاہ غوثیہ قادریہ میں حاضری دی۔۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء میں سفر اختیار کیا۔اس کی روئداد خود رقم فرماتے ہیں: ''ممالک اسلامیہ یعنی بحرین، الخبر، ریاض سے ہوتا ہوا مکہ معظمہ پہنچا، کراچی سے بحرین بحری جہاز سے ۱۱۰ روپیہ مع خوراک، بحرین سے بذریعہ ٹیکسی مکہ پہنچا۔حج ادا کیا اس کے بعد مدینہ طیبہ دربار دوربار مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں والہانہ حاضری دی۔سبز گنبد دیکھ کر دل بھر آیا بموجب اشعار ذیل کیفیت ہوئی۔

دل یہ کہتا ہے مچل کر سبز گنبد دیکھ کر
ہوتا میں قربان تڑپ کر سبز گنبد دیکھ کر

یاالٰہی ایسی ساعت بھی میسر ہو کبھی
جان رہ جائے نکل کر سبز گنبد دیکھ کر
مستحق ہوں گے شفاعت کے قیامت میں ضرور
زائرانِ قبر اطہر سبز گنبد دیکھ کر

مدینہ طیبہ سے تبوک ہوتا ہوا عمان پہنچا۔ عمان سے بیت المقدس حاضر ہوا۔ سبحان اللہ! قبلہ اول معراجی دولہا نے شب معراج جہاں انبیاء کی امامت کی، جہاں سے عرش معلیٰ کو گئے۔ یہاں اہم مقامات کی زیارت کر کے عمان پہنچے وہاں سے دمشق حاضر ہوا۔ ملک شام کو بھی اللہ نے بڑا شرف بخشا ہے یہاں بھی اہم مقامات کی زیارت کی خصوصاً محمد صالح صاحب کہ جن کا پاؤں سات سو برس سے مزار شریف کے باہر نکلا ہوا ہے جس کی زیارت سے مشرف ہو کر فیوض روحانی حاصل ہو گیا۔ دمشق سے لب بس سے، حلب سے ریل میں بغداد شریف پہنچے۔ (عراق کی تمام اہم زیارات مقدسہ کی حاضری دی)۔ بغداد میں دوبارہ حاضری کی فقیر کو سعادت حاصل ہوئی۔ ۱۳۸۰ھ کی حاضری میں حضور غوث پاک نے جیسا کرم اور دستگیری فرمائی وہ ''سفر نامہ بغداد'' میں لکھ چکا ہوں۔ بہر حال عطایائے غوثیہ سے مالا مال ہو کر فائز المرام ہو کر جو منقبت سرکار غوث اعظم میں لکھی تھی مندرجہ ذیل ہے:

تمہارا ہے سہارا غوث اعظم میں بردہ ہوں تمہارا غوث اعظم
اغثنی یا غیاث المستغیثین مدد کیجئے خدارا غوث اعظم
مدد کے واسطے آتے ہو فوراً تمہیں جس نے پکارا غوث اعظم
ابھی غم ہوں مرے کافور دم میں اگر کر دو اشارا غوث اعظم
خدا شاہد مری بگڑی بنا کر تمہیں نے ہے سنوارا غوث اعظم
ہزاروں چھوڑ کر صرف ایک میں نے لیا ہے در تمہارا غوث اعظم
''اسلامؔ'' قادری کی لاج رکھ لو پھرے کیوں مارا مارا غوث اعظم

دینی خدمات وتصنیف وتالیف ☆: آپ نے حالات پیش بہت ساری کتابیں، رسائل وکتابچے تحریر فرمائے ان میں سے بعض کے اسماء درج ذیل ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے اپنے والد گرامی قدر کے نام سے منسوب ایک تنظیم ''انجمن امانت الاسلا

کراچی'' قائم فرمائی جس کے تحت مختلف موضوعات پر اپنی اور دیگر علماء کی کتابیں و کتابچے بھی شائع کئے۔

☆ ترجمہ انیس الجلیس۔از: امام جلال الدین سیوطی طبع دوئم ضیاء الدین پبلی کیشنز کراچی ۱۹۸۸ء۔

☆ کلام غوث الانام (فارسی) شان غوث اعظم دستگیر ☆ فیوض امانت گلشن معانی معرفت

☆ میلاد وسلام تذکرہ خیرالانام ☆ معین الحجاج والزائرین ☆ میلاد انیس الخواتین

☆ دیوان سلام قادری ☆ عمادالدین ☆ مرقع شہادت۔از: ضیاء القادری طبع اول ۱۳۶۰ھ، طبع دوم

☆ آئینہ صداقت۔ پیام وسلام۔فضائل واحکام جہاد ۱۹۵۱ء۔خلد خیال سلام۔غم نامہ درد دل وغیرہ۔

شادی واولاد☆: آپ کی شادی اپنے خاندان میں سیدہ اُم نوری سے ہوئی جن کے بطن سے دو بیٹے اور دو بیٹیاں تولد ہوئیں۔(۱) مولانا سید نورالاسلام قادری۔(۲) سید منظورالاسلام قادری۔

وصال باکمال☆: آپ عارضہ قلب میں تین سال سے مبتلا تھے۔ ڈاکٹروں کا کہنا تھا کہ بات نہ کریں صرف آرام فرمائیں لیکن دل تو تھا عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سرشار اس لئے یہ عاشق اپنے محبوب کے ذکر محفل میلاد اور نعت خوانی سے کب رکنے والے تھے۔

عین وصال کے روز دوپہر میں آپ کے خلیفہ صوفی نفاست حسن صاحب آئے تو آپ نے برجستہ فرمایا ''میں آج جارہا ہوں'' اور وصیتیں فرمائیں۔صوفی صاحب چلے گئے۔اسی دن بروز ہفتہ ۶ جنوری ۱۹۶۸ء بمطابق ۱۳۸۷ھ شام ۴ بجے ۶۳ سال کی عمر میں وصال فرما گئے۔

دوسرے روز تقریباً ۲۴ گھنٹہ بعد تدفین ہوئی۔ایسا معلوم ہورہا تھا کہ ''سو رہے ہیں۔'' آپ کا مزار پُرانوار پاپوش نگر قبرستان ناظم آباد کراچی میں واقع ہے۔

آپ کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا سیّد نورالاسلام قادری مدظلہ العالی آپ کے خلیفہ اکبر و سجادہ نشین مقرر ہوئے، جو آپ کے مشن سختی سے قائم رہ کر دین اسلام اور سلسلہ عالیہ کی خدمت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

شکریہ، تذکرہ انوار علمائے اہلسنت سندھ

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سائیں علم الدّین قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆ : سلطان السالکین، برہان الواصلین، دلیل الکاملین، پیشوائے ارباب مجاہدہ ومشاہدہ، حضرت سائیں علم الدین قادری شہید پیشوائے جمیع اہل کمال ہیں آپ کی ولادت باسعادت 1324ھ بمطابق 1906ء کو موضع سوڈوں ضلع جالندھر مشرقی پنجاب انڈیا میں ارائیں قبیلہ کے معزز فرد میاں نظام الدین کے گھر ہوئی آپ کے آباؤاجداد شروع سے زمینداری کے شعبہ سے منسلک تھے آپ جب سن شعور کو پہنچے تو والدین کے ساتھ آپ نے بھی کھیتی باڑی میں حصہ لیا۔ مگر چونکہ زمین نہری نہ تھی بلکہ چاہی تھی۔ کنوؤں سے بیلوں کے ذریعے ہرٹ چلا کر پانی نکالا جاتا جو کہ زمین کی کاشت کے لئے ناکافی ہوتا تھا، اسی بناء پر آپ کی زمینوں کی فصل بھی بہت کم ہوتی تھی، جس کی وجہ سے غربت نے ڈیرے ڈال رکھے تھے آپ کا معمول تھا کہ دن بھر زمیندارہ کرتے اور رات کو خدا کی بارگاہ کی طرف متوجہ ہو جاتے اور جی بھر کر عبادت کرتے اور اللہ کریم کی بارگاہ میں دامن پھیلا کر دعا مانگتے مانگتے سو جاتے تھے۔

طبیعت میں یک لخت انقلاب کا واقعہ ☆ : ایک دن آپ کھیتوں میں اپنے مویشوں کو چرا رہے تھے کہ وہاں ایک اجنبی شخص آیا اور آپ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا علم الدین آپ کو جتنی دولت چاہیے ہمارے ڈیرے سے بیل گاڑی بھر کر لے آؤ۔

وہ اجنبی شخص تو یہ الفاظ کہہ کر چلا گیا، مگر آپ کی طبیعت پریشان ہو کے رہ گئی اور حیرانگی اس بات پر تھی کہ یہ شخص تو اجنبی تھا ہم نے کسی سے اپنے دل کی خواہش کا اظہار بھی نہیں کیا اسے ہماری خواہش کا کیسے علم ہو گیا اس واقعہ نے آپ کی سوچ بدل کر رکھ دی اور طبیعت میں انقلاب آ گیا اور آپ نے رزق کی بجائے رزاق کی تلاش شروع کر دی اور رات کو پہلے سے زیادہ عبادت و ریاضت میں مصروف رہنے لگے۔

آپ خود فرماتے ہیں کہ اس طرح کافی عرصہ گزر گیا، اس دوران رات کے پہلے حصے میں خواب میں انہی بزرگ کی زیارت ہوئی ہم دن کے وقت اس کھیت میں ان بزرگ کی تلاش کرتے مگر کافی دن گزر گئے وہاں کوئی صورت دوبارہ نظر نہ آئی ایک مرتبہ خواب میں نظر

آنے والی وہ صوت دن کو اسی مقام پر نظر آئی ہم کھیتوں میں کام کر رہے تھے کہ سب کچھ چھوڑ کر اس بزرگ کے پیچھے دوڑے اور تعاقب شروع کر دیا وہ کھیتوں سے جنگل کی طرف پہنچ گئے ہم بھی ان کے پیچھے پیچھے جا رہے تھے۔ ان بزرگ نے ہمیں پیچھا کرنے سے منع کیا میں نے سوچا کہ خواہ جان چلی جائے آج پیچھا نہیں چھوڑنا' اس لئے کہ یہی وہ بزرگ ہیں جنہوں نے میری سوچ اور فکر کو بدلا ہے کئی کئی مرتبہ خوابوں میں زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے۔

میں ان کے پیچھے دوڑ رہا تھا کہ اچانک ان بزرگ نے اپنی جہت بدلی اور شیر کی شکل اختیار کر کے مجھے ڈرانے کے لئے مجھ پر حملہ کر دیا میں نے حوصلے سے کام لیا اور ذکر خدا کرتے ہوئے آگے کی جانب پیش قدمی جاری رکھی۔

یکدم سے ان بزرگ نے آ کر میرے کاندھے پر تھپکی دی میں نے اپنا سر ان کے قدموں پر رکھ دیا انہوں نے پکڑ کر مجھے اٹھایا اور سینے سے لگا کر فرمایا۔ مانگ کیا مانگتا ہے میں نے ان سے تین چیزیں مانگیں۔

1۔ مغفرت' 2۔ ولایت (ڈپو) یعنی باطنی دولت جو کہ تقسیم بھی کی جا سکے) تیسری چیز جو آپ نے مانگی وہ عام آدمیوں سے مخفی رکھی' وہ تھی شہادت' جس کا آپ نے آخری دنوں میں اظہار کیا تھا۔

ان بزرگ نے فرمایا کہ ہم نے تمہیں تمہاری مرضی کے مطابق تینوں چیزیں عطا کر دیں' اس کے بعد انہوں نے مجھے اپنے سینے سے لگایا اور دولت عرفان سے ایسا نوازا کہ اس کے بعد سے لوگ مجھے دیوانہ اور مست کہنے لگے۔

کیف و مستی کا عالم☆: اس واقعہ کے بعد سے آپ کی کیفیت یکسر بدل کے رہ گئی جذب و شکر کی کیفیت ہر وقت آپ پر طاری رہتی' کام کاج کھانے پینے اور لباس تک کی ہوش جاتی رہی' سخت سردیوں کی راتوں میں سر اور پاؤں سے ننگے اور جسم پر صرف ایک تہبند ہوتا اور پوری رات اسی طرح پھرتے رہتے' زبان ہر وقت ذکر خدا اور آنکھوں میں عشق رسول ﷺ کا جلوہ سمایا رہتا تھا۔

آپ کی اس کیفیت کو دیکھ کر اہل خانہ سمیت تمام لوگ دیوانہ پن سے تعبیر کرتے تھے ایک دن آپ کے بڑے بھائی میاں نور الدین کسی بزرگ کو اس غرض سے لائے کہ شاید انکو دم وغیرہ کرایا جائے تو یہ ٹھیک ہو جائیں گے۔

جب وہ بزرگ آئے تو آپ اپنے بڑے بھائی اور ان بزرگ کے ادب میں کھڑے ہو گئے ان بزرگ نے قرآن پاک کی کچھ آیات پڑھنا شروع کیں تو آپ نے بھی وہی آیات بلند آواز سے پڑھنا شروع کر دیں یہ دیکھ کر اہل خاندن حیران رہ گئے کہ آج تک ایک دن بھی کسی مدرسہ میں نہ گئے نہ ہی کسی عالم دین سے کبھی کچھ پڑھا۔ تو پھر آیات کیونکر آپ کو یاد ہو گئیں۔

آنے والے بزرگ نے آپ کے گھر والوں سے فرمایا کہ فکر کی کوئی ضرورت نہیں ان پر جنات وغیرہ کا سایہ نہیں' نہ ہی دیوانگی طاری ہے' تمہیں مبارک ہو کہ ان پر خدا نے اپنا خصوصی فضل و کرم فرمایا ہے اور یہ خود بخود ہی کچھ عرصے کے بعد نارمل ہو جائیں گے۔

بیعت و خلافت☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت حافظ بدرالدین قادری رحمتہ اللہ علیہ کے دست مبارک پر بیعت سے سرفراز ہوئے' اور تکمیل مجاہدات کے بعد انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز و صاحب ارشاد ہوئے۔

سیرت و کردار☆: آپ انتہائی سادہ طبیعت کے مالک تھے' لباس' خوراک اور طرز زندگی انتہائی سادہ مگر پروقار تھا' کھدر کا کرتہ اور تہبند' سر پر پگڑی' پاؤں میں دیسی کھسہ پہنے جب شہر یا بازار سے گزرتے تو عام یہ آدمی دیکھ کر محسوس نہیں کر سکتا تھا کہ اتنے سادہ لباس میں ایسا شخص بھی اپنے زمانے کا قطب الاقطاب بھی ہو سکتا ہے۔

آپ کا قد درمیانہ' جسم ٹھوس' رنگ گندمی مائل' سرخ آنکھیں قدرے جلالی' پیشانی کشادہ چہرہ مبارک گول اور بارعب تھا' مونچھیں چھوٹی اور داڑھی مبارک چھوٹی' زندگی بھر میں نشہ آور چیز کا تصور تک قریب نہ بھٹکا۔

امام اولیاء حضرت شیر خدا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذات والا صفات سے اس قدر عشق تھا کہ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے آپ کی زبان سے بار ہا یا علی شیر خدا' یا حیدر' یا علی نکل جاتا تھا۔

آپ کو زندگی میں دو مرتبہ ہجرت نصیب ہوئی۔ اول 1947ء میں قیام پاکستان کے وقت دوسری مرتبہ 1963ء میں گوجرہ ضلع فیصل آباد سے گوٹھ سردار محمد اسٹیشن پیارو گوٹھ ضلع دادو صوبہ سندھ میں ہوئی۔

آپ کو حضرت خضر علیہ السلام کی بھی متعدد بار زیارت نصیب ہوئی' اس کے علاوہ بہت سے اولیائے کاملین سے شرف صحبت بھی نصیب ہوا اور بہت سے بزرگوں کے مزارات پر حاضری دے کر اکتساب فیض کرتے رہے۔

آپ کو طے فی الارض کا مقام حاصل تھا بیک وقت کئی جگہ موجود نظر آنے اور ملاقات کرنے کے بارے میں لاتعداد شواہدات اور اس کے گواہ آج بھی موجود ہیں سادات کا احترام خصوصی طور پر فرماتے تھے کبھی کسی کو اس بات کی اجازت نہ دیتے تھے وہ سادات کی توہین کرے' یا کوئی توہین کا پہلو اختیار کرے' آپ کا معمول تھا کہ ہر روز شام کو شہر کا چکر ضرور لگاتے تھے' ایک دن آپ کے صاحبزادے شفیع محمد نے عرض کیا کہ تمام دن کھیتوں میں کام کر کے آپ شام کو شہر کا چکر لگانے جاتے ہیں۔ آپ کو اپنی ٹانگوں اور جسم سے دشمنی ہے؟ جبکہ بظاہر وہاں کوئی کام بھی نہیں ہوتا یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ تمہیں اس سے کیا غرض ہے؟ شاید کوئی کام ہوتا ہی ہوگا آپ کے صاحبزدے فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے کبھی بھی آپ سے اس قسم کا سوال نہیں کیا' آپ عبادت و ریاضت میں یکتائے زمانہ تھے' جو معمولات روز اوّل سے شروع کئے تھے روز آخر تک ان پر سختی سے کاربند رہے۔

جالندھر ہندوستان میں آپ دریائے ستلج کے کنارے عبادت و ریاضت کیلئے تشریف لے جاتے جو آپ کے گاؤں سے صرف ایک کلومیٹر دور تھا۔

اسی طرح گوجرہ میں بھی بڑی نہر جھنگ بیراج پر اکثر راتوں کو عبادت وریاضت میں مشغول رہنا مستقل معمول تھا۔

سندھ میں آپ کے گاؤں سے چھ کلومیٹر دور دریائے سندھ بہتا تھا آپ کبھی کبھی وہاں جا کر پوری پوری رات مصروف عبادت رہتے تھے۔

اگر کوئی شخص آپ کو دریا کے کنارے کی طرف جاتے ہوئے رات کے وقت دیکھ کر پوچھ لیتا تو آپ فرماتے کے دریا پر مچھلی کا شکار کرنے جا رہا ہوں دریائے ستلج گوجرہ اور دریائے سندھ نہر پیاروتا پر آپ کی حضرت خصر علیہ اسلام سے ملاقاتیں ہوتی رہیں۔

آپ کو باغبانی کا بھی شوق تھا آپ نے گوجرہ اور سندھ کے ڈیروں میں پھلوں کے مختلف پودے اور درخت لگائے ہوئے تھے' آپ کے گھر پر انگور کی بیل تھی جس میں انگور کا پھل بہت زیادہ اترتا تھا' آپ نے زندگی کی آخری خوراک اسی بیل کے انگور کھائے تھے۔

گوجرہ پنجاب سے سندھ کی جانب ہجرت☆: آپ نے قیام پاکستان کے فوراً بعد سندھ میں ایک مربع زمین خرید لیا تھا' مگر گوجرہ میں قیام کے دوران کبھی آپ نے سندھ میں قیام کیلئے کسی کو بھی کوئی اشارہ تک نہ دیا تھا۔

1963ء میں آپ اچانک پنجاب سے سندھ کی طرف ہجرت کے لئے تیار ہوئے اور گوٹھ سردار محمد اسٹیشن پیارو گوٹھ ضلع دادو صوبہ سندھ مین تشریف لے آئے اور بظاہر اپنی زرعی زمین پر کھیتی باڑی شروع کر دی مگر درحقیقت یہ آپ کی روحانی طور پر ڈیوٹی لگی تھی جس کو آپ نے سندھ میں بیٹھ کر پورا کرنا تھا' یہ ایک راز تھا جو عام آدمیوں سے مخفی تھا۔

پنجاب سے سندھ آنے پر آپ کے مریدین بے تاب ہو گئے اور وہ آپ سے ملنے کے لئے گوجرہ سے سندھ آتے رہے' حتیٰ کہ گوجرہ کے چند نوجوان پیدل گوجرہ سے سندھ تک آپ سے ملاقات کے لئے آئے اور دل میں یہ خیال لے کر آئے کہ سندھ پہنچ کر اگر آپ ڈیرے پر نہ ہوئے تو ہم انتظار نہیں کرینگے بلکہ بغیر ملاقات کئے واپس آ جائیں گے۔

جس روز ان نوجوانوں نے سندھ پہنچنا تھا آپ اس روز اپنے صاحبزادوں کے ہمراہ کھیتوں پر نہ گئے' بلکہ ڈیرے پر ہی رہے' چہرہ بہت ہشاش بشاش' جیسے کسی خاص مہمان کی آمد کی پہلے سے اطلاع ہو۔

اور آپ ڈیرے سے نکل کر شہر کی طرف جانے والے راستے پر کھڑے ہو کر انتظار کرنے لگے۔ جب نوجوان عقیدت مندوں کا قافلہ نظر آیا تو وہ آپ کو دیکھ کر آپ ان کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔

آپ ان کو ڈیرے پر لائے اور خوب ان کی مہمان نوازی فرمائی جس سے وہ نوجوان بہت خوش ہوئے۔

جنگ ستمبر 1965ء کا واقعہ☆: ستمبر 1965ء کی جنگ کی دوران آپ گوٹھ سردار محمد ضلع دادو میں مقیم تھے کہ ایک رات آپ دیوانوں کی طرح لاٹھی لے کر شوروغل کرتے ہوئے اور تمام رات نعرے بلند کرتے رہے تمام رات آپکا یہ معمول جاری رہا۔

اگلے روز صبح سویرے جب آپ اپنے گھر کی طرف واپس تشریف لے جا رہے تھے تو راستے میں شیر محمد نامی شخص نے پوچھا سائیں جی خیریت ہے نا' کیا پاکستان کو کوئی خطرہ تو نہیں آپ نے فرمایا خطرہ تو تھا مگر میں نے دشمنوں کو محاذ سے پیچھے بھگا دیا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اسی روز دن نکلنے پر معلوم ہوا کہ انڈیا نے شکست سے بچنے کے لئے جنگ بندی کروالی ہے۔

آرائیں حکومت بنے گی ☆: ایک مرتبہ گوٹھ سردار محمد کے عقیدت مندان نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ کیا کبھی کسی آرائیں کی حکومت بھی اس ملک پر ہوگی آپ نے فرمایا ضرور آئے گی اور وہ ڈنڈے سے حکومت کرے گا اور اس کا دور ایوب خان سے بھی زیادہ لمبا ہوگا' عقیدت مندوں نے عرض کیا یہ حکومت کب بنے گی؟ آپ نے فرمایا بہت جلد مگر اس وقت ہم نہ ہونگے۔

چنانچہ آپ کے وصال باکمال کے بعد جنرل محمد ضیاء الحق کی حکومت بنی جو گیارہ سال تک قائم رہی۔

پنجاب کا آخری چکر ☆: 1968ء کے شروع میں آپ سندھ سے پنجاب تشریف لائے اور کئی روز تک اپنے بڑے صاحبزادے محمد شفیع کے ہاں قیام پذیر رہے' اس دوران تمام رشتہ داروں اور عقیدت مندان و مریدین سے بھی ملے اور سب سے برملا فرمادیا کہ یہ ہمارا آخری چکر ہے اس کے بعد نہیں آئیں گے آپ کے بچپن کے ساتھی نبی بخش نے کھل کھلا کر کہا کہ آخری چکر سے کیا مراد ہے؟

آپ نے جواب میں فرمایا کہ اب ہماری تیاری ہے زندگی کا سفر پورا ہونے والا ہے۔ انہوں نے دوبارہ سوال کیا کہ بعد از وصال کہاں ڈیرہ لگانے کا خیال ہے۔

آپ نے فرمایا کہ ادھر ہی اپنی زمین پر سڑک کے کنارے دربار بنے گا' کنواں بنے گا' درختوں کی چھاؤں ہوگی اور ہر سال عرس منایا جائے گا۔ چنانچہ پھر ایسا ہی ہوا جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا۔

کشف وکرامات ☆: ایک مرتبہ آپ گوجرہ شہر کے بازار سے گزر رہے تھے تو ایک دوکاندار کے پاس قربانی کا خوبصورت بکرا بندھا ہوا دیکھ کر آپ بہت خوش ہوئے' اور پیار سے اس پر ہاتھ پھیرنے لگے' اسی اثناء میں سامنے سے سید الطاف حسین شاہ نامی ایک عامل کو آتے دیکھا۔

شہر کے کئی دوکاندار اور تاجر اس کے معتقد تھے' سید صاحب مذکورہ تعویز گنڈے کا کام کرتے تھے' آپ نے احتراماً ہاتھ اٹھا کر ان کو سلام کیا اور مسکرا کر ان کی طرف دیکھا' اس بات کو سید الطاف حسین شاہ صاحب نے مذاق سمجھا اور اپنی توہین سمجھتے ہوئے نادانی میں آپ کے منہ پر تھپڑ رسید کر دیا۔ ان کی اس حرکت پر آپ جلال میں آ گئے اور جوش میں آ کر فرمایا چل پیچھے ہٹ وہ الٹے پاؤں پیچھے کی طرف چلنے لگا' اس کے بعد آپ نے فرمایا آگے چل' وہ آگے کی جانب چلنے لگا' آپ نے بھرے بازار میں اس کو تین چار چکر لگوائے اس کے بعد آپ نے فرمایا چل گھوم' وہ لاٹو کی طرح گھومنے لگا' اس دوران اس کی پگڑی نیچے گر گئی جسے ان شاہ صاحب کے کسی معتقد نے اٹھا لیا۔

بعد میں ان کے عقیدمندان نے اپنی ٹوپیاں آپ کے قدموں میں ڈال دیں اور شاہ صاحب کے تمام معتقدین ان کی طرف سے معذرت خواہ اور معافی کے طلب گار ہوئے۔

کرامت 2 ☆: جمال الدین ولد کمال الدین فرماتے ہیں کہ مجھے بہت سے بزرگوں نے مرید کرنے کی کوشش کی' میرے دل میں ارادہ تھا کہ اگر حضرت سائیں علم الدین قادری مجھے اپنے ہاتھ پر بیعت کریں گے تو ٹھیک وگرنہ میں کسی کا مرید نہیں ہوں گا۔

دو ہفتے بعد خواب میں رات کے وقت گاڑی چلا کر دربار شریف پہنچا سلام کرنے اندر گیا تو آپ اس صندوق میں سے اٹھ کر بیٹھ گئے میں نے ان کے ہاتھوں میں بیعت کے لئے ہاتھ دیئے آپ نے مجھے اپنے دست مبارک پر بیعت کرنے کے بعد فرمایا بس بیٹے آپ یہی چاہتے تھے لو تمہاری یہ خواہش بھی پوری کر دی۔

کرامت 3 ☆: ایک مرتبہ آپ اپنے گاؤں میں محمد عنایت موچی کے گھر تشریف لے گئے وہاں بیٹھے بیٹھے آپ کو اونگھ آ گئی' اس موچی نے سوچا کہ آج آپ کو پرکھا جائے۔

چنانچہ اس نے کچھ پڑھ کر آپ پر پھونکا تو آپ کی آنکھ کھل گئی اور آپ نے فرمایا کہ یہ شیر کا لبادہ ہے' آزمائش کرتے ہوئے یہ فرما کر آپ اپنے گھر چلے آئے جب رات ہوئی تو سونے کے وقت عنایت کے اہل خانہ بتی گل کر کے سونے لگے تو اس کی بیوی نے زور سے چیخ ماری اور کہنے لگے وہ دیکھو کمرے میں شیر کھڑا ہے' اس کے خاوند نے فوراً بتی جلائی تو دیکھا کہ کمرے میں کوئی چیز بھی نہ تھی' دوبارہ بتی بند کر کے لیٹے تو پھر اسکی بیوی نے کہا کہ شیر ہے شیر ہے وہ پھر اٹھا مگر تھا کچھ بھی نہیں الغرض پوری رات اسی طرح گزر گئی۔

صبح کو بیدار ہوئے تو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر دونوں میاں بیوی نے معافی مانگی اور اپنے کئے پر پشیمان ہوئے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۳۸۸ھ بمطابق 17 جولائی بروز بدھ 1968ء بمقام گوٹھ سردار محمد ضلع دادو صوبہ سندھ میں ایک غلط فہمی کی بناء پر شہادت کے ذریعے ہوا وہاں سے ایک ماہ بعد آپ کے جسد اطہر کو آپ کے گاؤں چک نمبر 298 گوجرہ ضلع فیصل آباد میں لا کر دفن کیا گیا۔

مزار پُرانوار چک نمبر 298 تحصیل گوجرہ ضلع فیصل آبا میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت مولانا ضیاء القادری بدایونی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: حسان پاکستان، از اجلہ عارفان، واصل بحق در علم ظاہر و باطن، حضرت مولانا ضیاء القادری بدایونی رحمتہ اللہ علیہ آپ کا شمار رسول اللہ ﷺ کے معروف ثنا خوانوں میں ہوتی ہے۔ حضرت مولانا کا تاریخی نام ''محمد فضل الرحمٰن'' عرفی نام ''محمد یعقوب حسین''، قلمی ضیاء القادری تخلص ''ضیاء'' اور خطابات لسان الحسان شاعر اہل سنت، حسان پاکستان اور مورخ اہل سنت ملے ہوئے تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۲۶، رجب المرجب شب معراج نبوی ۱۳۰۰ھ بمطابق ۶ جون ۱۸۸۳ء کو بعد نماز عشاء، مدینۃ العلم بدایون (بھارت) میں ہوئی۔

آپ کے مورث اعلیٰ مولانا خواجہ عبداللہ چشتی بدایون کے مایہ ناز عالم اور مشہور محدث و مفسر تھے۔ چار سال کی عمر میں والدین کا سایہ عاطفت سر سے اٹھ گیا اس لئے تربیت کا انتظام غالب و مومن کے شاگرد مولانا علی احمد خان نے کیا۔

تعلیم و تربیت ☆: جب آپ کی عمر سات سال ہوئی تو انہیں افاضل اساتذہ نے پڑھانا شروع کیا۔ پہلے قرآن مجید پڑھایا پھر فقہ، تفسیر اور حدیث کی کتابیں پڑھائیں، تقریباً چودہ سال کی عمر میں آپ نے عالمانہ استعداد حاصل کر لی۔

سفر حرمین شریفین ☆: آپ ہندوستان سے 1947ء پاکستان مستقل منتقل ہوئے اور ۱۳۶۷/۱۹۴۸ میں آپ کو حج و زیارت روضہ رسول ﷺ کی سعادت حاصل ہوئی اور آپ کو یہ امتیازی شرف حاصل ہوا کہ آپ پاکستان کے سب سے پہلے حاجی تھے، اسی سفر میں حضور سیدنا غوث اعظمؓ کے مزار پر انوار (بغداد شریف) پر حاضری بھی نصیب ہوئی۔

عادت و خصائل ☆: مولانا ضیاء القادری نہایت خلیق اور سراپا درد بزرگ تھے، ایثار و خلوص کی جیتی جاگتی تصویر تھے، انکسار پسند، اور شگفتہ مزاج تھے، ظاہری شان و شوکت سے آپ کو کوئی لگاؤ نہ تھا تقویٰ و پرہیزگاری میں سلف صالحین کا بہترین نمونہ تھے۔

۱۹۱۷ء سے ایک عرصہ تک آپ کے زیر اہتمام بدایون میں رجبی شریف کے عظیم الشان جلسے منعقد ہوتے رہے۔ تقریباً ۳۵ سال تک سرکاری ملازمت سے وابستہ رہے اس کے باوجود علم و ادب کی وہ گراں قدر خدمات انجام دیں جنہیں تاریخ فراموش نہیں کر سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نظم و نثر پر یکساں قدرت عطا فرمائی تھی۔

آپ کے معروف تلامذہ ☆: پاک و ہند کے مشہور شعرائے کرام مثلاً شکیل بدایوانی، اختر الحامدی، مضطر صابری، ماہر القادری، طالب انصاری، محشر بدایونی، سحرا کبر آبادی، تابش قصوری، صابیر اری اور رضا قریشی آپ کے ممتاز شاگرد ہیں۔

شاعری و ادب میں خدمات ☆: دہلی میں حضرت شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی علیہ الرحمۃ کے دربار سے شائع ہونے

والے مشہور مجلہ ماہنامہ ''آستانہ'' کے آپ شاعر خصوصی تھے۔آپ کا کلام طویل عرصہ تک آستانہ دہلی میں ''شاعر آستانہ'' کے نام سے شائع ہوتا رہا ہے۔

خواجہ حسن نظامی آپ کے کلام پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں''مولانا ضیاء القادری کے کلام میں ایسی مذہبی زندگی ہے جو ایک دفعہ کے لئے ان مردہ دلوں کو بھی گرمادے گی جو مذہبی تاثرات کے معاملہ میں بالکل ٹھنڈے ہو چکے ہیں۔

ناصر اسلام خطیب اہل سنت مولانا پیر سید عبدالسلام قادری باندویؒ (سن وصال ۱۹۲۸ء) آپ کی شاعری وشخصیت پر یوں تبصرہ فرماتے ہیں۔

''ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ذوق وشعر وادب قدرت نے کمسنی ہی سے آپ کی فطرت میں ودیعت فرمایا تھا۔دس سال کی عمر میں آپ بے ساختہ شعر کہنے لگے تھے چونکہ ہوش سنبھالتے ہی حضرت زبدۃ العرفاء مولانا علی احمد خان صاحب اسیر قادری نقشبندی بدایونی شہید مدینہ علیہ الرحمۃ کی تعلیم برکات نے آپ کو اعلیٰ حضرت، قطب ربانی، محبّ یزدانی، تاج العلماء۔سراج الاولیا، محبّ الرسول، مظہر حق، مولانا عبدالقادر الثانی العثمانی فقیر نواز فقیر قادری بدایونیؒ جیسے خدارسیدہ قطب وقت کی خدمت میں پیش کر کے ان کی مقبول دعاؤں کا مستحق بنادیا تھا، اس لئے آپ کی طبع رسا نے کسی وقت بھی مجازی شاعری کی طرف رغبت نہ کی اور نعت ومناقب ہی کے لئے آپ کی زندگی وقف ہوگئی۔حضرت محسن کاکوری، حضرت امیر مینائی، حضرت حافظ پیلی بھیتی، حضرت حسن بریلوی، حضرت رضوان مرادآبادی کے بعد ہندوستان میں آپ کو جو انفرادیت اور مقبولیت حاصل ہوئی اس سے تمام علماء ومشائخ اور دنیائے شعر وادب واقف ہے۔لسان الحسان، شاعر اعظم اہل سنت، حسان پاکستان آپ کے وہ خطابات ہیں جو اکابر علماء ومشائخ نے آپ کو عظیم الشان اجتماعات میں دیئے ہیں۔آپ کا مشغلہ حیات مستقل طور پر تبلیغ اور ترویج محبت وعظمت حضور خاتم المرسلین ورحمۃ للعالمین ﷺ ہے۔آپ کے مضامین نظم ونثر نصف صدی پیشتر سے اخبارات ورسائل میں شائع ہورہے ہیں، بکثرت تصانیف آپ کی منظر عام پر آچکی ہیں آج بھی رسالہ آستانہ دہلی آپ کے رشحات قلم سے سیراب ہورہا ہے۔مشاہر اساتذہ اہل سخن کو آپ سے تلمذ حاصل ہے۔''مرقع شہادت'' آپ کے مخزن تصانیف کا وہ بیش بہا سرمایہ ہے جو دس سال بیشتر چھپ کر اپنی مقبولیت عامہ کے باعث بالکل نایاب ہو چکا تھا۔

آج ارباب نظر کے سامنے فخر ومباہات کے ساتھ''مرقع شہادت'' پیش کرنے کی عزت حاصل کررہا ہوں، علماء اہل سنت کا متفقہ فیصلہ ہے کہ نظم مرقع شہادت تمام اصناف سخن اور صحت واقعات کے اعتبار سے بے مثل کتاب ہے اور ہر گھر میں اس کتاب کا ہونا چاہیے۔

اس کو دربار رسالت کا عطیہ کہیں کہ حضرت مولانا ضیاء القادری مدظلہم کو باوجود ان کمالات عظیمیہ کے شہر نام ونمود سے ہمیشہ اجتناب ہی نہیں بلکہ قطعاً بے تعلقی رہی، یہی وجہ ہے کہ آپ کے سات دیوان موجود ہوتے ہوئے صرف دو دیوان تاج مضامین منقت میں''تجلیات نعت'' نعت شریف میں مطبوع ہو کر مفقود ہو گئے ہیں۔باقی منظومات کا دفتر ہنوز غیر مطبوعہ موجود ہے۔

علامہ عبدالحامد بدایونیؒ رقمطراز ہیں، علماء مشائخ ارباب علم وادب یکساں طور پر ضیاء کی نظموں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔مولانا ضیاء القادری محض ایک کامیاب شاعر ہی نہیں بلکہ علم وادب اور''فن تاریخ'' میں بھی خاص ادراک اور مہارت رکھتے ہیں اور کثیر

تصانیف ملک کے سامنے پیش فرما چکے ہیں۔"

تصنیف وتالیف ☆: مولانا نے نظم ونثر میں تصانیف کا گراں قدر ذخیرہ یادگار چھوڑا ہے، آپ کی چند تصانیف کے نام یہ ہیں۔

☆اکمل التاریخ (۲ جلدیں) حضرت مولانا فضل رسول قادریؒ کا فصل خاندانی تذکرہ مطبوعہ نظامی پریس بدایون 1915۔ ☆ تاریخ اولیائے بدایوں مطبوعہ کراچی ۱۳۷۷ھ۔ ☆ تجلیان نعت۔ تاج مضامین (مناقب)۔ ستارہ چشت۔ دیار نبی۔ جوار غوث الوریٰ۔ ☆ ہفت احمد۔ قصائد صبح نورانی۔ مجموعہ سلام۔ کلام ضیاء۔ خزینہ بہشت۔ نغمہ ربانی۔ بہار چشت۔ چراغ صبح جمال۔ ☆ مرقع شہادت (نظم) طبع اول بدایون ۱۳۶۰ھ/ ۱۹۴۱ء طبع دوم انجمن امانت الاسلام کراچی ۱۹۵۱ء۔ ☆ قصائد نورانی۔ ☆ ماہنامہ نعت لاہور نے جولائی ۱۹۸۹ء کے خصوصی شمارہ میں "کلام ضیاء" شائع کیا۔

حضرت مولانا ضیاء القادری نے الحاج علی حسین آباد (سابق استاد کمانڈ اینڈ سٹاف کالج کوئٹہ) کی کتاب "مصباح الآخرت" پر تقریظ لکھتے ہیں۔

غیر منقسم ہندوستان میں ایک ہزار سال تک اسلامی سلطنت قائم رہی۔ تمام اسلامیان ہند کا ایک ہی مذہب ومسلک رہا۔ انگریز کے قدم آنے سے قبل مسلمانان ہند **وَاعتَصِمُوْ بِحَبلِ اللہِ جَمِیعاً وَّلاَ تَفَرَّقُوْا** پر پورا استحکام کے ساتھ عامل تھے۔ عاملین برطانیہ نے اپنے جبلی فریب سیاست سے سواد الاعظم اسلام میں رخنہ اندازی شروع کی اور نئے نئے مذاہب جاری کرا کے ان کو پروان چڑھایا اور اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑنے والوں میں تفرقہ بازی کی داغ بیل ڈالی۔

دور آخر میں مسلمانوں کی شیرازہ بندی اور سیاسی وملکی حقوق کے حصول کیلئے مسلم لیگ ایک نصب العین لے کر میدان عمل میں آئی۔ دنیا نے دیکھ لیا کہ انگریز نے بنائے مذاہب اور فرنگی کے مُرغانِ دست پرور نے مسلم لیگ اور ان کے نصب العین پاکستان کی شدید مخالفت کی مگر سواد الاعظم اسلام یعنی مذہب اہل سنت والجماعت اور اس کے علماء ومشائخ نے سردھڑ کی بازی لگا کر پاکستان حاصل کرلیا"۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت مولانا عبدالرسول محبّ احمد قادری سے دست بیعت تھے اور حضرت علامہ عبدالمقتدر بدایونی قادریؒ علیہ الرحمۃ کے خلیفہ مجاز تھے۔

شادی واولاد ☆: آپ نے ایک شادی کی جس سے نرینہ اولاد میں سے محمد یوسف قادری تولد ہوئے لیکن آج وہ بھی ہم میں موجود نہیں ہے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۲ جمادی الآخر ۱۳۹۰ھ بمطابق ۱۵ اگست ۱۹۷۰ء بروز ہفتہ ۸۷ سال کی عمر میں ہوا۔ مزار شریف فیڈرل بی ایریا کے قبرستان (کراچی) میں واقع ہے۔ جہاں آج بھی اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر آپ کی ذات والاصفات کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔

بشکریہ، تذکرہ انوار علمائے اہلسنت سندھ

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت پیر طریقت قاری غلام رسول قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: مبلغ القرآن عاشق خیرالانام، قبلۂ طالبان، اہل سنت و جماعت کے عظیم ترجمان حضرت علامہ مولانا پیر طریقت قاری غلام رسول قادری رحمتہ اللہ علیہ منظور نظر جناب حبیب کبریا ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۰۶ھ بمطابق 1886ء کو عالم باعمل حضرت علامہ حافظ قاری علم الدین قادری علیہ الرحمۃ کے علمی گھرانے میں بمقام جامع مسجد قصاباں کے مکان کراچی صدر میں ہوئی۔

تعلیم و تربیت ☆: آپ کی تعلیم و تربیت خود آپ کے والد ماجد حافظ قاری علم الدین قادری کی زیر نگرانی انہی کے "مدرسہ العلمیہ قادریہ" متصل مسجد قصابان صدر میں ہوئی آپ نے علوم دینی کے ساتھ ساتھ تجوید و حفظ قرآن کی تکمیل کی۔ اپنے والد کے علاوہ بھی آپ نے جید قرأ و علماء دین سے قرآن کی تعلیم حاصل کی۔ آپ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ "میں اٹھارہ سال تعلیماً بہت بڑے جید قاری نظام محمد صاحب سے قرآن مجید پڑھتا رہا ہوں۔"

منازل سلوک کی تکمیل اور اکتساب علم کی خاطر آپ نے نہ صرف سارے ہندوستان بلکہ بیرون ہند بھی تمام بلاد اسلامیہ کا سفر فرمایا۔ آپ اپنے عہد کے مشہور علمائے کرام اور صوفیائے عظام کے فیض صحبت سے بہرہ ور ہوئے اور ان سے فیوض ظاہری و باطنی حاصل فرمائے۔ ان میں سے چند خاص قابل ذکر اسماء گرامی یہ ہیں:

☆ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری فاضل بریلوی۔ ☆ مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان بریلوی۔ ☆ حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی درگاہ گولڑہ شریف۔ ☆ حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی درگاہ سیال شریف۔ ☆ مبلغ اسلام حضرت علامہ عبدالعلیم صدیقی قادری (والد علامہ شاہ احمد نورانی)۔ ☆ فقیہ اعظم حضرت خواجہ علامہ مفتی محمد قاسم مشوری درگاہ مشوری شریف (لاڑکانہ)۔ ☆ حضرت خواجہ محمد حسن جان سرہندی مجددی۔ ☆ مجاہد ملت حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی قادری (کراچی)۔ ☆ حضرت بابا ولایت

علی شاہ ملیر کراچی۔ ☆ حضرت پیر محمد فاروق رحمانی چشتی (کراچی)۔ ☆ حضرت سید پیر عبدالرحمٰن گیلانی نقیب اشرف درگاہ قادریہ بغداد شریف۔ ☆ صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی۔ ☆ حکیم الامت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی۔ ☆ شیخ الفضیلت حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی قادری (رحمہم اللہ تعالیٰ)

ان بزرگان کے علاوہ حج بیت اللہ کے سفر کے دوران آپ نے مشہور عالم وصوفی بزرگ حضرت مولانا عبدالحق محدث الہ آبادی مہاجر مکی علیہ (مصنف الدر المنظم فی حکم مولد النبی الاعظم) کی صحبت سے اکتساب فیض کیا۔

بیعت وخلافت ☆: آپ نے جوانی میں روضہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیر سایہ ''باب الرحمت'' میں حضرت مولانا عبداللطیف قادری مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ قادریہ چشتیہ میں بیعت ہوئے جو کہ ہندوستان سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں مقیم ہو گئے تھے۔ علاوہ ازیں اپنے خاندانی بزرگ، ماموں وسسر حضرت صوفی سائیں عبدالغفار قادری قلندری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۳۸ء) سے بھی آپ نے حصول برکت کے لئے بیعت کی۔ اور صوفی صاحب تیرہ سال کی عمر میں سندھ کے ممتاز و نامور علمی وروحانی خانوادہ ''سادات راشدیہ'' کے ایک بزرگ حضرت پیر سید محمد بقا شاہ راشدی (درگاہ ٹھلاء شریف، اسٹیشن باقرانی ضلع لاڑکانہ) سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔

مسجد قادریہ کی بنیاد ☆: آپ نے قیام پاکستان سے قبل کراچی کے علاقے موجودہ سولجر بازار میں ''قادری مسجد'' کی بنیاد ڈالی۔ اس مسجد میں آپ نے امامت وخطابت کے فرائض بھی انجام دیئے اور سلسلہ قادریہ کی تعلیمات کے حوالے سے خانقاہی نظام بھی قائم کیا۔

تحریک پاکستان ☆: تحریک پاکستان کے موقع پر آپ نے قیام پاکستان کے حوالہ سے بھی نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ اپنے ہم عصر مقتدر علماء ومشائخ اہل سنت کے ساتھ مل کر عوام میں دینی وروحانی شعور بیدار فرمایا اور دینی جلسوں کی صدارت فرماتے ہوئے تحریک پاکستان کو بھرپور تقویت فراہم کی۔

۱۲، ۱۳، ۱۱ اکتوبر ۱۹۴۶ء میں ''سنی کانفرنس کراچی'' آپ ہی کی صدارت میں منعقد کی گئی تھی جس میں پاکستان بنانے پر زور دیا گیا۔ (خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس ۳۲۳ مطبوعہ گجرات)

تحریک پاکستان کے سلسلہ میں ''آل انڈیا سنی کانفرنس'' مراد آباد کی ایک شاخ ۱۹۴۵ء میں کراچی شہر میں ''جمعیت عالیہ سنیہ'' کے نام سے قائم ہوئی جس کی تشکیل عالمی مبلغ اسلام شیخ طریقت حضرت علامہ الحاج محمد عبدالعلیم صدیقی قادری میرٹھی نے کی۔ قاری غلام رسول قادری ''جمعیت عالیہ سنیہ'' کے صدر منتخب ہوئے اور شہر کراچی کے اکابر علماء ومشائخ حضرات اور عوام اہل

سنت نے شمولیت اختیار کی۔

۱۹۴۳ء میں کراچی کے ''سندھ مدرسۃ الاسلام'' کی تقریب میں جس کی صدارت قائداعظم محمد علی جناح فرمارہے تھے حضرت قاری غلام رسول قادری کو تلاوت کے لئے مدعو کیا گیا تھا۔ جلسہ میں راجہ صاحب محمود آباد بھی شریک تھے۔ تلاوت شروع ہوتے ہی قائداعظم اپنی نشست سے اٹھ کھڑے ہوئے جس کے ساتھ ہی تمام حاضرین جلسہ بھی کھڑے ہوگئے۔ اس کے علاوہ بھی حضرت قاری غلام رسول قادری نے مملکت اسلامی جمہوریہ پاکستان کے استحکام اور بقا کے لئے متعدد دعائیہ اشعار تخلیق فرمائے تھے جنہیں آپ اکثر جمعہ کے خطبوں اور دینی تہواروں کے مواقع پر پڑھا کرتے تھے۔ چند دعائیہ اشعار درج ذیل ہیں:

یاالٰہی کر مدد اسلام کی ایمان کی

ہو حکومت مستقل آزاد پاکستان کی

لفظ ''پاکستان'' کی یارب سمجھ بھی کر عطا

اصل پاکستان عمل ہے مرد پاکستان کا

سیرت وکردار اور تبلیغی خدمات ☆: اوائل عمر ہی سے آپ کو دینی تعلیم کا ذوق اور فقر و درویشی سے شغف رہا۔ آپ نہ صرف مختلف زبانوں پر مہارت تامہ رکھتے تھے بلکہ ایک شعلہ بیان خطیب، بہترین نعت گوشاعر تھے۔ آپ کی تمام عمر مواعظہ حسنہ اور تبلیغ واشاعت دین میں گزری۔ آپ نے عہد جوانی میں فریئر اسٹریٹ صدر کراچی میں ''انجمن حزب الاحناف'' کی بنیاد ۱۳۳۲ھ بمطابق ۱۹۱۳ء میں رکھی جس کے آپ صدر تھے۔

جمعیت الاحناف کے تحت ہر ماہ جامع مسجد قصابان (صدر کراچی) میں ایک جلسہ کا انعقاد ہوتا تھا اسی طرح جمعیت الاحناف کے صدر دفتر میں سالانہ عظیم الشان جلسہ کا اہتمام بھی کیا گیا تھا جس میں اندرون و بیرون شہر سے علماء اہل سنت وعمائدین ملت بھی مدعو کئے جاتے۔ جلسہ میں نعرہ تکبیر ورسالت، تسبیح وتحمید استغفار واذکار کا شغل صلوٰۃ وسلام کا ورد، آیات قرآن مجید کی تلاوت اور مختصر وعظ اور وعظ سے قبل اور بعد نعت خوانی اور اختتام پر سلام وقیام بھی قواعد وضوابط میں شامل تھا۔

آپ کے تبلیغ دین کے ذرائع میں بڑے بڑے مذہبی تہوار مثلاً میلاد النبی، معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شب برات، شب قدر، گیارہویں شریف اور ہفتہ وار حلقہ ذکر شریف شامل تھے۔ علاوہ ازیں آپ روزانہ بعد نماز عصر خصوصی طور پر حاضرین سے خطاب فرماتے تھے۔

محرم الحرام کی چاندرات سے عاشورہ تک آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر خلفائے راشدین، اہل بیت عظام خصوصاً حسنین کریمین شہدائے کربلا رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے شہادت کے واقعات بیان فرماتے تھے۔

اولاد و امجاد☆: آپ کی اولاد میں مولانا علم الدین قادری (فروری ۱۹۸۶ء) آپ کے بعد سجادہ نشین مقرر ہوئے اور کراچی میں نمایاں شہرت حاصل کی۔ انہوں نے بھی مواعظ حسنہ پر مشتمل نثر و نظم میں درج ذیل کتابچے و رسائل تالیف فرمائے ہیں: تحفہ علی، تذکرہ محرم، قادری نامہ (حصہ اول و دوم) تذکرہ قادریہ علمیہ تذکرہ حسینی، چشتی شمامہ، معراج حسینی وغیرہ۔

تصنیف و تالیف☆: آپ نے تصانیف میں زیادہ تر نثر کی بجائے نظم کو ترجیح دی ہے اور آپ کی زندگی میں متعدد منظوم رسائل شائع ہوئے ہیں، چند تصانیف کے نام درج ذیل ہیں:

☆ فیض علمی۔ اپنے والد ماجد کے حالات رقم فرمائے مطبوعہ ۱۳۳۳ھ/ 1915ء۔ ☆ گلدستہ غوثیہ۔ فیضان غوث اعظم۔ فیضان معینی۔ افضال سرمدی و اجلال محمدی۔ ☆ گل یازدہ صد برگ۔ تحفہ عید الضحیٰ۔ بہار بے خزاں۔ تحفۂ زیارات ہدیہ ملاقات (اول دوم) مجموعہ فسانہ قوم۔ تحفہ رجبی شریف۔ نذر حسینی وغیرہ۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال طویل علالت کے بعد ۱۸ جمادی الاول ۱۳۹۱ھ بمطابق ۱۳ جولائی ۱۹۷۱ء بروز منگل تقریباً ساڑھے آٹھ بجے شب ۸۵ سال کی عمر میں ہوا۔ بروز بدھ نماز ظہر مریدین و معتقدین اور علماء و مشائخ کی موجودگی میں کراچی کے مشہور پارک نشتر پارک کے میدان میں حضرت مولانا سید محمد یوسف عزیز الملک سلیمانی کی اقتداء میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ آپ کا مزار شریف آپ کی قائم کردہ ''قادری مسجد'' (سولجر بازار کراچی) کے احاطہ میں مرجع عام و خاص ہے۔

بشکریہ، تذکرہ انوار علمائے اہلسنت سندھ

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ محمد احسن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ

تعارف ☆: قطب بالاتفاق سلطان الفقراٗ برھان العرفاء نازش اہل ھدیٰ، منبع جود وسخا حضرت خواجہ محمد احسن قادری رحمۃ اللہ علیہ قطب المشائخ ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت تحصیل کوٹلی ستیاں ضلع راولپنڈی کے خوبصورت دیہات اور روحانی بستی کرل شریف میں حضرت مولانا فقیر محمد علیہ الرحمۃ جو کہ حضرت مولانا کلیم اللہ علیہ الرحمۃ کے فرزندار جمند تھے کے گھر ۱۳۲۰ھ بمطابق 1902ء میں ہوئی۔

آپ کے دادا حضرت مولانا کلیم اللہ علیہ الرحمۃ اور والد گرامی مولانا فقیر محمد علیہ الرحمۃ اپنے وقت کے بہترین پائے کے عالم اور صوفی باصفا اور عظیم روحانی شخصیت تھے۔ آپ کے دادا اور والد نے تمام زندگی اپنے علم وعمل اور کردار سے مخلوق خدا کی رشد وہدایت کا سلسلہ جاری رکھا اور کرل شریف کی بستی کو علم وعرفان کا مرکز بنایا تازندگی نماز روزہ کی ادائیگی سنت رسول اللہ ﷺ کی پابندی آپ کا وطیرہ تھا۔ ہمہ وقت ذکر خدا میں مگن اور خوف خدا اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دولت سے مالا مال تھے۔ آپ کے دادا بزرگوار اور مولانا کلیم اللہ صاحب موضع سائن سے ہجرت کر کے کرل شریف میں آکر آباد ہوئے۔

کرل شریف کی بستی کو آپ کے قدموں نے ایسا دوام بخشا کے تاقیامت علم وعرفان کی بارش اس بستی پر ہوتی رہے گی اور اس بستی سے جاری فیضان حضرت خواجہ محمد احسن قادری رحمۃ اللہ علیہ کی صورت میں چاردانگ عالم کو منور کرتا رہے گا۔

بچپن کے حالات وواقعات ☆: آپ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ جب آپ کی ولادت باسعادت ہوئی تو گھر میں ایک عجیب سماں تھا۔ ہرطرف ایک قدرتی رونق وبہار تھی۔ آپ کے چہرہ پرنور چمکارے ماررہا تھا۔ جس وقت آپ کے دیگر بہن بھائیوں اور عزیز رشتہ داروں نے آپ کی نورانی صورت کو دیکھا تو سجدہ میں گر کر رب قدیر کا شکرادا کیا۔ بستی کی خواتین جوق درجوق آتیں اور آپ کے چہرے کی بلائیں لے کر واپس چلی جاتیں۔ آپ کی ولادت کے بعد نہ صرف آپ کے گھر اور گھر والوں کی معاشی اور روحانی حالت بہتر ہوتی گئی۔ بلکہ پوری بستی پر خدا کی رحمتوں کا نزول شروع ہوگیا۔

ہرطرف خوش حالی آگئی ہرگھر سے بدحالی ختم ہوگئی۔ آپ کی فطرت عام بچوں کی طرح نہیں تھی۔ بلکہ آپ بچپن ہی سے انتہائی

صابر وشاکر طبیعت کے مالک تھے۔آپ کے چہرہ پر جو نور ولایت جلوہ گر تھا۔اس کی وجہ سے آپ کی خدمت میں حاضری دینا اپنے لئے باعث رحمت تصور کرتے تھے۔عقیدت ومحبت کا سلسلہ بچپن سے شروع ہو کر تادم آخر اور آج تک جاری ہے۔جو کہ قیامت تک جاری وساری رہے گا۔بچپن ہی سے کشف وکرامات کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔جس سے پتہ چلتا تھا کہ آپ مادرزاد ولی تھے۔

آپ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ ہم کرل شریف سے علی پور فراش کے گاؤں کھدر پور آپ کی پھوپھی صاحب سے ملنے کے لئے گھر سے نکلے چونکہ اس زمانہ میں ٹرانسپورٹ کا کوئی معقول انتظام نہ تھا۔اکثر لوگ پیدل ہی سفر کرتے یا پھر امراء اور بڑے لوگوں نے اپنے سفر کے لئے گھوڑے رکھے ہوئے تھے۔آپ کی عمر شریف اس وقت چار پانچ سال تھی۔۳۵ کلومیٹر دور کا یہ پیدل سفر ہمارے لئے بہت مشکل تھا۔ہم تھوڑی تھوڑی دور چل کر آرام کرتے جاتے اور اپنی منزل کو چلتے رہے۔آپ پیدل سفر کرتے ہوئے میرے ساتھ چلتے رہے۔جب میں دیکھتی کہ آپ تھک گئے ہوں گے تو میں گود میں اٹھالیتی مگر آپ تھوڑی ہی دیر بعد میری گود سے اتر جاتے چلتے چلتے۔

حتیٰ کہ جب علی پور فراش کے قریب ایک قبرستان سے گزرے تو آپ نے فرمایا کہ مجھے اس بازار سے کوئی چیز خرید کر دو میں نے کہا یہ بازار نہیں بلکہ قبرستان ہے۔مگر آپ بضد رہے کہ نہیں بازار ہے۔مجھے کوئی چیز خرید کر دو بالآخر قبرستان کی حد ختم ہوئی۔آپ باہر تشریف لائے اور پیچھے مڑ کر دیکھا تو فرمانے لگے۔ابھی تو یہاں بازار نظر آ رہا تھا اب واقعی قبرستان نظر آ رہا ہے۔آپ کی والدہ یہ بات سُن کر پریشان ہو گئیں اور گھر پہنچ کر رشتہ داروں میں ایک بزرگ رہتے تھے۔ان سے پورا واقعہ بیان کیا تو انہوں نے کہا کہ آپ انہیں اکیلے لے کر نہ نکلا کریں۔

یہ بچہ عام بچوں کی طرح نہیں ہے۔پھر انہوں نے آپ سے کچھ پوچھا اور آپ کی والدہ سے فرمایا کہ جو کچھ انہوں نے دیکھا ہے وہ عام آدمی کے تصور میں نہیں آ سکتا اس بچے نے قبرستان سے گزرتے ہوئے عالم برزخ کو دیکھا ہے اور یہ ولی اللہ کے بغیر کسی کو نظر نہیں آتا ان پر خدا کا خصوصی فضل وکرم ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست......تا نہ بخشند خدائے
بخشندہ

آپ کے بچپن کے ایک ساتھی کپتان رحیم داد مرحوم ومغفور فرماتے ہیں کہ آپ بچپن ہی ایسی صفات کے مالک تھے جو کہ کسی انسان میں نہ پائی جاتی تھیں۔اگرچہ آپ بظاہر دنیا میں رہتے تھے۔دنیا کے کام بھی کرتے ہے۔مگر حرکات وسکنات عادات واطوار عام لوگوں سے بالکل مختلف تھے۔کپتان رحیم داد فرماتے ہیں کہ ہم خواجہ صاحب کے ساتھ گاؤں کے کافی بچے مال مویشی چرانے جایا کرتے تھے۔چنانچہ ابتداء میں تو آپ ہمارے ساتھ ہی ہوتے تھے۔جب آپ کے مویشی چرتے ہوئے دور جنگل میں چلے جاتے تو آپ فرماتے کہ جو بھی شخص میرے مویشی واپس موڑ کر لائے گا۔میں اسے عجیب تماشا دکھاؤں گا۔

چنانچہ میں اس دوڑ میں بہت آگے نکل جاتا۔جب میں آپ کے حکم کی تعمیل کرتا تو مجھے ایک نیا جہاں نظر آتا۔عجیب وغریب منظر

دکھائی دیتا جس میں رنگ برنگی وردیوں میں ملبوس فوج پریڈ کی صورت میں دکھائی دیتی اور قطار در قطار گزرتی ہوئی نظر آتی پہلے تو ابتداء میں ایسا منظر دیکھ کر میں خوف زدہ ہوا مگر آپ میرے سینے پر ہاتھ رکھ کر فرماتے رحیم داد پریشان نہ ہونا۔ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ یہ فوج تمہیں کچھ نہ کہے گی میں نے جب یہ منظر دوسرے بچوں کو بتایا تو وہ بھی کہنے لگے ہم بھی دیکھیں گے لیکن یہ کوئی تماشا نہ تھا بلکہ یہ ایک حقیقت تھی جو کہ ہر ایک کو نہیں دکھائی جا سکتی تھی۔ یہ سلسلہ کچھ عرصہ تک رہا بعد ازاں آپ نے سب سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔

آپ کی عمر سات برس تھی کہ گاؤں کے بچوں کو اسکول جاتے ہوئے دیکھ کر آپ نے اپنی والدۂ ماجدہ سے عرض کیا کہ میں اسکول جایا کروں گا والدہ نے فرمایا کہ یہاں سے چار پانچ میل دور کوٹلی ستیاں میں سکول ہے۔ جو کہ دور ہے۔ لہٰذا میں جانے کی اجازت نہ دوں گی۔ آپ کے اسکول جانے کے شوق کی اطلاع آپ کے گاؤں کے ایک پڑوسی جو کہ کوٹلی ستیاں کے ڈاکخانہ میں پوسٹ ماسٹر تھے۔ ان کو ہوئی تو وہ آپ کی والدہ کے پاس تشریف لائے اور کہنے لگے کہ خواجہ صاحب کو سکول بھیج دیا کریں گاؤں کے کافی بچے جاتے ہیں اور میں بھی کوٹلی میں ملازم ہوں ان کی دیکھ بھال میں خود کیا کروں گا۔

آپ کی والدہ نے آپ کو اسکول بھیج دیا۔ دوران تعلیم ایک دن ایسا ہوا کہ آپ اسکول جا رہے تھے کہ راستے میں سفید رنگ کے لباس میں ملبوس دو افراد ملے اور کہنے لگے ہم بھوکے ہیں ہمیں کھانے کیلئے کچھ دو ہم اس کا اس کا معاوضہ تمہیں دے دیں گے۔ آپ نے سوچا گھر سے میں صرف اپنے لئے روٹی لایا ہوں میں دوپہر کو کیا کھاؤں گا آپ نے انہیں اپنا کھانا نہ دیا اور انکار کرتے ہوئے آگے کی طرف چل دیئے چند قدم ہی چلے تھے کہ دل میں خیال گزرا کہ بھوکے کو کھانا کھلانا سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔ لہٰذا میں نے اچھا نہیں کیا وہ بھوکے ہیں۔ انہیں کھانا کھلانا چاہیئے تھا یہ خیال آتے ہی فوراً آپ ان کی طرف دوڑے اور کچھ دور چلنے کے بعد انہیں پالیا اور اپنا کھانا انہیں دے دیا۔ انہوں نے آپ کو معاوضہ دینا چاہا مگر آپ نے نہ لیا اور اسکول چلے گئے بھوک لگنے لگی اور بھوک کی وجہ سے نڈھال ہوگئے اور بے ہوشی طاری ہوگئی۔ اس دوران آپ نے دیکھا کہ آسمان کی طرف سے ایک شخص سفید گھوڑے پر سوار سبز پوشاک پہنے ہوئے آپ کی طرف آ رہا تھا اور قریب آ کر تسلی دینے لگا اور بشارت دی کہ غم مت کرو تم پر خدا کی رحمتوں کا نزول ہونے والا ہے۔ اس کے بعد وہ اپنی منزل کی جانب واپس ہوگیا جب آپ کو ہوش آیا تو اس وقت آپ کے سکول کے ساتھی اور استاد آپ کے قریب پریشان کھڑے ہوئے گھور گھور کر آپ کو دیکھ رہے تھے۔ استاد نے ہوش میں آتے ہی آپ سے پوچھا کہ کیا ماجرا ہے۔ آپ نے تمام قصہ سنایا تو استاد پر اسکا اتنا اثر ہوا کہ اُس دن کے بعد استاد نے کرسی پر بیٹھ کر پڑھانے کی بجائے نیچے بیٹھ کر پڑھانا شروع کر دیا۔ چند روز یہ سلسلہ چلتا رہا۔ آپ نے دل میں سوچا کہ استاد کو میری وجہ سے یہ تکلیف برداشت کرنا پڑ رہی ہے کہ وہ بھی بچوں کے ساتھ نیچے بیٹھ کر پڑھا رہے ہیں۔ اس وجہ سے آپ نے سکول جانا چھوڑ دیا۔ بعد میں استاد کے پیغام آتے رہے کہ آپ سکول آیا کریں۔ مگر آپ دوبارہ سکول نہ گئے۔

تعلیم و تربیت ☆: آپ نے سکول کی تعلیم تھوڑے ہی عرصہ تک کوٹلی ستیاں میں حاصل کی اور اپنی والدہ ماجدہ سے پہلے سپارہ کے دو رکوع پڑھے جب آپ اس آیت مبارکہ پر پہنچے "**ماذا اراد اللہ بھذا مثلا**" تو اس کے بعد پورا قرآن کریم آپ

نے از خود پڑھا اور مکمل کیا۔ قرآن کریم مکمل کرنے کے بعد علوم دینیہ کی تعلیم کا شوق اور غلبہ ہوا تو آپ نے بہت سے علماء کرام کے پاس اس مقصد کیلئے حاضری دی۔ جہاں بھی کسی معروف عالم دین کا چرچا اور نام سنا وہیں تشریف لے گئے اور ہر عالم دین سے یہ فرماتے کہ میں آپ سے ہر سبق سے متعلق پوری معلومات حاصل کرنے کے بعد دوسرا سبق پڑھوں گا۔ کیونکہ جب تک ہر پہلو پر غور نہ کیا جائے علم حاصل کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اس قسم کی باتیں سننے کے بعد کسی بھی عالم دین نے آپ کو اپنی شاگردی میں نہیں لیا۔ اور یہی کہہ دیتے کہ ہمارے ہاں قرآن و حدیث کی تدریس کا جو سلسلہ جاری ہے۔ اس کے مطابق ہم آپ کو پڑھانے کے لئے تیار ہیں جہاں آپ کے سوالات اور آپ کو سمجھانے کا تعلق ہے۔ تو یہ کام تو کوئی عارف کامل ہی کر سکتا ہے۔ اسی طرح ایک عرصہ تک تگ و دو کے بعد آپ نے از خود تفاسیر کا مطالعہ شروع کر دیا اور اللہ کریم کی بارگاہ میں رجوع کیا جوں جوں آپ تفاسیر کا مطالعہ فرماتے اسرار و امور کے پردے کھلتے گئے اور حقیقت آپ پر منکشف ہوتی گئی۔ بڑے بڑے پیچیدہ مسائل حل ہوتے گئے۔ اسی طرح تفسیر و فقہ آپ کو مکمل عبور حاصل ہو گیا۔

اس کے بعد آپ نے صحاح ستہ کا مطالعہ شروع کر دیا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں استعانت کی درخواست کی سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ پاک کے تصدق آپ احادیث مبارکہ کو سمجھنے میں کامیاب ہوئے آپ جو کچھ بھی مطالعہ فرماتے سبق پڑھتے وہ فوری طور پر ذہن پر نقش ہو جاتا تھا۔ تھوڑے ہی دنوں میں آپ کا شہرہ پورے علاقے میں ہو گیا۔ اپنے وقت کے بڑے بڑے علماء فضلاں حکماء و صوفیاء بڑے بڑے پیچیدہ مسائل لے کر آپکی خدمت میں حاضری دیتے۔ آپ مسئلہ سن کر فوراً اس کو حل فرما دیتے تھے۔

بیعت وخلافت ☆: آپ قادریہ سلسلہ کے عظیم روحانی پیشوا حضرت سائیں ٹکا صاحب قادری علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقۂ خلافت پا کر سرفراز ہوئے۔

حضرت سائیں ٹکا صاحب قادری علیہ الرحمۃ صاحب علم وعرفان وصاحب کشف وکرامت بزرگ تھے۔ آپ نے جب خواجہ محمد احسن صاحب کے بارے میں لوگوں سے سنا تو ملاقات کے لئے مشتاق رہے۔ لیکن جب حضرت خواجہ محمد احسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے سائیں ٹکا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کیا اور ملاقات کا اظہار کیا تو آپ تیار ہو گئے۔ سائیں صاحب سے پہلی ملاقات کامرہ شریف تحصیل کوٹلی ستیاں ضلع راولپنڈی میں ہوئی بڑی خندہ پیشانی سے پیش آئے۔ جب تک آپ ان کی خانقاہ میں رہے بڑی شفقت ومحبت سے آپ کے ساتھ برتاؤ کیا اس کے بعد ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ بالآخر ایک دن آپ نے سائیں صاحب سے اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ مجھے اپنا مرید کریں۔ انہوں نے بخوشی اس بات کو قبول کیا اور ساتھ ہی فرمایا کہ بیعت کرنے میں مجھے کوئی اعتراض نہیں مگر آپ کا رتبہ مجھ سے بلند ہے پھر آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ میں داخل فرما کر خانقاہ کا منتظم بنا دیا گیا۔ جو کہ تادم آخر آپ ان فرائض سے عہدہ برآں ہوتے رہے۔ روحانی طور پر اپنی منازل کو طے کرتے ہوئے آپ حضور محبوب سبحانی قطب ربانی غوث الصمدانی السیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں پہنچے تو غوث الثقلین نے آپ کو بیعت فرما کر مریدان خاص کی صف

میں شامل فرمایا۔

اسی طرح آپ حضور غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے توسل سے امام الانبیاء محبوب کبریا آقائے نامدار تاجدار مدینہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں بھی پہنچے جہاں آپ کے صحابہ ستاروں کی مانند نبوت کے چاند کے گرد جمع تھے۔ حضور نے آپ کو قطب الاقطاب اور خاتم الاولیاء کے خطاب سے سرفراز فرمایا آپ اکثر فرمایا کرتے تھے۔ حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہر مقام پر میری دستگیری اور راہنمائی فرمائی ہے۔

سیرت و کردار☆: آپ بچپن سے نیک سیرت بلند کردار کے مالک تھے۔ تمام زندگی عبادت و ریاضت میں گزاری زہدی وتقوی پرہیزگاری کا دامن کبھی نہ چھوڑا ہر حال میں خدا کی مشیت پر راضی رہتے تھے۔ خوف خدا اور حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جذبہ سے سرشار تھے۔ آپ کی ذات صبر وتحمل بردباری کا نمونہ تھی ہر ممکن اپنے کو چھپاتے رہتے تھے۔ آپ کی بصیرت قدرت کا ایک خوبصورت آئینہ تھی۔ اپنی زبان سے کبھی بھی کسی کے بارے میں کوئی دعوی نہ فرماتے تھے۔ بلکہ ہمیشہ کسرنفسی سے کام لیتے تھے۔ افراط و تفریط سے پاک ہو کر مخلوق خدا کی خدمت فرماتے تھے۔ کبھی کوئی سائل آپ کے پاس آکر دعا کا طالب ہوتا تو آپ اس سے فرماتے کہ تم میرے لیے دعا لیا کرو تمہاری دعا خود بخود قبول ہو جائے گی۔

آپ نہایت سادہ زندگی گزارتے اور دوسروں کو بھی سادہ زندگی گزارنے کی تلقین فرماتے تھے۔ غریب و نادار اور ضرورت مند حضرات کی ہر ممکن امداد فرماتے تھے۔ اکثر اوقات اگر کوئی ضرورت مند آجاتا اور آپ کے پاس اس کی ضرورت پورے کرنے کے وسائل نہ ہوتے تو دوسروں سے قرض لے کر اس کی ضرورت پوری کرتے آپ اپنے متعلقین کے دنیاوی کاموں میں ایک عام فرد کی طرح چلنا پھرنا غرض یہ کہ ہر کام سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق فرماتے گویا آپ کی زندگی سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عملی نمونہ تھی۔

ایک سیدزادے کا واقعہ☆: چناری آزاد کشمیر کے رہنے والے سید علی حیدر شاہ مقصد حقیقی کی تلاش میں اکثر و بیشتر چلہ کشی فرماتے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ بہت لمبا چلہ کیا ساتویں سال حضرت خواجہ محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء زری زر بخت علیہ الرحمۃ سے روحانی ملاقات ہوئی تو خواجہ محبوب الٰہی نے فرمایا کہ اگر تم اپنا مقصد حقیقی پانا چاہتے ہو تو یہاں سے تھوڑی دور دریائے جہلم کے پار مری کے علاقہ میں قطب زمانہ موجود ہیں۔ وہاں چلے جاؤ تمہارا مقصد پورا ہو جائے گا۔ ساتھ ہی فرمایا کہ وہ ترکی ٹوپی پہنتے ہیں۔

سید علی حیدر شاہ چلتے چلتے آزاد کشمیر و پاکستان کے سنگم میں کوہالہ کے مقام پر پہنچے وہاں کے لوگوں سے آپ کا حلیہ بتا کر پوچھا مگر کچھ نہ پتہ چلا وہاں سے موہڑہ شریف مری پہنچے مگر آپ کے بارے میں کوئی علم نہ ہو سکا پھر حضرت بابا لعل شاہ قلندر علیہ الرحمۃ کے پاس سوراسی پہنچے وہاں پر جب انہوں نے آپ کا حلیہ بیان کیا تو ایک شخص نے بتایا کہ جن بزرگ کا حلیہ آپ بیان فرما رہے ہیں ویسا حلیہ تو کرل شریف والے استاد جی کا ہے۔

چنانچہ سید علی حیدر شاہ کرل شریف پہنچے تو دیکھا کہ بہت سے لوگ ایک پہاڑ پر گھاس کاٹ رہے ہیں۔ اُن میں ایک انتہائی

خوبصورت نیک سیرت نورانی چہرے والے سرخ رنگ کی ترکی ٹوپی پہنے ہوئے ایک بزرگ بھی گھاس کاٹنے میں مصروف ہیں۔ سید علی حیدر شاہ نے گھاس کاٹنے والے ساتھیوں سے آپ کی طرف اشارہ کر کے دریافت کیا یہ بزرگ کون ہیں تو اس نے بتایا کہ یہ حضرت خواجہ محمد احسن قادری ہیں سُن کر سید علی حیدر شاہ نے ان لوگوں سے کہا کہ اس زمانے کے قطب الوقت کے ساتھ تمہاری گفتگو کا یہ انداز مجھے پسند نہیں آیا۔ تمہیں کیا معلوم یہ بزرگ کون اور کس مقام پر فائز ہیں۔ پھر اُنہوں نے بتایا کہ میں سید وآل رسول ﷺ ہوں میرے باپ دادا کے مزار پر اب بھی ہر جمعرات کو شیر سلام کرنے آتا ہے۔

پھر انہوں نے اپنے چلے اور خواجہ محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ والا معاملہ بیان کیا اور کہا کہ مجھے حضرت خواجہ محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ نے حکم دیا ہے کہ وہاں چلے جاؤ آپ نے سید علی حیدر شاہ کی طرف غصہ کے عالم میں دیکھا اور فرمایا کہ ان لوگوں سے اس قسم کی باتیں مت کرو تمہیں تو معلوم ہے کہ مجھے اس قسم کی باتوں سے نقصان پہنچتا ہے۔

یہ سُن کر شاہ صاحب نے عرض کیا حضور میں بھی تو انہیں یہی سمجھا رہا ہوں یعنی آپ کے منصب کے بارے میں بتلا رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ خاموش ہو جاؤ ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ ہم کیا ہیں۔ انہیں بتانے کی ضرورت نہیں۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے اپنے گھر والوں کو فرمایا کہ ایک الفی اور ایک رومال لاؤ۔ شاہ صاحب کو دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ الفی پہن لو اور رومال لے لو اگر جانے کا ارادہ ہو تو صبح چلے جانا۔ اور کبھی کبھی میرے پاس آجایا کرنا اور فرمایا کہ میں ابھی آپ کو مرید نہیں کروں گا۔ پہلے میں آپ کے کاغذات چیک کروں گا۔ اگر ضرورت محسوس ہوئی تو مرید کرلوں گا۔ اس کے بعد شاہ صاحب تمام زندگی ۱۹۷۱ سے لے کر آپ کی ظاہری حیات مبارکہ میں حاضری دیتے رہے۔ حتیٰ کہ آپ کے وصال کے بعد بھی حاضری دیتے رہے اور کافی فیض حاصل کیا۔ ۱۹۹۰ء میں شاہ صاحب کا بھی وصال ہو گیا۔

سکول ماسٹر اور مقام قطبیت ☆: موضع ڈھانڈہ کوٹلی ستیاں کے ایک ماسٹر صاحب ایک مرتبہ آپ سے ملاقات کے لئے حاضر ہوئے اتفاق سے آپ کو تنہا دیکھ کر ماسٹر نے موقع غنیمت سمجھا کہ آپ سے چند باتیں کرلی جائیں۔ مگر آپ فوراً اپنی نشست سے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ ماسٹر صاحب آؤ باہر چلتے ہیں۔ تھوڑی سی چہل قدمی ہو جائے گی۔ اس دوران ماسٹر صاحب کے دل میں خیال آیا کہ آپ سے کوئی ایسا سوال کیا جائے۔ جس سے مجھے آپ کے منصب جلیلہ کا علم ہو سکے۔ دل ہی دل میں یہ باتیں سوچ رہے تھے کہ اچانک موقع پاتے ہی فوراً مخاطب ہو کر عرض کیا حضور تاریخ اور تصوف کی کتابوں میں لکھا ہوتا ہے۔ کہ ہر دور اور زمانے میں ایک غوث اور قطب موجود ہوتا ہے۔

حضور یہ فرمائیں کہ ایسے لوگ کیسے پہچانے جاتے ہیں۔ آپ نے بڑے غور سے سختی کے انداز میں مخاطب ہو کر فرمایا کہ ان کی پہچاننے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی۔ ماسٹر صاحب نے عرض کیا حضور بس ویسے ہی خیال آیا تھا۔ معلومات کے اضافے کے لئے آپ سے پوچھ لیا تھا چہل قدمی کے دوران آپ ایک میدان میں کھڑے تھے۔ جہاں لکڑی کا ایک بڑا شہتیر پڑا ہوا تھا۔ آپ نے اس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ایسا شخص اگر خشک درخت کو کہے کہ چل تو وہ خدا کے حکم سے چلنا شروع کر دے۔ آپ یہ فرما رہے تھے کہ

ماسٹر صاحب نے دیکھا کہ وہ پورے درخت کا شہتیر فوراً حرکت میں آ کر چلنے لگا۔

آپ نے لکڑی سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ بس بس تو وہ رک گئی۔ اس کے بعد آپ نے ماسٹر صاحب کو دیکھا تو نیم بے ہوشی کے عالم میں تھے۔ آپ نے فرمایا کہ ماسٹر صاحب جو کچھ تم نے دیکھا ہے۔ وہ میری زندگی میں کسی سے بیان نہ کرنا وگرنہ تمہیں سخت نقصان ہوگا۔

آپ کے وصال باکمال کے بعد ماسٹر صاحب نے یہ واقعہ آپ کے مرید خاص بابو عبدالقیوم قادری جو کہ مسلم ٹاؤن کے رہنے والے ہیں اور آپ کے سلسلہ کی معروف کتاب انوارالاحسن کے مصنف بھی ہیں سے بیان فرمایا

نوٹ ☆: راقم الحروف نے بھی اسی کتاب انوارالاحسن سے ہی ان واقعات کو نقل کیا ہے۔

کرامت نمبر ۱ ☆: ماسٹر مصطفیٰ صاحب کا چھوٹا بھائی جن کی عمر ۱۶ برس کی تھی۔ درخت سے گرنے کے باعث اس کے ہاتھ پاؤں کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں۔ آپ کو جب یہ خبر پہنچی تو ماسٹر مصطفیٰ کے ہمراہ ان کے گھر پر تشریف لے گئے تو کیا دیکھا کہ ماسٹر مصطفیٰ کا بھائی نیم بیہوشی کے عالم میں چارپائی پر پڑا ہے۔ آپ اس کے قریب بیٹھ گئے اور اسکے بازور پر ہاتھ پھیرنا شروع کر دیا۔ اس کے بعد اسکی ٹانگوں پر ہاتھ پھیرنا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد آپ نے فرمایا کہ خیر ہے۔ اس کے بازور اور ٹانگیں بالکل ٹھیک ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ مجھے دکھاؤ کون سی ہڈیاں ٹوٹی ہیں۔ جب اُنہوں نے ہاتھ کو دیکھا تو بالکل ٹھیک تھا۔ ٹانگیں بھی بالکل ٹھیک تمام اعضاء بالکل صحیح سالم ہیں۔ آپ کی یہ کرامت دیکھ کر تمام لوگ حیران و پریشان ہو گئے۔ چند ہی دنوں بعد وہ مریض بالکل صحت مند بلکہ پہلے سے بہتر صحت ہو گئی۔ اس حادثے کا احساس ہی نہ رہا بعد ازاں وہ فوج میں ملازم ہو گیا اور تادم تحریری بالکل صحت مند ہے۔

کرامت نمبر ۲ ☆: حضور خواجہ صاحب غریبوں مسکینوں کے ساتھ بڑی محبت اور شفقت سے پیش آتے تھے۔ آپ کے قریب ایک خاندان آباد تھا جو کہ ہر وقت آپ کی خدمت میں مصروف رہتا تھا۔ ایک دن آپ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ تم میں سے جس کے پاس پیسے ہیں وہ راولپنڈی چلے جاؤ اور وہاں پر سستی زمین خرید کر آباد کرو اور وہیں پر کھیتی باڑی بھی کرو۔ تم سب بہت جلد امیر ہو جاؤ گے اور اگر کسی شخص کے پاس پیسے نہ ہوں تو وہ مجھ سے لے لے آپ کی ہدایت پر بہت سے افراد نے عمل کیا اور راولپنڈی کے قریب چک شہزاد میں جگہ خرید کر رہنے لگے اور کاشت کاری شروع کر دی۔ جس کی وجہ سے ان کے حالات دن بدن بہتر ہونا شروع ہو گئے۔

خدا کی کرنی کے چک شہزاد کی بستی اسلام آباد دارالحکومت میں آئی۔ جس کی وجہ سے ان لوگوں کو زمین کی اتنی رقم ملی کہ وہ سب کے سب امیر اور دولت مند اور خوشحال ہو گئے۔

کرامت نمبر ۳ ☆: بلوچستان کے قبائل میں جھگڑے کی بنا پر سول انتظامیہ معطل ہو کر رہ گئی تھی۔ حکومت پاکستان نے فوج کی نگرانی میں بلوچستان کی عوام کیلئے غلہ اور دوسری اشیاء کی ترسیل شروع رکھی تھی۔ خواجہ صاحب کا ایک مرید حوالدار محمد نواز بطور ڈرائیور فوجیوں کے ساتھ ڈیوٹی پر تھا کراچی سے لسبیلہ ٹرکوں میں گندم لوڈ کر کے لیجا رہا تھا کہ ایک مقام پر چڑھائی تھی۔ محمد نواز نے

ٹرک کی اسپیڈ تیز کردی تاکہ چڑھائی چڑھنے میں دشواری نہ پیش آئے۔ اچانک ٹرک کے اگلے حصے میں دھماکہ ہوا اور ٹرک نیچے کی جانب الٹنا شروع ہوگیا۔ ٹرک کی حفاظت پر موجود فوجی جوان بھی ٹرک سے نیچے گرے ان میں سے کوئی بھی زندہ نہ بچا۔ گندم بھی تمام کی تمام اِدھر اُدھر بکھر رہی تھی کہ اچانک ڈرائیور والی سائیڈ کا دروازہ کھل گیا۔ حوالدار محمد نواز نے کیا دیکھا کہ حضور خواجہ محمد احسن علیہ الرحمۃ نے اس کا بازو پکڑ کر کھینچا اور ٹرک سے باہر نکال لیا۔ جبکہ ٹرک لڑکھڑاتا ہوا نیچے گہرائی میں گر گیا حوالدار محمد نواز سوچ میں تھا کہ حضور خواجہ صاحب کا تو کافی عرصہ قبل انتقال ہوگیا تھا وہ آج کیسے میری دستگیری کے لئے پہنچ گئے بات اس کی سمجھ میں نہ آسکی اور آپ اچانک اس کی نظروں سے اوجھل ہوگئے۔

کرامت نمبر۴ ☆: حضور خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید محمد شعبان جو کہ سروے آف پاکستان میں ملازم تھا انہوں نے سی ڈی اے سے ایک پلاٹ قسطوں پر اسلام آباد میں الاٹ کرایا تھا۔ چند اقساط جمع کرانے کے بعد وہ مزید قسطیں جمع نہ کروا سکے کچھ عرصہ کے بعد سی ڈی اے کے دفتر سے ایک لیٹر شعبان صاحب کو ملا کہ آپ کے ذمہ جو بقایا جات ہیں وہ مقرر تاریخ تک جمع کرا دیں۔ وگرنہ اپنا پلاٹ منسوخ تصور کریں۔ لیٹر ملنے کے بعد بڑی تگ ودو کی گئی مگر رقم کا انتظام نہ ہوسکا۔ بالآخر شعبان صاحب اس ارادے سے آپ کی خدمت میں پہنچے کہ آپ سے کچھ رقم ادھار لے کر جمع کرادی جائے۔ بعد میں آپ کو واپس کردی جائے گی۔

جب دربار شریف پہنچے آپ سے ملاقات ہوئی خیر خیریت حال واحوال کے بعد آپ نے خود ہی فرمایا کہ میرے پاس لوگوں کی امداد اور ضرورت کے لئے رقم ہوتی ہے۔ آج کل میرے پاس پیسے نہیں ہیں نہ ہی کہیں سے آئے یہ بات سن کر شعبان صاحب نے اپنی بات حضور والا سے نہ کہی بلکہ دل میں سوچا کہ میری بات کا غائبانہ طور پر حضرت صاحب کو علم ہوگیا ہے۔ لہٰذا واپس چلتے ہیں جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ راولپنڈی پہنچنے کے کچھ دنوں بعد سی ڈی اے کی طرف سے پھر لیٹر موصول ہوا شعبان صاب نے اسے نظر انداز کیا کہ شائد الاٹمنٹ منسوخ ہونے کا لیٹر ہوگا۔ لہٰذا کھول کر پڑھنے کی کوئی ضرورت نہیں پھر اچانک بادل نخواستہ وہ لیٹر کھولا تو خوشی کی انتہا نہ رہی۔ کہ سی ڈی اے نے لکھا تھا کہ ہمیں آپ کی طرف سے واجب الادا رقم کا چیک مل گیا ہے۔ لہٰذا آپ فوری طور پر دفتر آکر اپنے پلاٹ کی الاٹمنٹ کے کاغذات وصول کرلیں۔

شعبان صاحب نے سوچا کہ میں نے تو پیسے جمع کرائے نہیں ہوسکتا ہے کسی اور کا ڈرافٹ میرے کھاتے میں نہ چلا گیا ہو ایسا نہ ہو کہ مجھے بعد میں شرمندگی نہ اٹھانی پڑے پھر دوبارہ چند ماہ تک سی ڈی اے کی طرف سے کسی قسم کا کوئی لیٹر وصول نہ ہونے پر خیال آیا کہ سی ڈی اے کے دفتر جاکر کیوں نہ معلوم ہی کرلیا جائے تاکہ عقدہ کھل جائے۔

چنانچہ شعبان صاحب سی ڈی اے کے دفتر گئے اپنی فائل کھلوائی تو وہاں پر جو ڈرافت لگا ہوا تھا وہ شعبان صاحب کی طرف سے ہی تھا۔ دفتر والوں نے آناً فاناً الاٹمنٹ کے کاغذات بنا کر شعبان صاحب کے حوالے کیئے شعبان صاحب کے دل میں یقین ہوگیا کہ ہو یا نہ ہو یہ ڈرافت یقیناً حضرت خواجہ صاحب نے ہی جمع کرایا ہوگا۔

شعبان صاحب دوبارہ دربار شریف شکریہ ادا کرنے کیلئے پہنچے تو آپ نے دیکھتے ہی فرمایا کہ شعبان صاحب خیر تو ہے آج کل

بہت جلدی جلدی دربار شریف کے چکر لگا رہے ہیں تو شعبان صاحب نے قدرے توقف کے بعد تمام ماجرا عرض کیا اور آپ کی ذات بالا صفات کا شکریہ بھی ادا کیا۔ آپ نے فرمایا کہ بھئی جب آپ نے اپنا معاملہ مجھے بتایا ہی نہیں اور مجھ سے ذکر ہی نہیں کیا تو میں کیا کر سکتا تھا آپ کو غلط فہمی ہوگئی ہے شعبان صاحب نے عرض کیا کہ حضور یہ کام آپ کے سوا کوئی اور کر سکتا ہی نہیں تو آپ نے فرمایا چلو کسی نے بھی کیا تمہارا کام تو ہو گیا ہے۔ جس کسی نے بھی کیا اچھا ہی کیا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۳۹۲ھ بمطابق 1972ء کو ہوا مزار پُر انوار موضع کرل شریف تحصیل کوٹلی ستیاں مری ضلع راولپنڈی میں مرجع خاص و عام ہے جہاں پر آج بھی اہل عقیدت حاضری دے کر اپنے دامنوں کو گوہر مراد سے بھرتے ہیں۔

فقیر راقم الحروف کو تادم تحریر ایک مرتبہ حاضری کا شرف حاصل ہے۔ پہاڑوں کے دامن میں عجیب و غریب پر کیف منظر ہے جو احاطہ تحریر میں لانا ناممکن ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت فیض سلطان قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: جگر گوشۂ حضرت سلطان العارفین، برھان الواصلین، مقتدائے ارباب یقین حضرت پیر فیض سلطان قادری رحمتہ اللہ علیہ آپ سیاح بادیہ تجرید وتفرید ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۲۴ھ بمطابق ۱۹۰۶ء کو ولی العصر حضرت سلطان نور محمد قادری علیہ الرحمۃ کے گھر واقع دربار سلطان باہو گڑھ مہاراجہ تحصیل شورکوٹ ضلع جھنگ میں ہوئی۔

آپ پر ہمیشہ جذب و مستی کی کیفیت طاری رہتی تھی، چہرے پر جلالی کی وجہ سے اکثر لوگ خائف رہتے تھے، کبھی کبھی جذب و مستی کے عالم میں لوگوں کو برا بھلا کہنا شروع کر دیتے تھے، جو لوگ طبیعت سے آشنا تھے وہ خاموش رہتے اور جو ناواقف تھے وہ مایوس ہو کر چلے جاتے تھے۔

آپ کو باغبانی کا صرف شوق ہی نہیں بلکہ اس شعبہ میں مہارت بھی حاصل تھی، بالخصوص شجر کاری میں کافی دسترس تھی۔

آپ بذات خود پیشتر وقت شجر کاری، زمین کی صفائی، اصلاح اور زراعت کے کام گزار دیتے تھے۔

بلوچستان کے علاقہ میں آپ کے بہت زیادہ مرید تھے، کافی عرصہ تک پنجاب سے بلوچستان آتے جاتے رہے، پھر مستقلاً یہیں مقیم ہو گئے، جیکب آباد اور اوستہ محمد کے سزمرو اور بروہی اور جاٹ، قبائل آپ کے مریدوں میں شامل ہیں۔

۱۳۶۶ھ بمطابق ۱۹۴۶ء میں آپ کے نوجوان فرزند سلطان ولی محمد کی اوستہ محمد میں قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرنے کے دوران وفات ہوئی تو اس کو اوستہ محمد میں ہی دفن کیا گیا۔

اس کے بعد سے آپ نے بھی اوستہ محمد ہی میں مستقل قیام کر لیا، وہاں پر نصیر آباد کے علاقہ کے بہت سے قبائل آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے، انہیں جذب و کیف و مستی کی حالت میں وعظ و نصیحتیں کیا کرتے البتہ تیز طبع مستی کی حالت کی وجہ سے وہاں کے وڈیروں اور زمینداروں کو ناراض بھی کیا۔ آپ صاحب کشف و کرامت بزرگ ہوئے ہیں۔ لاتعداد کرامات زبان زد خاص و عام ہیں۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۲۷ جمادی الاول ۱۳۹۳ھ بمطابق ۲۹ جون ۱۹۷۳ء میں آپ کا وصال باکمال فیض آباد سراب کوئٹہ میں ہوا۔ مزار پُر انوار اوستہ محمد صوبہ بلوچستان میں مرجع خاص و عام ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت میاں سلطان اکبر قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆ : عالم ربانی، مرشد لاثانی، ہمہ صفت موصوف حضرت میاں سلطان اکبر قادری رحمتہ اللہ علیہ آفتاب طہارت و پاکیزگی ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت سکیسر کے علاقہ چھبڑ شریف ضلع خوشاب میں اعوان قبیلہ کے ایک نیک سیرت گھرانے میں ہوئی۔ آپ کے آباؤاجداد میں سے اکثر بزرگ سلطان العارفین حضرت سلطان محمد باہو قادری علیہ الرحمۃ کے سلسلہ طریقت وخانوادے سے وابستہ رہے، اسی بنا پر آپ کا گھرانہ روحانی فیوض وبرکات کا باعث رہا ہے، اسی روحانی ماحول میں آپ کی تربیت وتعلیم بھی مکمل ہوئی۔ ابھی بچپن کا عالم تھا کہ والدِ بزرگوار کا وصال ہوگیا۔ ان کے وصال کے بعد آپ کی تعلیم وتربیت کا تمام بوجھ والدہ ماجدہ کے سر آن پڑا مگر شومئی قسمت کہ وہ بھی جلد ہی خدا کو پیاری ہوگئیں۔ اس طرح آپ کا بچپن یتیمی میں گزرا مگر باوجود اس کے آپ نے اس یتیمی کے عالم میں چھبڑ شریف میں ہی قرآن کریم حفظ کیا اور یہیں پر اپنی ظاہری تعلیم دینی مکمل فرمائی۔

بالا شریف جو ضلع میانوالی کا آخری قصبہ جو اپنے اندر ایک قدرتی حسن وجمال رکھتا ہے، کی آبادی کے اکثر لوگ آپ کے والد بزرگوار کے مرید وعقید تمندان تھے، وہ والدین کے وصال کے بعد آپ کی ملاقات کے غرض سے چھبڑ شریف آتے رہتے تھے۔

انہوں نے اتفاق رائے سے آپ کو اپنے علاقہ میں لانے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ چند بزرگ بالا شریف کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض گزار ہوئے تو آپ نے ان کی عقیدت ومحبت کے پیش نظر چھبڑ کو خیر باد کہا اور ان کے ہمراہ بالا شریف ضلع میانوالی تشریف لے آئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار فرما کر خلق خدا کی خدمت کا فریضہ سنبھالا اور دین حق کی اشاعت وتبلیغ میں مصروف ہوگئے۔

بیعت وخلافت ☆ : آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت سلطان نور احمد قادری علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور انہی سے خرقۂ خلافت پاکر سرفراز وممتاز ہوئے۔

تعمیر مسجد ☆ : آپ کو خواب میں اشارہ ملا کہ مسجد تعمیر کراؤ، آپ نے خواب سے بیدار ہوکر مسجد کی تعمیر کے لئے ایک جگہ تجویز

فرمائی، مگر وہ جگہ تین آدمیوں کی ملکیت تھی، ان تینوں نے اپنی اپنی حاجات آپ کو پیش کیں اور عرض کرنے لگے اگر ہماری مرادیں پوری ہوجائیں تو ہم یہ جگہ مسجد کے لیے مفت دے دیں گے۔

چنانچہ آپ نے ان تینوں کے لئے خدا کی بارگاہ میں دعا فرمائی، اللہ نے ان کی حاجات کو پورا فرما دیا، اس کے بعد آپ نے اس جگہ پر ایک عظیم الشان مسجد کا سنگ بنیاد رکھا تعمیر مکمل کی، آج بھی وہ مسجد دعوت نظارہ دے رہی ہے۔

سیرت و کردار☆: آپ اپنے زمانے کے صوفی بزرگ ہوئے، تمام زندگی خدا کے احکام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق گزاری۔ حضرت سلطان العارفین سلطان باہو علیہ الرحمۃ سے آپ کو روحانی محبت و عقیدت حاصل تھی۔ عقیدت ومحبت کا یہ عالم تھا کہ نہ تو دربار شریف کی طرف پیٹھ کر کے سوتے اور نہ ہی اس طرف منہ کر کے تھوکتے، جب دربار شریف جانا ہوتا تو ساری رات وظائف و دیگر عبادات میں گزار دیتے۔

مرشد کامل کی محبت کا یہ عالم کہ کبھی ان کے سامنے چارپائی پر نہ بیٹھتے بلکہ دوزانو ہو کر زمین پر تشریف فرما ہوتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ کے مرشد کامل حضرت سلطان نور احمد قادری علیہ الرحمۃ نے آپ کے کندھے پر بوسہ دیا۔ تو لوگوں کے پوچھنے پر مرشد کامل نے فرمایا کہ ان کے کندھے پر میں نے حضرت سلطان باہو علیہ الرحمۃ کا ہاتھ دیکھا ہے۔

آپ کو حضرت محبوب سبحانی السید شیخ عبدالقادر جیلانی پیران پیر دستگیر رضی اللہ عنہ سے خصوصی عقیدت ومحبت تھی، اسی بنا پر آپ ہر مہینے گیارہویں شریف کا بڑی عقیدت ومحبت سے اہتمام فرماتے، اور پھر ربیع الثانی میں عظیم الشان سالانہ گیارہویں شریف کا اہتمام فرماتے، نعت خوان حضرات نعتیں مناقبات پیش کرتے، علمائے کرام حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی سیرت و کردار پر تقاریر کرتے، آخر میں تمام حاضرین کو لنگر غوثیہ بھی پیش کیا جاتا۔ آپ کے وصال کے بعد آج بھی موجودہ سجادہ نشین بعینہٖ آپ کے طریقہ کو قائم رکھے ہوئے ہیں۔

قرآن کریم کے پندرہ سپاروں کی تلاوت روزانہ آپ کا معمول خاص تھا۔ اس کے علاوہ ذکر جہر اور خفی نفی و اثبات بھی فرماتے، رات کو عشاء کی نماز پڑھ کر کچھ دیر کے لئے آرام فرماتے، رات کے آخری حصے میں تہجد کی ادائیگی اور دیگر عبادات و ریاضات میں نماز فجر تک مشغول رہتے۔

حج بیت اللہ اور زیارت روضۂ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ☆: ۱۹۴۴ء میں آپ حج بیت اللہ شریف کی ادائیگی اور زیارت روضۂ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے تشریف لے گئے، اگرچہ جنگ عظیم ان دنوں زوروں پر تھی، لیکن آپ پھر بھی کسی نہ کسی طرح محبوب خدا کے دیار پہنچ گئے، وہاں آپ کی طبیعت کچھ علیل ہوئی تو حضرت پیر سید غلام محی الدین المعروف قبلہ بابو جی علیہ الرحمۃ بھی حج کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے، تو ان کو خواب میں رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی تو حضور نے آپ کی جانب اشارہ فرمایا کہ ان کی تیمارداری کرو۔

چنانچہ قبلہ بابو جی علیہ الرحمۃ سرکار کا اشارہ پاتے ہی آپ کی تیمارداری کو آئے، اس کے بعد آپ ہر روز قبلہ بابو جی کی خدمت میں حاضری دیتے رہے۔

حج بیت اللہ کی ادائیگی کے بعد حضرت قبلہ بابو جی علیہ الرحمۃ آپ کی ملاقات کے لئے بالا شریف میانوالی تشریف لائے، آپ بھی اکثر و بیشتر گولڑہ شریف قبلہ بابو جی کے پاس حاضری دیتے رہتے تھے، یہ دوستی آج بھی دونوں بزرگوں کی اولادوں کے درمیان قائم و دائم ہے۔

وصال باکمال ☆: آپ نے مسجد کی تعمیر کا کام شروع کرایا ہوا تھا کہ آپ کے وصال کا وقت قریب آ گیا، آپ نے مولانا سعید احمد شاد یہ والوں کو بلا کر فرمایا مولانا میرے جانے کا وقت قریب آ گیا ہے افسوس کے مسجد کا کام مکمل نہ ہو سکا۔ پھر فرمایا کہ وصال کے بعد مجھے غسل آپ ہی نے دینا ہے۔

چنانچہ چند دنوں بعد آپ پر فالج کا حملہ ہوا، اس کے بعد ۱۳۹۳ھ بمطابق 15 جنوری 1973ء کو آپ کا وصال باکمال ہو گیا۔ بوقت وصال آپ کی عمر شریف ستر برس تھی۔

آپ کا مزار پُر انوار آپ کی تعمیر کردہ مسجد کے ساتھ قصبہ بالا شریف تحصیل پپلاں ضلع میانوالی میں مرجع خاص و عام ہے جہاں اہل محبت و عقیدت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت مولانا سید بچل شاہ جیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆ : جامع علوم ومعقول ومنقول، حاوی معالم فروع وصول، عالم وعارف، محدث، مفسر صوفی باصفاء، سرمست جام و حدت غریق دریائے حقیقت ومعرفت حضرت مولانا پیر سید بچل شاہ عرف محمد بخش بن پیر سید عبدالقادر شاہ جیلانی درگاہ عالیہ جیلانیہ قادریہ نورائی شریف (تحصیل ٹنڈو محمد خان ضلع حیدرآباد) میں ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

تعلیم وتربیت ☆ : آپ نے تعلیم وتربیت نورائی شریف میں حاصل کی۔ابتدائی تعلیم پرائمری اسکول میں،قرآن پاک کی تعلیم مسجد جیلانی کے متصل مکتب میں حاصل کی۔درج ذیل علماء اہل سنت کے ہاں درس نظامی کی تکمیل کی،ان علماء کو آپ کے والد ماجد نے درگاہ نورانی شریف پر آپ کی تعلیم کے لئے مختلف ادوار میں مدرس مقرر کیا تھا۔

☆ حضرت مولانا سید محمد شاہ مصطفائی ساکن آمری ضلع دادو (والد سید ظفر کاظمی حیدرآباد)۔ ☆ حضرت مولانا محمد فضل ساکن مٹیاری ضلع حیدرآباد۔ ☆ حضرت مولانا حاجی محمد قریشی ساکن گوٹھ اکثر نزد بوبک تحصیل سیہون۔ ☆ حضرت مولانا نور محمد بلوچ ساکن جوہی ضلع دادو۔ ☆ حضرت مولانا علی محمد درس (ساکن ماتلی ضلع بدین) کے پاس دورہ حدیث پڑھ کر فارغ التحصیل ہوئے۔

بیعت ☆ : آپ اپنے والد ماجد حضرت الحاج پیر سید عبدالقادر شاہ عرف حاجی شاہ جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھ پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے اور ان کے جسمانی وروحانی جانشین تھے۔

عادات وخصائل ☆ : حضرت علامہ پیر سید زین العابدین شاہ گیلانی راشدی اپنی تصنیف، تذکرہ انوار علمائے اہل سنت میں رقمطراز ہیں کہ آپ عالم باعمل، شریعت مطہرہ کے سخت پابند تھے۔وہ دعوت قبول نہیں فرماتے جس میں غیر شرعی حرکات کا مظاہرہ ہوتا مثلاً: ڈھولک، ساز، ناچ گانے موسیقی وغیرہ۔ریڈیو ٹیپ سے گانے باجے سننے کو ناپسند فرماتے تھے،ٹی وی کے سراپا مخالف تھے، آپ کی زندگی تک آپ کے گوٹھ میں ٹی وی نے اپنے منحوس قدم نہیں رکھے تھے۔فوٹو بازی سے بھی اجتناب فرماتے تھے،یہاں تک کہ آپ کی جو تصویر کھینچی جاتی وہ تصویر ضائع ہو جاتی تھی اور تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ ممنوعات محرمات بلکہ مشتبہات اور مشکوک اشیاء سے بھی

سخت پرہیز فرماتے تھے، سود کے خوف سے بینک میں اکاؤنٹ نہیں کھلوایا اور زرعی بینک سے قرض نہیں لیا۔ جس زمانہ میں حج کرنے گئے ان دنوں پاسپورٹ میں تصویر لازمی نہیں تھی، بعد میں تصویر لازمی قرار دی گئی تو دوبارہ حرمین شریفین صرف تصویر کی خاطر نہیں گئے۔ سادگی آپ کا شعار، حق گوئی نشان، شجاعت آپ کی شناخت اور اخلاق کریمہ آپ کی روش تھی۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے منشور و دستور اور مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کی پالیسی کے سخت مخالف تھے۔ سوشلزم کمیونزم اور قوم پرست کامریڈوں کو اسلام دشمن پالیسیوں کے سبب سخت ناپسند کرتے تھے۔ جو بھی اسلام و اہل سنت کی راہ سے بھٹک گیا ان کو گمراہ و بے دین سمجھتے تھے۔

سفر حرمین شریفین ☆: آپ نے قیام پاکستان سے دو سال قبل یعنی ۱۹۴۵ء میں اپنے اہل خانہ اور دیگر خاندان کے افراد کے ساتھ ایک قافلہ کی صورت میں جو کہ ۶۰ افراد پر مشتمل تھا، حج کی سعادت حاصل کی اور مدینہ منورہ میں حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ اقدس پر حاضری سے بہرہ مند ہوئے اور درود و سلام کا نذرانہ عقیدت پیش کیا۔

امامت و خطابت ☆: آپ اہل سنت و جماعت کے بے بدل خطیب تھے۔ پوری زندگی جامع مسجد جیلانی درگاہ نورائی شریف میں فی سبیل اللہ امامت و خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ آواز میں اثر اور شخصیت میں کشش تھی۔ آپ نے احقاق حق و ابطال باطل کا حق ادا فرمایا۔ خطاب میں عقائد اہل سنت و مسائل حنفیہ بیان فرماتے، اصلاح معاشرہ کے علاوہ باطل عقائد و مذاہب مثلاً وہابیت، دیوبندیت، غیر مقلدیت، مودودیت اور قادیانت و شیعیت وغیرہ کا واشگاف الفاظ میں رد شد و مد سے فرماتے تھے۔ آپ وڈیروں سرداروں، زمینداروں سے ڈرنے، دبنے والے نہیں تھے بلکہ دلیر سید تھے اور سید ہوتا بھی بہادر ہے۔

تصنیف و تالیف ☆: پیری مریدی، وعظ و تلقین، تبلیغ و نصیحت اور زمینداری کے سبب تصنیف و تالیف اور درس تدریس کا باقاعدگی سے موقعہ نہیں ملا۔ اس لئے صرف ایک تحریر سامنے آئی ہے جو کہ فتویٰ کی صورت میں ہے اور مسجد ضرار سے متعلق ہے۔

- مسجد ضرار۔ آپ کا تحریر کردہ فتویٰ ۲۵ یا ۳۰ صفحات پر مشتمل ہے، جس پر ۲۰ یا ۲۵ جید و نامور مفتیان کرام و علماء اہل سنت کی تصدیقات و دستخط ثبت ہیں۔

شادی و اولاد ☆: مولانا پیر سید محمد بخش شاہ جیلانی کی پہلی شادی تقریباً ۱۳۳۶ھ/ 1918ء میں آمری (ضلع دادو) کے حضرت سید حسن علی شاہ لکیاری کی اکلوتی بیٹی سیدہ وصل سے ہوئی۔ ان کے بطن سے ۴ بیٹے، ۲ بیٹیاں تولد ہوئیں۔ ان میں سے دو بیٹے اور دو بیٹیاں بچپن میں ہی انتقال کر گئے تھے۔ پہلی بیوی کے انتقال کے بعد دوسری شادی اپنے خاندان میں سید قمر علی شاہ جیلانی کی بیٹی امام زادی سے تقریباً ۱۹۴۱ء میں انعقاد پذیر ہوئی۔ دوسری بیوی سے ۴ بیٹے اور ۴ بیٹیاں تولد ہوئیں۔ دس بیٹوں کے اسماء درج ذیل ہیں:

☆ سید مظہر علی شاہ جیلانی سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ ☆ سید حسن علی شاہ نے دو سال کی عمر میں انتقال کیا۔ ☆ سید زمان شاہ چار سال کی عمر میں انتقال کیا۔ ☆ سید افضال حسین شاہ۔ سید زین العابدین شاہ جیلانی کے داماد تھے۔ ☆ سید ارشاد حسین شاہ۔ ☆ الحاج سید سرتاج حسین شاہ۔ ☆ سید اکمل حسین شاہ۔ ☆ سید اجمل حسین شاہ۔ ☆ مولانا سید منور علی شاہ جیلانی۔ ☆ سید اشتیاق حسین شاہ۔

وصال باکمال ☆: حضرت سید بچل شاہ جیلانی کو تقریباً ۱۵۔۲۰ سال سے گھٹنے میں درد اور عارضہ قلب کی شکایت تھی، لیکن پھر بھی اللہ رب العالمین کی رضا پر راضی رہے، کبھی بھی شکوہ شکایت نہیں کی۔ عبادت، ریاضت اور صبر و شکر سے زندگی بسر کی اور ۱۲ ربیع الاول شریف بروز پیر ۱۳۹۳ھ بمطابق ۱۹۷۳ء سیوہن شریف (ضلع دادو) میں لال باغ کے قریب ملاح قوم کے گوٹھ میں مرید کے یہاں عین نماز فجر میں دوران امامت ۶۷ سال کی عمر میں انتقال کیا۔

جنازہ درگاہ نوائی شریف لایا گیا، کھلے میدان میں نماز جنازہ حافظ اللہ بخش پنجابی (ماتلی) کی امامت میں ادا کی گئی۔ آپ کا مزار شریف درگاہ جیلانی نورائی شریف (ضلع حیدرآباد) میں مرجع خلائق ہے۔ نامور شاعر محمد خان غنی نے ''وائے مغفور جہاں'' (۱۳۹۳ھ) سے تاریخ وصال کہی۔

حضرت مولانا سید منور علی شاہ جیلانی مدظلہ آپ کے صاحبزادے، علمی و روحانی جانشین ہیں۔ کراچی میں خطیب و مدرس، محمد خان میں مدرسہ المرکز الاسلامی کے بانی ہیں اور درگاہ نورائی کی جیلانی مسجد کی تعمیر و توسیع کی خدمت کے علاوہ آج کل تحریری خدمات بھی انجام دے رہے ہیں۔

بشکریہ، تذکرہ انوار علمائے اہلسنت سندھ

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت پیر سیّد الطاف حسن شاہ گیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف☆: خانوادہ رسالت و سادات گیلانیہ کے نیرّ تاباں، تارک مملکت دنیا طالب عقبیٰ، نمونۂ سلف صالحین، شہباز طریقت امیر شریعت فخر السادات، عاشق قرآن، حاجی الحرمین شریفین، حضرت پیر سیّد الطاف حسین شاہ گیلانی رزاقی قادری رحمتہ اللہ علیہ اپنے زمانے کے عظیم ولی کامل مناظر اسلام حضرت پیر سیّد نیاز الحسن شاہ گیلانی بن حضرت سیّد علی نواز بن حضرت سیّد شاہنواز بن سیّد غلام حسین بن سیّد بابا جی برکات محمد شاہ گیلانی قادری رزاقی علیہم الرحمۃ کے گھر کھوجہ سیداں تحصیل نوں شہر ضلع جالندھر میں مورخہ ۳ جنوری ۱۹۰۳ء کو پیدا ہوئے۔ آپ حضرت غوث الاعظم کے صاحبزادے حضرت سیّد عبدالرزاق شاہ گیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد پاک سے ہیں۔

خاندانی پس منظر☆: آپ کا گھرانہ شروع سے ہی مذہبی روحانی اور علمی گھرانہ تھا۔ خاندان کے اکثر بزرگ بیک وقت عالم فاضل اور منصب ولایت پر فائز اور صاحب کشف وکرامت رہے۔

آپ کے پڑدادا حضرت پیر سیّد بابا جی برکات محمد شاہ گیلانی قادری رزاقی علیہ الرحمۃ اپنے وقت کے غوث زمان اور عارف کامل تھے جن کا مزار پرانوار کھوجہ سیداں جالندھر میں آج بھی مرجع خاص وعام ہے۔ اور یہ دربار برکات شریف کے نام سے مشہور اور اسم با مسمیٰ ہے۔

نوٹ☆: اہل ذوق حضرات آج بھی آپ کے جداعلیٰ کی اس کرامت کو بچشم خود مشاہدہ کر سکتے ہیں کہ کھوجہ سیداں میں سالانہ عرس برکات شریف تقسیم برصغیر کے بعد سے وہاں پر مقیم سکھ حضرات کراتے ہیں جس کی باقاعدہ منظوری ڈپٹی کمشنر جالندھر سے لی جاتی ہے۔ پورے ہندوستان سے نعت خوان، قوال، علمائے کرام، مشائخ عظام اس میں حاضری دیتے ہیں۔ عرس اب میلے کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ جس میں ہزاروں افراد اپنی عقیدت ومحبت کا اظہار کرتے ہیں۔

شجرہ نسب☆: آپ نجیب الطرفین حسنی حسینی سیّد ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب چالیس واسطوں سے حضرت مولائے کائنات مولا مشکل کشا علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم سے جا ملتا ہے۔ اور چھبیس واسطوں سے حضور شہنشاہ بغداد پیران پیر دستگیر محبوب سبحانی السید نا الشیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ سید الطاف حسن گیلانی بن سید نیاز الحسن گیلانی بن سید علی نواز بن سید شاہنواز بن سید غلام حسین بن سید برکات محمد شاہ بن سید حیات محمد شاہ بن سید تھن شاہ بن سید محمد رضا بن سید چھجن شاہ بن سید ابوبکر شاہ بن سید جمال اللہ بن سید قاسم علی بغدادی بن سید علی بغدادی بن سید شہر اللہ بن سید اسماعیل بندگی بن سید محمد بن سید برہان الدین بن سید تاج الدین بن سید بہاؤالدین بن سید جلال الدین بن سید داؤد بن سید جمال الدین بن سید

ابو صالح نصر بن سید تاج محمود بن سید عبد الرزاق بن سید حضرت عبد القادر جیلانی الحسنی والحسینی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

سیرت و کردار☆: آپ انتہائی درجہ کے متقی و پرہیز گار شب بیدار تہجد گزار نماز پنجگانہ کا باقاعدہ اہتمام با جماعت فرماتے۔ زندگی بھر فرض نماز تو کجا نفلی عبادات میں بھی کبھی کوتاہی نہ آنے دی۔ چاشت، تحیۃ الوضو، تحیۃ المسجد، اوّابین اور تہجد کے نوافل کا خصوصی خیال رکھتے تھے۔ فرض نماز اور نفلوں کی ادائیگی کے بعد فارغ اوقات میں تلاوت قرآن پاک آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔

سفر ہو یا حضر قرآن مجید حمائل کی شکل میں آپ کے گلے میں لٹکا رہتا تھا۔ آپ کا کوئی سانس بھی ذکر خدا سے غافل نہ رہتا تھا۔ مخلوق خدا کی خدمت کو اپنا شعار سمجھتے تھے۔ ہر وقت ایک بڑی چادر اوڑھے رکھتے جس سے آپ اپنا چہرہ چھپائے رکھتے تھے۔ شرم و حیاء میں آپ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیروکار تھے۔ سخی اس قدر کہ جو کچھ بھی پاس مال و متاع جمع ہوتا وہ غرباء میں تقسیم فرما دیتے۔ آپ نے دنیا اور اہل دنیا کو کبھی اپنے نزدیک بھٹکنے نہ دیا۔ ہمہ وقت یاد خدا میں مستغرق رہتے اپنے تمام دنیاوی معاملات خدا کی ذات پر چھوڑ رکھے تھے۔

تحریک پاکستان میں آپ کی خدمات☆: آپ نے اپنے آباؤ اجداد کی سنت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے وطن عزیز پاکستان کے قیام کے لئے اس تحریک میں بھرپور حصہ لیا۔ آپ کا آبائی قصبہ کھوجہ سیداں مکمل طور پر دو قوموں پر مشتمل تھا۔ ایک طرف تو آپ کے خاندان اور برادری کے گیلانی سادات ایک بہت بڑی جماعت کی شکل میں دوسری طرف سکھوں کا پورا قبیلہ تھا جو کہ اکثریت میں تھے تحریک پاکستان کے وقت ہندوؤں اور سکھوں نے جو مظالم، سادات کے اس عظیم گھرانے پر ڈھائے آپ نے اس کا بڑی ہمت اور پامردی سے مقابلہ کیا۔ دوسری طرف حضرت قائداعظم علیہ الرحمۃ کے شانہ بشانہ ان کے مشن کی کامیابی کے لئے نہ صرف دعائیں کیں بلکہ دام درم قدم سخن بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

آپ کھوجہ سیداں کے بہت بڑے رقبے کے مالک تھے۔ زمینداره بہت وسیع و عریض تھا۔ جب وطن عزیز کی تکمیل ہوئی تو ہجرت کو سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سمجھتے ہوئے سب کچھ چھوڑ کر حتیٰ کے اپنے آباؤ اجداد کے مزارات بھی سکھوں کے حوالے کر کے پاکستان میں چک نمبر ۲۰۵ ر۔ ب۔ وزیروالا تحصیل جڑانوالہ نزد کھڑیانوالہ فیصل آباد تشریف لے آئے اور یاد خدا میں مشغول ہو گئے۔

آپ کی اولاد و امجاد☆: اللہ کریم نے آپ کو تین بیٹے اور چھ صاحبزادیاں عطا کیں تھیں آپ کے بڑے صاحبزادے پیر سید ظفر احمد شاہ گیلانی (المتوفی اگست ۱۹۹۳ء)، دوسرے صاحبزادے حافظ سید انوار الحسن شاہ گیلانی اور تیسرے صاحبزادے سید محمد مخدوم گیلانی جو کہ فوج سے اسکارڈن لیڈر ریٹائرڈ ہیں۔ اول الذکر دونوں صاحبزادوں کے مزارات آپ کے مزار شریف کے ساتھ چک نمبر ۲۰۵ ر۔ ب۔ وزیروالا تحصیل جڑانوالہ فیصل آباد میں موجود ہیں۔

آپ کی تعلیمات☆: آپ فرماتے ہیں کہ طالب حق کو چاہیے کہ وہ سب سے پہلے فرقہ ناجیہ (اہل سنت و جماعت) کے عقائد کے موافق اپنے عقائد کی تصحیح کرلے اور مسائل ضروریہ کو سیکھے اور کتاب و سنت اور آثار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم الرضوان کا اتباع کرے اس کے بعد نفس کو رذیل اخلاق و عادات سے پاک اور صاف کرے۔

نمبر۲ ☆ : آپ فرماتے ہیں کہ سلوک کے راستے میں مردانہ وار قدم رکھے اور دنیوی امور کی خوشی اور غم کو یک طرفہ اور بالائے طاق رکھ دے کیونکہ یہ حجاب ہے اور ناجنس مخالف شریعت اور منکر فقراء اور بدعتیوں سے دور رہے۔

اور ایسے خلاف شرع درویشوں سے جو کہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نہ ہوں دور رہے۔ اگر چہ ان سے کرامتیں اور خوارق عادات ظاہر ہوتے ہوں۔ اور وہ آسمان پر اڑتے ہوں۔

نمبر۳ ☆ : آپ فرماتے ہیں کہ لوگوں سے بقدر ضرورت میل جول رکھے۔ اور ہر اچھے اور برے سے کشادہ پیشانی سے پیش آئے۔ اور عاجزی وانکساری کے دامن کو ہرگز نہ چھوڑے۔

نمبر۴ ☆ : آپ فرماتے ہیں کلام میں نرمی اور حلیمی اختیار کرے۔ زیادہ تر چپ اور خاموش رہنے کی کوشش کرے کہ اسی میں نجات ہے۔

نمبر۵ ☆ : آپ فرماتے ہیں کہ دل جمعی سے اپنے کام میں مشغول رہے اور تشویش کو دل میں جگہ نہ دے اور جو مشاہدات سامنے آئیں ان کو منجاب اللہ تصور کرے۔ اور ہمیشہ دل اور نگاہ کا پاسبان رہے تا کہ غیر کا گزر نہ ہو۔

نمبر۶ ☆ : آپ فرماتے ہیں کہ دینی اور دنیاوی امور میں لوگوں کو نفع پہنچانا اپنے اوپر لازم جانے اور ہر کام میں اول خالص نیت کرے اس کے بعد عمل کرے۔

نمبر۷ ☆ : آپ فرماتے ہیں کہ کھانے پینے میں حد اعتدال سے نہ بڑھے۔ نہ اس قدر کھائے کہ سستی پیدا ہو اور نہ اس قدر کمی کرے کہ ضعف کی وجہ سے عبادت سے رہ جائے۔

نمبر۸ ☆ : آپ فرماتے ہیں کہ ہر بات میں افراط اور تفریط سے پرہیز کرتا رہے اور نفس کو لقمہ چرب دے تو اس سے ویسا ہی کام بھی لے اور بہتر یہ ہے کہ محنت ومزدوری کر کے کھائے۔ اور اگر توکل کرے تو وہ بھی مناسب اور زیبا ہے۔ بشرطیکہ کسی سے لالچ اور طمع نہ رکھے اور دل کو غیر اللہ کے تعلق سے پاک رکھے اور سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی سے امید اور خوف نہ رکھے۔ خدا کی ذات کے سوا کسی سے محبت نہ کرے اور ذات حق کی طلب میں بے آرام و بے قرار اور مضطرب رہے اور جہاں بھی رہے خدا پر بھروسہ رکھے اور خدا کی نعمت پر خواہ وہ تھوڑی ہو یا زیادہ شکر کرتا رہے۔

نمبر۹ ☆ : آپ فرماتے ہیں کہ طالب صادق کو چاہیے کہ وہ فقر و فاقہ اور تنگدستی اور معیشت کی کمی سے تنگ دل نہ ہو۔ بلکہ اپنی عزت اور فخر اس میں جانے اور شکر بجالاتا رہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو انبیاء اولیاء صلحاء فقرا کا منصب عطا فرمایا ہے۔

نمبر۱۰ ☆ : آپ فرماتے ہیں کہ اپنے متعلقین سے نرمی اور تلطف اور مہربانی برتے۔ ان کی نافرمانیوں سے درگزر اور ان کے عذروں کو قبول کرتا رہے۔ اور ان کے عیبوں کو چھپائے اور اپنے عیبوں کو اپنی آنکھ کے سامنے رکھے۔ اور تمام مسلمانوں کو اپنے سے بہتر جانے اور کسی سے بحث مباحثہ نہ کرے اگر چہ خود حق پر ہو۔

نمبر۱۱ ☆ : آپ فرماتے ہیں کہ مہمان نوازی اور مسافر پروری کو اپنا پیشہ بنالے۔ غریبوں مسکینوں کی صحبت اختیار کرے۔ علماء اور

صلحاء کی خدمت گزاری میں اپنی عزت اور حرمت جانے اور جو کچھ میسر ہو اسی میں صرف کر دے تاکہ نقصان نہ اٹھائے۔

نمبر ۱۲ ☆: آپ فرماتے ہیں کہ طالب صادق کو چاہیے کہ دو چیزوں کے وجود اور عدم کو برابر سمجھتا رہے اور فقیروں کے لباس کو پسند کرے اور جو بھی لباس اور طعام با آسانی میسر آئے اسی پر قناعت کرے۔ اور بھوک اور پیاس کو جو کہ طعام اللہ ہے محبوب رکھے۔

کم ہنسے اور زیادہ روئے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی بے پروائی اور بے نیازی سے ڈرتا رہے۔ اور موت کو جو کہ ماسوا کو جڑ سے اکھاڑنے والی ہے ہر وقت آنکھ کے سامنے رکھے۔ اور دوزخ جو کہ محبوب حقیقی سے جدائی اور فراق کی جگہ ہے سے پناہ چاہا کرے۔ اور بہشت جو کہ اس کے وصال کی جگہ ہے طلب کرتا رہے۔

نمبر ۱۳ ☆: آپ فرماتے ہیں کہ اے طالب صادق اپنے اوپر محاسبہ کو لازم کر۔ دن کا محاسبہ مغرب کے بعد اور رات کا محاسبہ صبح کے بعد کرے۔

محاسبہ اس کو کہتے ہیں کہ حساب کرے کہ رات اور دن میں مجھ سے کتنی غلطیاں ہوئی ہیں اور اس دوران کتنی نیکیاں کی ہیں۔ نیکی پر شکر خداوندی کرے اور بدی پر توبہ اور استغفار کرے۔

نمبر ۱۴ ☆: آپ فرماتے ہیں کہ طالب معرفت کو چاہیے کہ اولیاء اللہ اور مشائخ کے مزارات کی زیارت سے مشرف ہوتا رہا کرے۔ اور فراغت کے اوقات میں ان کے مزارات پر بیٹھ کر مراقبہ کرے اور ان کی روحانیت کی طرف توجہ کرے اور اس کی حقیقت اپنے مرشد کی صورت میں تصور کرے اور فیض یاب اور برکت حاصل کرے اور کبھی کبھی عام اہل اسلام مسلمانوں کے قبرستان میں جا کر ان کی روح کو ایصال ثواب کرے۔ اور ان کی قبروں کو دیکھ کر موت کو یاد کرے۔

نمبر ۱۵ ☆: آپ فرماتے ہیں کہ طالب صادق کو چاہیے کہ وہ اپنے شیخ طریقت کا دل کی گہرائی سے ادب و احترام کرے اور اس کے حکم کو خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تصور کرے اس لئے کہ وہ ان کے نائب ہیں اور اپنے مشائخ طریقت کے لئے دعا کیا کرے کہ وہ اس کے لئے فیضان الٰہی کے میزاب (پرنالے) اور خدا کی بارگاہ میں وسیلہ اور ذریعہ ہیں۔

کشف و کرامات ☆: کھوجہ سیّداں جالندھر اور چک نمبر ۲۰۵ ر۔ب۔ فیصل آباد کے گردونواح اور اطراف میں یہ بات بہت زیادہ مشہور ہے کہ اگر کسی کے گھر میں جنات آ جائیں تو لوگ آ کر آپ کے بزرگوں سے رجوع کرتے۔

آپ کے والد بزرگوار حضرت پیر سید نیاز الحسن شاہ علیہ الرحمۃ جنات والے گھر میں آپ کو بھیج دیتے۔ آپ کے قدم رکھنے کی دیر ہوتی تھی کہ جنات کچھ کہے سنے بغیر وہاں سے چلے جاتے اور دوبارہ واپس نہ آتے تھے۔

ایک مرتبہ عرس مبارک شروع تھا کہ کچھ افراد روتے پیٹتے آئے اور آپ کے والد گرامی سے عرض کرنے لگے کہ پیر صوفی صاحب (چونکہ آپ پیر صوفی کے نام سے مشہور تھے) کہاں ہیں۔ ہمارے گھر میں جنات نے قبضہ کرلیا ہے۔ بڑے بڑے عاملوں، درویشوں کو بلایا مگر وہ وہاں سے جانے کا نام نہیں لیتے۔ آپ کے والد بزرگوار نے ان کے ہمراہ آپ کو بھیج دیا۔

جب آپ وہاں پہنچے تو جنات وہاں سے یہ کہہ کر چلے گئے کہ لو بھئی اب ہم یہاں سے جاتے ہیں اس لئے کہ حضرت پیر صوفی

صاحب تشریف لے آئے ہیں۔ یہ کہہ کر چلے گئے اور دوبارہ تمام عمر کبھی واپس نہ آئے۔

کرامت نمبر ۲☆: آپ کے علاقہ وزیروالا کھڑڑیاں والا، لاٹھیاں والا اور دیگر چکوک میں ہر سال جانوروں کی ایک مخصوص بیماری آئی جس سے سینکڑوں جانور ابتدائی دنوں میں مر گئے۔ لوگوں کا کافی نقصان ہوا۔

ایک مرتبہ ان تمام مواضعات اور چکوک کے مریدین عقیدت مندان اکٹھے ہو کر آئے اور عرض کرنے لگے کہ شاہ صاحب جانوروں میں بیماری پڑنے سے ہر سال ہمارا بہت زیادہ نقصان ہو جاتا ہے۔ اب دوبارہ پھر وہ دن آ رہے ہیں۔ لہٰذا ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ اس کے لئے اللہ کی بارگاہ میں کوئی دعا کریں تاکہ ہم اس ناگہانی آفت سے محفوظ رہ سکیں۔

آنے والے عقیدت مندان کی بات سن کر آپ نے فرمایا کہ ایک دن مقرر کر لو اور تمام مواضعات اور چکوک کے ہر زمیندار کے گھر میں جتنے جانور کھڑے ہیں چھوٹے بڑے سب کو لیکر ایک کھلے میدان میں کھڑے کر دو۔ میں اللہ کریم کی بارگاہ میں دعا کروں گا تم آمین کہنا۔ انشاء اللہ یہ بیماری تمہارے جانور اس بیماری سے محفوظ رہیں گے۔

چنانچہ دن مقرر ہوا تمام جانور ایک کھلے آسمان کے نیچے جمع کر کے آپ کو اطلاع کی گئی۔ اطلاع ملنے پر آپ تشریف لے گئے۔ اور ایک بہت بڑے کڑاہ میں پانی جمع کرایا۔ اور شیریں کے درخت کے پتے اکٹھے کرائے۔

تمام انتظامات کر کے آپ نے قرآن پاک کھولا اور سورت تغابن کی تلاوت شروع کی اور پورے میدان کے تین چکر لگائے اور اس کے بعد آپ تلاوت کرتے ہوئے اس کڑاہ کا پانی لیکر شیریں کے پتوں سے پانی گراتے جاتے اور جانوروں کو اس جگہ سے نکالنے کا حکم دیتے حتیٰ کہ تمام جانوروں کے ساتھ اسی طرح کیا اس کے بعد وہ بیماری اس سال دوبارہ نہیں آئی۔ اس کے بعد ہر سال اسی طرح عمل کرتے تمام جانور محفوظ رہتے اور لوگ نقصان سے بچ جاتے تھے۔

سیرت و کردار☆: جیسا کہ اس سے پہلے ذکر آ چکا ہے کہ آپ نے تمام عمر کبھی نماز تہجد قضا نہیں کی۔ نماز تہجد کے بعد ذکر و فکر میں مشغول ہو جاتے اور اس کے بعد نماز فجر ادا فرماتے۔

آپ کے بہت سے مریدین و عقیدت مندان جو کہ ابھی زندہ ہیں بتاتے ہیں کہ آپ نے ایک جن کی ڈیوٹی لگائی ہوئی تھی کہ وہ صبح نماز تہجد کے لئے آپ کو جگایا کرے۔

چنانچہ وہ جن مذکورہ ہر روز صبح سویرے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے دائیں پاؤں کے انگوٹھے کو حرکت دیتا جس سے آپ کی آنکھ کھل جاتی اور آپ بیدار ہو کر اپنے تمام معمولات پورا فرماتے۔

آپ بڑے سیف زبان اور مستجاب الدعوات تھے۔ زبان ترجمان سے جو فرماتے اللہ کریم پورا فرما دیتے تھے۔ علاقہ بھر کے تمام مریدین عقیدت مندان میں لاتعداد افراد ایسے ہیں جن کے گھروں میں اولاد نرینہ نہ تھی۔ وہ آپ کی خدمت میں آ کر عرض کرتے آپ کی دعا سے اللہ کریم نے بہت سے بے اولادوں کو اولاد جیسی نعمت سے نوازا اور وہ بچے اب جوان ہو کر آپ کے عرس مبارک میں ہر سال تشریف لا کر اپنی عقیدت و محبت کا اظہار کرتے ہیں۔

جس طرح اللہ کریم نے آپ کو ظاہری و باطنی دینی و دنیاوی دولت سے مالا مال کیا تھا اسی طرح آپ کی زوجہ محترمہ (المعروف اماں جی) بھی اپنے وقت کی عابدہ عارفہ زاہدہ کاملہ اور ولیہ تھیں۔

خواتین کا اُن کے پاس اکثر میلہ لگا رہتا۔ مائی صاحبہ جس کے لئے بھی ہاتھ اٹھا دیتیں خدا ان کی دعا کو درجہ قبولیت بخش کر اس کی مراد پوری کر دیتا۔ محترمہ مائی صاحبہ ہر ماہ حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں اظہار عقیدت کے لئے گیارہویں شریف کا ختم دلاتی تھیں۔

ایک مرتبہ آپ کے پاس ختم شریف کے لئے پیسے نہ تھے اور گیارہویں شریف کا دن آ گیا۔ مائی صاحبہ کے صاحبزادے معمول کے مطابق اماں جی کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے آج گیارہویں شریف ہے ختم کے لئے پیسے عنایت فرما دیں تو اماں جی نے فرمایا کہ بیٹا آج گھر میں پیسے نہیں ہیں۔ ٹھہر جاؤ ابھی میرا خدا کوئی انتظام فرما دے گا۔

تھوڑی دیر بعد اپنے ذکر و اذکار سے فارغ ہو کر اماں جی نے قرآن پاک کھولا تو اس میں سے دس دس روپے کے دو نئے نوٹ جن پر ابھی تک نشان تک نہ تھا مجھے دیئے اور کہا جاؤ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایصال ثواب کے لئے لنگر کا سامان لے آؤ اور پکوا کر لوگوں میں تقسیم کر دو۔

چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور یہ معمول آج تک جاری و ساری ہے کہ ہر ماہ گیارہ تاریخ کو حضور غوث الاعظم کے ایصال ثواب کے لئے باقاعدہ دیگیں پکا کر لوگوں میں تقسیم کی جاتی ہیں۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال 1394ھ بمطابق ۱۹۷۴ء ماہ دسمبر بروز بدھ کو ہوا۔ مزار پر انوار چک نمبر ۲۰۵ روڈ والا نزد گٹ والا پارک تحصیل جڑانوالہ ضلع فیصل آباد میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دیکر آج بھی منہ مانگی مرادیں پاتے ہیں۔

آپ کے بعد آپ کے جانشین اول جناب حضرت پیر سید ظفر احمد شاہ علیہ الرحمۃ مقرر ہوئے۔ جن کا وصال ۱۹۹۳ء میں ہوا اور مزار شریف بالکل آپ کے مزار پُر انوار کے ساتھ ہے۔ حضرت پیر سیّد ظفر احمد شاہ گیلانی الحسنی والحسینی بھی اپنے وقت کے عظیم عارف کامل اور صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔ سیف زبان، مستجاب الدعوات، اعلیٰ درجہ کے متقی و پرہیز گار اور سخاوت میں یگانہ روزگار تھے۔

اسی طرح آپ کے دوسرے صاحبزادے و جانشین حضرت حافظ سید انوار الحسن شاہ گیلانی علیہ الرحمۃ جن کا وصال بھی ہو چکا ہے۔ ان کے بارے میں مشہور ہے کہ انہوں نے گیارہ ماہ میں قرآن کریم حفظ کیا تھا جو کہ ایک بہت بڑی سعادت تھی جو ان کو ملی۔

دربار شریف کے منتظم اعلیٰ آپ کے پوتے حضرت پیر سید طارق حسن گیلانی مدظلہ ہیں۔ جو آپ کے بڑے فرزند ارجمند حضرت مخدوم سید ظفر احمد شاہ گیلانی کے فرزند ارجمند ہیں۔ انتہائی خلیق وضع دار، روادار اور محبت و سخاوت کا مجسمہ ہیں۔

ہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت پیر سیّد عبدالقادر الگیلانی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: سفیر عراق، صاحب کشف و کرامات، جامع الحسنات و صفات، ترجمان سلسلہ عالیہ قادریہ حضرت پیر سیّد عبدالقادر شاہ گیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ کا شمار مشائخ کبار میں ہوتا ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت یکم جمادی الاخر ۱۳۲۳ھ/۳ اگست 1905ء کو اپنے جد اعلیٰ کے قدیم مسکن اور سرزمین عراق کے روحانی مرکز بغداد شریف میں آنکھ کھولی۔ آپ کے والد محترم سید عبداللہ گیلانی نے نومولود کا نام عبدالقادر رکھا اور عرفیت کمال الدین لیکن آپ مشہور عبدالقادر کے نام سے ہی ہوئے۔ آپ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سولہویں پشت کی شمع روشن کئے ہوئے تھے۔

تعلیم و تربیت ☆: علوم دینیہ کی تکمیل مفتی بغداد علامہ سید یوسف علی عطار رحمتہ اللہ علیہ کی نگرانی میں دارالعلوم قادریہ میں پائی۔ پھر قانون کی سند لاء کالج بغداد سے حاصل کی۔ اس کے بعد لندن اسکول آف اکنامکس سے امتیازی نمبروں کے ساتھ گریجویٹ کی سند پائی۔ اسی دوران وزیر مالیات عراق میں آپ کو ملازمت کی پیش کش کی گئی جو آپ نے قبول نہیں کی۔ عربی آپ کی مادری زبان تھی انگریزی کالج سے سیکھی اس کے علاوہ درج ذیل زبانیں سیکھیں۔ اردو، پشتو، فارسی اور ترکی وغیرہ۔

بیعت و خلافت ☆: آپ اپنے والد ماجد حضرت پیر سید عبداللہ جیلانی سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے اس کے بعد خلافت و اجازت سے نوازے گئے۔ اس کے علاوہ چچا محترم حضرت سید احمد عاصم جیلانی اور حضرت کامل اکمل پیر سید مصطفیٰ گیلانی سے بھی خلافتیں عطا ہوئی۔ بغداد شریف کے دیگر علماء کرام و مشائخ عظام سے بھی فیضیاب ہوئے تھے لیکن آپ سب سے زیادہ متاثر حضرت مصطفیٰ گیلانی سے تھے، شجرہ طیبہ میں آپ کے شیوخ میں حضرت مصطفیٰ گیلانی کا نام آتا ہے۔ آپ کے شجرہ طیبہ قادریہ کو حضرت مولانا ضیاء القادری (کراچی) نے اردو نظم کا جامہ پہنایا اور حضرت مولانا سید حامد جلالی بخاری نے اپنے مجلّہ سہ ماہی علم و عرفان کراچی کے شمارہ نومبر ۱۹۶۹ء میں شائع کیا۔

شادی و اولاد ☆: آپ نے دوران ملازمت قاہرہ (مصر) میں جنوری ۱۹۴۳ء کو سیدہ ناہید الگیلانی صاحبہ کے ساتھ عقد

مسنون کیا۔ سیدہ ناہید کے اجداد الجزائر سے منتقل ہو کر مصر آئے تھے۔ وزیر اعظم مصر جناب محمد سعید پاشا اسی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ملکہ مصر فریدہ، سیدہ ناہید کی خالہ زاد بہن تھیں۔ آپ کی شریک حیات رجحان واذہان، مزاج و مذاق ہر اعتبار سے ان کی ہم خیال رفیقہ تھیں۔ اولاد میں آپ کو اکلوتی بیٹی نجدہ گیلانی تولد ہوئی۔ جس کی شادی آپ نے اپنے خاندان میں بغداد شریف میں کروائی۔ انہیں بھی ایک بیٹی سیدہ ''نادیہ'' تولد ہوئی۔

پاکستان میں قیام☆: ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو دنیا کے نقشہ پر ایک نئی اسلامی مملکت ''پاکستان'' کے نام سے ابھری۔ جولائی ۱۹۴۸ء کو السید عبدالقادر الگیلانی مملکت عراق کے پہلے سفیر بن کر پاکستان تشریف لائے پھر کچھ عرصہ کے لئے عراقی نمائندے کی حیثیت سے عرب لیگ میں چلے گئے۔ لیکن ۱۹۴۹ء کو دوبارہ عراقی سفیر کی حیثیت سے پاکستان تشریف لائے۔ پاکستان میں مملکت عراق کے سفیر کبیر بن کر تشریف لائے تھے لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان کے مورث اعلیٰ سرکار غوث اعظم جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پاکستان میں سلسلہ قادریہ کی سفارت بھی ان ہی کے سپرد فرمائی تھی۔ اور موصوف نے یہ دونوں فرائض جس خوش اسلوبی سے انجام دیئے اس کو عراق اور پاکستان دونوں ممالک کے عوام وخواص خوب جانتے ہیں۔ مارچ ۱۹۷۲ء کو وہ سفارتی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہوئے تو پاکستان اور پاکستانیوں کی محبت وخلوص نے ان کو عراق واپس نہیں جانے دیا۔ آپ کا اصل کام ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑنا ہی تو تھا۔ ان کی قیام گاہ صحیح معنوں میں ایک روحانی مرکز تھا۔ ہر اتوار کو آپ کی قیام گاہ ''الگیلانی' وکے ڈی اے اسکیم (۱) (کارساز) میں محفل منعقد ہوتی تھی، عقیدت مندوں اور اہل دل کا اجتماع ہوتا۔ اذکار سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوتا، تذکرہ غوث اعظم ہوتا، نعت خوانی ہوتی، مناقب اولیاء پڑھیں جاتیں۔

محفل گیارہویں شریف کا انعقاد☆: ہر سال ربیع الآخر کے مہینہ میں گیارہویں شریف کی محفل مقدسہ بہت شاندار طریقہ پر منعقد فرماتے، جس میں کراچی کے علاوہ دور دراز سے لوگ شرکت کے لئے کھنچے آتے۔ ہزاروں کا مجمع ہوتا۔ ۱۹۷۴ء کی بات ہے کہ گیارہویں شریف کی محفل میں کراچی اور بیرون کراچی کے لوگ اس قدر کثیر تعداد میں شریک ہوئے کہ مرحوم کی قیام گاہ سے باہر سڑک تک کافی بھیڑ بھاڑ تھی۔ جو دن بدن بڑھتی رہی۔

ہوں گی آسان ساری تیری مشکلیں
صدق دل سے غوث کی کر دے نیاز

دارالعلوم قادریہ کا قیام☆: مخلوق خدا کی رشد و ہدایت کے لئے کسی مرکز کی ضرورت محسوس کی گئی جو کہ آپ کی رہائش

گاہ سے پوری نہیں ہوسکتی تھی۔ چند مخلصین مریدین کے تعاون سے ۱۹۷۴ء کو ایس۔ٹی ۲ بلاک ۱۳، اے گلشن اقبال سن اسکوائر یونیورسٹی روڈ (کراچی) پر پلاٹ خریدا گیا۔ دارالعلوم قادریہ المرکز قادریہ و خانقاہ کی تعمیر و ترقی کے لئے ایک کمیٹی بنائی گئی۔ آج ایک شاندار عمارت، بہترین مدرسہ، خوبصورت مسجد، گلشن اقبال میں ہمارے سامنے ہے جہاں انہوں نے خود بھی آسودہ خاک ہو کر اس کی عظمتوں میں اضافہ کر دیا ہے۔ دارالعلوم میں علماء تدریس کے لئے مقرر ہیں درس نظامی کی تعلیم جاری ہے، علم کے پیاسے پیاس بجھا رہے ہیں اور پیر صاحب کے لئے صدقہ جاریہ ہے۔

جذبہ خدمت ☆ : آپ اپنی زندگی اور اپنے مستقبل کو کسی ایسے شعبہ سے وابستہ کرنا چاہتے تھے جو اسلام اور [illegible] خدمت کا ذریعہ بھی بن سکے۔ اسی جذبہ کے تحت عراق کی متعدد ایسی تنظیموں اور اداروں سے وابستہ رہے جہاں اسلام دوستی کا مظاہرہ ممکن تھا۔ بعد ازاں مصر میں عراقی سفارت خانے کے نائب سفیر کے فرائض انجام دینے پر مامور ہو کر قاہرہ چلے گئے۔ وہاں ایک اعلیٰ خاندان میں شادی ہوئی اس کے بعد مصر سے عراق تشریف لائے۔ ان دنوں دوسری جنگ عظیم شروع ہوئی تو عراق بھی انگریزوں کے پنجہ سے نہ بچ سکا، انگریزوں کی حکومت سے مقابلہ کرنے والوں میں اور مخالفت کا عزم رکھنے والوں میں عراق کے مشہور انقلابی رہنما سید رشید علی گیلانی کی قیادت میں سید عبدالقادر گیلانی اور ان کا خاندان پیش پیش تھا، لہٰذا انگریز حکومت نے آپ اور آپ کے خاندان کے دیگر با اثر افراد کو گرفتار کر کے افریقہ بھیج دیا، پورے چار سال بعد آپ کو اسیری سے نجات ملی، حالات کا رخ پلٹا، زمانہ کا رنگ بدلا، دوسری جنگ عظیم ختم ہوئی اور اس کے ساتھ ہی انگریز حکومت کی کمر ٹوٹ گئی، یونین جیک کے سایہ سے عراق مصر اور ایران وغیرہ کو نجات ملی۔

مسند رشد و ہدایت ☆ : آپ تمام عمر اپنے جد اعلیٰ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نصب العین اور ان کی تعلیمات کو تازہ کرنے کی جدوجہد کرتے رہے ہر چند انہوں نے اپنا مسکن کراچی (سندھ) کو ہی بنائے رکھا لیکن ان کا دائرہ اصلاح و ہدایت پورے پاکستان کا احاطہ کئے ہوئے تھا۔

خلفاء ☆ : آپ کے بعض خلفاء کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

☆ جناب سید عمر عبداللہ آف کوموورن افریقہ۔ ☆ مولانا سید غلام جیلانی القادری مصنف و مدرس دارالعلوم قادریہ گلشن اقبال۔ ☆ حضرت پیر عبدالحمید قادری دیول شریف ضلع راولپنڈی۔ ☆ جناب صوفی غلام اکبر قادری درگاہ جھوک شریف ضلع ٹھٹھہ سندھ۔ ☆ جناب غلام دستگیر صاحب ڈھاکہ، بنگلہ دیش۔ ☆ جناب عبدالعزیز خان عرفیؔ ایڈووکیٹ الیوسف چیمبر کراچی

وصال باکمال ☆ : پیر سید عبدالقادر گیلانی کی صحت کچھ عرصہ سے خراب تھی اور یہ صحت ۱۱ فروری ۱۹۷۵ء سے زیادہ بگڑی جب کہ آپ کو ایک عظیم صدمہ سے دوچار ہونا پڑا۔ اس دن آپ کی رفیق حیات سیدہ ناہید گیلانی نے داغ مفارقت دیا۔ ۲۵ مارچ کو آپ سعودی بادشاہ شاہ فیصل کی برسی کے سلسلے میں ایک جلسہ میں شریک ہوئے اور ۲۴ ربیع الاول ۱۳۹۶ھ بمطابق ۲۶ مارچ ۱۹۷۶ء بروز جمعہ کو عراق سے آئے ہوئے چند لوگوں کو دوپہر کی دعوت دی ان کے ساتھ کھانا کھایا، ۳ بجے مہمان رخصت ہوئے اور آپ آرام کیلئے خواب گاہ میں تشریف لے گئے۔ عصر کے بعد اپنے سیکرٹری محمد احمد خان قادری کو بلایا اور دل میں درد کی شکایت فرمائی۔ ڈاکٹروں کو فون کر کے اطلاع دی لیکن ڈاکٹروں کے پہنچنے سے قبل ہی آپ نے ۷۱ سال کی عمر میں جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ نماز جنازہ ادا کی گئی اور آپ کے قائم کردہ المرکز القادریہ میں تدفین عمل میں آئی۔ آپ کا مزار پُر انوار آپ کے قائم کردہ المرکز قادریہ ایس ٹی بلاک گلشن اقبال اسکوائر یونیورسٹی روڈ کراچی میں مرجع خاص و عام ہے، جہاں آج بھی اہل عقیدت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔ مزار شریف پر مریدین نے عالی شان گنبد تعمیر کروایا ہے جہاں ہر سال عرس شریف اور مدرسہ کے طلباء کی دستار فضیلت کا عظیم الشان اجتماع منعقد ہوتا ہے۔ تمام اہتمام آپ کی قائم کردہ کمیٹی، مریدین کے عطیات سے بخوبی انجام پاتی ہے اور آپ کا پاکستان میں کوئی سجادہ نشین نہیں ہے۔ سارا کام کمیٹی کے سپرد ہے۔

بشکریہ، تذکرہ انوار علمائے اہلسنت سندھ

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سید عنایت علی شاہ ولی گیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆ : عارف باللہ مالک مقام فنافی اللہ بقاباللہ، سلطان الفقرا، حضرت سید عنایت علی شاہ گیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ زبدۃ العارفین ہیں، آپ کی ولادت باسعادت ١٣١٩ھ بمطابق 1901ء کو ولی العصر حضرت سید محمد صالح گیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ کے گھر ڈوھڈ وال شریف ڈسکہ ضلع سیالکوٹ میں ہوئی۔ آپ مادرزاد ولی تھے، پیدائش کے بعد سے ہی سے چہرے پر نور ولایت کے آثار نمایاں دیکھ کر آپ کے عظیم والد گرامی نے اپنے دونوں بھائیوں سید جلال شاہ اور سید پیر شاہ کو بلایا اور اپنے عقیدت مندوں کی موجودگی میں فرمایا کہ سب کہو" عنایت شاہ ولی"،" عنایت شاہ ولی"،" عنایت شاہ ولی"، اس کے بعد اپنے دونوں بھائیوں کو نصیحت کی اور تاکیداً فرمایا کہ میرے اس نورنظر کی پرورش اپنے بیٹوں سے بڑھ کر کرنا۔

قدرت خدا کی کہ آپ کی ولادت کے چھ ماہ بعد آپ کے عظیم والد گرامی کا وصال با کمال ہو گیا۔ پھر دنیا نے دیکھا کہ آپ کے دونوں چاچوں نے اپنے بھائی کی اس نصیحت پر اس طرح عمل کیا اور آپ کی تربیت و تعلیم کا ایسا اہتمام کیا کہ سارے علاقہ میں ایک مثال بن گئی۔ سید جلال شاہ تو اس حد تک آگے بڑھ گئے کہ اپنی بیوی سے بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قطع تعلق کر لیا اور اپنے جذبات و احساسات اور محبت و پیار کو آپ کی ذات میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جذب کر لیا

مگر ایک وقت وہ بھی آیا کہ آپ، کے چچا جب بیمار ہوئے تو آپ نے بھی ان کی خدمت اور تیمارداری اس انداز سے کی کہ کئی مہینوں تک بستر علالت پر ان کا فضلہ اٹھا کر حق خدمت بجالاتے رہے، اگر کوئی شخص یہ خدمت ادا کرنا چاہتا تو آپ اس سے ناراض ہو جاتے تھے، اور فرماتے تھے اپنے چچا کی مدمت میرا حق اور فرض ہے۔ اس زمانے میں مثال مشہور ہوگئی کہ بزرگوں کی خدمت کرنا ہو تو اس طرح کرو جیسی کہ منڈیر سیداں والور کے بھانجے نے اپنے ماموں کی یا پھر عنایت شاہ ولی نے اپنے چچا کی خدمت کی تھی۔

بیعت وخلافت ☆ : آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں غالباً اپنے چچا حضرت پیر سید جلال شاہ گیلانی قادری علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے سرفراز ہوئے اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر صاحب ارشاد ہو کر مسند پر رونق افروز ہوئے۔

سیرت وکردار ☆ : آپ مادرزاد ولی تھے، آپ کا بچپن دیگر بچوں سے مختلف گزرا سن شعور کو پہنچتے ہی عبادت و ریاضت میں ایسے مست و مستغرق ہوئے کہ تادم آخر ایک لحہ بھی یاد خدا سے غافل نہ گزرا۔

آپ اپنے وقت کے جید عالم دین اور شیخ طریقت تھے۔ آپ حق گوئی و بے باکی آئین جواں مردی کی ایک خوبصورت تصویر تھے، اور حق گوئی جرأت و بے باکی کی یہ صفت اس قدر مشہور ہوئی کہ آپ کے دشمن بھی علاقہ کے اکثر معاملات اور فیصلوں میں آپ کو ثالث مقرر کرنے میں خوشی اور اطمینان کا اظہار کرتے تھے، آپ کے نزدیک حق و صداقت، فقر و درویشی کا سب سے بڑا جز و تھا تمام عمر

آپ نے ایسا کوئی کردار نہیں کیا کہ جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ

"باغباں بھی خوش رہے راضی رہے صیاد بھی"

آپ قرونِ اولیٰ کی عملی تصویر اور اجالا اور ان کے تذکروں کا انسانی ورق تھے، جو صحبت یافتگان سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روداد تھے، آپ کی محفل میں بیٹھنے والا اطمینان قلب اور نور و سرور حاصل کر کے واپس لوٹتا تھا۔ آپ فی زمانہ ایک صوفی کا وجود ہی نہیں بلکہ صوفیا کے مشن کی ایک تحریک بھی تھے۔ آپ کو اللہ کی رضا اور اسلام کی سربلندی، اور انسانی دوستی کے سوا کسی مقصد سے دلچسپی نہ تھی۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ الحمد للہ دس ہزار سے زیادہ عیسائیوں اور ہندوؤں کو کلمہ پڑھا کر سچا اور پکا مسلمان بنا چکا ہوں۔ آپ اس قدر مستجاب الدعوات تھے کہ جو بات زبان ترجمان سے نکلتی وہ آن واحد میں پوری ہو کے رہتی تھی۔ سخاوت میں بے مثال، حسن اخلاق میں اپنے نبی کا پرتو اور روحانی نوازشات و عنایات کا اعجاز اور خدا کی ذات پر صابر و شاکر تھے۔

اولاد و امجاد☆: خداوند کریم نے اپنے خاص فضل سے آپ کو چار صاحبزادے سید نوازش گیلانی، سید مظہر گیلانی ایڈووکیٹ سید اعجاز گیلانی، اور سید ممتاز گیلانی عنایت فرمائے۔

کشف و کرامات ☆: 1925ء کے دور میں ظفروال ضلع سیالکوٹ میں طاعون کی بیماری پھیل گئی، گاؤں کا گاؤں اس بیماری کی زد میں آ گیا، جس کے باعث روزانہ لاتعداد میتیں اٹھا اٹھا کے لوگ تھک گئے، اور حالت یہ پیدا ہو گئی کہ جنازے موجود ہیں مگر جنازے کو کندھے دینے والا نظر نہیں آتا۔ بہن بھائیوں کی لاشیں، اور بیویاں اپنے سہاگ لٹتا ہوا دیکھ کر اور چھوٹے چھوٹے معصوم یتیم ہونے والے بچوں کی آہ و بکا کا دلخراش منظر لوگوں کی آنکھوں میں اندھیرا بن کر چھا رہا تھا۔

اس کربناک منظر سے بچ کر ایک خاتون خورشید بیگم زوجہ خیر دین اپنے گھر بار اور گاؤں کو چھوڑ کر آپ کی خدمت میں آ پہنچی اور روتے ہوئے تمام ماجرا آپ کے گوش گزار کیا، روتے روتے اس کی ہچکی بندھ گئی اور وہ آپ کے قدموں میں گر کر امداد کی فریادی تھی۔ آپ اس کی فریاد سن کر اپنی جگہ سے اٹھے اور اس کے ساتھ چلتے چلتے ظفروال پہنچے اور اس بستی میں داخل ہوتے ہی سجدے میں گر گئے۔ جب سجدے سے سر اٹھایا تو اعلان کر دیا کہ بی بی جاؤ آج کے بعد اس گاؤں میں طاعون نہیں آئے گا۔

آپ کے اس اعلان کے فوراً بعد اس قدر بارش ہوئی کہ لاشوں کی بدبو سے اٹا ہوا ظفروال موتیے کی خوشبو سے مہک اٹھا آبادی کے جو لوگ ہجرت کر کے گئے تھے اسی شام سے واپس آنا شروع ہو گئے، اور ویران ہونے والی بستی آپ کی دعا سے دوبارہ آباد ہونا شروع ہو گئی، ظفروال کے برباد بازار آبادی کے گلزار ہو گئے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۸۷ برس کی عمر میں ۱۳۹۹ھ بمطابق 1978ء میں ہوا۔ مزار پر انوار ڈھوڈو وال شریف تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ میں مرجع خلائق عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت شاہ محمد عارف اللہ قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆ : عاشق رسول ﷺ ممتاز عالم دین مبلغ عالم اسلام پیر طریقت علامہ الحاج الشاہ محمد عارف اللہ قادری رحمتہ اللہ علیہ اپنے وقت کے بہترین عالم دین اور شیخ طریقت تھے۔ عشق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کشتہ تھے۔ تمام زندگی لوگوں کے دلوں میں عشق رسول ﷺ کے چراغ جلاتے رہے۔

آپ ۲۹ اکتوبر ۱۹۱۳ء کو بھارت کے صوبہ یوپی کے شہر میرٹھ میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلی شاہ احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز مولانا الشاہ حبیب اللہ قادری رحمتہ اللہ علیہ کے گھر پیدا ہوئے۔ چونکہ آپ کے گھر کا ماحول شروع ہی سے مذہبی تھا۔ اس لئے آپ بھی بچپن ہی سے دین اسلام اور احکام شریعت کے پابند رہے۔

تعلیم وتربیت ☆ : آپ نے ابتدائی تعلیم مدرسہ امداد الاسلام میرٹھ میں ہی حاصل کی اور عربی فارسی اُردو انگریزی کی تعلیم الہ آباد یونیورسٹی سے حاصل کی۔

۲۵ نومبر ۱۹۳۳ء کو فارغ التحصیل ہونے پر علماء اور مشائخ کی موجودگی میں عربی میں فی البدیہہ تقریر کی۔ آپ کی تقریر کو سن کر ہندوستان کے مشہور عالم دین مولانا نذیر احمد خجندی نے یہ فارسی کا قطعہ کہا

بَہ اِیں عَہدِ سَبَاباش شَیخ
ز دَستَارِ فَضِیلَت عَارِفُ اللّٰہ
خَجَندِیٰ اَز پَئے تَحصِیلِ تَارِیخ
بَگُوشَمس سَعَادَت عَارِفُ اللّٰہ

درس وتدریس وتبلیغ ☆ : تعلیم سے فراغت کے بعد آپ نے اپنے والد گرامی کے ارشاد پر میرٹھ شہر کی عظیم جامع مسجد خیر

المساجد میں خطبہ جمعۃ المبارک وعیدین کی امامت وخطابت شروع کی اور پورے ہندوستان میں تبلیغی دورے شروع کئے۔اور لوگوں کے قلوب اور اذہان کو اپنی خطابت اور علمی صلاحیتوں سے منور فرماتے رہے۔اور اتحاد بین المسلمین کے لئے سرگرم عمل رہے۔آپ کو فن خطابت کا ملکہ حاصل تھا۔

جب آپ خطاب فرماتے تو پورے اجتماع پر سحر طاری ہو جاتا۔ بسا اوقات اہل ایمان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔ شہادت امام عالی مقام کے موضوع پر خطاب فرماتے تو اس انداز سے کہ سننے والے سامعین کو یہ محسوس ہوتا کہ ہم کربلا کے میدان میں بیٹھے ہوئے ہیں۔اور سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر حضرت بیان فرما رہے ہیں۔

عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں جب گفتگو فرماتے تو عوام الناس کی طبیعت میں انقلاب برپا ہو جاتا اور عاشقان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ محسوس ہوتا کہ خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس اجتماع میں موجود ہیں اور حضرت آپ کے چہرہ انوار کو دیکھ کر بیان فرما رہے ہیں۔

آپ دنیا کے تمام موضوعات پر بولنے پر قدرت رکھتے تھے۔ پورے عالم اسلام کے حالات پر آپ کی نظر رہتی تھی۔ جمعۃ المبارک کے خطبہ میں آنے والے حالات کا تجزیہ اس طرح فرماتے کہ وقت آنے پر لوگوں کو یہ کہتے سنا گیا کہ ان حالات کی خبر حضرت شاہ صاحب نے پہلے دے دی تھی۔

آپ نہ صرف ایک عالم بلکہ خطیب بے بدل ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب فراست صاحب بصیرت بھی تھے۔لاکھوں کے اجتماع میں لوگوں کے دلوں کی کیفیت سے باخبر رہتے تھے۔فن خطابت کے ساتھ آپ کو درس وتدریس پر بھی خصوصی دسترس حاصل تھی۔

سیرت وکردار☆: آپ انتہائی نیک سیرت متقی پرہیزگار اور سنت رسول اللہ ﷺ کے پابند نماز پنج گانہ کے ساتھ نوافل کا اہتمام اور تہجد کی پابندی آپ کا شعار رہا ہے۔آپ انتہائی حلیم سخی اور غریب پرور تھے۔معاملات پر گفتگو طے فرما لیا کرتے تھے۔وعدے کی پاسداری آپ کا معمول تھا۔وضع داری میں بے مثل وبے مثال تھے جو شخص آپ سے ایک مرتبہ ملتا وہ بار بار ملنے کی تمنا کرتا تھا۔

آپ نے پوری زندگی سنت رسول اللہ ﷺ کی اس قدر پابندی کی کہ کوئی موقع بھی ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ ہر موقع پر سنت رسول اللہ ﷺ کا خیال رکھتے۔ گستاخان رسول اللہ ﷺ کی نشاندہی اور ان کے عقائد ونظریات کی تردید قرآن وسنت کی روشنی میں بڑی خوبصورتی سے فرماتے تھے۔ساری زندگی فقیرانہ انداز میں گزار دی۔ دنیاوی مال ومتاع سے دور رہے۔عشق رسول اللہ ﷺ کو ہی اپنا ورثہ تصور کیا۔آپ کا لباس ہی آپ کی لمانہ وجاہت کا آئینہ دار تھا۔عمامہ اور دستار کو کبھی بھی ترک نہ کیا۔جلالت آپ کے چہرے سے عیاں رہتی۔مگر طبیعت میں اس قدر حلیمی تھی کہ ایک معمولی آدمی بھی آپ سے گفتگو کرتا تو بڑی محبت سے اس کے سوال کا جواب دیتے اور اس کی مکمل تشفی فرماتے اور کوئی ابہام باقی نہ رہنے دیتے۔

آپ ایک پروقار شخصیت کے عالم تھے۔ جو شخص آپ کی ایک مرتبہ زیارت کرتا وہ آپ کا ہی ہو کر رہ جاتا تھا اور آپ سے دیوانہ وار محبت کرتا۔ آپ کے چہرے کو دیکھ کر سلف صالحین کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔

فلاحی و تبلیغی سرگرمیاں ☆: میرٹھ شہر میں آپ کی زیر سرپرستی کئی رفاہی اور فلاحی و تبلیغی ادارے پروان چڑھے۔ دعوت و تبلیغ کا یہ موقع آپ کے اپنے مقاصد کے بارے میں سچائی لگن اور ارادے کی پختگی کو ظاہر کرنے کے ساتھ ساتھ نبی کریم ﷺ کے آخری خطبہ حجۃ الوداع کے حکم کے اسی حصے کی تکمیل نظر آتا ہے۔

جس میں ہر مسلمان کے لئے یہ لازم قرار دیا گیا ہے کہ وہ دین اسلام کے بارے میں آنے والی نسلوں کو آگاہ کرتے رہیں۔ آپ گفتار و کردار میں یکساں اور متوازن شخصیت کے حامل تھے۔

جنوبی ایشیاء میں ایک علیحدہ مملکت کے قیام کی تحریک چلی تو اتحاد بین المسلمین کے حصول کے پیش نظر اور فروغ دین اسلام کے اعلیٰ مقاصد کے لئے میدان میں عملی طور پر اترے اور ضلع میرٹھ میں مسلم لیگ کی تنظیم میں نواب محمد اسماعیل خان کے ہراول دستہ میں شامل ہو کر مسلم لیگ کو فعال بنانے میں بھرپور کردار ادا کیا۔

۲۵ نومبر ۱۹۴۵ء میں سنی بنارس کانفرنس کی داغ بیل ڈالی۔ اسی آل انڈیا سنی کانفرنس میں علمائے اہل سنت اور مشائخ عظام نے اجتماعی طور پر مسلم لیگ کے حق میں تاریخی فتویٰ جاری کیا تھا۔ جس پر آپ کے دستخط بھی موجود ہیں۔

۱۲ دسمبر ۱۹۴۵ء کو آپ نے بمبئی میں ایک بہت بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے اپنے صدارتی خطبہ میں فرمایا کہ ہندو مسلم اتحاد ناممکن ہے۔ ہم اپنے لئے ایک ایسا علیحدہ وطن چاہتے ہیں۔ جہاں اسلامی شریعت کے مطابق فقہی اصولوں پر حکومت قائم ہو۔

انگریز اور ہندو کی سازشوں کو بے نقاب کرنے اور ان کا مقابلہ کرنے کے لئے علمائے اہل سنت اور مشائخ عظام پر مشتمل ایک کمیٹی بنی۔ آپ اس کے بھی ممبر تھے۔

آپ نے اس مقصد کے لئے دن رات ایک کر کے ہندو اور انگریز کی مشترکہ سازشوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور ان کے مکروہ عزائم کو ناکام بنا دیا اور مسلمانوں کے مشترکہ مقاصد اور اتحاد و اتفاق کو فروغ دینے کے لئے بھرپور جدوجہد کی۔

حج بیت اللہ اور ہجرت ☆: ۱۹۴۹ء میں آپ نے پہلی مرتبہ حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضہ رسول کریم ﷺ کی سعادت حاصل کی۔ دوسری مرتبہ ۱۹۶۲ء میں مولانا ابوالحامد بدایونی مولانا جمیل احمد نعیمی مولانا مفتی محمد عمر نعیمی رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی اور ان تمام متذکرہ علمائے کے ہمراہ روضہ رسول اللہ ﷺ سے بھی مشرف ہوئے اور اسی سال ان تمام علماء کی موجودگی میں منیٰ کے میدان میں حاجیوں کے عظیم اجتماع سے خطاب کرنے کا اعزاز بھی حاصل کیا۔

۱۹۴۹ء میں پہلی مرتبہ حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر جب واپس میرٹھ تشریف لائے تو ہندوستان کی حکومت نے اسلام دوستی اور پاکستان کے حق میں تحریک چلانے کی پاداش میں آپ کو گرفتار کرنے کا حکم دیا اور آپ پر ظلم و ستم کے دروازے کھول دیئے۔

بالآخر ہجرت کو سنت نبوی ﷺ سمجھتے ہوئے آپ نے ہندوستان سے ہجرت کر کے پہلے کراچی بعد ازاں خوشاب اور پھر مستقل طور پر راولپنڈی کی مرکزی جامع مسجد میں بطور ڈسٹرکٹ خطیب امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

تحریکی سرگرمیاں ☆: جس طرح آپ متحدہ ہندوستان میں قیام پاکستان اور تحریک خلافت کے لئے کام کرتے رہے۔ اسی طرح خاتم الانبیاء حضور سرکار دو عالم ﷺ کی ختم نبوت کے لئے ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں ۳۱۳ علماء کے ہمراہ جلوس کی قیادت کرتے ہوئے میدان عمل میں نکلے اور اسی تحریک کے دوران آپ کو گرفتار کر لیا گیا اور کئی ماہ تک آپ نے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ آپ ان دنوں راولپنڈی کی مجلس عاملہ کے صدر بھی رہے۔

جس کا تذکرہ جسٹس منیر انکوائری رپورٹ میں موجود ہے۔ اسی طرح آپ ۱۹۷۳ء کی تحریک ختم نبوت کے بھی سالار رہے۔ اس کے لئے بھی بڑی قربانیاں دیں۔ منکرین ختم نبوت کو کھلے عام مناظرہ کا چیلنج کیا۔ ۱۹۷۴ء میں انگلستان میں منعقد ہونے والی ختم نبوت کانفرنس میں آپ نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے اور ان کو کلیدی عہدوں سے برطرف کرنے اور ان کے تمام لٹریچر ضبط کرنے کے مطالبات کئے اور حضور نبی کریم ﷺ کو آخری نبی نہ ماننے والے قادیانیوں کے گروہ کے لیڈر کو مناظرہ کا چیلنج کیا۔

جسے قومی اور بین الاقوامی ذرائع ابلاغ نے جلی سرخیوں سے شائع اور نشر کیا۔ آپ کی تبلیغی اور تحریکی سرگرمیاں وطن عزیز کی سرحد سے پار یو۔ کے، ناروے، ماریشس (افریقہ) اور دیگر ممالک تک جاری وساری رہیں۔ ۱۹۷۸ء میں انگلستان میں آپ نے ۸ ماہ کے قیام کے دوران جو تبلیغی فرائض سرانجام دیئے۔

اس کے نتیجے میں لاتعداد غیر مسلم کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ ۱۹۷۶ء میں ماریشس (افریقہ) کی حکومت کی دعوت پر آپ وہاں تشریف لے گئے۔ وہاں پر آپ نے دارالعلوم علیمیہ کالج کی نئی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا۔

۱۹۶۵ء میں آپ نے کشمیر کے مجاہدین اسلام کے لئے امدادی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ۱۹۷۷ء میں مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین کے منصب پر فائز رہے۔

آپ نہ صرف سحر بیان خطیب بلکہ اپنے وقت کے بہت بڑے عالم فاضل ہونے کے ساتھ صاحب کشف وکرامت بزرگ تھے۔ آپ کے چہرے کی زیارت کرنے سے خدا کی یاد تازہ ہوتی تھی۔

آپ کی کرامات لاتعداد میں ہیں جو طوالت کے پیش نظر احاطہ تحریر میں نہیں لائی جا سکتی اگر یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ جس شخص کی ہر ہر ادا سنت مصطفی ﷺ کی پابند ہو۔ اس کا ہر قدم اس کی زندگی کا ہر لحہ کرامت ہی ہے۔

فقیر راقم الحروف نے آپ کی ظاہری حیات مبارکہ میں تقریباً دس برس تک آپ کے خطابات سنے اور کئی مرتبہ آپ کے در دولت پر والد گرامی حضور فیض ملت حافظ فیض محمد چشتی صابری علیہ الرحمۃ کے ہمراہ حاضری کا شرف حاصل رہا اور اسی طرح فقیر کو بارہا آپ کے دربار عالیہ میں حاضری کا شرف بھی حاصل ہے۔

جلوس عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ☆: ۱۹۷۰ء میں کچھ نجدی وہابیوں نے مرکزی سیرت کمیٹی راولپنڈی کے عہدیداران کے خلاف ایک ایسی سازش تیار کی کہ سیرت کمیٹی میں ہی چند افراد کو ممبرشپ دلوائی اور پھر معاملہ کو خود ہی ہوا دی۔

جب ربیع الاول شریف کا مہینہ آیا تو جلوس عید میلاد النبی کے روٹ یعنی راستے کا مسئلہ کھڑا کر کے سیرت کمیٹی میں اختلاف پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اس معاملہ پر اہل دردسنی شہری بے تاب ہو گئے ان کی قیادت حضرت قبلہ الشاہ محمد عارف اللہ قادری رحمتہ اللہ علیہ فرما رہے تھے ان میں سب سے پیش پیش الحاج شیخ منظور الٰہی مرحوم چمڑے والے، مخدوم اہل سنت فخر سادات جناب سید مظلوم حسین شاہ مرحوم جن کا تعلق کباڑی بازار راجہ بازار راولپنڈی سے تھا۔

انہوں نے اہل دردسنی حضرات کو متحد کر کے مرکزی جلوس میلاد کمیٹی راولپنڈی اسلام آباد کے نام سے ایک تنظیم قائم کی جس کے سربراہ آپ تھے۔ معاملہ کورٹ میں چلا گیا وہابیہ نے جلوس پر پابندی کا مطالبہ کر دیا آپ نے اس آڑے وقت میں اہل سنت کی قیادت کو سنبھال کر بھرپور کردار ادا کیا بالآخر آپ کی ذاتی کوششوں کی بنیاد پر کیس اہل سنت کے حق میں ہوا۔

اس وقت کے سٹی مجسٹریٹ جناب شیخ النصر بشیر صاحب نے پوری دیانتداری کا ثبوت دیتے ہوئے معاملہ کی نزاکت کو بھانپ کر جلوس عید میلاد النبی ﷺ کو حسب سابق نہ صرف جاری رکھنے کا فیصلہ صادر فرمایا بلکہ بذات خود جلوس میں شامل رہے۔ جب اس کیس کا فیصلہ ہو گیا تو عاشقان مصطفےٰ ﷺ نے مرکزی جلوس میلاد کمیٹی کے زیر اہتمام عظیم الشان جلسہ میلاد النبی ﷺ کا اہتمام ٹائروں والا بازار کے ڈنگی کھوئی چوک میں مولوی غلام خان کے مدرسے کے پیچھے منعقد کیا گیا جس میں راولپنڈی کے مقتدر علمائے کرام کے علاوہ مشائخ عظام اور ہزاروں سنی بریلوی مسلمانوں اور مختلف جلوس میلاد کمیٹیوں نے شرکت کی۔

اس جلسہ میں آپ کا وسیع وعریض ولولہ انگیز خطاب بھی ہوا تھا جس سے اہل سنت کو تقویت ملی اس موقع پر سٹی مجسٹریٹ شیخ النصر بشیر بھی موجود تھے۔ اہل سنت کے عظیم خطیب اور عالم دین شیر پنجاب علامہ محمد اورنگزیب قادری رحمتہ اللہ علیہ جو انہی دنوں دیوبندیت غلام خانیت وہابیت سے تائب ہو کر سنی حنفی بریلوی مکتبہ فکر کے علمبردار بنے تھے۔

انہوں نے ببانگ دہل اعلان کیا تھا کہ جو ہاتھ علامہ شاہ اللہ قادری کی طرف اٹھے گا وہ توڑ دیا جائے اور جو زبان کھلے گی وہ کاٹ کر کتوں کو ڈال دی جائے گی جو آنکھ اٹھے گی وہ پھوڑ دی جائے گی۔

راولپنڈی میں عظیم خدمات ☆: راولپنڈی کی تاریخ اس پر شاہد ہے کہ اگر آپ کی عظیم شخصیت موجود نہ ہوتی تو راولپنڈی نجدیت کا گڑھ ہوتا اور یہاں پر ہی نہیں بلکہ پورے ڈویژن میں غلام خان کا راج ہوتا۔ ہم اس سلسلہ میں خوش قسمت ہیں کہ خداوند کریم نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے راولپنڈی کو دو عظیم شخصیات دی ہیں ان میں ایک تو غزالی دوراں حضرت علامہ سید حسین الدین شاہ مدظلہ العالی جنہوں نے راولپنڈی میں جامعہ رضویہ ضیاء العلوم قائم کر کے تدریس کے میدان میں ایسا عظیم وکبیر کارنامہ سرانجام دیا ہے جس کی بدولت قصر نجدیت وغلام خانیت ووہابیت میں لرزہ طاری ہو گیا اور اس عظیم مرکز سے نکلنے والے

مبلغین راولپنڈی ڈویژن ہی نہیں پورے ملک بشمول آزاد کشمیر اور بیرون ممالک بھی اہل سنت کے مشن کو زندہ رکھے ہوئے ہیں اور راولپنڈی کو ملنے والی دوسری عظیم شخصیت آپ کی ذات والا صفات نے ایسا کارنامہ انجام دیا اور اہل سنت کو وہ سمت متعین کر دی کہ جس پر چلتے ہوئے اہل سنت کو قیامت تک کوئی بھی دنیا کی باطل قوت نہیں روک سکتی آپ کی ذات کو اگر بغور نظر دیکھا جائے تو اہل سنت کے لئے مینارہ نور ہے۔

جرأت و ہمت کے دو عظیم واقعات ☆: تحریک ختم نبوت کے موقع پر تمام مکاتب فکر کے علماء سے اتحاد کر کے فتنہ قادیانیت کا آپ نے مقابلہ کیا راولپنڈی میں چلنے والی تحریک ختم نبوت کے آپ سالار تھے۔ تعلیم القرآن راجہ بازار سے ختم نبوت کی تحریک کا جلوس نکلا جو لیاقت باغ کے وسیع میدان میں جلسہ کی شکل اختیار کر گیا آپ مولوی غلام خان اور دیگر علماء کے ہمراہ سٹیج پر موجود تھے دوران جلسہ غلام خان کی تقریر کے دوران کسی نے نعرہ رسالت بلند کیا تو دوران تقریر مولوی غلام خان نے نعرہ لگانے والے سے کہا کہ یہ کیا بکواس ہے بند کرو۔ آپ نے مائیک ہاتھ میں لے کر اعلان کیا کہ ہم گستاخانِ رسالت کے ساتھ ایک لمحہ بھی نہیں ٹھہر سکتے اور نہ ہی اتحاد کر سکتے ہیں۔

آج کے بعد اہل سنت اکیلے ہی تحریک کو علیحدہ سے چلائیں گے۔ جب آپ لیاقت باغ کے اسٹیج سے نیچے اترے تو ہزاروں سنی بریلوی وہاں سے آپ کی قیادت میں واپس چلے گئے۔

مولوی غلام خان نے جب لیاقت باغ کو دیکھا تو وہ عوام اہل سنت کے بائیکاٹ کے بعد خالی ہو گیا مولوی غلام خان اپنے چند علماء اور حواریوں کے ہمراہ تنہا رہ گیا تھا بعد ازاں مولوی غلام خان نے بہت کوشش کی مگر آپ نے یہ کہہ کر اتحاد کرنے سے انکار کر دیا کہ ہم مرزائیوں کے لئے نبوت کا دروازہ کھولنے والوں سے کسی قیمت پر اتحاد نہیں کر سکتے۔ مرزائی بھی یا رسول اللہ ﷺ کے نعرے کے منکر اور وہابی بھی اس نعرے کے منکر اس لئے ہمارے راستے جدا ہیں۔

واقعہ نمبر۲ ☆: ایک مرتبہ آپ راولپنڈی سے باہر تبلیغی دورے پر تشریف لے گئے تو مرکزی جامع مسجد راولپنڈی کے میناروں کی تعمیر کا کام شروع تھا۔ کمیٹی والوں میں ایک دو افراد دیوبندی بھی تھے جو بظاہر سنی بریلوی تھے انہوں نے کام کرنے والے مستری کو کہا کہ میناروں کے درمیان یا رسول اللہ نہ لکھا جائے بلکہ صرف لفظ محمد لکھے۔

اس بات پر عوام اہل سنت مشتعل ہو گئے مخالفین نے چند بدمعاشوں کی نگرانی میں کام شروع رکھا ؤ اسی اثناء میں آپ دورے سے واپس تشریف لائے اور حسب معمول جامع مسجد کے مرکزی دروازے پر پہنچے تو وہاں پر بدمعاشوں کو دیکھ کر ایک ہی نظر میں بھانپ گئے کہ معاملہ کیا ہے۔ اندر جا کر خادم اور نائب امام مسجد سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ یا رسول اللہ لکھنے پر دو گروپ بن گئے ہیں اور کابینہ نے چند بدمعاشوں کو بلایا ہے۔

آپ نے للکار کر باآواز بلند فرمایا کہ یہ مسجد اہل سنت کی ہے یہاں پر یا رسول اللہ کے نعرے لگتے رہیں گے اور کسی بدمعاش کی

بدمعاشی نہیں چلے گی۔

اس کے بعد آپ فوراً حجرے میں تشریف لے گئے اور راجہ محمد سرور رئیس اعظم مری کو فون کر کے حالات کی خبر دی۔ انہوں نے کہا کہ شاہ صاحب انہیں اپنا کام کرنے دیں میں جلد ہی پہنچ رہا ہوں۔ تھوڑی دیر میں راجہ غلام سرور اپنے ہمرائیوں کے ہمراہ آئے اور وہابیوں کو گھیرے میں لے کر اس قدر مارا کہ وہ بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔ پھر آپ نے نماز جمعۃ المبارک کے اجتماع میں للکار کے فرمایا سنو سنو راولپنڈی والو عارف اللہ کو خدا نے اتنی ہمت دی ہے کہ کوئی باطل قوت یارسول اللہ کہنے پر پابندی نہیں لگا سکتی جب تک میں زندہ ہوں باطل قوت سے ڈٹ کر مقابلہ کرتا رہوں گا اور یارسول اللہ کے نعرے لگاتا رہوں گا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال یکم ربیع الآخر ۱۳۹۹ھ بمطابق 28 فروری بروز بدھ بعد نماز فجر 1979ء کو راولپنڈی میں ہوا۔ نماز جنازہ اگلے روز جمعرات کو ادا کی گئی۔ ہزاروں اشکبار آنکھوں کے سامنے کمرشل مارکیٹ سٹیلائٹ ٹاؤن راولپنڈی کی عیدگاہ میں آپ کو مالک حقیقی کے سپرد کیا گیا۔

آج بھی آپ کے عقیدت مندان آپ کے مزار فیض آثار پر حاضری دیتے ہیں اور اپنے دامنوں کو گوہر مراد سے بھرتے ہیں۔ آپ کا سالانہ عرس مبارک ہر سال ۱۶ جولائی بعد نماز ظہر تا رات گئے تک آپ کے سجادے وصاحبزادے الشاہ محمد اشرف رضا قادری کی زیر سرپرستی نہایت عقیدت واحترام سے منایا جاتا ہے۔

جس کی ہر ہر ادا سنت مصطفیٰ ﷺ
ایسے پیر طریقت پر لاکھوں سلام

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

منظوم نذرانہ عقیدت ومحبت درشان

علامہ حضرت الشاہ محمد عارف اللہ قادری رحمتہ اللہ علیہ قادری

ہے تری شہرت مچی عارف اللہ قادری　　تو خدا کا ہے ولی عارف اللہ قادری

علم کا تو بحر ہے علم کے ہر باغ کو　　تجھ سے شادابی ملی عارف اللہ قادری

تجھ سے الفت ہے مجھے ہر دل مضطر میں بھی　　تیری الفت ہے بسی عارف اللہ قادری

سیّد کونینؐ کا تو ہے منظور نظر　　تو ہے مرد متقی عارف اللہ قادری

دل کی دنیا کا ہے تو تاجدار مفتخر　　ہے تری ہر سو شہی عارف اللہ قادری

کشور تقریر میں تری سلطان خطاب　　ہے مسلم سروری عارف اللہ قادری

جس پہ تیرے لطف کی پڑ گئی اِک بھی نظر　　اُس کی ہر مشکل ٹلی عارف اللہ قادری

تو ہے محبوب خدا اس کو تجھ سے عشق ہے　　تو ہے مطلوب نبی عارف اللہ قادری

تیرے صدقے میں حسیں ہے ترا اشرف رضا　　تجھ سے اس کی خسروی عارف اللہ قادری

میں کہ ہوں عرفانؔ ترا کر دے لطفِ خاص سے
مجھ کو سونے کی ڈلی عارف اللہ قادری

از قلم محمد عرفان رضوی صاحب
ریٹائرڈ ڈپٹی ایجوکیشن آفیسر ضلع راولپنڈی

مولانا میاں پیر عبدالحلیم قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: زبدۃ العارفین، مخزن شریعت، معدن طریقت، عمدۃ الاسرار حضرت مولانا میاں عبدالحلیم قادری شہدادکوٹی رحمتہ اللہ علیہ جمال معرفت و کمال حقیقت سے آراستہ ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۲۸ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ بمطابق 1912ء میں حضرت مولانا میاں نصیرالدین اول شہدادکوٹی کے گھر واقع درگاہ صدیقیہ شہدادکوٹ ضلع لاڑکانہ صوبہ سندھ میں ہوئی۔

تعلیم و تربیت ☆: ابتداء سے لے کر آخر تک تعلیم درگاہ شریف صدیقیہ پر حاصل کی۔ مولانا عبدالغفار کھوسہ بلوچ سے اس کے بعد مبلغ اہل سنت، بلند پرواز صحافی، نامور شاعر حضرت مولانا قمرالدین عطائی مہسیر سے درس نظامی کی تعلیم حاصل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت پیر طریقت مولانا مخدوم ہادی بخش رحمتہ اللہ علیہ سجادہ نشین درگاہ محمد پور شریف (پنو عاقل) کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ اس کے بعد خلافت سے نوازے گئے اور آپ درگاہ صدیقیہ کے سجادہ نشین دوئم قرار پائے۔

دینی مدارس کا قیام ☆: آپ ہمہ وقت خدمت دین کے لئے سرگرم رہتے تھے۔ جہالت کی تاریک رات کو تار تار کرنے کے لئے اجالے کی ضرورت کو ہر وقت محسوس کرتے تھے اس لئے علم دین کو عام کرنا چاہتے تھے۔ معاشرے کا سدھار و اصلاح کے لئے قرآن و سنت کی تعلیم کو جاری کرنا چاہتے تھے، اسی میں معاشرے کا انقلاب تصور کرتے تھے۔ اس لئے مدارس عربیہ کو قائم فرمایا، جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

☆ مدرسہ حلیمیہ یکم فروری ۱۹۵۵ء میں قائم کیا۔ ☆ مدرسہ نور محمدی۔ ☆ مدرسہ مظہر الاسلام۔ ☆ مدرسہ فیض محمد یکم ستمبر ۱۹۵۷ء۔ یہ چار مدارس شہدادکوٹ میں قائم فرمائے۔ ☆ مدرسہ غوثیہ حلیمیہ فیض محمدی محلہ گیاوان قلات ڈویژن صوبہ بلوچستان۔ ☆ مدرسہ غوثیہ حلیمیہ انوار مصطفیٰ نیچارضلع قلات۔ ☆ دارالعلوم غوثیہ رضویہ کراچی روڈ خضدار بلوچستان

بعد میں مفتی عبدالرحیم رضوی مرحوم کی کوشش سے آپ کے قائم کردہ مدارس دینیہ نے خوب ترقی کی۔

مجلّہ کا اجراء☆: آپ نے درگاہ مقدسہ صدیقیہ شہدادکوٹ سے ۱۹۵۹ء کو ماہنامہ "فیوضات صدیقیہ" جاری فرمایا۔ کچھ عرصہ تک یہ مجلّہ جاری رہا۔ مجلّہ نے سندھی زبان میں دین اسلام، مسلک اہل سنت اور تعلیمات اولیاء اللہ کی خوب تبلیغ فرمائی۔ معاشرہ کی اصلاح کے حوالہ سے بھی اس مجلّہ کی خدمات قابل قدر ہیں۔ میاں صاحب اس میں خود بھی لکھتے تھے۔ مجلّہ کے مدیر مسئول مولوی محمد رفیق بروہی خوشنویس مرحوم (سابق امام کلیکڑی مسجد لاڑکانہ) ہوا کرتے تھے۔

سیرت و کردار☆: آپ شریعت مطہرہ اور صوم صلوٰۃ کے پابند، عالم دین، پیر طریقت، نعتیہ، شاعر، سادگی پسند، اخلاق محبت کے خوگر، حق گو، خدمت دین سے سرشار، بلند حوصلہ، مضبوط ارادہ کے مالک، عربی فارسی، سندھی، سرائیکی اور اردو زبانوں پر عبور رکھتے تھے۔ بعد نماز فجر اور عشاء قادری ذکر بالجہر پابندی سے مسجد شریف میں جماعت کے حلقہ میں کرانا آپ کے معمول میں سے تھا۔

اولاد و امجاد☆: خداوند کریم نے آپ کو پانچ صاحبزادے عطا فرمائے جن کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) مولانا میاں نصیر الدین ثانی نے جوانی میں ۸ جون ۱۹۷۷ء کو انتقال کیا۔ (۲) آپ کے دوسرے نمبر پر بیٹے حافظ میاں عبدالعزیز سجادہ نشین ہوئے۔ (۳) میاں عطا محمد۔ (۴) میاں تاج محمد۔ (۵) میاں عبدالحلیم۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال ۵ رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ بمطابق ۳۰ جولائی ۱۹۷۹ء کو ہوا، مزار پُرانوار درگاہ صدیقیہ شہدادکوٹ صوبہ سندھ میں مرجع خاص و عام ہے۔

بشکریہ، تذکرہ انوار علمائے اہلسنت سندھ

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت علامہ عبدالحنّان قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆ : شہباز میدان حقیقت و معرفت، منبع علوم ظاہری و باطنی، غوث زماں شیخ المشائخ پیر طریقت حضرت علامہ مولانا عبدالحنان قادری رحمتہ اللہ علیہ قدوۃ الاخیار ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت موضع یار حسین تحصیل و ضلع صوابی میں حضرت احمد بابا بن قاسم بابا علیہ الرحمتہ کے گھر ہوئی۔

گھر کے علمی و روحانی ماحول کی بدولت آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی حضرت احمد بابا علیہ الرحمتہ سے حاصل کی۔ دیگر علوم متداولہ صوبہ سرحد کے مختلف مقامات پر علوم دینیہ کے مراکز و مدارس میں معروف اساتذہ کرام کے سامنے زانوے تلمذ طے کر کے تکمیل علوم دینیہ کی۔

بیعت و خلافت ☆ : علوم ظاہریہ کی تکمیل کے بعد اپنی باطنی تسکین اور روحانی تربیت کے لیے سلسلہ عالیہ قادریہ میں غوث زماں حضرت خواجہ عبدالغفور قادری المعروف سوات بابا جی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہو کر طریقت کا پہلا سبق پڑھا۔ باقی اسباق کی تکمیل شیخ المشائخ حضرت مولانا عبدالوہاب قادری مانکی شریف والوں سے پورے کر کے ماذون ہوئے۔ حضرت مولانا عبدالوہاب قادری پیر آف مانکی شریف نے آپ کو ہر چہار سلاسل میں خلافت و اجازت عطا فرما کر بالخصوص قادری سلسلہ میں مجاز و صاحب ارشاد کیا۔

سیرت و کردار ☆ : آپ کی تمام عمر یاد خدا اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں گزری، کوئی کام خلاف شریعت و طریقت سرزد نہ ہونے دیا۔ درس و تدریس، ذکر و فکر، مراقبہ، مجاہدہ، اور تزکیہ نفس میں ہمہ وقت مشغول رہتے۔ زہد و ورع کو آپ پر ناز تھا۔ آپ کا دامن دنیا کی محبت و آلائش سے پاک تھا۔ درویشانہ اور فقیرانہ زندگی آپ کا شیوہ خاص تھا۔ استغنا کا یہ عالم تھا کہ معتقدین و مخلصین آپ کی خدمت میں ہزاروں روپے اور زمین و جائیداد پیش کرتے مگر آپ قبول نہ فرماتے تھے۔ امر بالمعروف نہی عن المنکر آپ کا وصف خاص تھا۔ تمام علاقہ کے جھگڑے اور تنازعات کا شریعت حقہ کے تحت آپ فیصلہ صادر فرماتے، بیواؤں کی شادیاں کراتے۔ اپنے عقیدتمندوں کو سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع پر زور دیتے۔ عقائد اہل سنت و جماعت کی پابندی پر پوری پوری توجہ کراتے۔ اس علاقے میں آپ کی موجودگی میں کسی بدعقیدہ نیچری، قادیانی، چکڑالوی، نجدی، وہابی کی جرأت نہیں تھی کہ سر اُٹھائے۔

اللہ کریم نے زہد وتقویٰ، پرہیزگاری اور اتباع سنت کی برکت سے آپ کو نور باطنی کا وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ آپ کا وجود مسعود ذکر الٰہی اور اصول طریقت وتصوف کی تبلیغ میں نہایت درجہ انہماک کی وجہ سے سراپا کرامت بن چکا تھا۔

آپ کی دینی خدمات اور تلامذہ☆: آپ کے پاس ہر وقت چالیس سے زائد طلباء موجود رہتے تھے۔ جن کو آپ کو بذات خود درس نظامی کی تمام کتب پڑھاتے تھے۔ ان طلباء کے قیام وطعام اور دیگر ضروریات زندگی کے اسباب آپ خود پورے کرتے تھے۔

آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنے والے اپنے اپنے وقت کے بہترین نامور اور متبحر عالم دین اور مفتی بلکہ استاذ الاساتذہ ہوئے۔ آپ کے شاگردوں میں جو حضرات آسمان علم وعمل پر تابندہ ستارے بن کر چمکے ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

حضرت علامہ مولانا محمد غفران صاحب شہباز گھڑا، جناب حضرت علامہ مولانا غازی الدین صاحب ،امازو گھڑی، حضرت علامہ مولانا عبدالعلی صاحب المعروف یعقوبی حق صاحب، حضرت علامہ مولانا محمود صاحب، صاحب حق مردان، حضرت پیر آف مانکی شریف وغیرہ۔

آپ کے خلفائے نامدار☆: حضرت عبدالواسع قادری المعروف فقیر صاحب ضلع بنوں، حضرت مولانا جلال الدین نواں کلی ضلع مردان، حضرت فقیر صاحب قادری چرغہ خیل تحصیل پشاور، حضرت پیر سید ابوالحسنات قادری صاحب پیر آف مانکی شریف تحصیل نوشہرہ، حضرت مولانا فضل حق قادری المعروف قاشقاء بابا صاحب، شاہ جی صاحب قادری، حضرت عبدالخالق بادشاہ قادری، محب بانڈہ مردان اور پشاور شہر کے معروف عالم دین اور مالک مکتبہ رحیمیہ مولانا گل رحیم اسماری قادری صاحب علیہم الرحمتہ کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ جن کی محنت ولگن اور علم وعرفان کی بدولت ان کے علاقوں میں سلسلہ عالیہ قادریہ کی ترویج واشاعت ہوئی۔

آپ کی اولاد وامجاد☆: آپ کو خداوند کریم نے دو صاحبزادے عطا فرمائے جن میں حضرت صاحبزادہ صاحب حق عبدالستار صاحب قادری اور حضرت صاحبزادہ صاحب حق عبدالحمید قادری صاحب ہیں۔

ہر دو حضرات نے آپ سے ہی اسباق پڑھے اور سلسلہ عالیہ قادریہ میں آپ کے ہی دست حق پرست پر بیعت کر کے خرقہ خلافت حاصل کیا۔

آپ کے صاحبزادے حضرت صاحب حق عبدالحمید صاحب بیان کرتے ہیں کہ جس کوٹھڑی میں آپ عبادت وریاضت اور ذکر الٰہی فرماتے تھے۔ وہ رات کی تاریکی میں جبکہ لالٹین گل کر دی جاتی تھی، بقعۂ نور بن جاتی تھی، یہاں تک کے ہر شے اس نورانی روشنی میں نظر آتی تھی۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال چودھویں دی ہجری کو ہوا۔

مزار پُر انوار موضع یار حسین تحصیل وضلع صوابی میں مرجع خاص وعام ہے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت فقیراللہ ورایا قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: فنافی اللہ بقایا اللہ، متصرف بہ تصرفات، صاحب کشف وکرامات، مست الست نعمات بے ساز حضرت فقیراللہ ورایا قادری رحمتہ اللہ علیہ زینت المشائخ ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت قوم بھنگر کے متمول گھرانے واقع علاقہ مندر مراد واہ تحصیل لہڑی صوبہ بلوچستان میں ہوئی۔ آپ حضرت سلطان نور محمد بن سلطان غلام رسول جو حضرت سلطان العارفین کی چھٹی پشت میں سے ان کی اولاد تھے، کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے، اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز ماذون ہوئے۔

ابتداء میں جب حضرت سلطان العارفین کے دربار ضلع جھنگ پہنچے تو چھ ماہ کچھ کھایا نہ پیا، بات چیت بھی بہت کم کرتے تھے، لوگ زیارت کو آتے تو آپ رخ پھیر لیا کرتے تھے۔ بالآخر مرشد کامل نے خصوصی توجہ فرمائی تو آپ اپنی اصلی حالت میں آئے، اس کے بعد سے اپنی خوراک ولباس کی طرف توجہ دینے لگے، لوگوں سے بھی تھوڑی بہت بات کرنے لگے، مگر اس کے باوجود زندگی گمنامی کی گزاری، کسی پر اپنا حال عیاں نہ ہونے دیا۔ کافی عرصہ تک اپنے مرشد کامل حضرت سلطان نور محمد علیہ الرحمۃ کا مال مویشی چراتے رہے، آپ اپنے مرشد کے جانوروں مثلاً بھینسوں، گائے اور دیگر اموال کا بھی بہت احترام فرماتے، اگر کوئی جانور کسی دوسرے شخص کے کھیت میں جا کر منہ مارتا تو آپ اس جانور کے آگے ہاتھ جوڑ کر واپس اپنے کھیت میں لے آتے، اور کہتے "ہائے کیا کروں رانجھے کی بھینسیں ہیں۔"

کشف وکرامت ☆: ایک مرتبہ دربار شریف کے چند خادموں سے کسی بات پر تو تکار ہوگئی تو آپ نے فرمایا ٹھیک ہے میں یہاں سے ملتان چلا جاتا ہوں، یہ کہہ کر آپ نے دریا میں چھلانگ لگا دی، خادموں نے جب دیکھا کہ آپ پانی میں نظر نہیں آ رہے تو سمجھے کہ آپ پانی میں ڈوب گئے ہیں، وہ دوڑے ہوئے مرشد کامل حضرت سلطان نور محمد علیہ الرحمۃ کی خدمت میں گئے تمام ماجرا عرض کیا تو مرشد کامل نے چند غوطہ خور دریا میں آپ کو ڈھونڈنے کے لئے بھیجے، مسلسل دو روز کی تلاش کے بعد تقریباً اٹھارہ میل دور رنگ پور کے مقام آپ کا جسم اطہر دریا پر تیرتا ہوا نظر آیا، غوطہ خور تیراک آپ کو واپس لے کر آئے، جب آپ سے پوچھا کہ یہ کیا تو فرمایا کہ میں تو ملتان جا رہا تھا، جب آپ کو مرشد کامل کا پیغام دیا تو اُٹھ کھڑے ہوئے اور واپس آ گئے۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں کسی کو عشق کیا سکھاؤں، یہ بھی کوئی سیکھنے کی چیز ہے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال چودھویں صدی ہجری میں ہوا، مزار پُرانوار علاقہ مندر مراد واہ تحصیل لہڑی صوبہ بلوچستان میں مرجع انام ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت محمد بخش المعروف شاہوانی پیر قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆ : گم گشتۂ درحضور معبود، غواص بحر معانی، مظہر تامہ کمال انسانی، صاحب تجرید و ترک حضرت محمد بخش المعروف شاہوانی پیر قادری رحمتہ اللہ علیہ کا شمار واصلان صاحب اسرار میں ہوتا ہے۔

آپ کی ولادت باسعادت بلوچستان کے معروف قبیلہ ''غل شاہوانی'' کے ایک گھرانے میں واقع کھڈ کوچہ نزد مستونگ میں ہوئی، تمام عمر راہ خدا میں تبلیغ واشاعت دین اور ذکر وفکر عبادت وریاضت، مجاہدہ وسلوک میں گزری۔

بیعت وخلافت ☆ : آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت سلطان محمد نواز قادری علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے سرفراز ہوئے، اور بعد از تکمیل مجاہدات کے انہی سے خرقہ خلافت پاکر سرفراز وممتاز ہوئے۔

ازواجی زندگی ☆ : آپ نے شادی کی تھی مگر آپ کی اہلیہ کچھ عرصہ بعد انتقال کر گئیں، آپ کے مرشد کامل نے دوسری شادی کا حکم دیا تو آپ نے اپنے قبیلہ پر نگاہ دوڑا کر عرض کی حضور میرے سب رشتہ دار اور قبیلے والے میرے ہاتھ پر بیعت ہو چکے ہیں۔

اب میں کس طرح اپنے مریدوں کی بیٹیوں اور مریدنیوں سے نکاح کر سکتا ہوں، لہٰذا میں اسی حال میں ٹھیک ہوں، اس کے بعد آپ نے تمام عمر اسی طرح گزار دی نکاح نہ کیا۔

کشف وکرامت ☆ : ایک مرتبہ آپ اپنے چالیس کے قریب درویشوں اور مریدوں کے ہمراہ حضرت سلطان باہو علیہ الرحمۃ کے سالانہ عرس میں شرکت کے لئے سندھ سے پنجاب کی جانب ٹرین پر جا رہے تھے، پورے قافلے پر عشق ومستی سوار تھی، ہر طرف حق باہو، اور حق ہو کے نعروں کا غوغا بلند تھا، اسی کیف ومستی میں آپ کو نیند آ گئی، ابھی چند لمحے گزرے تھے کہ آپ کے ایک پیر بھائی محمد حسین جوہانی نے آ کر جگایا اور زور زور سے ہانپتے کانپتے کہنے لگے شاہوانی پیر ہم مارے گئے، ہم پر ایک بلا نازل ہو گئی اور وہ ہم سب کو ہڑپ کر جائے گی۔

آپ نے پوچھا معاملہ کیا ہے؟ وہ بلا کہاں ہے؟ آپ کے پوچھنے پر جوہانی نے ٹرین کی پرچھتی کی طرف اشارہ کیا، آپ نے دیکھا کہ ایک برہمن جس نے بھدارا کیا ہوا ہے، اور لنگوٹ باندھے اکڑ کر کھڑا ہوا ہے، اپنی دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں سختی سے بھینچ رکھی

ہیں، اُس نے اپنی استدراجی قوت سے ان تمام زائرین پر ایسا اثر ڈالا کہ سب کا ذوق وشوق عشق و مستی ختم اور سب کے سب مبہوت سے ہو کے رہ گئے۔

آپ نے یہ ماجرا دیکھا فوراً اپنے مرشد کامل حضرت سلطان العارفین کے دربار اور ان کی طرف توجہ کر کے زور سے اِلاَّ اللہ کا نعرہ لگایا تو برہمن کے ہاتھ مٹھیاں کھل گئیں اس کی استدراجی قوت ختم ہو کے رہ گئی، اور آپ کے تمام ساتھی پھر سے صاحب حال اور ذوق و مستی سے سرشار ہو گئے۔

جب آپ دربار حضرت سلطان العارفین پر پہنچے تو آپ نے راستے میں پیش آنے والا تمام واقعہ اپنے مرشد کامل حضرت سلطان محمد نواز قادری بن حضرت سلطان نور محمد قادری علیہم الرحمۃ کی خدمت میں گوش گزار کیا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال چودھویں صدی ہجری کے وسط میں ہوا، مزار پُر انوار حضرت سلطان باہو کے دربار اور حضرت سلطان محمد نواز علیہم الرحمۃ کے مزار کے قریب گڑھ مہاراجہ تحصیل شورکوٹ ضلع جھنگ صوبہ پنجاب میں مرجع انام ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت باغ علی المعروف باغی فقیر سیستانی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: اِک مرد قلندر ہمہ اوصاف یگانہ، غریق دریائے وحدت و معرفت، فارغ از قید مشائخیت و نمود حضرت باغ علی المعروف باغی فقیر سیستانی قادری رحمتہ اللہ علیہ سرمست جام وحدت ہیں۔

آپ کا تعلق علاقہ سیستان سے تھا اور اصل نام باغ تھا جبکہ باغی فقیر سیستانی کے نام سے مشہور ہوئے۔

باغی کی وجہ تسمیہ تحریر کرتے ہوئے جناب ڈاکٹر انعام الحق کوثر اپنی کتاب صوفیائے بلوچستان میں رقمطراز ہیں کہ جب خاران اور سیستان کے درمیان قبائلی جنگ ہوئی تو خاران کی طرف سے تمام بنگلزئی، گوہرام زئی، اور ریئسانی قبائل نے متحد ہو کر گوہرام زئیوں سے لڑائی کی تو اللہ کے یہ فقیر گوہرام زئیوں کے ساتھ مل گئے، جس کی وجہ سے باغی مشہور ہوئے۔

دربار سلطان باھو میں حاضری ☆: ایک موقع پر اسپلنجی کا احمد گوہرام زئی آپ کو اپنے ہمراہ لے کر حضرت سلطان العارفین کے دربار میں حاضر ہوا، گوہرام زئی قبیلہ کے لوگ حضرت سلطان باھو علیہ الرحمۃ کے مرید تھے۔

یہ زمانہ حضرت سلطان نور محمد علیہ الرحمۃ کے فرزند حضرت سلطان محمد نواز علیہ الرحمۃ کی سجادہ نشینی کا تھا، دربار حضرت سلطان باھو علیہ الرحمۃ میں پہنچ کر آپ کی دلی کیفیت بدل گئی، اور ایک جنگجو سپاہی پر آپ جذب و مستی کی کیفیت سوار ہوگئی، کپڑے اتار پھینکے اور جسم پر ۲۵ سیر وزنی لوہے کی زنجیریں لپیٹ لیں، سردی ہو گرمی جسم پر صرف ایک لنگوٹ بندھا ہوتا اور اکثر یہ نعرہ لگاتے تھے۔

الا ای باغی سیستانی   چرا مستی درین فانی
الا ای باغی سیستانی   کہ در دنیا نمی مانی

اکثر ہو، حق ہو، حق باھو کے نعرے لگاتے منہ سے اکثر جھاگ نکلتی رہتی تھی، ایک عرصہ تک حضرت سلطان محمد نواز قادری سجادہ نشین دربار سلطان العارفین کی خدمت میں رہے، حضرت امیر سلطان علیہ الرحمۃ بھی اکثر آپ پر شفقت فرماتے تھے۔ حضرت سلطان محمد نواز علیہ الرحمۃ نے آپ پر خصوصی توجہ فرمائی، جس کے نتیجہ میں آپ نے مستونگ کوشک کی پہاڑیوں میں چالیس روز تک چلہ کشی

فرمائی، صرف ایک کوزہ پانی سے چالیس دن گزارے۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ کا شیر سے آمنا سامنا ہوگیا تو آپ نے شیر کو ڈنڈوں سے مار مار کر ہلاک کر دیا۔

آپ کی یہ کرامت بھی مشہور ہے کہ جب دربار حضرت سلطان العارفین جانے کا ارادہ کرتے تو ریلوے لائن پر گزرتی ہوئی ریل گاڑی کے پاس کھڑے ہو کر حق باہو کا نعرہ لگاتے تو چلتی ہوئی ٹرین رک جاتی۔ اس میں سوار ہو کر چلے جاتے، اسی طرح واپسی پر جب جس منزل پر اترنا ہوتا تو حق باھو کا زوردار نعرہ لگاتے تو ٹرین رُک جاتی اور یہ اتر جاتے تھے، یہ آپ کا مستقل معمول تھا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال چودھویں صدی ہجری کے وسط میں ہوا، روایت میں آتا ہے کہ آپ اپنے مرشد کے ہمراہ علاقہ وزیرستان کے دورے پر تشریف لے گئے، وہاں سے واپسی پر بلوچستان کے علاقہ قلات پہنچے تو آپ کا وصال ہوگیا۔

مزارِ پُر انوار دشت کے علاقہ کھڈ کوچہ صوبہ بلوچستان میں مرجع انام ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

پیر طریقت مولانا مطیع الرضا خان قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: پیر طریقت واقف اسرار و رموز حقیقت عالم اکمل و افضل عاشق رسول اللہ ﷺ حضرت علامہ مولانا مطیع الرضا خان قادری رحمتہ اللہ علیہ کشتہ عشق رسول ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت ۲۹ نومبر ۱۹۲۴ء کو قصبہ چندوسی ضلع مرادآباد یوپی انڈیا میں ہوئی۔

آپ کے والد گرامی کا نام نامی اسم گرامی حکیم محمد احمد رضا خان تھا۔ آپ قوم سے پٹھان اور کمال زئی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ گھر کے مذہبی ماحول کی وجہ سے آپ کو عملی دنیا میں بہت جلد بلند مقام حاصل ہو گیا۔

چونکہ آپ کے جداعلی اور خاندان کے دیگر بزرگ سب ہی عالم دین اور اپنے وقت کے شیخ طریقت تھے اس طرح آپ کو علوم دینیہ اور حکمت و معرفت ورثے میں ملی۔

والدہ کی طرف سے آپ کو خوشحالی اور وافر مالی اعانت کے اسباب میسر آئے کیونکہ آپ کی والدہ کے جداعلی کو اکبر بادشاہ کے زمانے میں حکومت کی طرف سے بہت سی اراضی اور جائیداد ملی تھی۔ خصوصاً باغ الف خان اور افیون والی کوٹھی آپ کے خاندان کی اچھی طرح کفالت کرتی تھی۔ مگر آپ کی بدقسمتی کہ آپ کم عمری میں ہی اپنے بزرگوں کے سائے سے محروم ہوتے چلے گئے ابھی عمر شریف صرف سات برس تھی کہ دادی صاحبہ کا انتقال ہو گیا۔

کچھ ہی ماہ بعد آپ کی ہمشیرہ احمد بیگم المعروف پیاری بی بی کا انتقال ہو گیا اور دو برس کے بعد آپ کے بڑے بھائی مولانا علیم الرضا احمد خان جوانی کے عالم میں وصال فرما گئے۔

تعلیم و تربیت ☆: خاندان کے بزرگوں کے وصال باکمال کے بعد آپ کی تعلیم و تربیت کا تمام بوجھ آپ کی والدہ ماجدہ پر آ گیا۔ انہوں نے آپ کو علوم دینیہ سے مکمل طور پر آراستہ کرنے کا پختہ عزم کیا اور وادوں ضلع علی گڑھ کے مدرسہ حافظیہ سعیدیہ میں آپ کو دس برس کی عمر میں داخل کرا دیا گیا۔

جہاں آپ نے دو سال کے عرصہ میں قرآن پاک مکمل حفظ کر لیا اور مدرسہ حافظیہ سعیدیہ میں ہی درس نظامی میں داخلے لے کر تمام

کتابیں وہیں پڑھیں اور درس نظامی مکمل کرنے کے بعد دارالعلوم منظر الاسلام بریلی شریف میں صدر الشریعت حضرت مولانا امجد علی خان علیہ الرحمتہ جیسے یکتائے روزگار اساتذہ سے علمی فیض حاصل کیا۔

بیعت وخلافت ☆: علوم ظاہری میں تکمیل کے بعد امام اہل سنت مجدد دین وملت مولانا الشاہ احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمتہ کے فرزندار جمند مولانا حامد رضا خان علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان علیہ الرحمتہ سے سند حدیث اور سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ چشتیہ سہروردیہ نقشبندیہ اور سلسلہ عنبریہ میں اجازت وخلافت حاصل کی۔

ایک مجذوب سے ملاقات ☆: علوم ظاہری وباطنی سے فراغت کے بعد آپ جب اپنے قصبے چندوسی ضلع مرادآباد میں گئے تو وہاں ساتھ والے گاؤں ہلدانی میں ایک مجذوب جن کا نام مینڈو شاہ تھا۔ ان سے ملاقات ہوئی۔ آپ چونکہ بہترین خوش الحان قاری بھی تھے۔

اس وجہ سے وہ مجذوب آپ سے بہت محبت وشفقت فرماتے تھے اور آپ کو اپنے پاس کئی کئی روز رکھتے تھے۔ آپ بھی ان فقرا اور مجازیب میں بہت خوش رہا کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے آپ پر بھی قلندرانہ رنگ آ گیا اور فقیروں کی صحبت کی وجہ سے آپ پر فقیری کا رنگ اور غلبہ ہمہ وقت رہنے لگا بسا اوقات آپ جب جلال میں آجاتے تھے تو اس وقت آپ کی کیفیت دیدنی ہوتی تھی۔ زبان سے جو کچھ فرمادیتے تھے۔ وہی ہوجاتا تھا۔

آپ کی والدہ ماجدہ چونکہ وقت کے ولی کامل کی دختر نیک اختر تھیں اور بذات خود بھی تہجد گذار اور نماز پنجگانہ اور اوراد و وظائف کثرت نوافل ان کا معمول تھا۔ آپ کے نانا جان جو اپنے وقت کے بہت بڑے ولی کامل عالم دین اور شیخ طریقت تھے۔ انہوں نے اپنے تمام اوراد و وظائف کی اجازت اپنی بیٹی کو دی ہوئی تھی اور وہ بھی لوگوں کو اپنے والد گرامی کی طرف سے جو اجازت تھی۔ اسی طرح فیض یاب کرتی رہیں بالآخر نانا کے تمام وظائف جو آپ کی والدہ کے پاس تھے اور جو وظائف آپ کی والدہ نے خود مکمل کیے ہوئے تھے۔ وہ بھی آپ کو والدۂ ماجدہ نے عطا فرمائے اور اس کی اجازت دیدی۔

اس طرح آپ کا فیض تمام زندگی جاری وساری رہا اور ہزار ہا افراد اس سے مالا مال ہوئے بالخصوص آپ نے اہل راولپنڈی کو تاحیات مستفیض فرمایا اور آج بھی اپنی قبر انور سے فیض یاب فرما رہے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ آپ آج بھی لوگوں کے دلوں اور دماغ پر حکومت فرما رہے ہیں۔ جس نے بھی ایک مرتبہ آپ کی صحبت میں وقت گذارا ہے۔ اس کی زبان پر ابھی تک آپ کے تذکرے جاری ہیں۔ اکثر لوگ تو ایسے بھی دیکھنے میں آئے ہیں کہ وہ آپ کا نام سنتے ہی غمگین ہوجاتے ہیں اور آپ کی ذات والا صفات کو خراج تحسین پیش کیے بغیر نہیں رہتے۔

علم حکمت ☆: آپ کو طب وحکمت کا عمل ورثے میں ملا مگر باوجود اس کے آپ نے حکیم محمد اجمل خان دہلوی کے چچا حکیم محمد فاضل خان مرحوم کے پاس کافی وقت گزارہ اور وہاں سے مطب اور دواسازی کا فن سیکھا بعدازاں صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی کے توسط سے آپ نے طبیہ کالج لکھنؤ سے بھی سند فراغت حاصل کی۔

سیرت و کردار☆: ۱۹۴۴ء میں آپ اپنے قصبے چندوسی میں واپس تشریف لائے تو آپ نے گھر ہی میں مطب کھول لیا۔ ان دنوں تحریک پاکستان نے بھی جنم لیا اور آپ اس تحریک میں شامل ہو گئے اور اپنے اکابرین اور معاصرین کے ہمراہ تحریک پاکستان کیلئے سرگرم عمل ہو گئے۔ جلسوں جلوسوں میں شرکت وخطاب فرماتے دن ورات تحریک پاکستان کیلئے کام کرتے اور سفر کرتے کئی کئی روز تک گھر واپس تشریف نہ لاتے دووقت کا کھانا بھی نصیب نہ ہوتا تھا۔

ایک ایک دن میں کئی کئی جگہ آزادی کے پیغام اور مقصد کو عام لوگوں تک پہنچایا۔ اور لوگوں میں جذبہ آزادی کو بیدار کیا بالآخر علمائے اہل سنت اور مشائخ عظام اور عوام اہل سنت کی کوششیں رنگ لائیں اور پاکستان بن کر رہا۔ پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد آپ اپنے خاندان کے دیگر بزرگوں اور افراد اہل خانہ کے ہمراہ ہندوستان سے ہجرت کر کے کراچی تشریف لے آئے۔ کراچی میں تشریف لانے کے بعد آپ کی زندگی کا نیا باب کھلا۔ آپ نے کراچی کی ایک مسجد کی خطابت سنبھال لی۔ مگر آپ کو کراچی کی ہوا راس نہ آئی۔

چنانچہ ۱۹۵۱ء میں حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صابری قادری علیہ الرحمۃ فیصل آبادی اور علامہ الشاہ محمد عارف اللہ قادری علیہ الرحمۃ آف راولپنڈی کے پرزور اصرار پر کراچی سے راولپنڈی تشریف لے آئے اور مرکزی جامع مسجد لالکڑتی طارق آباد کی امامت وخطابت کے فرائض سنبھال لئے۔ یہیں آپ نے ایک مطب قادری دواخانہ کے نام سے فائٹ روڈ طارق آباد لالکڑتی میں کھول لیا جہاں پر دور ونزدیک سے مخلوق خدا آتی اور آپ ان کا جسمانی روحانی علاج فرماتے۔

آپ کے ہاتھ میں خداوند کریم نے کمال درجہ شفا بخشی ہوئی تھی۔ بعض اوقات ڈاکٹروں اور بڑے بڑے حکیموں سے لاعلاج مریض آپ کے پاس آتے اور شفایاب ہو کر جاتے آپ اپنے پاس علاج کیلئے آنے والوں کا خصوصی خیال فرماتے ہوئے اکثر غریب لوگوں کو دوا بھی مفت دیتے اور پرہیزی غذا کھانے کیلئے نقد پیسے بھی اپنی جیب سے ادا فرماتے تھے اور فرماتے کہ بھائی دوا کے ساتھ غذا بھی ضروری ہے۔

تحریکی خدمات☆: آپ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہد اور پاکستان میں چلنے والی تحریک ختم نبوت کے بھی عظیم راہنما تھے۔ تحریک ختم نبوت میں آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور ناموس مصطفیٰ ﷺ کی خاطر کئی ماہ تک قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ تحریک نظام ﷺ کے دور میں بھی آپ نے اپنی مجاہدانہ صلاحیتیں بروئے کار لاتے ہوئے ملک بھر کے علماء اور مشائخ سے رابطہ قائم کیے رکھا اور راولپنڈی میں اس تحریک کی قیادت اکابرین اہل سنت کے ہمراہ فرماتے رہے اور بے خوف وخطر حق کی آواز کو بلند کر کے باطل قوتوں سے ٹکراتے رہے اس جرم کی سزا میں آپ کو بے شمار زحمتوں کا سامنا کرنا پڑا۔

سختیاں برداشت کیں دھمکی آمیز خطوط بھی موصول ہوئے اسی ضمن میں آپ پر قاتلانہ حملہ بھی ہوا۔ مگر آپ کے پائے استقلال میں ذرہ برابر بھی جنبش نہ آئی۔ مخالفین اور حاسدین نے آپ کو کھانے میں زہر بھی کھلایا مگر قدرت نے مہربانی فرمائی کہ آپ جلد ہی سنبھل گئے۔ حکومت وقت نے آپ کو اسی تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ میں حصہ لینے کے جرم میں قید بھی کر دیا اور جیل میں آپ کو اچھی خاصی اذیتیں

برداشت کرنا پڑیں تمام مشکلات اور تکالیف کے باوجود آپ کے عزم اور حوصلے میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی بلکہ آپ کا عزم دن بدن اور پختہ ہوتا چلا گیا۔

حج بیت اللہ اور عشق رسول ﷺ ☆: آپ کو سخن گوئی میں کمال حاصل تھا۔ اپنے وقت کے بہترین شاعر تھے اور رضا تخلص لکھتے تھے۔ آپ کی شاعری میں امام اہلسنت الشاہ احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمتہ کا رنگ جھلکتا ہوا نظر آتا تھا۔ آپ کی نعت کا ایک مصرع ہے۔

رضا جیسے نکموں پر بھی ظل رضا

آپ کے نعتیہ کلام میں رسول کریم ﷺ کے رشتہ غلامی پر اظہار ہوتا ہے۔ آپ کا نعتیہ کلام دیوان ابھی تک چھپ کر منظر عام پر نہ آسکا۔ آپ نے اصول شریعت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے انتہائی عقیدت و محبت سے اللہ کے پیارے محبوب ﷺ کے حضور اپنا نذرانہ عقیدت پیش کیا۔

آپ نے تین مرتبہ حج بیت اللہ شریف ادا کیا اور رسالت مآب ﷺ کے در پاک پر حاضری دی۔ مدینہ شریف میں قیام کے دوران اکثر بزرگان دین کی نہ صرف صحبت میں بیٹھے بلکہ ان سے فیض بھی حاصل کیا۔

جناب حاجی محمد شریف جو لالکڑتی راولپنڈی کے رہنے والے ہیں فرماتے ہیں کہ مدینہ شریف کی حاضری کے موقع پر میں آپ کے ہمراہ تھا۔

میں نے دیکھا کہ مدینہ شریف میں مولانا کا بارعب چہرہ یک دم زرد ہو گیا اور چہرے پر مسکینی کا عالم طاری ہو گیا۔ میں نے عرض کیا حضرت آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے کہ چہرے اطوار بدلے ہوئے ہیں کہیں طبیعت ناساز تو نہیں ہو گئی کہ اچانک چہرہ زرد ہو گیا ہے۔
آپ نے فرمایا کہ مدینہ پاک میں تو طبیعت کے ناساز ہونے کا گمان بھی نہیں کرنا چاہیے یہ کیفیت تو سرکار دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کی وجہ سے ہے۔ آپ سرکار مدینہ علیہ السلام کے روضہ انوار کے سامنے ہاتھ باندھے غلاموں کی طرح کھڑے رہتے اور عموماً آپ کی زبان ترجمان پر یہ مصرعہ جاری رہتا۔

سدا اونچا رہے پرچم تمہارا یا رسول اللہ ﷺ

آپ کے ارشادات و ملفوظات ☆: آپ فرماتے تھے کہ اے اسلام کے نام لیواؤ مطیع الرضا خان کی صدائے دل گداز کو کان کھول کر سن لو جو آج فضاؤں میں گونج رہی ہے۔ جن لوگوں نے پاکستان کیلئے خون دیا تھا وہ اس کی حفاظت بھی کر سکتے ہیں۔
(۲) ☆ غیور مسلمانوں بدعقیدگی اور گمراہی کے خلاف سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جاؤ۔
(۳) ☆ آپ فرماتے تھے کہ یقین کی بترتیب تین قسمیں ہیں۔
(اوّل) ☆ علم الیقین، یعنی کسی چیز کی بابت علم ہونا۔ (دوم) عین الیقین یعنی اس چیز کا آنکھوں سے دیکھ لینا۔ (سوم) حق الیقین یعنی

بذات خود اس چیز کا ہو جانا۔ مثلاً کسی بادشاہ کا سننا اور دیکھنا اور بالآخر ہی بادشاہ ہو جانا۔

(۴) ☆ آپ فرماتے ہیں کہ موت ایک ایسی گھاٹی ہے جس سے ہر ایک کو چاروناچار گزرنا ہے۔ سیکنڈ کی سوئی بڑی تیزی سے گر رہی ہے۔ اسی طرح گھنٹے کی سوئی سہ پہر کو ختم کرنے کے درپے ہیں۔ جب ہماری عمر کو ختم کرنے کے لئے اتنے دشمن لگے ہوئے ہیں تو پھر بچنا محال ہے۔ موت کے بعد یا ہمیشہ کے لئے دکھ ہے یا ہمیشہ کے لئے سکھ ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ آرام نصیب دے تو اس کے لئے صرف اس کا ایک علاج ہے کہ انسان پاک لوگوں کی صحبت کرے گے۔ قیامت میں بھی انہیں کے ساتھ حشر ہوگا۔ خواہ ان جیسے عمل نہ بھی ہوں۔

(۴) ☆ آپ فرماتے ہیں کہ سچا عاشق وہ ہے جو موت سے نہ ڈرے کیونکہ موت ہی ایک راستہ ہے جس سے گذر کر ہر ایک نے اللہ کریم کی بارگاہ میں پیش ہونا ہے۔ اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں۔ حیف ہے اس دوست پر جو اپنے دوست کو ملنے سے گریز کرے جن کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوتی ہے وہ موت سے بالکل نہیں گھبراتے۔

وصال باکمال ☆: مورخہ ۱۳ اپریل ۱۹۷۹ء کی رات اپنے حجرۂ انور میں اپنے عقیدت مندوں اور دوست احباب کے ساتھ محو گفتگو تھے۔ محفل اپنے شباب پر تھی کہ اچانک دل کا دورہ پڑا تمام احباب گھبرا گئے۔ فوراً ڈاکٹر کو بلوایا گیا ڈاکٹر نے انجکشن لگایا اور دوا دی اس سے کچھ افاقہ ہوا۔ رات گذری صبح ساڑھے دس پونے گیارہ بجے کے قریب دوبارہ جان لیوا دورہ پڑا پھر وہ شریعت وطریقت کے آفتاب و ماہتاب مطیع الرضا خان قادری اپنے لاتعداد مداحوں کو غمگین کرتا ہوا خالق حقیقی سے جاملا۔

آپ کا وصال باکمال ۱۴ اپریل ۱۹۷۹ء بمطابق ۵ جمادی الاول ۱۳۹۹ ہجری بروز بدھ دن کے پونے گیارہ بجے ہوا۔ مزار پُر انوار جامع مسجد لالکرتی طارق آباد راولپنڈی کینٹ میں آج بھی مرجع ہر خاص وعام ہے۔ جہاں سے اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے دامنوں کو گوہر مراد سے بھرتے ہیں۔

بس یہی ہے صدائے مطیع الرضا
رب صل وسلم علی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نوٹ ☆: فقیر راقم الحروف نے بارہا آپ کی ظاہری حیات مبارکہ میں بھی حاضری لے کر شرف ملاقات حاصل کیا ہے۔ اور مزار پرانوار پر بھی اکثر حاضری کی سعادت حاصل ہوتی رہتی ہے۔

آپ کا سالانہ عرس مبارک ممتاز عالم دین حضرت علامہ حافظ شیر محمد رضوی مدظلہ کی زیر سرپرستی نہایت عقیدت واحترام سے منایا جاتا ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ محمد شفیع عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: پروردۂ نگاہ ولایت، مرد حقیقت آگاہ، ولی العصر، پیر طریقت، ماہتاب شریعت، عاشق غوث الصمدانی، عالم ربانی، مجسمۂ کمالات وحسنات، منبعِ فیوض و برکات، حضرت خواجہ مولانا محمد شفیع عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ آفتاب آسمانِ طہارت و پاکیزگی ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت موضع جنڈی شریف، تحصیل کہوٹہ ضلع راولپنڈی کے عباسی خاندان کے عظیم فرد کامل حضرت میاں محمد عباسی قادری علیہ الرحمۃ کے علمی وروحانی گھر میں ہوئی، آپ کا شجرہ نسب دنیائے اسلام کے عظیم فرد حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا کر ملتا ہے۔

آپ کے گھر کا ماحول شروع سے ہی روحانی اور علمی رہا۔ خاندان کے متعدد بزرگ جید عالم اور زہد وتقویٰ، عبادت وریاضت میں یگانہ روزگار تھے۔

گھر کے علمی وروحانی ماحول کا آپ پر گہرا اثر رہا، جس کی وجہ سے سن شعور کو پہنچتے ہی اپنے عظیم والد گرامی کے علاوہ اپنے خاندان کے نیک سیرت بزرگ اور متبحر عالم دین حضرت خواجہ فضل الدین عباسی قادری علیہ الرحمۃ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر کے دین اسلام کی ابتدائی تعلیم میں مصروف ومشغول ہو گئے۔ اس کے ساتھ ساتھ دنیاوی تعلیم کے لئے اپنے علاقہ کے سکول میں داخلہ لیا، اور اپنی ذاتی محنت واساتذہ کی بھرپور توجہ کے باعث بہت جلد ابتدائی تعلیم مکمل کرنے کے بعد دینی علوم کی بقیہ تعلیم کی تکمیل کے لئے آپ نے مختلف مدارس دینیہ سے اکتساب فیض کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم کی تکمیل کے لئے بغداد شریف لے گئے اور وہاں سے علوم دینیہ میں فراغت کے بعد سلوک کی تکمیل کی۔ بعد ازاں سجادہ نشین بغداد شریف پیر سید یوسف گیلانی سے خرقہ خلافت حاصل کر کے وطن کو لوٹے اور اپنے علاقے میں آنے کے بعد علاقہ بھر کے ممتاز علماء میں آپ کا شمار ہونے لگا اور آپ کے ہمعصر علماء اور مشائخ آپ کو قدر کی نگاہ سے دیکھنے لگے۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں امام عاشقاں، نبیرہ غوث الاعظم حضرت پیر سید یوسف گیلانی البغدادی۔ قادری علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور تکمیل مجاہدات کے بعد انہی سے خرقۂ خلافت پا کر سرفراز وممتاز ہو کر صاحب ارشاد ہوئے۔

نوٹ ☆: دربار عالیہ غوثیہ قادریہ جنڈی شریف کا سب سے بڑا امتیاز اور خصوصیت یہ ہے کہ اس آستانے کے تمام مشائخ بغداد شریف کے سجادگان اور حضور غوث الاعظم سرکار کی اولاد بالخصوص نبیرہ غوث الاعظم حضرت پیر سید یوسف شاہ گیلانی رزاقی قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہیں۔

آپ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ نے تین برس تک پیران پیر دستگیر محبوب سبحانی، قطب ربانی، غوث الصمدانی السیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار گوہر بار پر رہ مجاہدات کیئے، کئی چلّے مکمل کیئے اور حضور غوث الاعظم سرکار کے ظاہری و باطنی فیوض و برکات کو سمیٹتے رہے، بغداد شریف میں قیام کے دوران سرکار غوث الثقلین نے آپ کو بیش بہا انعامات سے نوازا۔ جن کے انوار و تجلیات آج بھی آپ کے آستانہ عالیہ غوثیہ قادریہ جنڈی شریف تحصیل کھوٹہ اور جامعہ رضویہ انوار العلوم واہ کینٹ میں نظر آتے ہیں۔اور غوث اعظم کے فیضان کا یہ لامتناہی سلسلہ انشاءاللہ قیامت تک جاری وساری رہے گا۔اور غلامان غوث الاعظم سرکار و محبان اولیائے کبار اس سے مستفید ہوتے رہیں گے۔

حضرت غوث الاعظم سرکار کی آپ پر عنایات کی بارش دیکھ کر رب کعبہ کے حضور محقق اہل سنت نامور تاریخ ونعت گو شاعر جناب عبدالقیوم طارق سلطانپوری مدظلہ العالی نے اس کو اپنے الفاظ میں نظم کی صورت میں یوں رقم کیا ہے۔

حضرت خواجہ شفیع جن کے محمدؐ ہیں شفیع
رکھ ہمیں شاد اس محمد آشنا کے واسطے
تو محمد کی شفاعت سے ہمیں خورسند کر
خواجہ مولانا شفیع ماہ ہدیٰ کے واسطے

سیرت وکردار ☆: آپ ایک مایۂ ناز عالم دین اور علم و معرفت کے شناور اور **خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَ عَلَّمَهُ** کی عملی تفسیر ہیں، آپ نے جنڈی شریف اور گردونواح میں علوم دینیہ بالخصوص قرآن کریم کے نور کو پھیلانے کی بھرپور سعی وجدوجہد کی جس سے آپ کا مقصد یہ تھا کہ ہر شخص قرآن کے فیضان سے مالا مال ہو جائے، ہر ایک کے دل میں قرآن کا نور اتر جائے اور یہ مسلمان حقیقی معنوں میں نہ صرف قرآن بلکہ صاحب قرآن کے بھی عاشق اور فدائی بن جائیں۔

بے شمار طلباء وطالبات کو آپ نے قرآن کریم اور علوم دینیہ کی تعلیم سے بہرہ مند فرمایا۔ جو جنڈی شریف جیسے پسماندہ علاقے میں ایک جہاد کے مترادف تھا۔

آپ نے تعلیمات دینیہ کے فروغ اور احیائے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور احکام خداوندی پر نہ صرف خود عمل کر کے دکھایا بلکہ اس کے لئے علاقہ بھر بالخصوص جنڈی شریف اور گردونواح کے مواضعات میں دورے کر کے لوگوں کو اس طرف راغب کیا، اور عمل کی ترغیب دلائی۔

آپ کے سینے میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، اس کے ساتھ ہی محبت مولا مشکل کشاء اور اہل بیت اطہار، صحابہ کبار اور حضرت پیران پیر دستگیر محبوب سبحانی السید نا الشیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنون کی حد تک عشق و محبت تھا۔

سراج الامت حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور امام اہل سنت مجدد دین و ملت حضرت مولانا الشاہ احمد رضا خان محدث بریلی رضوان اللہ علیہم اجمعین کے افکار و نظریات کے پاسبان اور ان کے مشن و عقائد و تعلیمات کے فروغ میں ہمہ وقت سرگرداں رہتے تھے۔ آپ نے سراج الامت حضرت امام ابوحنیفہ اور امام اہل سنت کی تعلیمات کی ترویج و اشاعت اور عقائد اہل سنت کے فروغ و اشاعت میں بنیادی اور کلیدی کردار ادا کیا۔ اہلسنت کے خلاف اٹھنے والے ہر فتنے کا ڈٹ کر مقابلہ کیا، آپ کی جرأت و بہادری اور دینی حمیت کے نتیجے میں پورا علاقہ جہاں دینی تعلیمات سے روشناس ہوا، وہاں علاقے کے مکین مذہبی اور ملی غیرت کے علمبردار بن گئے، ان میں سے بہت سے افراد عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مست و سرشار ہو گئے۔ آپ انتہائی سادہ طبیعت کے مالک تھے، تمام عمر غیرت ایمانی سے بھرپور زندگی گزارنے کے قائل رہے، کسی بھی لحہ غیرت ایمانی کا سودا نہ ہونے دیا اس کے لئے چاہے کتنا بڑا نقصان ہی برداشت کرنا پڑا آپ نے اس کی پرواہ نہ کی۔

اخلاق کریمانہ کی حالت یہ تھی کہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عملی نمونہ نظر آتے، کبھی کسی کو سخت بات نہ کہی نہ ہی کسی کی دل آزاری ہونے دی، صبر و رضا آپ کا مستقل شعار رہا۔ حالات جیسے بھی ہوئے صبر کے دامن کو ہاتھ سے چھوٹنے نہ دیا۔ سخاوت میں بے مثال تھے کسی سائل کو کبھی دروازے خالی جانے نہ دیا، بلکہ ضرورت مند کی ضرورت کو پورا کر کے خوشی و اطمینان محسوس کرتے تھے۔

تمام عمر نماز باجماعت ادا فرماتے تھے، نفلی عبادات کا خصوصی خیال رکھتے اور ہر عبادت اس کے مقررہ وقت پر ادا کرتے، اپنے شیخ کامل کے بتلائے ہوئے اوراد و وظائف کو ہر حال میں پورا فرماتے، ذکر خدا ہر وقت آپ کی زبان پر جاری رہتا، نگاہوں میں حسن رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جلوہ سمایا نظر آتا تھا۔

آپ نے خاندان کے عظیم فرد عالم ربانی والی العصر حضرت خواجہ محمد فضل الدین عباسی قادری علیہ الرحمۃ کے ہمراہ اپنے شیخ کامل حضرت پیر سید محمد یوسف گیلانی بغدادی قادری علیہ الرحمۃ کی سرپرستی میں بیت المجاہدین کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا اور اپنے دیگر رفقاء، عقیدتمندوں کے ہمراہ تحریک پاکستان اور تحریک آزادیٔ کشمیر میں بھرپور حصہ لیا، اس کے علاوہ مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی کذاب مردود لعین کے خلاف علماء و مشائخ اہل سنت کے ہمراہ تحریک ختم نبوت کے سلسلہ میں بھی سرگرم عمل رہ کر اپنے علاقے میں مسلمانوں کے

ضمیروں کو جھنجھوڑ کر باقاعدہ تحریک کی شکل دی۔

آپ خدمت خلق کے جذبے سے سرشار اور مخلوق خدا سے بے پناہ محبت کرنے والے تھے، آپ کا دسترخوان وسیع اور لنگر دراز تھا، اپنا ہو بیگانہ مقامی ہو یا مسافر ہر ایک کے لئے آپ کے دروازے کھلے رہتے تھے۔

آپ نے اس اہم مقصد کے لئے باقاعدہ سرائے غوثیہ قائم کی جس کے لئے اپنی ذاتی زمین پر بہترین کمرے اور لنگر خانہ تیار کرایا، مخلوق خدا نہ صرف لنگر سے مستفیض ہوتی بلکہ ہر آنے والے مسافر کو طعام و قیام کی سہولت بھی حاصل تھی، بالخصوص علاقہ بھر میں تبلیغی دورے پر آنے والے علمائے کرام اور مشائخ عظام آستانہ عالیہ غوثیہ قادریہ و سرائے غوثیہ میں قیام فرماتے تھے۔

آپ کی اولاد وامجاد☆: خداوند کریم نے آپ کو اپنے خصوصی فضل و کرم سے دو بیٹے اور ایک بیٹی عطا فرمائیں، آپ کی تینوں اولادوں میں سے آپ کی صاحبزادی نے عالمہ فاضلہ کا کورس کیا ہوا ہے، اس کے علاوہ بھی دیگر علوم پر کمال دسترس حاصل ہے، وہ اپنی خداداد صلاحیتوں سے ڈھوک کھبہ راولپنڈی میں جامعہ عائشہ للبنات کو چلا رہی ہیں لاتعداد بچیاں تعلیم حاصل کر کے فارغ ہو چکی ہیں، اب بھی کثیر تعداد میں بچیاں ان کے پاس زیر تعلیم ہیں، اور وہ بذات خود اس جامعہ عائشہ کی پرنسپل ہیں۔

آپ کے دو صاحبزادوں کے نام درج ذیل ہیں، علامہ عبدالقادر قادری ایم اے ایل ایل بی، دوسرے صاحبزادے عبدالعزیز عباسی قادری ہیں۔

آپ کے بڑے صاحبزادے علامہ پیر عبدالقادر قادری ایم اے، ایل ایل بی کو بھی خدا نے نیک اولادوں سے نوازا ہوا ہے۔

علامہ پیر عبدالقادر قادری صاحب کے بڑے بیٹے صاحبزادہ محمود احمد عباسی قادری، نے اپنے والد گرامی کے زیر سایہ، جامعہ رضویہ انوار العلوم واہ کینٹ سے علوم اسلامیہ میں ایم اے کیا۔ بعد ازاں نمل یونیورسٹی سے عربی لینگویج کورس کر کے آج کل اپنے والد گرامی کے قائم کردہ دینی ادارے، جامعہ رضویہ واہ کینٹ کے وائس پرنسپل کی حیثیت سے ذمہ داریاں نبھا رہے ہیں۔ جبکہ تنظیم اہل سنت انٹرنیشنل کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل بھی ہیں۔

علامہ پیر عبدالقادر کے دوسرے بیٹے صاحبزادہ محمد عثمان علی عباسی، تیسرے بیٹے صاحبزادہ فاروق احمد عباسی قادری زیر تعلیم ہیں۔
جبکہ علامہ پیر عبدالقادر صاحب کی بڑی صاحبزادی حافظ قرآن اور عالمہ فاضلہ کا کورس کیا ہوا ہے اور جامعہ غوثیہ للبنات سے فارغ التحصیل ہیں۔ اور دوسری صاحبزادی حفظ کر رہی ہے۔ جو آج کل اپنے والد گرامی کے قائم کردہ دینی ادارے، الکّلیة الْغوثِیّه لِلْبَنَات، و تحفیظ القرآن للبنات واہ کینٹ کی پرنسپل کی حیثیت سے اپنے فرائض سرانجام دے رہی ہیں۔

جنڈالی شریف اور جامعہ رضویہ انوار العلوم واہ کینٹ☆: آپ نے جس طرح بذات خود تمام عمر علم و عرفان کی

تلاش میں وقت گزارا اور حاصل ہونے والے فیضان کو مخلوق خدا میں جہاں تقسیم فرمایا وہاں اپنے عزیز واقارب اور عقید تمندوں اور بالخصوص اپنی اولاد کو بھی اسی مشن پر چلانے کی سعی کی اور اپنی اولاد کی تربیت میں کوئی کمی نہ آنے دی، بلالحاظ ومحبت پدری و پسری کے آپ نے اپنی اولادوں کو صراط مستقیم دکھائی، بالخصوص اپنے نور نظر لخت جگر مفکر ملت، پروردۂ آغوش ولایت، ترجمان مسلک امام احمد رضا، جامع الصفات، مجسمۂ حسنات واخلاق و کردار، مرد آہن پیر طریقت، آفتاب و ماہتاب شریعت، پیکر سوز وگداز حضرت علامہ مولانا پیر محمد عبدالقادر قادری مدظلہ العالی کی ذات والا صفات ہے، جن کو آپ کی تربیت نے عزم صمیم اور قلب سلیم عطا فرمایا کہ گھر سے نکلنے کے بعد ۱۹۷۶ء میں واہ فیکٹری کی سرزمین پر ایسا قدم رکھا اور آپ کے علم وعرفان و فیضان کے قاسم بنے اور غوثیہ فیضان تقسیم کرر۔ ہے ہیں۔

آپ کے اس نور نظر نے واہ کینٹ لالہ رخ میں وسیع وعریض رقبے تقریباً چالیس کنال پر اہل سنت کا ایک ایسا عظیم مرکز اور روحانی خانقاہ قائم کی جس کی خوشبو سے صرف علاقہ بھر بلکہ پورے ملک کے طول وعرض میں اور دیار غیر یورپ کی وادیوں، دنیا کے آخری کونے ناروے اور امریکہ وخلیج کی ریاستوں میں جامعہ رضویہ انوار العلوم واہ کینٹ کے فارغ التحصیل اور تربیت یافتہ حضرات علمائے کرام آج دین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں، جو کہ آپ ہی کا فیضان ہے، جامعہ رضویہ واہ کینٹ کی 70 سے زیادہ شاخیں ملک کے طول وعرض بشمول آزاد کشمیر میں قائم ہیں اس کے علاوہ ''الکلیۃ الغوثیہ للبنات'' (غوثیہ گرلز کالج) لالہ رخ، اور ''جامعہ تحفیظ القرآن للبنات'' سادات کالونی میں سینکڑوں طالبات دین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم حاصل کرر ہی ہیں اور لاتعداد بچیاں شعبہ حفظ میں قرآن کریم کے حفظ میں مصروف عمل ہیں۔

یہ آپ ہی کی تربیت ومعرفت و فیضان کا صدقہ ہے کہ آج آپ کے نور نظر مفکر اسلام علامہ پیر عبدالقادر قادری ایم اے ایل ایل بی پوری دنیا میں جانے پہچانے اور مانے جاتے ہیں اور آپ کا یہ فیضان علم وحکمت ومعرفت تا قیامت جاری وساری رہے گا، اور آپ کی جلائی ہوئی شمع ہمیشہ ہمیشہ کے لئے فروزاں رہے گی۔

وصال با کمال ☆: آپ کا وصال با کمال 26 رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ بمطابق 30 جولائی 1981ء بروز جمعرات بوقت سحری کو ہوا۔

وصال سے قبل سے فجر کی اذان ہوئی تو مؤذن نے جب کلمہ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدَ الرَّسُوْلُ اللّٰه کہا تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں کو چوم کر کہا قُرَّةَ عَیْنِیْ بِکَ یَارَسُوْلَ اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم یہ الفاظ ادا کرتے ہوئے آپ کی روح مبارک قفسِ عنصری سے پرواز کرگئی اور آپ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

آپ کا مزار پُرانوار موضع جنڈ ی شریف تحصیل کہوٹہ ضلع راولپنڈی میں مرجع خاص وعام ہے، جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری

دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے مفکر ملت حضرت علامہ پیر عبدالقادر قادری مدظلہ العالی ایم اے ایل ایل بی پرنسپل جامعہ رضویہ انوار العلوم واہ کینٹ سجادہ نشین مقرر ہوئے، جو بڑے ہی احسن انداز میں آپ کے قائم کردہ نظام اور سلسلہ عالیہ قادریہ کی ترویج و اشاعت میں مصروف عمل ہیں۔

آپ کے صاحبزادے مفکر ملت کشتہ عشق رسول، ترجمان مسلک امام احمد رضا حضرت علامہ پیر عبدالقادر قادری نہ صرف ملک کے اندر بلکہ دنیا کے لاتعداد ممالک میں سلسلہ عالیہ کے فروغ اور دین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کی ترویج و اشاعت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

وطن عزیز کے تمام سرکردہ علماء و مشائخ آپ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ آپ کے نور نظر علامہ پیر عبدالقادر قادری مدظلہ العالی اپنے اخلاق و کردار، محبت و شفقت اور اخلاص و مروت، علم و فضل و حلم کی بنا پر دنیائے اہل سنت کے عوام و خواص کے دلوں میں گھر بنا چکے ہیں، جو ان کی محنت و ہمت و عظمت کی دلیل ہے۔

علامہ پیر عبدالقادر قادری مدظلہ العالی اہل سنت و جماعت کے عظیم محبوب و قائد و راہنما اور سرخیل ہیں۔ جن کی بدولت بہت سے مدارس دینیہ ترقی کی راہ پر گامزن ہیں، لاتعداد مساجد آباد ہیں، متعدد تحاریک اپنی معراج پر ہیں۔

حضرت علامہ پیر عبدالقادر قادری مدظلہ العالی کی ذات ہمیشہ ہی ہر سنی حنفی، بریلوی اور تصوف و معرفت کے دلدادہ حضرات کے کام آئی ہے، جس نے جس مقام پر بھی باطل کے خلاف ڈٹنے اور عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تصوف و معرفت کے دیپ روشن کرنے کے لئے پکارا وہ مرد مجاہد میدان کار میں کھڑا نظر آیا۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت مولانا خواجہ پیر محمد شفیع عباسی قادری نور اللہ مرقدہٗ

۳۰ جولائی ۱۹۸۱ء بروز جمعرات جنازہ ۳۱ جولائی ۱۹۸۱ء بروز جمعۃ المبارک ۲۶ رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ

(۱)

رمضان کا تھا آخری عشرۂ مغفرت
جنت میں جاگزیں ہوا وہ مرد خوش خصال
طارق، سروشِ غیب کی میں نے سنی یہ بات
''مغفور لازوال'' ہے اس کا سن وصال
۱۴۰۱ھ

(۲)

بالیقیں اس مرد کا تھا بابرکت وجود
رونقِ باغ طریقت، زینتِ بستانِ فقر
فکر تھی تاریخ کی، ہاتف نے یوں مجھ سے کہا
اس کا سال وصل طارق ''عظمتِ لمعانِ فقر''
۱۹۸۱ء

(۳)

علوئے دین اس کا مقصد زیست
مشن اس کا تشہیر و تاکید خیر
اس عبد حق آگاہ و حق کیش کا
سن وصل ہے ''آں خورشید خیر''
۱۹۸۱ء

(۴)

شاہ جیلانؒ کا وہ دلدادہ
ارتقا یاب فیض قادر ہے
اس خدا کے ولی کا سال وصال
''قاسم باب فیض قادر'' ہے
۱۴۰۱ھ

(۵)

شہ بغداد کا دلدادہ تھا وہ — بیاں کی اس نے دائمِ شان قادر
اس عبدِ حق نما کا سال رحلت — ہے ''کنز خوبی عرفان قادر''

۱۴۰۱ھ

(۶)

قرآنی مادۂ تاریخ (سال وصال)

''یَهۡدِیۡ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضۡوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ'' (المائدہ)

۱۹۸۱ء

(۷)

قطعۂ تاریخ (سال وصال)

''جمال باب علم وفقر ومعرفت'' (۱۴۰۱ھ)

دلوں کی ظلمتیں کیں دور اس نے — وہ شمس فضل و مہتاب فضیلت
سب اس کے مرتبے کے معترف تھے — جو تھے اس وقت اصحاب فضیلت
یم فقر و ولایت کا یقیناً — وہ تھا اک گوھر ناب فضیلت

اس عبد حق نما کا سال رحلت
کہا ہے ''شمع محراب فضیلت''

۱۹۸۱ء

(۸)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''اللّٰهُ'' سَیُؤۡتِیۡنَا اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ وَرَسُوۡلُهٗ ۱۹۸۱ء

نتیجہ فکر

''غبار راہ حجاز'' (۱۴۲۸ھ)

۴ جولائی ۲۰۰۷ء — محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت صاحبزادہ قاضی محبوب عالم قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: ولی ابن ولی، عارف ابن عارف، عالم ابن عالم، کامل ابن کامل، شہباز فضائے ترک و تجرید، ہمائے آشیانہ تفرید، آفتاب شریعت ماہتاب طریقت، حضرت صاحبزادہ قاضی محبوب عالم قادری رحمتہ اللہ علیہ سلطان ارباب مشاہدہ ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۰۹ھ بمطابق 1891ء کو آوان شریف ضلع گجرات پاکستان میں حضرت صاحبزادہ میاں مسعود عالم کے گھر ہوئی۔

آپ حضرت شیخ المشائخ قبلہ عالم قاضی سلطان محمود قادری آوان شریف کے سگے بھتیجے ہیں۔

آپ کی ولادت پر بہت خوشی منائی گئی۔ اور آپ کے تین نام رکھے گئے فضل نور، محمد شریف اور محبوب عالم۔ آپ نے تیسرے نام سے شہرت پائی۔

آپ کے اجداد اپنے زمانے کے امام و مقتدائے طریقت ہوگزرے ہیں۔

حضرت حافظ محمد جمال ٹھٹھہ موسیٰ ضلع گجرات والے آپ کے جد اعلیٰ ہیں۔

ابھی آپ شیر خوارگی کے عالم میں تھے کہ والدہ محترمہ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ آپ کے والد گرامی نے دوسری شادی کر لی تھی۔ جس کی بنا پر آپ کی پرورش اور نگہداشت اور تعلیم و تربیت میں زیادہ تر دخل آپ کے تایا حضرت قاضی سلطان محمود قادری علیہ الرحمۃ اور ان کی اہلیہ محترمہ کا ہے جنہوں نے بڑے ہی ناز و نعم سے آپ کی پرورش فرمائی۔

یہ وہ زمانہ تھا جب حضرت قاضی سلطان محمود قادری علیہ الرحمتہ کے علم و عرفان کا ڈنکا چار سو بج رہا تھا۔ عوام تو عوام خواص بھی ان کے پاس آ کر استفادہ کرتے تھے۔ ایسے علمی و روحانی ماحول میں رہنے کی وجہ سے آپ پر غیر شعوری طور پر تصوف کا رنگ چڑھنے لگا۔

تعلیم و تربیت ☆: جب آپ سن شعور کو پہنچے تو ابتدائی تعلیم اپنے گھر آوان شریف سے ہی شروع ہوئی۔ اس مقصد کے لئے قابل ترین اساتذہ رکھے گئے۔ مگر آپ کی تعلیم کے لئے زیادہ تر وقت بذات خود حضرت غوث زمان قاضی سلطان محمود قادری علیہ الرحمتہ دیتے تھے۔ ابتدائی زمانے میں تعلیم کی طرف آپ کی طبیعت کا میلان نہ تھا۔ مگر جوں جوں وقت گزرتا گیا تعلیم کا ذوق و شوق

بڑھتا گیا۔

اس سلسلہ میں گھر سے باہر نکل کر لاہور بھی جانا پڑا مگر وہاں کے اساتذہ سے مطمئن نہ ہوئے تو واپس آوان شریف آ گئے اور تعلیمی سلسلہ جاری رہا۔ اس دور میں آپ نے صرف ونحو، منطق، فلسفہ، اور مناظرہ کی کتابوں کا مطالعہ کیا۔ اور اپنے اساتذہ سے تفسیر وحدیث، فقہ پڑھی، تفسیر بیضاوی کی طرف زیادہ رجحان تھا یا اس دوران عہد شباب میں آپ پر اسلامی تعلیم و اخلاق کا رنگ چڑھتا نظر آنے لگا۔

جس سے نہ صرف حصول تعلیم کے لئے آپ کے دماغ کے پٹ کھل گئے بلکہ دل بھی معرفت کے انوار سے لبریز ہونے لگا۔ آپ نے قرآن وحدیث پر مکمل توجہ دی۔ ذہنی بالیدگی بالآخر اس سطح پر پہنچ گئی جہاں سے علمی مسائل کی پیچیدہ گتھیاں غور وخوض پر اندر ہی اندر سلجھنے لگیں۔

اہل علم ونظر اختلافی مسائل پر آپ کی رائے کو قدر کی نگاہ سے دیکھنے لگے۔ ذاتی مطالعہ کا معمول تمام زندگی قائم رہا۔ آپ نے جن اساتذہ سے تربیت حاصل کی ان میں حضرت سلطان محمود قادری آوان شریف گجرات، علامہ محمد عالم امرتسری، مفتی سلیم اللہ، مفتی عبداللہ ٹونکی ملا نیاز الدین مولانا عبدالرحمٰن علیہ الرحمتہ کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

آپ کا علمی ذوق ومطالعہ ولائبریری ☆ : آپ ایک عظیم سکالر و محقق تھے۔ زندگی کا بہت بڑا حصہ حصول علم اور مطالعہ میں گزرا جس کا سب سے بڑا ثبوت آپ کی گرانقدر لائبریری ہے۔ جس میں دین ومذہب اور اخلاقیات پر سینکڑوں بیش قیمت اور نایاب کتابیں موجود ہیں۔

آپ کے معمولات میں فرصت کے لمحات بہت کم تھے۔ بعض اوقات مطالعہ کے لئے وقت نکالنا مشکل ہو جاتا تھا۔ آپ کا حافظہ بہت قوی تھا۔ کتب بینی کرتے ہوئے کتابوں میں کھو جایا کرتے تھے۔

میز پر کتابوں کا ذخیرہ وقتاً فوقتاً تبدیل کرتے رہتے تھے۔ آپ کے کتب خانے میں ہر طرف کتابیں ہی کتابیں نظر آتی تھیں۔ اور مزے کی بات یہ کہ جس کتاب کو اٹھاؤ اس کے اندر کے صفحات پر آپ کے ہاتھ سے لکھے ہوئے نوٹ نظر آتے تھے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ کتاب آپ کے ہاتھ اور نظروں سے نکل چکی ہے۔

مسائل کو سمجھنے کے لئے آپ کے پاس کئی تفسیریں اور قرآن حکیم کے تراجم تھے لیکن سب سے اچھا ترجمہ کنز الایمان کو سمجھتے تھے۔ اس کے علاوہ مرآۃ الجنان از حضرت امام یافعی، صفوۃ الصلوٰۃ از امام جوزی، کتاب اللمعات از شاہ ولی اللہ اس کے علاوہ شرح جامی، بہار شریعت کی جلدوں سے بھی استفادہ فرماتے تھے۔

اس کے علاوہ پنجابی، عربی، اور فارسی، فلسفیانہ شاعری اور کلام اقبال سے کافی رغبت تھی۔ آپ کو اُردو پنجابی عربی فارسی ان تمام زبانوں پر عبور حاصل تھا۔

بیعت وخلافت ☆ : آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے تایا جان غوث زمان حضرت قاضی سلطان محمود قادری آوان شریف

والوں کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف تھے اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز صاحب ارشاد ہوئے۔

حضرت قاضی صاحب نے عطائے خلافت کے موقع پر ارشاد فرمایا کہ میرے پاس جو کچھ تھا میں نے محبوب کو دے دیا ہے۔ ۲ مئی 1919ء کو جب آپ کے تایا جان اور پیر و مرشد حضرت قاضی صاحب کا وصال با کمال ہوا تو حضرت قاضی صاحب کے مریدین و عقیدت مندان نے متفقہ طور پر آپ کو سجادہ نشین مقرر کیا مگر آپ عام طور پر سجادہ نشین یا خلیفہ کہلانا پسند نہیں فرماتے تھے۔ اور نہ ہی عام دستور کے مطابق سجادہ بچھا کر بیٹھا کرتے تھے۔

سیرت و کردار☆: آپ کے معمولات زندگی پانچوں نمازوں کے ساتھ ساتھ چلتے تھے۔ زندگی کے آخری دور میں نماز بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ اور حاضرین کو جماعت میں شامل کر لیتے تھے۔ خصوصاً نماز مغرب کے وقت ایسا ہوتا کہ امامت خود کرواتے تھے۔ اور دوسروں کی امامت میں بھی نماز پڑھ لیتے تھے، آخری عمر میں ضعیفی کی بناپر امامت کرانے سے گریز فرماتے تھے، جب اُٹھنا بیٹھنا کسی سہارے کے بغیر محال ہو گیا تو چارپائی کے پہلو میں میز لگا لی۔ میز چوکی اس انداز سے رکھی جاتی جس طرح رحل پر سجا کر قرآن مجید پڑھا جاتا ہے۔ نماز بیٹھ کر پڑھتے تو چوکی کی وجہ سے سجدہ کرنا سہل ہو جاتا تھا۔ آپ ہر وقت باوضو رہتے تھے۔ درود شریف کبھی بھی وضو کے بغیر نہیں پڑھتے تھے۔

حج بیت اللہ پر جانے سے پہلے معمول یہ تھا کہ اول شب جاگا کرتے تھے۔ اور حج کے بعد آخری نصف شب جاگنا اور عبادت کرنا معمول بن گیا تھا۔ اتباع شریعت کو آپ بڑی ریاضت سمجھتے تھے۔

آپ استغنا، وتوکل، صدق حکمت معقولیت، کسر نفسی، خدمت خلق، خلق عظیم فرض شناسی، شرافت و مروت اور سادگی کا عظیم پیکر تھے۔

آپ بہت کم لوگوں کو اپنے حلقہ ارادت میں داخل فرماتے تھے۔ اکثر لوگوں سے کہہ کر معذرت کر لیتے کہ میں اس قابل نہیں کہ آپ کی رہنمائی کر سکوں۔

آپ کے پاس ہر وقت لاتعداد طلباء جمع رہتے تھے۔ آپ ان کو تعلیم دینے میں خوشی محسوس کرتے تھے۔ طلباء پر اس قدر شفقت کی کہ بعض طلباء کی مالی امداد بھی اپنی جیب خاص سے فرماتے تھے۔

مریدین کا تزکیہ نفس بڑی شفقت و محبت سے فرماتے کہ رفتہ رفتہ ان کے دلوں سے حسد، بغض کینہ اور نفرت ختم ہو جاتی۔ آپ مستجاب الدعوات تھے۔ اللہ کریم نے آپ کو باطنی اسرار و معرفت سے نوازا ہوا تھا۔

آپ مریدین کو وظائف بہت کم بتاتے تھے۔ اگر کسی کو کوئی وظیفہ بتاتے تو اس میں انسانی مشقت کا عمل دخل کم ہوتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ یہ نہیں چاہتے تھے کہ مذکورہ شخص کا کاروبار اوراد و وظائف کی وجہ سے متاثر ہو۔

اگر کوئی شخص دعا کے لئے حاضر ہوتا تو آپ محفل میں موجود تمام حاضرین کو بھی شامل دعا کر کے اس کے لئے دعا کرتے۔ تعویز کبھی کبھی عطا کرتے۔ مولی اور سونف اور پانی پر دم کرتے تھے۔ آپ اپنی محافل میں آنے والے علمائے کرام کو خصوصی طور پر قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

اسی طرح اپنے ہم عصر مشائخ کی بھی تعظیم فرماتے تھے۔ایک مرتبہ دربار عالیہ چورہ شریف سے ایک صاجزادے آپ سے ملنے کو آئے تو آپ نقاہت اور کمزوری کے باوجود چارپائی اور تکیہ چھوڑ کر ان کے پاس قالین پر بیٹھے رہے۔

رشتہ آفتاب ومہتاب ☆: آپ کا اپنے تایا جان اور پیر و مرشد کے ساتھ تعلق کا رشتہ ۲۳ برس تک قائم رہا۔آپ کا یہ رشتہ اس وقت قائم ہوا جب آپ نے اپنے تایا کی انگلی پکڑ کر چلنا سیکھا۔اور اس وقت تک برقرار رہا جب آپ کے تایا جان آپ کے سہارے کے بغیر حرکت نہ کر سکتے تھے۔یہ رشتہ کافی مراحل سے گزرا۔اس میں وہ دور بھی شامل ہے کہ جب آپ اپنے تایا کی گود میں بیٹھ کر سبق پڑھا کرتے تھے۔اس میں وہ دور بھی شامل ہے کہ آپ نے اپنے تایا کے متعلق تمام تر امور کی ذمہ داریاں سنبھالیں۔

آپ سفر وحضر میں تایا جان اور پیر و مرشد کے ہمراہ ساتھ ساتھ ہوتے تھے۔دونوں میں باہمی پیار و محبت اس قدر زیادہ تھا کہ دونوں ہی ایک دوسرے کو سہارا محسوس کرتے تھے۔آپ کی باہمی مشاورت معنی رکھتی تھی۔

آپ نے اپنے پیر و مرشد اور تایا جان کی آخری عمر میں بہت خدمت کی بالخصوص سفر میں۔بیماری کے دوران تیمارداری بھی آپ ہی کرتے تھے۔حسن معاملہ اور حسن تدبیر میں اپنے تایا کے خیالات کی عملی تصویر تھے۔

جب مکمل ذمہ داریاں آپ پر پڑ گئی تو بڑی پامردی اور خوش اسلوبی سے نظام کو سنبھالا اور تمام تر فرائض کما حقہ، سرانجام دیئے۔ اور ہمیشہ اپنے تایا اور پیر و مرشد کے اعتماد پر پورے اترے۔دونوں ایک دوسرے کے لئے قابل فخر رہے۔

وصال باکمال ☆: آپ اپنے تایا اور پیر و مرشد حضرت قاضی سلطان محمود قادری کے وصال کے بعد ۶۳ برس ۶ ماہ تک سجادہ نشین یعنی 1919ء تا 1982ء رہے۔اور دسمبر 1982ء کو آپ کا وصال باکمال ہوا۔

مزار پرانوار آوان شریف ضلع گجرات صوبہ پنجاب پاکستان میں مرجع خلائق عام ہے۔جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت مولانا قاری محمد مصلح الدین صدیقی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆ : عالم ربانی، مرشد لاثانی، جامع کمالات علمیہ وعملیہ، صاحب فضائل وکمالات صوری ومعنوی حضرت علامہ مولانا قاری محمد مصلح الدین صدیقی قادری رحمتہ اللہ علیہ غریق دریائے وحدت ومعرفت ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۱ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ بمطابق ۱۹۱۷ء بروز پیر بوقت صبح صادق بمقام قندھار شریف ضلع ناندیڑ ریاست حیدرآباد دکن (انڈیا) میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد کا نام مولانا غلام جیلانی ہے۔ جو بڑے عالم اور صوفی باصفا تھے ان کی تمام عمر خطابت وامامت میں بسر ہوئی۔ آپ کے حافظ ملت مولانا عبدالعزیز مبارکپوری رحمتہ اللہ علیہ سے بڑے اچھے اور گہرے تعلقات تھے۔ تقسیم ہند کے بعد پاکستان تشریف لائے، جامع مسجد سید معصوم شاہ بخاری پولیس چوکی کھارادر میں امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دیئے اور اکثر میمن برادری کے افراد کو صحیح تلفظ کے ساتھ قرآن پاک تجوید سے پڑھایا، آپ کا مزار شریف کراچی میں میوہ شاہ قبرستان میں ہے۔

قاری صاحب نے بعمر ۱۴ سال ۱۳۵۰ھ میں اپنے والد ماجد سے قرآن مجید حفظ کیا اور آپ کے والد کے دوست حضرت مولانا عبدالعزیز مبارکپوری رحمتہ اللہ علیہ نے تکمیل حفظ قرآن کے موقع پر آپ کی دستار بندی فرمائی۔ ان دنوں مولانا عبدالعزیز مبارکپوری مدرسہ معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں زیر تعلیم تھے۔ قاری صاحب نے اسکول میں ساتویں جماعت پاس کرنے کے بعد مزید دینی تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے بعمر ۱۷ سال ۱۳۵۴ھ بمطابق ۱۹۳۵ء میں دارالعلوم اشرفیہ مصباح العلوم قصبہ مبارکپور ضلع اعظم گڑھ (یو۔پی انڈیا) میں داخلہ لیا اور وہاں آٹھ سال تک زیر تعلیم رہے۔

۱۹۴۳ء میں حافظ ملت مولانا عبدالعزیز محدث مبارکپوری رحمتہ اللہ علیہ قصبہ مبارکپور کے دارالعلوم اشرفیہ سے بعض اختلافات کی وجہ سے جامعہ عربیہ ناگپور تشریف لے گئے تو حضرت قاری صاحب بھی اپنے استاد محترم کے ساتھ جامعہ عربیہ ناگپور میں منتقل ہو گئے۔ اسی جامعہ میں فارغ التحصیل ہوئے اور وہیں علامہ سید محمد محدث کچھوچھوی رحمتہ اللہ علیہ کی موجودگی میں آپ کی دستار بندی ہوئی۔

آپ کے اساتذہ کرام کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

☆ حافظ ملت مولانا عبدالعزیز مبارکپوری ☆ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان بریلوی

☆ صدرالشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی ☆ مولانا محمد سلیمان بھاگلپوری

☆ مولانا ثناء اللہ اعظم گڑھی ☆ مولانا غلام جیلانی صدیقی (والد صاحب) وغیرہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم۔

بیعت و خلافت ☆: کتب متداولہ کی تکمیل کے بعد آپ علوم باطنی کی تحصیل و تکمیل کی جانب متوجہ ہوئے اور آپ نے جامع شریعت و طریقت حضرت مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ (مصنف بہار شریعت) سے بیعت کی اور تیزی کے ساتھ منازل سلوک طے کرتے ہوئے تھوڑے ہی عرصہ میں منزل تکمیل و کمال تک جا پہنچے۔

چنانچہ ایک دن آپ اپنے پیرومرشد کے ساتھ محفل نعت میں بیٹھے تھے کہ پیرومرشد نے آپ سے نعت سنانے کی فرمائش کی آپ نے بڑے سوز و گداز کے ساتھ عارف باللہ مولانا جامی قدس سرہ کی فارسی نعت شریف پڑھی۔ اور اس شان سے نعت سنائی کہ تمام حاضرین پر عالم سوز و گداز میں وجد کی حالت طاری ہوگئی۔ اس پر حضرت علامہ امجد علی اعظمی قادری رضوی علیہ الرحمۃ نے اسی مجلس میں خلعت خلافت سے نواز کر اپنا خلیفہ بنالیا۔

اس کے علاوہ آپ کو مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان بریلوی اور قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی قادری رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم سے بھی خلافتیں عطا ہوئیں۔

شادی خانہ آبادی ☆: آپ کی شادی خانہ آبادی ۲۴ سال کی عمر میں فاروقی قاضی خاندان میں انعقاد پذیر ہوئی۔ جس سے آپ کی دو صاحبزادیاں ہیں۔ دوسری شادی ۳۰ برس کی عمر میں بمقام جبل پور میں صوفی محمد حسین عباسی کی صاحبزادی سے منعقد ہوئی۔ جس سے ایک صاحبزادی اور تین صاحبزادے ہیں۔

(۱) صلاح الدین صدیقی۔ (۲) مصباح الدین صدیقی۔ (۳) معین الدین صدیقی

تینوں صاحبزادے فی الحال سعودی عرب کے شہر جدہ میں مقیم ہیں اور اپنا کاروبار کرتے ہیں اور صاحب اولاد ہیں۔

پاکستان میں تشریف آوری ☆: تقسیم ملک و قیام پاکستان کے بعد آپ ہجرت کر کے ۱۹۴۹ء میں کراچی تشریف لائے۔ ابتداء میں آپ کچھ عرصہ دارالعلوم امجدیہ آرام باغ گاڑی کھاتہ میں مقیم رہے۔ ۱۹۵۰ء میں آپ اخوند مسجد کھارادر میں امام و خطیب مقرر ہوئے۔ یہاں آپ نے ۱۹ سال خدمات سرانجام دیں۔ اسی دوران تقریباً ڈیڑھ سال آپ نے مرکزی جامع مسجد واہ کینٹ ضلع راولپنڈی میں فرائض امامت و خطابت سرانجام دیئے۔ ۱۹۶۹ء میں آپ میمن مسجد مصلح الدین (کھوڑی) گارڈن میں امام و خطیب مقرر ہوئے۔ جہاں آپ نے چودہ سال خدمات سرانجام دیں۔

درس و تدریس ☆: آپ امامت و خطابت کے ساتھ ساتھ دارالعلوم امجدیہ میں تقریباً پندرہ برس تک بطور مدرس بڑی مہارت کے ساتھ درس و تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ مولانا محمد حسن حقانی رقمطراز ہیں۔

امجدیہ کے ہر طالب علم نے درجہ ثانیہ اور ثالثہ کے بعد قاری صاحب سے ضرور پڑھا ہے۔ان میں سے چند نام درج ذیل ہیں:۔

☆پروفیسر ڈاکٹر مولانا عبدالباری صدیقی ملیر/ٹھٹھہ۔ ☆مفتی احمد میاں برکاتی حیدر آباد۔ ☆مفتی عبدالعزیز حنفی کراچی۔ ☆مولانا حبیب احمد مدرس دارالعلوم امجدیہ کراچی۔ ☆قاری مقصود الاسلام سابق خطیب وارثی جامع مسجد حسرت موہانی کالونی منگھو پیر روڈ کراچی

زیارت حرمین شریفین وادائیگی حج ☆: آپ نے ۱۹۵۴ء میں پہلا حج ادا فرمایا۔اس سفر حج میں عبدالشکور مرحوم بھی آپ کے ساتھ تھے۔اس حج کے دوران جب آپ مدینہ منورہ پہنچے تو مولانا ضیاء الدین مدنی رحمتہ اللہ علیہ سے پہلی مرتبہ آپ کی ملاقات ہوئی۔مولانا ضیاء الدین مدنی آپ سے مل کر بے حد مسرور ہوئے اور قاری صاحب کو ساتھ لے کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ اقدس پر حاضری دی، بارگاہ رسالت میں ہدیہ صلوٰۃ وسلام عرض کرنے کے بعد امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق اور امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے حضور نذرانہ عقیدت وسلام عرض کیا۔قاری صاحب نے اپنی حیات دنیوی میں بارہ (۱۲) مرتبہ زیارت حرمین شریفین کے لئے سفر کیا یعنی آپ نے کل بارہ حج کئے۔

ہر مرتبہ آپ حج کو روانہ ہونے سے قبل حضرت امام الاولیاء سید علی ہجویری غزنوی المعروف داتا گنج بخش قدس سرہ الاقدس کے مزار پُر انوار پر لاہور ضرور حاضر ہوتے تھے اور فرماتے کہ میرے حج کے لئے ویزا یہیں سے لگتا ہے۔

بغداد شریف حاضری ☆: ۱۹۷۰ء میں سفر حج کے دوران آپ نے سرکار غوث اعظم، محبوب سبحانی، قطب ربانی، مرشد حقانی، پیران پیر دستگیر حضرت سید عبدالقادر جیلانی حسنی حسینی قدس اللہ باسرارہ کے مزار شریف پر حاضری دی اس سفر میں حاجی انور توکل اور جناب پیر عبدالعزیز عرفی ایڈووکیٹ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔

آپ کے خلفائے نامدار ☆: آپ نے مسند رشد وارشاد پر فائز ہو کر سینکڑوں لوگوں کو فیضیاب کیا اور اپنے مریدوں اور محبت یافتہ میں سے دو حضرات کو چن کر انہیں اپنی خلافت سے سرفراز کیا جو کہ آپ کے توسط سے مخلوق خدا کو سیراب کر رہے ہیں۔ان کے نام حسب ذیل ہیں:

۱۔ حضرت مولانا سید شاہ تراب الحق قادری مدظلہ (خلیفہ، جانشین اور داماد)

۲۔ مولانا عبدالعظیم صاحب قادری مدظلہ (فاضل دارالعلوم امجدیہ، کراچی، حال مقیم بنگلہ دیش)

سیرت وکردار ☆: آپ نے اپنی حیات دنیوی میں اپنی زندگی کو درس توحید ورسالت کے لئے وقف کر دیا تھا۔ ہر لحہ اشاعت دین میں مصروف رہے۔بلاخوف لومۃ لائم اعلائے کلمۃ الحق کو اپنا نصب العین بنائے رکھا اور مسلک اہل سنت وجماعت کی تبلیغ اور فروغ کے سلسلہ میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔آپ کی سیرت اور کردار سے صاف عیاں ہے کہ آپ کی نگاہ میں دنیاداروں کی کچھ بھی وقعت نہ تھی۔

آپ نے مال وزر اور مفادات دنیاوی کے حصول کی طرف ہرگز توجہ نہ کی۔ بلکہ ہر دم رضائے خدا عزوجل ورضائے مصطفیٰ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم حاصل کرنے میں کوشاں رہے۔ المختصر آپ نے عملی طور پر موجودہ دور کے جاہ پرست ودنیا طلب علماء ومشائخ کو بھی دنیا میں رہتے ہوئے ترک دنیا کا درس دیا اور اپنے ہر قول وہر فعل کے ذریعہ دنیا طلب علماء ومشائخ کو بھی دنیا میں رہتے ہوئے ترک دنیا کا درس دیا اور اپنے ہر قول وہر فعل کے ذریعہ

ولا تو طرز تعلق زمرغ آبی جو
اگرچہ غرق بہ دریا ست خشک پر برخواست

کا مطلب سمجھانے کی جدوجہد کی۔ آپ مقبولیت ومحبوبیت کا مقام حاصل کرنے کا طریقہ سکھا گئے اور طلب الدنیا مونث و طالب العقبیٰ مخنث وطالب المولیٰ مذکر، کی تشریح واضح کر گئے۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال ۷ جمادی الآخر ۱۴۰۳ھ/ بمطابق ۲۳ مارچ ۱۹۸۳ء بروز بدھ بوقت ساڑھے چار بجے سہ پہر ہوا۔ آپ کا انتقال اچانک ہوا۔ منگل بدھ کی درمیانی شب بعد نماز عشاء آپ نے حجتہ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ کے عرس مبارک کی محفل میں شرکت فرمائی۔ یہ محفل میمن مسجد مصلح الدین گارڈن میں منعقد ہوئی تھی۔ اس محفل میں قاری صاحب کے علاوہ بریلی شریف سے حضرت علامہ مفتی اختر رضا خان الازہری صاحب آئے ہوئے تھے اور علامہ شاہ تراب الحق قادری صاحب بھی شریک ہوئے۔

قاری صاحب نے خطاب فرمایا اور دیگر علماء کرام نے بھی تقاریر فرمائی۔ موضوع تھا ''روح اور موت'' اسی بدھ کے دن نماز ظہر کی امامت فرما کر اپنے دولت خانہ میں تشریف لے گئے اور کاٹھیاوار ہاں آدم جی نگر میں محفل گیارھویں شریف میں جانے کی تیاری میں مصروف تھے کہ اچانک آپ پر دل کا دورہ پڑا۔ آپ کو بغرض علاج لے جایا جا رہا تھا کہ بوقت ساڑھے چار بجے سہ پہر راستہ میں آپ کا انتقال ہوگیا۔ آپ کے انتقال کے سانحہ کی خبر سن کر سب حیران رہ گئے اور پریشانی واضطراب کے عالم میں آپ کے مکان پر جمع ہونے لگے۔ بروز جمعرات آپ کی نماز جنازہ میں شرکت کیلئے کم وبیش ۳۰ ہزار فرزندان اسلام مصلح الدین گارڈن پہنچ گئے۔ تقریباً ساڑھے دس بجے صبح، نماز جنازہ مفتی اختر رضا خان صاحب نے پڑھائی اور آپ کو مسجد سے ملحق مصلح الدین گارڈن کراچی میں سپرد خاک کیا گیا۔ وہیں آپ کا مزار پُر انوار مرجع خاص وعام ہے۔

بشکریہ، تذکرہ انوار علمائے اہلسنت سندھ

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت ابوالخیر مفتی محمد نور اللہ نعیمی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: مجمع علم وعرفاں، شیخ الحدیث والتفسیر، حجۃ الاسلام حضرت فقیہ اعظم مفتی ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی قدس سرہ العزیز بلا شبہہ اللہ تعالیٰ کے ان مقبول اور برگزیدہ بندوں میں سے ہیں، جن کا دوام جریدۂ عالم پر ثبت ہو چکا ہے...... آپ نسباً ارائیں، مسلکاً حنفی اور مشرباً قادری تھے...... آپ کے آباء واجداد صوفی مشرب، پاکیزہ سیرت اور صاحبِ دل بزرگ تھے...... آپ کے جد اعلیٰ حضرت خواجہ حافظ محمد حبیب اللہ برقع پوش، اپنے وقت کے جید عالم دین اور ولی کامل تھے، چہرہ انوار وتجلیات کا مرکز تھا، روئے زیبا پر ہمیشہ حجاب رہتا، اسی وجہ سے ''برقع پوش'' کے لقب سے مشہور ہوئے...... جب اس دار فانی سے رخصت ہو کر عالم جاودانی کی طرف منتقل ہوئے تو یہ حیرت انگیز کرامت دیکھنے میں آئی کہ تدفین سے اگلے ہی روز آپ کے مرقد اقدس کو لمبے لمبے سبزہ زار نے ڈھانپ لیا تھا، گویا بعداز وصال بھی اس محبوب بندے کی ادائے محبوبی کو باقی رکھا گیا...... علامہ اقبال کا یہ دعائیہ شعر حقیقی رنگ اختیار کر گیا:

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نو رستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

ولادت باسعادت ☆: آپ کی ولادت باسعادت ۱۶؍رجب المرجب ۱۳۳۲ھ بمطابق ۱۰؍جون ۱۹۱۴ء کو ہوئی...... ولادت سے قبل آپ کے بزرگوں کو دین مصطفوی کی شمع فروزاں کرنے والی عظیم شخصیت کے ظہور کی متعدد بشارتیں بذریعہ رویائے صالحہ اور بوساطت مختلف اولیاء کرام مل چکی تھیں......

تعلیم ☆: ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد زبدۃ الاصفیاء مولانا ابوالنور محمد صدیق چشتی (م ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۱ء) اور جد امجد حضرت مولانا احمد دین (م ۱۳۶۱ھ/ ۱۹۴۲ء) سے حاصل کرنے کے بعد استاذ العلماء حضرت مولانا فتح محمد حبیبوی محدث بہاول نگری (م ۱۳۸۹ھ/ ۱۹۶۹ء) سے علوم عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل کی، پھر متحدہ ہندوستان کے مختلف مدارس کا رخ کیا اور خداداد صلاحیت، ذاتی لگن اور محنت کی بنا پر علم کے کوہ ہمالہ بن گئے......

علوم عقلیہ ونقلیہ حاصل کرنے کے بعد ۱۳۵۱ھ/ ۱۹۳۳ء میں مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور میں داخلہ لیا، جہاں شیخ

الحدیث والتفسیر حضرت مولانا سید محمد دیدار علی شاہ الوری (م ۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء) اور مفتی اعظم پاکستان مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری (م ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء) سے دورہ حدیث شریف پڑھا...... حضرت محدث الوری دورۂ حدیث پڑھنے والوں کو اکثر فرمایا کرتے:

''اس بار تم مولانا محمد نور اللہ صاحب کی طفیل پڑھ رہے ہو''......

دورۂ حدیث مکمل کرنے کے بعد ۶ر شعبان ۱۳۵۲ھ، بمطابق ۲۳ر نومبر ۱۹۳۳ء کو سند و دستار فضیلت عطا کی گئی......اس موقع پر امام اہل سنت محدث الوری نے آپ کو مطبوعہ سند کے علاوہ خصوصی اسناد سے بھی نوازا اور ''ابوالخیر'' کنیت عطا فرمائی...... بعد میں مفتی اعظم مولانا ابوالبرکات نے آپ کو فقیہ زماں، محدث دوراں، فقیہ العصر، فقیہ النفس (مجسمۂ فقاہت)، مفتی اعظم اور فقیہ اعظم وغیرہ جلیل القدر القاب سے ممتاز فرمایا......

درس و تدریس ☆ : آپ نے تعلیم سے فراغت کے فوراً بعد درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا تھا......مختلف مقامات پر تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد ۱۳۵۷ھ/ ۱۹۳۸ء میں تحصیل دیپال پور کے ایک قصبے فرید پور میں دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے نام سے مدرسے کی داغ بیل ڈالی......

یہاں کا جاگیردارانہ ماحول اور ذرائع رسل و رسائل کا فقدان اس مادر علمی کے پنپنے کی راہ میں رکاوٹ بنتا دکھائی دیا تو ۱۳۶۴ھ/ ۱۹۴۵ء میں اسی تحصیل کے ایک اور مقام بصیر پور میں منتقل ہو گئے......اگرچہ یہ پس ماندہ علاقہ بھی کسی علمی ادارے کے لیے موزوں نہ تھا، مگر خلوص وللّٰہیت اور مقصد سے لگن کا ثمر تھا کہ یہ چھوٹا سا مدرسہ بڑھا، پروان چڑھا اور وسائل کی عدم دستیابی کے باوجود کئی بلاکوں پر مشتمل عظیم الشان یونی ورسٹی میں بدل گیا......اس دارالعلوم کی عظمت کے آگے اہل علم و فضل کی گردنیں خم ہیں اور احیاءِ دین کے ابواب اس مدرسے کے ذکر کے بغیر نامکمل دکھائی دیتے ہیں......

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز نے تقریباً پچاس سال قرآن و حدیث اور دیگر علوم وفنون کا درس دیا، اسباق کی پابندی فرمائی......آپ نے درس حدیث کا سلسلہ آخر عمر تک جاری رکھا......آپ سے فیض یافتگان جن کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے، ملکی اور عالمی سطح پر تحریری، تقریری، علمی، سیاسی اور سماجی سرگرمیوں کے ذریعے اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لیے راہ ہموار کر رہے ہیں......

بیعت و خلافت ☆ : تعلیم سے فراغت کے بعد حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت سے مشرف ہوئے...... حضرت صدر الافاضل نے آپ کو اپنے سلاسل حدیث کی اسناد، مختلف اشغال و اعمال اور اوراد و وظائف کی اجازت اور سلسلہ عالیہ قادریہ مکیہ کے علاوہ دیگر سلاسل میں بھی اجازت و خلافت سے نوازا......صدر الافاضل کے علاوہ حضرت کو اپنے استاذ گرامی مولانا سید دیدار علی شاہ الوری علیہ الرحمۃ کی طرف سے بھی اسناد حدیث اور دیگر اعمال و وظائف اور سلاسل طریقت کی اجازت حاصل تھی...... حضرت کو اپنے دیگر اساتذہ حضرت مولانا ابوالبرکات قادری علیہ الرحمۃ اور محدث بہاول نگری علیہم الرحمۃ کی طرف سے بھی بہت سے عملیات اور مختلف سلاسل طریقت کی اجازت حاصل تھی......

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کی شخصیت اس قدر پُرکشش تھی کہ ان کی خدمت میں حاضری دینے والا ہمیشہ کے لیے

دام عقیدت و محبت میں گرفتار ہو جاتا...... آپ سے متاثر ہو کر کئی بدمذہب اپنی بدعقیدگی سے تائب ہو کر مسلک اہل سنت کے مبلغ بنے...... بے شمار لوگوں نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی، آپ کے مریدین و معتقدین پاکستان کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی موجود ہیں......

تصوف و طریقت ☆: تصوف و روحانیت سے آپ کو فطری لگاؤ تھا، آپ ہمہ وقت یاد الٰہی میں مشغول رہتے...... تلاوت قرآن اور درود شریف کے ورد کا خاص ذوق تھا...... سفر و حضر میں یہ سلسلہ جاری رہتا...... عبادت و ریاضت اور تقویٰ و طہارت میں مقام رفیع پر فائز تھے...... فرائض و واجبات کے علاوہ سنن و نوافل کا وہ اہتمام کہ باید و شاید...... بچپن ہی سے تہجد کی عادت تھی، جس پر عمر بھر مواظبت فرمائی...... مریدین و معتقدین کو بھی پابندی سے تہجد ادا کرنے کی تاکید فرماتے...... آپ نے عمر بھر اتباع نبوی اور شریعت مطہرہ پر پابندی کا درس دیا...... آپ مقام قطبیت پر فائز تھے......

فرید پور جاگیر تحصیل دیپال پور کے میاں پٹھانا نامی ایک صالح اور تہجد گزار شخص کو خواب میں سرکار ابد قرار ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی، آپ ﷺ نے انھیں ارشاد فرمایا کہ مولانا محمد صدیق صاحب کو مبارک باد دیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے فرزند امجد مولانا محمد نوراللہ کو قطب بنا دیا ہے......

مولانا نازید احمد نوری فرماتے ہیں، حضرت بابا جی ابوالنور محمد صدیق نے ایک دن فرمایا:

"جو طالب علم میرے اس بیٹے محمد نوراللہ کے ساتھ حسن عقیدت اور اخلاص رکھے گا، قیامت کے دن اگر وہ جہنم میں جائے تو مجھے پکڑ لینا"......

عام طور پر لوگ خرق عادت قسم کے واقعات ہی کو کرامت سمجھتے ہیں، حالاں کہ یہ معیار ولایت نہیں بلکہ اصل اہمیت سیرت و کردار کی ہے...... عشق مصطفیٰ، اتباع نبوی، شریعت مطہرہ پر عمل اور استقامت علی الحق ایسے درخشندہ اوصاف ہی عین کرامت بلکہ کرامت سے بڑھ کر کرامت ہیں اور واقعتاً معیار والایت بھی یہی ہے...... بحمدہ تعالیٰ آپ کی مبارک زندگی ان اوصاف سے مملو تھی...... آپ کا وجود باجود مجسمۂ کرامت تھا...... آپ سپہر فقاہت کے درخشندہ آفتاب بھی تھے اور ملک ولایت کے شہریار بھی......

عشق مصطفیٰ ☆: حضرت فقیہ اعظم فنافی الرسول اور فنافی حب المدینہ تھے...... آپ کی محفل میں حاضری سے شرف یاب ہونے والے اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ سرکار دوعالم ﷺ کے پیارے شہر مدینہ منورہ کا ذکر آتے ہی مرغ نیم بسمل کی طرح تڑپنے لگتے، درس حدیث دیتے ہوئے آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے ابلنے لگتے، ایسا محسوس ہوتا کہ محبوب پاک ﷺ کے جمال جہاں آراء کے دیدار میں محو ہیں......

آپ کی پوری زندگی اتباع نبوی اور عشق مصطفیٰ ﷺ سے عبارت تھی...... ان کا چلنا، پھرنا، اٹھنا، بیٹھنا، غرض ہر ہر ادا سنت مصطفیٰ کے مطابق تھی......

آپ کو اکیس مرتبہ حرمین شریفین کی حاضری نصیب ہوئی، ۱۹۶۳ء میں قرعہ اندازی میں نام نہ آیا، بظاہر مایوسی کا سامنا تھا، حج

میں صرف ایک ہفتہ باقی تھا، دو پہر کے وقت قیلولہ کر رہے تھے کہ خواب میں مشہور فقیہ مدینہ حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر علیہ الرحمۃ کی زیارت ہوئی، موصوف نے فرمایا:

''میں حضور ﷺ کے حکم سے آپ کو لینے آیا ہوں''......

بیدار ہوئے تو ڈاکیا دفتر حج کی طرف سے اطلاعی چٹھی لیے کھڑا تھا...... متعدد بار حج و عمرہ کے علاوہ آپ نے کربلا معلیٰ، نجف اشرف، بغداد معلیٰ، کوفہ، بصرہ، دمشق اور حلب وغیرہ میں مقبولان بارگاہ الٰہی کے مزارات پر حاضری دی......

سیرت و کردار☆: حضرت سیدی فقیہ اعظم اعلیٰ اخلاق و کردار کے حامل تھے...... ان کے قول و فعل میں کامل ہم آہنگی تھی...... آپ باوقار، بارعب اور پر کشش شخصیت کے حامل تھے...... آپ بچوں پر رحمت، طلبہ پر شفقت اور بزرگوں سے مودّت فرمایا کرتے تھے...... آپ کی زندگی حافظ شیرازی کے اس شعر کا صحیح مصداق تھی:

آسائشِ دو گیتی تفسیر ایں دو حرف است
با دوستاں مروّت با دشمناں مدارا

اخلاقیات میں صاحب خلق عظیم کے مظہر اتم تھے...... شخصیت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو آپ کی ذات شرافت و متانت، جرأت و استقلال، ہمدردی، خیر خواہی، حلم و بردباری، بے لوثی و فرض شناسی، عالی ظرفی، علم و عمل، تواضع و انکسار، خشیت الٰہیہ اور پرہیزگاری کا مرقع تھی...... استغناء و توکل کا یہ عالم کہ کبھی کسی امیر یا وزیر کے دروازے پر نہ گئے...... ہمیشہ جلبِ زر اور طلب دنیا سے پہلو تہی کی...... آپ فرقہ ورانہ تعصب کے سخت خلاف تھے، تقریر و تحریر کے ذریعے بدامنی اور فساد فی الارض کے رویوں سے سخت نفرت تھی...... آپ سلف صالحین کی کامل تصویر تھے......

آپ کی زندگی کی خصوصیات میں اہم بات یہ ہے کہ آپ سادہ منش، کم گو، دل کے کھرے اور شہرت و ذاتی نمائش سے بے نیاز تھے...... شہری زندگی کے ہنگاموں اور ظاہریت کے رکھ رکھاؤ سے دور، فطری اور صاف ستھرے ماحول میں رہ کر دین متین کی بے لوث خدمت کرتے ہوئے زندگی بسر کر ڈالی...... درس و تدریس، فتویٰ نویسی، خطابت و امامت اور بہت بڑے ادارے کے جملہ انتظامی امور کی نگہداشت کے عوض تنخواہ یا اجرت لینے کے روادار نہ ہوئے بلکہ جملہ دینی خدمات محض رضائے الٰہی کی خاطر مفت سرانجام دیتے رہے......

تفقہ فی الدین☆: حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز اپنے دور کی نادر روزگار شخصیت تھے، علم و فضل، تقویٰ و طہارت، تنظیم و سیاست اور ہمت و استقامت میں یکتائے روزگار تھے...... یوں تو تفسیر، حدیث اور دیگر تمام مروّج علوم دینیہ میں کامل دسترس رکھتے تھے لیکن فقہ میں آپ کو تخصص کا درجہ حاصل تھا، اس لیے آپ کے ہم عصر اکابر علماء نے آپ کو فقیہ اعظم تسلیم کیا......

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز فتویٰ نویسی میں غیر معمولی مہارت رکھتے تھے، آپ کی ذات مرجع خلائق تھی، ملک و بیرون ملک کے لوگ استفتاءات میں آپ کی طرف رجوع کرتے......

فتاویٰ نوریہ کی چھ ضخیم جلدوں کے مطالعہ سے آپ کے تبحر علمی، وسعت نظر، عمیق مشاہدہ، قوت استدلال، صلابت رائے، جدت فکر اور فقہی بصیرت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے......

دور حاضر کے مقتدر علماء کی نظر میں آپ کا علمی مقام ☆:

ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''حضرت فقیہ اعظم مولانا محمد نور اللہ صاحب قدس سرہ کی ذات والا صفات جامع کمالات تھی...... آپ کا علمی تبحر، آپ کی فقہی بصیرت، آپ کا پاکیزہ کردار اور عمر بھر خدمت دین کی پُر خلوص جدو جہد، آپ کی وہ خصوصیات ہیں جن میں عہد حاضر میں شاید ہی کوئی ان کی ہم سری کا دعویٰ کر سکتا ہو......

آپ کے فتاویٰ نوریہ کی متعدد جلدیں تا ابد ان کے علمی اور فقہی انوار سے تاریک دلوں کو منور کرتی رہیں گی اور سالکان راہ محبت کے لیے خضر راہ کا کام دیتی رہیں گی......

جب کبھی ان کے فتاویٰ کا مطالعہ کرنے کا موقع ملتا ہے، تو ذہن کو اطمینان اور دل کو جلا نصیب ہوتی ہے''......

شیخ القرآن حضرت علامہ غلام علی اوکاڑوی علیہ الرحمۃ نے حضرت کی جلالت علمی کا تذکرہ یوں کیا ہے:

''اگر دیگراں علماء انداو اعلم العلماء بود، اگر دیگراں فضلاء انداو افضل الفضلاء بود، لوگ فقیہ اعظم کہتے ہیں لیکن میں یہ کہنے میں کوئی باک نہیں سمجھتا کہ اگر دیگراں فقہاء انداو افقہ الفقہاء بود...... اگر دیگراں اصفیاء انداو رئیس الاصفیاء بود...... اگر دیگراں مشائخ انداو شیخ المشائخ بود...... فتویٰ کے اندر اگر میں یہ کہوں کہ وہ اصحاب ترجیح سے تھے تو مبالغہ نہیں ہوگا...... ان کے فتووں کے اندر اجتہادی شان ہے، مجتہدانہ بصیرت ان کو حاصل تھی، ویسے تو (لا بد للمفتی ان یکون مجتھدا) ہر مفتی کے لیے مجتہد ہونا ضروری ہے لیکن حضرت فقیہ اعظم کے فتاویٰ کی اپنی شان ہے، ان کی بعض تحقیقات سے کسی کو اختلاف ہو تو الگ بات ہے، لیکن ان کی فقاہت اور ثقاہت کے بارے میں کوئی شک وشبہ نہیں''......

انہی اوصاف کے پیش نظر استاذ الاساتذہ حضرت علامہ عطا محمد بندیالوی علیہ الرحمۃ نے آپ کو ''مجدد وقت'' قرار دیا، شیخ القرآن علامہ عبد الغفور ہزاروی علیہ الرحمۃ نے آپ کو ''آیت من آیات اللہ'' کہا جب کہ شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی قدس سرہ العزیز اور شہباز خطابت صاحب زادہ سید فیض الحسن شاہ صاحب علیہ الرحمۃ (آلو مہار شریف) نے آپ کو ''دور حاضر کا امام اعظم امام ابو حنیفہ'' قرار دیا......

فتاویٰ نوریہ کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ نو پیدا مسائل مثلاً: نماز میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال، انگریزی اور ہومیو پیتھی ادویات کا استعمال، جاں بلب مریضوں کے لیے عطیہ خون، بچیوں کو لکھنے کی تعلیم دینے، ریل گاڑی اور ہوائی جہاز میں نماز، رویت ہلال، روزہ کی حالت میں انجکشن، بلغاریہ، ڈنمارک وغیرہ جہاں سال کے کچھ دن ایسے آتے ہیں جن میں غروب آفتاب کے جلد ہی بعد صبح صادق طلوع ہو جاتی ہے اور بعض وہ علاقے (قطب شمالی اور قطب جنوبی) جہاں چھ ماہ کا دن اور چھ ماہ کی رات ہوتی ہے، ایسے علاقوں میں

نماز روزے اور دیگر تقریبات کے تعیّن، حج کے لیے تصویر کا جواز، ایوبی دور میں عائلی قوانین پر مبنی پنجاب اسمبلی میں بیگم سلمٰی کے پیش کردہ بل پر تحقیقی رائے، ایسے متعدد فتوے ہیں جن کے مستفتین ملکی وغیر ملکی علمائے کرام اور دانش ور حضرات ہی ہیں......

آپ کی علمی وقلمی خدمات☆: حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز، صاحب تصنیف عالم دین تھے...... تدریسی و انتظامی مصروفیات کے باوجود آپ نے اٹھائیس تصانیف یادگار چھوڑی ہیں، جن میں فتاویٰ نوریہ کو خصوصی اہمیت حاصل ہے...... فقہ اسلامی کا یہ دائرۃ المعارف چھ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے، اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں...... علاوہ ازیں آپ نے صحیح بخاری، صحیح مسلم اور جامع ترمذی وغیرہ کتب پر عربی حواشی تحریر کیے......

سیاسی وملی خدمات☆: حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز جامع الصفات شخصیت تھے...... وہ بیک وقت بہترین مدرس بھی تھے اور اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک منتظم بھی...... نعت گو شاعر بھی تھے اور بلند پایہ محقق بھی...... ژرف نگاہ مفتی بھی تھے اور شیخ کامل بھی...... ان گوناں گوں اوصاف کے ساتھ ساتھ جواد مطلق نے آپ کو سیاست میں بھی بڑی فراست سے بہرہ ور فرمایا تھا...... اگرچہ آپ معروف معنوں میں سیاسی آدمی تو ہرگز نہ تھے، مگر ملک وملت کی زبوں حالی کی وجہ سے دل ناتواں پر بوجھ رہتا اور کڑی دھوپ کے وقت افراد ملت کے لیے بادل بن کر سایہ کناں ہوتے...... چناں چہ تدریسی انہماک کے باوجود تحریک پاکستان میں اپنے شیخ کامل کی راہوں کے راہی بنے...... آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس (۲۷ تا ۳۰/ اپریل ۱۹۴۶ء) میں شرکت سے لے کر تحریک پاکستان کو کامیابی سے ہم کنار کرنے تک بہت نمایاں کردار ادا کیا...... تقاریر کے ذریعے قیام پاکستان کے لیے راہ ہموار کی، مخالفین پاکستان کی یورش اور نظریاتی یلغار کو دلائل وبراہین سے ختم کیا اور تحریک پاکستان کو قوت بہم پہنچائی......

۱۹۴۶ء میں جب کانگریس اور مسلم لیگ کا انتخابی معرکہ ہوا تو آپ نے اپنا بھرپور اثر ورسوخ استعمال کیا، نتیجتاً اس حلقۂ انتخاب میں مسلم لیگی امیدوار کو کامیابی ہوئی......

پاکستان قائم ہو گیا تو آپ کا دارالعلوم مہاجرین کا کیمپ بن گیا، آپ نے میزبان بن کر مہاجرین کا استقبال کیا اور انھیں قیام و طعام کی سہولتیں مہیا کیں...... جہاد کشمیر میں غازیٔ کشمیر مولانا سید ابوالحسنات قادری علیہ الرحمۃ (۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۱ء) کے ہم رکاب رہے......

۱۹۴۸ء میں ملتان میں جمعیت علمائے پاکستان کی تشکیل ہوئی تو اس اجلاس میں حضرت بھی شریک ہوئے...... آپ جمعیت کے اساسی ارکان میں سے تھے اور جمعیت کی مجلس عاملہ وشوریٰ کے رکن بھی رہے...... ۱۹۷۷ء کے انتخابات اور تحریک نظام مصطفیٰ میں بھرپور حصہ لیا، اس موقع پر آپ کا مثالی کردار ہمیشہ دعوت فکر وعمل دیتا رہے گا...... تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء میں بھرپور حصہ لیا اور علماء وعوام کے شانہ بشانہ قید وبند کی صعوبتوں کو برداشت کیا...... آپ کو تین سال قید بامشقت کی سزا سنائی گئی مگر نو ماہ بعد رہا کر دیے گئے......

وصال باکمال☆: حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز نے یکم رجب المرجب ۱۴۰۳ھ، بمطابق ۱۵/اپریل ۱۹۸۳ء، بروز

جمعۃ المبارک دوپہر ایک بجے وصال فرمایا......حیات ظاہری کی طرح وصال کے بعد بھی آپ کا چہرۂ انور پھول کی طرح کھلا ہوا تھا اور اس پر نورانیت اور مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی......

روزنامہ جنگ لاہور (۱۸راپریل ۱۹۸۳ء) نے جنازہ کا اجتماع ڈیڑھ لاکھ بتایا......تاہم محتاط اندازے کے مطابق عوام کی تعداد دولاکھ سے متجاوز تھی، جس میں کم وبیش چالیس ہزار نامور علماء ومشائخ اور حفاظ کرام شریک تھے......

دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف کے مشرقی حصہ میں آپ کا روضہ مبارکہ مرجع خلائق ہے......آپ کا سالانہ عرس مبارک رجب المرجب کی پہلی اور دوسری تاریخ کو بڑی شان وشوکت سے بصیر پور شریف ضلع اوکاڑا میں منعقد ہو رہا ہے......

آج کل موجودہ سجادہ نشین مفتی اہل سنت پیر طریقت حضرت مولانا مفتی محبّ اللہ نوری مدظلہ العالی ہیں جو بڑے ہی احسن انداز میں سلسلہ عالیہ اور آپ کے قائم کردہ اداروں کی خدمت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں، حضرت مفتی محبّ اللہ نوری مدظلہ العالی فقیر راقم الحروف پر خصوصی شفقت ومہربانی فرماتے رہتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت مولانا پیر عبدالقدوس درانی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆ : مصدر جود یزدانی، مقتداء ارباب یقین، واقف اسرار رموز ربانی حضرت مولانا پیر عبدالقدوس درانی رحمتہ اللہ علیہ آپ علم وفضل میں یکتائے روز ہیں۔

مولانا پیر محمد عبدالقدوس درانی بن حضرت مولانا پیر احمد قادری مذہباً حنفی اور مشرباً قادری تھے۔ آپ کے آباؤ اجداد قندھار (افغانستان) کے رہنے والے تھے۔ علم وفضل اور زہد وتقویٰ میں آپ کا خاندان ممتاز تھا۔ آپ کا شجرہ نسب مندرجہ ذیل ہے:

''محمد عبدالقدوس بن مولانا احمد بن مولانا غلام محمد بن ملا محمد امیر حاکم قندھار بن علامہ محمد یوسف حاکم قندھار بن ملا محمد طاؤس حاکم قندھار وہرات بن علامہ عبدالعزیز حاکم قندھار وہرات۔''

آپ کے جد امجد مولانا غلام محمد قندھار کے قاضی القضاۃ تھے۔ آپ کے والد گرامی حضرت مولانا پیر احمد قادری اپنے چھوٹے بھائی کے ساتھ قندھار سے نقل مکانی کر کے چمن (بلوچستان) آئے۔ مگر یہاں دل نہ لگنے کے باعث آپ پشاور (سرحد) چلے گئے اور وہیں سکونت اختیار کی۔ محترم نویدالدین جاوید راوی ہیں کہ مولانا احمد قادری نے ''شدکا' ونز دحضر وضلع اٹک میں ایک دینی مدرسہ قائم کیا تھا جو آج بھی جاری ہے۔

مولانا احمد، حضرت شیخ طریقت عبدالوہاب قادری سجادہ نشین درگاہ مانکی شریف (تحصیل نوشہرہ ضلع پشاور، سرحد) سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں دست بیعت ہوئے۔ اس کے بعد راہ سلوک کی منازل طے کرا کے آپ کو اجازت وخلافت عطا فرمائی۔ پیر صاحب مانکی شریف کے حکم ہی سے آپ نے حیدرآباد دکن کو دعوت تبلیغ اور رشد وہدایت کا مرکز بنایا جہاں ساری زندگی آپ نے بسر کی اور وہیں آپ کی شادی اور اولاد ہوئی۔ علماء ومشائخ میں آپ کو نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ آپ ایک صاحب تقویٰ شخصیت کے مالک تھے۔ ہمیشہ اپنے چہرے پر نقاب ڈالے رہتے تھے جو صرف نماز کے وقت ہی ہٹائی جاتی۔ لوگ آپ کو ''نقاب پوش بزرگ'' کے نام سے بھی پکارتے تھے۔ آپ کی اولاد نرینہ میں سب سے بڑے مولانا عبدالقدوس قادری تھے۔ جب آپ کی عمر سولہ (۱۶) برس کی

ہوئی تو آپ کے والد مولانا احمد کا انتقال ہو گیا۔

بیعت وخلافت ☆: سلسلہ عالیہ قادریہ جنیدیہ غفوریہ میں اپنے والد گرامی حضرت مولانا احمد قادری کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ والد محترم نے اپنی زندگی ہی آپ کو اپنا جانشین مقرر کیا اور آپ کے پیچھے نماز ادا کی اور فرمایا ''میں خوش ہوں کہ میرا سلسلہ مجھ پر ختم نہیں ہوگا۔'' خانقاہ مانکی شریف کے سجادہ نشین حضرت شیخ امین الحسنات ثالث قادری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خلافت سے سرفراز فرمایا تھا۔

امامت وخطابت ☆: آپ امامت وخطابت کے فرائض سولہ برس کی عمر سے لے کر تا حیات پورے جذبہ سے سرانجام دیتے رہے۔ قیام پاکستان کے بعد آپ حیدرآباد دکن سے پاکستان تشریف لائے اور میرپور خاص (سندھ) میں سکونت اختیار کی یہاں پہلے نورانی مسجد میر کا پلاٹ میں تقریباً سترہ (۱۷) برس امام وخطیب رہے، ازاں بعد کچھ عرصے کے لئے آپ ٹاٹا کاٹن مل کی مسجد میں بھی خدمت دینی سرانجام دی۔ ۱۹۶۹ء کو حیدرآباد تشریف لائے اور مرکزی جامع مسجد لطیف آباد نمبر ۸ میں امام وخطیب مقرر ہوئے۔ جہاں تا حیات یعنی 12 سال اسی خدمت دین پر مامور رہے۔

سیرت وکردار ☆: محترم پروفیسر شاہ انجم صاحب رقم طراز ہیں:

آپ ایک خوش قامت اور نہایت وجیہہ شخصیت کے مالک تھے۔ گندمی رنگ، لال گھنی داڑھی مبارک جو آپ کے چوڑے سینے کے بالائی حصے کو ڈھانپے رہتی، چہرے کی زینت میں اضافے کا باعث تھی۔ عینک میں سے جھانکتی روشن آنکھیں جو نور یقین سے معمور دکھائی دیتیں اور کھلی پیشانی آپ کی بلند ہستی کی غماز تھی۔ آپ ہمیشہ عمامہ شریف، کرتا، شلوار اور عبا زیب تن کرتے۔

بچوں سے بہت شفقت فرماتے تھے۔ مسجد شریف سے متصل مدرسہ قادریہ کی بھرپور سرپرستی فرماتے۔ آپ گوشہ نشین رہتے۔ فقر وقناعت کی دولت سے مالا مال، ہمیشہ دنیا سے بے نیاز نظر آئے۔

ہیں ہم فقیر راہ کہ بیٹھے ہیں بے نیاز
یاں ورنہ کون طالب جاہ و حشم نہیں

جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موقعہ پر مرکزی جلوس کی افتتاحی تقریب سعید میں اسٹیج کو رونق بخشتے تھے۔ ایسے موقع پر آپ کی سادہ مگر پروقار سج دھج دیکھنے کے لائق تھی۔ آپ واقعی ایک منفرد شخصیت کے مالک تھے۔ ایسی منکسر المزاج، حلیم الطبع، وجیہہ اور پرکشش دینی شخصیت حیدرآباد میں شاید ہی کوئی اور ہو۔

آپ کے خادم خاص عطاء الرحمٰن عرف کلو بھائی بیان کرتے ہیں کہ آپ ہمیں نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ ''اپنا عقیدہ مضبوط رکھو اور دوسرے کے عقیدے کو مت چھیڑو جیسا کہ بزرگوں کا طریقہ ہے۔''

اولاد وداماد ☆: آپ نے دو شادیاں کی۔ پہلی بیوی بی بی فاطمہ سے تین بیٹے اور ایک بیٹی تولد ہوئی۔ دوسری بیوی بی بی

زینب سے آپ کی صرف چار بیٹیاں ہیں۔ (۱) گلنار بی بی۔ (۲) رقیہ بی بی۔ (۳) عذرا بی بی۔ (۴) نجمہ بی بی۔ (۱) عبدالقدیر مرحوم۔ (۲) عبدالرؤف۔ (عبدالقیوم، کراچی)

آپ کے دامادوں کے نام یہ ہیں:

(۱) عبدالحلیم خان مرحوم (ٹھٹھہ)۔ (۲) حافظ محمد رفیق (الیکٹرک ٹھیکیدار پیر کالونی سائٹ ایریا، حیدرآباد)۔ (۳) سکندر اقبال (تجارت، پیشہ بہادر آباد کراچی)۔ (۴) فریدالدین جاوید فاروقی (معروف ٹرانسپورٹر۔ الجاوید ٹریول 86/B یونٹ نمبر ۲ لطیف آباد، حیدرآباد) عطاء الرحمٰن عرف کلو بھائی، ناب عبدالرؤف درانی، حاجی گلشن الٰہی وغیرہ کا آپ کے نامور مریدین و معتقدین میں شمار ہوتا ہے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال چھ ماہ علالت کے بعد ۲۷ محرم الحرام ۱۴۰۴ھ بمطابق ۳ نومبر 1984ء کو جمعرات کی شب پونے دو بجے قرآن مجید کی تلاوت سماعت کرتے ہوئے ہوا۔ مزار پُرانوار کی جگہ کا انتخاب آپ نے اپنی زندگی ہی میں فرمایا تھا، چنانچہ آپ کی وصیت کے مطابق مجوزہ مقام واقع گنجوٹکر پہاڑی نزد مقبرہ امانی شاہ بابا حیدرآباد میں آپ کی تدفین کی گئی۔ ہر سال ۲۷ محرم الحرام کو آپ کا عرس نہایت عقیدت سے منایا جاتا ہے۔

اہل عقیدت و محبت آج بھی حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

بشکریہ، تذکرہ انوار علمائے اہلسنت سندھ

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت مولانا پیر سیّد نجی اللہ شاہ راشدی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: کاشفِ اسرار نہانی، مقبول بارگاہ رحمانی، مرشد لاثانی معدو جود یزدانی حضرت مولانا پیر سید محی اللہ شاہ راشدی قادری رحمتہ اللہ علیہ مور دفیض ایزدی ہیں۔

حضرت مولانا سید نجی اللہ شاہ بن حضرت مولانا پیر سید نور الحق شاہ راشدی ۲۶ جون ۱۸۹۳ء/ ۱۴ صفر ۱۳۱۳ھ درگاہ پیر جوکوٹ (نور آباد) نزد وگن (تحصیل وارہ ضلع لاڑکانہ سندھ) میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ مولانا پیر سید نور الحق شاہ کے روحانی فیض کی چمک سندھ کے علاوہ بلوچستان تک پھیلی ہوئی ہے خود خاں آف قلات بھی ان کے خاص معتقد تھے۔

تعلیم و تربیت ☆: آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی اس کے بعد علاقہ کے مختلف علماء کی خدمات حاصل کی۔ مولانا کریم داد چانڈیو، مولانا غلام عمر چانڈیو (گوٹھ قائم خان شیخ تحصیل قمبر) اور گڑھی محمد حسن کرتیہ کے مدرسہ میں بھی تعلیم حاصل کی۔ مولانا غلام رسول عباسی (مہتمم مدرسہ دارالفیوض متصل اللہ والی مسجد لاڑکانہ شہر) سے بیڑو چانڈیو میں مولانا سید محمد حسن شاہ عودی (سکھر) سے اور آخر میں مولانا میر محمد جاگیرانی (نورنگ واہ تحصیل قمبر) سے بقیہ کتب پڑھ کر فارغ التحصیل ہوئے۔ بعد فراغت مدرسہ دارالرشاد درگاہ شریف پیر صاحب جھنڈہ دھنی سے دورہ حدیث کیا۔

بیعت ☆: اپنے والد ماجد سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے ان کے انتقال کے بعد شیخ طریقت حضرت مولانا سید احمد خالد شامی رحمتہ اللہ علیہ (مدفون بمبئی) کے ہاتھ پر سلسلہ قادریہ شاذلیہ میں بیعت ہوئے۔

تصنیف و تالیف ☆: پیر نجی اللہ شاہ نے ۱۴ گھنٹے روزانہ کے حساب سے تقریباً ساٹھ برس تک مطالعہ کیا۔ آپ نے وسیع کتب خانہ جمع کیا تھا۔ کتب بینی اور تصنیف و تالیف ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ ان کی چند قلمی تالیفات کے نام درج ذیل ہیں۔

☆ عدیم المثل۔ مختلف سندھی شعراء کا کلام جمع کیا گیا۔ ☆ عدیم النظیر۔ مختلف فارسی شعراء کا کلام جمع کیا گیا۔ ☆ تہذیب الرجال فی خیر الخصال، چار جلدیں، چار ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ ☆ ایھا العلماء الخیر۔ ایھا العلماء السوء۔ ایھا الامراء۔ ایھا الغرباء۔ ایھا المساکین

ان کتابوں میں قرآن واحادیث اور اقوال سلف صالحین کے موضوع کے مطابق مواد جمع کیا گیا ہے۔ ترتیب و تسہیل کا کام باقی تھا کہ پیر صاحب کا انتقال ہو گیا۔

شادی و اولاد ☆: آپ نے تین شادیاں اپنے ہی خاندان میں کیں، ان میں سے چھ بیٹے تولد ہوئے۔ سید صفی اللہ شاہ

مرحوم۔ سید محمد راشد شاہ۔ سید اقبال احمد شاہ۔ سید عصمت اللہ شاہ۔ سید ولی اللہ شاہ۔ سید کلیم اللہ شاہ۔

عقیدت ☆: سالانہ رجبی شریف کے موقعہ پر درگاہ عالیہ راشدیہ پیران پاگارہ حاضری دیتے تھے، حضرت شاہ مردان شاہ اول پیر صاحب کوٹ دھنی، حضرت سید صبغت اللہ شاہ شہید اور موجودہ پیر صاحب پگارہ تینوں کے دور دیکھے اور برابر ہر سال معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجتماع میں شرکت فرماتے تھے اور درگاہ عالیہ مشوری شریف بھی کئی بار شرکت فرمائی حضرت فقیہ اعظم خواجہ محمد قاسم مشوری قدس سرہ سے نہایت عقیدت رکھتے تھے اور ان سے شرعی فتویٰ حاصل کرتے رہتے تھے۔

سیرت و کردار ☆: پیر صاحب کم بولنا، کم کھانا اور کم سونا کے اصول پر عمل پیرا تھے، مستجاب الدعوات تھے۔ محترم امام راشدی رقمطراز ہیں: پیر صاحب مجلس کے دلدادہ تھے ان کی محفل میں قرآن وسنت تصوف اخلاقیات ومسائل فقہ کی باتیں ہوتی تھیں۔ آپ کی محبت سے لبریز باتیں سن کر حاضرین بہت لطف اندوز ہوتے اور روحانی سرور پاتے۔ مریدین ومعتقدین آپ کی صحبت بافیض سے دلوں کو منور کرتے۔ آپ کی تمام عمر یاد الٰہی اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بسر ہوئی۔ وہ فرماتے تھے کہ قریب ومحبت غریب وامیر سے ہے لیکن دوستی زندگی بھر علماء سے کی ہے۔ جن کی نہ صرف قدر کرتا ہوں لیکن ان کی خدمت بھی کی ہے۔ وہ زندگی پر کبھی بھی افسردہ نہیں رہے، وہ فرماتے تھے کہ جس انسان نے اپنی زندگی دنیاداری اور نفس پرستی میں بسر کی وہ مرتے دم تک اپنے کھوئے ہوئے وقت پر افسوس کرتا ہے۔ جسم ضعیف نحیف، داڑھی شریف سفید، سر پر عمامہ، کرتہ پر واسکوٹ پہنتے تھے جس کی جیب میں گھڑی رکھتے تھے، گھڑی کلائی پر نہیں باندھتے تھے۔

تلامذہ ☆: آپ کے نامور شاگرد درج ذیل ہیں:

۱۔ مولوی جان محمد عباسی وہابی (نائب امیر جماعت اسلامی) ۲۔ سید صفی اللہ شاہ راشدی ۳۔ سید محمد راشد شاہ ۴۔ سید اقبال احمد شاہ ۵۔ سید عصمت اللہ شاہ اور آپ کے پوتے۔ ۶۔ سید نور الحق شاہ بن سید محمد راشد شاہ۔ ۷۔ مولوی محمد خان بن مولانا محمد قاسم کلہوڑہ (تحصیل قمبر) وغیرہ

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۳۱ جنوری ۱۹۸۴ء/۱۴۰۴ھ بوقت نماز فجر تسبیح پر ورد پڑھتے ہوئے ہوا۔ اسی روز بعد نماز ظہر، نماز جنازہ ادا کی گئی۔ فقیہ اعظم شیخ المشائخ غوث الزمان تاج العارفین حضرت علامہ مفتی خواجہ محمد قاسم مشوری قدس سرہ نے امامت کے فرائض انجام دیئے۔

آپ کا مزار پُر انوار درگاہ پیر جو کوٹ (متصل وگن ضلع لاڑکانہ میں مرجع خلائق ہے۔ جہاں ہر سال عرس مبارک کی محفل منعقد ہوتی ہے۔ جس میں مریدین معتقدین واجبات کی کثیر تعداد شرکت کرتی ہے۔ چہلم کے موقعہ پر علماء ومشائخ وسادات نے آپ کے تیسرے صاحبزادے محترم سید اقبال احمد شاہ راشدی صاحب کو سجادہ نشین مقرر کیا جس کی رسم دستار فضیلت ہوئی۔

بشکریہ، تذکرہ انوار علمائے اہلسنت سندھ

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت مولانا مفتی محمد خلیل خاں برکاتی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆ : صاحب علم وفضل وکمال، جامع الحسنات وصفات، مرد میدان جاہد وفی سبیل اللہ استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی محمد خلیل خان برکاتی قادری رحمتہ اللہ علیہ آپ اپنے وقت کے متبحر علماء میں سے تھے۔

استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی محمد خلیل خان بن عبد الجلیل خان بن اسماعیل خان لودھی جولائی ۱۹۲۰ء میں ضلع علی گڑھ کی مشہور ریاست دادوں سے ملحق موضع کھریری کے ایک متوسط گھرانے میں پیدا ہوئے۔ عمر چھ روز ہی ہوئی کہ والد ماجد کے سایۂ عاطفت سے محروم ہو گئے۔ دادا صاحب نے پرورش میں حصہ لیا۔ لیکن وہ بھی جلد ہی رخصت ہو گئے جس کے بعد آپ والدہ ماجدہ کے ہمراہ اپنی نھیال ''مارہرہ شریف'' تشریف لے آئے یہاں آ کر والدہ ماجدہ بھی رحلت فرما گئیں۔ ابھی آپ عمر کے اس حصہ کو نہ پہنچے تھے کہ جہاں نیک وبد کا شعور ہو۔ چنانچہ چچا صاحب نے اپنی تربیت میں لیا۔ مفتی صاحب موصوف مارہرہ شریف (ضلع ایٹہ، انڈیا) کے محلہ کمبوہ میں افغان روڈ پر اقامت پذیر ہوئے۔

تعلیم وتربیت ☆ : مارہرہ کے دستور کے مطابق آپ نے بھی انگریزی تعلیم حاصل کی اور اوائل ۱۹۳۴ء میں انگریزی مڈل اچھی پوزیشن میں پاس کیا۔ آپ نے مارہرہ شریف میں اپنی تعلیم کا آغاز فرمانے کے بعد پھر اپنے مولد ''دادوں'' تشریف لے آئے اور تکمیل تعلیم کے لئے نواب ابوبکر خان شروانی کے مدرسہ حافظیہ سعیدیہ میں ۱۳۵۳ھ/ ۹ مارچ ۱۹۳۵ء کو داخل ہوئے اور آخر تک وہیں رہے، دورہ حدیث شریف تک صدر الشریعہ فقیہ اعظم حضرت علامہ مفتی امجد علی اعظمی (مؤلف بہار شریعت) سے پڑھا ۱۹۴۵ء میں فارغ ہوئے۔ مفتی اعظم ہند حضرت مولانا محمد مصطفیٰ رضا خان بریلوی نے سندھ حدیث عطا فرمائی۔ آپ کی سند حدیث کا سلسلہ مفتی امجد علی اعظمی کی وساطت سے بحر العلوم مولانا عبد العلی لکھنوی تک اور مارہرہ شریف کے قطب سید شاہ آل رسول رحمتہ اللہ علیہ (امام احمد رضا خان کے پیرو مرشد) کے واسطے سے حضرت شیخ عبد العزیز محدث دہلوی قدس سرہ تک پہنچتا ہے۔ سند حدیث کے علاوہ مفتی صاحب کے پاس سند قرآن بھی تھی جس کا سلسلہ اکتیس (۳۱) واسطوں سے ساتوں قرآۃ میں حضرت سیدنا عثمان غنی ذوالنورین، حضرت سیدنا علی

المرتضیٰ حیدر کرار، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت اور حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے توسط سے حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ یہ سند آپ کو مرشد گرامی حضرت پیر الحاج سیّد اولادرسول علیہ الرحمۃ سے عطا ہوئی۔

بیعت وخلافت ☆ : زمانہ طالب علمی ہی میں ۱۸، ذوالحجہ ۱۳۵۶ھ/ ۱۹۳۸ء میں تاج العلماء حضرت مولانا الحاج سید اولاد رسول محمد میاں قادری قدس سرہ (رحلت ۱۳۷۵ھ) سجادہ نشین مارہرہ شریف کے دست مبارک پر سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔

حضرت اولادرسول کے انتقال کے بعد ان کے خلیفہ و جانشین احسن العلماء حضرت سید شاہ حسن میاں صاحب برکاتی نے حضرت کے ایماء پر آپ کو سند خلافت عطا فرمائی۔ اس طرح آپ حضرت اولادرسول کے خلیفہ قرار پائے اور اسی لئے برکاتی کہلاتے تھے۔ حضرت جامع المعقول والمنقول شیخ طریقت علامہ الحاج مفتی محمد مصطفیٰ رضا خان بریلوی قدس سرہ نے سلسلہ قادریہ رضویہ میں خلافت سے نوازا۔

پاکستان میں قیام ☆ : فراغت کے بعد آپ مارہرہ شریف میں رہے اور حالات کی کشاکش کی بناء پر آئے۔ کچھ عرصہ میرپورخاص اور پھر کراچی میں ایک سال تک رہے۔ بعدازاں آپ نے ایک پیر بھائی حاجی محمد عمر صاحب برکاتی مرحوم کے مشورے پر حیدرآباد (سندھ) منتقل ہوگئے، جہاں حاجی صاحب موصوف نے مفتی صاحب کے لئے ایک مکان حاصل کرلیا تھا۔

احسن البرکات کا قیام ☆ : جولائی ۱۹۵۲ء میں سید جعفر حسین شاہ صاحب مرحوم کی نگرانی وسرپرستی میں دارالعلوم احسن البرکات کی بنیاد رکھی۔ دارالعلوم حیدرآباد شہر کے وسط میں ہوم اسٹیڈ ہال کی چاڑی پر آج بھی عروج پر ہے اور علم کے پیاسوں کی پیاس بجھا رہا ہے جہالت کی تاریک رات میں علم کی روشنی ہر سو عالم میں بکھیر رہا ہے۔

خطابت ☆ : تعلیم سے فراغت پاتے ہی تدریس وتبلیغ کے امور سونپ دیئے گئے۔ چنانچہ آپ نے تنہا اور مرشد گرامی کی معیت میں ہندوستان کے مختلف صوبوں میں کئی شہروں کے تبلیغی دورے کئے، کچھ عرصہ میرٹھ چھاؤنی میں بحیثیت فوجی مبلغ بھی فرائض انجام دیئے۔ فراغت کے چار سال بعد ۲۹ سال کی عمر میں مرشد گرامی نے خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف کے دارالافتاء میں اہم ذمہ داری دے کر منصب افتاء پر بٹھادیا جہاں سے آپ نے فتویٰ نویسی کا آغاز کیا۔

دوران قیام کراچی میں جامع مسجد کھتری، میٹھادر میں بھی خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ ریڈیو پاکستان حیدرآباد سے تقریباً دس سال سے زیادہ عرصہ تک آپ کی تفسیر نشر ہوئی، جس کے مسودات ریڈیو پاکستان کے ریکارڈ میں محفوظ ہیں اس کے علاوہ بہت سے مختلف مواقع پر آپ کی تقریریں اور مذاکرات بھی نشر ہوئے۔

تلامذہ ☆ : آپ کے تلامذہ کا حلقہ کافی وسیع ہے بعض کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

☆ احسن العلماء حضرت علامہ حسن میاں برکاتی۔ ☆ مفتی غلام محمد قاسمی مہتمم دارالعلوم غوثیہ قاسمیہ کوئٹہ۔ ☆ مفتی محمد دارا قاسمی مہتمم دارالعلوم قاسمیہ خضدار۔ ☆ مولانا صوفی رضا محمد عباسی شیخ الفقہ دارالعلوم احسن البرکات حیدرآباد۔ ☆ مولانا حافظ سعید احمد

قادری مدرسہ غوثیہ رضویہ سعیدیہ بکرا منڈی حیدرآباد۔ ☆ مولانا قاری خیر محمد قاسمی خطیب جامع مسجد شیخ زید لاڑکانہ۔ ☆ مولانا مفتی عبدالرحمٰن قاسمی صدر مدرس مدرسہ جیلانیہ لاڑکانہ۔ ☆ مولانا محمد حسن قلندرانی قاسمی خطیب صدیق اکبر مسجد تلک چاڑی حیدرآباد۔ ☆ علامہ ہدایت اللہ عاریجوی لاڑکانہ

تصنیف وتالیف ☆: مفتی صاحب نے تقریباً ۵۸ تصانیف وتراجم یادگار چھوڑی ہیں جن میں سے نصف شائع ہو چکی ہیں۔

شعروشاعری ☆: مفتی صاحب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد میں ان کی مدحت سرائی کرتے ہوئے نعتیہ شاعری کا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے، آپ کا نعتیہ دیوان ''جمال خلیل'' کے نام سے مطبوعہ ہے اور آپ کا تخلص خلیل ہے۔

سفر حرمین شریفین ☆: آپ نے ذوالحجہ ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء میں پہلی مرتبہ حج بیت اللہ ادا فرمایا اور روضہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضری کی سعادت حاصل کی۔

اٹھارہ سال کے بعد جمادی الآخر ۱۴۰۲ھ/ اپریل ۱۹۸۲ء کو ہندوستان کا تبلیغی دورہ کیا۔

شادی واولاد ☆: آپ نے ۴ ربیع الاخر ۱۳۶۷ھ/ بمطابق ۱۵ فروری ۱۹۴۸ء کو سکندر راؤ ضلع علی گڑھ میں منشی حبیب احمد خان کی دختر نیک اختر نعیم جہاں سے شادی کی۔ جن سے آپ کو سات بیٹیاں اور دو بیٹے ہوئے۔ بڑے صاحبزادے مولانا مفتی احمد میاں حافظ برکاتی قادری ہیں مدرسہ کے مہتمم اور والد صاحب کے جانشین ہیں۔

تحریک پاکستان ☆: آپ نے تحریک پاکستان میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ تحریک پاکستان کا دور حضرت مفتی صاحب کے شباب وجوانی کا دور تھا۔ آپ مارہرہ شریف اور اس کے گردونواح میں ہونے والے مسلم لیگ کے جلسے جلوس میں بڑی دلچسپی سے حصہ لیتے رہے۔ آپ مسلم لیگ کا پرچم اٹھائے ہوئے جلوسوں کے آگے آگے چلتے تھے، کانگریس اور کانگریسیوں کا اپنی تقاریر میں ہمیشہ رد فرماتے اور یوں حصول پاکستان کی تحریک میں بھرپور حصہ لیتے رہے۔

زمانہ طالب علمی میں جب کہ (کانگریسی بیلچہ) ''خاکسار تحریک'' زوروں پر تھی اور اس کا ہر سو چرچا کیا جا رہا تھا جگہ جگہ شہر شہر اس تحریک کے کنوینئر اور اراکین گشت کر رہے تھے، اکابر علماء، قائداعظم اور مسلم لیگ کے خلاف خوب پروپیگنڈہ کیا جا رہا تھا۔ گمراہ کن لٹریچر کی بھرمار تھی، اس دور میں مفتی صاحب نے اس تحریک کے چوبیس نکات کی شدید گرفت کی اور ان کے رد میں رسالہ ''خنجر آبدار بر فرقہ خاکسار'' تحریر فرما کر قوم کو خبردار کیا اور ان سے ہوشیار رہنے کی ہدایت کی۔

سیرت وکردار ☆: مفتی صاحب زمانہ کے ظاہری نمود ونمائش سے بہت متنفر رہتے۔ اپنی تعریف وستائش (خودستائی) بالکل ناپسند تھی۔ آپ بہت سی خوبیوں کے مالک تھے، غرور تکبر سے بہت دور، سادگی، علم سے محبت اور درس وتدریس میں بے حد محنت آپ کی عادت ثانیہ بن چکی تھی۔ آپ نفاست پسند تھے لباس عمدہ اور صاف ستھرا زیب تن فرماتے تھے۔

مولانا محمد حسن قلندرانی اپنے استاد محترم کے متعلق لکھتے ہیں: حضرت انتہائی متقی پرہیزگار انسان تھے، ظاہری اور باطنی اعتبار سے

آپ کی ذات گرامی قابل تقلید تھی، حدیث پاک پڑھاتے ہوئے وضو کی حاجت ہوتی تو فوراً تازہ وضو فرماتے پھر اسباق جاری فرماتے۔ بندہ نے کبھی آپ کی زبان سے کوئی گالی یا ایسا نازیبا لفظ کسی کو کہتے نہیں سنا۔ آپ کئی دنوں سے بہت علیل تھے ایک، روز راقم آپ کے دولت خانہ پر حاضر ہوا۔ حضرت ایک چھوٹے کمرہ میں استراحت فرمارہے تھے، ہمیں دیکھ کر اٹھ کر بیٹھ گئے۔ سلام وکلام کے بعد ہم طلباء پاؤں کو دبانے لگے۔ چند منٹ کے بعد آپ بے چین سے ہو گئے اور آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور فرمایا: بیٹا! مجھے معاف کرنا ممکن ہے میں نے تمہیں کبھی ڈانٹا ہو۔ ہم نے عرض کیا حضرت! آپ تو ہمارے والدین سے بھی بڑھ کر ہمارے لئے عظیم ہیں آپ ہمارے استاد ہیں آپ ہمیں معاف کریں ہم سے ضرور کوتاہیاں ہوئی ہوں گی۔

مفتی صاحب اپنی رائے میں بڑے صائب تھے ایک بار جو قول فرمادیا کبھی اس سے رجوع کی ضرورت پیش نہ آئی، امام احمد رضا خان قادری محدث بریلوی قدس سرہ سے آپ کو والہانہ انسیت ومحبت تھی یہی وجہ ہے کہ آپ کی تحریر میں جگہ جگہ رضویت کی تازہ بہار دکھائی نظر آتی ہے۔

ایک مرتبہ حجام بال بنانے آیا تو مدرسے میں پانی نہ تھا حجام نے کہا ''میں مسجد سے پانی لے آتا ہوں'' فرمایا کہ نہیں مسجد کا پانی مسجد ہی میں استعمال کرنا چاہیے، اس لئے تم مسجد سے پانی نہ لاؤ بلکہ کل آنا کل مدرسے میں پانی ہوگا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۲۸، رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ بمطابق ۱۸ جون ۱۹۸۵ء وقت مغرب ۶۵ سال کی عمر میں ہوا۔ حضرت مفتی محمد وقارالدین قادری، نے نماز جنازہ پڑھائی۔ ۲۹ رمضان شریف کو ظہر کے وقت عارف کامل والئی حیدر آباد کراچی حضرت سخی سید عبدالوہاب شاہ جیلانی قدس سرہ کی درگاہ عالیشان کے صحن میں آپ کو مدفن نصیب ہوا۔

بشکریہ، تذکرہ انوار علمائے اہلسنت سندھ

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت علی محمد قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆ : پیر طریقت، مرد حقیقت آگاہ، عارف ربانی، مرشد لاثانی، حضرت علی محمد قادری رحمتہ اللہ علیہ سراج السالکین ہیں۔
آپ کی ولادت باسعادت ارائیں برادری کے ایک نیک سیرت اور عظیم بزرگ جناب چوہدری ستار محمد قادری علیہ الرحمۃ کے گھر بھاگ پور کی علمی اور روحانی بستی میں ۱۳۲۳ھ بمطابق ماہ اکتوبر ۱۹۰۵ء میں ہوئی آپ کے آباؤ اجداد قلعہ روہتاس جہلم کے قرب و جوار میں سکونت پذیر تھے۔ وہاں سے ہجرت کر کے دریائے جہلم کے مشرقی کنارے پر شمال کی جانب مقیم ہوئے۔

یہاں آ کر آپ کے خاندان نے باغبانی کا پیشہ اپنا لیا جس کی وجہ سے یہ بستی ارائیاں مشہور ہوگئی۔ آپ کے خاندان میں مذہب اسلام کی تعلیم کا گہرا اثر تھا جس کی وجہ سے خاندان کا پورے کا پورا ماحول مذہبی اور روحانی تھا اسی بنیاد پر آپ کے خاندان کے بہت سے افراد اپنے زمانے کے بہترین صوفی بزرگ اور درویش گزرے ہیں۔

ایک وقت ایسا آیا کہ آپ کے خاندان کے چند افراد دریائے جہلم کے مشرقی کنارے پر واقع بستی ارائیاں سے ہجرت کر کے باغ پور تشریف لے آئے اور جب اس بستی میں ذکر و فکر کی محفلیں شروع ہوئیں اور روحانی سلسلہ کا دور دورہ ہوا تو وہ بستی باغ پور کی بجائے بھاگ پور شریف کے نام سے منسوب و مشہور ہوگئی۔

آپ کے خاندان کے دوسرے بزرگوں کے علاوہ آپ کے والد گرامی جناب حضرت ستار محمد قادری علیہ الرحمۃ بھی اپنے وقت کے عظیم بزرگ اور درویش ہو گزرے ہیں۔ گھر کے مذہبی علمی اور روحانی ماحول کے پیش نظر آپ کی پرورش اور تربیت بھی اسی طرز پر ہوئی جس کی وجہ سے آپ کا بچپن دوسرے بچوں سے مختلف اور الگ تھلگ گزرا۔

تعلیم و تربیت ☆ : ایام طفولیت میں آپ بہت ہی سادہ اور کم گو تھے۔ بچپن سے ہی علوم تصوف کی جانب آپ کی طبیعت راغب و مائل تھی۔ شریعت و طریقت کا پورا پورا اہتمام فرماتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ نے سکول میں داخل ہونے کے بعد جلد ہی سکول چھوڑ دیا تھا چونکہ طبیعت کا میلان اس جانب نہ تھا بلکہ آپ کی منزل کچھ اور تھی۔

سیرت و کردار ☆ : آپ انتہائی نیک سیرت باکردار اور بلند حوصلہ نیک عابد و زاہد متقی و پرہیزگار عبادت و ریاضت میں

یگانہ روزگار تھے۔ تلاوت قرآن اور نماز روزہ کی پابندی آپ کا شعار تھا۔ طبیعت میں سادگی اس درجہ کی تھی کہ اپنے مریدین اور عقیدت مندان کی خدمت اپنے ہاتھ سے کرتے بسا اوقات مریدین وعقیدت مندان کو چارپائی پر بٹھاتے اور خود نیچے چٹائی پر تشریف فرما ہوتے تھے۔ آپ خلق محمدی ﷺ کا عملی نمونہ تھے۔ بناوٹ تصنع ریاکاری اور دکھلاوے سے سخت نفرت تھی۔ انسانیت میں آپ کامل درجہ کے انسان تھے سخاوت کا عالم یہ تھا کہ دروازے پر آنے والا مہمان کسے باشد کوئی ہو اس کی حد سے زیادہ تواضع فرماتے تھے۔ مانگنے والے سائل کو اس کے مانگنے کا سوا یعنی زیادہ عطا فرماتے تھے۔ تمام عمر اپنی زبان اپنے ہاتھ اور جسم سے کسی کو تکلیف نہ پہنچنے دی۔ بلکہ زندگی بھر ہر ممکن کوشش کی کہ ہو سکے تو کسی کا بھلا کر دیا جائے۔ آپ اسوۂ محمدی ﷺ کا کامل واکمل نمونہ تھے۔

بیعت وخلافت ☆: آپ کے خاندان کے اکثر افراد بالخصوص آپ کے والد گرامی حضرت نیک محمد قادری علیہ الرحمۃ المعروف صوبیدار مخدوم صاحب کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف تھے۔ اس لئے وہ آپ کو بھی اپنے ہمراہ آستانہ عالیہ قادریہ جو ہدہ شریف ڈومیلی ضلع جہلم میں حضرت نیک محمد قادری المعروف صوبیدار مخدوم صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں لے گئے۔ حضرت نیک محمد قادری نے آنے والے وقتوں کے شہباز کی پرواز کو دیکھتے ہوئے آپ کو اپنے دست مبارک پر بیعت سے مشرف فرمایا اور کچھ عرصہ کے بعد سلسلہ عالیہ قادریہ میں خرقۂ خلافت عطا فرما کر صاحبِ مجاز وارشاد کیا۔ اور کلمہ طیبہ کے ذکر کا اِذن عطا فرمایا۔

ذوق مطالعہ ☆: مرشد کامل کے عشق اور تصوف کی کتابوں کے مطالعہ نے عالم شباب میں ہی آپ پر روحانی ذوق وشوق کا رنگ چڑھا دیا اور آپ پر علم لدنی کے اسرار ورموز کھل گئے۔

ایک مرتبہ آپ جہلم شہر تشریف لے گئے تو آپ نے جہلم کے کتب خانے سے مثنوی حضرت بوعلی قلندر پانی پتی علیہ الرحمۃ کا ایک نسخہ خریدا۔ اس کے مطالعہ سے آپ کو حضرت بوعلی شاہ قلندر علیہ الرحمۃ سے حد درجہ عقیدت ہوگئی اور حضرت قلندر کے عشق میں ہمہ وقت غرق رہنے لگے۔ بالآخر وہ وقت آیا کہ حضرت بوعلی شاہ قلندر نے ایک مرتبہ روحانی طور پر آپ کے سامنے اپنے جلوے کا اظہار فرمایا اور آپ کو سینے سے لگایا اور باطنی فیوض وبرکات سے مالا مال کیا اور آپ کو روحانی فیضان عطا فرما کر اپنے سلسلہ میں لوگوں کو بیعت کرنے کا حکم دیا۔ آپ حضرت بوعلی شاہ قلندر علیہ الرحمۃ کی زندہ کرامت ہیں۔ آپ کو ذات الٰہی کے عرفان کا تاج حضرت بوعلی شاہ قلندر علیہ الرحمۃ نے ہی پہنایا تھا۔ آپ کی محافل میں حضرت بوعلی شاہ قلندر علیہ الرحمۃ کی روحانی تجلی اور خوشبو موجود رہتی تھی۔ آپ فارسی میں حضرت بوعلی شاہ قلندر علیہ الرحمۃ کا کلام بڑی ترنم اور پُرسوز انداز میں پڑھتے تھے اور فارسی سے نابلد حضرات کو اس کا پنجابی اور پوٹھواری اور اُردو زبان میں ترجمہ کر کے بتایا کرتے تھے۔

حضرت بوعلی شاہ قلندر سے عشق ☆: جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ آپ کو حضرت بوعلی شاہ قلندر علیہ الرحمۃ سے حد درجہ عشق ومحبت تھی۔ اسی کے باعث آپ اپنے پاس آنے والوں کو فرماتے تھے کہ اگر منزل پر چلنا چاہتے ہو تو حضرت بوعلی قلندر علیہ الرحمۃ کی مثنوی شریف اور ان کے کلام کا مطالعہ کیا کرو۔ آپ بذات خود بھی اپنے کلام کا آغاز اور اختتام حضرت بوعلی شاہ قلندر علیہ الرحمۃ کے کلام سے فرماتے تھے۔

حضرت بوعلی شاہ قلندر علیہ الرحمۃ کے مثنوی کے بارے میں آپ کا خیال ہے کہ تصوف کی کتب میں اس سے بڑھ کر کوئی کتاب نہیں۔
آپ اکثر فرماتے تھے کہ مجھے اس مثنوی کے مطالعہ کی بدولت ہی مالک حقیقی نے بے شمار فیوض و برکات سے نوازا ہے۔
آپ فرماتے ہیں کہ کلام قلندر کو عقیدت و عشق سے اگر پڑھا جائے تو خدا کی ذات کا عشق ملتا ہے اور عشق ایک عظیم نعمت ہے جو کچھ عشق سے حاصل ہوتا ہے کسی اور عمل سے حاصل نہیں ہوتا۔ آپ کے نزدیک زمان و مکان کا فاصلہ کوئی فاصلہ نہیں ہے۔

بھاگ پور سے نقل مکانی اور مشاہدات☆: آپ عہد جوانی میں ہی موضع بھاگ پور سے نقل مکانی کر کے اپنے آبائی علاقہ آرائیاں تشریف لے گئے اور اپنے رہنے کے لئے ایک قدیم طرز پر مکان تعمیر کروایا اور وہیں رہائش اختیار کر لی اور اپنے آبائی پیشہ باغبانی میں مصروف ہو گئے اور وہاں پر لگے ہوئے پہلے سے موجود باغات کی نگرانی میں مصروف رہنے لگے۔ باغبانی کے دوران آپ کو مشاہدات فطرت کے بے شمار مواقع ملے اور آپ پر قدرت الٰہی کے بے شمار اسرار گل و برگ کی زبانی کھلے۔ جو آپ کی زبان ترجمان سے اشعار کی صورت میں جاری ہوتے۔ اسی طرح آپ کو شاعری کا شوق پیدا ہوا آپ بہت پختہ کلام لکھتے تھے۔ اور اپنا تخلص ساقی لکھتے تھے۔

باغبانی اور سرکاری ملازمت☆: آپ باغبانی کے شعبہ میں انتہائی درجہ کی دلچسپی رکھتے تھے اور اس سلسلہ میں اپنے والد گرامی کی معاونت فرماتے تھے۔ جاتلاں ہیڈ ضلع میر پور آزاد کشمیر سے جنوبی سمت کی جانب محکمہ انہار کا ایک دلفریب باغ ہے جو عہد انگریز میں سرکاری افسروں اور مہمانوں کے لئے لگایا گیا تھا۔ اس باغ میں انواع و اقسام کے ملکی اور غیر ملکی پھول اور بل کھاتی ہوئیں پھولدار بیلیں جو خوبصورت دروازوں پر لپٹی ہوئی ہیں گھاس کے سرسبز لان اور اس کے اردگرد طرح طرح کی سبزیاں ایک کنواں اور برطانوی طرز کا ریسٹ ہاؤس آج بھی عہد رفتہ کی یاد کو تازہ کئے ہوئے ہے۔ یہ باغ آپ کے چچا چوہدری امام الدین علیہ الرحمۃ جو کہ بزرگ شخص تھے کی محنت و فن باغبانی کا شاہکار تھا۔ آپ کے چچا چونکہ محکمہ انہار کے ملازم تھے اور عرصہ دراز سے اس باغ کی دیکھ بھال آرائش و زیبائش میں مصروف تھے۔ جب ان کا انتقال ہو گیا تو محکمہ کے اعلیٰ افسروں کی نگاہ نے اس باغ کی نگرانی کے لئے آپ کا انتخاب کیا۔

آپ نے ۱۹۳۴ء میں اپنے چچا کی جگہ اس باغ کی نگرانی کے لئے سرکاری ملازمت اختیار کی اور عرصہ ۴۰ برس تک نہایت تندہی اور جانفشانی سے اپنے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ علاقہ کے لوگ اکثر آپ کو مالی صاحب کے لقب سے پکارا کرتے تھے۔ بالآخر ۴۰ برس کے بعد آپ ملازمت سے فارغ ہوئے اور واپس اپنے گھر تشریف لے آئے۔

شادی و اولاد☆: آپ نے تین شادیاں کیں جن میں سے پہلی بیوی کے ساتھ گھریلو الجھنوں کی وجہ سے علیحدگی ہو گئی۔
جبکہ دوسری زوجہ آپ کی ہم مزاج نیک سیرت و پابند صوم و صلوٰۃ تھیں۔ اُن کے بطن سے چھ بچے تولد ہوئے۔ جن میں سے ایک بچپن میں ہی اللہ کو پیارا ہو گیا تھا۔ پھر اچانک آپ کی زوجہ محترمہ بھی آپ کے کندھوں پر پانچ بچوں کی دیکھ بھال اور تعلیم و تربیت کا بوجھ ڈال کر داغ مفارقت دے گئیں۔ اسی دوران آپ کے خاندان کے بہت سے قریبی عزیزوں کا بھی انتقال ہوا اور ان کے بچوں کی پرورش

اور تربیت کا بوجھ بھی آپ پر آن گرا۔ ان بے شمار مسائل سے نمٹنے کے لئے آپ کو ایک مخلص اور مستقل معاون کی ضرورت تھی۔ جس کی بنا پر آپ کو تیسری شادی کرنا پڑی۔ تیسری زوجہ کے بطن سے خدا نے آپ کو دو بیٹیاں اور تین بیٹے عطا فرمائے۔ مگر تیسرے بیٹے کی ولادت کے عین موقع پر آپ کی تیسری اہلیہ محترمہ کا بھی انتقال ہو گیا اور چند دنوں کے بعد آپ کا وہ معصوم بچہ بھی اپنی والدہ سے جا ملا۔ اب چونکہ پہلی بیوی سے پیدا ہونے والے بیٹے جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ چکے تھے اس لئے آپ ان کی شادیوں وغیرہ میں مصروف ہو گئے۔

حضرت سائیں سید محمد قادری سے عقیدت و محبت ☆: حضرت سائیں سید محمد قادری رحمتہ اللہ علیہ سے آپ کو والہانہ عقیدت و محبت تھی وہ عظیم درویش اور صوفی بزرگ تھے وہ بھی آپ کی ذات سے بہت پیار و محبت فرماتے تھے۔ آپ اکثر سائیں سید محمد قادری علیہ الرحمۃ کے پاس تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ سائیں صاحب نے آپ کو تسخیر کا ایک عمل بتایا اور عملیات کی اہمیت وفضیلت بیان کی تو آپ نے صاف طور پر انکار فرما دیا اور فرمایا کہ سائیں جی میرا قلب اپنے مرشد کے بتائے ہوئے ورد۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ میں مصروف ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے اب مزید کوئی عمل یا ورد یا وظیفہ اختیار کرنا میرے بس میں نہیں ہے۔ یہ غیر متوقع جواب سن کر سائیں صاحب پہلے تو متعجب ہوئے پھر کچھ دیر توقف کے بعد بولے۔ دیکھو بیٹا علی محمد بے شک تمہارا وظیفہ بہت افضل و اعلیٰ ہے اور اسی طرح تمہارا صدق بھی بے مثال ہے۔ میری اتنی استطاعت نہیں کہ تمہیں کچھ دے سکوں۔ ہو سکے تو میرے لئے دعا کر دیا کرنا۔

مختلف بزرگان اور ان کے کلام سے محبت ☆: آپ برصغیر پاک و ہند کے مختلف بزرگان دین اور ان کے کلام سے محبت فرماتے تھے جن میں حضرت مولانا جلال الدین رومی حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی حضرت مصلح الدین شیخ سعدی شیرازی حضرت حافظ شیرازی حضرت سلطان باہو قادری حضرت سید محمد معین الدین چشتی اجمیری حضرت بوعلی شاہ قلندر پانی پتی حضرت بابا بلھے شاہ قادری سائیں محمد بوعلی گجراتی حضرت میاں محمد بخش عارف کھڑی حضرت وارث شاہ اور حضرت ڈاکٹر علامہ محمد اقبال رحمتہ اللہ علیہم اجمعین سے گہری عقیدت و محبت تھی آپ نے ان کے کلام کا بغور مطالعہ کیا اور اپنی گفتگو کے دوران ان بزرگوں کا کلام خصوصیت سے پڑھتے تھے ان کے علاوہ آپ نے گرو گوبند مہاراج، تلسی داس، بھگت کبیر، دادو کالی داس اور گورو نانک مہاراج کے کلام کا بھی بغور مطالعہ کیا۔

آپ کی زندگی کے آخری ایام ☆: ۱۹۷۴ء کے دوران ریسٹ ہاؤس جاتلاں کو بند کر دیا گیا تھا اور آپ ۴۰ برس تک ملازمت کے بعد سبکدوش ہو گئے تھے۔ اس کے بعد جاتلاں میں ہی اپنی تعمیر کردہ۔ چوہدری مارکیٹ میں شام تک بیٹھتے یہاں آپ کے صاحبزادگان کی دکانیں بھی تھیں آپ نے اپنی زندگی کے آخری گیارہ سال چوہدری مارکیٹ، جاتلاں میں ہی گزارے آپ تادم آخر تندرست اور صحت مند رہے تمام عمر آپ نے کسی سے کوئی خدمت نہیں لی۔ بلکہ ہر کسی کی خود خدمت کی۔ آپ کے خدام کو اس بات کا ہمیشہ دکھ اور افسوس رہے گا۔

آپ کی قلمی و علمی خدمات ☆: آپ کو نوعمری میں ہی شاعری میں کمال حاصل تھا آپ کا تخلص ساقی ہے۔ آپ مثنوی کا معنیٰ اور مطالب ثنائے خداوندی فرماتے تھے۔ سی حرفی رموز العشق، بحر العشق، مجموعہ سی حرفی، رموز العشق مثنوی آپ کی مشہور اور معروف

تصانیف اور یادگار ہیں شراب محبت ایک بیانیہ نظم ہے یہ کتاب آپ کی زندگی کے آخری ایام میں شائع ہوئی۔

آپ کے ارشادات وملفوظات ☆: آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ بروں کے ساتھ بھلائی سے پیش آؤ۔ اس لئے کہ اللہ کو بھلائی پسند ہے۔

نمبر۲ ☆: آپ فرماتے ہیں کہ دیدار الٰہی کے لئے نفسانی خواہشات پر قابو پانا اور ہوس دنیا کو ترک کرنا ضروری ہے۔

نمبر۳ ☆: آپ اکثر اپنے مریدوں اور عقیدت مندوں کی مدد فرماتے اور بچوں سے پیار کرتے اور حقوق نسواں کی حمایت کرتے تھے۔

نمبر۴ ☆: آپ روایتی پیری مریدی کے خلاف اور مریدوں سے شرینی نذر نیاز وصول کرنے والے شخص کو ناپسند فرماتے تھے۔ آپ کا سلسلہ طریقت حضرت بوعلی شاہ قلندر کی طریقت کا عکاس ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اولاد کے لئے پیر ومرشد والدین اور بیوی کے لئے اس کا شوہر ہوتا ہے۔ ہمارے پاس تو ذکر اور دعا ہے۔

نمبر۵ ☆: آپ فرماتے ہیں کہ عشق الٰہی میں انسان کو ذات الٰہی کے سوا ہر شے سے گزر جانا چاہیے۔ دنیا کی محبت اور دنیاوی محبوب کی کوئی حقیقت نہیں ان سے گزر جانا ہی بہتر ہے۔

نمبر۶ ☆: آپ اپنے حلقہ احباب کو اکثر طلب مولیٰ کی تاکید فرماتے تھے آپ کا فرمان ہے کہ طلب سے جستجو اور جستجو سے حصول مقصد پیدا ہوتا ہے۔

نمبر۷ ☆: آپ فرماتے ہیں کہ خدا کی یاد اجر خدا کی محبت ہے اور خدا کی محبت کا اجر خدائی کی یاد ہے۔

نمبر۸ ☆: آپ فرماتے ہیں کہ زندگی کے ہر واقعہ کے تین مقامات ہوتے ہیں ایک تو بظاہر جسے آنکھ دیکھ سکتی ہے۔ دوسرا مقام غور وخوض سے منکشف ہوتا ہے جبکہ تیسرا مقام بساط انسانی کے بس کا کام نہیں۔

نمبر۹ ☆: آپ فرماتے ہیں کہ بے شک ترک دنیا کا آسان طریقہ یہی ہے کہ تم دنیا میں رہو مگر دنیا تم میں نہ رہے۔

نمبر۱۰ ☆: آپ فرماتے ہیں کہ اہل اللہ کی نسبت وصحبت سے رزق کا کم وبیش ہونا ممکن ہے مگر ان کے صبر وشکر اور ایثار ووفا کی تعلیم اتنی بابرکت ہے کہ انسان کو کوئی کمی محسوس نہیں ہوتی۔

نمبر۱۱ ☆: آپ فرماتے ہیں کہ پیر اور مرید میں اس وقت سلسلہ فیض ختم ہو جاتا ہے کہ جب پیر متکبر اور مرید مشرک ہو جائے۔

نمبر۱۲ ☆: آپ فرماتے ہیں کہ حرام کے رزق سے پیٹ بھی نہیں بھر سکتا۔ مگر رزق حلال ہر کمی کو پورا کر دیتا ہے۔

نمبر۱۳ ☆: آپ فرماتے ہیں کہ فقر کی تین بنیادیں ہیں۔ (۱) طلب صادق۔ (۲) تصور شیخ۔ (۳) دفود ذکر باقی سب کچھ بحث وتکرار ہے۔

نمبر۱۴ ☆: آپ فرماتے ہیں کہ لاکھوں انسانوں کے اجتماع میں اگر سوال کیا جائے کہ تم میں سے کوئی ایسا ہے جسے بھوک نہ ہو۔ اس کے جواب میں صرف درویش ہی ہاتھ بلند کر کے جواب دے گا اللہ کا دیا سب کچھ ہے۔

نمبر۱۵ ☆: آپ اکثر فرماتے تھے کہ اہل اللہ کے قرب سے یا تو خواہش نفسانی پوری ہو جاتی ہے یا پھر دل سے نکل جاتی ہیں۔

نمبر۱۶☆: حوادثات اور مصائب درویش کی تعمیر کرتے ہیں اگر وہ ذکر وفکر میں قائم رہے اگر وہ گمراہ ہو جائے تو اسے تباہ کر دیتے ہیں۔

نمبر۱۷☆: آپ فرماتے ہیں کہ مشکل وقت میں کوئی ایسا شخص کام آ جاتا ہے جو وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتا۔ بے شک یہ اللہ کی طرف سے مدد ہوتی ہے۔

نمبر۱۸☆: آپ فرماتے ہیں کہ حزن وغم کا تعلق ماضی سے ہوتا ہے جو دل کو متاثر کرتا ہے اور خوف کا تعلق مستقبل سے ہوتا ہے جو عقل کو متاثر کرتا ہے۔ اے درویش دماغ وذہن میں تصور شیخ اور دل میں ذکر اللہ آباد کرتا کہ ان کو یہ مقامات مل ہی نہ سکیں۔

نمبر۱۹☆: آپ فرماتے ہیں کہ جب تک کوئی زندہ ہے دائرہ امتحان میں ہے۔

نمبر۲۰☆: آپ فرماتے ہیں کہ انسان اگر کسی دوسرے انسان سے اپنی بات نہ منوا سکے تو اس کی ہی بات مان لے ممکن ہے کہ وہی حق پر ہو۔

نمبر۲۱☆: آپ اکثر فرماتے تھے کہ میں اُس سے بہت خوش ہوں جو میرے پاس اللہ کی محبت لے کر آئے اور مجھ سے اللہ کی محبت لے کر رخصت ہو۔

کشف وکرامات☆: آپ کرامات کو فضل الٰہی قرار دیتے تھے جس پر انسان کو کوئی قدرت حاصل نہیں۔ آپ کے نزدیک یہ نمود ونمائش مردان خدا کو زیب نہیں دیتی۔ اسی لئے آپ اپنی کرامات کی تشہیر پسند نہیں فرماتے تھے۔ جیسا کہ حضرت بوعلی شاہ قلندر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ **برکرامت ہائے خود شیخا ملاف**۔ آپ کی کرامات سے آپ کا مقام معلوم ہوتا ہے کہ آپ کس پائے کے ولی کامل تھے۔

نمبر۱☆: آپ میت کو زیادہ دیر تک رکھنے کے حق میں نہیں تھے اور قول رسول خداﷺ کے مطابق کہ میت کو دفن کرنے میں جلدی کرو کے مطابق عمل پیرا تھے۔ مگر آپ کے وصال باکمال کے بعد آپ کے بیرون ممالک میں چند عزیز واقارب اور عقیدت مندان نے کہا کہ ہمارا انتظار کئے بغیر میت کو دفن نہ کیا جائے۔ چنانچہ نماز جنازہ کے بعد آپ کو لحد میں اتار دیا گیا اور چند پڑیاں رکھ کر منہ کی جانب سے قبر کھلی رکھ دی گئی اور ان اعزاز کا انتظار ہونے لگا مگر اسی دوران آپ کی برادری کی ایک خاتون کے انتقال کی خبر مشہور ہوگئی۔ اس لئے آپ کو فوراً پڑیاں رکھ کر دفن کر دیا گیا۔ جب آپ کو دفن کر کے اس میت والے گھر پہنچے تو وہ خاتون ہوش میں آ گئیں۔ مگر اگلے روز انتقال کر گئیں۔

نمبر۲☆: آپ تصویر بنانے کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ آپ کے عقیدت مندوں نے آپ کے سفر آخرت کی تصویریں بنائیں۔ جب فلمیں دھلنے کے لئے گئیں تو تمام پرنٹ صاف تھے ایک بھی تصویر نہ بنی۔ یہ دونوں آپ کی کرامات تھیں۔ ان معاملات کو دیکھ کر بہت سے لوگوں کو آپ کے مقام ولایت کا علم ہوا۔ جنازہ میں شامل بہت سے بزرگ ایسے بھی تھے جو یہ کہہ رہے تھے کہ ہمیں جنازہ کا بذات خود بابا جی نے بتایا ہے اور انہوں نے بلایا ہے ورنہ ہمیں تو جنازہ کے بارے میں کوئی علم نہ تھا۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال مورخہ ۱۴ نومبر بمطابق یکم ربیع الاول شریف ۱۴۰۶ھ ۱۹۸۵ء بوقت تہجد ہوا۔ آپ کا جنازہ جاتلاں سے آپ کے آبائی گاؤں ارائیاں ضلع جہلم لا کر دفن کیا گیا۔ مزار شریف موضع آرائیاں میں مرجع خاص و عام ہے جہاں اہل عقیدت ومحبت آج بھی حاضری دے کر اپنے دامنوں کو گوہر مراد سے بھرتے ہیں۔

قطعۂ تاریخ سال وصال

ظفر کارہ مرشد آں چوں فرد گزاشت — ایں عدد زتاختہ قادر۔ دل خون ظنم

۱۴۰۶ھ۔۱۹۸۵ء

ذات شبد'' ''بشیدا وا رخش ہائے تجلی — کزما رحلتش سال شش مدد دہ چہار

۱۴۰۶ — ۱۹۸۵

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت پیر سیّد لعل حسین شاہ گیلانی قادری رحمۃ اللہ علیہ

تعارف ☆ پروردۂ نگاہ لطفِ رسول مدنی، فخر خانوادۂ گیلانیہ، زیب وزیّن ومسند غوثیہ، ترجمان سلسلہ عالیہ قادریہ قدوۂ ارباب کمال، زبدۂ اصحاب قال وحال، جامع کمالات انسانی، معدن فیوضات رحمانی، والئ کشورِ ولایت، سلطان الطریقت، گنج حقیقت، برہان شریعت، حضرت پیر سیّد لعل حسین شاہ گیلانی قادری رحمۃ اللہ علیہ خورشید سپہر ہدایت وولایت ہیں،

آپ کی ولادت باسعادت موضع سبّن شریف نزد بہارکہو ضلع اسلام آباد میں وقت کے عظیم صوفی وعارف کامل حضرت سیّد گل حسین شاہ علیہ الرحمتہ کے گھر ہوئی، آپ کے اجداد موضع سونک کلاں گجرات کے رہنے والے تھے وہاں سے ہجرت کر کے موضع سبن شریف سیداں علاقہ مری راولپنڈی سے بیس میل دور ایک پہاڑی علاقہ نزد بہارا کہو ضلع اسلام آباد میں سکونت اختیار کی، یہیں حضرت سید پیر لعل حسین گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

آپ کی والدہ ماجدہ کا نام نامی اسم گرامی سیّدہ فضل النساء بنتِ حضرت سیّد کریم حیدر شاہ مشہدی ہے اس طرح آپ اجداد کی طرف سے گیلانی اور والدہ ماجدہ کی طرف سے مشہدی سادات سے متعلق ہیں۔

آپ نے ابتدائی تعلیم گھر پر ہی والدِ گرامی اور والدہ ماجدہ سے حاصل کی، بعد ازاں مزید دینی اور دنیاوی تعلیم کی غرض سے تھانہ روات کے معروف علاہ موضع بسالی شریف جہاں آپ کے خاندان کے بہت سے گھرانے آج بھی آباد ہیں، میں تشریف لے گئے اور سکول میں داخل ہو کر علوم کے حصول میں کوشاں رہے، دورانِ تعلیم آپ کی لیاقت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے۔ کہ آپکے اساتذہ آپ کی ذہانت طبع پر ناز کرتے تھے، پورے سکول میں آپکی شرافت وسیادت، لطافت ولیاقت کے چرچے زبان زد خاص وعام تھے، ایک طالب علم سے لیکر اساتذہ تک آپکو قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور دل وجان سے احترام کرتے تھے۔

ملازمت وترک ملازمت ☆ ابھی آپ زیر تعلیم ہی تھے کہ آپ کو 1929ء میں نیوی کی ملازمت مل گئی۔ اور اپنی ذہانت اور لیاقت طبع کی بنا پر آہستہ آہستہ ترقی کرتے ہوئے چیف پیٹی افسر کے عہدے تک جا پہنچے۔

چونکہ آپ کو خداوند قدوس نے سرکار ملازمت کے لئے نہیں پیدا کیا تھا، بلکہ اپنی عبادت وریاضت اور خلق اللہ کی رُشد وہدایت

کے لئے پیدا کیا تھا، ملازمت کو ابھی صرف 16-17 برس ہوئے تھے، کہ کسی غیبی اور روحانی قوت کی طرف سے خطاب ہوا کہ تمہاری تخلیق کا مقصد انگریز کی نوکری نہیں بلکہ اپنے روحانی وعلمی ورثہ کی حفاظت اور مخلوق خدا کی خدمت ہے۔

آپ نے اس غیبی آواز پر لبیک کہتے ہوئے 1936ء میں نوکری سے استعفیٰ دیا اور اپنے گھر واقع سبن شریف سیداں نزد بہارا کہو تشریف لے آئے۔

دوران ملازمت کے واقعات وکرامات ☆ دوران ملازمت آپکی یونٹ اور شیکشن کے احباب جن میں مسلمان اور انگریز آپکی راست گوئی، سچائی، عبادت وریاضت، زہد وتقویٰ ورع، علم وعرفان کو دیکھ آپ کا دل وجان سے احترام کرتے تھے، اپنے گھریلو مسائل پیش کر کے انکے حل کے لئے دعا کے طالب ہوتے، آپ انکے مسائل کے حل کے لئے جب دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو مالک کریم انکی مشکلات آسان فرما دیتا تھا، دیہی وہ وجہ تھی کہ ملازمت کے دوران مسلمان اور انگریز اور دیگر غیر مسلم اقوام آپکو عقیدت واحترام سے دیکھتی تھیں۔ جب ان کو یہ علم ہوا کہ آپ نوکری چھوڑ کر گھر واپس تشریف لے جارہے ہیں تو وہ آپکے قدموں میں گر گئے اور عرض کرنے لگے حضور آپ کے بغیر ہمارا کون ہمارا ہے کہ جس پر آپ چھوڑ کر جارہے ہیں، آپ نے فرمایا کہ میں غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی اولاد ہونے جہاں بھی رہوں گا تمہارے ساتھ ہی نظر آؤں گا، مالک کریم نے بے پناہ وسعتوں اور برکتوں سے مالا مال کیا ہوا ہے، یہ کہکر آپ نے مصلّٰی سمندر کے پانی پر ڈال دیا اور پانی پر بچھے ہوئے مصلّے پر کھڑے ہو کر نماز پڑھنا شروع کر دی۔

یہ دیکھ کر تمام مسلمان اور انگریز افسران حیران وششدرہ رہ گئے، کہ پانی لہریں اور سمندر کا پانی بھی اللہ کے ولی کے قبضہ واختیار میں ہے، وہ تمام قدموں میں گر گئے ایک عاشق صادق نے اس موقع پر فی البدیہہ شعر کہا۔

مرشد نے میرے بچھایا مصلّٰی بنا فرش پانی

یہ تلووں کی عظمت عیاں حسنِ کردار سے ہے

نوکری سے استعفیٰ دینے بعد گھر آ کر عبادت وریاضت اور خدمت خلق اللہ میں مشغول ہو گئے۔ تھوڑے ہی دنوں میں دور دور تک آپکی عبادت وریاضت، ولایت وکشف وکرامات کے تذکرے جا بجا گونجنے لگے، لاتعداد افراد حاضر خدمت ہو کر فیض پانے لگے، علم وعرفان کے متلاشی جھولیا بھر بھر کر جانے لگے۔

چونکہ آپ کا علاقہ راولپنڈی سے دور اور مین سڑک سے تقریباً 6-7 کلومیٹر پہاڑی اور پیدل راستہ ہے آپ نے لوگوں کی سہولت کے لیے راولپنڈی شہر کے عین وسط ڈھوک کھبہ میں ایک قطعہ زمین حاصل کر کے آستانہ غوثیہ قادریہ اور جامع مسجد قادریہ کی بنیاد رکھی تعمیر کے کام کا آغاز خدا کے توکل پر شروع کرا دیا، دیکھتے ہی دیکھتے بہت جلد خانقاہ معلّٰی اس سے ملحق برآمدے، لنگر خانے، تعمیر ہو گئے، اپنی ذاتی رہائش کے لیئے کشادہ گھر الگ تعمیر کروایا، خواتین کے لیے باپردہ الگ حویلی قائم کی گئی، جامع مسجد قادریہ کا بلند وبالا مینار وہ مسجد کا مین ہال برآمدہ پھر نمازیوں کے وضو کے لیئے پانی کا معقول انتظام وانصرام آپکی ترجیحات میں شامل رہی۔

بیعت وخلافت ☆ آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اویسی طریقہ پر حضرت پیران دستگیر، محبوب سبحانی، قطب ربانی غوث الصمدانی

السیدنا ابو محمد محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے دست گرفتہ ہیں،

جبکہ ظاہری بیعت حضور غوث پاک کے دربار کے سجادہ نشین السیدّ نا شرف الدین بغدادی کے ہاتھ پر اختیار کی اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز ہوئے،

حج بیت اللہ وزیارت روضہ رسول کریم ﷺ ☆1949ء میں آپ حضور پیران پیر دستگیر السیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے باطنی حکم پر حج بیت اللہ کی ادائیگی کے لئے تشریف لے گئے، حج بیت اللہ کے بعد مدینہ منورہ میں زیارت روضہ رسول کریم ﷺ کی حاضری کے لئے تشریف لے گئے۔ حج بیت اللہ شریف سے فارغ ہو کر واپس آنے لگے تو خادم الحرمین نے آپ کے دربار سے منسلک مسجد کی بنیاد کے لیئے خانہ کعبہ کا ایک پتھر عطا فرمایا جو آج بھی مسجد کی محراب میں دفن ہے۔ چند ماہ قیام کے بعد آپ بغداد شریف کی حاضری کے لیئے روانہ ہوئے۔

غوث الثقلین کی بارگاہ میں حاضری وانعام ☆1949ء میں ہی زیارت حرمین شریفین کے بعد آپ بغداد شریف میں حضرت پیران پیر دستگیر رضی اللہ عنہ کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر ہوئے، اور حضور غوث پاک کے فیض وانعام سے باطنی طور پر مستفیض ہوئے۔

قیام بغداد شریف کے دوران ایک دن درگاہ غوثیہ بغداد شریف کے سجادہ نشین حضرت شیخ السیدنا شرف الدین بغدادی نے خدام کے ذریعے آپ کے اپنے خاص خلوت خانے میں بلوایا، حسب الحکم آپ جب انکی خدمت میں حاضر ہوئے تو سجادہ نشین بغداد شریف نے فرمایا کہ ادھر آؤ اور ہمارے ساتھ ہمارے برابر سجادہ پر بیٹھو یہ ارشاد سن کر آپ نے انتہائی عاجزی وانکساری سے عرض کیا حضور میں آپ کو غلام ہوں، آپ کی برابری نہیں کر سکتا، اس کے باوجود سجادہ نشین صاحب نے دوبارہ حکم دیا تو آپ نے پھر وہی جواب دہرایا، تیسری مرتبہ سجادہ نشین صاحب نے آپ سے فرمایا اَلْاَمْرُ فَوْقَ الْاَدبْ اور فرمایا کہ تم ہمارے بھائی ہو، ہمیں حضور غوث پاک نے آپ کے بارے حکم دیا ہے، ہم نے انکے حکم کے تحت ہی آپ کو سجادہ پر بیٹھنے کا کہا ہے۔

اور پھر مجھے بارگاہ غوث الاعظم سے یہ بھی حکم ملا ہے کہ میں تمہیں اپنے ہاتھ پر بیعت کروں اور تمہیں دستار خلافت سے نواز کر صاحب ارشاد کروں۔

چنانچہ یہ حکم سنتے ہی آپ اُنکے برابر سجادہ پر تشریف فرما ہوئے بعد ازاں انہوں نے آپکو اپنے ہاتھ پر شریف بیعت بخشا اور دستار وخرقہ خلافت سے سرفراز فرما کر صاحب ارشاد ومجاز فرما دیا۔

اس کے بعد آپ دو مرتبہ بغداد شریف تشریف لے گئے، تیسری مرتبہ کی حاضری کے بعد بغداد شریف سے واپس آ کر غوث پاک کے باطنی حکم سے راولپنڈی کو چھوڑ کر سندر شریف لاہور تشریف لے گئے، وہاں بھی خانقاہ معلیٰ اور دربار شریف، مسجد ومدرسہ کی تعمیر کروائی، بعد از وصال وہیں آپ کی تدفین عمل میں لائی گئی،

شجرہ طریقت

آپ کا شجرہ طریقت درج ذیل ہے

فضل کر یارب محمد مصطفٰے کے واسطے
سید کونین شاہ انبیاء کے واسطے

مشکلیں کر حل میری مشکل کُشا کے واسطے
کربلائیں ردّ میری علیؓ شیر خدا کے واسطے

یا الٰہی تیری ہی رضا پر تا ابد قائم رہوں
حضرت شاہ حسینؓ شہید کربلا کے واسطے

یا الٰہی سعادت دارین کر مجھ کو نصیب
حضرت امام زین العابدینؓ پارسا کیواسطے

یا الٰہی اپنی الفت سے مجھے سرشار کر
حضرت امام باقرؓ کبیرالاولیاء کے واسطے

یا الٰہی رحمت وفضل وکرم کے بخش گنج
حضرت امام جعفر صادق گنج بقا کے واسطے

یا الٰہی علم باطن کیجئے مجھ کو عطا
حضرت موسیٰ کاظم باحیا کے واسطے

یا الٰہی اہلبیت پاک کا سایہ رہے سر پہ سَدا
حضرت علی رضا صاحب رضا کے واسطے

یا الٰہی معرفت کے کھول دے اسرار سب
حضرت معروف کرخیؒ پیر ہُدیٰ کے واسطے

یا الٰہی کاسا وصال سے مجھے مدہوش کر
حضرت سِرّی سقطیؒ صاحب علا کے واسطے

یاالٰہی راز کُنتُ کنزاً کر مجھ پر منکشف
حضرت جنید قاسم شمس الاولیاء کے واسطے

یا الٰہی کر عطا مجھ کو اپنی حقیقت کی سمجھ
حضرت ابوبکر شبلی اہل الوریٰ کے واسطے

یا الٰہی رکھ شریعت میں مجھے ثابت قدم
حضرت عبدالواحدؒ تمیمی خوش ادا کے واسطے

یا الٰہی میں شریعت کے اصولوں پر چلوں
حضرت ابو فرحؒ طرطوسی باصفا کے واسطے

یا الٰہی احدیث کے جام کر مجھ کو عطا
حضرت ابوالحسن علی صاحب عطا کے واسطے

یاالٰہی اپنی نارِ عشق میں میرے نفس کو کردے فنا
حضرت ابو سعیدؒ مقتداء کے واسطے

بردر غوث الوریٰ گردن کو میری دے جھکا
حضرت غوث اعظم عبدالقادر حق نما کے واسطے

نفس وشیطان پر فتح دے تو مجھ کو اے خُدا
حضرت عبدالرزاق جمال الاولیاء کے واسطے

بخش دے عِصیاں میرے یا الٰہ العٰلمین
حضرت ابو صالح نصیرؒ با اتقیا کے واسطے

کر مجھے سیراب یارب اپنے قرب کے وجدان سے
حضرت شہاب الدینؒ شاہ دوسرا کے واسطے

یا الٰہی حُبّ دُنیا سے مجھے ہر دم بچا
شاہ شرف الدین یحیٰی باُدعا کے واسطے

یا الٰہی نعمت عرفان سے اپنے مجھ کو مالا مال کر
شاہ شمس الدین محمدؒ ملکِ بقا کے واسطے

یا الٰہی رنج وغم اور فِکر سے آزاد کر
شاہ علاوالدین علی شمس الہدیٰ کے واسطے

یا الٰہی سُنّت خیرالوریٰ پر رہوں ثابت قدم
شیخ بدر الدین حُسین بدرالدجیٰ کے واسطے

یا الٰہی نعمتِ صبروقناعت کر مجھ کو عطا
شیخ محی الدین یحیٰؒ باصفا کے واسطے!

یا الٰہی کر مجھے مقبول اپنے فضل سے
شاہ شرف الدین قاسمؒ پیشوا کے واسطے

یا الٰہی نفسِ امارہ کو بھی کردے کاملہ
شاہ شمس الدین شمس الاولیاء کے واسطے

یاالٰہی غلبہ شیطانیت سے دے مجھ کو نجات
شاہ محمد بخشش بے انتہا کے واسطے

یا الٰہی ہو پاک میری زندگی بابندگی
حضرت فرج اللہ صاحب رہنما کے واسطے

یا الٰہی بندگی کا عرفان ہو مجھ کو نصیب
شاہ محمودؒ کبیرالاولیاء کے واسطے

یا مالٰہی دونوں عالم میں مجھے تو شاد رکھ
حضرت عبدالرزاقؒ بے خطا کے واسطے

یا الٰہی کر حضوری میں مجھے تو اپنے قبول
شیخ سیّد عبدالقادر پر ضیاء کے واسطے

میں ہوں عاصی اے خُدا تو پردہ رکھ لے میرا
سیّد سُلطانؒ سُلطان الاولیاء کے واسطے

شہ سوار عرصہ لاہوت پیر دستگیرؒ
حضرت سیّد عبداللہ شاہؒ باصفا کے واسطے

یاالٰہی حق کہوں حق سنوں اور حق پر قائم رہوں
حضرت سید عبداللہ شاہؒ باصفا کے واسطے

یا الٰہی بخش مجھ کو اپنی قدرت کا کمال
حضرت عبدالقادرؒ پیشوا کے واسطے

یا الٰہی کر مجھے عشق محمد مصطفیٰؐ سے بہرہ ور — شیخ کامل مصطفیٰ صاحب وڑی کے واسطے

مطلع انوارِ حق کلید بردار روضہ غوثؒ الوریٰ — شیخ سید شرف الدینؒ احمد رہنما کے واسطے

شہنشاہ بزمِ قادر عارف اسرار حق — محسن دین و دُنیا مظہر انوار حق

آشنائے رازِ حق دانائے سِرِّ لَا اِلٰہ — واقف سرِ ہُو فقر کی جائے پناہ

نور احدیث سے جو برملا بھر پور ہے — جس کی نگاہ ناز قصہ کوہ طور ہے

دُرِّ شاہ علیؓ جگر گوشہء بتولؓ — سیدالسادات اولاد آل رسولؐ

غوث اعظم کے ہیں نائب لقب بدرالدینؒ ہے — مہر جدّی کے ہیں وارث اور حسن کی تصویر ہیں

اسم پاک لعل حسین مشہور ہے در جہاں — منبع اسرار حق واقفِ اسرار یزداں

کچھ وسیلہ ہی نہیں رکھتا سوا اس ذات کے — ہو دُعا مقبول یارب اس نورالہدیٰ کے واسطے

بے نظیر و بے عدیل وے بے مثال — حضرت خلف الرشید صاحب فضل وکمال

منبع جودو کرم علم وعمل کے بادشاہ — عارف اسرار حق بخشش بے انتہا

صاحب شانِ ولایت گم کردہ راہ کے راہنما — طالبان راحق نما بر مریدان ظِلّ اِلٰہ

اسم گرامی رفاقت حسین نور نظر لعل حسین — الملقب چن پیر سیّد سخی سبط حسین

صاحب اخلاق حسنہ اور ہیں روشن ضمیر — نائب بزم قادر حضرت سیّد سخی چن پیر

ہوں تشنہ کام بے نوا کر مجھ کو سیراب یا خُدا — ہو دل منور بھی میرا اس بادشاہ کے واسطے

نکلے زبان سے لَا اِلٰہ ہو قلب کی اِلَّا اللّٰہ صدا — ہو کرم سب پر اے خدا ان اہل الوریٰ کے واسطے

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی رَسُوْلِ خَیْرِ خَلْقِہٖ وَنُوْرِ عَرْشِہٖ سَیِّدِ نَاوَمولٰنا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَوْلِیَاءِ اُمَّتِہٖ وَسَائِرِاَھْلِ سُنَّتِہٖ وجَمَاعَتِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ ☆

وصال باکمال☆ ۱۴۰۶ ہجری 1986ء کو ہوا۔ مزار پرانوار سُندر شریف لاہور میں مرجع خلائق عام ہے۔ جہاں آج بھی حاضری

دیگر اہل عقیدت و محبت منہ مانگی مُرادیں پا رہے ہیں۔

آپ کے بعد آپ کے جانشین وولی عہد حضرت پیر سید رفاقت حسین شاہ گیلانی المعروف چن پیر شاہ صاحب مدظلہ العالی بڑے ہی احسن انداز میں سلسلہ عالیہ کی خدمت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ حضرت پیر سید چن پیر شاہ صاحب ظاہری و باطنی حسن و جمال اور علم و عمل کی دولت سے مالا مال ہیں اور اپنے اسلاف کی جیتی جاگتی تصویر ہیں۔ مالک کریم نے آپ کو جس قدر صفات سے نوازا اگر یوں کہہ دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ کہ آپ جامع الصفات والحسنا تو کمالات ہیں۔ سادگی آپ کا طرۂ امتیاز اور حسن اخلاق میں آپ کی ذات بے مثال ہے۔ گفتگو میں نہایت ہی دھیمہ لہجہ اور پیار محبت کی چاشنی شامل ہوتی ہے۔ جب کوئی دکھی یا دُنیا کا ٹھکرایا ہوا شخص آپ کے سامنے اپنے درد بیان کرتا ہے۔ تو آپ کے جواب دینے سے پہلے اُس کے درد میں آدھے سے زیادہ کمی واقع ہو جاتی ہے۔ جناب حضرت سید چن پیر شاہ انتہائی لگن اور محنت و دیانت سے آستانہ عالیہ قادریہ غوثیہ دھوکھبہ اور اُس سے ملحقہ جامع مسجد قادریہ اور دربار شریف پر آنے والے خواتین و حضرات سائلین وزائرین و عقیدمندان اور لنگر غوثیہ کی خدمت کا فریضہ انتہائی ذمہ داری سے نبھا رہے ہیں۔ آپ کے انتظام وانصرام کو دیکھ کر ہر ذی شعور یہ کہنے پر مجبور ہے کہ حضرت چن پیر شاہ صاحب نے آستانہ عالیہ غوثیہ قادریہ دھوکھبہ راولپنڈی اور آستانہ عالیہ قادریہ غوثیہ سُندر شریف لاہور کا جانشین ہونے کا صحیح معنوں میں حق ادا کر دیا ہے۔

فقیر راقم الحروف کا حضرت سید چن پیر شاہ صاحب مدظلہ العالی سے عاشقِ رسول مخدوم و محترم عزت مآب جناب مرزا محمد شفیق قادری صاحب کی معرفت تعلق اور واسطہ ہے۔ مرزا محمد شفیق صاحب کی معرفت کئی مرتبہ آپ کے سالانہ عرس مبارک کے علاوہ بھی دربار عالیہ پر حاضری کی سعادت حاصل ہے۔ فقیر نے حضرت چن پیر شاہ صاحب کو پیار محبت اور حسن اخلاق کا ایک کوہ گراں پایا ہے۔ دُعا ہے مالک کریم حضرت چن پیر شاہ صاحب کے علم و عمل عرفان و فیضان نے لافانی برکتیں پیدا فرمائیں اور ان کا سایہ تا دیر غلامانِ غوث اعظم کے سروں پر قائم و دائم رکھے۔ آمین ثم آمین!

رہے آستاں سلامت رہے برقرار شاہی

حضرت شیخ الحدیث مولانا تقدس علی خان قادری رحمۃ اللہ علیہ

تعارف ☆: عالم ومتکلم ومحدث، بحراسرار ومعدن حقائق ومعارف، مدرس مسائل عشق وعرفان، محدث حقائق وجدو بیان، بلبلہ طالبان، غزالئ صحرائے الوہیت، حضرت مولانا الحاج تقدس علی خان بریلوی، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری محدث بریلوی کے چچازاد بھائی الحاج سردار ولی خان (مدفون پیر جو گوٹھ) کے فرزند ارجمند تھے۔ رجب المرجب ۱۳۲۵ھ بمطابق اگست ۱۹۰۷ء میں خانقاہ رضویہ قادریہ محلہ سوداگراں بریلی شریف (یوپی، انڈیا) میں تولد ہوئے۔ مولانا حسنین رضا خان نے آپ کا تاریخی نام ''تقدس علی خان'' (۱۳۲۵ھ) رکھا۔

تعلیم وتربیت ☆: آپ نے ابتدائی تعلیم مولانا خلیل الرحمٰن بہاری، مولانا ظہور الحسن فاروقی مجددی (صدر مدرس مدرسہ عالیہ رامپور) اوران کے صاحبزادے مولانا نور حسین سے حاصل کی۔ متوسط کتب درس نظامی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے بھتیجے حضرت حسنین رضا خان (ابن حضرت مولانا حسن رضا خان بریلوی مؤلف ذوق نعت) سے پڑھیں اوراعلیٰ تعلیم حضرت مولانا رحم الٰہی، مولانا عبدالمنان، مولانا عبدالعزیز اور صدرالشریعہ مولانا مفتی امجد علی اعظمی (مؤلف بہار شریعت) سے حاصل کی اور تکمیل حجۃ السلام مولانا مفتی حامد رضا خان بریلوی سے کی، انہوں نے آپ کو درسیات کے علاوہ درمختار کا مقدمہ بھی پڑھایا اور فتویٰ نویسی کی مشق بھی کرائی۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی سے آپ نے ''شرح جامی'' کا خطبہ پڑھا۔

بعد میں محدث اعظم حضرت مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد فیصل آبادی علیہ الرحمۃ اور دیگر بہت سے اکابر علماء نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے بالواسطہ شرف تلمیذ حاصل کرنے کے لئے اسی خطبہ کا درس آپ سے لیا۔

۱۳۴۵ھ میں دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف سے آپ درس نظامی سے فارغ التحصیل ہوکر سند الفراغ حاصل کی۔ آپ دوران تعلیم ہی اس دارالعلوم کے نائب مہتمم مقرر ہوئے اور آپ کی نگرانی میں مشہور علماء کی دستار فضیلت ہوئی۔

بیعت وخلافت ☆: مولانا تقدس علی خان ۱۳۳۲ھ میں امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ بیعت ہوئے جب کہ آپ کی عمر صرف سات سال تھی۔ مولانا مفتی حامد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو خاندان قادریہ اوراد و وظائف کی اجازت دیکر اپنا مجاز فرمایا اور خرقہ خلافت عطا فرمایا۔ نیز اپنے ہاتھ میں آپ کا ہاتھ لے کا مصافحہ فرماتے ہوئے حدیث مصافحہ'' سنائی جو کہ سات واسطوں سے حضور پرنور سید عالم ﷺ تک پہنچتی ہے۔ اور قطب مدینہ شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد ضیاء الدین مدنی قادری قدس سرہ نے بھی اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔

سفر حرمین شریفین ☆: ۱۳۶۷ھ آپ نے بغداد شریف، کاظمیہ شریف، کربلا معلٰی و نجف الشرف، میں مزارات مقدسہ حاضری کی سعادت حاصل کی۔ ۱۳۶۸ھ/۱۹۴۹ء میں پہلا حج ہندوستان سے کیا پھر پاکستان ۱۳۸۸ھ/۱۹۶۸ء میں دوسری ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء میں تیسرہ مرتبہ حج کیا۔ ۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء سے تا وصال آپ مسلسل ہر سال ماہ رمضان المبارک میں عمرہ وزیارت کی سعادت سے بہرہ ور ہوتے رہے۔

درس وتدریس ☆: تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد دا العلوم منظر اسلام بریلی شریف میں تدریس شروع کی اور اس کا مادہ تدریس تقدس علی'' (۱۳۴۸ھ) استخراج کیا گیا۔ یہاں بے شمار علماء آپ سے فیضیاب ہوئے۔ حضرت حجتہ السلام کے وصال کے بعد آپ دار العلوم کے مہتمم مقرر ہوئے۔ اس کے علاوہ جامعہ نظامیہ حیدر آباد دکن اور الہ آباد یونیورسٹی کے ممتحن بھی رہے اور الہ آباد یونیورسٹی میں آپ نے علوم شرقیہ کے امتحانات کا سلسلہ شروع کرایا۔ پچیس سال کا عرصہ بریلی شریف میں پڑھانے کے بعد آپ ۱۳۷۱ھ/۱۹۵۱ء میں کراچی (پاکستان) تشریف لے آئے اور در العلوم امجدیہ میں قیام پذیر رہے۔

۱۳۷۲ھ/۱۹۵۲ء میں مفتی اعظم پاکستان شیخ الحدیث حضرت مفتی محمد صاحبداد خان جمالی رحمتہ اللہ علیہ کی کوششوں سے سید مردان شاہ راشدی المعروف پیر صاحب پگارہ نے درگاہ شریف راشدیہ پیران پاگارہ کے متصل صاحب آستانہ کے نام مقدس امام العارفین، غوث العالمین، تیرہویں صدی کے مجدد برحق، محی السنۃ۔ ماحی البدعۃ، شیخ الشیوخ، سند الکاملین حضرت خواجہ سید محمد راشد المعروف حضرت پیر صاحب روزے دھنی قدس سرہ الاقدس (رحلت ۱۲۳۴ھ) سے منسوب ''جامعہ راشدیہ'' کا افتتاح کیا۔ (جو کہ دربار مقدس پر برسوں سے قائم تھا لیکن انگریز جب سندھ پر قابض ہوئے تو اس دربار مقدس کے مریدین کو نشانہ بنایا جو کہ سندھ میں لاکھوں کی تعداد میں بستے ہیں اور تاریخ میں ''حر تحریک'' کی خدمات روز روشن کی طرح عیاں ہیں، اس تحریک نے انگریز سے جہاد کیا انگریز نے اس درگاہ مقدس کو زبردست نقصان پہنچایا درگاہ اور مدرسہ کو سیل کیا موجودہ پیر صاحب پگارہ اور ان کے بھائی جو کہ ان دنوں چھوٹے بچے تھے کو روپوش کر کے انگلستان لے گئے اور ان کے والد ماجد امام انقلاب، بطل حریت، شمشیر بے نیام، شیخ طریقت حضرت

پیر سید محمد صبغت اللہ شاہ راشدی قدس سرہ کورات کی تاریکی میں خفیہ طور پر حر تحریک کے جانباز سرفرشوں سے ڈرتے ۔شہید کردیا) اس جامعہ کے پہلے شیخ الجامعہ پیکر تقدس حضرت علامہ مفتی تقدس علی خان رضویؒ مقرر ہوئے اور تاحیات اسی منصب جلیل پر فائز رہے۔آپ نے ساٹھ سال کی تدریسی فرائض سرانجام دیئے اور ایک عالم کو سیراب کیا۔

تلامذہ ☆: آپ کے بکثرت تلامذہ ملک و بیرون ملک کالجوں یونیورسٹیوں اور دینی مدارس و مساجد میں دین اسلام مسلک حقہ اہل سنت و جماعت کی تبلیغ وترویج اوراشاعت میں مصروف ہیں۔ چند ممتاز تلامذہ کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

☆ برادر اصغر مفتی اعجاز ولی خان بریلوی سابق شیخ الحدیث دارالعلوم نعمانیہ لاہور۔ ☆ مولانا عبدالمصطفیٰ اعظمی سابق شیخ الحدیث دارالعلوم فیض الرسول براؤن شریف (انڈیا)۔ ☆ مولانا مفتی سید محمد افضل حسین قادری سابق شیخ الحدیث جامعہ قادریہ فیصل آباد۔ ☆ مفکر اسلام رئیس التحریر علامہ ارشد القادری مہتمم جامعہ نظام الدین اولیاء دہلی۔ ☆ مولانا اشفاق حسین نعیمی مفتی اعظم جودھپور (انڈیا)۔ ☆ مولانا رجب علی مفتی نان پارہ ریاست (انڈیا)۔ ☆ حضرت مولانا قاضی دوست محمد صدیقی المعروف مولانا بلبل سندھ لاڑکانہ۔ ☆ مولانا محمد ابراہمی خوطتر صدیقی خطیب مانچسٹر (انگلینڈ)۔ ☆ حضرت مولانا محمد صالح قادری سابق مہتمم جامعہ راشدیہ درگاہ شریف۔ ☆ مناظر اسلام مفتی عبدالرحیم سکندری مہتمم مدرسہ صبغۃ الھدیٰ شاہ پور چاکر سندھ۔ ☆ مفتی محمد رحیم سکندری مہتمم جامعہ راشدہ (مترجم: کنزالایمان سندھی)۔ ☆ مولانا مفتی در محمد سکندری شیخ الحدیث ومہتمم مدرسہ صبغۃ السلام سانگھڑ سندھ۔ ☆ مفتی غلام قادر سکندری سابق مدرس جامعہ راشدیہ۔ ☆ استاد العلماء مولانا صوفی علی شیر سکندری مہتمم مدرسہ حزب الاسلام تلو بھانڈو۔ ☆ مولانا مفتی عبدالحمید مرحوم سابق خطیب جامع مسجد نواب شاہ سندھ۔ ☆ مناظر اہل سنت مولانا محمد قاسم مصطفائی مہتمم مدرسہ انوار مصطفیٰ میرپور ماتھیلو سندھ

خطابت ☆: آپ نے مدینہ مسجد پیر جو گوٹھ (ضلع خیرپور میرس سندھ) میں چوبیس (۲۴) سال خطابت کروائی اور پھر عمر بھر اسی مسجد شریف میں ذمہ داری نبھاتے رہے۔

تحریک پاکستان میں آپ کی سیاسی خدمات ☆: آپ نے تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا، مراد آباد سنی کانفرنس (منعقدہ ۴، اکتوبر ۱۹۳۹ء) میں آپ نے شرکت کی۔اس موقع پر حجۃ السلام مولانا حامد رضا خان بریلوی اور مولانا سید فتح علی شاہ قادری کھروٹہ سیداں ضلع سیالکوٹ (پنجاب) نے اپنے خطابات میں دوقومی نظریہ کی اہمیت و افادیت واضح کی۔(سنی کانفرنس ص ۹ کراچی) آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس (۲۷ تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۲ء) میں آپ اپنے برادر اصغر مولانا مفتی اعجاز ولی خان کے ہمراہ شریک ہوئے۔اس کانفرنس میں برصغیر کے دو ہزار سے زائد علماء مشائخ اور لاکھوں عوام اہل سنت نے فیصلہ دیا کہ پاکستان

بن کر رہے گا۔ اور اگر قائداعظم محمد علی جناح اس تحریک سے دست بردار بھی ہو گئے تو علماء و مشائخ اس کی باگ دوڑ سنبھال کر منز
مقصود تک پہنچائیں گے۔

تصنیف وتالیف ☆: علامہ تقدس علی خان کو درس وتدریس سے عشق تھا اور عشق کی آبیاری میں دن رات طلباء کی تعلیم
تربیت پر توجہ دی۔ اس لئے تصنیف و تالیف کے لئے وقت کم ملا۔ آپ کی بعض قلمی تصانیف ہندوستان میں رہ گئی یا ضا
ہوگئیں۔ پاکستان آنے کے بعد بعض کتب پر تقاریظ وتصدیقات کی، چنانچہ حجتہ السلام حضرت امام محمد غزالی قدس سرہ کی تزکیہ نفس کے
موضوع پر بلند پایہ کتاب کا بلند پایہ اردو ترجمہ کیا۔

☆ مکاشفتہ القلوب از : امام غزالی مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱۹۷۶ء

عادات وخصائل ☆: کتاب انوار علمائے اہل سنت کے مصنف حضرت علاہ پیر سید زین العابدین شاہ راشدی مد
العالی اپنی کتاب میں حضرت علامہ پروفیسر علامہ پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب مدظلہ کے ایک مکتوب کے حوالے سے رقمطراز ہیں
حضرت علامہ مفتی تقدس علی خان رحمتہ اللہ علیہ سے پہلی ملاقات کی تقریب یہ ہوئی کہ ۱۹۷۳ء کے لگ بھگ فقیر کو امام احمد رضا رحمتہ اللہ
علیہ کے آثار علیہ پر مشتمل حضرت علامہ محمد ظفر الدین بہاری رحمتہ اللہ علیہ کی تالیف ''المجمل المعدد لتالیفات المجدد'' کی سخت ضرور
تھی، معلوم ہوا کہ ایک مطبوعہ پرانا نسخہ حضرت علامہ صاحب کے پاس ہے۔ فقیر نے خط لکھا، چند روز کے بعد غریب خانے پر ایک سا
لباس بزرگ تشریف لائے، ایک گھنٹے مکان تلاش کرتے رہے، پسینہ پسینہ ہو گئے ان بزرگ نے جب اپنا تعارف کرایا تو معلوم ہوا
یہی بزرگ حضرت علامہ تقدس علی خان تھے، فقیر نادم وشرمسار ہوا کہ حضرت علامہ کتاب لے کر خود غریب خانے پر تشریف لائے اور فق
کو سرفراز فرمایا۔ یہ تھی ان کی بے مثال شفقت اور علم پروری (آج یہ چیز علماء میں عنقا نظر آرہی ہے)

حضرت علامہ سے یہ پہلی ملاقات تھی اس کے بعد ملاقاتیں ہوتی رہیں، حضرت نے از راہ کرم امام احمد رضا کے چالیس پچا
مطبوعہ رسائل بھی مستعار عنایت فرمائے اور ایک قدیم مطبوعہ نسخہ ''دوامع الحمیر'' کا بھی عطا فرمایا، یہ نہایت اہم تاریخی اور سیاسی دستاو
ہے جس سے علماء اہل سنت کی مساعی جمیلہ کی تفصیلات کا علم ہوتا ہے''۔

ان نایاب رسائل کے حصول کے بعد پروفیسر صاحب کو رضویت پر کام کرنے میں آسانیاں اور معلومات میں وسعت ہوئی۔

حضرت علامہ بڑے مدبر اور متحمل مزاج تھے، ایک کرم فرما کی شادی میں تشریف لائے، فقیر بھی موجود تھا، ازدہام کی وجہ سے
صاحب خانہ عاجز ہو گے اور تین بجے سہ پہر تک کھانا پیش نہ کیا جاسکا۔ مگر حضرت علامہ نے کچھ نہ فرمایا بلکہ مجلس علماء میں اپنی خوش طبع
سے سب کے دل خوش کرتے رہے۔

آپ نے ایک ملاقات میں ڈاکٹر مسعود احمد صاحب کو بتایا کہ امام احمد رضا نے ایک رسالہ حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی مجدد الف ثانی قدس سرہ النورانی پر بھی لکھا تھا، جس کا عنوان تھا، اطائب الھتمانی فی مجدد الالف ثانی'' (۱۳۲۵ھ)، علامہ محمد صدیق ہزاروی ایک مضمون میں رقمطراز ہیں۔ بظاہر انکا قد چھوٹا تھا لیکن وہ کتنی قد آور شخصیت تھے کہ بڑے بڑے سرو قدان کے سامنے سرنیاز خم کردیتے تھے، علم وفضل، زہد وتقویٰ اور خوش خلقی وملن ساری، سادہ مزاد اور سادگی پسند جیسی صفات عالیہ سے ان کی زندگی مزین تھی۔ مولانا حامد رضا بریلوی آپ کے ماموں، استاد، سسر اور مرشد کریم تھے۔

وصال باکمال ☆ : حضرت علامہ تقدس علی خان کی ۲۱، فروری ۱۹۸۸ء بمطابق ۲ رجب ۱۴۰۸ھ بروراتوار ۸۱ سال کی عمر میں پیر جوگوٹھ میں طبیعت ناساز ہوئی، رات کی گاڑی سے کراچی روانہ ہوئے، اگلے روز صبح سات بجے کراچی پہنچے، ہسپتال میں طبی امداد دی گئی، مگر افاقہ نہ ہوا، گردوں نے کام کرنا بند کردیا پونے بارہ بجے مدینہ منورہ کی کھجور تناول فرمائی، آب زم زم شریف نوش فرمایا، لب پر ذکر شریف جارتھا اپنے ایک ارادت مند سے فرمایا ''سورہ یسین شریف سناؤ''۔ سورہ یسین شریف سنائی جارہی تھی، جب سورت ختم ہوئی تو کلمہ شریف پڑھا، اپنے ایک عقیدت مند ڈاکٹر عبدالغفار صاحب کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھامے ہوئے بارہ بج کر دس منٹ پر عازم خلد بریں ہوئے۔

غسل وکفن کے بعد عصر کی نماز کے بعد نماز جنازہ آرام باغ لے جایا گیا اور نماز مغرب کے بعد مولانا مفتی وقار الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ (شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ کراچی) نے نماز جنازہ پڑھائی۔

اگلے روز (۲۳ فروری) صبح پونے چھ بجے جسد اطہر پیر جوگوٹھ لے کر پہنچے۔ ساڑھے نو بجے حضرت علامہ مفتی محمد رحیم سکندری نے حضرت قبلہ عالم امام العارفین قدس سرہ کہ روضہ مبارک کے زیر سایہ نماز جنازہ کی امامت فرمائی، ساڑھے دس بجے اپنے والد ماجد کے پہلو میں محو خواب ابدی ہوئے۔

بشکریہ، تذکرہ انوار علمائے اہلسنت سندھ

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ محمد یونس خان آفریدی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: شریعت وطریقت کے روشن چراغ، غرق شہود ذات مطلق، مست الست نغمات بے ساز، غواص بحر حقیقت و معرفت آشنائے رموز وکنایات معراج، حضرت خواجہ محمد یونس خان آفریدی قادری رحمتہ اللہ علیہ آپ مقتدائے اہل بصیرت ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۲۰ھ بمطابق ۱۶ دسمبر ۱۹۰۲ء کو ولی العصر قطب زماں حضرت حاجی محمد اسماعیل خان آفریدی علیہ الرحمتہ کے گھر واقع فیروز آباد، آگرہ انڈیا میں ہوئی۔

آپ کے آباؤ اجداد کابل کے پٹھان آفریدی قبیلے سے تعلق رکھتے تھے، آپ کے مورث اعلیٰ قیصر خان احمد شاہ ابدالی کی فوج کے سالار تھے، پانی پت کی دوسری لڑائی میں قیصر خان نے اپنی عسکریت کے وہ جوہر دکھائے کہ احمد شاہ ابدالی کو فتح نصیب ہوئی۔ اسی فتح کے انعام کے طور پر قیصر خان کو اعتماد پور کے نزدیک موضع پنواڑی میں جاگیر عطا کی گئی تھی، یوں کابل کا یہ آفریدی خاندان موضع پنواڑی میں کاشت کاری کرنے لگا۔

آپ کا پورا گھرانہ مذہبی اور علمی وجاہت کا حامل تھا۔ آپ کے والد گرامی نے کاشت کاری کی طرف توجہ دینے کی بجائے سرکاری ملازمت آگرہ میں اختیار کر لی، انہی دنوں حضرت خواجہ محمد یونس خان آفریدی کی ولادت باسعادت ہوئی۔

آپ تین بھائی تھے بڑے بھائی کا نام محمد یعقوب آفریدی، منجھلے آپ بذات خود اور تیسرے بھائی کا نام ڈاکٹر شکیل اشرف آفریدی تھا۔ ابھی آپ کی عمر عزیز صرف آٹھ برس کی تھی کہ والدہ ماجدہ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔

آپ نے ۱۹۱۳ء میں باقاعدہ تعلیم کا آغاز کیا، سب سے پہلے قرآن مجید حفظ کیا۔ اس کے ساتھ ہی اسلامیات میں محیر العقول دسترس حاصل کی۔ اس اسلامی تعلیم اور قرآنی علوم کے حصول وعبور پر آپ کو وقتاً فوقتاً بیش بہا انعامات واعزازات بھی ملتے رہے۔

۱۹۱۵ء میں سکول میں داخل ہو کر درسی تعلیم میں اپنا معیار ہمیشہ بلند رکھتے ہوئے مڈل، میٹرک میں وظائف اور میڈل حاصل کئے، ایف۔ اے، بی۔ اے کی تعلیم علی گڑھ یونیورسٹی سے حاصل کی۔ پھر روحانیت اور تصوف کی جستجو کے لئے فارسی علوم پر عبور حاصل کیا۔ ایم اے فارسی کے بعد ایل ایل بی اور بعد ازاں علی گڑھ یونیورسٹی سے ایم اے جغرافیہ بعد ازاں لندن سے ایف آر جی ایس کیا۔

آپ کو روحانی علوم کا بہت زیادہ شوق دامن گیر تھا، سب سے پہلے روحانیت کا علم اپنے والد گرامی سے حاصل کیا۔ پھر اپنے بڑے بھائی سے اکتساب فیض کرتے رہے، اس طرح آپ نے روحانیت کی تمام ابتدائی منزلیں اپنے گھر سے طے کر لیں تھیں، مگر تشنگی، شوق اور جستجو ابھی باقی تھی۔

آپ جن دنوں آٹھویں کلاس میں زیر تعلیم تھے آپ کی ملاقات شہباز ولایت حضرت مولانا محمد کریم علیہ الرحمۃ سے ہوگئی، انہوں نے آپ پر خصوصی تلطف فرمایا اور خیابان ولایت پر آپ کی اس طرح رہنمائی فرمائی کہ کندن بنا کر رکھ دیا۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں امیر ملّت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر ۱۹۲۴ء میں بیعت سے مشرف ہوئے، اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز ہوئے۔

حضرت امیر ملّت کے وصال کے بعد حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے باطنی اشارے پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت سیدنا پیر طاہر علاؤالدین گیلانی علیہ الرحمۃ سے سکھر کے ایک مقام پر ملاقات کر کے ان کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔

اس کے علاوہ اسلام آباد کے علاقہ راول ڈیم کے ایک بزرگ حضرت شاہ عبدالقادر المعروف صوفی بادشاہ علیہ الرحمۃ جو ایک باطنی اشارے پر آپ کے پاس چل کر آپ کے دفتر آئے اور حکم خدا سنا کر آپ کو اپنے دست حق پر بیعت سے مشرف کیا اور اسی وقت خرقۂ خلافت سے بھی سرفراز فرما دیا تھا۔

دروازے کھلتے ہیں رحمتِ پروردگار کے ☆: نومبر ۱۹۲۴ کی ایک شام محلہ رکاب گنج آگرہ کی مسجد سے اعلان ہوا کہ امیر ملّت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ علیہ الرحمۃ موتی کٹرہ میں تشریف لائے ہوئے ہیں، ان سے ملاقات کے خواہش مند مذکورہ مقام پر مل سکتے ہیں۔

یہ اعلان سن کر جہاں خلق خدا کا اژدھام پہنچا وہاں آپ بھی تشریف لے گئے آپ نے جب حضرت امیر ملت کا کروفر دیکھا تو بہت مرعوب ہوئے۔ مگر چونکہ آپ تصوف کے بحر بے کنار میں اپنے گھر سے غوطہ زن بن کر نکلے تھے، آپ نے اپنی باطنی نظر سے حضرت امیر ملّت کو پہچان لیا، اور ان کی خدمت میں بیعت کی درخواست کی۔ حضرت قبلہ امیر ملّت اس وقت وضو فرما رہے تھے، وضو سے فارغ ہو کر فرمایا میاں اچھی طرح چھان بین کر لو، کہیں تمہارے دل میں خیال نہ رہ جائے کہ آزمائش میں کمی رہ گئی تھی۔

آپ نے جب اپنے دل کا حال امیر ملّت کی زبانی سنا تو حالت مضطرب ہوگئی، اور اسی کیفیت میں عرض کی حضور بس اب مجھے اپنا خادم بنا لیں، حضرت امیر ملّت چونکہ مردم شناس اور عرفان ولایت کے تاجدار تھے، انہوں نے آپ کی باطنی کیفیت کو بھانپتے ہوئے آپ کا بازو تھاما اور اپنے ہمراہ مسجد میں لے گئے، نماز مغرب کے بعد لوگوں کو جب بیعت کرنا شروع کیا تو اسی میں آپ کو بھی بیعت فرما لیا۔

سلسلہ بیعت کے بعد حلقۂ ذکر تھا، بتیاں گل ہوگئیں، اسی دوران حضرت امیر ملّت نے آپ کا بازو پکڑ کر اپنے قریب مصلے پر بٹھا لیا، اور پھر اتنا قریب کیا کہ دوئی کا تصور ختم ہو کے رہ گیا، اسی دوران اپنا لعاب دہن آپ کے منہ میں ڈالا، اور اپنی دستار فضیلت

آپ کے سر پر رکھ دی اور پیٹھ پر زور سے مُکا رسید کر کے فرمایا، تم میرے حقیقی جانشین ہو۔

حضرت امیر ملّت کا اتنا فرمانا تھا کہ آپ کا تن من نور وحدانیت سے روشن و منور ہو گیا، جب حلقہ ذکر ختم ہوا روشنیاں روشن ہوئیں لوگ ورطۂ حیرت میں رہ گئے کہ نوجوان آپ کے مصلے پر آپ کی دستار لیے بیٹھا ہے، اتنی دیر میں چائے آ گئی حضرت امیر ملّت نے چائے کی پیالی سے کچھ پی کر باقی آپ کو عطا فرما دی، یہ دیکھ کر محفل میں موجود عوام خواص علماء، صوفیا خلفا ورطۂ حیرت میں رہ گئے، اس سے بڑھ کر حیرت لوگوں کو اس وقت ہوئی کہ کھانے کے وقت حضرت ایک لقمہ اپنے منہ میں اور دوسرا لقمہ آپ کے منہ میں اپنے دست مبارک سے ڈال رہے تھے۔

آگرہ میں دوسری ملاقات ☆: ایک مرتبہ حضرت امیر ملّت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری علیہ الرحمۃ جب آگرہ تشریف لائے تو آپ کسی مجبوری کی بنا پر حاضر نہ ہو سکے، روانگی والے دن آپ اُن سے ملاقات کے لئے تشریف لے گئے تو اس وقت حضرت امیر ملّت کار میں سوار ہو کر رخصت ہونے والے تھے، چونکہ مریدین کا انبوہ کثیر تھا آپ آگے نہ جا سکے، جس سے آپ کا دل آزاردہ خاطر ہوا کہ شاید ملاقات سے محروم رہ جاؤں۔ ابھی یہ خیال دل میں آیا ہی تھا کہ منادی کرنے والے نے اعلان کیا کہ ''میاں یونس خان آفریدی ہیں تو وہ فوراً قبلہ عالم امیر ملت کے پاس پہنچیں، حضرت یاد فرما رہے ہیں، یہ اعلان سنتے ہی آپ آگے کی جانب بڑھے، ہجوم کو چیرتے پھاڑتے جب آگے گئے تو کیا دیکھا حضرت امیر ملّت پھولوں کے ہاروں میں لدے ہوئے ہیں۔ انہوں نے آپ کو دیکھتے ہی پھولوں کے ہار گلے سے نکالے اور آپ کے گلے میں یہ کہہ کر ڈال دیئے کہ یہ دیر سے آنے کی سزا ہے، میں اتنے دن سے یہاں آیا ہوا ہوں مگر آپ نہیں آئے، یاد رکھو آئندہ ایسی کوتاہی نہ کرنا، آپ نے سرِ نیاز خم کیا اور عرض کی حضور عفو خواہ ہوں آئندہ ایسا ہرگز نہ ہوگا۔

حضرت امیر ملّت جب تک اس عالم فانی میں موجود رہے اُن کے لطف و کرم کا ابرِ کرم پ پر برستا رہا، اور خصوصی نوازشات سے نوازتے رہے۔

حضور غوث اعظم دستگیر کی زیارت ☆: حضرت امیر ملّت کے وصال باکمال کے بعد ایک رات آپ کو حضور پیران پیر دستگیر محبوب سبحانی السید نا الشیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت نصیب ہوئی تو حضور غوث الثقلین نے فرمایا ''یونس خان'' تمہاری روحانیت کا حصہ نقشبندیہ سلسلہ میں تمام ہو چکا ہے، لہٰذا اب قادریہ سلسلہ میں داخل ہو جاؤ، آپ نے یہ بشارت ملتے ہی قادریہ سلسلہ کے معروف بزرگ حضرت سیدنا طاہر علاؤ الدین گیلانی علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر قادریہ سلسلہ میں بیعت اختیار کر لی۔

حضرت شاہ عبدالقادر المعروف صوفی بادشاہ کا آپ کے پاس بہ اشارہ باطنی آنا ☆: ۱۹۶۲ء میں آپ بھارت بلڈنگ لاہور میں واقع واپڈا کے دفتر میں بطور آفیسر کام کر رہے تھے کہ اچانک حضرت شاہ عبدالقادر المعروف صوفی بادشاہ علیہ الرحمۃ اسلام آباد کے قریب راول ڈیم سے اپنے مریدین کے ہمراہ آپ کے دفتر میں تشریف لائے، اور آپ کے پاس آ کر فرمایا ''کیا آپ ہی یونس خان آفریدی ہیں'' آپ نے عرض کیا جناب میں ہی خادم ہوں، فرمائیے کیا خدمت کروں جناب کی۔

حضرت صوفی بادشاہ نے فرمایا، صاحب، آپ کیا خدمت کرینگے، خدمت کرنے کے لئے تو ہم حاضر ہوئے ہیں۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ ہم آپ کو چہار سلاسل میں بیعت کر کے آپ کو لاہور میں اپنا خلیفہ مقرر کریں، کیا آپ اس کے لئے تیار ہیں۔

آپ نے فرمایا صوفی صاحب آپ درست فرماتے ہیں، مگر میں اس بیعت اور خلافت کو اس وقت تک اختیار نہیں کر سکتا جب تک مجھے خود خدا کی طرف سے کوئی حکم نہیں ملتا۔ اس وقت تک کے لئے معذرت خواہ ہوں۔

حضرت صوفی بادشاہ نے فرمایا آپ کا کہنا بجا ہے، ہم انتظار کر لیتے ہیں، انشاء اللہ خداوند کریم کی جانب سے آپ کو جلد حکم مل جائے گا، کیونکہ ہمیں بھی اُسی نے بھیجا ہے، اور ہمیں یقین ہے کہ خدا کا بھیجنا غلط نہیں ہو سکتا۔

اگلے روز صوفی صاحب دوبارہ آپ کے دفتر تشریف لائے تو آپ نے آگے بڑھ کر صوفی صاحب کو گلے سے لگا لیا، اور کہا حضرت آپ بالکل سچے ہیں، خدا نے واقعی آپ کو مجھے خلافت سے سرفراز کرنے کے لئے بھیجا ہے، کیونکہ مجھے بھی آج رات خواب میں اسی بات کا حکم ملا ہے۔

سیرت و کردار☆: آپ صاحب کشف و کرامت اور عظیم صوفی بزرگ تھے، آپ نے تمام عمر اسلام کی بہترین خدمت انجام دی، آگرہ اور اس کے نواحی علاقوں میں قریہ قریہ جا کر برسوں تبلیغ و رشد و ہدایت کا فریضہ سرانجام دیا، بے شمار ہندوؤں اور غیر مسلموں کو کلمہ پڑھا کر مسلمان کیا، جو مسلمان صرف برائے نام تھے اُن میں اسلام کی حقیقی روح پیدا کی اور مسلمانوں کو ہندوؤں سے سودا سلف خریدنے سے منع فرماتے تھے، کہ انہیں پاکی پلیتی کا کوئی علم نہیں ہوتا، آپ خود بھی سفر و حضر میں کسی دکان سے کوئی چیز خرید کر استعمال نہ کرتے تھے، مسلمانوں کو نقد رقم خور دیکر دوکانیں کھلوائیں۔

ہر جمعہ کو آپ کی خانقاہ معلیٰ میں تبلیغی اجتماع منعقد ہوتا تھا، تمام عمر مرزائیوں کے ساتھ علمی و قلمی جہاد کیا۔ انہیں خدا کا باغی، اور دین اسلام کا قاتل اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دشمن قرار دیتے تھے، حضور خاتم الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کی ذات سے کامل عشق آپ کے سینے میں موجزن تھا، ظاہری زندگی میں تین مرتبہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

آپ نے تعلیم مکمل کرنے کے بعد بیعت سے قبل سرکاری نوکری کر لی تھی، اچھے اچھے عہدوں پر فائز رہنے کے باوجود اپنے دامن کو رزق حرام سے آلودہ نہ ہونے دیا، ایکسائز اینڈ لینڈ کسٹم جیسے محکمہ میں کام کر کے اپنے آپ کو رشوت جیسے فعل حرام سے محفوظ رکھنا یہ آپ ہی کا کام تھا۔

ملازمت کے دوران آپ مختلف مقامات پر تعینات رہے، جس جگہ تبدیل ہو کر جاتے وہاں کے شہر یا قریبی دیہات میں کسی اہل دل بزرگ کا پتہ کرا کر ان کی خدمت میں اکثر و بیشتر تشریف لے جا کر ان کے فیوض و برکات سے مالا مال ہوتے تھے۔

تمام عمر نماز روزہ، عبادت و ریاضت کے خوگر رہے، نماز تہجد تو آپ کا وظیرہ خاص رہا ہے جس پر آپ زمانہ بچپن سے قائم تھے۔

آپ مسلسل چالیس سال تک پانی دم کر کے لوگوں کو دیتے رہے، خطرناک سے خطرناک بیماری کا علاج آپ کلام الٰہی سے دم

کئے ہوا پانی سے کر دیتے تھے۔ آپ بصارت اور نسیان، امراضِ نسواں و مردانہ، دمہ، بلڈ کینسر، دل و دماغ کے امراض کے بے شمار مریضوں کو شفایابی کا جام شیریں عطا فرمایا، لاتعداد افراد کو شفائے کاملہ آجلہ ملی۔

کشف و کرامات ☆: پنجاب ہائیکورٹ کے سابق چیف جسٹس مولوی مشتاق حسین (مرحوم) جس زمانے میں ایڈووکیٹ جنرل ہوا کرتے تھے، ان کو گھٹیا کی بیماری لاحق تھی، وہ ایک ہفتہ تک آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر پانی دم کرواتے رہے، خداوندکریم نے ان کو شفائے کاملہ عطا فرمادی۔

کرامت نمبر۲ ☆: سابق وزیر خوراک و زراعت ملک خدا بخش بُچہ کی اہلیہ محترمہ بلڈ پریشر کی دائمی مریضہ تھیں، وہ بھی آپ سے پانی دم کروا کر لے جاتی رہیں، خداوندکریم نے ان کو بھی آپ کے دم کردہ پانی سے شفا بخش دی۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۴۰۹ھ بمطابق یکم اپریل ۱۹۸۸ء کو ۸۶ برس کی عمر میں ہوا۔

اپنے وصال سے چندروز قبل آپ نے خواب دیکھا جس میں آپ کو یہ نوید سنائی گئی کہ اب آپ **سدرۃ المُنتھیٰ** تک پہنچ ہیں، بس اب آپ آگے نہیں جا سکتے۔ آپ اس خواب کا مطلب سمجھ گئے، اپنے بچوں اور دیگر احباب اہل خانہ کو بتا دیا کہ اب ہم اسی ہفتے راہی ملک عدم ہو جائیں گے، اور اپنے سفر آخرت کے بارے ہدایت دیتے ہوئے، غسلِ آخر، کفن دفن اور دیگر ضروری معاملات سے آگاہ کیا۔

یکم اپریل صبح کے وقت آپ کی طبیعت خراب ہوگئی گھر والوں نے ہسپتال لے جانا چاہا مگر آپ نے روک دیا، صدقے کا بکرا لایا گیا مگر آپ نے اسے چھونے سے انکار کر دیا، باتیں کرنے سے گریز فرمایا، آپ کی زبان پر ذکر الٰہی جاری تھا، نظریں گھڑی پر تھیں جیسے کسی کا انتظار کیا جا رہا ہو۔

ایسے وقت میں آپ تنہائی کے خواہش مند تھے، مگر گھر والے بھی مجبوراً آپ کے ارد گرد جمع تھے، وہ بھی اپنی محبت کی بنا پر مجبور تھے۔

بالآخر آپ کی یہ خواہش اس وقت پوری ہوئی کہ جب خدا کے بھیجے ہوئے کچھ مہمان آ گئے، اہل خانہ ان کی خاطر ومدارت میں لگ گئے، آپ کو تنہائی کا موقع مِل گیا، بس یہ وہ گھڑی تھی کہ جب آپ کو اللہ کریم نے اپنے پاس بلا لیا۔

آپ کا مزار پُرانوار میانی صاحب کے قبرستان لاہور میں مرجع خلائق عام ہے، جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سید بدرمحی الدین گیلانی قادری فاضلی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: ولی ابن ولی، عارف ابن عارف، کامل ابن کامل، اسم بامسمیٰ بدرالمشائخ، ماہتاب طریقت، شہباز میدان حقیقت ومعرفت، محرم راز خفی وجلی حضرت سید بدرمحی الدین گیلانی قادری فاضلی رحمتہ اللہ علیہ ستارۂ ولایت آسمانی ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت **1323** ہجری بمطابق **1905**ء کو عارف کامل آفتاب قادریت حضرت سید نذرمحی الدین گیلانی قادری فاضلی علیہ الرحمتہ کے علمی وروحانی گھر واقع بٹالہ شریف ضلع گورداسپور مشرقی پنجاب انڈیا میں ہوئی۔

چونکہ آپ بہت ہی خوبصورت اور حسین وجمیل تھے، اس لیے والدین کریمین نے آپ کا نام بدرمحی الدین رکھا۔ بلاشبہ آپ چودھویں کا چاند تھے۔ سادات کا یہ عظیم گھرانہ اپنی خاندانی وجاہت وشرافت، علم وکرامت، فضل وقیادت، رشد وہدایت، عرفان وفیضان، پابندی شریعت وطریقت میں اپنی مثال آپ اور پوری دنیا میں مشہور اور معروف ہے۔

آپ کے مورث اعلیٰ ابوالفرح حضرت سید محمد فاضل الدین گیلانی قادری علیہ الرحمتہ نیابت غوثیہ کی وجہ سے نیراُفق کی ولایت تھے، جن کے فیضان سے قیامت تک کے لوگ مستفیض ہوتے رہیں گے۔

تعلیم وتربیت ☆: دینی اور دنیاوی علوم کا حصول تو آپ کے خاندان کا طغرائے امتیاز ہی نہیں بلکہ علم سے محبت کی اس خاندان کے ہر فرد پر اس کی گہری چھاپ بھی ہے۔ علم دوستی تو اس گھر کا عمومی چلن ہے۔

آپ کی عمر عزیز ابھی سات برس کی تھی تو آپ کے عظیم والد گرامی نے آپ کی تعلیم وتربیت کا خصوصی اہتمام فرمایا۔ آپ نے ابتدائی دینی تعلیم دربار عالیہ قادریہ فاضلہ بٹالہ شریف اور انگریزی تعلیم بٹالہ ہائی سکول میں حاصل کی۔

ابتدائی عربی کتب صرف ونحو اور مروجہ علوم میں دسترس حاصل کی اور میونسپل بورڈ ہائی سکول سے میٹرک کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا۔

اس کے بعد اسلامیہ کالج لاہور میں داخلہ لے کر کالج کی تعلیم کے ساتھ ساتھ عربی ادب فقہ، حدیث اور منطق میں خوب مہارت حاصل کی اور نصابی کتب اس زمانے کے مشہور عربی وفارسی کے عالم وفاضل کے امتحانات پنجاب یونیورسٹی سے بالتخصیص پاس کیئے، عبدالغفور بجنوری، مولانا نورالحق اٹک والے اور مولانا سلطان احمد گجوی علیھم الرحمتہ نے آپ کی علمی قابلیت کو بڑھانے میں مؤثر کردار ادا کیا۔

اوائل شباب میں آپ کے علمی ذوق کا یہ حال تھا کہ ہمہ وقت مطالعہ میں مصروف رہتے اور اسی مطالعہ اور کتب بینی کا نتیجہ ہے کہ بٹالہ شریف اور پھر خانقاہ قادریہ فاضلیہ فیروز پور روڈ لاہور کا کتب خانہ ملک کے بڑے کتب خانوں میں شمار ہوتا ہے۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ فاضلیہ میں اپنے عظیم والد گرامی حضرت نذر محی الدین شاہ گیلانی قادری فاضلی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔

اور 1924ء میں انہی کے دست مبارک سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز وصاحب مجاز ہوئے۔

سیرت و کردار ☆: آپ علم وفضل کے دریائے گوہر فضل وکمال تھے اور فیضان وعرفان قادریہ کے قاسم ثابت ہوئے۔ آپ صاحب کشف وکرامت وکمال بزرگ ہوئے ہیں۔ آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ یاد خدا میں مشغول اور نسبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عملی نمونہ اور ہر قدم پر شریعت وطریقت میں استقامت اور پھر اس پر طرہ یہ کہ ہر آن ہر لمحہ کرامت بن کر گذرتا تھا۔

آپ کی ذات والاصفات لطیف مزاج طبعاً نفاست و لطافت پسند تھی۔ آپ انتہائی نازک اور نہایت ہی خود خصال و جمال و باکمال اور صفات حمیدہ متجلی تھیں، فراست وفہم، احتیاط واہتمام، حقوق کی ادائیگی، محبت واخلاص صدق وعدل وتقویٰ، زہد ومجاہدہ، عفو ودرگذر، سخاووفا کے پیکر ومجسم تھے۔

چودہ اگست 1947ء کو جب مملکت خداداد پاکستان معرض وجود میں آئی تو خاندان عالیہ قادریہ فاضلیہ کو اپنا تین سو سالہ پرانا مرکز چھوڑ کر ہجرت کرنا پڑی، تو اس وقت یہ تمام تر ذمہ داری آپ کو ہی نبھانا پڑی، اگر چہ آپ کے والد گرامی بھی اس وقت بظاہر حیات تھے۔ مگر پورے خاندان کی بٹالہ شریف سے لاہور منتقلی تک کہ ذمہ داری سے آپ جس طرح عہدہ برآں ہوئے اس کا ایک زمانہ شاہد ہے۔

آپ بلحاظ شرافت واخلاق اعلیٰ مرتبہ رکھتے ہیں، حاجت مندوں کی حاجت روائی اور پریشان حال لوگوں کے واسطے آپ کا باب کرم ہمہ وقت کھلا اور کشادہ رہا ہے، دعاؤں، تعویزات اور روحانی عملیات کی راہنمائی کے لیے نہ صرف خود تشریف فرما ہوتے بلکہ خدام آستانہ بھی ہمہ وقت حاضر وموجود رہتے تھے، سلسلہ عالیہ قادریہ کی برکات کا اندازہ صرف اس بات سے لگا جاسکتا ہے کہ آپ کے عہد سجادگی میں تقریباً 60 ہزار افراد وہ بھی اولاد نرینہ کی دولت سے مالا مال ہوئے جو مدتوں سے اولاد جیسی نعمت کو ترس رہے تھے۔

جب ان بے اولادوں کے ہاں اولاد ہوتی تو ان میں سے بعض اپنے بچوں کو لے کر حاضر خدمت ہو کر ان کا نام تجویز کرنے کی درخواست کرتے تو آپ ایسا نام رکھتے کہ جس کے آخر میں سبحانی ضرور آتا ہو، اس سے آپ کی مراد صرف حضور غوث الاعظم محبوب سبحانی کی ذات والاصفات کی طرف نسبت کرنا مقصود ہوتا تھا۔

آپ نے اپنے دور سجادگی میں جہاں خانقاہی نظام کو تقویت پہنچانے کے لیے اہم کردار ادا کیا وہاں آپ علمی خدمات پر بھی خصوصی توجہ فرمائی۔ بالخصوص مدرسہ قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف کا انتظام وانصرام بائیس برس کی عمر شریف سے سنبھالا اور 1947ء تک اس کو بحسن وخوبی سرانجام دے کر اس کو علوم دینیہ کا بہترین مرکز بنائے رکھا۔

قیام پاکستان کے بعد فاضلیہ کالونی فیروز پور روڈ لاہور میں مدرسہ قادریہ فاضلیہ کے نام سے ادارہ قائم کر کے اس کو وسعت دی گئی۔ اس کے ساتھ اسی نام سے خوشاب میں مدرسہ قائم کیا گیا جس میں عہد حاضر کے تمام جملہ علوم وفنون کی تحصیل وتکمیل کرائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ جوہر آباد اور دیگر دو تین مقامات پر آپ نے ادارے قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ ان تمام مدارس میں حسن انتظام کا وہ

مظاہرہ کیا جسے اپنے اور بیگانے بھی دیکھ کر داد وتحسین دیئے بغیر نہ رہ سکے۔

آپ نے ان مدارس کو نہ صرف جدید خطوط پر استوار کیا بلکہ ان میں نادر وقیمتی کتب کا ایک بڑا کتب خانہ بھی قائم کیا جو کہ آپ کے علمی خدمات کا روشن باب ہے۔

دربار قادریہ فاضلیہ کالونی لاہور کا قیام☆: آپ نے اپنے عظیم والد گرامی کی رضا مندی سے اچھرہ کے قریب فیروز پور روڈ لاہور میں 1952ء میں ایک قطعہ اراضی حاصل کیا جس کا نام فاضلیہ کالونی رکھا، آپ کی خواہش تھی کہ اس میں ایسی کالونی تعمیر ہو جس میں ''الفقر وفخری'' ارشاد نبوی کا تصور فروزاں رہے۔

امپروومنٹ ٹرسٹ نے اس کا نام آپ کے نام سے منسوب کرنا چاہا مگر آپ نے فرمایا کہ اگر اس کا نام فاضلیہ کالونی رکھا جائے تو مجھے راحت قلبی ہوگی۔

چنانچہ آپ کی خواہش کے عین مطابق اس کا نام فاضلیہ کالونی رکھا گیا اور وہ ویران و بے آباد جگہ ثانی بٹالہ کا نہ صرف منظر پیش کر رہی ہے بلکہ ان روحانی مراکز کا فیضان وعرفان بھی تقسیم کر رہی ہے۔ اس عظیم روحانی مرکز کے قریب حضرت شاہ جمال رحمتہ اللہ علیہ کا دربار نور وعرفان کی ضیاء پاشیاں کر رہا ہے۔

تحریک پاکستان کے لیے آپ کی خدمات☆: قیام پاکستان کی تحریک میں آپ نے عملی طور پر کردار ادا کیا اور مرکزی قائدین کے ہمراہ برصغیر کے طول وعرض میں علماء اور مشائخ سے رابطے کیئے، مریدین کو خطوط لکھ کر تحریک پاکستان کی اہمیت کو اجاگر کیا اور تمام تر وسائل استعمال کر کے اپنی ذات کو اس مقصد کے لیے وقف کیے رکھا۔

1947ء کے بحران کے بعد بٹالہ شریف میں اپنی جائیداد کے بدلے ایثار سے کام لیا حالانکہ اس کے بدلے بہت کچھ مل سکتا تھا، مگر آپ کے خاندان کے لوگوں نے تنگی وترشی سے گزر بسر کر کے دربار شریف کو از سر نو تعمیر وترقی کے لیے اپنی صلاحیتوں کو بھرپور طریقہ سے استعمال کر کے پروان چڑھایا۔

آپ 1933ء میں آنریری مجسٹریٹ بٹالہ مقرر ہوئے، 1937ء میں آپ نے تحصیل بٹالہ کے مسلم حلقہ میں انتخابی مہم چلائی اور پنجاب قانون ساز اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے اور نو سال تک اس اسمبلی کے رکن رہے۔

آپ کے صاحبزادگان☆: خداوند کریم نے آپ کو تین صاحبزادے عطا فرمائے جن میں موجودہ سجادہ نشین حضرت صاحبزادہ پیر سید الطاف محی الدین گیلانی قادری ایم اے، صاحبزادہ سید اکرم محی الدین گیلانی قادری بی اے، صاحبزادہ پیر سید فضل احمد محی الدین گیلانی قادری بی اے کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

آپ کے خلفائے نامدار☆: آپ کے خلفائے نامدار میں جن حضرات کے اسمائے گرامی شامل ہیں ان میں حضرت سید مشتاق محی الدین قادری فاضلی منڈی شریف کوٹلی آزاد کشمیر، صاحبزادہ کرنل جرار احمد خان جالندھر، جناب ڈاکٹر کرار احمد خان، پروفیسر سید مرتضٰی اختر جعفری پشاور، صاحبزادہ میاں عنایت الرحمان موسیٰ زئی شریف ڈیرہ اسماعیل خان، مولوی محمد حنیف صاحب راجوری مقبوضہ کشمیر،

حکیم سید منظور علی شاہ اوکاڑہ، پیر انور جیلانی صاحب کمالیہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ، علیہم الرحمتہ اجمعین۔

کشف و کرامات ☆: سراج الدین ڈوگر ولد میاں غلام محمد ساکن فیصل آباد فرماتے ہیں کہ میرے والد گرامی نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی حضور بچوں نے ایک بس خریدی ہے، جس میں ایک فریق تیسرے حصے کا مالک بھی اور وہ اس بس کا ڈرائیور بھی ہے وہ بس چوری کر کے لے گیا اس واقعہ کو تین ماہ گزر گئے ہیں۔ نہ ہی اس کا پتہ چل رہا ہے اور نہ ہی پولیس والے اس کے خلاف پرچہ دے رہے ہیں۔ بلکہ پولیس والے مخالف پارٹی کی مدد کر رہے ہیں۔

آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور دعا کے بعد فرمایا جاؤ تمہارا کام ہو گیا، میرے والد صاحب لاہور سے جب فیصل آباد پہنچے تو ہم نے والد صاحب کو بتایا کہ پرچہ درج ہو گیا ہے۔

والد صاحب نے پوچھا کتنے بجے درج ہوا تو ہم نے بتایا کہ آج سوا سات بجے پولیس والے آئے تھے اور ہمیں ساتھ لے گئے اور تھانے جا کر ہمارا بیان لکھ کر مخالفین کے خلاف پرچہ دے دیا۔

والد صاحب نے فرمایا یہ تو وہی وقت تھا کہ جب میں حضرت کے پاس بیٹھا ہوا دعا کی درخواست کر رہا تھا اور دعا کے بعد آپ نے فرمایا تھا کہ جاؤ تمھارا کام ہو گیا۔

کرامت نمبر۲ ☆: جناب طالب حسین ولد چوہدری محمد حسین چیف ایجوکیشن پلاننگ اینڈ ڈوویلپمنٹ ڈوویژن حکومت پاکستان اسلام آباد فرماتے ہیں کہ میں پنجاب یونیورسٹی کے ادارہ تعلیم و تحقیق میں زیر تعلیم تھا اور ایم ایڈ کا امتحان قریب تھا کہ میں ایک دن آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا حضور امتحان دے رہا ہوں، کامیابی کے لیے دعا فرمائیں کہ خدا مجھے اچھے نمبروں سے کامیابی عطا فرما دے۔

آپ نے تسلی دیتے ہوئے استقبالیہ انداز میں فرمایا تیرہ چودہ نمبر کافی ہوں گے، اور ساتھ ہی اپنے عصا مبارک سے زمین پر 1339 کا ہندسہ بنایا، میں نے وہ ہندسہ لکھ لیا۔

چنانچہ چار ماہ بعد جب نتیجہ میرے سامنے آیا تو میں حیران رہ گیا کہ میرے سولہ سو نمبروں میں سے 1338 نمبر تھے۔ اور مجھے 84 فیصد نمبروں کے ساتھ آپ کی دعا سے گریڈ A کے ساتھ کامیابی ملی۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال یکم شوال المکرم ۱۴۰۹ ہجری بمطابق 7 مئی 1989ء بروز اتوار کو ہوا۔

مزار پرانوار میانی صاحب لاہور میں حضرت طاہر بندگی قادری علیہ الرحمتہ کے شمالی جانب آپ کے والد گرامی کے مشرقی پہلو میں مرجع خاص و عام ہے۔

آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت پیر سید الطاف محی الدین گیلانی مدظلہ سجادہ نشین مقرر ہوئے جو بڑے احسن انداز میں اپنے بزرگوں کے مشن کو آگے بڑھانے میں مصروف رہے۔ گزشتہ برس 2009ء میں ان کا بھی وصال ہو گیا۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت علامہ مفتی پیر محمد قاسم مشوری قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: فقیہہ اعظم، مدرس سائل عشق وعرفان، محدث حقائق جدو پیان، قبلہ طالبان حضرت علامہ مفتی پیر محمد قاسم مشوری رحمتہ اللہ علیہ آپ کا شمار عارفان روزگار اور واصلانِ صاحب اسرار میں ہوتا ہے۔

حضرت خواجہ محمد قاسم مشوری کی ولادت باسعادت درگاہ عالیہ حضرت مشوری شریف (پرانا نام گوٹھ صاحب خان مشوری) لاڑکانہ سندھ میں ۱۲ ربیع الاول شریف ۱۳۱۶ھ بمطابق ۱۸۹۶ء بروز پیر بوقت سحری ہوئی۔

حسب ونسب ☆: حضرت خواجہ محمد قاسم مشوری بن حاجی محمد عثمان بن نہال خان بن اللہ بخش بن یار محمد بن بیارو خان بن شاہ محمد مشوری۔ آپ نسب کے لحاظ سے ''رند بلوچ'' قبیلہ کی شاخ ''مشوری'' سے تعلق رکھتے تھے۔

عہد طفلی ☆: حضور قبلہ عالم مادر زاد ولی اللہ تھے، بچپن میں بھی بچوں کے ساتھ نہ کھیلے۔ آپ کے والد ماجد فرماتے تھے کہ حضرت کا بچپن نہایت پاکیزہ تھا، دیگر بچوں سے بالکل مختلف تھا کبھی کسی چیز کی فرمائش نہیں کی ہمیشہ سنجیدہ، خاموش طبع، دکھ سکھ میں صابر و شاکر تھے۔ بچپن سے پڑھنے اور لکھنے کا بہت شوق تھا۔ وقت کی بہت ہی قدر تھی فضول باتوں کھیل کود میں وقت ضائع نہیں کرتے تھے۔ لکھنے کی مشق کرتے جس کے سبب آپ کی تحریر دیدنی ہوتی خوش خطی ایسی دلکش ہوتی جیسے موتی دل کو بھاتے ہیں۔

تحصیل علم ☆: آپ نہایت ہی ذہین تھے تعلیم کا دور شروع ہوا تو اپنی والدہ ماجدہ کے ہاں قرآن مجید ناظرہ ختم کیا۔ جو کہ نہایت عابدہ، زاہدہ اور شب خیز اور قرآن مجید کی عاملہ خاتون تھیں۔ اس کے بعد قریبی ''گوٹھ ملا ابڑا'' میں صوفی باصفا حضرت مولانا محمد عالم ابڑو رحمتہ اللہ علیہ سے فارسی کی تعلیم ''بہار دانش'' تک حاصل کی۔ آپ کے والد ماجد کی مالی حالت نہایت کمزور تھی وہ کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے اس لئے ہاتھ بٹانے کے لئے اپنے صاحبزادے کو بھی ساتھ لے جاتے۔ اس طرح بچپن میں دو کام سرانجام دیتے تھے۔ بعد نماز فجر زمین پر کام کرتے سخت تھکاوٹ کے باوجود دوپہر کو گھر سے کتابیں اٹھا کر استاد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے، دن بھر

پڑھائی ہوتی، مطالعہ کا شوق رات کو سونے نہ دیتا تو رات گئے تک مطالعہ جاری رہتا، پھر صبح کو وہی سارے کام ہوتے۔ جب آپ نے فارسی مکمل کی تو آپ کے والد ماجد حاجی محمد عثمان مشوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے صاحبزادے کو اپنے خاندانی مرشد، عارف باللہ، سراج العارفین حضرت خواجہ سید امام الدین شاہ راشدی قدس سرہ الاقدس کے حضور دعا کے واسطے لے آئے اور عرض کی کہ حضرت قبلہ! میں اپنے بچے کو عالم دین بنانا چاہتا ہوں آپ اجازت بھی عنایت فرمائیں اور دعا بھی حضرت قبلہ نے آپ کی طرف نظر کرم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''بیٹا! علم دین پڑھ، لیکن خشک ملانہ ہونا'' یعنی علم دین کے ساتھ ساتھ راہ سلوک بھی طے کرنا۔ آپ کی عمر تقریباً ۱۲ سال تھی کہ ۱۳۲۷ھ/ ۱۹۰۸ء میں آپ کو اس وقت سندھ کی مشہور و معروف دینی درسگاہ ''مدرسہ دارالفیض'' گوٹھ سونہ جتوئی (تحصیل ڈوکری ضلع لاڑکانہ) میں داخل کر دیا۔ اس درسگاہ سے سندھ بلوچستان، پنجاب، افغانستان و ایران کے سینکڑوں علماء نے علم کی تحصیل کی۔ آپ نے مدرسہ دارالفیض دارالافتاء شرعی میں حضرت علامہ مفتی غلام محمد جتوئی اور سراج الفقہاء استاذ الاساتذہ عارف باللہ علامہ مولانا مفتی ابوالفیض غلام عمر جتوئی رحمۃ اللہ علیہ والرضوان سے ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۰ء میں تحصیل علم کی۔

جلسہ دستار فضیلت میں بیسوں علماء کرام و مشائخ عظام نے شرکت فرمائی غوث الزماں، استاذ الاساتذہ، سرتاج الفقہاء حضرت خواجہ غلام صدیق شہداد کوٹی قدس سرہ الاقدس کے خلیفہ شیخ طریقت، مرد کامل حضرت خواجہ مفتی غلام محمد مہیسر (گوٹھ کمال دیرو، تحصیل گمبٹ) قدس سرہ خصوصی طور پر تشریف لائے دستار بندی اور دعاؤں سے نوازا۔ آپ تعلیم کے ساتھ ساتھ مبتدی طلبہ کو خود پڑھاتے تھے۔ سراج الفقہاء کے منظور نظر تھے مدرسہ دارالفیض کے عظیم الشان کتب خانہ کے منتظم اعلیٰ بھی آپ تھے۔ تحصیل علم کے بعد تقریباً ایک سال استاد محترم کی خدمت میں گزارا آپ کو سراج الفقہاء سے بے انتہا محبت تھی۔ ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۰ء سے سراج الفقہاء نے فتویٰ نویسی کا کام آپ کے سپرد کر دیا تھا۔

ازدواجی زندگی ☆: آپ نے دستار فضیلت سے پہلے ۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۸ء میں اپنے خاندان کے ایک نیک اور صالح شخص جناب اللہ بخش مشوری کی دختر نیک اختر سے درگاہ مشوری شریف پر نکاح کیا۔ اس مبارک موقع پر آپ کے مرشد مربی حضرت پیر سائیں ٹھلاء شریف والے اور استاد مکرم حضرت قبلہ سونہ جتوئی والے تشریف لائے تھے۔ آپ کی اہلیہ محترمہ نیک صالح اور صوم وصلوٰۃ کی پابند، قرآن شریف کی نہ صرف تلاوت کرتی تھیں بلکہ قرآن سے عشق تھا، درود شریف کثرت سے پڑھا کرتیں تھیں، سخاوت کی ملکہ اور مہمان نواز تھیں، مریدین و مدرسہ کے طلبہ کو اپنے بچوں کی طرح سمجھتی تھیں۔ لنگر خود پکاتی اور پھر خود ہی تقسیم فرماتیں تھیں اور اسی طرح سارا سارا دن لنگر خانہ میں گزر جاتا ابتدا میں آٹے کی مشین (فلورمل) نہیں ہوا کرتیں تھیں اس لئے چکی پر خود اپنے ہاتھوں سے آٹا پیستیں تھیں جس سے ہاتھوں میں چھالے پڑ جاتے تھے۔ تقویٰ کی صاحبہ امی جان ۲۶، محرم الحرام ۱۴۰۷ھ/ ۱۲ اکتوبر ۱۹۸۶ء کو داغ مفارقت دے گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مدرسہ جامعہ عربیہ قاسم العلوم کا قیام ☆: آپ نے آستانہ عالیہ قاسمیہ درگاہ عالیہ حضرت مشوری شریف پر ۱۳۴۰ھ ۱۹۲۱ء کو اپنے استادمکرم کے حکم وارشاد سے ''مدرسہ جامعہ عربیہ قاسم العلوم دارالافتاء الشرعی'' قائم کیا۔جس کا سنگ بنیاد اپنے استادمکرم سراج الفقہا علامہ ابوالفیض غلام عمر جتوئی قدس سرہ الاقدس سے رکھوایا۔

دیگر مدارس کے برعکس آپ کا طریقہ کار یکسر منفرد تھا۔آپ کے ہاں طلبہ کے داخلے کا رجسٹر تھا نہ ہی روزانہ حاضری کا معمول، طلباء کا ششماہی یا سالانہ امتحان ہوتا تھا اور فارغ ہونے والے فضلاء کو سند بھی نہیں دی جاتی تھی اس کے باوجود نتیجہ سو فیصد ہوتا، وہاں سے فارغ ہونے والا ہر فاضل تدریس کے قابل ہوتا تھا۔سندھ کے اکثر علماء بلواسطہ اور بلا واسطہ آپ کے شاگرد ہیں۔اسی طرح آپ اپنے خلفاء کو بھی سند (سرٹیفکیٹ) نہیں دیتے تھے۔آپ کا معمول تھا کہ داخلہ لینے والے نئے شاگرد کا سبق بدھ والے روز شروع کرواتے تھے۔کیوں کہ بدھ کے روز ہر اچھا کام شروع کرنے سے جلدی تکمیل کو پہنچ جاتا ہے اسی لئے بعض مدارس میں نئی کلاس یا نئی کتاب کا آغاز بدھ کے روز کیا جاتا ہے۔

اس درسگاہ سے آج تک علم وعرفان کی نہریں جاری ہیں جس سے بے شمار تشنگان علم ظاہری و باطنی اپنی پیاس بجھا رہے ہیں۔ بے شمار علماء فارغ التحصیل ہوئے اور اس جامعہ کی سندھ، بلوچستان اور پنجاب میں کئی شاخیں سرگرم ہیں۔

بیعت وخلافت ☆: امام العارفین، غوث العالمین، محی السنۃ، تیرہویں صدی کے مجدد برحق، آفتاب ولایت، سندھ میں سلسلہ قادریہ کے علم بردار، شیخ المشائخ حضرت خواجہ سید محمد راشد المعروف پیر سائیں روضے دھنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وفات ۱۲۳۴ھ مزار پُرانوار درگاہ عالیہ راشدیہ پیران پاگارہ پیر جو گوٹھ ضلع خیر پور میرس سندھ) کے ملفوظات شریف فارسی مسمی ''مجمع الفیوضات'' قلمی کے مطالعہ سے (جو کہ شریعت، طریقت، معرفت اور حقیقت کا خزینہ ہے) آپ کو حضرت قبلہ عالم سے محبت پیدا ہوئی اس جذبہ کے تحت آپ نے اس نسخہ کیمیا کی تلاش وتحقیق کے بعد صحیح نسخہ کو سندھی سلیس زبان میں منتقل کیا۔اور اسی شوق وذوق کی تکمیل کے لئے خاندانی مرشد کریم کا انتخاب کیا جن کی نظر کرم آپ پر بچپن سے تھی یعنی فیض گنجور، قطب الاقطاب، شمس العارفین، عارف باللہ، حضرت خواجہ سید محمد امام الدین شاہ راشدی قدس سرہ الاقدس (درگاہ شریف پیر جو گوٹھ المعروف ٹھلاء شریف متصل باقرانی اسٹیشن، لاڑکانہ) کے دست اقدس پر ''سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ'' میں بیعت ہوئے۔پھر سلوک کی منازل طے کی اور صراط الطالبین فارسی قلمی (جو کہ سلوک و معرفت کے موضوع پر سراج العارفین، عارف باللہ، سندالاصفیاء، سیدالاتقیاء، حضرت خواجہ سید محمد یٰسین شاہ راشدی قدس سرہ الاقدس المعروف'' پیر سائیں جھنڈے دھنی اول ''بن پیر سائیں روضے دھنی رضی اللہ عنہ کی بے مثال تصنیف ہے) مرشد مربی سے حرفاً حرفاً پڑھی۔مرشد مربی حضرت خواجہ سید محمد امام الدین شاہ راشدی رحمتہ اللہ علیہ نے ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۱ء میں آپ کو خلافت مع دیگر تبرکات سے سرفراز فرمایا اور اسی سال آپ نے رحلت فرمائی۔

حسن و جمال ☆: آپ کا ظاہری حسن جمال ایسا کہ دنیا کے صاحبانِ حسن و جمال میں آپ ممتاز و منفرد نظر آتے تھے، گفتگو و تبسم میں چہرے پر ایسا نور چمکتا تھا کہ دلوں کی تاریکیاں ڈھل جاتی تھیں۔

روحانی طور پر ایسا جلال و جمال، آنکھوں میں حشمت و ہیبت تھی کہ بڑے سے بڑے جاگیردار، وزیر، مشیر، بیوروکریٹ بھی سامنے بات کرنے سے پہلے بار بار سوچتے تھے کہ کوئی ناگوار بات منہ سے نہ نکل جائے، اور بات کرنے کی ہمت نہ پاتے تھے اور بولنے میں ان کی زبان ان کا ساتھ نہ دیتی تھی وہ لڑکھڑاتے اور ڈرتے ڈرتے بات کرتے تھے۔

آپ کا سینہ اطہر تجلیات الٰہیہ کا مرکز تھا۔ آپ کا قلب مبارک معارف خداوندی کا گنجینہ تھا۔ نگاہوں میں حسن یار کے جلوے تھے، دل میں محبت خداوندی اور عشق نبوی کا دریا موجزن تھا۔ غرض یہ کہ آپ کا ہر عمل تسلیم و رضا کا گوہر نایاب تھا۔ آپ رحم و کرم اور عفو و درگزر کا پیکر جمیل تھے۔

حلیہ مبارک ☆: آپ کا قد مبارک لمبا، جسم مبارک پتلا لیکن اعضاء مضبوط، رنگ سفیدی مائل گندمی، کندھے فراخ، ناک مبارک درمیانہ، آنکھیں سیاہ، نظر اکثر سجدہ گاہ پر جھکی رہتی، چہرہ مبارک گول و پرنور و پرکشش دیکھنے والے مستانے ہو جاتے بار بار دیکھنے کو جی چاہتا تھا۔ دیکھنے سے دل اللہ اللہ کرتا تھا۔

داڑھی مبارک گھنی اور مٹھی سے دو چار انگلیاں زائد، سر اور داڑھی کے بال مبارک سفید دودھ کی مانند نورانی ہوتے تھے۔ مہندی نہیں لگاتے تھے، سر مبارک کے بال کانوں کی لو تک، مزاج شریف نرم، طبیعت رحیم و شفیق، گفتگو میں اپنائیت ایسی کہ پہلی بار آنے والا بھی گرویدہ ہو جاتا، اخلاق حسنہ سے آراستہ، گفتگو کم فرماتے الفاظ مختصر لیکن با مقصد اور سیدھے، آواز میٹھی اور اثر انگیز، صاف ستھری جب بھی بولتے مخاطب کی اہلیت کے مطابق بولتے، سر پر تاج مبارک اس پر سفید رنگ کا عمامہ شریف آپ کا معمول تھا۔ لباس اکثر سفید رنگ کا پسند فرماتے، گرمی کے موسم میں دوپہر کو اگر تہبند استعمال میں لاتے تو اس کا رنگ نیلا ہوتا تھا۔ سردیوں میں سبز رنگ کی گرم شال اور سبز کلر کا کوٹ استعمال میں لاتے تھے۔

درس و تدریس ☆: حضرت قبلہ عالم تاج العارفین کی ذہانت فطانت لیاقت صلاحیت اور تواضع کو دیکھ کر حضرت سراج الفقہاء نے آپ کو اپنا معتمد خاص اور نائب بنا لیا۔ مدرسہ دار الفیض سونہ جتوئی میں درس کے دوران ابتدائی کتابیں مبتدی طلباء کو با آسانی پڑھاتے تھے۔ اس طرح پڑھنے والے زمانے میں تعلیم و تدریس کا ذاتی تجربہ خوب حاصل ہو گیا تھا۔ دستار فضیلت کے بعد تقریباً ایک سال مدرسہ دار الفیض میں استاد مکرم کی نگرانی میں درس و تدریس کے ساتھ دار الافتاء کا کام بھی حضرت قبلہ کے سپرد تھا۔ اس کے بعد استاد مکرم سراج الفقہاء کے حکم خاص سے اپنے آستانہ عالیہ پر مدرسہ قائم فرما لیا اور ستر سال کا عرصہ طویل درس و تدریس قال اللہ وقال رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تصنیف و تحقیق، تلقین و ارشاد، خطابت و امامت میں بسر کیا۔

شرع انور کی مہک میں جھومتا سارا چمن　　قیل و قال مصطفیٰ سے تھے منور بام و در
طالبان حق بزم میں بیٹھتے تھے صف بصف　　جمگھٹا تاروں کا رہتا بیچ تھا ان کے قمر
کئی ذروں کو چمکنا آ گیا اس بزم سے　　کئی سنگریزے بنے اس بزم سے عالی گہر

تلامذہ ☆: یوں تو آپ کے تلامذہ کی فہرست بہت طویل ہے لیکن یہاں چند نامور شاگردوں کے اسمائے گرامی درج کئے جاتے ہیں۔

ا۔صاحبزادہ اکبر حضرت علامہ میاں علی محمد صاحب مشوری رحمتہ اللہ علیہ۔۲۔صاحبزادہ اصغر حضرت حافظ ''محمد'' المعروف ''نالے مٹھا'' صاحب مشوری رحمتہ اللہ علیہ۔۳۔حضرت مولانا مفتی عبیداللہ مشوری رحمتہ اللہ علیہ۔۴۔حضرت مولانا مفتی نور محمد قاسمی باکرانی رحمتہ اللہ علیہ۔۵۔حضرت مولانا مفتی محمد قاسم جتوئی مہتمم مدرسہ فیض القرآن لاڑکانہ۔۶۔حضرت مولانا مفتی حافظ عبدالقادر کلہوڑو سابق خطیب مرکزی جامع مسجد قاسمیہ لاڑکانہ۔۷۔مولانا مفتی غلام محمد قاسمی بگھیو صدر مدرس درگاہ مشوری شریف۔۸۔مولانا مفتی غلام محمد قاسمی لغاری صدر مدرس مدرسہ عربیہ خیر العلوم خیر پور ناتھن شاہ۔۹۔مولانا مفتی علی بخش قاسمی مہتمم مدرسہ انوار الاسلام قاسمیہ نورانی مسجد دادو۔۱۰۔خطیب اسلام شیر اہل سنت حضرت مولانا محمد صدیق قاسمی جتوئی لاڑکانہ۔۱۱۔خطیب اہل سنت مولانا قادر بخش قاسمی خطیب جامع مسجد غوثیہ رحمانی نگر ضلع دادو۔۱۲۔مولانا مفتی عبدالرحمٰن قاسمی پھنور، لاڑکانہ۔۱۳۔مولانا مفتی محمد صدیق قاسمی چنہ، لاڑکانہ۔۱۴۔مولانا مفتی محمد صالح نعیمی، لاڑکانہ

تصنیف وتالیف ☆: وعظ نصیحت، درس وتدریس، فتویٰ نویسی، دعا وتعویذ، تلقین وارشاد، ورود وظائف اور شب بیداری وغیرہ مشاغل بذات خود میں اکثر مشغول رہتے تھے۔ اتنے مشاغل کثیرہ کے باوجود آپ نے کئی ایک عظیم دینی علمی تحقیقی وادبی تصانیف تحریر فرمائیں جو کہ اسلام کا عظیم سرمایہ ہیں یہ اکثر آپ کی نگرانی میں درگاہ عالیہ مشوری شریف کے شعبہ نشر واشاعت کی جانب سے شائع ہوئیں۔

اولاد وامجاد ☆: حضرت قبلہ عالم کی شادی محترم اللہ بخش مشوری کی صاحبزادی سے ہوئی، جن کے بطن سے چار فرزند تولد ہوئے، جن میں سے دو فرزند بچپن میں فوت ہوئے، اسی طرح تین صاحب زادیاں تولد ہوئیں جن میں سے دو صاحبزادیاں بچپن میں فوت ہوگئیں۔ یعنی کہ سات اولاد ہوئیں جن میں سے دو صاحبزادے اور ایک صاحبزادی صاحب اولاد ہیں۔

حضرت خواجہ محمد قاسم مشوری۔ میاں علی محمد، (لاولد)، شفیع محمد (لاولد)، حافظ محمد عرف نالے مٹھو۔

میاں حاجی محمد اسحاق مشوری مرحوم آپ کے داماد ہیں۔

وصال باکمال ☆: حضور قبلہ عالم، تاج العارفین، قاسم ولایت، سرتاج الفقہاء، خواجہ محمد قاسم مشوری قدس سرہ الاقدس

وصال سے چند برس قبل مخلوق سے بے نیاز و بے تعلق ہو کر واصل باللہ اور باقی باللہ ہو چکے تھے اب صرف عالم فانی کے سفر کا انتظار باقی تھا سو وہ گھڑی بھی آن پہنچی اور یکم رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ/ ۲۸ مارچ ۱۹۹۰ء بدھ کے روز پیرانہ سالی، ضعیفی، نحیفی علالت کے باوجود سحری کے وقت روزے کے لئے دودھ نوش فرمایا اور صبح چھ بجے تقریباً ۹۴ سال کی عمر مبارک میں رب العالمین کے اسم ذات ''اللہ اللہ اللہ'' کی ضرب لگاتے ہوئے علم وعرفان کا یہ آفتاب درخشاں غروب ہو گیا۔

اناللہ وانا الیہ راجعون

وصال پرملال کے باوجود آپ کے جسم مبارک سے خوشبوئیں پھوٹ رہی تھیں، چہرے پر نورانیت، ہونٹوں پر مسکراہٹ اور چارپائی پر چین وسکون سے آرام فرما تھے۔ غسل وکفن کے بعد شام ۴ بج کر ۴۵ منٹ پر آپ کے عزیز شاگرد و مرید مولانا سید حاکم علی شاہ جیلانی (امام جامع مسجد درگاہ مشوری شریف) نے نماز جنازہ کی امامت فرمائی۔ اس کے بعد آہوں سسکیوں اور ورد کلمہ شریف سے درگاہ عالیہ مشوری شریف میں تدفین عمل میں آئی۔ اور مزار شریف پر عالیشان و دلکش بلند و بالا گنبد شریف تعمیر ہوا ہے، تعمیر کا کام ۱۹۹۲ء کو اختتام کو پہنچا۔ آپ کا مزار پرانوار مشوری شریف ضلع لاڑکانہ صوبہ سندھ میں مرجع خلائق ہے ہر وقت عوام کی بھیڑ ہوتی ہے خصوصاً بروز جمعہ تل دھرنے کی جگہ نہیں ہوتی۔ خواتین وحضرات نیکی کمانے میں مصروف ومشغول ہوتے ہیں۔

مولانا مفتی علیم الدین نقشبندی (جہلم) نے قطع تاریخ وصال یوں کہا:

قاسم عرفان بجنت شاد باد   سنیت از فیض او آباد باد
ابن علیم خستہ گفتہ رحلتمش   مرقد او مظہر انوار باد

۱۴۱۰ھ

بشکریہ انوار علمائے اہلسنت سندھ

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت فقیر محمد مشتاق ہاشمی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: ولی ابن ولی، فقیر کامل، عارف حق، برہان شریعت حضرت فقیر محمد مشتاق ہاشمی قادری رحمتہ اللہ علیہ ۱۳۳۲ھ بمطابق 1913ء کو اپنے وقت کے عظیم مرد قلندر حضرت فقیر محمد جی ہاشمی علیہ الرحمۃ کے گھر آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

ابتدائی تعلیم و تربیت والد گرامی سے ہی اپنے گھر میں مکمل کی والد گرامی کی خصوصی توجہ نے آپ کو کندن بنا دیا تھا۔ آپ تقویٰ پرہیز گاری کا مجسمہ اور عبادت و ریاضت میں یکتائے روزگار تھے۔ سخاوت میں بے مثل فقراء اور مسکینوں سے محبت کا یہ عالم یہ تھا کہ ان کے لئے آنکھیں بچھا دیا کرتے تھے آنے والے مساکین و فقرا آپ کے گرد جمع رہتے۔ آپ دنیا اور اہلِ دنیا سے بہت دور رہتے۔ اپنے پاس آنے والوں کو کبھی مایوس نہ فرماتے۔

عجز وانکساری آپ کی ذات کا خاصہ تھا آپ فرمایا کرتے تھے کہ فقر تو عجز و انکساری کا نام ہے۔ جسے سرکار دو عالم ﷺ نے اپنا فخر قرار دیا ہے۔

(اَلْفُقْرُ فَخْرِیْ وَالْفَقْرُ مِنِّی)

ترجمہ ☆: فقر میرا فخر ہے اور فقیر مجھ سے ہے۔

آپ کو سلطان العارفین حضرت سلطان باہو علیہ الرحمۃ کی ذات سے خصوصی اور گہرا لگاؤ اور تعلق تھا ہر وقت ان کا کلام آپ کے زیرِ لب رہتا تھا۔ آپ اپنے دادا اور والد بزرگوار کے مزارات کی خدمت میں ہمہ تن مصروف رہتے اور مزارات پر جھاڑو کشی خود فرماتے تھے۔

بیعت و خلافت ☆: آپ نے بغداد شریف کے باب الشیخ میں حضرت سیدنا شرف الدین گیلانی قادری علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر شرف بیعت حاصل کیا اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز و ممتاز ہوئے۔

آپ کی یادگاریں ☆: آپ انتہائی محنتی اور باہمت شخص تھے اپنی تعلیم و عبادت و ریاضت و مجاہدہ کے ساتھ ساتھ آپ نے دربار عالیہ سلطانیہ برہان شریف میں جو عظیم کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں۔ ان میں اول دربار شریف سے ملحقہ جامع مسجد کی

تعمیر جو آپ کے فن تعمیر کا منہ بولتا ثبوت ہے اور اسی طرح دربار شریف کی عمارت کی تعمیر اور حسن ترتیب اور خوبصورتی آپ کے فن تعمیر کا عظیم شاہکار اور یادگار ہیں۔ ان تعمیرات کے لئے آپ نے شب و روز کی توجہ اور محنت شاقہ سے کام لیا اور مختصر سے عرصہ میں 1950ء سے شروع ہونے والا یہ عظیم کام 1957ء میں پایہ تکمیل کو پہنچ گیا۔ جس کی وجہ سے برہان شریف کے لوگ آپ کو محنت و مشقت کا بے تاج بادشاہ کہنے پر مجبور ہیں۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۴۱۱ھ بمطابق 19 جولائی 1990ء کو ہوا مزار پُر انوار برہان شریف تحصیل حسن ابدال ضلع اٹک میں مرجع خاص و عام ہے جہاں آج بھی اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر آپ کے وسیلہ سے اپنی حاجات خدا سے طلب کرتے ہیں۔

آپ کے دو صاحبزادے ہیں جو کہ آج بھی دربار شریف کی خدمت اور سالکین کی رہنمائی کے لئے مصروف عمل ہیں بڑے صاحبزادے ڈاکٹر محمد اشتیاق قادری اور دوسرے صاحبزادے محمد اشفاق قادری ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ پیر محمد کرم حسین حنفی القادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: شہباز طریقت، پیشوائے اصحاب حقیقت و معرفت، ساقی خمخانہ اسرار، آشنائے رموز و کنایات حضرت خواجہ پیر محمد کرم حسین حنفی القادری رحمتہ اللہ علیہ آپ عشق کامل، شوق وافر، وجدِ صادق، حال قوی اور ہمت بلند میں مشہور تھے۔

آپ کی ولادت باسعادت ۳۰ رمضان المبارک اور یکم شوال المکرم کی درمیانی رات کے بعد علی الصبح بوقت اذان فجر ۱۳۷۹ھ بمطابق ۲ نومبر بروز ہفتہ ۱۹۴۰ء میں ضلع میانوالی کے معروف علاقہ تھانہ چکڑالہ کے ایک نواحی گاؤں ''نواں'' جو پہاڑوں میں موجود ہے، میں حضرت خواجہ حافظ گل محمد قطبی قادری علیہ الرحمۃ کے روحانی و علمی گھر میں ہوئی۔

آپ قطب شاہی اعوان ہیں، آپ کا شجرہ حضرت غازی عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا کر ملتا ہے، ابھی آپ کی عمر عزیز صرف تین برس تھی کہ آپ کے والد گرامی اپنے مرشد کامل حضرت سید سردار علی شاہ بخاری المعروف اعلیٰ حضرت دہڑوی سندھ والوں کے حکم پر تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں بمع اہل خانہ ''نواں'' سے ہجرت کر کے ضلع جھنگ کے نہایت ہی پسماندہ علاقہ تھانہ موجوالہ کے ایک گاؤں ''بلوآنہ شریف'' کو تبلیغ اسلام اور رُشد و ہدایت کا مرکز بنایا۔

بچپن کا عالم تھا کہ آپ سے کرامات صادر ہونا شروع ہو گئیں، جس کی بنا پر آپ کے والد گرامی اکثر فرماتے تھے کہ میرا یہ بیٹا ولی اللہ ہے۔

آپ نے آٹھویں تک دنیاوی تعلیم گورنمنٹ مڈل سکول چک نمبر ۱۷۵ میں حاصل کی۔ ابھی زیر تعلیم ہی تھے کہ والدِ بزرگوار کا وصال ہو گیا۔ جس کی بنا پر پورے گھر اور دربار و خانقاہ کے انتظام و انصرام کا بوجھ آپ کے معصوم کندھوں پر آن گرا، اور تعلیم کے میدان سے کچھ عرصہ کے لئے فارغ ہو گئے۔

حالات تھوڑے سنبھلے تو آپ نے لاہور سے ایک نامور عالم دین مولانا حافظ محمد ریاض صاحب کو دربار شریف میں بلوایا اور ان سے کتب متداولہ اور مولوی فاضل اور فقہ و حدیث شریف کی کتابیں پڑھ کر دینی علوم پر مکمل عبور حاصل کیا۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت سید سردار علی شاہ بخاری المعروف اعلیٰ حضرت ڈہڑوی صوبہ

سندھ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقہ خلافت پاکر سرفراز وصاحب مجاز ہوئے۔

نوٹ ☆: آپ کو اپنے والد گرامی کی طرف سے بھی خرقہ خلافت حاصل تھا، وصال سے چندروز قبل آپ کے والدِ گرامی نے آپ کو سکول سے بلوا کر تمام اہل خانہ کی موجودگی میں اپنی دستار مبارک سر سے اتار کر خود آپ کے سر پر باندھی اور آپ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ اس وقت آپ کی عمر عزیز صرف چودہ برس تھی، اور چودہ برس کی عمر میں والد گرامی کے وصال کے بعد ان کے مسند ارشاد پر متمکن ہوئے۔

آپ کے شیخ کامل اعلیٰ حضرت دہڑوی آپ سے بہت زیادہ شفقت ومحبت سے پیش آتے تھے۔ آپ جب بھی مرشد کامل کی خدمت میں حاضر ہوتے تو مرشد کامل اپنی گود میں بٹھا کر پیار کرتے اور فرماتے ''لوگو ایک دن یہ لڑکا جہان کا پیر ہوگا''

سیرت وکردار ☆: آپ کی ذات والا صفات کی پوری زندگی اتباع قرآن اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق گزری، اپنے بزرگوں اور شیخ طریقت کے اصولوں کی عملی تفسیر تھے۔ حسن اخلاق میں بے مثل گفتار وکردار میں یکتا اور ممتاز تھے۔

آپ اپنے والد گرامی کی مسند ارشاد پر تقریباً ۲۲ برس تک متمکن رہے، بعدازاں چند ناگزیر وجوہات کی بنا پر جولائی ۱۹۷۶ء میں بلوآنہ شریف سے ہجرت کر کے ''منگانی'' شریف کو تبلیغ وارشاد اور رُشد وہدایت کا مرکز بنایا۔

منگانی شریف کی اکثریتی آبادی کے لوگ دین اسلام کی بنیادی اصولوں سے ناواقف اور بے راہ روی کا شکار تھے۔ مسلمانی صرف مولوی تک محدود تھے۔ آپ اس جگہ پہلا مدرسہ کھولا جہاں پر بچوں اور بچوں نوجوانوں اور بوڑھے کسانوں کو کلمہ نماز اور قرآن مجید تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ دین اسلام کے چھوٹے چھوٹے مسائل یاد کرائے، آپ نے اپنے پُر خلوص جذبے کی تحت سینکڑوں غافل مسلمانوں کو اپنی نگاہ رفاست وولایت سے پاکیزہ زندگی گزارنے کا طریقہ سکھایا، جس کے نتیجے میں اب یہاں کی آبادیو کے لوگ نہایت سلجھے ہوئے لوگوں پر مشتمل ہے، اور نئی نسل نوجوان طبقہ تو اکثریت سے آپ کا دامن گرفتہ ہے، آپ نے اس تاریک علاقہ میں علم وعرفان کی وہ شمع جلائی، جس کی روشنی سے تاابدالآباد یہ علاقہ روشن ومنور ہوگا۔ آپ نے تقریباً ۱۵ برس منگانی شریف میں مسند رشد وہدایت پر بیٹھ کر جو کام کیا اس سے ہزاروں افراد صراط مستقیم پر گامزن ہوئے۔

آپ میں عاجزی اور مسکینی کوٹ کوٹ کو بھری ہوئی تھی، ہمیشہ فرماتے تھے ہم اللہ کے عاجز بندے اور فقیر ہیں۔ اگر کبھی کوئی کرامت سرزد ہو جاتی تو تو اس کا تذکرہ زبانی پر نہ لاتے۔ ہمیشہ اپنے چاہنے والوں کو ارکان دین کا درس دیتے، کبھی کسی فرقہ کو تنقید کا نشانہ نہ بناتے۔ اخلاق حمیدہ ایسا کہ مسلمانوں کے علاوہ کافروں سے بھی شفقت سے پیش آتے۔ آپ اپنی نگاہ محبت سے بہت سے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنالیا تھا۔

اولاد وامجاد ☆: خداوند کریم نے اپنے فضل سے آپکو تین صاحبزادے حضرت صاحبزادہ پیر محمد مظہر حسین، حضرت صاحبزادہ پیر محمد اختر حسین، حضرت صاحبزادہ پیر محمد طاہر حسین مدظلہ عنایت فرمائے ہر تینوں حضرات آپ کے مشن پر سختی سے عمل پیرا، اور انتہا درجہ کے نیک صالح ہیں۔

کرامت ☆: آپ اپنے ایک مخلص پیر بھائی، ڈاکٹر محمد علی سندھی قادری کے بہت زیادہ اصرار پر ان کے گھر گھوٹکی تشریف لے گئے، اچانک اُسی رات اُن کی اکلوتی بیٹی فوت ہوگئی۔ آپ نے فرمایا اہل سندھ کہیں گے کہ پنجاب سے ایک فقیر آیا جہاں ٹھہرا وہاں اس کی برکت سے فوتگی ہوگی۔

یہ سوچ کر آپ نے بارگاہ رب العزت میں دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے۔ ابھی ہاتھ نیچے نہیں کئے تھے کہ وہ فوت شدہ بچی جسے اس وقت غسل دیا جارہا تھا۔ وہ زندہ ہوگئی، اور تاحال زندہ ہے اب اُس کی شادی بھی ہوگی۔ اس واقعہ کے گواہ آپکے مریدین معتقدین کے علاوہ اہل خانہ اور اہل علاقہ ڈاکٹر علی محمد صاحب کی برادری کی ایک بہت بڑی تعداد زندہ اور گواہ ہے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۸ ذیعقد ۱۴۱۱ھ بمطابق ۲ جون ۱۹۹۱ء بروز اتوار رات دو بجے مدرسہ قرآن محل غلہ منڈی جھنگ صدر میں ہوا۔

مزار پُر انوار منگانی شریف جھنگ فیصل آباد روڈ پر اڈا موچیوالہ ہسپتال سے تقریباً ۶ کلومیٹر شمال کی جانب مرجع خاص وعام ہے۔

جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کا سالانہ عرس مبارک سال میں دو مرتبہ یکم تا دو اکتوبر اور عرس وصال یکم تا دو جون بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔ جس میں ہزاروں کی تعداد میں عقیدتمندان اندرون وبیرون ملک سے شرکت کرتے ہیں اور اپنے دامنوں کو گوہر مراد سے بھر کر لوٹتے ہیں۔

آپ کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت پیر محمد مظہر حسین حنفی القادری سجادہ نشین ہیں۔ جو بڑے ہی اہتمام اور حسن اخلاق سے سلسلہ عالیہ کی خدمت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

جبکہ سب سے چھوٹے صاحبزادے حضرت علامہ پیر محمد طاہر حسین قادری مدظلہ وعظ ونصیحت درس وتدریس کے علاوہ شاعری سے بھی شغف رکھتے ہیں۔ ان کا اردو، پنجابی اور فارسی کلام منظر عام پر آچکا ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت علامہ سید ریاست علی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: بانی ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی، پاکستان جاں نثار امام احمد رضا، ناشر مسلک اعلیٰ حضرت، جناب سید ریاست علی قادری رضوی بن سید واحد علی رضوی ۲۷ جون ۱۹۳۲ء کو محلہ شاہ آباد بریلی شریف کے علمی خانوادے میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ اور والدین کریمین کے سایہ عاطفت میں رہ کر پرورش پائی۔

خاندانی حالات ☆: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کے منظور نظر مرید و تلمیذ حضرت سید ایوب علی رضوی بریلوی مولانا سید ریاست علی کے نسبتی ہمشیر زادہ تھے۔ سید ایوب علی رضوی بن سید شجاعت علی بن سید تراب علی بن سید ببر علی بہاری پور بریلی میں پیدا ہوئے۔ مڈل اسکول میں مڈل کرنے کے بعد فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ کچھ عرصہ اسلامیہ اسکول بریلی میں پڑھاتے رہے۔ پھر جب امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ سے بیعت کا شرف حاصل ہوا تو اپنے آپ کو بارگاہ رضویت کے لئے وقف کر دیا۔ جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کے رکن رکین رہے اور حضور مفتی اعظم قدس سرہ کے ساتھ شدھی تحریک کے انسداد میں حصہ لیا، اور اس کی رپورٹیں ہفت روزہ اخبار دبدبہ سکندری رامپور، ماہنامہ یادگار رضا بریلی میں نکالتے رہے۔ روداد جماعت رضائے مصطفیٰ مولانا سید ایوب علی رضوی ہی ترتیب دیتے تھے۔ آپ نے شعر و شاعری سے بھی لگاؤ رکھا تھا، اس سلسلہ میں باغ فردوس (۱۳۵۳ھ) کے نام سے آپ کا دیوان شائع ہوا اور اب ''شمائم بخشش'' کے نام سے نئی طباعت میں انجمن انوار القادریہ کراچی نے شائع کیا ہے محرر اور مصنف بھی تھے۔ ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۹۰ھ/ ۲۲ نومبر ۱۹۷۰ء بروز جمعتہ الوداع نماز فجر سے قبل مولانا سید ایوب علی رضوی کا وصال ہوا، میانی صاحب لاہور کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

مولانا سید ریاست علی قادری کے والد ماجد اور والدہ ماجدہ دونوں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی علیہ الرحمۃ سے بیعت تھے اور نہایت ہی متقی و پرہیزگار تھے۔

سید الطاف علی بریلی، آپ کے ماموں تھے جن کا انتقال ۱۴۰۸ھ کو کراچی میں ہوا۔ سید الطاف علی بریلوی آل پاکستان

ایجوکیشنل کانفرنس کے سیکرٹری جنرل اور سہ ماہی ''العلم'' کراچی کے مدیر تھے۔ موصوف نے امام احمد رضا بریلوی کا زمانہ پایہ اور ان کے جنازے میں شریک ہوئے۔ مسلکاً بریلوی نہیں تھے۔

تعلیم وتربیت اور پاکستان آمد☆: آپ نے قرآن کریم، اردو کی تعلیم اپنے محلے ہی میں حاصل کی۔ اور اسلامیہ ہائی اسکول بریلی سے میٹرک پاس کیا۔ میٹرک کے فوراً بعد ۱۹۴۸ء کو پاکستان نقل مکانی کر کے آ گئے۔ یہاں پر انٹرمیڈیٹ اور بعد میں الیکٹرک ڈپلومہ انجینئرنگ کیا۔ جرمن لینگویج کورس فرام میونچ ویسٹ جرمنی گوتھے انسٹی ٹیوٹ کی تعلیم کراچی میں حاصل کی، بعد وہ ٹیلی کمیونیکیشن سرٹیفکیٹ فرام میونچ ویسٹ جرمنی میسرز سرمین اے جی منذ ڈی۔ ڈی۔ دی کی ٹریننگ کی۔ پاکستان تشریف لے جانے کے بعد مترجم کی حیثیت سے جرمنی سے انگریزی میں ٹرانسلیشن کا کام کیا۔ بعد میں محکمہ ٹیلی فون میں ملازمت اختیار کی اور ٹیلی فون سلیس ڈیپارٹمنٹ میں بحیثیت منیجر فرائض انجام دیے۔

آپ اردو، فارسی، عربی، انگلش، جرمنی وغیرہ زبانوں پر مکمل دسترس رکھتے تھے۔ آپ چار سال کے لئے جرمنی سے انگلش مترجم کی حیثیت سے کام کیا۔

مقالات اور مضامین ☆: آپ ایک منجھے ہوئے صحافی، نامور مقرر، بہترین مضمون نگار، ادیب، مقالہ نگار، محقق اور مبصر ہونے کے ساتھ مسجد الحسین اسلام آباد (پاکستان) کے خطیب بھی تھے۔ زمانہ طالب علمی ہی سے مضامین لکھنے کا شوق ہو گیا تھا اور اسی زمانے میں اپنے معاصرین میں کہنہ مشق ادیب کی حیثیت سے جانے جاتے تھے۔ مندرجہ ذیل کانفرنس میں مندوب، مقرر اور مقالہ نگار کی حیثیت سے شرکت کی۔

(۱) سیرت کانفرنس (منعقدہ ۱۹۸۰ء تا ۱۹۸۸ء) زیر اہتمام وزارت مذہبی امور پاکستان اسلام آباد۔ (۲) شاہ عبداللطیف بھٹائی کانفرنس (کراچی)۔ (۳) اولیاء کانفرنس (کراچی)۔ (۴) میلاد مصطفیٰ کانفرنس (فیصل آباد)۔ (۵) میلاد مصطفیٰ کانفرنس (ملتان)۔ (۶) میلاد مصطفیٰ کانفرنس (حیدر آباد)۔ (۷) میلاد مصطفیٰ کانفرنس (لاہور)۔ (۸) میلاد مصطفیٰ کانفرنس (کراچی)۔ (۹) میلاد مصطفیٰ کانفرنس (اسلام آباد)۔ (۱۰) میلاد مصطفیٰ کانفرنس (سکھر)۔ (۱۱) تصوف کانفرنس (ٹھٹھہ)۔ (۱۲) تصوف کانفرنس (کراچی)

آپ ایک اچھے اہل قلم تھے۔ سیرت وصورت میں بھی شرع کے پابند تھے، گاہے بگاہے مختلف عنوانات پر مضامین لکھتے رہتے تھے جو عوام وخواص میں خاصے مقبول ہیں۔ مندرجہ ذیل اخبار، رسائل اور جرائد میں مستقل آپ کے مضامین اشاعت پذیر ہوئے ہیں۔ مولانا قادری کے مضامین ومقالات محققانہ اور معلوماتی ہوتے ہیں جن کے پڑھنے سے قاری کا ذہن یک بیک پلٹ جاتا ہے۔

ماہنامہ سنی دنیا بریلی، روزنامہ جنگ کراچی، مشرک کلکتہ، نوائے نعت، سالنامہ معارف رضا کراچی، استقامت کانپور۔ آپ کے مضامین ومقالات کی تعداد تین سو سے زائد ہے۔

انعامات وتمغات ☆: حضرت مولانا سید ریاست علی قادری نے آل پاکستان حمد ونعت مقابلہ زیر اہتمام حبیب بینک لمیٹڈ کراچی ۱۹۸۴ء تا ۱۹۸۸ء بحیثیت منصف کے خدمات انجام دیں اور ریڈیو پاکستان کراچی، ریڈیو پاکستان راولپنڈی میں مقرر کے اعلیٰ عہدے پر فائز رہ کر خدمات انجام دیں۔

سیرت کانفرنس ۱۹۸۷ء وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان اسلام آباد میں میڈل، شاہ عبداللطیف بھٹائی کانفرنس ۱۹۸۶ء کراچی میں شیلڈ، اور اولیاء کانفرنس کراچی میں سند وغیرہ کے انعامات حاصل کئے اور تمغات سے نوازے گئے۔

تصانیف ومرتبات ☆: مولانا سید ریاست علی قادری رحمۃ اللہ علیہ ذی علم، دانش مند، محقق اور بلند پایہ مصنف بھی تھے۔ آپ کی تصنیفی وترتیبی کتابیں مندرجہ ذیل ہیں جو خاص وعام میں مقبول ہیں۔ آپ نے مختلف کتابوں پر تقاریظ، پیش لفظ، مقدمے اور اداریے لکھے جو علمی دنیا میں سدابہار کا درجہ رکھتی ہیں۔

(۱) تحریک آزادی ہند، مصنفہ پروفیسر حسنین کاظمی۔ (۲) لوگارتھم (علم ریاضی کی ایک شاخ) (۳) سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نازک لمحات کی میزان پر۔ (۴) مفتی اعظم ہند (سوانح حیات مولانا محمد مصطفیٰ رضا خان نوری بریلوی)۔ (۵) امام احمد رضا کے نثری شہ پارے۔ (۶) سالنامہ معارف رضا کراچی۔ (۷) مجلہ سیرت وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان اسلام آباد۔ (۸) عظمت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اہم ذمہ داریاں ☆: مولانا سید ریاست علی علیہ الرحمۃ کی زندگی ہمہ رنگ ہے، گوناگوں مصروفیات کے باعث ان اہم ذمہ داریوں کو بھی بحسن وخوبی انجام دے رہے تھے، جو مولانا قادری کی اعلیٰ صلاحیت وقابلیت کا بین ثبوت ہے۔

(۱) اعزازی مشیر مجلہ رحمۃ اللعالمین (سالنامہ) اسلام آباد۔ (۲) مشیر اعلیٰ ماہنامہ نوائے نعت کراچی۔ (۳) ممبر مجلس ادارہ سالنامہ معارف رضا کراچی۔ (۴) جنرل سیکرٹری تصوف اکیڈمی آف پاکستان (کراچی)۔ (۵) ممبر وفاق الصوفیہ کراچی۔ (۶) ممبر دائرۃ المصنفین کراچی

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کا قیام ☆: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے حلقہ ارادت اور عقیدت مندوں نے بتوفیق ایزدی اپنے رفیق ورہنماؤں کی زندگی اور مشن کو عام کرنے کیلئے برصغیر پاک وہند اور اطراف واکناف عالم میں انجمن،

حلقے، دائرہ ہائے فکر، کتب خانے، اشاعتی ادارے، اور ریسرچ سینٹر قائم کئے اور اپنے محدود مادی و مالی وسائل کے باوجود گراں قدر خدمات انجام دے رہے ہیں، ان میں مولانا سید ریاست علی قادری علیہ الرحمۃ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور ایک برین سیل (Brain Cell) کی سطح پر کراچی میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کی ۱۹۸۰ء میں بنیاد ڈالی جو ۱۹۸۶ء سے اس صدی کے جلیل القدر اور قابل احترام روحانی، علمی رہبر و رہنما امام احمد رضا کی شخصیت اور علمی کارناموں کو اپنے محدود مالی و مادی وسائل کے باوجود متعارف کرانے کے لئے حسب توفیق خالص علمی و ادبی کام کر رہا ہے، مدیر مجلّہ امام احمد کانفرنس ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۸۹ء مولانا سید ریاست علی قادری علیہ الرحمۃ کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ادارہ تحقیقات امام احمد رضا قدس سرہ کو اگر ایک جسد سے تعبیر کیا جائے تو ہمارے سید صاحب (ریاست علی قادری) اس کی روح ہیں، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کی یہ شہ رگ اور ایک دین ہیں کہ اس کے سارے جسم میں اس کے ذریعے خون پہنچ رہا ہے۔''

سالنامہ معارف رضا☆: جناب حضرت علامہ سید ریاست علی قادری علیہ الرحمۃ نے آج سے پانچ چھ سال پہلے بے سروسامانی کے عالم میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے جذبہ فداکاری سے سرشار ہو کر معارف رضا کا پہلا شمارہ نکالا تھا۔ اس وقت ماہر رضویات محقق وقت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج سکھر، حضرت مولانا شمس الحسن شمس بریلوی، حضرت مولانا محمد اطہر نعیمی اور جناب محمد شفیع قادری نے آپ کا بھرپور تعاون کیا۔ سید ریاست علی کی شب و روز کی جانکاہ محنت نے مجلّہ معارف رضا کو کامیاب بنایا۔ اس میں بڑے بڑے پروفیسر، محققین اور دانشوروں کے مقالات ہوتے ہیں جو امام احمد رضا کے یوم وصال پر ہر سال پابندی اور بلند معیار کے ساتھ نکل رہا ہے۔ اب کچھ عرصہ سے معارف رضا ماہانہ پابندی سے جاری کیا گیا ہے۔

امام احمد رضا کانفرنس جناب علامہ سید ریاست علی قادری کے نصب العین کی ایک ٹھوس حقیقت بن کر سامنے آئی۔ اپنوں اور غیروں نے بے حد سراہا۔ دانش ور طبقہ اس کانفرنس کی بدولت امام احمد رضا بریلوی اور ان کے تبحر علمی سے آگاہ ہوا، اور اس کانفرنس کے بڑے مثبت نتائج برآمد ہوئے۔ آپ نے حضرت قبلہ پیر سید زین العابدین شاہ راشدی قادری مدظلہ کے نام ایک خط میں لکھا کہ:

''میں نے اپنی زندگی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے مشن کی ترویج و اشاعت کیلئے وقف کر دی ہے۔''

دنیائے رضویت مولانا ریاست علی قادری کی ذات پر نازاں ہے اور ان کے فروغ عمل کے لئے دعا گو ہے آپ کا قائم کردہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا پورے ملک پاک و ہند میں اعلیٰ حضرت پر اپنی نوعیت کا واحد ادارہ ہے جو اعلیٰ حضرت پر تحقیق کر رہا ہے۔ اس ادارے نے دنیا بھر میں مسلم اور غیر مسلم دانش وروں کو اعلیٰ حضرت کی طرف رجوع کیا ہے۔ دنیا بھر میں اعلیٰ حضرت کی کتابوں اور ان کے کارناموں پر تحقیقی کام ہو رہا ہے۔ محترم سید ریاست علی قادری مرحوم کی آٹھ سال مسلسل جدوجہد کی وجہ سے ۱۴ دسمبر

۱۹۸۷ء کو کراچی یونیورسٹی میں یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر منظور احمد صاحب نے احمد رضا کی خدمات کے اعتراف میں ''امام احمد رضا چیئر'' کے قیام کا اعلان کر دیا۔

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کی طرف سے ایک پُر وقار تقریب میں امام احمد رضا کی سینکڑوں کتب اور دیگر علوم اسلامیہ پر مشتمل کتابیں اور ایک الماری کا تحفہ سندھ ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن کو بھی پیش کیا گیا۔ اب سندھ ہائی کورٹ لائبریری میں امام احمد رضا سے متعلق ایک سیکشن الگ سے قائم ہے جہاں جج صاحبان اور وکلاء امام احمد رضا کے علوم سے فیضیاب ہو رہے ہیں۔ لندن سینٹر برائے پاکستان اسٹڈیز لندن میں ۱۳ مئی تا ۱۵ جون ۱۹۸۹ء ''تھرڈ لندن ایگزی بیشن آف بکس مزوم پاکستان'' کے نام سے کتابوں کی نمائش ہوئی جس میں ادارے نے اپنی شائع کردہ تمام کتابیں مجلّے اور جریدے (اردو، عربی، انگریزی) رکھوائیں۔ یہ پہلا موقع تھا کہ لندن کی کسی نمائش میں امام احمد رضا سے متعلق کتابیں رکھی گئی تھیں۔ اب یہ کتابیں لندن سینٹر برائے پاکستان اسٹڈیز لندن کی لائبریری میں شامل ہیں۔ اس کے علاوہ امریکن کانگریس لائبریری کراچی کے علاوہ امریکن کانگریس لائبریری امریکہ میں بھی ادارے کی مطبوعات پہنچ چکی ہیں۔

جولائی ۱۹۹۱ء میں پاکستان قومی اسمبلی کی لائبریری میں بھی امام احمد رضا سے متعلقہ ایک سو (۱۰۰) کتابوں کا تحفہ پیش کیا گیا جو قومی اسمبلی میں پیش کی جانے والی کتب میں اب تک سب سے بڑا تحفہ ہے۔

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کا ایک وفد امام احمد رضا کے مزار شریف، جائے پیدائش اور دیگر متعلقہ مقامات کی عکس بندی کے سلسلے میں بریلی شریف گیا اور ہندوستان کے ماہر پیشہ ور کیمرہ مینوں کے تعاون سے اپنی نگرانی میں عکس بندی کرائی اور پاکستان ٹیلی ویژن کو بلا معاوضہ پیش کی جو کہ پاکستان ٹیلی ویژن نے ۲۲ جولائی ۱۹۸۹ء کو اپنے مشہور و مفید معلومات پروگرام ''ٹی وی انسائیکلو پیڈیا'' میں قومی نشریاتی رابطے پر امام احمد رضا کی زندگی اور علمی کارناموں پر مشتمل ایک جامع اور حسین دستاویزی فلم کی شکل میں پیش کی جس کا دورانیہ تقریباً ۱۵ منٹ تھا۔ فلم کی یہ نمائش اس لئے خاص اہمیت کی حامل ہے کہ اس کے ذریعے امام احمد رضا کا بھرپور تعارف کل پاکستان بنیاد پر پہلی مرتبہ پیش کیا گیا اس کے علاوہ آپ ہی کی کوششوں کی وجہ سے پاکستان ٹیلی ویژن اسلام آباد سینٹر کے پروگرام ''کتابوں پر تبصرہ'' میں اپریل ۱۹۹۱ء میں امام احمد رضا کی مایہ ناز تصنیف ''فتاوی رضویہ'' پر علمی مذاکرہ نشر ہوا جس میں آپ خود بھی شریک گفتگو تھے۔

۱۹۸۱ء میں آپ بریلی شریف گئے اور وہاں سے امام احمد رضا کی سینکڑوں نادر قلمی و مطبوعہ رسائل و کتب اپنے ہمراہ لے کر آئے اور اعلان فرمایا: اہل قلم متوجہ ہوں جو جس علم سے آشنا ہے اور کام کرنا چاہتا ہے مطلع کرے انشاء اللہ العزیز فوٹو اسٹیٹ کاپیاں مہیا کر دی جائیں گی۔ اس طرح اہل قلم کو آپ نے دعوت دے کر امام احمد رضا پر کام کی راہ ہموار کر دی۔

(مضمون نگار: سید صابر حسین شاہ بخاری ماہنامہ القول السدید لاہور مارچ ۱۹۹۲ء)

بیعت وخلافت ☆: تقسیم ہند کے بعد ۱۹۵۶ء میں سید ریاست علی قادری پاکستان سے بریلی شریف حاضر ہوئے۔ حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ کو قریب سے دیکھنے کا موقع میسر آیا تو آپ کے زہد وتقویٰ سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور فوراً شرف بیعت حاصل کیا۔ اگرچہ عقیدت آستانہ رضویہ سے پہلے ہی سے تھی اس لئے کہ سید ریاست علی کے والد سید واحد علی رضوی کو امام احمد رضا سے شرف بیعت حاصل تھا جس کی وجہ سے اکثر وبیشتر مواقع پر اعلیٰ حضرت اور شہزادہ اعلیٰ حضرت کا ذکر خیر ہوا کرتا تھا۔ اس لئے سید صاحب آستانہ رضویہ سے متعارف تھے۔

۱۹۸۰ء میں حضرت مفتی احمد اعظم ہند مولانا محمد مصطفیٰ رضا خان نوری بریلوی نے سلسلہ قادریہ، برکاتیہ، نوریہ رضویہ میں اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔ نیز اپنا عمامہ، جبہ، ٹوپی، جائے نماز، رومال اور دیگر تبرکات عنایت فرمائے۔

جاں فشانی کا نتیجہ ☆: حضرت علامہ سید ریاست علی قادری علیہ الرحمۃ نے حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا قادری بریلوی قدس سرہ کو بھی دیکھا تھا۔ مولانا محمد حامد رضا بریلوی آپ کے دولت خانے پر تشریف لے جاتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے زندگی میں ان سے زیادہ خوبصورت اور حسین شخصیت نہیں دیکھی وہ بہت ہی حسین وجمیل اور خوبرو تھے۔

جانشین مفتی اعظم مفتی محمد اختر رضا الازہری قادری بریلوی علیہ الرحمۃ استاذ العلماء علامہ تقدس علی خاں رضوی رحمتہ اللہ علیہ ماہر رضویات پروفسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری مدظلہ العالی اور حضرت علامہ شمس بریلوی علیہ الرحمۃ کے دل میں آپ کی بیحد قدر ومنزلت تھی۔

وصال باکمال ☆: آپ کراچی سے بذریعہ ٹرین عازم اسلام آباد ہوئے دوران سفر میں ہی انہیں دل کا دورہ پڑا جسے تقریباً سترہ گھنٹے برداشت کرتے ہوئے راولپنڈی میں ریلوے اسٹیشن سے بذریعہ ٹیکسی گھر پہنچے۔ انہیں اپنا بیٹا جنید، پولی کلینک ہسپتال کے ایمرجنسی وارڈ میں لے گیا دل کا دورہ سخت تھا۔ سید صاحب نے پانی مانگا۔ پانی پیا زبان سے ''جزاک اللہ'' کے الفاظ نکلے اور یہ عاشق رسول، فدائے سنیت، ناشر رضویت ۳، جنوری ۱۹۹۲ء/۱۴۱۲ھ شام ۵ بجے خراماں استغناء ناز سے ہمیں داغ مفارقت دے کر جنت الفردوس کو چل دیا۔

بشکریہ، تذکرہ انوار علمائے اہل سنت، سندھ

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: ضیاء المشائخ فاضل نگینہ، قطب مدینہ، عاشق وفنافی الرسول، نائب اعلیٰ حضرت شیخ العصر حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی رحمتہ اللہ علیہ علم وعمل کے آفتاب ومہتاب ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۹۴ھ بمطابق 1877ء میں ضلع سیالکوٹ میں ہوئی آپ کے والد گرامی کا نام عبدالعظیم تھا ابتدائی تعلیم آپ نے سیالکوٹ ہی میں حاصل کی۔ دینی تعلیم کیلئے لاہور کا رخت سفر باندھا۔ اور علامہ غلام قادر بھیروی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عربی کی بیشتر کتابیں آپ سے پڑھیں اور بعدازاں آپ دہلی تشریف لے گئے اور وہاں چار سال تک تعلیم حاصل کی۔ پھر دورہ حدیث کے لئے پیلی بھیت تشریف لے گئے پیلی بھیت میں آپ نے علامہ سیّد احمد سورتی رحمتہ اللہ علیہ کی شاگردگی اختیار کی جو اپنے زمانے کے مشہور محدث تھے۔ پیلی بھیت ہی میں آپ کی زندگی میں ایک نئے اور روشن باب کا اضافہ ہوا۔

بیعت وخلافت ☆: محدث سورتی علیہ الرحمۃ کا اعلیٰ حضرت مولانا الشاہ احمد رضا خان بریلوی سے خصوصی لگاؤ اور تعلق تھا۔ اُن کے ذریعہ ہی آپ حضرت فاضل بریلوی کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ آپ پیلی بھیت سے پابندی کے ساتھ ہر جمعہ کو بریلی تشریف لے جاتے اور بعد نماز جمعہ پیلی بھیت سے واپس آجاتے۔ علم حدیث کی فراغت کے بعد اعلیٰ حضرت بریلوی نے خود اپنے دست مبارک سے دستار بندی فرمائی اور سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کر کے خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا۔

زیارت بغداد و مدینہ شریف ☆: عوام کی رہنمائی پر مامور ہونے کے بعد آپ بغداد شریف روانہ ہو گئے تاکہ حضور غوث الثقلین محبوب سبحانی قطب ربانی سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے مزار پرانوار پر حاضر ہو کر آپ کے خصوصی فیض وبرکات سے مستفیض ہو سکیں یہاں عشق ومحبت نے اتنا زور پکڑا کہ آپ مجذوب ہو گئے۔ پانچ سال تک آپ پر یہی حالت طاری رہی

بعدازاں آپ کو سیّد الحسینی اپنے ساتھ اپنے مسکن پر لے گئے۔ اور آپ پر خصوصی توجہ فرمائی تو آپ معمول پر آئے اس وقت سیّد الحسینی کی عمر تقریباً ۱۸ سال تھی اس کے بعد آپ کو مدینہ شریف کی زیارت کا شوق پیدا ہوا۔ اپنی اس خواہش کا اظہار آپ نے اپنے میزبان سے کیا انہوں نے اجازت دے دی اور سفر کا انتظام بھی فرما دیا۔ آپ ۱۳۲۷ھ میں مدینہ شریف حاضر ہوئے اور باقی تمام عمر دربار حبیب ہی میں بسر کی مدینہ شریف میں حضرت قبلہ کی کرامات و خدمات کے ذکر کے لئے ایک طویل دفتر درکار ہے۔ مختصر یہ کہ اس دور میں جبکہ غربت اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ آپ حجاج کرام اور زائرین مدینہ کے قیام وطعام کے بندوبست پر اپنی خصوصی توجہ مرکوز رکھی اور خاص کر ریلوے لائن کی تعمیر کے سلسلے میں آپ کی خدمات کو آئندہ وقتوں میں یاد رکھا جائے گا۔

آپ ترکوں کے زمانہ میں مسجد نبوی شریف میں درس حدیث دیتے تھے اور محفل میلاد کا انعقاد تو آپ کا خصوصی مشغلہ تھا۔ مدینہ طیبہ میں جہاں بھی مولود کی مجلس ہوتی۔ آپ کو ضرور مدعو کیا جاتا اور آپ بڑے جوش و خروش سے تشریف لے جاتے۔ آپ کو اردو، عربی، فارسی اور پنجابی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ اور کچھ انگریزی بھی جانتے تھے۔ مصر اور ترکی کے علماء و مشائخ آپ کے پاس آتے اور دیر تک علمی گفتگو رہتی۔

سیرت و کردار☆: آپ حد درجہ شفیق و خلیق تھے۔ آپ کے پاس بیٹھنے سے خدا یاد آتا تھا۔ اور ایمانی و روحانی لذت ملتی تھی۔ سلسلہ عالیہ قادریہ کے علاوہ آپ کو مختلف سلاسل میں خلافت و اجازت بھی ملی ہوئی تھی۔ جن میں سے سلسلہ منوریہ، معلمیہ، مکموتیہ، شاذلیہ، اشرفیہ، نقشبندیہ اور چشتیہ قابل ذکر ہیں۔ لیکن آپ عموماً لوگوں کو سلسلہ عالیہ قادریہ میں ہی بیعت فرماتے تھے جو کہ آپ کو اعلیٰ حضرت محدث بریلی نے عطا فرمایا تھا۔ کشف کا یہ عالم تھا کہ ہر حاضر ہونے والے کی طبع کے مطابق گفتگو فرماتے تاکہ ذائر کی دل جوئی ہو جائے آپ خود بھی شریعت پر سختی سے کاربند تھے۔ آپ کا فرمان تھا کہ طریقت اور حقیقت کی ساری منزلوں کا راز پابندی شریعت میں پنہاں ہے۔

آپ کے خلفائے نامدار پاکستان، بھارت، افریقہ، ترکی اور عرب ممالک میں آپ کے لاتعداد مرید ہیں۔ آپ کے خلفاء میں سے مندرجہ ذیل حضرات قابل ذکر ہیں۔ شیخ الحدیث مولانا سیّد حسین الدین شاہ صاحب راولپنڈی، قائد اہلسنت حضرت مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ خطیب پاکستان مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ، قاری مصلح الدین صدیقی کراچی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شاہ تراب الحق قادری کراچی، مفتی غلام سرور قادری لاہور، مولانا غلام رضا علوی راولپنڈی، مولانا تقدس علی خان سندھ، قاری امانت رسول انڈیا، علامہ محمد ابراہیم خوش تر صدیقی افریقہ، علامہ سیّد محمد عباس مالکی مکہ معظمہ اور جانشین و خلیفہ اعظم حضرت مولانا فضل الرحمٰن القادری مدنی رحمۃ اللہ علیہ۔

ایام علالت ☆: ذکر پاک ہر وقت آپ کے لبوں پر جاری رہتا تھا۔ یہاں تک کہ آخری ایام میں جب آپ کو مدینہ منورہ کے ہسپتال میں داخل کرایا گیا۔ تو وقت کے مطابق جب میلاد شریف کا ٹائم ہوتا تو آپ فرماتے کہ آپ شروع کریں ہسپتال کا عملہ اس بات کا گواہ ہے کہ آپ جتنے دن ہسپتال میں رہے۔ **اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ** کی صدائیں گونجتی رہیں۔ آپ نے ہمیشہ اپنے عبدیت کے روپ کو ظاہر کیا اور اپنی ولایت کے روپ کو چھپایا۔ لیکن جن خوش نصیب حضرات کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے باطنی آنکھیں عطا فرمائی ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدینہ منورہ میں خاص ڈیوٹی پر مامور تھے۔ بارگاہ رسالت میں ایک اہم عہدہ آپ کو تفویض تھا۔

کشف و کرامات ☆: آپ کرامات کو چھپاتے تھے لیکن اس کے باوجود آپ کی ذات سے کرامات کا ظہور ہوتا رہتا تھا۔ کراچی کے ایک صاحب جو کہ کراچی میں ایک فارن بنک میں ملازم ہیں۔ آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا فضل الرحمٰن قادری کے نام اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں کہ ایک دن میں عشاء کی نماز کے بعد اپنے روزانہ کے وظائف سے فارغ ہو کر سو گیا۔ بظاہر تو میں سو گیا۔ لیکن درحقیقت میری قسمت جاگ گئی۔ میں خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ مسجد نبوی شریف کا منظر ہے اور سرکار باب مجیدی کے دروازے سے باہر تشریف لاتے ہیں۔ اور سامنے ایک مکان میں جاتے ہیں آپ مکان میں داخل ہوئے تو میں نے کیا دیکھا کہ ایک ضعیف شخص نے اٹھ کر آپ کی قدم بوسی کی اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ نے اتنی تکلیف کیوں فرمائی آپ حکم فرماتے اور بندہ حاضر ہو جاتا کہ اتنے میں میری آنکھ کھل گئی صبح مسجد کے خطیب سے میں نے اس خواب کا ذکر کیا۔ انہوں نے بتایا کہ واقعی باب مجیدی کے سامنے ایک عاشق رسول رہتے ہیں۔ اس خواب میں تمہیں ان کے دامن سے وابستہ کیا گیا ہے۔ لہٰذا اب یہ عریضہ ارسال کر رہا ہوں تا کہ حضرت مجھے اپنے دامن میں لے لیں تا کہ میری بارگاہ رسالت تک رسائی ہو جائے۔

بڑے بڑے مشائخ عظام جب آپ کے پاس آتے تو آپ کی قدم بوسی کرتے اور آپ کا اتنا ادب بجالاتے کہ بغیر حکم کے بات تک نہ کرتے۔ غزائی دوراں رازی زماں حضرت علامہ سیّد احمد سعید کاظمی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ جن کی علمیت کا اس وقت برصغیر میں جواب نہیں۔ جب آپ کے آستانے پر حاضر ہوتے تو کہتے کہ میں تو حضرت قبلہ محترم کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے کچھ عرض کرتا ہوں ورنہ میری کیا مجال ہے اس طرح دوسرے علماء مشائخ کی یہی حالت ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے چچا سیّد الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت محبت تھی لہٰذا مدینے شریف کا جو قطب ہوتا ہے۔ وہ سیّدنا امیر حمزہ کا مظہر ہوتا ہے۔

ایک دفعہ انڈیا سے ایک بزرگ آئے اور مسجد نبوی شریف میں حاضر تھے اور بارگاہ رسالت میں استغاثہ پیش رہے تھے کہ یارسول اللہ کرم کی

طالب ہوں کہ مدینہ کے قطب سے ملاقات ہوجائے۔انہوں نے ابھی منہ پر ہاتھ پھیرے ہی تھے کہ آگے بڑھ کر مولانا ضیاءالدین صاحب نے معانقہ کیا اور کہا کہ خادم حاضر ہے۔فرمایئے کہ کیوں یاد کیا ہے۔حالانکہ انہوں نے دل میں دعا مانگی تھی۔

آپ نے تقریباً ساٹھ کے لگ بھگ حج ادا کیے۔جن میں سے زیادہ تر پیدل ادا کیے۔آخری ایام میں عرصہ دس سال سے آپ مدینہ طیبہ سے باہر نہیں جاتے تھے کہ کہیں مدینہ سے باہر ہی موت نہ آجائے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ خواہش بھی پوری کردی۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۴۱۵ھ بمطابق 1994ء ۱۵ویں صدی ہجری کے پہلے ذوالحجہ کے پہلے جمعہ کو عین اذان کے وقت جبکہ مسجد نبوی شریف سے مؤذن کی صدا بلند ہورہی تھی اس وقت آپ اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔آپ کے جنازہ پر مسلمانوں کا اژدھام تھا۔آپ کی وصیت کے مطابق مسجد نبوی میں جنازہ کے بعد آپ کی میت مواجہ شریف میں لائی گئی۔پھر مدینہ کی گلیوں سے ہوتا ہوا جنازہ جنت البقیع میں پہنچا۔سارے راستے میں جنازہ کے ساتھ درود شریف کا ورد ہوتا رہا۔

آپ کے وصال کے بعد آپ کے بڑے فرزند ارجمند صاحبزادہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن قادری کی علماء اور مشائخ عظام کی موجودگی میں آپ کے آستانہ پر دستار بندی ہوئی۔الحمدللہ آپ اپنے والد صاحب کے صحیح جانشین اور ایک علمی اور روحانی شخصیت جو اس روحانی سلسلے کو تاحیات قائم رکھتے ہوئے اور حسب سابق نماز عشاء کے بعد محفل میلاد کا اہتمام تاحیات کرتے رہے۔اب قریباً 2005ء میں آپ کا بھی وصال مبارک ہوگیا ہے اور جنت البقیع میں ہی آپ کی تدفین ہوئی۔

یاد رہے مولانا فضل الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کے خسر تھے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت پیر عبدالمجید (المعروف) پیر دیول شریف رحمۃ اللہ علیہ

تعارف ☆ مبلغ اسلام، صاحب علم وعرفان، شیخ یگانہ، عارف زمانہ، حضرت خواجہ پیر عبدالمجید قادری خضری المعروف پیر صاحب دیول شریف آفتاب وماہتاب ولایت ہیں۔

راولپنڈی کوہسار مری کے خطہ مردم خیز قصبہ دیول شریف میں سترہ رمضان المبارک ۱۹۲۲ء کو حضرت صوفی محمد عبداللہ کے گھر اللہ تعالیٰ نے ایک مادرزاد ولی اللہ بچہ عطا فرمایا جو اس وقت کے ایک برگزیدہ ولی کامل حضرت فقیر اللہ بکوٹ شریف کی پیشین گوئی کے مطابق پیدا ہوا۔ اس بچے نے جس ماحول اور فضا میں آنکھ کھولی وہاں ہر طرف فطرت کی رنگینیاں اور رعنائیاں اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ جلوہ گر تھیں۔

فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی
یا بندۂ صحرائی یا مرد کوہستانی

اس ماحول میں ہر وقت ذکر وفکر تسبیح وتحلیل اور درود وسلام کے نغمے گونجتے تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ آمنہ بی بی حافظہ قرآن ہونے کے ساتھ ساتھ ایک زاہدہ عابدہ برگزیدہ اور پاکباز خاتون تھیں۔ جن کی آغوش رحمت میں آپ نے پرورش پائی۔

سیرت وکردار ☆ آپ کے والد گرامی حضرت محمد عبداللہ نہایت متقی پرہیزگار اور اجل عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ بلند پایہ خطیب انتہائی بصیرت اور تیز فہم رکھنے والی شخصیت کے حامل تھے۔ آپ بیک وقت قادریہ چشتیہ اور نقشبندیہ سلاسل سے خلافت یافتہ ہو کر صاحب اجازت درویش باخدا تھے مگر آپ نے بظاہر سلسلہ ارادت کو اختیار نہ فرمایا بلکہ مبلغ اسلام کی حیثیت سے تبلیغ دین کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ حضرت پیر صاحب دیول شریف کا میلان طبع شروع ہی سے عام بچوں سے ہٹ کر تھا۔ وہ زیادہ وقت یاد الٰہی میں مصروف رہتے۔ آپ کے والد گرامی حضرت صوفی محمد عبداللہ کے ایک درویش دوست حضرت عبدالرحمٰن قادری ایک مرتبہ جب دیول شریف تحصیل مری ضلع راولپنڈی آئے تو حضرت محمد عبداللہ سے فرمایا کہ آپ کا بیٹا آسمان روحانیت کا درخشندہ ستارہ منبع رشد وہدایت اور سرچشمۂ نور وعرفان ہوگا۔ دنیائے روحانیت میں اس کا شہرا کناف عالم میں ہوگا۔

بیعت وخلافت ☆ آپ نے اپنے والد گرامی حضرت محمد عبداللہ قادری کے دست حق پرست پر بیعت کی اور آپ کو براہ راست درگاہ غوث اعظم بغداد شریف سے بھی خرقہ خلافت اور سند خلافت سے نوازا گیا۔

مجاہدہ وریاضت ☆ آپ چودہ برس کی عمر ہی سے عبادت مجاہدہ وریاضت میں ہمہ وقت مشغول رہنے لگے۔ نشیب وفراز کوہ وبیاباں اور دشت وصحرا میں ذکر الٰہی سے ذات حق کا عرفان حاصل کرتے رہے اور جذب واستغراق وجدان حقیقی کے عمیق سمندروں میں غوطہ زن رہے۔ اسی سلسلہ میں آپ دریائے جہلم کے کنارے پہنچے اور وہاں ایک ماہ تک چلہ کش رہے۔ آپ مری کی دشوار پہاڑیوں سے گزر کر ایک بلند وبالا پہاڑ مشکپوری پر محو عبادت رہے جہاں بارہ مہینے برف رہتی ہے اور اس گھنے جنگل میں خونخوار جانور دندناتے پھرتے ہیں۔ خوف کے مارے کوئی شخص ادھر کی راہ نہیں لیتا۔

ایک دفعہ آپ کو نالا سواں کے کنارے آبشار پر دیکھا گیا۔ لوگوں نے گھر اطلاع کی جب آپ کو گھر آنے کے لئے بلایا گیا۔ تو آپ نہ آئے کچھ عرصہ گزرنے کے بعد آپ گھر واپس تشریف لے آئے۔ صحت اچھی تھی اور چہرے پر طمانیت کے آثار تھے۔

پیر صاحب بکوٹ شریف کی پیشین گوئی ☆ حضرت پیر صاحب بکوٹ شریف حضرت خواجہ فقیر اللہ بکوٹی علیہ الرحمۃ نے جب آپ کی ولادت کی پیشین گوئی فرمائی تھی تو ساتھ ہی یہ بھی فرمایا تھا کہ اس بچے کو حصول تعلیم کے لئے کسی مکتب نہ بھیجیں بلکہ اسے ہم خود پڑھائیں گے تو حضرت کا یہ قول یوں پورا ہوا کہ آپ کو خواجہ خضر سے دینی اور روحانی علم اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بصورت علم الدنی عطا ہوا اور وہ بچہ جو کسی مکتب میں نہ پڑھا تھا' اس نے پہلی بار ایک منظوم طویل وجد نامہ لکھا جو کئی سو اشعار پر مشتمل ہے۔ جس کے چند اشعار نذر قارئین ہیں۔

حال میرا مستانہ ہے، چال میرا دیوانہ ہے
قال میں تقویٰ مخفی ہے، نوم میرا غم خانہ ہے
عشق میرا یگانہ ہے، ہاں عشق میرا یگانہ ہے
تو نز تیرے ہو جلدی کہ ھو ھو میرا ٹھکانہ ہے

پہلا خطبہ اور آغاز تبلیغ ☆ اس کے بعد دیول شریف کی مسجد میں پہلا خطبہ جمعہ دیا تو سامعین پر وجد وسرور کی کیفیت طاری تھی۔ لوگ ورطہ حیرت میں گم تھے کہ وہ بچہ جس نے کسی استاد کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ نہیں کیا کتنی فصاحت وبلاغت سے حقائق ومعارف کو گوہر بے بہا الفاظ کی صورت میں بہا رہا ہے۔

خدا کا فضل و رحمت جس گھڑی رحمت پہ آتا ہے
بندہ بھیج کر خود وہ بندوں کی بگڑی بناتا ہے

آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں نے عنفوان شباب میں ذکر وفکر سے ذات حق کا عرفان حاصل کیا اور میں نے تصوف وسلوک کی ۱۳۰۰ منازل طے کی ہیں۔ میں مجدد زمانہ ہوں۔ آپ کی نگاہ فیض سے ہزاروں لوگ راہ راست پر آئے اور اپنے قلوب واذہان کو نور

ایمان سے روشن کیا۔ آپ نے جن انتہائی پُر تاثیر، اثر انگیز اور دلکش اقوال وافعال سے احیائے اسلام اشاعت اسلام اور فروغ اسلام کا کام کیا۔ اس سے طالبان صادق مستفید ہوتے رہے۔ آپ کے انداز خطابت اور تبلیغ دین سے نہ صرف شکوک وشبہات کی وادیوں میں بھٹکنے والے افراد یقین وایمان کی متاع گراں بہا سے مالا مال ہوئے بلکہ غیر مسلم بھی اس چشمہء فیض سے سیراب وفیض یاب ہوئے۔ آپ نے اپنی روحانی قوت کشف وکرامات اور تبلیغ دین سے مسلمانوں میں اطاعت خدا واتباع مصطفیٰ ﷺ کی ایک نئی روح پھونک دی۔ ملک و بیرون ملک آپ کے مریدوں کی تعداد لاکھوں ہے۔ آپ ایک مرد باخدا درویش صفت صاحب بصیرت و بصارت اور صاحب تصرفات وکرامات بزرگ تھے۔

پہلی متحدہ اسلامیہ کانفرنس ☆ تاریخ میں پہلی بار جمعیت متحدہ اسلامیہ کے نام سے پہلی کانفرنس ۱۹۶۳ء میں ایمبیسڈر ہال مری شہر میں آپ ہی کی زیر صدارت منعقد ہوئی جس میں ملک کے تمام مکاتب فکر کے انتہائی متشدد اور معتدل اکابرین اور معروف علمائے کرام نے شرکت کی۔

اکابر علمائے اہل سنت بریلوی مکتب فکر میں ☆ (۱) حضرت علامہ عبدالحامد بدایوانی کراچی (۲) مولانا سید ابوالبرکات لاہور (۳) علامہ سید احمد سعید کاظمی ملتان (۴) مولانا عارف اللہ شاہ قادری راولپنڈی (۵) مولانا خلیل احمد قادری (۶) مولانا محمود احمد رضوی لاہور (۷) مولانا محمد بخش مسلم بی۔اے لاہور (۸) مولانا محمد عمر اچھروی لاہور (۹) حضرت مفتی احمد یار خان گجراتی (۱۰) علامہ پیر علاؤ الدین صدیقی آزاد کشمیر (۱۱) علامہ صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ آلو مہار (۱۲) مولانا محمد شریف نوری لاہور (۱۳) ڈاکٹر فضل الرحمٰن انصاری۔

اکابر علمائے دیوبند واہل حدیث میں ☆ مولانا محمد داؤد غزنوی لاہور (۲) مولانا احمد علی لاہوری (۳) مولانا اسماعیل ذبیح راولپنڈی۔

اکابر علمائے اہل تشیع میں ☆ (۱) مولانا بشیر احمد ٹیکسلا (۲) علامہ کفایت حسین (۳) علامہ اظہر حسین زیدی (۴) علامہ مظفر علی شمسی (۵) مفتی جعفر حسین زیدی نے شرکت کی۔

اس کانفرنس کا مقصد یہ تھا کہ تمام مکاتب فکر اپنے اپنے عقائد پر قائم رہتے ہوئے فروعی اختلافات مٹا کر وحدت اسلامی کے پلیٹ فارم پر اکٹھے ہو کر دین اسلام کی تبلیغ کریں تاکہ علامہ اقبال کا وہ خواب شرمندہ تعبیر ہو سکے۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لیکر تابخاک کاشغر

قیام پاکستان کی تحریک میں آپ اپنے مریدین اور عقیدت مندوں کو ہمیشہ تلقین فرماتے کہ قائداعظم کے مشن کو گھر گھر پہنچائیں تاکہ مسلمان ایک الگ اسلامی تہذیب وتمدن کے ساتھ زندگی بسر کر سکیں۔ آپ کے بھائی ڈاکٹر عبدالخالق علوی صاحب مرحوم مسلم لیگ تحصیل مری کے جنرل سیکرٹری کے عہدہ پر فائز ہوئے اور مسلم لیگ کی قریہ قریہ گاؤں جا کر ترجمانی کی اور سادہ لوح افراد کو بتایا کہ

پاکستان کا مطلب کیا ہے اور اس کا قیام کیوں ضروری ہے۔

تحریک ختم نبوت ﷺ ☆ آپ نے اپنے خلفاء اور مریدین کو سختی سے حکم دیا کہ اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور خود بھی متعدد اجتماعات سے خطاب فرماتے رہے اور انہوں نے اور اس وقت کے قادیانی رہنما کو دعوت مباہلہ دی جس میں آپ نے فرمایا کہ آؤ آگ کی چتا جلا کر ہم دونوں اس میں چھلانگ لگاتے ہیں۔ اگر تمہارا نبی سچا ہے تو آگ مجھے جلا دے گی اور اگر وہ جھوٹا ہے۔ تو آگ تمہیں جلائے گی۔ اس پر غلام احمد قادیانی کا بیٹا مرزا طاہر میدان سے بھاگ گیا اور دعوت مباہلہ قبول نہ کیا۔

آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہو کر دولت اسلام سے مشرف ہونے والوں کی تعداد ہزاروں پر مشتمل ہے جس میں ہندو سکھ عیسائی شامل ہیں۔ ان میں جرمن کی ایک بڑی فلاسفر خاتون ڈاکٹر بابرہ بھی شامل ہے۔ جس نے قبول اسلام کے بعد اپنا اسلامی نام سینا رکھا۔

ایران میں پاکستان کی حکومت کی نمائندگی ☆ پہلے جشن انقلاب اسلامی ایران کے موقعہ پر امام آیت اللہ خمینی (مرحوم) نے تمام عالم اسلام کے وفود کو جشن انقلاب ایران میں شمولیت کی دعوت دی اور مشائخ پاکستان میں سے صرف آپ ہی کی ذات کو خصوصی دعوت دی گئی۔ اس وقت کے سربراہ مملکت جنرل محمد ضیاء الحق (مرحوم) نے آپ کو خصوصی دعوت دے کر ایوان صدر بلوایا اور کہا کہ آپ وہاں حکومت ایران کی اس خواہش اور جشن انقلاب ایران میں شمولیت کے لئے جا رہے ہیں' اس موقع پر حکومت پاکستان کی طرف سے امام خمینیؒ کو خیر سگالی اور نیک تمناؤں کا پیغام پہنچائیں کیونکہ آپ مشائخ کے سربراہ اور روحانی شخصیت ہیں اور امام خمینی بھی مذہبی رہنما ہیں۔ اس طرح آپ کے ذریعہ ہمارے سیاسی تعلقات مزید مستحکم ہوں گے۔ ایران میں دیگر اسلامی ممالک کے وفود میں قابل ذکر ترکی، انڈونیشیا، ملائیشیا، بنگلہ دیش، سعودی عرب، اردن، شام، مصر، لیبیا اور متحدہ عرب ریاستوں کے علاوہ بھارت نے بھی شرکت کی۔ ان تمام اسلامی ممالک کے وفود کے قائدین نے امام خمینیؒ سے الگ الگ ملاقات کی۔ وہاں پر امام خمینیؒ نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ تمام ممالک سے آئے ہوئے اراکین پر مشتمل ایک ایسی تحریک قائم کی جائے جو اتحاد بین المسلمین کے حوالے سے مسلمانوں کو متحد کرے۔

چنانچہ تمام ممالک سے آئے ہوئے وفود نے ایک منظم اور فعال جماعت بنائی جس کا نام عالمی تحریک اتحاد بین المسلمین رکھا گیا اور اتفاق رائے سے آپ کو اس تحریک کا صدر منتخب کیا گیا اور جماعت اسلامی کے مرکزی رہنما پروفیسر اسد رضا گیلانی کو جنرل سیکرٹری منتخب کیا گیا۔ اسی طرح ہر اسلامی ملک کے وفود کے اراکین کو مختلف عہدہ جات دیئے گئے چنانچہ اس تحریک نے بڑے منظم اور فعال طریقہ سے اپنے اپنے ملک میں بڑی بڑی کانفرنسیں، سیمینار، مذاکرے، مجالس اور جلسے منعقد کیے۔ جس کے ذریعے مسلمانوں میں باہمی محبت واخوت کو فروغ دینے اور یہ فرقہ واریت کا سدباب کرنے اور اتحاد بین المسلمین کی اہمیت اور افادیت سے روشناس کرایا گیا۔

آپ کی قلمی خدمات ☆ آپ نے قرطاس وقلم کے حوالے سے بھی بہت سی کتابیں سپرد قلم کی ہیں۔ جن میں قابل ذکر

(۱) فلسفہ قرآن مجید (۲) اسلام کے بنیادی لطیف حقائق (۳) دعوت محبت مصطفیٰ علیہ (۵) نماز کی جامعہ کتاب منشور الصلوٰۃ کے علاوہ تفسیر قرآن پاک بھی لکھنی شروع کی تھی۔ مگر زندگی نے وفا نہ کی اس لئے یہ مرحلہ تشنہ تکمیل رہ گیا۔

وصال باکمال ☆ آپ نے اپنے وصال باکمال سے پندرہ روز قبل اپنے جانشین بڑے صاحبزادے حضرت پیر روح الحسنین معین کو اپنی مخصوص عبادت گاہ میں طلب فرمایا اور انہیں بتایا کہ بیٹا مجھے خدا اور رسول علیہ اور بارگاہ غوثیت کی طرف سے طلب کر لیا گیا ہے اور میں کچھ ہی دنوں میں عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف رخت سفر باندھنے والا ہوں۔ بیٹا میری زندگی کا مقصد تبلیغ اسلام، اشاعت اسلام، فروغ اسلام اور احیائے اسلام رہا۔ میں رسمی اور روایتی پیری مریدی کا قائل نہیں۔ میں اس تصوف کا قائل ہوں جو دین اسلام سے پیدا ہوا اور جس کی ابتداء اور انتہا خشیت الٰہی اور محبت رسول علیہ پر ہو۔ اور جو دین اسلام کا ترجمان ہو۔ بیٹا لوگ مجھے پیر ولی اور بزرگ کہتے ہیں۔ مگر میں نے خود کو ہمیشہ خدا کا عاجز بندہ جانا مانا اور گردانا ہے۔ اللہ عزوجل کو عاجزی اور انکساری پسند ہے اور تمہارے لئے بھی میری یہی رائے ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ تمہیں بھی عجز و انکساری عطا فرمائے تم بھی میری طرح دکھی انسانیت کی خدمت کرو اور تبلیغ اسلام کے اس سلسلہ کو جاری و ساری رکھو۔

آپ نے اپنے بہت سے عقیدت مندوں سے وصال باکمال سے کچھ عرصہ قبل جو گفتگو فرمائی وہ یوں تھی کہ میرے بعد میرے مشن کو جاری رکھنا کسی سے کہا کہ بھئی اب میں قیامت کو ملوں گا کسی نے کہا میں کب حاضری دوں تو فرمایا کہ تم ساری زندگی حاضری دیتے رہو گے میں نہ بھی ہوا تو تمہاری حاضری ہو جائے گی۔

آپ نے اپنے وصال باکمال سے بہت عرصہ قبل ہی اپنی آخری آرام گاہ کی جگہ کا تعین اپنے جانشین صاحبزادے کے سامنے فرمایا اور وصال باکمال سے ایک روز قبل اپنے منتخب کردہ جائے مزار پر رات گئے تک نوافل ادا کرتے رہے پھر کھڑے ہو کر اپنی چاروں اطراف میں انگشت شہادت سے فضا میں کچھ تحریر فرماتے رہے۔ اس طرح رشد و ہدایت اور ولایت کا یہ آفتاب ۱۴۱۶ ہجری، 1995، 25 ستمبر بروز پیر کو ہزاروں مریدوں کو روتا چھوڑ کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ جن کی ساری زندگی تبلیغ دین سے عبارت رہی۔

آپ کے بعد آپ کے جانشین ولی عہد ممتاز ادیب، صاحب طرز خطیب، آپ کے نور نظر بڑے فرزند ارجمند حضرت صاحبزادہ پیر روح الحسنین معین قادری خضری زیدہ مجدہٗ بڑی لگن محبت پیار اور اخوت بھائی چارے کی فضا کو برقرار رکھتے ہوئے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ کو فروغ دینے اور دربار عالیہ کی تعمیر و ترقی میں ذاتی دلچسپی لیتے ہوئے دن رات کوشاں ہیں۔ علمائے اہلسنت سے حضرت صاحبزادہ صاحب کا بہترین اور مضبوط گہرا تعلق ہے۔ دربار شریف پر منعقدہ سالانہ عرس غوثیہ حسب معمول اپنے والد بزرگوار کے طریقہ پر قائم رہتے ہوئے۔ بڑی محبت و خلوص سے اہتمام کرتے ہیں۔ آنے والے مریدین بالخصوص علماء و مشائخ و دیگر مہمانان گرامی کی عزت و توقیر کا خصوصی خیال رکھنا حضرت صاحبزادہ پیر روح الحسنین معین صاحب مدظلہ کی طبیعت کا خاصہ ہے۔ دُعا ہے اللہ کریم حضرت صاحبزادہ صاحب کو عمر خضر عطا فرمائے۔ تادیر غلامان وادیِ دیول شریف پر آپ کا سایہ قائم و دائم رکھے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت میاں علی محمد مشوری قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆ : فقیہ اعظم، تاج الفقہاء، بحر العلوم والفیوض، غوث الزمان، محبوب الدوران، استاد الاساتذہ، امام اہلسنت حضرت خواجہ محمد قاسم مشوری قدس سرہ الاقدس کے صاحبزادہ اکبر اور جانشین تاج الاصفیاء برہان العرفاء حضرت مولانا الحاج میاں علی محمد مشوری کی ولادت ۲۵، شعبان المعظم ۱۳۳۷ھ بمطابق ۱۹۱۸ء بروز بدھ درگاہ و درسگاہ حضرت مشوری شریف (ضلع لاڑکانہ) میں ہوئی۔

تعلیم و تربیت ☆ : اپنے والد ماجد کی خدمت عالیہ میں رہ کر تعلیم و تربیت حاصل کی اور مدرسہ جامعہ عربیہ قاسم العلوم مشوری شریف سے درس نظامی میں تکمیل کی۔ ۱۹۴۴ء میں فارغ التحصیل ہو کر دستار فضیلت اور سند فراغت حاصل کی۔

بچپن سے صابر، شاکر، صوم صلوٰۃ کے پابند، کم گو، سادگی پسند اور فقراء کی صحبت کے پابند تھے۔

بیعت و خلافت ☆ : اپنے والد ماجد تاج العارفین سرکار مشوری علیہ الرحمۃ کے دست اقدس پر بیعت ہو کر سلوک کا سفر طے کیا، سلسلہ قادریہ راشدیہ اور سلسلہ نقشبندیہ راشدیہ کے اذکار و افکار کی با قاعدہ تعلیم حاصل کی۔ ریاضتوں مجاہدوں اور اذکار و افکار میں مشغول ہو کر مرشد کریم کے منظور نظر ہو گئے تھے اور خلافت و اجازت سے سرفراز ہوئے لیکن عرصہ طویل کے بعد حضرت قبلہ عالم کی علالت کی وجہ سے ۱۹۸۶ء سے جماعت کے اسرار کے پیش نظر بیعت کا سلسلہ شروع کیا ورنہ حضور قبلہ عالم کی صحت و عافیت کے دور میں آپ نے کسی کو بیعت میں نہ لیا۔ تادم آخر مرشد کریم کے مشن کو جاری رکھا، ابتدا میں درس و تدریس دیتے تھے بعد میں موقوف کر دیا، ہزاروں نفوس کو سلسلہ عالیہ میں داخل فرمایا اور ان کی اسلامی روحانی تربیت فرمائی۔ نوجوانی سے درگاہ شریف پر لنگر کی ڈیوٹی آپ پر تھی آپ ساری زندگی فقراء مہمانوں کی خدمت سرانجام دیتے رہے۔

خطابت ☆ : آپ حق گو مقرر تھے، انتہائی سادہ لیکن پر جوش خطاب فرماتے۔ آپ کی خطابت تعویذات، صحبت وغیرہ سارے کام فی سبیل اللہ ہوتے صرف اس جذبہ کے تحت کہ شاید کسی کو ہدایت نصیب ہو جائے۔ خطاب میں توحید و رسالت موقع محل کی مناسبت سے موضوع پر بات کرتے جس کو حق سمجھتے اس کو برملا بیان فرما دیتے تھے۔ عصبیت پرستوں کی کھلے عام جلسوں میں تردید کی جب کہ ان دنوں میں ان کا زور تھا۔ شیعت اور وہابیت کے علاقوں میں ان کے باطل عقائد کی جرأت ایمانی وغیرت اسلامی سے تردیہ

فرماتے۔ آپ نہ دبنے والے، نہ جھکنے والے، نہ ڈرنے والے تھے۔ وہ اللہ والے تھے اور ہر کام اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا کی خاطر سرانجام دیا کرتے تھے۔ اصلاح معاشرہ کے حوالہ سے بھی اسپیشلسٹ تھے، معاشرہ کی ہر برائی کی خرابی سے عوام الناس کو آگاہ کیا۔ بلکہ مجسمہ نصیحت وہدایت تھے بلکہ ''سیف اللہ'' (اللہ کی تلوار) تھے۔

خاک نشینی ☆: آپ عالم دین پیر طریقت تھے اس کے باوجود سادہ طبیعت، سادہ لباس، سادہ مزاج ایک کچا سادہ کمرہ لیکن مخزن سرور تھا۔ جس میں فرش پر تشریف رکھتے، جہاں چند کتابیں دوات، قلم، عصاء، تسبیح نئی پرانی دو چار رلیاں (سندھی چادر) سے یہ کمرہ مزین تھا یہ آپ کا تسبیح خانہ جو کہ ''کل کائنات'' تھا۔ لباس کو بغیر استری کئے ہوئے پسند فرماتے، قمیص میں جیب نہیں ہوتی تھی، زہد وتقویٰ سادگی اور توکل سے مالا مال زندگی گزار دی، دن میں کمرے سے باہر نکل کر کھلے فرش پر تشریف رکھتے اور سارا دن فقراء مہمانوں سے صحبت فرماتے اور طالب المولیٰ کو واصل باللہ کرتے۔ اور غرباء مساکین اور فقراء طالب المولیٰ پر ماں باپ سے زیادہ مہربان ومشفق وشفیق تھے۔ کہیں دعوت پر تشریف لے جاتے تو وہی سادگی نہ کوئی فرمائش کرتے نہ ہی آرڈر جاری فرماتے بلکہ فرماتے ''فقیر ساگ روٹی کھائے گا اور ریل گاڑی میں سفر کرے گا آپ کوئی تکلیف نہ کریں کوئی پریشان نہ ہوں۔'' ایک بار حرمین شریفین گئے تو ضروری سامان کا بیگ بھی ساتھ نہیں لے گئے ایک جوڑے میں گئے اسی میں واپس آ گئے۔

سفر حرمین شریفین ☆: آپ نے دو حج کئے۔ پہلا حج مبارک ۱۳۷۴ھ/ ۱۹۵۵ء میں اور دوسرا حج مبارک ۱۳۸۷ھ/ ۱۹۶۸ء میں حضرت محبوب مرشد مربی قدس سرہ کی معیت میں کیا۔ علاوہ ازیں کئی بار حضرت نے مدینہ عالیہ اور مکہ معظمہ زادھما اللہ تعالیٰ شرفاً وتعظیماً کی حاضری کا شرف حاصل کیا۔ اس سفر محبت میں آپ کا ادب واحترام عشق ومحبت دیدنی تھا۔

۱۹۸۹ء میں عراق کا سفر اختیار کیا۔ نجف اشرف میں امیر المومنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، کربلا معلّٰی میں سید الشہداء حضرت سیدنا امام حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بغداد شریف میں سرکار غوث اعظم، محبوب سبحانی قطب ربانی، سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سرکار امام اعظم سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزارات پُرانوار پر حاضری وخاک پوشی کا شرف حاصل کیا۔ ان کے علاوہ دیگر انبیاء کرام واولیاء اللہ کی مزارات مقدسہ کی حاضری کی سعادت حاصل کی۔ بغداد شریف میں ۱۲ دن قیام کے بعد حرمین شریفین کی حاضری کا سفر اختیار کیا اور دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حاضری سے دل وآنکھوں کو معطر ومنور کیا۔

۱۹۹۵ء میں دوسری بار جماعت کے وفد کے ساتھ عراق کا سفر ٹرین اور بس کے ذریعے کیا۔ کوئٹہ، تافتان، زاہدان، ایران اور ایران سے بذریعہ ٹرین وبس کے عراق گئے، وہیں زیارات کی واپسی میں ایران کی زیارات کر کے بس کے ذریعہ واپس کوئٹہ پہنچے جہاں سے ٹرین میں لاڑکانہ واپس ہوئے۔

آخری عمرہ ۱۹۹۸ء میں کیا اور پورا رمضان شریف مدینہ منورہ میں گنبد خضریٰ کے زیر سایہ گزارا اور واپسی پر چار ماہ کے بعد وصال فرمایا۔

تصنیف وتالیف ☆: ''ہدایۃ المصلی'' (سندھی) طہارت ونماز کے مسائل پر جامع کتاب ہے دو (۲) بار زیور طباعت سے آراستہ ہو چکی ہے۔ ''گلدستہ فیض روحانی فی الذکر والافکار یزدانی'' (سندھی) تصوف کے موضوع پر بہترین کتاب ہے پہلا ایڈیشن چھپ چکا ہے۔ قاری ممتاز احمد قاسمی نے اردو کا جامہ پہنایا ہے۔ اور ادارہ قاسم العرفان کراچی نے ۲۰۰۴ء میں شائع کیا۔ ''معراج نامہ۔ پردۂ عورت۔ تحفۃ الفیض۔ حکم الشریعۃ فی رویۃ الہلال۔ روئداد سفر'' وغیرہ

شادی واولاد ☆: آپ نے پہلی شادی اپنے خاندان میں کی جس کے بطن سے دو صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تولد ہوئی۔ (۱) صاحبزادہ احمد مٹھو مشوری مرحوم۔ (۲) صاحبزادہ حضرت مولانا منیر احمد مشوری مدظلہ العالی۔ بزرگی میں دوسری شادی فقیر عبدالحی ملاح (مدیجی) کی ہمشیرہ سے کی جس سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۹ صفر المظفر ۱۴۱۹ھ/ ۱۵ جون ۱۹۹۸ء بروز پیر صبح صادق کے وقت اسّی (۸۰) سال کی عمر مبارک میں ہوا۔ درگاہ مشوری شریف (ضلع لاڑکانہ) کے گنبد شریف کے زیر سایہ آپ کا مزار شریف مرجع خلائق عام ہے۔

جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

بشکریہ، تذکرہ انوار علمائے اہلسنت، سندھ

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت مولانا مفتی غلام محمد قاسمی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: استاد العلماء، فنافی الشیخ، مرد درویش، عالم ربانی، فارغ از قید مشائخیت ونمود حضرت علامہ مولانا مفتی غلام محمد قاسمی قادری رحمتہ اللہ علیہ وحدت حقیقی اور غیرت الٰہی کے عظیم مظہر تھے۔

آپ کی ولادت باسعادت غالباً ۱۳۴۴ھ بمطابق 1925ء میں جناب خمیسو خان نامی فرد کے گھر واقع بگھیو گوٹھ شاہ حسن ضلع دادو وصوبہ سندھ میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت ☆: گوٹھ شاہ حسن سے پرائمری کی تعلیم حاصل کی اس کے بعد دادو اور کراچی کے اسکول وکالج سے دنیوی تعلیم حاصل کی۔ بعد فراغت گورنمنٹ ہائی اسکول دادو میں انگریزی سبجیکٹ کے استاد مقرر ہوئے۔ جن دنوں آپ دادو میں استاد تھے انہی دنوں کی بات ہے کہ حضور قبلہ عالم، تاج العارفین، فقیہ اعظم، حضرت خواجہ محمد قاسم مشوری قدس سرہٗ کی دعوت پر تشریف فرما ہوئے، حضرت کی نظر کے شکار ہو گئے۔ ایک نظر میں ''تم ہمارے ہم تمہارے'' کی مصداق کا معاملہ تھا۔ ایک جھلک دیکھ کر بے قرار دل کو قرار مل گیا، آنکھوں کو سرور مل گیا۔ زندگی میں ایسا انقلاب آیا کہ ساری حیاتی حضرت کے ہو کر رہے۔

پہلی ملاقات کے بعد جلد ہی درگاہ معلیٰ مشوری شریف حاضر ہو کر بیعت ہوئے۔ ذکر شریف کے ورد اور آپ کی صحبت کیمیا کا کمال ہے کہ غلام محمد شریعت مطہرہ کے قالب میں ڈھل گئے اور حصول علم دین میں مصروف ہو گئے۔ کامل مرشد کی توجہ اور اپنے شوق و ذوق کے سبب جلد ''مدرسہ عربیہ قاسم العلوم'' میں درس نظامی میں تکمیل کی درگاہ مشوری شریف میں سالانہ جلسہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عظیم الشان اجتماع میں آپ دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سرکار مشوری رحمتہ اللہ علیہ سے ابتدا میں سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ میں بیعت ہوئے۔ اس کے بعد فارغ التحصیل ہوئے اس کے بعد باقاعدہ تصوف کی تعلیم حاصل کی۔ سلوک کی منازل طے کیں اور طریقت قادریہ راشدیہ کی نامور کتاب صراط الطالبین (فارسی) کا حضور قبلہ عالم سے درس لیا۔ اوراد ووظائف، حزب البحر اور دلائل الخیرات وغیرہ کے اجازت یافتہ وعامل تھے۔ نوافل تہجد واشراق کے پابند، شب بیدار اور طبیعت کے انتہائی سادہ تھے۔ صاحب تلقین وارشاد تھے لیکن کسی کو بیعت

کرنا مشہور نہیں۔ اپنے آپ کو گمنام رکھتے تھے۔

درس و تدریس ☆: نوکری، دادو، اور رشتہ دار سب کو چھوڑ کر درگاہ مشوری شریف میں مستقل سکونت اختیار کی۔ حضور قبلہ نے دو کمروں پر مشتمل گھر عطا کیا جس میں بال بچوں کے ساتھ رہنے لگے۔ مرشد کامل کی صحبت، درس و تدریس، فتاویٰ نویسی، مضمون نویسی اور پریس کی نگرانی میں بقیہ زندگی گزاری۔ حضور قبلہ عالم کے چہیتے شاگرد تھے، حضور قبلہ سرکار مشوری نے آپ کو مدرسہ عربیہ قاسم العلوم کا مدرس اور نائب مفتی مقرر کیا تھا اور آپ عمر بھر یہ خدمت بخوبی انجام دیتے رہے۔ دار العلوم کے اکثر طلباء آپ سے شرف تلمذ رکھتے ہیں اور درگاہ شریف پر ''استاد صاحب'' کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔ حضور قبلہ عالم کے پوتے و نواسے سبھی آپ کے شاگرد ہیں۔

توکل و ایثار ☆: آپ کی شخصیت جمیعت اسلام، اخلاص وللّٰہیت کی دولت سے مالا مال تھی۔ ہمیشہ متوکل اور گوشہ نشین رہے، اپنی دھن میں مست رہے۔ سادگی اور گمنامی میں رہنا پسند کیا۔ مسکین ہونے کے باوجود سادات کو نذرانہ اور غرباء کو خیرات دیا کرتے تھے۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچے عاشق اور مرشد کامل میں فنا تھے۔

اشاعتی خدمات ☆: حضرت قبلہ عالم سرکار مشوری رحمۃ اللہ علیہ کے تربیت یافتہ شاگرد، بافیض خلیفہ اور علمی جانشین تھے۔ مفتی غلام محمد نے دو فقراء سے مل کر درگاہ شریف پر ''قاسمیہ پرنٹنگ پریس'' قائم کی اور مرشد کریم کی تصانیف کو طباعت کے زیور سے آراستہ کیا۔ مرشد کریم کی نگارشات کی اشاعت ان کی زندگی کا اہم مقصد تھا۔ وہ اشاعت کے تمام مراحل کی خود نگرانی کرتے، پروف ریڈنگ کا مشکل و اہم کام بھی خود بنفس نفیس سرانجام دیتے۔

مواعظ قاسمیہ ☆: حضرت قبلہ کی علمی روحانی و انقلاب آفرین خطبات کو سماعت کے وقت کاغذ پر پینسل سے نقل کرتے تھے اور بعض تقاریر کیسٹ سے منتقل کی۔ پھر ان کو ''الکلمات الطیبات'' یعنی ''مواعظ قاسمیہ'' کے نام سے ایک تبلیغی سلسلہ شروع کیا اور ان مواعظ کو قسطوں میں چھوٹے رسائل کی صورت میں شائع کیا۔ ایسے (۱۷) رسائل چھپوا کر عام کئے۔

خطبات سائیں بادشاہ ☆: اس کے علاوہ بھی تقاریر کو نقل کیا جس کی صاف کاپی لکھنا باقی تھی کہ آپ وصال فرما گئے اس لئے حضرت صاحبزادہ مولانا منیر احمد مشوری مدظلہ العالی نے اس مجموعہ کو ترتیب دیا، عنوانات قائم کئے۔ اس کے بعد کمپوزنگ ہوئی، صاحبزادہ صاحب نے پروف ریڈنگ اور فقیر راقم نے ''خطبات سائیں بادشاہ'' کا نام تجویز کیا اور کتاب کے جامع مفتی غلام محمد کی سوانح لکھی اور درگاہ شریف کے شعبہ نشر و اشاعت کی جانب سے دو حصوں میں شائع ہو کر مقبولیت حاصل کر چکی ہے۔

صراط الطالبین ☆: از کار و افکار پر عظیم تصنیف ہے اس کا قلمی نسخہ کتب خانہ میں محفوظ تھا اس فارسی نسخہ کا سندھی میں ترجمہ کیا۔

اردو تقریریں ☆: قبلہ عالم حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ملک کے مختلف مقامات پر اردو زبان میں خطاب فرمایا۔ ان خطبات کو آپ نے کیسٹ سے کاغذ پر منتقل کر کے کتابی صورت میں شائع کیا۔ حضرت قبلہ عالم کی تقریباً ۱۶ کتابیں اپنے اہتمام میں

پریس سے کمپوز کروائیں، پروف ریڈنگ کی، اس کے بعد کاغذ کی خریداری، ان تمام مراحل سے گزر کر یہ شائع ہوئیں۔

مفتی غلام محمد بگھیو کا سب سے اہم و عظیم کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے حضور فقیہ اعظم قبلہ رحمتہ اللہ علیہ کے فتاویٰ شریف جو کہ منتشر تھے ان کی ترتیب تدوین تزئیں اور تقسیم ابواب کا کام کیا۔ یہ احسان عظیم جماعت اہل سنت عموماً اور جماعت قاسمیہ خصوصاً نہ بھولے گی۔

الحمدللہ! درگاہ شریف کے شعبہ نشر و اشاعت سے ''فتاویٰ قاسمیہ'' ۲ جلدوں میں جدید کمپوزنگ و طباعت سے آراستہ ہو کر شائع ہو کر سندھ بھر میں مقبولیت حاصل کر چکی ہیں۔

مفتی غلام محمد نے درگاہ عالیہ مشوری شریف (ضلع لاڑکانہ سندھ) کے شعبہ نشر و اشاعت کا محاذ تقریباً ۱۹۶۰ء میں سنبھالا اور ۱۹۹۸ء تک مسلسل ۳۸ سال بغیر کسی دنیوی لالچ، تجارت، نام و شہرت کے، فقط جذبہ تبلیغ سے مسجد شریف کے ایک کونے میں چٹائی پر بیٹھ کر کام کیا۔

اولاد ☆: خداوند کریم نے آپ کو تین بیٹے عطا فرمائے جو کہ خود بھی صاحب اولاد ہیں: (۱) مولوی محمد المعروف نالے مٹھو بگھیو۔ (۲) احمد بگھیو۔ (۳) فقیر محمد بگھیو۔

آپ کے نامور تلامذہ ☆: دارالعلوم عربیہ قاسم العلوم مشوری شریف سے اکثر فارغ التحصیل آپ کے بھی شاگرد ہیں۔

☆ استاد العلماء مفتی محمد عبدالرحمٰن قاسمی پھنور لاڑکانہ۔ ☆ مولانا مفتی علی بخش قاسمی دادو۔ ☆ صاحبزادہ مولانا منیر احمد مشوری مشوری شریف وغیرہ وغیرہ

وصال باکمال ☆: فنافی الشیخ مفتی غلام محمد قاسمی نے ساری زندگی دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں صرف کی۔ وصال کے دن بعد نماز فجر معمولات و وظائف سے فارغ ہو کر بدستور طلباء کو درس دیا۔ بعد فراغت وراثت کے متعلق فتویٰ تحریر فرمایا۔ دن خیر و خوبی سے گزر گیا۔ رات کو سحری کے وقت ۷ اکتوبر ۱۹۹۸ء بمطابق ۱۵ جمادی الآخر ۱۴۱۹ھ، بروز بدھ ۷۳ سال کی عمر میں علم و عمل کا چراغ بجھ گیا۔ مرشد کریم کے آستانہ پر عمر گزاری، وہیں انتقال کیا، وہیں دفن ہوئے۔ سبحان اللہ!

آپ کا مزار پُرانوار درگاہ مشوری شریف ضلع لاڑکانہ صوبہ سندھ میں مرجع خاص و عام ہے جہاں اہل عقیدت و محبت آج بھی حاضری دے کر سکون قلب حاصل کرتے ہیں۔

بشکریہ، تذکرہ انوار علمائے اہلسنت، سندھ

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت علامہ مولانا حافظ شاہ احمد نورانی صدیقی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: قائد اہل سنت، عاشق رسول ﷺ عالمی مبلغ اسلام مرد آہن و مرد حق، جامع الصفات و کمالات، ہمہ صفت قلندرانہ، حضرت مولانا حافظ القاری الشاہ احمد نورانی صدیقی رحمتہ اللہ علیہ آپ علماء و مشائخ اہل سنت کے آفتاب و ماہتاب ہیں۔

مولانا شاہ احمد نورانی بن عالمی مبلغ اسلام علامہ عبدالعلیم صدیقی کی ولادت باسعادت ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۴۴ھ/ اپریل ۱۹۲۸ء کو میرٹھ (بھارت) کے محلہ مشائخاں میں ہوئی۔

آپ کا سلسلہ نسب خلیفہ اول امیر المومنین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے، اسی نسبت سے آپ ''صدیقی'' کہلاتے ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ اُمت الروٗف بھی صحیح النسل صدیقی تھیں۔ آپ کا سلسلہ ۳۰ ویں پشت میں سیدنا ابوبکر صدیق سے ملتا ہے اس طرح آپ نجیب الطرفین صدیقی تھے۔

تعلیم و تربیت ☆: مولانا نورانی نے آٹھ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ مع تجوید کیا۔ اس کے بعد ثانوی تعلیم کیلئے ایسے اسکول میں داخلہ لیا جہاں ذریعہ تعلیم عربی تھا۔ عربک کالج میرٹھ (یوپی بھارت) سے گریجویٹ کیا۔ الہ آباد یونیورسٹی سے فاضل عربی کے امتحان پاس کئے۔ درس نظامی کی تکمیل مدرسہ اسلامیہ میرٹھ میں امام النحو علامہ غلام جیلانی میرٹھی رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۷۸ء) صاحب بشیر القاری شرح صحیح البخاری سے کی۔

دستار فضیلت کے موقع پر ایک پُر وقار تقریب کا انعقاد ہوا، س میں آپ کے استاد محترم مولانا غلام جیلانی آپ کے والد ماجد علامہ عبدالعلیم صدیقی (۱۹۵۴ء) صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی اور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان بریلوی مسند افروز تھے۔

آپ نے قیام کراچی کے دور میں دس ماہ کا فرانسیسی زبان کا کورس بھی کیا تھا۔

پاکستان میں قیام ☆: ۱۹۴۷ء کو اپنے والد ماجد و اہل خانہ کے ساتھ پاکستان کراچی تشریف لائے اسی وقت سے صدر بوہری بازار کے گنجان علاقے میں کچھی میمن مسجد سے ملحقہ قدیم عمارت کے ایک مختصر سے فلیٹ میں مولانا نے زندگی گزاری۔ یہیں سے بھائیوں بہنوں اور بیٹیوں کی شادیاں ہوئیں۔ عمر کے آخری حصہ میں آپ کی بیگم کو ورثہ میں والدین سے کچھ رقم ملی تو بیگم صاحبہ نے

کلفٹن کے علاقہ میں نزد امیر خسرو پارک، بالمقابل درگاہ حضرت عبداللہ شاہ غازی رحمتہ اللہ علیہ بنگلہ (بیت الرضوان) خریدا جس میں اہل خانہ شفٹ ہوئے۔

صدر کا شور شرابہ ہنگامہ خیز زندگی آپ کے فلیٹ کے اردگرد سونار کی بھٹیاں جس میں سونا صاف کرنے کے لئے تیزاب استعمال ہوتی ہے اس تکلیف کے باوجود آپ نے اس فلیٹ نما کمرے میں ۵۵ سال کا طویل عرصہ نہایت صبر وشکر سے گزارا۔ اس گھٹن کی وجہ سے آپ کی بیگم سانس کی تکلیف میں مبتلا ہوئیں۔

شادی واولاد ☆: آپ کے والد ماجد کی قطب مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی سے دوستی تھی، دونوں فاضل بریلوی کے چہیتے خلفاء میں سے تھے۔ مولانا عبدالعلیم صدیقی نے اپنے لخت جگر نورانی میاں کی شادی مولانا مدنی کے صاحبزادے مولانا فضل الرحمٰن مدنی کی صاحبزادی سلمٰی بیگم سے ۱۹۶۴ء کو کی۔ جس سے مولانا کو دو بیٹے اور دو بیٹیاں تولد ہوئیں۔ جس کی تفصیل یوں ہے:

۱۔ مولانا محمد انس نورانی صدیقی۔ ایس ایم کامرس کالج سے بی کام اور کراچی یونیورسٹی سے اسلامک اسٹڈیز میں ماسٹرز کیا۔ اس کے علاوہ بغداد اور لیبیا ترپیولی یونیورسٹی سے تعلیم حاصل کی۔

۲۔ اناس۔ نے سینٹ جوزف اسکول سے میٹرک کیا، اس کے بعد سینٹ جوزف کالج سے گریجویشن کیا۔ ۱۹۸۸ء کو شادی کے بعد اپنے شوہر سید ناصر کے ساتھ دبئی چلی گئی اور شارجہ میں رہائش پذیر ہیں۔

۳۔ ایمان۔ نے بھی سینٹ جوزف کالج سے گریجویشن کیا۔ ان کے شوہر شیخ آفاق الدین امریکہ سے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد کراچی میں جواہرات کا کاروبار کر رہے ہیں۔

مولانا کی دونوں صاحبزادیاں اپنی والدہ کی طرح پردہ دار اور ہاؤس وائف (گھریلو عورت) ہیں۔

۴۔ محمد اویس صدیقی سینٹ پیٹرک کالج سے بی کام کیا۔ اس کے بعد بزنس ایڈمنسٹریشن کی تعلیم حاصل کرنے امریکہ چلے گئے، وہاں تعلیم کے ساتھ ملازمت بھی کر رہے ہیں۔

بیعت وخلافت ☆: آپ اپنے والد ماجد شیخ الاسلام علامہ عبدالعلیم صدیقی رحمتہ اللہ علیہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں دست بیعت، خلیفہ اور جانشین تھے۔

اپنے والد ماجد سے پتھر کی پہچان کا فن سیکھا تھا۔ قیمتی پتھروں کی خرید وفروخت کرتے تھے، اس کی آمدنی سے گھر کا خرچہ چلاتے تھے۔ کبھی بھی تبلیغ اسلام کو ذریعہ معاش نہیں بنایا۔ کسی بھی مقام پر خطاب کے لئے مدعو ہونے پر آنے جانے کی ٹکٹ لیتے، لیکن نذرانہ قبول نہیں کرتے تھے۔

(جنگ سنڈے میگزین ۳، مارچ ۲۰۰۲ء کو انٹرویو)

عالمی زبانیں ☆: آپ کو کئی عالمی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ عربی، فارسی، اردو، انگریزی (امریکن اور برٹش لہجہ میں)

سواحلی افریقی اور فرانسیسی سبھی زبانیں بڑی روانی سے بولتے اور تبلیغ اسلام کا فریضہ بخوبی سرانجام دیتے۔

تحریک پاکستان ☆: علامہ نورانی تحریک پاکستان کے دور میں طالب علم تھے۔ آپ نے دل کھول کر نہ صرف تحریک پاکستان میں حصہ لیا بلکہ انہیں دنوں آپ نے میرٹھ کی سطح پر نوجوانوں کو ہندوؤں کا مقابلہ کرنے کے لئے عسکری انداز میں منظم بھی کیا تھا۔ مسلم لیگ کی حمایت میں ضلع مین پوری (یو پی بھارت) میں ۱۹۴۵ء کو سنی کانفرنس منعقد ہوئی تو آپ نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

تصنیف و تالیف ☆: آپ کی شخصیت ہمہ جہت ہے، ایک ذات کے مختلف پہلو ہیں اور ان تابناک پہلوؤں میں عظیم وسعت و گہرائی ہے۔ تمام پہلوؤں کا گھیراؤ کرنا آسان کام نہیں۔ آپ جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ، ورلڈ اسلامک مشن کے چیئرمین تھے ان اداروں کے زیر اہتمام دینی مدارس جاری ہیں، لٹریچر کی اشاعت کا بھی کام ہوتا رہا ہے۔ الدعوۃ (عربی) دی میسیج (انگریزی) مجلے بھی تبلیغ اسلام کے لئے جاری ہیں۔ جن میں آپ کے پُر مغز مضامین چھپتے رہے۔ اس کے علاوہ آپ نے دو ضخیم کتابیں عیسائیت اور قادیانیت کے رد میں تحریر فرمائیں۔

۱۔ دی سیل آف دی پرافٹ (ختم نبوت) انگریزی۔

۲۔ جیس کرائسٹ ان دی لائٹ آف قرآن (حیات عیسیٰ علیہ السلام قرآن کی روشنی میں)

۲۔ جیل کے دن جیل کی راتیں (تحریک نظام مصطفیٰ میں اسیری کے دنوں میں لکھی گئی)

تراویح میں ختم قرآن ☆: تراویح میں ختم قرآن سنانا ہر سال آپ کا معمول تھا۔ تقریباً ۱۲ سال کی عمر سے آخر عمر تک۔ اس عمل کو بغیر اور بلا معاوضہ برقرار رکھا۔ اس طرح نصف صدی سے زائد عرصہ یعنی ۶۴ سال اس خدمت پر معمور رہے۔ جناح مسجد (برنس روڈ کراچی) میں مسلسل ۳۶ برس تک تراویح میں قرآن پاک سنانے کی خدمت انجام دی اور ہمیشہ ۲۰ رمضان المبارک کو یعنی ۲۱ شب ختم شریف ہوتا تھا۔

تبلیغی تحریکی و تنظیمی سرگرمیاں ☆: ۱۹۵۴ء کو علامہ نورانی نے اپنے والد ماجد علامہ عبدالعلیم صدیقی القادری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۵۴ء) کے وصال کے بعد ان کے مشن کو نہایت حسن و خوبی کے ساتھ سرانجام دینے کا عزم کیا۔

☆ ۱۹۵۵ء میں آپ جامعہ ازہر مصر کے علماء کی دعوت پر قاہرہ تشریف لے گئے اور علماء کے عظیم اجتماعات سے خطاب کیا۔

☆ ۱۹۵۸ء میں علامہ نورانی نے حضرت شیخ ضیاء الدین بابا خانوف مفتی اعظم روس کی خصوصی دعوت پر روس کا تبلیغی دورہ کیا اور سوشلسٹ معاشرے کا گہری نظر سے مطالعہ کیا۔ ازبکستان، تاشقند، سمرقند، بخارا کے مسلمانوں میں دینی جذبہ پیدا کرنے میں آپ نے اہم کردار ادا کیا اور روسی حکومت کیپ روگرام کے برعکس سوشلسٹ رہنما لینن کی قبر پر پھول چڑھانے سے انکار کر دیا۔

☆ ۱۹۵۹ء میں علامہ نورانی نے مشرق وسطیٰ کا خیر سگالی دورہ کیا۔

☆ ۱۹۶۰ء میں آپ نے مشرقی افریقہ مڈغاسکر اور ماریشس کا تبلیغی دورہ کیا۔

☆ ۱۹۶۱ء میں آپ نے سیلون (سری لنکا) اور شمالی افریقہ کا تبلیغی دورہ کیا۔

☆ ۱۹۶۲ء میں آپ نے صومالیہ، کینیا، ٹانگانیکا، یوگنڈا اور ماریشس کا تبلیغی دورہ کیا نیز نائیجیریا کے وزیراعلیٰ جناب احمد شہید کی دعوت پر وہاں تشریف لے گئے اور ان کے ذاتی مہمان کی حیثیت سے چار ماہ کا تبلیغی دورہ کیا۔

☆ ۱۹۶۳ء میں علامہ نورانی نے ترکی، فرانس، مغربی جرمنی، برطانیہ، ماریشس، نائیجیریا اور اسکینڈ نیوین ممالک کے تبلیغی دورے پر تشریف لے گئے نیز اسی سال عوامی جمہوریہ چین کا تبلیغی دورہ کیا۔

☆ ۱۹۶۴ء میں علامہ نورانی نے امریکہ، جنوبی امریکہ اور کینیڈا کا تبلیغی دورہ کیا۔

☆ ۱۹۶۵ء میں علامہ نورانی نے کینیا، تنزانیہ، یوگنڈا، مالاگوسی، ماریشس اور سرینام (ڈچ گیانا جنوبی امریکہ) کا تبلیغی دورہ کیا۔ اسی سال سرینام (جنوبی امریکہ) میں بھی سات ماہ قیام کر کے فتنہ قادیانیت کو کچلا اور ایک مناظرے میں مرزائیوں کو ایسی شکست فاش دی کہ اب وہاں مرزائی کسی سنی عالم دین کے مقابلے میں آنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔

☆ ۱۹۶۷ء میں آپ نے ''جمعیت تبلیغ الاسلام'' کی دعوت پر شمالی انگلینڈ کا تبلیغی دورہ کیا اور اس کے علاوہ امریکہ، جنوبی امریکہ کا بھی تبلیغی دورہ کیا۔

☆ ۱۹۶۸ء میں علامہ نورانی نے ٹرینڈاڈ میں ایک قادیانی (جو کہ اسلامک ریویو لندن (برطانیہ) کا ایڈیٹر تھا) سے ساڑھے پانچ گھنٹے مناظرہ کیا۔ بالآخروہ کتابیں چھوڑ کر بھاگ گیا۔

☆ ۱۹۷۱ء میں سعودی عرب اور مشرق وسطیٰ کے دیگر ممالک کا تقریباً ڈیڑھ ماہ کا تبلیغی دورہ کیا۔

ورلڈ اسلامک مشن ☆: علامہ نورانی نے ۱۲ اپریل ۱۹۷۴ء کو بریڈفورڈ (برطانیہ) سینٹ جارجز ہال میں ایک عظیم الشان ''عالمی کانفرنس'' کی صدارت کی۔ اس کانفرنس میں مختلف ممالک کے پچاس علماء شریک ہوئے۔ کانفرنس میں علامہ نورانی کو ''ورلڈ اسلامک مشن'' کا صدر منتخب کیا گیا۔ اس موقع پر علامہ نورانی نے چوبیس ملکوں میں مشن کی شاخوں کے قیام کے لئے کنوینرز نامزد کئے، ان ملکوں کے نام یہ ہیں: پاکستان، بھارت، سری لنکا، انڈونیشیا، تنزانیہ، پرتگال، صومالیہ، جنوبی افریقہ، سینی گال، نائیجیریا، مصر، شام، عراق، افغانستان، مغربی جرمنی، فرانس، ہالینڈ، انگلینڈ، امریکہ، سرینام (ڈچ گیانا)، ارجنٹائن، سعودی عرب اور ٹرینی ڈاڈ۔

۱۹۷۵ء میں علامہ نورانی نے ورلڈ اسلامک مشن کے تحت مولانا عبدالستار خان نیازی، پروفیسر شاہ فریدالحق (قائد حزب اختلاف سابق صوبائی اسمبلی سندھ)، رئیس التحریر علامہ ارشد القادری (پرنسپل جامعہ مدینۃ العلوم ڈین ہاگ، ہالینڈ) کی رفاقت میں امریکہ افریقہ اور یورپ کا تبلیغی دورہ کیا۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی حاضری اور حج و زیارت کی سعادت سے بہرہ ور ہونے کے بعد وفد ۱۲ جنوری ۱۹۷۵ء کو جدہ سے نیروبی (کینیا، افریقہ) پہنچا۔ نیروبی کی جامع مسجد کھبراہ میں علامہ نورانی نے عربی میں خطاب کیا بعد میں

تقریر کا سوڈانی زبان میں ترجمہ پیش کیا گیا۔ نیروبی ٹی وی اسٹیشن پر آپ کا انٹرویو ریکارڈ ہوا۔

افریقہ کے مختلف ممالک کا اٹھارہ روز تک تبلیغی دورہ فرمانے کے بعد یہ وفد لندن (برطانیہ) روانہ ہوگیا جہاں دو ہفتہ قیام کے بعد وفد نے امریکہ، جنوبی امریکہ، کینیڈا، مغربی جرمنی، اسپین، تیونس، لیبیا، الجزائر، مصر اور ترکی کا تبلیغی دورہ کیا۔ اس دورہ میں تقریباً ایک لاکھ میل سے زائد سفر کیا۔ اور چھ سو (۶۰۰) سے زائد تقاریر فرمائیں۔ اس دورہ میں بہت سے غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

علامہ نورانی فروری ۱۹۷۸ء میں تبلیغی دورہ پر ماریشس (افریقہ) تشریف لے گئے، وہاں آپ نے ایک اسلامی دارالعلوم کی بنیاد رکھی اور ۱۲ ربیع الاول کو ایک عظیم الشان جلسہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب کیا۔ اسی جلسہ میں ماریشس کے وزیراعظم رام غلام، گورنر جنرل سرعثمان، چیف جسٹس، ایچ کاسن علی، سابق نائب وزیراعظم سرعثمان، اراکین اسمبلی، غیر ملکی سفراء نے شرکت کی۔ بعد میں علامہ نورانی ماریشس سے مدینہ منورہ حاضری دینے کے لئے سعودی عرب پہنچے اور مکہ معظمہ سے عمرہ ادا کرتے ہوئے ورلڈ اسلامک مشن نیروبی کی دعوت پر کینیا (افریقہ) تشریف لے گئے۔ مئی ۱۹۷۸ء میں آپ کیپ ٹاؤن (جنوبی افریقہ) کے تبلیغی دورہ پر تشریف لے گئے، وہاں کے میئر کی جانب سے شہریوں کے استقبالیہ میں آپ نے ''اسلام بیسویں صدی کے چیلنج کو قبول کرتا ہے'' کے زیر عنوان انگریزی میں خطاب کرتے ہوئے دور جدید کے مسائل اور اسلام کے پیش کردہ حل پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور بتایا کہ اب دنیا بھر میں غیر مطمئن اور بے چین انسانوں کو اسلام کی اکملیت اور جامعیت کا احساس ہو رہا ہے۔ کیپ ٹاؤن کے میئر نے علامہ نورانی کا خیر مقدم کرتے ہوئے انہیں ''سفیر اسلام'' کا خطاب دیا۔ (روزنامہ جنگ کراچی)

تبلیغی دورہ کے بعد واپس کراچی پہنچنے پر مولانا نورانی نے بتایا کہ ان کے حالیہ دورہ میں ۱۰۵ افریقی، یورپی اور مقامی افراد نے اسلام قبول کیا اور متعدد مقامات بالخصوص جنوبی افریقہ میں ورلڈ اسلامک مشن کی نئی شاخیں اور مراکز قائم ہوئے۔

انہوں نے بتایا کہ ماریشس، ری یونین اور ساؤتھ افریقہ میں ریڈیو اور ٹی وی پر تبلیغی پروگرام ہوئے اور انگریزی میں تقاریر ہوئیں۔ ماریشس، ری یونین اور ساؤتھ افریقہ کے اخبارات میں بھی ان تبلیغی پروگرام کو کوریج ملی۔

جنوری ۱۹۸۰ء میں علامہ نورانی نے ورلڈ اسلامک مشن کراچی کے دفتر میں یوگنڈا (افریقہ) سے آئے ہوئے مسلمانوں کے ایک وفد سے ملاقات کی جو کہ ٹرسٹ کے دفتر میں اسلامی تبلیغی مسائل کے بارے میں بات چیت کے لئے خصوصی طور پر آیا تھا۔ علامہ نورانی نے وفد کو قرآن حکیم کے ایک ہزار نسخے اور پانچ ہزار عربی ابتدائی قاعدے پیش کئے۔ دعوت اسلامی کی بنیاد ڈالنے کے لئے مولانا نورانی صاحب کے گھر ۱۹۸۰ء یا ۱۹۸۱ء کو اجلاس ہوا اور دعوت اسلامی کے وجود میں آنے کے بعد پاکستان میں کام کرنے کے لئے کہ دعوت اسلامی سنیوں کی خالصتاً مذہبی اور تبلیغی جماعت ہے مولانا نورانی نے تصدیق نامہ کا لیٹر جاری کیا اس کی بنیاد پر مساجد میں بیان و درس کی اجازت ملتی تھی۔

فروری ۱۹۸۰ء میں امریکہ کا کامیاب تبلیغی دورہ کیا اسی دورہ میں آپ نے نیویارک یونیورسٹی کے انٹرنیشنل ہال میں اسلام کی

ہمہ گیریت کے موضوع پر انگریزی میں خطاب کیا۔ یونیورسٹی کی ایک پروفیسر خاتون نے علامہ نورانی کی تقریر سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا۔ اس کے بعد آپ جزائر ویسٹ انڈیز سے ملحقہ ریاست ٹرینی ڈاڈ کے مسلمانوں کی دعوت پر تبلیغی دورہ کے لئے تشریف لے گئے۔ جب آپ نیو یارک سے ٹرینی ڈاڈ پہنچے تو آپ کا فقید المثال استقبال کیا گیا پوری ریاست میں عام تعطیل کر دی گئی۔ علامہ نورانی نے یہ تبلیغی دورہ پچیس (۲۵) دن میں مکمل کیا اور تقریباً چالیس عظیم الشان اجتماعات سے خطاب کیا۔ (نوائے وقت راولپنڈی) ٹرینی ڈاڈ کا دورہ مکمل کرنے کے بعد آپ فروری ۱۹۸۰ء کے آخری ہفتہ میں سرینام پہنچے یہاں پندرہ روز قیام کے بعد تین روز کے لئے اساؤ آئی لینڈ تشریف لے گئے، دونوں مقامات پر تبلیغی جلسوں سے خطاب کیا۔

۱۰ مارچ ۱۹۸۰ء کو نیو یارک سے ہوتے ہوئے نیو جرسی پہنچے۔ میامی کے چار روزہ دورہ کے دوران علامہ نورانی نے اسلامک سینٹر میامی کی جامع مسجد میں جمعہ کی نماز سے قبل انگریزی میں خطاب کیا، جہاں ایک افریقی مشرف بہ اسلام ہوا۔

علامہ نورانی نے کولمبیا یونیورسٹی میں ''افغانستان میں روسی جارحیت اور افغان مہاجرین'' کے موضوع پر خطاب کیا۔ یکم اپریل سے ۱۵ اپریل ۱۹۸۰ء تک کے لئے کیلیفورنیا اور لاس اینجلس کا دورہ کیا۔ ۱۵ اپریل سے آخر ماہ تک کینیڈا کا دو ہفتہ کا تبلیغی دورہ کیا۔ کینیڈا میں علامہ نورانی کا زبردست استقبال ہوا اور تمام بڑے شہروں میں آپ کی تقاریر کا پروگرام مرتب کیا گیا۔

۱۵ جون ۱۹۸۰ء کو آپ ورلڈ اسلامک مشن کی چوتھی ''عالمی کانفرنس'' کی صدارت کے لئے ہالینڈ تشریف لے گئے۔ ایمسٹرڈیم کے چاپ ایڈن ہال میں عظیم اجتماع ہوا۔ ہالینڈ میں کم و بیش ڈھائی لاکھ مسلمان آباد ہیں جو ایمسٹرڈیم، ڈین ہاگ، روٹرڈیم، اترخ، انھوفن، سوٹیلو وغیرہ میں رہتے ہیں۔ انہوں نے تمام شہروں سے ہوائی جہازوں کاروں اور کوچز کے ذریعے کثیر تعداد میں اس کانفرنس میں شرکت کی۔ اس کے علاوہ برطانیہ، بلجیئم، ناروے، بھارت، پاکستان، مصر، ترکی، مراکش، الجزائر، امریکہ ٹرینی ڈاڈ کے علماء اور مندوبین نے بھی شرکت کی۔ ہالینڈ کے تمام اخبارات نے نمایاں خبریں شائع کیں اور ریڈیو ٹیلی ویژن نے کانفرنس کا پروگرام ریکارڈ کیا......

اجلاس کے بعد ورلڈ اسلامک مشن کے انتخابات ہوئے جس میں مشن کے لئے سیکرٹری مولانا قمر الزمان اعظمی منتخب ہوئے۔ مولانا عبد الستار خان نیازی (پاکستان)، علامہ ارشد القادری (بھارت)، مولانا عبد الوہاب صدیقی بن علامہ محمد اچھروی (برطانیہ)، مولانا محمد غفران صدیقی (امریکہ) کو نائب صدر منتخب کیا گیا۔ سید غلام سیدین (برطانیہ) خازن منتخب ہوئے۔

مولانا نورانی نے ۱۹۸۰ء میں علامہ ارشد القادری کے ہمراہ گھر پر علماء و مشائخ کی موجودگی میں دعوت اسلامی کی بنیاد رکھی۔ آج جو دعوت اسلامی پھل پھیل رہی ہے اس کا تمام ثواب مولانا کے نامہ اعمال میں جائے گا۔ کیوں کہ یہ دعوت اسلامی کے بانیان میں سے ہیں۔

ہالینڈ کا تبلیغی دورہ مکمل کرنے کے بعد علامہ نورانی ماریطانیہ اور ماریشس کے تبلیغی دورہ پر تشریف لے گئے۔ یہاں سے آپ عمرہ کی ادائیگی اور زیارت حرمین شریفین کے لئے تشریف لے گئے، وہاں سے اپنا چھ ماہ کا طویل تبلیغی دورہ مکمل کر کے ۲۶ شعبان

۱۴۰۰ھ☆۱۰جولائی ۱۹۸۰ء بروز جمعرات بمبئی (بھارت) کے راستے کراچی پہنچے۔ ایئرپورٹ پر آپ کا پرجوش استقبال ہوا۔

جنوری ۱۹۸۱ء میں علامہ نورانی کینیا کے مسلمانوں کی دعوت پر تبلیغی دورہ کے لئے کراچی سے روانہ ہوئے آپ پہلے مکہ مکرمہ حاضر ہوئے وہاں عمرہ ادا کرنے کے بعد مدینہ منورہ کی حاضری دی۔ پھر عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک عظیم الشان تقریب سے خطاب کرنے کے لئے نیروبی (کینیا، افریقہ) تشریف لے گئے، بعدازاں آپ نے ماریشس، جنوبی افریقہ، زمبابوے، ملاوی، جزائر فجی، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، ہانگ کانگ اور سنگاپور کے کامیاب تبلیغی دورے کئے۔ اس چھ ماہ کے تبلیغی دورہ میں نوے (۹۰) افراد آپ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔

۱۸ دسمبر ۱۹۸۲ء کو علامہ نورانی ماریشس (افریقہ) کے تبلیغی دورہ پر تشریف لے گئے اس دورہ میں بہت سے قادیانی آپ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام اور طریقت قادریہ میں دست بیعت ہوئے۔ یہاں آپ نے تقریباً ۴۵ مذہبی اجتماعات سے خطاب کیا، یہ تمام پروگرام ریڈیو ماریشس سے نشر ہوئے۔ آپ نے علیمیہ مشینری کالج ماریشس کا معائنہ بھی کیا۔ (دی میسیج کراچی)

۳۰ جنوری ۱۹۸۳ء کو آپ نے دارالعلوم علیمیہ رضویہ ڈربن کی نئی عمارت کا افتتاح کیا۔ افتتاح کے موقعہ پر مدینہ منورہ (سعودی عرب) سے آپ کے سسر محترم شیخ فضل الرحمٰن مدنی بھی تشریف لائے۔ علامہ نورانی نے یہاں تقریباً ۲۳ دن قیام کیا۔ ڈربن، کیپ ٹاؤن، جانسبرگ اور پریٹوریا (دارالخلافہ جنوبی افریقہ) میں سیکڑوں بڑے بڑے مذہبی اجتماعات سے خطاب کیا۔

ڈربن میں منعقدہ ایک عظیم الشان اجتماع میں چارسو قادیانیوں نے قادیانیت سے تائب ہوکر علامہ نورانی کے ہاتھوں پر اسلام قبول کیا۔ ان نومسلموں کو ورلڈ اسلامک مشن کی طرف سے ترجمہ قرآن کنزالایمان شریف کے نسخے (انگریزی ترجمہ والے) پیش کئے گئے۔ (نوائے وقت ملتان)

۱۱ فروری ۱۹۸۳ء شام کو ایمسٹرڈم سے تقریباً ۶۰ کلومیٹر دور مشہور شہر ہیگ میں جہاں انٹرنیشنل کورٹس آف جسٹس کا ہیڈ آفس ہے۔ ایک عظیم الشان تین منزلہ عمارت کے ہال میں ''جامعہ مدینۃ السلام'' (کالج فار مسلم اسکالر) کی افتتاحی تقریب منعقد ہوئی۔ پوری عمارت مقامی اور بیرونی مہمانوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔

۱۳ فروری ۱۹۸۳ء کو روٹرڈم میں ایک بڑا تبلیغی اجتماع ہوا، جس میں ہزاروں کی تعداد میں مسلم مرد عورتیں اور بچے شریک ہوئے۔ اسی طرح ہیگ کے مشہور تاریخی کانگریس ہال کے تبلیغی اجتماع میں تقریباً پانچ ہزار مسلم مرد عورتوں اور بچوں نے شرکت کی۔

ہالینڈ میں آپ کا ایک ماہ قیام رہا اور تقریباً ہر روز میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلسوں سے خطاب کیا۔ اس تبلیغی دورہ میں ایک سو پچھتر عیسائی اور قادیانی آپ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ علامہ نورانی نے ہر ایک کا اسلامی نام رکھا اور سلسلہ قادریہ میں دست بیعت کیا۔

۲۲ اپریل ۱۹۸۳ء کو آپ لندن (برطانیہ) چلے گئے یہاں مسلم مساجد کی مشترکہ تنظیم کے اجلاس منعقد ہوئے اور اتحاد بین

المسلمین کے لئے یہ کوشش بھرپور طور پر کامیاب ہوئی۔

اس کے بعد آپ نے گلاسکو (برطانیہ) نیویارک (امریکہ) ڈنمارک، مغربی جرمنی اور فرانس کا دورہ کیا۔ فرانس میں آپ نے ختم نبوت کے موضوع پر ایک جلسہ عام سے خطاب کیا۔ علامہ نورانی فرانس سے اپنے دورہ کے آخری مرحلہ میں بلجیئم پہنچے۔ (روزنامہ جنگ، لاہور)

۸ دسمبر ۱۹۸۳ء کو آپ کراچی سے ایمسٹرڈم (ہالینڈ) میں جامع مسجد طیبہ کا سنگ بنیاد رکھنے کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ نے ۱۱ دسمبر ۱۹۸۳ء کو جامع مسجد طیبہ کا باقاعدہ افتتاح فرمایا اور ایک عظیم اجتماع سے خطاب فرمایا۔ اس مسجد میں تقریباً ہزار آدمی بیک وقت نماز ادا کر سکیں گے۔ جامع مسجد طیبہ کی افتتاحی تقریب کے بعد علامہ نورانی نے قادیانیوں اور عیسائیوں کو بھی مسلمان کیا جو جرمنی برطانیہ، ماریشس، نیروبی (کینیا) اور یورپ کے مختلف شہروں سے ہالینڈ پہنچے تھے۔

جنوری ۱۹۸۴ء میں علامہ نورانی نے ماریشس کا تبلیغی دورہ کیا۔ آپ نے اس دورہ میں کئی غیر مسلموں کو حلقہ اسلام میں شامل کرنے کی سعادت حاصل کی اور اہم اجتماعات سے خطاب کیا۔

۱۹۸۴ء میں آپ نے ہالینڈ اور برطانیہ کا تبلیغی دورہ کیا ہالینڈ میں آپ نے اپنے بیان میں کہا کہ یورپ اور افریقہ کے مسلمان قادیانی فتنے کا بیج بونے کی اجازت نہیں دیں گے۔ انہوں نے کہا کہ قادیانیوں نے اگر اپنا ہیڈ کوارٹر ربوہ سے ہالینڈ منتقل کرنے کی کوشش کی تو انہیں سخت مزاحمت کا سامنا کرنا ہوگا۔

بعد ازاں آپ نے برطانیہ میں چھ مساجد کا سنگ بنیاد رکھا۔

۱۹۸۵ء میں ایمسٹرڈیم (ہالینڈ) کی جامع مسجد پایہ تکمیل تک پہنچی اس مسجد پر تقریباً پچیس ملین پاکستانی روپے خرچ آئے۔ یورپ کی یہ پہلی مسجد ہے جس میں پانچوں وقت لاؤڈ اسپیکر پر اذان دی جاتی ہے یہ بھی مولانا نورانی کا کارنامہ ہے کہ انہوں نے ایمسٹرڈیم کے یہودی میئر سے لاؤڈ اسپیکر پر اذان دینے کی اجازت حاصل کر کے دی۔ اس مسجد کے زیریں حصہ میں اسلامک کلچر سینٹر ہے جہاں پر نمازی فارغ وقت میں بیٹھ کر ایک دوسرے سے تبادلہ خیال کرتے ہیں۔ اس میں ایک اسلامک لائبریری بھی قائم ہے۔ اس لائبریری میں ایک سو سال پہلے ایک ڈچ کے ہاتھ کا عربی میں لکھا ہوا قرآن پاک کا نسخہ بھی موجود ہے۔ یہ نسخہ ہالینڈ کے پوپ نے مسجد کو تحفہ کے طور پر پیش کیا۔ (روزنامہ جنگ، لاہور)

جون ۱۹۸۷ء میں مولانا نورانی نے ہالینڈ کا آٹھ روزہ تبلیغی دورہ کیا اس دوران آپ نے مذہبی اجتماعات سے خطاب کے علاوہ ایک مسجد کا افتتاح بھی فرمایا۔

دسمبر ۱۹۸۷ء میں آپ نے تھائی لینڈ جرمنی، سوئٹزرلینڈ اور افریقی ممالک کا تین ہفتہ کا تبلیغی دورہ فرمایا۔ (جنگ لاہور)

جنوری ۱۹۸۸ء میں آپ نے ہالینڈ کے تبلیغی دورہ کے دوران ہالینڈ کے شہر سولو میں ایک مسجد کا سنگ بنیاد رکھا۔ اسی سال ۱۲

جون ۱۹۸۸ء کو شمالی لندن میں ورلڈ اسلامک مشن کے تحت بننے والی مسجد کا سنگ بنیاد رکھا۔ واضح رہے کہ مشن کے تحت یورپ اور افریقہ میں اب تک درجنوں مساجد تعمیر ہو چکی ہیں۔

اگست ۱۹۸۸ء میں آپ نے برطانیہ کا تبلیغی دورہ کیا۔ لندن میں اپنے پانچ روزہ قیام کے دوران لیسٹر مسجد کا سنگ بنیاد رکھا۔ جس کی تعمیر پر پندرہ لاکھ پونڈ سٹرینگ خرچ آئے گا۔

ستمبر ۱۹۸۹ء میں علامہ نورانی چھ روزہ دورہ پر مصر تشریف لے گئے جہاں انہوں نے جامعہ الازہر (قاہرہ) اور مساوات اسلامی یونیورسٹی کی سینٹ کے اجلاس میں شرکت کی۔ علامہ نورانی ان یونیورسٹیوں کی سینٹ کے رکن ہیں۔ (نوائے وقت ملتان)

(ماخوذ: نورانی میاں کی تبلیغی سرگرمیاں مرتبہ خلیل احمد رانا مطبوعہ ۱۹۸۹ء)

مولانا نورانی قومی اسمبلی کی ایٹمی دفاعی کمیٹی کے بھی رکن تھے جس کا نام سائنس اینڈ ٹیکنالوجی کمیٹی رکھا گیا اور پاکستان کو ایٹمی طاقت بنانے کے لئے بھرپور کام کیا، اس سلسلے میں ایک بھاری رقم فنڈ بھی مہیا کی۔

سوال: ایک موقعہ پر کسی صحافی نے سوال کیا کہ آپ نے ایٹمی راز چوری کیا ہے؟

جواب: مولانا نورانی نے فرمایا کہ ہم نے چودہ سو سال قبل ایٹمی طاقت حاصل کر لی تھی اور میزائل بنالیا تھا کیا آپ نے دیکھا ہے کہ مسلمانوں کی مساجد پر میزائل نما منارے بنے ہوتے ہیں دنیا نے ابھی اس سلسلے میں ترقی کی ہے مگر ہمارا کام سب سے قدیم ہے۔ (جاگ اٹھا ہے پاکستان پروگرام)

سیاسی خدمات☆: یوں تو جمعیت علماء پاکستان ۱۹۴۸ء سے معرض وجود میں آچکی تھی لیکن اس کا حقیقی جنم ۱۹۷۰ء میں ہوا۔ مولانا نورانی کی قیادت میں جمعیت کی جانب سے پہلا سیاسی قوت کا مظاہرہ جون ۱۹۷۰ء میں ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ''سنی کانفرنس'' کی صورت میں کیا گیا جو ٹوبہ ٹیک سنگھ میں مولوی عبدالمجید بھاشانی کی جانب سے ٹوبہ ٹیک سنگھ کو لینن گراڈ بنانے کے اعلان اور ''کسان کانفرنس'' کا جواب تھا۔ سنی کانفرنس میں ہی آئندہ عام انتخابات میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا گیا۔ ۱۹۷۰ء کے عام انتخابات میں جمعیت علماء پاکستان نے ''چابی'' کے نشان پر الیکشن میں حصہ لیا۔ (روزنامہ امت کراچی ۱۲، دسمبر ۲۰۰۳ء) اب تک جمعیت فقط مذہبی جماعت تھی لیکن علامہ نورانی نے مذہبی کے ساتھ سیاسی قوت بنا کر ملک گیر جماعت بنایا۔

مولانا نورانی نے ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں حصہ لیا اور کراچی سے قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے بالآخر اسمبلی میں جمعیت کے پارلیمانی لیڈر مقرر ہوئے۔ ۱۹۷۲ء میں فتنہ قادیانیت کے خلاف مولانا نے قومی اسمبلی کے فلور پر تاریخی تقریر کی، پاکستان کے آئین میں مسلمان کی مختصر اور جامع تعریف شامل کرائی اور ان کی عملی جدوجہد اور رہنمائی کے سبب ۳۰ جون ۱۹۷۴ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی میں مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دینے کی قرارداد پیش کی اور اسی قرارداد کی بنیاد پر قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا۔

اس قرارداد پر حزب اختلاف کے ۲۲ افراد (جن کی تعداد بعد میں ۳۷ ہو گئی) نے دستخط کئے۔ البتہ جمعیت علماء اسلام کے مولوی

غلام غوث ہزاروی دیوبندی اور مولوی عبدالحکیم دیوبندی نے اس قرارداد پر دستخط نہیں کیئے۔اس تحریک میں علامہ نورانی کو قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی اور رہبر کمیٹی کا ممبر بھی منتخب کیا گیا۔آپ نے پوری ذمہ داری کے ساتھ دونوں کمیٹیوں کے اجلاس میں شرکت کی۔

آپ نے قادیانیت سے متعلقہ ہر قسم کا لٹریچر اسمبلی کے ممبروں میں تقسیم کرنے کے علاوہ ممبروں سے ذاتی رابطہ بھی قائم کیا اور ختم نبوت کے مسئلہ سے انہیں آگاہ کیا۔اس تحریک میں تین ماہ کے دوران آپ نے صرف پنجاب کے علاقے میں تقریباً چالیس ہزار میل کا دورہ کیا۔ ڈیڑھ سو شہروں قصبوں اور دیہاتوں میں عام جلسوں سے خطاب کرنے کے علاوہ سیکڑوں کتابوں کا مطالعہ کیا۔(کتاب مولانا شاہ احمد نورانی)

(۱۹۷۳ء میں انہوں نے پیپلز پارٹی کے سوشلزم اور بھٹوازم کے خلاف ''متحدہ جمہوری محاذ'' کی داغ بیل ڈالی۔آپ نے فرمایا پاکستان اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا اس لئے یہاں نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کوئی غیر اسلامی نظام ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا)۔

وہ گھڑی آن پہنچی جس کا انتظار ۱۹۰۱ء سے مسلم امہ کو تھا، حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس طرح مسیلمہ بن کذاب کو اس کے انجام سے دوچار کیا تھا۔آج انہیں کی اولاد سے مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی کی قرارداد کے مطابق حکومت نے باضابطہ طور پر قادیانی گروہ کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دے دیا اور یوں امت مسلمہ کا خواب ۷۳ سال کے بعد حقیقت میں ڈھل گیا۔ اسمبلی کے اس تاریخی فیصلے کے نتیجے میں ۵۰ ہزار کے قریب اندرون و بیرون ملک مرزائی قادیانی لاہوری وغیرہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔

جمعیت کے نمائندوں نے مسلمان کی جو متفقہ تعریف ترتیب دی تھی اور اسے اسمبلی میں پیش کیا گیا تھا وہ جوں کی توں صدر اور وزیراعظم کے حلف نامے میں شامل کی گئی ہے۔اس طرح صدارت اور وزارت عظمیٰ کے عہدوں پر منکرین ختم نبوت کے چور دروازے سے داخلے کے امکانات معدوم ہوگئے ہیں۔اب جمعیت نے یہ مطالبات کیئے ہیں۔

☆ اسلامی دفعات کو آئینی تحفظ دیا جائے۔
☆ عائلی قوانین منسوخ کیئے جائیں۔
☆ مسلح افواج کے سربراہوں کے لئے بھی مسلمان ہونے کی شرط لگائی جائے۔
☆ مسلمان کے مرتد ہونے پر پابندی لگائی جائے۔

(مولانا نورانی ایک عالم، ایک سیاستدان ص ۴۷،ص ۴۷ مطبوعہ کراچی ۱۹۹۹ء)

مولانا کے انتقام کا غم تازہ ہے، دل افسردہ ہے، آنکھیں دکھ درد میں تر ہیں ہر طرف اندھیرا نظر آرہا ہے، ملک وملت یتیم ہو گئے، ڈھونڈے بھی کوئی ان کا نعم البدل نظر نہیں آرہا ہے۔پورا عالم اسلام غم میں نڈھال ہے۔شفیع الزمان صدیقی نے سچ کہا ہے:

تھے مسلک سنی کا وہ تابندہ ستارہ
شائستہ تھے گفتار میں، تھی جن کے روانی

ان جیسا کبھی پیدا نہ ہو گا کوئی عالم
اک شاہ نورانی تھے، فقط شاہ نورانی

یہ ایک حقیقت ہے کہ جنازہ میں ایسے لوگ بھی نظر آئے جنہوں نے ان کی زندگی میں ان کی قدر نہ کی، اقتدار کی ہوس اور انا پرستی نے انہیں جماعتی انتشار کا سبب بنایا۔ مرزا مقصود یار خان اپنے کالم ''قلندرانہ صفات کے حامل'' میں سچ لکھتے ہیں:

مولانا ہمیشہ عوام کے حقوق غصب کرنے والے حکمرانوں کے لئے ایک تازیانہ بنے رہے۔ بے شمار لوگ مولانا کے باعث اقتدار کی سیڑھیاں چڑھے اور ساتھ چھوڑ گئے لیکن مولانا کے ماتھے پر ایک شکن نہ ابھری اور نہ کوئی شکوہ کیا ان کے لئے دعائے خیر کی لیکن ساتھ چھوڑنے والے اقتدار کی بھول بھلیوں میں ایسے کھوئے کہ آج ان کا کوئی نام لیوا نہیں ہے لیکن مولانا اپنی جگہ مضبوط پتھر کی طرح جمے رہے، اپنے ارادے اور قول کے پکے، خودداری سے بنی شخصیت جس کے لئے راہیں خود وا ہوتی گئیں صداقت کی شرافت کی۔
(روزنامہ جرأت)

اور کسی نے کیا خوب کہا ہے:

لوگ کیا کیا بک گئے تو نے نہیں بیچے اصول
تیرے دامن کو بہت ہے دولت عشق رسول

ہر دور و عہد میں مولانا کو وزارت، گورنری اور پلاٹ پرمٹ کی پیشکش ہوئی۔ اقتدار کی لونڈی نے بار بار چوکھٹ پر دستک دی لیکن آپ نے کمال استقلال سے ہر بار پیشکش ٹھکرا دی اور چور دروازے سے اقتدار میں آنے کو جمہوریت کے منافی قرار دیا۔

مولانا نورانی نے صدر صدام حسین سے ملاقات کی اور جنگ بندی کے لئے مفید مشورے فراہم کئے۔ ایران کو پیشکش کی گئی مگر وہ رضامندانہ ہوا اور حملے جاری رکھے تو مولانا نورانی کے مشورے سے صدام حسین نے حکم دیا کہ عراقی فوج میں جو شیعہ ہیں ان کو آگے ایرانی فوج کے مقابل تعینات کیا جائے اور جو سنی ہے اس کو باڈر سے ہٹا دیا جائے اس اقدام کے نتیجہ میں ایران نے دیکھا کہ شیعہ شیعہ کو مار رہا ہے وہ فوری رضامند ہو گیا جنگ بندی کے لئے اور یوں چند سالوں پر محیط جنگ کا خاتمہ ہو گیا۔ مولانا نورانی کی اس فراست اور جنگ کے خاتمہ پر اقوام متحدہ نے مولانا نورانی کو عالمی امن کی سند جاری کی۔

۲۔ لندن میں آپ کو بغداد (عراق) میں ہونے والی علماء کانفرنس میں شرکت کا دعوت نامہ مل گیا۔ موتمر الشعبی الاسلامی یا پاپولر اسلامک کانفرنس ۱۰ تا ۱۵ اپریل ۱۹۸۳ء کو عراق میں ہو رہی تھی۔ صدر صدام حسین نے اس میں شریک مسلم علماء کو دعوت دی تھی کہ وہ آکر جنگ بند کرانے کا راستہ بتائیں اور دونوں ملکوں کے درمیان ثالثی کی کوشش کریں۔ کانفرنس چند روز کے لئے ملتوی ہو گئی پھر ۱۶ اپریل ۱۹۸۳ء کو شروع ہوئی۔ علامہ نورانی نے کانفرنس سے فکر انگیز تاریخی خطاب کیا۔ (ماہنامہ دی میسیج کراچی)

۲۴، مارچ ۱۹۸۶ء کو ایران عراق جنگ ختم کرانے کے سلسلے میں ''ورلڈ علماء کانفرنس'' کی قائم کردہ کمیٹی کے اجلاس میں شرکت

کے لئے بغداد (عراق) گئے۔ (روزنامہ جنگ لاہور)

جولائی ۱۹۸۷ء کو آپ نے وزارت اوقاف عراق کی دعوت پر ۱۳ روزہ تبلیغی دورہ کیا۔

اکتوبر ۱۹۸۷ء کو آپ نے جمعیت علماء پاکستان کے وفد کے ساتھ لیبیا میں منعقدہ ''بین الاقوامی اسلامی کانفرنسوں میں شرکت کی اور ایران عراق جنگ بند کرانے کے بارے میں لیبیا کے سربراہ کرنل معمر قذافی سے ملاقات کی۔ (جنگ لاہور)

۱۸ جون ۱۹۸۸ء کو آپ ایران عراق جنگ کے خاتمہ کے لئے اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل پیریز ڈی کوئیار سے ملاقات کرنے کے لئے لاہور سے (براستہ کراچی) نیویارک (امریکہ) تشریف لے گئے۔ (روزنامہ نوائے وقت، ملتان)

۱۹۸۰ء کی دھائی میں پاکستان کی سیاست میں لسانیت اور علاقائی رنگ اتنا غالب آیا کہ ''مہاجر قومی موومنٹ'' کی بنیاد ڈالی گئی۔ عصبیت ونفرت کی سیاست ہونے لگی۔ علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی پاکستان کی وہ واحد شخصیت تھی کہ جس نے مہاجر قومی موومنٹ کے سیاسی وسماجی کردار پر بھرپور تنقید کی اور قوم کو آگاہ کیا کہ ملک میں لسانی بنیادوں پر تقسیم کرنے کی اس سازش کے تانے بانے بہت گہرے ہیں۔ علامہ کی اس راست گوئی، بے باکی اور جرأت اظہار کا پورا کراچی گواہ ہے انہوں نے صوبائی علاقائی لسانی گروہی سیاست کے خلاف بھرپور کردار ادا کرنے کا فیصلہ کیا۔ سندھ یونٹ کے نام پر لسانی فسادات کے موقع پر سندھ بھر کا دورہ کیا یہ وہ وقت تھا کہ جب حیدرآباد کا پکا قلعہ، سانحہ علی گڑھ جیسے واقعات نے انسانیت کا چہرہ خون آلود کر دیا تھا علامہ نورانی نے اس موقع پر الطاف حسین کی سیاسی ناپختگی اور دہشت گردانہ عزائم کی بھرپور مخالفت کی یہ وہ وقت تھا کہ انہوں نے کراچی کا کوئی ایسا علاقہ نہیں تھا کہ جہاں اس وقت کی مہاجر قومی موومنٹ کی ریاست میں ریاست قائم کرنے کی کوشش کی مخالفت نہیں کی ہو۔ کمال کی بات یہ تھی کہ اس بدترین دور میں جب ''جو قائد کا غدار ہے وہ موت کا حقدار ہے'' کے نعرے بلند تھے۔ علاقوں میں آہنی گیٹ تعمیر کر کے عوام کو آزادانہ نقل وحرکت سے روک دیا گیا تھا، باشعور طبقہ فرد واحد کے مظالم تلے دبا ہوا تھا سیکٹر اور یونٹ کی سطح پر انسانیت کی تذلیل کی جارہی تھی تو ایسے میں صرف علامہ شاہ احمد نورانی کی وہ واحد شخصیت تھی کہ جس نے سیاسی پلیٹ فارم پر آواز حق بلند کی اس جرأت اظہار کا خمیازہ یہ ادا کرنا پڑا کہ ان پر قاتلانہ حملے ہوئے، ان کی بے حرمتی کی گئی، ان پر جھوٹے الزامات عائد کئے گئے۔

ایک محتاط اندازے کے مطابق انہوں نے اس عرصے میں ۷ ہزار سے زائد کھلے مقامات پر اجتماعات منعقد کر کے ایم کیو ایم کی دہشت گردی بھتہ خوری اور قتل عام کی سرگرمیوں کی بیخ کنی کی۔ انہیں قتل کی دھمکیوں کا سلسلہ آخر تک جاری رہا لیکن اس کے باوجود اس مرد خدا نے کبھی بھی سیکورٹی گارڈ اور مسلح افراد کا دستہ اپنے ساتھ نہیں رکھا۔ (روزنامہ امت کراچی، ۱۲ دسمبر ۲۰۰۳ء)۔

ایم کیو ایم کی اصلیت جب ظاہر ہوئی تو گورنمنٹ نے صفایا کیا بڑے پیمانے پر آپریشن کر کے ٹارچر سیل، نجی جیل، اور بھاری مقدار میں اسلحہ اپنی گرفت میں لے لیا۔ اور بدنام زمانہ تنظیم نے تنظیم کا نام تبدیل کر کے ''متحدہ قومی موومنٹ'' رکھا گویا اس کی شکست اور نورانی وحق کی فتح ہوئی گویا تنظیم نے دبے لفظوں میں اپنی دہشت گرد پالیسی، نفرت انگیز سیاست سے دست بردار ہو کر اب دوسری

قوموں کو تسلیم کرلیا ورنہ کبھی ان ہی قوموں کی گردن زنی جائز تھی۔لیکن کوئی پوچھنے والا نہیں جب کہ سب قومیت بالآخر قبول ہی کرنا تھا تو پہلے اس قدر بے دردی سفا کی سے قومیت کے نام پر قتل عام کیوں کیا گیا؟

علامہ اقبال کا درج ذیل شعر ان کی زندگی کی عکاسی کر رہا ہے یہ شعر اکثر وہ اسٹوڈنٹس کو ڈائریوں پر لکھ کر دیتے تھے۔

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوہ دانش فرہنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاک مدینہ و حجاز

۴۔ آخری دور میں انہوں نے مذہبی سیاسی تنظیموں کو ایک پلیٹ فارم پر متحد و منظم کر کے ''متحدہ مجلس عمل'' قائم کی۔ مذہبی قوت کو متحدہ کر کے کئی محاذوں پر کام کیا (۱) یہودی لابی این جی اوز (۲) لادینی قوت (۳) ملک دشمن عناصر (۴) اور دہشت گرد مذہبی تنظیموں کے خلاف بھرپور کام کیا۔جس کے سبب ملک میں امن وامان رہا، آئے دن مسجد اور امام بارگاہ پر حملہ قتل و غارت گر کنٹرول میں آئی۔ ملک امن کا گہوارہ بن گیا۔سیاسی تنظیموں کو دہشت گرد تنظیموں سے بالکل الگ کرنا ایک بہت بڑا انقلابی قدم ہے۔

سیاست کے حوالہ سے ان کی چار اہم ومنفرد خدمات کو اختصار کے پیش نظر رکھتے ہوئے درج کیا ہے۔جس سے ان کی شخصیت نکھر کر سامنے آتی ہے۔یہ تمام انقلابی کام مولانا کی ''تجدید شخصیت'' کو اجاگر کر رہے ہیں۔

مولانا نے اہل سنت و جماعت کو اپنی عظیم سیاسی تاریخ دی ہے یہ جماعت و جمعیت کا سیاسی اثاثہ ہے۔اس ''نورانی تاریخ'' کو آنے والی نسل کے لئے محفوظ کرنا ہوگا تا کہ وہ نورانی سیاست سے رہنمائی پاتے رہیں اور اپنے کردار کو ممتاز ومنفرد بناتے رہیں۔

عادات وخصائل ☆: قرآن حکیم وقصیدہ بردہ شریف کے عامل، شیخ کامل، سادہ طبیعت، نرم مزاج، دھیمی آواز، شیریں گفتار، روانگی وشائستگی سے آراستہ، گندمی رنگ، باریک ہونٹ، نورانی چہرہ، سنت نبوی سے آراستہ، اخلاق مصطفوی کے پیکر، اخلاص کی جیتی جاگتی تصویر، مہمان نواز، غریب پرور، متوکل، خوف خدا وعشق مصطفیٰ سے سرشار، مدبرانہ سوچ، قائدانہ صلاحیتوں سے ممتاز تھے۔ اقلیم سیاست کے ایک ایسے عظیم کردار تھے کہ اصول پسندی حق گوئی و بے باکی اور جرأت ان کا نشان تھا۔شخصی حکمرانی ہو یا فوجی آمروں کی من مانیاں علامہ نے ایک بااصول، راست گو، نڈر سیاسیت، مدبر اور قائد کی صورت میں نہ صرف کلمہ حق ادا کیا بلکہ اس کے لئے ہر طرح کی صعوبت ومشکل برداشت کی۔مولانا دنیائے اسلام میں کلمہ حق بلند کرنے والے کی حیثیت سے ہمیشہ زندہ و جاوید رہیں گے۔

ممتاز صحافی الطاف حسن قریشی نے اپنے قلم سے مولانا کی تصویر اس طرح کھینچی ہے، وہ رقمطراز ہیں:

''متحدہ قومی محاذ'' کی تربیت وتشکیل میں ان کا نمایاں حصہ ہے۔۱۹۷۳ء کی دستور سازی میں ان کی سیاسی کاوشیں اپنا رنگ دکھاتی رہیں۔اجتماعی جدوجہد کا فن انہیں خوب آتا ہے۔سیاسی باریکیوں اور نزاکتوں کو خاموشی سے گزرنے نہیں دیتے۔قوت فیصلہ اور قوت کار سے بہرہ ور ہیں۔بعض مواقع پر انہوں نے فیصلہ کن قدم اٹھایا اور تنظیم کو بکھرنے سے بچایا۔قومی مسائل پر سیاسی نقطہ نظر سے غور وفکر کرتے تھے۔پارلیمانی مباحث نے ان کے جوہر نکھار دیئے ہیں۔(ہفت روزہ زندگی کراچی ۱۹۷۷ء)

محمد ذکی صاحب ایڈووکیٹ اپنے مضمون میں مولانا کی سادگی سے متعلق لکھتے ہیں:
۱۹۷۱ء میں کراچی یونیورسٹی کا طالب علم تھا۔ ایک بار کراچی جانے کے لئے حیدر آباد سے وین میں بیٹھا تو دیکھا مولانا بھی ہمسفر ہیں، اس وقت مولانا قومی اسمبلی کے رکن تھے اور ایسی جماعت کے سربراہ تھے جس کے کئی اراکین قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلی میں موجود تھے۔ ان دنوں کراچی حیدر آباد کے شہروں میں مولانا اور ان کی جمعیت کا زبردست اثر ورسوخ تھا۔ مولانا نورانی کو کمال سادگی سے عام مسافر وین میں سفر کرتے دیکھا تو خوشگوار حیرت ہوئی۔ پاکستان میں سیاستدان پارلیمنٹ اور اسمبلیوں کے رکن بن جاتے ہیں تو ان کے انداز اطوار اور تیور بدل جاتے ہیں مگر اقتدار اور ایوانوں کی جھلمل نے مولانا جیسی عظیم شخصیت پر کبھی اثر انداز نہیں ہو سکی۔

(جرأت کراچی ۱۳ دسمبر ۲۰۰۳ء)

ورلڈ اسلامک مشن شاخ برطانیہ کے صدر عبدالرؤف مصطفائی نے مولانا نورانی کے سوئم میں خطاب کرتے ہوئے بتایا: مولانا نورانی کو ہم ہر سال لاکھوں پونڈ جمع کر کے دیتے تھے لیکن وہ اپنی ذات پر ایک پیسہ بھی خرچ نہیں کرتے تھے بلکہ وہ تمام رقم مساجد مدارس اہل سنت کی تعمیر وترقی اور لٹریچر کی اشاعت پر خرچ کرتے تھے۔

ایک کالم نویس لکھتے ہیں: مولانا کے مخالف بھی یہ الزام کبھی نہ لگا سکے کہ وہ دیگر بے شمار سیاستدانوں کی طرح ''لوٹا کریسی'' اور ''مالی کرپشن'' میں مبتلا ہو کر اپنے دامن کو داغ دار کرتے رہتے ہیں۔ ان میں سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ سیاست میں شرافت، وضع داری، صبر وتحمل کا دامن کبھی نہیں چھوڑتے تھے۔ وہ انتقامی سیاست اور اوچھے ہتھکنڈوں سے ہمیشہ گریز کرتے رہے ہیں۔ مولانا نے میری اطلاع کے مطابق اپنے سیاسی مکتب میں کئی نو آمیز سیاسی کارکنوں کی تربیت کا فرض بھی ادا کیا ہے۔ دوست محمد فیضی، محمد صدیق راٹھور، حافظ محمد تقی، ظہور الحسن شہید بھوپالی (ایڈیٹر افق کراچی) بھی ان ہی کے ''مکتب سیاست'' سے بہت کچھ سیکھ کر نکلے تھے۔

(روزنامہ آغاز کراچی، ۱۳ دسمبر ۲۰۰۳ء)

حقیقت تو یہ ہے کہ جمعیت علماء پاکستان میں تمام وہ رہنما جو سیاسی سوجھ بوجھ رکھتے ہیں وہ سبھی امام نورانی کے تربیت یافتہ ہیں۔ مثلاً: پروفیسر شاہ فرید الحق، ملک محمد اکبر ساقی، رفیق احمد باجوہ ایڈووکیٹ، حاجی حنیف طیب، جاوید چانڈیو، ڈاکٹر محمد زبیر، سلیم قادری، محمد عثمان نوری وغیرہ وغیرہ۔

وہ زیرک سیاستدان، علوم قدیم وجدید کے ماہر، درویش صفت، متوکل فقیر کے علاوہ شیخ طریقت بھی تھے۔ لیکن وہ روایتی پیر نہیں تھے۔ اپنی نمائش وایڈوٹائزمنٹ کے سخت مخالف تھے، وہ اپنی نیکی کی نمائش نہیں کرتے تھے، وہ تعریف وتوصیف پر خوش ہونے والے پیر نہیں تھے۔ اپنی نمائش کے لئے انہوں نے کبھی بھی کوئی راہ ہموار نہیں کی۔ ہمیشہ کسرنفسی عاجزی تواضع وسادگی سے کام لیتے تھے۔ اپنی دینی کاوشوں کو چھپاتے رہتے تھے۔ کسی کے زوردار اصرار کے بعد بیعت میں لیتے تھے۔ لیکن پھر بھی اس سے شریعت مطہرہ پر سختی سے پابندی کا عہد لیتے تھے۔ کچھ میمن مسجد صدر کے متصل ماسٹر کے فلیٹ میں سے ایک پرانے معمولی اور کرائے کے فلیٹ میں پوری زندگی

درویشانہ بسر کی۔

۱۹۷۹ء میں جہانگیر پارک صدر میں ''نورانی شبینہ اور اجتماعی دعا'' کے پروگرام کا اجراء کر کے ہر سال رمضان المبارک کے آخری عشرے میں مسلمانوں کو شب بیداری اور تلاوت قرآن سماعت کی سعادت سے بہرہ ور کرتے اور یہ سلسلہ آخر تک جاری رہا۔ وہ نابغہ روزگار شخصیت کے مالک تھے ان کی شخصیت کا ہر پہلو روشن اور شاندار ہے اور ہر ایک وسعت کا متقاضی ہے۔

حضرت علامہ پیر سید زین العابدین شاہ راشدی قادری مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ مجھے طالب علمی کے زمانے سے تقریباً ۱۵ سال قریب سے دیکھنے کا موقعہ ملا، لاڑکانہ میں جمعیت میں کام کیا ان کے پروگرام اٹینڈ کئے۔ لاڑکانہ جہاد کانفرنس میں جب ان کو اسٹیج پر دعوت دے رہا تھا تو اس وقت عوام سے گزارش کی کہ ان کا کھڑے ہو کر استقبال کریں تو فوری طور پر جناح باغ میں ہزاروں لوگوں نے کھڑے ہو کر ان کا شاندار استقبال کیا تو نورانی میاں نے اسی وقت دھیمے آواز میں ایسا کرنے سے مجھے منع کیا۔ درگاہ عالیہ راشدیہ پیر جو گوٹھ کے سالانہ جلسہ ۲۷ رجب کو ہر سال دیکھا، درگاہ مشوری شریف میں حاضری دیتے ہوئے دیکھا، جناح باغ لاڑکانہ میں ولولہ انگیز اور فکر انگیز خطاب کرتے ہوئے دیکھا۔ لیکن ہر بار انہیں عظیم انسان پایا، عالم اسلام کا عظیم سرمایہ پایا۔

القابات وخطابات ☆: مولانا نورانی کو علماء و مشائخ اور عوام اہل سنت مختلف القابات وخطابت سے یاد کرتے تھے یقیناً وہ ان خطابات کے حقیقی معنوں میں صحیح حقدار تھے۔ ان میں سے بعض یہ ہیں:

قائد اہل سنت، قائد ملت اسلامیہ، امام انقلاب، مجاہد اسلام، حق وصداقت کی نشانی، غازی ختم نبوت، عالمی مبلغ اسلام، یادگار اسلاف، نابغہ روزگار، پندرہویں صدی کے مجدد وغیرہ وغیرہ

خیال و فکر کی سچائیاں بھی شامل ہیں
میرے لہو میں میرے شجرہ نسب کی طرح

وصال باکمال ☆: قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نے ۱۶ شوال ۱۴۲۴ھ/ ۱۱ دسمبر ۲۰۰۳ء بروز جمعرات اسلام آباد میں پونے بارہ بجے دوپہر کو ۷۶ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ پاک فضائیہ کے سی ون خصوصی طیارے کے ذریعے جسم اقدس اسلام آباد سے کراچی پہنچایا گیا۔ انتقال کے وقت سے لے کر جنازہ کراچی پہنچنے تک امیر جماعت اسلامی قاضی حسین احمد ہر لمحہ ساتھ ساتھ رہے۔ ایئرپورٹ پر سیلانی ویلفیئر ٹرسٹ کی موبائل ایمبولینس خدمت کے لئے کھڑی تھی جس نے تدفین تک خدمت انجام دی۔

جمعہ کے روز نشتر پارک میں ساڑھے چار بجے نماز جنازہ ادا کی گئی۔ امامت کے فرائض نورانی میاں کے بڑے صاحبزادے مولانا محمد انس نورانی صدیقی نے انجام دیئے۔ اخبارات نے لکھا کہ ''پاکستان کی تاریخ کی سب سے بڑی نماز جنازہ تھی'' دس کلومیٹر تک جلوس جنازہ تھا۔ فضا درود وسلام سے گونج اٹھی، آہوں سسکیوں میں سپرد خاک کیا گیا۔ نماز جنازہ اور تدفین میں انسانوں کا سمندر امڈ آیا۔ کراچی حیدرآباد کی اہم مارکیٹیں بند، تین دن سوگ کا اعلان، دینی سیاسی تنظیموں کی مصروفیات موقوف، پورا ملک افسردہ وغمگین نظر آیا۔

پورے عالم اسلام میں کہرام مچ گیا۔ایک ساتھی نے پوچھا کہ کس کا انتقال ہوگیا ہے کیوں کہ ہماری بہن کا ہالینڈ سے فون آیا تھا وہ بتارہی تھیں کہ وہاں مسجد سے رونے کی آوازیں آرہی ہیں پاکستان میں کسی بزرگ کے انتقال پر۔ پوری دنیا سے مسلمانوں نے نماز جنازہ میں شرکت کی کوشش کی لیکن فقط لندن، کینیڈا اور سعودی عرب سے بہت کم لوگ شریک ہو سکے۔ مولانا نورانی کے انتقال پر سندھ اسمبلی میں قائد حزب اختلاف نثار احمد کھوڑو (صدر پیپلز پارٹی صوبہ سندھ) کی تحریک پر سندھ اسمبلی کا اجلاس ۱۷ دسمبر تک ملتوی ہوا۔امام مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) شیخ محمد صیام نے نورانی میاں کے انتقال پر کراچی میں جلسہ ملتوی کر دیا۔انتقال کی اطلاع ملتے ہی کراچی اسٹاک ایکسچینج میں مندی رہی۔

تبع تابعی حضرت سید عبداللہ شاہ غازی رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۱۵۱ھ) کی درگاہ مقدس کی سیڑھیوں سے متصل والدہ ماجدہ کے قدموں میں لاکھوں سوگواران کی موجودگی میں تدفین عمل میں آئی۔

بروز اتوار امیر خسرو پارک کلفٹن میں فاتحہ سوئم کی تقریب صبح ۹ بجے سے منعقد ہوئی، جس میں قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی کے جوان سال بڑے صاحبزادے مولانا محمد انس صدیقی نورانی کو ان کا جانشین مقرر کیا گیا اور قطب مدینہ کے جانشین شیخ محمد رضوان مدنی نے انہیں دستار فضیلت باندھی۔اور خلافت سے نوازا اور درود وسلام کا ورد نعرہ تکبیر ورسالت کے فلک شگاف نعرے بلند ہوئے۔ اَنس نورانی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ''وہ اپنے والد کے مشن کو جاری رکھیں گے۔''

وفاقی وزیر خارجہ خورشید محمود قصوری، پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری، پنجاب کے سابق وزیر اعلیٰ میاں منظور احمد وٹو، ڈاکٹر مولانا سرفراز احمد نعیمی لاہور، سردار شیر باز خان مزاری، ناظم کراچی نعمت اللہ خان، نائب ناظم کراچی طارق حسن، ڈاکٹر صفدر عباسی (لاڑکانہ) شیعہ عالم حسن ترابی، مفتی ابوبکر عطاری، ریاض حسین نجفی (شیعہ) علامہ سید عرفان حسین شاہ مشہدی و دیگر نے شرکت کی۔

سابق وزیر اعظم پاکستان بے نظیر بھٹو کا تعزیتی پیغام سابق وزیر اعلیٰ سندھ آفتاب شعبان میرانی نے مولانا انس کو پہنچایا۔صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف اور وزیر اعظم پاکستان میر ظفر خان جمالی کے تعزیتی بیانات اخبارات میں شائع ہوئے۔

نورانی چہلم ☆: ۱۸ جنوری ۲۰۰۴ء بروز اتوار امیر خسرو پارک کلفٹن بالمقابل درگاہ عبداللہ شاہ غازی کراچی میں منعقد ہوا پورا پارک بھرا ہوا تھا تل رکھنے کی جگہ نہیں تھی ملک و بیرون ملک سے علماء مشائخ اہل سنت اور سیاسی سماجی شخصیات نے شرکت کی اور اپنے عظیم قائد کو خراج عقیدت پیش کیا۔

بشکریہ، تذکرہ انوار علمائے اہلسنت، سندھ

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت پیر سید محمد امیر شاہ گیلانی قادری المعروف مولوی جی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: عالم ربانی، مرشد لاثانی، خوکردۂ جمال آغوش ولایت، پروردۂ احمدی، قبلۂ طالبان، مدرس مسائل عشق وعرفان، غریق در بحر توحید ورسالت، حضرت قبلہ پیر سید محمد امیر شاہ گیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ آفتاب آسمان طہارت و پاکیزگی ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت یکہ توت کوچہ آقا پیر جان پشاور میں حضرت حافظ سید محمد زمان شاہ گیلانی قادری علیہ الرحمتہ کے علمی وروحانی گھر میں ہوئی۔

گھر کا ماحول چونکہ شروع سے علمی وروحانی تھا اور آپ کا خاندان پشتوں سے نسل در نسل علم وعرفان کا منبع اور رشد وہدایت کا مرکز چلا آ رہا تھا۔ ایسے روحانی وعلمی ماحول میں آپ نے آنکھ کھولی جب سن شعور کو پہنچے تو والد گرامی کے زیر سایہ ابتدائی تربیت وتعلیم مکمل ہوئی۔ ابتدائی تعلیم کے بعد پشاور شہر کے متجر مختلف علماء سے علوم دینیہ کی تکمیل کی جن میں مفتی سرحد حضرت علامہ مولوی عبدالرحیم پوپلزئی، حضرت علامہ صاحبزادہ حافظ علی احمد جان، محدث جلیل حضرت علامہ حافظ گل فقیر احمد، فقیہہ العصر حضرت علامہ عبدالعلیم، حضرت علامہ عبدالمنان ہزاری ثمہ پشاوری حضرت علامہ محمد ایوب شاہ جعفری اور ابتدائی کتب کے استاد مولوی شیر محمد امام جامع مسجد یکہ توت اس کے علاوہ چند دن مدرسہ رفیع الاسلام بھانہ ماڑی پشاور میں بھی پڑھا۔ صرف ونحو میں کافیہ کا کچھ حصہ الحاج مولوی فضل الرحمٰن نقشبندی پشاوری سے پڑھا۔

جبکہ سند حدیث ثبت امیری حضرت علامہ محدث جلیل عالم علوم قرآنی شیخ الحدیث مولانا حافظ گل فقیر احمد گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ دیگر علوم دینیہ کی تکمیل سات برس میں حضرت علامہ شیخ التفسیر والحدیث صاحبزادہ حافظ علی احمد جان خطیب جامع مسجد کچہری سے کی۔ اور انہوں نے اپنی موجودگی میں آپ کو کتابیں پڑھانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے عظیم والد بزرگوار غوث زماں حضرت قبلہ پیر سید محمد زمان شاہ گیلانی قادری کے دست مبارک پر بیعت سے سرفراز ہوئے۔

آپ خود فرماتے ہیں کہ 1948ء میں حضرت سید ابوالبرکات سید حسن شاہ قادری گیلانی علیہ الرحمتہ کے سالانہ عرس کے موقعہ پر

میرے والد گرامی نے مجھے حضرت سید محمد حسن شاہ قادری علیہ الرحمتہ کے مزار پُر انوار پر بیعت فرما کر سلسلہ عالیہ کے تمام اسباق کی تعلیم فرمائی اور اجازت بھی مرحمت فرمائی۔اور رسالہ غوثیہ مصنفہ حضرت سیدنا مولانا و مرشدنا و شیخنا سید شاہ محمد غوث علیہ الرحمتہ جیسا کہ ہمارے سلسلہ مبارکہ میں قاعدہ ہے۔عنایت فرمایا اور بڑی گیارھویں شریف کے وقع پر اپنے دست مبارک سے دستار عطا فرما کر صاحب سجادہ فرمایا۔اگر چہ یہ فقیر اس قابل نہ تھا۔یہ سب حضور غوث اعظم محبوب سبحانی قطب ربانی سید ابو محمد محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نظر کرم و توجہات کا نتیجہ ہے۔الحمد للہ علیٰ ذالک۔

شجرہ طریقت و شجرہ نسب ☆ : آپ کا شجرہ طریقت اور شجرہ نسب ایک ہی ہے۔اور اس کی خصوصیت آپ خود بیان فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ اس فقیر کے سلسلہ مبارک میں تمام حضرات حضور محبوب سبحانی قطب ربانی السیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک اپنے والد کے دست گرفتہ اور مرید ہیں۔

یہ فقیر محمد امیر شاہ قادری اپنے والد گرامی مرتبت حافظ سید محمد زمان شاہ کا مرید و ماذون ہے۔اور وہ اپنے والد سید سعید احمد شاہ کے اور وہ اپنے والد سید اکبر شاہ المعروف آغا پیر جان کے وہ اپنے بڑے بھائی سید غلام صاحب المعروف آغا میر جی کے وہ اپنے والد سید عیسیٰ شاہ کے وہ اپنے والد سید موسیٰ شاہ کے وہ اپنے والد سید محمد عابد شاہ کے وہ اپنے والد سید شاہ محمد غوث لاہوری کے وہ اپنے والد سید حسن شاہ پشاوری کے وہ اپنے والد سید عبداللہ شاہ ٹھٹھوی کے وہ اپنے والد سید محمود شاہ کے وہ اپنے والد سید عبدالقادر شاہ کے وہ اپنے والد سید عبدالباسط شاہ کے وہ اپنے والد سید حسین شاہ کے وہ اپنے والد سید احمد شاہ کے وہ اپنے والد سید شرف الدین قاسم کے وہ اپنے والد سید شرف الدین یحییٰ وہ اپنے والد سید بدرالدین کے وہ اپنے والد سید علاؤالدین کے وہ اپنے والد سید شمس الدین کے وہ اپنے والد سید شرف الدین کے وہ اپنے والد سید شہاب الدین احمد کے وہ اپنے والد سید شہاب الدین وہ اپنے والد قطب الدائرہ سید عبدالرزاق شاہ گیلانی کے وہ اپنے والد سید السادات قطب ربانی غوث الصمدانی، سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین والرضوان والغفران کے۔

سیرت و کردار ☆ : آپ کی ذات والا صفات سیرت و صورت اور حسب و نسب کی تمام خوبیوں سے بدرجہ اتم متصف تھی، آپ کی پوری زندگی اخلاق محمدی ﷺ کا عملی نمونہ تھی، حقوق اللہ اور حقوق العباد اور سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل آپ کو ورثہ میں ملا ہوا تھا، ہر گھڑی ہر لحہ یاد خدا میں بسر ہوتا تھا، جبکہ رات کبھی سجدے اور کبھی قیام کی حالت میں گزارتے، ضیافت طبع، مہمان نوزای، غریب پروری اور محتاجوں کی حاجت روائی آپ کی طبیعت ثانیہ کا حصہ بن چکی تھی لنگر غوثیہ اس قدر دراز کہ ہر چھوٹے بڑے امیر و غریب کے لئے ہمہ وقت دروازے کھلے رکھتے تھے، کبھی اپنے در سے کسی کو مایوس نہ لوٹنے دیا، ہر آنے والے کے ساتھ نہایت مروت و اخلاق اور عجز و انکساری سے پیش آتے تھے،

آپ نے بہت سی جسمانی علالتوں کے حملے کے باوجود بیک وقت مختلف النوع قسم کی ذمہ داریاں بڑی سنجیدگی سے سنبھال رکھی تھیں، جنکو تمام عمر بحسن و خوبی سرانجام دیتے رہے، آپ نے شریعت و طریقت، علم و ادب، درس و تدریس، تصنیف و تالیف سیاست

وصحافت، اصلاح وارشاد اور وعظ وخطابات کے شعبوں میں نہایت دلجمعی اور اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ گرانقدر خدمات انجام دینے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی،

خاندانی اثرات وتربیت اور مجاہدات وریاضات کے باعث زمائم یعنی نفرت، تعصب، حسد، لالچ، تکبر اور انتقام وغیرہ آپ میں نصائبہ نام کو بھی نہ تھے۔

بلکہ آپ کی ذات سراپا محبت، شفقت، ہمدردی، قناعت، خلوص، عجز وانکساری، تواضع اور عفوودرگزر کا حسین مرقع اور امت مسلمہ کے لئے سراپا رحمت اور نعمت غیر مترقبہ تھی،

افراط وتفریط سے کنارہ کشی اور اعتدال ومیانہ روی آپ کے مزاج اقدس کا خاصہ تھا، ظاہری وضع قطع، نام ونمود نمائش سے سخت نفرت تھی ہمیشہ سادگی اور عاجزی اختیار کیے رکھی، باوجود اس کے خداوند کریم نے شخصی وجاہت اس قدر عطا فرمائی ہوئی تھی کہ بڑے بڑے خوانین وامئرا اور جاہ وجلال کے مالک جب آپ کی خدمت میں حاضری دیتے تو دم بخود ہو کر بیٹھے رہتے،

آپ کے مزاج میں شفقت ومحبت اور مونس وغمخواری کے جذبات واحساسات بہت زیادہ نمایاں تھے، اگر یوں کہہ دیا جائے تو بے جانہ ہوگا کہ آپ کی ذات والا صفات مہر ووفا کا بحر بے کراں تھی، اس کا واضح ثبوت اس بات سے ملتا ہے کہ ہر آنے والا آپکے قریب بیٹھنے والا یہ محسوس کرتا تھا کہ حضرت کا جس قدر تلطف مجھ پر ہے وہ شاید کسی اور پر نہ ہو، ایک مرتبہ آپ سے ملنے والا زندگی بھر آپ کی شفقت ومحبت کے حسین انداز کو کبھی نہ بھولتا بلکہ دوبارہ ملاقات کا متمنی رہتا تھا،

آپ کا انداز درس وتدریس: جیسا کہ بزگان دین کا طریقہ رہا ہے کہ درس وتدریس کے لئے ہر خاص اور عام کو برابر موقع فراہم کیا جائے اس میں کسی قسم کی تفریق نہ ہو، بعینہ آپ کی زندگی کا اولین مقصد رہا ہے، کہ ہر کس وناکس عالم ہو جاہل آپ نے سب کو اپنے اسلاف کے طریقہ پر کاربند رہتے ہوئے علم وعرفان کی دولت سے مالا مال کیا، اور اپنے بزرگوں کا پیغام قدیم وجدید انداز میں پہنچاتے رہے،

صرف نماز جمعہ کے خطبہ کو لے لیجئے کہ جب آپ منبر پر جلوہ افروز ہو کر علم کے موتی بکھیرتے تو اجتماع میں موجود سینکڑوں شائقین علوم دینیہ اپنی اپنی استطاعت کے مطابق موتی چن رہے ہوتے تھے، آپ کے وعظ وتدریس کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ ہر شخص خواہ ان پڑھ یا پڑھا لکھا سب ہی کے دماغ میں آپ کی گفتگو سرائیت کرتی ہوئی دل میں اتر جاتی تھی، آپ کے وعظ کی دوسری خوبی یہ کہ ہر چاند کے ماہ کی مناسبت سے یعنی محرم میں اگر شہید کربلا کا ذکر ہوتا تو سامعین پر رقت طاری ہو جاتی، اگر صفر کا مہینہ ہے تو بزگان دین کی دینی خدمات کے حوالے سے ایسا پراثر خطاب ہوتا کہ لوگ اپنے اعمال کا محاسبہ کرنے پر مجبور ہو جاتے، ربیع الاول میں سرکار علیہ السلام کے میلاد ہی نہیں بلکہ سرکار کی پوری زندگی کے ایک ایک پہلو پر سیر حاصل گفتگو ہوئی اسی طرح ربیع الثانی میں حضور شہنشاہ بغداد پیراں میر میراں حضرت شیخ عبدالقادر قادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے انکی زندگی کے ایک ایک لمحے پر انکے قصیدہ غوثیہ کی شرح کرتے ہوئے بیان فرماتے تھے،

اسی طرح خلفائے راشدین کے ایام کے موقع پر گفتگو کرتے ہوئے اکثر فرماتے کہ

''ہماری ایک آنکھ اہل بیت اطہار تو دوسری آنکھ صحابہ کرام ہیں''

آپکے ہر وعظ ہر درس میں قرآن وحدیث اور فقہ حنفی سے استدلال، اور عقائد اہل سنت پر مدلل اور پر مغز گفتگو علم وعرفان کا خزانہ ہوتی تھی،

مسلک اہل سنت کی ترویج کے لئے سنی تنظیمات کا قیام وسرپرستی: آپ کی ذات بذات خود اپنے آپ میں ایک انجمن کی حیثیت رکھتی تھی، جب کبھی کسی شخص نے آکر کہا حضرت میں اہل سنت کی فلاح اور خدمت کے لئے یہ کام کرنا چاہتا ہوں آپ نے عام لوگوں کی طرح صرف حامی ہی نہیں بھری بلکہ عملی طور پر اس کی مدد کی اور اس کام کو مزید خوبصورتی سے انجام دینے کے لئے قیمتی مشوروں سے بھی نوازا۔

اس کے علاوہ آپ نے بذات خود اپنے استاد محترم کی خواہش پر 1943ء میں مجلس میلاد النبی پشاور کے نام سے پشاور شہر کے سرکردہ افراد کو ساتھ ملا کر قائم کی، اس کا مقصد ماہ ربیع الاول میں باضابطہ پورے اہتمام واحترام سے جلوس میلاد النبی نکالنا تھا، اور یہ جلوس آپ کی اقامت گاہ کوچہ آقا پیر جان سے شروع ہوتا تھا۔

1955ء میں جب پشاور شہر میں ادارہ تبلیغ اسلام کے نام سے تنظیم قائم ہوئی تو آپ نے مجلس میلاد النبی کو اس میں ضم کردیا، اس کے بعد سے تاحال اسی تنظیم کے کے زیر اہتمام جلوس عید میلاد النبی کا اہتمام اور اس کے علاوہ محرم الحرام کے دس روزہ پروگرام اور ربیع الاول میں بارہ روزہ میلاد کے جلسے بھی اسی ادارے کے زیر اہتمام منعقد ہوتے ہیں تمام عمر جلوس میلاد کی قیادت اور آخری دعا کا سہرا آپ کے سر ہی رہا۔

اس کے علاوہ انجمن محبان اولیاء وڈپگہ کا قیام بھی آپ کی تجویز پر عمل میں لایا گیا، پشاور سے پانچ میل دور سادات کا گاؤں وڈپگہ میں اس تنظیم کے زیر اہتمام محرم الحرام، عید میلاد النبی، معراج النبی اور دیگر موقعوں پر دینی مذہبی واصلاحی پروگرام آپ کی سرپرستی میں ہوتے رہے۔

ادارہ اشاعت وتبلیغ۔ اس ادارے کے زیر اہتمام آپ نے 121 کتابیں، کتابچے چھپوا کر عوام وخواص میں مفت تقسیم کروائیں، اس کے علاوہ لاتعداد نایاب کتب بھی اس ادارے کے زیر اہتمام شائع کی گئی ہیں۔

شاہ محمد غوث اکیڈمی۔ اس تنظیم کے زیر اہتمام بھی متعدد رسائل وکتب اور ایک پندرہ روزہ رسالہ ''الحسن'' کے نام سے جاری کیا۔

زیارات حرمین شریفین ومقامات مقدسہ☆: آپ چھ مرتبہ حج بیت اللہ شریف کی ادائیگی اور روضہء رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اس کے علاوہ مختلف بلاد اسلامیہ افغانستان، ایران، عراق، کویت اور حجاز مقدس میں مختلف بزرگان دین، صحابہ کرام، اہل بیتِ اطہار دیگر اولیائے کاملین کے مزارات کی حاضری کا شرف حاصل ہوا۔

خطبہ جمعۃ المبارک وعیدین☆: آپ نے مدت دراز تک جامع مسجد مہربانیہ سبزی منڈی پشاور میں نماز وخطبہ جمعۃ المبارک دیا۔ ہزاروں افراد آپ کے مواعظ حسنہ کو سننے کے لیے دور دراز سے آتے تھے۔

جبکہ نماز عید خانقاہ عالیہ قادریہ ابوالبرکات سید حسن بادشاہ میں تاحیات پڑھاتے رہے۔ اور 1984ء سے یہاں ہر جمعۃ المبارک پڑھانے کا آغاز فرمایا جو آخر دم تک پڑھاتے رہے۔

تصنیف تالیف اور علمی خدمات ☆: جہاں آپ نے شریعت وطریقت وتصوف کے میدان میں عملی کردار ادا کیا وہاں آپ نے اپنی مصروفیات سے قیمتی وقت نکال کر درج ذیل تصانیف عوام الناس اور عقیدتمندان کے لیے چھوڑی ہیں۔ ان میں تذکرہ علماء و مشائخ سرحد۔ جلد اول۔ جلد دوم۔ تذکرہ حفاظ پشاور، تفضیل تقبیل ابہامین کے علاوہ دیگر رسالے ترتیب دیئے۔ جبکہ ماہنامہ الحسن 1954ء میں جاری کیا جو کہ ایک سال تک جاری رہا۔ پھر کاغذ کی عدم دستیابی کی وجہ سے بند کر دیا۔ پھر 1974ء میں دوبارہ جاری کیا یہ بھی کچھ عرصے کے بعد بند ہو گیا اور تیسری مرتبہ 1992ء میں شروع کیا جو تاحیات جاری رہا۔

آپ کے صاحبزادگان ☆: خداوند کریم نے آپ کو سات بیٹے عنایت فرمائے جن میں صاحبزادہ غلام السیدین، صاحبزادہ سید جمال الحسنین صاحبزادہ سید محمد حسنین، صاحبزادہ سید محمد سبطین، صاحبزادہ سید نور الحسنین، صاحبزادہ سید محی الدین احمد اور صاحبزادہ سید غلام الحسنین کے اسمائے گرامی درج ہیں جبکہ آپ کے سجادہ آپ کے پانچویں صاحبزادے سید محمد نور الحسنین شاہ گیلانی قادری مدظلہ ہیں۔ فقیر رقم الحروف کی آپ سے پشاور میں ایک مرتبہ ملاقات وزیارت ہوئی ہے۔ فقیر نے حضرت قبلہ پیر سید محمد امیر شاہ گیلانی قادری رحمۃ اللہ علیہ کو محبت واخلاص کا مجسمہ پایا ہے۔

درس وتدریس ☆: آپ نے 1941ء سے اپنے استاذی المکرّم حضرت علامہ حافظ علی جان صاحب علیہ الرحمۃ کی اجازت سے اپنے آبائی مکان آستانہ عالیہ قادریہ آقا پیر جان یکہ توت پشاور شہر میں درس قرآن کریم کا آغاز فرمایا تاکہ اہالیان پشاور شہر کو قرآن مقدس کی تعلیمات سے بہرہ مند کیا جا سکے۔

درس وتدریس کا یہ مقدس سلسلہ 2002ء تک مسلسل لگاتار جاری رہا اس عرصہ میں کئی مرتبہ قرآن حکیم کا ختم مبارک ترجمہ وتفسیر کے ساتھ مکمل ہوا، اس درس میں بڑے بڑے علماء، فضلا، ڈاکٹر، حکیم، وکلاء، انجینئر، دانشور، پروفیسر صاحبان شرکت کر کے مستفید ہوتے رہے۔

اس کے علاوہ پشاور شہر اور گردونواح کی مختلف مساجد کے آئمہ کرام قرآن وحدیث اور فقہ کی تعلیم کے لئے آپ ہی سے رجوع کرتے تھے۔ علاوہ ازیں ایم اے اسلامیات اور ایم اے عربی کے طلباء وطالبات بھی اپنے نصاب کی تدریس وتفہیم کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر استفادہ کرتے تھے۔ کئی محققین اپنے سندی اور غیر سندی مقالات کے لئے آپ سے رہنمائی حاصل کرتے رہے۔

درس قرآن وحدیث ☆: آپ نے کچھ عرصہ تک ماہانہ درس قرآن کا باقاعدہ سلسلہ جاری رکھا، ماہانہ درس قرآن مختلف اصلاحی اور عقائد کے موضوع پر ہوتا، جن میں درج ذیل موضوعات بطور خاص تھے۔

1۔ قرآن مجید کی عظمت 2۔ شان محمدی 3۔ ذکر الٰہی 4۔ نظام عصمت وعفت 5۔ معراج النبی 6۔ رمضان المبارک 7۔ شان صحابہ کرام 8۔ توحید ورسالت حصہ اول 9۔ توحید ورسالت حصہ دوم 10۔ توحید ورسالت حصہ سوئم 11۔ مقام اہل بیت عظام۔ ان تمام

موضوعات کو آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں محققانہ انداز میں بیان کر کے سامعین کے دلوں کو نور ایمان سے منور فرماتے تھے، ہر ماہ ہونے والے اس درس میں ہر ماہ ایک علیحدہ موضوع پر تفصیلی گفتگو مگر استدلال صرف اور صرف قرآن وحدیث کی روشنی میں کیا جاتا تھا۔ آپ کے مخلصین ومحبین نے ان تمام دروس کی آڈیو ویڈیو کیسٹیں بھی ریکارڈ کر کے محفوظ کی ہوئی ہیں جبکہ ''شاہ محمد غوث اکیڈمی'' کی طرف سے ان تمام درسوں کو اردو اور پشتو میں شائع بھی کیا جا چکا ہے اسی طرح آپ نے درس حدیث کا با قاعدہ سلسلہ بھی جاری رکھا اس درس حدیث میں، صحاح ستہ کے علاوہ مشکوۃ شریف شمائل نبویہ، از ابوعیسیٰ ترمذی اور خصائص علی، از امام نسائی، جیسی معتبر کتب کا درس مختلف اوقات میں دیتے رہے۔ اس درس سے بھی سینکڑوں متلاشیان علم حدیث نے استفادہ کیا اور بہت سے علماء اور لاتعداد طالبان حق کو آپ نے خصوصی شفقت فرماتے ہوئے باقاعدہ طور پر سند حدیث ''ثبت امیری مصری'' عنایت فرمائی جو ان کے لئے بہت بڑا اعزاز ہے۔

ان طالبان حق میں آپ کے صاحبزادگان بالخصوص حضرت صاحبزادہ پیر سید محمد نور الحسین گیلانی قادری المعروف سلطان آغا صاحب مدظلہ العالی اور آپ کی صاحبزادی ڈاکٹر سیدہ ام سلمیٰ گیلانی، ایسوسی ایٹ پروفیسر جناح کالج برائے خواتین جامعہ پشاور کے اسمائے گرامی کی ایک الگ فہرست ہے جو بوجہ اختصار رقم نہیں کی جاسکتی۔

اسی طرح فقہ اور تصوف کے بارے میں بھی حسب معمول درس دیا کرتے تھے جس سے لوگوں کو فقہی مسائل سے آگاہی اور تصوف کے دلدادہ حضرات کو طریقت وتصوف کی منازل طے کرنے میں مدد ملتی رہی۔

پشاور میں جشن میلاد النبی اور جلوس کا آغاز☆: 1943ء میں آپ نے جشن عید میلاد النبی کو شایان شان منانے اور جلوس میلاد النبی کو منظم طریقے سے پشاور شہر میں نکالنے کیلئے علمائے اہل سنت اور مشائخ عظام کے علاوہ پشاور شہر او گردونواح کے معززین کا ایک اجلاس طلب فرمایا جس میں اس عظیم مقصد کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کیلئے مجلس میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے تنظیم کا قیام عمل میں لایا گیا۔

1943ء میں ہی بعد مغرب آستانہ عالیہ قادریہ آقا پیر جان صاحب یکہ توت پشاور سے آپ کے والد گرامی حضرت پیر حافظ سید محمد زمان شاہ گیلانی قادری علیہ الرحمۃ کی قیادت میں پہلا جلوس نکالا گیا۔

یہ جلوس آپ کے آستانہ عالیہ سے شروع ہو کر پشاور کے مختلف بازاروں، گنج، پشت کور گھٹڑی، بازار کلاں، گھنٹہ گھر، چوک یادگار، بازار ابریشم گراں، بازار بزازاں، بازار مسگراں، قصہ خوانی بازار، سینما روڈ، نو بجوڑی گیٹ، چوک نمک منڈی، اندرون کوہاٹی گیٹ، پری چہرہ، چاہ شہباز، کوچی بازار، چوک ناصر خان اور لکڑ منڈی سے ہوتا ہوا چوک منڈی بیری یکہ توت پہنچ جاتا۔ جہاں یہ جلوس ایک عظیم الشان جلسہ کی شکل اختیار کر لیتا اور اس جلسے سے ہر دفعہ ملک پاکستان کے نامور علمائے کرام، مقررین اور خطباء، میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے خطاب کرتے اور صلوۃ وسلام کے بعد اس کے اختتام پر ملک وملت اور حاضرین کے لئے خصوصی دعائیں مانگی جاتی تھیں۔ وطن عزیز کا نامی گرامی کوئی عالم دین خطیب یا مقرر ایسا نہیں ہے جو کہ آپ کی دعوت پر آپ کے پروگرام میں شرکت کے لئے پشاور میں نہ آیا ہو۔ یہ مبارک سلسلہ 1943ء سے 1954ء تک اسی طرح چلتا رہا۔

1954ء میں سابق صوبائی وزیر فخر السادات آغا سید ظفر علی شاہ صاحب نے اس سلسلے کو مزید آگے بڑھانے اور چار چاند لگانے کے لئے ادارہ تبلیغ الاسلام پشاور کی بنیاد رکھی اس ادارہ کے زیر اہتمام ماہ ربیع الاول شریف میں بارہ جلسے اور جلوس عید میلاد النبی کا سلسلہ شروع ہوا۔ آپ نے اپنی قائم کردہ مجلس میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ادارہ تبلیغ الاسلام میں ضم کر دیا اور آخری وقت تک اسی ادارہ کے ساتھ بھرپور تعاون فرماتے رہے۔ پشاور میں ادارہ تبلیغ الاسلام کے قیام کے بعد آپ نے سرحد کے دیگر اضلاع میں جلوس میلاد النبی ﷺ کے لئے اپنی صلاحیتیں بروئے کار لا کر مردان میں میلاد کمیٹی قائم کروائی جس کے صدر اور روح رواں جناب حاجی محمد صدیق صاحب اور جناب نوابزادہ محمد علی خان ہوتی صاحب سابق وفاقی وزیر تعلیم مقرر ہوئے جن کی کوششوں سے تاحال جلوس عید میلاد النبی کا شایان شان پروگرام جاری وساری ہے اس کے علاوہ آپ نے پشاور سے سات میل کے فاصلے پر واقع سادات بخاری کے عظیم مرکز موضع وڈپگہ میں 1959ء میں عید میلاد النبیؐ کے اجتماعات سے خطاب کر کے جلوس میلاد النبیؐ کی تحریک شروع کی جس کے نتیجے میں وڈپگہ میں بھی جلوس کا آغاز ہو گیا۔ وہاں آپ نے انجمن محبان اولیاء کے نام سے تنظیم قائم کی جس کے زیر اہتمام جلوس عید میلاد النبی کے علاوہ دیگر اہم موقعوں پر بھی مذہبی اجتماعات اور جلسے ہوتے رہتے ہیں۔ آپ کی ذاتی کوششوں سے دیگر اضلاع میں آج بھی یہ سلسلہ اپنے عروج پر ہے۔

تحریک پاکستان کے لئے خدمات ☆: آپ نے دیگر مذہبی تحریکوں کے ساتھ ساتھ تحریک پاکستان کیلئے بھی بھرپور کردار ادا کیا۔ آپ کے آستانہ عالیہ قادریہ آقا پیر جان صاحب یکہ توت کو مسلم لیگ اور تحریک پاکستان کے ہیڈ کوارٹرز کی حیثیت حاصل تھی۔

1936ء میں آپ نے اپنے عظیم والد گرامی حضرت پیر سید حافظ محمد زمان شاہ گیلانی قادری علیہ الرحمۃ کے ہمراہ پشاور ریلوے اسٹیشن پر بانی پاکستان حضرت قائد اعظم محمد علی جناح کا استقبال کیا۔ قائد اعظم نے ایک ہفتہ منڈی بیری یکہ توت میں قیام کیا۔

آپ اپنے والد گرامی کے ہمراہ ہر روز قائد اعظم سے ملاقاتیں کرتے تھے۔

آپ کے والد گرامی قدر کی مخلصانہ کوششوں سے ہی پشاور میں مسلم لیگ کا قیام عمل میں لایا گیا اور اپنے عظیم والد گرامی کی قیادت میں آپ نے پورے صوبے میں مسلم لیگ کو فعال بنانے کیلئے بھرپور کردار ادا کیا۔ اس مقصد کیلئے بڑے بڑے جلسے اور جلوسوں کا بھی اہتمام کیا جاتا رہا۔ جن کی روئیداد خفیہ پولیس کے ریکارڈ میں موجود ہیں جو آرکائیوز لائبریری پشاور میں محفوظ ہے۔ ان میں سے ایک جلسہ کی رپورٹ ملاحظہ فرمائیں۔

ماہ اگست 1943ء کی تین اور چار تاریخ کی درمیانی رات کو چوک منڈی بیری یکہ توت پشاور شہر میں مسلم لیگ کا ایک جلسہ منعقد ہوا۔ جس کی صدارت سید احمد امیر شاہ گیلانی نے کی۔ خطاب کرنے والوں میں آپ کے علاوہ احمد چاچا، رحیم بخش غزنوی، قاضی محمد عیسیٰ، سید مصطفیٰ شاہ اور حضرت علامہ مولانا عبدالباری کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

فروری 1947ء میں جب سرحد مسلم لیگ نے سول نافرمانی کی تحریک شروع کی تو آپ نے آستانہ عالیہ آقا پیر جان صاحب یکہ توت پشاور میں خفیہ ریڈیو اسٹیشن ''صدائے پاکستان'' کی تلاوت کر کے اس کا افتتاح کیا۔

اس کے علاوہ سول نافرمانی کی تحریک کے دوران مسلم لیگی رہنماؤں اور کارکنوں کی رہنمائی کے لئے صدائے پاکستان کے نام سے ایک اخبار بھی یکہ توت سے جاری کیا گیا۔ اس خفیہ اخبار کی تیاری میں بھی آپ اس کے ایڈیٹر بُت شکن کی معاونت فرماتے رہے۔

قیام پاکستان کے بعد آپ مسلم لیگ کے مختلف عہدوں پر کام کرتے رہے جب علمائے اہل سنت و مشائخ عظام کی نمائندہ تنظیم جمعیت علمائے پاکستان کا قیام عمل میں لایا گیا تو آپ نے جمعیت کے قائدین کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے جمعیت میں شمولیت اختیار کی اور اس کے صوبائی صدر اور مرکزی نائب صدر کی حیثیت سے تادم آخر وابستہ رہے۔

سلسلہ عالیہ قادریہ حسنیہ ☆: آپ نے اپنی علمی، قلمی، تدریسی اور سیاسی تحریکی مصروفیت کے باوجود اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے سلسلہ عالیہ قادریہ حسینہ کی ترویج واشاعت کے لئے شب و روز جدوجہد کر کے بزرگوں کے مشن کو نہ صرف زندہ رکھا بلکہ اپنے علم وفضل صبر وتحمل، فراخ دلی، وسعتِ قلبی، سوز وساز، عزم وہمت، شفقت ومحبت اور اخلاق کریمانہ سے اوج ثریا کی بلندیوں پر پہنچایا۔

خانقاہ معلیٰ قادریہ حسنیہ کو آباد کیا اور آستانہ عالیہ قادریہ آقا پیر جان صاحب یکہ توت پشاور کو علم وعرفان کا شاندار مرکز بنادیا جو ایک بہترین درسگاہ تصوف اور طالبان کی نفیس ترین تربیت گاہ کی حیثیت سے مشہور ہے۔ طلباء، سالکین اور عوام وخواص کے لئے لنگر غوثیہ کی تقسیم کا بھی مستقل معمول جاری رکھا۔

مختلف اوقات میں روحانی محافل بھی آستانہ عالیہ پر آپ کی سرپرستی میں انعقاد پذیر ہوتی رہیں۔ ہر اسلامی مہینہ کی گیارہ تاریخ کو ختم غوثیہ کا اہتمام جاری رہا ہر سال یکم ربیع الثانی سے گیارہ ربیع الثانی تک ہر روز بعد نماز فجر ختم غوثیہ پڑھنا آپ کا مستقل معمول رہا۔ گیارہ ربیع الثانی کو سارا دن لنگر غوثیہ جاری رہتا جس سے ہزاروں افراد استفادہ فرماتے تھے۔ رات کو ذکر وفکر اور نعت خوانی کی محفل منعقد ہوتی جو تمام رات گئے تک جاری رہتی، سحری کے وقت اختتامی دعا کے بعد آپ سلوک ومعرفت کے طالبین کو سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت سے مشرف فرماتے۔

آپ کی شبانہ روز کی جدوجہد محنت ولگن ہی کرشمہ ہے کہ آج اندرون وبیرون ممالک میں آپ کے مریدین کی تعداد ہزاروں کی تعداد میں موجود ہے۔

تبصرہ برموقع چہلم

حضرت علامہ صاحبزادہ پیر سید محمد اکرم شاہ صاحب چشتی نظامی مدظلہ العالی

آپ کے وصال کے بعد ایک تعزیتی ریفرنس منعقد ہوا جس میں مختلف مکاتب فکر کے علماء اور مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے حضرات نے آپ کی خدمات پر تبصرہ کیا۔ آپ کے سامنے صرف ایک بزرگ اور آپ کے دیرینہ سیاسی ومذہبی رفیقِ سفر، معروف عالم دین، شیخ طریقت اور جمعیت العلماء پاکستان کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل حضرت علامہ صاحبزادہ سید محمد اکرم شاہ صاحب سجادہ نشین گڑھی شریف نے جن خیالات وتاثرات کا اظہار فرمایا اُسے من وعن یہاں نقل کیا جارہا ہے۔ آپ نے خطاب میں ارشاد فرمایا۔

صدر محفل! جناب مخدومی سلطان آغہ صاحب، واجب التکریم علماء کرام، شرکائے محفل میں تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ ایک

خوبصورت اور دردبھرے شعر سے اپنی گفتگو کا آغاز کرنے لگا ہوں،

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی   اک شخص سارے دیس کو ویران کرگیا

اور جہاں تک میں اس عظیم شخصیت کے حوالہ سے بات کروں تو دل چاہتا ہے کہ میں یہ کہہ دوں

ان کا جلوہ ،اک تجلی ،ان کا نقش پا چراغ   وہ جدھر گزرے ادھر ہی روشنی ہوتی گئی

مولوی جی صاحب قبلہ میرے رہنما بھی تھے، میرے پیشوا بھی تھے، اور کم وبیش بیالیس سال پہلے پہلی مرتبہ جبکہ میں بہت چھوٹا تھا غالبا میری عمر بارہ یا تیرہ برس کی تھی جب مجھے حضرت کی خدمت میں پہلی مرتبہ اپنے والد گرامی کے ساتھ حاضری کا ایک شرف حاصل ہوا اور اس وقت سے محبتیں کچھ اس طریق سے کھینچ کھینچ کر مولوی جی صاحبؒ کی خدمت میں لاتی رہیں کہ میں ان جذبات واحساسات کو محسوس تو کرسکتا ہوں لیکن بیان نہیں کرسکتا، ابھی ایک بزرگ ان کی انکساری کے بارے میں اپنے تاثرات کا اظہار کررہے تھے۔ میں اکثر اس بات کا مشاہدہ کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ اگر ایک شخص کو تھوڑی سی بھی شدبدھ عربی زبان کی ہو تو وہ بات بات میں عربی محاورے اور عربی گفتگو کرتا ہے۔ اسی طرح کسی کو اگر انگریزی کا ذرا سا بھی کچھ آتا تو ہو تو وہ انگریزی الفاظ کی بھرمار اپنی گفتگو میں اکثر بیشتر کرتا ہے اور پھر اگر ایک شخص تھوڑا سا بھی پڑھ لے تو وہ اپنے علم کو اس انداز میں بیان کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ وہ ایک عالم ہے۔

لیکن یہ ایک ایسا مرد درویش تھا، کوئی شخص نہیں کہہ سکتا کہ علم کا ایک بحر بے کراں ہونے کے باوجود ان کے منہ سے کبھی کسی نے کوئی بڑائی کی بات سنی ہو۔ ایک بڑا خوبصورت لطیفہ، بڑا عجیب واقعہ لاہور میں پیش آیا۔ میں حضرت مولوی جیؒ کے ساتھ تھا، ایک صاحب آئے اور انہوں نے آکر حضرت کے ساتھ اپنی عقیدت کا اظہار کیا اور بڑی محبت کے ساتھ کہنے لگے کہ حضرت میں بالکل یقین سے کہتا ہوں کہ آپ اللہ کے ولی ہیں۔

اب یہ مشائخ کرام ہیں ان میں سے بھی کچھ ایسے ہیں کہ ان کو کہہ دیا جائے کہ یہ اللہ کے ولی ہیں تو وہ پھولے نہیں سماتے اور کچھ ایسے بھی ہیں کہ جو لوگوں سے یہ کہلواتے نہیں تھکتے کہ جناب حضرت مولوی جیؒ سے جو کہ واقعی ولی کامل تھے یہ جملہ کہا کہ حضرت آپ بالکل اللہ کے ولی ہیں تو مولوی جی قبلہ مسکرائے اور مسکرا کر کہنے لگے کہ تم اللہ کے ولی ہو! کہنے لگا نا نا جی میں تو بڑا گناہگار آدمی ہوں پھر کہنے لگے ولی کو تو ولی ہی پہچان سکتا ہے، ولی را ولی مے شناسد۔ پھر تم کیسے کہتے ہو کہ میں ولی ہوں، یعنی آپ غور کریں کہ کتنی خوبصورت بات کی مولوی جیؒ نے۔

میں ایک بڑی عجیب سی بات آپ کے سامنے رکھنے لگا ہوں۔ میں نے مولوی جی صاحبؒ کے دسترخوان پر بڑے بڑوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا ہے اور ایک واقعہ میں ایسا آپ کی خدمت میں عرض کرنے لگا ہوں کہ میں چونکہ اس گھر کا ایک فرد ہوں اور مجھے اس گھر کے فقر کے بارے میں بات کرنے میں کبھی عار محسوس نہیں ہوتی۔

ایک اتفاق ایسا ہوا کہ مولانا شاہ احمد نورانیؒ نے تشریف لانا تھا۔ جمعیت العلماء پاکستان کا پروگرام تھا۔ ہمارے کچھ دوستوں نے

درخواست کی اور ہم نے مشورہ کیا کہ اس مرتبہ ہم مولوی جی صاحبؒ کو تکلیف نہیں دینا چاہتے کیونکہ ہمیں پتہ تھا کہ ان دنوں مالی حالات کچھ بڑے ہی عجیب وغریب ہو چکے تھے۔ میں مولوی جی صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرا ہمیشہ یہ دستور تھا، طریقہ تھا کہ میں پہلے حاضر ہوتا اور عرض کرتا کہ حضرت یہ پروگرام ہے، میں آیا تو چونکہ یہ بات کہی گئی تھی، یہ مشورہ باہم ہوا تھا کہ فلاں دوست کے ہاں کھانے کا اہتمام کرنا ہے، اور حضرت کو ہم نے تکلیف نہیں دینی۔ میں حاضر ہوا میں نے بڑی انکساری کے ساتھ درخواست کی اور عرض کیا کہ حضرت فلاں دوست نے کہا ہے کہ کھانا میرے ہاں ہوگا، آپ کے ہاں تو ہم اکثر آتے رہتے ہیں اور کھاتے رہتے ہیں، اس دفعہ اس بیچارے کو موقع دے دیتے ہیں کہنے لگے اب بات اپنی پوری کرلو۔ میں نے بات پوری کیا کرنی تھی۔ میں نے کہا کہ جی میری بات پوری ہوگئی کہنے لگے نہیں نہیں بات پوری کرو۔ اگلی بات بھی کرو۔ میں نے کہا کہ جی اگلی بات تو نہیں بات تو یہی ہے کو کھانا فلاں شخص ہی دے گا۔ کہنے لگے نہیں کھانا تو ادھر ہی ہوگا، میں چپ ہوگیا بات۔ اب میرے دل میں بار بار یہ خیال تھا کہ مولانا آئیں گے تو ساتھ دو اڑھائی سو آدمی ہوں گئے اور اتنے لوگوں کو کھانا دینا کوئی معمولی بات تو نہیں۔ میں نے عرض کی کہ حضرت پھر ایسا کرتے ہیں کہ کھانے کا پروگرام باقی لوگوں کا رہنے دیتے ہیں، حضرت (نورانی صاحبؒ) آئیں گئے تو ہم جو دو چار پانچ ساتھی ہیں، اپنا گھر ہے کھانا کھالیں گے لیکن یہ اہتمام نہیں کرتے۔ اب چونکہ وہ ایسے شخص تھے کہ وہ جانتے تھے کہ میں نے پہلی بات کیوں کی اور دوسری بھی اسی حوالے سے کررہا ہوں پھر مجھے کہنے لگے چلو اللہ خیر کرے گا، بس ٹھیک ہے، پروگرام بنائیں۔

جب ہم پہنچے تو میری حیرت کی انتہا نہیں رہی کہ اندر کا جو حال تھا وہ بھی بھرا ہوا تھا اور صحن میں بھی جگہ نہیں تھی۔ میں بڑا حیران ہوا اور سارا واقعہ مولانا نورانی صاحبؒ کے گوش گزار کیا۔ بوقت رخصتی جب میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور دست بوسی کرنا چاہی تو حضرت نے میرا ہاتھ تھام لیا میرے کان میں کہنے لگے کہ کھانا شانا میں نہیں دیتا یہ غوث پاکؒ کا لنگر ہے۔ خدا کی قسم مجھے یقین ہوگیا کہ دست غیب اور توکل علی اللہ اسی کو کہتے ہیں۔

میں گیارہویں شریف کے موقع پر کئی جگہوں پہ جاتا رہتا ہوں اکثر و بیشتر دوست احباب کے ہاں بڑی بڑی خانقاہوں میں بڑے بڑے بزرگوں کے ہاں جلسے ہوتے ہیں، بہت بڑے بڑے اہتمام ہوتے ہیں لیکن جو فقیری کا انداز گیارہویں شریف میں آپؒ کے ہاں ہوتا ہے اس کا جواب نہیں،

آپ جتنے لوگ بھی آئے ہیں آج میں آپ سب لوگوں کو یاد دہانی کی خاطر یہ بات کرتا ہوں کہ ان کے چہرے کو دیکھ کر خدا یاد آتا تھا۔ ابھی تلاوت ہو رہی تھی (لھم البشری فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ) تو میرے ذہن میں یہ بات بار بار آرہی تھی کہ میں نے کہا کہ واقعی میں دیکھتا ہوں غور کرتا ہوں کہ یہ بشارت شاہ جیلانؒ کیلئے بھی ہے، یہ بشارت غریب نوازؒ کیلئے بھی ہے، یہ بشارت نظام الدین اولیاءؒ کیلئے بھی ہے، یہ بشارت شاہ نقشبندؒ کیلئے بھی ہے، یہ بشارت شہنشاہ سہروردخواجہ شہاب الدینؒ کیلئے بھی ہے، لیکن جب میں بشارت پانے والے لاکھوں کروڑوں اولیاء اللہ کی جانب دیکھا اور پھر اپنے اس پیشوا اور اس رہنما کے چہرے پر اپنی نظر دوڑائی تو خدا کی قسم ان کا چہرا دلیل بن چکا تھا کہ جو بشارت عطا ہو رہی ہیں ان میں حضرت سید محمد امیر شاہؒ بھی موجود ہیں۔

ایک حدیث میں بھی حضرت سید محمد امیر شاہؒ کے حوالے سے بیان کرنا چاہتا ہوں، میرے آقا ﷺ نے فرمایا کہ اللہ والے کی پہچان یہ ہے کہ اس کو دیکھو تو خدا یاد آ جائے تو میں خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ مولوی جیؒ کا چہرہ دیکھنے سے خدا یاد آتا تھا یا نہیں یاد آتا تھا؟ لوگ حسن و جوانی کو لازم و ملزوم کہتے ہیں، جوانی ڈھل گئی اور حسن کا سورج غروب ہو گیا لیکن خدا کی قسم جن کیلئے بشارت الٰہیہ ہوئی، جوانی ڈھل گئی، بڑھاپا آیا، جوں جوں وقت گزرتا گیا حسن مزید بڑھتا گیا اور حسن کی تابانی یوں بڑھی کہ چہرے کی جانب آنکھ بھر کے دیکھا نہیں جاتا تھا۔ اس کمزوری میں حسن، یہ کیا تھا، چہرے میں جھریاں پڑ جائیں تو چہرہ حسین نہیں لگتا لیکن وہ چہرہ جھریاں کے باوجود حسین کیوں تھا اس لئے کہ انوار و تجلیات الٰہیہ اس چہرے سے نظر آتے تھے۔

ایک دفعہ گاڑی میں ہم دو افراد سفر کر رہے تھے یعنی میں اور مولانا شاہ احمد نورانیؒ اور یہ واقعہ کوئی آج کا نہیں بلکہ بہت پرانا ہے مجھے مولانا نے کہا میں نے شاہ صاحب سے الگ کوئی بات کرنی ہے، میں یہ بات اس لیے کر رہا ہوں کہ ہم جو لوگ ہیں وابستگان اہل اللہ ہمارا یہ ایمان ہے کہ خدا کی منظوری کی دلیل دربار رسالت ﷺ کی منظوری کی سند مل گئی۔ دلیل کے طور پر کہتا ہوں کہ صدیقؓ کے پاس کون سی دلیل تھی منظوری کی وہ منظور نظر مصطفیٰ ﷺ تھا، علیؓ کے پاس کیا دلیل تھی کامیابی کی اس کے لیے کہ (لحمک لحمی وجسمک جسمی) انہیں نبی کریم ﷺ نے قرار دیا تھا، جو دربار رسالت میں کامیاب و کامران ہو گیا، جو رسول ﷺ کا محبوب بن گیا وہ خدا کا محبوب بن گیا

میں عرض کر رہا تھا کہ مجھے حضرت مولانا نورانیؒ نے کہا کہ مجھے اکیلے میں ملنا ہے۔ چنانچہ ایک چھوٹا سا کمرہ ہے حضرت کی ڈیوڑھی کے ساتھ، میں تھا، حضرت مولوی جی صاحبؒ اور مولانا نورانیؒ وہ دونوں بزرگ اس وقت اپنے اللہ کے پاس ہیں اور میں یہاں موجود ہوں مجھے بھی جانا ہے وہاں پہنچے تو حضرت مولانا نورانیؒ نے حضرت مولوی جی صاحبؒ سے پوچھا کہ حضرت آپ نے ترمذی شریف کی کوئی شرح لکھی ہے۔ مولوی جی صاحبؒ نے فرمایا میں پیش کرتا ہوں۔ چنانچہ مولوی جی صاحبؒ کے حکم پر کوئی خادم جا کر مذکورہ شرح ترمذی شریف لے آیا، کتاب لی اور کتاب کو بوسہ دیا اور کتاب کھولی اور پھر بند کی اور حضرت مولوی جی صاحبؒ کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ مولوی جی صاحبؒ نے بڑے ہاتھ کھینچے کہ حضرت یہ کیا کر رہے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اس کے بعد بات ختم ہو گئی وہاں مزید کوئی بات نہ ہوئی۔

میں حیران تھا میری مولانا نورانی صاحبؒ کے ساتھ بڑی لمبی رفاقت ہے، مجھے پتہ ہے کہ وہ بڑے عجیب آدمی تھے۔ ہر آدمی کے آگے جھکنا یا کسی کی دست بوسی کرنا میں نے ان میں بہت کم دیکھا ہے، چنانچہ جب واپسی کا سفر ہوا تو میں نے راستے میں مولانا سے پوچھا کہ مولانا یہ بات آج کیا ہوئی کہ آج آپ نے خلاف معمول ان کی دست بوسی کی۔ مولانا تھوڑی دیر بعد رکنے کے بعد بولے کہ مجھے مولانا فضل الرحمٰن مدنی (مولانا نورانیؒ کے سسر) کا مدینہ طیبہ سے ٹیلیفون آیا تھا اور انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ امیر شاہ پشاوری کون ہے؟ میں نے عرض کیا کہ حضور آپ جانتے ہیں مولانا امیر شاہ صاحب پشاوری کو۔ کہنے لگے اچھا انہوں نے کوئی شرح لکھی ہے، شمائل شریف کی۔ میں نے عرض کی جی لکھی ہوگی۔ کہنے لگے مجھے وہ شرح چاہیے اور ساتھ ہی انہوں نے ایک شامی بزرگ کا واقعہ بیان کیا جن کی عمر اس وقت اسی برس کے لگ بھگ تھی، انہوں نے حضرت مولانا فضل الرحمٰن مدنیؒ سے کہا کہ آپ کسی طریقہ سے پتہ کریں کہ پاکستان کے شہر پشاور میں کوئی امیر شاہ رہتا ہے۔ مولانا فضل الرحمٰن مدنیؒ نے اس شامی بزرگ سے سبب استفسار پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ انہوں (مولوی

جی صاحبؒ) نے کوئی شرح لکھی ہے اور میں (شامی بزرگؒ) نے رات کو خواب میں دیدار مصطفیٰ ﷺ کیا۔ حضور ﷺ کے دست مبارک میں ایک کتاب تھی جس کا آپ بڑے شوق سے مطالعہ فرمارہے تھے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ یہ کون سی کتاب ہے۔ فرمایا یہ میرا بڑا پیارا بیٹا ہے۔ امیر شاہ پشاوری اس نے یہ حدیث کی شرح لکھی ہے۔

میں یہ بات عرض اس لئے کر رہا ہوں کہ میرا یہ مقصود ہے کہ ان کا درجہ بہت بلند تھا، جو ان کا درجہ اپنے اللہ کے ہاں تھا وہ بہت بلند تھا۔ لیکن جو بات میں عرض کرنا چاہتا تھا وہ یہ ہے کہ جس نے کملی والے کی محبت کا چراغ اپنے سینے اور دل میں روشن کرلیا وہ کامیاب ہوگیا اور کامران ہوگیا، اور جس کے سینے میں وہ چراغ جلتا ہوا بجھ رہا ہے وہ خدا کی قسم اپنی موت مر رہا ہے موت ہر ایک کے لیے ہے۔ (کل نفس ذائقۃ الموت) لیکن یاد رکھیں موت ایک کیلئے ہلاکت اور فنا ہے اور دوسرے کیلئے حیات ابدی کا پیام اور بقا ہے۔ فنا کس کیلئے ہے اور بقا کس کے لئے ہے؟ بقا اسی کیلئے ہے جو کوچۂ مصطفیٰ ﷺ میں بک گیا اور جس نے اپنی ''میں'' اور بڑائی کو قائم رکھا فنا ہوگیا۔

آغا جواد ہادی صاحب! آپ محبتوں کی بات فرمارہے تھے، اللہ کی قسم اہل اللہ کے ہاں سے اولیاء اللہ کے ہاں سے محبت ہی ملتی ہے۔ اللہ کے ولیوں کے ہاں سے محبتوں کے سوا اور کچھ بھی نہیں ملتا۔ وہ بروں سے نفرت نہیں کرتے ہیں برائی سے نفرت کرتے ہیں بروں کو سینے سے لگانا رحمت للعالمین ﷺ کا کام ہے۔ میرے کملی والے ﷺ کا کام ہے کہ بروں کو گلے سے لگاتے تھے اور جو مظہر صفات انبیاء اولیاء ہوتے ہی وہ ولی تب ہی ہوسکتا ہے کہ جس کے دل میں نفرت نہ ہو اور جو محبت کی خوشبو سے معطر ہو۔ گویا جدھر سے گزرے ادھر سے محبت کی خوشبو مہکتی چلی جائے۔

حضرت مولوی جی صاحبؒ کی یادیں، محبتیں اور انکی انکساری یاد رہے گی لیکن میرا دل کہتا ہے کہ نوید کے طور پر ایک بات آپ سب کو کہہ دوں یہ کہ جو اللہ والے ایکدفعہ کسی کا ہاتھ پکڑ لیں پھر اسے چھوڑا نہیں کرتے ہیں۔ نہ دنیا میں چھوڑتے ہیں اور نہ آخرت میں چھوڑتے ہیں اور دلیل اس پر قرآن میں موجود ہے کہ اللہ کے فرشتے بھی ان ہی کیلئے نہیں بلکہ ان کی ذریت کیلئے مغفرت کی دعائیں مانگتے ہیں۔ اور پھر وہ ذریت کون سی ابھی جناب ڈاکٹر عبدالغفور صاحب بڑی خوبصورت بات کر رہے تھے کہ نسبی اولاد اپنی جگہ پر لیکن خدا کی قسم انہیں نسبی اولاد سے زیادہ اپنی روحانی اولاد سے پیار ہوتا ہے اور دلیل یہ ہوتی ہے کہ کبھی بھی اپنی روحانی اولاد پر اپنی نسبی اولاد کو ترجیح نہیں دی۔

اگر اس جہاں میں وہ اپنی نسبی اولاد پر روحانی اولاد کو ترجیح دیتے ہیں اس جہاں میں نسبی اولاد کیلئے روحانی اولاد کو نہیں چھوڑتے تو میں بڑے یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ جب ان کے ساتھ الحاق کیلئے ان کی ذریت کو آواز دی جائے گی اور ان کے ساتھ ان کو بھی مغفرت اور بخشش کی نوید سنائی جائے گی تو جہاں سلطان آغا کیلئے، نینی کیلئے، حسنین کیلئے، تاج آغہ کیلئے بات ہوگی ان سے پہلے وہ اپنے روحانی غلاموں کا نام لیں گے اور ان شاء اللہ العزیز مولوی جی صاحبؒ کا یہ مشن جاری رہے گا۔ محبتوں کے یہ چراغ بجھیں گے نہیں، ان کی روشنی باقی رہنے کیلئے ہے، یہ روشنی ابدی ہے، اللہ پاک اس چراغ کو تادیر تادیر جگمگاتا رکھے اور اسی کی روشنی سے کائنات اسی طرح منور ہوتی رہے جس طرح سے وہ حضرت مولوی جیؒ سے روشنی پاتے رہے۔ اللہ پاک مولوی جیؒ کے فیض کو قائم ودائم رکھے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال رمضان المبارک کی تیرھویں شب ۱۴۲۵ھ بمطابق 27 اکتوبر 2004ء بروز بدھ رات دس بجے ہوا۔ مزار پرانوار آپ کے جداعلیٰ حضرت سید حسن شاہ گیلانی قادری علیہ الرحمۃ کے مزار واقع وزیر باغ پشاور شہر میں مرجع خاص وعام ہے۔

آپ کے سجادہ نشین حضرت صاحبزادہ سید نورالحسنین المعروف سلطان آغا گیلانی قادری مقرر ہوئے۔ جو بڑے ہی احسن انداز میں سلسلہ عالیہ کی خدمت کا فریضہ سرانجام دینے میں مصروف عمل ہیں۔ حضرت پیر صاحبزادہ سید نورالحسنین المعروف سلطان آغا گیلانی قادری مدظلہ العالی کا ملک بھر کے جید علمائے کرام سے ایک مضبوط رابطہ وتعلق واسطہ ہے۔

جناب حضرت صاحبزادہ پیر سید نورالحسنین المعروف سلطان آغا قادری مدظلہ العالی اسلامی تعلیمات کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔ وہ خود بھی قرآن وسنت کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں اور لوگوں کو شریعت محمدیہ پر عمل کی ترغیب دیتے ہیں، مسلک اہل سنت کی سربلندی کیلئے ہمہ وقت مصروف عمل رہتے ہیں جہاں کہیں کسی نے پکارا مسلک اہل سنت کے عزت ووقار اور دین اسلام کی سربلندی اور دشمنان دین کی سرکوبی کیلئے کبھی کسی قربانی سے دریغ نہیں کرسکتے۔ بلند نگاہی اعلیٰ کردار صاف دل اور روشن دماغ عاجزی وانکساری میں عدیم المثال اور بردباری اور عفوودرگذر میں فقید المثال حق گوئی اور بے باکی میں یگانہ روزگار، معاملہ فہمی اور دوراندیشی، مردم شناسی میں کمال درجہ حضرت سلطان آغا صاحب مدظلہ العالی کو حاصل ہے۔ سخاوت وفقر ودرویشی میں اپنے بزرگوں کے طریقہ پر قائم ہیں، مہمان نوازی کا وصف والد گرامی سے ورثہ میں آپ کو ملا ہے، الغرض یہ کہ حضرت صاحبزادہ پیر سید نورالحسنین گیلانی قادری المعروف سلطان آقا صاحب مدظلہ العالیٰ سلسلہ عالیہ قادریہ بالخصوص اپنے بزرگوں کے ورثہ کے صحیح معنوں میں امین ثابت ہوئے ہیں۔ دعا ہے کہ مالک کریم حضرت پیران پیر حضور سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی اور حضرت سید عبداللہ شاہ صحابی، حضرت ابوالبرکات سید محمد حسن شاہ، حضرت شاہ محمد غوث لاہور قادری اور حضرت پیر سید محمد امیر شاہ گیلانی قادری المعروف مولوی جی علیھم الرحمۃ کا صدقہ آپ کا سایہ تادیر وابستگان سلسلہ عالیہ قادریہ اور بالخصوص اہل سنت وجماعت پر قائم ودائم رکھے۔ آمین ثم آمین

فقیر راقم الحروف کو آپ کے دربار گوہر بار پر حاضری کی سعادت حاصل ہے اس موقع پر خطیب اہلسنت علامہ محمد ثناء اللہ قادری اور جناب صوفی حامد نواز صاحب نقشبندی آف حیال شریف ہی ہمراہ تھے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ مولانا پیر محمد اسلم قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: شیخ المشائخ، بقیۃ السلف، عظیم روحانی پیشوا ''متبحر عالم دین'' پیر طریقت استاذ العلما والمشائخ حضرت علامہ مولانا خواجہ پیر محمد اسلم قادری رحمتہ اللہ علیہ آپ قدوۃ السالکین، قطب زماں اور مرشد دوراں تھے۔

آپ کی ولادت باسعادت گیارہ رمضان المبارک ۱۳۴۷ھ بمطابق ۱۹۲۸ء کو فقیہہ اعظم عالم ربّانی حضرت مولانا الحاج محمد نیک عالم قادری علیہ الرحمۃ کے علمی وروحانی گھر واقع مراڑیاں شریف ضلع گجرات میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت ☆: آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے عظیم والد گرامی سے حاصل کی، بعدازاں علوم متداولہ کی کتب کی تحصیل کیلئے حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی، جامع معقول ومنقول حضرت علامہ مفتی محمد عبدالسبحان کھلابٹی قادری حضرت علامہ مفتی مولانا سید ابوالبرکات سیّد احمد قادری، حضرت علامہ مولانا گل محمد، حضرت علامہ سید ظہیر احمد محدث لاہوری، رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جیسی عظیم علمی وروحانی ہستیوں سے کسب فیض کیا۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت خواجہ سید ندر محی الدین قادری بٹالوی کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف تھے۔ جبکہ آپ کو حضور سیدنا غوث الاعظم سرکار رضی اللہ عنہ کے تین نقیب الاشراف حضرات جن میں حضرت سیدنا محمود حسام الدین قادری الگیلانی بغدادی، کے علاوہ اپنے پیرومرشد حضرت خواجہ پیر سید ندر محی الدین گیلانی قادری بٹالوی اور حضرت سیدنا طاہر علاؤالدین گیلانی قادری، قطب مدینہ حضرت مولانا محمد ضیاء الدین احمد مدنی، الشیخ السید یوسف السید ہاشم الرفاعی کویت، حضرت محدث اعظم ہند سید محمد کچھوچھوی، حضرت سیدنا سالم گیلانی کلید بردار درگاہ غوثیہ بغداد شریف علیہم الرحمۃ اجمعین سے بھی خلافتیں اور وظائف کی اجازتیں حاصل تھیں۔

سیرت وکردار ☆: آپ فروری ۱۹۵۸ء کو خانقاہ عالیہ نیک آباد شریف گجرات میں مسند نشین ہوئے، اور مسلسل ۴۶ برس تک اپنے بزرگوں کے فیضان کو عام کرنے کی جدوجہد میں مصروف رہے، آپ کی ذات گرامی کے جس پہلو کو دیکھیں وہ اپنے عہد میں عدیم النظیر نظر آتا ہے، علمی حوالے سے نہایت بلند پایہ اور مضبوط ومستند عالم دین تھے، زندگی بھر دینی علوم کے فروغ کے لئے بھرپور انداز

میں اپنا کردار ادا کیا، روحانی حوالے سے حضرت غوث الاعظم دستگیر پیران پیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیضان سے مستفید اور اس فیضان کے امین بھی تھے، پیران پیر دستگیر حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ عالی کے منظور نظر اور مقبول بارگاہ تھے۔ آپ نے جہاں علم دین کے فروغ کے لئے تدریس فرمائی وہاں آپ نے طلبہ اور طالبات کے لئے الگ الگ مدارس قائم کئے، جامعہ قادریہ عالمیہ گجرات کی بنیاد رکھی اور پھر اپنا بھرپور اثر ورسوخ استعمال کر کے پوری دنیا میں ایک سو کے لگ بھگ شاخیں قائم کیں۔

آپ خانقاہ عالیہ قادریہ نیک آباد مراڑیاں شریف کے صدر نشین اور اپنے والد بزرگوار حضرت فقیہہ اعظم الحاج مولانا محمد نیک عالم قادری علیہ الرحمۃ کے مشن کے نہ صرف ترجمان بلکہ ان کی وصیت کے مطابق ساری زندگی شریعت مطہرہ کا پہرہ دیا، دربار عالیہ کے ماحول کو شریعت کے عین مطابق رکھا۔ جملہ عقیدتمندوں، مریدین، متعلقین، متوسلین کو علم دین کے حصول اور شریعت وطریقت پر سختی سے عمل پیرا ہونے کی طرف متوجہ فرمایا، اصلاح احوال کے حوالے سے آپ کا انداز جارحانہ نہیں بلکہ حکیمانہ تھا۔

اولاد وامجاد☆: خداوند کریم نے آپ کو چار صاحبزادے عطا فرمائے جن میں آپ کے فرزند اکبر حضرت شیخ الحدیث والتفسیر، مناظر اسلام حضرت علامہ مفتی پیر محمد اشرف قادری صاحب مدظلہ جو علمی سطح پر بہت بلند مقام رکھنے کے ساتھ فن تدریس، فن تفسیر وحدیث اور فن مناظرہ پر مکمل عبور اور گرفت رکھتے ہیں، اخلاقی لحاظ سے بھی باکمال درویش ہیں۔ آپ کے دوسرے صاحبزادے حضرت علامہ مولانا پیر محمد افضل قادری مدظلہ العالی دینی غیرت وحمیت کے جذبہ سے سرشار اور تنظیمی وتحریکی صلاحیتوں سے معمور ہونے کے ساتھ جرأت وعزم واستقلال کا کوہ گراں ہیں، آپ کے تیسرے فرزند حضرت صاحبزادہ محمد معروف سبحانی دھیمے مزاج کے مالک دین اسلام کے خاموش مبلغ ہیں۔ چوتھے فرزند ارجمند حضرت صاحبزادہ محمد مسعود قادری علوم دینیہ کے فروغ واشاعت میں محو مگن ہیں۔ الحمدللہ آپ کے چاروں صاحبزادے دین اسلام کی تبلیغ واشاعت میں محو مگن ہیں، الحمدللہ آپ کے چاروں صاحبزادے دین اسلام کی تبلیغ واشاعت، اور سلسلہ عالیہ قادریہ کے متوسلین کی خدمت میں دن ورات مصروف عمل ہیں۔ ماہنامہ اہلسنت گجرات بھی حضرت قبلہ پیر مفتی محمد اشرف قادری مدظلہ العالی کی کاوشوں سے ہر ماہ اہلسنت کے لیے ایک نیا پیغام لے کر آتا ہے، انتہائی معقول ومعتبر جریدہ ہے، ان میں سے کوئی بھی کسی لمحہ فارغ نہیں بلکہ راتوں کی نیند اور دن کا سکون برباد کر کے مسلک وحقہ کی خدمت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ کے جانشین وفرزند اکبر حضرت علامہ مفتی محمد اشرف قادری صاحب دام فیوضکم الجاریہ نہ صرف اپنے خاندان بلکہ دنیائے اہل سنت کی زینت وآبرو اور شان وافتخار ہیں۔ جن کا نام نامی سے مذاہب باطلہ کے ایوانوں میں کھلبلی مچی رہتی ہے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۲ ذوالحجہ ۱۴۲۴ھ بمطابق ۱۷ فروری ۲۰۰۴ء بروز منگل کو ہوا، مزار پُرانوار مزارڑیاں شریف نیک آباد گجرات شہر میں مرجع خاص وعام ہے، جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ

تعارف ☆: شاہسوار میدان تحریر و تدریس، استاذی العلماء والفضلا، نازش اہلسنت، ترجمان مسلک امام احمد رضا حضرت علامہ مولانا عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ قبلہ طالبان ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 1364ھ بمطابق 1944ء میں بمقام مرزاپور ضلع ہوشیار پور مشرق پنجاب انڈیا میں جناب مولانا اللہ دتہ بن نواز بخش کے گھر ہوئی۔

آپ کے والد گرامی حضرت علامہ مولانا اللہ دتہ مرحوم اپنے وقت کے بہترین فاضل اور متقی و پرہیزگار اور پابند شریعت بزرگ ہوئے ہیں، حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق اور اولیائے کرام سے محبت ان کے افعال و اعمال میں نمایاں دیکھی جاسکتی ہے۔

وہ نہ خود پابند شریعت اور نیک طبیعت تھے بلکہ انہوں نے اپنی اولاد کی تربیت بھی اسی نہج پر فرمائی کہ میری اولاد بھی نیک اور دین اسلام سے محبت کرنے والی ہو۔

یہ آپ کے والدین کی دین سے محبت اور علم سے لگاؤ کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے آپ کی تعلیم و تربیت میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور بہترین اساتذہ اور فاضلین و عارفین زمانہ کی شفقت و محبت کی بدولت آپ میں وہ نکھار پیدا ہوا کہ دنیائے اہل سنت آپ کی ذات و علم و فضل و کمال پر فخر کرتی ہے۔

تربیت و تعلیم ☆: قیام پاکستان کے وقت 1947ء میں آپ کا خاندان ہجرت کر کے لاہور پہنچا آپ کے والد گرامی نے لاہور میں ہی مستقلاً سکونت اختیار کرلی۔ قیام پاکستان کے وقت آپ کی عمر عزیز قریباً چار برس کی تھی، سب سے پہلے آپ نے لاہور ہی میں سکول کی تعلیم پرائمری تک حاصل کی۔ اس کے بعد دینی علوم کے حصول کے لئے محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ محمد سردار احمد چشتی قادری علیہ الرحمۃ کے قائم کردہ مدرسے جامعہ رضویہ مظہرالاسلام فیصل آباد میں داخل ہوگئے جہاں آپ نے حضرت محدث اعظم کی نگرانی میں درس نظامی کی باقاعدہ تعلیم کا آغاز کیا اور حضرت محدث اعظم پاکستان سے منطق کا ابتدائی رسالہ صغریٰ پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔

جامعہ رضویہ فیصل آباد میں قیام کے دوران آپ نے جن بلند پایہ شخصیات سے علمی استفادہ کیا ان میں حضرت علامہ مولانا حافظ محمد احسان الحق، حضرت علامہ سید منصور شاہ، حضرت مولانا حاجی محمد حنیف، حضرت مولانا حاجی محمد امین اور مولانا محمد عبداللہ جھنگوی علیہم الرحمۃ جیسے مایہ ناز اساتذہ شامل ہیں۔

29 جمادی الاولیٰ 1376ھ بمطابق 2 جنوری 1957ء کو آپ سیال شریف پہنچے اور وہاں حضرت مولانا صوفی حامد علی علیہ

الرحمۃ آف ضلع لیہ سے نحو میر پڑھی۔

اس کے بعد متوسط کتب کی تعلیم کے لئے آپ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں محدث کبیر حضرت علامہ مولانا غلام رسول رضوی شارح بخاری علیہ الرحمۃ کی خدمت میں پہنچے اور وہاں پر ان کے علاوہ حضرت مولانا محمد اشرف سیالوی حال شیخ الحدیث سیال شریف اور حضرت علامہ محمد شمس الزمان قادری لاہور، حضرت علامہ محمد ایوب، حضرت مولانا غلام مصطفیٰ سے بھی استفادہ فرماتے رہے۔

جامعہ نظامیہ لاہور میں قیام کے دوران اگرچہ آپ نے اپنے وقت کے معتبر علماء سے استفادہ ضرور کیا مگر زیادہ تر علوم کی تکمیل محدث کبیر حضرت علامہ مولانا غلام رسول رضوی شارح بخاری، اور جامعہ نظامیہ لاہور کے مہتمم حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالقیوم ہزاروی علیہم الرحمۃ ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان سے کی تھی۔

اس کے بعد آخری کتب کی تکمیل کی غرض سے بندیال شریف میں امام المناطقہ حضرت علامہ مولانا مفتی عطا محمد بندیالوی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام علوم و فنون جن میں نحو میں عبدالغفور و تکملہ، بلاغت میں مختصر العانی و مطاول، منطق میں ملّا جلال، رسالہ قطبیہ، قاضی اور حمد اللہ، فلسفہ میں میبذی، صدرا اور شمس بازغہ، علم ہیئت میں تصریح، ہندسہ میں اقلیدس، فقہ میں ہدایہ مکمل، اصول فقہ میں حسامی و مسلم الثبوت، حدیث میں مشکوۃ و ترمذی اور تفسیر میں بیضاوی شریف کی تحصیل و تکمیل کی۔

اس کے علاوہ بعض کتب کا سماع بھی کیا، جن میں بدیع المیزان، مرقاۃ، قال اقول، شرح، تہذیب، قطبی میر، ملاحسن اور رشیدیہ وغیرہ شامل ہیں۔

آغاز درس و تدریس ☆: 1965ء میں آپ نے باقاعدہ درس و تدریس کا آغاز جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور سے کیا۔

1966ء میں آپ اپنے استاذی المکرّم کے حکم پر جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور تشریف لے گئے اور ایک سال تک وہاں تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

1968ء میں پیر طریقت حضرت صاحبزادہ محمد طیب الرحمٰن چھوہروی ہزاروی علیہ الرحمۃ کی خواہش پر جامعہ رحمانیہ ہری پور ہزارہ تشریف لے گئے، جہاں آپ چار سال تک بحیثیت صدر مدرس اور مفتی جامعہ کی حیثیت سے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

دسمبر 1971ء میں مدرسہ اسلامیہ اشاعت العلوم چکوال کے منتظمین کی فرمائش و خواہش پر چکوال تشریف لے گئے اور دو سال تک تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ اس کے علاوہ چکوال کے عوام میں سنیت کا شعور بیدار کرنے کے لئے آپ نے جماعت اہلسنت کی داغ بیل ڈالی اور وہاں کے نوجوانوں میں عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پھونکی۔ لاتعداد پروگراموں میں شرکت و خطاب فرما کر سنیوں کو متحد کیا اور دیگر مذاہب باطلہ کی نقاب کشائی کی اور بڑی دھوم دھام سے یوم رضا منایا۔ قیام ہری پور کے دوران بھی آپ نے اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر وہاں کے بکھرے ہوئے نوجوانوں اور سنی علماء کو متحد کر کے جماعت اہلسنت پاکستان اور جمعیت علمائے پاکستان کے نام سے ہر علاقے میں تنظیمیں قائم کیں۔ وہاں کے علماء نے متفقہ طور پر آپ ہی کو جمعیت کا ناظم اعلیٰ مقرر کیا آپ نے تدریسی و تبلیغی مصروفیات سے وقت نکال کر ان تنظیمات کو متحرک اور فعال کیا۔ آپ ہی کی تحریک

پر ہری پور میں پہلی مرتبہ امام اہل سنت مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خان محدث بریلوی کی ذات والا صفات کوخراج عقیدت پیش کرنے کے لئے یوم رضا منایا گیا۔

تصنیف وتالیف ☆: ہری پور ہزارہ میں قیام کے دوران ہی آپ نے درس وتدریس وتبلیغ دین اور تنظیمی مصروفیات کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف کے میدان میں بھی کام کا باقاعدہ آغاز کیا اور یہ سلسلہ مختلف ادوار میں تاحیات جاری رہا۔

آپ کی شہرۂ آفاق تصانیف میں، یاد اعلیٰ حضرت، فضل حق حاشیہ نام حق، حاشیہ کریما، احسن الکلام فی مسلۃ القیام، مسائل اہل سنت، غایۃ الاحتیاط فی جواز حیلۃ الاسقاط، سوانح سراج الفقہا، تذکرہ اکابرین اہل سنت، حاشیہ مرقاۃ (عربی) حواشی قاضی مبارک، ترجمہ کشف النور عن اصحاب القبور، از علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ اس کے علاوہ مختلف رسائل وجرائد میں آپ کے تحقیقی مضامین آپ کی علمیت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ جن میں الحدیقۃ الندیہ، حاشیہ امام فضل حق خیر آبادی، اس کے علاوہ دواہم فتوے، سیف الجبار اور باغی ہندوستان پر نہایت تحقیقی اور مبسوط مقدمے آپ کی تحریری خوبیوں کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

مکتبہ قادریہ کا قیام ☆: تبلیغ واشاعت کو وسعت دینے کی غرض سے آپ نے دسمبر 1973ء میں جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور میں اپنے استاذی المکرّم حضرت علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی علیہ الرحمۃ اور ادیب اہل سنت فخر المدرسین حضرت علامہ الحاج محمد منشا تابش قصوری مدظلہ العالی اور مولانا محمد جعفر ضیائی کے تعاون سے مکتبہ قادریہ قائم کیا اور بہت ہی قلیل عرصہ میں اس مکتبہ کے زیر اہتمام مندرجہ ذیل کتب کی اشاعت کا بیڑہ اٹھا کر انہیں عوام وعلمائے اہل سنت تک پہنچانے کا سبب بنے۔ ان تصانیف میں النیرۃ الوضیہ، از۔ امام اہلسنت الشاہ احمد رضا خان محدث بریلی، ہمارا اسلام، (پانچ حصے) از مفتی محمد خلیل خان برکاتی، باغی ہندوستان، از مولانا عبدالشاہد شروانی، تاریخ تناولیاں، یہ سوسالہ پرانی تاریخ تناول ہے، کوثر الخیرات، از شیخ الحدیث مولانا محمد اشرف سیالوی، تذکرۃ المحدثین، از مولانا غلام رسول سعیدی، مقام سنت، از مولانا مشتاق احمد چشتی، مُحَمّدٌ نُورٌ، از مولانا الحاج محمد منشا تابش قصوری، ذکر بالجہر (دوحصے) از مولانا غلام رسول سعیدی، المبین، مولانا سید محمد سلیمان اشرف۔ ان تصانیف کے علاوہ آپ کی اپنی تصانیف میں سے اکثر کتب اور دیگر علماء کی تصانیف اسی مکتبہ کے زیر اہتمام شائع ہوئیں۔

بیعت وخلافت ☆: 25 مارچ 1970ء کو آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں مفتی اعظم پاکستان ابوالبرکات سید احمد صاحب قادری علیہ الرحمۃ حزب الاحناف لاہور والوں کے دست حق پرست پر بیعت سے سرفراز ہوئے۔ اس موقع پر حضرت سیّد صاحب نے آپ کو سند حدیث بھی تبرکاً پیش کی تھی۔

کچھ عرصے کے بعد محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا ابوالفضل محمد سردار چشتی قادری علیہ الرحمۃ نے بھی آپ کو خرقۂ خلافت عطا فرما کر صاحب مجاز وصاحب ارشاد فرمایا۔ اسکے علاوہ بھی متعدد بزرگوں سے تبرکاً خرقۂ ہائے خلافت آپ کو عطا ہوئے۔

شادی واولاد ☆: 1963ء میں آپ کے والدین نے آپ کی شادی کرادی، خداوند کریم نے اپنے خاص فضل سے آپ کو دوصاحبزادیاں اور تین صاحبزادے جناب صاحبزادہ ممتاز احمد، صاحبزادہ مشتاق احمد، صاحبزادہ نثار احمد عطا فرمائے۔

آپ کے مشاہیر تلامذہ☆: آپ کی تدریسی زندگی میں بے شمار طلباء نے استفادہ کیا، جن میں سے چند مشاہیر زمانہ علماء کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔

حضرت علامہ حافظ عطاء محمد صاحب مہتمم مدرسہ خوشاب، حضرت علامہ مولانا عزیز اللہ ڈسٹرکٹ خطیب لاڑکانہ صوبہ سندھ، حضرت مولانا غلام نبی، صدر مدرس مدرسہ حنفیہ سراج العلوم گوجرانوالہ، حضرت علامہ مولانا احمد دین صاحب صدر مدرس توگیرہ شریف، حضرت علامہ مولانا قاری عبدالرشید صاحب ناظم اعلیٰ مدرسہ شیراکوٹ لاہور، حضرت علامہ مولانا عبدالرسول صاحب کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ، حضرت علامہ مولانا محمد رفیق چشتی صاحب مؤلف شرح کریما، حضرت مولانا محمد عصمت اللہ صاحب آزاد کشمیر، حضرت علامہ مولانا حمید الدین صاحب دورریاں آزاد کشمیر کے علاوہ متعدد علماء کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

سیرت وکردار☆: آپ نہایت درجہ کے متقی وپرہیزگار، پابند صوم وصلوۃ اور نوافل کا خصوصیت سے اہتمام فرماتے تھے، تمام عمر دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے حصول اور درس وتدریس وتحریر کے لئے وقف تھی۔ آپ نے بہت چھوٹی سی عمر میں درس و تدریس اور تحریر کے کام کا آغاز فرمایا اور ہر میدان میں نمایاں کامیابی حاصل کی۔ اپنے زمانے کے علماء میں آپ کو ایک خاص مقام حاصل تھا، بڑے علماء آپ سے مشورے لینے کے لئے آتے۔

آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ دین اسلام کی تبلیغ اور مسلک حقہ اہل سنت وجماعت کے فروغ واشاعت کے لئے وقف تھا۔ زندگی کے آخری وقت تک اپنی ذمہ داریوں کو کما حقہ نبھاتے رہے۔ اپنے ہم عصر علماء کا خصوصی طور پر احترام فرماتے، بالخصوص نوجوان علماء اور اپنے شاگرد علماء سے شفقت ومحبت سے پیش آتے۔

طبیعت آپ کی بڑی ہی حلیم اور گفتگو میں قدرے چاشنی تھی، حسن اخلاق میں بے مثال اور مہمان نوازی میں عدیم المثال تھے، غرور و تکبر نام کو بھی موجود نہ تھا، ہمہ وقت سر پر سفید پگڑی، جسم پر سفید لباس پہنتے تھے، گھر میں ہوں یا مکتبہ پر، مدرسہ میں ہوں، مسجد میں ہر وقت علمی نکات پر غور وفکر اور تدریس وتصنیف پر توجہ رہتی۔ اسی بناء پر اکثر پروگراموں میں شرکت سے انکار فرما دیتے تھے مگر باوجود اس کے احباب کے اصرار پر بوجہ مجبوری تشریف لے بھی جاتے تو اپنے معمولات میں بال برابر بھی فرق نہ آنے دیا۔ آپ اپنے زیر اثر تعلیم پانے والے طلباء کے وقت کا خاص خیال رکھتے تھے کہ ان کی تعلیم میں کسی وجہ سے حرج نہ ہونے پائے۔

آپ کے بارے برصغیر پاک وہند کے علماء کے تاثرات☆: برصغیر پاک وہند کے معروف اور جید علماء اور مشائخ اور بڑے بڑے پروفیسر حضرات آپ کے قلم کی روانی اور آپ کی تحقیق وجستجو کے معترف تھے، جنہوں نے بڑے ہی شاندار الفاظ میں آپ کی ذات والاصفات کو خراج تحسین پیش کیا۔ ذیل میں آپ کی معروف زمانہ کتاب ''تذکرہ اکابر اہلسنت'' پر چند مشاہیر زمانہ کے تاثرات نقل کئے جاتے ہیں جو انہوں نے بذریعہ خطوط آپ تک پہنچائے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری مدظلہ☆ پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج ٹھٹھہ صوبہ سندھ☆:

محترمی زید لطفکم ...... اسلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

دل پسند و دل پذیر، دلکش و دلرُبا تحفہ نظر نواز ہوا...... کتاب زندگی کھول کر رکھ دی......نہیں نہیں......دل نکال کر رکھ دیا......مرحبا، مرحبا!.......... یہاں حُسن و جمال کا ایک نیا عالم ہے......گل و یاسمین کی ایک نئی بہار ہے، دماغوں میں، سینوں میں، رسالوں میں، اخباروں میں، جو کچھ مخفی تھا سامنے لاکر رکھدیا......بکھرے ہوئے اوراق کو سمیٹ کر رکھ دیا......منتشر دانوں کو پرو کر رکھ دیا......پنکھڑیوں سے گل ہی نہیں، ایک گلشن بنادیا۔

سبحان اللہ، سبحان اللہ

عالم برزخ سے آب و گل میں لانا کوئی آسان کام نہ تھا.......... آپ نے اس مشکل کو آسان کر دکھایا اور ایک حشر بپا کردیا ....اس ہمت مردانہ کو آفریں، صد آفرین!

ہزار ہزار رحمتیں ہوں اس والد ماجد پر، جس کے چمن میں ایسے پھل پھول لگے اور ہزار ہزار سلام ہوں اس فرزند دلبند پر جس نے اسلام اور علماء اسلام کی خدمت کا حق ادا کردیا.......... ہاں ہاں شہیدوں کا سلام ہو، ولیوں کا سلام ہو، عالموں کا سلام ہو اور ہم جیسے گنہگاروں اور سیاہ کاروں کا بھی سلام ہو۔

خدا کرے تذکرہ اکابرین اہل سنت کی دوسری جلد بھی اسی شان شکوہ سے منظر عام پر آئے، دلوں میں بٹھائی جائے، آنکھوں پر لگائی جائے، آمین اللّٰھم آمین۔

یہ احقر اس شاندار تالیف پر آپ کو اور تمام معاونین کو مبارکباد پیش کرتا ہے اور دعاؤں کے گلدستے پیش کرتا ہے۔

فقط والسلام

احقر محمد مسعود عفی عنہ

25-11-76

پروفیسر محمد ایوب قادری کراچی ☆: حضرت مولانا شرف القادری صاحب زیدت معالیکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ! امید ہے کہ مزاج سامی بخیر ہوں گے۔

ایک ہفتہ ہونے کو آیا ہے کہ آپ کی قابل قدر کتاب تذکرہ اکابر اہل سنت ملی، میں نے ایک ہی نشست میں پوری کتاب کا جائزہ لے ڈالا۔ واقعی آپ نے اس موضوع پر ایسا کام کردیا ہے کہ جس سے بہت سے لوگوں کی رہنمائی ہوگی۔

بڑی مسرت کی بات ہے کہ کتاب ہر اعتبار سے قابل تعریف ہے، زبان و بیان، تلاش و تحقیق اور ماخذ و مصادر ہر اعتبار سے آپ مبارکباد کے مستحق ہیں۔

میری طرف سے مبارکباد قبول فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ خوش و خرم اور بامراد رکھے اور آپ دین و ملت کی زیادہ خدمات انجام دیں۔

فقط والسلام

مخلص محمد ایوب قادری

گیارہ ذوالحج 1396ھ

3 دسمبر 1976ء

مولانا عبدالحکیم خان اختر شاہجہانپوری لاہور☆: مکتبہ حامدیہ میں آنجاب کی تازہ، ضخیم، معلوماتی اور ایمان افروز تصنیف ''تذکرہ اکابر اہلسنت'' دیکھی، فہرست کا مطالعہ کیا، مختلف مقامات سے کتاب پڑھی تو دل سے بار بار دعائیں نکلیں۔

جزاک اللہ احسن الجزاء۔ اللہ کرے حسن رقم اور زیادہ

اردو زبان میں ماضی قریب کے پاکستانی علمائے حق و اکابر ملت کا یہ تذکرہ، رحمت خداوندی کے خوشنما پھولوں کا حسین گلدستہ ہے، جس سے اہل حق کے دل و دماغ جہاں مدتوں معطر ہوتے ہیں رہیں گے وہاں آنکھوں کو نور اور دلوں کو سرور کی دولت میسر آتی رہے گی۔

اس مفید اور کامیاب پیشکش پر میرے جیسے سراپا معصیت کی دلی مبارکباد قبول فرمایئے۔

امید ہے کہ دوسری جلد کی تیاری شروع کردی ہوگی اور وہ شاید ہندوستان کے اکابر اہل سنت کا تذکرہ ہوگا، یہ کاوش اکابر سے وابستگی کا بین ثبوت اور ان کی بہت بڑی خدمت ہے۔

فقط والسلام۔ خاکپائے علماء

اختر شاہجہانپوری مظہری عفی عنہ

8 جمادی الاولیٰ 1397ھ

27 مئی 1977ء

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال ۱۴۲۸ھ بمطابق مورخہ یکم ستمبر 2007ء بروز ہفتہ کو ہوا۔

مرقد منورہ آپ کے قائم کردہ جامعہ واقعہ چمن زار کالونی ٹھوکر نیاز بیگ لاہور میں مرجع خاص و عام ہے۔

آپ کے بعد آپ کے بڑے فرزندار جمند حضرت صاحبزادہ مشتاق احمد قادری الازہری جانشین مقرر ہوئے، جو بڑے ہی احسن انداز میں آپ کے قائم کردہ اداروں اور سلسلہ کو چلا رہے ہیں۔ خداوند کریم ان کو کامیابیوں سے ہمکنار فرمائے۔ آمین اللھم آمین۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

قطعہ تاریخ کتاب (از قلم)

معروف محقق ونقاد مخدوم اہل سنت **جناب عبدالقیوم طارق سلطانپوری** مدظلہ

صابریؔ مقصود احمد بالیقین ہے ہمایوں فطرت و میمون سَرِشت

اسکی تحریر عارفوں کا ذکرِ خیر اہل حق کا تذکرہ اسکی نوشت

حُب پاکاں اسکی پیشانی کا نجم اولیاء سے پیار اسکی سر نوشت

اس عجوبہ کار کی ہے ہر کتاب علم و عرِفان و حقیقت کی بہشت

دوستانِ حق کا ہے نغمہ سرا اس کتاب نو میں وہ حق سرِشت

جاوداں اُس کا تازہ شاہکار یہ نہیں کوئی جہانِ خشت

اس کی طارق نے رقم تاریخ کی یہ ہے ''انور جوہرِ مقصود چشت''
۱۴۳۱ھ

اسکی تاریخِ طباعت اور بھی یوں کہی ''عِرفانیٔ نبراسِ بہشت''
۱۴۳۱ھ

قطعہ تاریخ کتاب (از قلم)

معروف ادیب و محقق مخدوم اہل سنت جناب

عبدالقیوم طارق سلطانپوری صاحب مدظلہ العالی

کی رقم مقصود احمد صابری نے ایک اور بے مثال و طرفہ جامع کتابِ معرفت
کی رقم مردانِ حق کی یاد میں اس نے کتب قابل صد فخرِ اہل حق ہے اس کی شخصیت

خاندان علم و عرفان کا ہے وہ ممتاز فرد — ہے مُسلم دہر میں اس کا مقامِ تمکنت
وہ مُفسر وہ محقق و قلم کارو ادیب — اس کے پیکر کی ہے دیدہ زیب و دلکش ہر جہت
معتبر اہل قلم اس کے ہنر کے معترف — اس کے واصف نامور علم و معرفت
اس کی ہر تحریر ہے ذوق آفریں و کیف بخش — اس کے خاصہ کا ہے ہر نقشِ حسیں بامنفعت
اس کی عمدہ تر کتابوں سے بخوبی ہے عیاں — اس کی تصنیفی مہارت اس کی تخلیقی سکت
یہ کتاب نو عظیم اربابِ حق کا ذکرِ خوب — اہلِ دل اہلِ نظر دیکھیں تو اس کی خاصیت
اس میں شامل جھلکیاں ان کی حیاتِ پاک کی — صالحین و متقی جن کے لئے عاقبت
اولیاء بارہ سلاسل بصد شانوں شکوہ — جلوہٗ اس میں ہیں والا شاہ و عالی مرتبت
اس صد تحسین و تبریک اس کو بے حد آفرین — یہ دعا دی وہ رہے یارب بخیر و عاقبت

اس کتابِ خوب کی طارق کہی تاریخ چاپ
یہ ہے نادر مجلسِ فیضانِ علم و معرفتؒ

2010ء

ولدادہٗ چراغِ چشت — باحُب خوبانِ چشت

1955ء — ۱۳۷۵ھ

اظہارِ تشکر

نسبت فریدی ہے تیری مقصود احمد صابری — نسبت سے ہے عزت ملی مقصود احمد صابری

اولیائے چشت کے جو تذکرے لکھتا رہا — اک فقیر صابری مقصود احمد صابری

مقبولیت اجمیر سے کلیر سے اور کلیام سے — لائی مسرت کی گھڑی مقصود احمد صابری

نقشبندی اور چشتی اولیا راضی ہوئے — سہروردی قادری مقصود احمد صابری

حق پرستوں کے لئے تو نے مزین کر دیئے — کتنے نشانِ حیدری مقصود احمد صابری

سعیِ قلم سے آج یہ قرطاس کو عظمت ملی — ظاہر حقیقت ہو گئی مقصود احمد صابری

پوچھیں ملائک مجھ سے جب دنیا سے کیا لایا ہے تُو — شانِ ولایت ہے لکھی مقصود احمد صابری

پہلے کبھی نہ بجھ سکی تو نے بجھائی ہے ابھی — اہلِ علم کی تشنگی مقصود احمد صابری

حاجی منیر صابری کا حکم تھا لکھتے رہو — میں نے تو بس تعمیل کی مقصود احمد صابری

پیرِ طریقت نے میرے جنت کا مژدہ دے دیا — مجھ کو بشارت مل گئی مقصود احمد صابری

میں تو فقیر بے نوا سگ ہوں درِ فرید کا — اوقات کیا ورنہ مری مقصود احمد صابری

از قلم حضرت صاحبزادہ پیر مشتاق احمد صابری

سجادہ نشین دربار عالیہ چشتیہ ماڑی بگیال شریف تحصیل و ضلع راولپنڈی

مصادر و مراجعات

نمبر شمار	کتاب	مصنف
1	قرآن مجید	
2	ترجمہ کنزالایمان	اعلیٰ حضرت بریلوی
3	تفسیر ضیاء القرآن	پیر محمد کرم شاہ الازھری
4	تفسیر مظہری، کامل بارہ جلد	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی
5	تفسیر نعیمی	مفتی احمد یار خان نعیمی
6	تفسیر گوہر البیان	علامہ شاہد جمیل چشتی
7	بخاری شریف کامل	حضرت امام بخاری
8	تفہیم البخاری شرح بخاری کامل	محدث کبیر علامہ غلام رسول رضوی
9	مرآۃ شرح مشکوۃ۔ کامل (۸ جلد)	مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی
10	جواہر البحار شریف کامل	امام یوسف نبھانی
11	سعادت دارین	امام یوسف نبھانی
12	جامع کرامات اولیاء	امام یوسف نبھانی
13	برکات آل رسول	امام یوسف نبھانی
14	خصائص کبریٰ (جلد اول۔ دوم)	سیوطی امام جلال الدین
15	شرح تعرف	ابو بکر بن ابی اسحاق بخاری
16	نزہۃ المجالس	امام عبدالرحمٰن صفوری
17	ثمرۃ الفوائد	شاہ لطف اللہ صابری
18	مکتوبات قدوسی	شیخ عبدالقدوس گنگوہی
19	ہشت بہشت	مکتبہ نوریہ، لاہور
20	شواہد النبوت	علامہ عبدالرحمٰن جامی
21	نفحات الانس	علامہ عبدالرحمٰن جامی

22	تاریخ فرشتہ	محمد بن قاسم
23	لطائف علمیہ	امام ابن جوزی
24	مرآۃ السالکین، شرح مرآۃ العارفین	سیدنا امام حسین علیہ السلام
25	اخبار الاخیار	شاہ عبدالحق محدث دہلوی
26	مرآۃ الاسرار	حضرت شیخ عبدالرحمن چشتی
27	اقتباس الانوار	حضرت شیخ محمد اکرم قدوسی
28	انیس الارواح	حضرت خواجہ سید معین الدین چشتی
29	اسرار حقیقی	حضرت خواجہ سید معین الدین چشتی
30	دلیل العارفین	حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی
31	فوائد السالکین	حضرت بابا فرید الدین گنج شکر
32	خیالات العشاق	حضرت قاضی حمید الدین ناگوری
33	اسرار الاولیاء	حضرت بدر الدین اسحاق چشتی
34	راحت القلوب	حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی
35	فوائد الفوائد	حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی
36	افضل الفوائد	حضرت امیر خسرو
37	راحت المحبین	حضرت امیر خسرو
38	نسب و نسبت فرید	مفتی ضیاء الحبیب صابری
39	آداب الطالبین	شیخ محمد بن قطب الاولیاء
40	انتباہ المریدین	شیخ محمد بن قطب الاولیاء
41	حقیقت گلزار صابری	شاہ محمد حسن رامپوری صابری
42	نور واحدیت	پیر غلام محمد صابری
43	تواریخ آئینہ تصوف	شاہ محمد حسن رامپوری صابری
44	وصل عرفان محمدی رسالہ فیضان حسینیہ	شاہ محمد حسن رامپوری
45	تذکرۃ الاولیاء	شیخ فرید الدین عطار
46	تحفۃ الابرار	مرزا آفتاب بیگ محمد نواب بیگ مرزا
47	تذکرہ فرید	مولانا مشتاق احمد صابری انبیٹھوی

48	انوار العاشقین	مولانا مشتاق احمد صابری انبیہٹوی
49	تحفۃ السالکین	مولانا مشتاق احمد انبیہٹوی
50	تحفۃ القادریہ	حضرت شاہ ابوالمعالی قادری
51	شجرۃ الکون	از شیخ اکبر محی الدین ابن عربی
52	تذکرہ مشائخ دکن	محمود علی قطبی
53	تاریخ الخلفاء	امام جلال الدین سیوطی
54	رود کوثر	شیخ محمد اکرم
55	تذکرہ مشائخ تو گیرہ شریف	خواجہ الٰہی بخش، خواجہ عبدالحلیم
56	تاریخ مشائخ چشت	خلیق احمد نظامی
57	آب کوثر	شیخ محمد اکرم
58	قوت القلوب	شیخ ابوطالب محمد حارثی المکی
59	سفینۃ الاولیاء	شہزادہ دارالشکوہ
60	رسائل تصوف	شاہ ولی اللہ دہلوی
61	مقام گنج شکر	کپتان واحد بخش سیال صابری
62	قصر عارفاں	حضرت شیخ مولوی احمد علی چشتی
63	فیضان علی	حضرت شیخ محمد صالح
64	انوار مولا علی	مترجم: پیر سیّد محمد امیر شاہ قادری
65	تذکرہ قطب الاقطاب	خلیفہ محمد یونس صابری
66	تذکرہ مشائخ چشت (حصہ اول، دوم، سوم)	خلیفہ محمد یونس صابری
67	ارشاد الطالبین (از جلال الدین تھانیسری)	مترجم: خلیفہ محمد یونس صابری
68	شانِ قدرت	خلیفہ محمد الیاس صابری
69	ذکر پاکاں (حصہ اول، دوم)	محمد طفیل ناصری صابری
70	مفتاح العاشقین	حضرت خواجہ محبّ اللہ چشتی
71	سیر الاولیاء	حضرت سید محمد مبارک العلوی الکرمانی
72	سر العارفین	شیخ بہاؤ الدین محمود ناگوری چشتی
73	مجالس الحسنہ	حضرت خواجہ شیخ محمد چشتی

74	خزینۃ الاصفیاء (اول۔دوم۔سوم)	مفتی غلام سرور لاہوری
75	حدیقۃ الاولیاء	مفتی غلام سرور لاہوری
76	تذکرۃ العارفین فی حیات مظہریہ	شاہ غلام حسین صابری حیدرآباددکنی
77	اخلاق صابری فی عرفان باری	شاہ غلام حسین صابری حیدرآباددکنی
78	گلزار فضل	راجہ مولابخش صابری
79	خیابان معرفت	محمد حنیف حنفی
80	تقوۃ الاولیاء	محمد صلاح الدین اویسی
81	شمشیر قہاری	مخدوم ابرار احمد خاں صابری
82	عرفان روحی	ایف ایم ظفر ایڈووکیٹ صابری حیدرآباد
83	اولیائے پاک وہند کا انسائیکلوپیڈیا	مرزا محمد اختر دہلوی
84	تذکرۃ الاولیاء	ملک محمد اشرف نقشبندی
85	کرامات اولیاء	ملک محمد اشرف نقشبندی
86	تذکرہ حضرت فریدالدین مسعود گنج شکر	میاں اخلاق احمد ایم۔اے
87	میراشریف کے درخشاں آفتاب ومہتاب	پیر سیّد اجمل حسین مبشر ہمدانی
88	اولیائے ڈھوک قاضیاں	افتخار احمد حافظ قادری
89	فیضانِ میروی	خواجہ فخرالدین چشتی میروی
90	قصص الاولیاء	صوفی شرف الدین وارثی میرٹھی
91	بزم صوفیاء	صباح الدین عبدالرحمٰن
92	ملفوظات حیدری	ڈاکٹر عبدالغنی
93	ذکر حبیب	ملک محمد الدین
94	امیر حزب اللہ	ڈاکٹر عبدالغنی
95	نذر عقیدت	اکرام الحق
96	شان اولیاء	احمد مصطفیٰ صدیقی
97	قدیم حالات کلیر	حضرت بابا غریب شاہ صابری
98	فیضان کلیام	صاحبزادہ راشد مسعود کلیامی صابری
99	تذکرہ علمائے اہل سنت	مفتی محمد صدیق ہزاروی

100	تذکرہ اکابرین اہل سنت	علامہ عبدالحکیم شرف قادری
101	تذکرہ محی الدین	سردار احمد حسن سعیدی
102	شاہکار صابر	پیر گلزار حسین صابری
103	دہلی کے بائیس خواجہ	ڈاکٹر ظہور الحسن شارب
104	تذکرہ اولیائے پاک و ہند	ڈاکٹر ظہور الحسن شارب
105	تذکرہ قطب دوراں	ملک محمد اشرف نقشبندی
106	ربیع المجالس	صوفی سید محمد ظہیر الحسن صابری
107	گلشن صابر	سید محمد زمان شاہ صابری
108	تذکرہ قطب العالم	عبدالستار گوہر میاں
109	شمیم ولایت	ابو مظہر علی اصغر صابری
110	شمیم جالندھر	ابو مظہر علی اصغر صابری
111	چراغ صابری	شبیر بزمی صابری
112	ارواح اربعہ	علی اصغر چشتی
113	تذکرہ مولانا غلام ربانی	محمد نذر صابری
114	لاہور میں اسلام کے سفیر	خواجہ عابد نظامی
115	گلزار قلندر	احمد بدر اخاق صابری
116	انوار قلندر	صاحبزادہ طارق علی احمد صابری
117	کلید السالکین	صاحبزادہ جمیل اختر صابری
118	صدائے جرس	خواجہ شمس الدین عظیمی
119	امداد المشتاق	مولوی اشرف علی تھانوی
120	تاریخ مشائخ چشت	مولوی محمد زکریا سہارنپوری
121	فتح مبین	ابو الطاہر محمد رمضان
122	المعجم المفہرس	محمد فولاد عبدالباقی
123	انوار لاثانی کامل	مفتی بشیر احمد نقشبندی
124	فیروز اللغات	مولوی فیروز الدین
125	اردو لغت	سعید اے شیخ

نمبر	کتاب	مصنف
126	تذکرہ مفتی غلام فرید ہزاروی	میاں محمد سیفی
127	حیات وتعلیمات ۔صوفی سیّدامورالحسن صابری	پروفیسرڈاکٹرمظفرعالم جاوید
128	ثقافت سرحدتاریخ کے آئینہ میں	قاری جاویداقبال
129	قطب اکبرگنج شکر	غنی سکندرشیخ
130	الفوزالمقال فی خلفائے پیرسیال	حاجی مریداحمد چشتی
131	مقابیس المجالس	مولانارکن الدین
132	زندہ صداقت	پروفیسرمحمداسماعیل سیٹھی
133	مرآۃ العاشقین	حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی
134	نقش اولیاء	پروفیسربشیراحمدرضوی
135	ملفوظات حیدری	صوفی نورعالم
136	نظامی بنسری	خواجہ سیدحسن نظامی
137	خواجہ فریداورانکا خاندان	خواجہ طاہرمحمودکوریجہ
138	سیرت فخرالعارفین	حکیم سیدسکندرشاہ
139	تاریخ لاہور	کنہیالال
140	ہفت اقطاب	مولاناغلام جہانیاں معینی
141	بزرگان بہاولپور	محمدصلاح الدین اویسی
142	قرب الٰہی	محمدارشادارائیں
143	جمال فقر	صاحبزادہ محمدعبدالمالک
144	قصص الاولیاء	امیرعلی خان
145	تعارف وارثیہ	حضرت بیدم شاہ وارثی
146	نقشِ حیرت	فقیرحیرت شاہ وارثی
147	عکس وحدت	فقیرحیرت شاہ وارثی
148	کلیات عنبر	خواجہ دبرعلی شاہ وارثی
149	عین الیقین	سیدعبدالآدشاہ وارثی
150	سوزوگداز	حیدرعلی بابر
151	بلوغ المرام	مرزامحمدابراہیم بیگ وارثی

152	محبوب الوارثین	عطاء اللہ ساگر وارثی
153	تذکرہ مشائخ ہوشیار	عطاء اللہ ساگر وارثی
154	تذکرہ شعرائے وارثیہ	عطاء اللہ ساگر وارثی
155	حاجی سیّد وارث علی شاہ اور دیگر مذاہب عالم	از: ڈاکٹر فقیر قاضی تنویر وارث وارثی
156	مشکوٰۃ حقانیہ	مولانا فضل حسین وارثی
157	رشحات الانس	حاجی اوگھٹ شاہ
158	تذکرہ علماء مشائخ سرحد (جلد اول) (دوئم)	سید محمد امیر شاہ گیلانی پشاوری
159	تذکرہ حافظ سیّد محمد زمان قادری	سیّد محمد امیر شاہ گیلانی شاوری
160	تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ	سیّد محمد امیر شاہ گیلانی پشاوری
161	خوارق العادات	مترجم: سیّد محمد امیر شاہ گیلانی پشاوری
162	پیران چشت	صاحبزادہ محمد عرفان توگیروی
163	الحسن (مولوی جی نمبر)	سید غلام الحسنین قادری
164	گلستان غازی قلندر	قاضی محبوب علی
165	جلا الخواطر	ڈاکٹر مولوی عبدالکریم طفلی
166	نزھة الخواط	علامہ سیّد عبدالحیٔ
167	انوار الاحسن	بابو عبدالقیوم
168	سفینۃ الاولیاء	شہزادہ دارالشکوہ
169	تذکرہ مشائخ قادریہ فاضلیہ	پروفیسر اسرار الحسنین قادری
170	زبدۃ آلا ثار	شاہ عبدالحق محدث دہلوی
171	نزہتہ الخاطر الفاطر	حضرت ملا علی قادری
172	بہجۃ الاسرار	امام ابوالحسن الشطنوفی
173	خوشبوئے فقر	مولانا محمد خلیل ثاقب
174	قصص الاولیاء	ملک محمد اشرف
175	سید الاولیاء	علامہ طارق مجاہد جہلمی
176	مرد خدا	آنسہ بلقیس چیمہ
177	لاڈلا سچیار	صاحبزادہ سکندر حیات

178	حیات صدریہ	قاضی عبدالدائم
179	فیوضات بارویہ	خواجہ فقیر محمد حسنی
180	سنہرے لوگ	ڈاکٹر محمد وسیم انجم
181	تاریخ کشمیر (جلد اول تا پنجم)	محمود آزاد
182	سر دلبراں	علامہ ذوقی
183	گلزار ولایت	ملک محمد یوسف نقشبندی
184	مکتوبات قدوسیہ	سلطان الحاج واحد بخش سیال
185	مہر منیر	مفتی فیض احمد چشتی
186	دلی کے بائیس خواجہ	ظہور الحسن شارب
187	ظوائر السرائر	میاں محمد عمر چمکنی
188	فیضان چشتیہ قادریہ	سیّد نعیم عباس
189	حیات سالک	قاضی عبدالنبی کوکب
190	تذکرہ اولیاء جہلم خورد	پروفیسر انجم سلطان
191	تذکرہ اولیائے جہلم (کلام)	پروفیسر انجم سلطان
192	نذر عقیدت	اکرام الحق چشتی
193	قصص الاولیاء موہڑہ شریف	صوفی عرفان رضوی
194	تذکرہ قطب الاقطاب	صوفی سکندر شیخ
195	تذکرہ شیخ الاسلام	حافظ محمد یوسف چشتی
196	چراغ ولایت	سردار عابد حسین
197	نظام الدین اولیاء	خواجہ عابد نظامی
198	تحفۃ المرسلۃ	مترجم محمد یونس صابری
199	تذکرہ مولانا غلام ربانی	چوہدری نذر محمد صابری
200	جمال تصوف	علامہ عبدالحلیم چکوالی
201	تذکرہ علمائے اہل سنت چکوال	علامہ حافظ عبدالحلیم چکوالی
202	پیکر عرفان و آگہی	حفیظ تائب
203	بہار چشت	ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی

204	خطہ پوٹھوار کے صوفیائے کرام	غنی سکندر شیخ
205	تذکرہ حضرت دیوان حضوری	خلیل احمد
206	انوار لطیف	سیّد آل احمد رضوی
207	عباد الرحمٰن	سید مغفور القادری
208	تذکرہ مشائخ قادریہ	محمد دین کلیم قادری
209	جلوہ عشق	قمر محمود عبداللہ
210	تذکرہ شاہ محمد آغا	مرزا نذیر احمد نیازی
211	تذکرہ اولیائے ملتان	امتیاز حسین شاہ
212	اسرار گوہر	علامہ شاہد جمیل چشتی
213	لاہور میں اسلام کے سفیر	ڈاکٹر خواجہ عابد نظامی
214	یہ پراسرار بندے	ڈاکٹر ابواعجاز رستم
215	ریاض اولیاء	ریاض الرحمٰن ساغر
216	تذکرہ صوفیائے سندھ	محمد اعجاز الحق قدوسی
217	تذکرہ اولیائے سندھ	علامہ محمد اقبال نعیمی
218	تذکرہ مشاہیر سندھ	مولانا دین محمد رفائی
219	تذکرہ صوفیائے بلوچستان	ڈاکٹر انعام الحق کوثر
220	حیات قلندر	منیر احمد چشتی
221	قلندروں کا طریق	صدیق صابر ایاز
222	شہر خموشاں کے مکین	ایم آر شاہد
223	روح وارستہ	حنیف حنفی
224	عظمتوں کے پاسبان	علامہ عبدالحکیم شرف قادری
225	تذکرہ اولیاء جھنگ	بلال زبیری
226	تذکرہ اولیائے میانوالی	سید طارق مسعود کاظمی
227	تذکرہ اولیائے بھکر	مہر نور محمد تھند
228	تذکرہ اولیائے لیہ	مہر نور محمد تھند
229	جواہر فریدی	مولانا محمد علی اصغر چشتی

230	چراغ چشت راروشنائی	دیوان عظمت سید محمد چشتی
231	تاج الاولیاء	حضرت ذہین شاہ تاجی
232	از کار تاج الاولیاء	فریدالدین شاہ کریم بابا
233	سیرت خواجہ معین الدین چشتی	وحید احمد مسعود
234	تذکار فیض الملت	قاری خان محمد خان قادری
235	مشائخ نقشبندیہ مجددیہ	مولوی محمد حسین نقشبندی
236	مخزن کرم	چوہدری مقبول احمد مقبول
237	تنبیہ الغافلین	عبدالعزیز ہزاروی
238	مظاہر چوراہیہ	محمد یوسف بی اے
29	فیوضات الحسنیہ	صاحبزادہ احمد حسن
240	تذکرہ مولانا یعقوب	ڈاکٹر ساجد الرحمٰن
241	تذکرہ مشائخ نقشبندیہ	علامہ نور بخش توکلی
242	تذکرہ نقشبندیہ خیریہ	محمد صادق قصوری
243	گلستان حیات	صوفی طالب حسین
244	لمعات نور	حافظ سلطان محمود
245	تذکرہ قطب دوراں	ملک محمد اشرف
246	مکتوبات مرزا مظہر جانِ جاناں	خلیق انجم
247	ملفوظات سائیں عبدالرزاق	بابو محمد رفیق احمد
248	رزاقیہ گلدستہ ذکر سعید	راؤ جمشید علی
249	مقامات محمود	غلام مصطفیٰ رزاقی
250	سیرت رزاقیہ	حاجی بابو محمد رفیق احمد
251	سرمایہ سہاگن	خواجہ محمد عبدالخالق
252	لمعات قادریہ خالقیہ	ناطق کلانوری
253	سفر بنگال	غلام مصطفیٰ رزاقی
254	بزم اسلاف	قاری محمد عبیداللہ
255	تجلیات خواجگان چشت	صاحبزادہ مقصود احمد صابری

256	تذکرۃ العارفین	صاحبزادہ مقصود احمد صابری
257	تذکرہ اولیائے پوٹھوار (جلد اول)	صاحبزادہ مقصود احمد صابری
258	تذکرہ اولیائے پوٹھوار (جلد دوم)	صاحبزادہ مقصود احمد صابری
259	صحبت با اولیاء	مولوی تقی الدین ندوی دیوبندی
260	جمال الاولیاء	مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی
261	ارواح ثلاثہ	مولوی اشرف علی تھانوی
262	حضرت امیر خسرو کی شاعری	شاہد مختار
263	دیوان حضرت شاہ خاموش	محمود علی قطبی
264	فیضان صابر	محمد امیر صابری
265	چشت اہل بہشت	ڈاکٹر ظفر پاتو آنہ
266	تقویم	پروفیسر عبدالقدوس ہاشمی۔ مطبوعہ ادارہ تحقیقات اسلامی
267	ضیائے حرم (ضیاء الامت نمبر)	
268	سیارۂ ڈائجسٹ (اولیاء کرام نمبر) (جلد اول تا چہارم)	
269	علاج روح	سیّد میر زمان شاہ تاجی صابری
270	گلستان چشت	قاضی محمد صدیق عاصم سلطانی
271	علم شریعت و طریقت	خوشی محمد عاصی
272	سندھ کے صوفیائے نقشبند (اول۔ دوم)	ابوالخیر ڈاکٹر محمد زبیر
273	قرب الٰہی	محمد ارشاد آرائیں
274	حیات الامیر مع تذکرۃ الابرار	سیّد افضال حسین گیلانی
275	مجالس علماء	پیرزادہ اقبال احمد فاروقی
276	خیابان رضا	پیرزادہ اقبال احمد فاروقی
277	خوشبو آئے باتوں سے	محمد صلاح الدین سعیدی
278	گوجر خان روحانیت و تاریخ کے آئینے میں	حاجی ایم زمان کھوکھر
279	جنوبی پنجاب سندھ بلوچستان میں اولیائے کرام	حاجی ایم زمان کھوکھر
280	سیالکوٹ سے خیبر تک	حاجی ایم زمان کھوکھر
281	پشاور سے خیبر تک	حاجی ایم زمان کھوکھر

282	دُرّ المعارف	شاہ رؤف احمد رامپوری
283	اولیائے ہند اور عظمتوں کے نشان	حاجی ایم زمان کھوکھر
284	کرامات سخی سلطان عبدالحکیم	صاحبزادہ میاں عبدالخالق چشتی
285	تذکرہ سخی سیدن شاہ شیرازی	محمد کعب شریف
286	گلدستہ محمدی	سیّد لیاقت علی گیلانی
287	انوار شکوری	منیر اختر شکوری
288	انوار پیر بخش	پروفیسر صاحبزادہ سید محمد علیم الدین شاہ الازھری
289	خزینۂ حق	مفتی محمد ریاض الدین اعوان
290	ارشادات ابوالفیض	قاری غلام محمد خان چشتی قادری
291	گھنڈ نامہ	محمد آفتاب سہیل شاہ
292	جلوۂ یزداں	سیّد صابر حسین شاہ صابری
293	دیوان محمدی	خواجہ محمد یار فریدی
294	بیتابی	خواجہ غلام قطب الدین نظامی
295	ضیائے حرم	غزالی دوراں نمبر

شرح

دیوانِ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ

تحقیق و ترجمہ
پروفیسر میاں مقبول احمد
ایم۔اے (فارسی، اردو) بی ایڈ، ایل ایل بی
سابق پرنسپل گورنمنٹ کالج شاہدرہ، لاہور

مشتاق بک کارنر
الکریم مارکیٹ۔ اردو بازار، لاہور
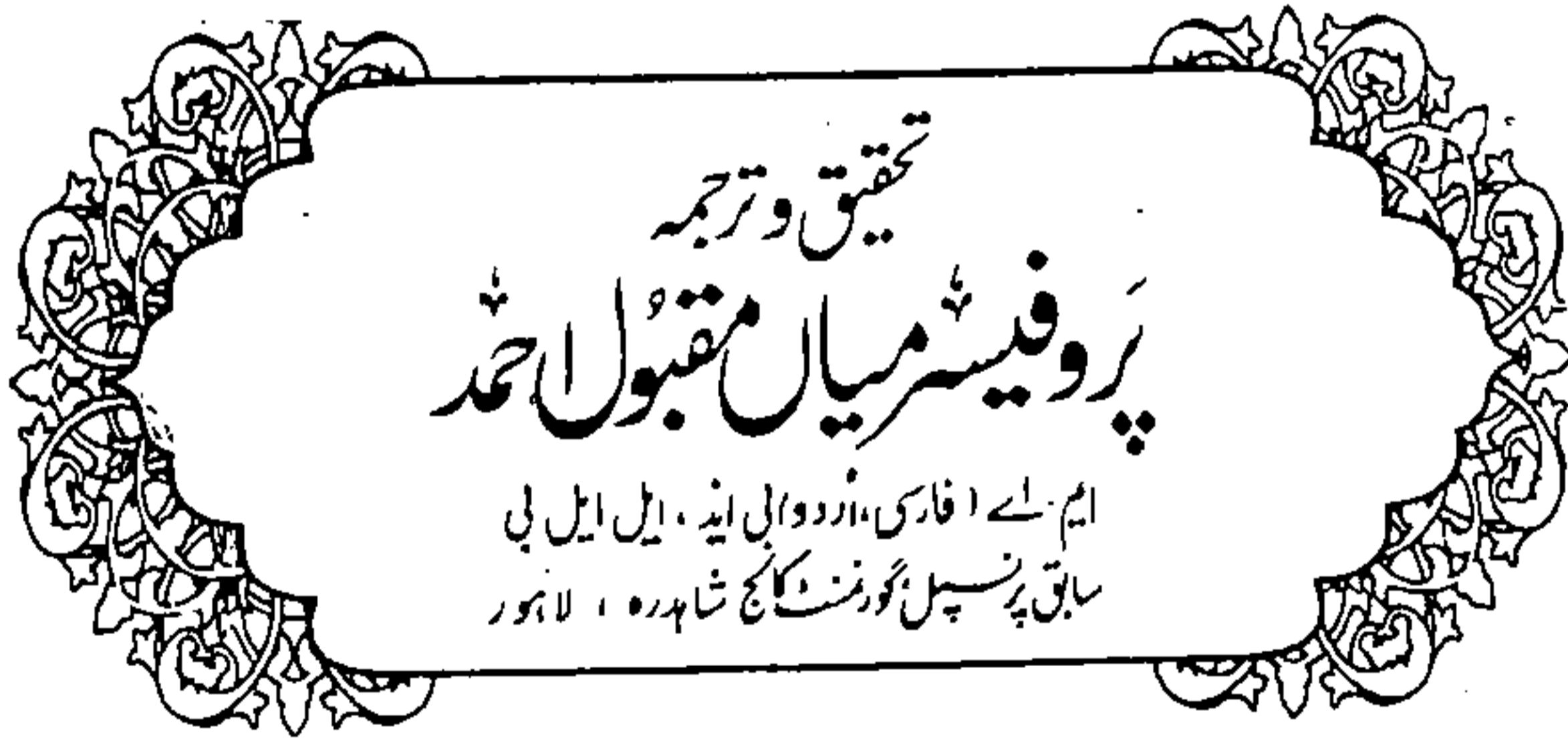
قیامت کی ہولناکیاں

قیامت، علاماتِ قیامت اور دورِ حاضر

اس کتاب میں علاماتِ قیامت، نزولِ عیسیٰ، ولادتِ امام مہدی، دابۃ الارض، خروجِ دجال، فتنوں سے پُر دنیا، اچانک قیامت کے قائم ہونے، قیامت کی ابتداء، قیامت کے جمعہ کے دن قائم ہونے، صور کے پھونکے جانے، میدان قیامت میں جمع ہونے، حساب کتاب کی شروعات، اہل ایمان اور کفار کی حالت، اعضاء کے گواہی دینے، پل صراط، جہنم، جنت، انسانوں، جانوروں اور جنوں کے فیصلے، جنوں اور جانوروں کے نیست ونابود ہونے، مختلف افراد کے مختلف جھنڈے، میزان کے قائم ہونے، شفاعت کے قبول ہونے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے پہلے شفاعت کرنے جیسے بے شمار موضوعات پر مشتمل پروفیسر احمد بن ولید الاعظمی کی تصنیف ''کتاب القارعۃ'' کا اردو ترجمہ پیش کیا جارہا ہے۔

مصنف

پروفیسر احمد بن ولید الاعظمی العراقی الحنفی

مترجم

مفتی محمد وسیم اکرم القادری (ایم اے۔ایم فل)

مُشتاق بُک کارنر

الکریم مارکیٹ۔ اُردو بازار، لاہور

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول من یطع الرسول فقد اطاع اللہ

اطاعتِ رسول قرآن و حدیث کی روشنی میں (اتباعِ رسول کی فرضیت)

اطاعتِ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم

فرمانِ الٰہی و اقوالِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی فرضیت، فضائل، مطیع کے انعامات اطاعت اور اتباع میں فرق اسوہ حسنہ کی اہمیت صحابہ کرام کی اطاعت و اتباع کی مثالیں قرآن و حدیث اور اتباع واطاعت رسول کی اہمیت، عاصی کی سزا اور انجام جیسے موضوعات پر مشتمل ایک علمی منفرد اور اپنے موضوع کے لحاظ سے نایاب کتاب

فیضان نظر

علامہ مولانا بشیر احمد نقشبندی

مترجم: مفتی محمد وسیم اکرم القادری (ایم اے، ایم فل)

مشتاق بک کارنر

الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

امام اہلسنت مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت مولانا الشاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
کے شہرہ آفاق ترجمہ قرآن کا آسان اور عام فہم

لفظی ترجمہ

کنز الایمان

المُسمّٰی

ریاض الایمان

ابو حمزہ مفتی ظفر جبار چشتی

مشتاق بک کارنر
الکریم مارکیٹ۔ اردو بازار، لاہور